شرائط ایجاب اور قبول سے مجلس کا متحد ہونا ہے اگر دونون حاضر ہون اگرچہ مجلس دراز ہو تو اگر عورت نے ایجاب کیا اور مرد نے دوسری مجلس مین قبول کیا تو نکاح
نہوگا کیونکہ مجلس ایک نرہی اور اگر کوئی غائب ہے اور اوسنے خط مین ایجاب لکھا تو اتحاد مجلس شرط نہین ایجاب اور قبول مین اتحاد مجلس شرط ہے
جیسے عورت مخیرہ مین شرط ہے مخیرہ سے وہ عورت مراد ہے جسکے شوہر نے اوس سے کہا کہ تو اپنی ذات کو اختیار کر تو طلاق
لے تو یہہ اختیار مجلس تک مقید ہے مجلس ہی مین اختیار کیا وَاَنْ لَا یُخَالِفَ الْاِیْجَابُ الْقَبُوْلَ کَقَبِلْتُ النِّکَاحَ اور شرائط ایجاب اور
قبول سے یہہ ہے کہ ایجاب قبول کے مخالف نہو جیسے کہ مرد نے کہا کہ مین نے نکاح کو قبول کیا نہ مہر کو مثلا مرد نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ ہزار درم
نکاح کیا عورت نے جواب دیا کہ مین نے نکاح قبول کیا نہ مہر تو نکاح خالی مہر مسمی سے ہوا تو مہر مثل ہوگا الا انکہ مہر مثل اور مہر مسمی باہم مغائر ہین تو ایجاب مخالف قبول ہوا کذا
حاشیۃ المدنی نَعَمْ یَصِحُّ الْحَطُّ ہان صحیح ہے مہر کا کم کرنا عورت کی طرف سے مثلا مرد نے کہا کہ مین نے ہزار درم مہر پر تجھسے نکاح کیا عورت نے کہا کہ مین نے
پانچ سو درم مہر پر نکاح قبول کیا گویا کہ یہہ مطلب ہوا کہ ہزار درم کا مہر قبول کیا اور اوسمین سے پانچ سو کم کر ڈالے اس صورت مین مرد کو بھی مہر قبول کرنا
شرط نہین اسواسطے کہ یہہ اسقاط اور ابراء ہے کَزِیَادَۃٍ قَبِلَتْہَا فِی الْمَجْلِسِ مہر کا کم کرنا ایسا صحیح ہے جیسے وہ زیادتی مہر کی صحیح ہے جبکہ عورت
اوسی مجلس مین قبول کرلیا مثلا عورت نے کہا کہ مین نے ہزار درم مہر پر نکاح کیا مرد نے کہا مین نے دو ہزار درم مہر کو قبول کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ
عورت نے دو ہزار کو اوسی مجلس مین قبول کرلیا ہو وَاَنْ لَا یَکُوْنَ مُضَافًا وَلَا مُعَلَّقًا اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہہ ہے کہ نکاح
مضاف نہو زمان مستقبل کیطرف جیسے کوئی کہے کہ مین نے تیرے ساتھ نکاح کیا کل کے دن یا کہا مین قبول کرونگا کل اور شرط یہہ ہے کہ نکاح معلق
شرط پر نہو جیسے کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوگا چنانچہ اسکا ذکر آویگا وَلَا الْمَنْکُوْحَۃُ مَجْہُوْلَۃً اور شرائط ایجاب اور
قبول سے یہہ ہے کہ منکوحہ نامعلوم نہو جیسے ایک شخص کی دو بیٹیاں ہین اور اوسنے ایک بیٹی کا نکاح بے نام لئے کر دیا تو نکاح صحیح نہوگا بسبب
جہالت کے وَلَا یُشْتَرَطُ الْعِلْمُ بِمَعْنَی الْاِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ فِیْمَا یَسْتَوِیْ فِیْہِ الْجِدُّ وَالْہَزْلُ اِذْ لَمْ یَحْتَجْ اِلَی النِّیَّۃِ بِہٖ یُفْتٰی اور نہین شرط ہے دانست ایجاب
اور قبول کے معنی کی اوس عقد مین جسمین قصد کرنا اور ہنسی کرنا یکسان ہے اسواسطے کہ اوس عقد مین نیت کی احتیاج نہین اسی پر فتوی ہے
فقہا کو اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ عاقدین کو ایجاب اور قبول کے معنون کا علم ضرور ہے کذا فی الدرر اور بعضون نے کہا قضاء ضرور نہین دیانۃ
علم ضرور ہے کذا فی الخانیہ اور عمادیہ مین روایت ہے کہ کوئی عقد بدون علم معنی کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا سب صحیح ہین علم ہو یا نہو اور بعضون نے
کہا جو عقد ایسا ہو کہ جسمین قصد کرنا اور ہنسی کرنا دونون برابر ہون جیسے طلاق اور نکاح اور عتاق تو اوسمین علم ضرور نہین اسواسطے کہ علم سے غرض
قصد کرنا ہے اور حالانکہ اوسمین قصد اور غیر قصد دونو برابر ہین مثلا اگر کوئی ہزل سے نکاح کرے یا طلاق دے تو صحیح ہوگا اگرچہ اوسکا قصد متعلق
نہین اسی قول کو شارح نے پسند کیا اور ترجیح دی بخلاف بیع کے کہ بدون علم کے صحیح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی واللہ اعلم وَاِنَّمَا یَصِحُّ بِلَفْظِ تَزْوِیْجٍ
وَنِکَاحٍ لِاَنَّہُمَا صَرِیْحٌ وَمَا عَدَاہُمَا کِنَایَۃٌ وَہُوَ کُلُّ لَفْظٍ وُضِعَ لِتَمْلِیْکِ الْعَیْنِ فِی الْحَالِ فَلَا یَصِحُّ بِالشِّرْکَۃِ اور البتہ نکاح صحیح ہے تزویج اور نکاح کے
لفظ سے اسواسطے کہ دونو لفظ صریح ایجاب کے واسطے موضوع ہین اور غیر لفظ ان دو کے سوا ہین سو کنایہ ہے یعنی غیر صریح ہے اور نکاح کا کنایہ وہ لفظ ہے جو موضوع ہو واسطے
تملیک ذات کے بطور تملیک کامل کے تو نہ صحیح ہوگا نکاح شرکت کے لفظ سے اسواسطے کہ شرکت مین پوری تملیک نہین فِی الْحَالِ خَرَجَ الْوَصِیَّۃُ بِقَیْدِ الْمُقَیَّدَۃِ
بِالْحَالِ یعنی تملیک ذات کی بالفعل ہو تو اس سے نکل گئی وصیت جسمین بالفعل کی قید نہین جیسے کسی نے کہا کہ مین نے وصیت کی اپنی لونڈی کی
قربت کی ہزار درم کے بدلے اپنی موت کے بعد اور دوسرے شخص نے قبول کیا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ تملیک فی الحال نہوئی اور وصیت بالفعل
مین نکاح صحیح ہوگا کَالْہِبَۃِ وَالتَّمْلِیْکِ وَالصَّدَقَۃِ وَالْعَطِیَّۃِ تملیک بالفعل جیسے ہبہ اور تملیک اور صدقہ اور عطا مثلا اگر عورت کہے کہ مین نے اپنی ذات کو
ہبہ کیا یا تجھکو مالک کیا یا صدقہ دیا یا دیدیا الا غیر ذلک اور دوسرے نے قبول کیا تو نکاح صحیح ہوگا وَالسَّلَمِ وَالشِّرَاءِ اور نکاح صحیح ہے بلفظ بیع سلم اور شراء اور اجارہ
سو اگر عورتکو اجرت قرار دیا تو نکاح صحیح ہے جیسے یوں کہے کہ مین نے اپنا گھر ایک برس کو اجارہ دیا تیری بیٹی کے بدلے اور اگر یوں کہے کہ مین نے

اجارہ دیا اپنی بیٹی کو ہزار درہم کے بدلے تو صحیح یہ ہے کہ نکاح نہوگا کہ اسمین تملیک دائمی نہین بخلاف صورت اول کے کذا فی حاشیۃ الدرر وفی الدر
ونحو وصیت وکل ما تملک بہ الرقاب بشرط نیۃ او قرینۃ وفہم الشہود المقصود اور نکاح صحیح ہوتا ہے بلفظ تزویج اور صلح اور صرف کے اگر
ہو لفظ [illegible] کا فائدہ بخشے بشرطیکہ نیت متکلم کے یا قرینہ مقام کے اور سمجھیں شہود کے مقصود کو یعنی بلفظ ہبہ وغیرہ کے نکاح جب صحیح
ہوتا ہے کہ [illegible] ہو یا قرینہ ہو اور گواہ بھی اس مطلب کو سمجھ گئے ہون ہبہ وغیرہ مین نیت کی حاجت اسواسطے ہے کہ یہ الفاظ کنایہ ہین نکاح
کے صریح نکاح [illegible] واسطے موضوع نہین ہین محتاج نیت کے ہونگے لا یصح بلفظ اجارۃ واعارۃ اور نہ صحیح ہوگا نکاح اجارہ کے لفظ سے اجارہ براء مہملہ
ہو یا بزاء معجمہ ہو لفظ اجارہ سے نکاح صحیح نہوا اسواسطے کہ اسمین تملیک دائمی نہین بلکہ تملیک منفعت کی موقت ہے اور نکاح مین دوام مشروط ہے
بخلاف لفظ استیجار کے چنانچہ سابق مذکور ہوچکا اور اجازت سے اسواسطے نکاح نہین منعقد ہوتا کہ لفظ اجازت کا تملیک مین کیواسطے موضوع نہین
واعارۃ ووصیۃ ورہن ووودیعۃ ونحوہا مما لا یفید الملک لکن یثبت بہ الشبہۃ فلا یحد ولہا الاقل من المسمی ومن مہر المثل اور نہین صحیح
ہے نکاح بلفظ اعارہ اور وصیت اور رہن اور ودیعت اور مانند ان الفاظ کے جو ملک کے مفید نہین لیکن ایسے الفاظ سے شبہ نکاح کا ثابت ہوتا ہے
تو حد ماری جاویگی اوسکو جسنے ان الفاظ سے نکاح کیا اسواسطے کہ حد شبہ پڑنے سے ٹل جاتی ہے اور اس صورتمین عورت کو مہر ملیگا جو کمتر ہو مہر
مسمی سے جسپر دونو راضی ہوگئے اور مہر مثل سے یعنی اگر مہر مسمی کم ہو مہر مثل سے تو مسمی ملیگا اور اگر مہر مثل کم ہو مسمی سے تو مہر مثل ملیگا وکذا
تثبت بکل لفظ لا ینعقد بہ النکاح فلیحفظ اور اسیطرح شبہ نکاح کا ثابت ہوتا ہے ہر ایک اوس لفظ سے جس سے نکاح منعقد نہین ہوتا اسکو یاد
رکھنا چاہئے فظاہرہ یہ مضمون مکرر ہوگیا وبالفاظ مصحفۃ کتجوزت لصدورہ لا عن قصد صحیح بل عن تحریف وتصحیف فلم یکن حقیقۃ ولا
مجازا لعدم العلاقۃ بل غلطا فلا اعتبار بہ اصلا تلویح اور نہین منعقد ہوتا نکاح ان الفاظ سے جنمین تصحیف واقع ہوئی جیسے تجوزت بجائے
تزوجت کے تصحیف لغت مین خطا فی الصحیفہ کو کہتے ہین اور یہان مطلق خطا مراد ہے تصحیف ہو یا تحریف نقطون کی غلطی تصحیف ہے جیسے زوج
بمعنی جفت کو روح بمعنی جان کہنا اور تحریف صورتکی غلطی کو کہتے ہین جیسے سلیم بروزن کریم کو سُلیم بروزن حسین بولنا تصحیف اور تحریف
سے اسواسطے نکاح منعقد نہین ہوتا کہ اوسکا صدور قصد صحیح سے نہین بلکہ تبدیل اور تغیر سے تو نہ حقیقت ٹھہرا نہ مجاز اسواسطے کہ تحریف اور تصحیف
مین اصل لفظ سے کچھ علاقہ نہین ہوتا اور حالانکہ مجازی معنی مین حقیقی معنی سے علاقہ ہونا لازم ہے بلکہ ایسے الفاظ محض غلط ہین تو اونکا کچھ
اعتبار نہین کذا فی التلویح نعم لو اتفق قوم علی النطق بہذہ الغلطۃ وصدرت عن قصد کان ذلک وضعا جدیدا فیصح بہ افتی ابو السعود
ہان اگر اتفاق کرلیوے کوئی قوم ایسی غلط الفاظ کے بولنے پر اور صدور اونکا بالقصد ہو تو ہوگا یہ اصطلاحی حکم وضع جدید تو اوسوقت مین
غلط الفاظ سے نکاح منعقد ہوگا اسی پر فتوی دیا شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے واما الطلاق فیقع بہا قضاء کما فی اوائل الاشباہ اور طلاق تو
صحیح ہوگی ایسے غلط الفاظ سے قاضی کے روبرو نہ بنا بر دیانت کے چنانچہ کتاب اشباہ ونظائر کے اوائل مین اسکی تصریح ہے جیسے کوئی طلاق کو تلاق
یا طلاک کہے تو طلاق واقع ہوگی بخلاف نکاح کے ولا بتعاط احترازا للفرج اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے واسطے تعظیم اور تکریم فروج کے
یعنی حلت فروج اور اجناس کی طرح ذلیل نہین کہ ایجاب اور قبول لفظی اوسمین شرط نہو تعاطی کے معنی سابق ہوچکے وشرط سماع کل من العاقدین
لفظ الآخر لیتحقق رضاہما اور صحت نکاح مین شرط ہے سننا ہر ایک عاقدین سے دوسرے لفظ کو اسواسطے ثبوت رضا طرفین کے وشرط حضور شاہدین
اور شرط ہے صحت نکاح مین موجود ہونا دو شاہدونکا اسواسطے کہ جامع ترمذی مین حدیث ہے کہ زانی عورتین وہ ہین کہ اپنی نکاح بدون شاہدون کے
کرلیتی ہین اور محمد بن حسن نے مرفوعا روایت کیا کہ لا نکاح الا بشہود یعنی نکاح صحیح نہین بدون شاہدون کے اور جب دو شاہدون کے روبرو
نکاح ہوا تو ادنی رتبہ اعلان کا ثابت ہوا نکاح سر اور نکاح مخفی اوسکو نہ کہینگے اسواسطے کہ دو شاہدون سے زیادہ اعلان شرط نہین اور
اگر [illegible] نے کہا کہ تم اظہار نکرنا تو بھی نکاح فاسد نہین ہوتا اگرچہ ترک مستحب ہوا کہ شہرت کامل نہوئی اور ضرور ہے امتیاز منکوحہ کی شاہدون کے

نزدیک ماکہ جہالت مرتفع ہوسو اگر منکوحہ مجلس عقد مین حاضر ہو تو اشارہ اوسکی طرف کفایت کرتا ہی اور چہرہ کہولکر دکہنا زیادہ تر احتیاط ہی پہر اگر جسم منکوحہ نظر
نہ آوے اور وہ اندر مکان سے ایجاب اور قبول کرے سو اگر وہان وہ اکیلی ہو تو نکاح جائز ہی اور اگر اوسکی ساتھ اور عورت بہی ہو تو درست نہین کہ
جہالت مرتفع نہوئی اور اسیطرح اگر منکوحہ نے کسیکو اپنی نکاح کا وکیل کیا تو یہی تفصیل وہان بہی ضرور ہی اور اگر منکوحہ مجلس عقد مین نہو اور وکیل
نکاح باندہی تو اگر شاہد عورتکا ارادہ جانتی ہون اور اوسکو پہچانتے ہون تو فقط اوسکا نام لینا کفایت کرتا ہی اور اگر عورت کو نہ پہچانتی ہون تو اوسکا
نام اور اوسکے باپ دادا کا نام لینا ضرور ہے کذا فی البحر کہا سید احمد طحطاوی محشی نے کہ یہہ جو بعضے لوگون مین معمول ہے کہ شاہد دروازہ یا پردہ کی آڑ
سے وکیل عورتکی زبانی سن لیتے ہین اور حالانکہ وہان عورتونکی کثرت ہوتی ہے تو جائز نہین اسواسطے کہ امتیاز منکوحہ کی نہین ہوتی تو ایسی مقام
مین کوئی مخلص اور صورت جواز کی نہین سوای اسکے کہ اسکو نکاح فضولی قرار دیجئی کہ عورتکی اجازت قولی یا فعلی سے تمام ہو کذا فی حاشیۃ الدر
حُرّین او حُرّ و حُرّتان گواہ دو حر ہون یا ایک مرد حر اور دو حرہ عورتین ہون تو غلامون اور فقط عورتونکی گواہی سے نکاح نہوگا مکلّفین دونو
عاقل اور بالغ ہون تو لڑکون اور دیوانونکی گواہی سے نکاح نہوگا سامعین معًا قولهما علی الاصح دونو ساتہ ہی سامع ہون عاقدین کے قول
کو بنابر مذہب اصح کے سو اگر عاقدین نے ایجاب اور قبول ایک گواہ کو سنایا پہر دوسری مجلس مین دوسرے گواہ کو سنایا تو نکاح درست نہوگا اور
اسیطرح حضور نائمین اور اصمین سے نکاح صحیح نہین فاهمین انه نکاح علی المذهب بحر دونو گواہ سمجہتی ہون کہ کلام عاقدین کا نکاح ہے بنابر مذہب
مختار کے کذا فی البحر تو اگر ہندی گواہون کے روبرو عربی یا فارسی مین ایجاب اور قبول ہوا اور انکو نکاح ہونیکا فہم نہو تو نکاح صحیح نہوگا اور اگر فہم ہوگیا گو
الفاظ کے معنی نہ سمجہی تو نکاح صحیح ہوگا مسلمین فی نکاح مسلمة ولو فاسقین دونو گواہونکا مسلمان ہونا شرط ہی عورت مسلمان کے نکاح
مین اگرچہ فاسق ہون اسواسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر درست نہین او محدودین فی قذف او اعمیین یا دونو گواہون پر تہمت زنا لگانے سے
مار پڑی یا دونو اندہی ہون تو بہی گواہی درست ہے او ابنی الزوجین یا گواہ دو بیٹی زوج اور زوجہ کے ہون جیسے عورت کا بیٹا دوسرے
شوہر سے ہو اور مرد کا بیٹا دوسری عورت سے یا انہین زوج اور زوجہ سے دو بیٹے ہون سو یہہ دوسری صورت اوسوقت واقع ہوگی جب زوجین
مین کسی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا ہو اور پہر دونو نکاح ثانی کا ارادہ کرین او ابنی احدهما وان لم یثبت النکاح بهما ای بالابنین ان ادعی القریب
یا زوجین مین فقط ایک ہی کے دو بیٹے گواہ ہون اگرچہ نکاح نہین ثابت ہوگا دونون بیٹونکی گواہی سے اگر بیٹون والا مدعی ہوگا یعنی فقط عورت
کے دو بیٹی ہون یا فقط مرد کے دو بیٹے ہون تو انکی بہی گواہی سے نکاح صحیح ہوجائیگا لیکن اگر عورت کے دو بیٹونکی گواہی سے نکاح ہوا تہا اور
مرد نکاح کا منکر ہوا اور عورت نکاح کی مدعی ہوئی تو اوسکے بیٹونکی گواہی سے قاضی کے روبرو اوسکا دعوی ثابت نہوگا اور اسیطرح اگر مرد
مدعی ہوگا تو عورت کے بیٹونکی گواہی سے اوسکا دعوی ثابت ہوجائیگا اور اسیطرح اگر مرد کے بیٹونکی گواہی سے نکاح ہوا تہا تو مرد کا دعوی
ثابت نہوگا اور عورتکا دعوی ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ فرع کی گواہی سے اصل کا نفع ثابت نہین ہوتا البتہ ضرر ثابت ہوتا ہی وصح نکاح
مسلم ذمیة عند ذمیین ولو مخالفین لدینها وان لم یثبت النکاح بهما مع انکاره جیسے کہ صحیح ہے نکاح مسلمان مرد کا ذمی عورت
سے دو ذمیون کے نزدیک گو دونو ذمی عورت کے دین کے مخالف ہون یعنی اگر عورت نصرانیہ ہو تو گواہ یہودی ہون یا بالعکس اگرچہ ثابت
ہوگا نکاح ذمیونکی گواہی سے مسلمان کے منکر ہونیکے وقت یعنی اگر مسلمان ذمیہ کے نکاح کا انکار کریگا اور عورت مدعی ہوگی تو ذمیونکی
گواہی سے دعوی اوسکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے ضرر پر درست نہین والاصل عندنا ان کل من ملك قبول النکاح
بولایة نفسه انعقد بحضرته اور قاعدہ کلیہ ہم حنفیون کے نزدیک صحت شہادتین یہہ ہے کہ جو شخص مالک ہوسکتا ہی قبول نکاح
کا اپنی ذاتی ولایت سی اوسکے روبرو نکاح بہی منعقد ہوگا مثلا فاسق اور ذمی کو قبول نکاح کا اختیار ہے تو اونکا گواہ ہونا بہی درست ہے
بخلاف صبی اور عبد اور مجنون کے کہ انکو اپنی ذات کا اختیار نہین تو انکی گواہی بہی درست نہین امر الاب رجلا ان یزوج صغیرته فزوجها

عند رجل او امرأتين والحال ان الاب غير حاضر لانه يجعل الاب عاقدا حكما امر کیا باپ نے کسی مرد کو کہ نکاح کر دے اوسکی صغیرہ کا پھر نکاح کر دیا اوس
وکیل نے روبرو ایک مرد کے یا دو عورتوں کے اور حالانکہ باپ موجود ہو تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ باپ کو اس صورت میں عاقد قرار دیا جائیگا حکما کیونکہ
... مجلس میں تو اوس مرد کی وکالت کی کچھ حاجت نہ رہی تو اس صورت میں باپ تو گویا خود عاقد ہوا اور وکیل اور دوسرا مرد
... تو بالکل نکاح صحیح ہوگیا والا لا اور اگر باپ مجلس نکاح میں حاضر نہیں اور وکیل نے ایک مرد یا دو عورتوں کے روبرو نکاح باندھا تو
نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ وکیل تو عاقد ٹھہرا تو گواہ ہوا ایک مرد یا دو عورتیں حالانکہ ایک مرد یا دو عورتوں کی گواہی سے نکاح نہیں ہوتا ولو زوج
ابنته البالغة العاقلة بحضرة شاهد واحد جاز ان كانت ابنته حاضرة لانها تجعل عاقدة والا لا اور اگر نکاح کر دیا باپ نے اپنی جوان عاقل بیٹی کا
ایک شاہد کے سامنے تو نکاح جائز ہوگا اگر اوسکی بیٹی مجلس عقد میں موجود ہو اسواسطے کہ بیٹی عاقد قرار دیجائیگی اور باپ اور دوسرا مرد شاہد ہو جاوینگے
اور اگر اوسکی بیٹی مجلس عقد میں حاضر نہوگی تو نکاح درست نہوگا اسواسطے کہ اس صورت میں باپ عاقد ہی ٹھہرا تو ایک شاہد سے نکاح نہوگا والاصل
ان الآمر متى حضر جعل مباشرا اور اصل قاعدہ مسائل امر میں یہہ ہے کہ امر کرنیوالا جب موجود ہوگا تو وہی مباشر اور عاقد قرار دیا جاویگا اور
شخص مامور سفیر محض ہو جاویگا پھر جب آمر عاقد ٹھہرا تو شاہد ہو سکیگا ثم انما تقبل شهادة المأمور اذا لم يذكر انه عقد لئلا يكون شاهدا على
فعل نفسه پھر شہادت مامور کی اوسی صورت میں مقبول ہوگی جب تک وہ اپنے کو عاقد نہ کہے تاکہ نہ لازم آوے گواہی دینا اپنی ذات کے فعل پر یعنی جبکہ
مامور نے اپنے کو عاقد کہا تو اوسوقت میں اوسکی گواہی نہ درست ہوگی اسواسطے کہ خود اپنے فعل کی گواہی دینا جائز نہیں ولو زوج المولى عبده
البالغ بحضرة واحد لم يجز على الظاهر اور اگر نکاح کر دیا مالک نے اپنے بالغ غلام کا اوسی غلام اور ایک شاہد کے سامنے تو نکاح نہ جائز ہوگا
بنا بر قول ظاہر کے اسواسطے کہ بدون اجازت مالک کے غلام کو عاقد ہونیکی لیاقت نہیں کہ مالک کو دوسرا شاہد قرار دیجے ولو اذن له فعقد بحضرة
المولى ورجل صح والفرق لا يخفى اور اگر اجازت دی مالک نے اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی پھر غلام نے عقد کیا مالک اور ایک مرد کے حضور میں
تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ غلام مالک کے حکم سے اس صورت میں عاقد ہوا اور مالک اور دوسرا مرد شاہد ہوگئے تو نکاح صحیح ہوگیا اور فرق دونو
صورتوں میں ظاہر ہے چنانچہ بیان فرق مفصل ہو چکا ولو قال رجل لآخر زوجتني ابنتك فقال الآخر زوجت او قال نعم مجيبا له لم يكن نكاحا
ما لم يقل الموجب بعده قبلت لان زوجتني استخبار وليس بعقد اور اگر کہا ایک مرد نے دوسرے سے کہ تو نے میرا نکاح کر دیا اپنی بیٹی سے
سو دوسرے نے کہا میں نے نکاح کر دیا یا جواب میں فقط ہاں کہا تو یہہ نکاح نہوگا جب تک ایجاب کرنیوالا اوسکے بعد یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا
اسواسطے کہ لفظ زوجتني کا استخبار اور استفہام ہے اور عقد نہیں جیسا کہ سابق میں ہو چکا کہ بل اعطنیہا اور اعطنیہا سے مجلس نکاح میں نکاح صحیح ہوجاتا ہے
قبلت کہنے کی حاجت نہیں تو یہاں کیوں نہ صحیح ہوا اور حالانکہ استفہام دونو صورتوں میں ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ وہاں مجلس نکاح کے قرینہ
سے استفہام باقی نہ رہا بخلاف یہاں کے کذا فی حاشية الدر بخلاف زوجني فانه توكيل برخلاف اوسکے اگر مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو
اپنی بیٹی کا مجھسے نکاح کر دے اور اوسنے کہا کہ میں نے نکاح کر دیا تو بعد اوسکے قبلت کہنے کی حاجت نہیں عقد کامل ہوگیا اسواسطے کہ لفظ زوجنی
کا توکیل ہے یعنی جب مرد نے بیٹی کے باپ سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دو تو اوسنے اوسکو اپنی نکاح کا وکیل کر دیا تو اب زوجت
کہنا قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگیا اسواسطے کہ نکاح میں ایک شخص متولی طرفین کا ہو سکتا ہے بخلاف بیع کے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ہے
غلط وكيلها بالنكاح في اسم ابيها بغير حضورها لم يصح للجهالة عورت کے نکاح کا وکیل چوک گیا عورت کے باپ کے نام میں بدون
حاضر ہونے عورت کے تو نکاح صحیح نہوگا بسبب عدم امتیاز کے یعنی زید کی بیٹی کو بدلکر خالد کی بیٹی کہہ گیا اور عورت وہاں موجود نہیں تو
نکاح نہوگا اور اگر عورت وہاں موجود ہے تو وکیل کا چوکنا مضر نکاح میں نہیں کرتا کہ اوسکے موجود ہونے اور اوسکی طرف اشارہ
کرنے سے امتیاز حاصل ہے وكذا لو غلط في اسم ابنته الا اذا كانت حاضرة واشار اليها فيصح اور اسیطرح اگر چوک گیا مرد اپنی بیٹی

نام مین غلطی کرنے کے وقت تو نکاح نہ صحیح ہوگا لیکن جب بیٹی مجلس عقد مین حاضر ہو اور اوسکی طرف اشارہ کرے کہ اسکا مین نے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا نام
کی غلطی اس صورتمین مضر نہین اسواسطے کہ اشارہ تو تیر ہے نام سے ولو له بنتان واراد تزویج الکبریٰ فغلط فسماها باسم الصغریٰ صح للصغریٰ خانیہ
اور اگر ایکمرد ولی کی دو بیٹیان ہون اور اوسنے بڑی بیٹی کے نکاح کردینے کا ارادہ کیا اور غلطی سے چھوٹی بیٹی کا نام لیگیا تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح ہوجائیگا
فی الخانیۃ بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہو اور اگر چھوٹی بیٹی کسیکی منکوحہ ہو یا زوج کی محرم ہو تو اس صورتمین نہ چھوٹی کا نکاح صحیح ہوگا نہ بڑی کا اسواسطے کہ چھوٹی
ہوگا کہ محل نکاح نہین اور بڑی کا اسواسطے نہین کہ اوسکا نام مذکور نہوا کذا فی حاشیۃ الدرر ولو بعث مریدا النکاح اقواما للخطبۃ فزوجها الاب
اوالولی بحضرتهم صح فیجعل المتکلم فقط خاطبا والباقی شهودا به یفتی فتح اور اگر بیٹی کا نکاح کا ارادہ کرنیوالے نے چند قوم کو بیٹی کے واسطے سوال
نکاح کردیا باپ نے یا اور ولی نے اونکی حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا تو فقط ایک بولنیوالا خاطب قرار دیا جائیگا اور باقی لوگ شاہد ہوجاوینگے اسی روایت پر
فتوی ہے کذا فی فتح القدیر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال زوجنی ابنتک علی ان امرها بیدک لم یکن له الامر لانه تفویض قبل النکاح
ایکمرد نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کردو اس شرط پر کہ اوسکی طلاق تیرے ہاتھ مین رہے تو اس صورتمین باپ کو طلاق کا اختیار نہوگا اور نکاح
صحیح ہوگا اسواسطے کہ اسمین طلاق کی تفویض ہے نکاح سے پہلے اور حالانکہ یہہ صحیح نہین وکّله بان یزوجه فلانة بکذا فزاد الوکیل فی المهر لم ینفذ
وکیل کیا ایکمرد نے دوسرے کو کہ اوسکا نکاح فلانی عورت سے کردے اتنے درم پر مثلا ہزار درم پر سو زیادہ کردیا مہر وکیل نے مثلا دو ہزار کا مہر مقرر کردیا تو یہہ
نکاح نافذ نہوگا موکل چاہے تو زیادتی مہر کی قبول کرے اور نکاح کو صحیح کردے اور چاہے نمانے تو نکاح باطل ہوجاوے ولو لم یعلم حتی دخل بها بقی الخیار بین اجازته
وفسخه ولها الاقل من المسمی ومهر المثل لان الموقوف کالفاسد پھر اگر موکل کو زیادتی مہر کا علم نہوا یہانتک کہ عورت کی قربت کی تو بھی باقی رہیگا
اختیار زوج کو نکاح کے صحیح رکھنے اور باطل کردینے مین سو اگر صحیح رکھیگا تو مہر مسمی قبول کریگا اور اگر فسخ کریگا تو عورت کو کمتر مہر مسمی اور مہر مثل سے
ملیگا یعنی مہر مسمی زوج پر واجب ہوگا اگر مہر مسمی مہر مثل سے کم ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا اگر مہر مثل مسمی سے کم ہوگا اسواسطے کہ نکاح غیر نافذ جسکو نکاح
موقوف کہتے ہین نکاح فاسد کی برابر ہے تو نکاح فاسد کا حکم نکاح موقوف مین جاری ہوگا اور نکاح فاسد کا یہی حکم ہے کہ اوسمین کمتر مہر ملتا ہے تزوج
بشهادة الله ورسوله لم یجز بل قیل یکفر نکاح کیا کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے تو نکاح درست نہوگا بلکہ بعضون نے یعنی ابو القاسم
صفار نے اوسکے کفر کا فتوی دیا ہے کفر اوسکا دو دلیلون سے منقول ہے اول یہہ کہ اوسنے حرام کو حلال جانا اسواسطے کہ اللہ اور اوسکے رسول نے نکاح
کی گواہی آدمیون پر مخصوص کی ہے اسکے سوا اور کی گواہی کا حکم نہین دیا اور دوسری دلیل یہہ ہے کہ جب اوسنے رسول کو گواہ قرار دیا تو رسول کو
علم غیب ثابت کیا اور حالانکہ علم غیب حق تعالی کو خاص ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الدرر

فصل فی المحرمات

اس فصل مین بیان ہے محرمات
کا یعنی وہ عورتین جنکا نکاح مرد کو شرع مین درست نہین اسباب التحریم انواع اسباب تحریم کے چند قسم ہین یعنی نو ہین قرابة پہلا سبب حرمت کا
قرابت ہے یعنی نسبیات عورتین حرام ہین ماننی بہن بیٹی عمہ خالہ بھتیجی بھانجی مصاهرة دوسری حرمت سسرالی رشتہ سے جیسے خوشدامن
اور مدخولہ کی لڑکیان اور بہو رضاع تیسری حرمت شیر خوارگی کی چنانچہ دایہ اور اوسکی لڑکیان جمع چوتھی حرمت اجتماع کرنے سے جیسے دو بہنون
کو یا عورت اور اوسکی عمہ یا خالہ کو نکاح مین جمع کرنا ملک پانچوین حرمت ملکیت کے سبب سے جیسے مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا
نکاح اپنے غلام سے شرک چھٹی حرمت مشرک ہونیسے جیسے مجوسیہ اور بت پرست سے نکاح کرنا ادخال امة علی حرة ساتوین حرمت بی بی پر لونڈی
لانا یعنی زوجہ حرہ کے ہوتے لونڈی سے نکاح کرنا فہی سبعة ذکرها المصنف بهذا الترتیب یہہ سات سبب حرمت کے مصنف نے اسی ترتیب سے ذکر کیے وبقیت التطلیق ثلثا وتعلق
حق الغیر بنکاح او عدة ذکرها فی الرجعة باقی رہا تین بار کی طلاق دینا اور حرمت بسبب تعلق ہونے حق غیر کے نکاح سے یا عدت سے یعنی مطلقہ
ثلثہ بھی حرام ہے اور غیر کی منکوحہ اور معتدہ بھی حرام ہے ان دو سببون کو مصنف نے فصل رجعت مین مذکور کیا تو نو سبب حرمت کے ہوگئے
اور محشیون نے اکیس سبب حرمت کے شمار کیے ہین جیسے لعان اور خنثی مشکل اور جنیہ اور دریائی انسان مترجم نے خوف تطویل سے سبکا

شمار کرنا صریحہ بیجا اسواسطے کہ اگر عاقل آدمی کتاب النکاح میں غور کرے تو بیجا ہے سب معلوم ہوسکتی ہیں یحرم حل المتزوج ذکرًا کان او انثی نکاح اصلہ وفی
فرعہ علا او نزل حرام ہے نکاح کرنیوالے پر مرد ہو یا عورت نکاح کرنا اپنی جڑ کا او شاخ کا اگرچہ جڑ بہنایت اونچی ہو جیسے ماں یا باپ یا دادا دادی پر دادا پر دادی
سر دادا سر دادی اور نانا نانی پر نانا پر نانی سر نانا سر نانی اور شاخ بھی حرام ہے اگرچہ بہنایت نیچی ہو جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پر پوتا پر پوتی اور ایسا ہی نواسا نواسی
و اختہ وبنت اختہ اور حرام ہے اپنی بھتیجی سگی بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی و بنت اختہ اور حرام ہے اپنی بہن سگی ہو یا سوتیلی یا اخیافی
اور حرام ہے اپنی بھانجی سگی بہن کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی و ان سفلتا اگرچہ بعید سے بعید رشتہ کا سہی ہوں تو بھی حرام ہیں یعنی اصل اور فرع او بھتیجی اور
بھانجی ہر طرح سے حرام ہیں بعید رشتہ نکاح سے ہوں یا زنا سے وعمتہ اور اپنی پھوپی حرام ہے نکاح سے ہو یا زنا سے وخالتہ اور اپنی خالہ حرام ہے نکاح
سے ہو یا زنا سے شارح اگر قید زنا کی محرمات نسبیہ کے آخر میں لگاتا تو نہایت مناسب تھا کہ سبکو حکم شامل ہوجاتا فھذہ السبعۃ مذکورۃ فی اٰیۃ حرمت علیکم
امھاتکم سو یہ ساتوں رشتہ محرمات کے حرمت علیکم امھاتکم کی آیت میں مذکور ہیں ویدخل عمۃ جدہ وجدتہ وخالتھما الاشقاء وغیرھن اور
داخل ہے عمہ اور خالہ کی حرمت میں دادا اور دادی کی عمہ اور دونوں کی خالہ سوای اصل اور فرع کے اسی رشتہ برابر میں حرمت میں سگی ہوں یا
سوتیلی یا اخیافی چنانچہ اسکا بیان ترجمہ میں مفصل ہو چکا واما عمۃ عمۃ امہ وخالۃ خالۃ ابیہ فحلال دادی کی عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ
حلال ہے اسواسطے کہ مادری عمہ کا باپ دادی کا نوم ہے تو مادری عمہ کی عمہ دادی کے زوجہ کی بہن ہوئی اور چونکہ زوج الام کی بہن حرام نہیں تو زوج الجدہ
کی بہن بطریق اولے تو حرام ہوگی اور اگر عمہ سگی یا سوتیلی ہے تو عمہ کی عمہ حرام ہے اسواسطے کہ عمہ بیان عبارت ہر ایک بہن سے تو عمہ کی عمہ دادا کی بہن
ہوئی تو جیسے ایک بہن حرام ہے ویسے ہی دادا کی بہن حرام ہے اور سوتیلی خالہ کی خالہ اسواسطے حلال ہوئی کہ سوتیلی خالہ کی ماں سگی نانی نہیں بلکہ نانا کی زوجہ
ہوا اسکی بہن سالی ہوئی نانا کی اور نانا کی ایسی سالی نانی پر حرام نہیں اور اگر سگی خالہ یا مادری خالہ ہو تو اس صورتین خالہ کی خالہ حلال نہیں کذا فی حاشیۃ الکنز
عن البحر عن المحیط لمحطاوی کے کہا کہ شارح کا یوں کہنا مناسب تھا والعمۃ الکریہ لانہ اکر جلد مجرور مضاف الیہ کا صفت ہوا اور بعدہ واضح ہوجاتا کتب عمتہ
وعمتہ خالہ وخالتہ لقولہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذالکم چنانچہ چچا اور عمہ کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی بھی حلال ہے بموجب اس قول حق تعالیٰ کی
کہ حلال کر دیا گیا تمپر سوای اسکے اول حق تعالیٰ نے محرمات کو ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ سوا ان محرمات کے سب عورتیں حلال ہیں اور چونکہ عمہ اور خالہ کی بیٹیاں اور
ماموں کے عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ محرمات مذکورہ میں داخل نہیں تو انکی حلت صاف ثابت ہوگئی وتحرم بالمصاھرۃ بنت زوجتہ الموطوءۃ اور
حرام ہے بسبب سسرالی رشتہ کے اپنی زوجہ مدخولہ کی بیٹی یعنی ربیبہ اور اگر عورت سے نکاح کیا اور بدون جماع اسکو طلاق دی تو اسکی بیٹی سے نکاح درست ہے وام
ام زوجتہ وجداتھا مطلقا بمجرد العقد الصحیح وان لم توطا الزوجۃ اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں نانیاں ہر طرح سے سگی ہوں یا
سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہے بمجرد نکاح صحیح کے اگرچہ زوجہ سے جماع کیا ہو نکاح صحیح کی اسواسطے قید دی کہ مجرد نکاح فاسد سے خوشدامن حرام نہیں ہوتی جبتک جماع
یا مساس وغیرہ نہوا ہو لما تقرر ان وطی الامھات یحرم البنات ونکاح البنات یحرم الامھات حرمت ربیبہ کا مقید ہونا جماع زوجہ پر اور خوشدامن
کی حرمت بلا قید اسواسطے ہے کہ ثابت ہو چکا ہے شرع میں کہ ماؤں کا جماع بیٹیوں کو حرام کر دیتا ہے اور فقط بیٹیوں کا نکاح بدون جماع کے حرام کر دیتا ہے
ماؤں کو چنانچہ کلام مجید میں یہ دونوں صورتیں صاف مصرح ہیں ویدخل بنات الربیبۃ والربیب اور داخل ہے ربیبہ کی حرمت میں ربیبہ اور ربیب کی
بیٹیوں کی حرمت وفی الکشاف واللمس ونحوہ کالدخول عند ابی حنیفۃ واقرہ المصنف اور تفسیر کشاف میں ہے کہ مساس وغیرہ شہوت سے قائم مقام
دخول کے ہے نزدیک ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے تو فقط مساس سے بھی حرمت ربیبہ کی امام اعظم کے نزدیک ثابت ہوگی اور اسکو مصنف نے اپنی شرح منیع الغفار
میں مسلم رکھا ہے وزوجۃ اصلہ اور حرام ہے اپنی اصل کی زوجہ یعنی جن عورتوں سے باپ دادا نے نکاح صحیح کیا وہ حرام ہیں جماع انسے کیا ہو یا کیا ہو
وفرعہ مطلقا ولو بعیدا دخل بھا او لا اور حرام ہے مطلقا اپنی شاخ کی زوجہ یعنی اولاد کی اگرچہ شاخ بعید ہو جیسے پوتا اور ناتی اولاد نے اپنی
زوجہ سے صحبت کی ہو یا نکی ہو یعنی بیٹے اور پوتے کی زوجہ باپ اور دادا پر حرام ہے جماع یہاں بھی مشروط نہیں فقط نکاح صحیح چاہیئے واما بنت زوجۃ ابیہ

ابیہ او ابنہ خلافاً لہ اور اپنی اور اپنے باپ کی زوجہ کی بیٹی یعنی سوتیلی ماں کی لڑکی جو باپ کے نطفہ سے نہوے اور اپنے فرزند کی زوجہ کی بیٹی جو فرزند کے نطفہ سے نہیں ہے
حلال ہے اسواسطے کہ دونوں میں خون کا میل نہیں وحرم الکل مما مر تحریمہ نسباً وصہراً رضاعاً الا ما استثنی فی بابہ اور حرام ہیں سب جنکی تحریم
نسباً اور مصاہرۃً مذکور ہوئی شیرخوارگی سے مگر جنکی حلت رضاعت سے مستثنی ہے چنانچہ اوسکی تفصیل آگے آویگی رضاعی ماں اور بہن اور رضاعی دادی نانی اور
رضاعی بھتیجی بھانجی حرام ہیں خلاصہ یہ ہے کہ دایہ کی سب قرابت والی شیرخوار پر حرام ہیں اور شیرخوار کی طرف سے زوجین اور فروع دایہ ... ہیں چنانچہ قاعدہ
حرمت کا اس بیت میں موجود ہے بیت از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند و از جانب شیرخوار زوجان و فروع فروع ... فروع متعلق محرمات
شارح مذکور کرتا ہے جنکی جواب دینے میں خطا کا احتمال ہے طلق امرأتہ تطلیقتین ولہا منہ لبن فاعتدت فنکحت صغیراً فارضعتہ فحرمت علیہ
فنکحت آخر فدخل بہا فابانہا فہل تعود للاول بواحدۃ ام بثلث الجواب لا تعود الیہ ابداً لصیرورتہا حلیلۃ ابنہ رضاعاً ایک مرد نے جسنے
اپنی زوجہ کو دو بار طلاق دی اور زوجہ شیردار ہے اس مرد کے نطفہ سے پھر عدت کے بعد اوسنے نکاح کیا کسی شیرخوار لڑکے سے سو اوسنے اوسکو دودھ پلایا تو
حرام ہوگئی اوس پر پھر اوسنے اور مرد سے نکاح کیا تو اوسنے عورت سے جماع کیا پھر اوسنے اوسکو طلاق بائن دی سو یہ عورت کیا پھر نکاح کرسکتی ہے پہلے شوہر سے ایک
طلاق سے یا تین طلاقوں سے یعنی شوہر اول دو بار طلاق دیچکا تھا سو دوسرے نکاح میں شوہر اول کو ایک باقیماندہ طلاق کا اختیار ہوگا یا تینوں طلاق کا مالک
ہوگا جواب اس سوال کا یہ ہے کہ یہ عورت کبھی نہیں پھر سکتی شوہر اول کی طرف اسواسطے کہ وہ زوجہ ہوگئی مرد کے رضاعی بیٹے کی اور بہو کبھی حلال نہیں
ہوسکتی شریٰ امۃ ابیہ لا تحل لہ ان علم انہ وطیہا خریدی کسی نے اپنے باپ کی لونڈی تو ولد کو اوسکی وطی حلال نہیں اگر اوسکو معلوم ہو کہ باپ نے اوس سے
وطی کی تزوج بکراً فوجدہا ثیباً وقالت ابوک فضنی ان صدقہا بانت بلا مہر والا لا اسنے نکاح کیا ایک مرد نے باکرہ عورت سے تو اوسکو باکرہ نپایا
پھر اوسنے پوچھا کسنے تیرا ازالہ بکارت کیا اوسنے جواب دیا کہ تیرے باپنے میری بکارت کا ازالہ کیا سو اگر زوج نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکا نکاح ٹوٹ گیا بدون
مہر کے یعنی مہر دینا شوہر پر واجب نہوا قصور عورت کا تہا کہ اوسنے اول کیوں نہ ظاہر کیا اور اگر شوہر نے عورت کی تصدیق نہ کی تو نکاح نہ ٹوٹا چاہے اوسکو رکھے چاہے
چھوڑ دے وحرم اصل مزنیتہ ... اصل مزنیۃ اور بھی حرام ہے سسرالی رشتے سے عورت مزنیہ کی اصل یعنی جس عورت سے زنا کیا تو اوسکی ماں اور دادی
اور نانی مرد پر حرام ہیں اراد بالزنا الوطی الحرام معنے زنا سے حرام جماع مراد رکھا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی منکوحہ اور جاریہ مشترکہ اور زوجہ حائضہ اور نفساء کے
جماع سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے تو اعتبار جماع کا بطور احلال ہو یا حرام یہ حرمت فقط زنا پر مخصوص نہوئی واصل ممسوستہ بشہوۃ ولو بشعر
علی الرأس بحائل لا یمنع الحرارۃ اور حرام ہے اصل اوس عورت کی جسکو شہوت سے مساس کیا اگرچہ سر کے بیٹھے ہوئے بالوں کو مساس کیا ہو اور اگرچہ ایسا باریک
کپڑا درمیان میں حائل ہو کہ گرمی بدن کی وصول کا مانع نہو تو معلوم ہوا کہ لٹکتے بالوں کا مساس حرمت کا سبب نہیں اور اسیطرح گاڑھے کپڑے کا حائل ہونا جو بدن کی
گرمی معلوم ہونیکا مانع ہے ممسوسہ کی اصول کو حرام نہیں کرتا واصل ماسۃ وناظرۃ الی ذکرہ والمنظور الی فرجہا المدور الداخل ولو نظرہ من زجاج
او مرأۃ ہی فیہ اور حرام ہے اصل اوس عورت کی جسنے مرد کو شہوت سے چھو لیا یا مرد کے آلہ تناسل کو شہوت سے دیکھ لیا اور اوس عورت کی اصل حرام ہے
جسکی گول شرمگاہ اندر والی کو مرد نے شہوت سے دیکھا گو شیشے سے دیکھا ہو یا اوس پانی سے دیکھا ہو جسکے اندر عورت داخل ہے سو اگر عورت کی شرمگاہ آئینہ میں
دیکھی یا عورت حوض پر بیٹھی ہو اور اوسکی شرمگاہ پانی سے نظر پڑی یا ظاہری شرمگاہ دیکھی یا باطنی نہ دیکھی تو اوسکی اصول اور فروع کی حرمت ثابت نہیں ہوتی
وفروعہن مطلقاً اور فروع ان محرمات مذکورہ کے حرام ہیں مطلقاً یعنی جیسے عورت مزنیہ اور ممسوسہ اور ماسہ اور ناظرہ اور منظورہ کی اصول حرام ہیں ویسی
فروع بھی حرام ہیں اصول پدری اور مادری اگرچہ عالی ہوں اور فروع پسری اور دختری اگرچہ سافل ہوں والعبرۃ للشہوۃ عند المس والنظر لا
بعدہما اور اعتبار شہوت کا مساس کرنے اور نظر کرنے کے وقت کا ہے نہ بعد کا یعنی مساس اور نظر کے وقت اگر شہوت ہوگی تو حرمت مذکورہ ثابت ہوگی اور
اگر بعد مساس کرنے اور بعد نظر پڑنے کے شہوت ہوئی تو اوسکا کچھ اعتبار نہیں وحدہا فیہما تحرک آلتہ او زیادتہ بہ یفتی اور مقدار شہوت کی مساس
اور نظر میں یہ ہے کہ آلہ تناسل جنبش میں آوے یا نظر اور مساس کرنے سے جنبش سابق سے زیادہ ہو جاوے اگر سابق سے کچھ شہوت تھی اسی روایت پر فتوی ہے

کذا فی البحر الرائق وفی امرأة وحد الشہوة تحرک القلب وزیادته اور مقدار شہوت کی عورت اور بڑھے مرد میں یہ ہے کہ دل میں جنبش اور خواہش پیدا ہو کی
خواہش سابق سے زیادہ ہو جائے شیخ کی اسنید میں یقین اور بعض اور مقلوم الذکر داخل ہو گئے وفی الجوہرة لا یشترط فی النظر للفرج تحرک الآلة به یفتی
اور جوہرہ میں بھی روایت ہے کہ عورت کی شرمگاہ کے نظر کرنے میں جنبش آلہ تناسل کی شرط نہیں اسی پر فتوی ہے ہذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس
او نظر فلا انتہی ابن کمال وغیرہ یعنی حرمت مساس اور نظر کی اوسوقت تک ہے جب انزال نہیں ہوا اور اگر انزال ہو گیا مساس اور نظر کرنے
سے تو حرمت نہیں اسی پر فتوی ہے ابن کمال وغیرہ نے عدم انزال سبب حرمت کا اسواسطے ہوا کہ جب تک انزال نہیں ہوا تو جماع کی خواہش ہے:
اوسکو قائم مقام جماع کے کر دیا بخلاف انزال کے کہ اوسوقت مطلق خواہش جماع کی نہیں ہوتی پھر کیونکر جماع کے قائم مقام ہو کذا فی حاشیة الدرر ناقلا عن الاشباه
وفی الخلاصة وطی اخت امرأته لا تحرم علیه امرأته اور خلاصہ میں یہ ہے جماع اپنی زوجہ کی بہن کا اوسکی زوجہ کو اوسپر حرام نہیں کر دیتا یعنی مصاہرت
کی حرمت سوائے فروع اور اصول کے اور کہیں ثابت نہیں ہوتی چنانچہ زوجہ کی بہن کے جماع سے زوجہ حرام نہو گئی لیکن اگر وطی بالشبہہ ہوئی تو زوجہ کی
بہن پر عدت بیٹھنا واجب ہے اور عدت تک زوجہ کے جماع سے پرہیز لازم ہے کذا فی حاشیة الدرر لا تحرم المنظور الی فرجها الداخل من مرآة او ماء
لان المرئی مثاله بالانعکاس لا هی حرام نہیں اصول اور فروع اوس عورت کی جسکی شرمگاہ ثانی پر نظر پڑی آئینہ سے یا پانی سے اسواسطے کہ شرمگاہ
کی مثال نظر پڑی انعکاس سے نہ خود شرمگاہ اور اسیطرح تصور اور خیال کرنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی هذا اذا کانت حیة مشتهاة ولو ماضیا اما
غیرها یعنی المیتة وصغیرة لم تشته فلا تثبت الحرمة بها اصلا کوطی دبر مطلقا یہ حرمت مصاہرت کی زنا اور مساس اور نظر سے جب ہے کہ عورت
زندہ لائق شہوت کے ہو اگرچہ زمانہ ماضی میں لائق شہوت کے تھی اور اب نہو جیسے بڈھی بدشکل اور اگر سوائے اسکے ہو یعنی عورت مردہ ہو یا نو برس سے چھوٹی
ہو تو اوسکے جماع اور مساس اور نظر شرمگاہ سے ہرگز حرمت ثابت نہیں ہوتی چنانچہ عورت یا مرد کے اغلام سے مطلق حرمت مصاہرت نہیں اگر کوئی سوال کرے
کہ یہ عجیب بات ہے کہ فقط مساس سے اصول اور فروع کی حرمت تو ثابت ہو اور عورت کے اغلام سے نہو حالانکہ اسمیں بھی مساس کامل موجود ہے اوسکا
جواب بحر الرائق میں یوں دیا ہے کہ واقع میں علت حرمت کی وہ جماع ہے جس سے لڑکا پیدا ہو اور مساس وغیرہ سے اسواسطے حرمت ثابت ہوئی کہ اس جماع کا
سبب ہے اور اغلام میں اسکا مطلق احتمال نہیں کذا فی حاشیة الدرر وکذا لو افضاها لعدم تیقن کونه فی الفرج ما لم تحبل منه اور اسیطرح اگر مرد نے اوس
عورت سے جماع کیا جسکے قبل اور دبر پردہ پھٹ کر ایک ہو گئی حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی اسواسطے کہ تیقن نہیں اسبات کا کہ جماع قبل میں واقع ہوا یعنی
جب دونوں مقام ملگئے تو کیونکر یقین کامل ہو کہ دخول فقط قبل میں ہوا اور دبر میں نہوا اس صورت میں حرمت اوسوقت ہو گی جب عورت اوس سے حاملہ ہو جائے
اسواسطے کہ حمل قبل سے ہوتا ہے نہ دبر سے بلا فرق بین زنا ونکاح یعنی میت اور صغیرہ کے جماع سے حرمت ثابت نہیں اسمیں زنا اور نکاح کا کچھ فرق
نہیں فلو تزوج صغیرة لا تشتهى فدخل بها فطلقها وانقضت عدتها وتزوجت باخر جاز له ای للاول التزوج ببنتها لعدم الاشتہا
سو اگر نکاح کیا ایک مرد نے صغیرہ سے جو لائق شہوت کے نہیں ہے اور اوس سے صحبت کی پھر اوسکو طلاق دی اور اوسکی عدت گذر گئی اور اوس عورت نے بعد عدت کے
ہونیکے نکاح کیا اور شخص سے تو جائز ہے پہلے شوہر کو کہ اوس عورت کی بیٹی سے نکاح کرلے اسواسطے کہ شوہر اول کے پاس لائق شہوت کے نہتی اور حرمت مصاہرت
کے بدون اشتہا کے ثابت نہیں ہوتی لیکن اس عورت کی ماں شوہر اول پر بلاشبہ حرام ہے اسواسطے کہ نکاح بنات محرم ہے امہات کا وکذا تشترط
الشهوة فی الذکر فلو جامع غیر مراهق زوجة ابیه لم تحرم فتح اور اسیطرح حرمت مصاہرت میں شرط ہے کہ شہوت مرد میں بھی ہو سو اگر جماع کیا
باپ کی زوجہ سے ایسے لڑکے نے جو قریب البلوغ نہیں تو باپ کی زوجہ باپ پر حرام نہو گی کذا فی فتح القدیر یعنی بسبب عدم شہوت کے یہ نہ ٹھہریگی کہ باپ پر
حرام ہو جاوے ولا فرق فیما ذکر بین اللمس والنظر بشهوة بین عمد ونسیان وخطاء واکراه اور مسائل مذکورہ میں کچھ فرق نہیں مساس اور
شہوت کی نظر سے دیدہ دانستہ قصد کرنے اور بھول جانے اور چوک جانے اور زبردستی کے یعنی ہر صورت سے مصاہرت کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور نسیان اور
خطا اور اکراہ کا بیان جسطرح ہے فلو ایقظ زوجته او ایقظته هی لجماعها فمست یده بنتا منها المشتهاة او یدها ابنه حرمت الام ابدا فتح سو اگر جگایا

اپنی زوجہ کو ہاتھ لگایا یا زوجہ نے شوہر کو قریب کرنے کے لیے پکڑا لگ گیا مرد کا ہاتھ زوجہ کی جوان بیٹی کو بیٹی اس مرد سے ہو یا غیر سے یا لگ گیا زوجہ کا ہاتھ شوہر کے بیٹے سے اوسی عورت سے پیدا
ہوا اوس سے تو ابیت کو حرام باپ پر ہو جائیگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ جب شہوت سے مساس ہوا تو عمدا و خطا دونوں برابر ہیں قبل ام امرأتہ فی ای موضع
کان علی الصحیح جوھرۃ حرمت علیہ امرأتہ مالم یظہر عدم الشہوۃ ولو علی الفم کما فصلہ فی الذخیرۃ بوسہ لیا اپنی زوجہ کی ماں کا کسی جگہ
کا بوسہ ہو بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی الجوہرۃ حرام ہو جائیگی اوس پر زوجہ اوسکی جب تک شہوت نہ ہونا ظاہر ہو گو بوسہ منہ پر لیا ہو جیسا کہ ذخیرہ میں تفصیل ہے اوسکا
تشفیہ یوں ہی سمجھا ہے اور اگر خوشدامن کے بوسہ لینے کے وقت شہوت ظاہر نہو گی تو زوجہ حرام نہو گی اگرچہ منہ پر بوسہ لیا ہو مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم
عموم تقبیل کا شارح نے جوہرہ سے نقل کیا اسمین شارح چوک گیا اسواسطے کہ جوہرہ میں عموم مذکور نہیں اگرچہ عموم اور معتبر کتابوں مثل بحر الرائق وغیرہ کے موجود
ہے کذا فی حاشیۃ الہندی وفی المس لا تحرم مالم تعلم الشہوۃ لان الاصل فی التقبیل الشہوۃ بخلاف المس اور خوشدامن کے مساس کرنے میں مرد پر
زوجہ حرام نہیں ہوتی جبتک یقین کرے شہوت کا اور اگر شہوت کا یقین ہو گا تو خوشدامن کی مساس سے زوجہ حرام ہو جائیگی تقبیل میں شہوت شرط ہوئی اوس مساس
میں ہوئی اسواسطے کہ اصل تقبیل میں شہوت ہے یعنی بوسہ لینا کم شہوت سے خالی ہوتا ہے بخلاف مساس کے کہ اکثر شہوت سے خالی ہوتا ہے والمعانقۃ کالتقبیل وکذا القرص
والعض بشہوۃ ولو لاجنبیۃ وتکفی الشہوۃ من احدہما اور باہم گلے لگنا مثل بوسہ لینے کے ہے یعنی معانقہ میں بھی اصل شہوت ہے تو اوس سے بھی
حرمت ثابت ہو گی جبتک عدم شہوت ظاہر نہو اور اسیطرح ہی شہوت سے چٹکی لینا اور دانت سے کاٹنا اگرچہ اجنبی عورت سے ہو یعنی اگر اجنبی عورت کا بوسہ لیا
یا اوسکو گلے لگایا یا اوسکی چٹکی لی یا دانت سے کاٹا تو اوسکی بیٹی مرد پر حرام ہو جاویگی اور اگر ان امور کے ساتھ شہوت مطلق نہو گی تو حرمت نہ ثابت ہو گی
اور کفایت کرتی ہے شہوت ان امور میں دونوں میں سے ایک کی یعنی ان امور میں عورت مرد دونوں کو شہوت ہونا ضرور نہیں ایک کو بھی اگر شہوت ہو گی تو حرمت
ثابت ہو جائیگی ومراھق ومجنون وسکران کبالغ بزازیہ اور ان امور میں قریب البلوغ اور دیوانہ اور مست بالغ کی برابر ہے کذا فی البزازیۃ وفی
فی القنیۃ قبل السکران بنتہ تحرم امہا اور قنیہ میں ہے کہ مست نے اپنی بیٹی کا بوسہ لیا تو اوسکی ماں اوس پر حرام ہو گئی وبحرمۃ المصاھرۃ لا یرتفع
النکاح حتی لا یحل لہا التزوج باخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بہا لا یکون زنا اور حرمت مصاہرت سے نکاح نہیں ٹوٹتا
یہانتک کہ عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہیں بدون چھوڑ دینے کے یعنی بعد طلاق دینے اور عدت گذر جانیکے نکاح ہو سکتا ہے اور قربت کرنا اس عرصہ میں
زنا نہو گا یعنی زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کریگا تو اوسپر حد زنا کی نہ واجب ہو گی کذا فی حاشیۃ الہندیہ ناقلا عن الذخیرۃ وفی الخانیۃ ان النظر الی فرج ابنتہ
بشہوۃ یوجب حرمۃ امرأتہ خانیہ میں ہے کہ نظر کرنا اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت سے اوسکی زوجہ کو اوسپر حرام کر دیتا ہے وکذا لو فزعت فدخلت
فراش ابیہا عریانۃ فانتشر لہا ابوہا تحرم علیہ امہا اور اسیطرح اگر بیٹی ڈری اور ننگی گھس گئی اپنے باپ کے بچھونے میں اور باپ کو اوس سے شہوت
ہوئی تو حرام ہو جائیگی باپ پر اوس بیٹی کی ماں بشرطیکہ باپ نے مساس کیا ہو اور اگر مساس نہیں کیا تو فقط آگ چڑھانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی کذا فی حاشیۃ
الہندیہ وبنت تسع فصاعدا مشتہاۃ وبنت دون تسع لیست بمشتہاۃ بہ یفتی اور جو لڑکی کہ عمر اوسکی نو برس سے کم ہے وہ مشتہاۃ نہیں یعنی لائق شہوت کے نہیں
روایت پر فتوی ہے موٹی اور دبلی ہونیکا کچھ فرق نہیں وان ادعت الشہوۃ فی تقبیلہ او تقبیلہا ابنہ وانکرہا الرجل فہو مصدق لا ھی
اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے بوسہ لینے میں یا اپنے بوسہ لینے میں شوہر کے بیٹے کا اور انکار کیا شہوت کا مرد نے تو یہاں شوہر کی تصدیق کیجائیگی نہ
عورت کی یعنی اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ شوہر نے میری ماں کا یا بیٹی کا بوسہ شہوت سے لیا یا یوں دعوی کیا کہ میں نے شوہر کی اصول یا فروع کا بوسہ شہوت
سے لیا اور شوہر شہوت کا منکر ہے تو شوہر کے قول کی تصدیق ہو گی نہ زوجہ کے یعنی اس صورت میں حرمت مصاہرت نہ ثابت ہو گی الا ان یقوم الیہا
منتشرا آلتہ فیعانقہا لقرینۃ کذبہ او یاخذ ثدیہا او یرکب معہا او یمسہا علی الفرج او یقبلہا علی الفم قالہ الحدادی مگر شوہر کی تصدیق
اوسوقت نہو گی جب شوہر اوٹھے زوجہ کی بیٹی کی طرف آلۃ تناسل کی استادگی میں پھر اوسکو گلے لگاوے تصدیق شوہر کی اسواسطے نہو گی کہ اوسکے جھوٹ کا
قرینہ موجود ہے یا مرد عورت کی چھاتی پکڑ لے یا اوسکے ساتھ سوار ہو یا اوسکی شرمگاہ کو مساس کرے یا اوسکے منہ کا بوسہ لے کہا حدادی نے جوہرہ میں

یعنی ان صورتون مین اگر مرد کہے کہ مجکو شہوت نہتی تو اوسکے قول کی تصدیق نہوگی حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جائیگی وفی الفتح یُکرِہُ ای الحاق الخدین بالفم
اور فتح القدیر مین ہے کہ رای مین آیا ہے ملانا دونو رخسارون کا منہ کے ساتھ یعنی قیاس مین یون آیا ہے کہ رخسارونکا بوسہ لینا اور لبون کا بوسہ لینا حکم مین
برابر ہے وفی الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بام امرأتک فقال جامعتہا تثبت الحرمۃ ولا یصدق انہ کذب ولو ہازلاً اور خلاصہ مین ہے کہ اگر کسی
سے کہا گیا کہ تو نے اپنی خوشدامن سے کیا سو اوسنے کہا کہ مین نے اوس سے جماع کیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جائیگی اور اوسکا ذب ہونیکی تصدیق
نکیجائیگی اگرچہ ہنسی سے کہا ہو وتقبل الشہادۃ علی الاقرار باللمس والتقبیل عن شہوۃ اور قبول ہوگی گواہی شہوت سے چھونے
کے اقرار پر یعنی اگر دو شاہدون کے روبرو اقرار کیا کہ مین نے زوجہ کی بیٹی کو شہوت سے ساتھ چھوا یا بوسہ لیا پہر جب زوجہ نے اوسکا دعوی کیا تو مرد منکر ہوا
تو اس صورت مین اوسکے اقرار کی گواہی مسموع ہوگی اور زوجہ زوج پر حرام ہو جائیگی وکذا تقبل علی نفس اللمس والتقبیل والنظر الی ذکرہ او فرجہا
عن شہوۃ فی المختار تجنیس لان الشہوۃ مما یوقف علیہا فی الجملۃ بانتشار او اٰثار اور اسیطرح سے مقبول ہے گواہی خود چھونے اور
بوسہ لینے اور مرد کے آلہ تناسل یا عورت کی شرمگاہ شہوت سے دیکھنے پر بنابر مذہب مختار کے کذا فی التجنیس سو اسلئے کہ شہوت اوس قسم کی چیز ہے جس پر فی الجملہ
اطلاع ہو سکتی ہے آلہ تناسل کی استادگی سے یا اور آثار سے وتحریم الجمع بین المحارم نکاحاً ای عقداً صحیحاً اور حرام ہے جمع کرنا محرم عورتونکا نکاح
مین یعنی عقد صحیح مین جمع بین المحارم جیسے دو بہنون کو نکاح مین جمع کرنا یا خالہ اور بہانجی یا پہوپہی اور بہتیجی سے نکاح کرنا محارم عام ہین نسبی ہون یا
رضاعی شارح نے عقد صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ نکاح فاسد مین جمع حرام نہین جیسے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا پہر اوسکی بہن سے نکاح صحیح
کیا تو درست ہے اسواسطے کہ نکاح فاسد مین وطی کرنا حلال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وعدۃ ولو من طلاق بائن اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا عدت مین اگرچہ
طلاق بائن کی عدت ہو یعنی جب عورت کو طلاق رجعی یا بائن دی تو جبتک عدت نہو چکی تو اوسکی بہن یا خالہ پہوپہی سے نکاح کرنا درست نہین وتحریم الجمع
وطیاً بملک یمین اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا وطی مین بواسطے ملک یمین کے یعنی جب لونڈی تصرف مین آئی تو اوسکی بہن یا خالہ پہوپہی کو ساتھ ہی تصرف
مین نلا سکتا بین امرأتین اٰیتہما فرضت ذکراً لم تحل لہ الاخرٰی ابداً یعنی نکاح اور عدت اور وطی ملک یمین سے جمع کرنا اون دو عورتون حرام
ہے کہ اون دو مین سے جسکو مرد فرض کیجیے تو نہ حلال ہو اوسکو دوسری کبھی جیسے عورت اور اوسکی عمہ سو اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو عمہ کے ساتھ
نکاح حلال نہوگا اور عمہ کو اگر مرد فرض کیجیے تو بہتیجی سے نکاح درست نہوگا اور اسیطرح خالہ اور بہانجی کا حال ہے للحدیث المشہور لا تنکح المرأۃ علی
عمتہا وہو مشہور یصلح مخصصاً للکتاب جمع کرنا دو عورتونکا بسبب حدیث صحیح مسلم کے حرام ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح
نکیا جاوے عورت کا اوسکی عمہ پر اور حدیث صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہے صلاحیت رکھتی ہے کہ قرآن کی مخصص ہو جاوے یعنی ہر چند قرآن مجید مین سوائے جمع
بین الاختین کے بہتیجی اور عمہ کا جمع کرنا منع نہین بلکہ عموم احل لکم ما وراء ذلکم سے حلت معلوم ہوتی ہے لیکن عموم آیت کا حدیث مسلم سے مخصوص ہو گیا اسواسطے
کہ اصول فقہ مین ثابت ہو چکا ہے کہ عموم آیت کا حدیث مشہور سے تخصیص قبول کر لیتا ہے تیسیر الوصول مین صحاح ستہ سے ابو ہریرہ کی روایت موجود ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نکاح کیا جاوے عورتکا اوسکی عمہ پر اور عورت کا اوسکی خالہ پر جمع بین المحارم اسواسطے حرام ہوا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہے
چنانچہ طبرانی مین اسی مضمون کی حدیث موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فجاز الجمع بین امرأۃ وبنت زوجہا وامرأۃ ابنہا وامۃ ثم سیدتہا
لانہ لو فرضت المرأۃ او امرأۃ الابن او السیدۃ ذکراً لم تحرم بخلاف عکسہ تو جائز ہے جمع کرنا عورت مین اور اوسکی شوہر کی بیٹی
مین اور جائز ہے جمع عورتمین اور اوسکے بیٹے کی جورو مین اور جائز ہے جمع کرنا لونڈی مین پہر اوسکی مالک کی بی بی مین اسواسطے کہ اگر عورت کو اور بیٹے
کی جورو کو اور بی بی کو مرد فرض کیجیے تو دوسری حرام نہین ہوتی اور اوسکے برخلاف مین حرمت ہے یعنی جمع کرنا اون دو عورتونکا حرام ہے جنکو مرد
فرض کرنے سے دو نو طرف سے حرمت ہو اور تینون صورتون مین ایک طرف سے حرمت ہے دوسری طرف سے نہین اسواسطے جمع کرنا جائز ہوا مثلاً پہلی صورت
مین اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو اوس عورت کے شوہر کی بیٹی اوسپر حرام نہین اور اگر شوہر کے بیٹی کو مرد فرض کیجیے تو البتہ اوسپر عورت حرام ہوگی اوسلئے

دوسری صورتمین اگر بیٹے کی جورو کو مرد فرض کیجئے تو عورت اوسپر حرام نہین اور اگر عورت کو مرد فرض کیجئے تو البتہ بہو حرام ہوگی اور تیسری صورتمین اگر بی بی کو مرد
قرار دیجئے تو لونڈی حرام نہین اور اگر لونڈی کو مرد ٹھہرائیے تو البتہ بی بی حرام ہوگی فان تزوج بنکاح صحیح اخت امۃ قد وطیہا صح النکاح لکن
لا یطأ واحدۃ منہما حتی یحرم حل استمتاع احدہما علیہ بسبب پہر اگر صحیح نکاح کیا لونڈی کی بہن سے جس لونڈی کو صحبت مین لا چکا ہو تو نکاح اوسکی
بہن کا صحیح ہوگا لیکن دونون مین سے کسیکو تصرف مین نہ لاوے جبتک ایک کی حلت جماع کو اپنے اوپر کسی سبب سے حرام نکرے اگر منکوحہ کو رکھنا منظور ہو تو لونڈی کی صحبت سے
پرہیز کرے اور اگر لونڈی کو رکھنا چاہے تو منکوحہ کو چھوڑ دے لان للعقد حکم الوطی حتی لو نکح مشرقی مغربیۃ ثبت ... منہ النسب
الوطی حکما لونڈی یا اوسکی منکوحہ بہن کا حرام کرنا اسواسطے ضرور ہوا کہ نکاح جماع کے حکم مین ہے یہانتک کہ اگر نکاح کیا مرد مشرقی نے عورت مغربیہ سے بطلع
کہ اوسکو ولی نے مشرق مین نکاح کر دیا تو ثابت ہوگا اوس عورت کی اولاد کا نسب مشرقی مرد سے واسطے ثابت ہونے جماع حکمی کے بسبب نکاح ہونے کے اسواسطے
کہ قطع مسافت بطریق کرامت یا بواسطہ اعمال علویہ کے ممکن ہے ولو لم یکن وطی الامۃ لم یطأ المنکوحۃ اور اگر لونڈی سے جماع نکیا ہو تو مرد کو جائز ہے
کہ اوسکی منکوحہ بہن سے جماع کرے اسواسطے کہ مملوک ہونا وطی کے حکم مین نہین ودواعی الوطی کالوطی ابن کمال اور وطی کے اسباب وطی کے برابر ہین حرمت جمع
مین کذا قالہ ابن کمال یعنی اگر لونڈی سے مس یا تقبیل بشہوت کیا پہر اوسکی بہن سے نکاح کیا تو کسیکی وطی بدون تحریم دوسری کے حلال ہوگی وان تزوجہما
معا ای الاختین او من بمعناہما او بعقدین ونسی النکاح الاول فرق بینہ وبینہما ویکون طلاقا اور اگر ایک مرد نے نکاح کیا دو محارم
ساتھہی ایک ایجاب اور قبول سے یعنی دو بہنون سے نکاح کیا یا جو دو بہنون کی مانند ہون حرمت مین یا دونون سے نکاح کیا دو عقدون مین یعنی ہر ایک سے ایجاب
اور قبول علیحدہ کیا اور پہلا نکاح بھول گیا تو جدائی کیجاویگی درمیان مرد اور دونون عورتون کے اور یہہ جدائی طلاق ہوویگی نہ فسخ یعنی اسمین طلاق کے
احکام جاری ہونگے نہ فسخ کے ولہما نصف المہر یعنی فی مسئلۃ النسیان اذ الحکم فی تزوجہما معا البطلان وعدم وجوب المہر
الا بالوطی کما فی عامۃ الکتب فتنبہ اور واجب ہوگا ان دونون بہنون کے واسطے آدھا مہر یعنی وجوب نصف مہر کا نسیان کے مسئلہ مین ہے جہان دو عقد
سے نکاح ہوا اسواسطے کہ دونون کے ساتھہ نکاح ہونے مین بطلان نکاح اور نہ واجب ہونے مہر کا حکم ہے مگر وطی سے البتہ مہر واجب ہوگا چنانچہ یہہ مسئلہ تمام کتب فقہ
مین مصرح ہے سو اس مقام مین آگاہ رہنا ہوگا کہ انما ہذا ان کان مہراہما متساویین قدرا وجنسا وہو مسمی فی العقد وکانت الفرقۃ
قبل الدخول وادعت کل منہما انہا الاولی ولا بینۃ لہما اور یہہ وجوب نصف مہر کا اوسوقت ہے کہ جب دونون کے مہر برابر ہون مقدار
مین اور ایک جنس ہون نہین اور مہر معین ہوگیا ہو عقدین مین اور جدائی قبل دخول ہوئی ہو یا ہر ایک عورت دعوی کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے ہوا اور دونون کے
گواہ نہون فان اختلف مہراہما فان علما فلکل ربع مہرہا والا فلکل نصف اقل المسمیین سو اگر مختلف ہون دونون کے مہر پہر اگر
دونون کے مہر معلوم ہون کہ فلانی کا اتنا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اوسکا چوتہائی مہر ملیگا اور اگر ہر ایک کا مہر بالخصوص معلوم نہو اگرچہ یہہ معلوم ہے
کہ ایک کا مثلا ہزار ہے اور دوسرے کا دو ہزار تو اس صورتمین ہر ایک عورت کو دونو مہر سے جو کمتر ہے اوسکا نصف نصف ملیگا مثلا ہزار اور دو ہزار سے
کم ہے تو ہر عورت پانسو پاویگی وان لم یکن مسمی فالواجب متعۃ واحدۃ لہما بدل نصف المہر اور اگر مہر معین نہو تو واجب ایک پوشاک ہے دونون
کے واسطے عوض نصف مہر کے وان کانت الفرقۃ بعد الدخول وجب لکل واحدۃ مہر کامل لتقررہ بالدخول اور اگر جدائی دونو بہنونکی بعد
دخول کے ہوئی تو واجب ہوگا ہر ایک کو مہر کامل بسبب ثابت ہونے مہر کے دخول سے ومنہ یعلم حکم مدخولۃ لواحدۃ اور اس مقام سے ایک عورت کے
دخول کا حکم بھی معلوم ہوگیا یعنی اگر دونو عورتونکی جدائی ایک عورت کے مدخول ہونیکے بعد ہوئی تو مدخولہ کو مہر کامل ملیگا اور غیر مدخولہ چوتہائی مہر
پاویگی وکذا الحکم فیما یجمعہما من المحارم فی نکاح یعنی جیسا حکم جمع بین الاختین کا ہے ویساہی حکم جمع بین المحارم سے نکاح مین ہے اوسکی تفصیل
جسکا بیان ہوچکا وحرم نکاح المولی امتہ اور حرام ہے نکاح کرنا مالک کا اپنی لونڈی سے اسواسطے کہ جماع کی ملکیت مالک کو نکاح سے قبل حاصل ہے
ہے اور بیان حرمت سے یہہ مراد نہین کہ نکاح کرنے سے مولی لائق عذاب کے ہوگا بلکہ مراد یہہ ہے کہ مولی پر نکاح کے احکام مثل مہر اور طلاق وغیرہ کے

لازم ہوتا دین کے والعبد سیدتہ لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ اور حرام ہے نکاح غلام کا اپنی بی بی سے اسواسطے کہ مملوک ہونا منافی ہے مالک ہونے کے یعنی
غلام کا نکاح بی بی سے اسواسطے حرام ہوا کہ غلام مملوک ہے اور مملوک کو مغلوب ہونا لازم ہے پھر غلام کا شوہر ہونا غالب ہونیکا مقتضی ہے سو ایک شخص غالب بھی ہو
اور مغلوب بھی یہہ کیونکر ہوسکے ولو فعلہ المولی احتیاطا کان حسنا وفیہ انہ لا احتیاط فی عدم جوازہا لما فیہ دعوی فتامل ان اگر
نکاح کرے [illegible] لونڈی سے احتیاط کی راہ سے تو خوب ہوگا اسواسطے کہ شاید حرہ یعنی آزاد ہو اسواسطے کہ درست نہیں جاننے سے ایسا اکثر ہو جاتا ہی کما فی الیم
[illegible] بیٹھے کہ اوس لونڈی کو پانچویں یا مثل اوسکے شمار کرینگے احتیاط نہیں سو اسکو تامل کرے یعنی اگر بالفرض اوسکے نکاح میں چار آزاد یا
لونڈیاں ہوں تو بھی اوس کو پانچویں شمار کرینگے احتیاط نہیں یا یہہ کہ لونڈی سے حرہ پر نکاح کرے تو اس نکاح میں کچھ احتیاط نہیں پس اس عبارت سے
ظاہر ایسا پایا جاتا ہی کہ مولے کی لئے احتیاط یہی ہے کہ اپنی لونڈی سے مجدد نکاح کرے اور فتاوی عالمگیری میں فتاوی سراجیہ سے روایت یوں ہے کہ علما نے
کہا ہے کہ اس زمانہ میں بہتر یہہ ہے کہ اپنی لونڈی سے نکاح کر لے تاکہ اگر حرہ ہو تو جماع اوسکا نکاح سے حلال ہو جاوے اور بزازیہ میں ہے کہ اگر لونڈی مول لے
اور جماع کا ارادہ کرے تو احتیاط یہہ ہے کہ اوس سے نکاح کرلے اسواسطے کہ اگر واقع میں وہ حرہ ہے تو نکاح سے درست وطی کی جاتی رہی اور اگر لونڈی ہے تو کچھ
نکاح سے ضرر نہیں اس روایت سے معلوم ہوا کہ مولے پر اپنی لونڈی کا نکاح حرام نہیں کذا فی حاشیۃ الدر وحرم نکاح الوثنیۃ بالاجماع اور حرام ہے نکاح عورت
مشرکہ بت پرست کا بالاتفاق فتح القدیر میں ہے کہ آفتاب پرست اور ستارہ پرست اور صورت پرست اور معطلہ اور زندیق یعنی ملحد اور باطنیہ اور اباحیہ بت پرست
میں داخل ہیں اور شرح وجیز میں ہے کہ جو مذہب ایسا ہو کہ اوسکے اعتقاد پر تکفیر وارد ہو تو اوس مذہب والی عورت سے نکاح نہیں جائز اسواسطے کہ مشرک کا نام
اون سبکو شامل ہے اور بحر الرائق میں بھی اس قسم کا مضمون ہے کذا فی حاشیۃ الدر وصح نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہا اور صحیح ہے نکاح کتابیہ
عورت سے اگرچہ مکروہ ہے کراہت تنزیہی فتح القدیر میں کہا کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح درست ہے لیکن بہتر یہہ ہے کہ نکرے اور کتابیہ حربیہ سے بالاتفاق
مکروہ ہے تاکہ مسلمان دار الحرب میں نرہ پڑے اور صحبت اہل کفر سے اولاد کے اعتقاد اور اخلاق نہ بگڑ جائیں کذا فی حاشیۃ الدر مؤمنۃ بنبی
مرسل مقرۃ بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الہا کتابیہ سے مراد وہ عورت ہے جو نبی مرسل کا ایمان رکھتی ہو اور کتاب آسمانی کا اقرار کرتی
ہو جیسے یہود اور نصارے اگرچہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہوں گو کہ اس اعتقاد سے وہ مشرک ہو گئے لیکن شرع میں اہل کتاب کو مشرکوں
سے جدا کیا چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا لم یکن الذین کفروا من اہل الکتب والمشرکین اسواسطے کہ عطف دلیل ہے مغایرت کی وکذا
حل ذبیحتہم علی المذہب بحر یعنی جیسے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہے ویسے ہی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے بنا بر مذہب قوی
کذا فی بحر الرائق وصرح فی النہر بجواز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لا نکفر احدا من اہل القبلۃ وان وقع لہم الزاما فی المباحث
صاف کہدیا ہے نہر الفائق میں مناکحت معتزلہ کی جواز کو اسواسطے کہ ہم اہل سنت اہل قبلہ میں سے کسیکی تکفیر نہیں کرتے اگرچہ واقع ہوگئی تکفیر
اونکی بطور الزام کے مباحث خلافیہ میں معتزلہ ایک فرقہ ہے اسلام کا قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہیں اور قیامت میں دیدار الہی کے منکر ہیں اور عباد
خالق اپنے افعال کا جانتے ہیں وغیر ذلک من القبائح فاضل خیر الدین رملی نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ میں کہا کہ رافضیوں کی سب فرقے اور
معتزلیوں کے سب گروہ اہل کتاب میں داخل ہیں تو جائز ہوگا سنی عورت کا نکاح رافضی سے اسواسطے کہ عورت مسلمان ہے اور مرد کا فر [illegible]
مسلمہ کا نکاح کافر سے جائز نہیں انتہے اور شیخ [illegible] نے کہا کہ بعضوں نے معتزلہ سے نکاح کرنا مطلقا ناجائز کہا تو رافضی اونکی برابر ہوں گے یا ان سے
بھی بدتر فاضل رملی نے اونکو از قبیل اہل کتاب کے قرار دیا تو اونکی عورتوں سے نکاح کرنا اہل سنت کو درست ہوگا اور سنیہ کا نکاح رافضی
معتزلی سے ناجائز ہوگا اور یہہ قول اعدل الاقوال ہے اسواسطے کہ رافضیوں کے کفر میں شک نہیں بسبب اونکے اعتقاد کفریات کے لیکن جب کتابیہ سے
نکاح درست ہوا کہ اہل کتاب عیسی علیہ السلام کو معبود یا ابن اللہ کہیں تو مقتضا اسکا یہہ ہے کہ رافضی عورت سے بھی نکاح درست ہو اور جو شبہات سے
بچا اوس نے اپنا دین بچایا انتہے کذا فی حاشیۃ الدر لا یصح نکاح عابدۃ کوکب لا کتاب لہا نہیں صحیح ہے نکاح عورت ستارہ پرست کا جسے

پاس آسمانی کتاب نہیں صابیہ ایک فرقہ ہے کفار کا اون کے اہل کتاب ہونے مین اشتباہ ہی صاحب ہدایہ نے کہا کہ صابیہ عورت سے نکاح درست ہے اگر اونکو کسی نبی کا ایمان ہو
اور آسمانی کتاب ہو اور اگر وہ ستارہ پرست ہون اور کتاب نہ رکھتی ہون تو نکاح درست نہین اسواسطی کہ مشرک ہین مصنف نے بھی اس قول مین صاحب ہدایہ کی
پیروی کی ولا وطیہا بملک یمین اور نہین حلال وطی ستارہ پرست کی ملک یمین سے والمجوسیۃ اور نہین صحیح ہی نکاح آتش پرست عورت کا اور نہ اوسکی
وطی حلال ہے ملک یمین سے اسی پر اجماع ہی چارون اماموں کا والوثنیۃ اور نہین صحیح نکاح عورت بت پرست کا یہان عورت بت [illegible] کیہ کہ عدم صحت
بیان ہوئی اور سابق مین عدم حلت مذکور ہو چکی تو تکرار نہوئی اسواسطی کہ عدم صحت کو عدم حلت لازم نہین وھذا ساقط من نسخ [illegible] فی نسخ
المتن وھو عطف علی عابدۃ کوکب اور یہہ یعنی مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون سے ساقط ہی اور [illegible] کے نسخو نمین ثابت
ہے اور وہ عابدۃ کوکب پر عطف ہی تو مطلب یہہ ہوا کہ عابدہ کوکب اور مجوسیہ اور وثنیہ کا نکاح درست نہین وقولہ والمحرمۃ بحج او عمرۃ ولو بحرام
عطف علی کتابیۃ فتنبہ اور صحیح ہے نکاح اوس عورت کا جسنی حج یا عمرہ کا احرام باندھا اگرچہ مرد بھی محرم ہو تو بھی صحیح ہے لفظ محرمہ کتابیہ پر
عطف ہی تو صحت نکاح محرمہ ثابت ہوئی عابدۃ کوکب پر عطف نہین کہ عدم صحت کی سبب ہے سو شارح کہتا ہے کہ کتاب دیکھنے والے اس مقام مین خبردار
رہنا کہین عطف محرمہ کا عابدہ کوکب پر نکرنا کہ مطلب اولٹا ہو جاوے والامۃ ولو کانت کتابیۃ ومع طول الحرۃ اور صحیح ہے نکاح کرنا لونڈی سے اگرچہ
کتابیہ ہو یا بی بی کے ساتھ نکاح کرنیکا مقدور ہو نکاح حرہ کا مقدور ہو یعنی اوسکی مہر دینی کا مقدور ہو تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح ہے والاصل
عندنا ان کل وطی یحل بملک یمین یحل بنکاح وما لا فلا اور قاعدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہہ ہی کہ جو وطی حلال ہی ملک یمین سے وہ نکاح سے بھی
حلال ہے اور جو ملک یمین سے حلال نہین وہ نکاح سے بھی حلال نہین تو کتابیہ لونڈی کی وطی ملک یمین سے حلال ہی تو نکاح سے بھی حلال ہے اور لونڈی
کی وطی ملک یمین سے باوجود قدرت نکاح حرہ کے جائز ہی تو نکاح سے بھی جائز ہی اور مجوسیہ اور بت پرست کی وطی ملک یمین سے درست نہین تو نکاح سے
بھی درست نہین لکنہ یکرہ تحریما فی المحرمۃ وتنزیھا فی الامۃ اگرچہ نکاح مکروہ ہی کراہت تحریمی محرمہ کے نکاح مین اور کراہت تنزیہی لونڈی کے نکاح
مین شارح نے کراہت تحریمی نکاح محرمہ کی نہر الفائق کی پیروی سے بیان کی حالانکہ یہہ قول جمہور فقہا کے مخالف ہی اسواسطی کہ اونکے اقوال مین نکاح
محرمہ کی علت مصرح ہو اور حلت کراہت تحریمی کے مباین ہے اور صحاح ستہ مین ابن عباس کی روایت سے ثابت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام
باندھے ہوئے حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور حالانکہ حضرت کے افعال مین کراہت تحریمی کا ہرگز احتمال نہین تو قول صاحب نہر الفائق کا اور اوسکے تابع کا
کا لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی منفصلا وصح تزوج حرۃ علی امۃ اور صحیح ہے نکاح حرہ کا لونڈی پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پہر حرہ سے
نکاح کیا تو درست ہی لا عکسہ اور اوسکا عکس صحیح نہین یعنی اول حرہ سے نکاح کری پہر لونڈی سے نکاح کرے تو درست نہین اسواسطی کہ طبرانی مین حدیث
ہی کہ منع کیا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے لونڈیکا نکاح حرہ پر کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ام ولد فی عدۃ حرۃ ولو من بائن اگرچہ نکاح ام ولد کا حرہ
کی عدت مین ہو گو عدت طلاق بائن کی ہو تو بھی صحیح نہین وصح لو راجعہا ای الامۃ علی حرۃ لبقاء الملک اور صحیح ہے اگر رجوع کیا لونڈی کیطرف
حرہ پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پہر حرہ سے نکاح کیا پہر لونڈی کو طلاق رجعی دی پہر اوسکی طرف رجوع کیا باوجود حرہ کے تو درست ہے
اسواسطی باقی رہنے ملکیت نکاح لونڈی کے اسواسطی کہ طلاق رجعی سے لونڈی نکاح سے باہر نہو گئی تو حرہ پر ادخال امۃ کا لازم آیا کہ نا درست ہوتا ولو تزوج
اربعا من الاماء وخمسا من الحرائر فی عقد صح نکاح الاماء لبطلان الخمس اگر نکاح کیا چار لونڈیون سے اور پانچ حرہ سے ایک عقد
مین تو صحیح ہو گا نکاح لونڈیون کا اسواسطی باطل ہونے نکاح پانچ حرہ کے یعنی جب حرہ پر لونڈی کا نکاح درست نہین ویسی ہی حرہ اور لونڈیکا
ایک عقد مین نکاح صحیح نہین لیکن یہان اسواسطی درست ہوا کہ جب پانچ حرہ کا نکاح باطل ٹھہرا تو چار لونڈیونکا نکاح صحیح ہو گیا وصح نکاح اربع من الحرائر
والاماء فقط للحر لا اکثر اور صحیح ہی نکاح فقط چار حرہ کا اور فقط چار لونڈیون کا مرد حر کے واسطی چار سے زیادہ جائز نہین ولہ التسری بما
شاء من الاماء اور جائز ہی حر کو لونڈی رکھنا صحبت کیواسطی جتنی لونڈیان کہ چاہی یعنی لونڈیونکی مقدار مقرر نہین فلو لہ اربع من الحرائر [illegible]

سُرِّيَّةٍ وَمَا أَدْخَلَ شَيْئًا أُخْرَى فَلَامَهُ رَجُلٌ خِيفَ عَلَيْهِ الْكُفْرُ یعنی اگر ایک شخص کے پاس چار بی بیاں اور ہزار لونڈیاں ہوں اور وہ اور ایک لونڈی کی
خرید کا ارادہ کرے پھر اوسکو کوئی مرد ملامت کرے تو اوس مرد ملامت کرنیوالے پر کفر کا خوف ہے اسواسطے کہ قرآن میں لونڈیوں کے تصرف پر کتنی ہی ہوں اباحت
ہیں تو ملامت کرنا گویا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اسکو قرآن کا یقین نہیں وَلَوْ أَرَادَ التَّسَرِّيَ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ أَقْتُلُ نَفْسِي لَا يَمْتَنِعُ لِأَنَّهُ مَشْرُوعٌ
اور اگر ارادہ کیا ایک شخص نے لونڈی کے تصرف کا یا دوسرے نکاح کا پھر کہا اوسکی جورو نے کہ میں جان کو ہلاک کرتی ہوں تو نہ باز رہے لونڈی کے تصرف سے
اسواسطے کہ شرع نے مشروع کیا ہے یعنی باز رہنا اوس پر واجب نہیں لَكِنْ لَوْ تَرَكَ لِئَلَّا يَغْتَمَّهَا يُؤْجَرُ لِحَدِيثِ مَنْ رَقَّ لِأُمَّتِي رَقَّ اللهُ لَهُ بزازیہ لیکن اگر لونڈی
کا تصرف یا دوسرے نکاح کو اسواسطے ترک کرے کہ زوجہ کو رنج ہو تو ثواب پاویگا اس حدیث کی دلیل سے کہ جو میری امت پر نرمی اور شفقت کریگا تو حق تعالیٰ اوس پر
رحم کریگا کذا فی البزازیہ کہا محشی شیخ عابد محدث مدنی نے کہ اس حدیث کا ٹھکانا مجھکو معلوم نہیں لیکن اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی اور ابوداؤد میں عبد
سے حضرت نے فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے زمین والوں پر رحم کرو تاکہ آسمان والا تم پر رحم کرے اور ابن عساکر اور دیلمی نے صدیق اکبر
سے حدیث قدسی مرفوع نقل کی کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری رحمت کی امید رکھتے ہو تو میری خلق پر رحم کرو وَتَصِحُّ لِلْعَبْدِ وَلَوْ مُدَبَّرًا أَوْ كَمُعْتَقِ
سَيِّدِهِ عَلَيْهِ ذَلِكَ فَلَا تَحِلُّ لَهُ التَّسَرِّي لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ إِلَّا الطَّلَاقَ اور جتنی عورتوں کا نکاح حر کو جائز ہے اوسکی نصف کا غلام کو صحیح ہے یعنی دو جورو
کا اور دو لونڈیوں کا اگرچہ غلام مدبر ہو اور مبعض ہو اور اوسکے سوا تو حلال نہیں اوسکو لونڈیوں کا تصرف اسواسطے کہ غلام کو کسی چیز کی ملکیت نہیں سوا
طلاق دینے اپنی منکوحہ کے غلام مدبر اوسکو کہتے ہیں جسسے مالک کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے وَصَحَّ نِكَاحُ حُبْلَى مِنْ زِنًا لَا حُبْلَى مِنْ غَيْرِهِ أَيْ
الزِّنَا لِثُبُوتِ نَسَبِهِ وَلَوْ مِنْ حَرْبِيٍّ أَوْ سَيِّدِهَا الْمُقِرِّ بِهِ اور صحیح ہے نکاح حاملہ کا جسکا حمل زنا سے ہو اور زنا کے سوا اور حاملہ سے نکاح جائز نہیں اسواسطے کہ
اوسکا نسب ثابت ہے اگرچہ حمل کافر حربی سے ہو یا لونڈی کے ایسے مالک سے ہو جو اوسکا اقرار کرتا ہے اور اگر اقرار نکرے تو نکاح حاملہ سے درست ہے اسواسطے کہ
نفی ولد کی جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسے ہی دلالت حال سے ثابت ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ الدر وَإِنْ حَرُمَ وَطْؤُهَا وَدَوَاعِيهِ حَتَّى تَضَعَ مُتَّصِلٌ
بِالْمَسْأَلَةِ الْأُولَى اگرچہ زانیہ حاملہ کی وطی اور بوسہ وغیرہ حرام ہیں شارح نے کہا کہ حرمت وطی پہلے مسئلہ سے متصل ہے یعنی زانیہ حاملہ کا نکاح
درست ہے وطی درست نہیں اسکے سوا اور حاملہ کا نہ نکاح درست نہ وطی لِئَلَّا يَسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ إِذِ الشَّعْرُ يَنْبُتُ مِنْهُ زانیہ حاملہ کی وطی اسواسطے منع ہے
کہ سینچے اوسکا جماع کرنیوالا اپنا پانی غیر کی کھیتی میں اسواسطے کہ بال اوس سے جمتے ہیں یعنی زیادہ جمتے ہیں نہ یہ کہ اسی پر جمنا موقوف ہے کذا فی حاشیۃ الدر
فروع لَوْ نَكَحَهَا الزَّانِي حَلَّ لَهُ وَطْؤُهَا اتِّفَاقًا وَالْوَلَدُ لَهُ وَلَزِمَهُ النَّفَقَةُ یہ چند مسائل ہیں جنکو شارح نے بڑھایا اگر زانیہ حاملہ سے زانی مرد نے نکاح کیا
تو اوسکو اوس سے وطی کرنا باتفاق حنفی اور شافعی کے حلال ہے اور بیٹا اوسیکا ہوگا اور اوسپر نفقہ دینا لازم آویگا اسواسطے کہ وطی اوسکو حلال ہے
بخلاف غیر زانی کے اور لڑکے کا نسب زانی سے اس شرط سے ثابت ہوگا جب نکاح کرنے سے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں پیدا ہوا اور اگر چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوگا
تو ثابت النسب نہ ہوگا وَلَوْ زَوَّجَ أَمَتَهُ أَوْ أُمَّ وَلَدِهِ الْحَامِلَ بَعْدَ عِلْمِهِ قَبْلَ إِقْرَارِهِ بِهِ جَازَ وَكَانَ نَفْيًا لِلْوَلَدِ نہر عن التوشیح اور اگر نکاح
کر دیا ایک مرد نے اپنی حاملہ لونڈی کا یا حاملہ ام ولد کا بعد دریافت کرنے حمل کے اور ولد کے اقرار کرنے سے پہلے تو جائز ہے اور یہ حمل میں نکاح کر دینا باوجود
اوسکے علم کے نفی ہے ولد کی اپنے نسب سے کذا فی النہر عن التوشیح وَصَحَّ نِكَاحُ الْمَوْطُوءَةِ بِمِلْكِ يَمِينٍ اور صحیح ہے نکاح اوس عورت کا جس سے صحبت
کیجاتی تھی ملک یمین سے یعنی اگر ایک شخص کی لونڈی تھی کہ اوسکے تصرف میں آ رہی تھی پھر اوسنے دوسرے شخص سے نکاح کر دیا تو درست ہے بشرطیکہ
حاملہ نہو اسواسطے کہ لونڈی قوی فراش مالک کی نہیں یہانتک کہ اگر اوسکے لڑکا پیدا ہو تو بدون اقرار مولیٰ کے ثابت النسب نہوگا بخلاف زوجہ کے
وَلَا يَسْتَبْرِئُهَا زَوْجُهَا اور نہ استبرا کرے زوج اوسکا نہ وجوبا نہ استحبابا کذا فی الہدایہ اور امام محمد کے نزدیک استبرا مستحب ہے اور اگر لونڈی خرید
کرے تو مشتری کو استبرا واجب ہے اگرچہ عورت یا لڑکے سے خریدی ہو استبرا یہ ہے کہ ایک حیض ہونے کے بعد صحبت کرنا بَلْ يَسْتَبْرِئُهَا سَيِّدُهَا وُجُوبًا عَلَى الصَّحِيحِ ذَخِيرَة
بلکہ اوسکے مالک پر واجب ہے استبرا نکاح کر دینے سے پہلے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الذخیرہ أَوِ الْمَوْطُوءَةِ بِزِنًا أَيْ جَازَ نِكَاحُ الزَّانِيَةِ وَإِنْ رَآهَا تَزْنِي

ازانکہ وطیہا بلا استبراء اوس عورت کی وطی زنا سے ہوئی ہو تو بھی اوسکا نکاح صحیح ہے یعنی زانیہ کا نکاح جائز ہے اگرچہ مرد نے عورت کو زنا کرتے دیکھا ہو اور اوسکو جائز ہے وطی کرنا بدون
استبرا کے بشرطیکہ حاملہ نہو چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا واما قولہ تعالی الزانیة لا ینکحہا الا زان فمنسوخ بآیة فانکحوا ما طاب لکم
یہہ جو قول ہے حق تعالی کا کہ عورت زانیہ سے نکاح نہین کرتا مگر زانی مرد تو اوسکا جواب یہہ ہے کہ قول مذکور فانکحوا ما طاب لکم کی آیت سے منسوخ ہوگیا
نکاح کرو جو تمکو اچھا معلوم ہو عورتون سے اس آیت مین بلا قید زنا کے نکاح کا حکم ہوا اور نسخ کی دلیل یہہ ہے کہ ایک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری عورت کسی ہاتھہ لگانے والے کا ہاتھہ نہین ٹالتی یعنی زانیہ ہے حضرت نے فرمایا کہ طلاق دے اوس نے کہا کہ
وہ خوبصورت ہے مین اوسکو چاہتا ہون حضرت نے فرمایا تو اپنا مطلب نکال اوس سے یعنی نہ طلاق دے اور اوسکو صحبت مین رکھہ کذا فی حاشیة المدنی نقلا
عن البحر اس مضمون کی حدیث ابو داود و نسائی مین موجود ہے ابن عباس کی روایت سے کذا فی تیسیر الوصول وفی آخر حظر المجتبی لا یجب علی الزوج
تطلیق الفاجرة ولا تجب علیہا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا بأس ان یتفرقا فما فی الوہبانیة ضعیف کما بسط
المصنف اور مجتبی کے باب الحظر کے آخر مین ہے کہ واجب نہین مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا بدکاری زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو اور نہین واجب
عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد بدکار سے مگر اوسوقت جب دونون ڈرین کہ اقامت احکام الہی کی نکر سکینگے تو کچھہ مضایقہ نہین دونو کی جدائی مین سو جو
روایت کہ وہبانیہ مین ہے کہ زانیہ کی وطی زوج پر حرام ہے بدون حیض ہو جانیکی تو وہ روایت ضعیف ہے چنانچہ اسکو خوب بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار مین وصح نکاح المضمومة الی محرمة اور صحیح ہے نکاح حلال عورت کا جو ملائی گئی محرم عورت سے یعنی ایک عورت مرد پر حلال ہے اور دوسری حرام
سو اون دونون سے ایک عقد مین نکاح کیا تو حلال عورت کا نکاح صحیح ہوگا و محرم کا نکاح باطل ہو جائیگا والمسمی کلہ لہا اور مہر معین سب حلال عورت کا ہوگا
یعنی دونو کا مہر اوسیکو ملیگا امام کے نزدیک وقالا صاحبین کے نزدیک دونون کے مہر مثل پر تقسیم ہوگا ولو دخل بالمحرمة فلہا مہر المثل اور اگر صحبت کی محرم
عورت سے تو اوسکو مہر مثل ملیگا کتنا ہی ہو وبطل نکاح متعة اور باطل ہے نکاح متعہ کا متعہ اسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے متعہ کیا
دس دن یا مہینے تک اتنے مال پر اول متعہ خیبر اور فتح مکہ مین مباح تھا جب کہ مردون پر مجرد رہنا نہایت سخت تھا اور عورتون کی قلت تھی پھر بعد فتح مکہ کے قیامت
تک حرام ہوگیا چنانچہ صحیح مسلم مین ربیع بن سبرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز فتح مکہ مین متعہ مباح کیا پھر فرمایا
کہ اے لوگو مین نے تمکو متعہ کرنیکی اجازت دی تھی عورتون سے اور بالتحقیق حق تعالی نے اوسکو حرام کر دیا قیامت کے دن تک ابن عباس اول حلت
متعہ کے قائل تھے آخر کو وہ بھی حرمت کے قائل ہوئے چنانچہ جامع ترمذی مین مصرح ہے تو باجماع صحابہ اسکی حرمت ثابت ہوئی اور جو متعہ کو حلال جانے
وہ کافر ہے چنانچہ مضمرات مین موجود ہے کذا فی حاشیة المدنی وموقت اور باطل ہے نکاح موقت یعنی مدت مقرر کرنا نکاح مین اسکو نکاح موقت کہتے ہین
نکاح موقت اور متعہ مین چند وجوہ سے فرق ہے متعہ مین لفظ متعہ کا بولنا ضرور ہے اور موقت مین لفظ تزویج اور نکاح لازم ہے اور متعہ مین تعیین مقدار
مہر کی لازم ہے موقت مین نہین اور متعہ مین گواہ شرط نہین بخلاف موقت کے کذا فی حاشیة المدنی وان جہلت المدة او طالت فی الاصح نکاح موقت
باطل ہے اگرچہ مدت مجہول ہو یا طویل ہو بنابر قول اصح کے ولیس منہ ما لو نکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر اور نکاح موقت سے یہہ نہین اگر نکاح
کیا عورت سے اس شرط پر کہ اوسکو طلاق دیگا بعد ایک مہینے کے اسواسطے کہ طلاق قاطع ہے نکاح کی تو مدت کی شرط قاطع مین ہوئی نہ نکاح مین تو شرط باطل
ہوگی اور نکاح صحیح ہوگا بخلاف نکاح موقت کے کہ اوسمین خود نکاح مشروط ہے او نوی مکثہ معہا مدة معینة یا نیت کی نکاح کرنیوالے نے زوجہ کے
ساتھہ مدت معین تک رہنے کی یعنی یہہ بھی نکاح موقت مین داخل نہین ولا بأس بتزوج النہاریات یعنی اور کچھہ مضایقہ نہین نہاریات کے نکاح مین کذا
فی العینی نہاریات وہ عورتین جنکے پاس شوہر دن کو رہے نہ رات کو ویحل لہ وطی امرأة ادعت علیہ عند قاض انہ تزوجہا بنکاح صحیح وہی
والحال انہا محل للانشاء ای لانشاء النکاح خالیة عن الموانع وقضی القاضی بنکاحہا ببینة اقاماہا ولم یکن فی نفس الامر تزوجہا
اور حلال ہے مرد کو وطی اوس عورت کی جسنے مرد پر دعوی کیا قاضی کے نزدیک اسکا کہ مرد نے اوس سے صحیح نکاح کیا اور حالانکہ وہ عورت محل ہے واسطے نکاح

کی حلال ہے محروم نہین خالی ہے سوائے نکاح سے یعنی مبتلا غیر کی منکوحہ یا معتدہ نہین اور حکم کردیا قاضی نے اوسکے ثبوت نکاح کا بسبب گواہی اون گواہون کے جنکو عورت
نے قائم کیا اور حالانکہ درحقیقت مرد نے اوس سے نہین نکاح کیا تھا مدعیہ اور گواہ دونو جھوٹے تھے سو قاضی کا حکم ظاہر مین نافذ ہوگا نفقہ وغیرہ مرد پر لازم آویگا اور
باطن مین بھی نزدیک امام اعظم کے نافذ ہوگا یعنی بلا تردد وطی حلال ہوگی امام اعظم کی یہہ دلیل ہے کہ ایک مرد نے گواہون سے ایک عورت کا نکاح ثابت کیا تھا
حضرت علی کے روبرو ... ثبوت نکاح کا حکم کیا عورت نے کہا کہ دعوی اسکا جھوٹا ہے چار و ناچار اگر یہی حکم منظور ہے تو میرا نکاح ہی کردیجئے حضرت علی نے
فرمایا کہ تیرے گواہون نے تیرا نکاح کردیا یعنی اب نکاح کی کچھ حاجت نہین اگر نکاح تھا تو بھی بشہادت شہود ہوگیا کذا فی حاشیۃ الدرر ناقلا عن البحر
وکذا تحل له لو ادعی هو نکاحها خلافا لهما اور اسیطرح سے حلال ہے وطی مرد کو اگر خود اوسی نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا اور گواہ گذرے قاضی نے
حکم دیا لیکن اول صورتمین دعوی باطل سے عورت گنہگار ہوگی اور صورت ثانی مین مرد ہوگا اور یہہ قول حلت وطی کا خلاف ہے صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ
انکے نزدیک بدون نکاح جدید کے وطی کرنا حلال نہین وفی الشرنبلالیة عن المواهب بقولهما یفتی اور شرنبلالیہ مین بروایت مواہب صاحبین کے
قول پر فتوی ہے احتیاطا اسی مین ہے کہ وطی نکرے لیکن حکم قاضی کا ظاہر مین بالاتفاق نافذ ہے کذا فی حاشیۃ الدرر ولو قضی بطلاقها بشهادة الزور
مع علمها بذلك نفذ وحل لها التزوج بآخر بعد العدة اور اگر حکم کیا قاضی نے عورت کی طلاق کا بشہادت زور کے باوجود دریافت ہونے عورت کے شہادت
زور سے قضا نافذ ہوگی اور حلال ہوگا عورت کو نکاح کرلینا دوسرے مرد سے عدت گذرنے کے بعد شہادت زور کا علم عورت کو یون متصور ہے کہ اوس نے
خود طلاق کا دعوی کیا اور کاذب گواہ پیش کئے تو وہ یقینا جانتی ہے کہ اوسکے شوہر نے طلاق نہین دی وحل للشاهد تزوجها وحرمت
علی الاول اور حلال ہے شاہد زور کو نکاح کرلینا اوس عورت کا اسواسطے کہ قضا نافذ ہوگئی ظاہر اور باطن مین اور حرام ہوگئی عورت پہلی شوہر پر وعند
الثانی لا تحل لهما وعند محمد تحل للاول مالم یدخل الثانی وهی من فروع القضاء بشهادة الزور کما سیجیء اور نزدیک ابو یوسف کے
دونون پر حلال نہین نہ اول شوہر پر نہ ثانی پر اور نزدیک محمد کے شوہر اول پر حلال ہے جبتک شوہر ثانی نے صحبت نکی اور اگر صحبت کی تو اول پر حرام ہوگی بسبب وجوب
عدت کے اور یہہ مسئلہ نکاح اور طلاق کا قضاء شہادت زور کی فروع سے ہے چنانچہ آگے کتاب القضا مین آویگا والنکاح لا یصح تعلیقه بالشرط
اور نکاح کا معلق کرنا شرط پر صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق بالشرط اسقاطات خالصہ کو مخصوص ہے جو حلف واقع ہوتی ہین جیسے طلاق اور عتاق اور نکاح
انمین سے نہین کتزوجتك ان رضی ابی لم ینعقد النکاح لتعلیقه بالخطر کما فی العمادیة وغیرها جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا
اگر میرا باپ راضی ہوگا اور دوسرے نے کہا مین نے قبول کیا تو نکاح نہ منعقد ہوگا بواسطے معلق ہونے نکاح کے خطر پر محتمل ہے کہ شرط واقع ہو یا نہو چنانچہ عدم
صحت نکاح معلق کی عمادیہ اور سوائے اوسکے مین موجود ہے چنانچہ فتح القدیر اور خلاصہ اور ظہیریہ اور بزازیہ اور خانیہ اور تاتارخانیہ اور فتاوی ابو اللیث
اور جامع الفصولین اور قنیہ مین مصرح ہے کذا فی حاشیۃ الدرر وما فی الدرر فیه نظر اور جو روایت درر مین ہے سو اوسمین بحث اور نظر ہے
یعنی مخالف ہے فقہا کے لائق اسناد کے نہین صاحب درر نے کہا کہ نکاح بالشرط جیسے کوئی کہے کہ اگر تو گھر مین جائیگی تو فلانے سے تیرا نکاح کردونگا اور فلانے
نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہہ تعلیق باطل ہے اور نکاح صحیح ہو کذا فی حاشیۃ الدرر ولا اضافته الی المستقبل کتزوجتك غدا او بعد غد
لم یصح اور نہین صحیح ہے اضافت کرنا نکاح کا زمانہ آئندہ کیطرف جیسے یون کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا آج کے بعد کل یا پرسون تو نہ صحیح ہوگا
ولکن لا یبطل النکاح بالشرط الفاسد ولیکن نکاح نہین باطل ہوتا شرط فاسد سے جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر نہ دونگا
یا اپنا گھر مجھکو عاریت دیدے یا نفقہ مجھسے نہ مانگیو یا میری خدمت کرنا وانما یبطل الشرط دونه یعنی لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل الشرط
بخلاف ما لو علقه بالشرط اور باطل تو شرط ہوتی ہے نہ نکاح یعنی اگر عقد شرط فاسد کے ساتھ ہوا تو نکاح نہ باطل ہوگا شرط باطل ہوگی بخلاف اسکے
کہ اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا تو وہان شرط بھی باطل اور نکاح بھی باطل ہم اس مقام مین فرق تہا معلق علی الشرط اور مشروط بشرط فاسد کا ضرور ہے
کہ تا ناواقفون کو حیرانی نرہے معلق علی الشرط سے یہہ مراد ہے کہ ایسی شرط پر نکاح تعلیق کرے کہ وہ محتمل الوجود ہو نہ متحقق الوجود جیسے کسیکی لڑکی ہونا

دخول دار یا ہوا چلنا یا پانیکا برسنا یا کسی کے چینے مرنے پر نکاح کا معلق کرنا اسکو معلق علی الشرط کہتے ہین اور نکاح مشروط بالشرط فاسد سے یہ مراد ہے کہ نکاح کے ساتھ
ایسی شرط کی جو لوازم نکاح کے مخالف ہے جیسے مہر اور نفقہ نہ دینا وعلی ہذا القیاس لا ان یعلقه بشرط ماض کائن لا محالة مگر نکاح معلق اس وقت
درست ہے جب اوسکی تعلیق کرے شرط ماضی موجود بالاتر دو پر یعنی سابق سے شرط پائی گئی یا وقت ایجاب اور قبول کے حادث ہوئی چنانچہ کسی نے کہا کہ مین
اپنی بیٹی کا نکاح تجھسے کر دیا بشرط آنے زید کے دوسرے نے قبول کیا اور حالت قبول مین فورا زید آگیا تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی حاشیۃ المدنی فیکون
تحقیقا فینعقد للحال کان خطب بنتا لابنه فقال ابوها زوجتها قبلك من فلان فکذبه فقال ان لم اکن زوجتها من فلان فقد
زوجتها لابنك فقبل ثم علم کذبه انعقد لتعلقه بموجود یعنی جب موجود شرط پر تعلیق ہوئی تو نکاح تحقیق ہو گیا معلق نہ ہوا اسی وقت منعقد
ہو جائیگا جیسے ایک شخص نے اپنے فرزند کیواسطے کسیکی بیٹی سے منگنی کی تو اوسکے باپ نے کہا کہ مین تو تجھسے پہلے اوسکا نکاح کر چکا ہون فلانے شخص سے سو اوسنے
اوسکی تکذیب کی پہر بیٹی کے باپ نے کہا کہ اگر مین نے فلانے شخص سے نہین نکاح کر دیا تو البتہ اوسکا نکاح تیرے فرزند سے کیا سو اوسنے قبول کر لیا پہر اوسکا
کذب معلوم ہو گیا خود اوسکے اقرار سے یا فلانے شخص کے اظہار سے تو یہ نکاح منعقد ہو گیا واسطے معلق ہونے نکاح کے شرط موجود پر یعنی نکاح معلق اس سبب سے
صحیح نہین کہ شرط کا وجود حاصل نہین اور جب شرط موجود ٹھہری تو نکاح معلق نرہا بلکہ محقق ہو گیا تو البتہ صحیح ہوگا وکذا اذا وجد المعلق علیه فی المجلس
کذا ذکره چلپی زاده وتممه المصنف بحثا اور اسیطرح نکاح صحیح ہو جاویگا جبکہ معلق علیہ یعنی جسپر تعلیق نکاح کی ہوئی وہ ایجاب اور قبول کی مجلس مین
پایا جاوے جیسا کہ اسکو چلپی زادہ نے مذکور کیا اور بعضی نسخون مین چلپی زادہ کے مقام پر خواہر زادہ مرقوم ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو تمام رکہا ہے
بحث کر کے مصنف نے عمادیہ سے نقل کی کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درم پر نکاح کیا اگر فلانا شخص آج راضی ہوا اور وہ شخص مجلس مین حاضر تہا سو بولا
کہ مین راضی ہوا تو نکاح صحیح ہوگا بطریق استحسان کے اور اگر حاضر نہوگا تو نہ جائز ہوگا اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر یون کہا کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی
اور اجازت دے پہر دوسرے نے قبول کیا تو صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق ہے اور نکاح تعلیق کا احتمال نہین رکھتا اور اگر باپ مجلس مین حاضر ہوگا اور قبول کرے
تو نکاح جائز ہوگا تو معلوم ہوا کہ فقط وجود معلق علیہ کا مجلس مین کافی نہین جب تک وہ راضی نہو اور اجازت ندے اور اگر مجلس کے بعد اجازت دیگا تو جائز
نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی لکن فی النهر قبیل کتاب الصرف فی مسئلة التعلیق برضی الاب والحق الاطلاق فلیتامل المفتی لیکن نہر الفائق مین
کتاب الصرف کے قبل مسئلہ تعلیق برضاے والد کے یون کہا ہے کہ حق یہہ ہے کہ تعلیق علی الاطلاق صحیح نہین خواہ باپ مجلس مین حاضر ہو کر راضی ہو یا نہ راضی ہو
اور معلق علیہ خواہ باپ ہو یا اجنبی کسی طرح نکاح صحیح نہین اس اطلاق کو صاحب نہر نے خانیہ سے نقل کیا تو چاہیے کہ مفتی تامل کرے اس مسئلہ کے بیان مین
اسواسطے کہ خانیہ نہایت معتبر کتاب ہے کہ قاضیخان اوسکی تصحیح پر اعتماد کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الولی

یہہ باب ہے تعریف اور احکام ولی مین هو لغة خلاف العدو وعرفا العارف بالله تعالى وشرعا البالغ العاقل الوارث ولو فاسقا
علی المذهب مالم یکن متهتکا ولی لغت مین یعنی دوست ہے خلاف دشمن اور عرف مین ولی عارف باللہ کو کہتے ہین اور شرع مین ولی اوسکو کہتے ہین
جو بالغ اور عاقل اور وارث ہو اگرچہ فاسق ہو بنا بر مذہب صحیح کے بشرطیکہ پردہ در حرمت کہونیوالا نہو اس تعریف مین سلطان اور مالک عبد داخل نہین
اسواسطے کہ وارث نہین تو مصنف اور شارح کو لازم تہا کہ انکو تعریف مین داخل کرتے وخرج نحو صبی ووصی مطلقا علی المذهب تو نکل گیا ولی کی
تعریف سے لڑکا اور دیوانہ اور بیہوش اور وصی مطلقا بنا بر مذہب صحیح کے لڑکا بالغ کی قید سے نکلا اور دیوانہ اور بیہوش عاقل کی قید سے نکلا اور وصی
وارث کی قید سے نکلا وصی کو مطلقا ولایت نکاح کی نہین خواہ اوسکو نکاح کر دینے کی باپ نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور وارث کی قید سے کافر اور غلام
بہی نکل گیا تو کافر ایسے بیٹے مسلمان کا اور غلام حرہ کا ولی نہین والولایة تنفیذ القول علی الغیر اور ولایت عبارت ہے جاری ہونے قول سے
غیر پر یعنی دوسرے پر اوسکا قول نافذ ہو جاوے فتثبت باربع قرابة وملك وولاء وامامة سو ثابت ہے ولایت چار سبب سے اول قرابت سے جیسے
نکاح بیٹی کا باپ کرے دوسری ملک جیسے نکاح لونڈی یا غلام کا مالک کر دے تیسرے ولایت آزاد کرنیکی جیسے نکاح آزاد کا کر دیوے چوتہی امامت جیسے نکاح لاوارث کا

بادشاہ یا قاضی کرے شاءَ اوْ اَبٰی یعنی راضی ہو یا نا راضی یعنی ولی کا قول ہر صورت میں نافذ ہوگا خوش ہو یا ناخوش وہی ھنا نوعان ولایة ندب علی
المکلّفة ولو بکرًا اور ولایت یہاں نکاح میں دو قسم ہے ولایت مستحب عاقلہ بالغہ پر اگرچہ کنواری ہو یعنی باپ وغیرہ کو بالغہ بیٹی پر جبر کرنا نہیں پہنچتا نکاح
میں لیکن مکلفہ کو مناسب ہے کہ اپنا نکاح ولی پر رکھے تاکہ خلاف فہما سے بچا رہے بے حیائی کیطرف منسوب نہو و ولایة اجبار علی الصغیرة ولو ثیبًا ومعتوهة
ومرقوقة دوسری قسم زبردستی کی ولایت ہے چھوٹی لڑکی پر اگرچہ کنواری نہو اور ولایت جبری ہے بالغہ بیہوش پر اور لونڈی پر ولایت اجبار کے
یہہ معنی کہ ولی اگر کرے انکا نکاح نافذ ہوتا ہے گو یہہ انکار کرین کا افادہ بقولہ وھو ای الولی شرط صحة نکاح صغیر ومجنون و
رقیق لا مکلفة چنانچہ قسم ثانی ولایت کو یعنی اجبار کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ ولی یعنی ولی شرط ہے صغیر اور مجنون اور عبد کے نکاح کی صحت
میں نہ مکلفہ میں قید ذکورت کی اتفاقی ہے صغیرہ اور مجنونہ اور مرقوقہ کا بھی نکاح بدون ولی کے صحیح نہیں فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضی ولی
تو نافذ ہوگا نکاح حرہ بالغہ عاقلہ کا بدون رضامندی ولی کے کفو میں ہو یا غیر کفو میں اسواسطے کہ اوسپر ولایت استحبابی ہے جبری نہیں یہی مذہب ہے امام اعظم
اور ابو یوسف کا اور محمد نے بھی اسیطرف رجوع کیا اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک عورتون کو بدون اولیا کے نکاح کا اختیار نہین اسواسطے کہ حدیث
شریف مین آیا ہے لا نکاح الا بولی اور ہمارا جواب یہہ ہے کہ اکثر آیات قرآنی مین عورتونکو اختیار نکاح کا ثابت ہوتا ہے کما قال تعالی لا جناح علیکم فیما
فعلن فی انفسہن الآیة اور حدیث لا نکاح الا بولی صحیح نہین بلکہ مضطرب ہے بخاری اور یحیی بن معین نے کہا کہ اس باب مین یعنی اشتراط ولی مین کوئی صحیح حدیث
نہین ثابت چنانچہ زیلعی نے اسکو نقل کیا اور اگر صحت کو حدیث کی مسلم کیجیے تو مراد کمال کی نفی ہے نہ جواز کی توفیقا بین الادلة اور اگر نفی جواز کی
مراد لیجیے تو بھی نکاح مکلفہ کا بطلان نہین ثابت ہوتا اسواسطے کہ مکلفہ خود اپنی ذاتکی ولی ہے چنانچہ جوان مرد اگر نکاح بدون ولی کے کرے تو جائز ہے خود
اپنی ولایت سے اور صحیح مسلم مین حدیث مرفوع موجود ہے کہ الایم احق بنفسہا من ولیہا کہ عورت بے شوہر اپنی ذات کی سزاوار تر ہے بہ نسبت اپنے ولی کے ایم
کہتے ہین عورت بے شوہر کو خواہ باکرہ ہو اور غیر باکرہ دونو شامل ہین تو معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولی کا جبر ثابت نہین اوسکو خود اختیار ہے کذا فی حاشیة الدر
والاصل ان کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو اپنے مال مین تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی ذات مین بھی
تصرف کر سکتا ہے اور جسکو اپنے مال مین تصرف نہین اوسکو اپنی ذات پر بھی تصرف نہین سو عاقلہ بالغہ کو اپنے مال مین تصرف کا اختیار ہے تو اپنے نکاح
مین بھی اختیار ہے اور صغیرہ اور مجنونہ کو اپنے مال مین اختیار نہین تو اپنے نکاح مین بھی اختیار نہین ولہ ای للولی اذا کان عصبة ولو غیر محرم کابن
العم فی الاصح خانیة وخصہ فی الاحکام بالاب والجد والقاضی الاعتراض فی غیر الکفو اور جائز ہے ولی کو جبکہ عصبہ بنفسہ ہو اگرچہ غیر محرم ہو جیسے
چچا کا بیٹا قول اصح مین کذا فی الخانیہ اعتراض کرنا غیر کفو مین اسطرح کہ قاضی پاس جاکر نکاح کو فسخ کروا ڈالے اور نکل گئی عصبہ کی قید سے ذوی الارحام
اور ماں اور قاضی یعنی انکو اعتراض کا حق نہین ویتجدد بتجدد النکاح اور جدید ہوگا فسخ نکاح کا نکاح کے تجدد سے چنانچہ ولی نے عورت کا نکاح
کفو سے کر دیا پھر عورت نے اوسکو چھوڑ کر دوسرے غیر کفو سے نکاح کیا بدون مرضی ولی کے تو یہان بھی ولی کو تفریق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ نکاح اول
کی رضامندی لازم نہین آتا کہ دوسرے نکاح سے بھی راضی ہو فیفسخہ القاضی ما لم یسکت حتی تلد منہ لئلا یضیع الولد تو نکاح کو فسخ کردے
قاضی بشرطیکہ سکوت نکیا ہو ولی نے یہان تک کہ عورت شوہر غیر کفو سے جنے اور اگر اوس سے لڑکا پیدا ہوا تو ولی کو حق اعتراض نہ رہا تاکہ لڑکا نہ ضائع
ہو معلوم ہوا کہ بدون قاضی کی جدائی کا اختیار ولی کو نہین اور قبل تفریق قاضی کے نکاح کے احکام مثل ارث اور طلاق کے ثابت رہین گے سو اگر تفریق
بعد دخول کے ہوئی تو عورت کو مہر معین ملیگا اور اوسپر عدت لازم آویگی اور اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو مہر نہ ملیگا اسواسطے کہ جدائی شوہر کیطرف
سے نہین ہوئی کذا فی حاشیة الدر فی اقلاعن الخانیة وینبغی الحاق الحبل الظاہر بہ اور مناسب ہے حمل ظاہر کا ملحق کرنا ولادت کے حکم سے یعنی اگر ولی
ساکت رہا یہانتک کہ عورت حاملہ ہوگئی تو حق فسخ کا ساقط ہوگیا اور یہہ تجویز ہے صاحب در کی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا
وھو المختار للفتوی اور فتوی دیا گیا غیر کفو مین عدم جواز نکاح کا یعنی اگر عورت غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے نکاح کرے تو اصلا جائز نہین اور

یہی روایت پسندیدہ ہے فتوی دینے کیواسطے اور یہی روایت کی ہے حسن بن زیاد نے امام اعظم رحمہ سے کہ اگر زوج کفو ہے تو نکاح بدون ولی کے نافذ ہوگا اور اگر غیر
کفو ہے تو ہرگز نافذ نہوگا اور معراج مین خانیہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین مختار فتوی دینے کیواسطے حسن کی روایت ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ حسن کی روایت کو اکثر
مشائخ نے لیا ہے لفساد الزمان عدم جواز پر فتوی ہوا بسبب فساد زمانہ کے نہ ہر مکلفہ باشرم وحیا ہے کہ عزت کا خیال رکھے نہ ہر قاضی عادل ہے نہ ہر ولی کو نالش
کا سلیقہ ہے فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ تو نہ شوہر اول کو حلال ہوگی مطلقہ ثلثہ جسنے نکاح
کیا غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے بعد پہچان لینے ولی کے شوہر غیر کو سو اسکو یاد رکھنا چاہئے کہ یہہ امر غیر کفو مین کثیر الوقوع ہے فتوی ہوا نکاح
غیر کفو کے عدم جواز پر تو ایسے نکاح سے شوہر اول کو مطلقہ ثلثہ نہ حلال ہوگی اور اگر مطلقہ کا کوئی ولی نہین یا ولی راضی ہوگیا شوہر غیر کفو کو جان بوجھ کر
تو مطلقہ شوہر اول پر حلال ہوگی بعد طلاق دینے شوہر ثانی کے اور نہر الفائق مین بزازیہ سے نقل کیا کہ برہان الائمہ نے ذکر کیا کہ فتوی ہے امام اعظم رحمہ کے قول پر
ہے بسبب قوت دلیل کے یعنی اگر مکلفہ غیر کفو سے نکاح کرے بدون مرضی ولی کے تو جائز ہے باکرہ ہو یا ثیبہ کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا اس سے کہ دونون
فتوے مختلف ہین سو اسکو بھی یاد رکھنا چاہیے وبناء علی الاول وھو ظاھر الروایۃ فرضی البعض من الاولیاء قبل العقد او بعدہ کالکل لثبوتہ
لکل کملا اور بنا پر قول اول کے یعنی ظاہر الروایت کے راضی ہونا بعض اولیا کا قبل عقد کے یا بعد عقد کے سب کے راضی ہونیکی برابر ہے اسواسطے کہ حق ولایت کا
ہر ایک کو پورا ثابت ہے یعنی جب ایک ولی راضی ہوا تو باقی ولیون کو حق اعتراض نرہا کولایۃ امان وقود وسنحققہ فی الوقف مانند ولایت امان
اور قصاص کے یعنی اگر ایک مسلمان نے حربی کو امان دی تو اور مسلمانونکو اوسکا تعرض نہین پہنچتا اور اسیطرح اگر ایک ولی نے اپنے قصاص معاف کیا تو
باقی اولیا کو طلب قصاص کا حق نرہا اور کتاب الوقف مین اسکی ہم آگے تحقیق کرینگے لو استووا فی الدرجۃ والا فللاقرب منھم حق الفسخ ایک
ولی کی رضا سبکی رضا کی برابر ہے اگر سب اولیا درجہ مین برابر ہون جیسے دو بھائی اور دو چچا اور اگر اولیا برابر نہون ایک زیادہ قریب ہو جیسے باپ اور
دوسرا بعید جیسے مثلا بھائی تو اولیا مین سے اقرب کو حق ہے فسخ کا یعنی اگر بھائی نے نکاح کر دیا تو باپ نکاح کو فسخ کر سکتا ہے وان لم یکن لھا
ولی فھو ای العقد صحیح نافذ مطلقا اتفاقا اور اگر عورت کا کوئی ولی نہین تو عقد صحیح اور نافذ ہے مطلقا خواہ کفو سے نکاح کیا ہو خواہ غیر کفو سے نزدیک
وقبضہ ای ولیہ حق الاعتراض المھر ونحوہ مما یدل علی الرضا رضا دلالۃ ان کان عدم الکفاءۃ ثابتا عند القاضی قبل مخاصمتہ
والا لا یکون رضا اور قبض کرنا اوس ولی کا جسکو حق اعتراض ہے مہر کو اور جو مہر کے مانند ہو اوس قسم سے جو رضامندی پر دلیل ہو جیسے تحفہ لینا رضامندی ہے
باعتبار دلالت حال کے اگر عدم کفاءت ثابت ہو قاضی کے نزدیک قبل مخاصمت ولی کے اور اگر عدم کفاءت قاضی کی نزدیک ثابت نہین نالش سے پہلے تو
مہر وغیرہ کا قبض کرنا ولی کی رضا پر دلیل نہین کما لا یکون سکوتہ رضا ما لم تلد جیسا چپ رہنا ولی کا رضامندی پر دلیل نہین جبتک عورت نہ جنے چنانچہ
یہہ مسئلہ سابق ہوچکا وانما تصدیقہ بانہ کفو فلا یسقط حق الباقین مبسوط اور تصدیق کرنا ایک ولی کا کہ زوج کفو ہے ساقط نہین کرتا باقی اولیا
کے حق کو کذا فی المبسوط ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ اور جبر کرنا نہین پہنچتا بالغہ باکرہ پر نکاح کا بوجہ قطع
ہونے ولایت کے بالغ ہونیسے فان استاذنھا ھو ای الولی وھو السنۃ او وکیلہ او رسولہ او زوجھا ولیھا واخبرھا رسولہ او
فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ پس اگر اجازت نکاح کی مانگی بالغہ سے ولی نے اور یہی سنت ہے یا ولی کے وکیل نے یا اوسکے پیغامی نے اجازت
مانگی یا اوسکا نکاح کر دیا اوسکے ولی نے استیذان سے پہلے اور خبر کری بالغہ کو نکاح کی ولی کے پیغامی نے یا فضولی عادل نے فضولی وہ جو ولی کا
وکیل اور رسول نہو پہر سکوت کیا بالغہ نے رد نکاح سے حالت اختیار مین تو اگر استیذان کے وقت عورت کو چھینک یا کھانسی آئی پہر بعد فراغت کے
اوسنے کہا کہ مین راضی نہین نکاح رد ہوگا ایسا سکوت عذر بے اختیاری لائق اعتبار کے نہین اور شارح نے سکوت مین قید عن الرد کی لگائی اسواسطے کہ
اگر استیذان کے وقت یا نکاح کی خبر سننے کے بعد بالغہ نے کوئی اجنبی بات کی تو ایسا تکلم سکوت مین شمار کیا جائیگا اسواسطے کہ کلام اجنبی رد نکاح نہین تو
اجازت مین داخل ہوگا او ضحکت غیر مستھزئۃ یا بالغہ ہنسی بدون تمسخر کے سو اگر تمسخر اور استہزا سے ہنسی تو یہہ ضحک اذن نہوگا او تبسمت

او بکت بلا صوت فلو بصوت لم یکن اذنا ولا ردا حتی لو رضیت بعدہ انعقد معراج وغیرہ فما فی الوقایۃ والملتقی فیہ نظر کذا فی اسکراجی
روئی بدون آواز کے اور اگر آواز سے روئی تو یہہ رونا نہ اذن ہوگا نہ ردنکاح کا ہوگا یہانتک کہ اگر راضی ہوگی بعد اس رونے کے تو نکاح منعقد ہوجائیگا کذا
فی المعراج وغیرہ سو جو روایت وقایہ اور ملتقی مین ہے اوسمین نظر اور اعتراض ہے یعنی صحیح نہین وقایۃ الروایۃ اور ملتقی الابحر مین یون ہے کہ بالغہ کا رونا
بے آواز ... ہوا اور سے روکشارح نے اس اعتراض مین صاحب بحر اور نہر اور منح کی پیروی کی ہے اور حالانکہ متنہا مقدم مین شروح پر اور وقایہ
اور ملتقی ... مین اور دو متن یعنی نقایہ اور اصلاح اور اونکی شروح سو کیونکر کہا جاوی کہ اونکی روایت صحیح نہین بلکہ یون کہنا اولی ہے کہ اس مسئلہ
مین دو قول ہین کذا فی حاشیۃ الدر فھو اذن ای توکیل فی الاول ان اتحد الولی تو یہہ سکوت اور ضحک اور تبسم اور رونا اذن ہی نکاح کا یعنی اذن
نکاح کا وکیل کرنا ہی ولی کو اول صورتمین یعنی استیذان مین اگر ولی ایکہی ہے فلو تعدد الاقرب لم یکن سکوتھا اذنا سو اگر اولیا نکاح کردینے والے
کثیر ہون تو اوسکا سکوت اذن نہوگا مثلا عورت کے دو بہائی مین ایک بہائی نے کہا کہ مین تیرا نکاح زید سے کرتا ہون اور دوسرے نے کہا کہ عمرو سے کرتا ہون
اور دونوکے استیذان مین عورت چپ رہی تو یہہ سکوت اذن نہوگا واجازۃ فی الثانی ان بقی النکاح لا لو بطل بموتہ اور سکوت بالغہ کا یا ضحک وغیرہ
جائز کہنا نکاح کا ہی دوسری صورتمین یعنی ولی نے قبل استیذان نکاح کردیا پہر بعد خبر ہونیکے اوسنے سکوت کیا تو یہہ سکوت اجازت ہی نکاح کی اگر ولی
ایک ہو اور اگر اولیا زیادہ ہون اور بالغہ ہر ایک کی تزویج سنکر سکوت کرے تو یہہ سکوت اجازت نہوگا بلکہ دونو نکاح موقوف رہینگے یہانتک کہ
ایک کیہ اجازت قولی یا فعلی ظاہر کرے کذا فی البدائع اور اگر دونو کو جائز رکہا تو دونو نکاح باطل ہونگے کذا فی حاشیۃ الدر سکوت اجازت ہوگا
اگر نکاح باقی ہے خبر معلوم ہونے تک اور اگر نکاح باطل ہوگیا بسبب موت شوہر کے یعنی شوہر کے مرنیکے بعد بالغہ کو خبر نکاح کی پہونچی تو اوسوقت مین اوسکا
سکوت اجازت نہوگا اسواسطے کہ نکاح خود باطل ہوگیا ولو قالت بعل موتہ زوجنی ابی بامری وانکرت الورثۃ فالقول لھا ولزمت لعدۃ
اور اگر بعد مرنے شوہر کے عورت نے کہا کہ میرا نکاح کردیا تہا میرے باپ نے میرے اذن سے اور شوہر کے وارث اوسکے منکر ہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا
وہ اپنے شوہر کی وارث ہوگی اور عدت بیٹھے گی ولو قالت بغیر امری لکنہ بلغنی فرضیت فالقول لھم اور اگر عورت نے کہا کہ میرا نکاح میری بغیر
بدون میرے اذن کے کیا لیکن جب مجکو خبر نکاح کی پہونچی تو مین راضی ہوگئی سو اس صورتمین شوہر کے وارثونکا قول معتبر ہوگا تو اوسکو نہ ملیگا نہ میراث
لیکن اگر اوسکو صحت نکاح کا علم ہے تو اوسپر عدت لازم آویگی کذا فی حاشیۃ الدر فی دعوا ھا غیرہ اولی منہ رد قبل العقد لا بعدہ اور عورت کا
یون بولنا کہ غیر اوسکا بہتر اوس سے یہہ رد ہی قبل عقد کے نہ بعد عقد کے یعنی ولی نے بالغہ سے اذن مانگا زید کے ساتھ نکاح مین اور اوسنے کہا کہ زید سے اور شخص بہتر ہے تو اگر
یہہ قول عقد سے پہلے ہے تو اجازت نہوئی انکار ہوا اور اگر بعد عقد کے کہا تو انکار نہوگا بلکہ اجازت ہے کذا فی الظہیریہ اور بحر الرائق مین کہا کہ قبل عقد
اور بعد عقد دونو صورتمین یہہ قول انکار ہی کذا فی حاشیۃ الدر ولو زوجھا لنفسہ فسکوتھا رد بعد العقد لا قبلہ اور اگر نکاح کیا بالغہ کا
ولی نے اپنے ساتھ تو سکوت کرنا اوسکا رد ہی بعد عقد کے نہ قبل عقد کے یعنی نکاح کیا ایک شخص نے اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ بدون اوسکے اذن کے پہر جب بالغہ
کو خبر پہونچی تو وہ ساکت ہورہی تو یہہ سکوت بعد العقد رضا نہوگا اسواسطے کہ ابن العم اس نکاح مین اصیل ہوا اپنی طرف سے اور فضولی ہوا عورت کی طرف سے
اور متولی عقد طرفین مین یہہ شرط ہے کہ فضولی نہو ایک طرف سے نہ دو طرف سے تو یہہ عقد امام اور محمد کے نزدیک قابل رد اور اجازت کے نہین یہانتک کہ اگر عورت
اجازت قولی بھی دے تو بہی صحیح نہین اور اگر استیذان قبل عقد کے ہوا تو سکوت کرنا اوسکا رضا ہوجائیگا اور عقد صحیح ہوگا بالاتفاق کذا فی النہایہ اسواسطے
ابن العم اس صورتمین وکیل ہوا عورت کی طرف سے اور اصیل ہوا اپنی طرف سے تو اب اوسکو متولی عقد طرفین ہونا صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ الدر ولو استأذنھا
فی معین فردت ثم زوجھا منہ فسکتت صح فی الاصح اور اگر اذن مانگا ولی نے عورت سے ایک مرد معین مین سو اوسنے رد کیا تہا پہر بعد اوسکے
نکاح کردیا اوسی شخص مذکور سے سو ساکت ہوگئی بعد خبر معلوم ہونیکے تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بخلاف ما لو بلغھا فردت ثم قالت رضیت لم یجز
لبطلانہ بالرد بخلاف اسکے کہ اگر عورت کو نکاح کی خبر پہونچی تو اوسنے انکار کیا پہر بولی کہ مین راضی ہون تو نکاح نا جائز ہوگا بسبب باطل ہوجانے نکاح کے اوسکے

انکار ہے ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجاءۃ السماع اور اسیواسطے بہتر جانا ہے فقہانے تجدید نکاح کو زفاف کیوقت اسواسطیکہ غالب عادۃ کواری عورتونکی اظہار نفرت ہے ناگہان سماعت نکاح کیوقت یعنی احتمال ہے کہ اعلان نکاح کیوقت نکاح سے نفرت کی ہو اور نکاح باطل ہوگیا ہو بسبب عدم رضا کے پھر جب بعد اسکے نکاح جدید کرلیا تو یہہ اشتباہ جاتا رہا بحر الرائق مین کہا تجدید نکاح اوسوقت مستحب ہے جب نکاح قبل استیذان کے ہوا ہو اور اگر بعد استیذان کے نکاح ہوا ہو تو اسکی کچھہ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معینین فسکتت فزوجہا من احدہما جاز ان یعرف الزوج والمہر کذا فی القنیۃ اور اگر اذن لیا ولی نے عورت سے ایک مرد معین مین سواوسنے سکوت کیا پھر وکیل کیا ولی نے ایک شخص کو کہ عورت کا نکاح کردے اوس سے جسکا نام لیدیا تو یہہ توکیل اور عقد وکیل جائز ہے اگر زوج اور مہر کی معرفت ہوگئی ہو کذا فی القنیۃ صحت نکاح مین معرفت مہر در ہے عورت بھی اوسکو جان گئی ہو اور وکیل بھی جان گیا ہو تاکہ دوسرے سے نہ عقد کردے اور مہر کی معرفت مین اختلاف ہے چنانچہ آگے تصریح کریگا کہ مہر پر صحت نکاح کی موقوف نہین واستشکلہ فی البحر بانہ لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز وانہا مستثناۃ اور مشکل جانا ہے مسئلہ سابق کو بحر الرائق مین اسطرح سے کہ وکیل کو اختیار نہین کہ دوسرے کو وکیل کرے بدون اجازت موکل کے تو اس سے لازم آتا ہے عدم جواز نکاح کا یعنی بالغہ کے سکوت سے ولی اوسکا وکیل ٹھہرا پھر اوسکو وکیل کرنیکا اختیار نہین کہ ولی کے وکیل کی تزویج جائز ہو یا یہہ کہو کہ یہہ مسئلہ اوس قاعدہ سے مستثنی ہے یعنی ہرچند وکیل کو توکیل کا اختیار نہین لیکن نکاح مین اختیار ہے اسواسطیکہ فقہانے تصریح کی ہے کہ نکاح کی وکالت حقیقی وکالت نہین بلکہ یہان سفیر محض اور معبر ہوتا ہے اور اسیواسطے حقوق عقد کے وکیل کیطرف رجوع نہین کرتے اور باب الوکالت مین آویگا کہ اگر موکل نے قیمت معین کردی ہو تو وکیل کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وکیل کرے اسیطرح یہان بھی شوہر اور مہر معروف اور معلوم ہین تو البتہ وکالت صحیح ہوگی تو اب کچھہ اشکال باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی ان علمت بالزوج انہ من ہو لتظہر الرغبۃ فیہ او عنہ ولو فی ضمن العام کجیرانی او بنی عمی لو یحصون سکوت بالغہ کا اذن ہوگا اگر وہ جان گئی ہو شوہر کو کہ وہ کون ہے تاکہ اوس مین شوق ظہور کرے یا نفرت اگرچہ علم شوہر کا درضمن عام ہو جیسے ولی نے کہا کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون اپنے ہمسایون سے یا اپنے چچا کے بیٹون مین سے ایک مرد کیساتھہ بشرطیکہ وہ متناہی ہون تا ہر ایک کا حال عورت کو معلوم ہوسکے والا لا ما لم تفوض لہ الامر اور اگر متناہی نہون گے تو رضا نہ ثابت ہوگی جبتک ولی کو اپنا امر سپرد نکرے مثلا اگر یون کہے کہ جو تو کرے مین اوسمین راضی ہون یا یون کہے کہ میرا نکاح کردو جس سے تو چاہے تو البتہ رضا ثابت ہوگی لا العلم بالمہر وقیل یشترط وہو قول المتاخرین بحر عن الذخیرۃ واقرہ المصنف وما صححہ فی الدرر عن الکافی ردہ الکمال شرط نہین مہر کا علم یعنی استیذان مین مقدار مہر کا علم ضرور نہین اسواسطے کہ صحت نکاح مہر پر موقوف نہین کذا فی الہدایہ اور بعضون نے کہا کہ مہر کا ذکر کرنا شرط ہے اسواسطیکہ قلت اور کثرت مہر سے شوق مختلف ہوتا ہے اور یہی ہے قول متاخرین کا کذا فی البحر عن الذخیرۃ اور مصنف نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہے شرح منح الغفار مین اور جسکی تصحیح کی ہے درر مین بروایت کافی کے اوسکو رد کیا ہے کمال الدین محقق نے درر مین کہا کہ اگر ولی باپ یا دادا ہے تو ذکر شوہر کا کافی ہے مہر کا ذکر ضرور نہین اور اگر باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی ہے تو مہر کا تسمیہ ضرور ہے محقق نے اسکو یون رد کیا کہ اسطرح تفصیل کرنا قائل کی غفلت ہے اسواسطیکہ باپ دادا مین اور اونکے سوا اور اولیا مین تفرقہ کرنیکا محل تزویج صغیرہ ہے کہ وہان ولایت اجبار ثابت ہے اور یہان گفتگو بالغہ مین ہے اسمین باپ اجنبی کی برابر ہے بدون اوسکی رضا کچھہ نہین کرسکتا وکذا اذا زوجہا الولی عندہا ای بحضرتہا فسکتت صح فی الاصح ان علمت بہ کما مر اور اسیطرح جب نکاح کردیا بالغہ کا ولی نے اوسکے روبرو پھر وہ چپ ہو رہی تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بشرطیکہ شوہر کو اوسنے جانا ہو چنانچہ سابق مین مذکور ہوگیا فالسکوت کالنطق فی سبع وثلثین مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور سکوت نطق کی برابر ہے سینتیس مسئلہ مین جنکا ذکر اشباہ مین ہے کتاب الاشباہ والنظائر مین ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے بارہوین قاعدہ مین کہا کہ سینتیس مسئلہ مین سکوت مانند نطق کی ہے ۱ سکوت باکرہ کا وقت استیذان ولی کے قبل عقد ہو یا بعد ۲ سکوت کرنا اوسکا اپنے قبض مہر کیوقت ۳ سکوت باکرہ کا اپنے بالغ ہونے کیوقت اپنے خیار نفس مین جبکہ باپ دادا کے سوا اور ولی نے اوسکا نکاح کیا ہو ۴ عورت نے نکاح کرنیکی قسم کھائی ہو پھر اوسکے باپ نے اوسکا نکاح کردیا اور وہ چپ ہی تو حانث ہوگی یعنی قسم

ٹوٹ جائیگی ۵ سکوت متصدق علیہ یعنی فقیر کا برابر قبول کے ہے نہ موہوب لہ کا ۶ قبض موہوب لہ اور متصدق علیہ کیوقت سکوت کرنا مالک کا اذن میں اصل سے
۷ سکوت وکیل کا قبول ہے اور رد کرنے سے وکالت رد ہوجاتی ہے ۸ سکوت مقر لہ کا قبول ہے ۹ مفوض الیہ یعنی جسکو کچھہ سپرد کیجیے اوسکا چپ رہنا قبول ہے
اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے ۱۰ موقوف علیہ کا سکوت جبکہ کوئی چیز وقف کیجیے قبول ہے اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے ۱۱ بیع التلجیہ میں بائع یا مشتری نے
کہا کہ میں اس بیع کو صحیح کرتا ہوں اور دوسرا چپ رہا تو یہہ سکوت تصحیح بیع ہوگا ۱۲ قانعین میں تقسیم مال کی وقت مالک قدیم کا سکوت رضامندی سے
۱۳ مبیع کا ... بیچتے دیکھکر مشتری بالخیار کا سکوت کرنا خیار کو ساقط کرتا ہے ۱۴ مشتری کا قبضہ مبیع پر دیکھکر اوس بائع کا سکوت کرنا جبکہ
بیع میں خیار ... ماذون ہو قبضہ کرنیکی ۱۵ بیع معلوم ہونے کیوقت شفیع کا سکوت حق شفعہ کا مبطل ہے ۱۶ غلام کو غیر کا مال خرید فروخت کرتے دیکھکر مولے
کا سکوت اجازت ہے تجارت کی ۱۷ مولے نے قسم کہائی کہ غلام کو تجارت کا اذن نہ دونگا پہر سکوت کیا خرید فروخت کرتے دیکھکر تو حانث ہوگا ۱۸ غلام کا
سکوت اوسنا قیادت بیع اور رہن کیوقت اقرار ہے غلامی کا ۱۹ ایک شخص نے قسم کہائی کہ فلانے شخص کو اپنے گھر نہ اُترنے دونگا پہر اوسکو اپنے گہر میں اُترتے
دیکہا اور سکوت کیا تو حانث ہوگا ۲۰ شوہر کا سکوت کرنا عورت کی ولادت کیوقت یا مبارکبادی دینیکیوقت اقرار ہے ثبوت نسب کا پہر سکوت کے بعد نفی ولد کا
اختیار نہیں ۲۱ مولی کا سکوت نزدیک ولادت ام ولد کے اقرار ہے ولد کا ۲۲ قبل بیع کے مبیع کا عیب سنکر سکوت کرنا رضا بالعیب ہے بشرطیکہ مخبر عادل ہو ۲۳
سکوت باکرہ کا تزویج ولی کے معلوم ہونیکی وقت رضا ہے نکاح کی ۲۴ زوجہ نے یا اور کسی قریب نے زمین بیچی اور اوسوقت شوہر نے سکوت کیا تو یہہ سکوت
اقرار ہے اسکا کہ وہ زمین شوہر کی نہیں اسی پر فتوی ہے مشائخ سمرقند کا بخلاف مشائخ بخارا کے اور اسیطرح زوجہ کا سکوت زوج کی بیع کیوقت اقرار ہے
اپنی عدم ملکیت کا ۲۵ ایک شخص نے دیکہا کہ اوسکا اسباب یا گھر کسی نے بیچا پہر مدت تک مشتری اوسپر تصرف کرتا رہا اور یہہ شخص چپ ہے تو اوسکا سکوت
اوسکو دعویکا مسقط ہے ۲۶ شرکت عنان کے دو شریک میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس لونڈی کو خاص میں اپنے واسطے لیتا ہوں اور دوسرا چپ رہا
تو اسمیں دونوں کی شراکت نہوگی ۲۷ وکیل نے موکل سے کہا کہ فلانی چیز کو میں خاص اپنے واسطے خرید کرتا ہوں اور وہ ساکت رہا تو وہ چیز وکیل ہی کی ہوگی
۲۸ صبی عاقل کو خرید فروخت کرتے دیکھکر اوسکے ولی نے سکوت کیا تو یہہ اذن ہوا ۲۹ غیر کو مشک پہاڑتے دیکہا یہانتک کہ بہہ گیا جو اوسمیں تہا تو یہہ
سکوت رضا ہے ۳۰ قسم کہائی کہ مملوک سے خدمت نلونگا پہر وہ بدون اوسکی امر اور نہی کے خدمت کرنے لگا اور یہہ ساکت ہے تو حانث ہوا یہہ تیس
مسئلے جامع الفصولین وغیرہ میں تہے اور سات اگلے اشباہ کے مصنف نے زیادہ کئے ۳۱ باپ نے بیٹی کے جہیز میں کچھہ اسباب باپکا دیا اور ماں ساکت
ہے تو اسکو پہیر لینا نہیں پہنچتا ۳۲ ماں نے بیٹی کے جہیز میں وہ سامان دیا جسکا رواج ہے اور باپ ساکت تہا تو ماں اوسکی ضامن نہوگی ۳۳ زیور سمیت لونڈی
بیچا بدون شرط کے پہر لونڈی مشتری کو مع زیور حوالہ کی اور وہ اوسکو لیگیا اور بائع ساکت رہا تو یہہ سکوت بمنزلہ التسلیم ہے زیور کا مالک مشتری
ہوگا ۳۴ اوستاد کے آگے شاگرد کا پڑہنا اور استاد کا چپ رہنا تو یہہ سکوت بمنزلہ نطق کے ہے قول اصح میں ۳۵ مدعی علیہ کا ساکت ہونا
انکار ہے اور بعضوں نے کہا کہ انکار نہیں کذا فی قضاء الخلاصہ ۳۶ سکوت راہن کا مرتہن کے قبضہ کرتے وقت مرہون پر ۳۷ قاضی نے شاہد کا حال
مزکی سے پوچہا اور اوسنے سکوت کیا تو اوسکا سکوت تعدیل ہے شاہد کی اور رحمہ اللہ حموی نے اشباہ کے حاشیہ میں زیادہ کئے تو سب اکاون مسئلے
ہوئے جنمیں سکوت برابر نطق کے ہے خوف طوالت اونکا مذکور کرنا ضرور نتہا فَإِنِ اسْتَأْذَنَهَا غَيْرُ الْأَقْرَبِ كَأَجْنَبِيٍّ أَوْ وَلِيٍّ بَعِيدٍ فَلَا عِبْرَةَ
بِسُكُوتِهَا سوا اگر اذن چاہا باکرہ بالغہ سے غیر ولی اقرب نے جیسے اجنبی یا ولی بعید نے اقرب ولی کے ہوتے تو اوسکے سکوت کا اوسوقت میں کچھہ اعتبار
نہیں بَلْ لَا بُدَّ مِنَ الْقَوْلِ كَالثَّيِّبِ الْبَالِغَةِ بلکہ اوسوقت میں بولنا ضرور ہے مثل ثیب بالغہ کے ثیب اوس عورت کو کہتے ہیں جسکا ایکبار نکاح
ہوا اور صحبت بہی ہوئی پہر شوہر کی موت سے یا طلاق وغیرہ سے جدائی ہوئی لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا إِلَّا فِي السُّكُوتِ نہیں فرق دونوں میں مگر سکوت میں
یعنی باکرہ بالغہ اور ثیبہ بالغہ میں سوای سکوت اور کچھہ فرق نہیں مثلا باپ نے اذن نکاح کا چاہا تو اسوقت میں باکرہ بالغہ کا سکوت دلیل ہے رضا
کی اور ثیبہ کا سکوت کافی نہیں بدون رضای قولی کے لِأَنَّ رِضَاهُمَا يَكُونُ بِالدَّلَالَةِ كَمَا ذَكَرَهُ بِقَوْلِهِ أَوْ مَا هُوَ فِي مَعْنَاهُ مِنْ فِعْلٍ يَدُلُّ عَلَى

الرضا کطلب مہرہا ونفقتہا وتمکینہا من الوطی ودخولہ بہا برضاہا ظہیریۃ اسواسطے کہ دونوں کی رضا دلالت حال سے بھی معلوم ہوتی ہے چنانچہ مصنف نے
اپنے اس قول میں بیان کیا یعنی ضرور ہے رضامی قولی یا جو قول کی مانند ہے یعنی وہ فعل جو رضا پر دلالت کرے جیسے اپنا مہر مانگنا اور نفقہ مانگنا اور وطی کی
قدرت دینا اور اپنی خوشی سے شوہر سے خلوت کرنا کذا فی الظہیریۃ مراد دخول سے خلوت ہے نہ وطی اسواسطے کہ وطی کا ذکر اول ہو چکا وقبول التہنئۃ والضحک
سرورا ونحو ذلک بخلاف خدمتہ اوقبول ہدیتہ اور مبارکبادی کو قبول کرنا اور خوشی سے ہنسنا اور مانند ان افعال کے رضامندی پر دلیل ہیں
جیسے اپنا اسباب شوہر کے گھر اوٹھوا لیجانا بخلاف خدمت کرنے شوہر کے اور قبول کرنے اوسکی تحفہ کے کہ یہ رضامندی کی دلیل نہیں الثیب بکارتہا
بوثبۃ ای نطۃ او درور حیض اوحصول جراحۃ اوتعنیس ای کبر بکر حقیقۃ کتفریق بجب او عنۃ او طلاق او موت بعد خلوۃ قبل وطی جس
عورت کی بکارت زائل ہوئی یعنی شرمگاہ کا پردہ پھٹ گیا اوچھلنے کودنے سے یا حیض جاری ہونے سے یا وہاں زخم لگنے سے یا زیادہ عمر ہونے سے تو وہ عورت حقیقی
باکرہ ہے کہ مطلق مرد سے خبر نہیں مانند اوس عورت کی جسکی تفریق واقع ہوئی شوہر کے مقطوع الذکر ہونے سے یا اوسکے نامرد ہونے سے یا طلاق دینے یا مرنے شوہر
سے بعد خلوت قبل وطی کے او زنا وہذہ فقط بکر حکما ان لم یتکرر ولم تحد بہ یا بکارت زائل ہوئی ہو زنا سے اور یہی عورت فقط حکمی باکرہ ہے یعنی
بمنزلہ باکرہ کے ہے بشرطیکہ تکرار زنا کی نہوئی ہو اور زنا کی حد بھی اوسپر قائم ہوئی ہو خلاصہ یہ کہ باکرہ حقیقی اور حکمی کا سکوت وقت استیذان ولی کے
بجائے نطق کے ہے بولنا اوسکا شرط نہیں والا فثیب کموطوءۃ بشبہۃ او نکاح فاسد اور اگر چند بار زنا ہوا یا اوسپر زنا کی حد ماری گئی تو وہ باکرہ
نہیں ثیب ہے مانند اوس عورت کے جسکی صحبت شبہہ سے ہوئی یا نکاح فاسد سے قال الزوج للبکر البالغۃ بلغک النکاح فسکت وقالت بل رددت
النکاح ولا بینۃ لہما علی ذلک ولو یکن دخل بہا طوعا فی الاصح فالقول قولہا بیمینہا علی المفتی بہ کہا زوج نے باکرہ بالغہ سے کہ تجھکو
خبر پہونچی نکاح کی تو ساکت رہی اور اوسنے کہا بلکہ میں نے نکاح کو رد کیا اور حالانکہ دونوں کے گواہ نہیں اپنے اس دعوی پر اور دخول بھی رضامندی
سے نہوا قول اصح میں تو لائق اعتبار کے عورت کا قول ہوگا اوسکی قسم کھانیکے ساتھ بنا بر قول مفتی بہ کے یعنی اگر عورت قسم کھائیگی تو نکاح نہ ثابت
ہوگا وتقبل بینتہ علی سکوتہا لانہ وجودی بضم الشفتین اور مقبول ہونگے زوج کے گواہ زوجہ کے سکوت پر اسواسطے کہ سکوت امر
وجودی ہے بسبب ملانے دونوں لبوں کے یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ سکوت عبارت ہے عدم کلام سے پھر زوج کے گواہ نفی پر کیونکر مقبول ہونگے شارح نے
جواب دیا کہ سکوت دو لبوں کے ملانے سے ہوتا ہے تو وجودی ہوا نہ کہ عدمی ولو برہنا فبینتہا اولی الا ان یبرہن علی رضاہا او اجازتہا اور اگر
دونوں گواہ لائیں تو عورت کے گواہ اولی ہیں لیکن اگر شوہر گواہ لایا عورتکی رضامندی پر یا اوسکی اجازت پر تو شوہر کے گواہ اولی ہونگے کما لو زوجہا
ابوہا مثلا فادعی عدم بلوغہا فقالت انا بالغۃ والنکاح لم یصح وہی مراہقۃ وقال الاب او الزوج بل ہی صغیرۃ فان القول لہا
ان ثبت ان سنہا تسع چنانچہ اگر نکاح کر دیا عورت کا مثلا اوسکے باپ نے نابالغہ جانکر سو عورت نے کہا کہ میں تو بالغہ ہوں اور نکاح صحیح نہیں اور حالانکہ
وہ قریب البلوغ ہے اور کہا باپ نے یا زوج نے بلکہ یہہ صغیرہ ہے تو اس صورت میں بھی معتبر قول عورت ہی کا قول ہوگا اگر یہہ ثابت ہو کہ عورتکی عمر نو
برسکی ہے وکذا لو ادعی المراہق بلوغہ اور اسیطرح اگر دعوی کیا صبی قریب البلوغ نے اپنی بلوغ کا یعنی باپ نے اپنی بیٹی کی کوئی چیز بیچی
بیٹا بولا کہ میں بالغ ہوں بدون میری مرضی بیع صحیح نہیں اور باپ یا مشتری نے کہا بلکہ وہ نابالغ ہے تو قول بیٹے کا معتبر ہوگا ولو برہنا فبینۃ
البلوغ اولی اور اگر باپ بیٹے دونوں نے گواہ گذرانے تو گواہ بلوغ کے اولی ہونگے علی الاصح قول صغیرہ یا صغیر کا معتبر ہے بنا بر مذہب اصح
کے اور غیر اصح میں قول باپ کا معتبر ہے بخلاف قول الصغیرۃ رددت حین بلغت وکذبہا الزوج فالقول لہ لانکارہ زوال ملکہ
بخلاف اس قول صغیرہ کے کہ میں نے نکاح رد کیا جب میں بالغ ہوئی اور زوج اوسکی تکذیب کرتا ہو تو یہاں معتبر قول زوج کا قول ہوگا اسواسطے کہ
زوج اپنی زوال ملک کا منکر ہے اور صغیرہ مدعی ہے ظاہر ہیں اور حالانکہ لائق اعتبار کے منکر کا قول ہوتا ہے نہ مدعی کا ولو اختلفا بعد زمان
البلوغ ولو حالۃ البلوغ فالقول لہا شرح وہبانیہ فلیحفظ لائق اعتبار کے قول زوج کا ہے اگر صغیرہ اور زوج میں اختلاف ہوا بعد

زمانِ بلوغ کے اور اگر وقت بلوغ کے اختلاف ہوا تو قول صغیرہ کا معتبر ہوگا کذا فی شرح الوہبانیۃ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وللولی انکاح الصغیر و
الصغیرة جبرا ولو ثیبا کمعتوہ و مجنون شہرا اور واسطے ولی کے جیسا بیان آگے آویگا اختیار ہے صغیر اور صغیرہ کے نکاح کر دینے کا زبردستی
اگرچہ صغیرہ ثیبہ ہو اور مانند احمق بدتدبیر اور مجنون کے جسکا جنون ہمیشہ برابر رہتا ہو ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرہا وزیادة مہرہ
او زوجہا بغیر کفوٴ ان کان الولی المزوج بنفسہ بغبن ابا او جدا وکذا المولی وابن المجنونة اور لازم ہوگا نکاح یعنی صغیر اور صغیرہ کو
فسخ کا اختیار بعد بلوغ کے اگرچہ نکاح نقصان صریح سے ہوا ہو اسطرح کہ صغیرہ کا مہر کم کر دیا ہو اور صغیر کا زیادہ یا اگرچہ صغیرہ کا نکاح غیر کفو
سے کر دیا ہو اگر وہ ولی جسنے نکاح بذات خود صریح نقصان سے کیا ہو باپ ہو یا دادا اور اسیطرح مولی ہو جسنے صغیر اور صغیرہ غلام لونڈی کا نکاح کرکے
آزاد کیا اور اسیطرح مجنونہ کا بیٹا ولم یعرف منہما سوء الاختیار مجانة وفسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا ایسے باپ دادا کا نکاح
کر دینا لازم ہے جنکی بدتدبیری از راہ بیباکی اور فسق کے معروف نہیں اور اگر انکی بدتدبیری معروف ہو تو نکاح صحیح نہیں باتفاق امام و صاحبین کے و
کذا لو کان سکران فزوجہا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفة دنیئة لظہور سوء اختیارہ فلا تعارضہ شفقتہ المظنونة
اور اسیطرح بالاتفاق نکاح صحیح نہیں اگر باپ یا دادا مست ہو پھر صغیرہ کا نکاح کر دے فاسق سے یا شریر سے یا محتاج سے جو مہر اور نفقہ دینے پر قادر نہیں
یا ذلیل کسب والے سے جیسے خاکروب اور موچی اور جلاہا تو نکاح صحیح نہ ہوگا بسبب ظاہر ہو جانے انکی بدتدبیری کے سو ولی کی شفقت مظنون معارض نہ ہوگی
اسکی بدتدبیری کی یعنی ان صورتوں میں ولی کی موافقت کھل گئی گمان شفقت زائل ہو گیا وان کان المزوج غیرہما ای غیر الاب وابیہ ولو الام
او القاضی او وکیل الاب لکن فی النہر بحثا انہ لو عین لوکیلہ القدر صح لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا اگر نکاح
کر دینے والا باپ دادا کے سوا ہو اگرچہ ماں ہو یا قاضی یا باپ کا وکیل لیکن نہر الفائق میں بحث کرکے کہا کہ اگر باپ نے اپنے وکیل سے مہر کی مقدار معین
کر دی تو نکاح صحیح ہوگا تزویج غیر اب اور جد سے نکاح صحیح نہیں غیر کفو سے یا صریح نقصان سے ہرگز وما فی صدر الشریعة صح ولہما فسخہ وہم
اور جو کہ کتاب صدر الشریعت میں ہے کہ غیر اب وجد کا غیر کفو یا نقصان صریح سے نکاح کر دینا صحیح ہے اور صغیر اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار
ہے سو یہ قول خطا ہے ہرگز یہ نکاح صحیح نہیں کذا فی فتح القدیر وغایة البیان وان کان من کفو وبمہر المثل صح ولکن لہما ای لصغیر وصغیرة
وملحق بہما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقة اور اگر تزویج غیر اب وجد کی کفو سے ہو اور ساتھ
مہر مثل کے تو نکاح صحیح ہے ولیکن ان دونوں کو یعنی صغیر اور صغیرہ اور انکے ملحق کو یعنی احمق اور مجنون کو اختیار ہے نکاح فسخ کر دینے کا اگرچہ بعد دخول
کے ہو فسخ کا اختیار ہے بالغ ہونیکے وقت یا بعد بالغ ہونیکے نکاح معلوم ہونیکے وقت یعنی اگر اول سے نکاح کا علم تھا تو بلوغ کیوقت اختیار ہے اور اگر نکاح اول
معلوم نہ تھا تو بعد بلوغ کے جبھی معلوم ہو سکے تب اختیار ہے بسبب کم مہری ولی کے یعنی باپ دادا کی برابر اور اولیا کو مہربانی نہیں ہوتی تو اسواسطے صغیر
اور صغیرہ کو وقت بلوغ کے اختیار دیا جاتا ہے نکاح رکھیں چاہیں توڑ دیں ولکن یغنیہ عنہ خیار العتق اور اختیار آزادی کا اختیار بلوغ سے بے پروا ہ
کرتا ہے مثلا صغیرہ لونڈی کا مالک نے نکاح کر دیا پھر اسکو قبل بلوغ آزاد کیا تو بلوغ کیوقت اسمیں دو اختیار جمع ہوئے خیار بلوغ اور خیار عتق سو
ایسی صورتیں کون سے فسخ کا اختیار ہوگا خیار بلوغ سے یا خیار عتق سے شارح نے جواب دیا کہ ہوگا خیار عتق سے کہ خیار بلوغ کی کچھ حاجت نہیں
بسبب قوی ہونے خیار عتق کے اسواسطے کہ خیار عتق بسبب سکوت اور قیام مجلس کے باطل نہیں ہوتا بخلاف خیار بلوغ کے اور حق یہ ہے کہ اس صورت میں
خیار بلوغ مطلق نہیں اسواسطے کہ تزویج مولی کی برابر تزویج اب اور جد کے ہے اور حالانکہ وہاں بلوغ کیوقت پر فسخ کا اختیار نہیں کذا فی حاشیة
ولو بلغت وہو صغیر فرق بینہما بحضرة ابیہ او وصیہ بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المہر اور اگر بالغ ہوئی
زوجہ اور زوج صغیر ہے اور زوجہ نے نکاح توڑنا چاہا تو تفریق کروائی جاویگی دونو صغیر کے باپ کے روبرو یا اسکے وصی کے روبرو بشرط حکم
قاضی کے واسطے فسخ کے تو دونو باہم وارث ہونگے ایک دوسرے کے نکاح میں اور لازم ہوگا تمام مہر یعنی وقت بلوغ صغیرہ کے قاضی نے نکاح فسخ

کیا ہیاتنک کہ دونوین سے کوئی مرگیا تو بسبب نکاح باقی رہنے کے ایک دوسرکا وارث ہوگا اور تمام مہر لازم آویگا اسواسطیکہ موت بمنزلہ دخول کے ہے مہر پورا کرینگے فالفرقة ان من قبلہا ففسخ لا ینقص عدد الطلاق پہر جدائی اگر عورت کے جانب سے ہو تو فسخ ہی نکاح کا کم نہین کرتا طلاق کے عدد کو یعنی اگر عورت سے بعد فسخ کے بخوشی اوسکو نکاح کیا تو زوج پوری تین طلاق کا مالک ہوگا یہان وہ فرقت مراد ہی جو غیر ہے خیار بلوغ کی کہ وہ تو محض فسخ ہے طلاق کا اوسمین احتمال نہین ولا یلحقہا طلاق الا فی الردة اور نہین لاحق ہوتی طلاق اوس عورت کو جو فسخ کی گئی ہے مگر مرتد ہو تو البتہ طلاق لاحق ہوتی ہے یعنی ارتداد عورت کا اگرچہ فسخ ہی لیکن مرتدہ کی عدت مین طلاق پڑسکتی ہے وان من قبلہ فطلاق الخ اور فرقت جانب زوج سے ہو تو طلاق ہے فرقت زوج سی مراد وہ فرقت ہی جو عورت کی طرف سی نہوسکے تو تقبیل اور اسلام اور ارتداد اور خیار بلوغ وغیرہ کی فرقت نکل گئی اسواسطیکہ اس قسم کی فرقت طلاق نہین بلکہ فسخ ہی کیونکہ عورت اور مرد دونو کی طرف سے فرقت ہوتی ہی فقط مرد ہی کو خاص نہین الا بملک او ردة او خیار عتق مرد کی طرف کی فرقت طلاق ہی لیکن ملک یا ارتداد یا خیار عتق مین طلاق نہین ملک کی صورت یہہ کہ اگر مرد نے لونڈی سے نکاح کیا پہر اوسکو مول لیا تو نکاح فسخ ہوگیا تو جدائی مرد کیطرف سی ہوئی اور طلاق نہوئی بلکہ فسخ ہوا اور ارتداد زوج بھی فسخ ہی طلاق نہین اور ذکر خیار عتق مین شارح سے سہو ہوا اسواسطے کہ غلام کو خیار عتق نہین ہوتا چنانچہ اسکی تصریح باب نکاح الرقیق مین آویگی ولیس لنا فرقة منہ ولا مہر علیہ الا اذا اختار نفسہ بخیار عتق اور نہین ہے ہم حنفیون کے نزدیک کوئی جدائی زوج کیطرف سی جسمین زوج پر مہر نہو مگر جبکہ اختیار کرے اپنی ذات کو خیار عتق سے شارح کو لازم تہا کہ بجای خیار عتق کے خیار بلوغ کہتا چنانچہ ابھی اسکا ذکر ہوچکا یعنی زوج کیطرف کی سب جدائیو نمین زوج پر مہر دینا واجب ہی سوای خیار بلوغ کے کہ اوسمین مہر ساقط ہی کذا فی حاشیة المدنی والطحطاوی وشرط الکل القضاء الا ثمانیة اور مشروط ہے سب جدائیون کیواسطے حکم قاضی کا مگر آٹھہ جدائیو نمین قاضی کا حکم شرط نہین ونظمہ فی النہر فقال اور نظم کیا ہی اسکو نہر الفائق مین سویون کہا اوسکے مصنف نے فرق النکاح اتتک جمعا نافعا ٭ فسخ طلاق وہذا الذی حکیا جدائیان نکاح کی آئین تیرے پاس مجموعہ نافع ہوکر اور وہ دو جنس ہین منحصر مین فسخ یا طلاق اور یہہ نظم جو نفاست مین موتی کی مانند ہی انکو بیان کرتی ہے ٭ تباین الدار مع نقصان مہر کذا ٭ فساد عقد وفقد الکفو قد عنیا اول فرقت تباین دار دوسری فرقت کمی مہر کے ساتھہ نکاح کے اسیطرح تیسری فرقت فساد عقد اور چوتھی فرقت فقدان کفو کا عورت کو خبر موت کی سنانا ہی تباین دار مثلا عورت دار الحرب چھوڑ کر دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر تو اپنے شوہر سے جدا ہوگئی اگر حاملہ نہو تو فی الفور اوسکا نکاح درست ہو دوسری فرقت نقصان مہر سے یعنی عورت نے اپنا نکاح مہر مثل سے کم کر لیا تو ولی دونوین تفریق کرا دیگا اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو کچھہ مہر نپاویگی اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو مہر مسمی پاویگی تیسری فرقت فساد عقد کی جیسے لونڈی سے نکاح حرہ پر چوتھی فرقت فقدان کفو کی یعنی جب عورت نے نکاح غیر کفو سے کرلیا تو اولیا کو فسخ کرا دینے کا حق ہے تقبیل سبی واسلام المحارب ٭ ارضاع ضرتہا قد عد ثامنہا پانچوین فرقت تقبیل کی چھٹی فرقت سبی کی ساتوین فرقت اسلام حربی کی آٹھوین فرقت سوت کے دودھہ پلانیکی اسلام اور ارضاع بھی انہین مین معدود ہین تقبیل کی فرقت یعنی بوسہ لینے سے نکاح ٹوٹنا مراد تقبیل سے جو عمل کہ حرمت مصاہرت کا باعث ہو مثلا عورت نے شوہر کے بیٹے کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر نے زوجہ کی بیٹی کا مساس کیا تو نکاح فسخ ہوگیا سبی کی فرقت یعنی عورت کا قید ہوکر دار الاسلام مین آنا ناظم سے یہان سہو ہوا اسواسطے کہ باب نکاح الکافر مین معلوم ہوگا کہ عورت تباین دارین سے جدا ہوتی ہی سبی سے جدا نہین ہوتی اور اگر سبی مع تباین دار مراد لیجئے تو فقط تباین دار فرقت مین کافی ہے سبی کی کچھہ حاجت نہین کذا فی حاشیة المدنی اسلام حربی کی فرقت یعنی شوہر حربی مسلمان ہوا اور عورت کے تین حیض ہوچکے یا تین مہینے گذر گئے تو یہہ جدائی فسخ ہے ارضاع کی فرقت یعنی جوان عورت نے اپنی صغیرہ سوت کو دودھ پلایا جسکی عمر دو برس سے کم تھی تو دونو کا نکاح فسخ ہوگیا ٭ خیار عتق بلوغ ردة وکذا ٭ ملک لبعض وذاک الفسخ منحصرا نوین

فرقت خیار عتق کی دسوین فرقت خیار بلوغ کی گیارہوین فرقت ارتداد کی بارہوین فرقت ملک بعض کی ان سب جدائیونکو فسخ کہتا ہے یعنی یہہ سب جدائیان
جو مذکور ہوئین فسخ ہین طلاق نہین خیار عتق کی فرقت فقط عورت کی طرف سے ہوتی ہو نہ مرد کیطرف سے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا بخلاف اگلی جدائیون
کے کہ وہ دونو طرف سے ہوتی ہین ملک بعض کی فرقت یعنی زوج زوجہ کا مالک ہوا یا زوجہ زوج کی مالک ہوئی کل ملکیت ہو یا بعض نکاح نہ رہیگا ناظم
نے ملک بعض کو بیان کیا کہ جب ملک بعض سے فرقت ہوئی تو ملک کل سے بطریق اولی ہوگی ٥ اَمَّا الطَّلَاقُ فَجَبٌّ وَعُنَّةٌ وَكَذَا
ایلاء و لعان ذٰلِكَ مَثَانِيهَا اور جو جدائیان کہ طلاق ہین وہ چار ہین مجبوب ہونا اور عنین ہونا اور ایلاء اور لعان یہہ حکم مین ماقبل کا تابع
مجبوب ہونیکی جدائی یعنی عورت نے مرد کو مقطوع الذکر والخصیتین پایا اور اسیطرح عنین یعنی نامرد پانیکی جدائی اور ایلا کی فرقت یعنی مرد نے چار
مہینہ صحبت کرنیکی قسم کہائی اور چار مہینے بدون جماع گذر گئے لعان کی جدائی یعنی مرد نے عورت کو بدکاری کی نسبت کی بدون گواہون کے
پہر کاذب پر لعنت کرکے دونون جدا ہوگئے یہہ سولہ قسم کی جدائیان مذکور ہوئین اونمین سے بارہ جدائیان فسخ ہین اور چار جدائیان طلاق ٥
قَضَاءُ الْقَاضِي اِنْ شَرْطُ الْجَمِيعِ خَلَا عِتْقٍ وَمِلْكٍ وَاِسْلَامٍ اَتَى فِيهَا حکم قاضی کا سب ان جدائیونمین شرط ہو سوا خیار عتق اور ملک اور
اسلام کہ اونمین پہلی چیز ہو ٥ تقبیل سببی کے مَعَ الْاِيلَاءِ يَا اَمَلُ وَتَبَايُنٌ ثُمَّ فَسَادُ الْعَقْدِ يَكْنِيهَا اور تقبیل اور سببی ساتھ ایلاء کے اے
نیکی امیدگاہ اور تباین دار ساتھ فساد عقد کے یہہ فساد عقد عورت کو اوسکے مرتبہ سے اوتارتا ہے یعنی کوئی فرقت بدون حکم قاضی کے تمام
نہین ہوتی زوجین کو قاضی کے پاس رجوع کرنا ضرور ہے لیکن ان آٹھ جدائیونمین قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہین ١ فرقت خیار عتق کی ٢ ملک
کی ٣ فرقت اسلام حربی کی ٤ فرقت تقبیل وغیرہ کی ٥ فرقت سببی کی ٦ فرقت ایلا کی ٧ فرقت تباین دارین کی ٨ فرقت فساد
عقد کی وَيَبْطُلُ خِيَارُ الْبِكْرِ بِالسُّكُوتِ لَوْ مُخْتَارَةً عَالِمَةً بِاَصْلِ النِّكَاحِ اور باطل ہوتا ہو اختیار باکرہ کا بشرطیکہ مختار ہو سکوت مین معذور نہو
اور اصل نکاح کا علم رکھتی ہو تو اگر چھینک اور کھانسی آنے سے یا کسیکے منہ بند کر لینے سے بول نسکے تو یہہ سکوت عذر ہی سے باطل خیار کا نہین اور
علم نکاح کا اسوجہسے شرط ہے کہ بدون دانست کے تصرف ممکن نہین لیکن ثبوت اختیار کا علم شرط نہین وَلَوْ سَاَلَتْ عَنْ قَدْرِ الْمَهْرِ قَبْلَ الْخَلْوَةِ
اَوْ عَنِ الزَّوْجِ اَوْ سَلَّمَتْ عَلَى الشُّهُودِ لَمْ يَبْطُلْ خِيَارُهَا هُوَ عِبَا اور اگر باکرہ نے مقدار مہر کی بہی قبل خلوت کے یا زوج کا حال پوچہا یا سلام
کیا شاہدون کو تو ایسی کلام سے اوسکا اختیار باطل نہین ہوتا چنانچہ یہہ روایت نہر الفائق مین ہے بحث کے ساتھ وَلَا يَمْتَدُّ اِلَى اٰخِرِ الْمَجْلِسِ
لِاَنَّهُ كَالشُّفْعَةِ اور خیار بلوغ کا امتداد نہین ہوتا آخر مجلس تک اسوجہسے کہ خیار بلوغ کا مانند حق شفعہ کے ہے یعنی جس مجلس مین عورت کو بلوغ
ہوا یا علم نکاح کا ہوا تو فورا اظہار کرے اگر سکوت کریگی تو سماعت نہوگی جیسے حق شفعہ کا بعد علم بیع کے سکوت سے باطل ہوجاتا ہے وَلَوْ حَاضَتْ
فَتَقُولُ اَطْلُبُ الْحَقَّيْنِ ثُمَّ تَبْدَاُ بِخِيَارِ الْبُلُوغِ لِاَنَّهُ دِينِيٌّ وَتُشْهِدُ قَائِلَةً بَلَغْتُ الْاٰنَ ضَرُورَةَ اِحْيَاءِ الْحَقِّ اور اگر حق شفعہ خیار
بلوغ کے ساتھ جمع ہوا تو کہے مین دو حق طلب کرتی ہون پہر بیان مین ابتدا خیار بلوغ سے کرے اسواسطے کہ یہہ دینی امر ہے اور گواہ کرے اپنی بلوغ پر
یون کہتی ہوئی کہ مین اب بالغ ہوئی یہہ کہنا احیاء حق کی ضرورت کے سبب سے ہے بحر الرائق مین کہا کہ جب سے خون حیض دیکہے طلب کرے پہر اگر رات کو
دیکہے تو زبان سے یون طلب کرے کہ مین نے نکاح فسخ کیا اور صبح کو گواہ کرے اور کہے کہ مین نے خون اب دیکہا اسواسطے کہ حیض ہر دم اندک اندک
جاری رہتا ہے صبح کو یہہ کہنا کہ مین نے اب دیکہا کذب نہین علاوہ اسکے بضرورت احیاء حق اسمین کذب بہی روا ہے چنانچہ امام محمد سے مروی ہے
كَمَا فِي حَاشِيَةِ الدُّرَرِ وَاِنْ جَهِلَتْ بِهِ لِتَفَرُّغِهَا لِلْعِلْمِ بِخِلَافِ خِيَارِ الْمُعْتَقَةِ فَاِنَّهُ يَمْتَدُّ لِشَغْلِهَا بِالْمَوْلَى یعنی سکوت سے خیار بلوغ
کا باطل ہوجاتا ہے اگرچہ حرہ باکرہ حق خیار سے جاہل ہو بسبب فارغ رہنے حرہ کے احکام شرعی کے دریافت کیواسطے بخلاف آزاد عورت کی خیار کے کہ
وہ سکوت سے ممتد ہو دریافت ہونے تک بسبب مصروف رہنے لونڈی کے خدمت مولی مین یعنی دار الاسلام مین حرہ کا جہل عذر نہین اسواسطے کہ وہ
اپنی جان کی مالک تہی کیون نہ اوسنے احکام شرعیہ کو سیکہا اور لونڈیکا جہل عذر ہے اسواسطے کہ اوسکو مالک کی خدمت سے فراغت نتہی کہ احکام

شرعیہ کو سیکھتی وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالۃ علیہ کقبلۃ ولمس ودفع مہر اور خیار صغیر
اور ثیب کا جبکہ وہ بالغ ہوں باطل نہیں ہوتا سکوت سے بدون صریح رضامندی کے یا جو فعل کہ رضامندی پر دلالت کرے جیسے بوسہ لینا اور مساس کرنا
اور مہر کا دینا یعنی لڑکا نابالغ تھا اور ثیب بھی صغیر تھی اونکا نکاح غیر اب وجد نے کر دیا تو اونکا خیار مجرد بالغ ہونے کے باطل نہیں ہوتا ولا یبطل
بقیامہما عن المجلس لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضا اور اختیار باطل نہیں ہوتا دونوں کے کھڑے ہو جانے سے مجلس میں سے اسواسطے کہ
اونکے اختیار کا وقت تمام عمر ہے سو باقی رہیگا اختیار جبتک رضامندی پائی جاوے ولو ادعت التمکین کرہا صدقت العشر اگر شوہر نے بعد بالغ
ہونے ثیب کے جماع کیا اور عورت نے دعویٰ کیا کہ وہ راضی نہ تھی جماع پر زبردستی سے تھا تو عورت کی تصدیق کیجاویگی اسواسطے کہ ظاہر حال اوسکا صدق ہے
ومفادہ ان القول لمدعی الاکراہ ولو فی حبس الولد فلیحفظ اور حاصل کلام سابق کا یہ ہے کہ جو دعویٰ کرے زبردستی کا اوسکا قول لائق
اعتبار کے ہے اگرچہ مدعی حاکم کی قید میں ہو سو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ ولی نکاح میں نہ مال میں وہ ہے
جو عصبہ ہو بذات خود یہہ تعریف ہے نکاح کے ولی کی مال کے ولی کی تعریف آگے آویگی عصبہ بنفسہ کی قید سے عصبہ مع غیرہ نکل گیا جیسے بنت ابن کے ساتھ
عصبہ ہوتی ہے وہو من یتصل بالمیت حتی المعتقۃ بلا توسط انثی بیان لما قبلہ اور عصبہ بنفسہ وہ ہے جو لگاؤ رکھے میت سے حتی کہ آزاد عورت
بدون واسطہ عورت کے کہا شارح نے کہ بلا توسط انثی بیان ہے ما قبل کا یعنی عصبہ بنفسہ کا مثلاً باپ اور بیٹا اور مولیٰ عصبہ بنفسہ ہیں کہ باپ کا اتصال
بیٹی سے اور بیٹی کا اتصال باپ سے اور مولیٰ کا اتصال آزاد عورت سے ہے بواسطہ عورت کے نہیں شارح کو مناسب تھا کہ تعریف عصبہ بنفسہ میں میت کا لفظ
نہ کہتا اسواسطے کہ نکاح میں میت سے کیا علاقہ ہے بلکہ لائق تھا کہ یوں تعریف کرتا کہ عصبہ بنفسہ وہ ہے جو غیر مکلف سے بلا واسطہ عورت کے اتصال رکھے کذا
فی حاشیۃ المدنی علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیہا لانہ یحجبہ حجب نقصان ولایت نکاح کی اوپر ترتیب وراثت
اور حجب کے ہے تو مقدم ہوگا مجنونہ کا بیٹا مجنونہ کے باپ پر اسواسطے کہ بیٹا حاجب ہوتا ہے باپ کا حجب نقصان کر اگر بیٹا نہوتا تو باپ سب مال پاتا اور
بیٹے کے ہونے سے کل نہ پاویگا چھٹا حصہ پاویگا تو بیٹے کے سبب حجب نقصان ہوا اسواسطے ولایت بیٹے کی باپ پر مقدم ہوئی بشرط حریۃ وتکلیف
واسلام فی حق مسلمۃ تریدہ التزوج وولد مسلم لعدم الولایۃ عصبہ بنفسہ ولی ہے بشرط حر ہونے اور مکلف ہونے اور مسلمان ہونے کے
عورت مسلمان کے حق میں کہ ارادہ نکاح کا رکھتی ہے اور اسلام شرط ہے ولد مسلم کے حق میں اسواسطے کہ کافر کی ولایت مسلمان پر نہیں اور عبد اور صغیر کو
تو مطلق ولایت نہیں، وکذا لا ولایۃ فی نکاح ولا مال لمسلم علی کافرۃ الا بالسبب العام بان یکون المسلم سیدا امۃ کافرۃ او سلطانا
او نائبہ او شاہدا یعنی جیسے کافر کو مسلم پر ولایت نہیں ویسی ہی مسلم کو نکاح اور مال میں کافرہ پر ولایت نہیں مگر عام سبب سے البتہ ولایت ہے سبب
عام یہہ کہ مسلم مالک ہو کافر لونڈی کا یا بادشاہ ہو یا اوسکا نائب ہو جیسے قاضی یا شاہد ہو ولکافر ولایۃ علی کافر مثلہ اتفاقا اور کافر کو ولایت
ہے اپنے سے کافر پر بالاتفاق اصل کفر میں مماثلت چاہیے گو ملت ہر ایک کی جدا ہو تو نصرانی کو یہودی کی بیٹی پر ولایت ہے فان لم یکن عصبۃ
فالولایۃ للام ثم لام الاب فی القنیۃ عکسہ ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت
البنت وہکذا الجد الفاسد سو اگر عورت کا کوئی عصبہ نہو تو ولایت نکاح کی ماں کو ہے پھر دادی کو اور قنیہ میں اسکے برعکس ہے یعنی اول دادی
پھر ماں پھر دادی کے بعد ولایت ہے بیٹی کو مجنون اور مجنونہ کی پھر پوتی کو پھر نواسی کو پھر پرپوتی کو پھر پرنواسی کو اسیطرح آخر فروع تک پھر ولایت نانا
کو ثم للاخت لاب وام ثم للاخت لاب ثم لولد الام الذکر والانثی سواء ثم لاولادہم پھر نانا کے بعد ولایت ہے سگی بہن کو پھر
سوتیلی بہن کو پھر مادری اولاد کو اونمیں مرد عورت برابر ہیں پھر مادری اولاد کی اولاد کو ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات
ثم بنات الاعمام وبہذا الترتیب اولادہم شمنی پھر ولایت ہے بقیہ ذوی الارحام کو یعنی پھوپھیوں کو پھر ماموؤں کو پھر خالاؤں کو پھر چچا کے بیٹوں
کو اور اسی ترتیب سے اونکی اولاد کو ولایت ہے یعنی پھوپھیوں کی اولاد کو پھر ماموؤں کی اولاد کو وعلی ہذا القیاس کذا فی الشمنی ثم مولی الموالاۃ

پہ ولایت ہے موسلے موالات کو موسلے موالات اوسکو کہتے ہین کہ جسکے ہاتھہ پر کوئی کافر مسلمان ہوا ... [illegible]
تہا اور وہ مرگیا اور اوسکی بیٹی صغیرہ ہے سو اوسکے نکاح کی ولایت زید کو ہوگی
ان فوض له ذلك والا کا پہر ولایت بادشاہ کو پہر قاضی کو جسکی سند قضا مین تصریح کردی گئی ہے نکاح صغار کی ولایت پہر قاضی کے نائبون کو
اگر قاضی کو [illegible] انکا حکم ہوا ہو بادشاہ کیطرف سے اور اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم نہو تو قاضی کے نائبون کو تزویج صغار کی درست نہین
ولا یلی للوصی من حیث ہو وصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیه الاب بذلك علی المذهب اور جائز نہین وصی کو وصی
ہونیکی راہ سے یہہ کہ نکاح کرے یتیم کا اسیطرح اگرچہ اوسکو باپ نے نکاح کردینے کی وصیت کی ہو بنا بر قوی مذہب کے نعم لو کان قریبا او حاکما
یملکه بالولایة کما لا یخفی ان اگر وصی قرابت دار یا حاکم ہو تو مالک ہوگا تزویج کا بسبب ولایت کے نہ بسبب وصی ہونیکے چنانچہ یہہ مخفی نہین فروع
مسائل لمحدث شارح کے لیکن للقاضی تزویجها الصغیرة من نفسه ولا ممن لا تقبل شهادته له کما فی معین الحکام جائز نہین قاضی کو
تزویج صغیرہ کی اپنی ذات سے نہ اوس سے کہ جسکی گواہی اوسکے حقمین مقبول نہین جیسے باپ اور بیٹا کما فی معین الحکام واقره المصنف وبه علم ان فعله
حکم وانه عری عن التهمة اور ثابت رکہا ہے مسئلہ سابقہ کو مصنف نے اپنی شرح مین اور اوس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فعل بہی حکم ہے اگرچہ
خالی ہے وہ تہمت سے صغیرة زوجت نفسها ولا ولی ولا حاکم ثمه توقف ونفذ باجازتها بعد بلوغها لان له مجیزا وهو السلطان
صغیرہ نے نکاح کیا اپنا اور وہان کوئی ولی اور حاکم یعنی قاضی وغیرہ نہین تو یہہ نکاح موقوف رہیگا اور نافذ ہوگا بسبب اجازت صغیرہ کے بعد بالغ ہونے
کے یہہ نکاح باطل نہین بلکہ موقوف ہے اسواسطے کہ اوسکا اجازت دینے والا موجود ہے اور وہ بادشاہ ہے یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ یہہ نکاح
موقوف نہین بلکہ باطل ہے اسواسطے کہ صدور عقد کے وقت اگر اوسکا کوئی مجیز نہو تو وہ عقد باطل ہے شارح نے جواب دیا کہ یہہ باطل نہین کہ اسکا
مجیز بادشاہ ہے ولو زوجها ولیان مستویان قدم السابق فان لم یدر او وقعا معا بطلا اور اگر اوسکا نکاح دو برابر کے ولیون نے
کردیا تو پہلا نکاح مقدم کیا جائیگا اور اگر نہ معلوم ہو کہ پہلا کون ہے اور پچھلا کون ہے یا دونو نکاح ساتہہ ہی ہوئے تو دونو باطل ہونگے دو برابر کے
ولی جیسے دو بہائی یا دو چچا وللولی الابعد التزویج بغیبة الاقرب فلو زوجها الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته وجائز
ہے ولی ابعد کو نکاح کردینا ولی اقرب کے غائب ہونے مین سو اگر نکاح کردیا ابعد نے اقرب کے موجود ہوتے ہوئے تو نکاح موقوف رہیگا اوسکی اجازت
مثلا سوتیلے بہائی نے نکاح کردیا سگے بہائی کے ہوتے تو نکاح موقوف رہیگا چاہے سگا بہائی جائز رکہے چاہے باطل کردے ولو تحولت الولایة
الیه لم یجز الا باجازته بعد التحول قهستانی وظهیریة اور اگر پہر آئی ولایت ابعد کیطرف تو بہی نکاح نہ جائز ہوگا مگر ابعد کی اجازت بعد
پہر آنے ولایت کے کذا فی القهستانی والظهیریة یعنی ابعد نے اقرب کے ہوتے نکاح کردیا پہر اقرب مرگیا یا بالکل غائب ہوگیا تو اب ولایت ابعد پر
پہر آئی تو بہی نکاح جائز نہوگا بدون اوسوقت کی اجازت کے مسافة القصر ولما فی الملتقی ما لم ینتظر الکفو الخاطب جوابه واعتمده
الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیه تزویج ابعد کی جائز ہے جب اقرب غائب ہو بمقدار مسافت قصر کے یعنی تین شبانہ روز اور
تبیین مین ہے کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیة المدنی اور اختیار کیا ملتقی مین کہ غیبت کی مقدار یہانتک ہے کہ کفو منگنی کرنے والا ولی
اقرب کے جواب کا منتظر نہ رہ سکے اور اسی پر باقانی نے اعتماد کیا اور نقل کیا ابن کمال نے کہ اسی روایت پر فتوی ہے بحر الرائق مین کہا کہ
تعریف غیبت مین تصحیح مختلف ہے تو اوس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے کہ جسپر اکثر مشائخ ہین یعنی ملتقی کی روایت پر کذا فی حاشیة المدنی
وثمرة الخلاف فیمن اختفی فی المدینة هل تکون غیبة منقطعة اور ثمرہ اختلاف بین القولین کا اوس ولی اقرب مین ظاہر ہوگا
جو چھپ رہا شہر مین اسطرح کہ معلوم نہین ہوسکتا آیا یہہ اختفا غیبت منقطعہ ہے یا نہین تو موجب روایت متن کے اس صورت مین ابعد
کی تزویج نہ جائز ہوگی اسواسطے کہ مسافت قصر کی نہین اور بموجب روایت ملتقی کی جائز ہے اگر کفو انتظار نہ کرسکے ولو زوجها الاقرب

حیث هو جاز النکاح علی القول الظاهر ظاہر مذہب میں اگر بیان کیا عورت کا ولی اقرب نے بہانکر وہ ہے یعنی اپنے محل غیبت میں تو یہہ نکاح جائز ہوگا
بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ اور نہر الفائق میں کہا کہ یہہ نکاح جائز نہیں اسواسطے کہ بسبب غیبت کے ولایت منقطع ہو گئی چنانچہ محیط اور مبسوط میں ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی و یثبت للابعد من اولیاء النسب شرح الوہبانیۃ لکن فی القهستانی عن الغیاثیۃ لو حضر قبح الاقرب
قبح القاضی عند فوت الکفو اور ثابت ہے ابعد کو اولیائے نسبی سے تو بادشاہ اور قاضی نکل گیا کذا فی شرح الوہبانیۃ لیکن قہستانی میں غیاثیۃ المفتیین
سے نقل کیا کہ اگر نہ نکاح کرے ولی اقرب تو قاضی نکاح کرے جب خوف ہو کفو کے نملنے کا التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعه عن التزویج
اجماعا خلاصہ یعنی ثابت ہے ابعد کو نکاح اقرب کے روکنے سے یعنی اوسکے امتناع تزویج سے ابعد کو نکاح کردینا ثابت ہے بالاجماع کذا فی الخلاصۃ
یعنی جب اقرب نے بالکل نکاح کو روک دیا تو ولایت سے معزول ہوا تو اسوقت میں ابعد قایممقام اقرب کے ہوگا ولا یبطل تزویجہ السابق بعود الاقرب
لحصوله بولایۃ تامۃ اور نہ باطل ہوگی غیبت اقرب میں تزویج ابعد کی جو سابق ہو چکی اقرب کے پہر آنے سے بسبب حاصل ہونے تزویج کے پوری
ولایت سے وولی المجنونۃ و المجنون ولو عارضا فی النکاح اما التصرف فی المال فللاب اتفاقا ابنها و ان سفل دون ابیها کما مر اور ولی
مجنونہ اور مجنون کا اگرچہ جنون عارضی ہو نکاح میں بیٹا ہے امام اور ابو یوسف کے نزدیک گو سافل ہو جیسے پوتا اور پرپوتا نہ باپ مجنونہ کا چنانچہ
آگے مذکور ہو چکا اور مال کے تصرف میں تو باپ ولی ہے بالاتفاق شیخین اور محمد کے والاولی ان یامر الاب به لیصح اتفاقا اور بہتر یہہ ہے کہ مجنونہ
کے نکاح میں باپ امر کرے بیٹے کو کہ اوسکا نکاح کرے تاکہ باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہو ولو اقر ولی صغیر او صغیرۃ او اقر وکیل رجل
او امرأۃ او مولی العبد بالنکاح لم ینفذ لانه اقرار علی الغیر اور اگر اقرار کیا صغیر یا صغیرہ کے ولی نے یا اقرار کیا مرد کے وکیل یا عورت کے
وکیل نے یا غلام کے میان نے نکاح کا تو اقرار نافذ نہوگا اسواسطے کہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر اور اقرار اپنی ذات پر حجت ہوتا ہے نہ غیر پر فتح القدیر میں کہا
صغیر اور صغیرہ جبکہ بالغ ہو کر نکاح کے منکر ہوں اوسوقت میں ولی کا اقرار نافذ نہیں اور اگر ولی نے اونکی حالت صغر میں اقرار نکاح کا کیا اور
دونونے بعد بلوغ کے اوسکا انکار نکیا تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف مولی الامۃ حیث ینفذ اجماعا لان منافع بضعها
ملکه بخلاف لونڈی کے مالک کے اسواسطے کہ اوسکا اقرار نافذ ہے اجماعا اس سبب سے کہ منافع اوسکی فرج کے مولے کی ملک میں ہیں یعنی اگر مولے نے لونڈی کے
نکاح کا دعوی کیا اور گواہ اوسکے نہیں اور اوس لونڈی کے میان نے اسکی تصدیق کی تو اقرار مولی کا نافذ ہوگا الا ان یشهد الشهود علی النکاح
بان ینصب القاضی خصما عن الصغیر حتی ینکر فیقام البینۃ علیه مگر اوسوقت اقرار ولی کا نافذ ہوگا جب گواہی دیں گواہ نکاح کی اسطرح
کہ قاضی قائم کرے ایک مدعی علیہ صغیر کیطرف سے تاکہ وہ نکاح کا انکار کرے پہر اوسپر گواہ قائم ہوں یہاں سوال کا مقام تہا کہ اقامت بینہ کی صغیر
منکر پر کیونکر صحیح ہوگی شارح نے جواب دیا کہ صغیر کے قایممقام پر اقامت بینہ ہوگی او یدرک الصغیر او الصغیرۃ فیصدقه ای الولی المقر
یا بالغ ہو صغیر یا صغیرہ پہر اوسکی تصدیق کرے یعنی ولی مقر کی او یصدق الموکل او العبد عند ابی حنیفۃ وقالا یصدق فی ذلك بلا تصدیق
کرے موکل اپنے وکیل کے اقرار کی یا تصدیق کرے غلام اپنے میان کی اقرار کی نزدیک ابی حنیفہ کے اور صاحبین نے کہا کہ بدون شہادت اور تصدیق
کے بھی ولی وغیرہ کے اقرار کی تصدیق ہوگی وهذه المسئلۃ مخرجۃ من قولهم من ملك الانشاء ملك الاقرار به ولها نظائر
اور یہہ مسئلہ اقرار کا خارج ہے فقہا کے اس قول سے کہ جو مالک ہے انشا کا وہ مالک ہے اوسکی اقرار کرنیکا یعنی باوجودیکہ ولی انشا نکاح کا
مالک ہے لیکن اقرار نکاح کا مالک نہیں تو اوس قاعدہ سے یہہ مسئلہ مستثنیٰ ہوا اور اس مسئلہ مستثنیٰ کی اور بھی مثالیں ہیں جیسے قرض نیا وصی
کا یتیم پر کہ وصی اوسکی انشا کا مالک ہے اور اوسکی اقرار کا مالک نہیں یعنی اوسکا اقرار بدون شہادت کے نافذ نہیں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح
کا هل لولی مجنون و معتوه تزویجه اکثر من واحدۃ لم ارہ و منعه الشافعی و جوزه فی الصبی للحاجۃ آیا درست ہے مجنون اور
احمق بے تدبیر کے ولی کو اوسکا نکاح کردینا ایک عورت سے زیادہ شارح صاحب النہر کا پیرو ہو کر کہتا ہے کہ یہہ مسئلہ اپنے مذہب میں میں نے نہیں دیکہا اور

اسکو امام شافعی نے منع کیا ہے اور اسکو صبی کے حق میں جائز رکھا ہے بسبب حاجت کے **باب الكفاءة** هي من كافاه اذا ساواه والمراد هنا
مساواة مخصوصة او كون المرأة ادنى یعنی یہ باب ہے کفاءت کا عرب بولتے ہیں کافاہ جب کسی چیز کے برابر ہو اور کتاب النکاح میں کفاءت سے مراد خصوص
برابری ہے جسکا آگے ذکر ہوگا یا ہونا عورت کا کمتر مرد سے تو اگر عورت نے اپنا نکاح کیا اپنے سے اصل مرد سے تو یہاں ولی کو حق تعرض نہیں اسواسطے کہ اس
سے نہیں ولی کی ... الكفاءة معتبرة في ابتداء النكاح للزومه او لصحته برابری معتبر ہے شروع نکاح میں تو اگر نکاح کے وقت مرد عورت
کی برابر تھا پھر ... یعنی مثلا فاسق ہوگیا تو نکاح فسخ نہیں ہوتا کفاءت معتبر ہے لزوم نکاح کیواسطے یعنی ہر چند نکاح بدون کفاءت کے بھی صحیح ہے
لیکن ولی کا حق اعتراض باقی رہتا ہے اور جب نکاح ہوا تو لازم ہوگیا اور دوسری روایت پر کفاءت کا اعتبار واسطے صحت نکاح کے ہے یعنی نکاح بدون
کفاءت کے صحیح نہیں ہوتا من جانبه اي الرجل لان الشريفة تأبى ان تكون فراشا للدني فکفاءت کا اعتبار مرد کیجانب سے ہے اسواسطے کہ عورت
شریف انکار کرتی ہے کمتر کے فراش ہونے سے یعنی کمتر مرد کی بستر ہونا قبول نہیں کرتی لا تعتبر من جانبها لان الزوج مستفرش فلا يغيظه دناءة
الفراش برابری معتبر نہیں عورت کی طرف سے اسواسطے کہ زوج طالب ہے فراش کا تو اوسکو رنج نہیں آتا کمتری مفروش سے وهذا عند الكل في الصحيح
كما في الخبازية لكن في الظهيرية وعندهما تعتبر في جانبها ايضا اور یہہ یعنی کفاءت کا اعتبار مرد کیجانب میں نہ عورت کیجانب
میں امام اور صاحبین سب کے نزدیک ہے قول صحیح میں کما فی الخبازیہ لیکن ظہیریہ وغیرہا میں یعنی عورت کی کفاءت کا لحاظ امام کے نزدیک ہے اور صاحبین کے
نزدیک کفاءت معتبر ہے عورت کیجانب میں بھی والكفاءة هي حق الولي لا حقها فلو نكحت رجلا ولم تعلم حاله فاذا هو عبد لا خيار لها بل للاولياء
اور کفاءت حق ہے ولی کا نہ حق عورت کا تو اگر نکاح کیا عورت نے ایک مرد سے اور اوسکا حال عورت کو معلوم نہ تھا سو ناگہاں وہ غلام نکلا تو اختیار نہ ہوگا عورت کو
بلکہ اوسکے اولیا کو حق فسخ ثابت ہے ولو زوجوها برضاها ولم يعلموا بعدم الكفاءة ثم علموا لا خيار لاحد الا اذا شرطوا الكفاءة او
اخبرهم بها وقت العقد فزوجوها على ذلك ثم ظهر انه غير كفو كان لهم الخيار ولوالجية فليحفظ اور اگر اولیا نے عورت کا نکاح کردیا
اوسکی رضامندی سے اور نہ جانا اولیا نے عدم کفاءت کو پھر معلوم کیا کہ زوج کفو نہیں تو کسیکو اختیار فسخ کا نہیں نہ اولیا کو نہ عورت کو مگر اوس وقت کہ جب شرط
کرلی ہو اولیا نے کفاءت کی یا خبر کردی ہو زوج نے اولیا کو کفو ہونیکی نکاح کیوقت سو اولیا نے اسی شرط پر اوسکا نکاح کردیا پھر ظاہر ہوا کہ زوج غیر کفو ہے تو
اولیا کو اختیار ہوگا فسخ کا کذا فی الولوالجیہ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر الكفاءة للزوم النكاح خلافا لمالك اور معتبر ہے کفاءت واسطے لزوم
نکاح کے بخلاف امام مالک کے کہ اونکے نزدیک کفاءت کا کچھ اعتبار نہیں نسبا اول اعتبار برابری کا بجہت نسب کے ہے اسواسطے کہ آدمی نسب کا بڑا فخر کرتے
ہیں فقريش بعضهم اكفاء بعض سو قریش آپس میں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں قریش اونکو کہتے ہیں جو اولاد میں نضر بن کنانہ کی اور نضر بن
کنانہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دسویں پشت میں ہیں اور چاروں خلفاء راشدین قریش میں ہیں قریش باعتبار نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہیں تو ہاشمی
اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہیں اور اسیواسطے علی مرتضی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق سے نکاح کردیا حالانکہ علی مرتضی ہاشمی ہیں اور
عمر فاروق عدوی ہیں وبقية العرب بعضهم اكفاء بعض قریش کے سوا اور باقی عرب آپس میں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں تو عجم کے لوگ
عرب کے ہمسر نہیں واستثنى في الملتقى تبعا للهداية بني باهلة لخستهم والحق الاطلاق قاله المصنف كالبحر والنهر والفتح وتضمن
الاطلاق المصنف كالكنز والدرر اور ملتقی میں ہدایہ کی پیروی سے نکالا ہے بنو باہلہ کو اور عرب سے بسبب اونکی خست اور دناءت کے اور حق یہہ ہے کہ
اونکو عرب سے نکالنا صحیح نہیں بلکہ مطلق عرب برابر ہیں یہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مثل بحر الرائق اور نہر الفائق اور فتح القدیر کے اور
اسکی تائید کرتا ہے مصنف کا مطلق کہنا اس متن میں مثل کنز اور درر کے وهذا في العرب واما في العجم فتعتبر حرية واسلاما اور یہہ یعنی کفاءت
نسب کا اعتبار فقط عرب میں ہے اسواسطے کہ عجمی لوگوں نے اپنے نسب کو ضائع کردیا تو عرب کے سوا عجم کے لوگوں میں برابری معتبر ہے حر ہونے میں اور
مسلمان ہونے میں فمسلم بنفسه او معتق غير كفو لمن لها ابوان في اسلام او حرية ومعتق ومن ابوها معتق وامها حرة الاصل سو جو مرد خود مسلمان ہوا یا آزاد ہو وہ

برابر نہیں اوس عورت کے جسکا باپ مسلمان ہے یا حر ہے یا باپ اوسکا آزاد ہو اور ماں اوسکی حرہ اصلی ہے ومن ابوہ مسلم او حر غیر کفو لذات ابوین اور جس مرد کا
باپ مسلمان ہے یا حر ہے وہ برابر نہیں اوس عورت سے جسکا باپ اور دادا دونو مسلمان ہیں و ابوان فیہما کالآباء لتمام النسب بالجد اور باپ
دادا کا حر اور مسلمان ہونا برابر ہے چند پشت کے اسلام اور حر ہونے کے یعنی دو پشت کی آزادی اور اسلام دس پشت کی آزادی اور اسلام کی برابر ہے بسبب تمام
ہونے نسب کے دادا پر وفی الفتح لا یبعد مکافأۃ مسلم بنفسہ لمعتق بنفسہ اور فتح القدیر میں ہے کہ بعید نہیں ہے برابر ہونا مسلمان بنفسہ کی آزاد بنفسہ
سے اسواسطے کہ مسلمان کے باپ دادا حر تھے مگر مسلمان نہیں اور آزاد کے باپ دادا مسلمان تھے مگر آزاد نہیں تو عیب ہے دونو [illegible] العشیرۃ اما معتق الوضیع
فلا یکافی معتقۃ الشریف اور جو مرد آزاد ہو کم ذات کا سو برابر نہیں اوس عورت کی جسکا آزاد کرنیوالا شریف ہے واما من ارتد ثم اسلم فکفو لمن لم یرتد
اور جو مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا سو برابر ہے اوس مسلمان کے جو مرتد نہیں ہوا واما الکفاءۃ بین الذمیین فلا تعتبر الا لفتنۃ اور کفاءت درمیان
دو ذمیوں کے سو معتبر نہیں مگر واسطے دفع فساد کے یعنی راجا اور چمار دونو برابر ہیں لیکن اگر راجہ کی بیٹی نے چمار سے نکاح کیا تو قاضی جدائی کرادیگا بخیال
عدم کفاءت کے بلکہ واسطے رفع فساد کے وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا
کان او لا علی الظاہر نہر اور معتبر ہے عرب اور عجم میں کفاءت دینداری کی یعنی پرہیزگاری کی تو مرد فاسق برابر نہیں عورت صالحہ کے یا فاسقہ کے
جو صالح کی بیٹی ہے فاسق خواہ معلن ہو خواہ غیر معلن بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شہر لو غیر محترف
والا فان یکتسب کل یوم کفایتہا لو تطیق الجماع اور معتبر ہے کفاءت مال میں اسطرح کہ قادر ہو زوج مہر معجل پر بطور رواج کے اور قادر ہو ایک مہینے
کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہو اور اگر پیشہ ور ہو تو کسب کرسکتا ہو ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر اوسوقت ضرور ہے اگر عورت کو جماع کی برداشت
ہو و الا فقط مہر معجل کی قدرت کافی ہے کما فی الذخیرۃ وحرفۃ فمثل حائک غیر کفو لمثل خیاط اور برابری معتبر ہے پیشہ میں سو مانند جولاہے کے
برابر نہیں مثل درزی کی بیٹی کے اسواسطے کہ جولاہا درزی سے ذلیل ہے ولا خیاط لبزاز وتاجر ولا ہما لعالم وقاض اور نہ درزی برابر ہے
بزاز اور سوداگر کے اور نہ وہ دونو ہمسر ہیں عالم اور قاضی کے واما اتباع الظلمۃ فاخس من الکل اور حکام ظالمین کے خدام تو سب پیشہ وروں سے
خسیس تر اور بدتر ہیں اگرچہ صاحب مروت اور مالدار ہوں اسواسطے کہ اونکا مال ظلم اور ستم سے جمع ہوئے ہیں واما الوظائف فمن الحرف فصاحبہا
کفو للتاجر لو غیر دنیئۃ کبوابۃ اور وقف کے وظائف اور روزینے حرفوں میں داخل ہیں جیسے امامت اور خطبہ خوانی سو وقف کا وظیفہ دار
ہمسر ہے تاجر کا اگر وظیفہ حقیر نہو جیسے دربانی اور فراشی وذو تدریس او نظر کفو لبنت الامیر بمصر بحر اور مدرس یا ناظر ہمسر ہے
امیر کی بیٹی کا مصر میں کذا فی البحر والکفاءۃ اعتبارہا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالہا بعدہ اور اعتبار کفاءت کا نزدیک شروع عقد کے
ہے سو ضرر نہیں کرتا زوال ہمسری کا بعد عقد کے فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ سو اگر زوج وقت نکاح کے عورت کا ہمسر تھا پھر مثلا فاسق ہوگیا
تو نکاح فسخ نہوگا واما لو کان دباغا ثم صار تاجرا فان بقی عارہا لم یکن کفوا والا لا نہر بحثا اور اگر شوہر پہلے دباغ تھا پھر تاجر ہوگیا
سو اگر دباغت کی عار باقی ہے تو ہمسر نہوگا اور اگر اوسکی عار باقی نہیں تو برابر ہوگا چنانچہ نہر الفائق میں ہے باعتبار بحث کے نہ بنا بر روایت مذہب
کے العجمی لا یکون کفوا للعربیۃ ولو کان العجمی عالما او سلطانا وہو الاصح فتح عن الینابیع وادعی فی البحر انہ ظاہر الروایۃ واقرہ
المصنف مرد عجمی برابر نہیں عورت عربیہ کے اگرچہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ ہو اور یہی قول اصح ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے ینابیع سے اور دعوی کیا بحر الرائق
میں کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ولکن فی النہر ان فسر الحسیب بذی المنصب والجاہ فغیر کفو
للعلویۃ ینابیع وان بالعالم فکفو لان شرف العلم فوق شرف النسب والمال کما جزم بہ البزازی وارتضاہ الکمال وغیرہ
والوجہ فیہ ظاہر ولذا قیل ان عائشۃ افضل من فاطمۃ قہستانی لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر حسیب کی تفسیر صاحب منصب اور
جاہ کی کیجیے تو حسب والا ہمسر علویہ کا نہیں کذا فی الینابیع اور اگر تفسیر حسیب کی عالم کر کیجیے تو برابر ہے علویہ کے اسواسطے کہ بزرگی علم کی فوق ہے بزرگی

قسب و مال سے چنانچہ پہلے یعنی کہا ہے بزازی نے اور پسند کیا ہے کمال وغیرہ نے اور وجہ اسکی ظاہر ہے کہ بسبب شرافت علم کے اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ عائشہ صدیقہ
افضل ہیں فاطمہ زہرا سے یعنی بسبب کثرت علم کے کذا فی القہستانی م برجندی میں تصریح ہے کہ عالم دیندار شاہ وعلویہ کا کفو نہیں تو اس روایت سے
تفصیل نہرالفائق کی نفی ہوتی ہے اور قول اصح وہی ہے جو متن میں ہے بموجب تقریر سید احمد محشی کے کذا فی حاشیۃ المدنی والحنفی کفو لبنت الشافعی
اور حنفی مرد کفو ہے شافعی کی بیٹی کا ظاہر یوں کہنا تھا کہ شافعی ہمسر ہے حنفی کا اسواسطے کہ حنفی کے ہمسر ہونے میں شافعی سے علماء حنفی کو تأمل
نہیں لیکن مشایخ نے برعکس کہا اسواسطے کہ بعض حنفی متعصب شافعی مذہب پر طعن کرتے ہیں حالانکہ امام شافعی رکن اعظم ہیں ارکان اسلام سے اور
مجتہد برحق ہیں رحمۃ اللہ علیہ تو اونکے مقلد بھی برحق ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی و متی سئلنا عن مذہبہ اجبنا بمذہبنا کما بسطہ المصنف
معزیا للجواہر الفتاوی اور جب ہم سے سوال ہو مذہب شافعی کا تو ہم جواب دینگے اپنے مذہب سے چنانچہ اسکو تفصیل بیان کیا ہے مصنف نے اپنی
شرح میں جواہر الفتاوی سے نقل کر کے جواہر الفتاوی میں یوں ہے کہ باکرہ بالغہ شافعی مذہب نے حنفی سے نکاح کیا اور باپ اوسکا راضی نہتھا
تو نکاح صحیح ہے اور اسیطرح اگر شافعی مذہب سے نکاح کرے پھر ہمسے اگر سوال ہو کہ یہہ نکاح مذہب شافعی میں صحیح ہوا یا نہیں تو ہم یہی جواب دینگے
کہ نکاح صحیح ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اسواسطے کہ ہمارا مذہب راجح ہے اور شافعی کا مذہب مرجوح اور اس مسئلہ کا باب الکفاءت سے کچھہ تعلق نہیں کذا
فی حاشیۃ المدنی والقروی کفو للمدنی فلا عبرۃ بالبلد کما لا عبرۃ بالجمال خانیہ ولا بالعقل ولا بعیوب یفسخ بہا البیع خلافا
للشافعی اور گانوں کا رہنے والا کفو ہے شہر کے رہنے والیکا کفاءت میں شہر کا کچھہ اعتبار نہیں جیسے خوبصورتی کا کچھہ اعتبار نہیں کذا فی
الخانیہ اور نہ عقل کا کچھہ اعتبار ہے یعنی مجنون کفو ہے عاقل کا اور نہ اون عیوب کا اعتبار ہے جنسے بیع فسخ ہو جاتی ہے جیسے جذام اور برص
اور گندہ دہنی برخلاف مذہب شافعی کے لکن فی الشرح عن المرغینانی ان المجنون لیس بکفو للعاقل لیکن نہر الفائق میں منقول ہے کہ مجنون
ہمسر عاقل کا نہیں وکذا الصبی کفو بغناء ابیہ او امہ او جدہ فی المہر بالنسبۃ الی المہر یعنی المعجل کما مر لا بالنسبۃ الی النفقۃ لان
العادۃ ان الاباء یتحملون عن الابناء المہر لا النفقۃ ذخیرۃ اور اسیطرح لڑکا کفو ہے بسبب مالداری اپنے باپ کے یا اپنی ماں کے یا اپنے دادا
کے کذا فی النہر کفو ہے بہ نسبت مہر کے یعنی مہر معجل کے چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا نہ بہ نسبت نفقہ کے اسواسطے کہ عادت یہہ ہے کہ باپ اونکا اپنے
بیٹوں کا مہر نہ نفقہ کذا فی الذخیرۃ ولو نکحت باقل من مہرہا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مہر مثلہا او یفرق القاضی
بینہما دفعا للعار اور اگر نکاح کیا عورت نے کمتر اپنے مہر مثل سے تو جائز ہے ولی عصبہ کو روک دینا یہانتک کہ مہر مثل اوسکا پورا ہو جاوے یا
جدائی کر دے قاضی دونوں میں ولی کو حق اعتراض اسواسطے ہے کہ عار سے بچے ولو طلقہا الزوج قبل تفریق الولی قبل الدخول فلہا نصف
المسمی اور اگر طلاق دی اوسی عورت مذکورہ کو شوہر نے قبل تفریق ولی کے دخول سے پہلے تو اوسکو آدھا مہر معین ملیگا ولو فرق الولی
بینہما قبل الدخول فلا مہر لہا وان بعدہ فلہا المسمی اور اگر تفریق کردی ولی نے دونوں میں قبل دخول کے تو اوسکو کچھہ مہر نہیں اور اگر
بعد دخول کے تفریق ہوئی تو اوسکو پورا مہر معین ملیگا وکذا لو مات احدہما قبل التفریق فلیس للولی المطالبۃ بالاتمام لانتہاء
النکاح بالموت جواہر الفتاوی اور اسیطرح مہر معین ملیگا اگر دونوں میں سے کوئی مرگیا قبل تفریق کے تو ولی کو مہر مثل پورا کر لینے کا مطالبہ
نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ختم ہو گئے نکاح کے موت سے کذا فی جواہر الفتاوی امرہ بتزویج امرأۃ فزوجہ امۃ نفذ وقالا لا یصح وہو استحسان ملتقی
تبعا للہدایہ امر کیا ایک نے دوسرے کو کسی عورت سے نکاح کر دینے کا سو وکیل نے موکل کا نکاح کر دیا لونڈی سے تو نکاح نافذ ہوگا اور صاحبین نے کہا
کہ یہہ نکاح صحیح نہیں یعنی نافذ نہیں اور یہہ قول استحسان یعنی قیاس خفی ہے یہہ روایت ملتقی میں ہے ہدایہ کی پیروی سے وجہ استحسان کی یہہ ہے
کہ نکاح کر لینے پر ہر ایک کو قدرت ہے تو وکیل کرنے سے غرض یہہ ہوتی ہے کہ نکاح ہمسر اور برابر سے ہو ذکر سے ذ فی شرح الطحاوی
قولہما احسن للفتوی واختارہ ابو اللیث واقرہ المصنف اور شرح طحاوی میں ہے کہ قول صاحبین کا بہتر ہے فتوی کیواسطے اور پسند کیا اسکو

فقیہ ابو اللیث نے اوسکو ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح میں و اجمعوا انه لو زوجه بنته الصغيرة او موليته لم يجز كما امره بمعينة او بحرة او
امة فخالف او امرته بتزويجها ولم تعين فزوجها غير كفو لم يجز اتفاقاً اور اجماع کیا فقہا نے اسپر کہ اگر نکاح کر دیا وکیل نے موکل کا اپنی
چھوٹی بیٹی سے یا اپنی محکوم عورت سے آزاد و لونڈی ہو اوسکی یا بھتیجی تو جائز نہوگا کذا فی حاشیة المدنی جیسے وہ نکاح جائز نہیں کہ امر کیا ایک نے دوسرے کو
کہ نکاح کر دے معین عورت سے یا حرہ سے یا لونڈی سے پھر وکیل نے موکل کی مخالفت کی یا عورت نے اپنے وکیل سے اپنے نکاح کر دینے [illegible] پر زوج کو معین
نکیا سو وکیل نے اوسکا نکاح غیر کفو سے کر دیا تو یہہ نکاح بالاتفاق جائز نہوگا ولو زوجه المامور بنكاح امرأة امرأتين في عقد لم ينفذ نكاح واحدة
لا ينفذ للمخالفة اور جسکو امر کیا تھا ایک عورت سے نکاح کر دینے کا اوسنے دو عورتوں سے نکاح کر دیا ایک عقد میں تو یہہ نکاح نافذ نہوگا بسبب مخالفت کے امر
وله ان يجيزهما او احدهما ولو في عقدين لزم الاول وتوقف الثاني اور جائز ہے موکل کو کہ دونو عورتوں کا نکاح درست رکھے یا ایک عورت کا
اور اگر دونو کا نکاح دو عقدوں میں ہوا ہو تو پہلا نکاح لازم ہوگا اور دوسرا موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر ولو امره بامرأتين في عقد فزوجه
واحدة او اثنتين في عقدين جاز الا اذا قال لا تزوجني الا امرأتين في عقد او عقدتين لم يجز المخالفة اور اگر امر کیا ایک نے دوسرے کو
دو عورتوں کے نکاح کا ایک عقد میں سو نکاح کر دیا اوسکا وکیل نے ایک عورت سے یا دو عورتوں سے دو عقدوں میں تو جائز ہو مگر جب کہ کہا موکل نے کہ میرا
نکاح نکرنا مگر دو ہی عورتوں سے ایک عقد میں سو وکیل نے دو عقدوں میں دو عورتوں سے کیا یا یوں کہا تھا کہ میرا نکاح نکرنا مگر دو ہی عورتوں سے دو عقد
میں سو وکیل نے دو عورتوں سے ایک عقد میں کر دیا تو بوجہ مخالفت نہ جائز ہوگی ولا يتوقف الايجاب على قبول غائب عن المجلس في سائر
العقود من نكاح وبيع وغيرها مما يبطل الايجاب ولا تلحقه الاجازة اتفاقاً اور نہیں موقوف رہتا ایجاب اوسکے قبول کرنے پر جو مجلس نکاح
سے غائب ہے جانتے نہیں تمام عقود میں یعنی معاوضہ کے عقود میں از قسم نکاح اور بیع اور ان دونو کے سوا جیسے صلح اور اجارہ بلکہ ایجاب باطل ہو جاتا
اور نہیں لاحق ہوسکتی اسکو اجازت بالاتفاق ويتولى طرفي النكاح واحد بايجاب يقوم مقام القبول اور دو طرفوں نکاح کا یعنی ایجاب
اور قبول کا ایک شخص متولی ہوتا ہو فقط ایجاب سے جو قائم مقام ہے قبول کے چنانچہ زوجین صغیرین کے ولی نے کہا کہ میں نے دونو کا نکاح کر دیا تو یہہ
ایسا ایجاب ہے کہ قبول کے معنی اسمیں موجود ہیں اب اسکی بعد قبول جداگانہ کی کچھ حاجت نہیں في خمس صور كان وليا او وكيلا من
الجانبين او اصيلا من جانب ووكيلا من آخر او وليا من آخر او وليا من جانب ووكيلا من آخر كزوجت بنتي من
موكلي ایجاب اور قبول میں ایک شخص کا متولی ہونا پانچ صورتوں میں منحصر ہے جیسے ایک شخص جانبین کا ولی ہو مثلاً زید یوں کہے کہ میں نے اپنی پوتی
کا نکاح اپنے پوتے سے کر دیا یا ایک شخص وکیل ہو دونو طرف سے تو یوں کہے کہ میں نے اپنے موکل کا نکاح اپنی موکلہ سے کیا یا ایک طرف سے اصیل ہو
اور دوسری طرف سے وکیل ہو تو یوں کہے کہ میں نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا یا اصیل ہو ایک طرف سے اور دوسرے کا ولی ہو تو یوں کہے کہ
میں نے اپنے چچا کی بیٹی صغیرہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا یا ولی ہو ایک طرف سے اور وکیل دوسری طرف سے جیسے یوں کہنا کہ میں نے اپنی بیٹی کا
نکاح اپنے موکل سے کیا ليس ذلك الواحد بفضولي ولو من جانب وان تكلم بكلامين على الراجح اذ قبوله غير معتبر شرعاً
لما تقرر ان الايجاب لا يتوقف على قبول غائب بشرطیکہ یہہ شخص واحد جو متولی ہے طرفین کا فضولی نہو گو ایک ہی طرف سے یعنی فضولی
نہ ہونا چاہئے نہ دو طرف سے نہ ایک طرف سے اگر یہہ فضولی دونو کلام بولے بنابر قول راجح کے یعنی اگر یوں کہے کہ میں نے زید کا نکاح کر دیا
پھر یوں کہے کہ میں نے کر دیا کسیطرف سے قبول کیا تو بھی درست نہیں اسواسطے کہ قبول کرنا فضولی کا معتبر نہیں شرعاً اسواسطے کہ یہہ ثابت ہو چکا ہے
کہ ایجاب موقوف نہیں رہتا غائب کے قبول پر ونكاح عبد وامة بغير اذن السيد موقوف على الاجازة كنكاح الفضولي اور
نکاح کرنا غلام اور لونڈی کا بغیر اذن میاں کے موقوف ہے میاں کی اجازت پر جسطرح نکاح کر دینا فضولی کا موقوف ہے زوج یا زوجہ کی اجازت
پر فضولی وہ جو غیر کے واسطے تصرف کرے بدون ولایت اور وکالت کے مثلاً زید محمود کا نکاح کسی عورت سے کرے حالانکہ نہ زید محمود کا ولی ہے

نہ وکیل تو یہہ نکاح موقوف ہے محمود کی اجازت پر اگر محمود نے اسکو جائز رکہا تو نکاح نافذ ہوا اور نہین تو باطل ہوگیا سیجیٔ فی البیوع توقف عقود الفضولی
کلہا ان لہا مجیز حالۃ العقد والا تبطل عنقریب آویگا کتاب البیوع مین موقوف ہونا تمام عقود فضولی کا اگر اون عقود کا اجازت دینے والا
وقت عقد کے ہوگا اور اگر حالت عقد مین اونکا مجیز نہین تو عقود باطل ہین ولابن العم ان یزوج بنت عمہ الصغیرۃ اور جائز ہے چچا کے بیٹے
کو کہ نکاح کرے چچا کی بیٹی کا اپنے ساتھہ فلو کبیرۃ فلا بد من الاستیذان حتی لو زوجہا بلا استیذان فسکتت او
لا یجوز عندہما وقال ابو یوسف یجوز وکذا المولی المعتق والحاکم والسلطان جوہرۃ یعنی بخلاف الصغیرۃ کا امر فلیحرر
بنت عم کبیرہ ہو یعنی بالغہ تو ضرور ہے استیذان اوس سے یہانتک کہ اگر ابن عم نے اوس سے نکاح کر لیا بدون استیذان کے سو وہ چپ رہی یا رضامندی
کی تصریح کر دی تو بہی نکاح جائز نہین ہوگا یہہ امام اعظم کے اور محمد کے نزدیک ہے اور کہا ابو یوسف نے کہ جائز ہوا اور اسیطرح مولی آزاد کرنیوالیکو اور حاکم اور
سلطان کو نکاح بالغہ مین استیذان ضرور ہے بدون استیذان کے عقد جائز نہین کذا فی الجوہرہ یعنی بخلاف صغیرہ کے اسواسطیکہ قاضی اور سلطان کو
صغیرہ سے اپنا نکاح کرنا جائز نہین چنانچہ یہہ سابق مذکور ہو چکا تو بیان تحریر اور تنقیح چاہئے ایسا نہو کہ کوئی قاضی اور سلطان کو بسبب شبہہ کے
جواز نکاح صغیرہ مین مانند ابن عم کے سمجہے من نفسہ فیکون اصیلا من جانب ولیا من آخر ابن عم کو جائز ہے نکاح صغیرہ کا اپنی ذات
سے تو ہوگا ابن عم اصیل اپنی جانب سے اور ولی دوسری جانب سے اور اسیطرح مولی آزاد کنندہ صغیرہ کے نکاح مین اصیل ہوگا اپنی طرف سے اور ولی ہوگا
صغیرہ کیطرف سے کالوکیل الذی وکلتہ ان یزوجہا من نفسہ فان لہ ذلک فیکون اصیلا من جانب وکیلا من آخر جیسا کہ
جائز ہے عورت کے وکیل کو کہ اوسکا نکاح کرے اپنی ذات سے سو اوسکو یہہ نکاح کر لینا درست ہے تو ہوگا اصیل اپنی جانب سے اور وکیل عورت کی
طرف سے بخلاف مالو وکلتہ بان یزوجہا من رجل فزوجہا من نفسہ لانہا نصبتہ مزوجا لا متزوجا برخلاف اوسکے یہہ ہے کہ
اگر عورت نے اوسکو وکیل کیا اپنے نکاح کر دینے کا کسی مرد سے سو وکیل نے اوسکا نکاح اپنے ساتھہ کر لیا تو جائز نہین اسواسطیکہ عورت نے وکیل کو نکاح کر دینے والا
قرار دیا نہ نکاح کر لینے والا او وکلتہ ان یتصرف فی امرہا او قالت لہ زوج نفسی ممن شئت لم یصح تزویجہا من نفسہ کما
فی الخانیۃ والاصل ان الوکیل معرف بالخطاب فلا یدخل تحت النکرۃ یا وکیل کیا عورت نے اوسکو کہ تصرف کرے اوسکے امر مین یا کہا اوس
کو کہ میرا نکاح کر دے جس سے کہ تو چاہے تو نہ صحیح ہوگا وکیل کو اوسکا نکاح کر لینا اپنی ذات سے کذا فی الخانیہ اور عدم جواز کا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ وکیل
بسبب خطاب کرنے عورت کے معرفہ یعنی معین ہو گیا تو نہ داخل ہوگا معرفہ تحت نکرہ کے یعنی غیر معین کے خلاصہ یہہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کے معین ہو گیا
اور عورت نے وکالت مین زوج کو معین نہ کیا اور قاعدہ یہہ ہے کہ معین غیر معین مین داخل نہین ہوتا ولو اجاز من لہ الاجازۃ نکاح الفضولی
بعد موتہ صح لان الشرط قیام المعقود لہ واحد العاقدین فقط بخلاف اجازۃ بیعہ فانہ یشترط قیام اربعۃ اشیاء کما
سیجیٔ اور اگر اجازت دی جسکو اجازت دینے کا اختیار ہے یعنی زوج یا زوجہ نے جائز رکہا فضولی کے نکاح کو بعد اوسکے مرنیکے تو نکاح صحیح ہوگا
اسواسطیکہ صحت نکاح مین اجازت کے وقت شرط ہے قیام معقود لہ کا یعنی جسکے واسطے نکاح منعقد ہوا اور احد العاقدین کا فقط ایک عاقد کی موت
یعنی فضولی کی مضر صحت نہین ہے اسواسطیکہ دوسرا عاقد موجود ہے بخلاف اجازت بیع فضولی کے کہ بعد موت فضولی کے جائز نہین ہے اسلیئے کہ بیع فضولی کی صحت مین چار چیزکا قیام شرط ہے یعنی مبیع اور دونو
عاقد اور قیمت چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا کتاب البیوع مین **فروع** یہہ چند مسائل ہین شارح کے الحاقی الفضولی قبل الاجازۃ لا یملک نقض
النکاح بخلاف البیع فضولی قبل اجازت مالک کے مالک نہین نکاح توڑنیکا بخلاف بیع کے کہ اوسکو توڑ سکتا ہے ویشترط للزوم عقد الوکیل
موافقتہ فی المہر المسمی شرط ہے واسطے لازم ہونے عقد وکیل کے موافقت رکہنا موکل کی مہر مسمی مین تو عدم موافقت مین نکاح لازم نہوگا بلکہ
موکل کو اختیار ہوگا قبول کرے یا رد کرے وحکم الرسول کالوکیل اور حکم پیامی کا مثل حکم وکیل کے ہے مثلا مرد نے عورت کے پاس کسیکو بہیجا نکاح کا
پیام لیکر اور عورت نے قاصد کے روبرو قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ مہر مسمی مین مخالفت نکی ہو

باب المہر

ومن اسمائه الصداق والصدقة والنحلة والعطية والعقر یہہ باب مہر کا ہے صداق اور صدقہ اور نحلہ اور عطیہ اور عقر یہہ سب مہر کے نام ہین اور
اجر اور علائق اور حبا اور فریضہ بھی مہر کو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی استیلاد الجوھرۃ العقر فی الحرائر مہر المثل وفی الاماء عشر قیمۃ
البکر ونصف عشر قیمۃ الثیب اور جوہرہ کے باب استیلاد مین ہے کہ بیبیون مین عقر مہر مثل ہے اور لونڈیون مین دسوان حصہ قیمت باکرہ کا اور
بیسوان حصہ ثیب کا عقر ہے اقلہ عشرۃ دراھم لحدیث البیہقی وغیرہ لا مہر اقل من عشرۃ دراھم کمتر مہر کا دس درم ہین بدلیل حدیث
بیہقی وغیرہ کے کہ نہین ہے مہر کمتر دس درم سے اور اگرچہ یہہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت طرق کے درجہ حسن تک بلند ہو کر لائق حجت کے ہوئی کذا
فی النہر والروایۃ الاقل تحمل علی المعجل اور روایت اقل دس درم کی محمول ہے مہر معجل پر مثلا بخاری اور مسلم مین سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری مرد سے مہر کو اسطرح فرمایا کہ تو کچھ تلاش کر لا اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو اور سنن ابو داود مین جابر رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جسنے اپنی عورت کے مہر مین دو لپ بھر ستو یا کھجور کو دیا تو اوسنے وطی کو حلال کر لیا حالانکہ لوہے کی انگوٹھی اور اتنے ستو اور
کھجور دس درم سے نہایت کم ہین تو ایسی روایات کا شارح نے جواب دیا کہ کمتر کی روایت مہر معجل پر محمول ہے اسواسطے کہ عرب کی عادت یہہ تھی کہ مہر مین سے
کچھ قبل دخول کے جلد ادا کرتے تھے اور یہہ مراد نہین کہ سوای انگوٹھی اور ستو کے اور کچھ مہر نہ تھا علاوہ اسکے حدیث جابر کی متعہ کے مہر کی ہے تو قیاس نکاح کا
متعہ پر جائز نہین اور ایک شخص نہایت محتاج تھا چند سورتین قرآن مجید کی اوسکو یاد تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکا نکاح ایک عورت سے کر دیا
اور فرمایا ملکتکہا بما معک من القرآن کہ مین نے تجھکو عورت کا مالک کر دیا بسبب قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے اس سے یہہ نہین ثابت ہوتا کہ قرآن کو مہر ٹھہرایا
اور اسیواسطے عورت کو قرآن کا سکھلانا شرط نہین کیا بلکہ مطلب یہہ ہے کہ حفظ قرآن کی بزرگی سے تیرا نکاح کر دیا اور اغلب یہہ ہے کہ مہر اوسکا حضرت نے
خود ادا کیا ہوگا اسواسطے کہ تمام مسلمین کے اخراجات کی حضرت خود کفیل ہوا کرتے تھے فضۃ وزن سبعۃ مثاقیل کما فی الزکوۃ چاندی کے دس درم
جو وزن مین سات مثقال کی برابر ہین چنانچہ بیان زکوۃ مین مذکور ہو چکا دس درم شرعی کے ساڑھے اکتیس ماشے ہوتے ہین جسکو ڈیڑھ ماشہ کم تین روپے
ہوئے اگر گیارہ ماشہ کا روپیہ ہو مضروبۃ کانت او لا ولو دینا او عرضا قیمتہ عشرۃ وقت العقد اما فی ضمانہا بطلاق قبل الوطی فیوم التسلیم
درم سکہ دار ہون یا بے سکہ جیسے چاندی کی ڈلی یا پترا اگرچہ قرض ہو یعنی شوہر کے دس درم کسی پر قرض تھے اور اوسنے نکاح مین اونہین دس درمون کا
مہر مقرر کیا تو جائز ہے یا کوئی جنس ایسی ہو جسکی قیمت دس درم ہون وقت نکاح کے تو اگر بعد نکاح کے اوسکی قیمت کم ہو جاوے تو کچھ ضرر نہین لیکن
جنس کی قیمت کے ضامن ہونے مین بسبب طلاق قبل وطی کے تو قبضہ کرنے کے دنکا اعتبار ہے مثلا عورت کا نکاح ایک کپڑے پر ہوا جسکی قیمت دس
درم تھی پھر جسدن عورت نے کپڑے پر قبضہ کیا تو قیمت اوسکی بیس درم ہو گئی تھی سو طلاق دی اوسکو شوہر نے قبل دخول کے اور کپڑا ضائع ہو گیا
تو عورت کو دس درم پھیر دینا چاہئیے اسواسطے کہ اگرچہ کپڑا اول دس درم کا تھا لیکن جسدن عورت کے قبضہ مین آیا تو بیس کا تھا کذا فی حاشیۃ
المدنی نقلا عن المحیط وتجب العشرۃ ان سماھا او دونہا ویجب الاکثر منہا ان سمی الاکثر اور واجب ہین دس درم اگر دس کا نام لیا
یا دس سے کم کا نام لیا یعنی اگر پانچ درم کا مثلا مہر باندھا تو بھی دس ہی درم دینا واجب ہوگا اور واجب ہونگے دس سے زیادہ اگر دس سے
زیادہ کا نام رکھا کتنے ہی کیون نہون زیادہ مہر کی کچھ حد نہین ویتاکد عند وطی او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدھما اور پورا
مہر لازم اور محکم ہوتا ہے نزدیک وطی کے یا خلوت کے جو صحیح ہو گئی زوج کیطرف سے یا نزدیک مرجانے زوج یا زوجہ کے او تزوج ثانیا فی العدۃ
یا نزدیک دوبارہ نکاح کرنیکے عدت مین صورت اوسکی یہہ ہے کہ عورت کو طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اوس سے نکاح کیا عدت مین پھر طلاق
دی قبل دخول کے تو واجب ہوگا دوسرا مہر پورا اور عدت جداگانہ واجب ہوگی تو مہر کامل قبل خلوت کے اسواسطے واجب ہوا کہ وجوب عدت کا وطی
سے خلوت پر کذا فی البحر اور بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ رجعی مین نکاح دوسرا نہین اور اول مہر کے سوا دوسرا مہر نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ
الطحطاوی والمدنی او ازالۃ بکارتہا بنحو حجر بخلاف اذا ازالہا بدفعۃ فانہ یجب النصف بطلاق قبل وطی یا مہر کامل ہوتا ہے بسبب ازالہ بکارت

عورت کا پتھر وغیرہ سے جیسے انگلی یا کنجی سے یا مرض کی سختی سے بخلاف اسکے اگر ذکر کیلئے سوا ازالہ بکارت کا ہوگیا تو نصف مہر مسمی واجب ہوگا طلاق قبل وطی
سے ولو الله ثم من اجنبي فعل الاجنبي ايضا نصف مهر مثلها ان طلقت قبل الدخول والا فكله نصف شا اور اگر اجنبی کے ذکر کیلئے سوا ازالہ
بکارت کا ہوگیا تو اجنبی پر نصف مہر مثل واجب ہوگا اگر طلاق ہوئی عورت کو قبل دخول کے اور اگر بعد دخول کے طلاق ہوئی تو پورا مہر مثل واجب ہوگا چنانچہ
یہ روایت نہر ... بعد جابر بحث کے وجب نصفه بطلاق قبل وطی او خلوة فلو كان نكحها على ما قيمته خمسة كان لها خمسة دراهم
وضعیف اور وجہ ... ہر نصف مہر طلاق قبل وطی یا خلوت سے تو اگر نکاح کیا عورت سے ایسی چیز پر جسکی قیمت پانچ درہم تھی پھر اوسکو طلاق دی قبل وطی یا خلوت
کے تو وہ چیز آدھی عورت کو ملیگی اور ساڑھے باٸی درہم اور ملینگے تو یہی چیز عورت کو اسواسطے ملیگی کہ نصف مہر ملتا ہے طلاق قبل وطی سے اور چونکہ مہر
دس درہم سے کم تھا تو دس کا پورا کرنا واجب ہوا اسواسطے اڑھائی درہم اور عورت کو ملینگے تا اقل مہر کامل ہوجاوے وعاد النصف الی ملك الزوج بمجرد
الطلاق اذا لم یکن مسلما الیها وان كان مسلما اليها لم يبطل ملكها منه بل توقف عوده الى ملكه على القضاء او الرضاء اور پھر
آویگا نصف مہر زوج کی ملکیت میں مجرد طلاق وغیرہ کے جب کہ زوج نے زوجہ کو مہر تسلیم کیا ہوا اور اگر مہر کو تسلیم کر دیا ہو تو عورت کی ملکیت کل مہر
قبل وطی کے باطل نہیں ہوتی بلکہ نصف مہر کی ملکیت کا عود کرنا زوج کیطرف موقوف ہے قاضی کے حکم پر یا عورت کی رضامندی پر فلهذا لا ينفذ
عتقه ای الزوج عبد المهر بعد طلاقها قبله ای قبل القضاء ونحوه لعدم ملكه قبله تو اسی سبب سے نافذ نہیں زوج کا آزاد کرنا مہر
غلام کو بعد طلاق دینے عورت کے قضا یا رضا سے پہلے بسبب نہ مالک ہونے زوج کے قبل قضا یا رضا کے یعنی جب ملکیت زوج کی قضا یا رضا پر موقوف
ہوئی تو بعد اوسکے آزاد کرنا کیونکر ثابت ہوگا وينفذ تصرف المرأة قبله في الكل لبقاء ملكها اور نافذ ہوگا تصرف کرنا عورت کا قبل قضا یا
رضا کے کل مہر میں بسبب باقی رہنے ملکیت عورت کے تو جس غلام پر عورت نے مہر کی وجہ سے قبضہ کیا بعد طلاق ہونیکے بھی اگر اوسکو آزاد کردے
تو بیشک عتق نافذ ہوگا اسواسطے کہ اوسکی ملکیت کل مہر پر قبل قضا یا رضا کے ثابت ہے وعليها نصف قيمة الاصل يوم القبض لان زيادة المهر
المنفصلة تتنصف قبل القبض لا بعده اور عورت پر واجب ہوگی نصف قیمت اصل کی جو قبضہ کرنیکے دن قیمت تھی فقط اصل قیمت اسواسطے واجب ہوئی
کہ مہر کی جدی زیادتی تنصیف ہوتی ہے قبضہ کرنے سے پہلے نہ بعد قبضہ کرنیکے یعنی عورت کو مثلاً لونڈی مہر میں ملی پھر اوسکی لڑکی پیدا ہوئی پھر عورت مطلقہ
ہوئی قبل وطی کے تو جتنی لونڈی کی قیمت قبضہ کرنیکے دن تھی اوسکی نصف قیمت عورت زوج کو پھیر دیگی مگر لونڈی کی اولاد کو بالکل اپنی ملک میں رکھیگی
اسواسطے کہ اولاد زیادتی منفصل ہے اور زیادتی منفصل کی تنصیف قبضہ کرنیکے بعد نہیں ہوتی ووجب مهر المثل في الشغار وهو ان يزوجه
بنته او اخته على ان يزوجه الآخر بنته او اخته مثلا معاوضة بالعقدين اور واجب ہے مہر مثل شغار میں شغار اوسکو کہتے ہیں کہ نکاح کردے ایک مرد اپنی
بیٹی یا بہن کا دوسرے مرد سے اس شرط پر کہ دوسرا مرد مثلاً اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کر دے اس سے تاکہ ایک عقد دوسرے عقد کا بدلا ہوجاوے تو دونوں نکاح
مہر سے خالی ہونگے وهو منهي عنه لخلوه عن المهر فاوجبنا فيه مهر المثل فلم يبق شغارا اور شغار ممنوع ہے حدیث سے بسبب خالی ہونے شغار
کے مہر سے سو ہمنے اوسمیں مہر مثل واجب کیا سو شغار نہ باقی رہا یعنی شغار اسی سبب سے ممنوع ہوا کہ اوسمیں مہر نہیں ہوتا پھر جب مہر مثل اوسمیں واجب
قرار دیا تو حقیقت میں شغار نہ باقی رہا صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا
وفي خدمة زوج حر سنة للامهار لحرة او امة لان فيه قلب الموضوع كذا قالوا اور واجب ہے مہر مثل زوج حر کیخدمت میں ایک برس تک
یعنی ایک برس کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا ہو حرہ کا یا لونڈی کا اسواسطے کہ شوہر کے خادم ہونے میں قلب موضوع ہے یعنی اولٹا معاملہ ہے یعنی لازم یوں ہے
کہ زوجہ زوج کی خدمت کرے پھر جب زوج کا خدمت کرنا مہر ٹھہرا تو بالعکس ہوا اسواسطے نادرست ہوا اور مہر مثل اوسمیں واجب ہوا ایسا کچھ نقصانے
کہا ہے قاضی خان نے کہا کہ زوج سے خدمت لینا حرام ہے اسواسطے کہ ذلت کا سبب ہے کذا فی حاشیة الرملی ومفاده صحة تزويجها على ان يخدم
سيدها او وليها لقصة شعيب مع موسى عليهما السلام اور مفاد تعلیل فقہا کا یہ ہے کہ صحیح ہو نکاح لونڈی کا اس مہر پر کہ خدمت کرے

زوج اوسکا مالک کی یا حرہ کا نکاح اس شرط پر کہ زوج اوسکی ولی کی خدمت کرے بدلیل قصہ شعیب کے ساتھ موسیٰ علیہما السلام کے اسواسطے کہ شعیب علیہ السلام نے
اپنی بیٹی کا نکاح موسیٰ علیہ السلام سے کیا اور آٹھ برس یا دس برس اپنی بکریاں چرانا مہر مقرر کرلیا اور ان سے کہ حقیقۃ علی خدمۃ عبدہٖ او امتہ او خدمۃ ... العلم
وضاء فی قولہ اونکاح آخر برضاء وجیسے سیجے ہی نکاح اس مہر پر کہ شوہر کا غلام یا لونڈی خدمت کرے زوجہ کی یا غیر کا غلام خدمت کرے اپنے مالک کی رضامندی
سے یا کوئی اور حر اپنی خوشی خدمت کرے لیکن جب حر کی خدمت مہر ہو گا تو زوج پر خدمت کی قیمت واجب ہو گی اسواسطے کہ خدمت ... مفاسد بہت ہیں جیسے
اختلاط ہونا اجنبی سے یا انکشاف بعض اعضا کا کذا فی فتح القدیر و فی تعلیم القرآن للنص بالابتغاء بالمال وجب مہر مثل ... العشیر ... موجب
نص قرآنی سے کہ طلب نکاح کی مال سے چاہیے قرآن شریف میں فرمایا کہ ان تبتغوا باموالکم یعنی نکاح طلب کرو اپنے مالوں سے اور تعلیم قرآن
مال نہیں اسواسطے تعلیم قرآن میں مہر مثل واجب کیا و باء ازوجتک بما معک من القرآن للسببیۃ او للتعلیل لکن فی النہر ینبغی ان یصح
علی قول المتاخرین اور بی ازوجتک بما معک من القرآن کی واسطے سببیت یا تعلیل کے ہے یہ شارح نے دفع دخل کا کیا یعنی حدیث میں آیا ہے
کہ حضرت نے ایک صحابی سے فرمایا کہ ازوجتک بما معک من القرآن کہ میں تیرا نکاح کرتا ہوں بدلے قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے تو معلوم ہوا کہ تعلیم
قرآن کی مہر ہو سکتا ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہ دلیل اوسوقت میں پوری ہوتی کہ اس حدیث میں بی کا حرف فقط عوض کے معنی میں مخصوص ہوتا
بلکہ سببیت اور تعلیل کے معنی اسمیں ہو سکتے ہیں یعنی بسبب قرآن یاد ہونے کے یا قرآن کی برکت سے تیرا نکاح کیا تو تعلیم قرآن کا مہر ہونا ثابت نہوا چنانچہ
اول باب میں اس حدیث کا بیان ہو چکا لیکن نہر الفائق میں کہا ہے سزاوار یہ ہے کہ تعلیم قرآن متاخرین کے قول پر مہر ہو سکی بحر الرائق اور
نہر الفائق میں کہا ہے کہ متاخرین کا فتویٰ اس پر ہے کہ تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا درست ہے پھر جب اجرت لینا درست ہوا تو مہر ہونا بھی
درست ہو گا اسواسطے کہ جسکی اجرت لینا جائز ہو اوسکا مہر ہونا بھی جائز ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ قول مفتی بہ پر تعلیم قرآن کا مہر ہونا صحیح ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی ولہا خدمتہ لو کان الزوج عبدا ماذونا فی ذلک اما الحر فخدمتہ لہا حرام لما فیہ من الاہانۃ والاذلال و
کذا استخدامہ فقہر عن البدایع اور جائز ہے حرہ عورت کو خدمت لینا شوہر سے بشرطیکہ شوہر غلام ہوا اور اوسکے مالک نے خدمت کرنیکی اجازت دی یعنی
اگر غلام ماذون اپنے مولےٰ کی حرہ سے نکاح کرے اور ایک برس کی خدمت مثلاً مہر ٹھہراوے تو درست ہے اسواسطے کہ خدمت کرنے میں غلام کی ذلت نہیں لیکن حر کو
خدمت کرنا زوجہ کی حرام ہے اسواسطے کہ اسمیں ذلت اور اہانت ہے اور اسیطرح زوجہ کو شوہر حر سے خدمت لینا حرام ہے چنانچہ نہر الفائق میں ہے بدائع
سے و کذا یجب مہر المثل فیما اذا لم یسم مہرا او نفی ان وطی الزوج او مات احدہما اذا لم یتراضیا علی شیء یصلح مہرا والا فذلک
الشیء ہو الواجب اور اسیطرح واجب ہے مہر مثل اوس صورتمیں جب کہ مہر کا نام نہ لیا گیا یعنی نکاح کیا اور مہر کے ذکر سے سکوت کیا یا نفی مہر کی کی
یعنی یوں کہا کہ ہمنے نکاح کیا بدون مہر کے تو مہر مثل واجب ہو گا اگر وطی کی ہو زوج نے یا دو نوں میں سے ایک مر گیا ہو اوسوقت ہے جب دونوں
نہ راضی ہو گئے ہوں کسی چیز پر جو مہر ہونیکی لیاقت رکھتی ہو اور اگر کسی چیز پر تراضی ہو گئی ہو تو وہی چیز واجب ہو گی مہر مثل کی کچھ ضرورت نہ ہی
او سمی خمرا او خنزیرا او ہذا الخل وہو خمر او ہذا العبد وہو حر لتعذر التسلیم یا نام لیا شراب یا سور کا مہر میں تو مہر مثل واجب ہو گا
اسواسطے کہ شراب اور سور مسلمان کے حق میں مال نہیں یا اشارہ کیا ایک برتن کیطرف اور کہا کہ یہ سرکہ مہر ہے حالانکہ وہ شراب ہے یا ایک شخص کیطرف اشارہ
کیا اور کہا کہ یہ غلام مہر ہے حالانکہ وہ حر ہے تو مہر مثل واجب ہو گا اسواسطے کہ تسلیم کرنا حر کا متعذر ہے اور اسیطرح تسلیم خمر اور خنزیر بھی متعذر ہے
کہ مسلمان کے کام کے نہیں او دابۃ او ثوبا او دارا ولو بین جنسہا لفحش الجہالۃ یا نام لیا مہر میں جانور کا یا کپڑے کا یا گھر کا اور بیان
کیا اونکی جنس کو کہ کون جانور گھوڑا یا بیل اور کون کپڑا ململ یا گزی اور کیسا گھر کچا یا پکا تو ایسا مہر صحیح نہیں بسبب کثرت جہالت کے کہ کچھ
امتیاز نہیں ہو سکتی لہذا ان صورتوں میں مہر مثل واجب ہو گا و یجب متعۃ لمفوضۃ ہی من زوجت بلا مہر طلقت قبل الوطی اور واجب ہے
متعہ مفوضہ کیواسطے مفوضہ وہ عورت ہے جسکا نکاح ہوا بدون مہر کے جو مطلقہ ہوئی قبل وطی کے وہی درع و خمار و ملحفۃ لا تزید علی نصفہ اے

نصف مہر المثل لو الزوج غنیا ولا ینقص من خمسۃ دراہم لو فقیرا اور مراد متعہ سے تین کپڑے ہیں ایک کرتی دوسری اوڑھنی تیسری چادر سرے
تا قدم اور زیادہ نہو ان تینون کپڑون کی قیمت نصف مہر مثل سے اگر زوج مالدار ہے اور کم نہو پانچ درم سے اگر زوج محتاج ہے وتعتبر المتعۃ بحالہما کالنفقۃ
بہ یفتی اور معتبر ہے متعہ بقدر حال زوجین کے مثل نفقہ کے یہی قول قوی ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر دونو محتاج ہین تو واجب کرباس متوسط ہے اور اگر
دونو [illegible] تو ... کپڑا متوسط ہے اور اگر ایک غنی ہے اور دوسرا محتاج تو تسر کا کپڑا متوسط واجب ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحب المتعۃ
لمن سواہا ... الا من سمی لہا مہر وطلقت قبل وطی فلا تستحب لہا بل للموطوءۃ سمی لہا مہر اولا فالمطلقات اربع
اور مستحب ہے متعہ سوا مفوضہ کے مگر جسکا مہر معین ہوا اور وہ مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو اسکے واسطے متعہ مستحب نہین بلکہ متعہ اوس عورت کو مستحب ہے
جسکی وطی ہوئی اور اسکا مہر معین ہوا ہو یا نہوا ہو تو مطلقہ عورتین چار طرح پر ہین ایک وہ مطلقہ جسکی وطی نہوئی نہ مہر معین ہوا تو اسکے واسطے متعہ واجب ہے
دوسری وہ مطلقہ جسکا مہر معین تہا اور وطی نہوئی تو اوسکو متعہ دینا مستحب نہین تیسرے وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر معین نہوا چوتھے وہ مطلقہ
جسکی وطی ہوئی اور مہر اوسکا معین تہا تو ان دونو کو متعہ دینا مستحب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وما فرض بتراضیہما او بفرض قاض
مہر المثل بعد العقد الخالی عن المہر او زید علی ما سمی فانہا تلزمہ بشرط قبولہا فی المجلس او قبول ولی الصغیرۃ فی معرفۃ قدرہا
وبقاء الزوجیۃ فی الظاہر نہر اور جو مہر کہ مقرر ہوا زوجین کی تراضی سے یا بسبب مقرر کرنے قاضی کے مہر مثل کو بعد نکاح کے جو خالی تہا مہر سے
یا جو مہر کہ معین ہو چکا تہا اوسپر زوج نے زیادہ کر دیا یا اوسکے ولی نے سو یہ زیادہ کرنا زوج پر لازم ہو جاتا ہے بشرط قبول کرنے عورت کے مجلس مین
یا قبول کرنے ولی صغیرہ کے پس یہ زیادتی لازم ہوگی درصورت معرفت مقدار زیادتی کے اور باقی رہنے زوجیت کے بنابر قول ظاہر کے کذا فی النہر تو
اگر زوج نے کہا کہ مین نے تیرا مہر زیادہ کر دیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زیادتی مجہول ہے اور اگر بعد طلاق باین کے کچھ مہر زیادہ کیا تو صحیح نہوگا اسواسطے
کہ زوجیت باقی نہین رہی وفی الکافی وکذا النکاح زیادۃ الف لزمہ الالفان علی الظاہر نہر اور کافی مین یون ہے کہ زوج نے نکاح کی
تجدید کی ہزار درم زیادہ کرکے تو دو ہزار لازم آوینگے بنابر قول ظاہر کے کذا فی النہر و دو ہزار اسواسطے لازم ہوئے کہ ایکہزار اول نکاح کے اور
ایکہزار دوسرے نکاح کے وفی الخانیۃ لو وہبتہ مہرہا ثم اقر بکذا من المہر وقبلت صح ویحمل علی الزیادۃ وفی البزازیۃ الاشبہ انہ
لا یصح بلا قصد الزیادۃ اور خانیہ مین ہے کہ اگر زوجہ نے زوج کو مہر بخشدیا پہر اقرار کیا زوج نے اتنے مہر کا اور قبول کر لیا عورت نے تو صحیح
ہے اور یہ محمول ہوگا مہر زیادہ کر دینے پر اور بزازیہ مین ہے اشبہ بحق یہ ہے کہ یہ اقرار صحیح نہین بدون قصد زیادتی کے لا ینتصف لاختصاص
التنصیف بالمفروض فی العقد بالنص یعنی جو مہر کہ مفروض ہوا بعد عقد کے یا زیادہ ہوا مسمی پر اوسکی تنصیف نہوگی طلاق قبل وطی مین اسواسطے
مخصوص ہونے تنصیف کے عقد کے مفروض مسمی پر بموجب نص قرآن کے کہ قرآن مین ارشاد ہوا فنصف ما فرضتم یعنی آدہا مہر مفروض دینا
لازم ہے اور عرف مین مفروض اوسی مہر کو کہتے ہین جو عقد کیوقت مقرر ہوا نہ اوسکو جو بعد عقد کے مفروض ہوا یا زیادہ ہوا وحینئذ تجب
المتعۃ فی الاول ونصف الاول فی الثانی بلکہ واجب ہوگا متعہ اول صورت مین یعنی مفروض بعد العقد مین اور واجب ہوگا نصف اصل مہر کا ثانی
صورت مین یعنی زیادت علی المسمی مین وصح حطہا لکلہ او بعضہ عنہ قبل اولا ویرتد بالرد بحر اور صحیح ہے ساقط کر دینا عورت کا کل
مہر کو یا بعض کو شوہر سے قبول کیا ہو شوہر نے اوسکو یا نہ قبول کیا ہو اور پہر جاتا ہے پہیر دینے سے کذا فی البحر یعنی زوجہ اگر زوج سے اپنا مہر معاف کر دے
تو صحیح ہے خواہ زوج قبول کرے یا نکرے یہانتک کہ اگر بعد موت زوج کے یا طلاق باین کی بہی معاف کریگی تو معاف ہو جائیگا لیکن اگر زوج یون
کہے کہ مہر کا معاف کرنا مین نہین مانتا تو البتہ نہ معاف ہوگا اور شرط یہ ہے کہ عورت اپنی مرض الموت مین نہ اسقاط کرے اور قنیہ مین ہے کہ زوج
نے زوجہ سے کہا کہ مین تیرے پاس نہین لیٹونگا جبتک تو مہر سے ابرا نکرے سو زوجہ نے ابرا کیا بعضون نے کہا کہ مہر معاف ہوگیا اسواسطے کہ حدیث
مین آیا ہے کہ آپس مین تحفہ دیا کرو تاکہ دوست ہو جاؤ تو جب محبت کیواسطے تحفہ دینے کا حکم ہوا تو محبت کے واسطے مہر معاف کرنا بہی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ [illegible]

من البحر والخلوة مبتدأ خبره قوله لا تبين كالوطي اور لفظ خلوت کا مبتدا ہے اور خبر اوسکی مصنف کا آئندہ قول کالوطی ہے یہان سے احکام خلوت صحیحہ کے
شروع ہوئے خلوت صحیحہ برابر وطی کے ہے بشرطیکہ موانع کے اور مبتدا اور خبر مین موانع کا بیان ہے بلا مانع حسي تعمّان لاحدهما يمنع الوطي
وطبعي كوجود ثالث عاقل ذكره ابن الكمال وجعله في الاسرار من الحسي وعليه فليس للطبعي مثال مستقل خلوت بدون مانع حسی کے
مانند وطی کے ہو مانع حسی وہ جو حواس سے معلوم ہو جیسے زوج یا زوجہ کا ایسا بیمار ہونا کہ مانع وطی کا ہو اور خلوت بدون مانع طبعی کے جیسے زوج اور زوجہ
مین تیسرے شخص عاقل کا موجود ہونا ایسا ذکر کیا ابن کمال نے اور وجود ثالث کو اسرار مین مانع حسی سے ٹھہرایا ہے تو اس تقدیر پر طبعی کی کوئی مستقل
مثال نہین ہے وشرعي كاحرام لفرض او نفل اور مانع شرعی جیسے احرام فرض حج کا یا نفل حج کا ومن الحسي رتق بفتحتين التلاحم وقرن
بالسكون عظم وعفل بفتحتين غدة وصغر لو بزوج لا يطاق معه الجماع اور مانع حسی سے رتق ہے رتق بفتحتین بمعنی تلاحم ہے یعنی شرمگاہ
کا ایسا بند ہونا کہ دخول ممکن نہو اور مانع حسی سے قرن ہے قرن بالسکون عظم ہے یعنی ایسی ہڈی شرمگاہ مین جو مانع ہو دخول کی اور بعضے قرن کو غدہ
غلیظہ کہتے ہین اور بعضے گوشت زائد کو کہتے ہین اور مانع حسی سے عفل ہے عفل بفتحتین غدہ ہے قاموس مین کہا کہ عفل ایک شی ہے کہ عورت کی شرمگاہ
سے نکلتی ہے جیسے فوطہ بڑھنے کی بیماری مرد کو ہوتی ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ عفل ایک شی مدور ہے کہ عورت کی شرمگاہ مین نکلتی ہے یعنی مثل [illegible] کے
اور مانع حسی سے لڑکپن ہے اگرچہ زوج ہی کم سن ہو ایسا لڑکپن کہ قدرت نہو اوس حال کے ساتھ جماع کرنیکی وبلا وجود ثالث معهما ولو نائما
او اعمى الا ان يكون الثالث صغيرا لا يعقل بان لا يعبر عما يكون بينهما او مجنونا او مغمى عليه لكن في البزازية ان في الليل صحت
لا في النهار وكذا الاعمى في الاصح او جارية احدهما فلا تمنع به يفتى مبتغي اور مانند وطی کے ہے بدون موجود ہونے تیسرے شخص کے زوجین کے
ساتھ اگرچہ شخص ثالث سوتا ہو یا اندھا مانع ہو خلوت کا مگر یہ کہ تیسرا شخص صغیر لا یعقل ایسا ہو کہ بیان نکر سکے جو دونون مین ہوتا ہو یا دیوانہ یا بیہوش
ہو تو خلوت زوجین کا مانع نہین لیکن بزازیہ مین ہے کہ اگر خلوت رات مین ہے اور دیوانہ یا بیہوش پاس ہو تو خلوت صحیح ہے اور دن مین خلوت صحیح نہین
اسواسطے کہ مجنون کو کبھی ادراک ہوتا ہے اور بیہوش کا ہی ہوش مین آتا ہے اور ایسا ہی حال اندھے کا ہے قول اصح مین یا شخص ثالث لونڈی ہو زوج کی
یا زوجہ کی تو لونڈیکا ہونا زوجین کے پاس خلوت کا مانع نہین یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المبتغی بحر الرائق مین کہا کہ جاریہ مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ
جاریہ مانع خلوت کی نہین زوجین کی ہو یا اور کسیکی اور بعضون نے کہا کہ زوجہ کی جاریہ مانع ہے خلوت کی بخلاف جاریہ زوج کے اور مختار یہ ہے کہ زوج
اور زوجہ دونو کی جاریہ مانع خلوت کی نہین کذا فی الخلاصة اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المبتغی اور امام سرخسی نے مبسوط مین کہا دونو کی جاریہ
مانع ہے خلوت کی اور یہی ہے قول امام اور صاحبین کا اسواسطے کہ لونڈی کے روبرو جماع کرنا زوجہ سے بالطبع نہین ہو سکتا انتہے علی الخصوص زوجہ
کی جاریہ کی روبرو وطی کرنا کسیطرح حلال نہین اسواسطے کہ وہ اجنبی ہے زوج سے اور لائق یہ ہے کہ اس قول سے عدول نکیجئے کہ باعتبار درایت
اور روایت کے قوی ہے اور عجب ہے کہ امام اور صاحبین کی مخالف قول کو مفتی بہ قرار دیجئے اور متن مین داخل کیجئے حالانکہ کسیطرح لائق ترجیح
کے نہین کذا فی حاشية المدنی عن الشيخ رحمتی المحشی والكلب يمنع ان كان عقورا مطلقا وفي الفتح وعندي ان كلبه لا يمنع مطلقا او
كان للزوجة والا بان لم يكن عقورا او كان له لا يمنع اور کتّے کا ہونا زوجین کے پاس مانع ہے خلوت صحیحہ کا اگر کٹہا ہو تو مطلق مانع ہے زوج کا کتا ہو یا
زوجہ کا رات ہو یا دن اور فتح القدیر مین کہا کہ میرے نزدیک زوج کا کتا مطلقا مانع خلوت کا نہین کٹہا ہو یا نہو اسواسطے کہ اپنے مالک کو ہرگز نہین
کاٹتا تو وہ بخوف وطی پر قادر ہوگا یا کتا زوجہ کا ہو تو اوسکا ہونا مانع ہے خلوت کا اسواسطے کہ زوجہ کا کتا اپنی بی بی کو مرد کے تلے دیکھکر غضب
مین آویگا اور حملہ کریگا اور اگر کتا کٹہا نہو یا کٹہا ہو اور زوج کا ہو تو مانع خلوت کا نہین اسواسطے کہ کلب عقور اپنے مالک کو نہین کاٹتا چنانچہ فتح القدیر
کی روایت مین مذکور ہو چکا وبقی منه عدم صلاحية المكان كمسجد وطريق وحمام وسطح وبيت بابه مفتوح وما اذا لم يعرفها اور
باقی رہگیا مانع حسی سے عدم صلاحیت مکان کی یعنی مکان لائق وطی کے نہونا جیسے مسجد اور راہ اور حمام اور چھت بدون پردہ کی اور کوٹھری

جسکا یہ ارادہ ہو کہ نماز پڑھے اسواسطے کہ بیمہ مکانات آمد ورفت اور نظر غیر سے خالی نہیں اور باقی رہی مانع شرعی کی وہ صورت جبکہ زوج زوجہ کو نہ پہچانتا ہو اسواسطے کہ
قدرت وطی کی بدون معرفت زوجہ کے متحقق نہیں وصوم التطوع والنذر والکفارات والقضاء غیر مانع بعضهما فی الاصح اذ لا کفارة
بالافساد و مفاده انه لو اکل ناسیا فامسک فخلا بها ان تصح وکذا کل ما اسقط الکفارة یعنی اور روزہ نفل کا اور نذر اور کفارہ
اور قضا کا مانع نہیں ہے یعنی [illegible] کا قول اصح ہے اسواسطے کہ ان روزوں کے توڑنے میں کفارہ نہیں اور مفاد اس تعلیل کا یہ ہے کہ اگر صائم ہو کر
کہا گیا پھر اوسنے باقی [illegible] امساک کیا پھر عورت سے خلوت کی تو یہ خلوت صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسمیں کفارہ نہیں چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الصوم میں ہو چکی
اور یہی طرح جو کفارہ کو ساقط کرے سو مانع صحت خلوت کا نہیں کذا فی النہر والمانع صوم رمضان اداء وصلوة الفرض فقط بلکہ مانع خلوت صحیحہ کا
صوم ہے اور یہ رمضان کا اور نماز فرض فقط خواہ نماز ادا کی خواہ قضا کی اور باقی رہ گیا موانع شرعیہ سے وہ طلاق جو خلوت پر معلق ہو یعنی زوج
کہا عورت سے کہ اگر میں تیرے ساتھ خلوت کروں تو تجھکو طلاق ہے پھر اوسنے خلوت کی تو طلاق واقع ہوگی تو زوج فقط نصف مہر دیگا اسواسطے کہ خلوت
کرتے ہی عورت مطلقہ ہوگئی تو وطی حرام ہوئی کذا فی الواقعات اور بزازیہ اور خلاصہ میں ہے کہ اس طلاق میں عدت واجب نہیں کذا فی حاشیة [illegible]
کالوطی ولو کان الزوج مجبوبا او عنینا او خصیا او خنثی ان ظهر حاله والا فنکاحه موقوف یعنی خلوت بدون موانع مذکورہ کے
برابر وطی کے ہے چند احکام میں جنکا ذکر آگے آتا ہے اگرچہ زوج مقطوع الذکر یا عنین ہو یا مرد ہو یا خصی ہو یا خنثی ہو بشرطیکہ خنثے کا حال قبل خلوت
کے کھل گیا ہو یعنی مرد ہونا اوسکا ثابت ہو گیا ہو تب اوسکی خلوت مانند وطی کے ہوگی اور اگر خنثے کا حال نہ ظاہر ہوا ہو کہ مرد ہے یا عورت تو اوسکا
نکاح موقوف رہیگا حال ظاہر ہونے تک تو ایسے خنثے کی خلوت مانند وطی کے نہیں وما فی البحر والاشباه لیس علی ظاهره کما بسطه فی النهر
اور جو خنثے کا مسئلہ بحر الرائق اور اشباہ میں ہے وہ اپنے ظاہر پر محمول نہیں چنانچہ اسکو خوب بیان کیا ہے نہر الفائق میں ہم اشباہ میں کہا ہے کہ اگر
خنثے کے باپ نے اوسکا نکاح مرد سے کیا پھر مرد نے اوس سے وطی کی تو جائز ہے اور اگر مرد وطی کر سکا تو مجھکو اسکا علم نہیں اور اگر خنثے کے باپ نے اوسکا
نکاح عورت سے کیا پھر خنثے نے عورت سے وطی کی تو جائز ہے اور نہیں تو اوسکی مدت مقرر ہوگی عنین کی مانند انتہی عبارتہ اس عبارت سے معلوم
ہوتا ہے کہ قبل ظاہر ہونے حال خنثے کے خلوت کرنا اوسکو جائز ہے اور نہر الفائق میں مبسوط سے نقل کیا کہ نکاح خنثے کا قبل ظاہر ہونے اوسکے حال کے
موقوف ہے پھر بعد بالغ ہونیکے اگر خنثی مرد نکلا اور نکاح عورت سے ہوا تھا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مرد سے نکاح ہوا تھا تو نکاح باطل ہے اس عبارت سے
صریحا ثابت ہوتا ہے کہ خنثے کو خلوت کرنا قبل ظاہر ہونے اوسکے حال کے صحیح نہیں وفیه عن شرح الوهبانیة قد یکون العنة لمرض او ضعف
خلقة او کبر سن اور نہر الفائق میں ہے شرح وہبانیہ سے اور کبھی ہوتی ہے نامردی بیماری سے یا ضعف پیدایش سے یا درازی عمر سے یہ جواب
اوس سوال کا ہے جو نہر الفائق کی عبارت پر وارد ہوتا ہے نہر الفائق میں کہا کہ اگر خنثے بعد بالغ ہونیکے جماع پر قادر نہوا تو اوسکی مدت مقرر ہوگی
مانند عنین کے اس عبارت پر سوال لگتا ہے کہ نامردی تو درازی عمر میں ہوتی ہے اور جوانی کا وقت تو جوش شہوت کا زمانہ ہے اسوقت میں نامردی کیونکر
متصور ہو شارح نے اسکا جواب شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ نامردی فقط پیری پر موقوف نہیں بلکہ بیماری اور ضعف خلقت سے بھی ہوتی ہے
کذا فی حاشیة المدنی فی ثبوت النسب ولو من المجبوب یعنی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ہے ثابت ہونے نسب میں اگرچہ خلوت زوج مقطوع الذکر
[illegible] سے ہو مناسب یون تھا کہ ماتن ثبوت نسب کو احکام خلوت سے نہ شمار کرتا اسواسطے کہ نسب تو مجرد عقد سے ثابت ہو جاتا ہے خلوت پر موقوف نہیں
وفی تاکد المهر المسمی ومهر المثل بلا تسمیة اور خلوت مانند وطی کے ہے مہر مسمی اور مہر بدون تسمیہ کے ثابت اور محکم ہو جانے میں یعنی جیسے
وطی سے مہر مسمی اور مہر مثل غیر مسمی میں زوج پر لازم ہوتا ہے ویسا ہی خلوت صحیحہ سے بھی دونوں لازم ہو جاتے ہیں والنفقة والسکنی اور خلوت
مانند وطی کے ہے نفقہ اور سکنی لازم ہونے میں یعنی نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ کرکے طلاق دے تو زوج پر نفقہ اور سکنی تا عدت لازم ہوگا و
العدة وحرمة نکاح اختها واربع سواها فی حال العدة اور خلوت مانند وطی کے ہے واجب ہونے عدت میں اور منکوحہ کی بہن کا نکاح اور اوسکے سوا چار

عورتوں کے نکاح حرام ہونہیں اوسکی عدت کے اندر یعنی عورت سے نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ کرکے اوسکو طلاق دی تو اوسکی عدت مین اوسکی بہن سے نکاح حرام ہے اور اسیطرح سوای اوس عورت کے اور چار عورتوں سے نکاح کرنا اوسکی عدت مین حرام ہے ومثلہ نکاح الامۃ اور خلوت مانند وطی کے ہے لونڈی کے نکاح حرام ہونیمین یعنی حرہ منکوحہ بعد خلوت کے مطلقہ ہوی تو اوسکی عدت مین لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہے ومثلہا عایۃ وقت الطلاق فی حقہا اور خلوت مانند وطی کے ہی وقت طلاق کے رعایت کرنیمین عورت کے حق مین یعنی جیسے بعد وطی کے مستحب ہے کہ طہر مین طلاق رجعی دے نہ حیض مین ویسے ہی بعد خلوت صحیحہ کے بھی وقت طلاق کی رعایت رکھے چنانچہ اسکی تصریح کتاب الطلاق مین آویگی انشاء اللہ تعالیٰ ولحوق طلاق بائن آخر علی المختار اور اسیطرح خلوت مانند وطی کے ہی دوسری طلاق بائن پڑنیمین بنا بر قول مختار کے یعنی خلوت کے بعد ایک طلاق بائن دی پھر عدت کے اندر دوسری طلاق بائن دی تو دوسری طلاق واقع ہوگی قول مختار مین اور اگرچہ پہلی طلاق بلفظ صریح تھی لیکن وہ بھی در حکم بائن ہے علما کے نزدیک احتیاطا اور مزید تصریح اسکی حاشیہ طحطاوی اور مدنی مین ہے جسکو زیادہ شوق ہو وہان دیکھلے ولا یکون کالوطی فی حق بقیۃ الاحکام کالغسل نہین ہے خلوت برابر وطی کے بقیہ احکام کے حق مین جیسے غسل مین یعنی وطی سے زوجین پر غسل واجب ہوتا ہے اور خلوت صحیحہ سے نہین والاحصان اور نہین ہے خلوت صحیحہ مانند وطی کے ثبوت احصان مین یعنی وطی سے حکم احصان کا ثابت ہوتا ہے اور خلوت سے نہین محصن اگر زنا کرے تو سنگسار ہو بخلاف خلوت والیکی وحرمۃ البنات اور نہین ہے خلوت مانند وطی کے بیٹیونکی حرمت مین یعنی مرد نے جس عورت سے وطی کی تو اوسکی بیٹی مرد پر حرام ہے اور خلوت سے اوس عورت کی بیٹی حرام نہین وحلہا للاول اور نہین خلوت مانند وطی کے عورت کو حلال ہونیمین پہلے زوج کیواسطے یعنی مطلقہ ثلثہ زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوتی ہے اور زوج ثانی کی خلوت سے اوسکو حلال نہین ہوتی والرجعۃ اور نہین خلوت مانند وطی کے رجعت مین یعنی رجعی کے بعد طلاق دینے مین رجعت درست ہی اور خلوت کے بعد طلاق دینے سے رجعت درست نہین اسواسطیکہ بعد خلوت کے طلاق رجعی نہین رہتی بلکہ بائن ہوجاتی ہے چنانچہ ذخیرہ وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والمیراث اور نہین خلوت مانند وطی کی درحق میراث یعنی اگر بعد خلوت کے طلاق ہوئی اور عدت مین زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی مرد کی بخلاف وطی کے وتزوجہا کالابکار علی المختار وغیر ذلک کما نظمہ صاحب النہر فقال اور تزویج خلوت والی عورت کی مثل باکرہ عورتون کے ہی بنا بر قول مختار کے یعنی جب باکرہ کو بعد خلوت کے طلاق ملی تو اوسکا نکاح ثانی مانند باکرہ عورتون کے ہوگا اور سوای اسکے اور احکام مین جنمین خلوت وطی کی مانند نہین جیسے اجازت نکاح موقوف کی خلوت سے نہین ہوتی بخلاف وطی کے چنانچہ اسکو نہر الفائق کے مصنف نے نظم کیا ہے اور کہا ہے ؎ وخلوۃ الزوج مثل الوطی فی صور ✿ وغیرہا وہذا العقد یحصرہا اور خلوت کرنا زوج کا مانند وطی کے ہے چند صورتونمین اور مغائر ہی وطی کے چند صورتونمین اور اس نظم سے جو کہ موتیونکی لڑی ہی احکام خلوت کی تفصیل ہے ؎ تکمیل مہر وإعداد کذا نسب ✿ انفاق سکنی ومنع الاخت مقبول خلوت برابر ہے وطی کے تکمیل مہر مین اور وجوب عدت مین اور اسیطرح ثبوت نسب مین اور نفقہ دینے مین اور سکنی مین اور بہن کے نکاح منع ہونیمین مقبول ہے یعنی قول علما کے نزدیک مردود نہین ؎ واربع وکذا قالوا الاماء ولقد ✿ راعوا زمان فراق فیہ ترحیل اور خلوت مانند وطی کے ہی چار عورتون کے نکاح حرام ہونیمین اوسکی عدت کے اندر اور اسیطرح علمانے لونڈیون کو کہا ہے اور مقرر رعایت کی ہے علمانے زمانہ فراق کی جسمین رخصت کرنا ہی یعنی طہر کیوقت طلاق دینا چاہئے حیض مین نہین ؎ واوقعوا فیہ تطلیقا اذا لحقا ✿ وقیل لا والصواب الاوقع القیل اور واقع کی ہے علمانے طلاق کے اندر دوسری طلاق جبکہ وہ لاحق ہو اول طلاق سے اور بعضون نے کہا کہ دوسری طلاق نہین واقع ہوتی اور درست پہلا ہی قول ہے یعنی واقع ہوتی ہے ؎ اما المغایر فالاحصان یا امل ✿ ورجعۃ وکذا التوریث معقول لیکن وہ احکام جنمین خلوت مغائر ہے وطی کی اول اونمین سے احصان ہے اے میرے مقصود اور رجعت ہی اور اسیطرح وراثت معقول ہے ؎ سقوط وطی واحلال لہا وکذا ✿ تحریم بنت نکاح البکر مبذول اور ساقط ہونا وطی کا یعنی جبکہ ایکبار زوجہ سے وطی کی تو اوسکا وطی کا مطالبہ ساقط ہوگیا اور اگر فقط خلوت کی تو زوجہ کو وطی کے مطالبہ کا

حق سے اور احلال نہ ہوجہ کا یعنی زوج ثانی نے اگر عورت کو بعد خلوت کے طلاق دی تو زوج اول کو یہ عورت نہ حلال ہوگی بخلاف وطی کے اور اسیطرح حرام
بیٹی کا یعنی اگر عورت سے خلوت کی مدون مساس وغیرہ کے پھر طلاق دی تو اوس عورت کی بیٹی زوج پر حرام نہیں بخلاف وطی کے اور نکاح باکرہ سے دل سے
یعنی باکرہ کیطرح خلوت والی عورت کا نکاح ہو یعنی استیذان ولی مین اوسکا سکوت قائم مقام نطق کے ہے باکرہ کی مانند کذا فی الکفایۃ والتکفیر ماقبل
عبادۃ وتکمیل اسیطرح ایلا سے رجوع کرنا یعنی زوج نے قسم کھائی کہ زوجہ سے چار مہینے وطی نکرونگا پھر اگر قسم پوری کی تو طلاق
بائن ہوئی اور مدت مذکورہ میں وطی کی تو اوسکو فئی کہتے ہیں یعنی نکاح ثانی رہیگی طرف رجوع کی تو ایلا کرنے والیکا رجوع وطی کرنے سے ہوتا ہے
نہ خلوت سے اور اسیطرح کفارہ دینا صائم کو خلوت سے واجب نہیں ہوتا اور وطی سے کفارہ واجب ہے اور اسیطرح خلوت سے عبادت حج اور صوم اور نماز
فاسد نہیں ہوتے بخلاف وطی کے اور اسیطرح خلوت سے غسل واجب نہیں ہوتا بخلاف وطی کے اور غسل تک تکمیل ہوئی اون مسائل کی جنمین خلوت مانند
وطی کے نہیں ولو افترقا فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لھا لانکارھا سقوط نصف المھر ان انکرت
الوطی اور اگر جدائی ہوئی زوج اور زوجہ مین سو زوجہ نے کہا کہ مجھکو طلاق دی بعد دخول کے اور زوج نے کہا قبل دخول کے تو عورت کا قول معتبر ہوگا
منکر ہونے عورت کے سقوط نصف مہر کو اگرچہ عورت منکر ہو وطی کی تو بھی اوسیکا قول معتبر ہوگا اور پورا مہر پاویگی ولو لم تمکنہ فی الخلوۃ فان بکرا
صحت والا لان الیکن امانۃ لما کرھا کما بحثہ الطرطوسی واقرہ المصنف اور اگر نہ قادر ہونے دیا زوجہ نے زوج کو خلوت مین تو اگر
زوجہ باکرہ ہے تو خلوت صحیحہ ہوئی اور اگر باکرہ نہیں تو خلوت صحیح نہوئی اسواسطے کہ باکرہ کی وطی نہیں ہوتی مگر زبردستی سے چنانچہ یہی تفصیل کی
ہے طرطوسی نے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین ولو قال ان خلوت بک فانت طالق فخلا بھا طلقت بائنا
لوجود الشرط ووجب نصف المھر ولا عدۃ علیھا بزازیہ اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر مین تیرے ساتھ خلوت کرون تو تجھکو طلاق ہے
پھر خلوت کی زوجہ سے تو اوسکو طلاق بائن ہوگئی بسبب پائے جانے شرط کے اور واجب ہوگا نصف مہر اور عدت اس عورت پر واجب نہیں کذا فی البزازیہ
پھر جب عدت ہوئی تو نفقہ اور سکنی اور لباس بھی ہوگا اسواسطے کہ یہ چیزین فروع عدت سے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وتجب العدۃ فی الکل لے
کل انواع الخلوۃ ولو فاسدۃ احتیاطا لما اے استحسانا لتوھم الشغل اور واجب ہوتی ہے عدت کل مین یعنی کل اقسام خلوت مین اگرچہ
خلوت فاسدہ ہو خلوت سے عدت واجب ہے احتیاطا یعنی باعتبار استحسان کے بجہت توہم شغل کے یعنی اس توہم سے کہ رحم عورت کا نطفہ زوج سے
مشغول ہوگیا ہر چند سابق مین خلوت سے وجوب عدت کا حکم مذکور ہوچکا لیکن مصنف نے یہان علیحدہ کرکے پھر اسواسطے بیان کیا تاکہ معلوم ہوجاوے
کہ خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونون مین عدت واجب ہے چنانچہ شارح نے اسکی طرف اشارہ کردیا اور سابق فقط خلوت صحیحہ کے احکام مذکور ہوئے تھے
وقیل قائلہ القدوری واختارہ التمرتاشی وقاضیخان ان کان المانع شرعیا کصوم تجب العدۃ وان کان حقیقیا کصغر او
مرض مدنف لا تجب والمذھب الاول لانہ نص محمد قالہ المصنف اور کہا گیا ہے اس قول کا قائل قدوری ہے اور پسند کیا ہے اسکو
تمرتاشی اور قاضیخان نے کہ اگر خلوت صحیحہ کا مانع شرعی ہے جیسے روزہ تو عدت واجب ہے اور اگر مانع خلوت کا حقیقی ہے جیسے کم سن ہونا
یا مرض دائمی جسنے قوت کو بالکل توڑ دیا تو عدت واجب نہیں اور مذہب مختار اول ہے قول ہے یعنی ہر صورت عدت واجب ہے خلوت صحیح ہوا ہو یا نہو اسکو
تصریح کردی ہے امام محمد نے جامع صغیر مین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنی شرح مین کہا ہے وفی المجتبی الموت ایضا کالوطی فی حق العدۃ
والمھر فقط حتی لو ماتت الام قبل دخولہ بہا حلت بنتھا اور مجتبی مین ہے کہ موت بھی مانند وطی کے ہے عدت کے حق مین اور مہر مین فقط
یہانتک کہ اگر ماں مرگئی قبل دخول کے تو اوسکی بیٹی حلال ہوگی ماں کے زوج پر قبضت الف المھر فوھبتہ لہ وطلقت قبل وطی رجع علیھا
بنصفہ لعدم تعیین النقود فی العقود وفسخ ہبہ کئے زوجہ نے ہزار درہم مہر کے پھر وہی ہزار زوج کو ہبہ کئے اور طلاق ہوگئی زوجہ کو قبل
وطی کے تو زوج زوجہ سے نصف مہر یعنی پانسو پھیر لے اسواسطے کہ مہر فقط ہزار تھا تو طلاق قبل وطی سے آدھا زوج پر واجب ٹھہرا اور زوجہ نے پورا

مہر لیلیا تھا تو آدھا مہر زوجہ کو پہیر دینا چاہئیے اور زوجہ نے جو زوج کو ہبہ کیا اوسکا اعتبار نہین ہو اسطر کہ جو مستحق الاسترداد تھا وہ بعینہ زوج کو نہین پہنچا
بلکہ غیر مستحق پہنچا بسبب متعین ہونے نقود کے عقود مین مثلاً اگر دس روپے عورت سے نکاح وش درہم پر جو اوسکے پاس موجود تھے کیا پہر زوج کو اختیار ہے کہ اُن
درمون کو اپنے پاس رکھے اور اون کی مانند اور درم زوجہ کو دے اور اسیطرح بیع وغیرہ عقود مین نقود کی تعیین ہوتی نہین وان لم تقبضه او
قبضت نصفه فوهبت الكل في الصورة الاولى او ما بقي وهو النصف في الثانية او وهبت عرض المهر ... معيّنا او في الذمة
قبل القبض او بعده لا رجوع لحصول المقصود اور اگر زوجہ نے مہر پر قبضہ نکیا یا نصف پر قبضہ کیا پہر زوج کو سب ہبہ کیا پہلی صورتین یعنی جب
قبض مین یا باقی مہر کو ہبہ کیا یعنی نصف مہر کو دوسری صورتین یعنی نصف مہر کے قبضہ کرنیمین یا مہر نقد نتہا بلکہ جنس تھی اور زوجہ نے جنس مہر کی زوج کو
ہبہ کی جیسے کوئی معین کپڑا یا وہ کپڑا ہبہ کیا جوکسیکے ذمہ پر قرض تہا قبل قبضہ کرنے جنس مہر کے ہبہ ہوا ہو یا بعد قبضہ کرنے کے پہر طلاق ہوئی
عورت کو قبل وطی کے تو ان چارون صورتون مین نصف مہر کا پہیر لینا زوجہ سے نہین پہنچتا بسبب حصول مقصود کے یعنی زوج کا حق بعینہ مل گیا تعین
ہو کر نكحها بالف على ان لا يخرجها من البلد او لا يتزوج عليها او نكحها على الف ان اقام بها وعلى الفين ان اخرجها فان
وفى بما شرطه في الصورة الاولى واقام بها في الثانية فلها الالف لرضاها بها فههنا صورتان الاولى تسمية المهر مع ذكر
شرط ينفعها والثانية تسمية المهر على تقدير وغيره على تقدير والا يوف ولم يقم فمهر المثل لفقد رضاها بفوت الشرط
نکاح کیا عورت سے بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ عورت کو شہر سے نہ نکال لیجاویگا یا اس شرط پر کہ اس عورت پر دوسرا نکاح نکریگا یا نکاح کیا
عورت سے ہزار درم کے مہر پر اگر رہا مرد عورت کے شہر مین اور دو ہزار درم کے مہر پر اگر عورت کو اوسکے شہر سے باہر لیگیا سو اگر زوج نے شرط کو
پورا کیا پہلی صورت مین یعنی شہر سے باہر نہ لیگیا یا دوسرا نکاح نکیا اور دوسری صورت مین عورت کے شہر مین مقیم رہا تو عورت کو ہزار درم کا مہر ملیگا
بسبب راضی ہوجانے عورت کے تسمیہ مہر پر تو یہان دو صورتین ہین ایک تو مہر کا معین ہونا ایسی شرط کے ساتھ جو عورت کو مفید ہے دوسری صورت
یہہ کہ تسمیہ مہر کا ایک تقدیر پر اور اوسکے سوا دوسری تقدیر پر یعنی اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور اگر شرط پوری نکی اول صورتین اور
اقامت شہر کی نکی دوسری صورتین تو مہر مثل واجب ہوگا بواسطہ نہ راضی ہونے عورت کے مہر مسمی پر بسبب فوت ہونے منفعت کے لکن لا يزاد المهر في
المسئلة الاخيرة على الفين ولا ينقص عن الف لاتفاقهما على ذلك لیکن مہر مثل زیادہ نکیا جائیگا دو ہزار سے مسئلہ اخیرہ مین یعنی جسمین یہہ
شرط ہوئی تھی کہ اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور کم نہوگا مہر مثل ہزار سے بسبب متفق ہونے زوجین کے اسپر یعنی عورت راضی ہوچکی تھی
دو ہزار پر حالت اخراج مین تو اوسکو دو ہزار سے زیادہ کیونکر ملین مثلاً مہر مثل پانچ ہزار تھے تو دو ہی ہزار پاویگی نہ زیادہ اور اگر مہر مثل پانسو تھے
تو ہزار سے کم نہ دیئے جاوینگے اسواسطے کہ مرد راضی ہوچکا تھا ہزار پر حالت اقامت مین تو حالت اخراج مین کیونکر ہزار سے کم ہوسکے ولو طلقها
قبل الدخول تنصف المسمى في المسئلتين لسقوط الشرط وقالا الشرطان صحيحان اور اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے تو
آدھا مہر مسمی پایا جائیگا دونو مسئلون مین بسبب ساقط ہوجانے شرط کے طلاق قبل دخول سے اور صاحبین نے کہا کہ دونو شرطین صحیح ہین یعنی عورت ہزار
پاویگی اگر مرد شہر مین رہا اور دو ہزار پاویگی اگر اوسکو باہر لے گیا کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما اذا تزوجها على الف ان كانت قبيحة
وعلى الفين ان كانت جميلة فانه يصح الشرطان اتفاقا في الاصح لقلة الجهالة مسئلہ سابقہ برخلاف ہے اسکے کہ جب نکاح کیا عورت
سے ہزار پر اگر بدصورت ہوا اور دو ہزار پر اگر خوبصورت ہو تو یہہ دونو شرطین صحیح ہین باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین بسبب قلت جہالت
کے اسواسطے کہ خوبصورتی اور بدصورتی ایسی چیز نہین کہ جسکی معرفت دشوار ہو اور اوسکے حصول اور عدم حصول مین تردد واقع ہو تو دونو
شرطین صحیح ہونگی بخلاف شرط اقامت اور اخراج کے کہ اوسکا وجود اور عدم دونو محتمل ہین تو ایسی شرط صحیح نہین بخلاف جالوذکر
في المهر التعلة والكثرة للثيوبة والبكارة فانها ان ثيبا لزمه الاقل والا فمهر المثل لا يزاد على الاكثر ولا ينقص عن الاقل

فتح بخلاف اسکے کہ اگر مرد کی قلت اور کثرت مہر میں بسبب ثیب ہونے اور باکرہ ہونے کے یعنی یوں کہا کہ اگر عورت ثیبہ ہے تو ہزار مہر اور اگر باکرہ ہے تو دو ہزار
ہو دیگی عورت ثیبہ ہوگی تو مرد پر لازم ہوگا کمتر مہر مثلاً ہزار اور اگر باکرہ ہوگی تو مہر مثل لازم ہوگا نہ زیادہ ہوگا اکثر مہر سے مثلاً دو ہزار سے
اور نہ کم ہوگا کمتر مہر یعنی ہزار سے کذا فی فتح القدیر ولو شرط البکارة فوجدها ثیبا لزمه الکل والصحیح فی البزازیة اور اگر شرط کی بکارت
کی پھر اسکو ثیبہ پایا تو مرد پر لازم ہوگا کل مہر کذا فی الدرر اور ترجیح وہی ہے اس عبارت کو بزازیہ میں اسواسطے کہ مہر مشروع ہے مجرد استمتاع کے واسطے
نہ بکارت کیواسطے تو یہ ایک شرط فاسد ہوئی اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ شرط باطل ہوجاتی ہے ولو تزوجها علی هذا العبد او هذا
الالف او علی الفین او علی هذا العبد او هذا العبد او علی احد هذین و احدهما اوکس حکم القاضی مهر المثل فان مثل الاکرم
او فوقه فلها الاکرم او مثل الاوکس او دونه فلها الاوکس والا فمهر المثل اور اگر مہر میں نام لیا دو چیز مختلف القیمت کا خواہ متحد جنس
ہوں خواہ مختلف جیسے نکاح کیا عورت سے اس غلام پر یا اس ہزار درم پر یا ہزار درم پر یا نکاح کیا اس غلام پر یا اس غلام پر یا یوں کہا کہ دو میں سے
کسی پر اور ان دو چیزوں میں ایک کم قیمت ہے اور دوسری زائد تو حکم کریگا اس صورت میں قاضی مہر مثل کو سو اگر مہر مثل اونچی قیمت والی کے برابر ہو یا
زیادہ تو عورت کو اونچی قیمت والی چیز ملیگی اور اگر مہر مثل کم قیمتی چیز کی برابر ہو یا اوس سے بھی کمتر تو عورت کو کم قیمتی چیز ملیگی اور اگر مہر مثل بیش
قیمتی سے کم ہو اور کم قیمتی سے زیادہ تو عورت کو مہر مثل ہی ملیگا وفی الطلاق قبل الدخول یحکم متعة المثل لانها الاصل حتی لو
کان نصف الاوکس اقل من المتعة وجبت المتعة فتح اور اسی مسئلہ میں طلاق ہونے قبل دخول کے حکم کیا جائیگا متعہ مثل کا اسواسطے کہ متعہ
ہی کا اصل ہے تا انکہ اگر قیمت جیسے مہر مثل اصل ہے قبل طلاق کے سو اگر متعہ مثل کا برابر ہے نصف بیش قیمتی چیز سے یا زائد ہے نصف
بیش قیمتی سے تو عورت کو نصف بیش قیمتی ملے گا اور اگر متعہ مثل برابر ہے نصف کم قیمتی چیز سے تو اسکو اسمیں سے نصف
کم قیمتی ملیگا یہانتک کہ اگر نصف کم قیمتی کا کمتر ہوگا متعہ مثل سے تو واجب ہوگا متعہ مثل کا چنانچہ فتح القدیر میں ہے کذا فی حاشیۃ الرسفی
ولو تزوجها علی فرس او عبد او ثوب هروی او فراش بیت او علی معلوم من الحیوان فالواجب الوسط من ذلک الجنس وله ان یعطیها الوسط
او قیمته اور اگر نکاح کیا عورت سے گھوڑے کے مہر پر یا غلام پر یا ہراتی کپڑے پر یا کوٹھری کے فرش پر یا معلوم جانور پر جیسے اونٹ وغیرہ سے تو
ہوگا متوسط ہر جنس توسط والی ہیں یا قیمت اسکی واجب ہوگی مرد کو اختیار ہے چاہے جنس متوسط دیوے اور چاہے اسکی قیمت دیوے وکل ما یجوز السلم
فیه فالخیار للزوج والا فللمرأة اور جو چیز کہ جسمیں بیع سلم جائز نہیں جیسے جانور اور جواہر اور ہیلی تو اسمیں اختیار زوج کا ہے خواہ جانور
وغیرہ کو دیوے خواہ اسکی قیمت کو اور جس چیز میں کہ بیع سلم جائز ہے جیسے کیل اور موزون تو اسمیں عورت کا اختیار ہے خواہ وہی چیز لے
یا اسکی قیمت سے وکذا المحکوم هو لزوم الوسط فی کل حیوان ذکر جنسه هو عند الفقهاء المقول علی کثیرین مختلفین فی الاحکام
دون نوعه هو المقول علی کثیرین متفقین فیها اور ایسا ہی حکم ہے یعنی لازم ہونا متوسط کا ہر حیوان کے مہر میں جسکا جنس حیوان کی بیان
مذکور ہوگا نہ اوسکی نوع فقہا کے نزدیک جنس اوسکو کہتے ہیں جو بہت افراد پر صادق آوے اور وہ افراد احکام میں مختلف ہوں جیسے
انسان کہ مرد اور عورت دونوں پر صادق آتا ہے اور دونوں کے حکم فقہ میں مختلف ہیں مثلاً مرد قضا اور خلافت اور اذان کی لیاقت رکھتا ہے
نہ عورت اور گھوڑا بھی جنس ہے کہ فرس غازی اور فرس غیر غازی پر صادق آتا ہے فرس غازی کا غنیمت میں حصہ ہے اور فرس کا [illegible] اور نوع فقہا کے
نزدیک اوسکو کہتے ہیں جو کثیرین متفق الاحکام پر صادق آوے جیسے فرس عربی اور ترکی اور غلام حبشی اور ہندی اور مرد اور عورت [illegible]
بمجهول الجنس کثوب ودابة لا وسط له بخلاف مجهول الجنس کے جیسے کپڑا اور جانور یعنی اگر مجہول الجنس کا مہر ہوگا تو اوس جنس کا
متوسط نہ مراد ہوگا اسواسطے کہ مجہول الجنس میں متوسط نہیں مجہول الجنس وہ کہ جسکے احکام کثرت سے مختلف ہوں جیسے کپڑا کہ لباس حرام اور
حلال دونوں شامل ہے جیسے حریر یا اور غیر حریر پہر اون دونوں میں باعتبار قیمت کے بڑا اختلاف ہے اور اسیطرح جانور میں بڑا اختلاف ہے بعض

حلال بعض حرام یعنے سواری کے لائق ہیں بعض نہیں تو اگر مجہول الجنس کا مہر میں نام لیا جاویگا تو تسمیہ فاسد ہے اسوقت میں مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ
المدنی و وسط العبید فی زماننا الحبشی اور غلاموں میں متوسط ہمارے زمانہ میں حبشی غلام ہے ذخیرہ میں کہا کہ متوسط غلام ہمارے زمانہ میں
سندی غلام ہے اور ادنی ترکی اور اعلی ہندی اور مصر میں صاحب بحر الرائق کے وقت میں حبشی متوسط اور اعلی رومی اور ادنے سیاہ غرضکہ
اعلی اور ادنے اور متوسط ہونا باعتبار رواج ہر ملک کے اور ہر زمانہ کے مختلف ہے جو جس ملک میں ہو وہیں کے رواج کا اعتبار ہے وان امہرھا
العبدین والحال ان احدھما حر فمہرھا العبد عند الامام ان ساوی اقلہ ای عشرۃ دراھم والا کمل لہا العشرۃ لان وجوب
المسمی وان قل یمنع مہر المثل اور اگر مہر مقرر کیا زوج نے زوجہ کا دو غلام کو اور حالانکہ ایک ان دونوں کا حر ہے تو مہر عورت کا وہی ایک
غلام ہوگا نزدیک امام اعظم کے بشرطیکہ برابر ہو اوس غلام کی قیمت اقل مہر سے یعنی دس درم سے اور اگر اوس غلام کی قیمت دس درم سے کم ہو
تو پورا کر دیا جائیگا عورت کیواسطے دس درم کو مثلاً اگر غلام سات درم کا تھا تو تین درم دیکر عشرہ پورا کر دیا جائیگا اسواسطے کہ وجوب مہر مسمی کا اگرچہ
کمتر ہو اقل مہر سے مانع ہے وجوب مہر مثل کا وعند الثانی لہا قیمۃ الحر لو عبدا ورجحہ الکمال کما لو استحق احدھما اور نزدیک ابو یوسف کے
عورت کو قیمت حر کی ملیگی اگر حر غلام ہوتا یعنی جب دو غلام کا مہر مقرر ہوا اور ایک اونمیں حر نکلا تو عورت اوس غلام کو لیگی اور حر کی قیمت لیگی
اسطرح کہ حر کے درصورت غلام ہونیکے جو قیمت ہوسکتی وہی قیمت زوج سے طلب کریگی اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال نے چنانچہ دو غلاموں
میں سے اگر ایک غلام غیر کا ثابت ہو تو عورت غیر کے غلام کی قیمت پاویگی اسیطرح ایک کے حر ہونے میں بھی اوسکو قیمت ملیگی ویجب مہر المثل فی نکاح
فاسد وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشھود اور واجب ہوتا ہے مہر مثل نکاح فاسد میں نکاح فاسد وہ جسمیں کوئی شرط شرائط
صحت نکاح سے مفقود ہو چنانچہ گواہ نہوں یعنی بدون گواہوں کے زوجین نے ایجاب اور قبول کر لیا یا خدا اور رسول کو گواہ قرار دیا تو ایسا نکاح
صحیح نہیں فاسد ہے اور اسیطرح دو بہنوں سے ساتھ ہی نکاح کرنا یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کرنا یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا یا
پانچویں عورت سے چوتھے عورت کی عدت میں نکاح کرنا یا لونڈی سے نکاح کرنا حرہ پر یہ سب قسمیں نکاح کی فاسد ہیں اسواسطے کہ صحت نکاح کی انمیں
شرط نہیں بالوطء فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطئھا مہر مثل واجب ہوتا ہے نکاح فاسد میں فرج میں جماع کرنے سے نہیں واجب ہوتا مہر مثل
بدون وطی کے مانند خلوت کے یعنی جیسا خلوت سے نکاح صحیح میں مہر واجب ہوتا ہے اوسطرح نکاح فاسد میں خلوت سے مہر واجب نہیں ہوتا بسبب حرام ہونے
وطی عورت کی یعنی نکاح فاسد میں جماع عورت کا حرام ہے تو وجود مانع شرعی سے خلوت صحیحہ نہوئی اسواسطے خلوت قائم مقام وطی کے نہیں ہوسکتی
بخلاف نکاح صحیح کے اور وطی میں شرط یہ ہے کہ وطی فی القبل ہو تو وطی فی الدبر سے نکاح فاسد میں مہر نہیں واجب ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
ولم یزد مہر المثل علی المسمی لرضاھا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولو لم یسم او جھل لزم
بالغا ما بلغ اور مہر مثل زیادہ نکیا جائیگا مہر مسمی پر بسبب راضی ہوجانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہوگا مہر مسمی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم
ہوگا نہ مہر مسمی بسبب فاسد ہوجانے تسمیہ مہر کے فساد عقد سے اور اگر نکاح فاسد میں مہر کا نام نہ لیا یا مہر مسمی ہوا لیکن اوسکی مقدار مجہول اور
نامعلوم ہوگئی تو مہر مثل ہی لازم آویگا کتنا ہی کیوں نہو غرض نکاح فاسد میں اگر مہر مثل کم ہوگا مسمی سے تو مہر مثل ہی واجب ہوگا اگرچہ دس درم سے
بھی کم ہو مثلاً پانچ درم کا مہر مثل ہو تو بھی زیادہ نہوگا بخلاف نکاح صحیح کے کہ جب اوسمیں مہر مثل واجب ہوگا اور کم ہوگا دس درم سے تو دس درم
پورے کئے جاوینگے لیکن اگر نکاح فاسد محرم سے ہوا تو مہر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیوں نہو اگرچہ مہر مسمی سے بھی زیادہ ہو جاوے کما فی حاشیۃ
المدنی والطحطاوی ویثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بھا او لا فی الاصح خروجا من المعصیۃ
فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینھما اور ثابت ہے ہر واحد کو زوجین سے فسخ کر دینا نکاح فاسد کا اگرچہ بدون حاضر ہونے
اوسکے ساتھی کے ہو وطی کی ہو عورت سے یا نہ کی ہو قول اصح میں ہر واحد کو فسخ کا اختیار ہے گناہ سے نکلنے کیواسطے اسواسطے کہ عقد فاسد کا مرتکب گنہگار ہوتا

پھر اوسکو قائم رکھنا حرام ہے سو ملکیت فسخ کی منافی وجوب فسخ کی نہین یعنی اگر کوئی کہے کہ نکاح فاسد کا فسخ کرنا واجب ہو تو اوسکو لازم تھا بجائے
کلی وجہ علی کل واحد بولتا شارح نے جواب دیا کہ ملکیت فسخ اور وجوب فسخ مین منافات نہین جو علی کل واحد یا ان کو کہنا ضرور ہوتا شارح نے
کہا ملکہ واجب ہو قاضی پر جدائی کردینا درمیان دونوکے یعنی اگر دونو فسخ نکرین تو قاضی پر تفریق واجب ہو ویجب العدۃ بعد الوطء لا الخلوۃ
للطلاق لا للموت اور واجب ہے عدت نکاح فاسد مین بعد وطی کے نہ بعد خلوت کے واجب ہے عدت طلاق کی نہ عدت موت کی یعنی نکاح فاسد مین بعد
وطی کے اگر زوجین نے نکاح فسخ کیا یا وہ مرگیا تو صورت پر طلاق کی عدت واجب ہوگی یعنی تین حیض یا تین مہینے یا وضع حمل اور زوج کی موت سے
عدت موت کی نہ واجب ہوگی یعنی چار مہینے اور دس دن کی من وقت التفریق او متارکۃ الزوج وان لم تعلم المرأۃ بالمتارکۃ فی الاصح
عدت واجب ہو تفریق قاضی کے وقت سے یا زوج کے چھوڑ دینے سے اگرچہ عورت کو چھوڑنے کا علم نہو قول اصح مین ویثبت النسب احتیاطا بلا دعوۃ
اور ثابت ہوگا نسب بنابر احتیاط مع ولد کے بدون دعوے کے یعنی اگر زوج ثبوت نسب کا مدعی نہوگا تو بھی نسب ثابت ہوگا وتعتبر مدتہ وھی ستۃ
اشہر من الوطء اور معتبر ہوگی مدت نسب کی وطی سے مدت نسب کی چھ مہینے ہین فان کانت منہ الی الوضع اقل مدۃ الحمل یعنی ستۃ اشہر
فاکثر یثبت النسب والا بان ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر لا یثبت ھذا قول محمد وبہ یفتی پھر اگر ہو وقت وطی سے پیدایش تک کمتر
مدت حمل کی یعنی چھ مہینے ہون یا زیادہ تو ثابت ہوگا نسب اور اگر اقل مدت سے نہو اسطرح کہ جنی لڑکی کو کم چھ مہینے سے تو نسب نہ ثابت ہوگا یہہ قول ہے
محمد کا اور اسی پر فتوے ہے اسواسطے کہ نکاح فاسد بسبب حرام ہونیکے موجب وطی کا نہین بخلاف نکاح صحیح کے کہ اوسمین وقت عقد سے نسب ثابت ہوتا
ہے وقالا ابتداء المدۃ من وقت العقد کالصحیح ورجحہ فی النہر بانہ احوط وذکر من التصرفات الفاسدۃ احدی وعشرین
ونظم منہا العشرۃ التی فی الخلاصۃ فقال اور کہا امام اعظم اور ابو یوسف نے کہ ابتدا مدت ثبوت نسب کی عقد کے وقت سے ہے مثل
نکاح صحیح کے اور ترجیح دی ہے اس قول کو نہر الفائق مین اسطرح کہ اسی مین زیادہ تر احتیاط ہے اور صاحب نہر الفائق نے تصرفات فاسدہ اکیس
ذکر کئے ہین اور اونمین سے وہ دس نظم کئے ہین جو خلاصہ مین مذکور ہین سو نظم مین یون کہا ہے وفاسد من العقود عشر ۞ اجارۃ وحکم
ھذا الاجر ۞ وجوب ادنی المثل او مسمی ۞ او کلہ مع فقدان المسمی اور عقود فاسدہ دس ہین ایک اونمین سے اجارہ فاسدہ ہے
اور حکم اسکا ہے وجوب اجرت کا اسطرح کہ اگر اجرت معین ہوگئی ہے تو کمتر اجر واجب ہوگا یعنی اگر اجر مثل کم ہوگا مسمی سے تو اجر مثل واجب ہوگا اور اگر
مسمی کم ہوگا تو مسمی واجب ہوگا یا پورا اجر مثل واجب ہوگا ساتھ فقدان مسمی کے یعنی اگر تسمیہ اجر کا نہوا یا اجر مجہول ہوا تو اجر مثل واجب ہوگا
کتنا ہی کیون نہو اجارہ فاسدہ وہ ہے جسمین شرط صحت اجارہ کی نہو ہے والواجب الاکثر فی الکتابۃ ۞ من الذی سماہ او من
قیمۃ اور کتابت فاسدہ مین جو مسمی اور قیمت سے زائد ہو وہ واجب ہے وفی النکاح المثل ان یکن دخل ۞ وخارج البذر لمالک
اجل اور نکاح فاسد مین مہر مثل واجب ہے اگر وطی ہوئی ہو اور مزارعت فاسدہ مین جو چیز کہ پیدا ہوئی ہے کھیت مین وہ بیج کے مالک کی ہے پھر اگر بیج
زمین والیکا ہے تو عامل کو اجر مثل ہے اور اگر بیج عامل کا ہے تو زمین والیکو اجرت زمین کی ہے والصلح والرھن لکل نقضہ ۞ امانۃ
او کالصحیح حکمہ ۞ اور صلح فاسد اور رہن فاسد مین ہر ایک کو عاقدین مین سے اختیار ہے توڑ دینے کا اور بدل صلح کا مصالح کے ہاتھ مین امانت ہے
اور اسیطرح رہن مرتہن کے ہاتھ مین امانت ہے یا صلح فاسد کا مثل صلح صحیح کے حکم ہے اور رہن فاسد کا مثل رہن صحیح کے حکم ہے ثم الھبۃ تضمن
یوم قبض ۞ وصح بیعہ لغیرہ اقترض ۞ پھر ہبہ فاسد مین موہوب کا ضمان ہے موہوب لہ پر جسدن قبضہ کیا اور قرض فاسد مین جیسے جانور کے
قرض لینے مین مستقرض مالک ہوتا ہے تو بیع کرنا غلام کا صحیح ہے قرض لینے والیکا اور اوسوقت مین اوسکی قیمت کا ضمان دیگا مستقرض کو ہے مضاربۃ
وحکمہا الامانۃ ۞ والمثل فی البیع والا القیمۃ ۞ اور مضاربت فاسدہ مین مال مضاربت کا امانت ہے مضارب کے ہاتھ مین اور بیع فاسد مین اگر
مثلی چیز ہے تو مثل مقبوض مالک کا ضمان مشتری پر ہے اور اگر قیمت والی چیز ہے تو قیمت کا ضمان ہے اور آگے ان عقود کی خود تصریح آویگی اسواسطے

زیادہ تر تسمیہ کرنا یہان ضرور نہوا والمعتبرۃ مہرہ مثلہا الشرعی مہر مثلہا اللغوی ای مہر امرأۃ تماثلہا اور جو کہ مہر مثل شرعی وہ ہی جو اوسکو مثل
لغوی کا مہر ہے یعنی مہر مثل شرع مین اوسکو کہتے ہین جو دوسری عورت برابر والیکا مہر ہو من قوم ابیہا لا امہا ان لم تکن من قومہ کبنت عمہ
وہ عورت برابر والی اس عورت کی باپ کی قوم سے ہو نہ اوسکی ماکی قوم سے اگر اوسکی ما اوسکی باپ کی قوم سے نہو اور اگر ما بھی باپ کی قوم سے ہو جیسے
اوسکی چچا کی بیٹی تو ماکی قوم کا بھی اعتبار ہوگا اسواسطیکہ دونو ایک ہی قوم ٹھہرے خلاصہ یہہ ہی کہ اعتبار باپ کی قوم کا ہی نہ ماکی قوم کا وفی الخلاصۃ
یعتبر باخواتہا وعماتہا فان لم تکن فبنت الشقیقۃ وبنت العم انتہی ومفادہ اعتبار الترتیب فلیحفظ اور خلاصہ مین ہے کہ مہر مثل
مین اول اعتبار ہوگا عورت کی بہنون کا اور پھوپھیون کا پھر اگر وہ نہون گی تو سگی بھانجی اور چچا کی بیٹی کا اعتبار ہوگا انتہی اور مفاد اس قول خلاصہ کا یہہ ہے
کہ باپ کی قوم مین بھی ترتیب کا اعتبار ہے اول زیادہ تر قریب کا اعتبار ہی پھر اوس قرابت والی درجہ بدرجہ سو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وتعتبر المماثلۃ فی
الاوصاف وقت العقد سنا وجمالا ومالا وبلدا وعصرا وعقلا ودینا وبکارۃ وثیوبۃ وعفۃ وعلما وادبا وکمال خلق وعدم ولد
اور معتبر ہی برابری اس عورت کی باپ کی قوم کی عورتون سے وقت عقد کے ان اوصاف مین عمر مین اور جمال مین اور مال مین اور ایک شہر کے ہونے مین
اور ہمعصر ہونے مین اور عقل مین اور تقوی مین اور باکرہ ہونے مین اور ثیبہ ہونے مین اور پاکدامنی مین اور علم و ادب مین اور کمال خلق مین اور نہ لڑکا
ہونے مین تو چھوٹی عورت بڑی عورت کی برابر نہین اور خوبصورت بدصورت کی برابر نہین اور مالدار مفلس کی برابر نہین اور ایک شہر کی رہنے والی
دوسرے شہر والیکی برابر نہین اور ایک زمانے والی دوسرے زمانے والیکی برابر نہین اور عاقلہ اور مجنونہ برابر نہین اور متقیہ اور فاسقہ برابر نہین اور باکرہ
غیر باکرہ برابر نہین اور عفیفہ اور غیر عفیفہ برابر نہین اور عالمہ اور جاہلہ برابر نہین اور ادب والی اور بے ادب برابر نہین اور خلیق اور بدخلق برابر نہین
اور لڑکے والی اور بے لڑکے والی برابر نہین ویعتبر حال الزوج ایضا ذکرہ الکمال قال ومہر الامۃ بقدر الرغبۃ فیہا اور معتبر ہی حال زوج کا
بھی مماثلت مین یعنی اس عورت کا زوج اور عورتون کے ازواج کی برابر ہو مال اور حسب مین ذکر کیا ہی اسکو کمال ابن الہمام نے فتح القدیر مین اور کہا ہی
لونڈیکا مہر مثل بقدر اوسکی خواہش کے ہی یعنی دیکھنا چاہیئے کہ اسکا خواہش کرنیوالا کہانتک مہر دیسکتا ہی وہی اوسکا مہر مثل ہے اور لونڈی مین اوسکی باپ
کی قوم کا کچھہ اعتبار نہین بحر الرائق مین کہا کہ مہر مثل وہان واجب ہوتا ہی جہان نکاح صحیح ہوا اور مہر کا تسمیہ نہوا یا تسمیہ مجہول ہو یا اوس چیز کا تسمیہ ہو
جو شرعا حلال نہین اور نکاح فاسد مین بعد وطی کے مہر مثل ہی اور وطی بالشبہہ مین جو مہر مثل لازم آتا ہی تو مراد اوس سے یہہ مہر مثل مذکور نہین ہوتی بلکہ
وہان مہر مثل سے مراد عقر ہی عقر اسکو کہتے ہین کہ اگر زنا حلال ہوتا تو اوس عورت کی کیا اجرت ہوتی اوسیقدر وطی بالشبہہ مین دینا لازم ہوگا کذا
فی حاشیۃ المدنی ویشترط فیہ ای فی ثبوت مہر المثل لہا ذکر اخبار رجلین او رجل وامرأتین ولفظ الشہادۃ اور شرط ہی ثبوت مہر مثل مین شاہد مذکورہ کے خبر
دینا دو عادل مردونکا یا ایک مرد اور دو عورتونکا اور شرط ہی لفظ شہادت کا یعنی فقط خبار بدون لفظ گواہی کے معتبر نہین فان لم یوجد شہود
عدول فالقول للزوج بیمینہ وما فی المحیط من ان للقاضی فرض المہر حملہ فی النہر علی ما اذا رضیا بذلک سو اگر نپائی جاوین
گواہ عادل تو قول زوج کا قسم کے ساتھہ تقدیر مہر مثل مین معتبر ہوگا اور جو محیط مین لکھا ہے کہ گواہ نہونے مین قاضی کو چاہیئے مہر مثل کا ٹھہرانا سو
اسکو نہر الفائق مین اوس صورت پر محمول کیا ہی جبکہ زوجین فرض قاضی پر راضی ہو گئے ہون فان لم توجد من قبیلۃ ابیہا فمن الاجانب
ای فمن قبیلۃ تماثل قبیلۃ ابیہا سو اگر نہ پائی جاوین سب اوصاف مذکورہ یا بعض عورت کی باپ کی برادری مین تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار
ہوگا یعنی اجنبی وہ قوم جو مساوی اور مماثل ہو اوسکے باپ کی قوم ہی تو اونچی قوم یا نیچی قوم کا اعتبار نہوگا ھ شرح مجمع اور برجندی مین ہے
کہ اگر سب اوصاف مذکورہ باپ کی قوم مین نہون تو جسقدر موجود ہون وہی معتبر ہونگے اسواسطیکہ ان سب اوصاف کا دو عورتون مین جمع
ہونا متعذر ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یوجد فالقول لہ ای للزوج فی ذلک بیمینہ کما مر پھر اگر غیر قوم مین بھی مماثلت باپ کی قوم کی
نہ پائی جاوے تو معتبر قول زوج کا ہوگا مہر مثل کی تقدیر مین قسم کہانیکے ساتھہ چنانچہ عنقریب گذرا وصح ضمان الولی مہرہا ولو المرأۃ صغیرۃ

ولو ما قالانه سفير لكن بشرط صحته فلو في مرض موته وهو وارثه لم يصح ولا صح من الثلث وقبول المرأة او غيرها في مجلس
الضمان اور صحیح ہے ضامن ہونا ولی کا عورت کے مہر کو اگرچہ عورت صغیرہ ہو اور اگرچہ ولی ہی عاقد ہو نکاح کا تو بھی اوسکا ضامن ہونا درست ہے کیونکہ
ولی عاقد تو محض سفیر اور معبر ہوتا ہے حقوق نکاح کے اوسپر لازم نہیں آتے کہ ایک ہی شخص عاقد بھی ٹھہرے اور ضامن بھی ٹھہرے ولی ضامن زوج کا ولی ہو یا
زوجہ کا خواہ زوجین صغیر ہوں یا جوان لیکن جواز ضمان بشرط صحت ولی کے ہے تو اگر ولی ضامن ہوگا اپنے مرض موت میں اور مکفول عنہ یا مکفول لہ
وارث ہے تو ولی کا ضامن ہونا صحیح نہیں اور اگر مکفول عنہ یعنی جسکی طرف سے ضامن ہوا یا مکفول لہ یعنی جسکے واسطے ضامن ہوا وارث نہیں ہے ولی کا
تو ضمانت صحیح ہے ولی کے ثلث مال سے یعنی ولی کے ثلث متروکہ سے مہر ادا کیا جاویگا اور دوسری شرط صحت ضمان ولی کی قبول کرنا عورت کا ہے یا اوسکے غیر کا
مجلس ضمان میں یعنی بشرطیکہ عورت یا نفس مجلس ضمان میں ولی کی ضمانت قبول کرلے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اوسکا ولی قبول کرے تب اوسکی ضمانت صحیح
ہوگی نہر الفائق میں ہے کہ اگر صغیرہ کا ولی ضامن ہوا تو اوسکا ضامن ہونا قائم مقام ہے عورت کے قبول کے کذا فی حاشیۃ الدرر وتطالب ايًّا شاءت من
زوجها البالغ او الولي الضامن اور عورت مہر کو طلب کرے جس سے چاہے خواہ اپنے زوج بالغ سے یا ولی ضامن سے خواہ ولی ضامن زوجہ کا ولی ہو خواہ
زوج کا اور اگر زوج بالغ نہیں تو مطالبہ مہر کا فقط ولی ہی سے ہوگا نہ زوج سے فان ادى رجع على الزوج ان امر كما هو حكم الكفالة پھر اگر ولی ضامن نے
مہر کو اپنے پاس سے ادا کیا تو زوج سے پھیر لے اگر امر کیا ہو زوج نے ضامن ہونے کا چنانچہ یہی حکم ہے ضمانت کا اور اگر بدون امر زوج کے ضامن ہوا تو پھیر لینا نہیں پہنچتا
ولا يطالب الاب بمهر ابنه الصغير الفقير اما الغني فيطالب ابوه بالدفع من مال ابنه لا من مال نفسه اور مطالبہ نہوگا باپ سے اوسکی بیٹے صغیر
محتاج کے مہر کا یعنی اگر باپ مہر کا ضامن نہیں تو اوسکے صغیر بیٹے محتاج کے مہر کا اوس سے مطالبہ نہوگا لیکن فرزند مالدار صغیر کے مہر کا باپ سے تقاضا ہوگا کہ اپنے
بیٹے کے مال سے ادا کرے نہ اپنے مال سے اذا زوّجه امرأة الا اذا ضمنه على المعتمد كما في النفقة فانه لا يؤاخذ بها الا اذا ضمن ولا رجوع
للاب الا اذا اشهد على الرجوع عند الاداء ابن صغیر فقیر کے مہر کا باپ پر مطالبہ نہیں جبکہ نکاح کر دیا ہو اوسکا کسی عورت سے یعنی فقط نکاح کر دینے سے
باپ کو مہر دینا لازم نہیں ہوتا مگر جبکہ ضامن ہو مہر کا بنا بر قول معتمد کے چنانچہ نفقہ دینے میں مواخذہ باپ سے نہیں ہوتا بدون ضمانت کے اور جبکہ باپ نے بیٹے
صغیر کا مہر ادا کیا خواہ صغیر محتاج ہو یا غنی تو اوسکو پھیر لینا بیٹے سے نہیں پہنچتا مگر جس صورت میں کہ باپ نے گواہ کر لیا ہو پھیر لینے پر مہر ادا کرتے وقت یا ضامن
ہونیکے وقت تو البتہ پھیر لے سکتا ہے کذا فی حاشیۃ الدرر ولها منعه من الوطء ودواعيه شرح مجمع والسفر بها ولو بعد وطء او خلوة
رضيتهما لان كل وطأة معقود عليها فتسليم البعض لا يوجب تسليم الباقي جائز ہے عورت کو روکنا زوج کو وطی سے اور اوسکے
دواعی سے یعنی تقبیل اور مساس سے کذا فی شرح المجمع اور روک دینا اپنے سفر لیجانے سے اگرچہ روکا ہو عورت نے اوس وطی یا خلوت کے بعد جو اوسکی رضامندی
سے ہو چکی یعنی عورت کو مہر معجل کے لینے کیواسطے وطی اور سفر سے روکنا پہنچتا ہے اگرچہ اوسکی خوشی سے ایک بار وطی ہو چکی ہو یا خلوت ہو چکی ہو تو بھی اوسکو منع کرنا
حق ثابت ہے اسواسطے کہ ہر وطی مہر پر معقود ہے یعنی ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہے تو تسلیم بعض کی موجب نہیں تسلیم باقی کی لاخذ ما بين تعجيله من المهر
كلا او بعضا او اخذ قدر ما يعجل لمثلها عرفا به يفتى لان المعروف كالمشروط ان لم يؤجل او يعجل كله فكما شرطا لان الصريح
يفوق الدلالة عورت کو جائز ہے روک دینا وطی کا واسطے لینے اوس مہر کے جسکا جلد دینا بیان ہو چکا ہو کل مہر یا بعض یا واسطے لینے اوس مقدار مہر کے
جو جلد دیا جاتا ہے اوسی عورت کو عرف میں اسیکا فتوی ہے اسواسطے کہ مروج مثل مشروط کے ہے رواج کا اعتبار ہے اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل نہ مقرر ہو گئی ہو
اور اگر کل مہر کی مدت مقرر ہو چکی ہو تو ویسا ہی کرنا چاہیے جیسا کہ دونوں نے شرط کیا یعنی مہر موجل میں عورت کو منع کرنا وطی سے نہیں پہنچتا اور معجل میں
پہنچتا ہے مشروط مروج پر اسواسطے مقدم ہوا کہ صریح فائق ہے دلالت پر معلوم ہوا کہ کل مہر کی بھی تاجیل درست ہے بخلاف صاحب منظومہ کے کہ اوس نے
اپنے فتاوی میں عدم صحت مذکور کی ہے کذا فی حاشیۃ الدرر الا اذا جهل الاجل جهالة فاحشة فيجب حالا غاية الا التأجيل لطلاق او موت
فيصح للعرف بزازيه مہر موجل میں عورت کو حق منع وطی کا نہیں مگر اوس وقت جبکہ مدت مجہول ہو جہالت فاحشہ کے جیسے مہر کی مدت مقرر نہ ہو زوج کی

مدت ایسی کہ یا آندھی چلنے تک یا پانی برسنے تک کہ ان چیزون کا ایک وقت مقرر نہیں تو ایسی مدت میں مہر فی الحال واجب ہوگا کذا فی غایۃ البیان لیکن اگر مہر کی
مدت طلاق پڑنے تک یا موت تک مقرر ہو تو صحیح ہے حالانکہ اسمین بھی جہالت فاحشہ ہے کہ ہرگز طلاق اور موت کا وقت معین نہیں مگر صحیح ہے بسبب رواج کے
کذا فی البزازیہ زاہدی نے کہا کہ تاخیر مہر کی موت اور طلاق تک خوارزم میں عادت ماثورہ اور شریعت معروفہ ہوگئی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی مترجم
اکثر بلاد ہندوستان مین بھی ایسا ہی مروج ہے بلکہ اگر زوج مہر دینے کا ارادہ کرے تو عورت ہرگز نہین لیتی نادانی سے جانتی ہے کہ مہر لینے سے نکاح فسخ ہو جائیگا
وعن الثانی لہا منعہ ان اجل کلہ وبہ یفتی استحسانا کذا فی الولوالجیۃ امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ عورت کو منع وطی کا حق ہے اگر کل مہر کی مدت
مقرر ہوگئی ہو اور اسیکا فتوی ہے بدلیل استحسان کے کذا فی الولوالجیہ دلیل استحسانی یہ ہے کہ جب زوج نے سب مہر کی مدت مقرر کی تو گویا اپنا حق استمتاع کے ساقط
ہونے پر راضی ہوگیا اسواسطے کہ مہر بدلا ہی استمتاع کا خلاصہ مین ہے کہ استاد ظہیر الدین کا فتوی عدم امتناع پر ہے اور صدر شہید کا فتوی جواز امتناع پر ہے کہ اس
مین کہا تو معلوم ہوا کہ اسمین فتوی مختلف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی النہر لو تزوجہا علی انہ علی حکم الحلول علی ان یعجل اربعین لہا منعہ حتی
تقبضہ اور نہر الفائق مین ہے کہ اگر نکاح کیا عورت سے سو درم مہر کا بشرط انقضاء مدت معینہ کے اس شرط پر کہ چالیس درم جلد ادا کردیگا تو عورت کو جائز ہے
منع کرنا وطی وغیرہ کا زوج سے یہانتک کہ باقی درمون کو بھی قبضہ کرے ولہا النفقۃ بعد المنع اور ثابت ہے عورت کیواسطے نفقہ بعد منع کے بھی نزدیک امام
کے بشرطیکہ قبل مطالبہ کے خلوت یا دخول رضامندی سے ہو چکا ہو ولہا السفر والخروج من بیت زوجہا للحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ ما
لم تقبضہ ای المعجل اور جائز ہے عورت کو سفر کرنا اور شوہر کے گھر سے نکلنا حاجت کیواسطے تو بیحاجت نکلنا جائز نہین اور جائز ہے عورت کو زیارت کرنا اپنے
اقربا کی بدون اذن زوج کے جبتک کہ مہر معجل نہ پایا ہو فلو قبضہ الا بحق لہا او علیہا او لزیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ ولکونہا
قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین اور جب مہر معجل پا چکی ہو تو گھر سے نہ نکلے مگر بسبب حق کے عورت کا حق کسی پر ہو یا
کسیکا حق عورت پر ہو یعنی اگر عورت کا قرض کسی پر ہو یا کسیکا قرض عورت پر ہو تو اوسکو نکلنا درست ہے زوج کی اجازت چاہے نہو یا عورت نکلے واسطے زیارت
ماں باپ کے ہر ہفتہ مین ایکبار یا محارم کی ملاقات کیواسطے نکلے ہر سال اگرچہ زوج منع کرے کذا فی فتح القدیر یا عورت دائی جنائی ہو یا مردہ شو ہو تو بھی نکلنا درست
ہے لیکن دائی اور مردہ شو کو زوج منع کر سکتا ہے نہ نکلے انکو سوا ان یعنی سوا ادای قرض اور زیارت والدین اور محارم کے اور دائی کا جنانا اور مردہ نہلانے
کے اور کسی کام کیواسطے نکلنا عورت کا جائز نہین اور اگر زوج سوای ان امور کے نکلنے کی اجازت دیگا تو زوج اور زوجہ دونو گنہگار ہونگے والمعتمد
جواز الحمام بلا تزیین اشباہ وسیجیئ فی النفقۃ اور قول معتمد یہ ہے کہ عورت کا حمام مین جانا درست ہے بدون آرایش اور عطر ملنے کے
کذا فی الاشباہ اور عنقریب مسائل خروج عورت کے باب النفقہ مین بھی آوینگے محقق ابن ہمام نے کہا کہ جہان عورت کا نکلنا درست ہے وہان
بھی شرط ہے کہ آرایش اور سنگار نکرے بلکہ ایسی صورت بگاڑ کے نکلے کہ مردون کی نظر اوسپر نہ پڑے اور چند احادیث نسائی اور ترمذی اور حاکم مین باب
حمام وارد ہوئی ہین از انجملہ یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تمپر ملک عجم فتح ہوگا اور وہان تم چند بیوت پاؤگے اونکو
حمام کہتے ہین تو مرد اوسمین نہ جاوین بدون ازار کے اور عورتون کو اوسمین نجانے دو سوای مریضہ اور نفاس والی کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویسافر
بہا بعد اداء کلہ موجلا او معجلا اذا کان مامونا علیہا والا لا یؤد کلہ او لم یکن مامونا لا یسافر بہا وبہ یفتی کما فی شرح المجمع
واختارہ فی ملتقی الابحر ومجمع الفتاوی واعتمدہ المصنف وبہ افتی شیخنا الرملی اور سفر مین ساتھ لیجاوے عورت کو تین منزل
یا زیادہ بعد ادا کرنے کل مہر کے مہر موجل ہو یا معجل ہو جبکہ زوج پر اطمینان ہو عورت کیطرف سے یعنی سفر مین ایذا رسانی کا خوف نہو اور اگر کل مہر ادا
کیا اور زوج لائق اطمینان کے نہو تو عورت کو سفر مین نہ لیجاوے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی شرح مجمع اور اسیکو پسند کیا ملتقی الابحر اور مجمع الفتاوی
مین اور مصنف نے اپنی شرح مین اسی پر اعتماد کیا ہے اور اسیکا فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے لکن فی النہر الذی علیہ العمل
فی دیارنا انہ لا یسافر بہا جبرا علیہا وجزم بہ البزازی وغیرہ وفی المختار وعلیہ الفتوی وفی الفصول یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ

لیکن نہر الفائق میں ہے جس پر عمل ہی ہمارے ملک یعنی مصر میں وہ یہ ہے کہ عورت کو سفر میں نہ لیجاوے اور سیر زیر بحث کی کرے یعنی سفر عورت کی خوشی پر موقوف ہے اور اسی قول کی حقیقت پر یقین کیا ہے بزازی وغیرہ نے اور مختار میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور فصول میں ہے کہ فتوی دے مفتی جو اوسکی نزدیک مصلحت اور مناسب معلوم ہو یعنی اگر زوج امانتدار اور صالح ہو اور یہ بات کہ یہ عورت کی سرکشی معلوم ہو تو سفر میں لیجانیکا فتوی دے ورنہ نہ لیجانیکا فتوی دے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویسافر بها دون مدة ای السفر من المصر الی القریة وبالعکس ومن قریة بعیدة لانه لیس بغربة وقیده فی التاتارخانیة بقریة یمکنه الرجوع قبل اللیل الی وطنه واطلقه الکافی فاندفع ما قیل علیها الفتوی اور لیجاوے زوج زوجہ کو مدت سفر سے کم ہو یعنی شہر سے کم ہو خواہ شہر سے گانوں کی طرف لیجاوے خواہ گانوں سے شہر میں لاوے اور ایک گانوں سے دوسرے گانوں میں لیجاوے اسواسطے کہ اتنی دور جانا غربت نہیں اور قید لگائی ہے تاتارخانیہ میں گانوں کی یعنی ایسے گانوں تک لیجانا جائز ہے کہ ممکن ہو پلٹ آنا زوج کو رات آنے سے پہلے اپنے وطن تک اور کافی میں اوسکو مطلق کہا ہے یوں کہ کہ اسی پر فتوی ہے وان اختلفا فی المهر ففی اصله حلف منکر التسمیة فان نکل ثبت وان حلف یجب مهر المثل اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مہر میں سو اگر اختلاف اصل مہر میں کیا اسطرح کہ ایک نے کہا کہ مہر معین تھا اور دوسرے نے کہا نہیں اور حالانکہ دونوں گواہ لانے سے عاجز ہیں تو قسم کہاوے منکر تسمیہ کا سو اگر منکر نے قسم سے انکار کیا تو دعوی تسمیہ کا ثابت ہوگا اور اگر منکر نے قسم کہائی تو واجب ہوگا مہر مثل لیکن اگر عورت مدعی ہے تو مہر مثل اوسکے دعوے سے زیادہ نہ دیا جاویگا مثلا عورت نے کہا تھا کہ مہر مسمی ہزار تھا اور مہر مثل دو ہزار ہے تو ایکہزار درہم پاویگی نہ دو ہزار اور اگر مرد مدعی تھا تو مہر مثل اوسکے دعوے سے کم نہ کیا جاویگا مثلا مہر مثل ایکہزار تھا اور مرد مدعی دو ہزار کا ہے تو دو ہی ہزار اوس سے دلائے جاوینگے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع وفی المهر یحلف اجماعا اور مہر میں منکر پر قسم ہے باتفاق امام اور صاحبین کے لفظ اجماع سے ماتن نے رد کیا قول صدر الشریعة کا کہا اوسنے کہ منکر پر قسم ہے صاحبین کے نزدیک نہ امام کے نزدیک ہے کیونکہ امام کے نزدیک نکاح میں قسم نہیں صاحب بحر الرائق وغیرہ نے جواب دیا کہ بیان اصل نکاح پر قسم نہیں بلکہ مال پر قسم ہے تو بالاجماع منکر مہر پر قسم ثابت ہوئی کذا فی حاشیة المدنی والطحطاوی وان اختلفا فی قدره حال قیام النکاح فالقول لمن شهد له مهر المثل بیمینه اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مقدار مہر میں قیام نکاح کیوقت تو قول اوسیکا معتبر ہے جسکی گواہی دیوے مہر مثل ساتھ قسم کے تو اگر مہر مثل زوج دعوے سے برابر ہو یا کم تو زوج کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتھ اور اگر مہر مثل زوجہ کے دعوے سے برابر ہو یا زیادہ تو زوجہ کا قول مع الیمین معتبر ہوگا وایهما اقام بینته قبلت سواء شهد له مهر المثل او لها او لا اور اختلاف مقدار میں زوجین میں سے جو اپنے شاہد قائم کریگا مقبول ہونگے خواہ مہر مثل زوج کی شہادت دے یا زوجہ کی یا دونوں کا شاہد ہو یعنی گواہوں کے ہوتے مہر مثل کی موافقت اور عدم موافقت کا کچھ اعتبار نہیں وان اقاما البینة فبینتها مقدمة ان شهد له مهر المثل وبینته مقدمة ان شهد لها مهر المثل لان البینات لاثبات خلاف الظاهر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو گواہ عورت کے مقدم ہونگے اگر مہر مثل مرد کے دعوے سے موافق ہو اور گواہ مرد کے مقدم ہیں اگر مہر مثل عورت کے دعوے سے مطابق ہو کیونکہ گواہ مقرر ہوئے ہیں دعوی ثابت کرنے خلاف ظاہر کے اور ظاہر کے خلاف اوسیکا دعوی ہے جو مہر مثل سے موافق نہ ہو وان کان مهر المثل بینهما تحالفا اور اگر مہر مثل دونوں کے مابین ہو تو دونوں قسم کہاویں مثلا عورت دو ہزار کے مہر کی مدعی ہوا اور مرد ایکہزار کا اور مہر مثل ہو پندرہ سو تو مہر مثل کسیکے موافق نہ ہوا بلکہ دونوں کے درمیان میں پڑا تو دونوں پر قسم آویگی مرد اسطرح قسم کہاوے کہ واللہ میں نے دو ہزار مہر پر نکاح نہیں کیا اور عورت اسطرح قسم کہاوے کہ واللہ میں نے ایکہزار پر نکاح نہیں کیا فان حلفا او برهنا قضی به سو اگر دونوں نے قسم کہائی یا دونوں گواہ لائے تو حکم کریگا قاضی مہر مثل پر یعنی مہر مثل دلا دیگا اسواسطے کہ دونوں کی قسم اور گواہ برابر ہیں کسیکا دعوی ثابت نہیں ہوسکتا وان برهن احدهما قبل برهانه لانه نور دعواه اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک گواہ لایا تو مقبول ہونگے اوسکے گواہ اسواسطے کہ اوسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کردیا وفی الطلاق قبل الوطء حکم متعة المثل لو المسمی دینا وان عینا کمسئلة العبد والجاریة فلها المتعة بلا تحکیم الا ان یرضی الزوج بنصف الجاریة اور طلاق قبل وطی میں فیصلہ مقرر ہوگا متعہ مثل پر یعنی اگر اختلاف ہوا زوجین میں بعد طلاق قبل وطی کے تو متعہ مثل جسکے دعوے سے مطابق ہوگا اوسیکے قول کا اعتبار

ہوگا قسم کہسا تحہ بشرطیکہ مہر مسمّی عین ہو جیسے درم یا دینار اور اگر مہر مسمی عین ہو یعنی شئی ہو قیمتی چیز ہو جیسے مسئلہ غلام اور لونڈی کا مثلاً زوج کہتا ہو کہ مہر غلام تہا اور زوجہ کہتی ہو کہ مہر لونڈی تہی تو زوجہ کو متعہ مثل ملیگا بدون تحکیم کے مگر اوس صورت مین متعہ مثل کی حاجت نہین اگر زوج راضی ہو جائے نصف جاریہ پر

وایّ اقام بیّنۃ قُبلت اور دونوں سے جو گواہ لاویگا تو اوسکی گواہ مقبول ہونگی فان اقاما فبیّنتھا اولی ان شھدت لہ المتعۃ وبیّنتہ ان شھدت لہا سو اگر دونو گواہ لائے تو عورت کے گواہ اولی ہین اگر موافق ہو متعہ مثل کا مرد کے اور گواہ مرد کے اولی ہین اگر موافق ہو متعہ عورت کے اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کو اثبات کرتے ہین وان کانت المتعۃ بینہما تحالفا وان حلفا وجب متعۃ المثل اور اگر متعہ مثل مردو تو کے ابین مین واقع ہو یعنی نصف دعوی زوج سے زیادہ ہو اور نصف دعوی زوجہ سے کم ہو تو دونو سے قسم لیجاویگی اور اگر دونو نے قسم کہائی تو متعہ مثل کا وجب ہوگا

وموت احدھما کحیوتھما فی الحکم اصلاً وقدراً لعدم سقوطہ بموت احدھما اور دونوں سے کسیکا مرنا اونکی زندہ ہونیکی برابر ہے حکم مین خواہ اختلاف اصل مہر مین ہو یا مقدار مین بسبب ساقط ہونے مہر مثل کے ایک کی موت سے وبعد موتھما ففی القدر القول لورثتہ اور اگر دونو کے مرجانیکی بعد اختلاف ہو وارثونمین تو مقدار مہر کی اختلاف مین زوج کے وارثون کا قول معتبر ہوگا ساتھہ قسم کے وفی الاختلاف فی اصلہ القول لمنکر التسمیۃ اور اصل مہر کے اختلاف مین منکر تسمیہ کا قول معتبر ہوگا یعنی زوج کے وارثون کا اسواسطے کہ اگر عورت کی وارث تسمیہ مہر کے منکر ہون تو اونکا حق ساقط ہوتا ہے ولم یقض بشیءٍ ما لم یبرھن علی التسمیۃ یعنی بعد موت زوجین کے اختلاف پڑا اصل تسمیہ مہر مین تو کچہ حکم نکیا جاویگا جبتک کہ گواہ نہ قائم کیے جاوین گے تسمیہ یعنی بدون گواہون کے مہر مثل پر فیصلہ نہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ مرنا زوجہ کا دلالت کرتا ہے کہ اوسکی ہمسر عورتین بہی مرگئین تو قاضی کس عورت کے مہر کو مہر مثل ٹھہراوے کذا فی الہدایۃ اس دلیل سے معلوم ہوا کہ مہر مثل کا اعتبار نکرنا اوس صورت مین ہے جب زوجین کی موت کا زمانہ بہت گذر گیا ہوا ور زمانہ قریب ہوگا تو مہر مثل پر فیصلہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلا عن البحر وقالا یقضی بمہر المثل کحال الحیوۃ وبہ یفتی اور کہا صاحبین نے بعد موت زوجین کے بہی مہر مثل پر حکم ہوگا مانند حال زندگی کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی قاضیخان لیکن اگر زوج کے وارث گواہ لاوین اداے مہر پر یا زوجہ کے اقرار پر یا اوسکی وارثون کے اقرار پر کہ ہم مہر پا چکے تو اس صورت مین مہر مثل کے اعتبار کی کچہ حاجت نہین وھذا کلہ اذا لم تسلّم نفسھا اور یہ سب اوس صورت مین ہے جب کہ زوجہ نے اپنی ذات بخوشی زوج کو نہ تسلیم کی ہو یعنی تحکیم مہر مثل خلاف قدر مہر مین زوجین کی حیات مین یا ایک کی حیات مین یا دونو کی موت مین یا اختلاف اصل مہر مین درصورت عدم تسلیم ہے فان سلّمت ووقع الاختلاف فی الحالین الحیوۃ وبعدھا لایحکم بمہر المثل لانہا لا تسلّم نفسہا الا بعد تعجیل شیءٍ عادۃً پہر اگر زوجہ نے اپنی ذات تسلیم کی زوج کو اور واقع ہوا اختلاف دو حال مین یعنی زندگی مین اور بعد اوسکی تو نہ فیصلہ ہوگا مہر مثل پر اسواسطے کہ عورت اپنی ذات تسلیم نہین کرتی مگر کچہ مہر معجل لینے کے بعد بطور رواج کے اور تعجیل مہر کی دلیل ہے تسمیہ مہر کی اور تسمیہ کے ہوتے مہر مثل کا اعتبار نہین لیکن یہ اوس صورت مین ہے جہان عادت ہو تعجیل مہر کی اور جہان کل کی تاخیر ہوتی ہو طلاق یا موت تک جیسے خوارزم مین تو وہان تسلیم اور عدم تسلیم دونو برابر ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن القہستانی بل یقال لہا لابد ان تقرّی بما تعجّلت والا قضینا علیک بالمتعارف تعجیلہ ثم یعمل فی الباقی کما ذکرنا وھذا اذا ادّعی الزوج ایصال شیءٍ الیہا بلکہ عورت سے یا اوسکی وارثون سے کہا جائیگا کہ بالضرور تجکو مہر معجل پانیکا اقرار کرنا ہوگا ورنہین تو ہم تجپر حکم کرین گے تعجیل متعارف کا چنانچہ مصر مین دو ثلث مہر معجل دینے کا رواج ہے پہر بعد وضع متعارف کے عمل کیا جائیگا باقی مہر مین یعنی مثلاً ثلث مین جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور یہ اوسوقت ہے جب زوج نے کچہ عورت کو دینے کا دعوی کیا کذا فی البحر یعنی متعارف التعجیل پر فیصلہ اوسوقت ہوگا جب زوج کچہ ادا کرنیکا مدعی ہو اور اگر زوج مدعی نہوگا تو متعارف پر فیصلہ نہوگا بلکہ سابق کی تفصیل پر عمل ہوگا اور قضا بالمتعارف بحر الرائق اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہے اور یہی قول ہے فقیہ ابو اللیث کا اور قاضیخان کے نزدیک یہہ قول مسلم نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بعث الی امرأتہ شیئاً ولم یذکر جہۃ عند الدفع غیر جہۃ المہر کقولہ لشمعٍ او حناءٍ ثم قال انہ من المہر لم یقبل قنیہ لوقوعہ ہدیۃ فلا ینقلب مہراً

مہرا اور اگر بھیجا زوج نے اپنی عورت کو کچھ نقد یا جنس اور بیان کیا دینے کیوقت کسی وجہ کو جو مغائر ہو جہت مہر کی یعنی دینے کیوقت مہر یا غیر مہر کا کچھ ذکر
نکیا سو اگر غیر مہر کو ذکر کیا مثلا یون کہا کہ اس نقد کو شمع میں صرف کرو یا مہندی میں پھر زوج نے کہا کہ وہ تو مہر میں تھی تو اوسکا قول مقبول نہوگا کذا فی
القنیہ اسواسطے کہ وہ چیز ہدیہ ہو چکی تو مہر نہوسکے گی اور اگر قبل عقد کے کچھ بھیجا تھا اوسکا پھیر لینا درست ہے کذا فی حاشیۃ الچلپی فقالت ھو ای
المبعوث ھدیۃ وقال ھو من المھر او من الکسوۃ او عاریۃ فالقول لہ بیمینہ والبینۃ لھا سو کہا عورت نے وہ بھیجی چیز ہدیہ ہے اور کہا زوج نے
کہ وہ مہر میں سے ہے یا قسم لباس سے یا عاریت ہے تو قول زوج کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر دو گواہ لائی تو عورت کے گواہ مقدم ہوں گے فان حلف
والمبعوث قائم فلھا ان تردہ وترجع بما بقی للمھر کذا فی الکافی پھر اگر قسم کھائی زوج نے اور بھیجی چیز موجود ہے تو عورت کو اختیار ہے کہ اوسکو پھیر دے
اور باقی مہر زوج سے لے جیسا کہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ولو عوضتہ ثم ادعاہ عاریۃ فلھا ان تسترد العوض من جنسہ زیلعی اور اگر
زوج نے ہدیہ بھیجا عورت کیطرف اور عوض میں عورت نے بھیجا زوج کیطرف پھر عورت کا زفاف ہو پھر مرد نے اوسکو مہر ٹھیرا کر دعوی کیا کہ وہ چیز عاریت ہے تو عورت کو جائز ہے کہ عوض کی چیز پھیر لے
عوض کی جنس سے کذا فی الزیلعی لفظ من جنسہ کا زیلعی اور بحر الرائق میں نہیں اور فتاوی عالمگیری میں یون ہے کان للمرأۃ ان تسترد ما عوضتہ
علیہ کذا فی حاشیۃ الدرر فی غیر المھیا للاکل کثیاب وشاۃ حیۃ وسمن وعسل وما یبقی شھرا ای وادعہ اختلاف زوجین میں زوج کا قول
معتبر ہوگا ان میں جو کھانے کیواسطے مہیا نہیں جیسے کپڑے اور زندہ بکری اور گھی اور شہد اور جو چیز کہ مہینہ بھر باقی رہے اور رہ سکے کذا ذکرہ اخی زادہ
والقول لھا بیمینھا فی المھیا لہ کخبز ولحم مشوی لان الظاھر یکذبہ ولذا قال الفقیہ المختار انہ یصدق فیما لا یجب علیہ کخف
وملاءۃ لا فیما یجب کخمار ودرع یعنی ما لم یدع انہ کسوۃ لان الظاھر معہ اور قول زوجہ کا معتبر ہوگا قسم کے ساتھ ان میں جو کھانے
کے واسطے مہیا ہیں جیسے روٹی اور بھونا گوشت عورت کا قول کہا گیا چیزوں میں اسواسطے معتبر ہوا کہ ظاہر حال زوج کو جھٹلاتا ہے یعنی روٹی اور پختہ گوشت
کوئی مہر میں نہیں دیتا اور اسیواسطے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ زوج کی تصدیق اون میں ہوگی جو زوج پر واجب نہیں جیسے موزہ اور
چادر یا باریک کپڑا اور اون میں تصدیق نہ ہوگی جو اوس پر واجب ہے جیسے اوڑھنی اور قمیص یعنی جبتک زوج نے اسکا دعوی نکیا ہو کہ اوڑھنی اور قمیص کو
پوشاک میں دیا ہے اور اگر پوشاک کا دعوی کیا زوج نے اور زوجہ نے کہا کہ پوشاک نہیں بلکہ ہدیہ ہے تو اس صورت میں زوج ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ
ظاہر حال زوج کا مصدق ہے خطب بنت رجل وبعث الیھا اشیاء ولم یزوجھا ابوھا فما بعث للمھر یسترد عینہ قائما فقط وان
تغیر بالاستعمال او قیمتہ ھالکا لانہ معاوضۃ ولم تتم فجاز الاسترداد کسی کی لڑکی کی منگنی کی اور بھیجا زوج نے عورت کیطرف چند
اشیا کو اور عورت کے باپ نے عورت کا نکاح نکیا تو جو چیز مہر کیواسطے بھیجی ہو اور وہ موجود بھی ہو تو فقط اوسکو پھیر لے اور اوسکی قیمت کو اگرچہ متغیر
ہو گئی ہو استعمال سے یا قیمت اوسکی پھیر لے اگر نہ موجود ہو اسواسطے پھیر لے کہ یہ تو بدلا تھا سو پورا نہوا تو پھیر لینا جائز ہوا وکذا یسترد ما بعث
ھدیۃ وھو قائم دون الھالک والمستھلک لان فیہ معنی الھبۃ اور اسیطرح اوسکو پھیر لے جو بطریق تحفہ کے بھیجا اور وہ موجود بھی ہو
نہ پھیر لے ہالک اور مستہلک کو ہالک وہ جو آپ بگڑ گیا جیسے میوہ سڑ گیا اور مستہلک وہ جو دوسرے کے فعل سے معدوم ہوا جیسے شیرینی کسی نے کھا لی
ہالک اور مستہلک کا پھیر لینا اسواسطے جائز نہوا کہ تحفہ دینے میں معنی ہبہ کے موجود ہیں اور موہوب جب ہالک اور مستہلک ہوا تو اوسکا پھیر لینا درست
نہیں ولو ادعت انہ ای المبعوث من المھر وقال ھو ودیعۃ فان کان من جنس المھر فالقول لھا وان کان من خلافہ فالقول لہ
لشھادۃ الظاھر اور اگر دعوی کیا عورت نے کہ بھیجی چیز مہر سے اور کہا زوج نے کہ وہ امانت ہے تو اگر وہ چیز مہر کی جنس سے ہو جیسے مہر میں
روپیہ اشرفی تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ چیز مخالف ہے جنس مہر کے جیسے مہر تھا درم اور زوج نے فرش یا کپڑا بھیجا تو زوج کا قول معتبر ہے
اسواسطے کہ دونو صورتوں میں ظاہر حال دونو کا گواہ ہے انفق رجل علی معتدۃ الغیر بشرط ان یتزوجھا بعد عدتھا ان تزوجتہ لا رجوع
مطلقا وان ابت فلہ الرجوع ان کان دفع لھا وان اکلت معہ فلا مطلقا بحر عن العمادیہ خرچ کیا ایک مرد نے غیر کی معتدہ پر اس

شرط سے کہ نکاح کریگا اوس سے بعد جس کے تو اگر عورت نے اوس مرد سے نکاح کر لیا تو خرچ کا پھیر لینا مطلقاً نہیں خواہ دونو ساتھہ کہاتے ہون یا علیحدہ اور اگر عورت نے نکاح سے
انکار کیا تو مرد کو خرچ کا پھیر لینا پہنچتا ہے اگر عورت کو دیا ہو اور اگر عورت مرد کے ساتھہ کہاتی ہو تو مطلقاً پھیر لینا نہین خواہ نکاح کیا ہو یا نکیا ہو کذا فی البحر عن العادیہ ف
فیہ عن الملتقط جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلك في صحته بل تختص به وبه
اور بحر الرائق مین ملتقط سے منقول ہے باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور اوسکے قبضہ مین کر دیا تو اوسکو پھیر لینا اوس سے نہین پہنچتا اور نہ باپ کے وارثون کو بعد مرنے باپ کے اگر
بیٹی کو جہیز تسلیم کیا ہو باپ نے اپنی صحت مین بلکہ اس جہیز کی ملکیت بیٹی کو مخصوص ہوگی اور اسی پر فتوی ہے اور جہیز تسلیم نہین کیا تو پھیر لے سکتا ہے اسواسطے کہ تملیک
بدون تسلیم کے تمام نہین ہوتی اور اسیطرح اگر مرض الموت مین باپ نے جہیز تسلیم کیا تو وہ وصیت ہوگی اور وصیت وارث کے حق مین درست نہین کذا لو اشتراه
لها في صغرها و بالجملہ اور اسیطرح استرداد ہوگا اگر باپ نے جہیز کو مول لیا صغیرہ بیٹی کیواسطے کذا فی الو لوالجیہ اس صورت مین تسلیم کی حاجت نہین اسلئے کہ
باپ کا قبضہ قائم مقام صغیرہ کے قبضہ کے ہے والحيلة ان يشهد عند التسليم اليها انه انما سلم عارية اور حیلہ استرداد کا یہہ ہے کہ گواہ کرے باپ بیٹی کے
جہیز دینے کے وقت اسپر کہ جہیز کو بطور عاریت ہی دیا ہے والاحوط ان يشتريه منها ثم تبرئه درر اور زیادہ تر احتیاط حیلہ استرداد مین
یہہ ہے کہ باپ جہیز کو بیٹی سے مول لے پھر بیٹی قیمت سے ابرا کرے کذا فی الدرر اخذ اهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة
زوجہ کے لوگون نے کچھہ لیا تسلیم زوجہ کیوقت مثلاً بہائی نے بدون لئے رخصت نکیا تو زوج اوسکو پھیر لے سکتا ہے اسواسطے کہ یہہ رشوت ہے جهز ابنته ثم
ادعى انما دفعه اليها عارية وقالت هي تمليك او قال الزوج ذلك بعد موتها ليرث منه وقال الاب او ورثته بعده عارية فالمعتمد
ان القول للزوج ولها اذا كان العرف مستمرا ان الاب يدفع مثله جهازا لا عارية جہیز دیا اپنی بیٹی کو پہر دعوی کیا کہ اوسکو تو عاریت
ہی دیا ہے اور بیٹی نے کہا کہ وہ تملیک ہے یا زوج نے یہی کہا بعد مرنے زوجہ کے تاکہ جہیز کا وارث ہو اور باپ نے یا اوسکے وارثون نے اوسکے مرنیکے بعد کہا کہ عاریت
ہے تو قول زوج اور بیٹی کا معتمد ہوگا جب رواج دائمی عموما ایسا ہو کہ باپ اتنا مال جہیز مین دیا کرتا ہو نہ بطور عاریت کے واما ان كان مشتركا كمصر
والشام فالقول للاب كما لو كان اكثر مما يجهز به مثلها اور اگر رواج مشترک ہو یعنی بعضے جہیز دیتے ہون اور بعضے عاریت تو قول باپ کا معتمد
ہوگا چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہے اوس سے جو اوس جیسی عورت کو ملا کرتا ہے یعنی رواج سے جہیز زیادہ تر دیا تو سوای رواج کی زیادتی مین باپ کا قول معتمد ہوگا
والام كالاب في تجهيزها وكذا ولي الصغيرة شرح وهبانيه اور ماں مثل باپ کے ہے بیٹی کے جہیز مین اور اسیطرح صغیرہ کا ولی کذا فی شرح الوهبانیہ
یعنی اگر ماں نے جہیز تسلیم کر دیا تو استرداد نہین کر سکتی اور دعوی عاریت مین ماں اور ولی صغیرہ کا وہی حکم ہے جو باپ کا حکم معلوم ہوا واستحسن في النهر
تبعا لقاضيخان ان الاب ان كان من الاشراف لم يقبل قوله انه عارية اور مستحسن جانا ہے نہر الفائق مین قاضی خان کی پیروی کر کے کہ اگر باپ
اشراف مین سے ہے تو اوسکا یہہ قول مقبول نہوگا کہ جہیز عاریت ہے ولو دفعت في تجهيزها لابنتها اشياء من امتعة الاب بحضرته وعلمه وكان
ساكتا و زفت الى الزوج فليس للاب ان يسترد ذلك من ابنته لجريان العرف به اور اگر ماں نے بیٹی کے جہیز مین کچھہ چیزین دین باپ کے
اسباب سے اوسکی حضور اور دانست مین اور وہ ساکت رہا اور بیٹی زوج کے گہر پہنچائی گئی تو باپ کو نہین پہنچتا کہ اوس جہیز کو پہیر لے اپنی بیٹی سے بسبب
جاری ہونے رواج کے اسپر یعنی مروج یہی ہے کہ باپ جہیز کو ماں کے سپرد کرتا ہے وكذا لو انفقت الام في جهازها ما هو معتاد والاب ساكت لا تضمن
الام وهما من المسائل السبع والثلاثين بل الثمان والاربعين على ما في زواهر الجواهر التي السكوت فيها كالنطق اور اسیطرح اگر خرچ کیا
ماں نے بیٹی کے جہیز مین اوسقدر جسکی عادت ہے اور باپ ساکت ہے تو ماں پر ضمان نہین اور یہہ دونو مسئلے اون سینتیس ۳۷ بلکہ اڑتالیس مسئلون مین سے ہین جنمین
سکوت برابر نطق کے ہے کذا فی زواہر الجواہر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو زفت اليه بلا جهاز يليق به فله مطالبة الاب بالنقد قنيه
اگر پہنچائی گئی زوجہ زوج کیطرف بدون ایسے جہاز کے جو لائق ہو زوج کے تو زوج کو جائز ہے مطالبہ باپ کا نقد مال مین کذا فی القنیہ یہہ حکم اوس صورت
مخصوص ہے جہان عادت ہو کہ ولی زوجہ کا زوج سے کچھہ نقد لیتا ہو نکاح کے سامان کے واسطے پھر کچھہ سامان زوج کا تیار کرتا ہو اور کچھہ زوجہ کا تو ایسی

صورت مین اگر زوج کے لائق دینے کے باپ نے کچھہ دیا تو زوج کو نقد مال پھیر لینا چاہیے اور اسیطرح عورت کو اپنے جہیز کا مطالبہ بیجا ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قال
فی البحر زاد فی البحر عن المستصفی الا اذا سکت طویلا فلا خصومۃ له اور بحر الرائق مین یہہ مضمون زیادہ نقل کیا ہی یعنی مگر جب زوج دیر تک مطالبہ سے
مدت تک تو دعوی کو ناحق کرنا نہین بیجا اسواسطے کہ زمانہ طویل تک ساکت رہنا دلیل ہی رضامندی کی لکن فی النهر عن البزازیۃ الصحیح انه لا یرجع
علی الاب بشیء لان المال فی النکاح غیر مقصود لیکن نهر الفائق مین بزازیہ سے منقول ہے کہ صحیح یہہ قول ہے کہ زوج باپ سے کچھہ نہ پھیر لے اسواسطے کہ
مال نکاح مین مقصود نہین کما سید احمد طحطاوی نے کہ یہہ تصحیح مخالف ہی عرف شرع کے اسواسطے کہ لوگوں مین قلت جہیز اور کثرت مہر سنگ و عار ہی اور مال کا بالکل حکم
مین مقصود ہونا محل میرے الاطلاق متجہ نہین کہ حق تعالی نے طلب نکاح کی عوض مال کے مباح کی **مبکرے ذمیا و مستامنین ذمیۃ او حربیۃ حربیۃ**
ثمۃ بمیتۃ او بلا مهر بان سکتا عنه او نفیاه والحال ان ذا جائز عندهم فوطئت او طلقت قبله او مات عنها فلا مهر لها ولو
اسلما وترافعا الینا لانا امرنا بترکهم وما یدینون نکاح کیا ذمی یا مستامن نے ذمیہ سے یا حربی نے نکاح کیا حربیہ سے دار الحرب مین مردار جانور کے
مہر پر یا بدون مہر کے نکاح کیا اسطرح کہ دونون یا مہر سے ساکت رہے یا دونو نے مہر کی نفی کی اور حالانکہ یہہ امر انکے نزدیک جائز ہی پھر وطی ہوئی ذمیہ یا
حربیہ کی یا طلاق قبل وطی کے ہوئی یا زوج زوجہ کو چھوڑ کر مرگیا تو عورت کا کچھہ مہر نہوگا اور یہہ طلاق قبل وطی مین اگرچہ وہ دونو مسلمان ہوگئے ہون اور
عورت مرافعہ رجوع کیا ہو تو بھی مہر نہوگا اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور ہین ومیون کے چھوڑ دینے پر اور انکو دین کے چھوڑ دینے پر یعنی انکو دین اور اعتقاد پر
انکو چھوڑنا چاہیے احکام اسلام کے او پر جاری کرنیکا حکم نہین اسیواسطے انکو شراب پینے اور سور کھانے سے روکنا ہمکو نہین پہنچتا **وتثبت بقیۃ احکام**
النکاح فی حقهم کالمسلمین من وجوب النفقۃ فی النکاح ووقوع الطلاق ونحوها کعدۃ ونسب وخیار بلوغ وتوارث بنکاح
صحیح وحرمۃ مطلقۃ ثلثا ونکاح المحارم اور مہر کے سوا باقی احکام نکاح کے انکے حق مین ثابت ہون گے مثل مسلمان کے جیسے واجب ہونا نفقہ کا نکاح
مین اور واقع ہونا طلاق کا اور مثل ان احکام کے جیسے عدت اور نسب اور خیار بلوغ کا اور وارث ہونا نکاح صحیح سے اور حرام ہونا مطلقہ ثلثہ کا اور حرام
ہونا نکاح محارم کا لیکن یہی احکام اوسوقت انہین جاری ہونگے جب انکو بھی ان احکام کا اعتقاد ہو اور ہماری طرف مرافعہ کرین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
ونکح ذمی ذمیۃ بخمر او خنزیر عین ای مشارا الیه ثم اسلما او اسلم احدهما قبل القبض فلها الخمر والخنزیر ولو طلقها قبل
الدخول فلها نصفه اور اگر نکاح کیا ذمی نے ذمیہ سے شراب معین پر یا سور معین پر یعنی جسکی طرف اشارہ ہوا اسطرح کہ اس سور پر نکاح کیا پھر دونو مسلمان
ہوگئے یا ایک ان مین سے مسلمان ہوا قبضہ کرنے سے پہلے تو عورت کو وہی ملیگا یعنی وہی شراب اور سور ملیگی تو سرکہ کر ڈالے شراب کو اور چھوڑ دے سور کو اور
بہتر یہہ ہے کہ سور کو قتل کرے کذا فی حاشیۃ الدر المختار اور اگر طلاق دی قبل دخول کے تو عورت کو آدھی شراب معین اور آدھا سور معین ملیگا **ولها فی غیر العین**
قیمۃ الخمر ومهر المثل فی الخنزیر اذ اخذ قیمۃ القیمی کاخذ عینه اور عورت کو غیر معین شراب اور غیر معین سور مین قیمت شراب کی ملیگی اور
مہر مثل سور مین ملیگا یعنی سور کی قیمت لینا درست نہین اسواسطے کہ قیمت والی چیز کی قیمت لینا ویسا ہی ہے جیسے اوسی چیز کو بعینہ لینا تو اگر سور کی قیمت لی
تو گویا سور لیا **فروع** مسائل متفرقہ شرع کے **الوطء فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او مهر الا فی مسئلتین صبی نکح بلا ولی وطاوع**
وبائع امۃ وطئها قبل تسلیم فیسقط من الثمن ما قابل البکارۃ والا فلا وطی دار الاسلام مین حد یا مہر سے خالی نہین یعنی حد یا مہر ہے مگر دو مسئلون
مین نہ حد ہی نہ مہر ایک مسئلہ یہہ کہ لڑکے نابالغ نے نکاح کیا جوان عورت سے بدون اجازت اپنے ولی کے اور عورت نے نابالغ کی اطاعت کی وطی مین اس
صورت مین نہ حد ہی نہ مہر ہے دوسرا مسئلہ کہ لونڈی کے بیچنے والے نے لونڈی کو وطی کی قبل تسلیم مشتری کے تو بائع پر نہ حد ہی نہ مہر ہے اور کم ہوجائیگی اس چیز
کی قیمت جو مقابل تھی بکارت کے یعنی اگر بکارت جیب ہوا تو اوتنی قیمت ساقط ہوگی اور اگر لونڈی باکرہ نہتی تو کچھہ قیمت نہ گھٹیگی **دفعت جاریۃ**
جاریۃ اخری فازالت بکارتها لزمها مهر المثل ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کو ڈھکیلا سو اوسکی بکارت کو کھویا لازم ہوگا ڈھکیلنے والی پر مہر مثل
اسیطرح صبی اور مرد اجنبی کے ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا اگر ہوگا تو ان پر بھی مہر مثل لازم آویگا کذا فی حاشیۃ الدر **والاب الصغیرۃ المطالبۃ**

بالمهر وللزوج المطالبة بتسليمها ان تحملت الرجل صغیرہ کے باپ کو مطالبہ مہر کا زوج سے پہنچتا ہے اگرچہ زوج کو تمتع نہوا ہو اور زوج کو تسلیم صغیرہ کا مطالبہ پہنچتا ہے اگر صغیرہ مرد کی برداشت کر سکتی ہو قال البزازی ولا یعتبر السن کہا بزازی نے کہ عمر کا کچھ اعتبار نہوگا یعنی اگر زوج اور باپ مین اختلاف ہوا زوج کہتا ہے کہ صغیرہ لائق تحمل مرد کے ہے اور باپ کہتا ہے کہ مرد کے لائق نہین ہے تو صغیرہ کی عمر کا اعتبار نہوگا بلکہ قاضی صغیرہ کو عورتون کو دکھلاوے اگر عورتین کہین کہ لائق مرد کے ہے تو زوج کو تسلیم کرے اور نہین تو نہین کذا فی حاشیۃ المدنی فلو سلمها فهربت لم یلزمه طلبها سو اگر باپ نے اپنی بیٹی زوج کو تسلیم کی پھر وہ بھاگ گئی تو زوج پر اوسکی طلب اور تلاش لازم نہین اسواسطے کہ حرہ کے گم ہونے پر ضمان نہین کہ طلب زوج پر لازم ہو بخلاف لونڈی کے کہ اگر کسیکے نکاح مین ہو اور بھاگ جاے تو زوج پر تلاش لازم ہے اسواسطے کہ اسکے گم ہونے مین زوج پر ضمان لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی خدع امرأة واخذها حبس الی ان یأتی بها او یعلم موتها کسی نے فریب دیا عورت کو اور اوسکو نکال لیگیا تو وہ شخص قید کیا جاویگا یہانتک کہ اوسکو لے آوے یا عورت کا مرنا معلوم ہو المهر مهر السر وقیل العلانية مہر وہی معتبر ہے جو پوشیدگی کا مہر ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ظاہر کا مہر معتبر ہے یعنی عورت سے نکاح کیا اور مخفی ایکہزار مثلا مہر مقرر کیا پھر دوسری بار نمود کیواسطے لوگون مین دو ہزار کا مہر ٹھہرایا تو اس صورت مین مہر مخفی ہی کا اعتبار ہوگا نہ علانیہ کا المؤجل الی الطلاق یتعجل بالرجعی ولا یتأجل برجعتها جو مہر کہ موجل ہو طلاق تک وہ معجل ہو جاتا ہے طلاق رجعی سے اور نہین موجل ہوتا پھر عورت کیطرف مراجعت کرنے سے ولو وهبته المهر علی ان یتزوجها فأبی فالمهر باقٍ نکحها او لا اگر عورت نے مہر بخشا اس شرط پر کہ مرد اوس سے نکاح کرلے سو مرد نے ہبہ مہر کا نہ قبول کیا تو مہر باقی ہے نکاح عورت سے کیا یا نہ کیا توضیح اس مسئلہ کی بحر الرائق مین یون ہے کہ ایک شخص نے اپنی مطلقہ سے کہا کہ مین تجھسے نکاح نکرونگا جبتک تو اپنا مہر معاف نکرے سو عورت نے بشرط نکاح مہر معاف کیا پھر مرد نے انکار کیا تو مہر باقی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی درصورت نکاح نکرنیکے تو مہر کا باقی رہنا ظاہر ہے اور نکاح کرنے مین مہر اسواسطے باقی رہا کہ ہبہ بدون قبول اسکے تمام نہین ہوتا اور حالانکہ مرد ہبہ سے انکار کر چکا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو وهبته لاحدٍ ووکلته بقبضه صح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسیکو ہبہ کیا اور اوسکو مہر لینے پر وکیل کیا تو صحیح ہے اور ہبہ مہر کا بدون توکیل کے ناتمام ہے ولو احالت به انسانا ثم وهبته للزوج لم یصح وهذه حیلة من یرید ان یهب ولا تصح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسی آدمی کو حوالہ کیا یعنی زوج سے کہا کہ میرا مہر فلانے شخص کو دے اور زوج نے یہہ حوالہ قبول کیا پھر عورت نے وہی مہر زوج کو ہبہ کیا تو یہہ ہبہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ مہر کا دوسرا آدمی مالک ہوگیا اور یہہ حوالہ کرنیکا حیلہ اوس شخص کیواسطے ہے کہ جو چاہے کہ ہبہ کرے اور صحیح نہو

باب نکاح الرقیق

هو المملوک کلا او بعضا والقن المملوک کلا یہہ باب ہے نکاح رقیق کا رقیق اوس غلام کو کہتے ہین جو بالکل مملوک ہو یا تھوڑا یعنی نصف مملوک ہو یا ربع اور قن اوس غلام کو کہتے ہین جو بالکل مملوک ہو توقف نکاح قن وامة ومکاتب ومدبر وام ولد علی اجازة المولی فان اجاز نفذ وان رد بطل موقوف ہے نکاح قن اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا مولی کی اجازت پر تو اگر مولی نے نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوگیا اور اگر رد کیا تو باطل ہوگیا مکاتب وہ غلام ہے جسکو مالک نے کہا کہ تو سو روپیہ مثلا کہین سے پیدا کر لا تو تو آزاد ہے اور مدبر وہ غلام ہے جس سے مالک نے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے اور ام ولد وہ لونڈی ہے جو مالک کے تصرف مین رہی اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا فلا مهر ما لم یدخل فیطالب بمهر المثل بعد عتقه سو جب غلام وغیرہ کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا تو قبل اجازت مولی کے اس نکاح مین مہر نہین جبتک وطی نہوا اور جب وطی ہوئی تو مہر مثل طلب ہوگا بعد آزاد ہونے غلام کے اسواسطے کہ قبل آزادی کے غلام کسی چیز کا مالک نہین اور مولی پر اسواسطے مہر لازم نہوگا کہ اوسکی بدون اجازت نکاح ہوا ثم المراد بالمولی من له ولایة تزویج الامة کاب وجد وقاض ووصی ومکاتب ومفاوض ومتولٍّ پھر مولی سے مراد وہ شخص ہے جسکو اختیار ہو لونڈی کے نکاح کر دینے کا جیسے صغیر کی لونڈی کا باپ اور دادا اور قاضی اور وصی اور مکاتب اور شریک مفاوض اور متولی وقف تو باپ اپنی بیٹی صغیر کی لونڈیکا نکاح کرسکتا ہے اور اسیطرح دادا اور قاضی اور وصی لیکن انکو یہہ اختیار نہین کہ اپنے غلام سے اوسکا نکاح کر دین اور اسیطرح عبد مکاتب کو اپنی لونڈی کے نکاح کا اختیار ہے اور اسیطرح شریک مفاوض کو شرکت کی لونڈی کا نکاح کر دینا جائز ہے اور اسیطرح وقف اور بیت المال کی لونڈیون کا نکاح وہان کے متولی کے اختیار ہے واما العبد فلا یملک تزویجها الا من یملک

بستاگیہ اور غلام کی تزویج کا کوئی مالک نہیں سوائے اوسکے جو مالک ہے اوسکو آزاد کرنیکا یعنی جو کل تصرفات کا مالک ہے وہی غلام کی تزویج کا مالک ہے قرابت وغیرہ
جو سابق میں مذکور ہوئی وہ نکاح عبد کے مالک نہیں کذا فی الدرر فان نکحوا بالاذن فالمهر والنفقة علیهم ای علی القن وغیرہ لوجود سبب الوجوب
منہ ہوا اگر نکاح کیا قن وغیرہ نے مولی کے اذن سے تو مہر اور نفقہ انہیں پر لازم ہوگا یعنی قن اور مکاتب وغیرہ پر ہے اسواسطے کہ سبب وجوب نفقہ اور مہر کا یعنی نکاح قن وغیرہ
کیطرف سے ہوا ویسقطان بموتهم لفوات محل الاستیفاء اور ساقط ہوتا ہے مہر اور نفقہ غلامون کی موت سے بسبب فوت ہوجانے محل استیفا کے یعنی نفقہ
لینے کا مقام نرہا ویباع القن فیهما اور بیچا جاویگا قن نفقہ اور مہر میں یعنی مالک قن کا اسکو بیچکر نفقہ اور مہر ادا کرے اور اگر مالک بیع سے انکار کرے تو قاضی
بیع کرے لا یباع غیرہ کالمدبر بل یسعی اور نہیں بیچا جائیگا سوائے قن کے جیسے مدبر اور مکاتب وغیرہ کی بیع نہوگی بلکہ محنت مزدوری کروائی جاویگی
پھر جو مدبر کے نفقہ سے زائد ہوگا وہ زوجہ کے مہر اور نفقہ میں صرف ہوگا ولو مات مولاہ لزمہ جملة ان قدر نہر و قنیہ اور اگر مدبر کا مولی مرگیا
تو مدبر پر یکبارگی مہر لازم ہوگا اگر اوسکو مقدور ہو اور اگر مقدور نہو تو قدرت تک انتظار ہوگا کذا فی النہر والقنیہ لکنہ یباع فی النفقة مرارا ان
تجددت لیکن قن بیچا جائیگا نفقہ میں ابار اگر متجدد ہوگا نفقہ یعنی جب غلام پر زوجہ کا نفقہ ایسا ہوگیا کہ دینے سے عاجز ہوا تو واسطے اداے نفقہ کے
بیچا جائیگا پھر جب دوسری بار نفقہ سے عاجز ہوگا تو پھر بیچا جائیگا وعلی ہذا القیاس وفی المهر مرة ویطالب بالباقی بعد عتقه الا اذا باعه
منها خانیہ اور بیچا جائیگا قن مہر میں ایکبار پھر اگر مہر کچھ باقی رہیگا تو مطالبہ باقی مہر کا ہوگا بعد اوسکے آزاد ہونے کے مگر اوس صورت میں باقی مہر کا
مطالبہ نہیں جب مالک نے غلام کو اوسکی زوجہ کے ہاتھ بیچا کذا فی الخانیہ یعنی مالک نے اپنے غلام کا نکاح ایک عورت سے کیا ہزار درم کے مہر پر پھر غلام
کو واسطے مہر کے اوسی عورت کے ہاتھ نو سو درم کو بیچا بمجرد مول لینے کے نکاح ٹوٹ گیا تو نو سو درم عورت مہر میں لیگی اور ایک سو درم جو باقی
رہا تھا سو ساقط ہوگیا اگر غلام آزاد بھی ہو تو بھی مطالبہ نہیں ولو زوج المولی امته من عبدہ لا یجب المهر فی الاصح ولو الجیة قال البزازی
بل یسقط ومحل الخلاف اذا لم تکن الامة ماذونة مدیونة فان کانت بیع ایضا لانہ یثبت لها ثم ینتقل للمولی نہر اور اگر نکاح
کیا مولی نے اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے تو نہ واجب ہوگا مہر قول اصح میں کذا فی الولوالجیہ بزازی نے کہا بلکہ مہر واجب ہوگا پھر ساقط ہوجاویگا اور وجوب اور عدم
وجوب کا اختلاف وہاں ہے جبکہ لونڈی ماذون اور قرضدار نہو اور اگر مولی کی اجازت سے لونڈی قرضدار ہو تو اوس لونڈی کا شوہر غلام بھی بیچا جائیگا
اداے مہر کے واسطے اسواسطے کہ مہر ثابت ہوتا ہے اول لونڈی کے لئے بعد اسکے اگر لونڈی قرضدار نہو تو پھرتا ہے مولی کیطرف کذا فی النہر اور یہان تو لونڈی
قرضدار ہے تو اوسکے مہر سے اول اوسکا قرض ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ قرض باقی رہیگا تو خود لونڈی مولی کی اجازت سے بیچی جائیگی کذا فی حاشیة
الدرر فلو باعه سیدہ بعد ما زوجه امرأة فالمهر برقبته یدور معه این ما دار کدین الاستهلاک پھر اگر غلام کو اوسکے مالک نے بیچا
بعد نکاح کرنے غلام کے ایک عورت سے تو مہر اوس عورت کا غلام کی گردن پر ہے پھریگا مہر جہان غلام پھریگا یعنی غلام اگرچہ دس بار بکے اور کسی مالک
کے پاس ہو مہر عورت کا اوس پر بار رہیگا جیسے استہلاک کا دین یعنی اگر غلام کسی شخص کا مال ضائع کرے تو اوسکی دین میں بیچا جائیگا اگرچہ ایک دو بار
بک چکا ہو ولکن للمرأة فسخ البیع لو المهر علیه لانہ دین فکانت کالغرماء منح لیکن عورت کو اختیار ہے مالک کی بیع کو فسخ کردینے کا اگر مہر غلام
پر باقی ہو اسواسطے کہ مہر بھی دین ہے تو عورت مثل قرضخواہوں کے ہوئی کذا فی منح الغفار یعنی اگر عبد ماذون پر قرض ہوا اور اوسکا مالک اوسکی بیع کرے
تو قرضخواہوں کو اختیار ہے چاہیں بیع کو جائز رکھیں اور اوسکی قیمت قرض میں لیں اور چاہیں بیع کو فسخ کریں اسیطرح مہر عورت کا بھی دین ہے تو
اوسکو بھی فسخ بیع میں اور جائز رکھنے میں اختیار ہے وقوله لعبده طلقها رجعیة اجازة للنکاح الموقوف اور یون کہنا مالک کا اپنے غلام
سے کہ عورت کو طلاق رجعی دے یہہ اجازت ہے نکاح موقوف کی اسواسطے کہ طلاق رجعی بدون نکاح صحیح کے نہیں ہوتی لا طلقها او فارقها لانه یستعمل
للمتارکة حتی لو اجازہ بعد ذلک لا ینفذ بخلاف الفضولی اور یون کہنا مالک کا کہ اوسکو طلاق دیدے یا اوسکو چھوڑ دے نکاح موقوف کی
اجازت نہوگی اسواسطے کہ طلاق اور فراق کا لفظ چھوڑ دینے میں بھی مستعمل ہوتا ہے یعنی یہہ دو تو لفظ اجازت اور رد دونوں میں محتمل ہیں اسواسطے عدم اجازت

پر مجرا ن کہا یہانتک کہ اگر مولی بعد میں انھیں لفظون سے اگر غلام کے نکاح کو جائز رکھیگا تو بھی نکاح نافذ نہو گا بخلاف نکاح فضولی کے یعنی ایک فضولی نے کسی مرد
کا عورت سے نکاح کر دیا پھر جب اوس مرد کو نکاح کی خبر پہنچی تو اوس نے کہا کہ اوسکو طلاق دو تو نکاح کی اجازت ہوگی اسواسطے کہ زوج کو اختیار ہے طلاق دینے کا
تو طلاق کا حکم بھی دیسکتا ہے اور طلاق بدون ثبوت نکاح کے متصور نہیں بخلاف مولی کے کہ اوسکو طلاق کا اختیار نہیں ہے واذنه لعبده في النكاح ينتظم
جائزه وفاسده فيباع العبد لمهر من نكحها فاسدا بعد اذنه فوطيها فلا فالعصيحا اور اذن دینا مولی کا اپنے غلام کو نکاح میں شامل ہے نکاح
جائز اور نکاح فاسد کو تو بیچا جائیگا غلام اوس عورت کے مہر میں جس سے نکاح فاسد کیا بعد اذن مولی کے پھر اوس سے وطی کی بخلاف مذہب صاحبین کے
کہ اونکے نزدیک اذن مولی کا نکاح فاسد کو شامل نہیں تو نکاح فاسد میں بعد وطی کے غلام نہ بیچا جائیگا بلکہ بعد آزاد ہونیکے اوسپر مہر لازم آویگا کذا فی حاشیة
المدنی ولو نوى المولى الصحيح فقط تقيد به كما لو نص عليه ولو نص على الفاسد صح وصح الصحيح ايضا نهر اور اگر مولی نے غلام کو نکاح کا اذن
دیا اور فقط صحیح نکاح کی نیت کی تو یہ اذن نکاح صحیح کو مخصوص ہوگا چنانچہ اگر مولی تصریح کر دے اذن میں نکاح صحیح پر تو فقط صحیح منعقد ہوگا نہ فاسد اور اگر
تصریح کی مولی نے نکاح فاسد کے اذن پر تو نکاح فاسد کرنا درست ہوگا اور نکاح صحیح بھی درست ہوگا کذا فی النہر ولو نكحها ثانيا صحيحا او نكح اخرى بعدها
صحيحا وقف على الاجازة لانتهاء الاذن بمرة وان نوى مرارا اور اگر مطلق اذن دیا مولی نے سو غلام نے نکاح فاسد کیا ایک عورت سے پھر دوسری بار
اوسی عورت سے نکاح صحیح کیا یا دوسری عورت سے نکاح صحیح کیا پہلی عورت کے بعد تو یہ نکاح ثانی موقوف ہوگا مولی کی اجازت پر اسواسطے کہ مولی کا اذن
ایکبار نکاح کرنے پر منتہی ہو چکا اگرچہ مولے نے چندبار نکاح کرنیکی نیت کی ہو تو بھی نکاح ثانی اجازت پر موقوف رہیگا ولو نوى ثنتين صح لانهما كل نكاح العبد
اور اگر مولی نے اپنے اذن میں دوبار دو عورتوں سے نکاح کرنیکی نیت کی تو یہ نیت دوبار کی صحیح ہوگی اور غلام کو دوسری عورت سے نکاح کرنا درست ہوگا
اسواسطے کہ دو نکاح کرنا غلام کے نکاح کی تمامی ہے یعنی غلام کو دو نکاح سے زیادہ کرنا درست نہیں وكذا التوكيل بالنكاح اوسیطرح وکیل کرنا نکاح میں یعنی
ینتہی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح کر دے تو وکیل کو ایک نکاح کے سوا دوسرا نکاح کرنیکا اختیار نہیں بخلاف التوكيل به فانه لا يتناول الفاسد فلا
به يفتى یعنی اذن مولی کا نکاح صحیح اور فاسد دونو کو شامل ہے بخلاف توکیل بالنکاح کے کہ وہ نکاح فاسد کو شامل نہیں تو وکالت نکاح فاسد پر منتہی بھی نہو گی
اسی قول کا فتوی ہے یعنی اگر نکاح کے وکیل نے فاسد نکاح کیا تو نافذ نہوگا اور نکاح فاسد کرنیسے اوسکی وکالت بھی منقطع نہوئی تو اگر اوسی عورت سے یا دوسری
عورت سے دوسری بار نکاح صحیح وکیل کر دیگا تو نافذ ہوگا والتوكيل بنكاح فاسد لا يملك الصحيح بخلاف البيع ابن ملك اور نکاح فاسد کا وکیل
مالک نہیں صحیح نکاح کرنیکا بخلاف بیع کے یعنی بیع فاسد کا وکیل بیع صحیح کا مالک ہے کذا ذکر ابن الملک فی شرح الملتقى وفي الاشباه في قاعدة الاصل
في الكلام الحقيقة الاذن في النكاح والبيع والتوكيل بالبيع يتناول الفاسد وبالنكاح لا اور اشباہ کے اس قاعدہ میں کہ اصل ہر کلام میں معنی
حقیقی ہیں نہ مجازی یون کہا ہے کہ نکاح اور بیع کے اذن میں اور بیع کی وکالت میں فاسد بھی شامل ہے اور نکاح کی وکالت میں نکاح فاسد شامل نہیں یعنی اگر
مولی نے غلام کو نکاح اور بیع کا اذن دیا تو یہ اذن نکاح صحیح اور فاسد کو اور بیع صحیح اور بیع فاسد دونو کو شامل ہے اور اسیطرح بیع کی وکالت بیع صحیح اور
فاسد دونو کو عام ہے لیکن نکاح کی وکالت نکاح فاسد کو شامل نہیں واليمين على نكاح وصلوة وصوم وحج وبيع ان كانت على الماضي تناول له
وان على المستقبل لا اور قسم نکاح پر اور نماز پر اور صوم اور حج اور بیع پر اگر فعل ماضی پر ہو تو فاسد کو بھی شامل ہے اور اگر قسم فعل مستقبل پر ہے تو سوا
صحیح کے فاسد کو شامل نہیں یعنی اگر یون قسم کھائی کہ مین نے نکاح نہیں کیا تو نکاح صحیح اور فاسد دونو کو شامل ہے اور اگر قسم کھائی کہ مین نکاح کرونگا
تو فقط صحیح کو شامل ہے نہ فاسد کو تو حانث نہوگا مگر صحیح نکاح سے اور اسیطرح اگر قسم کھائی کہ مین نے نماز نہیں پڑھی اور حج نہیں کیا یا بیع نہیں کی تو نماز
فاسد اور حج فاسد اور بیع فاسد سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ مین نماز پڑھونگا یا حج کرونگا یا بیع کرونگا تو حانث نہوگا مگر نماز صحیح
اور حج صحیح اور بیع صحیح سے ولو زوج عبدا ماذونا مديونا صح وساوت المراة الغرماء في مهر مثلها والاقل والزائد عليه تطالب بعد
استيفاء الغرماء اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنے غلام ماذون قرضدار کا تو نکاح صحیح ہوگا اور برابر ہو جائیگی عورت غلام کے قرضخواہون سے اپنے مہر مثل میں

ادا کرنے میں یعنی جیسے اور قرضخواہ غلام کی کمائی سے حصہ لیتے ہیں ویسا ہی عورت بھی حصہ لیگی مہر مثل میں اور مقرر جو مہر زائد ہو مہر مثل سے اوسکا
تو عورت غلام سے مطالبہ کریگی زائد کا قرضخواہوں کے قرض پانیکے بعد کذا فی الصحیح تقدم دین الصحۃ علی دین المرض جیسے دین صحت کا ساتھ دین مرض کے یعنی ایک شخص پر
قرض ہے حالت صحت کا اور حالت مرض کا تو اول صحت کا دین دیا جائیگا پھر اگر کچھ مال باقی رہیگا تو دین مرض کا ادا ہوگا الا اذا باعہ منها کما مر کر جب کہ
مولی نے غلام کو عورت کے ہاتھ بیچا تو باقی مہر کا مطالبہ غلام پر رہیگا چنانچہ یہہ مسئلہ سابق میں مذکور ہوا صورت اوسکی یہہ ہے کہ مولی نے غلام مدیون کا
نکاح ایک عورت سے ہزار درم کے مہر پر کیا اور غلام پر سابق سے ہزار درم قرض تھے پھر مولی نے غلام کو اوسی عورت کے ہاتھ قرضخواہوں کی اجازت سے
نوسو درم کو بیچا تو نوسو درم کو قرضخواہ اور عورت موافق اپنے حصوں کے بانٹ لینگے اور جسقدر عورت کا مہر باقی رہیگا وہ ساقط ہوگا کذا فی حاشیتہ
ولو زوج ابنتہ مکاتبہ ثم مات لا یفسد النکاح لانها لم تملک المکاتب بموت ابیها الا اذا عجز فرد فی الرق فحینئذ یفسد النکاح
اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی بیٹی کا اپنے مکاتب غلام سے پھر مولی مرگیا تو نکاح فاسد نہیں ہوتا اسواسطے کہ بیٹی مالک نہیں ہوئی مکاتب کی اپنے باپ کے مرنے
کی وجہ سے مگر جب کہ عاجز ہوا اور اسکے فی بدل کتابت سے اور پھر غلام بنایا گیا تو اسوقت میں نکاح فاسد ہوگا بسبب منافی ہونے زوجیت اور ملکیت کے ولو زوج امتہ
او ام ولدہ لا یجب علیہ تبویتها وان شرطها فی العقد نکاح کر دیا مولی نے اپنی لونڈی کا یا ام ولد کا تو واجب نہیں مولی پر شب باشی کرانا لونڈی کا
زوج کے گھر اگرچہ مولی نے شب باشی نکاح میں شرط کر لی ہو تو بھی واجب نہیں اسواسطے کہ مولی کا حق زوج کے حق پر مقدم ہے اگر کوئی کہے کہ کیا
سبب ہے کہ شب باشی کی شرط مولی پر لازم نہوئی اور اگر زوج لونڈی کی آزادی اولاد کی شرط کرے تو آزادی ثابت ہو جاتی ہے اسکا جواب آگے رہنے ای
آگے قول میں دیا اما لو شرط الحریۃ اولادها فیه صح و عتق کل من ولدته فی هذا النکاح لان قبول المولی الشرط والتزویج علی
اعتبارہ هو معنی تعلیق الحریۃ بالولادۃ فیصح ومقتضاہ انه لو باعها او مات عنها قبل الوضع والحریۃ لیکن اگر شرط کر لیا
زوج نے آزاد ہونا لونڈی کی اولاد کا عقد میں تو یہہ شرط صحیح ہوگی اور آزاد ہونگے جسکو لونڈی اس نکاح میں جنیگی اسواسطے کہ قبول کرنا مولی نے
کا اس شرط کو اور نکاح کر دینا اس شرط کے اعتبار پر درحقیقت آزادی کی تعلیق ہے ولادت پر یعنی گویا مولی نے لونڈی سے یوں کہا کہ اگر تو اس نکاح
میں اولاد جنیگی تو وہ سب حر ہیں تو یہہ تعلیق صحیح ہوگی اور جب تعلیق صحیح ہوئی تو بالضرورت حریت اولاد کی ثابت ہوگی اور مولی کو اسمیں کچھ اختیار
باقی رہے بخلاف شب باشی کی شرط کے کہ اوسمیں تعلیق کے معنی نہیں ہو سکتے کذا فی فتح القدیر اور اس تعلیل سے یہہ نکلا کہ اگر مولی نے اوس لونڈی کو
بیچا یا اوسکو چھوڑ کر مرگیا قبل ولادت کے تو اولاد کی آزادی نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ تعلیق نہیں صحیح ہوتی مگر اوسوقت کہ تعلیق کرنیوالا زندہ
ہو اور مالک ہو وجود شرط کیوقت ولو ادعی المولی وجود الشرط ولا بینة له حلف المولی علی نفیه اور اگر دعوی کیا لونڈی کے زوج نے حریت اولاد
کی شرط کا اور اوسکے پاس گواہ نہیں تو قسم کھاوے مولی کذا فی النهر لکن لا نفقة ولا سکنی لها بان یدفعها الیه ولا یستخدمها لیکن
نفقہ اور سکنی زوج پر نہیں بدون شب باشی کے شب باشی کا یہہ طریق ہے کہ مولی اوسکو اوسکے شوہر کے حوالہ کر دے اور اوس سے خدمت نہ لے وتخلی بین
المولی وبین الزوج ای طریقها فارغة عن خدمة المولی ویکفی فی تسلیمها قولہ متی ظفرت بها وطئتها ۱ھ اور لونڈی سے خدمت
لیا کرے مولی کی اور وطی کرے زوج اگر اوسکو پاوے تو مولی کیخدمت سے خالی اور کفایت کرتا ہے لونڈی کی تسلیم میں مولی کا یوں کہنا اوسکے زوج سے
کہ جب اوسکو خالی پاوے تو وطی کیا کر کذا فی النهر وان بواها ثم رجع عنها صح رجوعه لبقاء حقه وسقطت النفقة سو اگر مولی نے شب باشی
کی اجازت دی پھر اوس سے رجوع کی تو اوسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا بسبب باقی رہنے حق مولی کے اور ساقط ہوگا نفقہ زوج سے یعنی زمان آیندہ کا نفقہ
نہ طلب ہوگا اور گذشتہ کا نفقہ البتہ طلب ہوگا ولو خدمته ای السید بعد التبویة بلا استخدامه او استخدمها نهارا واعادها للبیت
الزوج لیلا لا تسقط لبقاء التبویة اور اگر خدمت کی لونڈی نے مولی کی بعد اجازت شب باشی کے بدون خواہش ہونیکے یا مولی نے اوس سے
دن کی خدمت چاہی اور رات کو شوہر کے گھر اوسکو پھیر بھیجا تو نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے شب باشی کے وله ای للمولی الشفقها

ای بأمته وان ابی الزوج ظهیریة اور مولی کو اختیار ہی اپنی منکوحہ لونڈی کو سفر مین لیجانیکا اگرچہ اوسکا زوج تمام شرحہ ابی الظہیریة ولکہ استبداد یعنی و
امتہ ولو ام ولد اور مولی کو اختیار ہے اپنی غلام اور لونڈی کے نکاح مین جبر کرنیکا اگرچہ لونڈی ام ولد ہو اسواسطی کہ اوسکی ملکیت کامل ہے تو اوسکو نکاح
مین زبردستی کرنا جائز ہے اگرچہ وہ راضی نہون مگر مکاتب کو نکاح پر مجبور نہ کرنا چاہیے کذا فی حاشیة الشرنبلالیة نقلا عن البحر و کا یلزم الا استبراء عن بیانہ
فلو ولدت لاقل من نصف حول فهو من المولی والنکاح فاسد لکن من الاستیلاد و ثبوت النسب او لازم نہین مولی پر استبراء بلکہ
مستحب ہے یعنی جو لونڈی مولی کے تصرف مین ہو اور وہ اوسکا نکاح کردے تو استبراء مولی پر ضرور نہین سو اگر لونڈی بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر مین جنے
وہ لڑکا مولی کا بیٹا ہوگا اور نکاح فاسد ہو جائیگا بشرطیکہ قنہ اور مدبرہ مین مولی نے دعوی نسب کا کیا ہو اور ام ولد مین نفی ولد کی نہ کی ہو چنانچہ یہ مسئلہ
بحر الرائق کے باب الاستیلاد اور ثبوت النسب مین مذکور ہے علی النکاح وان لم یرضیا لا مکاتبة ومکاتبة بل موقوف علی اجازتهما ولو صغیرین
الحاقا بالبالغ مولی کو جبر کرنیکا اختیار ہے لونڈی غلام کے نکاح پر اگرچہ دونو راضی نہون نہ غلام مکاتب پر اور نہ لونڈی مکاتبہ پر بلکہ نکاح مکاتب اور مکاتبہ
کا اون دونو کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ دونو صغیر ہون بسبب ملا دینے صغیرین کے بالغ کے ساتھ یعنی بسبب کتابت کے مکاتب اور مکاتبہ خود مختار ہوگئے تو انکا
نکاح اونکی اجازت پر موقوف رہا یہانتک کہ اگر دونو صغیر بھی ہون گے تو بھی انکا نکاح اونکی اجازت پر ہی موقوف رہیگا یعنی بسبب کتابت کے صغیر بھی بالغ
کی برابر ہوگیا مولی کا اختیار نکاح کر دینے مین باقی نرہا فلو ادیا فعتقا عاد موقوفا علی اجازة المولی لا علی اجازتهما لعدم اهلیتهما ان
لم یکن عصبة غیره پھر اگر مکاتب اور مکاتبہ صغیرین نے نکاح ہونے کے بعد مال کتابت کا مولی کو ادا کیا تو آزاد ہوگئے نکاح پھر لیٹا مولی کی اجازت پر موقوف
ہوکر نہ صغیرین کی اجازت پر بسبب عدم اہلیت صغیرین کے اگر کوئی عصبہ صغیرین کا نہو سوای مولی کے تب مولی کی اجازت پر نکاح اونکا موقوف ہوگا اور
اگر صغیرین کا بعد آزاد ہونیکے بھائی یا چچا ہوگا تو اوسکی اجازت پر موقوف رہیگا نہ مولی کی اجازت پر خلاصہ یہ ہے کہ مولی نے مکاتب اور مکاتبہ صغیرین کا نکاح کیا
نکاح نافذ نہوا اسواسطی کہ مکاتب پر ولایت جبری نہین بلکہ صغیرین کی اجازت پر موقوف رہا بعد اسکو صغیرین نے بدل کتابت ادا کیا تو آزاد ہوگئے تو اب وہی نکاح
مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا اسواسطی کہ بسبب آزاد ہونے صغیرین کے مولی کی ولایت جدیدہ پیدا ہوئی اسواسطی کہ آزاد کرنیوالا عصبہ ہوتا ہے اور عجب مسئلہ
عجیب ہے کہ لڑکا جبتک مملوک رہا تو مختار تھا اور بعد آزاد ہونیکے مجبور ہوگیا اور مولی کی ملکیت قبل آزادی کے مکاتب پر تھی تب اوسپر اختیار نتھا اور بعد
آزاد ہونیکے بالکل ملکیت باقی نرہی اب اختیار حاصل ہوا ولم یجز توقف نکاح المکاتب علی رضی المولی ثانیا بعد توقف النکاح علیه اور اگر عاجز
ہوگئے مکاتب اور مکاتبہ اداے بدل کتابت سے تو موقوف رہیگا نکاح مکاتب کا مولی کی رضامندی پر دوبارہ یہ اسواسطی کہ اپنے پہر تصرف اور دوبارہ نکاح کے
مولی پر یعنی اول مکاتب کی رضا پر موقوف تھا جب مکاتب عاجز ہوا تو خالص غلام ہوگیا اوسکی اجازت اور عدم اجازت کا کچھ اعتبار نرہا اب دوسری بار مولی
کی اجازت چاہیے اور مولی کی بھی اول رضا کا اعتبار نہین اسواسطی کہ مہر اور نفقہ اوس وقت مین مکاتب پر تھا نہ مولی پر اور جب مکاتب عاجز ہوا تو اب اوسکی
کمائی مولی کی ہوگئی اسواسطی دوسری بار مولی کی رضامندی ضرور ہوئی وتبطل نکاح المکاتبة لانه طرأ حل بات علی موقوف فابطله والدلیل
یعمل العجائب وبحث الکمال هنا غیر صائب اور باطل ہوگیا نکاح مکاتبہ کا عاجز ہونے سے اسواسطی کہ طاری ہوئی حلت قاطعہ موقوف پر سو اوسکو مٹا ڈالا اور
دلیل سے امور عجیبہ ثابت ہوتے ہین اور اعتراض کمال الدین ابن الہمام کا یہان ٹھیک نہین یعنی جب مولی نے مکاتبہ کا نکاح بدون اوسکی رضا کے کردیا تو وہ
نکاح موقوف تھا اوسکی اجازت پر پہر جب مکاتبہ اداے بدل کتابت سے عاجز ہوگئی تو رقیت نے عود کیا تو مولی پر بسبب عود ملکیت کے اوسکی وطی حلال ہوگی
اس حلت کاملہ نے نکاح موقوف غیر نافذ کو مٹا ڈالا نکاح باطل ہوگیا محقق ابن الہمام نے یہان اعتراض کیا ہے کہ بعد آزاد ہونے مکاتب صغیر کے اوسکی
نکاح کا اجازت پر موقوف ہونا معقول نہین اسواسطی کہ مولی کی ولایت بعد آزاد ہونیکے باقی نرہی خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ بعد آزاد ہونے صغیر کے مولی
کو بسبب حکم ولا کے ولایت جدیدہ حاصل ہوئی اور جو ولایت کہ منتفی ہوئی وہ بحکم ملک تھی موقوف ہونا اوسکے نکاح کا مولی کی اجازت پر بلا تردد معقول
ہوگیا دلیل کی یہی صفت ہے کہ ایسے مسائل عجیبہ اوس سے ثابت ہوتے ہین کذا فی حاشیة الدنی ناقلا عن البحر ولو قتل المولی امته قبل الوطی لها

یعنی جیسے ام ولد ذکرہ المصنف سقط المهر لمنعه المبدل کحرة ارتدت ولو صغيرة اور اگر قتل کیا مولی نے اپنی
خطاءً ثم وهو مكلف فلو صبيا لم يسقط على الاصح اور حالانکہ مولی مکلف ہو یعنی عاقل بالغ ہے تو اگر مولی لڑکا ہوگا تو مہر ساقط نہ ہوگا بنا بر قول
لونڈی کو قبل وطی یا خلوت صحیحہ کے اگرچہ قتل خطا کا ہو کذا فی فتح القدیر تو مولی کے قتل سے ساقط ہوگا مہر لونڈی کا اوسکے زوج پر بسبب روکنے مولیکے عوض کو یعنی مہر عوض سے
راجح کے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ذکر کیا جیسے حرہ کا مہر ساقط ہو جاتا ہے اوسکے مرتد ہونے سے قبل وطی کی اگرچہ حرہ صغیرہ ہو
وطی کا پس جب قبل وطی ولی نے لونڈی کو قتل کیا تو مہر کو کس سے پاویگا لا لو فعلت ذلك القتل امرأة ولو امة على الصحيح خانية بنفسها
تو بھی ساقط نہ ہوگا اسواسطے کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی نہ مرد کیطرف سے نہ مہر ساقط ہوگا اگرچہ یہ قتل عورت نے کیا
او قتلها وارثها او ارتدت الامة او قبلت ابن زوجها كما رجحه في النهر اذ لا تفويت من المولى اوسنے زوج کے فرزند کا بوسہ لیا
اگرچہ یہ لونڈی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخانیہ عورت نے خود آپ کو قتل کیا یا اوسکے وارث نے اوسکو قتل کیا یا لونڈی مرتد ہوگئی یا
چنانچہ نہر الفائق میں اسی قول کو ترجیح دی ہے لونڈی کے قتل اور مرتد ہونے اور بوسہ لینے سے اسواسطے مہر نہ ساقط ہوگا کہ مولی کیطرف سے تفویت اور قصور
نہیں یعنی مہر کا مالک مولی ہے تو لونڈی کے قصور سے مہر کیونکر ساقط ہوگا اور اسیطرح اگر حرہ نے آپکو قتل کیا تو اوسکے مہر کے وارث مالک ہونگے اور اگر کسی
وارث نے حرہ کو قتل کیا تو ایسا ہی وارث مالک ہونگے ان صورتوں میں مہر نہیں ساقط ہوتا او فعله بعده اى الوطء لتقرره به یا مولی مکلف نے لونڈی کو
قتل بعد وطی کے کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بسبب ثابت ہوجانے مہر کے وطی سے ولو قتل عبده او مكاتبته او مأذونته المديونة لم يسقط اتفاقا
اور اگر مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا یا اپنی مکاتبہ کو قتل کیا یا لونڈی ماذونہ قرضدار کو قتل کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مہر کا مالک ان صورتوں میں مولی نہیں جب
مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اوسکی زوجہ غلام کی قیمت سے اپنا مہر مولی سے لیگی والاذن في العزل وهو الانزال خارج
الفرج لمولى الامة لا لها لان الولد حقه وهو يفيد التقييد بالبالغة وكذا الحرة نهر اور اذن دینا عزل میں عزل خارج شرمگاہ کے انزال
کو کہتے ہیں اور بہتر تعریف عزل کی بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ وطی کرے جب وقت انزال کا آوے تو علیحدہ ہو کر خارج شرمگاہ کے انزال کرے سو عزل
میں اجازت دینا مولی کے اختیار میں ہے نہ لونڈی کے اسواسطے کہ لونڈی کا لڑکا حق ہے مولی کا اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ لونڈی کو بالغہ کر مقید کرنا چاہئے
یعنی جب لڑکا مولی کا حق ٹھہرا تو اگر لونڈی بالغہ ہو تو اوسکا شوہر مولی سے عزل کی اجازت لے صغیرہ لونڈی میں اجازت مولی کی حاجت نہیں اسواسطے کہ
صغیرہ کے لڑکا نہیں ہوتا جو عزل سے مولی کا حق تلف ہو اور اسیطرح حرہ کو بھی بالغہ کر مقید کرنا چاہئے یعنی اگر حرہ بالغہ ہو تو اوسکا شوہر اوس سے عزل
کی اجازت لے اور صغیرہ سے اجازت کی حاجت نہیں کذا فی النہر ويعزل عن الحرة وكذا المكاتبة نهر بحثا باذنها اور عزل کرے حرہ سے حرہ کی اجازت
سے اور یہی حال ہے مکاتبہ کا چنانچہ نہر الفائق میں ہے باعتبار بحث کے لكن في الخانية انه يباح في زماننا لفساد الزمان قال الكمال فليعتبر عذرا
مسقطا لاذنها لیکن خانیہ میں ہے کہ عزل حرہ سے بدون اذن حرہ کے مباح ہے ہمارے زمانہ میں بسبب فساد زمانہ کے یعنی اس وقت میں اکثر لڑکے اطاعت
نہیں کرتے والدین کو رنج پہنچاتے ہیں تو کمال الدین محقق نے کہا کہ فساد زمانہ کو اذن حرہ کا عذر مسقط اعتبار کرنا چاہئے وقالوا يباح اسقاط الولد
قبل اربعة اشهر ولو بلا اذن الزوج اور کہا ہے فقہا نے کہ مباح ہے اسقاط ولد کا چار مہینے سے پہلے اگرچہ بے اجازت زوج کی ہو یعنی جان پڑنے
سے قبل پیٹ کا گرانا درست ہے ہر چند شارح نے اسقاط ولد مطلقا بیان کیا لیکن حق یہ ہے کہ بدون ضرورت کے جائز نہیں جیسے لڑکا عورت کا دودھ پیتا ہو اور اوسکے
حمل رہ گیا اور زوج کو دایہ رکھنے کی طاقت نہیں تو بسبب خوف ہلاکی ولد کے اسقاط قبل نفخ روح کے جائز ہے خانیہ کے باب الکراہیت میں ہے کہ میں نہیں کہتا کہ
اسقاط مطلقا مباح ہے اسواسطے کہ محرم اگر شکاری پرند کا انڈا توڑے تو اوسپر تاوان ہے اسواسطے کہ انڈا اصل ہے پرند کی جب محرم ماخوذ ہوا تو بعید نہ
اسقاط میں کیونکر گناہ نہ ہوگا کذا فی حاشیة المدنی وعزل عن امته بغير اذنها بلا كراهية فان ظهر بها حبل حل نفيه ان لم يعد قبل البول اور عزل
کرے اپنی لونڈی سے بدون اوسکی اجازت کے بلا کراہیت سو اگر لونڈی سے عزل کیا اور اوسکا حمل ظاہر ہوا تو مولی کو اوسکی نفی کرنا درست ہے
یعنی یوں کہنا کہ یہ حمل میرے نطفہ سے نہیں ہے درست ہے بشرطیکہ دوبارہ وطی نکی ہو پیشاب کرنے سے پہلے یعنی اگر مولی نے اول جماع کیا اور عزل کیا پھر

بدون پیشاب کیے دوبارہ عزل کیا تو نفی کرنا درست نہوگا اسواسطے کہ احتمال ہے کہ بقیہ منی دوسرے عزل مین نکلی ہو اور موجب حمل کی ہوئی ہو اور دوسری شرط نفی
کی یہہ ہی کہ لونڈی غیر محصنہ ہو یعنی گھر سے باہر آتی جاتی ہو اور اگر محصنہ ہو تو نفی جائز نہین اسواسطے کہ عزل کیوقت شاید کچھہ منی اندر رہ گئی ہو تیسری
شرط نفی کی یہہ ہے کہ غیر محصنہ مین ظن غالب چاہئے کہ یہہ حمل میرے نطفہ سے نہین ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وَخُیِّرَتْ اَمَۃٌ وَلَوْ اُمَّ وَلَدٍ وَمُکَاتَبَۃً وَلَوْ
حُکْمًا کَمُعْتَقَۃِ الْبَعْضِ عَتَقَتْ تَحْتَ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ وَلَوْ کَانَ النِّکَاحُ بِرِضَاھَا دَفْعًا لِزِیَادَۃِ الْمِلْکِ عَلَیْھَا بِطَلْقَۃٍ ثَالِثَۃٍ نکاح باقی رکھنے یا رکھنے
کی اختیار ہے لونڈی اگرچہ ام ولد ہو اور مکاتبہ مختارہ ہے اگرچہ حکمی مکاتبہ ہو جیسے وہ لونڈی کہ کل آزاد نہو مثلا نصف آزاد ہو یا [illegible] جیسے اختیار اوسوقت
ہے جب آزاد ہوجاوے خواہ حر کے نیچے ہو خواہ عبد کے اگرچہ نکاح اوسکی رضا سے ہوا ہو تو بھی اوسکو اختیار ہی تاکہ دفع ہو زیادتی ملک کی بسبب طلقہ
ثالثہ کے یعنی جب لونڈی تھی زوج کے دوبار طلاق دینے سے چھوٹ سکتی تھی اور حرہ بدون تین طلاق کے نہین چھوٹتی تو حرہ پر بنسبت لونڈی کے
ایک طلاق کی ملک زیادہ ہوتی ہے تو اسواسطے شارع نے اوسکو اختیار دیا کہ اپنے اوپر سے طلقہ ثالثہ کی ملک چاہے دفع کرے اور چاہے جائز رکھے
فَاِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَھَا فَلَا مَھْرَ لَھَا اَوْ زَوْجَھَا فَالْمَھْرُ لِسَیِّدِھَا سو اگر لونڈی آزاد نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی نکاح توڑا تو اوسکا کچھ
مہر نہین اگر وطی نہوئی ہو اسواسطے کہ جدائی اوسیکی طرف سے ہوئی اور اگر وطی ہوئی ہو تو مہر مولی کو ملیگا اور اگر اوسنے زوج کو اختیار کیا یعنی نکاح
قائم رکھا تو مہر اوسکے مولی کا ہے وطی ہوئی ہو یا نہوئی ہو مولی مہر کا اسواسطے مالک ہوگا کہ مہر ثابت ہوا تھا عقد سے اور اوسوقت مولی ہی کی ملک تھی و
لَوْ صَغِیْرَۃً تَاَخَّرَ لِبُلُوْغِھَا وَلَیْسَ لَھَا خِیَارُ بُلُوْغٍ فِی الْاَصَحِّ اور اگر لونڈی صغیرہ ہو تو اوسکی آزادی کا اختیار اوسکی بالغ ہونے تک متاخر رہیگا
اسواسطے کہ صغیر کے افعال کا بسبب عقل نہونیکے کچھہ اعتبار نہین اور نہین ہے اختیار لونڈی کو بلوغ کا قول اصح مین اسواسطے کہ خیار عتق کا معنی ہے خیار بلوغ
سے چنانچہ باب الولایۃ مین مذکور ہوگا اَوْ کَانَتِ الْاَمَۃُ عِنْدَ النِّکَاحِ حُرَّۃً ثُمَّ صَارَتْ اَمَۃً بِاَنْ اِرْتَدَّا وَلَحِقَا بِدَارِ الْحَرْبِ ثُمَّ سُبِیَا مَعًا فَاُعْتِقَتْ
خُیِّرَتْ عِنْدَ الثَّانِیْ خِلَافًا لِلثَّالِثِ مَبْسُوْطٌ یا خیار عتق کا اوسوقت بھی ثابت ہوگا جب لونڈی نکاح کیوقت حرہ تھی پھر لونڈی ہو گئی اسطرح کہ
زوج اور زوجہ مرتد ہوگئے اور دونو دار الحرب مین جا رہے پھر وہان سے دونو قید ہو آئے دار الاسلام مین پھر عورت آزاد ہوئی تو اوسکو نکاح رکھنے نہ رکھنے
کا اختیار ہوگا نزدیک ابو یوسف کے نہ نزدیک محمد کے کذا فی المبسوط وَالْجَھْلُ بِھٰذَا الْخِیَارِ خِیَارِ الْعِتْقِ عُذْرٌ فَلَوْ لَمْ تَعْلَمْ بِہٖ حَتّٰی اِرْتَدَّا وَلَحِقَا
فَعَلِمَتْ فَفَسَخَتْ صَحَّ اِلَّا اِذَا قُضِیَ بِاللِّحَاقِ وَلَیْسَ ھٰذَا بِحُکْمٍ بَلْ فَتْوٰی کافی اور جہل اس خیار عتق کی عذر ہی بخلاف خیار بلوغ کے اسواسطے کہ
لونڈی کو بسبب مشغولی خدمت مولی کے تحصیل مسائل دینی کی فرصت نہین بخلاف حرہ کے سو اگر لونڈی کو خیار عتق کا علم نہوا اسطرح کہ لونڈی منکوحہ
تھی پھر مولی نے اوسکو آزاد کیا اور اوسکو خیار عتق کا مسئلہ نہ معلوم ہوا یہانتک کہ وہ اور اوسکا شوہر دونو مرتد ہوگئے اور دار الحرب مین جا ملے
پھر دار الاسلام مین گرفتار ہو آئے یا مسلمان ہوکر خود آئے پھر عورت نے خیار عتق کا مسئلہ جانا خواہ دار الاسلام مین خواہ دار الحرب مین سو
نکاح فسخ کیا تو یہہ فسخ کرنا باوجود اتنی مدت گذرنیکے بسبب عذر جہل کے صحیح ہوگا مگر جبکہ قاضی نے اوسکے حق مین لحوق بکفار کا حکم دیا تو عورت کا
فسخ کرنا صحیح نہوگا اسواسطے کہ بعد حکم لحوق کے اگر پھر آویگی تو لونڈی ہو جاویگی اور فسخ کو صحیح کہنا حکم نہین ہے بلکہ فتوی ہے یہہ جواب ہے
سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہہ ہی کہ تمنے دار الحرب کے ملنے والون مین بھی حکم دیا کہ فسخ نکاح کا صحیح ہے اور حالانکہ دار الحرب سے احکام مسلمین
منقطع ہین شارح نے جواب دیا کہ یہہ حکم نہین بلکہ فتوی ہے یعنی حادثہ کے سوال کا جواب ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وَلَا یَتَوَقَّفُ عَلَی
الْقَضَاءِ وَلَا یَبْطُلُ بِسُکُوْتٍ وَلَا یَثْبُتُ لِغُلَامٍ وَیَتَقَیَّدُ بِمَجْلِسٍ کَخِیَارِ مُخَیَّرَۃٍ بِخِلَافِ خِیَارِ الْبُلُوْغِ فِی الْکُلِّ خانیہ اور نہین ہو توقف
ہی خیار عتق کا قاضی کے حکم پر اور نہین باطل ہوتا سکوت سے اور ثابت نہین خیار عتق غلام صغیر کو یعنی جب غلام صغیر آزاد ہو تو اوسکو خیار عتق حاصل
نہین اور منحصر ہے یہہ خیار مجلس علم پر تو اگر مجلس سے عورت اوٹھہ گئی خیار باطل ہوگیا جیسے خیار مخیرہ کا مجلس علم پر منحصر ہے مخیرہ وہ عورت ہے کہ جسکے زوج
نے اوس سے کہا کہ تجھکو مین نے طلاق کا اختیار دیا تو اگر وہ مجلس سے اوٹھہ گئی تو اختیار اوسکا باطل ہوگیا بخلاف خیار بلوغ کے کہ وہ پانچون حکم

مین مخالف ہے خیار عتق کے کذا فی الکفایہ یعنی خیار بلوغ قضا پر موقوف ہے اور سکوت سے باطل ہوتا ہے اور غلام کو بھی ثابت ہے اور آخر مجلس تک ممتد نہین ہوتا
اور اسمین جہل عذر نہین چنانچہ باب الولی مین مفصل مذکور ہو چکا ولو نکح عبد بلا اذن فعتق او باعہ فاجاز المشتری نفذ لزوال المانع نکاح کیا اوس
نے بدون اجازت مولی کے پھر آزاد ہوا یا بیچ ڈالا مولی نے اوسکو سو مشتری نے اوسکا نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو گیا بسبب زوال مانع کے یعنی اول
غلام کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف تھا جب آزاد ہوا تو حق مولی کا جاتا رہا اب اوسکی اجازت کی کچھ حاجت نہین وکذا الحکم لامۃ ولا خیار لہا
لیکون النفوذ بعد العتق فلم یتحقق زیادۃ الملک اور یہی حکم ہے لونڈی کا یعنی اوسکا بھی نکاح بلا اذن بعد آزادی کے نافذ ہوتا ہے اور
یہان نکاح [illegible] نہین لونڈی کا اختیار نہین بسبب نافذ ہونے نکاح کے بعد آزادی کے تو زیادتی ملک طلقۃ ثالثہ کی نہ ثابت ہوئی وکذا لو اقر [illegible]
زوجہا فضولی او اعتقہا فضولی او اجازہما المولی اور اسیطرح لونڈی کو اختیار فسخ کا نہین اگر اجازت نکاح کی اور آزادی سابقہ [illegible]
کہ نکاح کر دیا لونڈی کا ایک فضولی نے اور آزاد کیا اوسکو دوسرے فضولی نے اور جائز رکھا ان دونو کو یعنی نکاح و عتق کو مولی نے وکذا لو مات
عتیقتہ بموتہ اور اسیطرح اختیار فسخ کا اوس مدبرہ کو نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر آزاد ہو گئی مولی کی موت سے وکذا ام الولد [illegible]
الی بیع [illegible] لان [illegible] المولی تم نفاذ النکاح اور اسیطرح اوس ام ولد کو اختیار فسخ کا نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر
آزاد ہو گئی مولی کے آزاد کر دینے یا اوسکی موت سے نکاح ام ولد کا اوسوقت نافذ ہوگا اگر اوسکے زوج نے وطی کی ہوگی اور اگر زوج نے قبل آزادی
وطی نکی تو اوسکا نکاح نافذ ہوگا اسواسطے کہ عدت ام ولد کی مولی کی موت سے بعد نفاذ نکاح کی اور جب قبل عتق کے زوج وطی کر چکا تو مولی کی عدت
معدوم ہو گئی بموجب روایت ابن سماعہ کے محمد سے اور بظاہر الروایت مین زوج کی وطی سے بھی مولی کی عدت نہین جاتی تو نکاح صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ
الہدایہ [illegible] الامۃ قبلہ ای العتق فالمہر المسمی لہ ای للمولی او بعدہ فلہا لمقابلتہ بمنفعۃ ملکہا سو اگر وطی کی زوج نے
لونڈی سے قبل آزادی کی تو مہر مسمی مولی کا ہے اور اگر وطی کی بعد آزادی کے تو مہر عورت کا ہے اسکے مقابل ہونے سے اوسکی ملک کی منفعت سے [illegible]
آزاد ہوئی تو اوسی ذات کے تصرف کی مالک ہوئی اور مہر بدلا ہے وطی کا تو بعد آزادی کے مہر کی مالک عورت ہی ہوگی ومن وطی امۃ ابنہ فولدت فلما
لم یلزمہ عقرہا وارتکب محرما ولا یحد قاذفہ فادعاہ الاب وہو حر مسلم عاقل ثبت نسبہ بشرط بقاء ملک ابنہ من وقت الوطی
الی الدعوۃ اور جسنے وطی کی اپنی بیٹے کی لونڈی سے پھر وہ حاملہ ہوئی اور لڑکا جنی تو اگر نہ جنی گی تو لازم ہوگا باپ پر مہر مثل اور اوسنے حرام کام کیا اور
جسنے اوسکو زانی کہا اوسپر حد قذف کی نہ ماری جاوے گی پھر باپ نے اوس لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور حالانکہ باپ حر اور مسلمان اور عاقل ہے تو اوسکا
نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ بیٹے کی ملک لونڈی پر باقی رہی ہو وطی کے وقت سے دعوی کرنے تک [illegible] مثلا لا یخفی [illegible] اور مثلا بیچ ڈالا
لونڈی کا [illegible] سے ضرر نہین کرتا چنانچہ نہر الفائق مین ہے بحث کے ساتھ یعنی جب باپ نے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی اور وہ لونڈی دوسرے کی بیٹے
کی ملک مین جاتی رہی خواہ بیع سے خواہ [illegible] کچھ ضرر نہین اسواسطے کہ باپ کی [illegible] ولایت مین فصار قیمتہ لہ ولد [illegible]
لاستناد الملک لوقت العلوق [illegible] تو بیٹے کی لونڈی ام ولد ہو گئی باپ کی بسبب ملک کے حمل بیٹے سے اسواسطے کہ باپ کا حق بیٹے کے مال کا حاجت
کیوقت کیونکہ حدیث مین انت ومالک لابیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا مملوک ہے اور نطفہ آدمی کا جز ہے تو اوسکی حفاظت ضرور ہے اس ضرورت
سے بیٹے کے مال کا باپ یہان مالک ٹھہرا اور لونڈی اوسکی ام ولد ہو گئی وعلیہ قیمتہا ولو فقیرا لقصور حاجتہ بقاء نسلہ عن بقاء نفسہ
ولذا یحل لہ عند الحاجۃ الطعام لا الوطی ویجبر علی نفقۃ ابیہ لا علی دفع جاریۃ لیتسراہا اور باپ پر واجب ہے قیمت لونڈی کے حمل کے
وقت سے اگرچہ باپ فقیر ہو بسبب کم ہونے حاجت بقاء نسل کے بہ نسبت بقاء نفس کے اور اسی واسطے حلال ہے باپ کو حاجت کیوقت طعام بیٹے کا نہ وطی اوسکی
لونڈی کی اور جبر کیا جاویگا بیٹے پر باپ کے نفقہ کا اور جبر نہوگا لونڈی دینے پر تاکہ باپ اوسکو حرم بناوے [illegible] یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ [illegible]
[illegible] قیمت واجب کی حالانکہ باپ اپنی حفظ [illegible] اور بقاء نسل مین مضطر ہے اور باپ اگر اضطرار مین بیٹے کا طعام کھاوے تو اوسپر ضمان نہین شارح نے جواب دیا

کہ ظلم میں بقاء نفس ہے اور حفظ منی میں بقاء نسل ہے اور بقاء نفس اعظم ہے بقاء نسل سے تو دونو برابر نہوئے اسواسطے حفظ منی میں قیمت واجب نہ ہوئی اور وطی حرام
لا عُقرُها وقيمةُ ولدِها لم تكن مشتركةً فتجب حصّةُ الشريك باپ پر قیمت لونڈی کی واجب ہوگی نہ اوسکا مہر مثل اور نہ قیمت اوسکے لڑکے کی یہ شرط کہ
لونڈی مشترک نہو اور اگر لونڈی بیٹے اور اجنبی میں مشترک ہو تو بقدر حصہ شریک کے مہر مثل واجب ہوگا وهذا اذا ادّعاه وحده فلو معه الابن فانْ
شريكين قُدّم الابُ في الاقالة لا الابن اور یہیہ حکم مسائل سابقہ کا اوسوقت ہے جب فقط باپ ہی نے دعوی نسب کا کیا پھر اگر شریک ہوا باپ بیٹے کے ساتھ دعوی
میں یعنی باپ نے کہا یہہ میرا بیٹا ہے اور بیٹے نے کہا میرا بیٹا ہے تو اگر باپ اور بیٹا دونو شریک ہوں لونڈی کی ملکیت میں تو باپ کا دعوی مقدم ہوگا وجہ سے کہ
اپنے حصہ میں ملک حقیقی ہے اور بیٹے کے حصہ میں ملک حکمی اور اگر دونو شریک نہوں تو اوسکی دو صورتیں ہیں ایک یہہ کہ لونڈی فقط بیٹے کی ملک ہو تو بیٹے کا دعوی
مقدم ہے دوسری یہہ کہ باپ کی خالص ملک ہو تو دعوی بیٹے کا غیر مسموع ہے اور ظاہر کلام شارح سے یہی نکلتا ہے کہ دوسری صورتیں بھی دعوی بیٹے کا مقدم ہے
اور حالانکہ یہیہ ظاہر الفساد ہے کذا فی اللمعات ولو ادّعى ولدَ امّ ولدِه المنفيَّ او مدبّرته او مكاتبته شُرط تصديقُ الابن اور اگر دعوی کیا باپ نے
اپنے بیٹے کی ام ولد کی ولد منفی کا یا اوسکی مدبرہ کے ولد کا یا اوسکی مکاتبہ کی ولد کا تو ثبوت نسب کے واسطے مشروط ہے تصدیق بیٹے کی پھر جب بیٹا باپ کے دعوی کی تصدیق
کریگا تو نسب ثابت ہوگا اس احتمال سے کہ باپ نے نکاح کر لیا ہو صحیح یا فاسد یا وطی اشتباہ سے ہوگئی ہو اور اگر بیٹے نے اپنی ام ولد کی ولد کی نفی کی تو الحاق اوسکا
کا باپ سے صحیح نہوگا اسواسطے کہ نسب قابل ابطال کے نہیں وصحّ من جدٍّ صحيحٍ كابٍ بعد زوال ولايته بموتٍ وكفرٍ وجنونٍ ورقٍّ فيه اي في الحكم المذكور
اور دادا مانند باپ کے ہے بعد زائل ہونے ولایت باپ کے بسبب موت کے یا کفر کے یا جنون کے یا غلام ہونے کے حکم مذکور میں یعنی اگر دادا اپنے پوتے کی لونڈی کے ولد کا دعوی
کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ ولایت باپ کی اسباب مذکورہ سے زائل ہوگئی ہو لا ان يكون كان لا قبله اي قبل الزوال المذكور نہوگا دادا مثل باپ کے قبل ازین
یعنی قبل زوال ولایت مذکور کے دادا مثل اجنبی کے ہے ويشترط ثبوتُ ولايته من حين الوطي الى الدعوة اور صحت دعوی میں شرط ہے ثبوت ولایت
دادا کی وقت وطی سے دعوت تک سو اگر وطی کی دادا نے باپ کی ولایت میں پھر مثلا باپ مرگیا اور لونڈی جنی دادا کی ولایت میں تو دعوی صحیح نہوگا
ولو تزوّجها ولو فاسدًا ابوه ولو بالولاية فولدت لم تصر امّ ولده لتولّده من نكاح اور اگر نکاح کیا باپ نے بیٹے کی لونڈی سے اگرچہ نکاح فاسد
اسواسطے کہ نکاح فاسد مثل صحیح کے ہے ثبوت نسب میں اور گو کہ باپ نے نکاح بولایت کیا اس صورت میں کہ بیٹا صغیر یا مجنون تھا پھر لونڈی جنی تو نہو گی ام ولد باپ کی بوجہ
پیدا ہونے ولد کے نکاح سے اور ام ولد بدون ملک یمین کے نہیں ہوتی ويجب المهرُ لا القيمة وقد عتق بملك اخيه له اور واجب ہوگا باپ پر مہر مسمی یا مہر مثل
نہ قیمت لونڈی کی اور بیٹا لونڈی کا آزاد ہوگا اسواسطے کہ اوسکا بھائی اوسکا مالک ہوا تو بسبب قرابت کے آزاد ہوگیا ومن الحيل ان يملّك امته لطفله ثم يتزوّجها
اور جو چاہے کہ لونڈی سے وطی کرے اور وہ لڑکا پیدا ہو نہ ہوے ام ولد نہو تو اوسکا حیلہ یہہ ہے کہ اپنی لونڈی کو اپنے لڑکے کی ملک میں کر دے خواہ بیع سے
خواہ ہبہ سے پھر اوس لونڈی سے نکاح کر لے تو جب یہہ لونڈی جنیگی تو ام ولد باپ کی نہو گی اور لڑکا حر ہوگا ولو وطئ جاريةَ امرأته او والده او جدّه
فولدت وادّعاه لا يثبت النسب الا بتصديق المولى فلو كذّبه ثم ملك الجاريةَ وقتًا ما ثبت النسب ويصحّ في الاستيلاد اور اگر وطی کی
اپنی جورو کی لونڈی سے یا اپنے باپ کی لونڈی یا دادا کی لونڈی سے پھر وہ جنی اور وطی کرنیوالے نے دعوی نسب کا کیا تو نسب ثابت نہوگا مگر لونڈی کے
مالک کی تصدیق سے یعنی جورو اور باپ اور دادا یوں کہیں کہ یہہ لونڈی مدعی پر حلال تھی اور یہہ لڑکا اوسیکا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر مالک نے اوسکی تکذیب
کی پھر مدعی لونڈی کا مالک ہوگیا عمر بھر میں کسی وقت اور کسی وجہ سے تو ثابت ہوگا نسب اور لڑکا حر ہوگا اور یہیہ مسئلہ باب الاستیلاد میں آویگا حُرّةٌ متن
برقيقٍ قالت لمولى زوجها المكلّف اعتقه عنّي بالفٍ او زادت رطلًا من خمرٍ اذ الفاسد هنا كالصحيح ففعل فسد النكاح لتقدير
الملك اقتضاءً كانّه قال بعته منك واعتقته عنك حرہ غلام کی منکوحہ نے اپنے زوج کے مولی سے جو حر اور مکلف ہے کہا کہ آزاد کر دے اوسکو
میری طرف سے بعوض ہزار درم کے یا زیادہ کیا ہزار پر یعنی یوں کہا کہ بعوض ہزار درم اور ایک رطل شراب کے اوسکو آزاد کر اسواسطے کہ فاسد بھی یہاں یعنی
احتمال سقوط قبض میں مانند صحیح کے ہے پھر مولی نے ایسا ہی کیا یعنی اوسکو آزاد کر دیا تو فاسد ہوگا نکاح بسبب مقدم ہونے ملک زوجہ کے بطریق اقتضاء کے

کے گویا مولی نے کہا کہ میں نے اپنے غلام کو تیری طرف سے بیچا یا اوسکو میں نے تیری طرف سے آزاد کیا یعنی آزادی بدون ملکیت کے نہیں ہوتی پھر جب اوسکی طرف سے
آزاد کیا تو اول حرہ مالک ٹھہری جب مالک ہوئی تو نکاح فاسد ہو گیا لکن لو قال کذلک وقع العتق عن المامور لعدم القبول کما فی الحواشی السعدیہ
ومفادہ انہ لو قال قبلت یقع عن الآمر لیکن اگر مولی نے صریح کہا کہ میرے غلام کو تیری طرف سے آزاد کیا تو عتق مامور کیطرف سے یعنی مولے
کیطرف سے واقع ہوگا سبب نہ پائے جانے قبول کے آمر کیطرف سے چنانچہ حواشی سعدیہ میں ہے یعنی اس صورت میں فقط مامور کیطرف سے ایجاب بیع کا ہوا اور قبول آمر کا نہوا
تو بیع منعقد نہ ہوئی اور آزادی غلام کی مامور کیجانب سے ہوگی نہ آمر سے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اگرچہ وہاں بھی قبول آمر کا ثابت نہیں لیکن بیع وہاں ضمناً
منعقد ہوئی تھی ضرورۃً اور بیع ضمنی میں قبول کی حاجت نہیں بخلاف صریح بیع کے تو حواشی سعدیہ کی تعلیل سے یہہ نکلا کہ اگر مامور کے ایجاب کے بعد
آمر کہے کہ میں نے قبول کیا تو عتق آمر کیطرف سے ہوگا والولاء لہا ولزمہا الالف ویسقط المہر اور ولا حرہ منکوحہ کیواسطے ہے اور اوسپر ہزار درم
لازم ہوں گے اور مہر اوسکا ساقط ہوگا یعنی جب آزادی غلام کی حرہ کیطرف سے ہوئی تو ولا حرہ کا ہوگا اسواسطے کہ ولا حق ہے آزاد کرنیوالیکا ولاء اسکو
کہتے ہیں کہ بعد مرنے غلام آزاد کے اگر اوسکا کوئی وارث نہو تو آزاد کرنیوالا اوسکے مال کا مالک ہوگا ویقع العتق عن کفارتہا ان نوتہ عنہا اور
واقع ہوگا عتق عورت کے کفارہ سے اگر عورت نے عتق سے کفارہ کی نیت کی ہو ولو لم تقل بالف لا یفسد لعدم الملک والولاء لہ لانہ المعتق
اور اگر حرہ نے یوں نہ کہا کہ ہزار درم کے بدلے آزاد کر بلکہ فقط آزاد کرنیکو کہا بدون ذکر مال کے تو نکاح نہ فاسد ہوگا بسبب نہ مالک ہونے حرہ کے اور اس
صورت میں حق ولاء مولی کا ہوگا اسواسطے کہ وہی آزاد کرنیوالا ہے

باب نکاح الکافر یعنی المشرک والکتابی

یہہ باب ہے کافر کے نکاح کا اور کافر شامل ہے مشرک اور کتابی کو وہہنا ثلثۃ اصول الاول ان کل نکاح صحیح بین المسلمین فہو صحیح بین
اہل الکفر خلافاً لمالک ویردہ قولہ تعالی وامرأتہ حمالۃ الحطب وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ولدت من نکاح لا من
سفاح اور یہاں یعنی نکاح کفار میں تین قاعدے ہیں پہلا قاعدہ یہہ کہ جو نکاح صحیح ہو مسلمانوں میں سو صحیح ہے کافروں میں برخلاف امام مالک
کے اونکے نزدیک کافروں کا نکاح صحیح نہیں اور رد کرتا ہے اس قول کو قول اللہ تعالی کا وامرأتہ حمالۃ الحطب حق تعالے نے ابولہب کی جورو فرمایا
تو یہہ اضافت عرف اور لغت میں صحت نکاح پر ناطق ہے اور اوسکو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رد کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا
نہ زنا سے تو معلوم ہوا کہ قبل اسلام کے بھی نکاح صحیح تہا والثانی ان کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرطہ کعدم شہود یجوز فی حقہم
اذا اعتقدوہ عند الامام ویقرون علیہ بعد الاسلام اور دوسرا قاعدہ یہہ ہے جو نکاح کہ حرام ہے مسلمانوں میں بسبب فوت ہونے شرط نکاح کے
جیسے گواہوں کا نہونا یا عدت میں نکاح کرنا وہ نکاح جائز ہے کفار کے حق میں جب کہ وہ اوسکی صحت کے معتقد ہوں نزدیک امام علیہ الرحمۃ کے اور ثابت رکھے جاوینگے
اوسی نکاح پر بعد مسلمان ہونیکے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد مسلمان ہونے کفار کے اونکا نکاح دوبارہ نہ کیا اور نہ استفسار فرمایا کہ تمنے
اپنا نکاح کیونکر کیا تہا تو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ اونکے حق میں ویسا نکاح صحیح تہا گو ہمارے حق میں صحیح نہیں والثالث ان کل نکاح حرم لحرمۃ
المحل کمحارم یقع جائزاً وقال مشائخ العراق لا بل فاسداً والاول اصح وعلیہ تجب النفقۃ وحد قاذفہ اور تیسرا قاعدہ یہہ ہے
کہ جو نکاح حرام ہے بسبب حرمت محل کے جیسے محارم سے نکاح کرنا تو ہمارے مشائخ کے نزدیک جائز ہوگا اور مشائخ عراق نے کہا کہ جائز نہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور
پہلا قول اصح ہے تو اسی قول پر نفقہ عورت کا واجب ہوگا اور بعد مسلمان ہونے اوس نکاح والیکے اگر اوسکو کوئی زانی کہیگا تو اوس پر حد ماری جاویگی
واجمعوا انہم لا یتوارثون لان الارث ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقاً فیقتصر علیہ ابن ملک
اور اتفاق کیا ہے فقہا نے کہ کفار باہم وارث نہیں ہونگے بسبب نکاح محارم کے لیکن نسب کی جہت سے البتہ وارث ہونگے مثلاً ایک کافر نے اپنی بہن سے
نکاح کیا اور مر گیا تو عورت بسبب نکاح کے وارث نہوگی لیکن بہن ہونیکی راہ سے وارث بہائی کی ہوگی اسواسطے کہ وراثت زوجین ثابت ہوئی نص سے
برخلاف قیاس کے اور نکاح میں جو حل الا طلاق صحیح ہے تو اوسی پر منحصر ہوگی اسواسطے کہ جو برخلاف قیاس ہے وہ عام نہیں ہوتا کذا ذکرہ ابن ملک در شرح

باب نکاح الکافر

زوجین کے خلاف قیاس اسواسطے ہوئی کہ دونوں مذہبی ہیں اَسْلَمَ المُتَزَوِّجَانِ بِلَا شُہُوْدٍ اَوْ فِیْ عِدَّۃِ کَافِرٍ مُعْتَقِدَیْنِ ذٰلِکَ اُقِرَّا عَلَیْہِ لِاَنَّا اُمِرْنَا بِتَرْکِھِمْ
وَمَا یَعْتَقِدُوْنَ اسلام لائے زوج اور زوجہ جنہوں نے نکاح بدون سماع شاہدوں کے یا کافر کی عدت میں کیا اور حالانکہ دونوں حالت کفر میں اسکو معتقد تھے یعنی
نکاح بلا شہود اور نکاح عدت کو درست جانتے تھے تو اوسی پر ثابت رکھے جاوینگے اسواسطے کہ ہم مامور ہیں اونکو ترک پر اور اونکے معتقدات کے ترک پر دونوں
مسلمان ہوئے ہوں یا ایک دونوں سے قاضی کے پاس نالش کی ہو یا ایک نے کذا فی حاشیۃ المدنی وَلَوْ کَانَا المُتَزَوِّجَانِ اللَّذَانِ اَسْلَمَا مَحْرَمَیْنِ اَوْ اَسْلَمَ
اَحَدُ المَحْرَمَیْنِ اَوْ تَرَافَعَا اِلَیْنَا وَھُمَا عَلَی الْکُفْرِ فَرَّقَ القَاضِیْ اَوِ الَّذِیْ حَکَّمَاہُ بَیْنَھُمَا لِعَدَمِ المَحَلِّیَّۃِ وَبِمُرَافَعَۃِ اَحَدِھِمَا لَا یُفَرِّقُ لِبَقَاءِ حَقِّ الْاٰخَرِ
بِخِلَافِ اِسْلَامِہٖ لِاَنَّ الْاِسْلَامَ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی عَلَیْہِ اور اگر دونوں نکاح کرنیوالے جو مسلمان ہوئے محرم ہوں یا دو محرموں میں سے ایک مسلمان ہوا یا دونوں
نے ہمسے نالش کی اور حالانکہ وہ کافر ہیں تو جدائی کرا دیگا دونوں کے درمیان میں قاضی یا جسکو اونہوں نے حکم قرار دیا بسبب عدم محلیت نکاح کے اور دو کافروں
میں سے ایک کافر کی نالش سے تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حق دوسرے کا باقی رہا بخلاف ایک کے مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ اسلام بلند ہی ہوتا ہے پست نہیں ہوسکتا
اِلَّا اِذَا طَلَّقَھَا ثَلٰثًا وَطَلَبَتِ التَّفْرِیْقَ فَاِنَّہٗ یُفَرِّقُ بَیْنَھُمَا اِجْمَاعًا کَمَا لَوْ خَالَعَھَا ثُمَّ اَقَامَ مَعَھَا مِنْ غَیْرِ عَقْدٍ اَوْ تَزَوَّجَ کِتَابِیَّۃً فِیْ عِدَّۃِ مُسْلِمٍ
اَوْ تَزَوَّجَھَا قَبْلَ زَوْجٍ اٰخَرَ وَقَدْ طَلَّقَھَا ثَلٰثًا فَاِنَّہٗ فِیْ ھٰذِہِ الثَّلٰثَۃِ یُفَرِّقُ مِنْ غَیْرِ مُرَافَعَۃٍ بَحْرٌ عَنِ المُحِیْطِ خِلَافًا لِلزَّیْلَعِیِّ وَالْحَاوِیْ مِنْ اِشْتِرَاطِ
المُرَافَعَۃِ مگر جب طلاق دی مرد نے عورت کو تین بار اور عورت نے جدائی چاہی تو یہاں فقط ایک کی نالش سے جدائی کرا دی جاویگی دونوں میں بالاتفاق
اسواسطے کہ تین طلاق نکاح کی قاطع ہیں سب دینوں میں تو دوسرے کا حق باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے کہ مرد نے عورت سے خلع کیا پھر اوسکے ساتھ قائم
رہا بدون عقد کے یا کافر نے نکاح کیا کتابیہ سے مسلمان کی عدت میں یا عورت سے نکاح کیا قبل دوسرے زوج کے اور حالانکہ اوسکو طلاق دے چکا تھا تین بار سو ان
تینوں مسئلوں میں تفریق کیجاویگی بدون نالش کے کذا فی البحر عن المحیط بخلاف زیلعی اور حاوی کے انہوں نے جدائی کیواسطے نالش شرط کی ہے وَاِذَا اَسْلَمَ
اَحَدُ الزَّوْجَیْنِ المَجُوْسِیَّیْنِ اَوْ اِمْرَأَۃُ الْکِتَابِیِّ عُرِضَ الْاِسْلَامُ عَلَی الْاٰخَرِ فَاِنْ اَسْلَمَ فَبِھَا وَاِلَّا بِاَنْ اَبٰی اَوْ سَکَتَ فُرِّقَ بَیْنَھُمَا وَلَوْ کَانَ
الزَّوْجُ صَبِیًّا مُمَیِّزًا اِتِّفَاقًا عَلَی الْاَصَحِّ وَالصَّبِیَّۃُ کَالصَّبِیِّ فِیْمَا ذُکِرَ وَالْاَصْلُ اَنَّ کُلَّ مَنْ صَحَّ مِنْہُ الْاِسْلَامُ اِذَا اَتٰی بِہٖ صَحَّ مِنْہُ الْاِبَاءُ
اِذَا عُرِضَ عَلَیْہِ اور جب مسلمان ہوا دو مجوسی زوج اور زوجہ میں سے ایک شخص یا مسلمان ہوئی جورو کتابی کی تو عرض کیا جاویگا اسلام دوسرے پر یعنی اس سے
کہا جاویگا کہ تو بھی مسلمان ہو جا سو اگر وہ بھی مسلمان ہوگیا تو خوب ہوا کہ نکاح باقی رہا اور اگر اوسنے اسلام نہ قبول کیا اسطرح کہ انکار کر گیا یا ساکت رہا تو دونو
میں جدائی کرا دی جاویگی اگرچہ زوج لڑکا باتمیز ہو تو بھی اوسکے انکار سے تفریق ہوگی بالاتفاق بنا بر قول اصح کے اور اس تمیز کی حد یہ ہے کہ جب اوسکو
ادیان کا تعقل ہوا اور بعضوں نے سات برس مقرر کئے ہیں اور صبیہ مانند صبی کے ہے حکم مذکور میں یعنی اگر زوج کتابی مسلمان ہوا اور اوسکی زوجہ صبیہ
باتمیز تو اوس سے بھی مسلمان ہونے کو کہا جاویگا سو اگر وہ مسلمان ہوگئی تو نکاح باقی رہیگا اور اگر نہ مسلمان ہوئی تو تفریق واقع ہوگی اور اصل علت
اسکی یہ ہے کہ جسکا مسلمان ہونا صحیح ہے اسلام لانیکے وقت اوسکا انکار بھی صحیح ہے اسلام سے عرض اسلام کیوقت تو فہمیدہ صبی اور صبیہ کا اسلام لانا
تو صحیح ہے تو انکا انکار بھی صحیح ہوگا وَیُنْتَظَرُ عَقْلُ اَیْ تَمْیِیْزُ غَیْرِ المُمَیِّزِ وَلَوْ کَانَ مَجْنُوْنًا لَا یُنْتَظَرُ لِعَدَمِ نِھَایَتِہٖ بَلْ یُعْرَضُ الْاِسْلَامُ عَلٰی اَبَوَیْہِ
فَاَیُّھُمَا اَسْلَمَ تَبِعَہٗ فَیَبْقَی النِّکَاحُ فَاِنْ لَمْ یَکُنْ لَہٗ اَبٌ نَصَبَ القَاضِیْ عَنْہُ وَصِیًّا فَیَقْضِیْ عَلَیْہِ بِالْفُرْقَۃِ بَاقَانِیْ عَنِ البَہْنَسِیْ عَنْ رَوْضَۃِ
العُلَمَاءِ لِلزَّاھِدِیِّ اور صبی غیر ممیز کی عقل یعنی تمیز کا انتظار کیا جاویگا اور اگر زوج مجنون ہے تو انتظار نہوگا اسواسطے کہ جنون کی کچھ نہایت نہیں
بلکہ اسلام عرض ہوگا مجنون کے ماں باپ پر جو دونوں سے اسلام قبول کریگا مجنون بھی اسلام میں اوسکا تابع ہوگا تو نکاح باقی رہیگا پھر اگر اوسکا باپ یا
ماں نہو تو قائم کرے قاضی مجنون کیطرف سے ایک وصی کو پھر اوسپر حکم ہوگا تفریق کا چنانچہ اس مسئلہ کو باقانی نے بہنسی سے اور اوس نے زاہدی کی
روضۃ العلماء سے نقل کیا وَلَوْ اَسْلَمَ الزَّوْجُ وَھِیَ مَجُوْسِیَّۃٌ فَتَھَوَّدَتْ اَوْ تَنَصَّرَتْ بَقِیَ نِکَاحُھَا کَمَا لَوْ کَانَتْ فِی الْاِبْتِدَاءِ کَذٰلِکَ لِاَنَّھَا
کِتَابِیَّۃٌ مَآلًا اور اگر مسلمان ہوا زوج اور عورت مجوسیہ تھی پھر یہودیہ ہوگئی یا نصرانیہ تو اوسکا نکاح باقی رہیگا جیسے کہ اگر عورت پہلے سے یہودیہ یا

نصرانیہ ہو تو نکاح باقی رہیگا مجوسیہ کے یہودیہ یا نصرانیہ ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہا کہ وہ اہل کتاب ہوئی باعتبار انجام کار کے اور مسلم اور کتابیہ میں نکاح درست ہے
والتفریق بینہما طلاق ینقص العدد لو ابی لا لو ابت لان الطلاق لا یکون من النساء اور تفریق کرنا دونون میں طلاق بائن ہے کہ کم
کرتا ہے طلاق کو یعنی اگر بعد تفریق کے اوس عورت سے نکاح کریگا تو زوج تین طلاق کا مالک نہ رہیگا بلکہ دو ہی کا مالک ہوگا اور اگر زوجہ لونڈی ہو تو ایک
... انکار کرے اور اگر عورت انکار کرے تو تفریق طلاق نہیں اسواسطے کہ طلاق عورت
ی فی لاحتہ وہی من اغرب المسائل حیث یقع الطلاق من صغیر و مجنون
منہما فلیسا باہل للایقاع بل للوقوع اور انکار صبی ممیز کا اور مجنون کی ماں باپ
طلاق ہے قول منخ میں اور یہ مسئلہ نہایت عجیب و غریب ہے اسواسطے کہ طلاق واقع ہوئی صغیر اور مجنون کیطرف سے کذا فی الزیلعی شارح نے کہا کہ زیلعی
کے کلام میں خلل ہے اسواسطے کہ طلاق واقع ہوتی ہے قاضی کیطرف سے اور طلاق صغیر اور مجنون پر زبردستی ڈالی جاتی ہے کیا انکو اختیار ہے تو وہ
دو طلاق والنے کے اہل نہیں لیکن طلاق پڑنیکے اہل ہیں پھر جب طلاق انکی طرف سے ہوئی تو نہیں تعجب کیا انکا لو ورث قریبہ فانہ یعتق علیہ ولو قال ان
جننت فانت طالق فجن لم یقع بخلاف ما اذا قال ان دخلت الدار فدخلہا مجنونا وقع جیسا کہ اگر صغیر یا مجنون وارث ہوا اپنے قرابت دار کا
تو آزاد ہو جائیگا تو یہ آزادی شارع کیطرف سے واقع ہوئی نہ صغیر اور مجنون کیطرف سے اور اسیطرح اگر مکلف نے اپنی زوجہ سے یون کہا کہ اگر مین مجنون ہو جاؤن
تو تجھکو طلاق ہے پھر وہ مجنون ہو گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق بعد وجود شرط کے واقع ہوتی ہے اور یہان شرط تھی جنون پھر جب جنون پایا گیا
تو وہ شخص مکلف باقی نہ رہا بخلاف اسکے کہ اگر اوسنے کہا کہ مین اگر گھر مین داخل ہون تو تجھکو طلاق ہے پھر گھر مین مجنون ہو کر داخل ہوا تو طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ معلق ہے دخول پر سو دخول پایا گیا تو یہ وقوع ہوا طلاق کا نہ ایقاع اور پہلی سورتمین ایقاع تہا نہ وقوع اسیواسطے واقع نہوا خلاصہ یہ کہ
کہ مجنون اور صغیر سے ایقاع طلاق صحیح نہین وقوع طلاق البتہ صحیح ہے اور زیلعی نے ایقاع اور وقوع مین فرق نکیا اسواسطے تعجب و غرابت کا قائل ہوا
کذا فی حاشیۃ الدرر ولو اسلم احدہما ثمہ ای فی دار الحرب وملحق بہا کالبحر الملح لم تبن حتی تحیض
ثلثا او تمضی ثلثۃ اشہر قبل اسلام الاخر اقامۃ لشرط الفرقۃ مقام السبب لیست بعدۃ للدخول وغیر المدخول بہا اور اگر اسلام لایا مرد
مجوسی مرد اور عورت نے ایک یا کتابی کی عورت مسلمان ہوگئی وہان یعنی دار الحرب مین اور جو کہ دار الحرب سے ملحق ہے جیسے دریائی شور تو عورت نکاح سے جدا
نہوگی یہانتک کہ تین بار اوسکو حیض آوے یا تین مہینے گذر جاوین دوسرے کے مسلمان ہونیکے پہلے واسطے قائم کرنے شرط فرقت کے یعنی گذر جانا عدت کا
بجائے سبب فرقت کے یعنی انکار اسلام کا یعنی جب زوجہ اور زوج دونو دار الاسلام مین نہون ایک اونمین سے دار الحرب مین ہے تو ایک کے مسلمان ہونے سے
دوسرے پر عرض اسلام نہین ہو سکتا کہ وہان مسلمانون کی حکومت نہین اسواسطے آتنی مدت جدائی کی قائم مقام عرض اسلام کے مقرر ہوئی اور یہ مدت تین حیض
اسواسطے کہ عورت غیر مدخولہ بھی اسمین داخل ہے اور غیر مدخولہ پر عدت نہین ولو اسلم زوج الکتابیۃ ولو ما لا کان مشرف مہما اور اگر مسلمان ہو گیا کتابیہ
عورت کا شوہر تو وہ عورت اوسیکی ہوگی یعنی جدائی دونو مین نہوگی اسواسطے کہ مسلم اور کتابیہ کا نکاح درست ہے اگرچہ عورت پہلے سے کتابیہ نہو بلکہ مجوسیہ
یا مشرکہ ہو آخر کار یہودیہ یا نصرانیہ ہو گئی ہو چنانچہ سابق مین اسکا ذکر ہو چکا والمرأۃ تبین بتباین الدارین حقیقۃ وحکما اور عورت جدا ہو جاتی
ہے اپنے زوج سے بسبب تباین دارین کے باعتبار تباین حقیقی اور حکمی کے تباین حقیقی یہ ہے کہ دونو شخصون مین دوری واقع ہو جیسے مثلا زوج دار الاسلام
مین ہو اور زوجہ دار الحرب مین اور تباین حکمی یہ ہے کہ مثلا دار الحرب کا رہنے والا دار الاسلام مین پہونچ جانیکے قصد سے نہ آوے بلکہ بطریق سکونت اور توطن کے
وارد ہو تو اگر کافر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا تو اوسکی زوجہ چھوٹ نجاویگی اسواسطے کہ وہ حکما اپنے ملک مین ہے مگر جب کہ ذمی ہو کر رہیگا تو
دونو مین جدائی ہو جاویگی لا بالسبی نہین ہوتی عورت اپنے زوج سے بسبب قید ہو جانیکے یعنی علت فرقت کی تباین دارین ہے امام اعظم کے نزدیک
نہ قید ہونا اور امام شافعی کے نزدیک بالعکس ہے فلو خرج احدہما الینا مسلما او ذمیا او اسلم او صار ذمیۃ فی دارنا او اخرج مسبیا

وادخال ارنا بانت تباين الدارين اذ اهل الحرب كالموتى ولا نكاح بين حي وميت سو اگر ایک حربی زوج یا زوجہ دار الاسلام مین نکل آیا مسلمان ہوکر یا ذمی ہوکر یا وہ مسلمان ہوگیا یا دار الاسلام مین ذمی ہوگیا یا نکالا گیا دار الحرب سے مقید کرکے اور دار الاسلام مین داخل کیا گیا تو عورت چھوٹ گئی اپنے شوہر سے بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ کافر حربی مُردون کی مانند ہین اور حالانکہ زندہ اور مردہ مین نکاح نہین اور یہی سبب ہے کہ جب مرتد حربیون مین ملا اوسپر احکام میت کے جاری ہوتے ہین وان سُبیا او خرجا الینا معًا ذمیین او مسلمین او ثم اسلما او صارا ذمیین لا تبین لعدم التباین حتی لو کانت المسبیة منکوحة مسلم او ذمی لم تبن اور اگر زوج اور زوجہ دونو ساتھ ہی مقید ہوئے یا دونو نکل آئے ہماری طرف ذمی ہوکر یا مسلمان ہوکر یا دونو نکلے مسلمانون سے امان لیکر پہر اسلام لائے یا امان لیکر نکلے پہر دونو ذمی ہوگئے تو ان صورتون مین زوجہ زوج سے جدا نہوگی بسبب نہونے تباین دارین کے یہانتک کہ اگر عورت مقیدہ منکوحہ ہو مسلم کی یا ذمی کی تو جدا نہوگی اپنے شوہر سے اسواسطے کہ دونو دار الاسلام مین ہوگئے اختلاف دارین نہین جو موجب ہو فرقت زوجین کا ولو نکحها ثمة ثم خرج قبلها بانت وان خرجت قبله لا وما فی الفتح عن المحیط تحریف نهر اور اگر نکاح کیا مسلم نے کتابیہ سے وہان یعنی دار الحرب مین پہر نکلا وہان سے قبل عورت کے تو وہ جدا ہوگئی بسبب اختلاف دارین کے اور اگر نکلی عورت قبل مرد کے تو جدائی نہوئی اسواسطے کہ اگرچہ اختلاف حقیقی ہوا لیکن اختلاف حکمی نہین ہوا کیونکہ مسلم دار الاسلام کا مقیم ہے نہ دار الحرب کا اور جو روایت کہ فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے وہ تحریف ہے کذا فی النهر الفائق فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مسلم عورت کو نکال لایا دار الاسلام مین اور پہلے نکاح اوس سے کرچکا تہا دار الحرب مین تو وہ جدا ہوگئی صاحب نهر الفائق نے کہا کہ مین نے محیط رضوی کو دیکہا تو اوسمین یہہ مضمون تہا کہ مسلم نے حربیہ کتابیہ سے دار الحرب مین نکاح کیا پہر نکلا وہان سے اکیلا بدون عورت کے تو عورت جدا ہوگئی اور اگر عورت مرد سے پہلے نکلی تو جدا نہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ فتح القدیر کی نقل روایت محیط مین تحریف اور تبدیل واقع ہوئی کذا فی حاشیة المدنی ومن هاجرت الینا مسلمة او ذمیة حائلا بانت بلا عدة فیحل تزوجها اما الحامل فحتی تضع علی الاظهر لا للعدة بل لشغل الرحم بحق الغیر اور جس عورت نے ہجرت کی ہماری طرف یعنی دار الحرب سے دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر دران حالیکہ وہ حاملہ نہین تو وہ جدا ہوگئی اپنے زوج سے بدون عدت کے پہر جب امام کے نزدیک اوسپر عدت واجب نہوئی تو فورًا اوس سے نکاح کرلینا درست ہوا لیکن اگر مہاجرہ حاملہ ہی تو اوس سے نکاح کرنا تب درست ہوگا جب وہ جنے بنا بر قول اظہر کے حتی کہ نکاح کرنا بسبب عدت کے نہین بلکہ بسبب خالی نہونے رحم کے حق غیر سے وارتداد احدهما ای الزوجین فسخ فلا ینقص عددا عاجل بلا قضاء اور مرتد ہونا ایک کا زوجین مین بالفعل فسخ ہے نکاح کا تو حکم قاضی کی حاجت نہین ارتداد طلاق نہین بلکہ فسخ ہے تو عدد طلاق نہ کم ہوگا سو اگر مرد چند بار مرتد ہوگیا اور ہر بار مسلمان ہوا اور ہر بار تازہ نکاح کرلیا امام کے نزدیک عورت حلال ہوگی دوسرے زوج کی وطی کی حاجت نہین کذا فی الطحطاوی ناقلا عن الخانیة فللموطوءة ولو حکما کل مهرها لتأکده به سو جس عورت کی وطی ہوگئی اگرچہ وطی حکمی ہو جیسے خلوت صحیحہ تو عورت کا کل مہر واجب ہوگا بسبب محکم ہوجانے مہر کے وطی سے خواہ مرد مرتد ہوا ہو خواہ عورت کذا فی الطحطاوی ولغیرها النصف لو سمی والمتعة لو ارتد وعلیه نفقة العدة اور جس عورت کی وطی نہین ہوئی تو اوسکو نصف مہر ملیگا اگر مہر معین ہوا اور اگر معین نہین تو متعہ یعنی پوشاک پاویگی اور اگر مرد مرتد ہوا تو نصف مہر اور متعہ عورت کو ملیگا اور مرد پر نفقہ عدت کا واجب ہوگا اور اگر عورت مدخولہ نہین تو عدت واجب ہے نہ نفقہ کذا فی حاشیة المدنی ولا شیء من المهر والنفقة سوی السکنی به یفتی لو ارتدت لمجیء الفرقة منها قبل تأکده اور اگر عورت مرتد ہوئی تو کچہ مہر اور نفقہ مرد پر نہین سوای مکان سکونت کے اسی پر فتوی ہے مہر اور نفقہ اسواسطے نہوا کہ جدائی عورت کیطرف سے ہوئی قبل محکم ہونے مہر کے اسواسطے کہ مہر محکم ہوتا ہے دخول یا موت سے سو یہان پایا نہین گیا سکنی مرد پر اوسوقت واجب ہوگا جب بادشاہ حکم کرے زوج کو کہ عورت کو اپنے پاس قید مین رکہہ اور اگر بادشاہ خود قید کرے تو زوج پر سکنی واجب نہین کذا فی حاشیة المدنی ولو ماتت فی العدة ورثها زوجها المسلم استحسانا اور اگر عورت مرتدہ مرگئی عدت مین تو وارث ہوگا اوسکا زوج مسلم بدلیل استحسان وصار الحکم بتغیر هذا خمسة وسبعین اور تصریح کی فقہا نے عورت مرتدہ کو تعزیر دینے کی یہہ تہوڑی ہے اور یہہ مذہب ہے ابو یوسف کا اور امام اور محمد کے نزدیک

نہایت تعزیراً دینے کے نافذ کو ہو ہیں حاوی میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوے ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ یہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی والدر ویجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجراً لہا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوی ولوالجیہ اور زہر مسی کیا ہے عورت مرتدہ کو اسلام پر اور تجدید نکاح پر جبر کی کیونکہ تھوڑے مہر جیسے ایک دینار پر یعنی اقل مہر پر اور اسی روایت پر فتوے ہے کذا فی الولوالجیہ پھر قاضی پر ضرور ہے کہ تجدید نکاح کی کرے عورت خوش ہو یا ناخوش اور اگر زوج اوسکے نکاح سے راضی نہو یا ساکت رہے تو اوسپر جبر نہیں اور مرد سے نکاح اوسکا کردے جبر اسلام اور تجدید نکاح پر اوس صورت میں ہے جب عورت اسلام کی طرف سے ارتداد اختیار کرے چنانچہ فتاوی عالمگیری میں اسکی تصریح ہے کہ اگر عورت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرے تو حرام کو ترجیح دینے کیواسطے اور مہر پانے کیواسطے بسبب نکاح جدید کے تو اوسکو زبردستی مسلمان کرنا چاہیے اور ہر قاضی اوسکا نکاح جدید کرے تھوڑے سے مہر پر کذا فی حاشیۃ الدر ومشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتہا زجراً وتیسیراً لا سیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر قال فی النہر والافتاء بہذا اولی من الافتاء بما فی النوادر اور فتوے دیا مشائخ بلخ نے جدائی نہ پڑنیکا عورت کے مرتد ہونے سے عورت کی جھڑکی کیواسطے تاکہ شوہر پر اوسکا حیلہ نہ چلے اور خلق پر آسانی کیواسطے خصوصاً جہاں قاضی اور حاکم نہ ملے الخصوص وہ عورت کہ موجبات کفر کرے پھر منکر ہو جاوے نہر الفائق میں کہا کہ اس روایت پر فتوے دینا بہتر ہے نوادر کی روایت کے فتوے سے لکن قال المصنف ومن تصفح احوال نساء زماننا وما یقع منہن من موجبات الردۃ مکرراً فی کل یوم لم یتوقف فی الافتاء بروایۃ النوادر اقول وقد بسطت فی القنیۃ والمجتبی والفتح والبحر وحاصلہا انہا بالردۃ تسترق وتکون فیئاً للمسلمین عند ابی حنیفۃ ویشتریہا الزوج من الامام او یصرفہا الیہ لو مصرفاً ولو استولی علیہا الزوج بعد الردۃ ملکہا ولہ بیعہا ما لم تکن ولدت منہ فتکون کام الولد لیکن مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ جو کوئی شخص اور تلاش کرے ہمارے زمانہ کی عورتوں کے احوال کو اور جو ان سے موجبات ارتداد واقع ہوتے ہیں ہر روز مکرر ہر دن میں تو توقف اور تردد نکرے نوادر کی روایت پر فتوے دینے سے شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ نوادر کی روایت مبسوط او مصرح ہے قنیہ اور مجتبی اور فتح القدیر اور بحر الرائق میں اور خلاصہ اس روایت کا یہ ہے کہ عورت بسبب مرتد ہونیکے لونڈی بنائی جاتی ہے اور مسلمانوں کے واسطے غنیمت ہو جاتی ہے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور مول لیوے زوج اوسکو امام سے اگر وہ مصرف غنیمت کا ہو یا زوج اوسکو اپنی ملک میں لاوے اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا اور اگر زوج اوسپر مسلط ہو بعد ارتداد کے مالک ہوگا اوسکا اور اوسکو اوسکا بیچنا درست ہے جب تک عورت جنی ہو زوج سے اور اگر زوج کا لڑکا عورت جنے تو وہ ام لد کی مثل ہو جاویگی ونقل المصنف فی کتاب الغصب ان عمر رضی اللہ عنہ ہجم علی نائحۃ فضربہا بالدرۃ حتی سقط خمارہا فقیل لہ یا امیر المؤمنین قد سقط خمارہا فقال انہا لا حرمۃ لہا ومن ہنا قال الفقیہ ابو بکر البلخی حین مر بنساء علی شط نہر کاشفات الرؤس والذراع فقیل لہ کیف تمر فقال لا حرمۃ لہن انما الشک فی ایمانہن کانہن حربیات اور نقل کیا مصنف نے کتاب الغصب میں کہ البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفعۃً جا پڑے ایک عورت نوحہ گر پر پھر اوسکو درہ سے مارا یہانتک کہ اوسکے سر کا کپڑا گر پڑا تو لوگوں نے اون سے کہا کہ یا امیر المؤمنین اوسکے سر کا کپڑا گر پڑا اور حالانکہ عورت کا سر کھولنا جائز نہیں تو فرمایا فاروق اعظم نے کہ مقرر اس عورت کی کچھ حرمت اور عزت نہیں اسواسطے کہ خدا کی نافرمانی پر سرگرم ہوا اور گناہ پر نوحہ گری مرتد بھی کر دیتی ہے اور اس جگہ سے فقیہ ابو بکر بلخی نے کہا جب کہ وہ گذرے عورتوں پر نہر کے کنارے پر سر اور ہاتھ کھولے تھیں تو اون سے لوگوں نے کہا کہ آپ کیونکر انکو برہنہ دیکھکر انکے پاس ہو کر نکلے تو فقیہ موصوف نے کہا کہ انکی کچھ عزت اور حرمت نہیں انکی تو ایمان میں شک ہے گویا کہ وہ حربی عورتیں ہیں اور حربی عورتیں لونڈیاں ہیں تو اونکے سر اور ہاتھ واجب الستر نہیں ہم جیسے نقل مصنف کی استدلال نہیں بلکہ روایت سابقہ کی استیناس ہے اسواسطے کہ غالب حال نوحہ گری کا یہ ہے کہ باعث ارتداد کا ہو جاتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

یبقی النکاح ان ارتدا معاً بان لم یعلم السبق فیجعل کالغرقی ثم اسلما کذلک استحساناً اور باقی رہیگا نکاح اگر زوج اور زوجہ ساتھ ہی مرتد ہو جاویں اسطرح ساتھی مسلمان ہوں ساتھی مرتد ہوں جیسے مثلاً دونوں کیبارگی بت کو سجدہ کریں یا معاذ اللہ قرآن مجید کو اہانت سے پھینک دیں اسطرح کہ دونوں سے کسیکے ارتداد کی سبقت نہ معلوم ہو تو غرقی کی مانند قرار دیے جاویں گے یعنی جو شخص غرق ہو گئے یا جل گئے اور معلوم نہیں کہ کون

پہلے ڈوبا یا کون پہلے جلا تو دونو ساتھ ہی غریق اور حریق قرار دئے جاوینگے کوئی اونمیں ایک دوسرے کا وارث نہوگا اور یہ نکاح باقی رہنا بدلیل استحسان کے ہے نہ بطور قیاس کے اسواسطے کہ جب ایک کا ارتداد منافی ہوا نکاح کا تو دونو کا ارتداد بطریق اولی منافی ہوگا وفسد ان اسلم احدهما قبل الآخر ولا مهر قبل الدخول لو المتأخر هي ولو هو فنصفه او متعة اور فاسد ہوگا نکاح اگر مسلمان ہوا ایک قبل دوسرے کے اور مہر نہوگا قبل دخول کے اگر عورت پیچھے مسلمان ہوئی اور اگر مرد عورت سے پیچھے مسلمان ہوا تو نصف مہر واجب ہوگا اگر مہر معین تھا اور اگر مہر معین نہیں تو متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد دخول کے ارتداد اور اسلام ہوا تو مہر مسمی یا مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والولد یتبع خیر الابوین دینا ان اتحدت الدار ولو حکما بان کان الصغیر فی دارنا والاب ثمہ بخلاف العکس اور لڑکا تابع ہوگا والدین میں سے بہتر دین والے کا یعنی اگر باپ مسلمان ہے تو لڑکا باپ کا تابع ہوگا دین میں اور اگر ماں مسلمان ہے تو ماں کا تابع ہوگا بشرطیکہ ملک متحد ہو اگرچہ حکمی اتحاد ہو اسطرح پر کہ لڑکا ہمارے ملک میں ہو اور ماں اوسکی ذمیہ ہے اور باپ وہاں یعنی دار الحرب میں اسلام لایا ہو تو اگرچہ یہاں حقیقت میں اختلاف دارین ہے لیکن باپ بسبب اسلام کے دار الاسلام میں حکما داخل ہے بخلاف بالعکس کے یعنی لڑکا دار الحرب میں ہو اور باپ دار الاسلام میں مسلمان ہوا ہو تو اس صورت میں لڑکا اسلام میں باپ کا تابع نہوگا بسبب اختلاف دارین کے حقیقۃ وحکما والمجوسی و

مثلہ کوثنی وسائر اهل الشرك شر من الكتابي والنصراني شر من اليهودي في الدارين لانه لا ذبيحة له بل يخنق كمجوسي وفي الآخرة اشد عذابا اور مجوسی اور اوسکی مانند بت پرست اور باقی اہل شرک جنکا دین آسمانی نہیں وہ بدتر ہیں کتابی سے اسواسطے کہ اہل کتاب کا دین باعتبار دعوی کے آسمانی ہے اسیواسطے اونکا ذبیحہ حلال ہے بخلاف مجوس کے تو اگر مجوسی اور کتابی سے لڑکا پیدا ہوگا تو کتابی شمار ہوگا اور نصرانی بدتر ہے یہودی سے دارین میں اسواسطے کہ نصرانی کا ذبیحہ نہیں بطور عادت کے بلکہ نصرانی جانور کا گلا گھونٹ ڈالتا ہے مجوسی کیطرح ہاں اگر نصرانی بوجہ مشروع حلال کریگا تو ذبیحہ حلال ہوگا کیونکہ برائیاں دنیاوی ہوئی اور آخرت میں سخت تر عذاب ہے نصرانی پر بہ نسبت یہودی کے اسواسطے کہ نزاع نصاری کا الہیات میں ہے اور نزاع یہود کا نبوات میں لیکن اگر نصرانی اور یہودی کا لڑکا ہوگا تو یہودی نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النهر وفي جامع الفصولين لو قال النصرانية خير من اليهودية او المجوسية كفر لاثباته الخير لما قبح بالقطعي لكن ورد في السنة ان المجوسي اسعد حالا من المعتزلة لاثبات المجوسي خالقين فقط وهؤلاء خالقا لا عدد له بزازیه ونهر اور جامع فصولین میں ہے اگر کوئی کہے دین نصاری کا بہتر ہے یہود کے دین یا مجوس کے دین سے تو کافر ہو جائیگا بسبب ثابت کرنے بہتری کے اوسکو جو دلیل قطعی سے قبیح ہے یعنی سوائے دین اسلام کے سب دینوں میں خیریت اور بہتری سلب ہے لیکن حدیث میں وارد ہے کہ مجوسی خوشحال ہے معتزلہ سے اسواسطے کہ مجوسی فقط دو خالق کو ثابت کرتا ہے اور معتزلہ بیشمار خالق ثابت کرتے ہیں کذا فی البزازیۃ والنهر مسند امام اعظم وغیرہ میں بروایت صحیح ثابت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ یعنی قدریہ مجوس ہیں اس امت کے قدریہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو منکر ہے قدر کا اور معتزلہ قائل ہیں کہ خدا خالق شر کا نہیں بلکہ شر بندونکا مخلوق ہے تو بہت خالق ٹھہرے اور مجوسی قائل ہیں دو خالق کے ایک نور جسکو یزدان کہتے ہیں اور دوسرا ظلمت جسکو اہرمن بولتے ہیں ولو تمجس ابو صغيرة نصرانية تحت مسلم بانت بلا مهر ولو كانت قد ماتت الام نصرانية مثلا وكذا عكسه لم تبن لتناهي التبعية بموت احدهما ذميا او مسلما او مرتدا فلم تبطل بكفر الآخر اور اگر مجوسی ہوگیا صغیرہ نصرانیہ کا باپ جو مسلمان کے نیچے ہے تو جدا ہوجائیگی نصرانیہ بدون مہر کے اسواسطے کہ صغیرہ نصرانیہ تابع ہوگی دین میں باپ کی پھر جب وہ مجوسی ٹھہری تو نکاح ٹوٹ گیا اور اگر صغیرہ کی ماں نصرانیہ مثلا یا یہودیہ مرچکی ہو اور باپ اوسکا مجوسی ہوجاوے اور اسیطرح بالعکس یعنی باپ صغیرہ کا نصرانی مرچکا ہو اور ماں اوسکی مجوسیہ ہو جاوے تو صغیرہ جدا نہوگی مسلم سے بسبب متناہی ہونے تابعداری کے ایک کی موت پر ذمی ہوکر یا مسلمان ہوکر یا مرتد ہوکر تو تابعداری باطل نہوگی دوسرے کے کفر سے یعنی جب صغیرہ کی ماں یا باپ ذمی یا مسلمان یا مرتد ہوکر مرا تو تبعیت دین کی ختم ہوگئی اب دوسرے کے کافر ہونے سے نکاح نہ ٹوٹ جائیگا یا باپ کے مرتد ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہیگا کہ مرتد پھر مسلمان کیا جاتا ہے اور اوسکے مرتد ہونے سے لڑکا مرتد نہیں ہوتا وفي المحيط لو ارتدا لم تبن ما لم يلحقا اور محیط میں ہے کہ اگر ماں باپ صغیرہ کے دونو مرتد ہوگئے تو صغیرہ جدا

ہوگی اپنے زوج مسلم سے جبتک دونو دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر نہ ملین ارتداد والدین سے جدائی اسواسطے نہوئی کہ ہنوز احکام اسلام کے دونو پر قائم ہین کیونکہ اونپر
جبر کرنا مسلمان ہونیکو واسطے ثابت ہی اور اونکا کسب ورثہ مسلمین کا ہے اور جب دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر چلے گئے تو اونکا حربی ہونا ثابت ہوگیا اور حکم
مسلمین سے بالکل باہر ہوگئے اور اگر صغیرہ دار الاسلام مین رہی تو بھی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ اوسکا اسلام حکمی موجود ہی ولو بلغت عاقلة مسلمة
ثم جنت فارتدا لم تبن مطلقًا اور اگر صغیرہ منکوحہ مسلم کی تابع ہوئی عاقل مسلمان ہوکر پھر مجنون ہوگئی پھر اوسکا باپ مرتد ہوگیا تو اپنے زوج سے جدا
نہوگی کیونکہ [illegible] والدین دار الحرب مین جا ملین خواہ نہ ملین اسواسطے کہ عورت خود اصلی مسلمان ہوچکی اب تبعیت والدین کی باقی نہی [illegible]
تحته نصرانية فتمجسا او تنصّرا بانت ایک مسلمان کے نیچے نصرانیہ ہے پھر زوج اور زوجہ مجوسی ہوگئے یا نصرانی ہوگئے تو نکاح ٹوٹ جائیگا عورت جدا
ہوگی نزدیک ابو یوسف کے اسواسطے کہ سبب فرقت کا یعنی ارتداد فقط زوج کیطرف سے ہوا اور عورت تو کافرہ تھی اصلیہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح
ان ینکح مرتد او مرتدة احدًا من الناس مطلقًا اور نہین صحیح ہے کہ نکاح کرے مرد مرتد اور عورت مرتدہ سے کوئی آدمی مطلقًا یعنی نہ مرتد نہ مسلم
نہ کافر اسواسطے کہ مرتد مستحق ہے قتل کا اور چند روزہ مہلت بضرورت تامل کی ہے کہ شاید سمجھکر مسلمان ہوجاوے اور مرتدہ واجب الحبس ہے واسطے تامل کے
تو فوائد نکاح کے دونو مین کسیکو حاصل نہین اسلم الکافر وتحته خمس نسوة فصاعدًا او اختان او ام وبنتها بطل نکاحهن ان تزوجهن بعقد
واحد فان رتب فالآخر باطل مسلمان ہوا ایک کافر اور اوسکے نیچے پانچ عورتین ہین یا زیادہ یا اوسکے نیچے دو بہنین ہین یا ماں اور اوسکی بیٹی ہی تو نکاح
اون عورتون کا باطل ہے اگر اونسے نکاح ایک عقد مین کیا اور اگر نکاح بہ ترتیب کیا یعنی اول پہلی سے پھر دوسری سے علی ہذا القیاس پانچوین تک یا
ایک عقد مین تین سے نکاح اور دوسرے عقد مین دو سے کیا یا اول ایک بہن سے نکاح کیا پھر دوسری سے وعلی ہذا القیاس ماں اور بیٹی میں بھی نکاح مرتب ہوا تو پچھلا
نکاح باطل ہوگا یعنی پانچوین عورت کا یا دوسری بہن کا یا ماں کا یا بیٹی کا وخیّره محمد والشافعی بحدیث فیروز اور اختیار دیا ہی اوسکو محمد اور شافعی نے
حدیث فیروز کی دلیل سے یعنی محمد اور شافعی نے مختار کیا ہی اسلام لانیوالیکو چار عورتین چاہے رکھے جنمین کوئی ہون اور دو بہنون مین بھی اختیار ہی کہ جسکو چاہے
رکھے اور ماں اور بیٹی کے نکاح مین فقط بیٹی کو اختیار کرے یا دونو کو چھوڑ دے ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان مین ضحاک ابن فیروز
سے اپنے باپ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی سے اور حالانکہ وہ مسلمان ہوا تھا اور اوسکے نیچے دو بہنین تھین کہ ان دو مین سے
جسکو تیرا جی چاہے اختیار کر اور دوسری کو طلاق دیدے اور ترمذی مین مروی ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوا اور اوسکے پاس دس عورتین تھین
جاہلیت مین وہ بھی مسلمان ہوئین تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اوس سے فرمایا کہ ان عورتون مین سے چار کو اختیار کرلے کذا فی حاشیۃ المدنی
قلنا کان تخییره فی التزوج بعد الفرقة محمد اور شافعی کے جواب مین ہم کہین گے کہ حضرت کا اختیار دینا نکاح کرنیمین ہے بعد فرقت کے
یعنی نکاح سابق باطل ہوگیا پھر نکاح جدید مین فیروز اور غیلان کو مختار کیا کہ جس سے چاہین کرلین بلغت المسلمة المنکوحة ولم تصف الاسلام
بانت ولا مهر قبل الدخول وینبغی ان یذکر الله تعالی بجمیع صفاته عندها وتقرّ بذلک کما فی الکافی بالغ ہوئی مسلمہ منکوحہ
اور بیان نکرسکی ارکان اسلام کو بسبب جہل کے تو جدا ہوگی شوہر سے اور اوسکو مہر ملیگا قبل دخول کے اور لائق ہی زوج کو کہ ذکر کرے حق تعالی کو مع
جمیع صفات سے عورت کے پاس اور اوس سے اوسکا اقرار کرا دے کذا فی الکافی یعنی اوس سے یون کہلا دے کہ آیا اللہ ایسا ہے تو اگر وہ کہے کہ ہان ایسا ہی تو وہ مسلمان ہی نکاح قائم رہا اور اگر
اسلام کو بوجھتی ہو اور بیان نکرسکتی ہو تو بھی نکاح موجود ہی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الکافی

باب القسم

بفتح القاف القسمة وبالکسر النصیب یہہ باب ہی ازواج کے برابر رکھنے کا قسم بفتح قاف اور سکون سین بمعنی قسمت کے اور قسم بکسر قاف
بمعنی نصیب اور حصہ کے ہی اور بیان مراد تسویہ منکوحات ہی یجب وظاهر الآیة انه فرض ان یعدل ای ان لا یجور فیه ای فی القسم
بالتسوية فی البیتوتة وفی الملبوس والماکول والصحبة لا فی المجامعة کالمحبة واجب ہوا اور ظاہر آیت کا یہہ ہی کہ فرض ہے عدل کرنا
یعنی جور اور ظلم کرنا قسم مین اسطرح کہ برابر رکھنا چاہیے منکوحات کو شب باشی مین اور لباس اور کھانے اور مؤانست مین نہ جماع کرنے مین مثل محبت

یعنی جماع مین برابری ضرور نہین ہے واسطے کہ جماع نشاط خاطر پر موقوف ہے اور اسیطرح محبت مین بھی برابر رکھنا ضرور نہین ہے واسطے کہ محبت آدمی کے اختیار
مین نہین بل تستحب ویسقط حقہا بمرۃ ویجب دیانۃ احیانا جماع واجب نہین بلکہ مستحب ہے اور ساقط ہوتا ہے حق عورت کا ایکبار جماع کرنے سے باعتبار
حکم قضا کے اور واجب ہے جماع باعتبار دیانت کے گاہ گاہ ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاہا اور نہ بھی چھوڑنا جماع کا ایلا کی مدت تک یعنی حرہ کے حق
مین چار مہینے اور لونڈی کے حق مین دو مہینے تک ترک کی نوبت نہ پہنچے مگر عورت کی خوشی سے ویؤمر المتعبد بصحبتہا احیانا اور امر کیا جاوے عابد کو
عورت کی صحبت کا گاہ گاہ اور اسیطرح جو شخص مشغول ہو لونڈیوں کے تصرف کا اوسکو بھی ہو انست ازواج کا قاضی حکم کریگا ... یعنی اوسمین مدت
مقرر نہین وقدرہ الطحاوی بیوم ولیلۃ من کل اربع للحرۃ وسبع للامۃ اور ٹھہرائی ہے مدت صحبت کی طحاوی نے ہر چار روز مین ایک رات اور
دن حرہ کیواسطے اور ہر ہفتہ مین ایک رات اور دن منکوحہ لونڈی کیواسطے ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا والرأی
فی تعیین المقدار للقاضی بما یظن طاقتہا نہر بحثا اور اگر ضرر ہو عورت کو کثرت جماع زوج سے تو جائز نہین زیادتی اوسکی قدر طاقت پر اور تجویز
تعیین مقدار جماع کی قاضی پر ہے جسقدر عورت کی طاقت کو گمان کرے کذا فی النہر از رہ بحث کے شرح ملتقی مین کہا ہے کہ مقرر کرنا مقدار جماع کا مین نے
اپنی علما کی کتب مین نہین دیکھا البتہ کتب مالکیہ مین ہے کہ چار بار دن اور چار بار رات کو چاہیے اور بعضی روایت مین دو بار دن اور دو بار رات اور نہر الفائق
مین کہا کہ میرے نزدیک قاضی کی تجویز تعیین مقدار مین پسند ہے اور حالانکہ جو مسئلہ ہمارے مذہب مین مصرح نہو تو امام مالک کیطرف رجوع کرنا چاہیے چنانچہ
حموی نے حاشیہ اشباہ مین اسکو مصرح کیا ہے تو صاحب نہر الفائق کی تجویز اور بحث کو بھی وجہ معقول نہین کذا فی حاشیۃ الدر بلا فرق بین فحل و
خصی وعنین ومجبوب ومریض وصحیح وصبی دخل بامرأتہ وبالغ لم یدخل بحر بحثا واقرہ المصنف قسم زوج پر واجب ہے بدون فرق
کے درمیان فحل اور خصی کے اور نامرد اور مقطوع الذکر کے اور بلا فرق درمیان بیمار اور تندرست اور صبی کے جو وطی کر چکا ہے اپنی عورت کی
اور بلا فرق بالغ کے جسنے وطی نہین کی چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق مین بحث کرکے اوس کو ثابت رکھا ہے اوسکو مصنف نے اپنی شرح مین فحل وہ جسکا آلہ
تناسل صحیح اور جماع پر قادر ہو اور خصی وہ جسکے خصیے نکالڈالے گئے ہون یعنی خصی اور عنین اور مجبوب سے ہرچند جماع متصور نہین تو بھی انکو شب باشی
اپنی منکوحات کے ساتھ واجب ہے مانند فحل کے واسطے صحبت اور موانست کے نہ واسطے جماع کے ومریضۃ وصحیحۃ وحائض وذات نفاس ومجنونۃ
لا یخاف ورتقاء وقرناء وصغیرۃ یمکن وطؤہا ومحرمۃ ومظاہرۃ ومولی منہا ومقابلاتہن وکذا مطلقۃ رجعیۃ ان قصد رجعتہا
والا لا بحر اور قسم واجب ہے بلا فرق درمیان عورت بیمار اور تندرست کے اور حائض اور نفاس والی اور اوس مجنونہ کہ جس سے خوف ضرر رسانی کا
نہین اور بدون فرق رتقا اور قرنا کے رتقا وہ عورت جسکی شرمگاہ بند ہو لائق دخول کے نہو اور قرنا وہ عورت جسکی شرمگاہ مین ہڈی زائد مانع ہو
جماع کی اور بدون فرق اوس صغیرہ کے جس سے وطی کرنا ممکن ہو اور بلا فرق محرمہ کے جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندہا اور بدون فرق مظاہرہ یعنی جسکو
محارم کے ساتھ تشبیہ دی اور بدون فرق اوس عورت کے جس سے ایلا کیا یعنی چار مہینے تک جماع نکرنیکی قسم کہائی اور بلا فرق اونکی مقابلات کے
یعنی غیر محرمہ اور جس سے ظہار اور ایلا نہین کیا اور اسیطرح ہے مطلقہ رجعیہ اگر اوسکی ساتھ قصد رجوع کرنیکا ہو اور اگر قصد رجوع کا نہو تو اوسکی
ساتھ قسم نہین کذا فی البحر خلاصہ یہہ کہ منکوحات مذکورہ کے ساتھ شب باشی وغیرہ واجب ہے واسطے دفع وحشت کے نہ جماع کے ولو اقام عند
واحدۃ شہرا فی غیر سفر ثم خاصمتہ الاخری فی ذلک یؤمر بالعدل بینہما فی المستقبل وہدر ما مضی وان اثم بہ لان القسمۃ
تکون بعد الطلب اور اگر اقامت کی زوج نے ایک زوجہ کے پاس ایک مہینہ بدون سفر کے پھر جھگڑا کیا زوج سے دوسری زوجہ نے اسمین تو زوج
کو دونوں کے برابر رکھنے کا حکم ہوگا زمانہ آیندہ مین اور جو زمانہ ماضی مین ہو چکا اوسکا عوض نہین اگرچہ زوج اوسکے سبب سے گنہگار ہوا اسواسطے کہ قسمت
بعد طلب کے ہوتی ہے اور طلب نہین ہوئی مگر زمانہ مستقبل مین وان عاد الی الجور بعد نہی القاضی عزر بغیر حبس جوہرۃ لتفویتہ
للحق وہذا اذا لم یقل انما فعلت ذلک لان خیار الدور لی فحینئذ یقضی القاضی بقدرہ نہر بحثا اور اگر پھر ظلم کیا زوج نے بعد منع کرنے

قاضی کے یعنی ایک منکوحہ کے پاس زیادہ رہا تو اوسکو تعزیر دیجاویگی بدون قید کے کذا فی الجوہرہ وتعزیر ہوگی بسبب فوت کردینے زوج کے حق کو یعنی حق زوجہ فوت کریا
اور ممنوع شرعی کا مرتکب ہوا اور یہہ تعزیر اوسوقت ہوگی جبکہ زوج نے نکھا ہو کہ مین ایک کے پاس زیادہ اسواسطے ٹھہرا کہ اختیار دورہ کا مجکو ہے یعنی دوسری
زوجہ کی باری مین اوسیقدر اوسکے پاس بھی رہونگا تو اوسوقت مین قاضی حکم کرے اوسیقدر کا یعنی جتنا ایک کے پاس رہا دوسری کے پاس بھی اوتنا ہی
کذا فی النہر بمالک التی المجدیدۃ والقدیمۃ والمسلمۃ والکتابیۃ سواء لاطلاق الایۃ اور باکرہ اور ثیبہ اور جدیدہ اور قدیمہ اور مسلمہ
اور کتابیہ بیچ باری کے برابر ہین بسبب مطلق ہونے آیت قرآنی کے عدل منکوحات مین اور مسند امام احمد مین حدیث مرفوع ہی کہ جسکی دو عورتین ہون اور وہ
ایک کی طرف مائل ہو تو وہ قیامت مین آویگا اور آدھا اوسکا بدن ٹیڑھا ہوگا یہہ حدیث بھی مطلق ہی باکرہ اور ثیبہ اور قدیمہ اور جدیدہ وغیرہ کا اسمین کچھ
فرق نہین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک ایک باکرہ سے نکاح کرے تو سات دن اوسکے پاس رہے اور اگر ثیبہ سے نکاح کرے تو تین دن اوسکے پاس رہے چنانچہ حدیث مین
آیا ہے کہ باکرہ کے سات دن اور ثیبہ کے تین دن ہین تو حدیث مذکور کا یہہ مطلب ہے کہ ابتدائی نوبت جدیدہ سے ہو یہہ نہ زیادتی نوبت کی یعنی اگر سات دن باکرہ کے
پاس رہے تو اور ازواج کے پاس بھی سات دن رہے اور اگر تین دن ثیبہ کے پاس رہے تو اوسیقدر اور منکوحات کے پاس بھی رہنا چاہیئے کذا فی حاشیۃ المدنی
وللامۃ والمکاتبۃ وام الولد والمدبرۃ والمبعضۃ نصف ما للحرۃ ای من البیتوتۃ والسکنیٰ معہا اما النفقۃ فحالہما اور قسم لونڈی
اور مکاتبہ اور ام ولد اور مدبرہ اور مبعضہ کے واسطے بقدر نصف حرہ کے ہی یعنی شب باشی اور اوسکے ساتھہ رہنے مین لیکن نفقہ پس معتبر ہے بقدر حال زوجین کے
تو کرے اور اقلاس مین خلاصہ یہہ ہی کہ اگر لونڈی اور مکاتبہ منکوحہ ہو تو اوسکی باری حرہ سے آدھی ہی مثلا ایک مرد کے پاس ایک حرہ اور ایک لونڈی
منکوحہ ہو تو دو شب حرہ کے پاس رہے اور ایک شب لونڈی کے پاس مبعضہ وہ عورت جو کل آزاد نہو نصف آزاد ہو یا ربع ولا قسم فی السفر فللزوج
ان یسافر بمن شاء منہن والقرعۃ احب تطییبا لقلوبہن اور سفر مین باری نہین واسطے زوج کے تو مرد کو اختیار ہی جسکو چاہے اون مین سے سفر
مین لیجاوے اور قرعہ کرلینا مستحب ہے ازواج کا دل خوش کرنیکے واسطے اور قرعہ کا یہہ طریقہ ہے کہ ایک پرچہ کاغذ مین سفر کا لفظ لکھا اور دوسرے کاغذ مین
حضر کا لفظ لکھا پھر انکی یا مٹی مین اندر کرکے گولی بناوے پھر کسی لڑکے کو دے کہ ہر عورت کو حوالہ کرے جسکے پاس سفر کی گولی جاوے اوسکو ساتھہ لے
کذا فی الطحطاوی والمدنی عن القہستانی ولو ترکت قسمہا بالکسر ای نوبتہا لضرتہا صح ولہا الرجوع فی ذلک فی المستقبل لانہ ما وجب
فما سقط اور اگر ایک زوجہ اپنی باری چھوڑ دے اپنی سوت کیواسطے تو یہہ درست ہے اور اوسکو رجوع کرنا یعنی باری دیکر پھیر لینا بھی اسمین جائز ہی زمانہ آئندہ
مین اسواسطے کہ زمانہ مستقبل مین حق عورت کا واجب نہین تو اوسکو ساقط کرنے سے ساقط بھی نہوگا ولو جعلتہ لمعینۃ ہل لہ جعلہ لغیرہا ذکر الشافعی
لا وفی البحر بحثا نعم ونازعہ فی النہر اور اگر ایک عورت نے اپنی باری مخصوص ایک سوت کو دی تو آیا زوج کو جائز ہی کہ اوسکو سوا دوسری کے
واسطے مقرر کرے شافعی نے ذکر کیا کہ دوسری کو باری دینا جائز نہین اور بحر الرائق مین بعد گفتگو کے کہا کہ ہان زوج کو اختیار ہے اور نزاع کیا ہے اوس سے نہر الفائق
مین ہم بحر الرائق مین کہا کہ شاید مشائخ حنفیہ نے اس تفصیل سے شافعیہ کو اسواسطے ذکر نہین کیا کہ یہہ ہبہ اسقاط ہی زوج سے تو اوسمین زوج کا اختیار ہوگا
خواہ زوج کو ہبہ کرے خواہ سوت کو نہر الفائق مین کہا کہ سوت کو دینے سے زوج کا حق ہو جاوے یہہ مسلم نہین اسواسطے کہ باری عورت کا حق ہے چاہے لے چاہے
ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ باری عورت کا حق ہے قبل اسقاط کے اور بعد اسقاط کے زوج کا اختیار ہی نزدیک مشائخ کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویقیم عند
کل واحدۃ منہما یوما ولیلۃ لکن انما تلزمہ التسویۃ فی اللیل حتی لو جاء للاولی بعد الغروب وللثانیۃ بعد العشاء فقد ترک القسم
اور ٹھہرے ہر ایک کے پاس دو عورتون مین سے ایک دن اور ایک رات اور یہی حکم چار کا حال ہی لیکن برابری تو زوج کو رات مین لازم ہی یہانتک کہ اگر
آیا زوج پہلی عورت کے پاس بعد غروب کے اور دوسری کے پاس بعد عشاء کے تو البتہ اوسنے چھوڑا عدل کو خلاصہ یہہ کہ عورتون کے پاس رات کو رہنے مین برابری
کرے اور دن کو اختیار ہی یہانتک کہ اگر ایک کے پاس دن بھر رہا اور دوسری کے پاس ایک لحظہ ٹھہرا تو جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی عن فتح القدیر
ولا یجامعہا فی غیر نوبتہا وکذا لا یدخل علیہا بالیل الا لعیادتہا ولو اشتد ففی الجوہرۃ لا باس ان یقیم عندہا حتی تشفی او تموت

انتھی یعنی اذا لم یکن عندھا من یونسھا اور جماع کرے عورت سے اوسکی باری سوا ہین اگرچہ دن ہو اوسیطرح سوا ہی باری کے رات کو اوسکے پاس نجاوے مگر تنگی
عیادت کیواسطے اور اگر زوجہ کی بیماری سخت ہو تو جوہرہ مین ہے کہ کچھ مضایقہ نہین کہ ٹھہرا رہے اوسکے پاس یہانتک کہ اوسکو آرام ہو یا مرجاوے فقط یعنی اسقدر
بیمار عورت کے پاس ٹھہرا رہے [illegible] سوتین سے جب کہ اوسکے پاس کوئی مونس اور غمخوار نہو ولو مرض ھو فی بیتہ دعی کلا فی نوبتھا لانہ لو کان صحیحا
واراد ذلک ینبغی ان یقبل منہ تھی اور اگر بیمار ہو زوج اپنے گھر مین تو بلاوے ہر عورت کو اوسکی باری مین اسواسطے کہ اگر تندرست ہوتا اور یہی ارادہ
کرتا یعنی بلانیکا تو لائق ہے کہ اوسکا امر قبول کیا جاوے کذا فی النہر وان شاء ثلثا ای ثلثة ایام ولیالیہا اور اگر چاہے تین [illegible] تین رات ہر ایک
کے پاس رہے ولا یقیم عند احدھما اکثر الا باذن الاخرے خلاصہ وزاد فی الثانیة والرأی فی البداءة فی القسم الیہ کذا فی مقدار
الدور ھدایہ وتبیین اور نہ ٹھہر رہے دو مین سے ایک کے پاس زیادہ مگر دوسری کی اجازت سے کذا فی الخلاصة اور زیادہ کیا ہے خانیہ مین اور تجویز شروع
باری مین زوج کیطرف ہے یعنی مثلا اگر سفر سے آوے تو جسکے پاس چاہے رہے اور اسیطرح مقدار دورہ کی زوج کے اختیار مین ہے چاہے ہر ایک کے پاس سات
سات دن رہے چاہے کم وبیش کذا فی الھدایہ والتبیین وقیدہ فی الفتح بحثا بمدة الایلاء وجعلہ وتبعہ فی البحر فنظر فیہ فی النہر قال المصنف
وظاہر بحثھما انھما لم یطلعا علی ما فی الخلاصة من التقیید بثلثة ایام کما عولنا علیہ فی المختصر واللہ اعلم اور مقید کیا ہے فتح القدیر
مین مدت دورہ کو از روی بحث کے ساتھہ مدت ایلاء کے بلکہ ساتھہ مدت ایک ہفتہ کے اور عام رکھا ہے مدت دورہ کو بحر الرائق مین سو اعتراض کیا ہے عموم بحر پر
صاحب نہر الفائق نے کہا مصنف منح الغفار نے اور ظاہر بحث صاحب فتح القدیر اور بحر الرائق کی دلالت کرتی ہے کہ دونو مطلع نہین ہوئے اوس روایت پر
جو خلاصہ مین ہے یعنی تین دن کی تقیید سے جیسا کہ ہمنے اوسی خلاصہ کی روایت پر اعتماد کیا ہے مختصر مین یعنی تنویر الابصار مین واللہ اعلم فتح القدیر مین کہا
کہ اطلاق دورہ کا معتبر نہین اسواسطے کہ اگر ایک ایک برس کا دورہ زوج مقرر کرے تو جیسے اطلاق خیال مین نہین آتا بلکہ مدت ایلاء یعنی چار مہینے تک مطلق کرنا بھی
لائق نہین اور جبکہ باری تانیس اور دفع وحشت کے لئے واجب ہے تو قریب مدت اعتبار کرنا چاہیے اور میرے گمان مین یہ ہے کہ ایک ہفتہ سے زیادہ دورہ
مقرر کرنا ضرر رسانی ہے مگر یہ کہ دونو اسپر راضی ہو جاوین فقط تو معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین لفظ او بمعنی بل ہے اسیواسطے ترجمے مین ویسا ہی ترجمہ
کیا اور بحر الرائق مین کہا کہ مدت دورہ کی مطلق ہے اسواسطے کہ جب دورہ برابر ہوا تو کچھ ضرر رسانی نہین کیونکہ عورت اپنی باری کے آنیپر مطمئن ہوگی اور
نہر الفائق مین کہا کہ اطلاق دورہ مین نفی مضرت کی مسلم نہین فقط یعنی مثلا اگر مدت دورہ کی ایک برس ہو اور زوج قبل آنے باری دوسری عورت کے مرگیا
تو صریح مضرت ہے اور مصنف جو خلاصہ کی عبارت سے تین دن کی تقیید سمجھا سو بھی لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ خلاصہ کی عبارت محتمل ہے تمثیل کی نہ تحدید
کی اور شارح قہستانی نے خانیہ اور سراجیہ سے نقل کیا کہ زوج کو اختیار ہے کہ ہر ایک عورت کے پاس سات سات دن رہے اور بلاشک شروح متون کی ترجیح مین مقدم
ہین فتاوی پر کذا فی حاشیة المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو کان عملہ لیلا کالحارس ذکر الشافعیة انہ یقسم نھارا وھو حسن
اگر کام زوج کا رات کو ہو جیسے چوکیدار اور اوسکی دو مین جوروئین ہون تو شافعیون نے ذکر کیا ہے کہ وہ دن کو باری مقرر کرے شارح نے کہا کہ یہہ کلام شافعیون کا
خوب ہے وحقہ علیہا ان تطیعہ فی کل مباح یأمرھا بہ اور حق زوج کا زوجہ پر یہہ ہے کہ اوسکی اطاعت کرے ہر ایک امر مباح مین جسکا عورت سے حکم کرے
ظاہر یہہ ہے کہ امر مباح زوج کے امر سے عورت پر واجب ہوتا ہے جیسے حکم سلطان کا رعیت پر اور زوج کو جائز ہے کہ ترک آرایش اور ترک نماز اور طہارت سے
اور وطی کی عدم اجابت سے عورت کو مارے کذا فی فتح القدیر اور اگر مرد کے پاس عورت ہو کہ نماز نہ پڑھتی ہو تو اوسکو طلاق دینا جائز ہے اگرچہ ادای مہر پر قادر نہو
اور اگر عورت کا باپ لنگڑا ہو اور اوسکا کوئی خبر گیر نہو اور زوج اوسکے پاس جانے سے منع کرتا ہو تو اس صورت مین عورت کو نافرمانی زوج کی جائز ہے اور خدمت
باپ کی ضرور ہے باپ خواہ مسلمان ہو خواہ کافر کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن العالمگیریة وله منعھا من الغزل اور جائز ہے مرد کو عورت کا منع کرنا سوت
کاتنے سے اسواسطے کہ نفقہ اوسکا زوج پر واجب ہے ومن اکل ما یتأذی من رائحتہ اور مرد کو جائز ہے کہ عورت کو منع کرے اوس چیز کے کھانے سے جسکی
بو سے اوسکو تکلیف ہوتی ہو جیسے کچا پیاز اور لہسن اور مولی اور حقہ کشی اسواسطے کہ بوسہ لینا حق ہے زوج کا اور بدبو سے نفرت آتی ہے اور [illegible]

اپنے ناخونوں مین صرح کیا ہے کہ زوج کو اگر کروہ معلوم ہو تو حق ہے کہ عورت کو منع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی بل و من الحناء والنقش ان تاذی من رائحۃ نحوھما و تمامہ فیما علقناہ علی الملتقی بلکہ زوج کو اختیار ہے کہ مہندی لگانے اور نقش کاری سے منع کرے عورت کو اگر اوسکی بو سے اوسکو تکلیف ہوتی ہو کذا فی النہر الفائق اور اس مقام کی پوری تقریر ملتقی کے حاشیہ مین ہمنے بیان کی ہے م بدائع مین ہے کہ احکام نکاح سے ایک معاشرت بالمعروف ہے موجبات امر قرآنی کے احسان اور کرم کرنا عورت سے باعتبار قول اور فعل اور خلق کے اور معاشرت بالمعروف کی بعضون نے یہہ معنی کہے کہ مرد عورت سے ایسا کرے جیسا اپنے لیے پسند رکھتا ہے اور یہہ حسن سلوک دونو طرف سے مستحب ہے اور احکام نکاح سے یہہ ہے کہ اگر عورت نافرمانی زوج کی کرے تو اول اوسکو نصیحت کرے اگر نصیحت نافع ہے تو کلام کرنا اور پاس لیٹنا اور جماع کرنا ترک کرے اگر اس سے بھی نہ باز آوے تو پہر مارنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور مکروہ ہے مرد کو اپنی عورت سے وطی کرنا صبی عاقل اور اندہے اور اوسکی سوت کے نزدیک اور اسیطرح اپنی لونڈی اور اوسکی لونڈی کے روبرو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الرضاع

یہہ باب ہے رضاع کا یعنی اسمین احکام شیر خوارگی کے ذکر مین ہو لغۃ بفتح و کسر مص الثدی و شرعا مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا او میتۃ او آیسۃ والحق بالمص الوجور والسعوط رضاع بفتح وکسر لغت مین چوسنا ہے چہاتی کا اور شرع مین چوسنا ہے عورت کی چہاتی سے اگرچہ عورت کواری ہو یا مردہ یا بڈہی اور جو ناک سے ملحق ہے حلق مین ڈالنا اور ناک سے چڑہانا یہہ اشارہ ہے صاحب بحرالرائق کی رد پر اوسنے کہا کہ کبھی مص ہوتا ہے اور پیٹ مین نہین جاتا اور گاہے رضاع ثابت ہوتا ہے بدون مص کے جیسے کہ وجور اور سعوط مین شارح نے جواب دیا کہ وجور اور سعوط ملحق ہے مص سے اور چونکہ سبب غالب پیٹ مین جانیکا مص ہوتا ہے اسواسطے اسیکو ذکر کیا نہر الفائق مین کہا کہ مص مستلزم ہے وصول کا اسواسطے کہ صاحب قاموس نے مص کو شرب رقیق کر تعبیر کیا ہے فی وقت مخصوص ھو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندھما وھو الاصح فتح وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العون مص ہو وقت مخصوص مین وہ وقت اڑہائی برس ہیں امام کے نزدیک اور فقط دو برس ہین صاحبین کے نزدیک اور یہی مذہب صاحبین کا اصح ہے کذا فی فتح القدیر اور اسی پر فتوی ہے کما فی تصحیح القدوری نقلا عن الدرایۃ و فی نسخۃ عن العیون اور لفظ حولین کاملین سے جو کلام مجید مین واقع ہے ثابت ہوتا ہے کہ رضاع بعد تمامی حولین کے نہین اور طحاوی نے اسی روایت کو پسند کیا ہے لکن فی الجوہرۃ انہ فی الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتوی لیکن جوہرہ مین ہے کہ البتہ رضاع اڑہائی برس کے اندر اگرچہ بعد چہوڑانیکے ہو حرمت ثابت کرتا ہے اور اسی روایت پر فتوی ہے کما فی المواہب اور یہی ظاہر الروایۃ ہے کما فی الخانیۃ اور فتح القدیر مین واقعات ناطفی سے منقول ہے کہ فتوی ہے ظاہر الروایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا کہ مدت رضاع مین فتوی مختلف ہے تو اس صورت مین ظاہر الروایت مرجح ہو گی واستدل للقول الامام بقولہ تعالی وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا ای مدۃ کل منہما ثلثون اور استدلال کیا ہے علمانے واسطے قول امام کے حق تعالی کے اس قول پاک سے کہ حمل لڑکے کا اور دودہ چہوڑانا اوسکا تیس مہینے مین ہے یعنی مدت ہر ایک کی دونو مین سے تیس مہینے ہیں یعنی حمل بھی تیس مہینے اور فصال بھی تیس مہینے اسواسطے کہ حق تعالی نے دو چیزین ذکر کین اور دونو کی مدت مقرر فرمائی تو وہ پوری مدت دونو مین سے ہر ایک کیواسطے ہو گی جیسے کوئی مدت مقرر کرے دو قرض کیواسطے یون کہکر کہ زید کے مجہپر ایک ہزار درم اور پانچ من جو ہین مہینہ بہر کے وعدہ سے تو مہینہ بہر درم کی بھی مدت ہوئی اور پورا مہینہ جو کی بھی مدت ہو گی اب یہان سوال ہوتا ہے کہ اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ مدت حمل اڑہائی برس ہو اور حالانکہ امام کے نزدیک حمل کی مدت دو برس سے زیادہ نہین تو اوسکا جواب شارح نے اپنے آئندہ قول مین دیا غیر ان النقص فی الاول قام بقول عائشۃ لا یبقی الولد اکثر من سنتین ومثلہ لا یعرف الا سماعا مگر یہہ کہ کمی چہہ مہینے کی اول امر مین یعنی حمل مین ثابت ہوئی عائشہ صدیقہ کے قول سے فرمایا کہ نہین باقی رہتا ہے لڑکا پیٹ مین زیادہ دو برس سے اور مثل اس مضمون کا معلوم نہین ہو سکتا مگر شارع کی سماع سے یعنی تعیین مدت مین اجتہاد مجتہد کو دخل نہین تو یقینا معلوم ہوا کہ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو گا تو اسوقت مین قول صحابی کا قائم مقام حدیث مرفوع کے ہو گیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسکو شرح نخبۃ الفکر مین مشرح بیان کیا ہے اور قول حضرت صدیقہ کا سنن دارقطنی اور بیہقی مین جمیلہ بنت سعد کی روایت سے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی

پھر یہان دوسرا سوال وارد ہوا کہ امام نے تخصیص آیت کی حدیث سے کیونکر تجویز کی حالانکہ آیت قطعی ہے اور حدیث ظنی اور تخصیص قطعی کی ظنی سے جائز نہین ہو سکا جواب شارح نے اگلے قول سے دیا والاية مأولة لتوزيعهم الاجل على الاقل والاكثر فلم تكن دلالتها قطعية اور آیت موصوفہ مأول ہی یعنی اپنے ظاہری معنی پر محمول نہین بسبب تقسیم کرنے علما کے مدت کو اقل مدت حمل پر اور فصال اکثر مدت پر یعنی صاحبین اور شافعی وغیرہ نے تیس مہینے کو یون تقسیم کیا کہ چھ مہینے حمل کے مراد رکھے اور دو برس فصال کے پھر جب تیس مہینے کی مدت حمل اور فصال پر اسطرح تقسیم ہوئی تو دلالت آیت کی قطعی نہین رہی ظنی ہو گئی اور حدیث بھی ظنی ہے تو تخصیص ظنی کی ظنی سے درست ہو گئی على ان الواجب على المقلد العمل بقول المجتهد وان لم يظهر دليله كما افاده في رسم المفتي علاوہ استدلال سو یہ ہی کہ مقلد پر واجب ہی عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اوسکی دلیل ظاہر نہو چنانچہ قاضی خان نے اسکو بیان کیا ہو اپنے فتاوی مین رسم مفتی کے مقام مین یعنی اگر کوئی بسبب دقت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہین اسواسطے کہ جسکو اجتہاد کا پایہ نہین اوسپر تقلید مجتہد کے قول کی واجب ہے گو اوسکی دلیل کو نجانے تو حنفی مذہب کے مثلاً امام کا قول کافی ہے دلیل کا سمجھنا اوسپر ضرور نہین لكن في آخر الحاوي فان خالفاه قيل يخير المفتي والاصح ان العبرة لقوة الدليل لیکن حاوی قدسی کے آخر مین یون ہی کہ اگر مخالفت کی صاحبین نے امام کی کسی مسئلہ مین تو بعضون نے کہا ہی کہ مختار ہی مفتی دونو قول مین جس قول پر چاہی فتوی دے اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول کو مقدم رکھے اور اصح یہ ہی کہ خلاف امام اور صاحبین مین قوت دلیل کا اعتبار ہے یعنی اگر امام کی دلیل قوی ہی تو امام کے قول پر فتوی دے اور اگر صاحبین کی دلیل قوی ہی تو انکے قول پر مفتی فتوی دے لیکن قوت دلیل کو کون سمجھ سکتا ہی سوا اہل اجتہاد کے اور صاحب بحر الرائق اور نہر الفائق کہ گو نہ پایہ اجتہاد کا رکھتے ہین مصرح کر چکے ہین کہ مدت رضاع مین دلیل صاحبین کی قوی ہی كما قال تعالى والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين كذا في حاشية الطحطاوي والمدني ثم الخلاف في التحريم اما لزوم اجر الرضاع للمطلقة فمقدر بحولين بالاجماع یہ معلوم کیا چاہیے کہ اختلاف امام اور صاحبین کا تحریم مین ہے یعنی امام کے نزدیک اڑھائی برس کے اندر دودھ پینے سے حرمت رضعہ وغیرہ کی ثابت ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک فقط دو برس کے اندر لیکن لازم ہونا دودھ پلانیکی اجرت کا مطلقہ کے واسطے سو دو ہی برس کر مقدر ہی باجماع امام اور صاحبین کے یعنی اگر زوج زوجہ کو طلاق دیوے اور وہ لڑکے کو دودھ پلاتی جاوے بعد طلاق کے تو فقط دو ہی برس تک بالاتفاق اجرت پاویگی نہ دو برس سے زیادہ مین ويثبت التحريم في المدة فقط ولو بعد الفطام والاستغناء بالطعام على ظاهر المذهب وعليه الفتوى فتح وغيره قاله المصنف تبعا للبحر فما في الزيلعي خلاف المعتمد لان الفتوى متى اختلف رجح ظاهر الرواية اور ثابت ہوتی ہے تحریم مدت رضاع مین فقط یعنی بعد مدت شیر خوارگی سے تحریم نہین مدت کے اندر تحریم ثابت ہی اگرچہ رضاعت ہو بعد دودھ چھوڑانیکے اور بسبب استغنائے طعام کے ہو بنا بر ظاہر مذہب کے یعنی اگر مدت کے اندر مثلاً چھ مہینے کے بعد لڑکا روٹی دال کھانے لگا ہو اور دودھ چھوڑ چکا ہو تو بھی اگر دو برس کے اندر دودھ پھر پیئے گا تو حرمت ثابت ہوگی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر وغیرہ مین مصرح ہی کہا مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے سو جو روایت کہ زیلعی مین ہے مخالف ہی معتمد کے زیلعی نے کہا کہ حسن نے امام سے روایت کی کہ اگر لڑکے کو دودھ کے سوا کھانیکی عادت ہوگئی قبل گذرنے مدت رضاع کے تو تحریم نہین ثابت ہوتی اور اسی پر فتوی ہے مصنف نے کہا کہ یہ قول لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ جب فتوی مختلف ہوا تو ظاہر الروایت کو ترجیح ہوئی اور ظاہر الروایت یہی ہے کہ مدت کے اندر مطلقاً تحریم ثابت ہی كذا في حاشية المدني ولم يبح الارضاع بعد مدته لانه جزء آدمي والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح شرح الوهبانية اور مباح نہین دودھ پلانا بعد مدت رضاع کے یعنی دو برس کے بعد اسواسطے کہ دودھ جزو ہی آدمی کا اور نفع لینا جزو آدمی سے بغیر ضرورت شرعی کے حرام ہی بنا بر قول صحیح کے كذا في شرح الوهبانية یعنی بعد دو برس کے لڑکا کھانے پینے لگتا ہی اب اوسکو دودھ کی ضرورت نہین رہی یہان شبہہ ہوتا تھا کہ جب انتفاع آدمی کے دودھ سے بضرورت جائز ہوا تو بطور علاج کے استعمال کرنا جائز ہونا چاہیے سو اس وہم کو شارح نے اپنے اگلے قول سے دفع کیا وفي البحر لا يجوز التداوي بالمحرم في ظاهر المذهب اصله بول الماكول كما مر اور بحر الرائق مین ہی کہ جائز نہین دوا کرنا حرام چیز سے ظاہر مذہب مین اور اصل تداوی بالمحرم کی ماخوذ ہی تداوی بول ماکول اللحم سے چنانچہ کتاب الطهارة

مین قبل نص کے پیچھے اسکا مذکور ہو چکا شارح نے وان کہا کہ مادی بالمحرم مین اختلافات ہے ظاہر مذہب مین تو منع ہے اور بعضون نے کہا جائز ہے جب تک کہ اوسمین علوم ہو اور
کوئی دوسری دوا اوسکو سوا نہو اور اسی روایت پر فتوی ہے جیسے نہر میں ہے جائز ہے باپ کو ولا للاب اجبار امته علی فطام ولدها منه قبل الحولین ان
لم یضره ای الولد کما له ایضا اجبارها ای امته علی الارضاع اور باپ کو جائز ہے اپنی لونڈی سے زبردستی کرانا اوسکے لڑکے کو دودھ چھوڑانے پر
مولی کے نطفہ سے ہے وہ دودھ چھوڑانے پر جبر جائز ہے قبل دو برس کے اگر لڑکے کو دودھ چھوڑانا مضرت نکرے جسطرح باپ کو جبر کرنا اپنی لونڈی کو
بھی جائز ہے ہے مولی کا تو اوسکو دودھ پلانے اور چھوڑانے پر اختیار ہے لڑکا مولی کے نطفہ سے ہو یا غیر کے نطفہ سے ان اگر غیر نے حریت اولاد کی شرط
کرلی ہو تو مولی کو جبر کرنا جائز نہین کذا فی حاشیة المدنی ولیس له ذلک یعنی الاجبار من غیره مستولدة الحر ولو قبلها لان حق الذریة
لها یعنی حرة اور باپ کو یہہ جائز نہین یعنی دونون قسم کا جبر اپنی زوجہ حرہ کے ساتھہ اگرچہ قبل مدت دو برس کے ہو اسواسطے کہ حق پرورش کا زوجہ کیواسطے ہے تو دودھ
پلانے اور چھوڑانے مین حرہ کا اختیار ہے کذا فی الجوہرة یعنی دودھ چھوڑانے اور دودھ پلانے مین اگرچہ قبل مدت کے ہو زوج کو جبر کرنا جائز نہین ہان بعد مدت کے
دودھ چھوڑانے پر اوسکو جبر کرنا درست ہے ویثبت به ولو بین الحربیین بزازیه وان قل ان علم وصوله لجوفه من فمه او انفه لا غیر فلو
التقم الحلمة ولم یدر ادخل اللبن فی حلقه ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا ولوالجیة اور ثابت ہوتا ہے یعنی دائی کا ماں ہونا دودھ دینے سے
اگرچہ یہہ فعل دو حربی کافرون مین ہو کذا فی البزازیه اگرچہ دودھ نہایت قلیل ہو بشرطیکہ معلوم ہو دودھ کا پیٹ مین پہنچنا لڑکے کے منہ سے یا اوسکی ناک سے
نہ اور طرح سے یعنی کان مین ٹپکانے سے یا حقنہ وغیرہ سے سو اگر لڑکے نے سر پستان کو منہ مین لیا اور معلوم نہ ہوا کہ دودھ حلق مین داخل ہوا یا نہین تو حرمت
نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ حلت کے مانع مین شک ہے یعنی حلت اصل ہے اور بالیقین ثابت ہے اور مانع حلت مین یعنی دودھ کے اندر جانے مین شک ہے تو شک سے
یقین نہین زائل ہوتا کذا فی الولوالجیة ولو ارضعها اکثر اهل قریة ثم لم یدر من فاراد احدهم تزوجها ان لم تظهر علامة ولم یشهد بذلک جاز
خانیه اور اگر دودھ پلایا ایک عورت کو اکثر اہل قریہ نے پھر معلوم نہوا کہ کون کون عورت نے اوسکو دودھ پلایا ہے پھر ارادہ کیا اہل قریہ مین سے کسی نے اوس عورت
سے نکاح کا تو اگر علامت ظاہر نہو اور کوئی تعیین مرضعہ کا گواہ نہو تو نکاح کرنا جائز ہے کذا فی الخانیه محشی نے کہا کہ اس علامت کو کسی نے تفسیر نہین کیا اور ممکن ہے
کہ علامت کو یون بیان کیجئے کہ مثلا ایک عورت دودھ والی وہان بہت آتی جاتی ہو جہان یہہ رہتی تھی یا اوسی گھر مین وہ رہتی ہو تو یہہ نشان قوی ہے
دودھ پلانیکا اور تقوی ایسے مسائل مین یہہ ہے کہ مواقع اشتباہ مین نکاح نکرے اور ولوالجیہ مین ہے کہ عورتون پر واجب ہے کہ ہر لڑکے کو دودھ نہ پلادیں لازم ہے
اور اگر پلاوین تو یاد رکھین بلکہ لکھہ رکھین یعنی تا کہ آئندہ نکاح مین حرام نہ واقع ہو اور خانیہ مین ہے کہ عورت کو اجنبی لڑکے کا دودھ پلانا بدون اجازت شوہر کے
مکروہ ہے مگر جب ہلاکت ہونیکا خوف ہو تو مضائقہ نہین اور محیط مین ہے کہ مرد کو مناسب نہین کہ اپنی لڑکی کو احمق عورت کا دودھ پلاوے اسواسطے کہ حدیث مین منع
ہے کہ دودھ کا اثر ہوتا ہے کذا فی حاشیة الدر فی اشتوبیة المرضعة للرضیع وبنت الزوج مرضعة اذا کان لبنها منه والا
ہوتا ہے یعنی دائی کا شیرخوارگی کیواسطے اور ثابت ہوتا ہے باپ ہونا دائی کے زوج کا جب کہ دودھ دائی کا اوسی زوج سے ہوا اور اگر دودھ دائی کا پہلے زوج
سے ہو تو زوج ثانی کا باپ ہونا ثابت نہوگا بلکہ شیرخوار سبب رضاعی ہوگا زوج ثانی کا چنانچہ اسکی تصریح آگے آویگی فیحرم منه ای بسببه ما یحرم
من النسب رواه الشیخان واستثنی بعضهم اخت الابن وعشرین صورة وجمعها فی قوله پس حرام ہوتا ہے اوس سے یعنی رضاعت کی وجہ سے جو حرام ہے نسب
سے یہہ حدیث بالمعنی ہے روایت کیا ہے اسکو بخاری اور مسلم نے مرحوم ابو ہریرہ اور ابن عباس کی روایت ہے ان الفاظ سے کہ یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب
اور عموم اس حدیث سے بعض علماء نے اکیس صورتین مستثنی کی ہین اور او نکو اپنی آیندہ قول مین نظم کیا ہے یفارق النسب الارضاع فی صور
کام نافلة او جدة الولد جدا ہے دودھ پلانا نسب سے چند صورتون مین چنانچہ پوتیکی ماں یا لڑکیکی نانی یعنی پوتیکی رضاعی ماں دادا کو حلال ہے مثلا زید کا
بیٹا محمود ہے اور محمود کا بیٹا خالد ہے سو خالد کو ایک اجنبی عورت کریمہ نے دودھ پلایا تو زید کو کریمہ سے نکاح کرنا حلال ہے بخلاف نسب کے کہ پوتے کی ماں
نسبی دادا کو حلال نہین اسواسطے کہ خالد کی ماں زوجہ ہے محمود کی تو بہو ہوئی زید کی اور اگر محمود کا بیٹا رضاعی ہوا اسطرح کہ محمود کی زوجہ نے بکر کو دودھ پلایا ہو تو

زید کو بکر کی نسبی نانی سے نکاح درست ہے اور اسیطرح بکر کو زوجۂ محمود کے سوای اگر حلیمہ نے دودہ پلایا ہو تو حلیمہ بھی زید کو حلال ہے ۔ رضاعی نانی حلال ہی اسطرح کہ زید کی بیٹی عبد اللہ
کو حمیدہ نے دودہ پلایا تو حمیدہ کی ایک نانی ہوئی عبد اللہ کی سو زید کو حلال ہے بخلاف نسب کے کہ عبد اللہ کی نانی نسبی خورشید اس ہے زید کی تو وہ اسپر حرام ہے اور اسیطرح زید کا
بیٹا ہی رضاعی خالد اوسکا ام تو خالد کی نانی نسبی ہو یا رضاعی زید کو حلال ہے وَاُمُّ اُخْتٍ وَاُخْتُ ابْنٍ وَاُمُّ اَخٍ ۞ وَاُمُّ خَالٍ وَعَمَّةُ ابْنٍ اَعْتَمِدْ ۞
اور حلال ہے باعتبار رضاعت کے بہن کی ما اور بیٹے کی بہن اور بہائی کی ما اور ماموں کی ما اور بیٹے کی پہوپہی سو بہن کی ما اوسکی بھی تین صورتین ہین پہلی صورت
یہہ کہ ما رضاعی ہو اور بہن نسبی مثلاً زید کی سگی بہن کو حافظہ نے دودہ پلایا تو زید کو حافظہ سے نکاح درست ہے دوسری صورت یہہ کی ما نسبی ہو اور
اوسکی بالنسبی جیسے زید کی رضاعی بہن رشیدہ ہے تو زید پر رشیدہ کی ما نسبی حلال ہے اور تیسری صورت یہہ ہے کہ ما بھی رضاعی ہو اور بہن بھی رضاعی چنانچہ مثال
سابق مین رشیدہ کی رضاعی ما زید پر حلال ہے اور بیٹے کی بہن کی بھی تین صورتین ہین پہلی یہہ کہ بہن رضاعی اور بیٹا نسبی چنانچہ زید کا بیٹا ہی خالد اور اوسکی
رضاعی بہن ہے فریدہ یعنی خالد اور فریدہ نے ایک اجنبی عورت کا دودہ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے دوسری یہہ کہ بیٹا فقط رضاعی ہو جیسے زید کا بیٹا ناصر ہے
رضاعی اور ناصر کی بہن نسبی زینب ہے تو زید پر زینب حلال ہے تیسری یہہ کہ بیٹا بھی رضاعی اور اوسکی بہن بھی رضاعی جیسے کہ مثال سابق مین ناصر کی بہن رضاعی
زید پر حلال ہے اور بہائی کی ما اوسکی بھی تین صورتین ہین چنانچہ اوسکی تفصیل بہن کی ما مین مذکور ہو چکی اور ماموں کی ما اوسکی بھی تین صورتین ہین پہلی
صورت یہہ کہ زید کے ماموں نسبی کو دودہ پلایا اجنبیہ نے تو زید کو ماموں کی دائی حلال ہے دوسری یہہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی نسبی ما زید کو حلال ہے
تیسری یہہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی رضاعی ما زید پر حلال ہے اور اگر ماموں اور اوسکی ما دونو نسبی ہوں تو حلال نہین اسواسطے کہ ماموں کی ما یا اسکی نانی ہے یا نانا کی
منکوحہ اور بیٹے کی پہوپہی اسکی بھی تین صورتین ہین پہلی یہہ کہ زید کا بیٹا نسبی ہے حسن اوسنے دودہ پیا اجنبی عورت کا جو زوجہ ہے خالد کی اور خالد کی بہن ہے عظیمہ
تو عظیمہ رضاعی پہوپہی ہوئی حسن کی سو عظیمہ زید پر حلال ہے دوسری یہہ کہ زید کا بیٹا رضاعی ہے قاسم سو قاسم کی نسبی عمہ زید پر حلال ہے تیسری یہہ کہ قاسم نے
زید کی زوجہ کے سوای کریمہ کا دودہ پیا تو کریمہ کے خاوند کی بہن زید پر حلال ہے اور اگر بیٹا اور اوسکی عمہ دونو نسبی ہوں تو زید پر اوسکی عمہ نہ حلال ہوگی اسواسطے کہ وہ بہن ہے زید
کی ہے یہانتک اکیس صورتین جو نظم مین مندرج نہین مفصلاً بیان ہو چکین اسواسطے کہ ناظم نے سات صورتین نظم کی ہین اور ہر ایک صورتین تین تین صورتین
محتمل ہین تو سب اکیس ہوئین الا ام اخیہ واختیہ یعنی جو نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے مگر بہائی اور بہن کی ما اور اوسکے سوا اور معطوفات آئندہ
رضاعت سے حلال ہین نہ نسب سے چنانچہ حلت کا بیان مفصل ہو چکا اس مقام مین قاضی بیضاوی کا اعتراض ہے کہ یہہ جو فقہا نے حدیث یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا
یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ سے ام اخیہ وغیرہ کو استثنا کیا ہے سو صحیح نہین اسواسطے کہ ان صورتوں کی حرمت باعتبار مصاہرت کے ہے نہ باعتبار نسب کے پہر جب مستثنیٰ مستثنیٰ منہ
مین داخل نہوا تو استثنا کیونکر صحیح ہوگا اوسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا اِسْتِثْنَاءٌ مُنْقَطِعٌ لِاَنَّ حُرْمَةَ مَنْ ذُكِرَ بِالْمُصَاهَرَةِ لَا بِالنَّسَبِ
فَلَمْ يَكُنِ الْحَدِيثُ مُتَنَاوِلًا لَهَا اِسْتِثْنَاءُ الْفُقَهَاءِ فَلَا تَخْصِيصَ بِالْعَقْلِ كَمَا قِيلَ یہہ استثنا منقطع ہے اسواسطے کہ حرمت مذکورات کی مصاہرت کے
سبب سے ہے نہ نسب کے سبب سے تو حدیث مذکور شامل نہوئی اون صورتوں کو جنکو فقہا نے استثنا کیا ہے تو عموم حدیث کی تخصیص عقل سے نہوئی جیسا کہ بعضوں نے کہا
یعنی یہہ استثنا متصل نہین جو مستثنیٰ کا داخل ہونا مستثنیٰ منہ مین ضرور ہو بلکہ یہہ استثنا منقطع ہے اور استثنای منقطع مین مستثنیٰ مستثنیٰ منہ مین داخل نہین ہوتا
چنانچہ اس قول مین کہ جَاءَ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا یہانتک قاضی بیضاوی کے اعتراض کا جواب ہو چکا پہر شارح نے اسی تقریر مین دوسرا اعتراض دفع کیا صاحب النہایۃ
نے کہا کہ حدیث مذکور عام ہے تو فقہا نے حدیث کو دلیل عقلی سے تخصیص کیا کہ چند صورتوں کو عموم حدیث سے نکالا شارح نے جواب دیا کہ جن صورتوں کو فقہا نے
استثنا کیا ہے اونکو حدیث مذکور شامل ہی نہین تو تخصیص بالعقل کہنا غلط ہے فتح القدیر مین ہے کہ محققین کے نزدیک استثنا فقہا کا تخصیص عقلی نہین اسواسطے کہ
قرآن مجید مین محرمات نسبیہ کی یون تعبیر ہوئی ہے کہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ
وَبَنٰتُ الْاُخْتِ سو ان الفاظ کی تسمیات جو رضاعت مین متحقق ہین وہ بھی بلاشبہ حرام ہین یعنی ما اور بیٹی اور بہن اور پہوپہی اور خالہ اور بھتیجی اور بہانجی
جیسے نسب سے حرام ہین ویسی ہی یہہ ساتون رشتے رضاعت سے بھی حرام ہین اور جنکو فقہا نے استثنا کیا ہے وہ ان سات رشتون مین داخل نہین تو تخصیص

کیونکر ہوئی کذا فی حاشیۃ الدرر فان حرمۃ ام اختہ واخیہ نسبا لکونہا امہ او موطوءۃ ابیہ وہذا المعنی مفقود فی الرضاع سو حرام ہوا
بہن اور بھائی کی ماں کا باعتبار نسب کے اس واسطے ہے کہ بہن بھائی کی یا خود اپنی ماں ہے یا اپنے باپ کی مدخولہ ہے اور یہہ امر مفقود ہے رضاعت میں یعنی زید کے بھائی کی
رضاعی ماں زید کی ماں نہیں اور نہ اوسکی باپ کی مدخولہ ہے چنانچہ اسکا مفصل بیان نظم کی شرح میں مذکور ہو چکا پھر جو علت تھی حرمت کی نسب میں وہ جب رضاعت
میں نہ پائی گئی تو ... کو رشتے صورتوں کو ہرگز شامل نہ ہوئی تو دعوی تخصیص عقلی کا غلط ہو گیا وقس علیہ اخت ابنہ وبنتہ وجدۃ ابنہ و
بنتہ و ... عمہ وام خالہ وخالتہ اور قیاس کرے بھائی بہن کی ماں پر بیٹا بیٹی کی بہن کو اور باقی معطوفات کو یعنی ان رشتوں میں جو حرمت
کا سبب نسب میں ہے وہ امر رضاعت میں مفقود ہے بیٹا بیٹی کی بہن اور بیٹا بیٹی کی نانی اور چچا اور پھوپی کی ماں اور ماموں اور خالہ کی ماں باعتبار رضاعت کے
حلال ہیں چنانچہ اسکا بیان شرح نظم میں مثالوں کے ساتھ ہو گیا دوبارہ بیان ضرور نہیں لیکن چچا اور عمہ کی ماں کی حلت وہاں مذکور نہیں سو اب بیان کی جاتی
کی جاتی ہے کہ مثلا زید کا چچا اور عمہ میں نسبی اونکو ایک اجنبی عورت نے جسکا جمیلہ نام ہے دودھ پلایا سو زید پر جمیلہ حلال ہے اور اسیطرح اگر زید کا چچا رضاعی ہے
یعنی زید کے باپ نے اور اوسنے حمیدہ کا دودھ پیا ہو پھر رضاعی چچا نے فریدہ کا دودھ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے اور باعتبار نسب کے چچا یا عمہ کی ماں حلال
نہیں اس واسطے کہ چچا کی نسبی ماں یا سگی دادی ہے یا دادا کی مدخولہ اور یہہ دونو حرام ہیں وکذا اخت ولدہ و بنت عمتہ وبنت اخت ولدہ وام
اولاد اولادہ فہؤلاء من الرضاع حلال للرجل اور اسیطرح اپنی ولد کی عمہ اور ولد کی عمہ کی بیٹی اور اپنی لڑکی کی بہن کی بیٹی اور اپنے پوتوں کی ماں سو یہہ سب
رشتے ام الاخ سے یہاں تک رضاعت سے حلال ہیں مرد کو چنانچہ انکا بیان نظم کے ترجمہ میں گذرا لیکن دو کا بیان یہاں ضرور ہوا ایک یہہ کہ ولد کی عمہ کی بیٹی
رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اس واسطے کہ بعض کی بیٹی بھانجی ہوئی دوسری یہہ کہ ولد کی بہن کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اس واسطے کہ یا نواسی
ہے یا ربیبہ کی بیٹی سو دونو حرام ہیں وکذا اخو ابن المرأۃ لہا فہذہ عشر صور اور اسیطرح عورت کے بیٹے کا بھائی عورت کو حلال ہے یہہ صورت مکرر
ہو گئی ماتن کے قول ام اختہ سے یعنی مثلا جب زید کے بھائی کی ماں زید پر حلال ہوئی تو زید کے بھائی کی ماں پر زید بھی حلال ہوا سو زید اوس عورت کی بیٹے کا بھائی
ٹھہرا شارح کہتا ہے سو دس صورتیں ہوئیں پہلی صورت بھائی بہن کی ماں دوسری بیٹا بیٹی کی بہن تیسری بیٹا بیٹی کی دادی چوتھے چچا اور عمہ کی ماں پانچویں
ماموں اور خالہ کی ماں چھٹے ولد کی عمہ ساتویں ولد کی عمہ کی بیٹی آٹھویں ولد کی بہن کی بیٹی نویں پوتے کی ماں دسویں عورت کے بیٹے کا بھائی لیکن دسویں صورت
مکرر ہے اس واسطے کہ متقابلات سے ہے تو حقیقت میں نو صورتیں ہوئیں تحصل باعتبار الذکورۃ والانوثۃ الی عشرین یعنی یہہ دس صورتیں باعتبار مرد
اور عورت ہونے مضاف الیہ کے بیس صورتوں تک پہنچتی ہیں سو اگر مضاف الیہ کو سب صورتوں میں مرد فرض کیجئے تو یوں ہو گا بھائی کی ماں اور بیٹے کی
بہن اور بیٹے کی دادی اور چچا کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی عمہ اور بیٹے کی عمہ کی بیٹی اور بیٹے کی بہن کی بیٹی اور پوتے
کی ماں اور اگر مضاف الیہ کو عورت فرض کیجئے تو یوں ہوگا بہن کی ماں اور بیٹی کی بہن اور بیٹی کی دادی اور عمہ کی ماں اور خالہ کی ماں
اور بیٹی کی عمہ اور بیٹی کی عمہ کی بیٹی اور بیٹی کی بہن کی بیٹی اور پوتی کی ماں وباعتبار ما یحل لہ الی اربعین مثلا یجوز تزوجہ بام اختہ
وتزوجہا بابی اختہا اور اس اعتبار سے کہ یہہ بیس صورتیں مرد کو حلال ہیں یا عورت کو حلال ہیں تو چالیس صورتوں تک نوبت پہنچی گی مثلا جب
مرد کیواسطے حلت ہو تو اول صورت میں یوں کہا جائیگا کہ مرد کو اپنے بھائی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اور جب عورت کیواسطے حلت ہوگی تو اوسی صورت میں یوں کہیں
کہ عورت کو اپنے بھائی کے باپ سے نکاح کرنا درست ہے ہم جو متن اور شرح میں مثالیں ہیں سو مرد کی حلت کی ہیں اور عورت کی حلت میں یوں بولیں گے
کہ بھائی کا باپ اور بیٹے کا بھائی اور بیٹے کا دادا اور چچا کا باپ اور ماموں کا باپ بیٹے کا ماموں اور بیٹے کا ماموں کا بیٹا اور بیٹے کی بہن کا بیٹا اور پوتے کا
باپ عورت کو حلال ہے دو مثالوں میں خلاف قیاس تعبیر واقع ہوئی اس واسطے کہ بیٹے کا چچا اور بیٹے کی عمہ کا بیٹا نسب سے بھی حرام نہیں اور یہاں انکا
بیان ہے جو رضاعت سے حلال ہوں نہ نسب سے اور بعض نسخوں میں تزوجہا بابی اختہا کے مقام پر تزوجہا بابن اختہا واقع ہے سو غلط ہے کذا فی حاشیۃ
الدرر وکل منہا یجوز ان یتعلق الجار والمجرور اعنی من الرضاع تعلقا معنویا بالمضاف کام کان تکون لہ اخت نسبیۃ لہا

أُمٌّ رضاعيةٌ او بالمضاف اليه كالأخ كأن يكون له اخٌ نسبي له أُمٌّ رضاعيةٌ او بهما كأن يجتمع مع آخر على ثديٍ اجنبيةٍ وللأخيه رضاعاً
أُمٌّ أخرى رضاعيةٌ فهي مائة وعشرون وهذا من خواص كتابنا اور ہر ایک صورت کو ان چالیس صورتوں سے ضرب کیا جاوے اور مجرور یعنی من الرضاع باعتبار تعلق معنوی کے متعلق ہو مضاف سے
یعنی من الرضاع مقدر ہے بعد استثنا کے اس وجہ سے کہ مستثنیٰ منہ میں کیونکہ تو تقدیر کلام یون ہے کہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الا ام اخیہ من الرضاع سو یہہ جار مجرور مضاف
سے متعلق ہو جیسے ام اخیہ میں ام کا لفظ اسطرح کہ مثلاً زید کی نسبی بہن کی رضاعی ماں ہو یا من الرضاع متعلق ہو مضاف الیہ یعنی اخ کے لفظ سے اسطرح کہ اوسکے
بھائی نسبی کی رضاعی ماں ہو اور اس مثال میں شارح سے خطا ہو گئی یون کہنا ٹھیک تھا لہ اخ رضاعی لہ ام نسبیۃ یعنی رضاعی بھائی کی نسبی ماں ہو یا من الرضاع مضاف
اور مضاف الیہ دونو سے متعلق ہو اسطرح کہ ایک شخص دوسرے کے ساتھ اجنبی عورت کی چھاتی پر مجتمع ہو یعنی مثلاً زید خالد کے ساتھ اجنبی عورت کا کہ زینب نام ہے
دودھ پیوے اور اوسکے رضاعی بھائی کی زینب کے سوا اور رضاعی ماں ہو چنانچہ کلثوم سو کلثوم زید پر حلال ہے تو اس صورتمین بھائی بھی رضاعی ہے اور اوسکی ماں بھی رضاعی
ہے یعنی خالد اور کلثوم تو یہہ ایکسو بیس صورتین ہوئین اسطرح پر کہ چالیس صورتمین سے ہر ایک صورتمین تین صورتین نکلین باعتبار تعلق جار اور مجرور کے اور چالیس کو
تین میں ضرب دینے سے ایک سو بیس ہوتی ہین شارح کہتا ہے کہ ایسا بیان ہماری کتاب کے خواص میں سے ہے یعنی ایک سو بیس صورتین مسائل رضاعیہ میں نکالنا فقط
در المختار کا خاصہ ہے دوسری کتاب فقہ میں آج تک یہ بیان نہیں سید احمد طحطاوی نے کہا کہ ابن وہبان نے شرح منظومہ میں مسائل استثنا ہی رضاعت کے کچھہ اوپر ستر پہنچائے
بحر الرائق میں کہا کہ یہہ اپنی کتاب کا خاصہ ہے پھر صاحب بحر الرائق نے مسائل مذکورہ کو اکاسی تک پہنچایا اور صاحب نہر الفائق نے ایکسو ایک پہنچایا اور کہا کہ یہہ میری کتاب کے خصائص سے ہے سو شارح
نے چاہا کہ ایکسو بیس تک پہنچاوے سو اوسکا ارادہ پورا نہوا اسواسطے کہ نہر الفائق میں نو صورتون پر بنا تھی شارح نے دسوین صورت زیادہ کی سو مکرر ہو گئی چنانچہ
اسکا بیان سابق میں گذرا تو اس حساب سے ایکسو بیس سے بارہ صورتین نکل گئین تو وہی نہر الفائق والی ایکسو آٹھ صورتین باقی رہ گئین اور شیخ عابد محشی نے بھی دو
سو سولہ تک نوبت پہنچائی ہے اور کہا ہے کہ یہہ ہماری شرح کے خصائص سے ہے مترجم نے خوف طوالت کتاب سے اونکو ذکر نکیا واللہ اعلم القضاعۃ تشاکل بتلاحق الافکار
کا مطلب اس مقام میں حل ہو گیا وتحل اخت اخيه رضاعاً يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له اخ نسبي له اخت رضاعية وبالمضاف اليه
كأن يكون لاخيه رضاعاً اخت نسباً وبهما وهو ظاهر اور حلال ہے اپنے بھائی کی بہن باعتبار رضاعت کے صحیح ہے اتصال رضاعت کا مضاف سے جسطرح کہ اسکے
نسبی بھائی کی رضاعی بہن ہو اور صحیح ہے کہ مضاف الیہ سے متصل ہو جسطرح کہ اوسکے رضاعی بھائی کی نسبی بہن ہو اور یہہ بھی صحیح ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونو
متصل ہو اور وہ ظاہر ہے یعنی رضاعی بھائی کی رضاعی بہن ہو لیکن رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے مثل نسب کے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الخلاصۃ وكذا نسباً
بأن يكون لاخيه لابيه اخت لام فهو متصل بهما لا باحدهما للزوم التكرار كما لا يخفى اور اسیطرح حلال ہے اپنے بھائی کی بہن باعتبار نسب کے
اسطرح کہ سوتیلے بھائی کی مادری بہن ہو یعنی زید اور خالد ایک باپ میں مشترک ہوں اور ما دونو کی مختلف اور خالد اور کریمہ فقط ایک ماں میں مشترک اور باپ مین مختلف
تو زید کو کریمہ حلال ہے تو لفظ نسب کا مضاف اور مضاف الیہ دونو سے متصل ہے نہ ایک سے بسبب لازم آنے تکرار کے چنانچہ یہہ چھپا نہیں اسواسطے کہ اگر فقط مضاف
سے نسب متصل ہو تو مضاف الیہ رضاعی ہوگا اور اگر مضاف الیہ سے متصل ہو تو مضاف نسبی ہوگا اور یہہ دونو صورتین مسئلہ سابقہ میں داخل ہیں ولا حل بين
رضيعي امرأة لكونهما اخوين وان اختلف الزمن والاب اور حلت نہیں ایک عورت کے دو شیرخوارون میں اسواسطے کہ وہ دونو بھائی ہیں اگرچہ
مختلف ہو زمانہ شیرخوارگی کا اور مختلف ہو دونو کا باپ رضاعی ولا حل بين الرضيعة وولد مرضعتها اى التي ارضعتها وولد ولدها لانه ولد
الاخ اور حلت نہیں درمیان عورت شیرخوار کے اور اوسکی دائی کے بیٹے کے اسواسطے کہ دونو بہن بھائی ہیں اگرچہ دائی کے بیٹے نے اپنی ماں کا مطلق دودھ نپیا ہو اور
اسیطرح حلت نہیں شیرخوار عورت میں اور اوسکی دائی کے پوتے میں اسواسطے کہ دائی کا پوتا بھتیجا ہے اوسکا ولبن بكر بلغت تسع سنين فاكثر تحرم والا لا
جوہرہ اور دودھ کواری نو برس کی عمر والیکا اور زیادہ عمر والیکا حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے اور اگر نو برس سے عمر کم ہو تو اوسکے دودھ سے حرمت نہیں کذا
فی الجوہرۃ کواری عورت سے مراد یہہ کہ جسکی وطی نہوئی ہو نہ نکاح سے نہ زنا سے وكذا يحرم لبن ميتة ولو محلوباً فيصير ناكحها محرماً للميتة فييممها ويدفنها
اور اسیطرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے مردہ عورت کا دودھ اگرچہ برتن میں دوہا ہو تو ناکح رضیعہ میت کا محرم ہو گیا میت کا تو میت کو بلا حائل تیمم کرا دیگا اور

اوسکو دفن کرے یعنی ایک صغیر سنہ دودہ عورت کا دودہ پیا پھر اوس صغیرہ کے ایک مرد نے نکاح کیا تو صغیرہ کا زوج محرم ہوا میت کا یعنی داماد ہوا سو اگر وہاں عورتیں نہوں تو زوج
صغیرہ کا میت کو غسل کے بدلے تیمم کرادوے اور کپڑا اوٹھائے کی کچھ حاجت نہیں اور دفن بھی کردے اسواسطے کہ عورت کا دفن کرنا محرم کو بہتر ہے اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے
اسکا کیا وجہ ہے کہ میت کے دودہ پینے سے حرمت رضاعت کی ثابت ہوئی اور میت کے جماع سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں اوسکا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا بخلاف
وطیہا وفرق بوجہین انحلہ لا اللذۃ یعنی بخلاف وطی میت کے کہ اوس سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی اور وطی اور رضاعت میں فرق ثابت کیا ہے بسبب جود دغذا
ہونیکے نہ بسبب لذت کے یعنی مقصود اصلی رضاعت سے غذا ہے سو میت کے دودہ سے بھی حاصل ہے اور مقصود وطی سے لذت کا ملنا ہے سو میت کے جماع میں حاصل نہیں اسواسطے
دودہ سے حرمت ہوئی نہ جماع سے لیکن بیان فرق میں لذت کا ذکر کرنا خوب نہیں اسواسطے کہ اگر فقط لذت ثبوت مصاہرت کی علت ہو تو انزال الشہوت اور وطی فی الدبر سے بھی
حرمت مصاہرت کی ثابت ہوا ہو حالانکہ ایسا نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ حرمت مصاہرت کا سبب طلب ولد ہے اور جماع میت میں یہ امر حاصل نہیں کذا فی حاشیۃ
الدنی وبخلوط بماء اودواء اولبن اخری اولبن شاۃ اذا غلب لبن المرأۃ وکذا اذا استویا اجماعا لعدم الاولویۃ جوہرۃ اور اسیطرح حرمت
رضاعت کی ثابت کرتا ہے جو دودہ کہ مخلوط ہو پانی سے یا دوا سے یا دوسری عورت کے دودہ سے یا بکری کے دودہ سے بشرطیکہ عورت کا دودہ پانی وغیرہ سے غالب ہو اور اسیطرح جب دو
عورتوں کا دودہ برابر مخلوط ہو تو دونو عورتوں کی تحریم بالاتفاق ثابت ہوگی بسبب عدم ترجیح کے وعلق محمد الحرمۃ بالمرأتین مطلقا قیل وہو الاصح اور معلق
کیا ہے محمد نے حرمت کو دونو عورتوں سے مطلقا یعنی دونو عورتوں کے مخلوط دودہ سے دونو عورتوں کی حرمت ہرطرح سے ثابت ہے خواہ دونو دودہ برابر ہوں خواہ کم و بیش بعضوں نے کہا ہے کہ یہی قول
اصح ہے ولا یحرم المخلوط بطعام مطلقا وان حسّاہ حسوا وکذا الوجبنہ لانّ اسم الرضاع لا یقع علیہ محرمت ثابت نہیں کرتا وہ دودہ جو مخلوط ہے طعام سے
اگرچہ اوس مخلوط دودہ کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو اور اسیطرح اگر دودہ کو پنیر بنایا ہو تو بھی حرمت ثابت نہیں اسواسطے کہ نام رضاعت کا اوسپر نہیں واقع ہوتا یعنی پنیر کہانے کو
دودہ پینا نہیں بولتے کذا فی بحر الرائق ولا الاحتقان والاقطار فی اذن واحلیل وجائفۃ وآمّۃ اور حرمت ثابت نہیں کرتا دودہ سے حقنہ لینا اور کان
میں اور سوراخ ذکر اور پیٹ کے زخم اور سر کے زخم میں دودہ کا ٹپکانا ولا لبن رجل ومشکل الا اذا قال النساء انہ لا یکون علی غزارتہ الا للمرأۃ ولا لا
سوھرۃ اور حرمت ثابت نہیں کرتا مرد اور خنثی مشکل کا دودہ مگر جب کہ عورتیں خنثی مشکل کے دودہ کو کہیں کہ اس کثرت کا دودہ بجز عورت کے نہیں ہوتا تو البتہ اوس سے حرمت
ثابت ہوگی احتیاطا اور اگر عورتیں اوسکے دودہ کو یوں نہ کہیں تو حرمت نہ ثابت ہوگی کذا فی الجوہرہ مرد کے اگر دودہ نکلے تو وہ حقیقت میں دودہ نہیں اسواسطے کہ حقیقت میں
دودہ اوسکا ہوتا ہے جس سے ولادت متصور ہو ولا لبن شاۃ وغیرہا لعدم الکرامۃ اور حرمت رضاعت کی ثابت نہیں کرتا بکری کا دودہ اور اوسکے سوا اور حیوانات کا
دودہ بسبب عدم بزرگی کے یعنی حرمت رضاعت کی بطریق کرامت اور فضیلت کے باشتباہ جزئیت کے ہے اور آدمی اور بہائم میں جزئیت نہیں ولو ارضعت الکبیرۃ ولو
مبانۃ ضرتہا الصغیرۃ حرمتا وکذا لو اوجرہ رجل فی فیہما حرمتا ابدا ان دخل بالام او اللبن منہ والا جاز تزوج الصغیرۃ ثانیا اور اگر دودہ پلایا
زوجہ کبیرہ نے اگرچہ مطلقہ بائنہ ہو اپنی صغیرہ سوت کو اور اسیطرح اگر اوسکے دودہ کو کسی مرد نے زوجہ صغیرہ کے حلق میں ڈالدیا ہو تو کبیرہ اور صغیرہ دونو اپنے زوج پر ہمیشہ
حرام ہوجاوینگی اسواسطے کہ ماں اور بیٹی رضاعی کا اجتماع ہوا بشرطیکہ وطی کی ہو زوج نے ماں کی یعنی زوجہ کبیرہ کی یا دودہ کبیرہ کا زوج سے ہوا اور اگر زوجہ کبیرہ کی وطی نکی ہو
اور دودہ زوج سے نہو تو جائز ہے زوج کا نکاح کرنا صغیرہ سے دوسری بار اسواسطے کہ پہلا نکاح بسبب جمع ہونے ماں اور بیٹی کے ٹوٹ گیا اور دوسرا نکاح صحیح ہوا کہ زوجہ کبیرہ مدخولہ
نتھی تو صغیرہ ربیبہ ہوئی اور ربیبہ سے نکاح درست ہے جب اوسکی ماں مدخولہ نہو اور کبیرہ سے مطلقا نکاح جائز نہیں سواسطے کہ بیٹی کا فقط نکاح ماں کو حرام کردیتا ہے دخول ہو یا نہو اور
اگر کبیرہ غیر مدخولہ نے بعد طلاق کے صغیرہ کو دودہ پلایا تو صغیرہ کا نکاح فسخ نہوگا اسواسطے کہ پلانے کے وقت کبیرہ سوت صغیرہ کی نرہی اسواسطے کہ غیر مدخولہ کی عدت نہیں کذا فی
حاشیۃ الدنی ولا مہر للکبیرۃ ان لم توطأ لمجی الفرقۃ منہا وللصغیرۃ نصفہ لعدم الدخول اور کچھ مہر نہیں زوجہ کبیرہ کا بشرطیکہ مدخولہ نہو بسبب آنے جدائی
کے اوسکی طرف سے اور زوجہ صغیرہ کو نصف مہر ملیگا بسبب عدم دخول کے اور اگر کبیرہ مدخولہ ہوگی تو کل مہر پاویگی لیکن عدت کا نفقہ اوسکو نملیگا ویرجع الزوج بہ علی
الکبیرۃ وکذا علی الموجر ان تعمدا الفساد بان تکون عاقلۃ طائعۃ مستیقظۃ عالمۃ بالنکاح وبافساد الرضاع ولم تقصد دفع جوع او
ھلاک والا لا اور رجوع کریگا زوج مہر کو کبیرہ پر اور اسیطرح اوس مرد پر جسنے اوسکا دودہ صغیرہ کے حلق میں ڈالا یعنی نصف مہر جو صغیرہ کو دیا اوسکو کبیرہ سے بہرلے بشرطیکہ کبیرہ نے دودہ

پلانے سے فساد نکاح کا قصد کیا ہو اسطرح پر کہ کبیرہ دودھ پلانے کیوقت عاقل ہو اور اپنی خوشی دودھ پلایا ہو جاگتی ہو صغیرہ کے نکاح کو اور رضاعت سے فساد نکاح کو جانتی ہو اور دفع
گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کا مقصود نہو تب اوسکو نصف مہر دینا ہوگا والا لا لان التسبب یشترط فیہ التعدی اور اگر کبیرہ نے دودھ پلانے سے فساد نکاح کا قصد نکیا اسطرح
کہ وہ اوسوقت مجنونہ تھی یا سوتی تھی یا اوسپر کسی نے جبر کیا یا وہ نکاح صغیرہ کو اور فساد رضاعت کو نجانتی تھی یا اوسکو دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کی مقصود تھی تو
ان صورتوں مین زوج نصف مہر کو کبیرہ سے نہ لیسکیگا اسواسطے کہ ضمان دینے مین تعدی اور زیادتی شرط ہو اور ان صورتون مین کبیرہ کی تعدی نہین والقول لھا ان
لم یظہر منہا تعمد الفساد معراج اور قول کبیرہ کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر اوسکی طرف سے فساد کا قصد ظاہر ہو کذا فی معراج الدرایۃ ... ابن فاعتدت
وتزوجت باٰخر فحملت وارضعت فحکمہ من الاول لانہ منہ بیقین فلا یزول بالشک ویکون ربیبا للثانی حتی تلد فیکون اللبن من الثانی
طلاق دیا زوج نے دودھ والی زوجہ کو پھر وہ عدت مین رہی اور بعد عدت کے اوسنے دوسرے زوج سے نکاح کیا سو اوسکو حمل رہ گیا اور اوسنے کسی صغیرہ کو دودھ پلایا
تو حکم اس دودھ کا زوج اول کیطرف ہوگا اسواسطے کہ یہہ دودھ زوج اول کا ہے بالیقین تو یہہ یقین زائل نہوگا شک سے تو صغیرہ زوج اول کا بیٹا ہوگا اور زوج ثانی
کا ربیب ہوگا تو زوج ثانی کے بیٹی کا نکاح اس صغیرہ سے جائز ہوگا زوج اول کا حکم ثابت رہیگا یہانتک کہ وہ عورت جنے پھر جب جنے گی تو اب زوج ثانی سے دودھ ثابت ہوگا
والوطی بالشبھۃ کالحلال قیل وکذا الزنا والاوجہ لا فتح اور شبہہ کی وطی حلال وطی کی برابر ہے حرمت کی رضاعت کے ثبوت مین اور بعضون نے کہا اور
اسیطرح زنا سے بھی حرمت ثابت ہوتی ہے اور قول معقول یہہ ہے کہ زنا کے دودھ سے حرمت نہین کذا فی فتح القدیر مثلا ایک عورت کی وطی ہوئی شبہہ سے سو وہ حاملہ
ہوئی اور جنی اور پھر اوسنے نکاح کیا بعد اسکو دودھ پلایا صغیر کو تو یہہ صغیر بیٹا اوس مرد کا ہوگا جسنے شبہہ سے وطی کی تہ اوسکے زوج کا اور اسیطرح زنا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
قال لزوجتہ ھذہ رضیعتی ثم رجع عن قولہ صدق لان الرضاع مما یخفی فلا یمنع التناقض فیہ ایکمرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہہ میری
رضاعی بہن ہے پھر اپنے اس قول سے پلٹا یعنی منکر ہوا کہ مین نے غلطی سے کہا تہا تو اوسکو صادق جانینگے اور زوجہ کی تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شیرخوارگی اس
قسم کی چیز ہے کہ مخفی رہ سکتی ہے تو اوسمین تناقض قول کا ممنوع نہین ولو ثبت علیہ بان قال بعدہ ھو حق کما قلت ونحوہ ھذا فسر الثبات فی
الھدایۃ وغیرھا فرق بینہما اور اگر ثابت رہا زوج اول اقرار پر اسطرح پر کہ اوسکے بعد بھی کہے گیا کہ قول اول حق ہے جیسا کہ مین نے کہا اور مانند اس کلام کے ایسی ہی
تفسیر ثبات کی ہدایہ وغیرہ مین ہے تو درصورت ثبات تفریق کروائی جائیگی زوج اور زوجہ مین خانیہ مین ہے کہ قاضی تفریق کردیگا کذا فی حاشیۃ الدر وان اقرت المرأۃ
بذلک ثم اکذبت نفسہا وقالت اخطات وتزوجہا جاز کما لو تزوجہا قبل ان تکذب نفسہا وان اصرت علیہ لان الحرمۃ لیست الیہا
قالوا وبہ یفتی فی جمیع الوجوہ بزازیہ اور اگر اقرار کیا عورت نے اسکا یعنی یون کہا کہ مرد میرا رضاعی باپ ہے یا بھائی اور مرد اوسکا منکر ہے پھر عورت نے
اپنے کو جھٹلایا اور کہا کہ مین نے خطا کی تھی دعوی رضاعت مین اور اس مرد نے اوس عورت سے نکاح کیا تو درست ہے چنانچہ مرد کو جائز ہے کہ عورت سے نکاح کرلے قبل اسکے
کہ عورت اپنی خطا کی قائل ہو اگرچہ عورت دعوی رضاعت پر مصر رہے تو بھی نکاح درست ہے اسواسطے کہ شرع مین حرمت کا اختیار عورت کو نہین دیا علمانے کہا کہ اسی پر
فتوی ہے جمیع اقسام مین کذا فی البزازیہ یعنی مرد کو نکاح کرنا اور اوسکے پاس رہنا حلال ہے خواہ عورت نے مرد کو باپ رضاعی کہا ہو خواہ بھائی یا یون کہا ہو کہ مین نے
اوس سے خلع کیا ہے یا اوسنے مجھکو طلاق بائن دی ہے سو اوسکو بستر پاس رہنا نچاہئے اور مرد کو باوجود ایسے اقرارون کے نکاح اسواسطے جائز ہوا کہ عورت کا مستعد ہونا نکاح
پر دلیل ہے کہ وہ دعوی رضاعت مین جھوٹی ہے یہہ فتوی ہے لیکن ایسے مقام مین تقوی یہہ ہے کہ نکاح نکرے اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہے کہ جو شبہات سے بچا اوسکا
دین سلامت رہا کذا فی حاشیۃ الدر ومفادہ انہا لو اقرت بثلاث من رجل حل لہا تزوجہ اور مفاد تعلیل سابق کا یہہ ہے کہ اگر عورت اقرار کرے
تین طلاق کا ایکمرد سے تو حلال ہے اوس عورت کو اوس مرد سے کہ نکاح کرلے اسواسطے کہ طلاق عورت کے حق مین مخفی رہ سکتی ہے تو اوسکو رجوع کرنا اس اقرار سے درست ہے کذا
فی النہر عن الصغری لیکن یہہ حکم ظاہر کا ہے اور اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو باعتبار دیانت کے عورت کو نکاح اوس مرد کا حلال نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
عن الحلبی اقرا بذلک جمیعا ثم اکذبا انفسہما وقالا اخطأنا ثم تزوجہا جاز اگر اقرار کیا اس رضاعت کا عورت مرد دونون نے پھر دونون نے اپنے کو جھٹلایا
اور کہا کہ ہمنے خطا کی اقرار رضاعت مین پھر مرد نے اوس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہے اور اگر قیام نکاح کی حالت مین یون کہا تو دونون مین تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ

وما ذا الاقرار بالنسب لکن لا یلزمہ الا ما ثبت علیہ بل لو قال ہذہ اختی او امی ولیس نسبہا معروفا ثم قال اوہمت صدق فی دیانۃ ثبت علیہ

للبیان فرق بینہما اور مستلزم اقرار نسب کا مرد کو لازم نہیں مگر جس اقرار پر کہ ثابت اور قائم رہے سو اگر ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری بہن ہے یا ماں ہے اور عورت کا نسب مشہور

نہ ہو پس بعد اسکے کہا کہ میں نے اقرار نسب میں خطا کی تو اوسکی تصدیق کیجاوے گی یعنی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ غلط اور اشتباہ نسب میں رضاعت زیادہ متصور ہو اور اگر مرد اپنا

اقرار نسب پر قائم رہے تو زوجین میں تفریق کرا دیجاوے گی لیکن اگر عورت کا نسب مشہور ہوگا تو مرد کے اقرار کرنے اور ثابت رہنے سے تفریق نہ واقع ہوگی اور اسیطرح اگر عورت کا بہ

سبب عمر کے لائق نہوگا تو بھی تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ اللکھنوی والرضاع حجۃ حجۃ المال وہی شہادۃ عدلین او عدل

وعدلتین لکن لا یقع الفرقۃ الا بتفریق القاضی لتضمنہا حق العبد اور رضاعت کی حجت کا ثبوت وہی ہے جو حجت ثبوت مال کی اور ثبوت مال کی حجت گواہی دو

عادل مرد کی یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی لیکن اگر دو عادل مرد گواہی رضاعت کی دینگے تو زوجین میں فرقت نہ واقع ہوگی بدون قاضی کی تفریق کے اسواسطے

کہ شہادت متضمن ہے حق العبد کو یعنی اگر نکاح قائم ہے تو ابطال حق عبد ہوتا ہے اور اگر نکاح نہیں تو ابطال حلت نکاح ہوتا ہے تو فقط گواہی سے ثبوت رضاعت کا نہوگا بدون

حکم قاضی کے وقیل یتوقف ثبوتہ علی دعوی المرأۃ والظاہر لا لتضمنہا حرمۃ الفرج وہو من حقوقہ تعالی اور کہا ہے موقوف ہے ثبوت رضاع کا عورت کے

دعوی پر اور ظاہر یہ ہے کہ عورت کے دعوی پر ثبوت اوسکا موقوف نہیں بسبب متضمن ہونے رضاعت کے شرمگاہ کی حرمت کو اور وہ حق تعالی کے حقوق سے ہے اور ثبوت حق اللہ دعوی پر

موقوف نہیں کما فی الشہادۃ بطلاقہا ثبوت رضاع دعوی پر موقوف نہیں جیسے کہ عورت کی طلاق کی گواہی میں دعوی عورت کا ضرور نہیں اسواسطے کہ حق اللہ دعوی پر

موقوف نہیں ولو شہد عندہا عدل ان علی الرضاع بینہما او طلاقہا ثلثا وہو یجحد ثم ماتا او غابا قبل الشہادۃ عند القاضی لا یسعہا المقام

معہ ولا قتلہ بہ یفتی ولا التزوج بآخر وقیل لہا التزوج دیانۃ شرح وہبانیہ اور اگر گواہی دی نزدیک عورت کے دو عادل گواہوں نے دو عورتوں کی

رضاعت پر یعنی یوں گواہی دی کہ وہ عورت اور اوسکا زوج مثلا رضاعی بھائی بہن ہیں یا گواہی دی دو عادلوں نے عورت کی تین طلاق پر اور زوج اوسکا انکار کرتا ہے

پھر دونوں شاہد مر گئے یا وہاں سے غائب ہو گئے قاضی کے پاس گواہی دینے سے پہلے نہیں جائز ہے عورت کو مرد کے ساتھ قیام کرنا اسواسطے کہ حرمت رضاعت کی ثابت ہو گئی فقط حکم

قاضی کا باقی رہ گیا اور نہ عورت کو جائز ہے زوج کا قتل کرنا اور اسی پر فتوی ہے یعنی قول سے بعضوں نے کہا کہ اگر عورت کو قدرت ہو زوج کے روکنے کی تو اوسکو زہر سے مار ڈالے تا حرام

سے بچے لیکن اس روایت پر فتوی نہیں اسواسطے کہ حکم قاضی کا رضاعت کی گواہی سے منفصل نہیں ہوا کہ ثبوت کامل ہوتا اور پھر بھی عورت کو جائز نہیں کہ تین طلاق کی گواہی سنکر

دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کرلینا باعتبار دیانت کے جائز ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ شیخ عابد سندھی مدنی نے شرح وہبانیہ کی عبارت

نقل کی اس مضمون کی اگر دو گواہ زوج اور زوجہ کی رضاعت کی گواہی دیں تو عورت کو مرد کے پاس سے بھاگ جانا حلال ہے اور دوسرے زوج سے نکاح کرلینا دیانۃ درست ہے العیون

سے منقول ہے کہ عورت کو پھر جائز نہیں تو تضعیف شارح کی مخالف ہے اسکے فروع مسائل لمحہ شارح کے قضی القاضی بالتفریق برضاع بشہادۃ امرأۃ او لو

حکم کیا قاضی نے تفریق زوجین کا رضاعت کے سبب گواہی دینے ایک عورت کے تو بھی حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ شہادت کامل نہیں متکحل ہے جگل تک زوجہ لڑکی تم تو سی

ایک مرد نے اپنی زوجہ کی چھاتی تو زوجہ حرام نہوگی اسواسطے کہ جوان کی رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تزوج صغیرتین فارضعتہما امرأۃ وتبانتا من

رجل لو تضمنا وان تعمدتا الفساد لعرض حینہ بالاخبئیۃ نکاح کیا دو صغیرہ سے پھر دو دودھ پلا دیا ایک صغیرہ کو عورت نے یعنی ایک عورت نے ایک صغیرہ کو پلایا اور دوسری

عورت نے دوسری صغیرہ کو پلایا اور وہ دونوں عورتوں کا ایک مرد سے ہے یعنی دونوں کا زوج ایک ہی ہے تو دونوں عورتیں نصف نصف مہر کی ضامن نہوں گی اگر یہ دونوں عمدا فساد نکاح

اسواسطے کہ فساد نکاح کا سبب بہن ہو جانا دونوں صغیرہ کے ہو گیا یعنی جب دونوں عورتوں کا دودھ ایک مرد کے نطفہ سے ہوا تو وہ مرد رضاعی باپ ہوا دونوں صغیرہ کا اور دونوں صغیرہ

آپسمیں ایک دوسری کی بہن ہو گئیں نکاح ٹوٹ گیا بسبب جمع بین الاختین کے اور زوج کو نصف نصف مہر دونوں کو دینا پڑا لیکن زوج اس مہر کو دودھ پلانے والیوں سے نہیں

لے سکتا اسواسطے کہ ہر واحد کے فعل سے حرمت نہیں ہے یعنی اون پر ضمان آوے بلکہ حرمت تو بسبب بہن ہو جانے دونوں کے حاصل ہو گئی قبل کالابن زوجۃ ابیہ وقال تعمدت الفساد

تغرم المہر لو وطیہا وقال ذلک لا للزوم الحد بل لتلزم المہر بوسہ لیا بیٹے نے باپ کی زوجہ کا اور کہا کہ میں نے عمدا فساد نکاح باپ کا کیا تو بیٹا مہر کا ضامن ہوگا

بسبب قصد کے اور اگر بیٹے نے باپ کی زوجہ کی وطی کی اور یہی کہا یعنی فساد نکاح کیواسطے عمدا میں نے وطی کی تو مہر کا ضامن نہوگا اسواسطے کہ بسبب حد زنا کی لازم آئی تو

مرۃ لازم ہوگا اسواسطے کہ عدد اور مہر دینا جمع نہیں ہوتا واللہ اعلم **کتاب الطلاق** ہو لغۃ رفع القید لکن جعلوہ فی المرأۃ طلاقا وفی
غیرھا اطلاقا فلذا کان انت مطلقۃ بالسکون کنایۃ یہہ کتاب ہے جسمین مسائل طلاق کے مذکور ہین طلاق لغت عرب مین بمعنی رفع قید ہو یعنی بند کھولنا لیکن فقہانے
عورت کی رفع قید نکاح مین طلاق بولنا قرار دیا ہو اور عورت کے سوا اور چیز کی رفع قید مین اطلاق مستعمل ہے تو اسیواسطے انت مطلقۃ بسکون طا کنایہ ہو طلاق ہی اسواسطے کہ
مطلقہ اطلاق سے مشتق ہے اور اطلاق بمعنی طلاق کے مستعمل نہین وشرعا رفع قید النکاح فی الحال بالبائن او المآل بالرجعی بلفظ مخصوص ہو ما اشتمل علی
الطلاق فخرج الفسوخ کخیار عتق وبلوغ وردۃ فانہ فسخ لا طلاق اور طلاق شرع مین رفع قید نکاح کو کہتے ہین خواہ رفع قید فی الحال ہو جیسے کہ طلاق بائن سے
یا آخر کار رفع قید ہو جیسے کہ طلاق رجعی سے بعد گذرنے عدت کے اسواسطے کہ زوج کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہو اور اگر زوج عدت مین مرجائے تو زوجہ اسکی وارث ہوگی رفع
قید نکاح ہو بواسطے لفظ مخصوص کے لفظ مخصوص سے مراد وہ ہو جو شامل ہو طلاق پر طلاق صریح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن تو لفظ مخصوص کی قید سے فسوخ نکاح نکل گئے جیسے خیار عتق
لونڈیکا اور خیار بلوغ صغیر اور صغیرہ کا اور فسخ بسبب ارتداد کے تو تفریق ان صورتون مین فسخ ہے نہ طلاق چنانچہ شارح نے باب الولی مین اقسام فسخ اور طلاق کے
اشعار مفصل بیان کیے ہین اور مراد قید نکاح سے وہ احکام ہین جو نکاح صحیح مین ثابت ہین چنانچہ حلت وطی اور حلت نظر اور ملک تمتع اور ملک حبس وغیر ذلک وبھذا علم ان
عبارۃ الکنز والملتقی منقوضۃ طردا وعکسا بحر اور اس لفظ مخصوص کی قید سے معلوم ہوگیا کہ مقرر عبارت کنز اور ملتقی الابحر کی تعریف طلاق مین منقوض ہے
باعتبار جمع اور منع کے کذا فی البحر الرائق کنز اور ملتقی مین یہہ عبارت ہو کہ الطلاق رفع القید الثابت شرعا بالنکاح یعنی طلاق عبارت ہو رفع قید نکاح سے جو شرعا ثابت ہے
تو یہہ تعریف افراد محدود کو یعنی طلاق کو جامع نہین کیونکہ رجعی کو شامل نہین اسواسطے کہ اوسمین رفع قید بالفعل نہین بلکہ بعد عدت کے ہو اور غیر محدود کی مانع نہین اسواسطے کہ
تفریق ارتدادی او خیار بلوغ اور خیار عتق وغیرہ پر بھی یہہ تعریف صادق آتی ہے اور حالانکہ یہہ جدائیان فسخ ہین طلاق نہین سو اسواسطے مصنف نے لفظ مآل کا زیادہ کیا
تاکہ طلاق رجعی داخل ہے اور لفظ مخصوص کو بھی زیادہ کیا تاکہ یہہ فسوخ حد طلاق سے نکل جاوین وایقاعہ مباح عند العامۃ لاطلاق الآیات اکمل اور طلاق
دینا مباح ہو نزدیک جمہور فقہا کے بسبب مطلق ہونے آیات طلاق کے کما ذکرہ اکمل یعنی آیات قرآنی مین طلاق کی اجازت ہو بلا قید تو یہہ دلیل ہے اباحت کی نہ کراہت
کی لیکن ابغض المباحات ہو چنانچہ ابوداود و حاکم نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق اسواسطے کہ
وصال زوجین کا قاطع ہو اور قلت تناسل کا باعث ہو یعنی فی نفسہ طلاق بکراہت وجوہ سے مبغوض ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا طلاق دینا بھی ثابت ہو اگر مکروہ ہوتا تو حضرت
سے نہ واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ الدرر وقیل قائلہ الکمال الاصح حظرہ ای منعہ الا لحاجۃ کریبۃ وکبر والمذھب الاول کما فی البحر اور بعضون نے کہا یعنی کمال الدین
بن الہمام نے کہ قول اصح یہہ ہو کہ طلاق ممنوع ہو مگر وقت حاجت کے ممنوع نہین حاجت جیسے اشتباہ حرام کاری زوجہ کا یا بڑہاپا عورت کا اور قوی مذہب پہلا ہو یعنی اباحت
قوی ہو بسبب اطلاق آیات کے اور فعل نبوی کے کذا فی البحر الرائق لیکن یہان سوال وارد ہوتا ہو کہ فقہانے طلاق کو مباح قرار دیا ہو اور بعضے مسائل کی تعلیل مین کہا ہو کہ
طلاق اصل مین ممنوع ہو حاجت کیواسطے جائز ہو تو اباحت اور منع مین صریحا تناقض ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا وقولھم الاصل فیہ الحظر معناہ ان الشارع
ترک ھذا الاصل فاباحہ بل یستحب لو موذیۃ او تارکۃ صلوۃ غایۃ اور فقہا کا یہہ قول کہ اصل طلاق مین منع ہو اسکی یہہ مراد ہو کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا
سو اوسکو مباح کردیا تو حقیقت مین اباحت اور منع کے دو قولون مین تناقض باقی نرہا جب شرع مین اصل متروک ہوئی تو اباحت بلا تردد ثابت ہوگئی بلکہ طلاق مستحب ہے
اگر زوجہ قول اور فعل سے ایذارسانی کرے یا تارک الصلوۃ ہو کذا فی الغایۃ ومفادہ ان لا اثم بمعاشرۃ من لا تصلی اور مفاد تعلیل استحباب کا یہہ ہو کہ گناہ
نہین بے نماز عورت کے ساتھہ رہنے مین اسواسطے کہ اگر گناہ ہوتا تو طلاق واجب ہوتی نہ مستحب ویجب لو فات الامساک بالمعروف اور طلاق واجب ہو اگر فوت ہو
دستور کے موافق رکھنا چنانچہ اگر زوج خصی ہو یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو یا شکار ہو یعنی عورت کو ہاتھہ لگانے سے منزل ہو جاتا ہو بیرو وطی کے واسطے استادگی نہو تو ان
صورتونمین طلاق واجب ہو اسواسطے کہ اسمین عورت کی حق تلفی ہے ویحرم لو بدعیا اور طلاق حرام ہو اگر بدعی ہو بدعت کی طلاق یہہ کہ حیض مین طلاق دے یا طہر
مین وطی کے بعد طلاق دے یا تین طلاق ایک لفظ سے دیوین یا تین طلاق ایک آن مین دین چنانچہ نسائی مین حدیث مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر معلوم ہوئی
کہ ایک مرد نے تین طلاق یکبارگی دی تو غضب مین کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل ہوتا ہے میرے رو برو یعنی یکبارگی قرآن مجید مین اجازت نہین اور ابن عمر کی حدیث

میں ثابت ہے کہ ابن عمرؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ اگر میں طلاق دیتی تو کیسا فرمایا کہ تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہو گئی کذا فی حاشیۃ الہدایہ
و من ثم قال فی الملتقی بعیس المکارہ اور طلاق کی خوبی اس سے یہ ہے کہ بسبب طلاق کے کراہات سے نجات ہوتی ہے یعنی مرد طلاق سے عورت کی بدخلقی سے بچتا ہے اور اگر تعدد وقوع
تو ماں نفقہ کی فکر سے نجات پاتا ہے اور اگر دو عورتیں ہیں تو ایک کی طلاق سے زینت باری کی کشاکش سے چھٹکارا پاتی ہے اور ایک دو طلاق پر جدائی نہ مقرر ہوئی تاکہ اگر طلاق سے
ندامت ہو تو تدارک کر سکے اور تین عدد اس واسطے معین ہوئی کہ اقل جمع ہے وبہ یعلم ان طلاق الدور بخوان طلقتک فانت طالق قبلہ ثلثا واقع اجماعا
کما حررہ العلامۃ فی الجواہر الفتاوی حتی لو حکم بصحۃ الدور حاکم لا ینفذ اصلا اور اسی سے یعنی خلاصی کراہات سے معلوم ہوا کہ طلاق دور کا
واقع ہونا جیسا کہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہے جواہر الفتاوی کی طرف نسبت کر کے بیان تک کہ اگر کوئی صحت دور کا حکم کرے یعنی بسبب طلاق دور کے عدم طلاق کا حکم دے تو
اوسکا حکم ہرگز جاری نہ ہوگا اس واسطے کہ مخالف ہے اجماع کے طلاق دوریہ ہے جیسے کوئی اپنی عورت سے کہے کہ میں تجھکو طلاق دوں تو طلاق دینے سے پہلے تجھ پر تین طلاق ہیں اسکو
طلاق دوریہ اس واسطے کہا کہ اسمیں امر دائر ہے درمیان دو منافی کے اس واسطے کہ لازم آتا ہے کہ جب طلاق دے تو تین طلاق اوس سے پہلے واقع ہو جاوین اور جب تین طلاق پہلے
پڑگئیں تو لازم آتا ہے کہ یہ طلاق نہ واقع ہو اور اس مقام میں دور سے وہ مراد نہیں جو علم کلام میں مصطلح ہے خلاصہ یہ کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے بسبب لغو ہونے قبلیت
کے اس واسطے کہ خلاصی کراہات محاسن طلاق سے ہے سو اگر طلاق نہ واقع ہو تو یہ حکمت فوت ہوتی ہے پس جب قبلیت لغو ہوئی تو گویا اوس نے یون کہا کہ ان طلقتک فانت
طالق ثلثا یعنی اگر تجھکو طلاق دوں تو تجھ پر تین طلاق ہیں پھر جب وہ طلاق دیگا تو ایک طلاق پڑیگی پھر اوسکے بعد تین طلاق پڑین گی تین میں سے ایک لغو ہوگی
کہ اوسکی گنجایش نہیں تو تین طلاق پڑجاوینگی ایک پہلی اور دو پچھلی ابن سریج شافعی قائل ہے کہ طلاق دور واقع نہیں ہوتی بعض صالحین نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے پوچھا کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے یا نہیں فرمایا کہ جو طلاق دور کے عدم وقوع کا قائل ہوا اوس نے میری امت کو گمراہ کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی
واقسامہ ثلثۃ حسن و احسن و بدعی یأثم بہ اور اقسام طلاق کے تین ہیں ایک حسن یعنی خوب دوسرا احسن یعنی خوبتر تیسرا بدعی یعنی بدعت والا جسکے فعل سے آدمی
گنہگار ہوتا ہے بدعت سے مراد یہان بدعت محرمہ ہے والفاظہ صریح و ملحق بہ و کنایۃ اور الفاظ طلاق کے بھی تین ہیں ایک صریح دوسرا ملحق تیسرا کنایہ طلاق صریح وہ
جو طلاق کے سوا اور معنوں میں مستعمل نہو اور نیت کا محتاج ہو جیسے لفظ طلاق اور طالق اور تطلیق اور مطلقہ کہ ان الفاظ سے طلاق پڑجاتی ہے نیت طلاق کی کرے یا نکرے لیکن وقوع
طلاق میں عورت کا خطاب شرط ہے تو اگر عورت نے مرد سے طلاق چاہی ہو اور اوسنے کہا کہ طالق طالق طالق یا یون کہا کہ طلاق طلاق طلاق تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ
خطاب عورت کی طرف نہیں چنانچہ حموی نے شرح کنز میں اسکی تصریح کردی ہے پھر طلاق صریح کا حکم رجعی ہوتی ہے جیسے ایکبار یا دو بار طلاق دینا اور کبھی بائن ہوتی ہے جیسے تین بار
طلاق دینا اور ملحق بصریح جیسے لفظ حرام اور تحریم کا کہ اسمیں بھی نیت کی حاجت نہیں اور کنایہ وہ جو طلاق اور غیر طلاق دونوں کا محتمل ہو اسمیں بدون نیت کے طلاق
نہیں پڑتی کذا فی حاشیۃ الدر ومحلہ المنکوحۃ اور محل طلاق کا منکوحہ ہے یعنی جسپر طلاق واقع ہوتی ہے سو منکوحہ عورت ہے تو لونڈی محل طلاق کا نہیں مولی کے حق
میں واھلہ زوج عاقل بالغ مستیقظ اور اہل طلاق کا زوج ہے جو عاقل اور بالغ اور جاگتا ہو تو مولی اور اجنبی زوج کی قید سے نکل گیا اور مجنون اور صبی
اور سوتا آدمی بھی نکل گیا یعنی انکی طلاق نہیں واقع ہوتی ورکنہ لفظ مخصوص خال عن الاستثناء اور رکن طلاق کا لفظ مخصوص ہے جو خالی ہو استثنا سے
لفظ مخصوص سے فسوخ نکل گئے اور معلوم ہوا کہ اگر انشاء اللہ کی قید طلاق میں متصل کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ لفظ مخصوص استثنا سے خالی نہیں
طلقۃ رجعیۃ فقط فی طہر لا وطی فیہ وترکہا حتی تمضی عدتہا احسن بالنسبۃ الی البعض الاخر فقط ایکبار طلاق رجعی دینا اوس طہر میں جسمیں وطی
نہیں ہوئی اور چھوڑنا اوسکا یعنی دوسری نہ دینا یہانتک کہ اوسکی عدت گذر جاوے یہ طلاق احسن ہے بنسبت اور دوسری طلاق کے یعنی حسن اور بدعی سے احسن ہے
نہ یہ کہ فی نفسہ احسن ہے تو اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہوا جو بعضوں نے کہا کہ طلاق حسن یا احسن کہنا کیونکر درست ہوگا حالانکہ وہ ابغض المباح ہے وطلقۃ
لغیر موطوءۃ ولو فی حیض ولموطوءۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ اطہار لا وطی فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ فیمن تحیض وثلثۃ اشہر
فی حق غیرہا حسن وسنی فعلم ان الاول سنی بالاولی اور ایک طلاق دینا غیر مدخولہ کو اگرچہ طلاق حیض میں واقع ہو اور زوجہ مدخولہ کو جدا جدا تین طلاق
دینا تین طہر میں جنمیں وطی نہوئی ہو اور نہ اون حیض میں وطی ہوئی ہو جو تین طہر سے پہلے تھا اور نہ اسمیں طلاق ہوئی ہو یعنی حیض ہونیوالی عورت کے حق میں ہے اور تفریق تین

طلاق کی تین مہینے مین اوس عورت کے حق مین جسکو حیض نہین آتا یعنی بڑی عمر والی اور صغیرہ اور حاملہ تو ان شرطون سے طلاق دینا طلاق حسن ہے اور سنی
یعنی مسنون ہے سو جب کہ طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن بطریق اولی مسنون ہوگی کہ اوسمین فقط ایک ہی طلاق ہے خالی طہر مین جسکی عدت تک اور مسنون کے یہہ معنی
کہ لائق عتاب کے نہین اور یہہ مراد نہین کہ اوسمین کچھہ ثواب ہے اسواسطے کہ طلاق فی نفسہ عبادت نہین کہ ثواب کی توقع ہو وحلّ طلاقهن ای الآيسة والصغيرة
والحامل عقب وطء لان الكراهة فيمن تحيض لتوهم الحبل وهو مفقود هنا اور حلال ہے طلاق دینا اونکا یعنی آیسہ اور صغیرہ اور حاملہ کا بعد وطی کے بھی کیونکہ
کراہت طلاق کی حیض والی عورتون مین بسبب احتمال حمل کے ہی اور احتمال حمل کا یہان یعنی ان عورتون مین مفقود ہے آیسہ وہ عورت ہی جسکا حیض بڑھاپے کی عمر کے سبب
بند ہوگیا ہو سو پچپن برس والی عورت آیسہ ہے قول اظہر مین اور جسکی عمر نو برس سے کم ہو وہ صغیرہ ہے بنابر قول مختار کے والبدعي ثلث متفرقة او ثنتان بمرة او مرتين
فی طہر واحد لا رجعة فیه او واحدة فی طہر وطئت فیه او واحدة فی حیض موطوءة اور طلاق بدعی یہہ کہ تین طلاق دینا جدا جدا یا دو طلاق کیبارگی یعنی
ایک لفظ سے یا طلاق دو لفظ سے ایک طہر مین جسمین رجعت نہین یا ایک طلاق دینا اوس طہر مین جسمین وطی ہوچکی ہے یا ایک طلاق دینا مدخولہ کے حیض مین یہہ سب
صورتین طلاق بدعی کی ہین سو جب تین طلاق متفرق بدعی ہوئین تو یکبارگی تین طلاق دینا بطریق اولی بدعی ہوگا اور اگر طہر مین طلاق بدعی دیکر رجعت کریگا تو طلاق
بدعی باقی رہیگی ظاہریہ اور شیعہ کے نزدیک تین طلاق یکبارگی دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے نہ تین اور ہمارے نزدیک تینون واقع ہوجاتی ہین اگرچہ تین
طلاق دینا یکبارگی گناہ ہے ہماری دلیل حدیث عجلانی کی ہے جو صحیح بخاری اور مسلم مین مروی ہے اوسمین یہہ مضمون ہے کہ عجلانی نے تین طلاق بدون اجازت
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دی اور حضرت نے اوسپر انکار نفرمایا تو اس حدیث سے تینون کا وقوع ثابت ہوا کذا فی حاشیة المدنی لو قال البدعي ما خالفهما كان اوجز
واشمل شارح کہتا ہے کہ اگر مصنف صاحب متن بدعی کی تعریف مین یون کہتا کہ طلاق بدعی وہ ہے جو مخالف ہو طلاق احسن اور حسن کے تو کلام مختصر ہوتا اور زیادہ شامل
اسواسطے کہ طلاق بدعی آٹھہ قسم ہے اول قسم تین طلاق متفرق ایک طہر مین دینا دوسری قسم تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر مین دینا تیسری دو طلاق ایک لفظ سے
دینا چوتھی دو طلاق دو لفظ سے اوس طہر مین دینا جسمین رجعت نہین پانچوین حیض مین طلاق دینا چھٹے اوس طہر مین طلاق دینا جسمین وطی ہوچکی ساتوین اوس طہر
مین طلاق دینا جسمین وطی نہین ہوئی لیکن طہر کے قبل حیض مین وطی ہوچکی آٹھوین نفاس مین طلاق دینا سو ساتوین اور آٹھوین قسم مصنف کی تعریف مین داخل
نہین اگر یون کہتا کہ بدعی مخالف ہے احسن اور حسن کے تو یہہ دو قسمین بھی داخل ہوجاتین کذا فی حاشیة المدنی وتجب رجعتها على الاصح فيه اى في الحيض
رفعا للمعصية فاذا طهرت طلقها ان شاء او امسكها قيد بالطلاق لان التخيير والاختيار والخلع فی الحيض لا يكره مجتبى اور واجب ہے
رجعت کرنا زوجہ کیطرف بنابر قول اصح کے حیض مین یعنی حیض مین اگر طلاق دی ہو تو رجعت کرے واسطے گناہ دور ہونیکے پھر جب عورت طاہر ہو حیض سے تو چاہے
اوسکو طہر مین طلاق دے یا چاہے اوسکو رکھے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے قید طلاق کی اسواسطے لگائی کہ تخییر اور خلع اور اختیار حیض مین مکروہ نہین کذا فی المجتبے
تخییر یہہ کہ زوج اپنی زوجہ کو نکاح باقی رکھنے اور طلاق مین مختار کرے اور اختیار یہہ کہ نابالغ کا باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا پھر جب وہ بالغ ہوا تو اوسکو
اپنی ذات کا اختیار ہے چاہے نکاح کو باطل کردے اگرچہ اوسوقت زوجہ حیض مین ہو خلاصہ یہہ کہ طلاق دینا حیض مین مکروہ ہے اور تخییر زوج اور اختیار صبی اور اسیطرح
خلع حیض مین مکروہ نہین والنفاس كالحيض جوهرة اور نفاس مانند حیض کے ہے کذا فی الجوہرہ یعنی طلاق نفاس مین مکروہ اور تخییر اور اختیار صبی اور خلع
نفاس مین مکروہ نہین قال لموطوءة وهي ممن تحيض انت طالق ثلثا او ثنتين للسنة وقع عند كل طهر طلقة وتقع اولها
فی طہر لا وطء فیه کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے درانحالیکہ وہ حیض آنے والیون مین ہے کہ تجھکو تین طلاق ہین یا دو مین مخصوص سنت تو واقع ہوگی ہر طہر کے نزدیک ایک
طلاق خواہ قائل نے نیت کی ہو یا نکی ہو اور پہلی طلاق ان تینون سے یا دو سے اوس طہر مین واقع ہوگی جسمین وطی نہین ہوئی فلو غير موطوءة او لا تحيض
تقع واحدة للحال ثم كلما نكحها او مضى شهر تقع سو اگر وہ عورت جسکو تین طلاق مسنون ہوئی مدخولہ نہو یا حیض اوسکو نہ آتا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی
فی الحال پھر غیر مدخولہ سے جب زوج نکاح کریگا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پھر جب تیسرا نکاح کریگا تو تیسری طلاق واقع ہوگی یا جس عورت کو حیض نہین آتا جب ایک مہینہ
گذریگا تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیة المدنی وان نوى ان تقع الثلث الساعة او ان تقع عند راس كل شهر واحدة صحت نيته لانه محتمل

کلام ہے اور اگر نیت کی تینوں طلاق واقع ہونگی ہر مہینے کے سر پر تو نیت اوسکی صحیح ہوگی اسواسطے کہ اوسکے کلام میں
اسکا بھی احتمال ہے اسواسطے کہ بلفظ للسنۃ کا لام جیسی اختصاص کا محتمل ہے ویسے ہی تعلیل کا بھی احتمال رکھتا ہے تو اس صورت میں للسنۃ کے یہہ معنی ہونگے کہ وہ طلاق جسکا حکم
سنت سے ثابت ہے یا واقع ہونا اوسکا مذہب اہل سنت کا ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو تقدیرا بدائع لیدخل السکران اور واقع ہوتی ہے
طلاق ہر زوج بالغ عاقل کی اگرچہ تقدیرا عاقل ہو کذا فی البدائع تقدیرا کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مست عاقل میں داخل رہے یعنی عقل اور نشہ میں کوئی تباین نہ سمجھے
اسواسطے کہ شارع نے مست کو نوع طلاق میں قائم مقام عاقل کے قرار دیا ہے ولو عبدا او مکرھا فان طلاقہ صحیح لا اقرارہ بالطلاق اگرچہ زوج غلام ہو
یا مکرہ ہو یعنی بر جبر زبردستی اوس سے طلاق دلوائی ہو اسواسطے کہ طلاق دینا مکرہ کا صحیح ہے اور اقرار طلاق مکرہ کا صحیح نہیں یعنی زبردستی سے کوئی طلاق
کا اقرار کراوے تو اس اقرار سے طلاق نہیں واقع ہوتی وقد نظم فی النھر ما یصح مع الاکراہ فقال ع طلاق وایلاء ظہار ورجعۃ ونکاح مع
استیلاد عفو عن العمد اور البتہ نظم کیا ہے نہر الفائق میں اون عقود کو جو اکراہ اور زبردستی کے ساتھ صحیح ہو جاتے ہیں سو کہا کہ طلاق سے اور ظہار
سے اور ایلاء اور رجعت اور نکاح ہے ساتھ استیلاد کے اور عفو کرنا ہے قصاص کو ع رضاع وایمان وفیئ ونذرہ ، قبول لایداع کذا الصلح عن عمد
رضاع ہے اور خدا کی قسمیں کھانا اور ایلاء کرکے رجوع کرنا اور نذر کرنا اور ودیعت قبول کرنا اسیطرح قصاص عمد سے مال پر صلح کرنا ع طلاق علی جعل یمین بہ
اتت ، کذا العتق والاسلام تدبیر للعبد اور طلاق عوض مال کے خواہ زوجہ کیطرف سے یا غیر کی طرف سے اور قسم طلاق کی یعنی زبردستی سے کسی نے یون قسم
کھائی کہ اگر فلانا کام کرے تو اوسکی عورت پر طلاق ہے سو اگر وہ کام کریگا تو طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح بجبر آزاد کرنا اور مسلمان ہونا اور غلام یا لونڈی کا مدبر کرنا
ع ایجاب احسان وعتق فہذہ ، تصح مع الاکراہ عشرین فی العدد اور واجب کرنا صدقہ کا اور واجب کرنا عتق کا یعنی زبردستی یون کہلاوے کہ
مین نے اپنے اوپر خدا کیواسطے ایکدرم یا ایک غلام کی آزادی واجب کی تو یہہ عقود مذکورہ صحیح ہیں اکراہ کے ساتھہ بیس ہین شمار مین اذا ھازلا لا یقصد حقیقۃ کلامہ
او سفیہا خفیف العقل یا اگرچہ زوج ہازل ہو یعنی خوش طبعی اور ہنسی سے طلاق دی ہو ہازل وہ ہے جسکو اپنے کلام کی حقیقت مقصود نہو یا زوج سفیہ خفیف العقل
کم فہم او سکران ولو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرا بہ یفتی تصحیح القدوری یا مست ہو اگرچہ نشا نبیذ خرما کا ہو یا بھنگ کا ہو یا افیون کا
یا خراسانی اجواین کا ان چیزوں کے نشہ سے طلاق واقع ہوتی ہے واسطے زجر اور توبیخ کے تا لوگ باز رہیں اسی پر فتویٰ ہے کذا فی تصحیح القدوری زجرا و توبیخ کی
قید سے معلوم ہوا کہ اگر خراسانی اجواین اور افیون کو بطریق دوا کے استعمال کرے تو اوس پر زجر نہیں اسواسطے کہ معصیت نہیں تو اس صورت میں طلاق بھی نہ واقع ہوگی
نہر الفائق میں کہا کہ خراسانی اجواین کی اباحت اور حرمت میں اختلاف ہے اور حق یہہ ہے کہ اگر بطریق دوا کے استعمال ہو تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ معصیت نہیں
اور اگر بطریق لہو اور سرور کے ہو تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الدنی والطحطاوی مست کی طلاق اسواسطے واقع ہے کہ شارع نے مست کو اوسکی حالت مستی میں
امر اور نہی سے خطاب کیا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری تو معلوم ہوا کہ اوسکو بجای قائم العقل کے احکام شرعیہ مین
تنگ پکڑنیکو واسطے قرار دیا اور حد نوع طلاق مین حد سکر کی یہہ ہے کہ عورت کو مرد سے اور آسمان کو زمین سے فرق نکرے یہی مذہب ہے امام کا اور یہی قول ہمارے ہان معتمد ہے اور سکر
پر حد واجب ہو نہیں صاحبین کا قول مختار ہے وہ یہہ ہے کہ جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو اور طہارت توڑنے میں حد سکر یہہ ہے کہ جسکی چال میں تفاوت ہو کذا فی بحر الرائق
مین کہا کہ ورق القنب یعنی بھنگ کے نشہ سے باتفاق علماء شافعیہ اور حنفیہ کے طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ اوسکے حرام ہونے پر باتفاق فتویٰ ہے اور اوسکے دینے والے
پر تعزیر ہے اور جو اوسکو حلال کہے وہ زندیق اور ملحد ہے کذا فی المبتغی اور بحر میں حرمت افیون اور خراسانی اجوائن کی مصرح ہے کذا فی حاشیۃ الدنی ولا تختلف
التصحیح فیمن سکر مکرہا او مضطرا اور مختلف ہے تصحیح کرنا علما کا اوس شخص کے حق میں جو مست ہو گیا زبردستی نشا پلانے سے یا اضطرار سے پھر اوسنے طلاق
دی نہر الفائق میں کہا اصح یہہ ہے کہ اوسکی طلاق واقع نہیں ہوتی چنانچہ تحفہ اور شرح جامع اور خانیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی والدنی نعم لو زال عقلہ بالصداع
او بمباح لم یقع اگر زائل ہو عقل نشا پینے والیکی بسبب درد سر کے یا مباح چیز کے استعمال سے جیسے کوئی افیون کھائے بطریق دوا کے تو طلاق واقع نہیں ہوتی اسواسطے
کہ زوال عقل درد سر سے ہوا نہ نشہ سے وفی القہستانی معزیا للزاہدی انہ لو لم یمیز ما یقوم بہ الخطاب کان تصرفہ باطلا انتہی اور قہستانی میں

زاہدی سے منقول ہے کہ اگر مست کی ایسی عقل زائل ہو کہ اشیا کو نہ پہچانے اور احکام شرعیہ کو نہ جانے تو اوسکا تصرف باطل ہوگا فقط یعنی نہایت بدمست کی طلاق نہ واقع ہوگی بحر الرائق میں کہا
کہ یہ قول ضعیف ہے واستثنی فی الاشباہ من تصرفات السکران سبع مسائل منہا الوکیل بالطلاق صاحیا اور مستثنی کیا ہے اشباہ میں مست کے تصرفات
سے سات مسائل کو یعنی مست اور ہوشیار کا ایک حکم ہے لیکن سات مسائل میں مست ہوشیار کی برابر نہیں از انجملہ طلاق کا وکیل ہوشیاری میں یعنی مثلا زید نے حالت ہوشیاری
میں خالد کو وکیل کیا طلاق کا سو خالد نے مست ہو کر طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی لکن قیدہ البزازی بکونہ علی مال والا وقع مطلقا لیکن مقید کیا ہے
بزازی نے طلاق وکیل کو مال کے بدلے پر یعنی اگر وکیل نے عوض مال کے طلاق دی تو طلاق صحیح نہ ہوگی اور اگر طلاق عوض مال کے نہیں تو واقع ہوگی ہر طرح سے خواہ موکل
نے ہوشیاری میں وکیل کیا ہو خواہ مستی میں اور وکیل نے ہوشیاری میں طلاق دی ہو یا مستی میں ولم یوقع الشافعی طلاق السکران واختارہ الطحاوی
والکرخی کذا فی التاتارخانیۃ عن التفریق والفتوی علیہ اور امام شافعی نے مست کی طلاق کو واقع نہیں کہا اور پسند کیا ہے اس قول کو طحاوی اور کرخی
نے اور تاتارخانیہ میں تفریق سے یہ ہے کہ اس روایت پر فتوی ہے ؎ یہ روایت مخالف ہے متون کے اور کتب معتمدہ میں ہرگز اسپر اعتماد نہیں فتاوی عالمگیری میں
محیط سے منقول ہے کہ طلاق مست کی واقع ہے اور یہی مذہب ہے ہمارے اصحاب کا کذا فی حاشیۃ المدنی او اخرس ولو طاریا ان دام للموت بہ یفتی یا گونگا
ہو یعنی گونگے کی طلاق اشارہ سے واقع ہوتی ہے اگرچہ پیدایشی گونگا نہ ہو بشرطیکہ موت تک گونگا رہے اسی پر فتوی ہے وعلیہ فتصرفاتہ موقوفۃ واستحسن
الکمال اشتراط الکتابۃ اور اس شرط پر گونگے کے تصرفات موقوف رہیں گے موت تک یعنی اگر موت تک گونگا رہا تو اشارہ کی طلاق وغیرہ تصرفات صحیح ہوں گے اور
اگر زبان کھل گئی بولنے لگا تو اوس سے دریافت کیا جائیگا اور پسند کیا ہے کمال الدین بن ہمام نے اوسکی کتابت کا شرط ہونا یعنی اگر گونگا لکھنا جانتا ہو تو اوسکی طلاق
اشارہ سے نہ واقع ہوگی لکھنے سے واقع ہوگی باشارتہ المعہودۃ فانہا تکون کعبارۃ الناطق استحسانا گونگے کی طلاق واقع ہوگی اوسکے اشارہ معلومہ
سے اسواسطے کہ اوسکا اشارہ ناطق کے بیان کی برابر ہے باعتبار استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اگر اوسکا اشارہ مثل عبارت ناطق کے نہ ہو تو موجب حرج کا ہو او مخطیا
بان اراد التکلم فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلا او ساہیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط یا زوج نے خطا
طلاق دی اسطرح ہے کہ ارادہ کسی بات کہنے کا کیا سو اوسکی زبان پر طلاق جاری ہو گئی یا طلاق کا لفظ بولا حالانکہ اوسکے معنے سے آگاہ نہ تھا یا زوج بھولا کہ عقل ہو جا
بھول کر طلاق بولا ہو سہو کی صورت یہ ہے کہ اوسنے قسم کھائی کہ لفظ طلاق نہ بولونگا پھر طلاق بول گیا بھول کر یا طلاق کو الفاظ محرفہ سے بولا چنانچہ بجائے قاف کے کاف
یا عین یا غین بولا تو ان صور تو نمین طلاق واقع ہوگی فقط باعتبار قضا کے یعنی باعتبار حکم ظاہر کے نہ باعتبار دیانت کے بخلاف الہازل واللاعب فانہ یقع قضاء
ودیانۃ لان الشارع جعل ہزلہ بہ جدا فتح بخلاف ہنسی کرنیوالے اور کھیلنیوالے کہ اوسکی طلاق ظاہرا اور باطن دونوں میں واقع ہو جاتی ہے اسواسطے کہ
شارع نے اوسکی ہزل کو جد قرار دیا ہے یعنی طلاق دینیوالے کی ہنسی اور خوش طبعی کو بجائے واقعی کلام کے ٹھہرایا ہے کذا فی فتح القدیر او مریضا او کافرا لوجود التکلیف
از وجہ بیمار یا کافر ہو بسبب وجود تکلیف کے یعنی کافر بھی احکام شرعی کا مخاطب ہے لیکن قاضی حکم تفریق کا کافر کے حق میں اوس وقت کریگا جب دونوں نے اوسکو
اس نالش کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی واما طلاق الفضولی والاجازۃ قولا وفعلا فکالنکاح بزازیۃ اور طلاق دینا فضولی کا اور جائز کہنا زوج کا
باعتبار قول اور فعل کے مانند نکاح کے ہے کذا فی البزازیہ یعنی جیسے نکاح فضولی کا زوج کی اجازت پر موقوف ہے اوسیطرح طلاق فضولی کی بھی اوسکی اجازت پر
موقوف ہے اجازت خواہ قولی ہو چنانچہ زوج فضولی سے کہے کہ خدا تجھکو راحت دے جیسے تو نے مجھکو اوس عورت سے راحت دی یا یوں کہے کہ تو نے مجھپر بڑا احسان کیا
اوس سے چھڑایا خواہ اجازت فعلی ہو چنانچہ اوسکا باقی مہر حوالہ کرے یا اوسکی سوا چار عورتوں سے نکاح کرے وبناء علی اعتبار الزوج المذکور لا یقع طلاق
المولی علی امراۃ عبدہ لحدیث ابن ماجۃ الطلاق لمن اخذ بالساق الا اذا شرطہ فی العقد فقال زوجتہا منک علی ان امرہا بیدی طلقہا
کلما شئت فقال العبد قبلت وکذا اذا قال العبد اذا تزوجتہا فامرہا بیدک ابدا کان کذلک خانیہ اور بنا بر اعتبار زوج کے جو سابق
میں مذکور ہو چکا یعنی ہر زوج عاقل بالغ کی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ وہ غلام ہو تو اس اعتبار سے نہ واقع ہوگی طلاق مولی کی اپنے غلام کی جورو پر بدلیل
حدیث ابن ماجہ کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق کا اختیار اوسکو ہے جسنے عورت کی پنڈلی کو پکڑا یعنی زوج کے سوا دوسرے کو طلاق کا اختیار

نہین مگر جب کہ مولی نے شرط کر لیا ہو حالت عقد مین سو یون کہا ہو غلام سے کہ مین بیاہ دیتا ہون اسکا تجھ سے ساتھ اس شرط پر کہ عورت کا امر تیرے ہاتھ مین یعنی طلاق دون
جب چاہون پھر غلام کہے کہ مین نے قبول کیا اور اسیطرح جب غلام نے کہا کہ جب مین اوس سے نکاح کرون تو اوسکا امر تیرے ہاتھ مین ہوگا ہمیشہ تو اس شرط سے
ایسا ہی ہوگا یعنی مولی کو طلاق کا اختیار ہوگا کذا فی الخانیہ والمجنون الا اذا علق عاقلا ثم جن فوجد الشرط او کان عنینا او مجبوبا او اسلمت وهو کافر
وابی ابوه الاسلام فیقع الطلاق اشباه اور نہین واقع ہوتی طلاق مجنون کی مگر جب کہ معلق کیا طلاق کو کسی شرط پر حالت ہوشیاری مین پھر دیوانہ ہوگیا پھر
پائی گئی شرط یا مجنون نامرد یا مقطوع الذکر ہو یا زوجہ مجنون کی مسلمان ہوگئی اور وہ کافر ہے اور اوسکے باپ نے اسلام نہ قبول کیا تو ان صورتون مین مجنون کی طلاق
واقع ہوگی کذا فی الاشباہ ان صورتون مین وقوع طلاق شرعا ہے نہ ایقاع اور مجنون سے ایقاع طلاق ممتنع ہے نہ وقوع کذا فی حاشیۃ المدنی والصبی ولو مراهقا
او اجازه بعد البلوغ اما لو قال اوقعته وقع لانه ابتداء ایقاع وجوزه الامام احمد اور نہین واقع ہوتی طلاق صبی کی اگرچہ لڑکا قریب البلوغ ہو
یا لڑکپن مین طلاق دی اور اوسکو بعد بلوغ کے جائز رکھے تو بھی طلاق نہ ہوگی لیکن اگر یون کہیگا کہ مین نے طلاق کو واقع کردیا تو واقع ہوجائیگی اسواسطے کہ اس کلام
مین ابتداء ایقاع ہے یعنی اب بلوغ مین واقع کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اوسمین طلاق بالفعل نہین واقع ہوگی بلکہ طلاق سابق کو بحال رکھا اور سابق مین اسکو
اہلیت طلاق کی نہ تھی اور امام احمد بن حنبل نے طلاق صبی جائز رکھی ہے والمعتوه من العته وهو اختلال فی العقل اور نہین واقع ہوتی طلاق پریشان عقل کی
لفظ معتوہ کا مشتق عتہ سے ہے بمعنی اختلال عقل بحر الرائق مین کہا کہ بہترین اقوال معتوہ اور مجنون کے فرق مین یہ ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم پریشان کلام
فاسد التدبیر ہو لیکن نہ مارے نہ گالی دے بخلاف مجنون کے والمبرسم من البرسام بالکسر علة کالجنون اور نہین واقع ہوتی طلاق برسم کو لفظ مبرسم کا
مشتق ہے برسام سے جو بوزن قرطاس ہے برسام بیماری ہے مانند جنون کے اور بعض کتب طبیہ مین ہے کہ برسام وہ گرم ورم ہے جو حجاب اور آنتون کے درمیان والے
پردہ مین عارض ہوتا ہے خلاصہ یہہ کہ اس بیماری سے بیہوشی لاحق ہوتی ہے اسواسطے طلاق واقع نہین ہوتی والمغمی علیه هو لغة المغشی اور نہین طلاق واقع ہوتی
جسکو غشی آئی ہو مغمی لغت مین بمعنی غشی کے ہے اور یہی معنی فقہ مین بھی مراد مین منح الغفار مین کہا کہ اغماء یہ کہ دماغ بلغم غلیظ بارد سے بھر جائے اور قہستانی مین کہا کہ غشی
حالت ہے تعطل قوی محرکہ اور حساسہ سے بسبب ضعف قلب کے تو غشی نیند کی بابت ہے یا اختیاری ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والمدهوش فتح وفی القاموس دهش
تحیر ودهش بِبناء المفعول فهو مدهوش واذهشه الله اور نہین واقع ہوتی طلاق مدہوش کی مدہوش وہ ہے جسکی عقل جاتی رہی کذا فی فتح القدیر
اور قاموس مین کہا کہ دہش بمعنی تحیر کے ہے اور دہش مجہول کا صیغہ ہے اور اسم مفعول مدہوش ہے اور عرب بولتے ہین ادہشہ اللہ یعنی بیہوش یا متحیر کرے اوسکو اللہ
خلاصہ یہہ کہ یہہ لفظ لازم بھی ہے اور متعدی بھی ہے اور باب افعال سے بھی مستعمل ہے علم شارح کے استاد خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ مین کہا کہ تاتارخانیہ اور
فتح القدیر مین مصرح ہے کہ طلاق مدہوش کی نہین واقع ہوتی اور اسکا حاصل یہ ہے کہ طلاق غیر عاقل کی نہین پڑتی سواے مست کے کہ مست کی طلاق بنا بر زجر اور توبیخ
کے واقع ہوجاتی ہے تو غیر عاقل مین مجنون اور معتوہ اور مبرسم اور مغمی علیہ اور مدہوش سب داخل ہین اور مدہوش یہان بمعنی ذاہب العقل کے ہے اور جسنے
مدہوش کو یہان بمعنی متحیر کے تفسیر کیا سو غلطی ہے اسواسطے کہ تحیر اور تردد کو ذہاب عقل لازم نہین اور مدہوش قاموس مین بمعنی متحیر اور ذاہب العقل کے مذکور ہے انتہے
خلاصہ کذا فی حاشیۃ المدنی والنائم لانتفاء الارادة ولذا لا یتصف بصدق ولا کذب ولا خبر ولا انشاء اور نہین واقع ہوتی طلاق سونے والے کی
بسبب نہ ہونے ارادہ اور اختیار کے اور اسیواسطے سونیوالے کو صادق اور کاذب نہین بولتے اور اوسکے کلام کو خبر اور انشا نہین کہتے اسواسطے کہ اوسکا کلام بالقصد نہین چنانچہ
کتب اصول مین یہہ مصرح ہے فلو قال اجزته او اوقعته لا یقع لانه اعاد الضمیر الی غیر معتبر جوهرة اور اگر سونیوالے سے اوسکے جاگنے کے بعد کسی نے
کہا کہ تونے سوتے ہوے طلاق دی ہے اوس نے کہا کہ مین نے اوسکو جائز رکھا یا واقع کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اوس نے ضمیر کو اوسکی طرف پھیرا جو غیر معتبر
ہے اور اعتبار کے نہین یعنی طلاق نوم کذا فی الجوہرہ اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ صبی اگر بعد بلوغ کے کہے کہ اوقعته یعنی اوسکو مین نے واقع کردیا تو طلاق پڑجاتی
ہے اور اگر یہی لفظ نائم بعد جاگنے کے کہے تو نہین پڑتی دونون مین کیا فرق ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ کلام صبی کا لغت اور نحو مین معتبر ہے لیکن شارع نے
بسبب قصور عقل کے اوسکو لغو کردیا بخلاف نائم کے اوسکا کلام کسی کے نزدیک معتبر نہین اسواسطے کہ اوسکا قصد نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اوقعت ذلك

الطلاق او جعلتہ طلاقا فقع بجہ اور اگر نائم نے تہا بعد بیداری کے کہ مین نے اس طلاق کو واقع کردیا یا مین نے اوسکو طلاق ٹھہرادی تو واقع ہوگی کذا فی البحر الرائق تو اوسوقت مین مطلب یہہ ہوگا کہ جس جنس کی طلاق حالت نوم مین صادر ہوئی تھی اوسی جنس کی طلاق بیداری مین مین نے واقع کردی تو جبہ طلاق بروسر بیج کی نوم کے سوا تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی واذا ملك احدهما الآخر كله او بعضه بطل النكاح اور جب کہ مالک ہوا زوج اور زوجہ مین سے ایک دوسرے کا کل کا مالک ہوا یا بعض کا تو نکاح باطل ہوگیا اسواسطے کہ مالکیت منافی ہے زوجیت کے ولو قال حرة حين ملكته فطلقها في العدة او خرجت الحربية الينا مسلمة ثم خرج زوجها كذلك مسلما فطلقها في العدة الغاه الثاني في المسئلتين واوقعها الثالث فيهما اور اگر زوجہ نے کہا کہ عورت نے اپنے زوج مملوک کو آزاد کردیا جب کہ اوسکی مالک ہوئی پہر زوج نے عورت کو طلاق دی عدت مین یا عورت حربیہ نکل آئی ہماری طرف یعنی دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر پہر اوسکا زوج نکلا اسیطرح مسلمان ہوکر پہر اوس نے اوسکو طلاق دی عدت مین تو اس طلاق کو ابو یوسف نے لغو کہا ہے دونو صورتوں مین اور واقع کہا ہے اوسکو محمد نے دونوں مین اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ مالک ہوتی اور دار الاسلام مین آنے سے جدائی دونوں مین ہوگئی پہر جب جدائی ہوئی تو طلاق کا اختیار باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ المدنی واعتبارہ عددہ بالنساء وعند الشافعی بالرجال اور اعتبار عدد طلاق کا عورتون پر ہے اور نزدیک امام شافعی کے مردون پر ہے فطلاق حرة ثلث وطلاق امة ثنتان مطلقا تو طلاق حرہ کی تین بار ہے اور طلاق لونڈی کی دو بار ہے ہر طرح سے یعنی حرہ کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اوسکو تین بار طلاق ہوگی اور لونڈی کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اوسکو دو بار طلاق ہوگی اسواسطے کہ اعتبار عدد طلاق کا عورتون پر ہے نہ مردون پر ویقع الطلاق بلفظ العتق بنية او دلالة حاله لا عكسه لان ازالة الملك اقوى من ازالة القيد اور واقع ہوتی ہے طلاق عتق کے لفظ سے بشرطیکہ نیت کرے یا دلالت حال کے نہ بالعکس یعنی عتق طلاق کے لفظ سے نہین واقع ہوتا اسواسطے کہ ازالہ ملک کا قوی تر ہے ازالہ قید سے یعنی عتق عبارت ہے ازالہ ملک سے اور طلاق عبارت ہے ازالہ قید نکاح سے تو عتق سے طلاق مراد ہوسکتی ہے اسواسطے کہ عتق قوی تر ہے طلاق سے اور طلاق سے عتق مراد نہین ہوسکتا اسواسطے کہ طلاق ضعیف ہے عتق سے تو ضعیف مین قوی نہین سما سکتا مثلا زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجہکو آزاد کیا تو اگر نیت طلاق کی زوج نے کی یا قرینہ طلاق کا پایا گیا جیسے زوجہ نے طلاق کی خواہش کی تہی تو طلاق واقع ہوگی

فروع مسائل ملحقہ شارح کے كتب الطلاق ان مستبينا على نحو لوح وقع ان نوى وقيل مطلقا لکہا طلاق کو یعنی زوج نے زوجہ کو یہہ لکہہ دیا کہ تجہکو طلاق ہے اگر صاف ظاہر ہے جیسے تختہ پر یا دیوار پر یا زمین پر تو طلاق واقع ہوگی اگر نیت طلاق کی زوج نے کی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہر طرح طلاق واقع ہوتی ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو ولو على نحو الماء فلا مطلقا اور اگر طلاق لکہی اوس چیز پر جسپر نقش ثابت نہین رہتا جیسے پانی پر یا ہوا پر تو اسیطرح طلاق نہ واقع ہوگی نیت طلاق کی کرے یا نکرے ولو كتب على وجه الرسالة والخطاب كان كتب يا فلانة اذا اتاك كتابي هذا فانت طالق طلقت بوصول الكتاب جوهرة اور اگر طلاق لکہی زوج نے بطریق خط بہیجنے اور خطاب کرنیکے چنانچہ یون لکہا کہ ای فلانی جب تیرے پاس میرا یہہ خط پہنچے تو تجہکو طلاق ہے تو عورت مطلقہ ہوجائیگی بمجرد خط پہنچنے کے کذا فی الجوہرہ وفي البحر كتب لامرأته كل امرأة لي غيرك وغير فلانة طالق ثم محى اسم الاخيرة وبعثه لم تطلق وهذا حيلة عجيبة وسيجيء انه يستثنى بالكتابة اور بحر الرائق مین ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو یہہ لکہا جسکا مثلا زینب نام ہے کہ جو عورت کہ میری ہے سوا تیرے اور سوا فلانی کے یعنی مثلا سوا زینب کے سو مطلقہ ہے پہر پہلی عورت کا نام مثلا الا یعنی زینب کا تو زینب کو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب کو بہی کریمہ کے مانند لکہنے کے وقت مستثنی کرلیا تہا گو بعد اوسکے مٹا ڈالا ہو مثلا زید کی زوجہ کریمہ تہی پہر وہ دوسرے شہر مین گیا اور وہان زینب سے نکاح کیا یہہ خبر سنکر کریمہ کو رنج ہوا تب زید نے اسطرح سے کریمہ کو لکہا تاکہ اوسکا دل خوش ہوجاوے اور زینب کو طلاق بہی نہ پڑے شارح کہتا ہے یہہ حیلہ عجیب ہے کہ لکہنا بعد مٹانیکے بہی مفید ہوا اور باب التعلیق مین عنقریب آویگا جسکو مستثنی کرلے کتابت سے

باب الصريح

یہہ باب ہے طلاق صریح کا صريحه ما لم يستعمل الا فيه ولو بالفارسية كطلقتك وانت طالق ومطلقة بالتشديد قيد بخطابها لانه لو قال ان خرجت يقع الطلاق او لا تخرجي الا باذني فاني حلفت بالطلاق فخرجت لم يقع لتركه الاضافة اليها طلاق صریح وہ ہے جو مستعمل ہوتا ہو مگر اوسیمین اگرچہ فارسی زبان مین ہو فارسی سے مراد غیر عربی ہے یعنی طلاق صریح عربی مین منحصر نہین بلکہ ہر بولی مین جو لفظ ایسا ہو کہ سوا طلاق کے اور معنی مین مستعمل نہوتا ہو وہ صریح ہے چنانچہ عربی مین طلقتك بتشدید لام طلاق صریح ہے یعنی مین نے تجہکو طلاق دی اور

انت طالق کہ اور مطلقہ یعنی تو طلاق والی ہے لفظ مطلقہ کا بتشدید لام صریح ہی اور بتخفیف لام صریح نہین کنایہ ہی شارح کہتا ہی مصنف نے طلاق صریح کی مثالون کو عورت کے خطاب سے
مقید کیا پہلی مثال مین کاف ضمیر ہے اور دوسری اور تیسری مثال مین انت ہے سو اسطرح کہ اگر بےخطاب یون بولیگا کہ اگر تو نکلی تو طلاق واقع ہوگی یا یون کہا کہ نہ نکلنا بدون
حکم کے سو قرینہ سے قسم کنائی سے طلاق کی ہی لیکن اس کلام کے عورت نکلی تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ترک کرنے اضافت کے عورت کی طرف یعنی دونو صورتون مین طلاق
کو عورت کی طرف نسبت نہین کیا تو اول صورت مین یہ احتمال ہے کہ اس عورت کی طلاق واقع ہو یا کسی دوسری کی اور دوسری صورت مین احتمال ہے کہ اس عورت کی طلاق کی قسم کھائی
یا اوسکی قسم کہ تالیہم خطاب مین بھی یہ شرط ہی کہ وہ عورت مقصود بالخطاب ہو تب طلاق واقع ہوگی اور اگر مقصود بالخطاب عورت نہو چنانچہ مسائل طلاق کو مرد نے عورت
سامنے تکرار کیا بطریق تعلیم اور مثال کے تو طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضا مین نہ دیانت مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویقع الطلاق بہذہ ای بہذہ الالفاظ وما بمعناہا
من الصریح اور واقع ہوتی ہی ایک طلاق رجعی ان الفاظ مذکورہ سے اور جو ان الفاظ کے معنی رکھتے ہون وہ صریح ہی چنانچہ یون کہا کہ شئت طلاقک یعنی مین نے تیری طلاق چاہی یا رضیت طلاقک
راضی ہوا تیری طلاق سے وا وقعت علیک طلاقک یعنی مین نے تجھ پر تیری طلاق ڈالی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ ویدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلاک و
تلاک او ط ل ق او طلاق باش بلا فرق بین عالم وجاہل وان قال تعمدتہ تخویفا لم یصدق قضاء الا اذا اشہد علیہ قبلہ بہ یفتی
اور طلاق صریح مین داخل ہین الفاظ محرفہ چنانچہ طلاغ مین ملہ یا بجہ سے آتلاغ یعنی تے عوض طوے کے یا طلاک یعنی کاف عوض قاف کے یا تلاک یعنی تے عوض طوے کے اور
کاف عوض قاف کے چنانچہ ہند کے عوام تلاک ہی بولتے ہین اور تلاک بتشدید لام بھی جہال مین مستعمل ہے یا طلق یعنی طالق کو بطریق تہجی کے کہا یا طلاق باش اس لفظ کو
طوکلاء نے طلاق عظیم کر تفسیر کیا اسواسطے کہ صریح عظیم سے کنایہ سو اور ہی نے کہا کہ یہ لفظ فارسی ہے یعنی طلاق ہو شارح کہتا ہی ان الفاظ محرفہ کے بولنے مین کچھ فرق
نہین ہی بین عالم اور جاہل کے یعنی عالم اور جاہل جو ان الفاظ کو عورت کی طرف خطاب کریگا طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے اسواسطے کہ یہ الفاظ صریح مین داخل ہین نیت
کے محتاج نہین اور اگر زوج نے کہا کہ مین نے بالقصد طلاق کو محرف کیا عورت کے ڈرانیکو واسطے تو ظاہر مین اوسکی تصدیق نکیجاویگی یعنی قاضی اس عذر کو نہ سنیگا اگرچہ وہ سچا
ہے تو عند اللہ طلاق نہ واقع ہوگی مگر ظاہر اوسوقت زوج کی تصدیق ہوگی جب کہ اوس نے تخویف پر گواہ کر لیا ہو قبل اس تکلم کے اسی قول پر فتوی ہی ولو قیل لہ طلقت
امرأتک فقال نعم او بلی بالہجاء طلقت بحر اور اگر زوج سے کہا گیا کہ تو نے طلاق دی اپنی عورت کو سو اوس نے کہا نعم یا بلی ہجی کرکے یعنی نعم کے حروف کو علیحدہ
علیحدہ کہا یعنی ن ع م یا بلی کے حروف جدا جدا کہا یعنی ب ل ی تو طلاق بدون نیت کے عورت کو ہوگی کذا فی بحر الرائق یا یہ مطلب ہے کہ ان مین سے طلاق وہی ہجی کرکے
یعنی ط ل ا ق لیکن اس صورت مین تکرار لازم آتی ہے اسواسطے کہ طلاق تہجی کی سابق مین ہو چکی واحدۃ رجعیۃ وان نوی خلافہا من البائن او اکثر خلافا
للشافعی او لم ینو شیئا یعنی صریح الفاظ کے بولنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ اوس نے ایک رجعی کے خلاف کا ارادہ کیا از قسم بائن یا ایک سے زیادہ کا بخلاف
مذہب امام شافعی کے یا طلاق صریح بولکر کچھ ارادہ نکیا تو بھی ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح محتاج نیت کی نہین ہم طلاق رجعی وہ کہ جسمین تجدید نکاح کی حاجت
نہین اور عورت کی رضامندی رجوع مین ضرور نہین اور اوسکی عدت مین ترک زینت نہین اور ایک گھر مین زوج اور زوجہ کا عدت مین رہنا جائز ہی بخلاف طلاق بائن کے
اسواسطے کہا کہ طلاق رجعی ابتداء ... ولو نوی بہ الطلاق عن وثاق دین ان لم یقرنہ بعدد ولو مکرہا صدق قضاء ایضا کما لو صرح
بالوثاق او القید اور اگر نیت کی زوج نے طلاق صریح سے قید سے چھوڑنے کی تو اوسکی دیانت پر عمل کیا جائیگا یعنی تصدیق اوسکی ہوگی طلاق نہ واقع ہوگی اگر اوس نے طلاق
کو عدد کے ساتھ نہ ذکر کیا یعنی یون نکہا کہ تجھکو تین طلاق اسواسطے کہ ذکر عدد کا قرینہ ہی طلاق کا نہ چھوڑنے قید کا اگر زبردستی سے زوج طلاق بولا پھر اوس نے قید سے چھوڑنے
ارادہ بیان کیا تو اوسکی تصدیق ہوگی باعتبار حکم قضا کے بھی چنانچہ اگر طلاق صریح کیوقت وثاق یا قید کا لفظ صراحۃ کریگا تو ظاہر مین بھی اوسکی تصدیق ہوگی طلاق نہ واقع
ہوگی وکذا لو نوی طلاقہا من زوجہا الاول علی الصحیح خانیہ اور اسیطرح ظاہر اور باطن مین تصدیق ہوگی اگر زوج نے صریح سے عورت کی طلاق اوسکے اول
زوج سے ارادہ کیا بنا بر قول صحیح کے اور قول غیر صحیح مین تصدیق فقط دیانت مین ہوگی نہ قضا مین کذا فی الخانیہ ولو نوی عن العمل لم یصدق اصلا ولو صرح
بہ دین فقط اور اگر نیت کی زوج نے طلقتک کو بولکر طلاق عن العمل کی یعنی کام کرانے سے مین نے تجھکو چھوڑا تو مطلقا اوسکی تصدیق نکیجاویگی نہ دیانت مین نہ قضا
مین اسواسطے کہ یہ ایسی نیت ہی کہ اوسکا لفظ محتمل نہین اور اگر لفظ من العمل کو کہکر کہا یعنی یون بولا کہ طالق عن العمل تو اوسکی تصدیق فقط دیانت مین ہوگی قضا

مین ہم بحر الرائق مین ہے کہ جب ثابت ہوا کہ طلاق صریح محتاج نیت کی نہین تو معلوم ہوا کہ اوسکو معنی کا علم شرط نہین سو اگر جاہل کو کسی نے لفظ طلاق سکھایا اور وہ عورت کی
طرف خطاب کرکے بولا تو قضاءً طلاق واقع ہوگی نہ دیانۃً اور مشائخ اوزجند نے کہا کہ مطلقاً طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضاءً نہ دیانۃً مین یاکہ نزدیک اللہ کے ادسی کی
ضائع ہونے سے محفوظ رہین چنانچہ بزازیہ مین اسکی تصریح ہے کذا فی حاشیۃ الدر وفی انت الطلاق او انت طالق الطلاق او انت طالق طلاقاً واحدۃ رجعیۃ ان لم
ینو شیئاً او نوی یعنی بالمصدر لانہ لو نوی بطالق واحدۃ وبالطلاق اخری وقعتا رجعیتین لو مدخولاً بہا کقولہ انت طالق انت طالق او یعنی
واحدۃ او ثنتین لانہ صریح مصدر لا یحتمل العدد اور انت الطلاق یا انت طلاق مین یعنی جس ترکیب مین مصدر خبر واقع ہو خواہ معرفہ ہو خواہ نکرہ یا انت
طالق الطلاق مین یا انت طالق طلاقاً مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر متکلم نے ایک دو کی کچھ نیت نہ کی ہو یا ایک دو طلاق کی نقط مصدر سے نیت کی ہو تبھی ایک رجعی طلاق
واقع ہوگی مصدر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر انت طالق طلاقاً مین لفظ طالق سے ایک طلاق کی نیت کریگا اور لفظ طلاق سے دوسری طلاق کا ارادہ کریگا تو دو طلاق رجعی واقع
ہونگی اگر عورت مدخولہ ہوگی اور اگر مدخولہ نہوگی تو ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدی ہو جاویگی دوسری طلاق کا محل ہی باقی نرہا انت طالق طلاقاً سے دو طلاق ایسی
واقع ہونگی جیسے دو طلاق رجعی اس قول سے واقع ہوتی ہین یعنی انت طالق انت طالق سے کذا فی الزیلعی نقط مصدر سے ایک یا دو طلاق کی نیت کرنے سے ایک ہی طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح مصدر احتمال شمار کا نہین رکھتا یعنی مصدر صیغہ ہو واحد کا اوسمین کثرت کی گنجائش نہین فان نوی ثلثاً فثلث لانہ فرد حکمی ولذا کان الثنتان
فی الامۃ وکذا فی حرۃ تقدمہا واحدۃ کذا فی جوہرۃ لکن جزم فی البحر انہ سہو بمنزلۃ الثلث فی الحرۃ سو اگر اقوال سابقہ مین مصدر سے تین طلاق کا ارادہ کریگا تو
تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ تین فرد حکمی ہین یعنی تین کل ہے طلاق کا اوس سے زیادہ طلاق نہین تو طلاق کی فرد کامل ہوئی اور اسیواسطے دو طلاق لونڈی کے حق مین
بمنزلہ تین طلاق کے ہین حرہ کے حق مین یعنی لونڈی کے حق مین دو طلاق کل طلاق ہے جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اگر لونڈی سے کہا کہ انت طلاق اور مصدر
سے دو طلاق کی نیت کی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ دو طلاق اوسکے حق مین فرد حکمی ہے اور اسیطرح اوس حرہ کے حق مین جسکو ایک طلاق سابق مین ہو چکی دو طلاق
فرد حکمی ہے کذا فی الجوہرہ لیکن بحر الرائق مین یقین کیا ہے کہ روایت جوہرہ کی سہو ہے یعنی دو طلاق حرہ کے حق مین مصدر سے نہ واقع ہونگی ومن الالفاظ المستعملۃ
الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلا نیۃ للعرف ولو لم یکن لہ امرأۃ یکون یمیناً فیکفر بالحنث تصحیح القدوری
اور الفاظ مستعملہ عوام سے یہ اقوال ہین کہ طلاق مجھکو لازم ہے اگر مین ایسا کرون اور حرام مجھکو لازم ہوا اگر مین نے ایسا کیا اور مجھپر طلاق لازم ہے اگر ایسا کرون اور مجھپر
حرام لازم ہے اگر مین ایسا کام کرون تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے بسبب عرف کے یعنی عرف مین طلاق کی قسم کھانا رائج ہوگیا ہے تو اون پر جاری
ہونا اوسکا واجب ہوا اور اگر ان اقوال کے بولنے والے کی زوجہ نہوگی تو یہ الفاظ قسم ہو جاوینگے تو کفارہ دینا ہوگا قسم توڑنے سے کذا فی تصحیح القدوری وکذا علی
الطلاق من ذراعی بحر اور اسیطرح طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مجھپر طلاق لازم ہے میرے ہاتھ سے کذا فی البحر الرائق ہم صاحب بحر نے کہا کہ خزانہ مین مرقوم
ہے کہ انت طالق من ہذا العمل سے قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے نہ دیانۃً تو یہ دلالت کرتا ہے کہ علی الطلاق من ذراعی بطریق اولی طلاق واقع ہو قضاءً مقدسی نے کہا کہ یہ
قیاس صحیح نہین اسواسطے کہ مقیس علیہ مین عورت مخاطب ہے اور وہ محل ہے طلاق کی بخلاف مقیس کے حلبی نے کہا کہ کلام مقدسی کا مدلل ہے اور رحمتی نے کہا کہ یہ تحقیق لائق ہے
قبول کرنیکے ولو قال طلاقک علی لم یقع ولو زاد لازم او واجب او ثابت او فرض ہل یقع قال البزازی المختار لا وقال الخاصی المختار نعم اور اگر یون
کہا کہ تیری طلاق مجھپر ہے تو نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ احتمال بھی اسمین ہے کہ تیری طلاق مجھپر حرام ہے اور اگر اس قول پر لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کچھ بڑھایا یعنی یون کہا
کہ تیری طلاق مجھپر لازم ہے یا واجب ہے یا ثابت ہے یا فرض ہے تو طلاق واقع ہوگی یا نہین بزازی نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ نہ واقع ہوگی اور خاصی نے کہا ہے فتاوی
مین کہ قول مختار یہ ہے کہ ہان واقع ہوگی اور فقیہ ابوجعفر نے کہا کہ واجب مین واقع ہوگی نہ اور الفاظ مین کذا فی حاشیۃ الدر ولو قال طلقک اللہ ہل یفتقر
للنیۃ قال الکمال الحق نعم اور اگر یون کہا کہ خدا تجھکو طلاق دے کیا اس کلام مین نیت طلاق کی حاجت ہے یا نہین کمال الدین بن ہمام نے کہا کہ حق یہ ہے کہ اون نیت
کی حاجت ہے یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ یہ کلام بطریق بد دعا کے ہو ولو قال لہا کونی طالقاً او اطلقی او یا مطلقۃ بالتشدید
وقع اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طلاق والی ہو جا یا یون کہا کہ او مطلقہ تشدید لام تو طلاق واقع ہوگی وکذا یا طالق بکسر اللام وضمہا لانہ ترخیم وان

طَالِ بالكسرِ والا نوی وقع علی النیة كالو تهجى به او بالعين اور سطرح واقع ہوتی ہے طلاق بدون نیت اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا طال لام کو زیر کے ساتھ اور پیش
ذکر اس مسئلہ کو طال ترخیم ہے یا طالق کی یا زوجہ سے کہا انت طالِ زیر دیکر یعنی تو طالق ہے تو بھی طلاق بلانیت واقع ہوگی اور اگر انت طال میں لام کو زبر دیکر یا پیش دیکر
کہا تو طلاق موقوف ہوگی نیت پر یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ طلاق نیت پر موقوف ہے اگر اوسکو حرف جدا جدا ادا کرے جیسے انت ط ا ل ق بالفتح کر
طلبہ وطلبیدہ کام کرنے کیلیے جیسے انت ح ر یعنی تو حرہ ہے تو ان دو صورتوں میں بدون نیت کے طلاق نہ ہوگی اور شارح نے بیان تہجی طلاق کو کنایات میں داخل کیا اور مسائل تہجی
میں اوسکو بیان کر چکا ہے اس مسئلہ کو تہجی طلاق میں روایت مختلف ہے خانیہ میں مصرح ہے کہ تہجی طلاق کی صریح میں داخل ہو نیت کی حاجت نہیں اور بدائع میں مذکور
ہے کہ تہجی طلاق کی کنایات میں داخل ہے تو طلاق نیت پر موقوف ہوگی شارح نے اول طلبہ خانیہ کے بیان کیا اور بیان طلبہ بدائع کے کذا فی الطحطاوی والمدنی وفی
النهر عن التصحيح الصحيح عدم الوقوع بو هبتك طلاقك ونحوه اور نہر الفائق میں تصحیح قدوری سے منقول ہے کہ طلاق واقع نہ ہونا صحیح قول ہے اس کلام
کہ میں نے تجھکو تیری طلاق بخشی اور اسی طرح اس کلام کے جیسے اودعتک طلاقک یعنی تیری طلاق تیرے پاس ودیعت رکھی اور تیرے پاس تیری طلاق گرو رکھی یعنی بنا بر قول
صحیح کے لفظ ہبہ اور ودیعت اور رہن سے طلاق نہیں واقع ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی واذا اضاف الطلاق اليها كانت طالق او الى ما يعبر به عنها
كالرقبة والعنق والروح والبدن والجسد لان الاطراف داخلة في الجسد دون البدن والفرج والوجه والراس وكذا الاست دون الجسم
والاظهر اللزوم على المختار خلاصه او اضافه الى جزء شائع منها كنصفها او ثلثها وقع لعدم تجزيه اور جب طلاق منسوب کی عورت کی طرف چنانچہ یوں کہا
تو طالق ہے یا ایسی کی طلاق کی طرف اوس عضو کی جس سے کل عورت کی تعبیر ہوتی ہے جیسے رقبہ اور عنق یعنی گردن اور روح اور بدن اور جسد اور فرج اور چہرہ اور سر یا
اسی طرح ہے یعنی یوں کہا کہ تیری گردن یا روح کو طلاق ہے مصنف نے بدن اور جسد دونوں کو اس مسئلہ میں ذکر کیا کہ ہاتھ پاؤں سر جسد میں داخل ہیں نہ بدن میں
لفظ بضع اور دبر اور خون بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصہ یعنی اگرچہ لفظ بضع کا مرادف ہی فرج کے اور دبر مرادف ہے است کی لیکن بعید الفاظ کا آدمی کی
تعبیر نہیں واقع ہوتی یا نسبت کیا طلاق کو عورت کے جزء شائع کی طرف جیسے نصف عورت یا ثلث عورت کی طرف تو ان تینوں صورتوں میں طلاق واقع ہوگی نصف اور ثلث کی نسبت
سے اسواسطے طلاق ہوگی کہ طلاق میں تقسیم نہیں کہ اوسمیں نصف یا ثلث یا حصہ کی گنجائش ہو خلاصہ یہہ کہ جب کل کی طرف طلاق کی نسبت ہو یا جو عضو کیطرف نسبت کی
ہر جزو کہ بجای کل کے مستعمل ہوتا ہے یا جزء غیر معین چنانچہ نصف یا ثلث کی طرف نسبت ہوئی تو ان سب صورتوں میں طلاق واقع ہو جاویگی ولو قال نصفك الاعلى طالق
واحدة ونصفك الاسفل ثنتين وقعت ثنتان في قول بعضهم وبعضهم بثلث عملا بالاضافتين خلاصه اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے
کہ تیرے اوپر کے آدھے جسم کو ایک طلاق ہے اور تیرے نیچے کے آدھے جسم کو دو طلاق میں یہہ صورت واقع ہوئی تھی بخارا میں اور متقدمین سے اسمیں کچھ روایت نہ تھی تو بعضے
فقہا نے ایک طلاق کا فتوی دیا اس واسطے کہ نصف اعلی میں سر داخل ہے اور سر بجای کل کے واقع ہوتا ہے تو کل پر ایک طلاق واقع ہوگی اور نصف اسفل میں اگرچہ فرج
داخل ہے اور وہ بھی بجای کل کے واقع ہوتی ہے لیکن جب اسفل اعلی میں مندرج ہو چکا تو اوسکا کچھ اثر باقی نہ رہا تو نصف اسفل کی طلاق لغو ہو گئی اور بعضے فقہا نے
تین طلاق کا فتوی دیا دونوں نسبتوں پر عمل کر کے کذا فی الخلاصہ واذا قال الرقبة منك او الوجه او وضع يده على الراس او العنق او الوجه وقال هذا
العضو طالق لم يقع في الاصح لانه لم يجعله عبارة عن الكل بل عن البعض حتى لو لم يضع يده بل قال هذا الراس طالق واشار الى راسها وقع
في الاصح ولو نوى تخصيص العضو ينبغي ان لا يدين فتح اور جب کہا کہ تیرے جسم سے گردن یا چہرہ کو طلاق ہے یا رکھا اپنا ہاتھ سر پر یا گردن پر یا چہرہ پر اور کہا کہ اس
عضو کو طلاق ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ اوسنے گردن اور منہ اور سر کو بجای کل جسم کے مراد نہ رکھا بلکہ بسبب من تبعیضیہ اور ہاتھ رکھنے کے اور اشارہ کر کے
بعض کا ارادہ کیا یہاں تک کہ اگر ہاتھ نہ رکھتا بلکہ یوں کہتا کہ اس سر کو طلاق ہے اور اشارہ کرتا عورت کے سر کی طرف تو طلاق واقع ہو جاتی قول اصح میں اور اگر اسکے ساتھ
یعنی راسك طالق و هذا مثل راسك طالق میں تخصیص عضو کی متکلم نے مراد رکھی تو لائق ہے کہ اعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق کیجاوے نہ باعتبار قضا کے کذا فی فتح القدیر لیکن
یہہ اوس صورت میں ہے کہ سر اور گردن وغیرہ سے تعبیر کل جسم کی عرف میں مشہور اور رائج ہو اور اگر رواج اوسکا نہو تو باعتبار دیانت اور قضا کے بھی اوسکی تصدیق
ہوگی چنانچہ بحر الرائق سے یہہ مطلب مفہوم ہوتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی كما لا يقع لو اضافه الى اليد الا بنية المجاز والرجل والدبر والشعر والانف والساق

والفخذ والظهر والبطن واللسان والاذن والفم والصدر والذقن والسن والريق والعرق وكذا الثدي والدم جوهرة لانه لا يعبر به عن
الجملة فلو عبر قوم به عنها وقع چنانچہ طلاق واقع نہیں ہوتی اگر نسبت کی طلاق کی ہاتھ کیطرف مگر بہ نیت مجاز کے اور نہیں واقع ہوتی اگر طلاق کی نسبت کی طرف
پانوں کے اور ہونٹ کے اور بال کے اور ناک کے اور پنڈلی کے اور ران کے اور پیٹھ کے اور پیٹ کے اور زبان کے اور کان کے اور منہ کے اور سینہ کے اور ٹھوڑی کے
اور دانت کے اور رال کے اور پسینہ کو اور اسیطرح چھاتی اور خون کذا فی الجوہرہ ان اعضا کی طرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق نہیں واقع ہوتی اسواسطے کہ ان اعضا سے کل
کی تعبیر نہیں ہوتی اور اگر کسی قوم کے عرف مین ان اعضا سے بھی کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہوگی وكذا كل ما كان من اسباب الحرمة لا الحل
اتفاقا اور اسیطرح جو اسباب کہ حرمت کے ہین نہ حلت کے انکا بھی حکم ہے بالاتفاق جو طلاق کا حکم ہے حرمت کے اسباب جیسے ایلا اور ظہار اور عتق اور حلت کے اسباب جیسے
نکاح یعنی اگر ایلا اور ظہار کل عورت سے کی یا اوس عضو سے کی جو بجائے کل مستعمل ہوتا ہے چنانچہ سر اور گردن اور چہرہ اور فرج یا نصف اور ثلث سے کی تو ایلا اور ظہار واقع
ہوگی اور ہاتھ پانوں کی طرف نسبت کرنے سے نہ واقع ہوگی بخلاف نکاح کے کہ گردن اور سر اور فرج اور نصف کی طرف نسبت کرنے سے نہ صحیح ہوگا بنا بر احتیاط کے کذا
فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وجزء الطلقة ولو من الف جزء تطليقة لعدم التجزي اور حصہ ایک طلاق کا اگرچہ ہزار وان حصہ ہو ایک طلاق دینے کی برابر ہے
بسبب عدم قسمت پذیری کے یعنی طلاق لائق قسمت کے نہین تو اوسکا جز اگرچہ نہایت قلیل ہو بجائے کل کے ہے مثلا اگر کوئی کہے کہ مین نے تجھے ایک طلاق کا ہزار وان یا
لاکھوان حصہ واقع کیا تو پوری ایک طلاق واقع ہوگی ولو زادت الاجزاء وقع اخرى وهكذا اور اگر زیادہ ہوں اجزا ایک طلاق سے تو دوسری طلاق واقع
ہوگی اور اسیطرح اگر اجزا دو طلاق سے زیادہ ہون تو تین طلاق واقع ہونگی چنانچہ اگر یون کہا انت طالق نصف طلقة وثلثيها یعنی تجھکو آدھی طلاق ہے اور دو تہائیان
اوسکی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ ایک طلاق سے چھٹا حصہ زیادہ ہو گیا مالو يقل نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة فيقع الثلث حكم
سابق اوسوقت تک ہے جبتک یون نہین کہا کہ نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة اور اگر یون ہی کہا تو تین طلاقین واقع ہونگی یعنی ہر چند نصف اور ثلث اور
سدس سے ایک طلاق پوری ہوئی زیادتی اجزا کی نہوئی لیکن لفظ طلقة کا نکرہ ہی تین بار مکرر ہوا اور قاعدہ عرب کا یہ ہے کہ نکرہ کا جب اعادہ ہوا تو وہ غیر ہوتا ہے اول کا تو
بسبب مغائرت کے تین طلاقین ٹھہر گئین بخلاف معرفہ کے کہ اگر وہ مکرر آویگا تو عین ہوگا اول معرفہ کا ولو بلا واو فواحدة اور اگر مثال مذکور کو بدون واو عاطفہ کے
بولا مثلا یون کہا کہ انت طالق نصف طلقة ثلث طلقة سدس طلقة تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر واحد بدل واقع ہوگا اپنے ماقبل سے اور مبدل منہ ساقط
ہوجاتا ہی نیت مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال طلقة ونصفها فثنتان على المختار جوهرة اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہے اور نصف اوسکا تو دو طلاقین
ہونگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ وكذا لو كان مكان السدس ربعا فثنتان على المختار وقيل واحدة قهستاني اور اسیطرح اگر مثال سابق مین بجائے
سدس کے ربع ہو تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے اور قول ضعیف مین ایک طلاق ہے کذا فی القہستانی سید احمد طحطاوی نے کہا کہ قہستانی سے اس مقام مین دو خطائین
واقع ہوئین ایک نقل مین دوسری حکم مین نقل مین یہ خطا ہوئی کہ اس عبارت کو اونہون نے محیط سرخسی سے نقل کیا حالانکہ یہ عبارت محیط مین نہیں چنانچہ فتاوی ہندیہ
یعنی عالمگیری مین محیط کی عبارت منقول ہے اور حکم مین یہ خطا ہوئی کہ جب انت طالق نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة مین بسبب تکرار نکرہ کے تین طلاق
واقع ہوئین تو انت طالق نصف طلقة وثلث طلقة وربع طلقة مین بالطریق اولی تین واقع ہونگی اسواسطے کہ ربع زائد ہے سدس سے کذا فی حاشیۃ المدنی وتنصيح
ان استثناء بعض التطليق لغو بخلاف ايقاعه اور عنقریب باب التعلیق مین آویگا کہ استثنا کرنا بعض تطلیق کا لغو ہے بخلاف ایقاع طلاق کے یعنی
اگر یون کہا کہ انت طالق ثلثا الا نصف طلقة تو امام محمد کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ طلاق قسمت پذیر نہین بخلاف ایقاع کے کہ اوسمین بعض
طلاق لغو نہیں ہوتی یعنی اگر یون کہیگا کہ تجھکو ایک طلاق اور آدھی طلاق ہے تو دو واقع ہونگی ويقع بقوله من واحدة الى ثنتين او ما بين واحدة الى
ثنتين واحدة اور ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے دو تک یا یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے مابین ایک سے دو تک وبقوله من
واحدة او ما بين واحدة الى ثلث ثنتان لان الاصل فيما اصله الحظر دخول الغاية الاولى فقط عند الامام وفيما مرجعه الاباحة كخذ من مالى
من مائة الى الف الغايتين اتفاقا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے تین تک یا مابین ایک کے تین تک واقع ہونگی دو طلاق شارح کہتا ہے قاعدہ کلیہ ان

مسائل کا جنس میں سے منع ہے یعنی تعداد رت مباح نہیں ہے پس ہر گاہ وہ نیت فقط مبلغ عدد اصل ہوئی ہے نزدیک امام اعظم کے نہ دوسری عدد اور چونکہ طلاق میں اصل منع ہے
اس واسطے وہ نہیں دوسری حد یعنی دو اور تین کا استثنا ہوا فقط مبلغ یعنی ایک معتبر ہوئی اور جو مسئلہ ہے کا مرجع اور ماحصل احتیاط ہے چنانچہ یہ مثال کہ جیسے میرے
اس کے سو سے ہزار تک تو اس میں دونوں حدیں یعنی سو اور ہزار داخل ہونگے باتفاق امام اور صاحبین کے وتقع ثلثة انصاف طلقتين ثلثة وقيل ثنتان
اور واقع ہونگی چنانچہ تین آدہوں سے تین طلاق اور قول ضعیف یہ ہے کہ دو طلاق واقع ہونگی وثلثة انصاف
طلقة او نصف طلقتين ثنتين يقع ثلث والاول اصح اور واقع ہونگے ایک طلاق کے تین آدہوں
سے اور دو طلاق کے دو آدہوں سے دو طلاقیں اور قول ضعیف ہے تین طلاق اور پہلا قول اصح ہے یعنی دو طلاق کا دو لحاظ فی ثنتين واحدة
ان لم ينو او نوى الضرب لان تكثير الاجزاء لا الافراد اور اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق ہے دو طلاق میں ایک طلاق واقع ہوگی اگر ضرب عدد کی نیت نہ کی یا نیت کی ایک کا ضرب کی دو میں
یعنی حساب ضرب کی نیت کی یا نہ کی ایک ہی طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ ضرب اجزا کو بڑہاتی ہے نہ افراد عدد کو فتح القدیر میں اس قول کو مسلم نہیں کہا کذا فی حاشیة الکردی وان نوى واحدة وثنتين
فثلث لو مدخولا بها او اگر نیت کی ایک اور دو کی یعنی واحدة فی ثنتين میں لفظ فی کو بمعنی واو عاطفه کے استعمال کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اگر زوجہ مدخولہ ہوگی وفي غير المدخول
بها واحدة وثنتين لانه لم يبق للثنتين محل اور زوجہ غیر مدخولہ میں ایک واقع ہوگی چنانچہ اس قول میں کہ جب غیر مدخولہ سے کہا کہ تجھکو ایک اور دو طلاق
ہیں تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدا ہو گئی تو طلاق کا محل ہی باقی نہ رہا وان نوى مع الثنتين فثلث مطلقا
اور اگر نیت کی ساتھ ایک طلاق کے دو طلاق کی یعنی واحدة فی ثنتين میں لفظ فی کو معنی مع کے مستعمل کیا تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہونگی مطلقا خواہ
مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ اس واسطے کہ معیت اجتماع کی مقتضی ہے وتقع ثنتان في ثنتين ولو بنية الضرب ثنتان لما مر ولو نوى معنى الواو او مع
فكما مر اور واقع ہوگی دو طلاق اس قول سے کہ تجھکو دو طلاق ہیں دو طلاق کے اندر اگرچہ ضرب عدد کی نیت کی ہو اس واسطے کہ عنقریب گذرا کہ ضرب سے اجزا زیادہ ہوتے
ہیں نہ افراد اور اگر لفظ فی کو بمعنی واو یا مع کی نیت کی سوا اس کا حکم ویسا ہی ہے جیسا کہ گذر گیا یعنی اگر طلقتك ثنتين في ثنتين میں فی کو بمعنی واو عاطفه کے مستعمل
کیا تو زوجہ مدخولہ کو تین طلاق ہونگی اور غیر مدخولہ کو ایک طلاق ہوگی اور اگر فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونو کو تین طلاق واقع ہونگی
وبقوله من هنا الى الشام واحدة رجعية ما لم يصفها بطول او كبر فبائنة اور واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے یہاں سے شام تک ایک طلاق
رجعی بشرطیکہ طلاق کو طول اور بزرگی کے موصوف نہیں کیا اور اگر طول اور بزرگی کے متصف کریگا تو طلاق بائن واقع ہوگی وانت طالق بمكة او في مكة او في الدار
او الظل او الشمس او ثوب كذا تنجيز يقع للحال كقوله انت طالق مريضة او مصلية او انت مريضة او انت تصلين اور یہ قول کہ انت
طالق بمكة او في مكة یعنی تجھکو طلاق ہے مکہ میں یا گھر میں یا سایہ میں یا دھوپ میں یا ایسے کپڑے میں تنجیز ہے طلاق کی یعنی اس قول سے بالفعل طلاق پڑجاتی ہے دخول
مکہ اور گھر یا در سایہ اور دھوپ پر موقوف نہیں چنانچہ اس قول سے بھی بالفعل طلاق پڑجاتی ہے کہ تجھکو طلاق ہے حالت بیماری اور نماز خوانی میں خواہ بیمار ہو یا نہو
نماز پڑھتی ہو یا نہ پڑھے اس واسطے کہ طلاق کو مرض وغیرہ اسیطرح سایہ اور دھوپ سے کچھ خصوصیت نہیں ويصدق في الكل ديانة لا قضاء اور تصدیق کیجاویگی زوج کی
ان مثالوں میں باعتبار دیانت کے نہ باعتبار قضا کے لو قال عنيت اذا دخلت الدار او اذا لبست او اذا مرضت ونحو ذلك فيتعلق به كقوله الى
سنة او الى رأس الشهر او الى الشتاء اگر کہا زوج نے کہ میں نے انت طالق في الدار میں انت طالق اذا دخلت الدار کا ارادہ کیا یا وانت طالق في ثوب میں
انت طالق اذا لبست کا وانت طالق مريضة میں انت طالق اذا مرضت کا ارادہ کیا اور اسیطرح بعضے اقوال میں تو طلاق معلق ہوگی اوسی شرط سے یعنی بدون دخول دار اور
وجود مرض وغیرہ کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ یہ قول کہ تجھکو طلاق ہے ایک سال تک یا مہینے کے شروع تک یا موسم سرما تک یعنی بدون سال گذر جانے اور بدون شروع
ایکو طلاق نہ واقع ہوگی واذا دخلت مكة تعليق اور یوں کہنا کہ تجھکو طلاق ہے جب کہ تو مکہ میں داخل ہوگی یہ تعلیق ہے حقیقت میں یعنی بدون دخول مکہ کے
طلاق نہ واقع ہوگی وكذا في دخولك الدار وكذا في لبسك ثوب كذا او في صلوتك ونحو ذلك لان الظرف يشبه الشرط اور اسیطرح سے یہہ
قول تعلیق ہے کہ تجھکو طلاق ہے تیرے گھر داخل ہونے میں اور اسیطرح تجھکو طلاق ہے تیرے ایسا کپڑا پہننے میں یا تجھکو طلاق ہے تیری نماز میں اور مانند ان اقوال کے تعلیق

مین داخل ہین اسواسطے کہ ظرف مشابہ ہی شرط کے باعتبار جمعیت کے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہین ہوتا جیسے مشروط بدون شرط کے نہین ہوتا ولو قال انت طالق
او بحیضتک تنجیز اور اگر یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے بسبب داخل ہونے تیرے کے تیرے گھر مین یا بسبب تیرے حیض کے تو یہہ قول تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی خواہ
دار و حیض پر موقوف نہین ولو نوی الباء للتعلیق اور اگر بجاے لام کے باے موحدہ بولا یعنی یون کہا کہ انت طالق بدخولک الدار و بحیضتک تو یہہ قول تعلیق ہی یعنی
دخول دار اور حیض پر طلاق موقوف ہوگی و فی حیضتک وھی حائض فحتی تحیض اخری ہے اور اگر اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیض مین اور حالانکہ اوسکو
حیض موجود ہی تو طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اوسکو دوسری بار حیض آوے و فی حیضتک فحتی تحیض و تطہر اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیضہ مین
یعنی ایکبار حیض آنے مین تو وہ مطلقہ نہوگی یہانتک کہ اوسکو دوسری بار حیض آوے اور پاک بھی ہوجاوے اسواسطے کہ حیضہ حیض کامل کو کہتی ہین اور کمال حیض بدون
طہر کے نہین خلاصہ یہہ کہ اگر حیض بدون تے کے بولا تو تعلیق طلاق حیض ثانی پر ہوگی اور اگر تے کو اوسمین لایا تو تعلیق طلاق کی طہر بعد حیض ثانی کے ہوگی کذا فی
حاشیۃ الدرر و فی ثلثۃ ایام تنجیز و فی مجی ثلثۃ ایام تعلیق بمجی الیوم الثالث سوی یوم حلفہ لان الشروط تعتبر فی المستقبل اور اس قول مین
کہ تجھکو طلاق ہے تین دن مین فی الحال طلاق ہوگی اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تین دنکے آنیمین تعلیق ہے طلاق کی تیسرے دن کے آنے پر سواے اوسدن کے جسدن یہہ کلام
کیا اسواسطے کہ شروط کا اعتبار زمانہ مستقبل مین ہوتا ہی نہ ماضی مین اور آنا دنکا ابتداے یوم سے ہوتا ہے حالانکہ یوم تکلم کچھہ دن گذر چکا تھا تو یوم تکلم کا آنا ثابت نہوا
اسواسطے اوسدن کو شمار سے نکالڈالا و یوم القیمۃ لغو اور یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے قیامت کے دن لغو ہے یعنی اس کلام سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ
قیامت کا دن محل وقوع احکام شرعیہ نہین و قبلہ تنجیز اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے روز قیامت سے پہلے فی الحال طلاق واقع ہوگی و فی طالق تطلیقۃ حسنۃ
فی دخولک الدار ان رفع حسنۃ تنجیز و ان نصبہا تعلیق اور اس قول مین کہ انت طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار اگر رفع دیا لفظ حسنۃ کو تو فی الحال
طلاق ہوگی اور اگر نصب دیا اوسکو تو تعلیق ہوگی اسواسطے کہ لفظ حسنۃ حالت رفع مین صفت ہوگی عورت کی تو فاصل ہوئی درمیان طلاق اور تعلیق کے تو فی دخولک الدار
جدا کلام ہوگیا تعلیق نرہا تو تنجیز ہوگا اور جب حسنۃ کو نصب دیا تو صفت ہوئی طلاق کی تو فاصل نہوئی تو دخول دار پر تعلیق ہوگی طلاق کی و سأل الکسائی محمدا
عمن قال لامرأتہ **شعر** فان ترفقی یا ھند فالرفق ایمن ۰ و ان تخرقی یا ھند فالخرق اشأم ۰ فانت طلاق و الطلاق عزیمۃ ۰
ثلث و من یخرق اعق و اظلم ۰ کم یقع فقال ان رفع ثلث فواحدۃ و ان نصبہا فثلث و تمامہ فی المغنی و فیما علقناہ علی الملتقی اور
سوال کیا کسائی نحوی اور قاری نے امام محمدؒ سے کہ جس شخص نے اپنی عورت سے یہہ شعر کہا کہ اگر نرمی کریگی تو اے ہند تو نرمی کرنا مبارک ہے اور اگر سختی اور بدمزاجی
کریگی اے ہند تو سختی نامبارک ہے سو تو مطلقہ ہے اور طلاق تو عزیمت کی چیز ہے یعنی لہو و لعب نہین ۰ تین بار اور جو سختی اور بدمزاجی کرتا ہے وہ نافرمان تر اور
ظالم تر ہے ۰ کسائی نے پوچھا کہ اس کلام سے کے بار طلاق واقع ہوتی ہے تو امام محمدؒ نے جواب دیا کہ اگر اوس نے لفظ ثلث کو رفع دیا تو ایک طلاق ہوگی
اور اگر اوسکو نصب دیا تو تین بار طلاق ہوگی شارح نے کہا اور پوری تقریر اسکی مغنی اللبیب اور ہماری شرح مین ہے جو ملتقی پر ہے ھ جب لفظ ثلث مرفوع ہوگا
تو ایکبار طلاق ہوگی گویا یون کہا کہ انت طالق پھر خبر دی کہ پوری طلاق تین بار ہے اور جب ثلثا منصوب ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی تو تقدیر کلام کی انت طالق
ثلثا ہوگی اور و الطلاق عزیمۃ جملہ معترضہ ہوگا کتاب مغنی اللبیب کے باب اول مین مذکور ہے کہ ہارون رشید نے یہہ سوال امام ابو یوسف سے کیا اونکو جواب آیا
کسائی سے دریافت کر کے جواب یا بحر الرائق مین کہا کہ یہہ حکایت غلط ہے اسواسطے کہ ابو یوسف مجتہد تھے اور شرط اجتہاد کی ایک یہہ بھی ہے کہ معرفت کلام عرب
کی ہو اور یہہ نقل اصل روایت کے مخالف ہے چنانچہ مبسوط مین مذکور ہے کہ یہہ سوال کسائی نے امام محمدؒ سے کیا اور تاریخ خطیب بغدادی مین بھی یون ہی مذکور ہے
چنانچہ جلال الدین سیوطیؒ نے حاشیہ مغنی اللبیب مین اسکی تصریح کردی ہے کذا فی حاشیۃ الدرر و بقولہ انت طالق غدا او فی غد یقع عند طلوع الصبح
اور اس قول سے کہ تو طالق ہے کل یا کل مین تو واقع ہوگی طلاق طلوع صبح کے وقت و صح فی الثانی نیۃ العصر ای اخر النہار قضاء و صدق
فیہما دیانۃ و مثلہ انت طالق شعبان او فی شعبان اور صحیح ہے قول ثانی مین یعنی انت طالق فی غد مین نیت عصر کی یعنی آخر دن کی باعتبار قضا کے
اور تصدیق کیجاویگی متکلم کی دونو قولون مین باعتبار دیانت کے اور مانند اوسکی ہے یہہ قول کہ تو طالق ہے شعبان کو یا شعبان مین تو اگر اس متکلم نے کچھہ نیت

کی تو آخر جب بعد غروب آفتاب کے طلاق واقع ہوگی اور اگر آخر شعبان کی نیت کی تو قضاءً قول ثانی میں صحیح ہوگی اور روایۃً دونوں میں تصدیق ہوگی وفی انت
طالق الیوم غداً وغداً الیوم اعتبر اللفظ الاول مثلاً اس قول میں کہ تو طالق ہے آج کل یا تو طالق ہے کل آج پہلا لفظ معتبر ہوگا اور دوسرا لفظ لغو ہوگا
تو اول قول میں آج طلاق ہوگی اور ثانی قول میں کل ہوگی ولو عطف بالواو یقع فی الاول واحدۃ وفی الثانی ثنتان اور اگر مثال سابق میں عطف
واو کے کیا یعنی یوں کہا کہ انت طالق الیوم وغداً یا انت طالق غداً والیوم تو قول اول میں ایک طلاق ہوگی یعنی الیوم وغداً میں اور قول ثانی میں دو
طلاق ہونگی یعنی غداً والیوم میں کقولہ انت طالق باللیل والنہار او اول النہار وآخرہ وعکسہ او الیوم ورأس الشہر چنانچہ اس قول
میں کہ انت طالق باللیل والنہار اگر یہہ قول دن کو کہا تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر یوں کہا انت طالق بالنہار واللیل تو ایکبار واقع ہوگی اور
اگر رات کو یہہ قول کہا تو حکم بالعکس ہوگا یا یوں کہا کہ انت طالق اول النہار وآخرہ سو اگر یہہ قول اول روز کہا تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور اگر اول
یوں کہا کہ انت طالق آخر النہار واولہ تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر آخر روز میں یوں کہا کہ انت طالق اول النہار وآخرہ تو دو بار طلاق واقع ہوگی اگر آخر روز یوں کہا کہ انت
طالق آخر النہار واولہ تو ایکبار طلاق ہوگی اسیطرح عکس مثال یعنی عکس باللیل والنہار کا بالنہار واللیل اور عکس اول النہار وآخرہ کا آخر النہار واولہ چنانچہ اسکا حکم بھی متصل گذرچکا یا یوں کہا
کہ انت طالق الیوم ورأس الشہر اگر یہہ کلام دن میں کہا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر شروع مہینہ میں کہا تو دو بار طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل انہ
متی اضاف الطلاق لوقتین کائن ومستقبل بحرف عطف فان بدأ بالکائن اتحد او بالمستقبل تعدد اور قاعدہ کلیہ امثلہ سابقہ میں یہہ
کہ جب مضاف کیا طلاق کو دو وقت کیطرف کہ ایک اونمیں ماضی ہے اور دوسرا مستقبل اور دونوں وقتوں کے درمیان میں حرف عطف کا ہو اسو اگر ابتدا
ماضی سے کی تو دونوں وقت متحد ہونگے اس صورتمین ایک ہی طلاق واقع ہوگی جیسا کہ انت طالق الیوم وغداً میں اور اگر ابتدا مستقبل سے کی تو تعدد اور تکرر
ہوگا یعنی دو بار طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق غداً والیوم میں وفی انت طالق الیوم واذا جاء غد او انت طالق لا بل غداً طلقت واحدۃ
للحال والاخری فی الغد اور اس قول میں کہ تو طالق ہے آج اور جب کہ کل آویگا یا یوں کہا کہ تو طالق ہے نہیں بلکہ کل طالق ہے تو اوسکو ایکبار طلاق
ہوگی فی الحال اور دوسری بار کل مثال ثانی میں متکلم نے لفظ لا بل سے نفی کلام سابق کی ارادہ کی سو ابطال منجز کا ممکن نہیں انت طالق واحدۃ او لا او
مع موتی او مع موتک لغو اما الاول فلحرف الشک واما الثانی فلاضافتہ لحالۃ منافیۃ للایقاع او للوقوع تو طالق ہے ایکبار یا ایک
طلاق نہیں یا یوں کہنا تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا اپنی موت کے ساتھ تو یہہ دونوں قول لغو ہیں یعنی ایسے کلام سے طلاق نہیں ہوتی پہلا قول تو اسواسطے
لغو ہوا کہ حرف شک کا اوسمین واقع ہے اور قول ثانی اسواسطے لغو ہوا کہ اوسمین طلاق مضاف ہے اوس حالت کی طرف جو منافی ہے ایقاع طلاق کے یا وقوع
طلاق کے یعنی موت زوج کی منافی ہے ایقاع طلاق کی کہ اوس حالت میں اوسکو اہلیت طلاق دینے کی نہیں اور موت زوجہ کی منافی ہے وقوع طلاق کی کہ اس
حالتمیں محل طلاق باقی نہیں کذا انت طالق قبل ان اتزوجک او امس وقد نکحہا الیوم اوسیطرح لغو ہے یہہ قول کہ تو طالق ہے قبل اسکے کہ
میں تیرے ساتھ نکاح کروں یا یوں کہے کہ تو طالق ہے کل یعنی جو دن کہ ہو چکا اور حالانکہ نکاح کیا اوس عورت سے آج یہہ دونوں قول اسواسطے لغو ہونگے کہ طلاق
کو اوس وقت کی طرف مضاف کیا جب کہ اوسکو ملکیت طلاق کی نہتی اسواسطے کہ بعد نکاح کے زوج طلاق کا مالک ہوتا ہے نہ قبل نکاح کے ولو نکحہا قبل امس
وقع الآن لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال اور اگر نکاح کیا تہا عورت سے کل سے پہلا یعنی پرسوں نکاح کیا تہا اور پہر یوں کہا کہ انت طالق
امس تو وقت تکلم کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ماضی کا ایقاع زمانہ موجود کا ایقاع ہے ولو قال امس والیوم تعدد وعکسہ اتحد وقیل بعکسہ
اور اگر کہا کہ انت طالق امس والیوم تو دو بار طلاق ہوگی یا بالعکس اسکے کہا یعنی یوں کہا کہ انت طالق الیوم والامس تو ایکبار ہوگی اور بعض علمانے اسکی بالعکس
کہا یعنی پہلی صورتمین ایکبار اور دوسری صورتمین دو بار ہوگی اور یہی قول اخیر موافق ہے قاعدہ سابقہ کے یعنی اگر ماضی مقدم ہو استقبال پر تو اتحاد ہوگا
اور استقبال مقدم ہو ماضی پر تو تعدد ہوگا اور یہی حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الحلبی او انت طالق قبل ان اخلق او قبل ان تخلقی او طلقتک
وانا صبی او نائم او مجنون وکان معہوداً کان لغواً یا یوں کہا کہ تو طالق ہے قبل میرے پیدایش کی یا قبل تیری پیدایش کے یا یوں کہا کہ میں نے تجھکو

طلاق دی جب کہ مین لڑکا تھا یا جب کہ مین سوتا تھا یا جب کہ مین دیوانہ تھا اور حالانکہ اوسکا جنون معلوم نہا تو یہہ قول لغو ہوگا اسواسطی کہ حالات مذکورہ منافی ہین
ایقاع طلاق کے بخلاف قولہ انت حر قبل ان اشتریک او انت حر امس وقد اشتراہ الیوم فانہ یعتق کما یعتق لو اقر بعبد ثم اشتراہ
لاقرارہ بحریتہ برخلاف حکم سابق کے ہے یہہ قول کہ تو آزاد ہے قبل اسکی کہ مین تجہکو خرید کرون یا یون کہا کہ تو آزاد تہا کل اور حالانکہ اوسکو خرید کیا آج
تو وہ آزاد ہوجاویگا اسواسطی کہ آزادی ایقاع اور وقوع کی محتاج نہین احتمال ہے کہ اوسکو اور شخص نے آزاد کیا ہو یا کہ وہ اصلی آزاد ہو بخلاف طلاق کے
چنانچہ اسطرح بہی آزاد ہوجاویگا اگر اقرار کیا ایک شخص نے کسیکے غلام کے حق مین کہ یہہ آزاد ہے پہر اوسکو خرید کیا ان تینون صورتون مین آزادی ثابت ہوگی
بسبب اقرار کرنے قائل کے اوسکی آزادی کا انت طالق قبل موتی بشہرین ان الخ مات قبل مضی شہرین لم تطلق لانتفاء الشرط
وان مات بعدہ طلقت مستندا لاول المدۃ لا عند الموت وفائدتہ انہ لا میراث لہا لان العدۃ قد تنقضی بشہرین بثلث حیض
تو طالق ہے میری موت سے دو مہینے پہلے یا کہ اس مدت سے زیادہ اور مرگیا زوج قبل گذرنے دو مہینے کے تو عورت مطلقہ نہوگی بسبب نپائی جانے شرط کے اور اگر
زوج مرگیا بعد دو مہینے کے تو مطلقہ ہوگی نزدیک امام کے فی الحال باستنا د اول مدت کے یعنی دو مہینے سے مطلقہ ہوگی نہ موت کے نزدیک سے اور فائدہ طلاق
مستند کا یہہ ہے کہ عورتکو میراث زوج کی نہ ملیگی اسواسطی کہ عدت گاہی منقضی ہوجاتی ہے دو مہینے مین تین حیض ہوکر م مصنف اور شارح نے اس مقام مین
قول ضعیف کو پسند کیا ہی باتباع صاحب الدرر کے اور قول صحیح یہہ ہی کہ عدت وقت موت سے ہوگی اور عورت وارث ہوگی نزدیک امام کے اسواسطی کہ حق میراث مین
استنا د ظاہر نہین ہوتا کیونکہ اوسمین ابطال ہے عورت کے حق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور تحریر مین تصریح ہی کہ وجوب عدت نزدیک امام کے موت سے ہے
اور علامہ سمرقندی نے تہا کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انت طالق کل یوم او کل جمعۃ او رأس کل شہر ولا نیۃ لہ تقع
واحدۃ فان نواہ کل یوم او قال فی کل یوم او مع او عند او کلما مضی یوم یقع ثلث فی ایام ثلث والاصل انہ متی ترک کلمۃ الظرف
اتحد ولا تعدد کہا زوج نے زوجہ سی کہ تو طالق ہے ہر دن یا ہر جمعہ یا ہر مہینہ کے شروع اور زوج کے ان اقوال مین کچہہ نیت نہین تو ایکبار طلاق واقع
ہوگی اور اگر اوسنے نیت کی ہر روز ایک طلاق کی یا اوسنے یون کہا کہ تو طالق ہے ہر ایک دن مین یا یون کہا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتہہ یا کہا کہ تو طالق ہے
نزدیک ہر دن کے یا یون کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ دن ہو چکے تو ان صورتون مین تین بار طلاق واقع ہوگی تین دن مین اور قاعدہ کلیہ مین طلاق بار ایک طلاق
کے واقع ہونیکا ان مثالون مین یہہ ہے کہ جب کلمہ ظرف کا متروک ہوگا کلام مین تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور جب کلمہ ظرف کا مذکور ہوگا تو تین بار طلاق
واقع ہوگی کلمہ ظرف کا ان اقوال مین لفظ فی اور مع اور عند ہے وفی الخلاصۃ انت طالق مع کل یوم تطلیقۃ وقع ثلث للحال اور خلاصہ مین ہے
کہ اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتہہ ایک طلاق کر تو واقع ہونگی تین طلاق فی الحال م روایت خلاصہ کی مخالف ہی شارح کے قول کے
اسواسطی کہ شارح نے کہا کہ مع کل یوم مین تین طلاق تین دن مین واقع ہونگی اور خلاصہ مین فی الحال واقع کہا اور دونو کلامون مین سوائے مفعول
مطلق کے کوئی فارق ظاہر نہین ہوتا اور شیخ رحمتی محشی نے تہا کہ خلاصہ مین یون عبارت ہی کہ انت طالق مع کل تطلیقۃ یعنی اوسمین لفظ یوم کا نہین
تو یہہ مطلب ہوا کہ تو طالق ہے ہر طلاق کے ساتہہ تو اس صورت مین تین بار طلاق فی الحال واقع ہونگی اور شاید کہ نسخہ صاحب بحر الرائق مین تحریف
واقع ہوگئی اور مصنف اور شارح نسخہ محرفہ کے پیرو ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی قال احدکما طالق الان لا تطلق حتی تموت احدہما فتطلق الاخری
لوجود شرطہ حینئذ کہا زوج نے اپنی دو زوجہ سے کہ تم دو مین بڑی عمر والیکو طلاق ہے اسوقت تو کسیکو طلاق نہوگی یہانتک کہ ایک اونمین سے
مرجاوی پہر جب ایک مرگئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی بسبب پائی جانے شرط زوج کے اوسوقت یعنی جب ایک مرگئی تو دوسری عورت کی زیادتی عمر کی
ثابت ہوئی م شیخ رحمتی نے تہا کہ طول عمر بعد دو نو عورتون کے مرجانیکے ثابت نہین ہوسکتا اسواسطی کہ جو عورت کہ اول مرگئی جائز ہی کہ جا بیشتر زندہ رہتی
ہو اور جو زندہ رہی شاید اوسکی عمر تبیش ہی برسکی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور نسخہ مطبوعہ مین بعد حینئذ کے لفظ مستندا کا بہی مرقوم ہی قال انت طالق
قبل قدوم زید بشہر فقدم بعد شہر وقع الطلاق مقتصرا کہا زوج نے کہ تو طالق ہی زید کے آنے سے پہلی بقدر ایک مہینہ کے پہر زید آیا بعد مہینے

ہے کہ تو طلاق واقع ہوگی فی الحال بطور اقتصار کے ثم مصنف نے طلاق قبل موت میں استناد کو ذکر کیا اور طلاق قبل قدوم میں اقتصار کو مذکور کیا تو اسواسطے کہ
مناسب ہے استناد و اقتصار کو اگلے قول میں مصرح کیا اعلم ان طرق ثبوت الاحکام اربعۃ الانقلاب والاقتصار والاستناد والتبیین معلوم
کر ثبوت احکام شرعیہ کے چار طریق ہیں ایک انقلاب دوسرا اقتصار تیسرا استناد چوتھا تبیین فالانقلاب صیرورۃ ما لیس بعلۃ علۃ کالتعلیق
سو انقلاب یہہ ہی کہ جو چیز علت نہیں ہے واقع میں سو علت ہو جاوے چنانچہ تعلیق مثلاً یون کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تجھکو طلاق ہے سو دخول دار
میں طلاق کی علت نہیں وقت تکلم کے لیکن بسبب تعلیق زوج کے علت ہو گیا طلاق کی یعنی بعد تعلیق کے جب دخول دار پایا جاویگا تو طلاق واقع ہوگی
اور مراد تعلیق سے معلق علیہ ہے یعنی دخول دار والاقتصار ثبوت الحکم فی الحال اور اقتصار عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال چنانچہ انشاء عقود مثل
بیع و نکاح کے یا فسوخ مثل طلاق اور خلع کے تو بمجرد ایجاب اور قبول کے بیع اور نکاح ثابت ہو جاتا ہے والاستناد ثبوتہ فی الحال مستندا الی
ما قبلہ بشرط بقاء المحل کل المدۃ کلزوم الزکوۃ حین الحولان مستندا الی وجود النصاب اور استناد عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال ایسا کہ
پہلی طرف مستند ہو کر بشرط باقی رہنے محل حکم کے تمام مدت میں جیسے لازم ہونا زکوۃ کا سال تمام ہونیکے وقت باعتبار وجود نصاب کے یعنی بعد سال کے زکوۃ
بالفعل واجب ہوتی ہے باعتبار اول کے یعنی حولان حول کے بشرطیکہ باقی رہے مال اول سے آخر تک کہ نصاب درمیان سال کے کم ہو جاوے والتبیین ان یظہر
فی الحال تقدم الحکم کقولہ ان کان زید فی الدار فانت طالق وتبین فی الغد وجودہ فیہا تطلق من حین القول فتعتد منہ
اور تبیین یہہ ہے کہ ظاہر ہوتی الحال حکم کا مقدم ہونا یعنی اب ظاہر ہوا کہ وقت تکلم سے حکم مقدم تھا چنانچہ زوج کا یہہ قول کہ اگر زید گھر میں ہوگا تو تجھکو طلاق
ہے اور کل ظاہر ہوا وجود زید کا گھر میں یعنی دوسرے دن ثابت ہوا کہ وقت تعلیق کے زید گھر میں موجود تھا تو عورت مطلقہ ہوگی وقت تکلم سے تو اسی وقت
سے اوسکی عدت ہوگی خلاصہ یہہ ہے کہ ثبوت حکم تین حال سے خالی نہیں یعنی زمانہ مستقبل میں ہے یا زمانہ حال میں یا زمانہ ماضی میں تو اگر زمانہ استقبال میں ہے
بطور تعلیق کے تو اوسکو انقلاب کہتے ہیں اور اگر زمانہ حال میں ہے بلا استناد سابق اوسکو اقتصار بولتے ہیں اور اگر زمانہ حال میں ہے ما قبل سے مستند
ہو کر اوسکو استناد کہتے ہیں اور اگر بہ نسبت ظہور کے زمانہ ماضی میں ہے اوسکو تبیین بولتے ہیں انت طالق ما لم اطلقک او متی لم اطلقک او
متی ما لم اطلقک وسکت طلقت للحال بسکوتہ اگر زوج نے کہا کہ تو طالق ہے تا وقتیکہ میں تجھکو طلاق نہ دون یا جب تک کہ میں تجھکو طلاق نہ دون
یا وقتیکہ تجھکو طلاق نہ دون اور یہہ کلام کرکے زوج ساکت ہو گیا تو عورت فی الحال مطلقہ ہوگی بسبب اوسکے سکوت کے اسواسطے کہ کلمہ متی کا ظرف زمان ہے
اور اسیطرح کلمہ ما کا مصدریہ ہے قائم مقام ظرف کے اگرچہ بمعنی شرط کے مستعمل ہے لیکن فقہا کا اتفاق ہے کہ وہ یہان بمعنی وقت کے ہے خلاصہ یہہ کہ ان
مثالون میں طلاق کی اضافت ہے اوس زمانہ کیطرف جو طلاق منکوحہ سے خالی ہے جب اوس نے سکوت کیا تو وہ زمانہ پایا گیا لہذا وہ مطلقہ ہوگی کذا فی
حاشیۃ الدرر عن البحر وفی ان لم اطلقک لا تطلق بالسکوت بل یمتد الی الکلام حتی یموت احدہما قبلہ ای تطلیقہ فتطلق قبیل الموت
لتحقق الشرط ویکون فارا اور اس قول میں کہ تو طالق ہے اگر میں تجھکو طلاق نہ دون تو عورت مطلقہ نہوگی بسبب سکوت زوج کے بلکہ نکاح قائم رہیگا یہانتک
کہ کوئی اون دونوں میں سے قبل طلاق دینے زوج کے مرجاوے پھر جب ایک کوئی مریگا تو عورت مطلقہ ہوگی قبل موت کے قریب بسبب پائے جانے شرط کی یعنی
عدم طلاق کے پھر اگر زوج اول مریگا تو فار ہوگا سو اگر عورت مدخولہ ہوگی تو وارث ہوگی زوج کی فار کا بیان آگے آویگا واذا ما واذا بلا نیۃ مثل ان عندہ
ومثل متی عندہما وقد مر حکمہما اور کلمہ اذا ما کا اور اذا کا بدون نیت کے مانند کلمہ ان کے ہے نزدیک امام کے اور مثل کلمہ متی کے ہے نزدیک
صاحبین کے اور دونوکا یعنی ان اور متی کا حکم عنقریب مذکور ہو چکا یعنی جب اذا ما اور اذا بمعنی ان کے ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی تا وقتیکہ کوئی زوجین
میں سے مرجاوے اور جب بمعنی متی کے ہونگے تو فی الحال بسبب سکوت زوج کے طلاق واقع ہوگی ولو نوی الوقت او الشرط اعتبر نیتہ اتفاقا
ما لم تقم قرینۃ الفور کطلقی نفسک اور اگر نیت کی زوج نے کلمہ اذا سے وقت کی یا شرط کی تو اوسکی نیت معتبر ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جبتک کہ
قرینہ فی الفور کا قائم نہو اور اگر فی الفور کا قرینہ قائم ہوگا تو فی الفور طلاق واقع ہوگی نیت شرط کی معتبر نہوگی قرینہ فی الفور کا یہہ کہ عورت نے کہا کہ مجھکو

طلاق ہوسے زوج نے کہا کہ انت طالق اذا لم اطلقک تو فی الفور طلاق واقع ہوگی و ف قوله انت طالق مالم اطلقک انت طالق مع الوصل بقوله
مالم اطلقک طلقت بالمنجزة لا الاخیرة فقط استحسانا اور اس قول مین کہ انت طالق مالم اطلقک انت طالق یعنی زوج سے انت طالق کو اپنے
قول مالم اطلقک سے ملا کر کہا تو عورت مطلقہ ہوگی نفس پہلے قول منجز سے باعتبار استحسان کے یعنی اخیر قول انت طالق سے کہ وہ منجز ہے معلق سے نہیں طلاق واقع
ہوگی اور اگر انت طالق کو مالم اطلقک سے جدا ذکر کیا وصل کیا تو منجز اور معلق دونو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی عن البحر فرع مسئلہ لمحققہ
شارح کا قال ان لم اطلقک الیوم ثلثا فانت طالق ثلثا فحیلته ان یطلقها علی الف ولا تقبل المرأة فان مضی الیوم لا تطلق وبه یفتی خانیه
ای ثلثا کما فی النسخة
لان التعلیق المقید یدخل تحت المطلق کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر مین آج تجھکو تین طلاق نہ دون تو تجھکو طلاق ہے تو حیلہ نہ طلاق واقع ہونیکا یہ
ہے کہ اوسکو طلاق دے بعوض ہزار کے یعنی یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق دی بشرط ہزار اشرفی کے اور عورت ہزار اشرفی دینا نہ قبول کرے پہر اگر وہ دن
گذر جاویگا تو عورت مطلقہ نہوگی اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ والخلاصہ والمحیط اسواسطے کہ تعلیق مقید داخل ہے تعلیق مطلق کے تحت مین یعنی ہرچند تعلیق طلاق
مطلق ہے خواہ بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جو طلاق کہ زوج نے دی وہ مقید ہے یعنی بعوض مال کے ہے لیکن چونکہ مقید مطلق مین داخل ہے اسواسطے طلاق نہ واقع
ہوئی انت طالق یوم اتزوجک فنکحها لیلا حنث بخلاف الامر بالید ای امرک بیدک یوم یقدم زید فقدم لیلا لم تتخیر ولو نهارا
تبقی للغروب کہا مرد نے عورت سے کہ تو طالق ہوگی جسدن کہ مین تجھسے نکاح کرون پہر نکاح کیا اوس سے رات مین تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ
یوم اس قول مین بمعنی مطلق وقت کے ہی جو رات اور دن دونو کو شامل ہے بخلاف امر بالید کے یعنی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے یعنی تجھکو
طلاق کا اختیار ہے جس دن کہ زید آوے پہر زید آیا رات کو تو عورت کو اختیار طلاق کا نہوگا اور اگر دن مین زید آویگا تو عورت کو اختیار طلاق کا باقی رہیگا
اوسی دن کے غروب تک والاصل ان الیوم متی قرن بفعل یمتد یراد به النهار کالامر بالید فانه یصح جعله بیدها یوما
او شهرا ومتی قرن بفعل لا یمتد یراد به مطلق الوقت کایقاع الطلاق فانه لو قال طلقتک شهرا کان ذکر المدة لغوا
وتطلق للحال اور قاعدہ کلیہ جو فارق ہو طلاق اور امر بالید مین یہ ہے کہ یوم جب مقرون ہو ایسے فعل سے کہ پورا ہو سکے تمام مدت کو تو وہان یوم سے مراد
نہار ہوگا چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہے کہ اوسکو عورت کے اختیار مین دینا ایک دن یا ایک مہینہ درست ہی اور اسیطرح ہی سیر اور رکوب اور صوم کہ کل مدت یوم مین
ممتد ہو سکتا ہی اور جب کہ یوم مقرون ہوا وس فعل سے کہ کل مدت مین ممتد نہو سکے تو وہان یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا جو شامل ہو لیل اور نہار کو چنانچہ
ایقاع طلاق اور تزوج اور کلام اور دخول اور خروج اور اعتاق سو اگر کہیگا کہ مین نے تجھکو طلاق دی مہینہ بہر تو ذکر مدت کا لغو ہوگا اور فی الحال
طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایقاع طلاق لائق امتداد کے نہین انا منک طالق او بریٔ لیس بشیء ولو نوی به الطلاق اور اگر کہا اپنی عورت سے
کہ مین تجھسے طالق ہون یا کہ مین تجھسے بری ہون تو یہ قول کچھہ نہین اگرچہ اس قول سے طلاق کی نیت کرے تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ محل طلاق
عورت ہے نہ مرد سو جب کہ اضافت طلاق کی مرد کیطرف ہوئی تو بیموقع ہوئی تو لغو ہوئی وتبین فی البائن والحرام ای انا منک بائن او انا علیک
حرام ان نوی لان الابانة لازالة الوصلة والتحریم لازالة الحل وهما مشترکان فتصح الاضافة الیه حتی لو لم یقل منک او
علیک لم تقع اور جدا ہوجاویگی عورت لفظ بائن اور حرام مین یعنی اگر عورت سے کہا کہ مین تجھسے بائن ہون یعنی جدا ہون یا کہ مین تجھپر حرام ہون تو مطلقہ ہوگی
اگر طلاق کی نیت کرے اسواسطے کہ لفظ بائن یعنی جدائی کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے اتصال نکاح کے اور لفظ تحریم کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے حلت کے
اور وہ دونو یعنی ازالہ اتصال نکاح اور ازالہ حلت مشترک ہین درمیان زوج اور زوجہ کے تو صحیح ہوگی اضافت ابانت اور تحریم کی طرف زوج کے یہانتک کہ
اگر نہ کہیگا لفظ منک اور علیک کا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اسمین عورت کی طرف خطاب نہین تو احتمال ہے کہ دوسری زوجہ کی جدائی اور حرمت مراد ہو بخلاف
انت بائن او حرام حیث یقع اذا نوی وان لم یقل منی بخلاف اس قول کے کہ انت بائن او حرام کہ یعنی تو جدا ہے یا کہ تو حرام ہے اسواسطے کہ اس کلام سے
طلاق واقع ہوگی جب کہ زوج نیت طلاق کی کرے اگرچہ لفظ منی کا نہ کہے یعنی اگرچہ یون نہ کہے کہ تو جدا ہے مجھسے تو بھی طلاق واقع ہوگی شارح نے اس کلام سے

غرائب الاکمل کی عبارت کو رد کیا اور یہ بیان ہے کہ انت بائن سے جدائی نہین ہوتی تا وقتیکہ انت بائن نہ کہے نعم لو جعل امرها بیدها فاشترط قولها بائن ثم
ہان اگر عورت کو طلاق کا اختیار دے تو عورت کا یون کہنا مشروط ہے کہ بائن ہنی یعنی تو مجھسے جدا ہو یعنی د توہم طلاق مین ہنی کا لفظ عورت کو کہنا ضرور ہے ثم
بحر الرائق مین خلاصہ ان مسائل کا یون مذکور ہے کہ اگر اضافت حرمت اور بینونت کی عورت کی طرف کی یعنی یون کہا کہ تو حرام یا بائن ہے تو طلاق واقع ہو گی
زوج کی طرف اضافت کی حاجت نہین یعنی یون کہنا کہ تو حرام ہی مجھپر ضرور نہین اور اگر حرمت کی اضافت اپنی طرف کی یعنی یون کہا کہ مین حرام یا بائن ہون
تو طلاق نہ ہوگی بدون اضافت عورت کے یعنی یون کہے کہ مین حرام ہون تجھپر یا تو بائن ہے مجھسے اور اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا تو حرمت اور بینونت
کی اضافت زوج اور زوجہ دونو کی طرف ضرور ہے کذا فی حاشیة المدنی ویقع بأبنتك عن الزوجية بلا نية اور طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مین نے
تجھکو جدا کیا زوجہ ہونے سے بدون نیت کے جدائی ہوگی اسواسطے کہ یہہ قول صریح ابطال نکاح مین اور صریح محتاج نیت کا نہین انت طالق ثنتين مع عتق
مولاك إياك فأعتق سيدها طلقت ثنتين وله الرجعة لوجود التعليق بعد الاعتاق لانه شرط کہا زوج نے اپنی زوجہ سے جو لونڈی
ہے کسیکی کہ تو طلاق ہے دو بار ساتھہ آزاد کرنے مولی کے تجھکو یعنی تیری آزادی کے ساتھہ تجھکو دو بار طلاق ہے پہر اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کیا تو دو طلاق
مطلقہ ہوگی اور اوسکے زوج کو رجعت کا اختیار ہوگا بسبب وجود تعلیق کے بعد آزاد کرنیکے یعنی اول آزادی ہوئی بعد اوسکے طلاق واقع ہوئی اسواسطے کہ آزادی
شرط تھی طلاق کی اور شرط مقدم ہوتی ہی مشروط پر تو آزادی مقدم ہوئی طلاق پر یعنی عورت پہلے حرہ ہو چکی پہر طلاق واقع ہوئی اور حرہ سے رجعت کرنا
دو طلاق کے بعد درست ہے اگر کوئی کہے کہ لفظ مع مقارنت کا مقتضی ہے جب مقارنت ہوئی تو تقدیم اور تاخیر کی کہان گنجایش رہی اوسکا جواب یہہ ہے کہ لفظ
مع کا ہی یعنی تاخیر بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ ان مع العسر یسرا مین یعنی سختی کے بعد آسانی ہی اور یہہ مطلب نہیں کہ سختی اور آسانی آن واحد مین مقارن ہیں وذکر
ابن الکمال ان کلمة مع اذا اقحمت بين جملتين مختلفين تجعل محلا للشرط اور نقل کیا ہی ابن کمال نے ایضاح مین طحاوی سے کہ کلمہ مع کا جب واقع کیا جاوے
درمیان دو جملون مختلف کے تو قائم مقام ہوتا ہے شرط کے تو طلاق اور عتاق دو جملے ہین مختلف اون مین کلمہ مع کا داخل ہوا اسواسطے بجای شرط ہوگیا تو گویا تقدیر
کلام یون ہوئی کہ ان اعتقك مولاك فانت طالق ثنتين یعنی اگر تیرا مولی تجھے آزاد کرے تو تجھکو دو بار طلاق ہے ولو علق بالمجيء الغد عتقها و
طلاقها فجاء الغد لا رجعة له لتعليقهما بشرط واحد اور اگر معلق ہو آزادی لونڈی کی اور طلاق اوسکی کل کے آنے پر یعنی اوسکے
مولی نے کہا ہو کہ جب کل کا دن آوے تو تو آزاد ہی اور اوسکے زوج نے کہا کہ جب کل آوے تو تجھکو طلاق ہے پہر آیا کل کا دن تو زوج کو رجعت کا اختیار نہوگا اسواسطے
معلق ہے عتق اور طلاق کے ایک شرط پر یعنی زمانہ عتق اور طلاق کا ایک ہی ہوا کیونکہ شرط دونو کی ایک ہی تھی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان عتق طلاق پر مقدم
تھا باعتبار مرتبہ کے اور لونڈی کے حق مین دو طلاق ایسی ہیں جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اوسکے زوج کو رجعت کا اختیار نہ باقی رہا وعدتها في المسألتين
ثلث حيض احتياطا اور عدت اوس عورت کی دونو مسئلون مین یعنی اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین تین حیض ہین بنابر احتیاط کے ولو کان الزوج
مريضا لا ترث منه لوقوعه وهي أمة فلا ترث مبسوط اور مسئلہ ثانیہ مین اگر زوج مریض ہوگا تو عورت اوسکی وارث نہوگی اسواسطے کہ طلاق اوسپر
واقع ہوئی جب کہ وہ لونڈی تھی تو وارث نہوگی کذا فی المبسوط بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہ وارث ہوگی انت طالق هكذا مشيرا بالاصابع المنشورة
وقع بعددها کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اسطرح منتشر انگلیون سے اشارہ کرکے تو واقع ہوگی طلاق مشار الیہ کی شمار پر یعنی اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ایک
طلاق اور دو انگلیون سے اشارہ کیا تو دو طلاق اور اگر تین انگلیون سے اشارہ کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ ہکذا مین ہا واسطے تنبیہ کے ہی اور کاف
واسطے تشبیہ کے اور ذا واسطے اشارہ کے ہی بخلاف مثل هذا فانه ان نوى ثلثا فثلث والا فواحدة لان الكاف للتشبيه في الذات
ومثل للتشبيه في الصفات ولذا قال ابو حنيفة ايماني كايمان جبريل لا مثل ايمان جبريل بخلاف اسکے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالق
ہے مثل اسکے اور تین انگلیون سے اشارہ کیا تو اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر نیت عدد کی نکی تو ایک ہی طلاق ہوگی کہ
مسئلہ سابقہ مین کاف ہکذا کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الذات کے تو گویا اوس نے یون کہا کہ تجھکو ایسی طلاق ہے جسکی ذات ان انگلیون کی ذات کی مانند ہے

تو اس صورت میں انگلیوں کا عدد معتبر ہوگا اور اس مسئلہ میں یعنی مثل نہ این کلمہ مثل کا موضوع ہی واسطے تشبیہ فی الصفات کے تو وصف تو گویا یون کہا کہ تجھکو طلاق ثابت ہے مانند ثبوت ان انگلیون کے اور طلاق ثابت ہے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اور جب کہ کاف اور مثل مین تفرقہ ثابت ہوا تو بنا بر اسی تفرقہ کے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایمانی کایمان جبرئیل لا مثل ایمان جبرئیل یعنی میرا ایمان اور جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ذات مین یکسان ہے نہ مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہر صفات مین کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ ایمان عبارت ہے تصدیق جازم سے اور ایمان امام کے نزدیک زیادہ اور کم نہین ہوتا تو ایمان امام کا اور ایمان ملائکہ کا اور ایمان ہر مؤمن کا ذات مین متحد ہوا اور یون امام نے نہین کہا کہ میرا ایمان مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہے اسواسطے کہ صفات مختلف ہین کیونکہ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین مین بڑا فرق ہے جو ترقی انوار اور ثمرات تقرب وغیرہ ملائکہ کو حاصل ہے وہ اونکو نہین کو کمال ان کذا فی حاشیۃ المدنی وتعتبر المنشورۃ لا المضمومۃ الا دیانۃ ککف اور اشارہ کرنے مین معتبر منتشر انگلیان ہین بنا بر عرف کے نہ مضموم اور متصل مگر باعتبار دیانت کے یعنی اگر دو مضموم انگلیون سے اشارہ کر کے نیت کریگا تو اوسکی دیانت مین تصدیق ہوگی نہ قضا مین مانند حکم کف کے یعنی اگر نیت کریگا ہتھیلی سے اشارہ کر کے بدون انگلیون کے تو فقط دیانت مین اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضا مین بنا بر عدم عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والمعتمد فی الاشارۃ فی الکف نشر کل الاصابع اور معتمد کف کے اشارہ مین کھولنا سب انگلیون کا ہے یعنی اشارہ کف مین باعتبار دیانت کے تصدیق نہوگی جب تک سب اونگلیون کو علیحدہ علیحدہ نکھولیگا اور جب کہ بعض کو کھولیگا اور بعض کو متصل رکھیگا تو معتبر منتشر اونگلیان ہونگی اسواسطے کہ نشر کرنا اونگلیون کا قرینہ ہی عدد کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ونقل القهستانی انہ یصدق قضاء بنیۃ الاشارۃ بالکف وھی واحدۃ اور قہستانی نے نقل کیا ہی کہ قضا مین اوسکی تصدیق ہوگی اشارہ کف کی نیت سے یعنی جب اصابع منشور ہون اور کف سے اشارہ کر کے نیت کرے تو قائل کی تصدیق ہوگی قضا مین اور اسطرح اشارہ کف سے ایکبار طلاق ہوگی ولو لم یقل ھکذا یقع واحدۃ لفقد التشبیہ اور اگر کہا کہ تو طلاق ہے اور اشارہ اونگلیون سے کیا اور نکہا ہکذا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بسبب فقدان تشبیہ کے ولو قال انت ھکذا مشیرا ولم یقل طالق لم ادرہ اور اگر عورت سے کہا کہ تو ایسی ہی انگلیون سے اشارہ کر کے اور یون نہ کہا کہ تو طالق ہے شارح کہتا ہی کہ مین نے اس مسئلہ کا حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا ھ حلبی نے کہا کہ اس صورت مین طلاق نہ واقع ہونا نہایت صریح ہے اسواسطے کہ یہہ لفظ نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین اور اشارہ بیان ہوتا ہی ملفوظ کا سو یہان موجود نہین اور خیر الدین رملی نے بھی کہا کہ ایسا قول لغو ہی اگرچہ قائل نیت طلاق کی کرے اسواسطے کہ لفظ مشعر طلاق کا نہین اور نیت کو بدون لفظ کے طلاق مین تاثیر نہین اور حموی نے بھی عدم وقوع طلاق کی بعض علما کے قول سے تصریح کی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اشار بظہورھا فالمضمومۃ للعرف اور اگر اشارہ کیا انگلیونکی پیٹھ سے یعنی پشت انگلیون کی مخاطب کی طرف کی اور پیٹ اونکا مشیر کی طرف تو معتبر ملی اونگلیان ہونگی بسبب عرف محاسبین کے یا رواج بین الناس کے ولو کان رؤسھا نحو المخاطب فان نشر عن ضم فالعبرۃ للنشر وان ضما عن نشر فالضم ابن کمال اور اگر ہون سر اونگلیونکے مخاطب کیطرف سو اگر افتراق کیا اونگلیون کا بعد اتصال کے تو اعتبار ہی افتراق کا اور اگر اتصال کیا اونگلیون کا بعد افتراق کے تو اعتبار ہی اتصال کا چنانچہ ابن کمال نے اسکو مذکور کیا ھ جب کہ فراغت ہوئی بیان طلاق رجعی سے تو اوسکے بعد طلاق بائن کا بیان شروع ہوا ویقع بقولہ انت طالق بائن او البتۃ وقال الشافعی یقع رجعیا لو موطوءۃ اور واقع ہوتی ہی طلاق بائن زوج کے اس قول سے کہ تو طالق بائن ہی یا یون کہا کہ تو طالق ہے البتہ کلمہ بتہ کا مصدر ہے بمعنی قطع اور جزم کے اور منصوب ہے بنا بر مصدریت کے تو ترجمہ لفظی یون ہوگا کہ تو طالق ہی قطعا اور یقینا اور امام شافعی نے کہا کہ لفظ بائن اور البتہ سے اور اسیطرح اور الفاظ آیندہ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہی اگر عورت مدخولہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی او افحش الطلاق او طلاق الشیطان او البدعۃ او اشر الطلاق او کالجبل او کالف او ملاء البیت یا یون کہا کہ تو طالق ہی افحش طلاق کر یا تجھکو طلاق شیطان ہی یا طلاق بدعت ہی یا تجھکو بدتر طلاق ہی یا تجھکو مانند پہاڑ کے طلاق ہے یا تو طالق ہی مانند ہزار کے یا تجھکو گھر بھر کی طلاق ہی او تطلیقۃ شدیدۃ او عریضۃ او طویلۃ یا یون کہا کہ تجھکو سخت طلاق ہی یا چوڑی طلاق ہے یا لنبی طلاق ہے او اسوءہ او اشدہ او اخبثہ او اخشنہ او اکبرہ او اعرضہ او اطولہ او اغلظہ او اعظمہ واحدۃ بائنۃ فی

الکل لانہ وصف الطلاق بما یحتمل ان لم ینو ثلثا فی الحرۃ وثنتین فی الامۃ فیصح لما مرّ یون کہا کہ تجھکو ایسی طلاق ہے یعنی بری سی طلاق ہے
یا اشد طلاق ہے یا اخبث طلاق ہے یا افحش طلاق ہے افحش بمعنی اشد ہے یا اکبر طلاق ہے یا اعرض طلاق ہے یا اطول طلاق ہے یا اغلظ طلاق ہے یا اعظم طلاق
ہے تو ایک ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہے ان سب الفاظ مذکورہ میں اسواسطے کہ قائل نے طلاق کو موصوف کیا ایسی صفت سے جسکو طلاق محتمل ہے یعنی صفت
بینونت کی ان سب الفاظ میں مندرج ہے مثلاً طلاق بدعت اسواسطے طلاق بائن ٹھہری کہ طلاق رجعی سنی ہے تو بدعی بائن ہوگی بسبب تقابل اور ضدیت کے اور
طلاق شدید اسواسطے بائن ہوئی کہ طلاق رجعی شدید نہیں چنانچہ تفصیل اسکی مطولات میں مصرح ہے ایک طلاق بائن ان الفاظ میں اوسوقت ہے کہ اگر قائل
نیت تین طلاق کی حرہ میں اور دو طلاق کی لونڈی میں نکی ہو اور اگر قائل نے تین طلاق کی حرہ میں اور دو طلاق کی لونڈی میں نیت کی تو صحیح ہوگی
اسواسطے کہ باب اول میں مذکور ہو چکا کہ مصدر محتمل ہے فرد اعتباری کو تو تین طلاق کی نیت حرہ میں اور دو طلاق کی لونڈی میں صحیح ہوگی ھم صیغہ
افعل کا ان الفاظ میں بمعنی تفضیل کے نہیں بلکہ اصل وصف مراد ہے یعنی افحش بمعنی فاحش اور اشد بمعنی شدید کے ہے نہ بمعنی شدید تر اور فاحش تر کذا
فی حاشیۃ المدنی کالو نوی بطالق واحدۃ وبنحو بائن اخری فیقع ثنتان بائنتان چنانچہ اس قول میں کہ انت طالق بائن صحیح ہے اگر نیت کرے لفظ
طالق سے ایک طلاق کی اور بائن اور اوسکی مانند سے دوسری طلاق کی تو دو طلاق بائن واقع ہونگی بائن کی مانند لفظ بتہ اور جمیع کنایات جو متصل طالق کے
واقع ہوں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو عطف فقال وبائن او ثم بائن ولم ینو شیئا فرجعیۃ ولو بالفاء فبائنۃ ذخیرۃ اور اگر عطف کیا سو یون
کہا کہ انت طالق وبائن یا یون کہا کہ انت طالق ثم بائن اور لفظ بائن سے کچھ نیت نکی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر بحرف فا عطف کیا یعنی یون کہا
کہ انت طالق فبائن اور کچھ نیت نکی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی کذا فی الذخیرۃ کما یقع البائن لو قال انت طالق طلقۃ تملکین بہا نفسک
لانہا لا تملک نفسہا الا بالبائن چنانچہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر یون کہے کہ تو مطلقہ ہے ایسی طلاق کہ کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اوس طلاق کے
اپنی ذات کی اس قول سے طلاق بائن اسواسطے ثابت ہوئی کہ عورت اپنی ذات کی مالک نہیں ہوتی مگر طلاق بائن سے اسواسطے کہ طلاق رجعی میں زوجیت طرفین
سے ثابت رہتی ہے اسلئے کہ اوسکی باری واجب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک له الرجعۃ وقیل لا رجعۃ
ورجح فی البحر الثانی اور اگر کہا کہ تو طالق ہے اس شرط پر کہ مجھکو رجعت نہیں تھیر تو اوسکو رجعت کرنا جائز ہے یعنی شرط عدم رجعت کی لغو ہے اور بعضون نے کہا کہ
اس قول سے زوج مالک رجعت کا نہیں اسواسطے کہ طلاق بائن پڑ گئی اور اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین واقع ہونگی کذا فی الجوہرۃ اور ترجیح دی ہے
بحر الرائق میں قول ثانی کو اسطرح کہ ظاہر ہدایہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قول ثانی قوی ہے کیونکہ ہدایہ میں کہا ہے کہ جب طلاق کو کسیطرح کی شدت اور زیادت کے ساتھ موصوف
کیا تو طلاق بائن ہوتی ہے اور عنایہ اور فتح القدیر میں مصرح ہے کہ شرط عدم رجعت سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے تو مذہب صحیح قول ثانی ہی ٹھہرا کذا فی حاشیۃ الدر
وخطأ من افتی بالرجعی فی التعالیق وقول الموثقین تکون طالقا طلقۃ تملک بہا نفسہا الخ اور بحر الرائق میں خطا کار کہا ہے اونکو
جنہون نے فتوی طلاق رجعی کا دیا تعلیقات میں اور اس قول موثقین میں جو وثیقہ نکاح میں بعد ذکر معقود اور شروط کے لکھتے ہیں کہ جب اس عورت پر دوسرا
نکاح کریگا یا اوسکو شہر سے باہر لیجاویگا تو یہ عورت طالق ہوگی ایسی طلاق کہ کہ مالک ہو جاویگی بسبب اوس طلاق کے اپنی جان کی الی آخر عبارۃ البحر
موثقین تشدیدنا مثلثہ وکسرہ وہ لوگ ہیں جو عدول ہیں دار القضا کے موثقین اسواسطے اونکو کہتے ہیں کہ وہ شاہدونکی توثیق کرتے ہیں یا بیعہ وغیرہ کہ
اونکے لکھے شرعی کاغذ لوگونمیں معتمد ہوتے ہیں کذا فی الطحطاوی فلاصہ بحر الرائق کا یہ ہے کہ تعلیق مذکور موثقین کی طلاق بائن ہے رجعی نہیں لکن فی
البزازیۃ وغیرہا لو قال للمدخولۃ ان طلقتک واحدۃ فھی بائنۃ او ثلث ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف
لیکن بزازیہ وغیرہ میں یون ہے کہ اگر کہا زوجہ مدخولہ سے کہ اگر میں تجھکو ایک طلاق دون تو وہ ایک طلاق بائن ہے یا تین طلاق ہے پھر زوج نے اوسکو
طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صفت مقدم نہیں ہوتی موصوف پر یعنی اگر ہم اس قول کو طلاق بائن یا رجعی کہیں تو لازم آوے سبقت صفت
کی موصوف پر اسواسطے کہ اصل طلاق تو معلق ہے ہنوز واقع نہیں ہوئی پھر قبل وقوع اوسکو بائن قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا شارح نے اس قول سے استدلال

کی تخلیہ منافی بحر پر وجہ استدراک کی یہہ ہے کہ جب لغو ہوا یہہ قول کہ فہی بائن او ثلث باوجود صراحت بینونت کے اور ثابت ہوا کہ تعلیق ساتھ بائن کے بھی رجعی ہی
توجیہہ قول کہ انت طالق علی ان لا رجعۃ لے علیک اگر رجعی ہو تو کیا بعید ہے بلکہ اسکا رجعی ہونا بطریق اولی ہے اسواسطے کہ اسمین صراحت بینونت کی نہین لیکن
تصریح صاحب ہدایہ کی اس استدراک کے مخالف ہے کہ جب طلاق موصوف شدت اور زیادت کر ہوگی تو طلاق بائن واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
وکذا لو قال ان دخلت الدار فکذا ثم قبل دخولہا الدار قال جعلتہ بائنا او ثلثا لا یصح لعدم وقوع الطلاق علیہا انتہی اور
اسیطرح اگر کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے پھر قبل داخل ہونے عورت کے گھر مین زوج نے کہا کہ مین نے اوس طلاق کو بائن یا تین طلاق قرار دی
تو یہہ صحیح نہوگا بسبب نہ واقع ہونے طلاق کے عورت پر یعنی ہنوز طلاق معلق واقع نہین ہیر اوسکو بائن وغیرہ قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا انتہی قول البزازیۃ
طحطاوی نے کہا کہ تقدم صفت کا موصوف پر اس مسئلہ مین البتہ ثابت ہی بخلاف مسئلہ سابقہ کے ومفادہ وقوع الطلاق الرجعی فی متی تزوجتک
علیک فانت طالق طلقۃ تملکین بہا نفسک اذ غایتہ مساواتہ لانت بائن او الوصف لا یسبق الموصوف کذا حررہ المصنف
ھنا وفی الکنایات تعلیل بزازی سے ثابت ہوتا ہی وقوع طلاق رجعی اس قول مین کہ جب مین تیرے اوپر دوسرا نکاح کرون تو تو طالق ہے ایسی طلاق کہ
کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اوسکے اپنی ذات کی اسواسطے کہ غایت مضمون اس قول کا یہہ ہی کہ یہہ برابر ہی انت بائن کے اور حالانکہ انت بائن سے بھی طلاق
رجعی واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ صفت سبقت نہین کرتی موصوف پر اسیطرح منقح کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین یہان اور کنایات طلاق مین بخلاف انت طالق
اکثرہ ای الطلاق بالتاء المثناۃ من فوق فانہ یقع بہ الثلث ولا یدین فی ارادۃ الواحدۃ بخلاف الفاظ بائنہ سابقہ کے یہہ قول
کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کر لفظ اکثر کا تا مثناۃ فوقانیہ سے ہے اس قول مین سو تین طلاق اس قول سے واقع ہونگی اور قائل کی تصدیق دیانت مین نہوگی
ایک طلاق کی نیت مین م عوام عرب بالفعل بجای اکثر بثا مثلثہ کے اکثر بتا مثناۃ فوقانیہ بولتے ہین تحریف کر کے مصنف نے تصریح کر دی کہ محرف اور
غیر محرف تین طلاق واقع ہونے مین یکسان ہے اسواسطے کہ طلاق کا مدار عرف پر ہی اور سابق مین تصریح ہو چکی ہے کہ الفاظ محرفہ سے بھی طلاق واقع ہوتی
ہے کما لو قال اکثر الطلاق او انت طالق مرارا او الوفا او لا قلیل ولا کثیر فثلث علی المختار کما فی الجوہرۃ چنانچہ ارادہ ایک طلاق
کی دیانت مین تصدیق نہوگی اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کر اکثر بیان ثا مثلثہ ہے یا یون کہے کہ تو طالق ہی چند بار یا ہزارون بار یا یون کہے
کہ تو طالق ہے نہ قلیل نہ کثیر تو ان اقوال مین تین بار طلاق واقع ہوگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ م لفظ مرار مین تین بار طلاق ہوگی اسواسطے کہ
جمع ہے اور اقل جمع تین ہین اور لفظ الوف مین بھی تین بار طلاق ہوگی اور زیادتی لغو ہوگی اسواسطے کہ منتہای طلاق تین ہین اور لا قلیل مین اور لا کثیر
مین تین طلاق اسواسطے ہونگی کہ جب قائل نے کہا کہ لا قلیل تو معلوم ہوا کہ طلاق کثیر کا ارادہ کیا اور کثیر تین ہین بعد اوسکے کہا اوس نے کہ لا کثیر تو اسمین
کلام سابق کی نفی ہوئی تو مقبول نہوگی اور بعضون نے کہا کہ لا قلیل اور لا کثیر مین دو بار طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لا قلیل سے ایک طلاق کی نفی ہوگی
اسواسطے کہ اقل طلاق ایک ہی اور بہ لا کثیر سے تین طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے کہ اکثر طلاق تین ہین تو دو طلاق ثابت ہوئی اور طحطاوی نے اسی قول کو پسند
کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اقل الطلاق فواحدۃ اور اگر کہا کہ تجھکو کمتر طلاق ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اقل طلاق ایک ہے
اور ظاہر اس کلام کا یہہ ہے کہ طلاق رجعی ہو اسواسطے کہ رجعی اقل ہے بائن سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال عامۃ الطلاق او اجلہ او الوانا منہ
او اکثر الثلث او کبیر الطلاق فثنتان اور اگر کہا کہ تو مطلقہ ہے عامہ طلاق کر یا تجھکو اجل طلاق ہے یا تجھکو دو رنگ کی طلاق ہے یعنی دو قسم کی
یا تجھکو طلاق ہے اکثر الثلث یا تجھکو کبیر الطلاق ہے تو ان اقوال مین دو بار طلاق واقع ہوگی م عامہ طلاق مین دو بار طلاق اسواسطے ہوئی کہ عامہ بمعنی
غالب کے کثیر الاستعمال ہے اور غالب طلاق دو ہین اور اجل طلاق مین محشیون نے کہا کہ لفظ اجل یہان تحریف کاتبین سے ہی اسواسطے کہ بحر الرائق
مین جل الطلاق ہے بضم جیم و تشدید لام اور جل بمعنی معظم ہے اور اکثر ثلث مین دو اسواسطے مراد ہین کہ کلمہ اکثر کا مضاف ہی افراد کیطرف اور اکثر افراد
کے دو ہین کما مر فی عامۃ الطلاق بخلاف اکثر الطلاق کے کہ وہان تین مراد ہین اسواسطے کہ اکثر مضاف ہی طرف جنس کے اور کبیر الطلاق مین دو اسواسطے

ہوئی کہ طلاق اور کثیر الطلاق سے اور تین طلاق اکبر الطلاق ہیں تو دو طلاق کبیر الطلاق ہوئی کذا فی حاشیۃ الرملی وکذا لا کثیرۃ ولا قلیلۃ علی الاشبہ مضمرات اور اسیطرح دو طلاق واقع ہیں اس قول سے کہ تو طالق ہے نہ کثیر نہ قلیل بنا بر قول اشبہ کے کذا فی المضمرات اسواسطے کہ جب نفی کثیر کی کی تو قلیل ثابت ہوا پھر جب قلیل کی نفی کی تو متوسط بین القلیل والکثیر مراد ہوگا اور متوسط دو ہیں بخلاف لا قلیل ولا کثیر کے چنانچہ عنقریب گذرا وفی القنیۃ طلقتک اخر الثلث تطلیقات فثلث وطالق اخر ثلث تطلیقات فواحدۃ والفرق دقیق حسن اور قنیہ میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ طلقتک اخر ثلث تطلیقات تو تین طلاق ہونگی اور اگر یوں کہا کہ انت طالق آخر ثلث تطلیقات یعنی تو طالق ہے تین طلاقوں کی پچھلی طلاق کر تو ایک طلاق واقع ہوگی اور دونوں صورتوں میں فرق باریک ہے خوب ہے پہلی صورت میں یعنی اخر الثلث میں لفظ آخر مضاف ہے معرفہ باللام کی طرف اور الف لام سے اوسمیں عہد کا ثلث کا معہود ہونا بدون وقوع کے متصور نہیں تو تین طلاق ہونگی بخلاف صورت ثانی یعنی آخر ثلث کے کہ اوسمیں آخر مضاف ہے نکرہ کیطرف اور اوسمیں کوئی علامت عہد کی نہیں اور قائل نے پہلی تین واقع کی نہیں اور پچھلی صادق نہیں مگر ایک پر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والرملی **فروع** مسائل لفظ شامل کے یقع بانت طالق کل التطلیقۃ واحدۃ وکل تطلیقۃ ثلث اس قول سے کہ انت طالق کل التطلیقۃ ایک طلاق واقع ہوگی اور اس قول سے کہ انت طالق کل تطلیقۃ تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ کل کا جب مضاف ہو معرفہ کیطرف تو عموم اجزا کا مقتضی ہوتا ہے اور جب مضاف ہو نکرہ کیطرف عموم افراد کا فائدہ دیتا ہے اسیواسطے کل الرمان ماکول فلط ہے اسواسطے کہ کل اجزا انار کے ماکول نہیں اور کل رمان صحیح ہے اسواسطے کہ جمیع افراد انار کے ماکول ہیں تو کل التطلیقۃ میں جمیع اجزا ایک طلاق کے مراد ہوئے اور کل تطلیقۃ میں جمیع افراد طلاق کے ثابت ہوئے اور افراد طلاق کے تین سے زیادہ نہیں کذا فی حاشیۃ الرملی وعدد التراب واحدۃ اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے بعدد خاک کے ایک طلاق واقع ہوگی تراب سے مراد وہ چیز ہے جو قلیل اور کثیر دونوں پر صادق آوے چنانچہ خاک اور پانی اور شہد کہ ایک قطرہ کو بھی پانی بولتے ہیں اور تمام دریا کو بھی پانی بولتے ہیں ایسکو اسم جنس افرادی کہتے ہیں تو جب کہ طلاق مضاف ہوگی عدد جنس افرادی کیطرف تو ادنی جنس مراد ہوگی تو ایک طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ تشبیہ مقتضی ہے کچھ زیادتی کی یعنی بینونت کی کذا فی حاشیۃ الرملی وعدد الرمل ثلث اور واقع ہوتی ہیں تین طلاق یوں کہنے سے کہ تجھکو طلاق ہے بعدد عدد رمل یعنی ریگ کے مراد رمل سے وہ چیز جو قلیل اور کثیر پر نہ صادق آوے اور جسکا واحد ممتاز ہو تا ہو جیسے تمر اور عنب اور انجیر اور ایک تمر کو تمرۃ بولتے ہیں اور دو تمر کو تمرتین اور تین تمر یا زیادہ کو تمر بولتے ہیں ایسکو اسم جنس جمعی کہتے ہیں وعدد شعر ابلیس او عدد شعر بطن کفی واحدۃ اور یوں کہنے سے کہ تجھکو طلاق ہے بعد شیطان کے بالوں کے یا میری ہتھیلی کی پیٹ کے بالوں کی شمار کی برابر تو دونوں صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی شعر ابلیس سے مراد وہ چیز جسکی نفی اور ثبات کچھ نہ معلوم ہو اسواسطے کہ ابلیس کے بال معلوم نہیں اور اوسپر اطلاع ممکن نہیں تو یہ شرط لغو ہوگی تو فقط یہی باقی رہا کہ انت طالق تو ایک واقع ہوگی اور اسیطرح باطن کف میں بھی بال نہیں تو یہ شرط بھی لغو ہوگی وعدد شعر ظہر کفی او ساقی او ساقک او فرجک او عدد ما فی ھذا الحوض من السمک وقع بعددہ ان وجد والا لا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے بشمار ہتھیلی کے پیٹھ کے بالوں کے یا بشمار میری پنڈلی کے بالوں کے یا تیری پنڈلی کے بالوں کے یا بشمار تیری شرمگاہ کے بالوں کے یا بشمار اس حوض کی مچھلیوں کے تو طلاق واقع ہوگی بشمار انکے اگر بال اور مچھلیاں پائی جاویں اور اگر وہاں کوئی بال اور مچھلی نہ پائی جاویگی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق معلق تھی شرط پر سو شرط نہ پائی گئی لست لک بزوج او لست لی بامراۃ او قالت لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواہ خلافا لھما یوں کہنا کہ میں تیرا شوہر نہیں یا تو میری زوجہ نہیں یا زوجہ نے زوج سے کہا کہ تو میرا زوج نہیں سو زوج نے کہا کہ تو سچی ہے تو یہ قول طلاق ہے اگر مرد اس قول سے طلاق کی نیت کریگا برخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک باوجود نیت کے بھی یہ قول طلاق نہیں ولو اکدہ بالقسم او سئل الک امراۃ فقال لا لا تطلق اتفاقا وان نوی لان الیمین والسؤال قرینتا ارادۃ النفی فیھما اور اگر قول سابق کو قسم سے مؤکد کیا یعنی یوں کہا کہ واللہ تو میری زوجہ نہیں یا زوج سے کسی نے پوچھا کہ کیا تیری جورو ہے سو اوس نے کہا کہ نہیں تو عورت مطلقہ نہ ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی بھی کی ہو اسواسطے کہ قسم کھانا پہلی صورت میں اور سوال کرنا دوسری صورت

یعنی دو قرینہ ہین ارادہ کرنے نفی طلاق کے دونو مسئلون مین یعنی پہلی صورت جملہ خبریہ ہے محتمل ہے صدق اور کذب کو اور قسم موضوع ہے واسطے تقویت ایک جانب کے تو قسم سے خبریت قوی ہو گئی اور طلاق واقع نہین ہوتی مگر جملہ انشاٰیہ سے اور سوال کا جواب بھی جملہ خبریہ ہوتا ہے وفی الخلاصۃ قیل لہ الست طلقتہا فقال بلی تطلق ولو قال نعم لا تطلق یعنی خلاصہ مین ہے کہ پوچھا گیا ایک مرد سے کہ الست طلقتہا یعنی تونے اپنی عورت کو طلاق کیا نہین دی تو طلاق واقع ہو گی لفظ بلی سے نعم سے یعنی اگر اوس نے جواب مین بلی کہا تو طلاق واقع ہو گی اور اگر نعم کہا تو نہو گی اسواسطے کہ کلمہ بلی کا موضوع ہے واسطے منفی کے اثبات کے تو مثال مذکور کا یہہ مطلب ہوا کہ مین نے طلاق دی اور کلمہ نعم کا موضوع ہے واسطے اثبات ماقبل کے منفی ہو یا مثبت استفہام ہو یا خبر تو مثال مذکور کا یہہ مطلب ہے کہ طلاق نہین دی وفی الفتح ینبغی عدم الفرق للعرف اور فتح القدیر مین ہے کہ بلی اور نعم مین فرق کرنا نچاہئے بسبب عرف اہل زمانہ کے یعنی ہرچند اصل لغت مین بلی اور نعم مین فرق ثابت ہے لیکن طلاق مین دونون مین فرق کرنا لازم نہین اسواسطے کہ عرف مین دونو برابر ہین تو دونو لفظون سے طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ طلاق کا عرف پر ہے اصل لغت پر وفی البزازیۃ قالت لہ انا امراتک فقال انت طالق کان اقرارا بالنکاح وتطلق لاقتضاء الطلاق النکاح وضعا اور بزازیہ مین ہے کہ کہا عورت نے مرد سے کہ مین تیری جورو ہون سو مرد نے کہا کہ تو طالق ہے تو یہہ مرد کا کلام اقرار ہے نکاح کا اور عورت پر طلاق واقع ہو گی اس کلام سے نکاح اسواسطے ثابت ہوا کہ طلاق مقتضی ہے نکاح کا باعتبار شرع اور لغت کے علم انہ حلف ولم یدر ابطلاق او بغیرہ لغا کما لو شک اطلق ام لا مرد کو معلوم ہے کہ قسم کہائی ہے اور یہہ یاد نہین کہ طلاق کی قسم کہائی یا غیر طلاق کی تو ایسی قسم لغو ہے یعنی طلاق نہ واقع ہو گی چنانچہ اگر مرد کو شک پڑے کہ طلاق دی ہے یا نہین تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ نکاح بالیقین ثابت ہے اور زائل نکاح کا مشکوک ہے حالانکہ شک سے یقین نہین ٹلتا ولو شک اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل اور اگر شک پڑے کہ آیا ایک طلاق دی ہے یا زیادہ تو کمتر کو قائم رکہے یعنی اگر ایک اور دو مین شک ہے تو ایک کو قائم رکہے اور اگر دو مین اور تین مین شک ہے تو دو کو قائم رکہے وفی الجوہرۃ طلق المنکوحۃ فاسدا ثلثا لہ تزوجہا بلا محلل ولم یحک خلافا اور جوہرہ مین ہے کہ ایک مرد نے اوس عورت کو طلاق دی جس سے نکاح فاسد کیا تہا تو جائز ہے اوس مرد کو کہ اوسی عورت سے بدون محلل کے نکاح کر لے اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا نہین نقل کیا نکاح فاسد جیسے کہ مثلا عورت سے اوسکی بہن کی عدت کے اندر نکاح کرے یا نکاح بدون گواہون کے کرے طلاق نکاح فاسد مین محلل کی اسواسطے حاجت نہوئی کہ طلاق لاحق نہین ہوتی مگر نکاح صحیح مین یا عدت مین یا فسخ ارتداد مین یا انکار اسلام مین تو نکاح فاسد انمین داخل نہین

باب طلاق غیر المدخول بہا

اس باب مین مسائل ہین عورت غیر مدخولہ کی طلاق کے قال لزوجتہ غیر المدخول بہا انت طالق یا زانیۃ ثلثا فلا حد ولا لعان لوقوع الثلث علیہا وہی زوجتہ ثم بانت بعدہ کہا زوج نے اپنی زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے اے زانیہ تین بار تو زوج پر نہ حد ہے قذف کی اور نہ لعان واسطے پڑ جانے تین طلاقون کے حالت زوجیت مین پہر وہ عورت بائن ہو گئی بعد تین طلاق کے یعنی حد قذف اسواسطے ساقط ہوئی کہ زوجہ کا قذف موجب حد کا نہین اور جب کہ مرد نے اوسکو زانیہ کہا تہا تو وہ اوسکی زوجہ تھی پہر جب اوس نے تین طلاق کہی تو بائن ہو گئی زوجیت قطع ہو گئی اور لعان نہین ہوتا مگر زوجہ سے وکذا انت طالق ثلثا یا زانیۃ ان شاء اللہ تعلق الاستثناء بالوصف بزازیہ اور چنانچہ واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور عدد کے مثال سابق مین فاصل نہین اسیطرح واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور استثنا کے اس مثال مین فاصل نہین کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے تین بار اے زانیہ اگر خدا نے طلاق کو چاہا متعلق ہوا استثنا یعنی مشیت خدا وصف سے یعنی طلاق سے کذا فی البزازیہ تو طلاق اس صورت مین نہ واقع ہوئی اسواسطے کہ فاصل کا کچھہ اعتبار نہین اور اس صورت مین یا زانیہ کہنا موجب ہے لعان کا بسبب بقائے زوجیت کے تو تشبیہ اس مثال کی مثال سابق سے محض بنا بر عدم فصل کے ہے نہ باعتبار نفی حد اور لعان کے وقعن لما تقرر انہ متی ذکر العدد کان الوقوع بہ یعنی اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ انت طالق ثلثا تو اوسپر تین طلاق واقع ہون گی اسواسطے کہ یہہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہو گا تو وقوع ہونا طلاق کا بقدر عدد کے ہو گا اور امام محمد نے تصریح کی ہے کہ غیر مدخولہ پر تین طلاق کا واقع ہونا ہمکو حدیث مرفوع اور آثار علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو چکا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی یہہ رد ہے حسن بصری اور عطا کی مذہب کا کہ اونکے نزدیک غیر مدخولہ پر تین طلاق نہین واقع ہوتی

باب طلاق غیر المدخول بہا

[illegible]

فقط انت طالق ہے اوسپر طلاق بائن ہوگئی لفظ ثلثا کا بسبب باقی نہ رہنے محل کے لغو ہوگیا اسکے زوج کو جائز ہو کہ اوس عورت سے بدون محلل کے نکاح کرلے اور یہہ آیۃ
شریفہ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ عورت مدخولہ کے حق مین نازل ہوئی ہے غیر مدخولہ مین زوج ثانی سے نکاح کرلینا شرط
نہین اوسکا جواب شارح نے آیندہ قول سے دیا وما قيل انه لا يقع لنزول الآية في الموطوءة فباطل محض منشاءه الغفلة عما تقرر ان العبرة
لعموم اللفظ لا لخصوص السبب اور یہہ جو بعضون نے کہا ہو کہ انت طالق ثلثا سے تین طلاق نہین واقع ہوتی اور غیر مدخولہ مین محلل شرط نہین بسبب نازل
ہونے آیت کی موطوءہ مدخولہ مین سو محض قول باطل ہے قابل تاویل کے نہین منشا اس قول باطل کا غفلت ہو اوس قاعدہ سے جو مقرر ہوچکا ہو کہ استدلال آیت اور حدیث
مین اعتبار عموم لفظ نص کا نہ خصوص سبب کا یعنی ہرچند آیت موصوفہ مدخولہ کے حق مین نازل ہوئی لیکن لفظ آیت کا عام ہو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں کو
شامل ہے وحمله الزاهدي في زاد الاذكار على كونها متفرقة فلا يقع الا الاولى فقط اور محمول کیا ہو حسن بصری کے قول کو زاہدی نے زاد الاذکار مین متفرق تین طلاق
پر یعنی اگر جدا جدا تین بار طلاق کہیگا تو نہ واقع ہوگی اس صورت مین مگر پہلی طلاق فقط اور اگر باجتماع یکبارگی تین طلاق کہیگا تو تینوں واقع ہونگی سو اگر یہ
قول واقع مین صحیح ہے تو حسن بصری اور جمہور مین کچھ اختلاف نہین لیکن ظاہر کتب کے مخالف ہو واللہ اعلم وإن فرق بوصف او خبر او جمل بعطف
او غيره بانت بالاولى لا الى عدة اور اگر تین طلاق کو جدا جدا کہا بذکر وصف یعنی یون کہا کہ انت طالق واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ یا بذکر خبر متفرق کی
چنانچہ یون کہا کہ انت طالق وطالق وطالق یا بذکر چند اقوال تفریق کی خواہ بعطف چنانچہ یون کہا کہ انت طالق وانت طالق وانت طالق یا بدون عطف
کے چنانچہ یون کہا کہ انت طالق انت طالق انت طالق تو ان تینوں صورتون مین پہلی لفظ سے طلاق بائن غیر مدخولہ پر پڑجائیگی بدون عدت کے اسواسطے کہ طلاق
غیر مدخولہ مین عدت نہین چنانچہ کلام مجید مین مصرح ہو ولذا لم تقع الثانية بخلاف الموطوءة حيث يقع الكل اور چونکہ غیر مدخولہ پر اول لفظ سے طلاق بائن
بلا عدت پڑجاتی ہے اسیواسطے اوسپر طلاق ثانی نہین پڑتی تو ثالث بطریق اولیٰ نہ واقع ہوگی بخلاف مدخولہ کے کہ اوسپر دوسری اور تیسری طلاق سب واقع
ہوجاتی ہین کل شیء سابقین ومن التفريق قوله وكذا انت طالق ثلثا متفرقات او ثنتين مع طلاقي اياك فطلقها واحدة فتقع واحدة اور
شامل ہے تفریق طلاق مصنف کی اس قول کو اور اسیطرح ہو یون کہنا کہ تو طالق ہے تین بار جدا جدا یا یون کہنا کہ تو طالق ہے دو بار ساتھ طلاق دینے میری کے تجھکو
پس طلاق دی عورت کو ایکبار تو واقع ہوگی دونو صورتون مین ایک طلاق اسواسطے کہ لفظ مع کا مثال ثانی مین بمعنی شرط کے ہو اور شرط مقدم ہوتی ہو مشروط پر
وہ شرط ایک طلاق تھی جب ایک طلاق واقع ہوگئی تو مشروط کے واسطے یعنی دو طلاق کیواسطے محل نہ باقی رہا اور طحطاوی نے کہا کہ مع یہان بمعنی بعد کے ہو چنانچہ
اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا مین ہو تو غیر مدخولہ مین بعد ایک طلاق پڑنیکے دو طلاق کا محل نہ باقی رہا بسبب نہونے عدت کے كما لو قال نصفا وواحدة على الصحيح جوهرة
چنانچہ اگر کہا کہ تو طالق ہے آدھی طلاق اور ایک طلاق تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بنابر قول صحیح کے کما فی الجوہرۃ اسواسطے کہ نصفا وواحدۃ بولنا مستعمل نہین بلکہ واحدۃ
ونصفا بولنا مستعمل ہے پھر جب مخالف استعمال ہوا تو کلام واحدۃ پر ٹھہر استغرق ہوا ولو قال واحدة ونصفا فثنتان اتفاقا لانه جملة واحدة اور اگر
کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہو اور آدھی تو دو طلاقین واقع ہونگی بالاتفاق اسواسطے کہ یہہ ایک جملہ ہو موافق استعمال کے ولو قال واحدة وعشرين او ثلثين فثلث
لما مر اور اگر کہا انت طالق واحدة وعشرين یا یون کہا کہ واحدۃ وثلثین تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی یہہ ایک جملہ ہو طلاق متفرق نہین
والطلاق يقع بعدد قرن به لا به نفسه عند ذكر العدد اور طلاق واقع ہوتی ہو عدد سے جو طلاق کے متصل ہو نہ کہ خود لفظ طلاق سے نزدیک ذکر
عدد کے یہان مراد عدد سے وہ ہو جو واحد کو بھی شامل ہو وعند عدمه الوقوع بالصيغة اور نزدیک عدم ذکر عدد کے وقوع طلاق ہوگا صیغہ طلاق سے
خلاصہ یہہ ہے کہ جب طلاق کے ساتھ عدد مذکور ہو چنانچہ انت طالق واحدۃ او ثنتین او ثلثا تو وقوع طلاق متعلق ہوگا عدد سے نہ صیغہ طلاق سے اور اگر عدد مذکور
نہین چنانچہ انت طالق تو بیان وقوع طلاق فقط صیغہ طلاق سے متعلق ہوگا فلو ماتت يعني الموطوءة وغيرها بعد الايقاع قبل تمام العدد لغا
تو اگر زوجہ مرگئی خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ بعد ایقاع طلاق کے قبل تمام ہونے عدد کے تو طلاق لغو ہوگی یعنی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ابھی ثابت ہوچکا کہ
وقوع طلاق عدد سے ہوتا ہے نہ صیغہ طلاق سے اور جب کہ زوج نے عدد ذکر کیا تب زوجہ بسبب موت کے محل طلاق نہ باقی رہی پھر جب طلاق نہ واقع ہوئی تو مہر پورا ثابت

را اور زوج اپنی زوجہ کا وارث ہوگا شارح نے لفظ تمام کا زیادہ کرکے اشارہ کیا کہ اگر اتمام لفظ عدد کے پہلے عورت مرگئی تو طلاق نہ واقع ہوگی ولو ماتت المرأۃ
او اخذ احد فمہ قبل ذکر العدد یقع واحدۃ عملا بالصیغۃ لان الوقوع بلفظہ لا بقصدہ اور اگر مرگیا زوج یا کسی نے اوسکا منہ بند کیا قبل
ذکر عدد کے تو ایک طلاق واقع ہوگی بنا بر عمل بصیغہ طلاق کے اسواسطے کہ جب عدد مذکور نہ ہوسکا تو انت طالق باقی رہ گیا اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ درصورت عدم
ذکر عدد تعلق طلاق کا صیغہ سے ہوتا ہے اور یہہ نہیں کہ عدد منوی سے وقوع طلاق کو متعلق کیجیے اسواسطے کہ وقوع طلاق کا لفظ عدد سے ہوتا ہے نہ اوسکے قصد
کرنے سے بدون لفظ کے ولو قال لغیر الموطوءۃ انت طالق واحدۃ و واحدۃ بالعطف او قبل واحدۃ او بعدہا واحدۃ تقع واحدۃ بائنۃ و
لا تلحقہا الثانیۃ لعدم العدۃ اور اگر کہا زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے ایکبار اور ایکبار یعنی بواو عاطفہ بولا یا یون کہا کہ تو طالق ہے ایکبار قبل ایکبار
کے یا یون کہا کہ تجھکو ایک طلاق ایسی ہے جسکے بعد ایک اور طلاق ہے تو ان تینون صورتون مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری طلاق اوسکو
نہ لاحق ہوگی بسبب نہونے عدت غیر مدخولہ کے وفی انت طالق واحدۃ بعد واحدۃ او قبلہا واحدۃ او مع واحدۃ او معہا واحدۃ ثنتان لان الاصل
انہ متی وقع بالاول لغا الثانی او بالثانی اقترنا لان الایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال اور اس کلام مین کہ تو طالق ہے ایکبار بعد ایکبار کے
یا یون کہا کہ تو طالق ہے ایکبار جسکے قبل ایک طلاق ہے یا تو طالق ہے ایکبار ساتھ ایک طلاق کے یا تجھکو ایک طلاق ہے جسکے ساتھ ایک اور طلاق ہے دو بار طلاق
واقع ہوگی ان مثالون مین اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جب طلاق واقع ہوئی اول لفظ سے تو دوسرا لفظ لغو ہوگا چنانچہ انت طالق واحدۃ و واحدۃ او قبل واحدۃ
او بعدہا واحدۃ مین یا طلاق واقع ہوئی ثانی لفظ سے چنانچہ دو طلاق پڑینگی مثالون مین تو اول اور ثانی دونو متصل ہوجاوینگی اسواسطے کہ ایقاع فی الماضی
ایقاع فی الحال ہے یعنی زمان ماضی مین طلاق واقع کرنا متصور نہین تو فی الحال واقع ہوگی تو گویا دو طلاق دفعۃ واقع ہوئین یہہ تعلیل جاری ہے قبلیت
اور بعدیت مین اور معیت مین تو صاف اقتران علت ہے ویقع بانت طالق واحدۃ و واحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقہما بالشرط
دفعۃ اور دو واقع ہوتی ہین اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق اور ایک طلاق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوئی دو طلاقین بسبب تعلق ہونے دو طلاقون کے شرط
سے یکبارگی اور معلق نزدیک وجود شرط کے مثل منجز کے ہے ویقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اور واقع ہوگی ایک طلاق اگر شرط مقدم
ہو مشروط پر یعنی اگر یون ہو کہ ان دخلت الدار فانت طالق واحدۃ و واحدۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور ثانی لغو ہوگی اسواسطے کہ معلق نزدیک وجود شرط کے
مانند منجز کے ہے ویقع فی الموطوءۃ ثنتان فی کلہا لوجود العدۃ اور واقع ہوگی زوجہ مدخولہ کے حق مین دو طلاقین سب اگلی مثالون مین بسبب موجود ہونے
عدت کے یعنی ایک طلاق حالت بقاء نکاح مین ہوگی اور دوسری عدت مین بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اوسکی طلاق مین عدت نہین تو طلاق ثانی کے وقوع کیواسطے
محل باقی نہین ومن مسائل قبل وبعد ما قیل **شعر** وما یقول الفقیہ ایدہ اللہ ولا زال عندہ الاحسان ۔ فی فتی علق الطلاق
بشہر ۔ قبل ما بعد قبلہ رمضان ۔ ویتشکل علی ثمانیۃ اوجہ اور مسائل قبل اور بعد سے دو شعر ہے جو بعضون نے منظوم کی ہے کہ کیا کہتا ہے فقیہ
اللہ تعالی اوسکی مدد کرے اور ہمیشہ اوس فقیہ مجیب کے نزدیک احسان اور کرم بنا رہے اوس جوان کے مقدمہ مین کہ اوس نے طلاق معلق کی اوس مہینہ پر جسکے
ما بعد قبل کے قبل رمضان ہے جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ وہ مہینہ شوال کا ہے اور مصرع اخیر آٹھ طرح پر پڑھا گیا ہے پہلی وجہ یہہ کہ قبل ما قبل قبلہ رمضان
دوسری وجہ یہہ کہ قبل ما بعد قبلہ رمضان تیسری یہہ کہ قبل ما قبل بعدہ رمضان چوتھی یہہ کہ بعد ما قبل قبلہ رمضان پانچوین یہہ کہ بعد ما بعد بعدہ رمضان
چھٹی یہہ کہ بعد ما قبل بعدہ رمضان ساتوین یہہ کہ بعد ما بعد قبلہ رمضان آٹھوین یہہ کہ قبل ما بعد بعدہ رمضان فیقع بمحض قبل فی ذی الحجۃ لانہ
طلاق واقع ہوگی صرف قبل کی تین لفظون سے ذی الحجہ کے مہینہ مین چنانچہ پہلی وجہ مین ہے اسواسطے کہ پہلی ذی الحجہ کی ذیقعدہ ہے اور اوسکی قبل
شوال ہے اور اوسکی قبل رمضان ہے تو رمضان قبل قبل القبل شہرا وبمحض بعد فی جمادی الاخری اور واقع ہوگی طلاق صرف بعد کی تین لفظون سے
جمادی الاخری مین چنانچہ پانچوین وجہ مین ہے اسواسطے کہ بعد جمادی الاخری کے رجب ہے اور بعد رجب کے شعبان ہے اور بعد شعبان کے رمضان ہے تو رمضان
بعد البعد شہرا ویقبل اولا او وسطا او اخرا فی شوال وبعد کذلک فی شعبان لالغاء الطرفین فیبقی قبلہ وبعدہ رمضان اور دو قسم

ہوگی طلاق لفظ قبل سے خواہ اول ہو یا درمیان یا آخر شوال میں اور لفظ بعد سے اسیطرح یعنی بعد اول یا درمیان یا آخر طلاق واقع ہوگی شعبان میں و مطلق لغو ہوجائینگے دو طرفون متقابل کے یعنی قبل اور بعد کیونکہ اگر دو قبل ہون گے اور ایک بعد تو لغو ہوجائیگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے قبل رمضان ہے یعنی شوال اور اگر دو بعد ہون اور ایک قبل تو لغو ہوجائیگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے بعد رمضان ہو یعنی شعبان اسیطرح شرح کی ہے محشیون نے یعنی حلبی اور شیخ حموی اور طحطاوی نے اور سواے اونکے اور ونون نے لکھا ہو کہ شارح کی عبارت منقلب ہوگئی ہو شوال کے مقام پر شعبان چاہئے اسواسطے کہ قبلیت مقابلہ بعدیت کے ساقط ہوگئی تو باقی رہا یہ کہ مہینہ اور رمضان بعد ہو شعبان کے اور جہان شارح نے شعبان کہا وہان شوال چاہئے بموجب تقریر گذشتہ کے شارح نے اس مین اتباع کیا ہے صاحب بحرالرائق کا اور صاحب نہرالفائق نے اوسکی خلاف تحقیق کی ہے یہہ مختصر لائق اوس سب بیان کے نہین اور قاعدہ سہل جسکا قبل اور بعد کے جواب دریافت کرنیکا یہہ ہے کہ جہان دو قبل ہون بعد کے ساتھ اسیطرح وہان شوال جواب ہے اور جہان دو بعد ہون قبل کے ساتھ کسی طرح وہان شعبان جواب ہے چنانچہ بعض علما نے اسی قاعدہ کو سوال منظوم مذکور کے جواب مین یون نظم کیا ہے **شعر** محض قبل حجۃ محض بعد ، فالجواب الاخیر فاعلم انہ مع قبلین کیف اکان بعد ، ہو شوال عکسہ شعبان ، کذا فی حاشیۃ الدر ۔ ولو قال امرأتي طالق وله امرأتان او ثلاث

تطلق واحدة منهن وله خيار التعيين اتفاقا اور اگر کہا زوج نے کہ میری عورت کو طلاق ہے اور اوسکی دو عورتین ہین یا تین تو مطلقہ ہوگی ایک عورت اونمین سے اور زوج کو باتفاق فقہا اختیار ہے کہ جسکو چاہے اوسکو مطلقہ ٹھہراوے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ شارح نے اس مسئلہ مین اتفاق نقل کیا ہے اور علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہے کہ خیار تعیین یہی صحیح ہے اور صحیح کہنا مشعر ہے اسیکی علما کا خلاف ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا وأما تصحيح الزيلعي فانما هو في غير الصريح كامرأتي حرام كما حرره المصنف وسيجي في الايلاء اور تصحیح زیلعی کی تو فقط طلاق غیر صریح مین ہے چنانچہ یون کہنا کہ میری عورت حرام ہے اور نقل اتفاق کی طلاق صریح مین ہے چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہے اور عنقریب باب الایلا مین آویگا قال لنسائه الاربع بينكن تطليقة طلقت كل واحدة تطليقة کہا اپنی چار عورتون سے کہ تمہارے درمیان مین ایک طلاق ہے تو ہر ایک عورت پر ایک طلاق پڑ جائیگی اسواسطے کہ حصہ ہر ایک کا چوتھائی طلاق ہوا اور چونکہ طلاق تقسیم پذیر نہین اسواسطے ہر ایک کو ایک طلاق ہوگی وكذا لو قال بينكن تطليقتان او ثلاث او اربع الا ان ينوي قسمة كل واحدة بينهن فتطلق كل واحدة ثلاثا اور اسیطرح چار عورتون مین ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی اگر کہا اونسے کہ درمیان تمہارے دو طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ آدھا ہوا یا تین طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ پون ہوا یا چار طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ پورا ایک ہوا لیکن اگر ہر طلاق کی قسمت درمیان عورتون کے مراد رکھی یعنی تین طلاق یا چار طلاق مین ہر ایک فرد طلاق سے ہر ایک عورت کو حصہ دیا تو ہر عورت پر اس نیت سے تین طلاق واقع ہونگی اور چوتھی طلاق لغو ہوجائیگی اور اگر چار عورتون سے کہا کہ تمکو دو طلاق مین اور قسمت ہر فرد طلاق کا ارادہ کیا تو ہر ایک کو دو طلاق ہونگی کذا فی حاشیۃ الدر نقلا عن الطحطاوی

ولو قال بينكن خمس تطليقات يقع على كل واحدة طلاقان وهكذا الى ثمان تطليقات اور اگر کہا چار عورتون سے کہ تمہارے درمیان پانچ طلاق ہین تو واقع ہونگی ہر ایک عورت پر دو طلاق اسواسطے کہ چار طلاق چارون پر منقسم ہوئی اور پانچوین طلاق سے چوتھائی ہر ایک کو پہنچا اور بعض کو کل قرار دیا تو ہر ایک کو دو پہنچی اسیطرح ہر ایک کو دو ملین گی آٹھ طلاق تک فان زاد عليها طلقت كل واحدة ثلاثا سو اگر زیادہ ہونگی طلاق آٹھ سے تو ہر ایک کو تین تین طلاق ہونگی گیارہ تک بعض کو کل کرین گے اور بارہ مین تین تین پوری ہونگی اور بارہ سے زیادہ مین زائد لغو ہوجاوینگی ومثله قوله اشركتكن في تطليقة خانیہ اور مثل بینکن تطلیقۃ کے ہے اشرکتکن فی تطلیقۃ یعنی تمکو شریک کیا مین نے ایک طلاق مین کذا فی الخانیہ وفيها قال لامرأتين له لم يدخل بواحدة منهما امرأتي طالق امرأتي طالق ثم قال اردت واحدة منهما لا يصدق ولو مدخولتين فله ايقاع الطلاق على احدهما لصحة تفريق الطلاق على المدخولة لا على غيرها اور خانیہ مین ہے کہا زوج نے اپنی دو عورتون سے جو مدخولہ نہین ہین کہ میری عورت طالق ہے میری عورت طالق ہے پھر زوج نے کہا کہ مین نے اس طلاق کرنے سے اون دو مین سے ایک عورت کے طلاق کا ارادہ کیا نہ دونون عورتونکا تو اوسکی تصدیق نہوگی اور اگر دونون عورتین مدخولہ ہین تو زوج کو اونمین سے ایک پر طلاق واقع کرنا جائز ہے بسبب صحت تفریق طلاق کے مدخولہ پر نہ غیر مدخولہ پر یعنی مدخولہ کی تو عدت ہوتی ہے

تو دوسری طلاق واقع ہو سکی اوسمین گنجائش ہے بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اوسکی عدت نہین تو دوسری طلاق کا وہان محل نہین اسواسطے زوج کی تصدیق نہو گی قاضی کے نزدیک قال امرأتی طالق ولہ نسوۃ لہ امرأۃ معروفۃ طلقت امرأتہ استحسانا اگر کہا زوج نے کہ میری عورت طالق ہے اور عورت کا نام نہ لیا اور اوسکی ایک عورت مشہور ہے تو اوسکی وہی عورت مطلقہ ہو گی باعتبار استحسان کے اور قیاس کہتا ہے کہ بدون نام یا خطاب کے طلاق نہو جیسے کہ جب زوج کی دوسری عورت کا نہو اور ایک ہی اوسکی عورت مشہور ہو تو قیاس مقتضی ہے اوسکی طلاق کا فان قال لی امرأۃ اخرٰی وایاھا عنیت لا یقبل قولہ الا ببینۃ ولو کان لہ امرأتان کلتاھما معروفۃ لہ صرفہ الی ایتہما شاء خانیہ ولم یحک خلافا سو جب کہ زوج کی سوا اوس ایک عورت مشہور کے غیر اور دوسری نے کہا کہ میری عورت کو طلاق ہے پہر اگر زوج کہیگا کہ میری ایک عورت اور ہے اوسی غیر مشہور عورت کی طلاق کا ارادہ مین نے کیا تو اوسکا یہ قول نہ مقبول ہوگا بدون گواہوں کے اور اگر زوج کی دو عورتین ہین اور دونو مشہور ہین تو اوسکو اختیار ہے طلاق کو جسکی طرف چاہے پہیرے کذا فی الخانیہ اور خانیہ کے مصنف نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا نہین منقول کیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے کرر لفظ الطلاق وقع الکل فان نوی التاکید دین مکرر کہا لفظ طلاق کو یعنی یون کہا کہ انت طالق انت طالق تو ہر ایک طلاق علیحدہ علیحدہ واقع ہو گی پہر اگر کہیگا کہ مین نے طلاق ثانی سے طلاق اول کی تاکید کی نیت کی تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہو گی نہ باعتبار قضا کے کذا فی العالمگیری کان اسمہا طالق او حرۃ فناداھا ان نوی الطلاق او العتاق وقعا والا لا تہا نام زوجہ کا طالق اور لونڈی کا حرہ پہر اوسنے زوجہ کو طالق کہکر اور لونڈی کو حرہ کہکر پکارا اگر نیت طلاق یا عتاق کی کی تو طلاق یا عتاق واقع ہونگی اور اگر نیت نہین کی تو عتاق واقع ہوگا نہ طلاق قال لامرأتہ ھذہ الکلبۃ طالق طلقت ولعبدہ ھذا الحمار حر عتق کہا اپنی زوجہ سے کہ یہہ کتیہ مطلقہ ہے تو وہ مطلقہ ہو جائیگی یا کہا اپنے غلام سے کہ یہہ گدہا آزاد ہے تو وہ آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ پہلی صورت مین گالی کا ارادہ کیا اور طلاق کا اور دوسری صورت مین گالی کا قصد کیا اور آزادی کا قال انت طالق او انت حر وعنی بہ الاخبار کذبا وقع قضاء الا اذا اشہد علی ذلک کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے یا کہا غلام سے کہ تو حر ہے اور ارادہ ہر واحد سے جہوٹ خبر دینی کا کیا تو طلاق اور عتاق باعتبار حکم قاضی کے واقع ہونگی مگر جب کہ گواہ کر رکھے جہوٹ خبر دینے پر تو باعتبار دیانت کے بہی اوسکی تصدیق ہو گی اور باعتبار قضا کے بہی وکذا المظلوم اذا اشہد عند استحلاف الظالم بالطلاق الثلث انہ یحلف کاذبا صدق قضاء ودیانۃ شرح وہبانیہ اور اسیطرح مظلوم جب کہ گواہ کر رکہے نزدیک قسم لینے ظالم کے تین طلاق کی اس بات پر کہ مظلوم جہوٹی قسم کہائیگا تو اس وقت مظلوم کی قضا اور دیانت دونوں مین تصدیق ہو گی کذا فی شرح الوہبانیہ اور اگر گواہ نہ کرکہیگا جہوٹی قسم کہانے پر تو قضا مین اوسکی تصدیق نہو گی اور اوسکی زوجہ پر طلاق کا حکم ہو جائیگا علما مین اختلاف ہے کہ قسم مین قسم کہانیوالیکی نیت کا اعتبار ہے یا قسم لینے والے کی فتوی اس پر ہے کہ اگر قسم کہانیوالا مظلوم ہے تو اوسیکی نیت کا اعتبار ہے اور نہین تو قسم لینے والیکی نیت معتبر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاشباہ وفی النہر قال فلانۃ طالق واسمہا کذلک وقال عنیت غیرھا دین ولو غیرہ صدق قضاء اور نہر الفائق مین ہے کہ کہا فلانی یعنی زینب طالق ہے اور واقع مین اوس عورت کا نام بہی زینب تہا اور کہا زوج نے کہ مین نے اپنی زوجہ کے سوا اور عورت جسکا نام بہی زینب ہے ارادہ کیا تو اوسکی دیانت مین تصدیق ہو گی نہ قضا مین اور اگر اوسکی زوجہ کا نام غیر زینب ہے تو قضا مین بہی اوسکی تصدیق ہو گی وعلی ھذا لو حلف لدائنہ بطلاق امرأتہ فلانۃ واسمہا غیرہ لم تطلق اور اسیطرح پر اگر قسم کہائی اپنی قرضخواہ سے اپنی زوجہ زینب کی طلاق کی اگر فلان دن قرض نہ ادا کرے اور حالانکہ اوسکی زوجہ کا نام زینب نہین بلکہ حلیمہ ہے مثلا تو اوسکی زوجہ پر طلاق نہ واقع ہو گی وقد کثر فی زماننا قول الرجل انت طالق علی الاربعۃ مذاھب قال المصنف ینبغی الجزم بوقوعہ قضاء ودیانۃ اور البتہ بکثرت مستعمل ہے ہمارے زمانہ مین مرد کا یون کہنا کہ تو طالق ہے چارون مذہب پر یعنی باتفاق مذاہب اربعہ تجہکو طلاق ہے کہا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہ لائق ہے یقین کرنا وقوع اس طلاق کا قضا مین بہی اور دیانت مین بہی اور فتاوی رملی مین ہے کہ یہہ طلاق رجعی ہے نہ بائن اسواسطے کہ مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ انت طالق سے طلاق رجعی ہوتی ہے نہ بائن کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال انت طالق فی قول الفقہاء او فلان القاضی او المفتی دین اور اگر کہا کہ تو طالق ہے فقہا کے قول مین یا فلانے قاضی کے قول مین یا

فلانے مفتی کے قول میں تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی یعنی طلاق نہ واقع ہوگی بدون نیت کے لیکن قضاء میں تصدیق نہ ہوگی قال نساء الدنیا او نساء
العالم طوالق لم تطلق امرأته بخلاف نساء المحلة او الدار او البیت کہا مرد نے کہ دنیا کی عورتیں یا جہان کی عورتیں مطلقہ ہیں تو اوسکی عورت
کو طلاق نہ ہوگی اسواسطے کہ یہہ طلاق صریح نہیں کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر لیکن اگر نیت کر لیگا تو مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیة الطحطاوی بخلاف محلہ یا گھر یا کوٹھری کے
عورتوں کے یعنی اگر یوں کہا کہ محلہ کی عورتیں یا گھر کی عورتیں یا کوٹھری کی عورتیں مطلقہ ہیں اور انہیں اوسکی زوجہ بھی داخل ہو تو اوسکی زوجہ پر طلاق واقع ہوگی
وفی نساء القریة والبلدة خلاف الثانی اور گاؤں اور شہر کی عورتوں میں خلاف ہے ابو یوسف کا یعنی اگر یوں کہا کہ گاؤں کی عورتیں یا شہر کی عورتیں
مطلقہ ہیں تو ابو یوسف کے نزدیک اوسکی زوجہ پر طلاق نہ ہوگی وکذا العتق اور مثل طلاق کے ہے حال عتق کا یعنی اگر کہا کہ دنیا کے غلام یا جہان کے غلام
آزاد ہیں تو اوسکا غلام نہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ محلہ کے غلام یا گھر کے غلام یا کوٹھری کے غلام آزاد ہیں تو اوسکا غلام آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ گاؤں
کے غلام یا شہر کے غلام آزاد ہیں تو اوسکا غلام ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا قالت لزوجها طلقنی قال فعلت
طلقت کہا عورت نے اپنے زوج سے کہ مجھکو طلاق دیدو زوج نے کہا میں نے کیا تو عورت مطلقہ ہوگی وان قالت زدنی فقال فعلت طلقت اخرٰی
پھر اگر زوجہ نے کہا کہ میری طلاق کو زیادہ کر سو زوج نے کہا کہ میں نے کیا تو دوسری طلاق اوس پر واقع ہوگی ولو قالت طلقنی طلقنی طلقنی
فقال طلقتک فواحدة ان لم ینو الثلث ولو عطفت بالواو فثلث اور کہا زوجہ نے کہ مجھکو طلاق دو مجھکو طلاق دو مجھکو طلاق دو سو کہا
زوج نے کہ میں نے طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے نیت تین طلاق کی نہیں کی اور اگر زوجہ نے عطف واو سے کیا یعنی یوں کہا کہ طلقنی و
طلقنی وطلقنی تو تین طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ واو موضوع ہے واسطے جمع کے ولو قالت طلقت نفسی فاجاز طلقت اعتبارا بالانشاء
کذا ابنت نفسی اذا نوی ولو ثلثا بخلاف الاول اور اگر کہا زوجہ نے کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق دی پھر زوج نے اوسکو جائز رکھا تو زوجہ
طلاق پڑ گئی باعتبار انشاء طلاق کے یعنی اجازت طلاق قائم مقام انشاء طلاق کے ہو گئی گویا زوج نے خود کہا کہ طلقت اسیطرح ہے ابنت نفسی یعنی زوجہ نے
کہا کہ میں نے اپنی ذات کو جدا کیا اور زوج نے اجازت دی تو اوس پر طلاق پڑ جائیگی بشرطیکہ زوج نے نیت طلاق کی کی ہو اگرچہ تین طلاق کی بھی نیت کی
اسواسطے کہ ابنت طلاق کنایہ ہے اور کنایہ بدون نیت کے معتبر نہیں بخلاف صورت اول کے یعنی طلقت محتاج نیت کا نہیں اور تین طلاق کی نیت کرنا اسمیں
صحیح نہیں وفی اخترت لا یقع لانہ لم یوضع للایجاب اور لفظ اخترت میں طلاق نہیں واقع ہوتی یعنی اگر زوجہ نے کہا کہ میں نے اپنی ذات کو
اختیار کیا اور زوج نے کہا کہ میں نے اجازت دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اخترت کا موضوع نہیں مگر واسطے جواب کے یعنی اگر زوج کہے کہ مثلا
اختاری نفسک زوجہ اوسکے جواب میں کہے کہ اخترت اور لفظ جواب کا بجائے انشاء طلاق کے نہیں ہو سکتا وفی البزازیة قال بین اصحابه من کانت
امرأته علیه حراما فلیفعل هذا الامر ففعله واحد منهم فهو اقرار منه بحرمتها وقیل لا انتهى اور بزازیہ میں ہے کہا ایک مرد نے اپنے
ساتھیوں سے کہ جس شخص کی زوجہ اوس پر حرام ہو وہ یہہ کام کرے یعنی پانی پیے یا اپنی مقام سے اوٹھہ کھڑا ہو پھر ایک شخص نے بھی کام کیا تو یہہ کام اوسکی
جانب سے اقرار ہے اوسکی زوجہ کی حرمت کا اور بعضوں نے کہا کہ یہہ فعل اقرار حرمت کا نہیں اسواسطے کہ طلاق تو قولی چیز ہے نہ فعلی انتہى قول البزازیة وسئل
ابو اللیث عمن قال لجماعة کل من له امرأة مطلقة فلیصفق بیدیه فصفقوا فقال طلقن وقیل لیس هو باقرار اور سوال ہوا ابو اللیث
فقیہ سے اوس شخص کے کلام کا کہ اوسنے ایک جماعت سے کہا کہ جسکی عورت مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھہ سے تالی بجاوے پھر سب جماعت نے تالی بجائی تو جواب دیا ابو اللیث نے
کہ سبکی عورتیں مطلقہ ہو گئیں اور قول ضعیف یہہ ہے کہ یہہ فعل اقرار طلاق کا نہیں روایت بزازیہ میں فاعل ایک ہی ہے اور اوسمیں جماعت شارح نے فرمایا
تاکید کا بیان ارادہ کیا جماعة تحدثوا فی مجلس فقال رجل منهم من تکلم بعد هذا فامرأته طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأته
لان کلمة من للتعمیم والحالف لا یخرج نفسه عن الیمین فیحنث چند لوگ باتیں کرتے تھے ایک مجلس میں سو ایک مرد نے اونمیں سے کہا کہ
جو بولیگا بعد اسکے تو اوسکی جورو کو طلاق ہے پھر بولا قسم والا تو اوسکی جورو پر طلاق پڑجائیگی اسواسطے کہ کلمہ من کا جسکا ترجمہ جو ہے عام ہے متکلم اور غیر متکلم

دونوں کو شامل ہے اور حالانکہ قسم ما لا نہیں نکالتا اپنی ذات کو قسم سے تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی لیکن اگر جماعت سے متکلم کے سوا کوئی اور بولا تو اوسکا حکم بیان مذکور نہیں ظاہرا اوسکی تکلم سے طلاق ہوگی اسواسطے کہ تعلیق اور قسم متکلم کے غیر پر جاری نہیں واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **باب الکنایات** یہہ باب ہے کنایات طلاق میں جب بیان احکام طلاق صریح سے کہ حقیقت میں وہی اصل ہے فراغت ہوئی تو وقت بیان احکام کنایات کا آیا کنایۃ عند الفقہاء مالم یوضع لہ ای للطلاق واحتملہ وغیرہ کنایہ طلاق فقہا کے نزدیک اس مقام میں وہ لفظ ہے جو طلاق کیواسطے موضوع نہو اور احتمال رکھے طلاق کا اور غیر طلاق کا مثلا لفظ بتہ کا واضع نے طلاق کیواسطے موضوع نہیں کیا لیکن طلاق اور غیر طلاق کو محتمل ہے اسواسطے کہ بتہ بمعنی قطع کے ہے تو اگر پیوند نکاح کا کاٹنا مراد لیجئے تو بمعنی طلاق ہے اور اگر قطع الفت اور قطع آدمیت کو ارادہ کیجئے تو طلاق کا محتمل نہیں مصنف نے کنایہ کی تعریف بصیغہ عام کی تو معلوم ہوا کہ کنایات منحصر نہیں شرح ملتقی میں کہا ہے کہ الفاظ کنایات پچپن سے زیادہ ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فالکنایات لا تطلق بہا قضاء الا بنیۃ او دلالۃ الحال وھی حالۃ مذاکرۃ الطلاق او الغضب سو کنایات سے طلاق نہیں واقع ہوتی باعتبار قضا کے مگر نیت طلاق سے یا دلالت حال سے دلالت حال یہہ کہ اوس وقت گفتگو ہو طلاق کی یا رنج یا غصہ ہو **شارح** نے قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ وقوع طلاق باعتبار دیانت کے محض نیت پر موقوف ہے اوسمیں دلالت حال کا کچھہ اعتبار نہیں اور کنایات سے وقوع طلاق میں نیت یا دلالت حال اسواسطے شرط ہوئی کہ الفاظ کنایہ کے طلاق اور غیر طلاق دونو کے محتمل ہیں تو احتیاج پڑی طرف مرجح کے کہ وہ غیر طلاق کے احتمال کو قطع کردے اور یہاں ایسا مرجح سوائے نیت یا دلالت حال کے کوئی نہیں مذاکرہ طلاق اسطرح پر کہ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مجھکو طلاق دے اور زوج نے کہا اعتدی تو حالت مذاکرہ دلالت کرتی ہے کہ اس لفظ سے زوج نے طلاق کا ارادہ کیا فالحالات ثلث رضا و غضب و مذاکرۃ والکنایات ثلث ما یحتمل الرد او یصلح للسب او لا سو حالات تین ہیں ایک رضامندی کی حالت دوسری رنج و خفگی کی حالت تیسری مذاکرہ طلاق کی حالت اور الفاظ کنایات کے بھی تین احتمال سے خالی نہیں بعضے اونمیں محتمل ہیں رد کو یعنی عورت کے سوال طلاق کا رد اونمیں سے نکلتا ہے اور جواب طلاق کے بھی محتمل ہیں یا بعضے اونمیں صلاحیت سب اور دشنام کی رکھتے ہیں اور محتمل ہیں جواب طلاق کے بھی یا بعضے وہ ہیں کہ نہ رد سوال کے محتمل ہیں نہ لیاقت سب اور دشنام کی رکھتے ہیں لیکن جواب طلاق کا البتہ احتمال رکھتے ہیں فنحو اخرجی واذھبی وقومی تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی من الغربۃ او العزوبۃ یحتمل ردا سو مانند اخرجی اور اذہبی اور قومی کے تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی احتمال رکھتے ہیں یہہ الفاظ رد سوال طلاق کا اور جواب کے بھی محتمل ہیں اور سب و شتم کی صلاحیت نہیں رکھتے سو اخرجی بمعنی نکل یعنی اس مکان سے نکل تاکہ تیری شر سے نجات ہو تو یہہ رد ہوا طلاق کے سوال کا یا یہہ مطلب کہ نکل میرے گھر سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہہ جواب ہے طلاق کے سوال کا اور اذہبی بمعنی جا یعنی اپنے کام کو جا یہہ رد ہے سوال کا یا یہہ مطلب کہ اپنے ماں باپ کے گھر جا اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا اور قومی بمعنی اوٹھہ یعنی اپنے ضروری کام کیواسطے اوٹھہ یہہ رد ہے سوال کا یا اوٹھہ میرے پاس سے اسواسطے کہ تجھکو طلاق ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا اور تقنعی یا مشتق قناع سے ہے یا قناعت سے قناع بمعنی خمار ہے یعنی اپنا مونہہ کپڑے سے چھپالے حیا کیا کام نکر یا قناعت سے یعنی اس کلام سے قناعت کر باز رہ یہہ رد ہے سوال کا یا استتار اور باز رہنے کلام کا اسواسطے امر کیا کہ طلاق واقع ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا اور تخمری بمعنی اوڑھنی اپنے سر پر خمار ڈال خمار وہ کپڑا جس سے سر چھپاتے ہیں اس لفظ میں بھی مانند تقنعی کے دو احتمال ظاہر ہیں اور استتری بمعنی چھپ اور پردہ کر استتار کا حکم اسواسطے کیا کہ شرعا محجوب ہے تو رد ہوا سوال کا یا اسواسطے کہ مجھکو تیرا دیکھنا جائز نرہا بسبب طلاق کے یہہ جواب ہے سوال کا اور انتقلی اور انطلقی بمعنی چل جا مانند اذہبی کے دو احتمال ہیں اور اغربی بغین معجمہ اور راے مہملہ مشتق ہے غربت سے یعنی دور ہو یا اعزبی بعین مہملہ و زاء معجمہ مشتق ہے عزوبت سے بمعنی تجرد اور دوری کے تو مطلب یہہ کہ دور ہو ایسا کلام نکر یہہ رد ہے سوال کا یا دور ہو میرے پاس نہ بیٹھہ اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا ونحو خلیۃ بریۃ حرام بائن ومرادفھا کبتۃ بتلۃ یصلح سبا اور مانند الفاظ خلیہ بریہ حرام بائن اور ہم معنی ان الفاظ کے مثل بتہ اور بتلہ کے صلاحیت رکھتے ہیں سب اور دشنام کی مراد سب سے وہ کلام ہے جس سے آبروریزی اور بیحرمتی نکلتی ہے یعنی اس الفاظ میں رد سوال کا احتمال نہیں لیکن جواب سوال طلاق کا احتمال البتہ موجود ہے خلیہ یعنی تو خالی ہے حسن یا خوبیوں سے یہہ دشنام ہے یا خالی

نکاح سے یہہ جواب ہے سوال کا اور بریۃ یعنی تو خوبیون سے بری ہے یا نکاح سے بری اور حرام یعنی منع یا ممنوع لفظ حرام کا مصدر ہے بمعنی منعت کیے یا خود صفت ہے اور کہ گئے
ذکر ہوگا کہ ہمارے زمانہ مین لفظ حرام طلاق بائن واقع ہوتی ہے بدون نیت کے بسبب عرف اہل زمانہ کے اور بائن یعنی منفصل ہے یعنی تو خوبیون سے منفصل اور منقطع ہے
یعنی دشنام ہے یا نکاح سے منفصل ہے یہہ جواب ہے سوال کا اور بتہ مشتق ہے بت بمعنی قطع کے اور بتلہ مشتق ہے بتل سے بمعنی انقطاع مثل الفاظ سابقہ کے
ان لفظون مین بھی احتمال سب اور جواب کا برابر ہے وہو اعتدی واستبرئی رحمک انت واحدۃ انت حرۃ اختاری امرک بیدک
سیدک سرحتک فارقتک لا یحتمل الرد والسب اور مانند ان الفاظ کے تین احتمال رکھتے ہین رد سوال کا اور سب اور دشنام کا اعتدی یعنی
شمار کر اپنے حیضون کو اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہہ احتمال ہے سوال کے جواب کا یا میرے نکاح کو خدا کی نعمت اپنے اوپر شمار کر استبرئی یعنی اپنی رحم کی صفائی حاصل
کر رشد یک سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی تو یہہ جواب ہے سوال کا یا یہہ مطلب کہ تو اپنی رحم کو صاف کرے تاکہ مین تجھکو طلاق دون تو یہہ وعدہ ہے طلاق کا اسیکو کلام
طلاق نہین ہوتی انت واحدۃ یعنی تو طالق ہے بطلاق واحد یہہ جواب ہے سوال کا یا یہہ مطلب کہ تو میرے نزدیک اپنی برادری مین ایک ہی ہے خوبیون مین یا اپنی
مین بےمثل ہے تو یہہ مدح ہے یا مذمت انت حرۃ یعنی تو آزاد ہے حقیقۃ مملوکیت سے یا آزاد ہے مملوکیت نکاح سے اختاری یعنی اپنی ذات اختیار کرلے امرک بیدک یعنی تیرا
امر تیرے ہاتھ مین ہے یہہ دونو الفاظ کنایہ ہین تفویض طلاق سے تو عورت مطلقہ نہوگی جبتک کہ وہ اپنی ذات کو طلاق نہ دے اور کنایات طلاق مین ان دونو لفظ کو
اسواسطے داخل کیا کہ طلاق اور غیر طلاق کا بھی انمین احتمال موجود ہے چنانچہ اختاری مین یہہ احتمال ہے کہ اختاری نفسک بالفراق او عمل یعنی اختیار کر اپنی ذات
کو بسبب فراق کے یا پسند کرلے اپنی ذات کو کسی کام کی مشغولی مین اور امرک بیدک مین بھی یہہ احتمال ہے کہ امرک بیدک فی الطلاق او فی تصرف آخر یعنی تیرے
ہاتھ مین ہے طلاق یا کوئی اور کام اور شرح النقایہ مین خواستی سعدیہ سے منقول ہے کہ ان دونو لفظون کا ذکر کنایات طلاق مین مناسب نہین اسواسطے کہ انکی
جہت سے بعضے مفتی غلط عظیم مین واقع ہوگئے یہہ گمان کرکے کہ ان لفظون سے طلاق واقع ہو جاتی ہے بدون ایقاع زوجہ کے اور شارح نے بھی اسکا
کردیا ہے کہ اختاری کنایات تفویض طلاق سے ہے نہ ایقاع طلاق سے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی سرحتک مشتق ہے سراح بالفتح سے بمعنی ارسال کے یعنی مین نے
تجھکو کسی کام کیواسطے بھیجا یا اسواسطے بھیجا کہ تو مطلقہ ہے اور اسیطرح فارقتک یعنی کسی کام کیواسطے الگ کیا تجھکو جدا کیا یا طلاق دی اسواسطے جدا کیا ان الفاظ
مین احتمال رد سوال اور دشنام کا نہین بلکہ یہہ مخصوص ہین جواب کیواسطے چنانچہ صاحب بحر الرائق اور قہستانی نے اسکی تصریح کی ہے اور بعضے محشیون نے کہا ہے
کہ انت واحدۃ مین احتمال دشنام کا موجود ہے یعنی تو بد کامون مین یکتا ہے چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہے اور اعتدی مین بھی احتمال دشنام ہے یعنی شمار کر ان
قبائح کو جو تجھسے صادر ہوئے کذا فی حاشیۃ المدنی ففی حالۃ الرضاء ای غیر الغضب والمذاکرۃ تتوقف الاقسام الثلثۃ تاثیرا علی النیۃ للاحتمال
تو حالت رضامندی مین یعنی سوای حالت خفگی اور مذاکرہ طلاق مین تینون قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہے بسبب احتمال کے یعنی اس حالت مین احتمال ہے
کہ زوج نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور قرینہ کوئی موجود نہین تو بدون نیت کے ایقاع طلاق کی کوئی وجہ نہین اگر کوئی کہے کہ جو الفاظ کہ جواب
کیواسطے مخصوص ہین تو لائق یون ہے کہ رضامندی مین اون سے طلاق بدون نیت کے بھی واقع ہوجاوے اسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ مطلب نہیں کہ وہ الفاظ فقط
جواب صرف کیواسطے موضوع ہین بلکہ وہ الفاظ مطلق کلام کے جواب ہین اور اگر عورت نے طلاق کا سوال کیا اور زوج نے جواب کا لفظ کہا تو یہہ حالت مذاکرہ طلاق
کی ہوگی اس حالت مین وقوع طلاق نیت پر موقوف نرہیگا کذا فی حاشیۃ المدنی والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفہا لہ فی منزلہ فان
ابی رفعتہ الی الحاکم فان نکل فرق بینہما مجتبی اور قول زوج کا قسم کے ساتھہ معتبر ہے عدم نیت مین اور کفایت کرتا ہے قسم لینا عورت کا زوج سے
اوسکے گھر مین سو اگر زوج نے قسم کہانے سے انکار کیا تو عورت نالش کرے اوسکی حاکم سے سو اگر زوج وہان بھی قسم نکھاوے تو قاضی دونو مین جدائی کردے
کذا فی المجتبی لیکن قسم کہانا غیر مجلس قاضی مین باعث تفریق کا نہین وفی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والا لا اور خفگی کی حالت مین دونو
قسمین پہلی نیت پر موقوف رہین گی یعنی جو قسم صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہے اور جو کہ لیاقت شتم اور جواب کی رکھتی ہے اگر وہ پہلی قسمون سے نیت طلاق کی کرے
تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نیت نہ کی تو نہ واقع ہوگی لیکن جو الفاظ جواب کیواسطے متعین ہین حالت غضب مین اون سے بلا توقف نیت کے طلاق واقع ہو جاویگی

اسواسطے کہ غضب قرینہ مرجحہ ہے طلاق کا وفی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول فقط اور مذاکرہ طلاق کی حالت میں فقط اوّل قسم نیت پر موقوف ہوگی یعنی جو صلاحیت

رد اور جواب کی رکھتی ہو ویقع بالاخیرین وان لم ینو لان مع الدلالۃ لا یصدق قضاء فی نفی النیۃ لانہا اقوی لکونہا ظاہرۃ والنیۃ

باطنۃ ولذا تقبل بینتہا علی الدلالۃ لا علی النیۃ الا ان یقام علی اقرارہ بہا عمادیہ اور واقع ہوتی ہے طلاق واخیر قسموں سے یعنی جو صلاحیت

دشنام کی رکھتے اور جو دشنام اور رد کا محتمل نہو اور ان سے طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی نکی ہو اسواسطے کہ باوجود دلالت تعیین کے یعنی حالت

مذاکرہ طلاق اور حالت غضب کی مرد کی تصدیق نکیجائیگی باعتبار قضا کے نفی نیت میں اسواسطے کہ دلالت قوی تر ہے نیت سے اس سبب سے کہ دلالت ظاہر ہے جس پر شخص کو

اطلاع ممکن ہے اور نیت امر باطن ہے کہ سوای زوج کے کوئی نہیں جان سکتا اور قاضی کو حکم ہے ظاہر پر عمل کرنیکا اور چونکہ دلالت امر ظاہر ہے اور نیت امر باطن

اسیواسطے مقبول ہونگے گواہ عورت کے دلالت کے اثبات پر نہ نیت پر مگر یہ کہ گواہ قائم کئے جاوین نیت کرنے زوج کے اقرار پر یعنی اگر زوج نے اپنی نیت کا کہیں اقرار

کیا ہو اور پھر منکر ہوگیا ہو تو اسکے اقرار کے گواہ البتہ مقبول ہونگے کذا فی العمادیہ ثم فی کل موضع یشترط النیۃ فلو السؤال بہل یقع یقول نعم

ان نویت ولو بکم یقع یقول واحدۃ ولا یتعرض لاشتراط النیۃ بزازیہ فلیحفظ پھر جس مقام میں وقوع طلاق کنایات میں نیت مشروط ہے یعنی

اقسام ثلثہ حالت رضا میں اور قسمین اولین حالت غضب میں اور قسم اول حالت مذاکرہ میں تامل کرنے فتوی دینے والا سوال سائل میں سو اگر سوال یہ

ہو یعنی سائل کہے کہ مین نے یون کہا ہے آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے تو مفتی جواب دے کہ ہان طلاق واقع ہوتی ہے اگر تو نے طلاق کی نیت کی

ہو اور اگر سائل نے کہا کہ مین نے یون کہا ہے اس لفظ سے چند بار طلاق واقع ہوئی تو مفتی کہے کہ ایکبار اور تعرض نکرے یہان نیت مشروط ہونیکا کذا فی البزازیہ

اسکو یاد رکھنا چاہیے سوال ثانی میں نیت مشروط ہونیکا ذکر اسواسطے نہ چاہیے کہ سائل کا یون سوال کرنا کہ چند بار طلاق واقع ہوئی یہ صاف دلیل ہے نیت

طلاق کی اب نیت کا ذکر کرنا گویا حیلہ سکھلانا ہے انکار نیت کا ویقع رجعیۃ بقولہ اعتدی واستبرئی رحمک وانت واحدۃ وان نوی

اکثر ولا عبرۃ باعراب واحدۃ فی الاصح اور ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اعتدی و استبرئی رحمک و انت واحدۃ کے قول سے اگرچہ زوج نے ایک

سے زیادہ کی نیت کی ہو اور کچھ اعتبار نہیں لفظ واحدۃ کے اعراب کا قول اصح میں اور بعضون نے کہا کہ انت واحدۃ میں اگر لفظ واحدۃ کو قائل نے منصوب کہا تو

طلاق بلا نیت واقع ہوگی اسواسطے کہ واحدۃ اس ترکیب میں صفت ہے مصدر موصوف محذوف کی اصل میں یون تھا کہ انت طالق تطلیقۃ واحدۃ اور اگر واحدۃ کو

مرفوع کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اسواسطے کہ واحدۃ اس صورت میں صفت ہوگئی عورت کی نہ طلاق کی اور اگر حالت سکون میں پڑھا تو دونون

احتمال ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ اعراب واحدۃ کا کچھ اعتبار نہیں ہر صورت میں طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ عوام اعراب کا تفرقہ نہیں جانتے ہیں اور خواص بھی اسکا

التزام نہیں کرسکتے بیان عرف پر مدار ہے نحو اور لغت پر ویقع بباقیہا ای باقی الفاظ الکنایات المذکورۃ فلا یرد وقوع الرجعی ببعض الکنایات

ایضا نحو انا بری من طلاقک وخلیت سبیل طلاقک وانت مطلقۃ بالتخفیف وانت اطلق من امراۃ فلان وہی مطلقۃ وانت

ط ا ل ق وغیر ذلک مما صرحوا بہ اور طلاق بائن واقع ہوتی ہے باقی الفاظ کنایات سے یعنی باقی وہ الفاظ کنایات کے جو یہان مذکور ہوچکے تو اعتراض

نہ وارد ہوگا واقع ہونے طلاق رجعی کا بعض کنایات سے بھی مثل انا بری من طلاقک یعنی منزہ اور دور ہون تیری طلاق سے وخلیت سبیل طلاقک یعنی تیری طلاق

کی راہ مین نے چھوڑ دی سو طلاق نے راہ پائی اور تجھپر واقع ہوئی وانت مطلقۃ بالتخفیف یعنی تو مطلق العنان ہے وانت اطلق من امراۃ فلان اور تو

مطلق العنان زیادہ تر ہے مثلا زید کی عورت سے اور حالانکہ زید کی عورت پر طلاق واقع ہوچکی ہے وانت ط ا ل ق یعنی تو طالق ہے اور طلاق کو بطور تہجی کے

کہا اور سوای ان مثالون کے جنکی فقہا نے تصریح کی ہے حم مصنف نے کہا کہ سوای اشتہ ثلثہ کے باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے حالانکہ چند

کنایات ایسی ہیں کہ ان سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے تو حصر کرنا مصنف کا صحیح نہوا شارح نے جواب اس سوال مقدر کا یون دیا کہ مصنف کو حصر اضافی

مراد ہے یعنی جو الفاظ کنایات کے اس کتاب مین مذکور ہوچکے ہیں ان میں سوای تین کے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے تو اگر بعض کنایات غیر مذکورہ سے

طلاق رجعی واقع ہو تو قادح اس حصر کی نہیں شلا انتقاری فان نیۃ الثلث لا تصح فیہا ایضا لا تقع بہ لا باقرئی بیتک یا انطلقی المراۃ نفسہا

کیا یا نی یعنی بائن الفاظ کنایات میں طلاق کی نیت کرے تو سوائے لفظ اختاری کے اسواسطے کہ تین طلاق کی نیت کرنا لفظ اختاری میں بھی صحیح نہیں ہے اور بہتری میں بھی اور اعتدی واحدہ میں صحیح نہیں ہے اب تفویض طلاق کے مسئلے قدیم تر آئینگے اور یہ الفاظ طلاق واقع ہونے میں بشرطیکہ نیت ہو تا وقتیکہ عورت اپنی ذات کو طلاق نہ دیوے یہ کہ یہاں بھی اب تفویض طلاق بیان آویگا ... ... مصدر کا احتمال الثلاثة هذا اذا نوى ... ... یعنی باقی الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی یا دو کی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ لفظ طلاق میں ... نہیں ہو سکتا تو طلاق سے دو کا ارادہ کرنا صحیح نہوگا دو کی نیت کرے تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی لیکن یہ علت کل الفاظ کنایات میں ظاہر نہیں ہوتی اسواسطے کہ مرتبت وعادتا تالت ونیتہ قریبہ کہیں مصدر نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وثلث ان نواه للوحدة الجنسية ولذا صح في الامة ثنتين البينونة اور الفاظ باقیہ کنایات سے تین طلاقیں واقع ہونگی اگر زوج تین طلاق کی نیت کریگا بسبب وحدت جنسی کے اور اسواسطے ان الفاظ کی بھی مصدر میں دو طلاق کی بھی نیت کرنا صحیح ہو خلاصہ یہ کہ مصدر موضوع ہے وحدت کیواسطے خواہ وحدت حقیقی ہو خواہ ایک میں یا وحدت جنسی ہو جیسا کہ تین میں تو تین فرد حکمی ہو گئی سو اسکو تین مجموع کل طلاق ہیں اور اسیطرح اونڈی کے حق میں دو حکمی ہیں اسواسطے کہ کل طلاق ہیں قال اعتدي ثلثا ونوى بالاول طلاقا وبالباقي حيضا صدق قضاء لنيته حقيقة كلامه یعنی مرد نے مرد سے اعتدی کا لفظ تین بار کہا اور نیت کی اول لفظ سے طلاق کی اور باقی دوسرے اور تیسرے لفظ سے حیض کی تو اسکی تصدیق کیجاویگی قضا میں بسبب نیت کرنے حقیقت کلام اپنے کے اسواسطے کہ اعتداد کے حقیقی معنی حیض ہے اور طلاق مجاز ہے تو حیض والی صورت میں جب زوج نے حیض کا ارادہ کیا لفظ اعتدی سے تو معنی حقیقی کا ارادہ کیا تو بلاشبہ اسکی قضا میں تصدیق ہوگی اور جب قضا میں تصدیق ہوئی تو دیانت میں بھی ہوگی وان لم ينو بهما اى بالباقي شيئا فثلث لدلالة الحال حينئذ ولو نوى الاول اور اگر نیت کی باقی سے کچھ طلاق کی حیض کی تو تین طلاق واقع ہوگی بواسطہ دلالت حال کے بسبب نیت کرنے طلاق کے فقط اول سے یعنی جب اول سے اول لفظ اعتدی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو بسبب اس قرینہ کے باقی دو لفظوں سے بھی طلاق کا تعین ہوگیا تو اس صورت میں نفی نیت زوج کی تصدیق ہوگی قضا میں لیکن دیانت میں طلاق نہ واقع ہوگی مگر اول لفظ سے کذا فی حاشیۃ الرحمتی لو نوى بالثاني فقط فثنتان او بالثالث فواحدة ودلالة حال یہاں تک معتبر ہے کہ اگر زوج فقط لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کریگا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک طلاق لفظ ثانی سے اور دوسری طلاق لفظ ثالث سے اسواسطے کہ جب اوسنے لفظ ثانی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو لفظ ثالث سے بھی بقرینہ حالیہ طلاق ثابت ہوگی اور اگر فقط لفظ ثالث سے طلاق کی نیت کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے کہ اول دو لفظوں میں حالت مذاکرہ طلاق کی نہ پائی گئی ولو لم ينو بالكل لم تقع اور اگر زوج نے کل الفاظ ثلثہ سے نیت طلاق کی نہ کی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال میں کوئی قرینہ نہیں نیت کا اور اگر ان الفاظ سے حیض کی نیت کریگا تو ایک طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الرملی واقسامها اربعة وعشرون ذكرها الكمال اور مسئلہ اعتدی کو جسمیں تین بار کہہ رہے ہیں چوبیس قسمیں ہیں فتح القدیر میں کمال الدین نے اونکو ذکر کیا ہے اون میں سے چھ قسمون میں ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور گیارہ میں دو طلاق واقع ہوتی ہیں اور سات میں تین طلاقیں ہوتی ہیں اور ایک قسم میں مطلق طلاق نہیں ہوتی پہلی صورت یہ کہ الفاظ ثلثہ سے حیض کی نیت کی اسمیں ایک طلاق ہوگی دوسری صورت یہ کہ فقط تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی تیسرے یہ کہ تیسرے لفظ سے فقط حیض کی نیت کی چوتھی یہ کہ دوسرے لفظ سے طلاق اور تیسرے لفظ سے حیض کی نیت کی پانچویں یہ کہ ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی چھٹی یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی ان چھ صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی ساتویں یہ کہ فقط دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی آٹھویں یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نکی نویں یہ کہ اول و ثانی لفظوں سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نکی دسویں یہ کہ اول اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نکی گیارہویں یہ کہ اول و ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے حیض کی بارہویں یہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے حیض کی تیرہویں یہ کہ اول اور ثانی سے حیض اور ثالث سے طلاق کی نیت کی چودھویں یہ کہ اول اور ثالث سے حیض اور ثانی سے طلاق کی نیت کی پندرہویں یہ کہ ثانی سے حیض کی نیت کی باقی سے کچھ نیت نکی سولہویں یہ کہ

اول سے طلاق اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نکی سترہوین یہہ کہ ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور اول سے کچھ نیت نکی ان گیارہ صورتون مین
یعنی ساتوین سے سترہوین تک دو طلاقین واقع ہونگی اٹھارہوین یہہ کہ فقط اول سے حیض کی نیت کی انیسوین یہہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث
سے کچھ نیت نکی بیسوین یہہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نکی اکیسوین یہہ کہ اول سے حیض کی اور ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت
کی بائیسوین یہہ کہ سب الفاظ ثلثہ سے طلاق کی نیت کی تیئیسوین یہہ کہ اول سے طلاق کی نیت کی اور ثانی اور ثالث سے کچھ نیت نکی ان چہہ صورتون مین یعنی
اٹھارہوین سے بائیسوین تک تین طلاقین واقع ہونگی چوبیسوین صورت یہہ کہ الفاظ ثلثہ سے کچھ نیت نکی تو کچھہ نہ واقع ہوگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کے
دریافت کرنیکا یہہ ہے کہ جب ایک لفظ سے طلاق کی نیت کی تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی سو اسکے بعد اوس لفظ کے نفی نیت کی تصدیق نہوگی ہان اگر باقی
بعض سے نیت کریگا تو صحیح ہوگی اور اگر کسی لفظ سے طلاق کی نیت نکریگا تو صحیح ہوگا اور اسیطرح قبل منوی کی عدم نیت صحیح ہے مثلا لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کی تو ثانی مین نفی نیت
مقبول نہوگی اسواسطے کہ بعد منوی کے واقع ہوا اور اول لفظ مین عدم نیت طلاق کی البتہ مقبول ہے اسواسطے کہ قبل منوی کے واقع ہوا اور اگر کسی لفظ سے حیض کی نیت کی اور اوسکے قبل طلاق کی نیت نہین
تو اوس حیض کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور اگر اوسکے قبل طلاق کی نیت ہوچکی ہے تو حیض کی نیت سے طلاق نہ واقع ہوگی اگر اس قاعدہ کو خوب غور کرکے
تو مسائل مذکورہ کا حکم نکالنا آسان ہوجاویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ویراد لو نوی بالکل واحدۃ فواحدۃ دیانۃ وثلث قضاءً
اور چوبیس صورتون مذکورہ پر ایک قسم اور زیادہ کی گئی ہے کہ اگر کل الفاظ ثلثہ سے ایک طلاق کا ارادہ کرے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی دیانت مین بنظر
احتمال تاکید کے اور تین طلاق ہونگی قضا مین اسواسطے کہ تاکید خلاف ظاہر ہے ولو قال انت طالق اعتدی اعتدی او عطفہ بواو او فاء فان نوی واحدۃ
فواحدۃ او ثنتین فثنتان وقعتا واذا لم ینو ففی الواو ثنتان وفی الفاء قیل واحدۃ وقیل ثنتان اور اگر کہا زوج نے تجہ کو انت طالق اعتدی
بدون عطف کے یا لفظ اعتدی کو عطف کیا واو سے یا فے سے یعنی یون کہا کہ انت طالق واعتدی یا یون کہا کہ انت طالق فاعتدی سو اگر ان تینون صورتون
مین ایک طلاق کا ارادہ کیا تو ایک ہی طلاق ہوگی یا دو طلاق کا قصد کیا تو دو واقع ہونگی اور اگر کچھہ نیت نکی تو انت طالق واعتدی مین دو طلاق واقع
ہونگی اور فاعتدی مین بعضون کے نزدیک ایک طلاق اور بعضون کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی طلقہا واحدۃ بعد الدخول فجعلہا ثلثا صح
کما لو طلقہا رجعیا فجعلہ قبل الرجعۃ بائنا او ثلثا ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے پہر اوس ایک طلاق کو تین طلاق کرڈالا
تو یہہ ایک کا تین کرڈالنا امام کے نزدیک صحیح ہے چنانچہ یہہ بہی صحیح ہے کہ اگر عورت کو ایک طلاق رجعی دی پہر اوسکو قبل رجعت کے بائن کرڈالا
یا ایک رجعی کو تین کرڈالا وکذا لو قال فی العدۃ الزمت امراتی ثلث تطلیقات بتلک التطلیقۃ او الزمتہا تطلیقتین بتلک
التطلیقۃ فہی کما قال اور اسیطرح اگر کہا زوج نے عدت مین کہ لازم کردی اپنی عورت کو تین طلاق اوسی ایک طلاق سے جسکی سبب عدت مین
تہی یا یون کہا کہ مین نے اوسکو دو طلاق لازم کرڈالی اوسی ایک طلاق سے تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوسنے کہا یعنی وہ عورت اوسپر حرام ہوگئی اور
کبہی اوسکو حلال نہوگی مگر بعد طلاق زوج ثانی کے ولو قال ان طلقتک فہی بائن او ثلث ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف
کما حققتہ کذا اور اگر کہا کہ اگر تجہکو طلاق دون تو وہ طلاق بائن ہوگی یا تین پہر اوسکو طلاق دی تو رجعی واقع ہوگی نہ بائن اور نہ تین اسواسطے کہ
صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنی بائن یا تین ہونا صفت ہے طلاق کی تو طلاق پر کیونکر مقدم ہوگی چنانچہ یہہ امر سابق مذکور ہوچکا اوسکو یاد کر
الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ طلاق صریح لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو اور لاحق ہوتی ہے طلاق بائن کو بشرط عدت کے یعنی
اول کہا انت طالق پہر کہا انت طالق یا طلاق عوض مال کے دی تو یہہ دوسری طلاق بہی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح لاحق ہوتی ہے صریح کو یا اول یون کہا
کہ انت بائن پہر کہا انت طالق تو یہہ دوسری طلاق واقع ہوگی اور بائن ہوجاویگی اسواسطے کہ طلاق سابق کا بائن ہونا مانع ہوا رجعی ہونے سے کذا فی حاشیۃ
الطحطاوی والبائن یلحق الصریح اور طلاق بائن لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو بشرط عدت کے مثلا اول یون کہا کہ انت طالق پہر کہا انت بائن تو طلاق ثانی بہی واقع
ہوگی الصریح ما لا یحتاج الی نیۃ بائنا کان الواقع بہ او رجعیا فمنہ الطلاق الثلث فیلحقہما طلاق صریح وہ ہے جو محتاج نہ نیت

خواہ صریح ہو سے طلاق بائن واقع ہوئی یا رجعی کذا فی فتح القدیر سو طلاق صریح میں داخل ہے تین بار طلاق دینا تو یہ طلاق ثلث صریح اور بائن دونوں کو لاحق ہو
ہم بعضوں نے کہا کہ طلاق صریح وہی ہے جس سے رجعی واقع ہو شارح نے اس قول کو رد کیا تعمیم صریح کی ثابت کر کے اور لاحق ہو اور واقع طلاق ثلث یا طلاق پر
مال کے اگرچہ بائن ہو چکی چنانچہ بعضوں کو گمان ہے کہ طلاق بائن کو نہ لاحق ہوتی حالانکہ دونوں اسکو لاحق ہوتی ہیں کذا فی حاشیۃ البحر وکذا الطلاق
علی مال فیلحق الرجعی ویجب المال والبائن ولا یلزم المال کما فی الخلاصۃ اور اسیطرح طلاق جو مال سے ہو صریح میں داخل ہے تو وہ لاحق ہوگی طلاق
رجعی کا بائن کے ... دینا صورت کو واجب ہوگا اور بائن کو لاحق ہوگی اور مال دینا اوسمیں لازم نہ آویگا کذا فی الخلاصۃ ہم رجعی کے بعد مال دینا اسو...
... شوہر کو اختیار ہے کہ رجوع کرے اور عورت کو مجبور رہے تو عورت نے اپنی جان چھڑانے کیواسطے مال دیا اور بائن میں زوج کا عورت پر ... اور اسکی
رضا بغیر ... کچھ اختیار باقی نہ رہا تو عوض دینے کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فالمعتبر فیہ اللفظ لا المعنی علی المشہور تو معتبر طلاق کی صریح اور بائن
ہونے میں لفظ ہے نہ معنی بنابر قول مشہور کے یعنی اگر لفظ محتاج نیت کا نہیں تو وہ صریح ہے خواہ طلاق اوس سے بائن پڑے یا رجعی تو صریح میں طلاق ثلث اور طلاق
عوض مال کے داخل ہوئی اور جو کہ بلفظ حرام ہو وہ بائن میں داخل ہے اسواسطے کہ عدم احتیاج نیت کی اوسمیں طاری ہوگئی ہے بسبب شیوع استعمال عرف کے
لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن انت بائن او ابنتک بتطلیقۃ فلا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی
جعلہ انشاء نہیں لاحق ہوتی طلاق بائن اول طلاق بائن کو جبکہ ممکن ہو دوسری بائن کو اول بائن سے خبر دینا چنانچہ اول کہا انت بائن دوسری بار
کہا انت بائن یا دوسری بار یوں کہا کہ ابنتک بتطلیقۃ یعنی میں نے تجھکو ایک طلاق بائن کر جدا کیا تو یہ دوسری بائن نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ اخبار ہے
اول سے تو کچھ ضرورت نہیں اسکو انشاء طلاق ٹھہرانے میں یعنی بائن ثانی سے دوسری طلاق بائن پیدا کرنا کچھ ضرور نہیں اسواسطے کہ اسکا خبر دینا
اول سے ممکن ہے یعنی اول کلام سے طلاق واقع کی اور کلام ثانی سے وقوع طلاق سابق کی خبر دی ہم یہ جو کہا کہ بائن بائن سے لحق نہیں ہوتی
مراد یہ ہے کہ جو بائن بلفظ کنایات ہو وہ لحق نہیں ہوتی اور اگر بائن بلفظ کنایہ نہیں تو وہ واقع ہوتی ہے چنانچہ اگر اول یوں کہا کہ انت طالق افحش
الطلاق پھر دوسری بار کہا انت طالق افحش الطلاق تو یہ طلاق ثانی بھی واقع ہوگی اور یہ جو شارح نے کہا اخبار کی مثال انت بائن انت بائن کر ذکر کرکے
خوب نہیں بلکہ یوں کہنا مناسب تھا کہ انت بائن انت بائن اسواسطے کہ یہاں مراد اخبار سے خبر نحوی نہیں بلکہ علیہ خبر یہ مراد ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
بخلاف ابنتک باخری او انت طالق بائن او قال نویت البینونۃ الکبری لتعذر حملہ علی الاخبار فیجعل انشاء بخلاف سابق
کے یہ ہے کہ اول طلاق بائن دی پھر کہا کہ میں نے تجھکو دوسری طلاق کر بائن کیا یا اول طلاق بائن دی پھر کہا انت طالق بائن یا اول کہا انت بائن پھر
کہا انت بائن اور کہا کہ میں نے ثانی بائن سے بینونت کبری یعنی بہت بڑی جدائی کی نیت کی تو ان تینوں صورتوں میں دوسری طلاق بھی واقع ہوگی
بسبب تعذر محمول کرنے اس کلام کے اخبار پر تو یہ کلام ثانی انشاء طلاق قرار دیا جائیگا ہم صورت اول میں لفظ اخری کا مانع ہے حمل اخبار سے اور صورت
ثانی میں لفظ طالق کا صریح ہے اور حمل اخبار کا نہیں ہوتا مگر کنایہ میں اور لفظ بائن کا لغو ہے اور صورت ثالث میں بینونت کبری یعنی طلاق ثلث کا ارادہ
کیا پھر جبکہ تینوں صورتوں میں بسبب وجوہ مذکورہ کے حمل علی الاخبار نہو سکا تو وہ انشاء ہو اور دوسری طلاق بائن بھی واقع ہوئی ولذا وقع المعلق
کما قال الا اذا کان البائن معلقا بشرط او مضافا قبل ایجاد المنجز البائن کقولہ ان دخلت الدار فانت بائن ناویا الطلاق
ثم ابانہا ثم دخلت بانت باخری لانہ لا یصلح اخبارا اور اسیواسطے یعنی بسبب تعذر حمل اخبار کے واقع ہوتی ہے طلاق معلق چنانچہ
مصنف نے کہا کہ بائن لحق نہیں ہوتی بائن سے مگر جبکہ بائن معلق شرط پر ہو یا کہ بائن مضاف ہو قبل واقع کرنے منجز بائن کے یعنی اول تعلیق یا اضافت
ہو بعد اسکے منجز بائن یعنی طلاق بائن بلا شرط واقع ہوگی مانند قول زوج کے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو بائن ہوگی تو نیت طلاق کی ہے سو پہلے اس
کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر عورت گھر میں داخل ہوئی تو دوسری طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ طلاق معلق کو صلاحیت نہیں خبر واقع
ہونے کی ... کہ تعلیق قبل ہو چکی تھی اور خبر نہیں ہوتی مگر بعد متحقق ہونے کے ومسئلۃ المضاف کانت بائن غدا ثم ابانہا ثم دخلت بالغد یقع

اور ان معلق کے جو مضاف چنانچہ اول زوجہ سے کہا کہ تجھکو طلاق بائن ہو کل پہر اوسکو آج ہی طلاق بائن دی پہر جب دوسرا دن آویگا تو دوسری طلاق بائن
واقع ہوگی بسبب مضاف ہو سابقہ کے اسواسطے کہ مضاف بھی بسبب اضافت سابقہ کے خبر نہیں ہو سکتا وفی البحر عن الوھبانیۃ انتِ بائنٌ کنایۃ معلّقۃ
کانَ او مُنجّزاً اشارہ الی السنیۃ اور بحرالرائق میں ہے وہبانیہ سے کہ انتِ بائنٌ یہ کنایہ ہے طلاق سے خواہ معلق ہو خواہ منجز تو لفظ بائن کا محتاج ہے نیت
کی طرف اس قول سے شارح نے استدلال کیا کہ لفظ بائن میں نیت کرنا ضرور ہے بدون نیت کے طلاق نہ ہوگی ولو قال ان دخلتِ الدارَ فانتِ بائنٌ
ثم قال ان کلّمتِ زیداً فانتِ بائنٌ فدخلتِ الدارَ بانت ثم کلّمت یقع اُخریٰ ذخیرہ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل
ہوگی تو تو بائن ہے پہر کہا اگر تو زید سے بولیگی تو تو بائن ہے پہر زوجہ گھر میں داخل ہوئی تو ایک طلاق بائن اسپر ہوئی پہر وہ زید سے بولی تو دوسری طلاق اوسپر واقع ہوگی کذا
الذخیرہ یہ مثال ہے دو معلق بائن کی وفی البزازیۃ ان فعلتُ کذا فحلالُ اللّٰہ علیّ حرامٌ ثم قال کذلک لامرٍ آخر ففعل احدھما بانت وکذا
لو فعل الثانی علی الاشبہ فلیحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلاً اگر شراب پیوں تو اللہ کا حلال مجہپر حرام ہے پہر اسیطرح
دوسرے امر کیواسطے کہا یعنی مثلاً اگر میں ترک صلوٰۃ کروں تو حلال خدا کا مجہپر حرام ہے سو زوج نے کوئی اون دو نوں میں سے کیا تو اوسکی عورت پر ایک
طلاق بائن پڑی اور اسیطرح اگر دوسرا امر کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی بنا بر قول اشبہ کے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے قیّد بالقبلیۃ لانہ لو ابانھا
اولاً ثم اضاف البائن او علّقہ لم یصح تنجیزہ بدائع مصنف نے مقید کیا معلق کو قبلیت کر اسواسطے کہ اگر عورت کو طلاق بائن دیگا پہر مضاف کریگا
بائن یا معلق کو تو صحیح نہوگا مثل تنجیز بائن کے کذا فی البدائع یعنی جیسے بائن بلا تعلیق بعد بائن کے صحیح نہیں ویسے ہی تعلیق اور اضافت بعد بائن کے درست
نہیں ویستثنیٰ ما فی البزازیۃ قال کلُّ امرأۃٍ لہ طالقٌ لم یقع علی المختلعۃ اور اوس قاعدہ سے کہ طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے وہ روایت جو
بزازیہ میں ہے مستثنیٰ ہے کہ کہا مرد نے کہ جو عورت کہ اوسکی ہے وہ طالق ہے تو مختلعہ پر طلاق نہ واقع ہوگی مختلعہ پر یعنی وہ عورت جسپر طلاق بدلے مال کے واقع ہوئی
اسواسطے کہ صریح بائن کو اوسوقت لاحق ہوتی ہے جب کہ عورت کیطرف خطاب ہو طلاق کا یا اشارہ ہو اوسکی طرف اور یہاں نہ خطاب ہے نہ اشارہ کذا فی حاشیۃ
المدنی ولو قال ان فعلتُ کذا فامرأتہ کذا لم یقع علی معتدۃ البائن اور اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو اسکی عورت ایسی یعنی طالق ہے تو نہ واقع ہوگی
معتدہ بائن پر اسواسطے کہ بائن سے نکاح جاتا رہا ہے تو وہ اوسکی عورت نہ رہی علاوہ اسکے خطاب اور اشارہ یہاں بھی نہیں ولیحفظ لکلّ ما قیل سے کلا اجزء
لا بائنًا مع مثلہ • الا اذا علّقہ من قبلہ • ولا یحلّ امرأتہ وقد خلع • والحق الصریح بعدہ لم یقع اور جمع کردی میں نے نظم میں بعضے علمائے
تمام لحوق کی صورتیں مع المستثنیٰ اور عدم لحوق کی صورتیں مع المستثنیٰ یعنی طلاق صریح اور بائن کی ہر صورت کی لحوق کو جائز رکھ جائز جان بائن کے لحوق کو
ساتھہ بائن کے مگر جب کہ تو نے تعلیق کی ہو بائن کی قبل بائن کے یعنی اوس صورت میں بائن لاحق ہوگی بائن سے اور صریح بعد بائن کے لاحق ہوتی ہے مگر اس صورت
میں کہ کلّ امرأۃ لی طالق کہا اور حالانکہ اول خلع کیا اور طلاق صریح کو بعد خلع کے لاحق کیا تو یہ طلاق صریح بعد بائن کے نہ واقع ہوگی اور بعضے نسخوں میں مصرع
اول یوں ہے تحوّقًا اجز لا بائنًا مع مثلہ یعنی ہر لحوق کو جائز جان نہ بائن بعد بائن کے کلّ فرقۃٍ ھی فسخٌ من کلّ وجہٍ کاسلامٍ وردّۃٍ مع لحاقٍ و
خیارِ بلوغٍ وعتقٍ لا یقعُ الطلاقُ فی عدّتہا مطلقاً جو جدائی کہ وہ فسخ نکاح ہو ہر طرح سے جیسے مسلمان ہوجانا جن میں سے کسی کا یا مرتد ہونا عورت کا
اور دار الحرب میں جاکر ملنا اور خیار بلوغ کا عورت یا مرد کو یا خیار عتق عورت کا تو نہ واقع ہوگی طلاق اوسکی عدت میں مطلقاً نہ طلاق صریح نہ بائن نہ منجز نہ معلق
خواہ عدت حیض سے ہو خواہ مہینوں سے کذا فی حاشیۃ المدنی وکلّ فرقۃٍ ھی طلاقٌ یقعُ الطلاقُ فی عدّتہا علی ما بیّنّا اور جو جدائی کہ وہ طلاق
ہو تو واقع ہوگی طلاق اوسکی عدت میں اوسطرح پر واقع ہوگی جیسا کہ ہمنے بیان کیا یعنی الصریح یلحق الصریح الی آخرہ فروع مسائل ملحقہ شارح کے
انما یلحق الطلاقُ لمعتدۃِ الطلاقِ اما المعتدۃُ للوطی بشبھۃٍ فلا یلحقہا خلاصہ طلاق تو اوس عورت کو لاحق ہوتی ہے جو طلاق کی عدت
میں ہے اور جو عورت کہ بسبب وطی اشتباہی کے عدت میں ہے اوسکو طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی الخلاصہ ھم اسیطرح نکاح فاسد اور لونڈی جب کہ آزاد ہوجاوے
تو اوسکی عدت میں بھی طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی القنیۃ تزوّج امرأتہ ثم لم یکن طلاقًا ثم دقّم ان نوی طلقت

اور قنیہ میں ہے کہ زوج نے نکاح کر دیا اپنی زوجہ کا غیر سے تو یہ تزویج طلاق نہیں اسواسطے کہ ذکر یہ لفظ صریح میں داخل ہے نہ کنایہ میں پھر صاحب قنیہ نے بعض
مشائخ کی طرف اشارہ کر کے رقم کیا کہ اگر شوہر اس تزویج سے طلاق کی نیت کریگا تو عورت مطلقہ ہوگی اور ظاہر عدم طلاق مشعر ہے کذا فی حاشیۃ الدرقی ناقلاً عن
البحر اِذْہَبِی وَتَزَوَّجِی یقع واحدۃ بلا نیۃ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جا اور نکاح کر لے تو اس قول سے ایک طلاق بدون نیت کے واقع ہوگی کما فی البزازیہ
اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر میں یوں ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اِذْہَبِی فَتَزَوَّجِی اور طلاق کی نیت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مطلب یہ ہے کہ تو
نکاح کرلے اگر تجھکو نکاح ممکن اور حلال ہو تو ان دونوں روایتوں میں اختلاف ثابت ہوا اور دونوں قولوں میں واو اور فا کا فرق نکالنا نہایت بعید ہے کذا فی نہایۃ
... عن البحر اِذْہَبِی اِلٰی جَہَنَّمَ یقع اِنْ نوٰی خلاصۃ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جہنم کو جا تو اس قول سے طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے طلاق کی نیت
کی کذا فی الخلاصہ تو مراد اس قول سے گالی اور طلاق ہے کَذَا اِذْہَبِی عَنِّی اور ایسے ہی بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ جا مجھ پاس سے
وَاَفْلِحِی اور ایسے ہی اَفْلِحِی سے بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ افلحی بمعنی اذہبی کے ہے یعنی جا رخصت کیونکہ عرب بولتے ہیں اَفْلِحْ بِخَیْرٍ اور یہ بھی محتمل ہے
کہ افلحی بمعنی اَظْفَرِی ہو یعنی تو مراد کو پہونچ اپنا مطلب حاصل کر کذا فی حاشیۃ الدرقی ناقلاً عن البحر الرائق وَفَسَخْتُ النِّکَاحَ اور ایسے ہی بشرط نیت کے طلاق
واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ میں نے نکاح کو فسخ کر دیا وقوع طلاق میں اس قول سے بشرط نیت اسواسطے شرط ہوئی کہ نکاح کی نسبت زوجہ کی طرف نہیں یعنی
یوں نہیں کہا کہ میں نے تیرا نکاح فسخ کر دیا اور اگر عورت کی طرف نسبت کرے تو نیت کی حاجت نہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ اس قول کو الفاظ طلاق صریح میں
شمار نہیں کیا تو یہ مقتضی ہے اشتراط نیت کا ہر صورت میں یہ مسئلہ تحریر اور تنقیح طلب ہے کذا فی حاشیۃ الدرقی ناقلاً عن الشیخ الرملی وَاَنْتِ عَلَیَّ کَالْمَیْتَۃِ اَوْ
کَلَحْمِ الْخِنْزِیْرِ اَوْ حَرَامٌ کَالْمَاءِ لِاَنَّہٗ تَشْبِیْہٌ بِالسُّرْعَۃِ اور ایسے ہی بشرط نیت طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تو میرے نزدیک مانند مردار کے یا مثل
سور کے گوشت کے ہے یا تو مجھ پر حرام ہے مثل پانی کے اسواسطے کہ یہ تشبیہ ہے جلدی اور شتابی میں گویا یوں کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے نہایت جلد جیسے پانی بہت جلدی
ہوتی ہے بہنے کے وقت وَلَا یَقَعُ بِاَرْبَعِ طُرُقٍ عَلَیْکِ مَفْتُوْحَۃٌ وَاِنْ نَوٰی مَا لَمْ یَقُلْ خُذِیْ اَیَّ طَرِیْقٍ شِئْتِ اور نہیں واقع ہوتی طلاق اس قول
سے کہ چاروں رستے تجھ پر کھلے ہیں اگرچہ نیت طلاق کی بھی کرے جبتک یوں نکہے کہ تو جس راہ کو کہ تو چاہے **فائدہ** چند الفاظ کنایات طلاق
کا ذکر کرنا یہاں مناسب معلوم ہوا اسلئے مزید افادہ طالبین کے ازانجملہ اَنْتِ سَائِبَۃٌ یعنی تو سائبہ ہے یعنی تو بلا قید ہے جیسے سانڈ وَحَبْلُکِ عَلٰی غَارِبِکِ یعنی تیری
رسی تیری گردن پر ہے یہ استعارہ ہے تخلیہ سے عرب کا دستور ہے کہ جب اونٹنی کو چھوڑ دیتے ہیں تو اوسکی گردن پر رسی ڈالدیتے ہیں وَالْحَقِی بِاَہْلِکِ یعنی اپنے لوگوں
جا مل وَوَہَبْتُکِ لِاَہْلِکِ اَوْ لِاَبِیْکِ اَوْ لِاُمِّکِ یعنی میں نے تجھکو تیرے لوگوں کو دیا یا تجھکو تیرے باپ کو یا تیری ماں کو دیا وَعَفَوْتُ عَنْکِ لِاَہْلِکِ یعنی میں نے تجھکو
معاف کیا تیرے لوگوں کے سبب سے وَرَدَدْتُکِ اِلَیْہِمْ یعنی میں نے تجھکو تیرے لوگوں کو پھیر دیا اور ان صورتوں میں اونکا قبول کرنا شرط نہیں اور اگر یوں
کہا کہ میں نے تجھکو تیرے بھائی کو دیا یا تیری بہن یا تیری عمہ یا تیری خالہ کو دیا تو ان الفاظ سے طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوج نے نیت
بھی کی ہو وَاَعْتَقْتُکِ یعنی میں نے تجھکو آزاد کیا وَکُوْنِیْ حُرَّۃً یعنی تو آزاد ہو جا وَاظْفَرِیْ بِمُرَادِکِ یعنی تو اپنے مطلب کو حاصل کر وَخَالَعْتُکِ یعنی میں نے
تجھسے خلع کی وَتَقَنَّعِیْ یعنی ہٹ وَلَسْتِ لِیْ بِامْرَأَۃٍ یعنی تو میری جورو نہیں وَلَسْتُ لَکِ بِزَوْجٍ یعنی میں تیرا زوج نہیں وَلَا نِکَاحَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکِ یعنی میرے اور
تیرے درمیان نکاح نہیں وَصِرْتِ غَیْرَ امْرَأَتِیْ یعنی تو میری جورو نہیں رہی وَقَالَتْ لَسْتَ لِیْ بِزَوْجٍ فَقَالَ صَدَقْتِ یعنی زوجہ نے کہا کہ تو میرا شوہر نہیں تو شوہر نے
کہا کہ تو نے سچ کہا وَابْتَغِی الْاَزْوَاجَ یعنی اور شوہر تلاش کر وَانْتَقِلِیْ عَنِّیْ یعنی مجھسے دور ہو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بشرط نیت کے یا دلالت حال
کے اور اگر زوج نے کہا لَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْکِ لَا اُحِبُّکِ لَا اَشْتَہِیْکِ یعنی میں تجھکو نہیں چاہتا میں تجھسے محبت نہیں رکھتا مجھکو تیری خواہش نہیں تو ان الفاظ سے طلاق
واقع نہیں ہوتی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو کذا فی حاشیۃ الدرقی ناقلاً عن الملتقی والہندیہ

باب تفویض الطلاق

یہ باب ہے تفویض طلاق کا لَمَّا ذَکَرَ مَا یُوْقِعُہٗ بِنَفْسِہٖ شَرَعَ فِیْمَا یُوْقِعُہٗ غَیْرُہٗ بِاِذْنِہٖ شارح کہتا ہے جب کہ مصنف ذکر کر چکا اوس طلاق کو
جسکو زوج خود واقع کرتا ہے دونوں قسموں کے ساتھ یعنی صریح اور کنایہ تو اب ذکر کیا اوس طلاق کو جسکو غیر زوج بحکم زوج واقع کرتا ہے وانواعہا ثلثۃ

تفویض و توکیل و رسالۃ اور ایقاع غیر کی تین قسمین ہین ایک تفویض یعنی غیر کو طلاق کا مالک کر دینا دوسری توکیل یعنی دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا تیسری قسم رسالت یعنی غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا فرق تفویض اور توکیل مین یہہ ہے کہ جسکو تفویض ہو وہ اپنی ذات کیواسطے عمل کرتا ہے اور توکیل مین وکیل مامور ہوتا ہے غیر کیواسطے عمل کرتا ہے اور رسالت تو محض نقل اور سفارت ہے عبارت سے الفاظ التفویض ثلثة تخییر و امر بیدہ و مشیئة اور الفاظ تفویض کے تین ہین ایک تخییر دوسرا امر بالید تیسرا مشیت قال لها اختاری او امرک بیدک ینوی تفویض الطلاق لانهما کنایة فلا یعملان بلا نیة او طلقی نفسک فلها ان تطلق فی مجلس علمها به مشافهة او اخبارا اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اختیار کر لے یا یون کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھہ مین ہے نیت کی ان دونو لفظون مین طلاق سپرد کرنیکی اسواسطے کہ یہہ دونو لفظ کنایہ طلاق ہین تو طلاق واقع ہونے مین بدون نیت کے عمل نکرینگے یا زوج نے یون کہا کہ طلاق دیدے اپنی ذات کو تو ان تینون صور تونمین زوجہ کو اختیار ہے کہ اپنی ذات کو طلاق دیدے بیوی علم تفویض کی مجلس مین یعنی جس جگہ عورت کو تفویض طلاق کا حال معلوم ہوا ہے وہین تک اوسکو اختیار حاصل ہے خواہ بالمشافہہ زوج سے اسکا علم ہوا ہو خواہ وکیل یا رسول سے خبر پہنچی ہو یا زوج کا خط آیا ہو وان طال یوما او اکثر ما لم توقته و یمضی الوقت قبل علمها مجلس علم تک عورت کو اختیار حاصل ہے اگرچہ مجلس دراز ہو گئی ہو ایک دن تک یا زیادہ مجلس طویل مین وہان تک اختیار ہے جبتک زوج نے تفویض کا وقت نہین ٹھہرایا اور حال یہ ہے کہ وقت معین گذر گیا قبل علم زوجہ کے یعنی مثلا زوج نے کہا تہا کہ زوجہ کو جمعہ تک اختیار ہے پہر زوجہ کو خبر ہوئی بعد غروب آفتاب جمعہ کے تو تفویض باطل ہو گئی ما لم تقم لتبدل مجلسها حقیقة او حکما بان تعمل ما یقطعه مما یدل علی الاعراض لانه تملیک فیتوقف علی قبولها فی المجلس لا توکیل فلم یصح رجوعه زوجہ کو اختیار باقی ہے جبتک مجلس علم سے نہ اوٹھے اسواسطے کہ اوٹھنے مین اوسکی مجلس کا تبدل ہے حقیقت مین یا تبدل مجلس حکما ہو اسطرح پر کہ وہ کام کریگی جو قاطع ہے اختیار کا اوس قسم سے جو دلالت کرے بے التفاتی اور روگردانی پر اسواسطے کہ تفویض تملیک ہے تو موقوف رہیگی عورت کے قبول پر مجلس مین تفویض توکیل نہین بلکہ تملیک ہے تو زوج کو تفویض سے رجوع کرنا صحیح نہین حتی لو خیرها ثم حلف ان لا یطلقها فطلقت لم یحنث فی الاصح تفویض تملیک ہے یہانتک کہ اگر زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا پہر قسم کہائی کہ مین اوسکو طلاق نہ دونگا پہر عورت نے خود طلاق دیدی تو زوج حانث نہوگا قول اصح مین اسواسطے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ زوج اور اگر تفویض تملیک نہوتی بلکہ توکیل ہوتی تو عورت کی طلاق سے زوج حانث ہوتا اسواسطے کہ وکیل کا فعل بعینہ موکل کا فعل ہوتا ہے اور اگر زوج بعد حلف کے زوجہ کو مختار کریگا تو بالاتفاق حانث ہوگا شارح کو مناسب تہا کہ حتی لو خیرها کے مقام پر ولو خیرها کہتا اسواسطے کہ یہہ مسئلہ بہی متفرع ہے تملیک تفویض پر کذا فی حاشیة الدرر لا تطلق بعده ای المجلس الا اذا زاد علی قوله طلقی نفسک و اخواته متی شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت فلا یتقید بالمجلس نہ طلاق دیسکیگی عورت بعد مجلس علم کے مگر اوسوقت کہ زیادہ کرے اپنے قول طلقی نفسک اور اسکی امثال پر لفظ متی شئت کا یا متی ما شئت کا یا لفظ اذا شئت کا یا اذا ما شئت کا تو اوسکی زیادہ کرنے سے اختیار عورت کا مجلس علم تک مقید نہوگا بلکہ ہر وقت اوسکو اختیار باقی رہیگا اسواسطے کہ قول زوج کا یون ترجمہ ہے کہ تو اپنی ذات کو طلاق دیدے جب تو چاہے یا جسوقت تو ارادہ کرے ولا یصح رجوعه لما مر اور نہین صحیح ہے رجوع کرنا زوج کا اوس سبب سے جو مذکور ہو چکا یعنی تفویض تملیک ہے نہ توکیل جو پلٹ جانا درست ہوتا و اما فی طلقی ضرتک او قوله لاجنبی طلق امراتی فیصح رجوعه عنه و لم یتقید بالمجلس لانه توکیل محض اور اس قول مین کہ طلقی ضرتک یعنی طلاق دیدے اپنی سوت کو یا اس قول مین جو اجنبی سے کہا کہ تو طلاق دیدے میری عورت کو صحیح ہے رجوع کرنا اس قول سے اور یہہ تخییر مقید اوسی مجلس کے ساتھ نہین اسواسطے کہ یہہ قول محض توکیل ہے مطلق تملیک نہین اسواسطے کہ مامور اسمین عمل غیر کیواسطے کرتا ہے نہ اپنے واسطے بخلاف مسئلہ سابقہ کے پہر جب توکیل ہوئی تو رجوع کرنا درست ہے اور توکیل مین مجلس کی قید نہین و فی طلقی نفسک و ضرتک کان تملیکا فی حقها توکیلا فی حق ضرتها جوهرة اور اس قول مین کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور اپنی سوت کو تو یہہ قول تملیک ہے مخاطبہ کے حق مین اور توکیل ہے اوسکی سوت کے حق مین کذا فی الجوهرة تو زوج کو طلاق دلانی مخاطبہ سے رجوع کرنا درست نہین اور اوسکی سوت کے طلاق دلانی سے رجوع درست ہے اور مخاطبہ کی تخییر مقید بمجلس ہے بخلاف اوسکی سوت

کے الا اذا علقه بالمشیة فیصیر تملیکا لا توکیلا توکیل مین رجوع کرنا درست ہی مگر جس کو وہ نے طلاق کو مشیت وکیل سے علاقہ کیا تو ثبوت
مین توکیل تملیک ہو جاویگی توکیل نہ باقی رہیگی یعنی اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو اپنی چاہے تو اپنی سوت کو طلاق دیدے تو اب رجوع کرنا وجہ کو اس قول سے
جائز نہیں کیونکہ یہ توکیل نہ رہی بلکہ تملیک ہو گئی اسواسطے کہ وکیل سے فعل مطلوب ہوتا ہے وکیل کا دل چاہے یا نہ چاہے اور جب اسکی خواہش پر اوسکو
رکھا تو اوسکو مالک کر دیا اسواسطے کہ اپنی خواہش کے موافق تصرف کرنا یہ صفت ہے مالک کی وکیل کی اس قول سے وکیل مذہب رد کو کرائی حاشیة الطحطاوی
والفرق بینهما کما فی حاشیة احکام نوع التملیک لا یرجع ولا یعزل ولا یبطل بجنون الزوج ویتقید بالمجلس لا یعقل فیصح تفویض
المجنون والصبی لا یعقل بخلاف التوکیل بحر اور فرق درمیان توکیل اور تملیک کے یہ ہے کہ تملیک مین نہیں رجوع کر سکتا زوج اور
نہیں معزول کر سکتا مملک کو اور باطل نہیں ہوتی تملیک زوج کے دیوانہ ہونے سے اور مقید ہوتی ہے تملیک مجلس سے اور نہیں مقید ہوتی مملک کی عقل
سے تو صحیح ہے تفویض طلاق کی دیوانہ کو اور صبی بے عقل کو بخلاف توکیل کے ۔۔ وہ کلام کر سکتی ہون بخلاف توکیل کے کہ اوسمین رجوع کرنا اور وکیل کو معزول
کرنا درست ہے اور موکل کے مجنون ہونے سے وکالت باطل ہوتی ہے اور وکالت مقید بمجلس نہین اور وکیل کے عاقل ہونے پر مقید ہے کذا فی البحر الرائق
مولف کے ذکر کر نیکی کچھ حاجت نہتی ذکر عدم رجوع کافی ہے یعنی جب تملیک سے رجوع کرنا جائز ہوا تو معزول کرنا بھی جائز نہوگا کذا فی حاشیة الطحطاوی
والمدنی تعلیق حتی بعد التفویض لم یقع وهما تسومح ابتداء لا بقاء عکس القاعدة فلیحفظ ان اگر مفوض الیہ یعنی جسکو طلاق کی
تفویض ہوئی مجنون ہو گیا بعد تفویض کے پھر اوسنے حالت جنون مین طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی تو اس مسئلہ مین مسامحہ اور تساہل ہوا ابتدا
مین نہ بقا مین بالعکس قاعدہ فقہیہ کے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ یتسامح فی البقاء لا یتسامح فی الابتداء یعنی مسامحہ کیا جاتا ہے
بقا امر مین ایسا جو کہ نہین مسامحہ ہوتا ابتداء امر مین اور اس مسئلہ مین بالعکس اس قاعدہ کے ہے یعنی ابتدا مین مسامحہ ہوا ۔ بقا مین نہین مجنون کو
تفویض طلاق درست ہے اور اوسکا ایقاع بھی درست ہے اگر مفوض الیہ وقت تفویض کے عاقل ہو اور پھر مجنون ہو جاوے تو اوسکی طلاق درست
نہین اور سبب اسکا یہ ہے کہ جب مجنون کو زوج نے تفویض طلاق کی کی تو اوسکو ایقاع طلاق پر باوجود اوسکی بیعقلی کے راضی ہوا تو گویا طلاق کو حسات
زوجہ پر معلق کیا بخلاف اسکی اگر عاقل کو تفویض کی پھر وہ دیوانہ ہو گیا تو مان تفویض تھی اوسکی عقل کے اعتماد پر جاتا رہا کہ عقل بعد جنون کے نافی ہے

وجلوس القائمة واتکاء القاعدة وقعود المتکئة ودعاء الاب او غیرہ للمشورة بفتح فضم المشاورة ودعاء الشهود بالاشهاد
علی اختیارها الطلاق اذا لم یکن عندها من یدعوهم سواء تحولت عن مکانها او لا فی الاصح خلاصة و نہین بدلتی مجلس کی بیٹھ
کھڑی عورت کا اور تکیہ لگا بیٹھی کا اور اٹھنا تکیہ لگا بیٹھ والی کا اور بلانا باپ کا یا غیر اوسکو کسی اور کا باہم صلاح کرنیکو واسطے اور بلانا گواہوں کا گواہ
کرنیکو واسطے اپنی طلاق کے اختیار کرنے پر جب کہ عورت کے نزدیک کوئی اوسکا بلا دینے والا نہو خواہ اس باب مین عورت اپنے مکان سے ٹل گئی ہو یا
نٹلی ہو وہ قول اصح مین کذا فی الخلاصہ معلوم ہوا کہ اگر باپ وغیرہ کو صلاح کرنیکو نہ بلایا بلکہ ہو کر دوسرے کو بلا دینے والی کو عورت خود اوس کے بلانے
جانے کو گئی تو مجلس بدل گئی اوسکا اختیار باقی رہا کذا فی حاشیة الطحطاوی شارح نے کہا کہ مشورہ بفتح میم وضم شین عجمہ معنی مشاورت یعنی
باہم صلاح کرنا اور مصباح مین تصریح ہے کہ مشورہ مین دو لغت مین لغت اول کہ زبر شین کا در پیش واو کا لغت ثانی ضمہ شین کا اور سکون واو کا اور ثانی بہتر
یہ ہے کہ مشورہ مفعلہ کے وزن پر ہے منقولہ کے کذا فی حاشیة المدنی وایقاف دابة هی راکبتها لا یقطع المجلس اور ٹھیرانا اوس سواری کا
جسپر عورت سوار ہے مجلس اختیار کو قطع نہین کرتا دلیل قائمها وحامعها مکرهة دلیل لتمکنها من الاختیار اور اگر زوج نے بعد تخییر کے
عورت کو مجلس سے اوٹھا دیا ۔۔ رستی اوس سے صحبت کی تو باطل ہو گیا اختیار عورت کا واسطے قادر ہونے عورت کی اختیار سے یعنی حالت اقامت اور
حالت جماع مین عورت یون کہہ سکتی تھی کہ اخترت نفسی پھر جسکہ نہ کہنے کہا تو اختیار باطل ہو گیا والفلک لها کالبیت وسیر دابتها کسیرها
حتی لا یتبدل المجلس بجری الفلک ویتبدل بسیر الدابة لاضافته الیها اور کشتی عورت کے حق مین مانند کوٹھری کے ہے اور چلنا اوس کی

سواری کا مانند چلنے عورت کے ہی یہانتک کہ نہین بدلتی مجلس کشتی کے بہنے سے اور بدلتی ہی سواری کے چلنے سے واسطے منسوب ہونے چال کے عورت کی طرف اسواسطے کہ سواری
کے چلانے پر جانور چلتا ہی بخلاف کشتی کے الا ان یجیب مع سکوتہ او یکون فی محمل یقودھا الجمال فانہ کالسفینۃ سواری کے چلانے سے اور عورت کے
خود چلنے سے مجلس بدل جاتی ہی مگر اوسوقت مجلس نہین بدلتی جب عورت بول اوٹھے جواب مین رو برو کے چپ رہنے کے ساتھہ یعنی فورا مسکر جانور کے یا اپنے
قدم او ٹھانے سے پہلے جواب دیا اور اگر پہلے قدم اوٹھا پھر جواب دیا تو طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن الہندیہ یا کہ زوجہ ایک عماری مین
ہون اور اونٹ کو اونٹ والا ہانکتا ہو اوسوقت مین مثل کشتی کے ہی یعنی اوسکی چلنے سے مجلس نہین بدلتی وفی اختاری نفسک … لعدم
تنوع الاختیار بخلاف انت بائن او امرک بیدک اور اختاری نفسک یعنی اپنی ذات کو اختیار کرلے اسمین صحیح نہین عورت کو تین طلاق کی نیت کرنا بسبب
عدم تنوع اختیار کے یعنی اختیار ایسا امر نہین جو چند قسم ہو بخلاف انت بائن کے یا امرک بیدک کے اسواسطے کہ بینونت چند قسم ہو سکتی ہی یعنی بینونت صغری
اور بینونت کبرے تو اگر انت بائن مین تین طلاق کی نیت کریگی تو صحیح ہی بسبب تنوع کے اور اسیطرح امر بالید بھی چند قسم ہی زوج کو اختیار کرے یا طلاق
کو پھر طلاق رجعی کو اختیار کرے یا بائن کو پھر بینونت صغری کا ارادہ کرے یا کبری کا بخلاف اختاری نفسک کے کہ اوسمین تنوع اور تعدد کو گنجایش نہین
اسواسطے کہ اختیار عورت کا مفید ہی استخلاص نفس کو اور استخلاص کو بینونت اقتضاء ثابت ہی اور جو چیز اقتضاء ثابت ہوتی ہی اوسکو عموم نہین ہوتا تو بقدر
ضرورت تصحیح کلام کے اوسکی تقدیر ہوگی اور بقدر ضرورت بیان ادنی رتبہ ہے بینونت کا یعنی بینونت صغری اسواسطے کہ بینونت صغری سے بھی استخلاص
نفس کا ملک زوج سے ہوتا ہی تو بینونت کبری یعنی تین طلاق کی نیت کرنا صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی بل تبین بواحدۃ ان قالت اخترت نفسی او
انا اختار نفسی استحسانا بخلاف قولہ طلقی نفسک فقالت انا طالق او انا اطلق نفسی لم یقع لانہ وعد جوھرۃ مالم یتعارف
او تنوی الانشاء بلکہ اختاری نفسک مین بائن ہوگی عورت ایک طلاق کر اگر یون کہیگی کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا یا یون کہے کہ مین اختیار کرتی
ہون اختار نفسی سے طلاق واقع ہوگی بدلیل استحسان کے برخلاف قیاس بخلاف اس قول کے کہ طلقی نفسک پھر عورت نے جواب مین کہا کہ انا طالق یعنی
مین مطلقہ ہون یا یون کہا کہ مین اپنی ذات کو طلاق دیتی ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ وعدہ ہی ایقاع طلاق کا یہ قول خود ایقاع طلاق نہین کذا
فی الجوہرہ وعدم وقوع طلاق جبتک ہی کہ وقوع طلاق اس لفظ سے متعارف نہو یا عورت نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اور اگر اوس زمانہ مین صیغہ مضارع سے
یا جملہ اسمیہ سے طلاق واقع کرنا مروج اور مشہور ہو یا عورت نے ایسی ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو البتہ طلاق واقع ہوگی ھم قیاس چاہتا ہی کہ انا اختار
نفسی سے طلاق نہ واقع ہو اسواسطے کہ یہ وعدہ ہی خود نفس طلاق نہین انشا ہوتا ہی ماضی سے نہ مضارع سے لیکن باعتبار استحسان کے اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی
ہے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ صحیح مسلم مین حدیث مروی ہی کہ جب آیت تخییر کی نازل ہوئی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے یہہ حال کہا تو صدیقہ نے کہا کہ ای اختار اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ یعنی مین اللہ اور اوسکے رسول اور آخرۃ کے گھر کو چاہتی ہون اور مسلم کی دوسری
روایت مین آیا ہے کہ بل اختار اللہ ورسولہ یعنی بلکہ مین اللہ اور اوسکے رسول کو اختیار کرتی ہون اور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو بصیغہ
مضارع معتبر رکہا وذکر النفس او الاختیارۃ فی احد کلامیہما شرط صحۃ الوقوع بالاجماع اور مذکور کرنا نفس کا یا لفظ اختیارۃ کا زوجین
مین سے ایک کے کلام مین شرط ہی واسطے صحت وقوع طلاق کے باجماع صحابہ یعنی وقوع طلاق کا لفظ اختیارۃ باجماع صحابہ کرام معلوم ہوا ہی ھم ذکر نفس اور
اختیارۃ کا بالخصوص ضرور نہین بلکہ جو لفظ کہ قائم مقام نفس اور اختیارۃ کے ہی وہ بھی انہین دونو لفظون کی برابر ہی ویشترط ذکرہا متصلا فان کان
منفصلا فان فی المجلس صح لانہا تملک فیہ بالانشاء اور مشروط ہی ذکر نفس کا یا اختیارہ کا متصل کلام مین پہر اگر منفصل ہے سو اگر اوسی
مجلس مین اوسکا ذکر ہوگیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ عورت مجلس مین انشاء طلاق کی مالک ہی تو ذکر نفس اور اختیارہ کی بھی مالک ہی والا لا ای وان لم یتصادقا
علی اختیار النفس فیصح وان خلا کلامہما عن ذکر النفس درر وتاجیہ وافرہ البہنسی والباقانی لکن ردہ الکمال ونقلہ
الاکمل بقیل فالحق ضعفہ نہر اور اگر ذکر نفس کا عورت نے مجلس مین نکیا تو ایقاع طلاق صحیح نہین تفویض باطل ہوئی مگر اگر زوجین سے اختیار نفس پر

اقرار کیا یعنی زوج نے زوجہ کی تصدیق کی کہ ہمسنی اپنا نفس اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ دونو کا کلام ذکر نفس سے خالی ہو کذا فی البدائع والفوائد
الزیادات کیا ہے اس طرح بعضی اوقات فی نسخہ لیکن رد کیا ہے اسکو کمال الدین محقق نے اور نقل کیا ہے اس قول کو اکمل الدین نے عنایہ مین بصیغہ تمریض یعنی قیل
کے لفظ سے تو تضعیف ہوا اس قول کا ثابت ہوا بدون ذکر نفس کے تصادق زوجین کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی النہر الفائق فلو قال لہا اختاری اختیارۃ
او طلقۃ اولی فقالت اخترت وان لم تذکر الاختیارۃ کذکر النفس اذ التاء فیہ للوحدۃ وکذا ذکر التطلیقۃ یعنی اگر کہا زوج نے اپنا
اختیارۃ یا اول اختاری طلقۃ یا یون کہا کہ اختاری اکمتہ تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ عورت نے فقط اخترت کہا ہو اسلیے کہ لفظ اختیارہ کا مانند ذکر نفس
کے ہے خصوصیت طلاق مین اسواسطے کہ لفظ اختیارۃ مین یہ تے واسطے وحدت کے ہے اور وحدت شامل ہے اتحاد کی اور اسیطرح ذکر تطلیقہ کا وقوع طلاق
مین مثل ذکر نفس کے ہے بلکہ اوس سے بھی صریح تر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا ذکر لفظ اختیار وقولہا اخترت ابی وامی واھلی والازواج
یقوم مقام ذکر النفس اور ذکر لفظ اختاری کا اور یوں کہنا عورت کا کہ مین نے اپنے باپ یا اپنی ماں کو یا اپنے اہل کو یا اپنے شوہرون کو اختیار کیا قائم مقام
ہے ذکر نفس کے لیکن اختیار کرنا قوم کا یا اور کسی قرابت والیکا موجب طلاق کا نہیں لیکن اگر عورت کے ماں باپ نہوں اور اوسکا بھائی ہو اور وہ کہے کہ مین نے
بھائی کو اختیار کیا تو اس صورت مین بھی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والنہر وذکر ذلک فی کلام احدہما کاف مثلا
فلو یختص اختیارہ بکلام الزوج کما ظن اور شرط ہے ذکر کرنا اوسکا یعنی نفس یا قائم مقام نفس کا ایک کے کلام مین خواہ زوج کے خواہ زوجہ کے
چنانچہ ہم نے مثالوں مین مذکور کیا تو نہیں مخصوص ہے اوسکا ذکر زوج کے کلام مین چنانچہ بعضون کا گمان ہے ولو قالت اخترت نفسی وزوجی او نفسی
لا بل زوجی وقع اور اگر کہا عورت نے کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو اور اپنے زوج کو یا یون کہا کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو نہیں بلکہ اپنے زوج کو
اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب اول اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگئی پھر زوج کو اختیار کیا تو یہ رجوع ہوا طلاق سے حالانکہ بعد
وقوع طلاق کے اوس سے رجوع کرنا درست نہیں وما فی الاختیار من عدم الوقوع سہو اور جو کتاب اختیار مین مسئلہ ثانیہ مین عدم وقوع طلاق
ذکر ہے سو خطا ہے نعم لو عکست لم یقع اعتبارا للمقدم وبطل امرہا کما لو عطفتہ باو وارتداہا المختارۃ فاخترت او قالت اخترت
نفسی او اھلی ہان اگر عورت اوس کلام کو بالعکس کہے یعنی یون کہے کہ مین نے اختیار کیا اپنے زوج کو اور اپنے نفس کو یا یون کہے کہ مین نے اختیار کیا
اپنے زوج کو نہیں بلکہ اپنے نفس کو تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب اعتبار مقدم کے یعنی جسکو اول ذکر کیا اوسکا اعتبار ہے اور موخر کا کچھ اعتبار نہیں اور
باطل ہوگیا اختیار اوسکا چنانچہ باطل ہے اختیار عورت کا اگر عطف کیا بحرف او یعنی یون کہا کہ اخترت نفسی او زوجی یعنی اختیار کیا مین نے اپنی ذات کو
یا اپنے زوج کو اسواسطے کہ بسبب تذبذب اور تردد کے اختیار اوسکا باطل ہوگیا طلاق نہ واقع ہوئی یا زوج نے عورت کو رشوت دی تاکہ زوج ہی کو اختیار
کرے سو اوسنے زوج ہی کو اختیار کیا تو عورت کا اختیار باطل ہوا طلاق نہ واقع ہوئی اور زوج کو مال دینا واجب نہیں اسواسطے کہ رشوت دینا حرام ہے
بلکہ اگر دے دی ہو تو پھیر سکتا ہے یا زوج نے کہا اختاری اور عورت نے کہا الحقت نفسی باہلی یعنی مین نے اپنی ذات کو اپنے لوگون مین ملایا تو طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ اختیار کا جواب ان الفاظ سے معروف اور مشہور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والطحاوی ولو کررہا ای لفظۃ اختاری ثلثا بعطف
او غیرہ فقالت اخترت او اخترت اختیارۃ او اخترت الاولی او الوسطی او الاخیرۃ یقع ثلثا بلا نیۃ من الزوج لدلالۃ
التکرار ثلثا اور اگر مکرر کیا زوج نے لفظ اختاری کو تین بار خواہ بعطف چنانچہ اختاری واختاری واختاری کہا یا کہا بدون عطف کے کہ
چنانچہ اختاری اختاری اختاری کہا سو عورت نے جواب مین فقط اخترت کہا یعنی مین نے اختیار کیا یا یون کہا کہ اخترت اختیارۃ یا یون کہا کہ مین نے
پہلی یا درمیان والی یا پچھلی اختیار کی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدون نیت زوج کے واسطے دلالت کرنے تین بار کے تکرار کو اوپر طلاق کے اور صاحب کنز
اور ہدایہ اور صدر الشہید اور عتابی نے اسی قول کو پسند کیا ہے اسواسطے کہ جامع صغیر مین امام محمد نے اسمین نیت مشروط نہیں کی اور زیادات اور
جامع کبیر مین اور قاضیخان وغیرہا مین نیت مشروط ہے اور صاحب فتح القدیر نے بھی شرط نیت کو پسند کیا ہے بحر الرائق مین کہا کہ باعتبار روایت

اور درایت کے بھی قول معتمد ہے کہ نیت مشروط ہے ذکر نفس کذا فی حاشیۃ المدنی وقالا لایقع فی اخترت الاولی الی آخرہ واحدۃ بائنۃ واختارہ الطحاوی
وعمرو اقرہ المقدسی فی الحاوی القدسی وبہ ناخذ انتہی فقد افاد ان قولہما ہو المفتی بہ لان قولہم وبہ ناخذ من الالفاظ
المعلم بہا علی الافتاء کذا بخط الشرف الغزی محشی الاشباہ اور صاحبین نے کہا کہ اخترت الاولی میں اور اخترت الوسطی اور اخترت الاخرۃ
میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور طحاوی نے اسکو پسند کیا ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مقدسی نے اور حاوی قدسی میں ہے کہ اسی روایت کو
ہم لیتے ہیں تو حاوی قدسی کے کلام سے البتہ اسکا فائدہ بخشا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہے اسواسطے کہ ہمارا یوں کہنا کہ یہ ہم لیتے
میں ان الفاظ سے ہے جنسے علامت دیا جاتا ہے افتا پر ایسا ہی مرقوم ہے شرف غزی محشی اشباہ کے دستخط سے ولو قالت فی جواب التخییر المذکور طلقت نفسی
او اخترت نفسی بتطلیقۃ او اخترت الطلقۃ الاولی بانت بواحدۃ فی الاصح لتفویضہ بالبائن فلا تملک غیرہ اور اگر عورت نے
کہا تخییر مذکور کے جواب میں کہ طلاق دی میں نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا میں نے اپنی ذات کو ایک طلاق کر یا میں نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک
طلاق کر بائن ہوگی مذہب اصح میں اسواسطے کہ زوج نے طلاق بائن تفویض کی ہے تو عورت مالک نہیں غیر بائن کی یعنی رجعی کو اختیار نہیں کر سکتی امرک
بیدک فی تطلیقۃ واختاری تطلیقۃ فاختارت نفسہا طلقت رجعیۃ لتفویضہ الیہا بالصریح والمفید للبینونۃ اذا قرن
بالصریح صار رجعیا کعکسہ زوج نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھہ میں ہے ایک طلاق میں اور اختیار کر ایک طلاق کو سو عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا
تو اوسکو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ زوج نے اوسکو صریح طلاق تفویض کی اور صریح طلاق سے رجعی طلاق واقع ہوتی ہے نہ بائن اور جو لفظ
کہ بینونت کا فائدہ دیتا ہے جب صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہو جاویگا چنانچہ بالعکس اسکے یعنی جب صریح متصل بائن کے ہوگا تو صریح بائن ہو جاتا ہے
چنانچہ انت طالق بائن میں طلاق بائن ہی واقع ہوگی یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی لفظ امر بالید اور لفظ اختیار کا بینونت کا مفید ہے پھر طلاق رجعی کیوں
کیا وجہ شارح نے جواب دیا کہ جب بائن کے بعد صریح متصل ہوتا ہے تو رجعی ہو جاتا ہے اور صریح کے بعد بائن جب متصل ہوگا تو بھی رجعی ہوگا قیدنا بفی
ومثلہا الباء بخلاف لتطلقی نفسک او حتی تطلقی فہی بائنۃ مقید کیا مصنف نے مثال مذکور کو بحرف فی اور مثل فی کے بی بھی ہے مقید کیا
بسبب مخالفت لتطلقی نفسک یا حتی تطلقی کے کہ اسمیں ایک طلاق بائن ہوتی ہے یعنی امرک بیدک فی تطلیقۃ میں رجعی طلاق ہوتی ہے بسبب اتصال صریح کے بائن
کے ساتھہ اسواسطے کہ فی اور بے یہاں واسطے ظرفیت کے ہے اور ظرف اور مظروف کا اتصال صریح ہے بخلاف امرک بیدک لتطلقی نفسک کے یعنی تیرا امر تیرے
ہاتھہ میں ہے تاکہ تو اپنی ذات کو طلاق دے یا یوں کہا کہ امرک بیدک حتی تطلقی یعنی تیرا امر تیرے ہاتھہ میں ہے طلاق دینے تک کہ اسمیں لفظ طلاق کا منفصل
ہے اسواسطے کہ علت اور غایت شے کی شے سے جدا ہوتی ہے تو جب صریح بائن سے متصل نہوئی تو بائن ہی واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو جعل
امرہا بیدہا لو لم تصل نفقتی الیک فطلقی نفسک متی شئت فلم تصل فطلقت کان بائنا لان لفظۃ الطلاق لم تکن فی نفس
الامر چنانچہ اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا اسطرح کہ تیرا امر تیرے ہاتھہ میں ہے اگر میری طرف سے تجھکو خرچ نپہنچے تو طلاق دے لینا اپنی ذات کو جب چاہنا پھر
زوج کیطرف سے خرچ نپہنچا سو عورت نے اپنی ذاتکو طلاق دی تو یہہ طلاق بائن ہوگی اسواسطے کہ لفظ طلاق کا لفظ امر کی ذات سے متصل نتھا پھر جب اتصال صریح
کا بائن سے نہوا تو بائن طلاق واقع ہوگی ؎ نفس الامر سے یہاں واقع مراد نہیں بلکہ لفظ امرک بیدک مراد ہے فتامل ف ۹۶ مسائل ملحقہ
شارح کے قال لرجل خیر امرأتی فلا خیار ما لم یخیرہا زوج نے کسی مرد سے کہا طلاق کا اختیار دے میری زوجہ کو سو عورت طلاق کو اختیار نہیں کر سکتی جب تک
وہ مرد عورت کو اختیار نہ دے اسواسطے کہ زوج نے ایک امر کا امر کیا تو جبتک وہ مرد اوسکو نہ کریگا زوج کا ماموربہ حاصل نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر
بخلاف اخبرہا بالخیار لاقرارہ بہ بخلاف اس قول کے کہ اگر زوج نے کسی مرد سے کہا کہ خبر کر دے عورت کو اختیار کی سو عورت نے قبل خبر پہنچانے اوس مرد
کے طلاق لی تو طلاق واقع ہوگی بسبب اقرار کرنے زوج کے اختیار کی یعنی اس قول میں اختیار مقدم ہے خبر پر تو گویا زوج نے خود ثبوت اختیار کا اقرار کیا قال
انت طالق ان شئت واخترت وقع ثنتان زوج نے تمہاری زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اختیار کر طلاق کو

اسکو کہا زوج نے کہ تین بار اختیار کیا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک سے سے اور دوسری سے اختیار سے قال اختاری الیوم وغدا اتحد کہا زوج نے کہ اختیار کر آج اور کل تو یہ ایک ہی اختیار ہوا تو اگر عورت آج کے اختیار کو رد کریگی تو کل کا بھی اختیار باطل ہوگا ولو قال اختاری الیوم واختاری غدا تعدد اور اگر کہا کہ اختیار کر آج اور اختیار کر کل تو یہ متعدد ہوا یعنی دو اختیار ہوئے بسبب اعادہ لفظ اختیار کے بواسطہ عطف کے اور عطف مقتضی ہے مغایرت کا تو آج کے رد کرنے سے کل کا اختیار باطل ہوگا قال اختاری الیوم او امرک بیدک ھذا الشھر خیرت فی بقیتھما کہا کہ اختیار کر آج یا یوں کہا کہ تیرا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے اس مہینے میں تو مختار ہوگی عورت بقیہ دن میں اور بقیہ مہینے میں یعنی اگر زوج نے پہر دن چڑھے یہ اختیار دیا تو تمام پہر تک اختیار عورت کو حاصل ہے اور اگر شہر کی پانچ تاریخ اختیار دیا تو بقیہ پچیس تک اختیار ہے ولو قال یوما او شہرا فمن ساعۃ تکلم الی مثلھا من الغد والی تمام ثلثین یوما اور اگر زوج نے تنہا ختیاری دیا یعنی اختیار کر ایک دن یا یوں کہا کہ اختیار کر ایک مہینہ یعنی یوم اور شہر کو نکرہ کہا تو بولنے کے وقت سے دوسرے دن کی اسی وقت تک پہلی صورت میں اور بولنے کے وقت سے پورے تیس تک دوسری صورت میں عورت مختار ہے طلاق کی ولو جعلہ لھا راس الشھر خیرت فی اللیلۃ الاولی و یومھا اور اگر زوج نے عورت کا اختیار مہینے کے سر پر قرار دیا تو عورت مختار ہوگی اس مہینے کی پہلی رات اور اسکے دن میں ولا یبطل الموقت بالاعراض بل بمضی الوقت علمت او لا اور باطل نہیں ہوتا معین وقت مجلس میں عورت کے اعراض اور رد کر دینے سے بلکہ اختیار باطل ہوتا ہے وقت معین کے گذر جانے سے عورت کو تخییر کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو بخلاف تخییر معین کے کہ وہ اعراض سے باطل ہوتا ہے

باب الامر بالید

یہ باب ہے امر بالید کا اور یہاں بھی حال کے ہے اور یہ مبنی تصرف کے یعنی یہ باب ہے طلاق عورت کے حال کے بیان کا جس طلاق کو اسکے زوج نے اسکے تصرف میں کر دیا تخییر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تخییر باجماع صحابہ ثابت ہے بخلاف امر بالید کے اگرچہ ان میں اختلاف نہیں لیکن صحابہ کا اجماع نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ھو کالاختیار الا فی نیۃ الثلث لا غیر امر بالید مانند اختیار کے ہے نیت کی طرف محتاج ہونے میں اور مجلس تک مقید ہونے میں اور نفس کے ذکر کرنے میں اور بعض کے نامحرم معلوم ہونے مگر تین طلاق کی نیت کرنے میں اختیار کی مانند نہیں نہ اسکے غیر میں یعنی لفظ آنا فرق ہے کہ اختیار میں تین طلاق کی نیت صحیح نہیں اور امر بالید میں صحیح ہے اور باقی صورتوں میں دونوں برابر ہیں اذا قال لہا ولو صغیرۃ لانہ کالتعلیق بزازیۃ امرک بیدک او بشمالک او فیک او بلسانک ینوی ثلثا تفویضھا فقالت فی مجلسھا اخترت نفسی بواحدۃ او قبلت نفسی او اخترت امری او انت علی حرام او منی بائن او انا منک بائن او طالق وقعن جب کہ کہا زوج نے زوجہ سے اگرچہ عورت صغیرہ ہو اسواسطے کہ امر بالید مثل تعلیق کے ہے کذا فی البزازیہ اسطرح کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں یا تیرے آہنے ہاتھ میں ہے یا تیرے منہ میں یا تیری زبان میں ہے تفویض تین طلاق سے تین کی نیت کرکے کہا سو زوجہ نے اپنی مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار واحدہ کر اختیار کیا یا قبول کیا میں نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا امر اپنا یا عورت نے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے یا کہ تو مجھسے بائن ہے یا کہ میں تجھسے بائن ہوں یا طلاق ہوں تو سب صورتوں میں تین طلاق واقع ہونگی ہم صغیرہ کی تخییر صحیح ہے مثل تعلیق کے یعنی اگر یوں کہا کہ ان اخترت نفسک فانت کذا پھر جب صغیرہ اختیار کریگی تو شرط پائی جاویگی تو طلاق واقع ہوگی اسیطرح صغیرہ کی ایقاع سے بھی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جانور کے فعل سے بھی تعلیق صحیح ہے اسیطرح صغیرہ کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ابوھا قبلتھا خلاصہ وینبغی ان یقید بالصغیرۃ اور اسیطرح تین طلاق واقع ہونگی اگر تفویض مذکور میں عورت کے باپ نے کہا کہ میں نے قبول کیا انکو یعنی تین طلاق کو کذا فی الخلاصہ اور لائق یوں ہے کہ اس مسئلہ کو مقید بصغیرہ کیجئے یعنی صغیرہ کے باپ کا قبول بھی موجب ہے طلاق کا ھ مشارح قید صغیرہ کی مصنف نہر الفائق کی تقلید سے لگائی حالانکہ اسکی کچھ حاجت نہتی اسواسطے کہ عبارت خلاصہ عام ہے لا قید باین لفظ لو جعل امرھا بیدھا ابیھا فقال ابوھا قبلتھا طلقت یہ اسواسطے کہ امر جب باپ کے ہاتھ میں ہوا اور پہر اوس نے قبول کیا تو طلاق واقع ہوجاویگی خواہ عورت صغیرہ ہو خواہ کبیرہ اسواسطے کہ یہ مانند تعلیق کے ہے بلکہ اجنبی شخص کو اختیار دینا بھی صحیح ہے اگرچہ عورت کبیرہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن الشیخ الرحمتی المحشی وامرک بیدک الا فی ثلاث طلاق و امرک بید اللہ ویدک او امرک بیدک علی المختار خلاصہ کامرک بیدک وذکر کلمۃ اللہ تعالی للتبرک وذا لم ینو ثلثا فواحدۃ رجعیۃ قال یعنی میں نے تجھکو تیری طلاق کا اختیار دیا اور امر تیرا خدا کے ہاتھ میں ہے یعنی

اختیار میں اور تیری ہاتھ میں ہے اور امر میرا تیرے ہاتھ میں تھا برقول مختار کے کذا فی الخلاصہ پھر اقوال مذکورہ میں اسلئے امرک بیدک کہنے میں تین طلاق واقع ہوتی ہیں بشرط
نیت کے اور اس قول میں کہ امرک بید اللہ و بیدک ذکر اسم اللہ تعالیٰ کا محض برکت کیواسطے ہے سو اگر ان اقوال میں تین طلاق کی نیت کریگا تو ایک ہی طلاق واقع
ہوگی ولو طلقت ثلثا فقال نویت واحدة فلا دلالة حلف وتقبل بینتها علی الدلالة کما مر اور اگر امر بالید وغیرہ میں عورت نے اپنی ذات
کو تین طلاق کر مطلقہ کیا پھر زوج نے کہا کہ میں نے تخییر میں ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی اور حالانکہ دلالت حال اوسوقت موجود نہیں تو قسم لیجاویگی زوج سے تین
طلاق کی نیت کرنے پر اور اگر عورت گواہ لاویگی تو مقبول ہونگے اوسکی گواہ دلالت حال پر یا اوسکے اقرار پر چنانچہ یہہ مضمون [illegible] میں گذر
ہوچکا واتحاد المجلس وعلمها وذکر النفس وما یقوم مقامها شرط فلو جعل امرها بیدها ولو تعلم بذلك وطلقت نفسها لم تطلق لعدم
شرطہ کذا فی الخانیہ اور متحد ہونا مجلس تخییر اور اختیار کا اور دریافت کرنا عورت کا تخییر زوج کو اور مذکور ہونا نفس یا اوسکے قائم مقام کا شرط ہے سو اگر زوج نے
بلفظ امر بالید عورت کو اختیار دیا اور اوسکو اوسکا علم نہوا اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہ پڑیگی بسبب نہ پائے جانے شرط وقوع طلاق
کے یعنی علم کے کذا فی الخانیہ وکل لفظ یصلح للایقاع منه یصلح للجواب منها وما لا یصلح للایقاع منه فلا یصلح للجواب منها فلو قالت انا
طالق او طلقت نفسی وقع بخلاف نحو طلقتك لان المراة توصف بالطلاق دون الرجل اختیار اور جو لفظ کہ لیاقت رکھتا ہے ایقاع طلاق
کی جانب زوج سے وہی لیاقت رکھتا ہے جواب کی جانب زوجہ سے اور جو ایقاع کی لیاقت نہیں رکھتا جانب زوج سے وہ عورت کیطرف سے جواب کی لیاقت نہیں رکھتا تو اگر عورت نے کہا کہ میں طالق
ہوں یا یوں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق دی تو واقع ہوگی اسواسطے کہ دونوں لفظ ایقاع طلاق کے لائق ہیں جانب زوج سے بخلاف ایسے قول کے کہ عورت مرد سے کہے
کہ میں نے تجھکو طلاق دی ہرچند یہہ لفظ ایقاع زوج کے لائق ہے لیکن عورت کے جواب کے لائق نہیں اسواسطے کہ عورت موصوف ہوتی ہے بوقوع طلاق کے نہ مرد کذا فی الاختیار
یعنی عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے نہ مرد پر الا لفظ الاختیار خاصة فانه لیس من الفاظ الطلاق ویصلح جوابا منها ایم مگر لفظ اختیار کا خاص کر
اسواسطے کہ لفظ اختیار طلاق واقع کرنیکے الفاظ سے نہیں اور حالانکہ جواب کے لائق ہے عورت کی طرف سے کذا فی البدائع لکن یرد علیه صحته بقبولها وقولها
ابیها کما مر فتدبر لیکن اعتراض وارد ہوتا ہے مصنف کے حصر کرنے پر جواب صحیح ہونیکا عورت کے قبول کرنے اور اوسکے باپ کے قبول کرنے چنانچہ اسی باب میں عنقریب گذر
ہوچکا سو اسکو غور کر یعنی مصنف نے دعوی کیا کہ سوا لفظ اختیار کے جو لفظ صالح ہے ایقاع کا وہی صالح ہے جواب کا اور حالانکہ قبول کرنا زوجہ اور اوسکے باپ کا جواب کا
صالح ہے اور ایقاع کا صالح نہیں اور جواب مصنف کیطرف سے یوں ہوسکتا ہے کہ قبول کا جواب ہونا بتقدیر طلاق کے ہے یعنی گویا عورت یوں کہتی ہے کہ میں نے طلاق
قبول کی اور طلاق کا لفظ ایقاع اور جواب دونو کے لائق ہے کذا فی حاشیة المدنی وفی قولها فی جوابه طلقت نفسی واحدة او اخترت نفسی
بتطلیقة بانت بواحدة لما مر ان المعتبر تفویض الزوج لا ایقاعها اور یوں عورت کے کہنے میں مرد کے جواب امر بالید میں کہ میں نے اپنی ذات کو مطلقہ کیا
ایک طلاق کر یا یوں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو پسند کیا ایک طلاق کر تو عورت بائن ہوگی ایک طلاق کر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ معتبر بائن یا رجعی ہونے میں تفویض زوج
کی ہے نہ ایقاع عورت کا یعنی ہرچند عورت کے جواب میں لفظ طلاق ہے اور لفظ طلاق سے رجعی واقع ہوتی ہے نہ بائن لیکن چونکہ زوج نے بلفظ امر بالید بائن کی تفویض
کی تو اوسیکی تفویض کا اعتبار ہوگا نہ عورت کے جواب کا اور جب کہ مرد نے تین طلاق کا اختیار عورت کو دیا تو ایک طلاق کا بھی اوسکو اختیار ہوگا ولا یدخل اللیل
فی قوله امرك بیدك الیوم وبعد غد لانهما تملیکان اور نہ داخل ہوگی رات مرد کے اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے آج اور کل کے بعد یعنی
پرسوں رات اسواسطے داخل نہیں کہ اس قول میں دو تملیکیں ہیں جدا جدا فان ردت الامر فی یومها بطل الامر فی ذلك الیوم فكان امرها بیدها بعد غد
ولو طلقت لیلا لم یصح ولا تطلق الا مرة سو اگر مثال مذکور میں رد کیا عورت نے اختیار آج کا تو باطل ہوگا اختیار اوسی دن کا تو اوسکا اختیار باقی رہیگا پرسوں
اور اگر عورت طلاق دیگی رات کو تو صحیح نہوگی اسواسطے کہ رات اس تخییر میں داخل نہیں اور طلاق نہ دیگی عورت مگر ایک بار یعنی ہرچند دو تملیکیں ہیں یہاں جدا جدا
لیکن ایک طلاق کے سوا دو طلاق نہیں دیسکتی کذا فی حاشیة الحلبی ویدخل اللیل فی امرك بیدك الیوم وغدا وان ردته فی یومها لم یبق فی الغد
لانه تفویض واحد اور داخل ہے رات اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے آج اور کل اور اگر عورت رد کریگی تفویض کو آج تو باقی نرہیگا اختیار کل کے دن

اسو اسطے کہ یہ ایک ہی تفویض تھی و او قال امرک بیدک الیوم و امرک بیدک غدا فھما امران و لو ردته کہا گیا و لا یدخل اللیل کما لا یخفی اور اگر زوج
کہیگا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے آج اور امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے کل تو یہ دو امر ہیں اسواسطے کہ دو کلام مستقل ہیں اور ان دونون میں اس مسئلہ میں اختلاف فقہا کا ذکر
نہیں کیا اور اس مسئلہ میں رات داخل نہیں ہے اور یہ مخفی نہیں کذا فی حاشیۃ الہدی تنبیہ یہ ہے کہ شارح کیطرف سے رفع تناقض وغیرہ پر ظاہر ہوا کہ انہ
یرتد برد الخ العنادیۃ انہ یرتد قبل قبولہ لا بعدہ کا لا براء فظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ اختیار عورت کا پہر جاتا ہے اوسکے رد کر دینے سے ان کے
ذخیرہ میں الخ اذا قال امرک بیدک ثم ہو عورت جبکہ رد کر دیوے رد نہیں ہوتا تو دو قول میں تناقض ثابت ہوا لیکن عمادیہ میں توفیق اس تناقض کی یون مذکور ہے
کہ امر بالید میں اختیار عورت کا پہر جاتا ہے قبل قبول کرنے کے اور بعد قبول کرنیکے یعنی اگر عورت نے ہنوز تخییر کو قبول نہیں کیا تو رد کر سکتی ہے اور بعد قبول کر چکنے کے
نہیں کر سکتی مانند ابراء کے یعنی قرض سے ابراء کرنا جبکہ قرضدار نے قبول کرنے پر موقوف نہیں لیکن اوسکی رد کر دینے سے رد ہو جاتا ہے اور مراد قبول سے بیان
مباشرت مفوض الیہ کی ہے قبول لفظی ضرور نہیں تو اگر عورت نے بعد تفویض کے اپنی ذات کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو چکی اب یہ طلاق نہیں رد ہو سکتی اور یہ
رفع تناقض کا نہایت خوب اور ظاہر ہے کذا فی حاشیۃ الہدی و انہ فی المتحد لا یتقوی فی الغد کالو قال امرک بیدک الی راس الشہر فقالت اخترت
زوجی بطل خیارہا فی الیوم ولہا ان تختار نفسہا فی الغد عند الامام و وجہہ فی الدرایۃ انہ متی ذکر الوقت اعتبر تعلیقا و الا فتملیکا
اور ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ تخییر متحد میں یعنی امرک بیدک الیوم و غدا میں اگر عورت اول دن انکار کر گئی تو دوسرے دن بھی اختیار عورت کا باقی رہیگا
اور روایۃ یہ ہے میں یون ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اس مہینہ کے سرے تک پہر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے زوج کو اختیار کیا تو باطل ہوگا اختیار اسکا
اوس دن جس دن اوسنے یہ کہا اور جائز ہے عورت کو کہ اپنے نفس کو اختیار کرے بعد اوس دن کے نزدیک امام کے بخلاف ابی یوسف کے تو باوجود تخییر متحد ہونیکے ایک دن کے
رد کرنے سے دوسرے دن کا اختیار باقی رہا تو یہ قول اول قول کا متناقض ہوا اور وجہ قول امام کی درایہ میں مذکور ہے کہ جب تفویض کے ساتھہ وقت مذکور ہوگا تو اسکو
تعلیق معتبر کرینگے اور اگر وقت مذکور نہیں تو اوسکو تملیک قرار دینگے چلپی نے کہا کہ بیان دو روایتوں میں وقت مذکور ہے تو شارح کی تقریر سے تناقض دفع
ہوا الخ کہ کہا کہ شارح کو بیان ثبات تناقض منظور ہے رفع تناقض کذا فی حاشیۃ الہدی بقی لو طلقہا بائنا ہل یبطل امرہا ان کان التفویض منجزا نعم
وان کان معلقا کان دخلت الدار اوموقتا لا عمادیۃ ای رہا بیان اس مسئلہ کا کہ اگر زوج نے اول تفویض کی پہر اوسکو طلاق بائن دی تو آیا باطل ہوا اختیار
کا جواب اسکا یہ ہے کہ اگر تفویض منجز تھی یعنی معلق بشرط پر نہ تھی تو ہان اوسکا اختیار باطل ہوا اسواسطے کہ اگر باطل نہو تو لازم آوے کہ لاحق ہوا بائن کا بائن کو اور حالانکہ
یہ جائز نہیں اور اگر تفویض معلق ہے اسطرح کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے یا تفویض موقت ہے بایں طور کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے کل تو اختیار اوسکا باطل نہوگا اسواسطے کہ
حتی کہ باین وقت کا لحوق بائن کا جائز ہے چنانچہ سابق میں گذرا کذا فی العمادیۃ لکن فی البحر عن القنیۃ ظاہر الروایۃ ان المعلق کالمنجز لیکن بحرالرائق میں قنیہ
سے منقول ہے کہ ظاہر روایۃ یہ ہے کہ تفویض معلق مانند تفویض منجز کے ہے یعنی دونوں صورتوں میں اختیار باقی نہیں رہتا تو جواب عمادیہ کی تفصیل معتمد نہیں اسواسطے کہ
ظاہر روایت مقدم ہے **فرع** مسائل متفرقہ ہیں نکحہا علی ان امرہا بیدہا صح نکاح کیا مرد نے عورت سے اس شرط پر کہ عورت طلاق کی مختار ہے تو یہ صحیح
ہے بحرالرائق میں خلاصہ اور بزازیہ سے اسمین تفصیل مذکور ہے یعنی اگر یہ شرط مرد کیطرف سے ہے تو عورت کو اختیار نہیں اور اگر عورت کی طرف سے ہے تو اختیار
کذا فی حاشیۃ الہدی ولو ادعت جعل امرہا بیدہا لو تسمع ہا اذا طلقت نفسہا بحکم الامر فادعتہ فتسمع اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کی مختار کر دینا
عورت کو تو اس دعوی کی سماعت نہوگی مگر جبکہ طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو موجب امر زوج کے پہر اس تفویض کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور گواہ طلب ہونگے
قالت طلقت فی المجلس بلا تبدل و انکر فالقول لہا کہا عورت نے کہ میں نے طلاق دی اپنی ذات کو مجلس میں بلا تبدل مجلس کے اور زوج نے اوسکا انکار کیا
تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا جعل امرہا بیدہا ان ضربہا بغیر جنایۃ فضربہا ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا
اگر اوسکو بے قصور مارے پہر اوسکو مارا پہر دونوں مختلف ہوئے زوج کہتا ہے کہ میں نے قصور پر مارا زوجہ کہتی ہے کہ نہیں بلا قصور مارا تو مرد ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ
وہ منکر ہے و تقبل بینتہا علی الشرط المنفی کما مر اور مقبول ہونگے گواہ عورت کے شرط منفی پر چنانچہ باب التعلیق میں اسکا ذکر آویگا یعنی اگر عورت گواہ لاوے

کہ زوج نے اوسکو بلا قصور مارا تو لائق یہہ ہے کہ مقبول ہون پر چند نفی پر گواہ مقبول نہیں لیکن شرط منفی پر مقبول ہین طلبتْ اولیاءُھا طلاقَھا فقال الزوجُ لابیھا
ماترید منّی افعل ما شئتَ فخرجَ فطلّقھا ابوھا لم تطلّق ان لم یُرد الزوجُ التفویضَ والقولُ لہ فیہ خلاصہ عورت کے ولیون نے عورت
کی طلاق طلب کی سو زوج نے اوسکے باپ سے کہا کہ تو مجھسے کیا چاہتا ہے کر جو تیرا جی چاہے اور یہہ کہکر زوج باہر نکلا پھر عورت کے باپ نے اوسکو طلاق دی تو عورت کو طلاق
نہوگی اگر زوج نے اس قول سے تفویض طلاق کا ارادہ نکیا اور زوج ہی کا قول اسمین معتبر ہوگا کذا فی الخلاصہ لا یدخل نکاحُ [illegible] اذا قال ان تخلّفت
امرأۃً فی نکاحی [illegible] داخل ہوگا نکاح فضولی کا جبتک زوج یون نہ کہے کہ اگر داخل ہو عورت میرے نکاح مین یعنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ [illegible] بغیر تیرے دوسری عورت
سے نکاح کرون تو اسکی طلاق تیرے اختیار مین ہے پھر ایک عورت داخل ہوئی اوسکے نکاح مین فضولی کے نکاح کردینے سے اور زوج نے فضولی کے نکاح کو جائز رکھا تو
زوجہ اولی اوسکی طلاق کی مالک نہوگی اسواسطے کہ زوج نے اوس عورت سے خود نکاح نہیں کیا بلکہ دوسرے شخص نے اوسکا نکاح کردیا اور اوسنے اوسکو جائز رکھا
اور اسیطرح اگر وکیل نے نکاح کردیا کذا فی حاشیۃ الدرر فی جعل امرھا بید رجلین فطلّقھا احدھما لم یقع زوج نے طلاق عورت کی دو شخص کو تفویض کی
پھر ان مین سے ایک شخص نے طلاق عورت کو دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک کو فقط اختیار نہ دیا تھا **فصلٌ فی المشیّۃ** یہہ فصل ہے مشیت
مین یعنی وہ مسائل جنمین طلاق عورت کی خواہش پر زوج نے رکہی لیکن اول مصنف نے مسئلہ طلقی نفسک کا مقدم کیا مسائل مشیت پر قال لھا طلّقی نفسکِ
ولم ینوِ او نوی واحدۃً او ثنتین فی الحرّۃ فطلّقت وقعت رجعیّۃ وان طلّقت ثلثًا ونواہ وقعن وقیّد بخطابھا لانہ لو قال طلّقی ای نسائی
شئتِ لم تدخل تحت ھذا العام خطابہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور کچھہ نیت نکی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو طلاق کی نیت کی حرہ مین پھر
زوجہ نے اپنی ذات کو طلاق دی خواہ ایکبار خواہ دوبار خواہ تین بار اور یہہ تینون صورتین عدم نیت کے ساتھہ ہون یا ایک طلاق کی نیت کے ساتھہ ہون یا
دو طلاق کی نیت کے ساتھہ ہون تو ان سب نو صورتون مین ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نے تین بار طلاق دی اور حالانکہ مرد نے نیت بھی تین کی کی تھی
تو اس صورت مین تین طلاق واقع ہونگی مصنف نے طلقی نفسک کو عورت کے خطاب سے مقید کیا اسواسطے کہ اگر یون کہتا کہ تو طلاق دے میری عورتون مین سے جس عورت کو
کہ تو چاہے تو مخاطبہ اس عموم خطاب مین نہ داخل ہوتی بسبب قرینہ مقام کے مخاطبہ اس صورت مین خود اپنی ذات کو طلاق نہ دے سکتی وبقولھا فی جوابہ ابنتُ
طلّقت رجعیّۃً ان اجازہ لانہ کنایۃ اور زوج کے جواب مین یعنی طلقی نفسک کے جواب مین عورت کا یون کہنا کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق بائن دی ایک
طلاق رجعی اوسپر واقع ہوگی اگر زوج نے اوسکو جائز رکھا اسواسطے کہ ابنت نفسی کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہوتا ہے نیت کا ھ زوج نے طلاق رجعی کو مفوض کیا اور
زوجہ نے طلاق بائن دی تو اصل طلاق مین دونو کلام موافق ہوئے وصف بینونت زوجہ نے زیادہ کیا تھا سو لغو ہوگیا اور یہہ جو شارح نے اجازت زوج کی شرط لگائی
اور بسبب کنایہ ہونیکے احتیاج نیت کیطرف اشارہ کیا سو اسکی کچھہ حاجت نتھی اسواسطے کہ طلاق کا حکم کرنا صاف دلیل ہے کہ زوج نے طلاق کی نیت کی تو اب کیا حاجت
رہی اجازت و نیت کی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والدر لا باخترتُ نفسی وان اجازہ لان الاختیار لیس بصریحٍ ولا کنایۃ اور نہ واقع ہوگی طلاق
عورت کے اس قول سے کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ زوج اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ لفظ اختیار نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین اور لفظ اختیار سے
ایقاع طلاق نہیں ہوتا تو جواب بھی نہوگا چنانچہ سابق مذکور ہوچکا ولا یملک الزوجُ الرجوعَ عنہ ای عن التفویض بانواعہ الثلثۃ لما فیہ من
التعلیق اور مالک نہیں زوج تینون قسم کی تفویض سے رجوع کرنیکا خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو خواہ بلفظ امر بالید ہو خواہ یون ہو کہ طلقی نفسک رجوع کا اختیار
اسواسطے نہیں کہ تفویض مین تعلیق کے معنی پائے جاتے ہین اور تعلیق مین رجوع کا اختیار نہیں تو تفویض مین بھی نہین وتقیّد بالمجلس لانہ تملیکٌ الّا
اذا زاد متی شئتِ ونحوہ مما یفید عموم الوقت فتطلّق مطلقًا اور امر تطلیق کا مقید ہے مجلس علم سے اسواسطے کہ تملیک ہے مگر جب کہ زوج نے
متی شئتِ اور مانند اسکے جو عموم وقت کا مفید ہو زیادہ کیا ہو تو عورت مطلقہ ہوگی مطلقا یعنی ہر وقت طلاق دیسکیگی یعنی جب زوج نے کہا کہ طلقی نفسک متی
او اذا شئتِ تو مجلس اور غیر مجلس ہر وقت عورت کو اختیار ہے ولو قال لرجلٍ ذلک او قال لھا طلّقی ضرّتکِ لم یتقیّد بالمجلس لانہ توکیلٌ فلہ الرجوع
الّا اذا زاد وکلّما عزلتُک فانت وکیلٌ اور اگر کہا زوج نے کسی مرد سے اس کلام کو یعنی اپنی زوجہ کی تطلیق کو یا کہا زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی سوت کو تو یہہ

مقید بمجلس ہوگا تو اوسکو مجلس اور بعد مجلس کے طلاق دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ یہ کلام خالص توکیل ہے تملیک کا اسمین لگاؤ نہین ہے پھر جب توکیل ہوئی تو زوج کو رجوع کرنا بھی درست ہے اسواسطے کہ وکالت عقد غیر لازم ہے مگر جب شرط کہ زوج نے امر تطلیق کے ساتھ اتنا مضمون زیادہ کیا کہ ہر وقت کہ مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے تو ابتک زوج وکیل کو معزول نہین کر سکتا ہے بحر الرائق لیکن اس وکالت عامہ کے عزل کی تدبیر یون بتلائی گئی کہ یون کہدے کہ مین نے تجھکو جمیع وکالات سے معزول کیا کذا فی حاشیۃ الهدایۃ لا اذا [illegible] فیتقید به ویکون رجوعا لصیرورته تملیکا توکیل مقید بمجلس نہین ہوتی مگر جب توکیل مین زوج نے ان شئت کا لفظ زیادہ کیا یعنی یہ کہا کہ دوسری کو طلاق دیدے کہ اگر تیرا جی چاہے تو اسوقت مین مقید بمجلس ہوگا اور زوج رجوع نکرسکیگا بسبب ہوجانے توکیل کے تملیک یعنی جب وکیل کی خواہش پر موقوف ہوئی تو وکالت جاتی رہی اسواسطے کہ وکالت مین خواہش یا عدم خواہش وکیل کو دخل نہین وفی الخانیۃ طلقها ان شاءت لم یصر وکیلا ما لم تشأ فاذا شاءت فی مجلس علمها طلقها ولا [illegible] علیه لا غیر والوکلاء عنه غافلون اور خانیہ مین ہے کہ اگر کسی نے زوج سے کہا کہ طلاق دیدے زوجہ کو اگر وہ چاہے تو وہ مرد وکیل نہوگا جبتک عورت طلاق کی خواہش کریگی پھر جب عورت طلاق کی خواہش کریگی اپنی مجلس علم مین تو وکیل کو طلاق دینا اپنی مجلس مین نہ غیر اوس مجلس مین اسواسطے کہ مشیت عورت کی منحصر ہے مجلس پر تو اسیطرح وکالت اوسکی مشیت کی بھی مجلس پر منحصر ہوگی اور وکیل اس مسئلہ سے غافل ہین یعنی وکلا طلاق نہین جانتے کہ ایقاع طلاق مشیت کی مجلس تک مقید ہے تو یہ مسئلہ مستثنی ہے اوس قاعدہ سے کہ وکالت مجلس کی مقید نہین کذا فی حاشیۃ الدر وفی الطحطاوی نقلا عن النہر قال لها طلقی نفسك ثلثا او ثنتین فطلقت واحدة وقعت لانه بعض ما فوضه وکذا الوکیل ما لم یقل بالف کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین یا دو پھر زوجہ نے اپنی ذات کو ایک ہی طلاق دی تو یہ ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک طلاق بعض ہے تفویض زوج کی یعنی جب کل کا اختیار ہوا تو بعض کا بھی ہوگا اور اسیطرح وکیل کا حکم ہے جبتک وہ یون نہ کہے کہ عوض ہزار کے یعنی وکیل کو تین طلاق کا اختیار دیا اور وکیل نے ایک طلاق واقع کی تو واقع ہوگی اور اگر وکیل سے زوج نے یون کہا کہ زوجہ کو تین طلاق دے عوض ہزار درم کے مثلا تو اس صورت مین اگر وکیل ایک طلاق واقع کریگا تو نہ واقع ہوگی لا یقع شیء فی عکسه وقالا واحدة تو نہ واقع ہوگی کوئی طلاق اسکے بالعکس مین یعنی اگر یون کہا کہ ایک طلاق دے اپنی ذات کو سو عورت نے کہا کہ تین طلاق دلین تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی طلقی نفسك ثلثا ان شئت فطلقت واحدة وکذا عکسه لا یقع فیهما لاشتراط الموافقة لفظا لما فی تعلیق الخانیة امرها بعشر فطلقت ثلثا او بواحدة فطلقت نصفا لم یقع کہا زوج نے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین طلاق اگر تو چاہے سو طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق اور اسیطرح بالعکس یعنی طلاق دے اپنی ذات کو ایک طلاق کر سو عورت نے تین طلاق واقع کین تو ان دونو صورتون مین طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شرط ہونے موافقت لفظی کے اسواسطے کہ خانیہ کے باب التعلیق مین ہے کہ امر کیا زوج نے زوجہ کو دس طلاق کا اسطرح پر کہ اپنی ذات کو دس طلاق دے اگر تو چاہے پھر عورت نے تین طلاق واقع کین یا امر کیا تھا ایک طلاق کا سو اوسنے نصف طلاق واقع کی تو دونو صورتون مین طلاق نہ واقع ہوگی بسبب مخالفت لفظی کے اس مسئلہ مین بدون موافقت لفظی کے موافقت معنوی کافی نہین بخلاف مسئلہ سابقہ کے جسمین مشیت پر تعلیق نہین امرها بائن او رجعی فعکست فی الجواب وقع ما امر الزوج به فیلغو وصفها ولا صل ان المخالفة فی الوصف لا تبطل بخلاف الاصل وهذا اذا لم یکن معلقا بمشیتها فان علقه بمشیتها فعکست لم یقع شیء لانها ما اتت بمشیئة ما فوض الیها خانیه بحر امر کیا مرد نے عورت کو طلاق بائن کا یا رجعی کا سو عورت نے جواب مین بالعکس کہا یعنی پہلی صورت مین طلاق رجعی اور دوسری صورت مین طلاق بائن واقع کی تو وہی طلاق واقع ہوگی جسکا زوج نے امر کیا تھا اسواسطے کہ اصل طلاق حاصل ہے ساتھ زیادتی وصف کے یعنی رجعی ہونا یا بائن ہونا سو اصل قائم رہیگا اور وصف لغو ہوجائیگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ مخالفت جواب کی تفویض سے اگر وصف مین ہے تو یہ مخالفت جواب کو باطل نہین کرتی بلکہ وصف باطل ہوتا ہے جیسا کہ بائن اور رجعی کی مخالفت بخلاف مخالفت اصل کے کہ اوسمین جواب ہی باطل ہوجاتا ہے جیسا کہ امام کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض مین تین طلاق واقع کرنا اور یہ وصف کا لغو ہونا اور موجب تفویض زوج کے واقع ہونا اوسوقت ہے جب کہ طلاق معلق نہو عورت کی مشیت پر اگر مرد نے طلاق کو معلق کیا اور عورت نے جواب بالعکس کہا تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ عورت بجا نہ لائی وہ شی مرکوز جو اوسکی مشیت پر موقوف تھا کذا فی البحر ناقلا عن الخانیہ قال لها انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال

شئت ينوي الطلاق او قالت شئت ان كذا المعدوم اي لم يوجد بعد كان شاء ابي او ان جاء الليل وهي في النهار بطل الامر لفقد الشرط كہا
عورت نے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے عورت نے کہا مرد سے کہ میں نے چاہا اگر تو نے چاہا سو مرد نے کہا کہ میں نے چاہا اور اس قول سے طلاق کی نیت کی یا عورت نے جواب میں یوں کہا کہ میں نے
چاہا اگر ایسا امر ہو یعنی امر معدوم پر تعلیق کی مراد امر معدوم سے وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو لیکن ابھی موجود نہیں مثلاً یون کہا عورت نے کہ میں نے چاہا اگر میرا باپ نے چاہا یا
یون کہا کہ میں نے چاہا اگر رات آ رہی اور حالانکہ عورت وقت تکلم کے دن میں ہے تو ان دونوں صورتوں میں باطل ہوگا امر یعنی طلاق جو معلق تھی بمشیت عورت کے وہ باطل ہو گئی
بسبب پائی جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط زوج کی مطلق مشیت تھی بلاقید اور عورت نے اپنی مشیت کو معلق اور مقید کر دیا تو حقیقت میں شرط نہ پائی گئی او قالت شئت
ان كذا لامر قد مضى اراد بالماضي المحقق وجوده كان كان ابي في الدار وهو فيها او ان كان هذا ليلا وهي فيه مثلا طلقت لانه تنجيز ور اگر
تفویض مذکور کے جواب میں عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا ہو یعنی معلق کیا امر ماضی پر مراد ماضی سے وہ امر ہے جو ثابت الوجود ہو جیسا کہ عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر میرا باپ
گھر میں ہو اور حالانکہ اوسکا باپ گھر میں موجود ہے یا یون کہا کہ میں نے چاہا اگر یہہ وقت رات ہو اور حالانکہ عورت اوسوقت رات ہی میں تھی مثلاً تو عورت مطلقہ ہو گی
اوسیوقت اسواسطے کہ التعلیق بامر ثابت الوجود درحقیقت تعلیق نہیں بلکہ تنجیز ہے قال لها انت طالق متى شئت او متى ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت
فردت الامر لا يرتد ولا يتقيد بالمجلس ولا تطلق نفسها الا واحدة لانها تعم الازمان لا الافعال فتملك التطليق في كل زمان لا تطليقا بعد
تطليق کہا عورت سے کہ تو طالق ہے جب کہ تو چاہے بسبب عموم زمانی جو لفظ متى شئت کے کیا ہے شئت یا اذا شئت اور جتنی لفظ سے بیان کیا پہر عورت نے رد کیا امر کو یعنی کہا کہ میں طلاق
نہیں چاہتی تو اس رد کرنے سے عورت کا اختیار رد نہوگا اور مقید نہوگا بسبب اختیار مشیت کا مجلس علم پر اور نہ طلاق دیسکے گی عورت مگر ایک طلاق اسواسطے کہ یہہ الفاظ
سب زمانوں کو شامل ہیں نہ افعال کو تو عورت مالک رہیگی طلاق کی ہر زمانہ میں اور مالک نہوگی دوسری تطلیق کی بعد تطلیق اول کے بسبب عموم افعال کے ولها تفريق
الثلث في كلما شئت ولا تجمع ولا تثني لانها لعموم الافراد اور عورت کو اختیار ہے تین طلاق کو علیحدہ علیحدہ لینا کلما شئت میں یعنی مرد نے کہا کہ تو طالق ہے
ہر بار کہ تو چاہے سو عورت نے ایک مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کی طلاق چاہی پہر دوسری مجلس میں یون ہی کہا پہر تیسری مجلس میں یون ہی کہا تو درست ہے لیکن
تین طلاق کو ایک مجلس میں جمع نکر سکیگی اور نہ دو طلاق کو اسواسطے کہ کلما کا لفظ موضوع ہے واسطے عموم افراد کے تو اوس میں جمع اور تثنیہ کا ارادہ صحیح نہیں ولو طلقت
بعد زوج آخر لا يقع ان كانت طلقت نفسها ثلثا متفرقة والا فلها تفريقها بعد زوج آخر وهي مسئلة الهدم الآتية اور اگر طلاق واقع کی
عورت نے بعد دوسرے زوج کے تو طلاق نہ واقع ہو گی اگر اپنی ذات کو تین متفرق طلاق دے چکی ہو گی یعنی اگر زید نے مثلاً حمیدہ سے کہا کہ انت طالق كلما شئت پہر اوسنے
تین طلاق متفرق اپنے نفس پر واقع کین اور اوسنے خالد سے نکاح کیا پہر خالد نے اوسکو طلاق دی پہر حمیدہ نے زید سے نکاح کیا اور اپنی ذات پر طلاق واقع کی تو یہہ طلاق
ثانی نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ تعلیق کلما شئت کی اول ملک تک تھی تو اس ملک ثانی مستجدث کو شامل نہوگی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلق طلاق نہ واقع کی تھی یا
تین طلاق ایک مجلس میں کر چکی تھی یا فقط ایک ہی طلاق یا دو طلاق ایک مجلس میں واقع کر چکی تھی تو حمیدہ کو تین متفرق طلاق واقع کرنیکا اختیار ہے بعد دوسرے
زوج کے اور اسکا مسئلة الهدم نام ہے جو باب التعليق اور باب الرجعة میں آویگا انت طالق حيث شئت او اين شئت لا تطلق الا اذا شاءت في
المجلس وان قامت من مجلسها قبل مشيتها لا مشية لها لانهما للمكان ولا تعلق للطلاق به فجعلا مجازا عن ان لانها ام الباب
کہا زوج نے انت طالق حيث شئت یعنی تو طالق ہے جہان تو چاہے یا یون کہا کہ انت طالق اين شئت یعنی تو طالق ہے جس جگہ تو چاہے تو عورت طلاق نہ لے سکیگی مگر
جب کہ چاہیگی مجلس علم میں اور اگر اوٹھ کھڑی ہو گی اپنی مجلس سے قبل مشیت کے تو اب اوسکی خواہش کا کچھہ اعتبار نہوگا اسواسطے کہ حيث اور اين موضوع
ہین واسطے مکان کے اور حالانکہ طلاق کو کچھہ تعلق نہیں مکان سے تو مکان کا وجود اور عدم بہ نسبت طلاق کے برابر ہے تو اسواسطے حيث اور اين باعتبار مجاز کے
بمعنی ان شرطیہ کے قرار دئے گئے اسواسطے کہ ان شرطیہ اصل ہے باب تعلیق میں علاقہ مجاز کا یہہ کہ ظرف اور شرط میں مناسبت ہے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے
نہیں ہوتا جیسے کہ مشروط بدون شرط کے نہیں ہوتا کذا في حاشية المدني والطحطاوي وفي كيف شئت يقع في الحال رجعية اور انت طالق كيف شئت
میں یعنی تو طالق ہے جسطرح کہ تو چاہے ایک طلاق رجعی في الحال واقع ہوگی یعنی قبل مشیت عورت کے طلاق رجعی ہو گی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک

مشیت کے طلاق ہوگی دلیل امام کی یہ ہے کہ زوج نے طلاق کو تو واقع کیا اور وصف طلاق میں یعنی رجعی یا بائن واقع کرنے میں عورت کو مختار کیا کذا فی عنایۃ الطلاب و قالا
شاءت بائنۃ وثلثا وقع ما شاءت متر نیتہ ولا فرجعیۃ لو موطوءۃ ولا بانت وبطل الامر وقولہ ان یلعی والعینی قبل الدخول صوا
بعدہ فتنبہ سو اگر کیف شئت میں عورت نے طلاق بائن کو یا بائن طلاق کو تو واقع ہوگا جو کہ وہ چاہیگی اسواسطے کہ وہ مختار تھی وصف اور عدد میں اگر مشیت عورت کی
موافق ہو ساتھ نیت زوج کے اور اگر نیت زوج کے مخالف ہو مشیت زوجہ کے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یعنی اس حیثیت میں دونو کی نیت لغو ہوگی اصل دونو کے حکم
باقی رہیگا اگر ... حالانکہ اگر مدخولہ نہیں تو عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی اور باطل ہوگا امر مشیت کا اور قول زیلعی اور عینی کا کہ قبل دخول کے طلاق رجعی
واقع ہوتی ہے سو مشتبہ قلم کا شک ہے یہ کہ بعد دخول کے رجعی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کم شئت او ما شئت لھا ان تطلق ما شاءت فی مجلسہا
ولو مکن یدعیا للمضی فیہ اور اس قول میں کہ انت طالق کم شئت یا ما شئت یعنی تو طالق ہے جتنا کہ تو چاہے یا جو کہ تو چاہے تو عورت مختار ہے طلاق دینے میں
تین طلاق تک جیسا کہ وہ چاہے اوسی مجلس میں اپنی ذات کو خواہ ایک طلاق دے خواہ دو یا تین اور عورت کا تین طلاق واقع کرنا طلاق دینے میں اختیار ہوگا بسبب
ضرورت کے یعنی عورت مضطر ہے تین طلاق کیطرف اپنی خلاصی کے واسطے اسواسطے کہ اوسکو بعد مجلس کے اختیار نہ باقی رہیگا بخلاف زوج کے کہ اوسکو تین طلاق کا
اختیار ہے وان ردت الامر بطل بما یفید الاعراض لانہ تملیک فی الحال فیحتاج الیہ کذلک اور اگر عورت نے رد کیا امر کو یعنی یوں کہا کہ میں طلاق
نہیں چاہتی یا لائی اوس قول کو جو مفید ہے اعراض کا تو امر رد ہو جائیگا پھر عورت کو اختیار نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہ تملیک ہے فی الحال تو اسکا جواب بھی اسی
فی الحال چاہیے قال لھا طلقی نفسک من ثلث ما شئت تطلق ما دون الثلث ومثلہ اختاری من الثلث ما شئت لان من تبعیضیۃ
وقالا بیانیۃ فتطلق الثلث والاول اظہر کہا عورت سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین میں سے جسقدر کہ تو چاہے تو عورت طلاق دے کمتر تین سے یعنی دو یا ایک طلاق میں
وہ مختار ہے اور مانند اوسی قول کے یہ قول ہے کہ اختیار کر اپنی ذات کیو اسطے تین میں سے جسقدر کہ تو چاہے اسواسطے کہ کلمہ من کا تبعیض کے واسطے ہے اور کہا
صاحبین نے کہ من بیانیہ ہے تو اس صورت میں عورت تین طلاق بھی دے سکیگی اور پہلا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ من اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے فروع مسائل
شارح کے قال انت طالق ان شئت وان لم تشائی طلقت للحال کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے تو فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے
کہ خواہش یا عدم خواہش سے خالی ہونا ممکن نہیں تو ایک شرط لا محالہ ثابت ہے ولو قال ان کنت تحبین الطلاق فانت طالق وان کنت تبغضینہ فانت طالق
لم تطلق لانہ یمکن ان لا تحب ولا تبغض ولا یجوز ان تشاء ولا تشاء اور کہا زوج نے کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھتی ہو تو تو طالق ہے اور اگر اوسکو مبغوض اور
مکروہ جانتی ہو تو تو طالق ہے تو اس صورت میں عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ یہ جائز ہے کہ عورت طلاق کو نہ محبوب رکھتی ہو نہ مبغوض بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں مشیت
اور عدم مشیت عورت سے خالی ہونا جائز نہیں ولو قال لھما اشدکما حبا للطلاق او اشدکما بغضا لہ طالق فقالت کل انا اشد حبا لہ لم تقع لدعوی
کل ان صاحبتھا اقل حبا منھا فلم یتحقق الشرط اور اگر کہا مرد نے اپنی دو عورتوں سے کہ تم دونو میں جو زیادہ تر محبت رکھتی ہو طلاق سے اوسکو طلاق ہے یا یوں کہا کہ
تم دونو میں جو زیادہ تر بغض رکھتی ہو طلاق سے اوسکو طلاق ہے سو کہا ہر عورت نے کہ میں زیادہ تر محبت رکھتی ہوں طلاق سے تو کسی عورت پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ
ہر ایک عورت کا دعوی یہ ہے کہ اوسکی سوت کو کمتر محبت ہے نسبت میرے تو تمام نہوئی شرط زوج کی یعنی کثرت حب کسیکی نہ ثابت ہوئی ... تم التعلیق
بالمشیۃ والارادۃ والرضا والھوی والمحبۃ یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فیتقید بالمجلس کامرک بیدک بخلاف التعلیق بغیرھا
معلوم کرنا چاہیے کہ طلاق کو معلق کرنا عورت کی مشیت پر یا ارادہ پر یا رضا پر یا ہوی یعنی خواہش پر یا محبت پر یہ تملیک ہے جس میں تعلیق کے معنی ہیں پس جب یہ تعلیق تملیک
ٹھہری تو مقید مجلس ہوگی مانند امرک بیدک کے بخلاف اور تعلیق کے جو بغیر ان الفاظ مذکورہ کے ہو جیسے دخول دار کی تعلیق کہ وہ تملیک نہیں بلکہ خالص تعلیق ہے تو مقید
بمجلس نہیں واللہ اعلم بالصواب

باب التعلیق

جب مصنف مسائل تعلیق طلاق میں جب طلاق منجز سے فراغت پائی تو طلاق
معلق کا بیان شروع کیا ... تعلیقا جعلہ معلقا واصطلاحا ربط
حصول مضمون جملۃ بحصول مضمون جملۃ اخری ...

باب التعلیق

معلق کرے یعنی لٹکا وے اور اصطلاح فقہ میں تعلیق عبارت ہے مربوط کرنے حصول مضمون ایک کلام کے ساتھ حصول مضمون دوسرے کلام کو یعنی مضمون جزا کو مضمون شرط
سے گانٹھنا اور لٹکانا ویسکو تعلیق کہتے ہیں چنانچہ انت طالق ان دخلت الدار تعلیق ہے اسواسطے کہ طلاق مخاطبہ کی دخول دار سے مربوط ہے یعنی طلاق کو حصول دخول
دار کے حصول پر موقوف ہے و یسمّٰی یمیناً مجازاً اور تعلیق کو یمین بھی مجازاً کہتے ہیں وشرط صحتہ کون الشرط معدوماً علی خطر الوجود فالمحقق
کان کانت السماء فوقنا تنجیز والمستحیل کان دخل الجمل فی سم الخیاط لغو اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا معدوم مگر
شرط موجود نہیں لیکن موجود ہونا ممکن محال نہیں تو امر ثابت الوجود جیسے ان کانت السماء فوقنا تنجیز ہے تعلیق نہیں یعنی اگر کوئی یوں کہے کہ اگر
آسمان ہمارے اوپر ہو تو اسیوقت طلاق واقع ہوگی اور امر محال چنانچہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو تو ایسی تعلیق لغو ہے یعنی اگر طلاق کو امر محال پر معلق کرے
تو طلاق نہ واقع ہوگی و کونہ متصلاً الا لعذر اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا متصل مشروط کے تو اگر انت طالق کہا پھر بعد سکوت کے شرط بیان کی تو
نہوگی مگر بسبب عذر کے البتہ صحیح ہوگی عذر جیسے کہ گلا ہو مشکل سے بات پوری کرتا ہو و ان لا یقصد بہ المجازاۃ فلو قالت یا سفلۃ فقال ان کنت کما
قلت فانت کذا تنجیز کان کذلک اولا اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے کہ تعلیق سے عورت کی کلام کے بدلا دینے کا قصد نہ کرے سو اگر عورت نے خاوند کو کہا یا سفلہ
یعنی او بیغیرت پھر مرد نے کہا کہ اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ تو نے کہا تو تو ایسی ہے یعنی طالق ہے تو یہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی مرد مذکور
ایسا ہو یا نہو و ذکر المشروط فنحو انت طالق ان لغو وقیل یقع اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے کہ مشروط مذکور ہو شارح نے لفظ مشروط سے فعل شرط کا ارادہ کیا تو
ایسا کہنا کہ انت طالق ان یعنی حرف شرط کا بدون فعل شرط کے بولنا لغو ہے اس صورت میں طلاق نہ واقع ہوگی یہی مختار ہے فتویٰ ہے دوسرے قول پر واقع ہوگی و وجود رابط حیث تاخر الجزاء
یا آئی اور شرط صحت تعلیق کی وجود رابط کا ہے جہاں جزا موخر ہو شرط سے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا رابط سے مراد وہ حرف ہے جو ربط دے شرط اور جزا کو جیسا فا اور
اذا مفاجاتیہ کا شرط ... الملک حقیقۃ کقولہ لقنہ ان فعلت کذا فانت حر و حکماً کقولہ لمنکوحتہ او معتدتہ ان ذھبت فانت
طالق اور شرط لزوم تعلیق کی ملک ہے خواہ ملک حقیقی ہو چنانچہ یوں کہنا مولیٰ کا اپنے غلام سے کہ اگر تو ایسا کام کریگا تو تو آزاد ہے یا ملک حکمی ہو اگرچہ ملک حکمی
حقیقۃ نہو جیسا کہ مثال مذکور میں خاوند کا اپنی منکوحہ یا عدت والی سے اگر تو جائیگی تو تو طالق ہے ملک حقیقی کی مثال غلام ہے اسواسطے کہ مولیٰ غلام کی گردن کا مالک ہے اور
یہ ملک حکمی کی مثال ہے اسواسطے کہ زوج منکوحہ کی گردن کا مالک نہیں لیکن بسبب نکاح کے انتفاع فرج کا مالک ہے اور معتدہ ملک حکمی حکماً کی مثال ہے تو ملک حکمی
دو صورتیں ہیں اگر نکاح بلا مانع قائم ہے تو ملک حکمی ہے حقیقۃ اور اگر طلاق کے بعد عورت عدت میں ہے تو یہ ملک حکمی ہے حکماً بسبب باقی رہنے اثر نکاح کے اسواسطے کہ
معتدہ محل ہے طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی او الاضافۃ الیہ ای الملک الحقیقی عاماً او خاصاً کان ملکت عبداً او ان ملکتک لعبد
فکذا او الحکمی کذلک کان نکحت امراۃ او ان نکحتک فانت طالق وکذا کل امراۃ یا اضافت اور نسبت ہو ملک حقیقی کی طرف عام ہو یا خاص چنانچہ
یوں کہنا کہ اگر میں مالک ہونگا کسی غلام کا تو وہ آزاد ہے یا اگر میں مالک ہونگا تیرا اے غلام معین شخص جیسے کہ تو تو آزاد ہے اول مثال ہے ملک حقیقی عام کی اضافت کی
اور ثانی مثال ہے ملک حقیقی خاص کی اضافت کی یا اضافت ہو ملک حکمی کیطرف اسیطرح یعنی حکمی عام ہو یا خاص حکمی عام کی مثال چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں کسی عورت سے نکاح
کروں تو وہ مطلقہ ہے یا یوں کہنا اجنبی عورت سے کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں تو تو طالق ہے یہ مثال ہے حکمی خاص کی اضافت کی اور اسیطرح کل امراۃ کہنا یعنی طالق کل ...
حکمی عام کی اضافت کی و یکفی معنی الشرط الا فی المعینۃ باسم او نسب او اشارۃ اور اضافت ملک کی صحت کیواسطے کافی ہیں معنی شرط کے خواہ حرف
شرط مذکور ہو یا نہو مگر جب عورت کہ معین ہوگئی ہو نام یا نسب یا اشارہ کر کے تو وہاں معنی شرط کے کافی نہیں بلکہ معینہ کی تعلیق طلاق میں شرط صریح ضرور ہے ہم نے شارح کے
باسم او نسب کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق اور شارح کی شرح ملتقی میں تعبیر ہوا ہے یعنی باسم و نسب اور تعبیر ہوا اور نہایت خوب ہے صورت تعیین اسم اور نسب کی تو جیسے
کہ زینب بیٹی زید بن خالد ہاشمی کی جس سے میں نکاح کروں گا مطلقہ ہے پھر زینب سے نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب معین ہوگئی ہے اسم اور نسب سے اسکی
تعلیق طلاق میں معنی شرط کافی نہیں بلکہ شرط صریح چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی فلو قال المراۃ التی اتزوجہا طالق تطلق بتزوجہا سو اگر
کہیگا کہ جس عورت سے میں نکاح کروں وہ طالق ہے تو وہ عورت مطلقہ ہوگی بمجرد اسکے نکاح کے اسواسطے کہ یہ عورت باسم و نسب اور اشارہ معین نہیں تو اسکی

صفت تعلیق مین جیسے ترکے کے اس مین ہو لئ قال هذه لا للتعریف بالاشارة فلغا الوصف اور اگر یون کہیگا کہ هذه المرأة التی اتزوجها طالق یعنی یہہ عورت جس سے مین نکاح کرونگا اسپر طلاق ہے تو طلاق واقع ہوگی اگر بعد اس اضافت کے اوس سے نکاح کریگا اسواسطے کہ وہ معین ہو چکی بسبب اشارہ کرنیکے تو لغو ہوئی وصف یعنی التی اتزوجها کا بیفائدہ ہوگیا اسواسطے کہ وصف معتبر ہوتا ہے غیر معین لوگون مین اور حاضر مین وصف کی کیا حاجت ہے بلکہ عورت معینہ کی تعلیق اضافت مین [illegible] ذکر کرنا [illegible] عورت سے نکاح کرونگا تو یہہ طالق ہے تب تعلیق صحیح ہوگی ملغا قوله لاجنبية ان زرت زيدا فانت طالق فنكحها فزارت تم لغو ہوا یعنی کسی نے اجنبی عورت سے کہا کہ اگر تو زیارت یعنی ملاقات کریگی زید سے تو تو طالق ہے پھر بعد اس قول کے اوس عورت سے نکاح کیا پھر عورت نے زید کی ملاقات کی یہہ تعلیق اسواسطے لغو ہوئی کہ تعلیق

لم توجد [illegible] لطلاق ومسئله کل ساعة

عورت کے ساتھ مین جسمین [illegible] فرق ہے تو وہ طالق ہے پھر نکاح کیا تو یہہ منکوحہ طالق ہوگی اسواسطے کہ اجتماع فی الفراش لازم نہین کہ فقط نکاح ہی سے ہو تو اجتماع فی الفراش ملک ہی ہے اضافت ملک کی اور مانند اوسکی یہہ قول ہے کہ جس لونڈی سے مین صحبت کرون وہ آزاد ہے پھر مول لیا اوسنے ایک لونڈی کو پھر اوس سے صحبت کی تو وہ آزاد ہوگی بسبب عدم ملک [illegible] اضافت الی الملک کے وافاد فی البحر ان زیارة المرأة فی عرفها لا تكون الا بالطعام معها يقطع عند الكرد فليحفظ اور فائدہ بیان کیا ہے بحر الرائق مین یہہ کہ عورت کی زیارت ہمارے عرف مین یعنی مصر کے عرف مین نہین ہوتی مگر جب کہ عورت کے ساتھ کھانا کھاوے اور اوس کھانے کو جسکی زیارت کو گئی ہے اوسکے پاس بلاوے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو موجب اس عرف کے اگر عورت [illegible] یا خرید فروخت کو گئی تو اوسکو زیارت نہین کہتے [illegible] الا لغا ايقاع الطلاق مقارنا للتوت بالكه كانت طالق مع نكاحك [illegible] الاولى لتمام الكلام بفاعله ومعموله [illegible] کہ لغو ہے واقع کرنا طلاق کو [illegible] متصل یعنی بمجرد ثبوت نکاح ایقاع طلاق لغو ہے جیسا کہ یون کہنا کہ تو طالق ہے اپنے نکاح کے ساتھ اور ایقاع طلاق یون صحیح ہے کہ تو طالق ہے ساتھہ نکاح کرنے [illegible] کے تمام ہو جاوے کلام [illegible] فاعل [illegible] معمول ہم بحر الرائق مین [illegible] بیان کیا ہے کہ مع تزوجی [illegible] جب لفظ تزوج کا اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر کلام کامل ہوا تو تزوج بمعنی ملک مجاز قرار دیا گیا اور مع [illegible] کے محمول ہوا [illegible] اور مع نکاحک مین فقط مفعول ہے فاعل مذکور نہین تو کلام ناقص ہوا اسواسطے مع بمعنی بعد کے محمول ہوا لیکن اس تعلیل مین مناقشت ہے کہ اگرچہ مع نکاحک مین فاعل مذکور نہین لیکن مقدر ہے اسطرح کہ مع نکاحی ایاک اور حذف فاعل کا یہان قیاسی ہے اور جب کہ فاعل مقدر ہوا قائم مقام ملفوظ کے ہے تو اب دونون صورتون مین کچھہ فرق ثابت [illegible] في حاشية المدني لو [illegible] كهم موتي او موتك العوي الغاء طلاق [illegible] زوال ملک [illegible] کے متصل ہے [illegible] یون کہنا کہ تو طالق ہے میری موت کے ساتھ [illegible] تو طالق ہے اپنی موت کے ساتھ یہہ کلام لغو ہوا [illegible] کی جیسا کہ طلاق صریح کے [illegible] مذکور ہو چکا فائدہ وفي المجتبى عن محمد في المضافة لا يقع وبه افتى ائمة خوارزم انتهى وهو قول الشافعي والحنفي تقليده [illegible] ويستوي في حادثتين وهذا يعلم ولا يفتي به [illegible] فائدہ [illegible] مجتبی مین امام محمد سے روایت ہے کہ [illegible] مضافہ طلاق مین واقع ہوتی یعنی تعلیق باضافت ملک اسطرح کہ اگر مین تجہسے نکاح کرون یا جس عورت سے کہ نکاح کرون وہ مطلقہ ہے تو بقول امام محمد نکاح کرنیکے بعد طلاق واقع ہوگی اور اسی روایت پر فتوی دیا ہے علماء خوارزم نے انتہی عبارة المجتبى اور یہی قول ہے امام شافعی کا اور حنفی مذہب کو جائز ہے تقلید مذہب شافعی کی [illegible] اگر حنفی مذہب نے تعلیق مضاف کی ہو تو اوسکو جائز ہے کہ مقدمہ قاضی شافعی کے نزدیک رجوع کرے تاکہ قاضی اس تعلیق کو فسخ کرے پھر وطی اوس عورت کی حلال ہوگی کذا في البحر الرائق کیونکہ حنفی کو فسخ اس تعلیق مین تقلید محکم یعنی حکم اور پنچ کی بھی جائز ہے لیکن تقلید قاضی شافعی کی بالاتفاق جائز ہے اور تقلید محکم شافعی مین خلاف ہے بلکہ حنفی کو فتوی دینا اول شافعی کا کافی ہے اور دو مفتیون کے دو فتوی پر عمل کرنا دو مقدمہ مین جائز ہے یعنی ایک شخص کو ایک مفتی نے بطلان تعلیق مضاف کا فتوی دیا اور اوسنے اوس فتوی پر عمل کیا ایک عورت کے حق مین پھر دوسرے مفتی نے حرمت کا فتوی دیا تو وہ شخص دوسرے فتوی پر عمل کرے دوسری عورت کے حق مین [illegible] پہلی عورت مین اور اس مسئلہ کو دریافت [illegible]

فتوی اس پر دینا چاہیئے کذا فی البزازیہ شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا فائدہ دریافت کرنیکا یہہ ہے کہ وقت ضرورت کے اپنی ذات پر عمل کرے علاوہ اسکے کہا اسکا علم کبھو فتوی دینے کو تاکہ جاہل لوگ ہر مذہب پر راہ نپاوین اور بحر الرائق مین بزازیہ سے منقول ہے کہ ہمارے زمانہ مین فسخ یمین سے نکاح فضولی بہتر ہے اسطرح کہ کسی عالم پاس جاوے اور اپنی یمین کا ذکر کرکے اپنی احتیاج طرف نکاح فضولی کے بیان کرے سو عالم اوسکا نکاح عورت سے کر دیوے اور پہیہ شخص اجازت فعلی سے نکاح کو صحیح کر دیوے تو اس تدبیر سے نکاح بھی ہو گیا اور حانث بھی نہوا کذا فی حاشیۃ الدر ویبطل تنجیز الثلث للحرۃ والثنتین للامۃ تعلیقہ للثلث وما دونہا اور باطل کرتا ہے فی الحال تین طلاق واقع کرنا حرہ کے حق مین اور دو طلاق لونڈی کے حق مین تین طلاق کی تعلیق کو اور تین سے کمتر کو یعنی تین طلاق یا کمتر کی تعلیق کی پہر اسکے بعد تین طلاق کو بلا تعلیق کے فی الحال واقع کر دیا تو اگلی تعلیق کا کچھہ اعتبار نرہا اگر اس مطلقہ سے بعد زوج ثانی کے نکاح کریگا اور بعد اسکے شرط تعلیق پائی جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی الا المضافۃ الی الملک کا حق تنجیز تین طلاق کی مبطل ہے تعلیق کی مگر اس تعلیق کو جو ملک کی طرف مضاف ہے مبطل نہین چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا مراد تعلیق مضاف سے وہ تعلیق ہے جو بلفظ کلما ہو چنانچہ کلما تزوجتک فانت طالق یعنی جو بار کہ مین تجہسے نکاح کرون تو تو طالق ہے تو تنجیز تین طلاق کی اس تعلیق مضاف کی مبطل نہین ہو سکتی کذا فی حاشیۃ الدر طحطاوی نے کہا یہہ جو شارح نے کہا کہ یہہ مسئلہ گذر چکا سو درست نہین اسواسطے کہ سابق مین یہہ کہین مذکور نہین ہوا الا تنجیز ما دونہا مبطل تعلیق ثلث کی نہین تین طلاق سے کمتر کی تنجیز اعلم ان التعلیق یبطل بزوال الحل لا بزوال الملک دریافت کر کہ تعلیق طلاق کی باطل ہوتی ہے زوال حلت سے نہ زوال ملکیت سے اور حلت زائل ہوتی ہے بینونت کبری سے یعنی تین طلاق حرہ مین اور دو طلاق سے لونڈی مین پہر جب تین طلاق کے بعد جدائی کامل ہو گئی اور حلت باطل ہو چکی تو اب وقوع طلاق کا محل باقی نرہا تو تعلیق بھی باطل ہو گئی اور جو حلت کہ بعد زوج ثانی کے پیدا ہوگی وہ بالفعل معدوم ہے اور معدوم لائق اعتبار کے نہین فلو علق الثلث او ما دونہا بدخول الدار ثم نجز الثلث ثم نکحہا بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولہا شیء تو اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر کی تعلیق دخول دار پر کی پہر فی الحال تین طلاق کو واقع کر دیا پہر نکاح کیا اوسی عورت سے بعد تحلیل زوج ثانی کے تو باطل ہوگی تعلیق مذکور تو نہ واقع ہوگا کچھہ عورت کے دخول دار سے اسواسطے کہ اثر تعلیق کا اب کچھہ باقی نرہا تعلیق کے وقت کی حلت بالکل مٹ گئی اور حلت حادثہ سے اوس تعلیق کو کچھہ علاقہ نہین ولو کان نجز ما دونہا لم یبطل فیقع المعلق کلہ اور اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر کی تعلیق کی پہر فی الحال دو طلاق یا ایک طلاق کو واقع کر دیا تو تعلیق نہ باطل ہوگی تو بالکل معلق واقع ہوگا تعلیق اسواسطے نہ باطل ہوئی کہ حلت زوج کی ایک یا دو طلاق سے نہ زائل ہوئی زوج کو جائز تہا بعد ایک و دو طلاق کے بدون زوج ثانی کے مطلقہ کی رضامندی سے نکاح کر لینا اس صورت مین تو فقط ملکیت زوج کی بسبب بینونت صغری کے زائل ہوئی تہی اور ثابت ہو چکا ہے کہ زوال ملک سے تعلیق باطل نہین ہوتی پہر جبتک حلت باقی ہے تو تعلیق بھی باقی ہے پہر جب عورت زوج مطلق معلق کے پاس عود کریگی اور شرط پائی جائیگی تو جسقدر طلاق کی تعلیق ہوئی تہی سب واقع ہوگی خواہ ایک طلاق ہو خواہ دو خواہ تین وافقہم محمد بقیۃ الاول وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور موافق کیا ہے اون سے امام محمد نے بقیہ اول کو یعنی جب تنجیز تین طلاق سے کم کی ہوئی تو جسقدر ملک اول مین عدد طلاق کے باقی رہگئے اوتنے بعد وجود شرط کے واقع ہونگے مثلا زوج نے تین طلاق کی تعلیق کی دخول دار پر پہر ایک طلاق کی تنجیز کی یعنی فی الحال واقع کر دی اور بعد زوج ثانی کے پہر زوج اول کے نکاح مین عورت آئی اور شرط تعلیق کی پائی گئی تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر ملک اول مین دو طلاق کی تنجیز ہوئی تہی تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اتنا ہی بقیہ تہا ملک اول کا اور یہہ مسئلہ ہدم کا ہے جو باب الرجعۃ مین آویگا خلاصہ یہہ ہے کہ تنجیز مادون ثلث مین باتفاق شیخین اور محمد تعلیق باطل نہین ہوتی لیکن اختلاف ہے وقوع معلق مین شیخین کے نزدیک کل معلق واقع ہوتا ہے اور محمد کے نزدیک جسقدر تین طلاق سے باقی رہا ہے اوتنا واقع ہوتا ہے وثمرتہ فیمن علق واحدۃ ثم نجز ثنتین ثم نکحہا بعد زوج آخر فدخلت لہ رجعۃ خلافا لمحمد اور ثمرہ اختلاف شیخین اور محمد کا ظاہر ہوتا ہے اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے ایک طلاق کی تعلیق کی دخول دار پر پہر بعد تعلیق کے اوس نے دو طلاق کو فی الحال واقع کر دیا پہر اوس عورت سے نکاح کیا بعد دوسرے زوج کے پہر عورت دار مین داخل ہوئی تو شیخین کے نزدیک زوج اول کو رجعت کرنا عورت سے درست ہے اسواسطے کہ زوج ثانی نے طلاق منجز کو ہدم کر دیا گویا اوسکا وجود ہی نتہا تو زوج اول کو ملک جدید پہر تین طلاق کا اختیار حاصل ہوا پہر جب ایک

معلق ہنوز واقع ہوئی تو دو طلاق کا احتمال باقی رہا اسیطرح اوسکو رجعت کا اختیار ہی بخلاف امام محمدؒ کے کہ اونکے نزدیک تعلیق اول رجعت سے باطل ہو گئی
پہلے ہی واقع ہو چکی تھی اور ایک طلاق معلق اب واقع ہوئی یعنی تین طلاق پوری ہو گئیں رجعت کی گنجایش کہان رہی کذا یبطل بلحاقہ مرتدا ابدا
اور اسیطرح باطل ہوتی ہے تعلیق طلاق کی بسبب مرتد ہو جانے زوجہ کے دار الحرب مین مرتد ہو کر بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک ان لوگون سے تعلیق باطل نہیں
بفوت محل البر کان کلمت فلانا او دخلت ہذہ الدار فمات او جعلت بستانا کا بطلناہ فیما علقناہ علی الملتقی وشرحہ
اور ... باطل ہوتی ہے تعلیق بسبب فوت ہونے محل بر کے یعنی قسم پورا کرنیکا مقام نہ باقی رہنے سے چنانچہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو فلانے شخص
سے بات کریگی یا اس گھر مین تو داخل ہوگی تو طلاق ہے پھر وہ شخص مرگیا اور وہ گھر باغ بنا دیا گیا تو بوجہ تعلیق باطل ہو گئی یعنی اگر عورت اوس باغ مین جایگی تو طلاق نہ واقع ہوگی
اس مسئلہ کو ہمنے شرح ملتقی مین خوب واضح بیان کیا ہے اور عنقریب یہ مسئلہ کہ جامع الفروع کتاب الایمان کے باب الاکل والشرب مین آویگا **فرع**
قال لزوجتہ الامۃ ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا فعتقت فدخلت لہ رجعتہا قنیہ کہا زوج نے اپنی زوجہ لونڈی سے کہ اگر تو گھر مین
جاوے تو تو طالق ہے تین بار پھر وہ لونڈی آزاد ہوئی پھر گھر مین داخل ہوئی تو زوج کو اس سے رجعت کرنا درست ہے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق کے لونڈی کو
طلاق سے زیادہ دو سے اختیار نہ تھا تو گویا دو ہی طلاق کی تعلیق ہوئی نہ تین کی پھر جب شرط پائی گئی تو وہ حرہ تھی تو زوج کو تین طلاق کا اختیار ہوا تو دو
معلق واقع ہوئی تو ایک طلاق کی ملکیت زوج کو باقی رہی اسواسطے رجعت کرسکتا ہے والفاظ الشرط ہی علامات وجود الجزاء ان المکسورۃ و
وقع للحال مالو نوی التعلیق فیدین اور الفاظ شرط کے یعنی نشانیان وجود جزا کی یعنی یہ الفاظ بالذات وجود جزا پر دلالت کرتے ہین نزدیک جمہور کے
ایک ان مین سے ان مکسورہ ہی اور اگر زوج نے اوسکو فتح دیا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی جبتک کہ زوج تعلیق کی نیت نکرے اور اگر تعلیق کی نیت کریگا تو
اوسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے وکذا لو حذف الفاء من الجواب فی نحو طلبیۃ واسمیۃ وجامد وبما وقد ولن وبالتنفیس کما
فی شرح الملتقی اور اسیطرح فی الحال طلاق واقع ہوگی اگر ف کو جواب سے حذف کرے جملہ طلبیہ مین اور جملہ اسمیہ مین اور جملہ فعلیہ جامدہ مین اور ما وقد
متصل ہو اور لن اور قد اور تنفیس سے شارح کہتا ہے چنانچہ ہمنے اس مقام کو ملخص کیا ہے شرح ملتقی مین جملہ طلبیہ عبارت ہے امر اور نہی اور تمنی او
دعا سے اور جملہ اسمیہ کی مثال چنانچہ ان تعذبہم فانہم عبادک اور جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال چنانچہ ان تبدوا الصدقات فنعما ہی اور ما کی مثال فان تولیتم فما سألتکم
من اجر اور قد کی مثال چنانچہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ اور لن کی مثال چنانچہ وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ اور تنفیس کی مثال چنانچہ وان خفتم عیلۃ فسوف
یغنیکم اللہ من فضلہ اور ان اور کی مثال مناسب تعلیق طلاق کی یون ہے ان دخلت فانت طالق او دخلت طالق او فعسی ان تطلقی او فما انت لی بزوجۃ
او فقد طلقتک او فلن تطلقی او فسوف تطلقین خلاصہ یہ ہے کہ ان سب مواقع مین ف کا آنا واجب ہی پھر جب ف نہ ذکر کیا تو واقع ہوتی نہ
شرط کی شرط نہ ادا کی پھر سبب شرط نہ ثابت ہوئی تو تعلیق نہوئی جب تعلیق نہ رہی تو بالعفو طلاق فی الحال واقع ہوگی ہان اگر زوج تعلیق کی نیت کریگا تو
ہوگی نہ قضاءً کما مر ومثلہ اسم واذا واذا ما وکل ولم تسمع کلما الا منصوبۃ ولو مبتدأ لاضافتہا الی المبنی اور الفاظ شرط سے اذ ہے اور اذا
اور کل اور مسموع نہین ہوا لفظ کلما کا مگر منصوب اگرچہ وہ مبتدا ہو موجب مذہب ابن عصفور نحوی کے بسبب اضافت ہونے کلما کی طرف مبنی کی اور فتحہ
مفتوح ہی بدلیل اضافت الی المبنی ومتی ومتی ما ونحو ذلک ککونک طالق لو دخلت الدار تعلق بدخولہا اور الفاظ شرط سے متی
ہی اور مانند ان الفاظ کے جیسا لو چنانچہ انت طالق لو دخلت الدار یعنی تو طالق ہے اگر داخل ہوگی گھر مین تو طلاق معلق ہوگی عورت کے دخول پر ومن
دخل منکن الدار فہی طالق فلو دخلت واحدۃ مرارا طلقت بکل مرۃ لان الدخول اضیف الی جماعۃ فاراد عموم الدخول کذا فی
وہی غریبۃ وجملہ فی البحر احدی الروایتین اور مانند الفاظ مذکورہ کے لفظ من ہے چنانچہ قول زوج کا اپنی ازواج سے کہ جو تم مین سے داخل ہوگی
گھر مین تو اگر ایک عورت ان مین سے داخل ہوگی گھر مین چندبار تو اوسپر بعدد ہر بار داخل ہونیکی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دخول مضاف ہوا جماعت کیطرف
عموم زیادہ ہوگا یعنی تعمیم فعل کی ایک بار مراد ہوئی کذا فی الغایہ اور یہ مسئلہ غریب ہے وجہ غرابت کی یہ ہے کہ تکرار فعل کی نقط کا من مشہور نہ

امعو بحر الرائق مین روایت غایہ کو احد القولین مشہور ایا ہے اور کہا ہے کہ غیر کلما کے کوئی موجب تکرار فعل نہین کذا فی حاشیۃ الحموی وفیہا کلہا تنحل الیمین
لبطلان التعلیق اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلث لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء یعنی ان الفاظ
شرط مین سب مین باطل ہو جاتی ہے یمین بسبب باطل ہو جانے تعلیق کے جبکہ ایکبار شرط پائی جائے مگر کلما کے لفظ مین ایکبار شرط پائی جانے سے یمین باطل نہین ہوتی اسواسطے کہ
کلما مین بعد تین بار کے یمین باطل ہوتی ہے بواسطہ اقتضاء کلما کے عموم افعال کو جیسے کہ مقتضی ہے لفظ کل کا عموم اسماکو تو اگر زوج نے کہا کلما دخلت الدار فانت طالق
پہر عورت داخل ہوئی گہر مین تین بار تو وہ تین طلاق کر بائن ہوگی پہر اگر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح مین آویگی اور پہر داخل ہوگی تو کچھ
واقع نہوگا بسبب بطلان تعلیق کے اور اگر کہا کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت سے کہ مین نکاح کرون تو وہ طالق ہے تو ہر عورت مطلقہ ہوگی بعد نکاح کے
پہر اگر دوسری بار اوسی عورت سے نکاح کریگا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ کل عموم اسماکو مقتضی ہے نہ عموم افعال کو فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر الا
اذا دخلت کلما علی التزوج نحو کلما تزوجتک فانت کذا لدخولہا علی سبب الملک وہو غیر متناہ تو نہ واقع ہوگی طلاق کلما دخلت الدار
فانت طالق کے کہنے اور عورت کے تین بار داخل ہونیکے بعد اگر زوج اول اوس سے نکاح کریگا بعد زوج ثانی کے مگر جبکہ داخل ہو کلما تزوج کے لفظ پر چنانچہ کلما تزوجتک
فانت کذا یعنی جسوقت مین تجہسے تزوج کرون تو تو طالق ہے تو اس صورت مین بعد نکاح کرنے تین بار کے بہی تعلیق نہ باطل ہوگی بسبب داخل ہونے کلما کے ملک کے سبب پر
یعنی تزوج پر اور سبب ملک کا متناہی نہین تو طلاق واقع ہوگی ہر بار نکاح کرنے سے اگرچہ ستر بار نکاح کرے ستر زوج کے بعد اسواسطے کہ جب شرط پائی جاویگی یعنی
تزوج تو پایا جاویگا اوسکو جزا لاحق ہوگی یعنی طلاق ومن لطیف مسائلہا لو قال لموطوءتہ کلما طلقتک فانت طالق فطلقہا واحدۃ تقع ثنتان
اور مسائل کلما سے لطیف مسئلہ یہ ہے کہ اگر کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے کہ جب کہ مین تجہکو طلاق دون تو تو طالق ہے پہر اوسکو ایک بار طلاق دی تو دو بار طلاق واقع
ہوگی ایک طلاق بسبب تنجیز کے اور دوسری طلاق بسبب تعلیق کے بواسطہ وجود شرط کے وفی کلما وقع علیک طلاقی تقع ثلث لتکرر الوقوع لکنہ لا یزید
علی الثلث اور اس قول مین کہ کلما وقع علیک طلاقی فانت طالق یعنی جب تجہپر طلاق واقع ہو تو تو طالق ہے پہر اوسکو ایک طلاق دی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب
مکرر ہونے وقوع طلاق کے اسواسطے کہ جب ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی تو دوسری طلاق واقع ہوئی اور ثانی کے وقوع سے پہر شرط پائی گئی تو تیسری طلاق واقع
ہوئی وعلی ہذا القیاس الی غیر النہایۃ لیکن وقوع طلاق کا تین سے زیادہ نہوگا اسواسطے کہ تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اوسمین تکرار وقوع
کی نہین تو دو ہی بار واقع ہوگی نہ تین بار واللہ اعلم وزوال الملک من نکاح او یمین لا یبطل الیمین فلو ابانہا او باعہ فنکحہا او اشتراہ فوجد
الشرط طلقت وعتق لبقاء التعلیق ببقاء محلہ اور بعد تعلیق کے زوال ملک کا ملک نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا نہین باطل کرتا تعلیق کو تو اگر منکوحہ کو ایک
طلاق بائن دی اور اوسکی عدت گذر گئی یا غلام کو بیچا بعد تعلیق عتق کے پہر نکاح کیا مطلقہ بائنہ سے گو بعد زوج ثانی کے یا اوس غلام کو مول لیا پہر تعلیق کی
شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا بجہت بقاء تعلیق کے بسبب باقی رہنے محل تعلیق کے مراد محل تعلیق سے عورت اور غلام ہے اور یہ جو کہا کہ
زوال ملک مبطل تعلیق کا نہین اوس صورت مین ہے جب کہ زوال کمتر تین طلاق سے ہوا ہو اور اگر زوال ملک کا تین طلاق سے ہوا ہو تو بلا شبہ مبطل ہے تعلیق کا اسواسطے کہ
تنجیز تین طلاق کی مبطل ہے تعلیق کی کما مر وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکنہ ان وجد فی الملک طلقت وعتق والا لا اور باطل ہو جاتی ہے
تعلیق بعد پائی جانے شرط کے ہر طرح سے یعنی وجود شرط کا ملک مین ہوا ہو یا غیر ملک مین دونو طرح تعلیق باقی نہین رہتی لیکن اگر ملک مین شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ
ہوگی اور غلام آزاد ہوگا اور اگر شرط ملک مین نہ پائی گئی اسطرح کہ عورت داخل ہوئی گہر مین مثلا بعد ابانت اور انقضاء عدت کے قبل تزوج کے تو عورت مطلقہ نہوگی
اسیطرح غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ جزا شرط کو لاحق نہین ہوتی غیر ملک مین چنانچہ اسی پر شارح نے مسئلہ آیندہ کو متفرع کیا فحیلۃ من علق الثلث بدخول
الدار ان یطلقہا واحدۃ وبعد العدۃ تدخلہا فتنحل الیمین فینکحہا تو حیلہ اوس شخص کے واسطے جسنے معلق کیا تین طلاق کو دخول دار پر یہ ہے کہ عورت
کو ایک طلاق دے پہر چپکا ہو رہے یہان تک کہ اوسکی عدت گذر جاوے اور بعد عدت کے عورت گہر مین داخل ہو تو ٹوٹ جاویگی تعلیق اسواسطے کہ بعد وجود شرط کے
تعلیق باطل ہو جاتی ہے پہر اوس عورت سے نکاح کرلے تو اگر عورت پہر اوس گہر مین داخل ہوگی تو کچہہ نہ واقع ہوگا اور یہ اوس صورت مین ہے جب کہ تعلیق بکلمہ کلما نہو

مذاکرہ کا اعتبار ہوگا یا تعلیق میں تعلیق باطل ہوگی تو وہاں بعد عدت کے قبل عادۂ نکاح کے عورت کسی اور گھر میں داخل ہوتا جاوے تب تعلیق باطل ہوگی کما مر کذا فی حاشیۃ الحموی
وَاِنِ اخْتَلَفَا فِیْ وُجُوْدِ الشَّرْطِ اَیْ ثُبُوْتِہٖ لِیَعُمَّ الْعَدَمِیَّ فَالْقَوْلُ لَہٗ مَعَ الْیَمِیْنِ لِاِنْکَارِہِ الطَّلَاقَ پھر اگر اختلاف کریں زید یا اوسکی زوجہ بیچ وجود شرط
یعنی ثبوت شرط میں اور لفظ وجود کو ثبوت سے اسواسطے تعبیر کیا تاکہ شرط عدمی کو بھی شامل ہو جیسا کہ اِنْ لَمْ تَدْخُلِی الدَّارَ الْیَوْمَ فَاَنْتِ طَالِقٌ تو حالت اختلاف میں قول قسم
اوسکے ساتھ معتبر ہوگا بسبب انکار زوجہ کے طلاق کو اور یہ معتبر قول منکر کا ہوتا ہے وَمُفَادُہٗ اَنَّہٗ لَوْ عَلَّقَ طَلَاقَہَا بِعَدَمِ وُصُوْلِ نَفَقَتِہَا اَیَّامًا فَادَّعَی الْوُصُوْلَ
وَاَنْکَرَتْ اَنَّ الْقَوْلَ لَہٗ ... بہ جَزَمَ فِی الْقُنْیَۃِ اور بیان تعلیل مذکور کا یہ ہے کہ اگر معلق کیا زوج نے طلاق کو جیسے رونہ خرچ عورت کے نہ پہنچنے پر یعنی یوں کہا کہ اگر
تجھکو میرا نفقہ چند روز نہ پہنچے تو تو طالق ہے پھر دعوی کیا زوج نے وصول کا اور انکار کیا اوس کا عورت نے تو قول زوج کا معتبر ہوگا اور اسی روایت پر یقین کیا ہے
قنیہ میں بظاہر صورت منکر معلوم ہوتی ہے لیکن ورحقیقت وہ مدعی ہے طلاق کی اور نفس الامر میں ثبوت شرط کا اور طلاق کا زوج منکر ہے تو اوسیکا قول معتبر ہوگا لٰکِنْ
صُحِّحَ فِی الْخُلَاصَۃِ وَالْبَزَّازِیَّۃِ اَنَّ الْقَوْلَ لَہَا وَاَقَرَّہٗ فِی الْبَحْرِ وَالنَّہْرِ وَہُوَ یَقْتَضِیْ تَخْصِیْصَ الْمُتُوْنِ لٰکِنْ قَالَ الْمُصَنِّفُ جَزَمَ شَیْخُنَا فِیْ فَتَاوَاہُ
بِمَا یَقْتَضِیْہِ الْمُتُوْنُ وَالشُّرُوْحُ لِاَنَّہَا الْمَوْضُوْعَۃُ لِنَقْلِ الْمَذَاہِبِ کَمَا لَا یَخْفٰی لیکن تصحیح کی ہے خلاصہ اور بزازیہ میں اسکی کہ مسئلہ سابقہ میں عورت
ہی کا قول معتبر ہے اور اسیکو ثابت رکھا ہے بحر الرائق اور نہر الفائق میں اور یہ مقتضی ہے متون کی تخصیص کا اسواسطے کہ متون میں مطلقاً قول زوج ہی معتبر ہے اختلاف
کے نزدیک خواہ وصول نفقہ میں اختلاف ہو یا اوسکے غیر میں لیکن مصنف نے منح الغفار میں کہا ہے کہ ہمارے استاد یعنی بحر الرائق کے مصنف نے یقین کیا ہے اپنے فتوی میں
موافق متون اور شروح کے اسواسطے کہ متون اور شروح ہی موضوع ہیں نقل مذہب میں تو بلا شبہہ روایت متون اور شروح کی مقدم ہوگی خلاصہ اور بزازیہ کی
روایت پر اسواسطے کہ وہ دونوں فتاوی ہیں نہ اصل ہیں چنانچہ یہ امر اہل فقہ کے نزدیک مخفی نہیں اِلَّا اِذَا بَرْہَنَتْ فَاِنَّ الْبَیِّنَۃَ تُقْبَلُ عَلَی الشَّرْطِ وَاِنْ کَانَ نَفْیًا
کَاِنْ لَمْ یَجِیْءْ صِہْرِی اللَّیْلَۃَ فَامْرَأَتِیْ کَذَا فَشَہِدَا اَنَّہٗ لَمْ یَجِیْءْ قُبِلَتْ وَطُلِّقَتْ مگر جبکہ عورت گواہ لاوے اپنے دعوی پر تو گواہ مقبول ہونگے شرط پر اگرچہ
شرط نفی کی ہو چنانچہ یوں کہا زوج نے کہ اگر آج کی رات میری خوشدامن یا میری سالی نہ آوے گی تو میری عورت طالق ہے پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ خوشدامن یا
سالی زوج کے پاس نہیں آئی تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور عورت مطلقہ ہوگی کذا فی منح الغفار ہرچند کہ نفی پر گواہی مسموع نہیں لیکن یہاں اسواسطے مسموع ہے
کہ یہ ظاہر میں نفی ہے لیکن حقیقت میں اثبات ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وَفِی التَّبْیِیْنِ اِنْ لَمْ اُجَامِعْکِ فِیْ حَیْضِکِ فَاَنْتِ طَالِقٌ اَلسُّنَّۃَ ثُمَّ
قَالَ جَامَعْتُکِ اِنْ حَائِضًا فَالْقَوْلُ لَہٗ لِاَنَّہٗ یَمْلِکُ الْاِنْشَاءَ وَاِلَّا لَا انْتَہٰی قُلْتُ فَالْمَسْئَلَۃُ السَّابِقَۃُ وَالْاٰتِیَۃُ لَیْسَتَا عَلٰی اِطْلَاقِہِمَا اور تبیین
میں یوں روایت ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر میں تجھسے جماع کروں تیرے حیض کے اندر تو طالق ہے موافق سنت کے پھر زوج نے کہا کہ میں نے تجھسے جماع حیض میں کیا اگر دعوی
جماع کیوقت عورت کو حیض موجود ہو تو زوج ہی کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ مالک ہے انشاء جماع کا یعنی حیض میں جماع کرنا اوسکو ممکن ہے گو شرعاً جائز نہیں اور اگر
وقت دعوی جماع کے عورت طاہر ہو حائض نہیں تو قول زوج کی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ واقع اوسکے قول کے مخالف ہے اور طلاق سنت کا وقت موجود ہے یعنی طہر
شارح کہتا ہے کہ مسئلہ سابقہ یعنی اِنِ اخْتَلَفَا فِیْ وُجُوْدِ الشَّرْطِ فَالْقَوْلُ لَہٗ اور مسئلہ آیندہ یعنی اِنْ حِضْتِ فَاَنْتِ طَالِقٌ یہ دونوں مسئلے اپنے اطلاق پر نہیں یعنی مقید ہیں
مطلق نہیں اسواسطے کہ تقیید مسئلہ سابقہ کی تبیین کی روایت سے ثابت ہوئی یعنی وقت طہارت حیض کے زوج کا قول معتبر نہیں اور تقیید مسئلہ آیندہ کی خود متن میں مصرح
ہے وَمَا لَا یُعْلَمُ وُجُوْدُہٗ اِلَّا مِنْہَا صُدِّقَتْ فِیْ حَقِّ نَفْسِہَا خَاصَّۃً اِسْتِحْسَانًا بِلَا یَمِیْنٍ عَلٰی الرَّاجِحِ اور جو شرط ایسی ہو کہ وجود اوسکا معلوم ہو سکے بجز عورت کے جیسا کہ
حیض اور محبت یعنی تو وہاں عورت کے قول کی تصدیق ہوگی فقط اوسکی ذات کے حق میں نہ غیر کے حق میں اسواسطے کہ اپنے واسطے وہ امین ہے اور اپنی سوت کے واسطے متہم ہے
کذا فی حاشیۃ الہدایۃ تصدیق قول عورت کی باعتبار استحسان کے ہے نہ قیاس کے کذا فی النہر الفائق بمجرد استحسان کی وجہ تو یہ ہے کہ یہ شرط بدون عورت کے معلوم نہیں ہو سکتی
ایسا ہی حکم شرعی مترتب ہوا تو عورت ہی اوسکی خبر دینا واجب ہوا تاکہ حرام میں نہ واقع ہو وَمِنْ ہٰہُنَا کَمَا لَفِیْ وَاحْتِلَامٍ کَحَیْضٍ فِی الْاَصَحِّ اور جو عورت
قریب البلوغ یا بعد کی برابر ہے احتلام مانند حیض کے ہے قول اصح میں تو اگر حیض پر تعلیق طلاق کی ہو یعنی اور کہا قریب البلوغ نے کہ مجھکو حیض آیا تو اوسکی تصدیق ہوگی
اسی طرح غلام قریب البلوغ کو آیا ہے یہ کہ احتلام پر معلق ہوئی اور قیاس سے کہا کہ مجھکو احتلام ہوا تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی مثل حیض کے کقولہ

اِنْ حِضْتِ فَاَنْتِ طَالِقٌ وَفُلَانَةٌ اَوْ اِنْ كُنْتِ تُحِبِّيْنَ عَذَابَ اللّٰهِ فَاَنْتِ كَذَا اَوْ عَبْدُهٗ حُرٌّ فَلَوْ قَالَتْ حِضْتُ وَالْحَيْضُ قَائِمٌ فَاِنِ انْقَطَعَ لَمْ يُقْبَلْ
قَوْلُهَا زَيْلَعِیْ وَصَدْرُ الشَّرِيْعَةِ وَاِنْ كَذَّبَهَا طَلُقَتْ هِيَ فَقَطْ اِنْ كَذَّبَهَا الزَّوْجُ فَاِنْ صَدَّقَهَا اَوْ عَلِمَ وُجُوْدَ الْحَيْضِ طَلُقَتَا جَمِيْعًا حَلَّادِيْ چنانچہ یون کہنا زوج کا کہ اگر تو حائض
ہوئی تو تو طالق ہے اور فلانی عورت طالق ہے یا یون کہا کہ اگر تو عذاب خدا کو دوست رکھتی ہو تو تو طالق ہے یا غلام اوسکا آزاد ہے تو اگر عورت نے کہا کہ میں حائض ہوئی
اور حالانکہ حیض اوسوقت قائم ہے اور اگر حیض منقطع ہوگیا تو اوسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ زیلعی اور صدر الشریعہ نے اسکو مصرح کیا ہے یا عورت نے یون کہا مسئلہ ثانیہ
کے جواب مین کہ مین عذاب خدا کو دوست رکھتی ہون تو فقط وہی عورت مخبرہ مطلقہ ہوگی نہ اوسکی سوت اگر زوج نے اوسکی تکذیب کی اور اگر [illegible] اوسکی تصدیق
کی یا زوج کو اوسکے حیض کا ہونا معلوم ہوگیا تو دونون عورتین مطلقہ ہونگی یعنی خبر دینی والی اور اوسکی سوت کذا صرح الحدادی وَفِيْ اِنْ حِضْتِ لَا يَقَعُ بِرُؤْيَةِ الدَّمِ
لِاِحْتِمَالِ الْاِسْتِحَاضَةِ فَاِنِ اسْتَمَرَّ ثَلٰثًا وَقَعَ مِنْ حِيْنَ رَاَتْ وَكَانَ بِدْعِيًّا اور اس قول مین کہ اگر تو حائض ہوگی تو تو طالق ہے طلاق نہ واقع ہوگی بمجرد نظر
آنے خون کے بسبب احتمال کے کہ شاید وہ استحاضہ کا ہو پھر اگر خون برابر جاری رہا تین دن تو طلاق واقع ہوگی اوسوقت سے جب سے کہ عورت نے خون کو دیکھا
اور یہہ طلاق بدعی ہوگی اسواسطے کہ حیض مین واقع ہوئی فَلَوْ غَيْرَ مَدْخُوْلَةٍ فَتَزَوَّجَتْ بِاٰخَرَ فِيْ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ صَحَّ فَلَوْ مَاتَتْ فِيْهَا فَاِرْثُهَا لِلْاَوَّلِ دُوْنَ الثَّانِيْ
وَتُصَدَّقُ فِيْ حَقِّهَا دُوْنَ ضَرَّتِهَا پھر اگر عورت غیر مدخولہ ہو سو وہ نکاح کرے دوسرے زوج سے تین دن مین تو یہہ نکاح صحیح ہوگا پھر اگر غیر مدخولہ بعد نکاح زوج ثانی کے مرگئی
تین دن کے اندر تو وراثت اوس عورت کی زوج اول کو ہوگی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ یہہ خون حیض تھا یا نہین کیونکہ حیض تین دن سے کم نہین ہوتا اور اگر تین دن برابر
خون جاری رہا تو زوج ثانی اوسکا وارث ہوگا اور تصدیق ہوگی عورت کے قول کی اوسکی حق مین نہ اوسکی سوت کے حق مین کامر وَفِيْ اِنْ حِضْتِ حَيْضَةً اَوْ
نِصْفَهَا اَوْ ثُلُثَهَا اَوْ سُدُسَهَا لِعَدَمِ تَجَزِّيْهَا لَا يَقَعُ حَتّٰى تَطْهُرَ مِنْهَا لِاَنَّ الْحَيْضَةَ اِسْمٌ لِلْكَامِلِ اور زوج کے اس قول مین کہ اگر تو حائض ہوگی ایک حیض کر
یا نصف حیض یا ثلث حیض یا سدس حیض کر یعنی کل اور بعض حیض کہنا یکسان ہے بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے تو ایک یا بعض حیض کی تعلیق سے طلاق نہ واقع
ہوگی یہانتک کہ پاک ہوجاوے عورت اوس سے اسواسطے کہ ایک حیض نام ہے پورے حیض کا اور پورا ہونا بدون پاکی کے متصور نہین ثُمَّ اِنَّمَا يُقْبَلُ قَوْلُهَا حَالَ
الْحَيْضَةِ الْاُخْرٰى جوہرہ کا یہہ ہے کہ قول عورت کا حیض ہونے مین وہانتک مقبول ہے کہ اوسنے دوسری بار حیض نہین دیکھا کذا فی الجوہرہ یعنی حالت حیض مین یا
بعد پاکی ہر دوسرے حیض کا اظہار کیا تب تک مقبول ہوگا اور اگر حیض ثانی مین اظہار کیا تو مقبول نہوگا وَفِيْ اِنْ صُمْتِ يَوْمًا فَاَنْتِ طَالِقٌ تُطَلَّقُ حِيْنَ تَغْرُبُ
الشَّمْسُ مِنْ يَوْمِ صَوْمِهَا بِخِلَافِ اِنْ صُمْتِ فَاِنَّهُ يَصْدُقُ بِسَاعَةٍ اور اس قول مین کہ اگر تو روزہ رکھیگی ایک دن تو تو طالق ہے تو طلاق واقع ہوگی وقت
غروب آفتاب کے جس دن روزہ رکھے بخلاف اس قول کے کہ اِنْ صُمْتِ یعنی اگر تو صائم ہوگی تو تو طالق ہے تو غروب آفتاب کی ضرورت نہین اسواسطے کہ صوم لغوی
ایک ساعت پر بھی صادق آتا ہے قَالَ لَهَا اِنْ وَلَدْتِ غُلَامًا فَاَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً وَاِنْ وَلَدْتِ جَارِيَةً فَاَنْتِ طَالِقٌ ثِنْتَيْنِ فَوَلَدَتْهُمَا وَلَمْ يُدْرَ الْاَوَّلُ تَطْلُقُ
وَاحِدَةً قَضَاءً وَثِنْتَانِ تَنَزُّهًا اَيْ اِحْتِيَاطًا لِاِحْتِمَالِ تَقَدُّمِ الْجَارِيَةِ کہا زوجہ سے کہ اگر تو لڑکا جنی تو تجھکو ایک بار طلاق ہے اور لڑکی جنی تو تجھکو دو بار طلاق
ہے سو عورت لڑکا اور لڑکی ایک کو بعد دوسرے کے جنی اور معلوم نہین کہ اول کون جنی لڑکا یا لڑکی تو لازم ہوگی اوسکو ایک طلاق باعتبار قضا کے اور دو
بار طلاق باعتبار احتیاط کے بسبب احتمال تقدم جاریہ کے یعنی شاید اول لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو وَمَضَتِ الْعِدَّةُ بِالثَّانِيْ فَلِذَا لَمْ يَقَعْ بِهٖ شَيْءٌ لِاَنَّ الطَّلَاقَ
الْمُقَارِنَ لِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ لَا يَقَعُ اور آخر ہوگی عدہ اس طلاق کی ولد ثانی سے اور اسی سبب سے ولد ثانی کے تولد سے کچھہ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ جو طلاق کہ
متصل ہو انقضاء عدت کے اوس سے کچھہ نہین واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ الیمنی فَاِنْ عُلِمَ الْاَوَّلُ فَلَا كَلَامَ وَاِنِ اخْتَلَفَا فَالْقَوْلُ لِلزَّوْجِ لِاَنَّهٗ مُنْكِرٌ وَاِنْ تَحَقَّقَ
وِلَادَتُهُمَا مَعًا وَقَعَ الثَّلٰثُ فِيْ نِعْتَدَّ بِالْاَقْرَاءِ پھر اگر معلوم ہو پہلا ولد تو اوسمین کچھہ کلام کی حاجت نہین یعنی اگر عورت اول لڑکا جنی تو ایک طلاق واقع ہوگی
اور عدت لڑکی پیدا ہونیسے آخر ہوگی پھر دوسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر اول لڑکی جنی تو دو بار طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکا ہونیسے منقضی ہوگی پھر تیسری طلاق
نہ واقع ہوگی اور اگر زوجین مین اختلاف ہوا سو عورت نے دعوی کیا کہ اول لڑکی پیدا ہوئی اور زوج نے کہا کہ نہین اول لڑکا ہوا تو زوج کا قول معتبر ہوگا
اسواسطے کہ وہ منکر ہے لزوم طلاق ثانی کا اور اگر ثابت ہوئی دونون کی ولادت ساتھہ ہی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور عدت اوسکی تین حیضون سے

ہو گی اسواسطے کہ عدت بسبب ولادت کے منقضی نہین ہوئی اسواسطے کہ ولادت ذلیل ہی مناسب ہو واقع ہو گئی طلاق کی وان ولدت غلاما وجاریتین ولم یدر الاول

یقع ثنتان قضاء وثلاث تنزها اور اگر جنی عورت ایک لڑکا اور دو لڑکیان اور پہلا ولد معلوم نہین تو دو بار طلاق باعتبار قضا کی واقع ہو گی اور تین بار باعتبار

احتیاط کے اسواسطے کہ اگر لڑکا اول یا درمیان مین ہو گا تو تین بار طلاق ہو گی ایک اوسکے سبب اور دو پہلی لڑکی کے سبب اور اگر لڑکا آخر ہو گا تو دو طلاق

پہلی لڑکی کے سبب ہو گی پیر باقی دو سے کچھ نہ واقع ہو گا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن النہر وان ولدت غلامین وجاریۃ فواحدۃ قضاء وثلث تنزہا

اور اگر عورت دو غلام اور ایک جاریہ جنی اور پہلا معلوم نہین تو بنا بر قضا کے ایک طلاق واقع ہو گی اور بنا بر احتیاط کے تین اسواسطے کہ اگر دو غلام پہلے ہین تو ایک

طلاق ایک غلام کے سبب سے واقع ہو گی دوسری غلام کے سبب سے کچھ نہ واقع ہو گا اسواسطے کہ تعلیق باطل ہوئی بسبب اول غلام کے اور بسبب ولادت جاریہ کے کچھ نہ ہو گا

اسواسطے کہ انقضا ہو عدت اوسکی ولادت سے متعلق ہے اور اگر جاریہ اول ہو یا وسط تو تین طلاق واقع ہو گی ایک طلاق بسبب اول غلام کے اور دو بسبب جاریہ کے

تو یہ مسئلہ محتمل ہے ایک کو اور تین کو تو قضا مین اقل لازم ہو گا اور بنا بر احتیاط کے اکثر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وھذا بخلاف ما لو قال ان کان حملک

غلاما فانت طالق واحدۃ وان کان جاریۃ فثنتین فولدت غلاما وجاریۃ لم تطلق لان الحمل اسم للکل فما لم یکن الکل غلاما او جاریۃ

لم تطلق اور یہ مسئلہ ولادت کا مخالف ہو مسئلہ حمل سے اسطرح کہ اگر کہا زوج نے کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہو تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہو تو دو طلاق ہین پہر وہ

لڑکا اور لڑکی ساتھی جنی تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ حمل نام ہو کل کا اسواسطے کہ اسم جنس مضاف ہو تو کل کو شامل ہو گا تو جبتک کل حمل لڑکا یا لڑکی ہو گا تو

طلاق نہ واقع ہو گی بسبب نہ پائے جانے شرط کے وکذا لو قال ان کان ما فی بطنک غلاما والمسئلۃ بحالہا للعموم ما اور اسیطرح طلاق نہ واقع ہو گی

اگر زوج نے کہا کہ جو تیرے پیٹ مین ہے اگر وہ لڑکا ہو تو تجھکو ایک طلاق ہے تو پہر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھی جنی تو طلاق نہ واقع ہو گی بسبب عموم لفظ ما کے تو مطلب

یہ ہوا کہ جب جمیع ما فی البطن لڑکا ہو تب شرط پائی جاتی ہے حالانکہ ایسا نہین بخلاف ان کان فی بطنک والمسئلۃ بحالہا فانہ یقع الثلث لعدم

اللفظ العام بخلاف سابق کے یہ مسئلہ ہو کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرے پیٹ مین لڑکا ہو تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہو تو دو طلاق ہین پہر عورت لڑکا

اور لڑکی ساتھی جنی تو تین طلاق واقع ہو نگی اسواسطے کہ اس قول مین کوئی عام لفظ نہین کہ جمیع ما فی البطن مراد ہو بلکہ لفظ فی البطن کا لڑکا اور لڑکی دونون پر

صادق آتا ہے **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے لو علق طلاقہا بحبلہا لم تطلق حتی تلد لاکثر من سنتین من وقت الیمین اگر معلق کیا طلاق

کو عورت کے حمل پر تو طلاق اوسپر نہ واقع ہو گی یہانتک کہ جنے دو برس سے زیادہ وقت تعلیق سے یعنی بعد تعلیق کے جبتک دو برس سے زیادہ ولادت نہو گی

طلاق نہ واقع ہو گی اور اگر قبل دو برس کے یا پوری دو برس مین جنی تو طلاق نہو گی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید حمل تعلیق سے پہلے ہوا ہو کذا فی حاشیۃ الدر قال

ان ولدت ولدا فانت طالق او حرۃ فولدت ولدا میتا طلقت وعتقت کہا کہ اگر تو لڑکا جنے گی تو تو طالق ہے یا آزاد ہے پہر عورت مردہ لڑکا جنی تو مطلقہ

ہو گی اور لونڈی آزاد ہو گی اسواسطے کہ مردہ کو بھی لڑکا کہتے ہین قال لام ولدہ ان ولدت فانت حرۃ فتنقضی بہ العدۃ جوہرہ کہا مولی نے

اپنی ام ولد سے کہ اگر تو جنے گی تو تو آزاد ہے پہر وہ مردہ لڑکا جنی تو اوسکی تولد سے ام ولد کی عدت منقضی ہو جا ئیگی کذا فی الجوہرہ وھم علی اور طحطاوی محشیون نے

کہا کہ اس مسئلہ مین سہو واقع ہوا ہے اسواسطے کہ عدت نہین ہوتی مگر بعد آزاد ہونیکے اور آزادی ثابت نہین ہوتی مگر بعد ولادت کے تو کیونکر ولادت سے عدت منقضی

ہو گی شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ قیاس تو یہی ہے لیکن عدت سے مقصود تو یہ ہو کہ رحم کی صفائی معلوم ہوا در ولادت سے صفائی ثابت ہو گئی لہذا ولادت ہی

پر اکتفا کی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الدر فی حلق العتاق والطلاق ولو التلث بشیئین حقیقۃ بتکرر الشرط او لا کان جاء زید و بکر فانت

کذا یقع المعلق ان وجد الشرط الثانی فی الملک والا لا لاشتراط الملک حالۃ الحنث والمسئلۃ رباعیۃ تعلیق کی عتاق اور طلاق کی دو چیز پر

ہون دو چیز ہر فی الحقیقت دو پر تعلیق ہو بسبب مکرر لانے شرط کے اسطرح کہ اگر آویگا زید اور اگر آویگا بکر تو تو طالق ہے یا تعلیق دو چیز پر بدون تکرار شرط کے ہو

اسطرح کہ اگر آویگا زید اور بکر تو تو طالق ہے یا آزاد ہے تو عتاق اور طلاق معلق واقع ہو گی اگر شرط ثانی ملک مین پائی جاوے اور اگر شرط ثانی ملک مین نہ پائی گئی تو معلق نہ واقع ہو گی بسبب شرط

ہونے ملک کے وقت حنث کے یعنی تعلیق ٹوٹنے کے وقت ملک ضرور ہے پہر جب شرط ثانی ملک مین نہ حاصل ہوئی تو معلق نہ واقع ہو گی اور شرط اول کا ملک مین حاصل ہونا

کا فی نہین اور یہہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتونکا محتمل ہے ایک صورت یہہ کہ دونو چیزین ملک مین پائی جاوین اسمین طلاق واقع ہوگی دوسری صورت یہہ کہ دونو
چیزین ملک مین نہ پائی جاوین اسمین طلاق نہوگی تیسری صورت یہہ کہ اول چیز ملک مین پائی گئی نہ دوسری تو اسمین طلاق نہوگی چوتھی یہہ کہ دوسری چیز
ملک مین پائی گئی نہ پہلے اسمین طلاق واقع ہوگی علی الثلث او العتق لامته بالوطی حنث بالتقاء الختانین ولم یجب علیه العقر فی المسئلتین
باللبث بعد الایلاج لان اللبث لیس بوطی معلق کیا تین طلاق کو یا اپنی لونڈی کی آزادی کو جماع پر تو حانث ہوگا بمجرد ملنے [illegible] یعنی بمجرد
دخول کے طلاق اور آزادی ثابت ہوگی اور نہ واجب ہوگا مرد پر عقر دونو صورتونمین بسبب توقف اور دیر لگی کے بعد ادخال کے اسواسطے کہ ٹھہرنا اور دیر لگی جماع
نہین بلکہ جماع عبارت ہے ادخال سے اور ادخال بعد طلقات ثلثہ اور عتق کے نہین پایا گیا م عقر عبارت ہے مہر مثل سے حرہ مین اور لونڈی مین دسوان حصہ قیمت کا اگر
وہ باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہو تو بیسوان حصہ ولذا لم یصر به مراجعا فی الطلاق الرجعی اور چونکہ لفظ ٹھہرنا بدون ادخال کے جماع نہین لہذا بسبب ٹھہرنیکے
طلاق رجعی مین زوج مراجع نہوگا یعنی زوج نے دخول کیا پھر عورت کو طلاق رجعی دی اور ٹھہر گیا بدون حرکت کے تو بمجرد اس ٹھہرنیکے رجعت ثابت نہوگی نزدیک
محمد کے اسواسطے کہ اس فعل کو جماع نہین کہتے اور ابو یوسف کے نزدیک فقط اسی فعل سے رجعت ثابت ہے اسواسطے کہ بعد طلاق رجعی کے ٹھہرنا مساس سے خالی نہین
اور مساس مثبت ہے رجعت کا بحر الرائق مین کہا کہ مذہب ابو یوسف کا بقوت دلیل کے لائق ترجیح کے ہے کذا فی حاشیة المدنی الا اذا اخرج ثم ادخل
ثانیا حقیقة او حکما بان حرک نفسه فیصیر مراجعا بالحرکة الثانیة ویجب العقر لا الحد لاتحاد المجلس مگر جبکہ زوج نے نکالا بہر
داخل کیا دوبارہ خواہ ادخال ثانی حقیقةً ہو اسطرح کہ آلہ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے جدا کیا پھر داخل کیا یا ادخال حکما ہو اسطرح کہ بلا انفصال حرکت دی بدون
اخراج اور ادخال کے تو دونو طرح زوج مراجع ہوگا بسبب دوسری حرکت کے طلاق رجعی مین اور مرد پر عقر واجب ہوگا تین طلاق یا عتق کی تعلیق مین اور حد
نہ واجب ہوگی بسبب متحد ہونے مجلس حنث اور وطی کے م اس قول سے شارح نے معراج الدرایة کے اعتراض کو دفع کیا اوسمین یون مذکور ہے کہ تعلیق عتق
مین جب کہ آلہ تناسل کو خارج کیا پھر داخل کیا تو چاہیئے کہ مرد پر حد زنا واجب آوے اسواسطے کہ یہہ وطی بعد آزاد ہونے لونڈی کے نہ ملک مین واقع ہوئی نہ شبہہ
حلت مین بخلاف مسئلہ تعلیق طلاق کے کہ وہان شبہہ حلت کا موجود ہے یعنی عدت شارح نے جواب دیا کہ بسبب اتحاد مجلس کے یہہ فعل ابتدائی نہین ہر وجہ سے
کہ حد لازم آوے کذا فی حاشیة المدنی لا تطلق الجدیدة فی قوله للقدیمة ان نکحتها ای فلانة علیک فهی طالق اذا نکح فلانة علیها فی
عدة البائن لان الشرط مشارکتها فی القسم ولو نوجت نہ مطلقہ ہوگی منکوحہ جدیدہ منکوحہ قدیمہ کو اسطرح کہنے زوج کے کہ اگر مین فلانی سے نکاح کرون
تیرے اوپر تو وہ طالق ہے جب کہ نکاح کیا زوج نے فلانی سے قدیمہ پر اوسکی طلاق بائن کی عدت مین یعنی اول قدیمہ کو طلاق بائن دی پھر اوسکی عدت مین جدیدہ سے
نکاح کیا تو جدیدہ پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شرط طلاق جدیدہ کی مشارکت تھی جدیدہ کی قدیمہ کے ساتھ باری مین حالانکہ مشارکت مذکورہ بعد طلاق بائن
کے موجود نہین م عدم لزوم قسم کی تعلیل خوب نہین اسواسطے کہ اگر جدیدہ سے سفر مین زوج نکاح کریگا تو بھی طلاق واقع ہوگی حالانکہ سفر مین باری نہین
تو عدم بقای نکاح قدیمہ بہتر تعلیل ہے عدم طلاق کی کذا فی حاشیة المدنی ولو نکح فی عدة الرجعی او لم یقل علیک طلقت الجدیدة ذکره مسکین
وقیده فی النهر بحثا بما اذا اراد رجعتها والا فلا قسمة لها کما مر اور اگر نکاح کیا جدیدہ سے قدیمہ کی عدت رجعی مین یا زوج نے یون نہ کہا کہ اگر
تیرے اوپر نکاح کرون بلکہ یون کہا کہ اگر فلانی سے نکاح کرون تو وہ طالق ہے تو دونو صورتونمین منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی مذکور کیا اسکو مسکین نے اور نہر الفائق
مین بحث کر کے طلاق مذکور کو مقید کیا ہے قصد رجعت سے یعنی زوج جب قدیمہ سے رجعت کا ارادہ رکھتا ہو تب جدیدہ پر طلاق واقع ہوگی اور اگر ارادہ رجعت کا
نہین تو مطلقہ رجعی کی باری نہین چنانچہ باب القسم مین اسکا بیان ہو چکا پھر جب اوسکی باری نہوئی تو جدیدہ مطلقہ بھی نہوگی بسبب عدم شرط کے م عنقریب گذرا
سفر مین باری نہین حالانکہ وہان بھی نکاح جائز نہین تو بحث صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیة المدنی قال لها انت طالق ان شاء الله
متصلا الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساک فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد او طلاق او
کانت طالق یا زانیة او یا طالق ان شاء الله صح الاستثناء خانیة کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے انشاء الله لاکر مگر یہہ کہ انشاء الله کو متصل نہ کہا

بسبب ورم وغیرہ کے یا کھانسی کے یا ڈکار سے یا چھینک سے یا ہکلا پن سے یا کسی کے منہ بند کر دینے سے یا بسبب لفظ فاصل کے جو مفید ہو تاکید طلاق یا تکمیل طلاق کو فاصل
تاکید کی مثال جیسا کہ انتِ طالقٌ طالقٌ طالقٌ انشاء اللہ اور فاصل تکمیلی کی مثال جیسا کہ انتِ طالقٌ واحدۃً او ثلثا او ثنتا انشاء اللہ اور بسبب فاصل کی جو مفید
حد کا یا طلاق کا ہو تاکا جیسا کہ مفید حد کی مثال انت طالق بائنا انشاء اللہ اور مفید طلاق کی مثال انت طالق یا طالق انشاء اللہ اور مفید حد کی مثال انت طالق البتۃ
انشاء اللہ تو ان صورتوں میں استثنا صحیح ہے کذا فی الکافیہ یعنی استثنا منفصل مانع اتصال استثنا کا نہیں بخلاف الفاصل اللغو کانت طالق رجعیا
انشاء اللہ فانہ یقع ولا کما لا یقع بخلاف فاصل لغو کے جیسا کہ یوں کہا کہ انت طالق رجعیا انشاء اللہ تو اسمیں طلاق واقع ہوگی اسلئے کہ رجعیا کا قائل لغو ہے اس واسطے کہ
لفظ طلاق خود موضوع ہے واسطے طلاق رجعی کے تو رجعیا کہنا محض بیفائدہ ہوا تو مانع ہوگا صحت استثنا کو اور اگر یوں کہیگا کہ انت طالق بائنا انشاء اللہ تو طلاق
نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ یہہ فاصل لغو نہیں کہ مانع ہو صحت استثنا کا بلکہ یہہ فاصل تکمیلی ہے جیسا کہ جوہرہ میں ہے ولو قال رجعیا او بائنا یقع بنیۃ البائن
لا الرجعی قنیۃ وقواہ فی النہر اور اگر زوج نے کہا انت طالق رجعیا او بائنا انشاء اللہ تو طلاق واقع ہوگی بائن کی نیت سے نہ رجعی کی نیت سے یہہ کہنا
قنیہ اور تقویت دی ہے روایت قنیہ کو نہر الفائق میں ہم بحر الرائق میں قنیہ کی روایت کی تضعیف ہے اور رسائل میں اوسکی تقویت ہے اور در المختار کے محشی
ہے یعنی شیخ رحمتی اور حلبی نے بحر الرائق کی تصویب کی ہے بسبب صراحت دلیل کے یعنی جب ذکر رجعی کا سبب سے طلاق کا تو نیت بائن کی بھی سبب طلاق کی ہوگی
اور جب کہ ذکر بائن کا سبب طلاق نہیں ہوتی تو اوسکی نیت سے بھی طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی مسموعًا بحیث لو قرّب شخصٌ اذنہ الی فیہ یسمع
وصح استثناء الاصم حاشیہ استثنا متصل مسموع ہو لازم کہ اگر نزدیک کرے کوئی شخص اپنا کان متکلم کے منہ کیطرف تو سن لے تو صحیح ہوا استثنا کرنا
بہرے آدمی کا کذا فی الخانیہ یعنی جسطرح کہ یہہ صحیح ہے کہ دوسرا آدمی کان لگا کے سن سکے تو بہرے آدمی کا استثنا کرنا بھی صحیح ہوگا گو خود وہ نہ سنتا لیکن دوسرا
سن سکتا ہے تو یہہ قول جو مشہور ہے نطقا کا یہ مسموع قول وہ ہے جسکو آپ سنے اور سن سکے اسیکو مستثنی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا یقع للشک نہ واقع ہوگی طلاق انشاء اللہ
کہنے سے بسبب شک کے اسواسطے کہ زوج نے طلاق کو معلق کیا خدا کی مشیت پر اور خدا کی مشیت معلوم نہیں تو ہمکو شک پیدا ہوا مشیت اور عدم مشیت میں اور نکاح ثابت
ہو چکا ہے بالیقین تو طلاق نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے وان ماتت قبل قولہ ان شاء اللہ طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوجہ مر گئی ہو انشاء اللہ کہنے سے پہلے
یعنی زوج نے ارادہ کیا تھا کہ انت طالق انشاء اللہ کہنے کی نوبت نہ آئی کہ زوجہ مخاطبہ مر گئی تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی عدم طلاق کا ثمرہ یہہ ہے کہ زوجہ
فوت شدہ کا زوج وارث ہوگا اور اگر طلاق پڑتی تو زوج اوسکا وارث نہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وان مات یقع اور اگر زوج مر گیا قبل لفظ انشاء اللہ کے
تو طلاق واقع ہوگی بسبب عدم استثنا کے ہم استثنائے زوج کا ارادہ اسطرح معلوم ہو سکتا ہے کہ زوج نے قبل لفظ طلاق کے کسی شخص سے قصد استثنا کو ذکر
کیا ہو ولا یشترط فیہ القصد اور شرط نہیں صحت استثنا میں قصد استثنا کا کرنا تو اگر زوج نے تین طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اوسکی زبان سے انت
طالق انشاء اللہ نکل گیا تو استثنا صحیح ہوگا طلاق نہ واقع ہوگی ولا التلفظ بہما اور شرط نہیں بولنا طلاق اور استثنا کا فلو تلفظ بالطلاق وکتب
الاستثناء موصولا او عکس او ازال الاستثناء بعد الکتابۃ لم یقع عمادیہ تو اگر بولا طلاق کو اور لکھا استثنا متصل بولنے کے یا
بالعکس کیا یعنی طلاق کو لکھا اور استثنا کو خود بولا یا طلاق اور استثنا دونو کو لکھا پھر استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو ان تینوں صورتوں میں طلاق نہ واقع
ہوگی اسواسطے کہ تلفظ شرط نہیں کذا فی العمادیہ ولا العلم بمعناہ حتی لو اتی بالمشیۃ من غیر قصد جاہلا لم یقع خلافا للشافعی اور شرط نہیں جاننا معنی استثنا کا یہانتک کہ اگر
زوج نے انشاء اللہ کو اپنے کلام میں بلا قصد نادانستہ بولا تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک صحت استثنا میں قصد اور اوسکے معنی کا علم مشروط ہے افتی الشیخ الرملی الشافعی فیمن حلف
علی شئ بالطلاق فاستثنی لہ غیرہ ظانا صحتہ بعدم الوقوع انتہی قلت ولم ارہ لاحد من علمائنا واللہ اعلم اور فتوی دیا ہے شیخ رملی شافعی نے اوس شخص کے حق میں
جسنے قسم کھائی کسی چیز پر طلاق کی پھر انشاء اللہ کہا قسم کہا بغیر اسکے واسطے کوئی غیر شخص نے ادا کیا ایکہ قسم کہا ہو اور صحت استثنائے غیر کا گمان رکھتا ہو تو فتوی
دیا عدم وقوع طلاق کا اسلئے کہ کلام یعنی استثنا غیر کا اوس عالم کے نزدیک صحیح ہے لہذا عدم وقوع کا فتوی دیا شارح کہتا ہے کہ ہمنے اپنے علمائے حنفیہ میں کسیکو نہیں دیکھا
جسنے اس مسئلہ کا تعرض کیا ہو مگر سید طحطاوی نے سمجھا کہ ظاہر کلام علمائے حنفیہ کا یہ ہے کہ اتحاد متکلم شرط ہے تو غیر کا استثنا کرنا صحیح نہوگا واللہ اعلم

[illegible]

ولو شهدا بانه لم يستثن وهو لا يذكر ان كان بحال لا يدري ما يجري على لسانه لغضب جاز له الاعتماد على قولهما والا لا بحر اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ زوج نے
استثنا نہیں کی یعنی انشاء اللہ نہیں کہی اور زوج کو یاد نہیں اوسکا کہنا سو اگر زوج وقت تکلم کے اس حال پر تھا کہ نہیں جانتا تھا کہ کیا نکلتا تھا اوسکی زبان سے بسبب
غضب کے تو زوج کو اعتماد کرنا شاہدون کے قول پر جائز ہے اور اگر اوسکو ایسی حالت بیخبری کی نہتی تو اوسکو انکے قول پر اعتماد کرنا نچاہئیے کذا فی بحر الرائق ويقبل قوله
ان ادعاه وانكرته في ظاهر المروي عن صاحب المذهب وقيل لا يقبل الا ببينة وعليه الاعتماد والفتوى احتياطا لغلبة الفساد
خانیہ اور مقبول ہوگا قول زوج کا اگر وہ مدعی ہو استثنا کا اور منکر ہو اوسکی عورت ظاہر الروایت مین جو مروی ہے صاحب مذہب سے اور بعضے نے کہا ہے کہ زوج کا
قول مقبول نہیں بدون گواہون کے اور اسی قول پر اعتماد اور فتوی ہے بنا بر احتیاط کے بسبب غلبہ فساد زمانہ کے کذا فی الخانیہ یعنی اہل زمانہ مین بسبب شیوع
فسق کے حلال حرام کی امتیاز نہیں تو بدون گواہون کے قول زوج پر اعتماد نچاہئیے طحطاوی نے کہا کہ یہہ اگلے زمانہ کا حال تھا ہم اپنے زمانہ کا کیا حال بیان کرین
کہ باطل کیطرف بعضے علما طمع دنیا سے سائل کو یہی حیلہ سکھلا دیتے ہین تاکہ طلاق نہ واقع ہو بسبب دعوی استثنا کے استغفر اللہ من شرور انفسنا وقيل ان عرف
بالصلاح فالقول له اور بعضے علما نے یعنی کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین کہا کہ اگر زوج معروف بصلاح وتقوی ہو تو اوسیکا قول معتبر ہے
ھ خیر الدین رملی نے منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ جب دو قول کی ترجیح مین اختلاف پڑے تو ظاہر الروایت کیطرف رجوع کرنا واجب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
وحكم من لم يوقف على مشيئته فيما ذكر كالانس والجن والملائكة والجدار والحمار كذلك اور حکم اوس شخص کا جسکی مشیت نہیں معلوم
ہو سکتی امر مذکور مین یعنی تعلیق بالمشیت مین جیسا کہ آدمی اور جن اور فرشتے اور دیوار اور گدہا ایسا ہی ہے جیسا مشیت خدا کا حکم ہے یعنی اگر زوج زوجہ
سے کہے کہ تو مطلقہ ہے اگر سب آدمی یا جن یا فرشتے چاہین یا دیوار یا گدہا چاہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ سب آدمیون کی خواہش معلوم نہین ہو سکتی
اسیطرح جن اور فرشتے کی مشیت معلوم نہین ہو سکتی اور دیوار اور گدہے مین تو مطلق مشیت نہین دیوار سے مراد جمیع جمادات اور گدہے سے مراد جمیع
حیوانات ولو شرك كان شاء الله وشاء زيد لم يقع اصلا اور اگر ملایا مشیت خدا کو ساتھ مشیت اوس شخص کے جسکی مشیت معلوم ہو سکتی ہے مثلا یون
کہا کہ تو مطلقہ ہے اگر چاہا خدا نے اور چاہا زید نے تو طلاق اصلا نہ واقع ہوگی اگرچہ زید چاہے ومثل ان الا وان لم واذا وما وما لم اور مانند ان شرطیہ کے
ہے لفظ الا وان لم اور اذا اور ما اور ما لم کا یعنی اگر زوج نے کہا انت طالق الا ان يشاء الله یا یون کہا کہ انت طالق ان لم يشاء الله یا یون کہا کہ انت
طالق اذا شاء الله یا یون کہا کہ انت طالق ما شاء الله یا یون کہا کہ انت طالق ما لم يشاء الله تو ان سب لفظون سے طلاق نہ واقع ہوگی جیسے کہ انشاء اللہ کہنے
سے نہیں واقع ہوتی ومن الاستثناء انت طالق لولا ابوك ولولا حسنك ولولا اني احبك فلا يقع خانيه اور استثنا مین سے یہہ قول
ہے کہ انت طالق لولا ابوك یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا باپ نہوا ور انت طالق لولا حسنك یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا حسن نہوا ور انت طالق لولا اني احبك یعنی تو مطلقہ
ہے اگر مین تیرا محب نہوتا سو اس قول سے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیہ یہہ قول استثنا مین اسواسطے داخل ہوا کہ کلمہ لولا کا امتناع جزا پر دلالت کرتا ہے یعنی
طلاق پر بسبب وجود شرط کے ومنه سبحان الله ذكره ابن الهمام في فتاواه اور استثنا مین سے ہے سبحان اللہ بیان کیا ہے اسکو کمال الدین بن الہمام
نے اپنے فتوی مین یعنی اگر یون کہے کہ انت طالق سبحان اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے انشاء اللہ سے نہیں ہوتی ھ سبحان اللہ یعنی استثنا ہونے کی
حلبی محشی نے وجہ بعید بیان کی ہے کہ قتال وغیرہ محشیون کو پسند نہیں اور فتح القدیر سے سبحان اللہ کا بمنزلہ استثنا کے ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ خلاف اسکے
متبادر ہوتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی قال انت طالق ثلثا وثلثا ان شاء الله او انت حر وحر ان شاء الله طلقت ثلثا وعتق العبد
عند الامام لان اللفظ الثاني لغو ولا وجه لكونه تاكيدا للفصل بالواو بخلاف قوله حر حر او حر وعتيق لانه توكيد
متصف تفسير فيصح الاستثناء کہا زوج نے کہ تو طالق ہے تین بار اور تین بار اگر خدا چاہے یا مولی نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے اور حر ہے اگر خدا چاہے
اللہ نے تو زوجہ مطلقہ ہوگی تین طلاق کر اور غلام آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے اسواسطے کہ لفظ ثانی یعنی ثلثا اور حر لغو ہے لفظ اول سے کچہہ زیادہ فائدہ اوسمین
نہیں اور لفظ ثانی تاکید بھی نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ جدائی ہوگئی لفظ اول کو لفظ ثانی سے بسبب واو کے اور تاکید مین جدائی نہیں ہوتی تو استثنا صحیح

نہر الخلاف اس قول کے کہ انت حر ان شاء اللہ انت حر و عتیق ان شاء اللہ ہو سطرح کہ قول اول تاکید ہو اور قول ثانی عطف تفسیری ہو تو استثنا صحیح ہوگا اور
غلام آزاد ہوگا وکذا یقع الطلاق بقولہ ان شاء اللہ انت طالق فانہ تطلیق عندہما تعلیق عند ابی یوسف لاتصال المبطل بالایجاب فلا یقع
کما لو اخر وصححہ البزازی وفی الخانیۃ علی قول ابی یوسف الفتوی وقیل الخلاف بالعکس وعلی کل فالمفتی بہ عدم الوقوع اذا قدم المشیئۃ
ولو بالفاء او اسیطرح واقع ہوتی ہے طلاق اس قول سے کہ ان شاء اللہ انت طالق اسواسطے کہ یہ قول تطلیق ہے امام اور محمد کے نزدیک اور تعلیق ہے نزدیک
ابی یوسف کے بسبب متصل ہونے مبطل کے ساتھ ایجاب کے مبطل سے مراد استثنا ہو اور ایجاب سے مراد انت طالق ہی سو جب کہ ایجاب باطل ہوا تو طلاق واقع
نہ ہوگی جیسا کہ ہمین واقع ہوتی اگر استثنا موخر ہو اسطرح کہ انت طالق ان شاء اللہ اور تصحیح کی ہی بزازی نے ابی یوسف کی قول کی اور خانیہ مین ہی کہ ابو یوسف
کے قول پر فتویٰ ہے اور بعضون نے کہا کہ خلاف بالعکس ہے یعنی ان شاء اللہ انت طالق ابو یوسف کے نزدیک تطلیق ہے اور امام اور محمد کے نزدیک تعلیق اور
ہر تقدیر پر مفتی بہ عدم وقوع طلاق ہے جب کہ مقدم کرے زوج مشیئت کو یعنی ان شاء اللہ کو اور حرف جزا مین فا لاوے ہم شارح نے تصریح کی کہ اس
مقام مین خلاف مفتی بہ ہے ان تعالی لو یقع اتفاقا کما فی البحر والشرنبلالیۃ والقہستانی وغیرہا اور اگر زوج قول مذکور مین فا لاویگا یعنی یون
کہے کہ ان شاء اللہ فانت طالق تو باتفاق امام اور صاحبین کے طلاق واقع ہوگی جیسا کہ بحر الرائق اور شرنبلالیہ اور قہستانی وغیرہا مین مصرح ہے
وثمرتہ فیمن حلف لا یحلف بالطلاق وقالہ حنث علی التعلیق لا الابطال اور ثمرہ اس خلاف کا اوس شخص کے حق مین ظاہر ہوتا ہی جسنے
قسم کہائی کہ مین طلاق کی قسم کہاؤنگا اور پہر وہ قول بولا یعنی ان شاء اللہ انت طالق اوسکی زبان سے نکلا تو اوسکی قسم ٹوٹیگی تعلیق کہنے پر نہ ابطال پر
ہم یہ مسئلہ مستقل ہے تقدیم شرط پر متفرع نہین جیسا کہ نہر الفائق مین قاضی خان سے منقول ہے کہ طلاق مقرون باستثنا صحیح مین ہو یعنی تعلیق ہے
ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تعلیق نہین بلکہ ابطال ہو یعنی اصل کلام بسبب استثنا کے باطل ہوگیا کما فی حاشیۃ المدنی وبانت طالق بمشیئۃ
اللہ او بارادتہ او بمحبتہ او برضاہ لا تطلق لان الباء للالصاق فکان کالصاق الجزاء بالشرط اور اس قول سے کہ تو طالق ہو ساتھ
مشیئت خدا کے یا ساتھ ارادہ خدا کے یا ساتھ محبت خدا کے یا ساتھ رضا الہی کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیئت اور ارادہ اور محبت اور رضا
کی بے بمعنی الصاق اور اتصال کے ہے تو یہ اتصال مثل اتصال جزا کے ہوا ساتھ شرط کے تو جیسا کہ شرط اور جزا سے یعنی انت طالق ان شاء اللہ سے
طلاق نہین واقع ہوتی ویسے ہی اس قول سے بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیئت الہی اور ارادہ اور محبت اور رضا امور غیبیہ ہین بشر کو اطلاع
اون پر ممکن نہین تو بے شک کہ طلاق کیونکر واقع ہو وان اضافہ ای المذکور من المشیئۃ وغیرہا الی العبد کان ذلک تملیکا فیقتصر
علی المجلس کما مر اور اگر نسبت کیا مذکورات کو یعنی مشیئت وغیرہا کو بندہ یا خدا کیطرف تو یہ تملیک طلاق ہوگی تو منحصر ہوگی مجلس علم پر جیسا کہ فصل مشیئت
مین اسکا بیان ہو چکا یعنی اگر یون کہا کہ تو طالق ہو بمشیئت زید یا بارادہ زید یا بمحبت زید یا برضا زید تو زید کو اختیار طلاق دینے کا مجلس تک ہے
بعد مجلس کے وان قال بامرہ او بحکمہ او بقضائہ او باذنہ او بعلمہ او بقدرتہ یقع فی الحال اضیف الیہ تعالی او الی العبد اذ یراد بہ
التنجیز عرفا کقولہ انت طالق بحکم القاضی اور اگر زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہی بامر خدا یا بحکم خدا یا بقضاء خدا یا باذن خدا یا بعلم خدا یا بقدرت خدا
تو فی الحال طلاق واقع ہوگی خواہ امور مذکورہ خدا کیطرف منسوب ہون خواہ بندہ کیطرف اسواسطے کہ ایسے قول سے عرف مین تنجیز مراد ہوتی ہے تعلیق
تو گویا مطلب یہ ہوا کہ تو مطلقہ ہو چکی اسواسطے کہ خدا نے طلاق دینے کا امر کیا اور حکم دیا اور اضافت الی العبد کی مثال جیسا کہ زوج کا یون کہنا کہ تو طالق ہے
بحکم قاضی یا بامر قاضی یا بعلم قاضی وان قال ذلک باللام یقع فی الوجوہ کلہا لانہا للتعلیل اور اگر الفاظ عشرہ کو یعنی مشیئت وغیرہ اور ارادہ وغیرہ
کو لام کے ساتھ کہا یعنی یون کہا کہ انت طالق لمشیئۃ اللہ یا لارادۃ اللہ تو سب صورتون مین طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لام موضوع ہو واسطے تعلیل کے اور علت کا ہونا طلاق کیواسطے نفس الامر مین ضرور نہین
وان کان بالحرف فی ان اضافہ الی اللہ تعالی لا یقع فی الوجوہ کلہا لان فی بمعنی الشرط الا فی العلم فانہ یقع فی الحال وکذا القدرۃ ان نوی بہا ضد العجز لوجودہا
قطعا کالعلم اور اگر امور عشرہ قول مذکور مین متصل ہو ساتھ حرف فی کے پہر اللہ کیطرف نسبت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی سب صورتون مین اسواسطے کہ فی بمعنی شرط ہو تو انت طالق فی مشیئۃ اللہ بجای انت

طالق انشاء اللہ کہے تو گر لفظ علم مین فی الحال طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح قدرت مین اگر نیت کی زوج نے قدرت سے بمعنی عاجزی کی طلاق واقع ہوگی بسبب وجود مقدرت
حق تعالے کے یقینا مانند علم الہی کے یعنی اگر یون کہا کہ انت طالق فی علم اللہ یا یون کہا کہ انت طالق فی قدرۃ اللہ تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ علم الہی اور
قدرت الہی قطعی الوجود ہین اور مین تا در علیم سے کیونکہ نفی علم اور قدرت کی متصور نہین تو گویا یہہ تعلیق ہوئی امر موجود پر تو فی الحال واقع ہوگی اور اگر زوج نے قدرت
سے تقدیر کی نیت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حکیم مطلق کا ہر شی کو مقدر کرتا ہے اور کا ہی نہین تو اس صورت مین تعلیق بالمعدوم ہوئی کذا فی حاشیۃ الہدایہ
وان اضاف الی العبد کان تملیکا فی الاربع الاول وما بمعناها کالہوی والرؤیۃ تعلیقا فی غیرها وهی ستۃ اور اگر نسبت کی بندہ کیطرف
تو تملیک ہوگی پہلے چار امور مین یعنی مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا مین اور جو لفظ کہ انکے ہم معنی ہو چنانچہ ہوی بمعنی محبت اور خواہش اور رؤیت
بمعنی رویت قلبی اور دیدار اضافت تعلیق ہوگی ان چاروں کے غیر مین اور وہ چھہ ہین یعنی امر اور حکم اور قضا اور اذن اور علم اور قدرت تو اگر زوج نے
یون کہا کہ انت طالق فی مشیۃ زید تو یہہ تملیک ہے زید کو مجلس تک تطلیق کا اختیار ہے اور اگر یون کہا کہ انت طالق فی امر زید تو یہہ تعلیق ہے ثم العشرۃ
اما ان تضاف للہ او للعبد والعشرون اما ان تکون بباء او لام او فی فہی ستون پہر الفاظ عشرہ یا مضاف ہون خدا کیطرف یا عبد
کیطرف تو بیس ہوئے اور بیسون تین حال سے خالی نہین یا ساتھہ بے کے مستعمل ہون یا لام کے یا فی کے چنانچہ انت طالق بعلم اللہ او لعلم اللہ او فی علم اللہ او بعلم
او لعلم زید او فی علم زید تو یہہ ساٹھہ صورتین ہوئین اسواسطے کہ بیس کو تین مین ضرب کرنیسے ساٹھہ ہوتے ہین وفی البزازیۃ کتب الطلاق واستثنی
بالکتابۃ صح اور بزازیہ مین ہے کہ لکھا زوج نے طلاق کو اور استثنا کیا ساتھہ لکھنے کے تو صحیح ہے اس عبارت سے دو صورتین مفہوم ہوئین ایک یہہ کہ
طلاق اور استثنا کو ساتھہ ہی بولے دوسرے یہہ کہ دونو کو ساتھہ ہی لکھے پہر اگر ساٹھہ کو دو مین ضرب کیجیے تو ایکسو بیس ہوتے ہین شارح نے اس سے بھی زیادہ ذکر کی
کا اراوہ کیا لہذا کہا وعلی ما مر عن العمادیۃ فہی مائۃ وثمانون اور بنابر اس قول کے جو عمادیہ سے اس باب مین عنقریب مذکور ہو چکا تو ایکسو
استی ہوتے ہین ہم عمادیہ مین تین احتمال مذکور ہین ایک یہہ کہ طلاق کو بولا اور استثنا کو فورا لکھا دوسری یہہ کہ طلاق کو لکھا اور استثنا کو فورا بولا تیسری یہہ کہ استثنا کو بعد
لکھنے کے مٹا ڈالا تو اگر ساٹھہ کو تین مین ضرب کیجیے تو ایک سو استی ہوتی ہین حلبی محشی نے کہا بلکہ یہان تین سو بیس صورتین ہین اسواسطے کہ الفاظ عشرہ یا مضاف ہون خدا
کیطرف یا بندہ کیطرف تو بیس ہوئی اور ہر ایک خالی نہین کہ مستعمل ہو ان شرطیہ سے یا بے سے یا لام سے یا فی سے تو استی ہوئی بیس کو چار مین ضرب کرنیسے اور ہر ایک صورت
چار حال سے خالی نہین ایک یہہ کہ طلاق اور استثنا دونو ملفوظ ہون دوسری یہہ کہ دونو مکتوب ہون تیسری یہہ کہ طلاق ملفوظ ہو اور استثنا مکتوب چوتھی یہہ کہ طلاق مکتوب
ہو اور استثنا ملفوظ تو یہہ تین سو بیس ہوئی استی کو چار مین ضرب کرنیسے اور شیخ رحمتی محشی نے اٹہتر ہزار ایکسو بیس بلکہ چوراسی ہزار چار سو صورتین ثابت کین ہین فوق کل
ذی علم علیم جسکو بریات تفصیل کا شوق ہو وہ حاشیہ شیخ عابد سندہی مدنی کو ملاحظہ کرے مترجم نے خوف طوالت سے ذکر کرنا تفصیل کا ضرور نجانا وفی کیف شاء اللہ
تطلق رجعیۃ اور اس قول مین کہ انت طالق کیف شاء اللہ یعنی تو طالق ہے جس کیفیت سے کہ خدا چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ خلاصہ مین مذکور ہے کہ کیفیت باطل ہوگئی
بسبب تعلیق بالمشیت کے تو باقی رہ گیا انت طالق تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی انت طالق ثلثا الا واحدۃ یقع ثنتان اس قول سے کہ تو طالق
ہے تین بار مگر ایکبار نہین دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا قلیل کا اکثر سے بلا خلاف جائز ہے یہان سے بحث استثنا تحصیلی کی شروع ہوئی بعد از فراغت استثنا تعطیلی کی
بحر الرائق مین کہا کہ استثنا دو قسم ہے ایک استثنا عرفی دوسرا استثنا وضعی استثنا عرفی مذکور ہو چکا یعنی تعلیق بالمشیت اور استثنا وضعی اب مذکور ہوتا ہے استثنا وضعی
وہ ہے جو ما بعد الا یا اخوات الا کے مذکور ہو اور ما بعد الا کا حکم مین مخالف ہو ماقبل الا سے ماقبل الا کو مستثنی منہ کہتے ہین اور ما بعد الا کو مستثنی بولتے ہین وفی الا ثنتین یقع واحدۃ
اور اس قول مین کہ انت طالق ثلثا الا اثنتین یعنی تجھکو تین طلاق ہین مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگی وفی الا ثلثا یقع ثلث لان استثناء الکل باطل ان کان بلفظ الصدر اوق
بمساویہ اور اس قول مین کہ انت طالق ثلثا الا ثلثا یعنی تجھکو تین طلاق ہین مگر تین تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا کرنا کل کا کل سے باطل
ہے اگر بلفظ صدر کلام یعنی مستثنی منہ کے ہو یا معنی مین برابر اوسکے ہو استثنا بلفظ صدر کے مثال متن مین مذکور ہو چکی یعنے ثلث سے
ثلث مستثنی ہوا اور مساوی کی یہہ مثال ہے کہ انت طالق ثلثا الا واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ وان تغیرها کنسائی طوالق الا هؤلاء او الا زینب وعمرۃ وهند وعبلۃ ای افراد

الا سالما وغانما وراشدا وھو الکل صح کما سیجئ فی الاقرار اور اگر استثنا کل کا بغیر لفظ صدر اور بغیر مساوی ہو جیسا نسائی
الا زینب وعمرۃ وہند یعنی میری عورتین مطلقہ ہین مگر زینب اور عمرہ اور ہند اور حال یہ کہ سوائے انکے اور کوئی عورت نہین یعنی یون کہا کہ نسائی طوالق الا زینب وعمرۃ وہند یعنی میری عورتین مطلقہ ہین مگر زینب اور عمرہ اور ہند اور جنکی
جیسے احرار الا ... یعنی میرے غلام آزاد ہین مگر جیسا یون کہا کہ میرے غلام آزاد ہین مگر سالم اور غانم اور راشد اور حالانکہ اوسکی عورتین اور غلام اتنے
ہی ہین جتنے کہ ... تو یہ استثنا صحیح ہے اگرچہ یہ استثنا کل ہے اسواسطے کہ لفظ نسا عام ہے اگرچہ واقع مین اوسکی کل عورتین اتنی ہی ہین اور لفظ
عبید بھی عام ہے اگرچہ فی الواقع اوسکے غلام اتنے ہی ہین جیسا کہ کتاب الاقرار مین آویگا ویعتبر فی المستثنی کونہ کلا او بعضا من جملۃ الکلام لا
من جملۃ الکلام الذی یحکم بصحتہ وھو الثلث اور مستثنی مین معتبر ہے ہونا اوسکا کل یا بعض مستثنی منہ کا بمجموعہ ملفوظ کلام کے نہ بجملہ اوس کلام کے
جسکی صحت پر حکم ہوتا ہے اور وہ تین ہین یعنی اگر مستثنی منہ زیادہ ہو تین طلاق سے تو وہی اکثر سے استثنا ہوگا نہ فقط تین سے پس انت طالق عشرا الا تسعا
یقع واحدۃ تو اس قول مین کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو بار ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا اور اگر استثنا تو مجملہ
صحیح کے اعتبار کرتے یعنی تین طلاق سے نو استثنا کرتے تو استثنا باطل ہوتا اسواسطے کہ اکثر اصل سے نہین گر سکتا ولا ثمانیۃ یقع ثنتان اور اس قول مین
کہ انت طالق عشرا الا ثمانیۃ یعنی تو طالق ہے دس بار مگر آٹھ بار دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اگر دس سے آٹھ ساقط کیجیے تو دو باقی رہتے ہین ولا سبعا یقع
ثلث اور اس قول مین کہ انت طالق عشرا الا سبعا یعنی تو طالق ہے دس بار مگر سات بار تین طلاق واقع ہونگی ومتی تعدد الاستثناء بلا واو کان کل اسقاطا
مما یلیہ اور جب کہ چند استثنا ہون بدون واو کے تو ہوگا ہر مستثنی کا اسقاط اپنے متصل سے اور یہی صحیح مذہب نحویون کا ہے اور اگر چند مستثنی بحرف واو
ہون تو ہر ایک مستثنی کا اسقاط صدر سے ہوگا جیسا کہ انت طالق عشرا الا خمسا والا ثلثا والا واحدۃ مین ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ خمس اور ثلث اور واحدہ کا
مجموعہ نو ہین جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا کذا فی حاشیۃ الہدی فیقع ثنتان بانت طالق عشرا الا تسعا الا ثمانیۃ الا سبعۃ جب مستثنی متعدد
بلا واو کا ضابطہ معلوم ہوا تو دو طلاق واقع ہونگی اس قول سے کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو مگر آٹھ مگر سات اسکی دریافت کے دو قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہ کہ اول
مستثنی کو مستثنی منہ سے ساقط کیا جو باقی رہا اوسکو دوسرے مستثنی پر بڑھایا اور ثالث مستثنی کو ثانی سے ساقط کیا وعلی ہذا القیاس آخر تک پھر جو باقی رہا وہی مستثنی
ہے سو مثال مذکور مین اول مستثنی تسعہ ہے اوسکو عشر سے ساقط کیا ایک باقی رہا اوسکو ثانی مستثنی یعنی ثمانیہ پر زیادہ کیا تو تسعہ ہوا پھر اوس سے ثالث یعنی سبعہ
کو ساقط کیا دو باقی رہگئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی اور دوسرا قاعدہ یہ کہ مستثنی اخیر کو اوسکے قریب سے ساقط کیا جو باقی رہا
اوسکو اوسکے قریب سے گرایا اسیطرح گرائے گئے مستثنی منہ تک سو مثال مذکور مین مستثنی سبعہ ہے اوسکو ثمانیہ سے ساقط کیا ایک رہا ایک کو تسعہ سے ساقط کیا آٹھ
آٹھ کو عشر سے ساقط کیا دو باقی رہے اسیواسطے شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی کذا فی حاشیۃ الہدی ویلزمہ خمسۃ بلہ علی عشرۃ
الا تسعا الا ثمانیا الا سبعا الا ستا الا خمسا الا اربعا الا ثلثا الا اثنین الا واحدا اور لازم ہونگے مقر کو پانچ درہم اس قول سے کہ مثلا زید نے کہا
کہ خالد کے مجھپر دس درہم ہین مگر نو مگر آٹھ مگر سات مگر چھ مگر پانچ مگر چار مگر تین مگر دو مگر ایک درہم اسکی بموجب قاعدہ اولی کے یہ ہے کہ مستثنی اول
یعنی نو کو دس سے ساقط کیا ایک باقی رہا اوسکو آٹھ پر بڑھایا نو ہوئے اوس سے سات کو ساقط کیا دو باقی رہے انکو چھ پر بڑھایا آٹھ ہوئے اوس سے پانچ کو گرایا
تین باقی رہے انکو چار پر بڑھایا سات ہوئے اوس سے تین کو گرایا چار باقی رہے انکو دو پر بڑھایا چھ ہوئے اوس سے ایک کو ساقط کیا پانچ باقی رہگئے اور بموجب
قاعدہ ثانیہ کے ایک کو ساقط کیا دو سے ایک باقی رہا اوسکو تین سے گرایا دو باقی رہے انکو چار سے ساقط کیا دو باقی رہے انکو پانچ سے گرایا تین باقی رہے انکو
چھ سے گرایا تین باقی رہے انکو سات سے ساقط کیا چار باقی رہے انکو آٹھ سے گرایا چار باقی رہے انکو نو سے ساقط کیا پانچ باقی رہے انکو دس سے گرایا پانچ
باقی رہگئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین پانچ درہم لازم آتے ہین باقی رہا تیسرا قاعدہ اسکی دریافت کرنیکا سو اوسکو شارح نے اپنے اگلے قول مین بیان کیا و
طریقہ
تقریبہ ان تاخذ العدد الاول بیمینک والثانی بیسارک والثالث بیمینک والرابع بیسارک وھکذا ثم تسقط ما بیسارک
مما بیمینک فما بقی فھو الواقع اور تقریب اسکی دریافت کی یہ ہے کہ لے عدد اول کو اپنے داہنے ہاتھ مین اور عدد ثانی کو اپنے بائین ہاتھ مین اور عدد

ثالث کو اپنے واہنے میں اور عدد رابع کو اپنے بائیں میں اور اسیطرح لیا جایا کرے ایک واہنے میں اور ایک بائیں میں آخر تک پہر ساقط کرے بائین ہاتھ کے اعداد کو داہنے ہاتھ کے اعداد سے پہر جسقدر بعد سقوط کے باقی رہے وہی واقع ہے تو مثال مذکور میں مستثنی اول کو یعنی نو کو داہنے ہاتھ میں لیا اور ثانی کو یعنی آٹھ کو بائین میں لیا پہر ثالث یعنی سات کو داہنے میں لیا اور رابع کو یعنی چھہ کو بائین میں لیا پہر خامس یعنی پانچ کو داہنے میں اور سادس یعنی چار کو بائین میں لیا پہر سابع یعنی تین کو داہنے میں اور ثامن یعنی دو کو بائین میں لیا باقی رہا ایک اوسکو داہنے میں لیا تو داہنے میں نو اور سات اور پانچ اور تین اور ایک مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ پچیس ہوا اور بائین میں آٹھ اور چھہ اور چار اور دو مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ بیس ہوا پہر بائین ہاتھ کے اعداد کو یعنی بیس کو داہنے کے اعداد سے یعنی پچیس سے ساقط کیا تو پانچ باقی رہ گئے لہذا پانچ واقع ہونگی اور مثال مذکور کے اقرار میں پانچ درہم لازم آتے ہیں اخر لہم بعض التطليقة لغو بخلاف ايقاعه ایک طلاق کے بعض کو نکالنا بطریق استثنا لغو ہے بخلاف اوسکے ایقاع کے یعنی مثلاً نصف طلاق کا واقع کرنا لغو نہیں بلکہ نصف سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا لیکن نصف یا ثلث کا استثنا کرنا صحیح نہیں فلو قال انت طالق ثلثا الا نصف تطليقة وقع الثلث في المختار وعن الثاني ثنتان فتح تو اگر زوج نے کہا کہ تجھکو تین طلاق ہیں مگر آدھی طلاق تو قول مختار میں تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ بعض طلاق کا استثنا لغو ہے اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ دو ہی طلاق واقع ہونگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اونکے نزدیک استثنا بعض کا صحیح ہے مانند ایقاع کے وفي السراجية انت طالق الا واحدة يقع ثنتان انتهى فكأنه استثنى من ثلث مقدّر اور سراجیہ میں ہے کہ اس قول میں کہ تو طلاق ہے مگر ایک دو طلاق واقع ہونگی انتہی کلامہ تو گویا استثنا کیا تین سے جو مقدر ہیں سألت امرأة الطلاق فقال انت طالق خمسين طلقة فقالت المرأة ثلث تكفيني فقال ثلث لك والبواقي لصواحبك وله ثلث نسوة غيرها تطلق المخاطبة لا غيرها اصلا هو المختار لصيرورة الباقي لغوا لما يقع بصرفه لصواحبها شیئ ایک عورت نے طلاق مانگی پس مرد نے کہا کہ تو طالق ہے پچاس طلاق کہ تو عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق کافی ہیں تو زوج نے کہا تین طلاق تجھکو اور باقی تیری ساتھ والیون کو اور حال یہ کہ اس مرد کے تین عورتیں اور ہیں سوا اس مخاطبہ کے تو مخاطبہ ہی مطلقہ ہوگی نہ اسکے سوا کوئی بھی قول مختار یہی ہے سبب باقی طلاقوں کے لغو یعنی بیہودہ ہوجانے کے کیونکہ اول ہوگئیں تو اوسکی سوتون پر لغو طلاقوں کے صرف کرنے سے کچھ واقع ہوگا فرع مسائل متفرقہ شامیہ سے في ايمان الفتح بالفظه وقد عرف في الطلاق انه لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق وقع الثلث اه واقره المصنف ثمه فتح القدیر کے باب الایمان میں ہے کہ ان لفظون کی ہے جیسا کہ شارح نے ذکر کیا یعنی باب الطلاق میں معلوم ہو چکا ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تو گہر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گہر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گہر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے تو تین طلاق واقع ہونگی دخول سے اگرچہ دخول ایک ہی بار ہو کذا فی حاشیة الرملی اور مصنف نے منح الغفار میں اسکو ثابت رکہا ہے باب الایمان میں ان سكنت هذه البلدة فامرأته طالق فخرج فورا فخرج فورا ثم سكنها قبل العدة لم تطلق بخلاف فانت طالق فليحفظ کہا اگر میں رہون اس شہر میں تو میری زوجہ مطلقہ ہے یعنی میری بیوی پہر فوراً شہر سے نکل گیا پہر اپنی زوجہ سے خلع کیا بعد اسکے اوسی شہر میں آ رہا قبل گذرنے عدت خلع کے تو بسبب اوس رہنے کے وہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ جزاء یائی جاتی ہے اور عورت اسکی زوجہ نہیں کذا فی البحر بخلاف اس مسئلہ کے جو یہ ہے کہ اگر کہا اپنی زوجہ کو کہ اگر میں اس شہر میں رہون تو تو مطلقہ ہے پہر فوراً نکل گیا اور زوجہ سے خلع کیا پہر اسکے شہر میں آ رہا تو مخاطبہ مطلقہ ہوگی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے اسواسطے کہ اس صورت میں تعلیق ساکنین پر بقید زوجیت نہیں بخلاف پہلی صورت کے کذا فی حاشیة ان تزوجتك وان تزوجتك فانت كذا لم يقع حتى يتزوجها مرتين بخلاف ما لو اخر الجزاء فليحفظ اگر میں تجھسے نکاح کرون اور پہر اگر نکاح کرون تو تو ایسی ہی یعنی مطلقہ ہے تو مخاطبہ پر طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اوس سے دو بار نکاح کرے بخلاف اسکے وہ صورت ہے کہ اگر جزا کو موخر لاوے سو اسکو یاد رکہنا چاہیے یعنی اگر جزا کو شرط پر مقدم کریگا یا درمیان میں لاویگا دو نون شرطون کے تو ایک ہی بار نکاح کرنے سے مخاطبہ مطلقہ ہوگی تقدیم جزا کی مثال انت طالق ان تزوجتك ان تزوجتك توسط جزا کی مثال ان تزوجتك فانت طالق وان تزوجتك كذا في حاشية الرملي ناقلا عن النهر والهندية ان غبت عنك اربعة اشهر فامرك بيدك ثم طلقها فاعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعة اشهر فلها ان تطلق نفسها ولو اختلعت لا لانه تخيير ولا دلالة تعليق زوج نے کہا اگر میں تجھسے غائب رہون چار مہینے تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے پہر اوسکو طلاق دی یعنی کہ تین سے پہر عورت نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا پہر مطلقہ ہوئی اور

بعد موت کے یا زوج اول کے نکاح میں پھر آئی بعد اسکے تو غائب ہوا چاہیے تو عورت کو اپنی ذات کو طلاق دینے کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ زوال ملک مبطل تعلیق
نہیں اور اگر عورت نے خلع کیا یعنی زوج نے زوجہ کو طلاق معوض دی بدون تعلیق کے پھر عورت نے خلع کیا تو اختیار طلاق کا عورت کو نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہ تخییر ہے نہ تعلیق اور
تفویض مخیرہ مادام النکاح قائم ہو پھر جب نکاح نہ رہا تو تفویض بھی نہ رہیگی اور زوال اول تعلیق کے زوال نکاح سے باطل نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی دعاها للوقاع فابت فقال
انتی یکون عند ... فقال ان لم تفعلی هذا المراد فانت کذا ثم نسیا حتی مضی الغد لا یقع لا یاثم ... وجہ کہ داعی جماع کے ...
تو عورت نے کہا کہ کل تو مرد نے کہا کہ اگر اس مطلب کو کل کریگی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ پھر زوج اور زوجہ دونو سو گئے یہاں تک کہ کل
اوٹ گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ بقاء تعلیق عورت ... مکان ... بسبب نسیان کے اور نکلا وقت ! نہ رہا اس وجہ سے تعلیق باطل ہوگئی قال
لا یاتیها فاستلقی فجاءت فجامعت ان مستیقظا حنث قسم کھائی کہ عورت سے صحبت کریگا پھر چت لیٹا سو عورت آئی اور اسنے صحبت کی تو اگر مرد حالت
جماع میں جاگتا ہوگا تو حانث ہوگا ان الاستمرار ... من الجماع فعلی انزالها مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تجھکو آسودہ نکروں جماع سے تو تجھکو طلاق ہے تو یہ آسودگی
عورت کے انزال پر موقوف ہے اسواسطے کہ آسودگی ... شہوت ... جماع کے سوبدون انزال کے نہیں ہوتی ان لم اجامعها الف مرة فکذا فعلی المبالغة لا
مرد نے کہا کہ اگر میں زوجہ سے ہزار بار جماع نکروں تو وہ مطلقہ ہے تو یہ محمول مبالغہ اور کثرت جماع پر ہے ... خانیہ میں کہا کہ ستر بار کثیر میں داخل ہے کذا فی حاشیۃ
ان وطئتک فعلی جماع القدم وان نوی الدوس بالقدم حنث به ایضا مرد نے عورت سے کہا کہ اگر تیری وطی کروں تو طلاق ہے تو یہ وطی جماع پر ہوگا
پر محمول ہے اسواسطے کہ متبادر وطی سے جماع ہی ہے اور اگر نیت وطی سے قدم سے روندنا اور کچلنا مراد لیگا تو اس معنی سے بھی حانث ہوگا چنانچہ جامع ہو له امراة
جنب وحائض ونفساء فقال اخبثکن طالق طلقت النفساء ایک مرد کی عورت اوسکی جنب ہو جماع سے یا احتلام سے اور دوسری حائض ہے اور تیسری نفاس
والی ہے سو اوس مرد نے کہا کہ تم میں جو زیادہ گندی اور پلید تر عورت ہے مطلقہ ہے تو نفاس والی عورت پر طلاق واقع ہوگی و فی افحشکن فعلی الحائض اور اگر مرد نے
کہا ان عورتوں سے کہ تم میں سے افحش کو طلاق ہے تو حائض پر طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ذکر کرتے ہیں حیض افحش اور معیوب بہ نسبت نفاس ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
قال لی الیک حاجة فقال امراته طالق ان لم اقضها فقال هی ان تطلق امراتک فله ان لا یصدقه ... زید نے کہا خالد سے کہ میری کچھ حاجت
تیری طرف تو خالد نے کہا کہ اوسکی زوجہ مطلقہ ہو اگر میں قضای حاجت نکروں سو زید نے کہا کہ وہ حاجت تو یہی ہے کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دے تو خالد کو جائز ہے کہ زید کی
تصدیق نکرے اسواسطے کہ احتمال دروغگوئی زید کا ممکن ہے شاید کہ اوسکی حاجت کچھ اور ہو جب اوسنے دیکھا کہ یہ قسم کھا بیٹھا تو زوجہ یا زوجہ کی خبر ...
... حب زوجہ اور ... اختلاف ... معتبر ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال لاصحابه ان لم اذهب بکم الليلة
الی منزلی فامراته کذا فذهب بهم بعض الطریق فاخذهم العسس فحبسهم لا یحنث کہا ایک شخص نے اپنے یاروں سے کہ اگر میں نہ لیجاؤں تمکو آج
رات اپنے گھر کیطرف تو اوسکی عورت مطلقہ ہے سو اونکو لیچلا تھوڑی راہ تو پکڑا اوسکو کوتوال نے اور قید کر رکھا سب یاروں کو ... تو وہ شخص حانث
نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تعلیق لیجانے پر تھی نہ گھر میں داخل کرنیکی سو لیجانا متحقق ہوچکا ان خرجت من الدار الا باذنی فخرجت لحریق ...
لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو گھر سے نکلیگی بدون حکم میرے تو تو طالق ہے پھر عورت نکلی بسبب آگ لگنے گھر کے تو زوج حانث نہوگا اور یہی حال ...
ڈوبنے غرق اور خوف ڈاکا کا اسواسطے کہ یہ باتیں عرف میں ... اور ایسا امر عرف میں یمین سے مستثنی ہوتے ہیں حلف ...
لا یحنث قسم کھائی ... شہر ... تو حانث ہوگا ان لم تخرجی ... فانت
طالق فخرجت ... من جانب ... او اخذ الثوب قبل دفعها لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو ... تو تو طالق ہے ... کہا
کہ اگر ... تو طالق ہے ... زوج نے ... عورت ... تو حانث ہوگا کذا ان
لم ادفع الیک الدینار الذی لی علی الی راس الشهر فکذا فابراته قبل الشهر بطل الیمین اسیطرح حانث ہوگا اس قول میں کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر
میں تجھکو وہ اشرفی نہ دوں جو ... قرض ... تک تو تو طالق ہے پھر ... وہ اشرفی زوج کو معاف کردی اور مہینہ کے آنے سے پہلے تو یمین

باطل ہو گئی طلاق نہ واقع ہو گی حلف لیخرجن ساکن دارہ الیوم والساکن ظالم فلم یمکنہ اخراجہ فالیمین علی التلفظ باللسان قسم کھائی کہ ضرور نکالیگا اپنے
گھر سے رہنے والے کو آج کے دن اور رہنے والا اوسکے گھر کا مرد ظالم ہے سو اگر گھر والے کو اوسکا نکالنا ممکن نہو تو یمین یعنی ادای قسم فقط زبان کے بولنے پر ہے یعنی زبان سے
یوں کہے کہ میں نے تجھکو اپنے گھر سے نکالا تو حانث نہوگا بقی ما یکتب فی التعالیق متی نقلھا او تزوج علیھا او ابرأتہ من کذا او من باقی صداقھا فلو وقع
بھا الکل ھل تبطل الظاھر لا لنص محمد بصحة براءة الاسقاط والرجوع بما دفعہ الی ہا کلام رہ گیا وہ جو تعالیق میں لکھا جاتا ہے کہ اگر منتقل کرے زوجہ کو شہر سے
باہر لیجائیگا یا اوسپر دوسرا نکاح کریگا یا کہ زوجہ زوج کو فلانے قرض سے ابرا کر دیگا یا باقی مہر سے ابرا کرے تو زوجہ مطلقہ ہے سو اگر زوج نے جملہ یعنی کل یا سب باقی مہر سے
تو آیا تعلیق براءۃ کی باطل ہو گی یا نہیں جواب ظاہر یہی ہے کہ زوجہ کے دینے سے تعلیق نہ باطل ہو گی اسواسطے کہ فقہا نے مصرح کیا ہے کہ بعد وصول دین کے بھی براءۃ اسقاط صحیح ہے
اور جو دیا ہے اوسکا پھیر لینا درست ہے اھ تعالیق سے مراد وہ وثائق ہیں جو عقد نکاح کے وقت شروط لکھی جاتی ہیں براءۃ اسقاط یہ کہ جو اپنے مدیون کو اپنا دین معاف کردے اپنا
حق اوسکی گردن سے ساقط کرتے ہو براءۃ اسقاط قبل وصول دین کے بھی ہوتی ہے اور بعد وصول کے بھی لیکن مدیون بعد براءۃ اسقاط کے جو دیا تھا واپس لے پھیر سکتا ہے
اسواسطے کہ وہ براءۃ سے فارغ الذمہ ہو گیا ہے جب براءۃ بعد وصول کے بھی صحیح ہوئی تو تعلیق براءۃ کی کیونکر باطل ہو گی تو بعد براءۃ کے طلاق لازم ہو گی حلف باللہ انہ
لم یدخل ھذہ الدار الیوم ثم قال عبدہ حر ان لم تکن دخل الیوم لا کفارۃ ولا یعتق عبدہ اما للصدق او لانھا غموس ولا مدخل للقضاء فی
الیمین باللہ ایک شخص نے قسم کھائی اللہ کی کہ وہ داخل نہیں ہوا اوس گھر میں آج پھر بولا کہ اوسکا غلام آزاد ہے اگر آج اس گھر میں نہ داخل ہوا ہو تو اوسپر کفارہ قسم کا
نہ لازم آویگا اور اوسکا غلام بھی نہ آزاد ہوگا کفارہ نہ لازم آویگا یا بسبب صدق اوس شخص کے یعنی عدم دخول کے یا اس سبب سے کہ وہ قسم غموس ہے اور غموس میں گناہ
ہے کفارہ نہیں اور قاضی کے حکم کو کچھ دخل نہیں خدا کی قسم میں خلاصہ یہ ہے کہ یہ دو قسمیں متناقض ہیں اگر ایک میں صادق ہوگا تو بالضرور دوسری میں کاذب ہوگا
اور آزادی غلام کی ثابت نہو گی جبتک پہلی قسم میں صادق نہو اور پہلی قسم میں باللہ ہے اور اوسمیں قاضی کے حکم کو دخل نہیں پھر بدون قاضی کے اوسکا صادق یا
کاذب ہونا کیونکر ثابت ہو لہذا اس مسئلہ میں نہ کفارہ ہے نہ عتق حتی لو کانت یمینہ الاولی بعتق او طلاق حنث فی الیمین لدخولھما فی القضاء
یہانتک کہ اگر اوسکی پہلی قسم عتق یا طلاق کی ہو گی تو وہ شخص دونوں قسموں میں حانث ہو گا بسبب داخل ہونے دونوں یمین کے قاضی کے حکم میں باقی بیان اسکا باب عتق الخ
میں انشاء اللہ آویگا اخذت من ابیہ درھما فاشترت بہ لحما وخلطہ اللحام بدراھمہ وقال زوجھا ان لم تردیہ الیوم فانت کذا فحیلتہ ان تاخذ
کیس اللحام وتسلمہ للزوج ولو ضاع عن اللحام فما لم یعلم انہ اذیب او سقط فی البحر لا یحنث لیا زوجہ نے زوج کے مال سے ایک درم پھر اوس سے گوشت
مول لیا اور قصاب نے اوس درم کو اپنے درموں میں ملا ڈالا اور پھر اوسکی زوج نے کہا کہ اگر اوسی درم کو آج نہ پھیر لاویگی تو تو طلاق ہے تو تدبیر اوسکی یہ ہے کہ عورت قصاب
کی تھیلی جسمیں وہ درم داخل ہے لاوے اور زوج کو دیوے اور اگر وہ درم قصاب سے ضائع ہوا تو جبتک یہ معلوم نہو کہ وہی درم پگھلا ڈالا گیا یا دریا میں گر گیا تو زوج
حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکا پھر ملنا ممکن ہے بخلاف اذابت اور سقوط فی البحر کے حلف ان لم اکن الیوم فی العالم او فی ھذہ الدنیا فکذا فحبس او لوقف بیتہ
حتی مضی الیوم قسم کھائی کہ اگر میں نہیں آج جہان میں یا اس دنیا میں تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے تو وہ شخص محبوس کیا جاوے اگر کسی گھر میں قید رہے یہانتک کہ وہ
دن گذر جاوے تو جبکہ وہ قید ہو گا حانث نہو گا طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ حق تعالی نے قرآن مجید میں حبس پر نفی من الارض کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ فرمایا او ینفوا
من الارض تو گویا وہ حبس سے دنیا میں موجود رہا اس مسئلہ میں عرف کا اعتبار نہیں چاہیے تھا کہ شارح نے کہا ہے ان لم اکن کہنا واجب تھا اسواسطے کہ تعلیق
وجود حالف پر ہے نہ عدم پر مترجم نے اسیواسطے ترجمہ متبادر مثبت کا کیا نہ منفی کا ولو حلف ان لم یخرب بیت فلان غدا فقید او منع حتی مضی الغد حنث
ھو المختار اگر قسم کھائی کہ اگر میں نہ ویران کروں فلانے کے گھر کو کل تو ایسا ہو پھر اوسکے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں اور روکا گیا ویران کرنے سے تو وہ حانث
ہو گا یہی قول مختار ہے فتوی ہے کیونکہ اسواسطے کذا ان لم اخرج من ھذہ المنزل فکذا فقید وان لم اذھب بک اللیلۃ الی منزلی فاخذھا فحبست منہ وان لم تحضری
اللیلۃ منزلی فکذا فمنعھا ابوھا حنث فی المختار اسیطرح حانث ہو گا جسنے یوں کہا کہ اگر میں نہ نکلوں اس گھر سے تو ایسا ہو پھر اوسکے بیڑیاں ڈالی گئیں یا یوں
کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر میں تجھکو اپنے گھر نہ لیجاؤں تو ایسا ہو پھر اوس عورت کو پکڑ لیا سو وہ اوس سے چھوٹ نہ سکی یا یوں کہا عورت سے کہ اگر تو حاضر نہوگی آج کی رات

[illegible] اگر اکراہ [illegible]

[illegible] بخلاف [illegible]

قيل لا يحنث في المختار بخلاف [illegible] تو حانث ہوگا قول

[illegible] قلت قال ابن الشحنة والاصل ان [illegible] شرط الحنث حنث في

العدم لا الوجود [illegible] تو حانث ہوگا

[illegible] اور اگر قسم [illegible]

[illegible] قال في النهر [illegible] حلف ليأتين اليوم [illegible]

[illegible] في البحر [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حانث [illegible]

[illegible] باب طلاق المريض [illegible]

[illegible]

[illegible] الفار [illegible]

[illegible]

[illegible]

هي او يكا من غالب حاله الهلاك بمرض وغيره بان عجز عن

اتيان الى المسجد وعجز السوقي عن الاتيان الى دكانه في

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] قال في النهر وهو الظاهر [illegible]

[illegible] المجتبى [illegible]

المعتبر [illegible] المقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم يقعده في الفراش كالصحيح [illegible] بسنة

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] وفي القنية المفلوج والمسلول والمقعد ما دام يزداد كالمريض [illegible]

جیسے بیماریاں بڑھتی جاتی ہوں مانند مریض کے ہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جبتک ان بیماریوں میں مرض کی ترقی ہے تو مریض کی مانند ہیں اور جب ترقی موقوف ہوگئی تو مانند صحیح
ہیں او بارز رجلا اقوی منه او قدم لیقتل من قصاص او رجم او بقی علی لوح من السفینة او افترسه سبع وبقی فی فیه فار بالطلاق خبر من اطلق
کا یعنی جو کہ جنگ کرے اپنے سے زیادہ زور آور مرد سے یا پیش کیا گیا ہو قتل کرنیکے واسطے خون کے بدلے یا سنگسار میں یا باقی رہ گیا ہو ایک تختہ پر کشتی کے تختوں سے
یا پکڑا ہو اسکو درندہ جانور نے اور اسکے منہ میں بچ رہا ہو تو ایسا شخص فار بالطلاق ہے اسکو طلاق دینا جائز نہیں اسواسطے کہ عورت کا حق اسکے مال میں ہے (اقول کہا شارح نے
کما کہ فار بالطلاق خبر ہے من کا اور حالة الهلاک کی یعنی جسپر ظن غالب ہلاکی کا ہو خواہ بیماری سے خواہ قوی تر کی جنگ سے خواہ تقدیم قتل وغیرہ سے وہ فار ہے ... بصحیح تبرع
الا من الثلث اور یہ صحیح نہیں ہے ... سے تبرع سے مراد عتق وغیرہ ہے جیسے وقف یا نکاح کرنا زیادہ مہر مثل سے فلو ابانها وهی من اهل المیراث علم
باهلیتها ام لا کان اسلمت او عتقت لم یعلم ... اگر مار نے عورت کو طلاق بائن دی اور عورت اہل تھی میراث کی یعنی حرہ مسلمہ تھی خواہ اسکی اہلیت کو جانتا ہو یا نہ جانتا
ہو جیسے اسکی زوجہ کتابیہ تھی مسلمان ہوگئی یا لونڈی تھی آزاد ہوگئی اور زوج کو اسکا اسلام یا آزاد ہونا معلوم نہ ہوا طائعا بلا رضاها فلو اکره او رضیت لم
ترث طلاق بائن دی اپنی خوشی بدون رضامندی زوجہ کے تو اگر طلاق میں زبردستی کی گئی زوج پر یا کہ عورت راضی ہوگئی اپنی طلاق سے تو وارث نہوگی
اسواسطے کہ عورت نے اپنا حق آپ باطل کیا اور یہ مراد نہیں کہ غیر زوجہ کا اکراہ باطل ہے وراثت کا اسواسطے کہ اس صورت میں عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیة الرملی لہذا
مترجم نے ترجمہ میں اکراہ زوجہ کی قید زیادہ کی ولو اکرهت علی رضاها او جامعها ابنه مکرهة ورثت اور اگر عورت پر جبر ہوا اسکے راضی ہونے پر یعنی عورت
سے زبردستی طلاق کا سوال کرایا یا زوج کے بیٹے نے زبردستی عورت سے صحبت کی تو عورت وارث ہوگی اسواسطے کہ جبر میں رضامندی نہیں وهو کذلک بذلک الحال
ومات فیه فلو صح ثم مات فی عدتها لم ترث اور حال یہ کہ زوج طلاق دینے والا اسیطرح بیمار وغیرہ حال سے بائن دیا اور اسی مرض میں مرگیا تو اگر زوج بعد طلاق کے
تندرست ہوگیا پھر زوجہ کی عدت میں مرگیا تو زوجہ وارث ہوگی اسکی بذلک السبب موته او بغیره کان یقتل المریض او یموت بجهة اخری فی العدة للمدخولة
ورثت هی منه لانها لا ترضی باسقاط حقها اسی مرض ہی کے سبب سے موت ہو زوج کی یا اسکے سوا جیسے کہ مریض قتل کرڈالا جاوے یا کسی اور جہت سے مرجاوے عدت میں
عدت کی قید مدخولہ کیواسطے ہے تو عورت مطلقہ وارث ہوگی زوج کی اور اگر عورت اولا مرگئی تو زوج اسکا وارث نہوگا بسبب راضی ہونے زوج کے اپنی اسقاط حق سے وهم متن
میں لفظ ورثت کا جزا ہے شرط کی یعنی لو ابانها کی تو متن کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اگر طلاق بائن دیگا اپنی خوشی اور اسکی بیماری ہی میں عدت کے اندر مرجائیگا تو عورت مطلقہ
اسکی وارث ہوگی بموت اسکی اوسی بیماری سے خواہ کسی اور وجہ سے اور مدخولہ کی قید سے غیر مدخولہ وارث نہوگی عورت نکل گئی اسواسطے کہ غیر مدخولہ پر عدت واجب ہے لیکن وہ وارث
نہیں ہوتی وعند احمد ترث بعد العدة ما لم تتزوج باخر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک زوجہ فار کی وارث ہوگی بعد عدت کے بھی جبتک دوسرے زوج سے نکاح
نکرے اور یہی مذہب ہے اسحق اور ابن ابی لیلی کا اور امام مالک کے نزدیک گرچہ اور زوج سے نکاح کرلے تو بھی وارث ہوگی کذا فی حاشیة المدنی وکذا ترث طالبة رجعیة او
طلاق فقط طلقت بائنا وثلثا لان الرجعی لا یزیل النکاح حتی حل وطیها ویتوارثان فی العدة مطلقا اور اسیطرح وارث ہوگی رجعی طلاق یا فقط طلاق
کی مانگنے والی جو مطلقہ ہوگئی ایک طلاق بائن یا تین طلاق کر اسواسطے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہیں کرتی یہانتک کہ وطی اسکی حلال ہے اور زوجین ایک دوسرے کے وارث
ہوتے ہیں عدت کے اندر ہر طرح سے یعنی خواہ صحت میں طلاق رجعی دی ہو خواہ بیماری میں اور اگر عدت منقضی ہوگئی تو نکاح زائل ہوگا وتکفی اهلیتها للارث وقت
الموت بخلاف البائن اور کفایت کرتی ہے اہلیت عورت کی وراثت کیواسطے زوج کی موت کے وقت بخلاف بائن کے کہ اسمیں طلاق اور موت دونوں وقتوں میں اہلیت وراثت
کی شرط ہے وکذا ترث مبانة قبلت او طاوعت ابن زوجها فی المرض بشهوة اور اسیطرح وارث ہوگی مطلقہ بائنہ جسنے بوسہ لیا اپنے زوج کے بیٹے کا یا خوشی
سے ہم صحبت ہوئی اسواسطے کہ حرمت آئی بسبب طلاق بائن دینے زوج کے یعنی اول ہی بائن زوج کیطرف سے ہوئی نہ زوجہ کیطرف سے سو تقبیل یا وطی زوجہ کی مبطل وراثت کی
نہوگی ومن لاعنها فی مرضه او آلی منها مریضا کذلک ای ترث لما مر اور جسنے لعان کیا اپنی عورت سے اپنی بیماری میں یا ایلا کیا اور اسی حالت بیماری
اوسکا یہی ایسا ہی حکم ہے یعنی عورت وارث ہوگی زوج کی بنا کیے اسکی وجہ مذکور ہو چکی یعنی فرقت مرد کیطرف سے ہوئی نہ عورت کیطرف سے وان آلی فی صحته وبانت
به ای بالایلاء فی مرضه او ابانها فی مرضه فصح فمات او ابانها فارتدت فاسلمت فمات لا ترثه لانه لا بد ان یکون المرض الذی طلقها

تو جب کہ بعد مرض کے وہ متصف ہوئی تو فار نہ ہوگا کیونکہ وہ فرض نہیں طلاق واقع ہوئی مرض الموت

الطلاق [illegible] حتی لو کانت کتابیۃ او مملوکۃ وقت الطلاق ثم اسلمت

سے طلاق دی مرض الموت میں وراثت کی عورت نہیں پاتا ثابت ہے طلاق کے وقت سے موت کے وقت تک یہ بیان ہے کہ اگر عورت کتابیہ یا مملوکہ ہو طلاق کے وقت پھر اسلام لائی کتابیہ یا آزاد کی گئی مملوکہ تو وارث نہوگی اسواسطے کہ اسلام اور آزادی وقت طلاق سے موت تک برابر ثابت نہیں تو وہ فرین الموت وراثت کی بالاستمرار ثابت نہیں

اسواسطے کہ کفر اور مملوکیت مانع ہیں وراثت کی کالا ترث لو طلقها رجعیا او لو لم یطلقها فطاوعت او قبلت ابنہ لمجی الفرقۃ منہا جانبہ عورت وارث نہیں ہوتی اگر زوج نے اوسی طلاق رجعی دی یا طلاق نہ دی پھر عورت نے زوج کے بیٹے کو اپنے اوپر بخوشی قادر کیا یا اوسکا بوسہ لیا اسواسطے وارث نہوگی کہ فرقت اوسکی طرف سے ہوئی

او ابانها بامرها فیکا زمہ لا نها لو ابانت نفسها فاجاز ورثت علا اجازتہ قنیہ یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اوسکے کہنے سے تو وارث نہوگی مصنف نے اور عورت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر عورت نے خود اپنی ذات کو طلاق بائن دی پھر زوج نے اوسکو جائز رکھا اپنی مرض میں تو عورت وارث ہوگی زوج کی اجازت پر عمل کر کے

کما فی القنیۃ یعنی ان صورتوں میں زوال نکاح مرد کی اجازت سے ہوا نہ عورت کی طلاق پر یا اختلعت منہ او اختارت نفسها ولو ببلوغ وعتق وجب وعنۃ لم ترث لرضاها یا خلع کیا عورت نے زوج سے یا اپنی ذات کو اختیار اگرچہ خیار نفس بسبب بلوغ عورت کے اور آزادی کے اور زوج کے مقطوع الذکر ہونے یا اوسکے نامرد ہونے کے وارث نہوگی اپنی رضامندی کے سبب سے یعنی ان سب صورتوں میں عورت نے جدائی بخوشی چاہی لہذا وارث نہوگی ولو کان الزوج مقصور الجنس او وصف

القتال ومثلہ حال فشو الطاعون ابتداء او قاتبا بعصاۃ خارج البیت مشتکیا من الم او محموما او مجبوسا بقصاص او رجم لا ترث لغلبۃ السلامۃ اور اگر زوج مقید ہو سبب حبس کے یا صف قتال میں ہو اور یہی حال ہے کثرت وبا کا کذا فی الاشباہ یا کہ زوج گھر کے باہر اپنے کار و بار ضروری کرتا ہو

ولا یلی لهامنہ طبعا او شرعا کاکل وکلام ابویہ وصلاۃ المرض او والشرط فیہ فقط ورثت لفرارہ جب کہ معلق کیا مریض نے عورت کی طلاق بائن کو اجنبی کے فعل پر مراد اجنبی سے وہ شخص ہے جو زوج اور زوجہ کے سوا ہو اگرچہ وہ شخص بیٹا اوس عورت کا ہو زوج سے یا معلق کیا طلاق بائن کو وقت کے آنے پر مثلا ابتدا محرم پر اور حالانکہ تعلیق ابد شرط یعنی اجنبی اور محرم کا آنا اوسکی بیماری میں ہوئی یا معلق کیا اوسکی طلاق کو اپنی ذات کے فعل پر اور حالانکہ تعلیق اور فعل ذات مرض میں ہوئی یا فقط شرط ہی مرض میں ہوئی یا معلق کیا طلاق کو عورت کے فعل پر اور حالانکہ اوس فعل سے عورت کو چارہ نہیں یعنی ضروری ہو خواہ باعتبار طبیعت بشری کے خواہ باعتبار شریعت کے چنانچہ کھانا اور ماں باپ سے باتیں کرنا اور حالانکہ دونوں تعلیق اور شرط مرض میں ہوئی یا فقط شرط مرض میں ہوئی تو ان سب صورتوں میں عورت وارث ہوگی بسبب فرار زوج کے ومنہ ما فی البزازیۃ ان لم اطلقک او ان لم اتزوج علیک فانت طالق ثلثا فلم یفعل حتی مات ورثتہ ولو ماتت هی لم یرثها اور اس قسم فرار سے وہ صورت بھی ہے جو بزازیہ میں ہے کہ اگر میں تمکو طلاق نہ دوں یا تیرے اوپر دوسرا نکاح نہ کروں تو تمکو طلاق ہے تین بار پھر زوج نے ایسا نہ کیا یعنی طلاق یا نکاح نہ کیا تا اینکہ وہ مر گیا تو عورت اوسکی وارث ہوگی اور اگر اس صورت میں عورت مر گئی تو زوج اوسکا وارث نہوگا اسواسطے کہ

بسبب ترک طلاق اور نہ زوج کے اپنے اسقاط حق پر راضی ہوا وفی غیرہا لا ترث وھو ما اذا کانا فی الصحۃ او التعلیق فقط او بفعلہا ولہا منہ بد اور
ان صورتوں کے غیر میں وارث نہ ہوگی اور وہ غیر وہ ہے جبکہ تعلیق اور شرط دونوں صحت میں ہوں خواہ تعلیق اجنبی کے فعل پر ہو خواہ وقت کے آنے پر خواہ زوج یا زوجہ
کے فعل پر یا فقط تعلیق صحت میں ہو یا تعلیق ہو عورت کے فعل پر اور حالانکہ وہ فعل اوسکو لابدی نہیں خواہ تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوں خواہ تعلیق صحت میں ہو
اور شرط مرض میں وحاصلہا ستۃ عشر لان التعلیق اما بمجئ وقت او بفعل اجنبی او بفعلہ او بفعلہا وکل وجہ علی اربعۃ اوجہ لان التعلیق والشرط
اما فی الصحۃ او المرض او احدھما وقد علم حکمہا خلاصہ اسکا یہ ہے کہ سولہ صورتیں ہیں اس واسطے کہ تعلیق طلاق کی یا وقت کے آنے پر یا اجنبی کے فعل پر یا زوج کے
فعل پر یا عورت کے فعل پر تو یہ چار صورتیں ہوئیں اور ہر وجہ چار وجہ پر ہے اس واسطے کہ تعلیق اور شرط یا صحت میں ہیں یا مرض میں یا ایک صحت میں اور دوسرا مرض میں
یعنی تعلیق صحت میں اور شرط مرض میں یا شرط صحت میں اور تعلیق مرض میں تو یہ سولہ صورتیں ہوگئیں چار کو چار میں ضرب کرنے سے اور بالتحقیق معلوم ہو چکا حکم ہر
صورت کا کہ چھ صورتوں میں عورت وارث ہے اور دس صورت میں نہیں ہم تفصیل وجوہ مذکورہ کے احکام کی یوں سے بیان کرتے ہیں پہلی صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر اور
تعلیق اور فعل اجنبی مرض میں ہو تو عورت وارث ہوگی ۲ صورت یہ کہ تعلیق اور فعل مذکور صحت میں ہوئی تو وارث نہ ہوگی ۳ صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل
پر لیکن تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث نہ ہوگی ۴ یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو بھی وارث نہ ہوگی ۵
یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئی تو وارث ہوگی ۶ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث
نہ ہوگی ۷ ساتویں یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق صحت میں ہوئی اور شرط مرض میں تو وارث نہ ہوگی ۸ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق ہوئی مرض
میں اور شرط صحت میں تو بھی وارث نہ ہوگی ۹ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئی تو وارث ہوگی ۱۰ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق
اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہ ہوگی ۱۱ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث ہوگی ۱۲ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر
مگر تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو وارث نہ ہوگی ۱۳ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۱۴
یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہ ہوگی ۱۵ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو وارث
نہ ہوگی ۱۶ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا فی صحتہ ان شئت انا وفلان
فانت طالق ثلثا ثم مرض فشاء الزوج والاجنبی الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبی ثم مات الزوج لا ترث کہا زوج نے زوجہ سے اپنی صحت
میں کہ اگر میں چاہوں گا اور فلاں شخص چاہیگا تو تو طلاق ہے تین بار پھر بیمار ہوا زوج پھر چاہا زوج اور اجنبی نے طلاق کو ساتھ ہی یا کہ اول زوج نے چاہا بعد اسکے اجنبی نے
پھر زوج مر گیا تو عورت نہ وارث ہوگی وان شاء الاجنبی اولا ثم الزوج ورثت کذا فی الخانیۃ والفرق لا یخفی اذ بمشیۃ الاجنبی اولا صار
الطلاق معلقا علی فعلہ فقط اور اگر چاہا طلاق کو اجنبی نے پہلے پھر زوج نے چاہا تو عورت وارث ہوگی کذا فی الخانیہ اور فرق دونوں صورتوں میں پوشیدہ نہیں
اس واسطے کہ اجنبی کے اول خواہش کرنے سے طلاق معلق ہوگئی فقط زوج ہی کے فعل پر یعنی تمامی علت طلاق کی زوج ہی کے فعل پر ہوئی بخلاف اول صورت کے کہ اس میں
مشیت زوج کی جزو علت کی نہ تمامی علت کی نصا اذا قال ای المریض مرض الموت لزوجۃ علیہ ثلث فی الصحۃ وعلی مضی العدۃ ثم اقر لہا بدین
او عین او اوصی لہا بشیء فلہا الاقل منہ ای مما اقر او اوصی ومن المیراث للتہمۃ مرض الموت والے بیمار نے اپنی زوجہ سے کہ اپنی
صحت کی تین طلاق دیا اور انقضائے عدت پر پھر زوج نے اقرار کیا عورت کے قرضہ کا یا سوائے نقد کے کسی جنس کا یا زوج نے وصیت کی عورت کے واسطے کسی چیز کی
تو عورت کو اقرار یا وصیت اور میراث سے جو کمتر ہوگا وہ ملیگا یعنی اگر اقرار یا وصیت کا مال کمتر ہے میراث سے تو اقرار یا وصیت والا مال عورت پاویگی اور اگر میراث
عورت کی کمتر ہے اقرار یا وصیت کے مال سے تو میراث ہی پاویگی کمتر مال ملیگا بسبب اس تہمت کے کہ شاید عورت طلاق کو اس واسطے اظہار کرتی ہو تاکہ اقرار یا وصیت اسکو
واسطے صحیح ہو تاکہ میراث سے زیادہ پاوے اور اقرار یا وصیت وارث کے حق میں صحیح نہیں اور احتمال ہے کہ زوجہ کی محبت سے ہو زوج اسکی موافق ہو گیا ہو اور قدر میراث
میں کچھ تہمت نہیں لہذا اکثر مال عورت کے واسطے معتبر ہو گیا وتعتبر من وقت اقرار بہ یفتی اور عورت کی عدت شروع ہوگی وقت اقرار زوج سے اسی پر فتوی

ولو مات قبل تصحيحها او انه صحيح ما اقرّ او وصّى شهادة اور اگر مرگیا زوج بعد انقضاء عدت کے وقت اقرار سے تو عورت کو میراث ملیگی جبکہ زوج نے اقرار کیا
یا وصیت کی کذا فی العادیہ اسواسطے کہ بعد عدت کے وہ وارث نہین ہی اجنبی ہوگئی تو اقرار یا وصیت اسکے حق مین صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ البدائع ولو کلم یکن مرض موت
صح اقراره ووصيته ولو كانت في العدة لتوافقهما وهو صحيح اور اگر تصادق اور تعلق زوجین مرض الموت مین ہو اگر صحیح ہوگا اقرار اسکا اور وصیت
اسکی اور اگر مریض نہ تھا اور مریض نہ ہوا طلاق اور انقضاء عدت کا کیا اور عورت نے اسکی تصدیق کی تو صحیح ہوگا اقرار اسکا کذا فی شرح المجمع اور اسیطرح وصیت بھی
صحیح ہوگی کذا فی ... وفي الفصول ادّعت عليه في مرضه انه ابانها في صحته وكذبه القاضي فحلف وصدقته ومات ورثته لو صدقته قبل
موته ... اور فصول مین ہی کہ دعوی کیا عورت نے اسپر بیچ بیماری کی حالت مین کہ اوسنے عورت کو طلاق بائن دی تھی صحت مین اسنے انکار کیا اور قسم کھالی اور اسکے
بعد عورت نے اسکی تصدیق کی یا طلاق دی ... تصدیق کی بعد زوج کے مرگیا تو عورت وارث ہوگی زوج کی اگر اوسنے تصدیق بعد موت کی کی ہے
تو بیسی ہی اور اگر اوسکی موت کے بعد تصدیق کی تو وارث ہوگی کمن طلقت ثلثا بامرها في مرضه او خلعها وان ماتت ثلثا قضاء نكاحها
اسواسطے عورت کے ... مطلقہ ہوئی تین طلاق کے ... زوج کی ...
کیونکہ عورت سے تو وصیت ... وارث ... وصیت
فيه في الحيوة ... بالسبب ورثت منه كان متعلقا ان لو حلف فحنث في مرضه او امرها في عدتها ... ولم ارث ...
ایک مسئلہ ... اپنی بیوی ... کہ ایک ... تقریر ... ایک عورت مین ... اور جیس مرگیا تو ہوگیا ...
... عورت اوسکی وارث ہوگی ... اسمین ... تعلیق کی ... صحت مین ... بعنی شرط واقع ہوئی مرض مین
... یا ایک عورت مین تو زوج فار ہوگا ... اس مسئلہ ... مین نہین دیکھا کذا فی البحر الرائق ولا يشترط علمه اى الزوج
ما اهلیتها ای المراۃ للمیراث بان طلقها بائنا في مرضه وقد كان سيدها اعتقها قبله او كانت كتابية فاسلمت ولم يعلم به كان فارا فترثه
... اور شرط نہین علم زوج کا ساتھ اہلیت عورت کے واسطے میراث کے سو اگر زوج نے عورت کو طلاق بائن دی ... اور حال کہ عورت ...
... طلاق ... عورت ... مسلمان ہوگئی ... آزادی ... فار ہوگا تو عورت اوسکی وارث ہوگی
کذا في الظهيرية بخلاف ما لو قال لامته الحرة عدا وقال الزوج لها انت طالق ثلثا بعد غد ان علم بكلام المولى كان فارا والا يكن ... لا ترث
بخلاف ... ایک ... اپنی ... آزاد ہی کل ... زوج نے کہا کہ ... طلاق ... اگر زوج کو کلام مولی کا
علم ہو ... وارث ہوگی ... مولی کا علم ... تو عورت وارث ہوگی کذا فی الکافی ... وقت تعلیق ... اوسکو علم ...
... عورت ... میراث ... قبل ... طلاق کے ولو علقه بفعلها الذي لا بد منه كالاكل والشرب وهو صحيح فاوقعه حال
مرضه فاذا كان فارا اور اگر زوج نے معلق کیا طلاق کو عورت کے ... اپنی بیماری ... وکیل کیا زوج نے کسی شخص کو ... کی طلاق
اپنی حالت صحت مین ... وکیل نے طلاق کو زوج کی بیماری مین واقع کیا حالانکہ زوج ... وکیل کے معزول کرنے پر ... تینون صورتون مین عورت
وارث ہوگی ولو باشرت المراۃ سبب الفرقة وهي ... الحال ... مريضة ومات قبل انقضاء عدتها ورثها ... كما اذا وقعت الفرقة
بينهما باختيارها نفسها في خيار البلوغ والعتق او بتقبيلها ابن زوجها او مطاوعتها ابن زوجها او هي مريضة لانها رضيت بالبطلان الا ...
اور اگر عورت خود مرتکب ہوئی فرقت کی سبب کی اور حالانکہ وہ بیمار تھی اور مرگئی قبل اپنی انقضاء عدت کے تو زوج اوسکا وارث ہوگا ... جس وقت فرقت ... ہو
... دونون مین بسبب اختیار کرنے عورت کے ... خیار بلوغ مین اور خیار عتق مین ... سبب ... عورت کے ابن زوج کا ... اوسکی مطاوعت سے
اپنی ... کی حالت مین زوج ... کے اسواسطے وارث ہوگا کہ ان مسائل مین فرقت عورت ہی کیطرف سے ہوئی اور ... جدائی طلاق نہین
کیونکہ عورت طلاق کی مالک نہین بلکہ یہ جدائی فسخ ہی بخلاف وقوع الفرقة بينهما بالجب والعنة واللعان فانه لا يرثها كذا في الخانية والفتح

فصولين

عن الجامع وجزم به فی الکافی قال فی البحر فکان ہو المذہب لانہا طلاق فکانت مضافۃ الیہ وقیل قائلہ الزیلعی ہو کا لاول فیرثہا تجارت
واقع ہونے فرقت کے جو دونوں میں بسبب مقطوع الذکر ہونے کے اور نامردی اور لعان کے کہ ان صورتوں میں زوجہ وارث نہوگا زوجہ کا بنا بر روایت ظاہرہ اور فتح القدیر کے جامع
اور عدم وراثت پر یقین کیا ہی کافی میں بحر الرائق میں کہا تو یہی مذہب ٹھہرا اسواسطے کہ یہہ فرقت طلاق ہو تو زوج ہی کیطرف منسوب ہوگی اور قول ضعیف یہہ ہی کہ یہہ فرقت
بھی مثل پہلی فرقت کے ہی تو زوجہ اس فرقت میں بھی وارث ہوگا مانند قول اول کے اور اس قول ضعیف کا قائل زیلعی ہے ولو ارتدت فلحقت
بدار الحرب فان کانت الردۃ فی المرض ورثہا زوجہا استحسانا اور اگر عورت مرتد ہو گئی اور دار الحرب میں جا ملی تو اگر ارتداد ایام مرض میں ہوا
تو زوج اوسکا وارث ہوگا بعلت بار دلیل استحسان کے اور قیاس میں مقتضی ہے عدم وراثت کو اسواسطے کہ بحسب ظاہر کے فرمیں وراثت نہیں والا بان ارتدت فی الصحۃ لا یرث
بخلاف ردتہ فانہا فی معنی مرض موتہ فترثہ مطلقا ولو ارتدا معا فان اسلمت فہی ورثتہ والا لا خانیہ اور اگر عورت بیماری میں مرتد نہیں
ہوئی اسطور کہ صحت میں مرتد ہوئی تو زوج اوسکا وارث نہوگا بخلاف ارتداد زوجہ کے اسواسطے کہ زوج کا ارتداد بجا ہی اوسکے مرض الموت کے ہے اسواسطے کہ مرد اگر
ارتداد سے توبہ نکرے تو قتل کیا جاتا ہی تو عورت مرتد کی وارث ہوگی ہر حال میں خواہ وہ بیماری میں مرتد ہوا خواہ صحت میں اور اگر زوجہ اور زوجہ دونوں ساتھ ہی مرتد
پھر اگر عورت مسلمان ہو گئی تو وارث ہوگی اور اگر زوجہ مسلمان ہوگا تو وارث نہوگا کذا فی الخانیہ قال آخر امرأۃ اتزوجہا طالق ثلثا فنکح امرأۃ ثم اخرے
ثم مات الزوج طلقت الاخرے عند التزوج ولا یصیر فارا اخالہما لان الموت معرف واتصافہ بالاخریۃ من وقت الشرط فیثبت
مستندا ایکہما ایکمر دنے کہا کہ پچھلی عورت جس سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہی تین بار سو اوسنے نکاح کیا ایک عورت سے پھر دوسری عورت سے نکاح کیا پھر زوج مرگیا تو مطلقہ
ہوگی دوسری عورت نکاح کے ساتھ ہی اور زوج فار نہوگا تو وہ عورت وارث نہوگی بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ موت معرف ہی یعنی زوج کی موت سے یہہ معلوم ہوا
کہ پچھلی عورت منکوحہ یہی دوسری عورت ہی اور متصف ہونا زوجہ ثانی کا بوصف آخریت شرط کے وقت سے ہوا یعنی تزوج کے وقت سے تو طلاق ثابت ہوگی وقت
تزوج سے مستند ہوکر فلاصہ یہہ کہ امام کے نزدیک طلاق واقع ہوئی تزوج ثانی کیوقت اور اسوقت زوج بیمار نتھا لہذا دوسری عورت وارث نہوگی اور صاحبین کے نزدیک
طلاق واقع ہوگی موت کے نزدیک لہذا وارث ہوگی فروع مسائل متفرقہ شارح کے ایانہا فی مرضہ ثم قال لہا اذا تزوجتک فانت طالق ثلثا فتزوجہا
فی العدۃ ومات فی مرضہ لم ترث لانہا فی عدۃ مستقبلۃ ولم ترث بفعلہا فلم یکن فارا خلافا لمحمد خانیہ زوج نے طلاق بائن دی اپنی زوجہ
کو اپنی مرض موت میں پھر کہا اوس سے کہ جب میں تجھسے نکاح کروں تو تو طالق ہے تین طلاق کی پھر اوس سے نکاح کیا عدت میں اور مرگیا اپنی مرض میں تو وہ وارث
نہوگی اسواسطے کہ وہ عدت مستقبلہ میں ہوگئی اور راضی ہوئی تزوج ثانی سے عورت کے فعل سے ہوا تو یہہ فار نہوا بخلاف محمد کے کذا فی الخانیہ یعنی طلاق بائن سے پہلے
بسبب نکاح ثانی کے باطل ہوگئی اب عورت پر بسبب نکاح ثانی اور وقوع طلاق ثانی کے دوسری عدت واجب ہوئی پھر جب پہلی عدت باطل ہوگی تو وراثت
کیونکر ثابت ہوگی اسواسطے کہ وراثت فار کی عدت تک منحصر ہے اور یہہ ممکن نہیں کہ عدت ثانیہ میں وہ وارث ہوسکے اسواسطے کہ ابطال عدت کا عورت ہی کی رضامندی سے
تو زوجہ پر وراثت ثابت نہوگا کذبہا الورثۃ بعد موتہ فی الطلاق فی مرضہ فالقول لہا کمنکوحۃ طلقہا ثم قالوا فی العدۃ و لوالجیہ
جھٹلایا عورت کو وارثوں نے بعد موت زوج کے اوسکو بابت اوس طلاق کے جو زوج نے بیماری میں دی یعنی زوجہ کے وارثوں نے کہا کہ زوج نے اپنی مرض میں اوسکو طلاق نہیں
دی عورت کا دعویٰ غلط ہے تو اس صورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اسکا قول اس صورت میں بھی معتبر ہے کہ زوج نے جسکو طلاق دی تھا لا کہ عدت تھا اور
وارثوں نے کہا کہ عدت گذر گئی میں طلاق دی کذا فی الولوالجیہ کلمہ المرض وماتت بعد العدۃ فالمشکل من متاع البیت لورثۃ الزوج لیس لورثتہا
الحقیقیۃ لخلافہ فی العدۃ جامع الفصولین طلاق دی زوج نے زوجہ کو مرض میں اور مرگیا عدت کے تو مشکل اسباب گھر کا زوج کے وارث کا ہوگا
بیگانہ ہوجاتی ہے عورت مطلقہ کے بعد انقضاء عدت کے بخلاف اسکے کہ اگر زوجہ عدت میں مرگیا تو عورت وارث ہوگی اور مشکل اسباب ہوسکے تو ضمیں ہوگا تو عورت
ہی کا قول اسوقت معتبر ہوگا کذا فی جامع الفصولین مشکل اسباب سے وہ اسباب مراد ہیں کہ مرد اور عورت دونوں کے مناسب حال ہو چنانچہ نقد اور قوش اور ظروف
خلاصہ یہہ کہ جب عدت کے زوجہ مرگیا تو عورت وارث ہوگی تو جو اسباب کہ مرد کے مناسب حال ہوگا مانند کتب اور اسلحہ کے اسمیں زوج کے وارثوں کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ عورت کے مناسب حال

مناسب الی ہوگا اور جیسے عورت کا قول معتبر ہوگا اور یہ اس سبب کہ وہ اوسکے مناسب حال ہے اور کیونکہ شارع نے مشکل کو امور میں سکے ولادت کا قرار کیا ہوگا کذا فی حاشیۃ الہدنی

باب الرجعة بالفتح والکسر یتعدی ولا یتعدی

یہ باب ہے رجعت کا رجعت کی راء کو فتح ہے اور اسکو کسر بھی ثابت ہے اور لفظ رجعت کے متعدی بنفسہ ہوتا ہے اور لازم اور متعدی [illegible] نہیں ہوتا بلکہ یہ اصطلاح [illegible] کے متعدی ہو [illegible] رجعت کو [illegible] اسواسطے ذکر کیا کہ رجعت مشروع ہوئی [illegible] بعد طلاق کے [illegible] هی استدامة الملک القائم [illegible] ما دامت فی العدة ای عدة [illegible] الرجعی [illegible] رجعیة اذ لا رجعة فی عدة البائن ای الکامل اصطلاح فقہا میں رجعت عبارت ہے [illegible] بدون عوض [illegible] جبتک کہ [illegible] عدت میں ہو اور [illegible] عدت سے قول الی ہو [illegible] یعنی [illegible] کی عدت [illegible] کہ عورت کی عدت میں رجعت نہیں [illegible] رجعت کو [illegible] کہ حق تعالی نے فرمایا فامسکوهن بمعروف یعنی [illegible] مطلقات کو [illegible] عبارت [illegible] اسواسطے کہ رجعت میں [illegible] کی حاجت نہیں اسواسطے کہ [illegible] اگر رجعت میں [illegible] کذا فی المعراج اور ثبوت رجعت میں [illegible] کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد انقضاء عدت کے رجعت نہیں بسبب باقی رہنے زوجیت کے بعد عدت کے کذا فی حاشیۃ الہدنی وفی البزازیة ادعی الوطی بعد الخلوة وانکرت فله الرجعة لا فی عکسه اور بزازیہ میں ہے کہ زوج نے دعوی کیا وطی کا بعد خلوت کے اور عورت نے وطی کا انکار کیا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اور اسکے بالعکس میں یعنی اگر عورت وطی کی مدعی ہو اور زوج منکر ہو تو زوج کو رجعت کا اختیار نہیں اسواسطے کہ انکار وطی سے حق رجعت کا ساقط ہو گیا وتصح مع اکراه وهزل ولعب وخطأ اور صحیح ہے رجعت ساتھ جبر اور [illegible] اور کھیل [illegible] کے [illegible] اور قاموس میں ہے کہ لعب ضد ہے جد کی تو ہزل اور لعب مرادف [illegible] اور خطا کی صورت یہ ہے کہ زوج [illegible] کلام کیا چاہتا تھا اور اوسکے منہ سے نکل گیا [illegible] اپنی زوجہ سے رجعت کی تو بھی رجعت صحیح ہوگی [illegible] باستبدال

راجعتک ورددتک ومسکتک بلا نیة لانه صریح [illegible] لفظ راجعتک سے یعنی میں نے تجھ سے رجعت کی اور لفظ رددتک سے یعنی میں نے تجھکو پھیرا اور لفظ مسکتک سے یعنی میں نے تجھکو رکھا ان الفاظ ثلثہ سے رجعت قولی صحیح ہے بدون نیت کے بھی اسواسطے کہ [illegible] الفاظ ثلثہ سے صریح ہے رجعت میں [illegible] اور صریح میں حاجت نیت کی نہیں اور کنایات رجعت سے یہ قول ہے کہ انت عندی کما کنت کہ تو میرے نزدیک ویسی ہے جیسی کہ تھی وانت امرأتی یعنی تو میری عورت ہے تو ان الفاظ سے بدون نیت کے رجعت صحیح نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ الہدنی ناقلا عن البحر وبالفعل مع الکراهة وبکل ما یوجب حرمة المصاهرة کمس ولو منها اختلاسا او نائما او مکرها او مجنونا او معتوها ان صدقها هو او ورثته بعد موته جوهرة اور صحیح ہے رجعت فعل سے ساتھ کراہت کے [illegible] رجعت فعلی [illegible] فعل سے صحیح ہے جو موجب ہے حرمت مصاہرت کا مانند مساس بالتقبیل کے اگرچہ مساس عورت ہی کیطرف سے [illegible] کہ زوج سوتا ہوا [illegible] زبردستی ہوئی ہو یا کہ دیوانہ یا کہ بیہوش ہو بشرطیکہ [illegible] زوج عورت کی تصدیق کرے یعنی یوں کہے کہ عورت نے مجھکو بشہوت مساس کیا [illegible] وارث زوج کے بعد زوج کے عورت کی تصدیق کریں کذا فی الجوہرہ تو ان فعل سے ان حالات میں رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ رضامندی [illegible] رجعت میں مشروط نہیں کذا فی حاشیۃ الہدنی

ورجعة المجنون بالفعل بزازیه اور رجعت دیوانہ کی ساتھ فعل کے ہے کذا فی البزازیہ یعنی جس زوج نے حالت صحت عقل میں زوجہ کو طلاق دی [illegible] دیوانہ ہو گیا تو اوسکی رجعت فعلی صحیح ہے اسواسطے کہ اقوال مجنون کے لغو ہیں لائق اعتبار کے نہیں وتصح بتزوجها فی العدة به یفتی جوهرة اور صحیح ہے رجعت عورت کے نکاح سے عدت میں اسی پر فتوی ہے کذا فی الجوہرہ صحت رجعت لفظ تزوج سے [illegible] امام محمد کا خلاف [illegible] ووطئها ولو فی الدبر علی المعتمد لانه لا یخلو عن مس بشهوة اور صحیح ہے رجعت مطلقہ کی وطی سے اگرچہ وطی مقعد میں ہو بنا بر قول معتمد کے اسواسطے کہ وطی مقعد کی شہوت کی مساس سے خالی نہیں ان لم یطلق بائنا فان ابانها فلا رجعة صحیح ہے اگر زوج نے طلاق بائن نہ دی ہو اور اگر عورت کو طلاق بائن دی تو پھر رجعت نہیں ہو سکتی مگر عورت کی رضامندی سے اور نکاح جدید سے [illegible] او قال ابطلت رجعتی او لا رجعة لی فله الرجعة [illegible] اگر طلاق بائن نہیں دی تو رجعت صحیح ہے اگرچہ یہ بات تکرار کرے یا کہ زوج یوں کہے کہ میں نے اپنی رجعت کو باطل کیا [illegible] کہ رجعت [illegible] زوج کو رجعت کا اختیار ہے [illegible] اسواسطے کہ رجعت باطل کرنا [illegible] خلاف شرع ہے لہذا صحیح ہوگا ولو سمی [illegible] بزیادة فی مهرها [illegible] اور اگر [illegible] تجھسے رجعت کی ساتھ [illegible] درہم کے تو [illegible] مہر

کی زیادتی مین قرار دیا جائیگا یا نہیں جواب اس سوال کا یہ ہے کہ بیان دو قول مین ایک تو لین درست ہو اور دوسرے قول مین نہیں ویتعجل المؤجل بالرجعی ولا یتأجل
برجعتہا خلاصہ اور مہر موجل معجل ہوجاتا ہے بسبب طلاق رجعی کے اور موجل نہیں ہوتا بسبب رجعت کرنے عورت کے کذا فی الخلاصہ صورت اوسکی یہ ہے کہ نکاح کیا عورت
سے مہر موجل پر یعنی مدت والی مہر پر اور مہر کی مدت ٹھہرائی طلاق یا موت ہوا اور نہیں قریب تر یہ ہے پھر عورت کو طلاق رجعی دی تو اب مدت پائی گئی یعنی طلاق تو مدت
مہر کی ساقط ہو گئی تو مہر معجل ہوگیا بسبب طلاق کے یعنی شتابی بلا مدت ادا کرنا مہر کا لازم ہوا پھر جب بعد طلاق کے رجعت کی تو مہر موجل نہوگا کہ مدت پھر عود نہ کریگی
اسواسطے کہ مدت ساقط ہوچکی بسبب طلاق کے اور جو ساقط ہوتا ہے وہ پھر عود نہیں کرتا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الصیرفیۃ لا یکون المؤجل حالا حتی تنقضی العدۃ
اور صیرفیہ مین یون ہے کہ مہر مدت والا فی الحال واجب الادا نہیں ہوتا بسبب طلاق رجعی کے جبتک اوسکی عدت نہ منقضی ہوجاوے یہ ظاہر عبارت صیرفیہ کی مخالف ہے
خلاصہ کے اور شاید کہ توفیق دونو قولون مین یون ہے کہ خلاصہ کی عبارت اوس صورت پر محمول ہے جبکہ مدت مہر کی طلاق ہو اور صیرفیہ کی عبارت اوس صورت پر
محمول ہو جبکہ مدت مہر کی فراق زوجین ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وندب اعلامہا بالرجعۃ لئلا تنکح غیرہ بعد العدۃ فان نکحت فرق بینہما وان
دخل بشبہۃ اور مستحب ہے خبر دینا عورت کو رجعت کی یعنی زوج عورت کو رجعت کرنیکی اطلاع کر دے تاکہ وہ نکاح نکرے بعد عدت کے زوج اپنے سوا کسی شخص سے سو
اگر زوج نے رجعت کی خبر نکی اور عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو جدائی کروائی جاویگی دونو مین یعنی عورت اور زوج ثانی مین اگرچہ اوسنے وطی بھی کی ہو کذا
ذکرہ الشمنی جدائی اسواسطے ہوگی کہ وہ منکوحہ ہے زوج اول کی تو نکاح ثانی فاسد ہوا پھر اگر زوج ثانی نے وطی کی تو اوسکو مہر مثل دینا لازم آویگا اور عورت بعد عدت
زوج اول پاس رجوع کریگی بلا اعادہ نکاح کذا فی حاشیۃ المدنی وندب الاشہاد بعدلین ولو بعد الرجعۃ بالفعل اور مستحب ہے گواہ کرنا دو عادل شاہدون کا
اگرچہ بعد رجعت فعلی کے ہو وندب عدم دخولہ بلا اذنہا علیہا لتتأہب ان قصد رجعتہا لکراہتہا بالفعل کامر اور مستحب ہے داخل ہونا زوج کا
عورت کے پاس بدون اوسکی اجازت کے تاکہ وہ پردہ کا سامان کر لے اگرچہ زوج اوسکی رجعت کا قصد رکھتا ہو بسبب مکروہ ہونے رجعت فعلی کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہدایہ مین کہا ہے
جب رجعت کا قصد ہو تو اعلان اور اذن مانگنا مستحب نہیں شارح نے اسکو رد کیا کہ بدون اجازت آنے مین احتمال ہے کہ عورت برہنہ ہو اور مرد اوسکی شرمگاہ کو نظر شہوت
دیکھے اور رجعت فعلی ہو جاوے حالانکہ رجعت فعلی مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ادعاہا بعد العدۃ فیہا بان قال کنت راجعتک فی عدتک فصدقتہ صح
بالمصادقۃ والا لا یصح زوج نے دعوی کیا رجعت کا بعد عدت کی عدت کے اندر رجعت کرنیکا یعنی اسطرح کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کی تیری عدت مین سو عورت
نے اوسکی تصدیق کی تو دعوی رجعت کا صحیح ہوگا باہم کی تصدیق کے سبب سے اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق نکی تو دعوی رجعت کا صحیح نہوگا وکذا لو اقام بینۃ
بعد العدۃ انہ قال فی عدتہا قد راجعتہا او انہ قال قد جامعتہا وتقدم قبولہا علی نفس اللمس والتقبیل فلیحفظ اور اسیطرح رجعت ثابت ہوگی
اگر قائم کئے زوج نے گواہ بعد عدت کے کہ زوج نے کہا تہا عورت کی عدت مین کہ مین نے اوس سے رجعت کی یا کہ زوج نے کہا تہا کہ مین نے اوس سے جماع کیا تہا اور تفصیل
محرمات مین مقدم ہوچکا ہے کہ گواہ مقبول ہین نفس لمس اور تقبیل پر تو اسکو یاد رکھنا چاہئے یعنی اگر لمس اور تقبیل گواہی سے ثابت ہون گے عدت مین تو بھی رجعت ثابت
ہوگی کان رجعۃ لان الثابت بالبینۃ کالثابت بالمعاینۃ وہذا من اعجب المسائل حیث لا یثبت اقرارہ باقرارہ بل بالبینۃ یعنی اگر گواہی
سے رجعت قولی یا جماع ثابت ہوگا تو رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز گواہی سے ثابت ہو وہ اوسکی برابر ہے جو کہ مشاہدہ سے ثابت ہو اور یہ عجیب تر مسئلہ ہے اس سبب سے کہ
مرد کا اقرار ثابت نہیں ہوتا اوسکی اقرار کرنے سے بلکہ اوسکا اقرار ثابت ہوتا ہے گواہی سے ھھ بحر الرائق مین اور نہر الفائق مین یہ اعجوبگی امام سرخسی کیطرف منسوب ہے
اور حلبی محشی نے کہا کہ یہ مسئلہ کچھ تعجب کا مقام نہیں اسواسطے کہ زوج کا بعد عدت کے یون اقرار کرنا کہ مین نے عدت مین رجعت کا اقرار کیا تہا بمنزلہ دعوی کے ہے تو بدون گواہون
کے کیونکر ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو قال فیہا کنت راجعتک امس فانہا تصح وان کذبتہ لملکہ الانشاء فی الحال چنانچہ اگر زوج نے عدت مین
کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کل کی تہی تو رجعت صحیح ہوگی اگرچہ عورت اوسکی تکذیب کرے بسبب اسکے کہ زوج کو انشاء فی الحال کا اور جو انشا کا مالک ہے وہ اخبار کا
بھی مالک ہے بخلاف قولہ لہا راجعتک یرید الانشاء فقالت مجیبۃ لہ قد مضت عدتی فانہا لا تصح عند الامام لمقارنتہا لانقضاء العدۃ
حتی لو سکتت ثم اجابت صحت اتفاقا بخلاف اس قول کے کہ زوج نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کی یعنی اب رجعت کرتا ہون اس قول سے انشاء رجعت کا

بلا توقف جواب مین کہا کہ میری عدت منقضی ہو گئی تو یہ رجعت صحیح ہو گی نزدیک امام کے بسبب متصل ہونے رجعت کے انقضاء عدت سے یہانتک کہ اگر رجعت
کی اور عورت تھوڑی دیر خاموش رہی پھر جواب دیا کہ میری عدت گذر گئی تو رجعت صحیح ہو گی باتفاق امام و صاحبین کے یعنی رجعت بعد عدت کے صحیح نہیں تو جب بلا سکوت عورت نے انقضاء عدت
کی خبر دی تو واجب ہے کہ رجعت اسکے انقضاء عدت سے متصل ہوئی لہذا رجعت ثابت نہو گی بخلاف جواب بعد سکوت کے کہ اسمین
[illegible] رجعت کے قول زوج کو بمنزلہ توضیح انقضاء عدت سے مقارن اور متصل ہوئی لہذا رجعت ثابت ہو گی اور امام کے نزدیک انقضاء عدت کی خبر اس وقت معتبر ہو گی جب
[illegible] ہو اور دس سو تین رجعت مدت کے اندر واقع ہوئی نشاء صحیح ہو گی اور اگر وہ بیتی گذر گئے ہون اور اگر وہ بیت سے قبل انقضاء عدت کے عورت نے خبر دی تو معتبر نہو گی اور رجعت ثابت ہو جاوے گی کہ دو ای
متصل ہو انقضاء کے یعنی بسبب طلاق کے وہ بیتی گذر گئے ہون اور اگر وہ بیتی
عمل کا تو تکلف عن الیمین عند مضی العدۃ چنانچہ رجعت صحیح ہو اگر قسم لی گئی عورت سے انقضاء عدت پر سو اس نے قسم انقضاء عدت کی قسم سے انکار کیا قال زوج الامۃ
بعدھا ای العدۃ راجعتھا فیھا فصدقہ السید وکذبتہ الامۃ ولا بینۃ او قالت مضت عدتی وانکر الزوج والمولی فالقول لھا
عند الامام لانھا امینۃ کہ لونڈی کے زوج نے بعد عدت کے کہا کہ مین نے اس سے رجعت کی عدت کے اندر سو اسکی تصدیق کی مالک نے اور تکذیب اسکی کی لونڈی
نے اور گواہ زوج کے نہیں یا لونڈی نے کہا کہ میری عدت منقضی ہو گئی اور زوج اور مالک نے انکار کیا تو لونڈی ہی کا قول معتبر ہو گا نزدیک امام کے واسطے کہ
لونڈی بیان عدت مین امین ہے فلو کذبہ المولی وصدقتہ الامۃ فالقول لہ ای للمولی علی الصحیح لظہور ملکہ فی البضع فلا تملک ابطالہ پھر اگر
تکذیب کی زوج کی عدت کی رجعت مین لونڈی کے مالک نے اور تصدیق کی زوج کی لونڈی نے تو مالک ہی کا قول معتبر ہو گا بنا بر قول صحیح کے بسبب ظاہر ہونے ملکیت مالک کے
لونڈی کی وطی مین سو ممکن نہین لونڈی کو ابطال اسکا یعنی جب لونڈی کے زوج نے اسکو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو مولی کی ملکیت حلت وطی مین ظاہر ہو گئی
اب تصدیق رجعت نہ چاہیے اس ملکیت کو لونڈی باطل نہین کر سکتی قالت انقضت عدتی ثم قالت لم تنقض کان لہ الرجعۃ لاخبارھا بکذبھا فی حق
علیھا شئی کہا عورت نے کہ میری عدت منقضی ہو گئی پھر دوسری بار کہا کہ عدت نہین منقضی ہوئی تو زوج کو رجعت کرنا صحیح ہو گا بسبب خبر دینے عورت کے اپنی کذب پر
اپنی حق مین مراد اسکے واجب ہے ما ذکرہ الشمنی ثم انما تعتبر المدۃ لو بالحیض لا بالسقط ولہ تحلیفھا انہ مستبین الخلق ولو ابت لا دۃ
لم تقبل الا ببینۃ وحرۃ ثم ہر تو اعتبار مدت کا اس سو تین ہے اگر انقضاء عدت حیض سے ہو یعنی اگر عورت نے انقضاء عدت کا بسبب حیض کے دعوی کیا
بعد طلاق کے وہ مہینہ مین تو مستوجب ہو گا اور اگر اس مدت سے کم مین دعوی کیا تو مقبول نہو گا اور مدت معتبر ہے وہ سقاط حمل مین نہین اس واسطے کہ ممکن ہے کہ بعد طلاق
کے بلا توقف اسقاط حمل ہوا اور عدت منقضی ہو جاوے اور اس صورت دعوی اسقاط زوج کو جائز ہو کہ قسم لے عورت سے اس امر کی کہ اسقاط حمل سو جو بچہ گرا
بعض اعضا مخلوق ہو چکے تھے اسواسطے کہ اگر ایسا نہو تو پھر اس سے عدت نہین منقضی ہوتی تا وقتیکہ یہ صورت نہو اور اگر عورت مدعی انقضاء عدت کی ہو بسبب
وہ دو گواہ سے ثابت کرے تو اسکا قول مقبول ہو گا بدون گواہی کے اگر چہ عورت حرہ ہو کذا فی فتح القدیر وتنقطع الرجعۃ اذا طہرت من الحیض الاخیر لعشرۃ لامۃ لعشرۃ
ایام مطلقا وان لم تغتسل اور منقطع ہوتی ہے رجعت جبکہ عورت طاہر ہو حیض اخیر سے بسبب گذر جانے دس روز کے ہر طرح سے خواہ عورت غسل کرے یا نہ
اور اگر عورت کے دس دن پورے ہوں اور طہارت حیض اخیر سے لونڈی کو بھی شامل ہے او تمضی وقت صلاۃ یا اگر چہ وقت ایک نماز کا گذر گیا ہو تو بھی بعد دس روز کے
عدت منقضی ہو گی ولا دونھا لا تنقطع حتی تغتسل ولو بسؤر حمار مع وجود الماء المطلق لکن لا تصلی ولا تتزوج احتیاطا اور اگر طاہر ہوئی حیض سے
دس دن سے کم مین تو عدت منقطع ہو گی یہانتک کہ عورت غسل کرے اگر چہ غسل گدھی کے جوٹھے پانی سے ہو مع وجود پانی مطلق کے یعنی مشکوک پانی سے غسل سے
یعنی طہارت ثابت ہو گی انقضاء عدت کے حق مین لیکن اس غسل سے نماز نہ پڑھے اور نکاح بھی نہ کرے بنا بر احتیاط کے او تمضی جمیع وقت صلاۃ تصیر
دینا فی ذمتھا یا گذر جاوے تمام وقت نماز کا تو نماز دین ہو جاوے عورت کے ذمہ مین مثلا اشراق کے وقت اقل مدت حیض مین عورت طاہر ہوئی اور غسل کیا تو
ظہر کے وقت اسکی عدت منقضی ہو گی ولو جاوزھا ولم یجاوز العشرۃ فلہ الرجعۃ اور اگر عورت کے حیض نے تجاوز کیا اور عادت کو اور دس روز سے تجاوز نہ کیا
تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اسواسطے کہ بسبب عود حیض کے معلوم ہوا کہ ابھی عدت منقضی نہین ہوئی او حتی تتیمم لعدم الماء وتصلی ولو نفلا اصلوۃ
تامۃ ولا تتیمم یہانتک کہ عورت تیمم کرے پانی نہونے کے وقت اور نماز پڑھے پوری نماز اگر چہ نفل کی نماز ہو قول اصح مین یعنی اقل حیض مین عورت طاہر ہوئی اور

پانی غسل کا موجود نہیں سو اوسنے تیمم کرکے نماز پڑھی تب عدت منقضی ہوگی وفی الکفایۃ بمجرد الانقطاع ملتقی بعدم خطابہا قلت مفادہ ان المجنونۃ
والمعتوہۃ کذلک اور مطلقہ کتابیہ میں بمجرد حیض منقطع ہونیکے عدت منقضی ہوتی ہے کذا فی الملتقی بسبب اسکے نہ مخاطب ہونیکے یعنی احکام شرعی کی وہ مخاطب
نہیں شارح کہتا ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیوانی عورت اور معتوہ بھی اسیطرح ہے یعنی اوسکی عدت بھی بمجرد انقطاع حیض کے منقضی ہوگی اسواسطے کہ وہ
بھی بسبب زوال عقل کے احکام شرعی کی مکلف نہیں ولو اغتسلت ونسیت اقل من عضو تنقطع لتسارع الجفاف فلو تیقنت عدم الوصول او
ترکتہ عمدا لا تنقطع اور اگر غسل کیا عورت نے بعد اقل حیض کے اور بھول گئی کسی عضو کے کڑے کو پانی پہونچانا چنانچہ ایک اونگلی کو تو رجعت ساقط ہوگی اسواسطے
احتمال جلد خشک ہوجانیکا تو اگر عورت کو پانی نہ پہونچنے کا اوس ٹکڑے میں یقین ہو یا اوسنے اوسکو عمدا ترک کیا ہو تو عدت منقطع نہوگی ولو نسیت عضوا لا تنقطع
اور اگر غسل میں پورے عضو کا پانی پہنچانا بھول گئی مانند ہاتھ یا پاؤں کے تو عدت نہ منقطع ہوگی وکل واحد من المضمضۃ والاستنشاق کالاقل لا انہما
عضو واحد علی الصحیح اور ہر واحد مضمضہ اور استنشاق سے مانند بعض کے ہے اسواسطے کہ وہ دونوں ملکر ایک عضو ہیں بنابر قول صحیح کے تو اگر کلی کرنا بھول گئی غسل
میں تو عدت منقطع ہوگی طلق حاملا منکرا وطئہا فراجعہا قبل الوضع فجاءت بولد لاقل من ستۃ اشہر من وقت الطلاق او لستۃ اشہر
فصاعدا من وقت النکاح صحت رجعتہ السابقۃ طلاق دی حاملہ کو اوسکی وطی سے منکر ہوکر پھر عورت سے رجعت کی قبل وضع حمل کے پھر حاملہ لڑکا جنی چھہ
مہینے سے کمتر میں طلاق دینے کے وقت سے یا پورے چھہ مہینے یا اس سے زیادہ مدت میں جنی نکاح کے وقت سے تو زوج کی اگلی رجعت صحیح ہوگی ھم جبکہ بعد طلاق کے چھہ مہینے
کمتر مدت میں حاملہ جنی تو زوج کے انکار وطی کو شرع نے باطل کیا اور یہ لڑکا زوج ہی کا ٹھہرا تو رجعت سابقہ کی صحت بھی ظاہر ہوگئی اسواسطے کہ عین عدت میں واقع
ہوئی اور اگر بعد نکاح کے چھہ مہینے سے کمتر میں جنی گی تو شرعا تکذیب زوج کی انکار وطی میں ثابت نہوگی اسواسطے کہ انعقاد ولد کا قبل نکاح کے ہوا تو رجعت بھی صحیح
نہوگی کذا فی حاشیۃ الچلپی بیان در المختار کے نسخوں میں اختلاف ہے بعض نسخوں میں یوں ہے عبارت بولد لاقل من ستۃ اشہر فصاعدا من وقت
النکاح ظاہر اسیہ نسخہ صحیح نہیں اسواسطے کہ وقت نکاح سے کمتر چھہ مہینے میں ولادت ہونیسے شرعا تکذیب زوج کی ثابت نہوگی لہذا مترجم نے نسخہ محشی چلپی کا اختیار
کیا وتوقف ظہور صحتہا علی الوضع لا ینافی صحتہا قبلہ فلا مسامحۃ فی کلام الوقایۃ اور موقوف ہونا ظہور صحت رجعت کا وضع حمل پر صحیح ہونے رجعت
کا قبل وضع حمل کے مخالف نہیں تو کچھہ تساہل اور بے پروائی وقایۃ الروایۃ کے کلام میں نہیں ھم یہ شارح نے جواب دیا اوس اعتراض کا جو صدر الشریعت نے شرح وقایہ میں
اعتراض کیا متن پر وقایہ کا مضمون یہ ہے کہ اگر حاملہ کو طلاق دی اور اوسکی وطی سے منکر ہو تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے خلاصہ عبارت شرح وقایہ کی اعتراض کا
یہ ہے کہ بوقت طلاق سے بعد کمتر چھہ مہینے کی ولادت سے حمل ثابت نہیں ہوسکتا پھر جب عورت جنی تو عدت منقضی ہوگئی پھر رجعت کیونکر صحیح ہوگی اور حالت رجعت
کی قبل وضع حمل کے مراد نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ زوج منکر ہے وطی کا اور یہ بوجہ ولادت مذکورہ کے شرع اوسکی تکذیب نہیں کرتی فقط شارح نے وقایہ کیطرف
سے جواب دیا کہ صحت رجعت کا ظاہر ہونا البتہ ولادت پر موقوف ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصل صحت قبل ولادت کی نہ ثابت ہو خلاصہ یہ ہے کہ وضع حمل پر
ظہور صحت موقوف ہے نہ اصل صحت اور کلام وقایہ کا اصل صحت پر مبنی ہے نہ ظہور صحت پر تو اب اوس کلام میں کچھہ تساہل اور مسامحہ باقی نہ رہا کما صحت لو طلق من
ولدت قبل الطلاق فلو ولدت بعدہ فارتجعت لمضی العدۃ منکرا وطئہا لان الشرع کذبہ بجعل الولد للفراش فبطل زعمہ حیث
لم یتعلق باقرارہ حق الغیر چنانچہ رجعت صحیح ہے اگر طلاق دی منکر وطی ہوکر اوس عورت کو جو جنی قبل طلاق کے اور اگر بعد طلاق کے جنی تو رجعت صحیح نہیں
اسواسطے کہ بسبب ولادت کی عدت منقضی ہوگئی اور ولادت قبل طلاق میں باوجود انکار وطی کے رجعت اسواسطے صحیح ہوئی کہ شرع نے انکار زوج کی تکذیب اسکی
بسبب ٹھہرانے ولد کے واسطے فراش کے یعنی با قیام نکاح منکوحہ کا لڑکا زوج ہی کیطرف منسوب کیا جاتا تو زوج کا عدم وطی کا زعم باطل ہوگیا اسوجہ سے کہ اسکی
اقرار پر غیر کا حق متعلق نہیں ولو خلا بہا ثم انکرہ ای الوطی ثم طلقہا لا یملک الرجعۃ لان الشرع لم یکذبہ اور اگر عورت سے خلوت کی پھر وطی کا
منکر ہوا پھر اوسکو طلاق دی تو رجعت کا مالک نہوگا اسواسطے کہ شرع نے اوسکی تکذیب نہیں کی ولو اقرتہ وانکرہ فلہ الرجعۃ اور اگر زوج نے بعد خلوت کے
وطی کا اقرار کیا اور عورت نے اوسکا انکار کیا تو زوج کو رجعت جائز ہے اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد ہے زوج کا ولو لم یخل بہا فلا رجعۃ لہ لان الظاہر شاہد لہا ولو ادعی

اور اگر رجعت وطی کا دعوی کیا اور عورت اوسکی منکر ہو اور حالانکہ زوج نے عورت سے خلوت نہیں کی تو زوج کو رجعت کا اختیار نہیں اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد عورت کا ہے
كذا في الواجية فان طلقها فراجعها والمسئلة بحالها جاءت بولد لاقل من حولين من حين الطلاق صحت رجعته السابقة لصيرورته مكذبا
کاملی پھر اگر طلاق دی عورت کو اور اوس سے رجعت کی اور یہ مسئلہ بھی بحال سابق ہے یعنی بعد خلوت کے وطی کا انکار کرکے طلاق دی پھر رجعت کی پھر عورت لڑکا جنی دو
برس سے کم میں وقت طلاق سے تو صحیح ہوگی زوج کی رجعت سابقہ کیونکہ معلوم ہو جانے زوج کے دروغگو شرعا چنانچہ عنقریب گذرا یعنی بسبب ولادت کی انکار وطی میں زوج
کی تکذیب ہوئی [illegible] مدت کے اندر واقع ہوئی لہذا صحیح ہوگی ولو قال ان ولدت فانت طالق فولدت ثم ولدت ثم ولدت آخر من
بطن آخر يعني بعد ستة اشهر ولو لاكثر من عشر سنين ما لم تقر بانقضاء العدة لان امتداد الطهر لا غاية له الا الاياس فهو اى الولد
الثاني رجعة لجعل العلوق بوطي حادث في العدة بخلاف ما لو كان من بطن واحد اور اگر زوج نے کہا زوجہ سے کہ اگر تو جنی گی تو تو طالق ہے پھر وہ
جنی سو وہ مطلقہ ہوئی پھر وہ معتدہ ہوئی بعد اوسکے وہ دوسرا لڑکا جنی دوسرے پیٹ سے یعنی ولادت ولد اول سے بعد چھ مہینے کے ولد ثانی جنی اگرچہ ولد ثانی کو دس برس
سے زیادہ میں جنی جبتک کہ عورت انقضاء عدت کا اقرار نکرے اسواسطے کہ درازی طہر کی کچھ حد نہیں سوای بڑھاپے کے تو یہ ولد ثانی رجعت ہوگا اسواسطے کہ علوق ولد
ثانی کا وطی جدید سے قرار دیا جاویگا عدت میں بخلاف اوس صورت کے جبکہ ولد ثانی ایک ہی پیٹ سے ہو یعنی توام ہوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم مدت ہو مثلا ولد اول کے
بعد چار پانچ مہینے کے ولد ثانی پیدا ہو تو رجعت نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ علوق ثانی کا وطی حادث سے ثابت نہیں وفي كلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة
بطون تقع الثلث والولد الثاني رجعة في الطلاق الاول كما مر وتطلق به ثانيا كالولد الثالث فانه رجعة في الثاني وتطلق به ثلثا عملا
بكلما وتعتد للطلاق الثالث بالحيض لانها من ذوات الاقراء ما لم تدخل في سن الاياس فبالاشهر اور اس قول میں کہ جب تو جنی گی تو تو طالق
ہے پھر وہ جنی تین لڑکے تین پیٹ سے تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور ولد ثانی رجعت ہوگا طلاق اول میں چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی علوق اوسکا عدت میں وطی جدید
سے ہوا اور ولد ثانی سے دوسری بار عورت مطلقہ ہوگی مانند ولد ثالث کے اسواسطے کہ ولد ثالث رجعت ہے طلاق ثانی میں اور مطلقہ ہوگی عورت تین طلاق کر ولد ثالث
کے سبب کلما کے معنی پر عمل کرنے اسواسطے کہ کلما مقتضی ہے عموم احوال کا اور طلاق ثالث کیواسطے عورت کی عدت ہوگی حیض سے اسواسطے کہ مطلقہ وقت طلاق سے حیض آنیوالی
عورتوں میں اصل ہے جبتک کہ وہ نا امیدی کے سن میں داخل ہو پھر جب سن نا امیدی میں داخل ہوگی تو اوسکی عدت مہینوں سے ہو گی ولو كانوا ببطن تقع ثنتان بالاولين لا بالثالث لانقضاء
العدة به فتح اور اگر تین لڑکے ایک حمل سے جنی تو پہلے دو لڑکوں سے دو بار طلاق واقع ہوگی نہ تیسرے لڑکے سے اسواسطے منقضی ہونے عدت کے اوسکی ولادت سے خواہ اول کی
دو پیدا ہوئے ہوں خواہ دوسرے حمل سے کذا فی فتح القدیر والمطلقة الرجعية تتزين ويحرم ذلك في البائن والوفاة لزوجها الحاضر لا الغائب لعدم العلة
اذا كانت الرجعة مرجوة والا فلا تفعل ذكره مسكين اور مطلقہ رجعیہ سنگار کرے اور حرام ہے سنگار کرنا طلاق بائن میں اور زوج کی وفات میں مطلقہ رجعیہ
اپنے زوج موجود کیواسطے سنگار کرے نہ زوج غائب کیواسطے بسبب فقدان علت کے یعنی سنگار فقط بامید رجعت ہے سو غائب میں حاصل نہیں سنگار اوس وقت مستحب ہے
جبکہ رجعت کی امید ہو اور اگر رجعت کی امید نہو تو سنگار نکرے چنانچہ مسکین نے اسکو ذکر کیا ہے ولا يخرجها من بيتها ولو لما دون سفر للنهي المطلق
ما لم يشهد على رجعتها فتبطل العدة وهذا اذا صرح بعدم رجعتها فلو لم يصرح كان السفر رجعة دلالة فتح واقره المصنف اور
زوج مطلقہ رجعیہ کو اوسکے گھر سے نہ نکال لیجاوے اگرچہ اخراج مدت سفر سے کم ہو بسبب نہی مطلق کے یعنی قرآن مجید میں مطلقہ کا مطلقا اخراج ممنوع ہے بقید مدت سفر ہو یا کم
مطلقہ کو گھر سے نکالے جبتک گواہ کرلے اوسکی رجعت پر پھر جب رجعت پر گواہ کریگا تو عدت طلاق کی باطل ہوگی تو نکالنا جائز ہوگا اور یہ یعنی اخراج بلا شہادت
کا رجعت نہونا اوس وقت ہے جبکہ زوج نے وقت اخراج کے عدم رجعت کی تصریح کی ہو اور اگر عدم رجعت کی تصریح نکی ہو تو سفر میں مطلقہ کا لیجانا بھی رجعت ہے باعتبار
دلالت حال کے چنانچہ فتح القدیر میں ہے کیل معتبر اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اسکو مسلم رکھا ہے والطلاق الرجعي لا يحرم الوطي خلافا للشافعي فلو
وطي لا عقر عليه لانه مباح اور طلاق رجعی حرام نہیں کرتی وطی کو بخلاف مذہب شافعی کے سو اگر مطلقہ رجعی کی وطی کریگا تو زوج پر مہر مثل واجب لازم نہ آویگا
اسواسطے کہ وطی کرنا مباح ہے یعنی حرام نہیں اگرچہ مکروہ ہے اسواسطے کہ رجعت فعلی مکروہ ہے لكن تكره الخلوة بها ان لم يكن من قصده المراجعة

وان لا یکرہ لیکن مطلقہ رجعی سے خلوت کرنا مکروہ ہے کراہت تنزیہی بشرطیکہ زوج کو رجعت کا قصد نہو اور اگر رجعت کا قصد ہو تو خلوت کرنا مکروہ نہیں ویثبت
القسم لہا ان کان من قصدہ المراجعۃ والا لا قسم لہا بحر عن البدائع قال وصرحوا بان لہ السفر بامرأتہ علی روایۃ الزیادات وہو شامل
للمطلقۃ رجعیا اور مطلقہ رجعی کیواسطے باری ثابت ہے اگر زوج کو قصد رجعت کا ہو اور اگر قصد رجعت کا نہیں تو اوسکی باری بھی نہیں کذا فی البحر عن البدائع
صاحب بحر الرائق نے کہا کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ زوج کو مارنا عورت کا ترک زینت پر جائز ہے اور یہ جواز ضرب مطلقہ رجعی کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ طلاق رجعی میں
زوجیت تا عدت منقطع نہیں وینکح مبانۃ بما دون الثلث فی العدۃ وبعدہا بالاجماع اور نکاح کرے زوج مطلقہ بائنہ سے تین طلاق سے کمتر میں یعنی اگر
ایک طلاق بائن ہوئی یا دو طلاق تو عدت کے اندر بدلیل اجماع نکاح جائز ہے اور بعد عدت کے بھی جائز ہے م لفظ بالاجماع متعلق ہے فی العدۃ کا تو بہتر یون تھا کہ بالاجماع متصل
اوسکے قریب ہوتا اور یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ یعنی نکاح کا
قصد نکرو تاوقتیکہ عدت نہ تمام ہو اور یہ خطاب شامل ہے زوج اور غیر زوج دونوں کو پھر زوج کو عدت میں نکاح کرنیکی کیا وجہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ زوج اس
عموم سے بدلیل اجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الدر المنتقی ومنع غیرہ فیہا لاشتباہ النسب اور غیر زوج ممنوع ہوا عدت میں نکاح کرنیسے
بسبب اشتباہ نسب کے یعنی اگر غیر زوج کو عدت مطلقہ میں نکاح جائز ہوتا اور بعد اوسکے لڑکا پیدا ہوتا تو معلوم نہوتا کہ زوج اول کا یہ نطفہ ہے یا ثانی کا م یہ تعلیل غیر
آئسہ اور عدت وفات قبل دخول اور معتدہ صبی سے منقوض ہے تو یون کہنا بہتر ہے کہ نص قرآنی سے عدت میں نکاح کرنا عموما منع ہے اور زوج اوس سے بالاجماع
مخصوص ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر لا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ کما سنحققہ بہا ای بالثلث لو حرۃ وبالثنتین لو امۃ ولو قبل الدخول
نکاح کرے زوج مطلقہ ثلثہ سے بشرطیکہ نکاح صحیح نافذ کے بعد تین بار طلاق واقع ہو چنانچہ قید صحت اور نفاذ کی اس باب میں بعد ایک صفحہ کے ہم ثابت کرینگے
اگر منکوحہ حرہ ہے تو بعد تین طلاق کے نکاح نہیں اور اگر لونڈی ہے تو بعد دو طلاق کے نکاح نہیں اگرچہ قبل دخول مطلقہ ہوئی ہو تو بھی نکاح حلال نہیں وما فی المشکلات
باطل او مؤول کما مر اور جو قول مشکلات میں ہے یعنی مطلقہ ثلثہ کا قبل دخول کے نکاح بلا تحلیل جائز ہے سو باطل ہے یا مؤول ہے باطل اس وجہ سے ہے کہ نص اور
اجماع کے مخالف ہے اور تاویل اسکی یون ہوسکتی ہے کہ متفرق تین طلاق پر محمول ہے تو اس صورت میں اول طلاق سے بلا عدت جدا ہو گئی اور دوسری اور تیسری
طلاق لغو ہو گئی بسبب فقدان محل کے چنانچہ اسکا بیان باب الطلاق قبل الدخول میں شرح ہو چکا حتی یطأہا غیرہ ولو الغیر مراہقا یجامع مثلہ وقدرہ
شمس الاسلام بعشر سنین او خصیا او مجنونا او ذمیا لذمیۃ مطلقہ ثلثہ کا نکاح زوج اول کو جائز نہیں یہانتک کہ جماع کرے اوس سے غیر اوسکا اگرچہ غیر یعنی
زوج ثانی مراہق یعنی قریب البلوغ لڑکا ہو کہ ویسا لڑکا جماع کر سکتا ہو اور شمس الاسلام نے مراہق کا اندازہ دس برس کا مقرر کیا ہے یا کہ زوج ثانی خصی ہو یا دیوانہ ہو
یا ذمی ہو مطلقہ ذمیہ کیواسطے خصی کا محلل ہونا اسواسطے صحیح ہوا کہ اگرچہ اوسکے فوطے نہیں لیکن آلہ تناسل ہے اور مجنون کی تحلیل اسطرح ہوسکتی ہے کہ اوسکا ولی اسکا
نکاح کردے مگر طلاق اوسکی بدون ہوش کے صحیح نہوگی اور ذمی کے محلل ہونیکی یہ صورت ہے کہ کتابیہ مسلم کی منکوحہ تھی سو مطلقہ ثلثہ ہوئی تو اگر بعد عدت کے
ذمی اوس سے نکاح کریگا اور بعد دخول کے طلاق دیگا تو زوج اول پر نکاح اوسکا حلال ہوگا بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلو نکح عبد بلا اذن
سیدہ ووطئہا قبل الاجازۃ لا یحلہا حتی یطأہا بعدہ زوج ثانی مطلقہ ثلثہ کی وطی نافذ نکاح سے کریگا تب زوج اول پر حلال ہوگی نکاح نافذ کی قید سے
نکاح فاسد اور نکاح موقوف نکل گیا تو اگر مطلقہ سے غلام نے نکاح بدون اذن مولیٰ کے کیا اور وطی کی اوس سے قبل اجازت مولیٰ کے تو وطی اوس غلام کی عورت کو زوج
اول پر حلال نکریگی جب تک دوبارہ اوس عورت سے وطی نکرے بعد اجازت مولیٰ کے اسواسطے کہ نکاح غلام کا مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے بدون اجازت کے نافذ
نہیں ومن لطیف الحیل ان تزوج بمملوک مراہق بشاہدین فاذا اولج ملکہ لہا فیبطل النکاح ثم تبعثہ لبلد اخر فلا یظہر امرہا اور زوج
اول پر حلال ہونیکی نہایت خوب تدبیر یہ ہے کہ مطلقہ ثلثہ کا نکاح کردے قریب البلوغ غلام سے روبرو دو شاہدین کے پھر جب وہ دخول کر چکے تو غلام کا مالک عورت کو غلام کا مالک کردے
تو نکاح باطل ہوگا پھر عورت غلام کو کسی دوسرے شہر میں بھیجدے کہ وہان بیچڈالا جاوے تو اس تدبیر سے عورت کا حال کسی پر نکھلیگا اور یہ حیلہ مبنی ہے ظاہر مذہب
پر کہ کفاءت نکاح میں شرط نہیں لہذا شارح نے آئندہ قول میں اسکا استدراک کیا لکن علی روایۃ الحسن المفتی بہا انہ لا یصح لعدم الکفاءۃ ان

فلما وطئ بلا نكاح اتفاقا کا حکم ... حلالہ کا حکم ... کفارت اگر عورت کا ولی ہو تو زوج
اول پر اوسوقت حلال ہوگی
اور اگر ولی نہ ہوگا تو اوسکو حلال کریگا باتفاق مشائخ
جبکہ زوج ثانی نکاح صحیح سے وطی کرے اور زوج ثانی کی عدت بھی گذر جائے خواہ وہ عدت طلاق کی ہو خواہ عدت فسخ نکاح کی خواہ موت کی کذا فی حاشیۃ الحموی لا بملك يمين لاشتراط
الزوج بالنص فلا يحلها وطء المولى اور حلال نہیں کرتی مطلقہ کو وطی ملک یمین کی بسبب شرط ہونے زوج کے نص سے تو لونڈی کو حلال کریگی وطی مولی کی یعنی زوج نے اپنی
لونڈی کو دو طلاق ... زوج پر بحرمت غلیظہ حرام ہوگئی پھر اوس لونڈی کے مالک نے اوس سے وطی کی بملک یمین بعد عدت کے تو وہ لونڈی زوج پر حلال
نہوگی اسواسطے کہ نص قرآنی میں حلت موقوف ہے زوج کی وطی پر نہ مالک کی وطی پر ولا بملك أمة بعد طلقتين اور نہ مالک ہونا لونڈی کا بعد دو طلاق کے
یعنی جیسے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو دو بار طلاق دی پھر اوس لونڈی کو مول لیا تو اس مشتری کو وطی اوسکی بملک یمین حلال نہیں اسواسطے کہ حلت
مطلقہ کی غایت ہنوز موجود نہیں یعنی زوج ثانی کی وطی قال تعالى حتى تنكح زوجا غيره ھم مسئلہ ملک امۃ کا لا يحلها وطء المولى پر عطف نہیں
اسواسطے کہ وہ غیر کی ملک پر متفرع ہے بخلاف اسکے تو شارح نے بمناسبت مقام اسکو بطور مسئلہ مستانفہ کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ الحلبی اور حرمۃ بعد ثلاث ورد
وسبيت بالمالک ... بعد تین طلاق کے اور مرتد ہونے اور گرفتار ہونے کے بعد یعنی ایک مرد نے اپنی زوجہ حرہ پر تین بار طلاق واقع کی پھر وہ مرتد ہوگئی اور دار الا
میں گرفتار ہوئی پھر اوسکو مالک نے اوس سے وطی کی تو زوج اول پر یہ عورت حلال نہوگی اسواسطے کہ زوج ثانی کی وطی غایت ہے حلت کی نہ ملک یمین کی وطی ونظيره
من فرق بينهما بظهار او لعان ثم ارتدت وسبيت ثم ملكها لم تحل له ابدا اور مانند مسئلہ مرتدہ کے وہ ہے کہ بسبب ظہار یا لعان کے زوج اور
زوجہ میں تفریق واقع ہوئی یعنی وطی ممنوع ہوئی پھر زوجہ مرتد ہوگئی اور دار الحرب سے دار الاسلام میں گرفتار آئی پھر زوج اوسکا مالک ہوگیا تو یہ عورت مرتدہ
کبھی حلال نہوگی یعنی ظہار میں بدون کفارہ کے اور لعان میں بدون ابطال لعان کے حلال نہوگی تو شارح کے کلام میں ابدا یعنی حرمت مؤبدہ کے ذکر میں مسامحت
ہے اس واسطے کہ ... کفارہ اور لعان میں قیود مقررہ مذکور ہیں کذا فی رمزۃ الاذکیا وشرط التعيين موقع الوطء في المحل المتيقن فلو كانت صغيرة لا يوطأ مثلها لم تحل للاول اور شرط
تحلیل کی یہ ہے کہ مکان مخصوص میں وطی واقع ہو جسکا تعیین ہو یعنی محل مشتہی ہو تو اگر عورت مطلقہ ایسی صغیرہ ہو کہ ویسی لڑکی لائق جماع کے نہو تو زوج اول پر
حلال نہوگی اگرچہ زوج ثانی وطی کر چکا ہو اسواسطے کہ نہایت صغیرہ محل شہوت نہیں اور اوسکی وطی شرعاً معتبر نہیں تو وجود کالعدم ہوا وطی حقیقی پائی گئی کذا
فی حاشیۃ المدنی ولا حلت وان افضاها ... اور اگر ویسی صغیرہ وطی کے لائق نہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوگی اگرچہ زوج ثانی نے
اوسکو مفضاۃ کر ڈالے کذا فی البزازیہ مفضاۃ اوس عورت کو کہتے ہیں جسکے قبل اور دبر درمیان کا پردہ پھٹ کر ایک ہو جاویں فلو مفضاة لا تحل الا اذا
حبلت لتعلم ان الوطء كان في قبلها جب وطی متیقن شرط تحلیل کی ہوئی تو اگر مطلقہ ثلثہ مفضاۃ ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال نہوگی
مگر جبکہ وہ حاملہ ہو جاوے تاکہ بالیقین معلوم ہو جاوے کہ وطی اوسکی قبل ہی میں ہوئی نہ دبر میں اور بدون حمل ہونیکے قبل کی وطی کا یقین نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ
او دونو مکان ملکر ایک ہوگئے ہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان قبل کی وطی میں شبہہ نہیں اسواسطے کہ صغیرہ پہلے مفضاۃ نتھی بلکہ قبل کی وطی سے اوسکی یہ
حالت ہوگئی تو دونو صورتوں میں فرق ظاہر ہوگیا كالمجبوب فانها لا تحل حتى تحبل لوجود الدخول حكما حتى يثبت النسب فيه
فلا اقتصار على الوطء قصورا الا ان يعمم بالحقيقي والحكمي چنانچہ اگر مطلقہ ثلثہ نے نکاح کیا زوج ثانی مقطوع الذکر سے تو یہ عورت زوج اول
پر حلال نہوگی تاوقتیکہ حاملہ نہو اور جب حاملہ ہوگی تو اول کو حلال ہوگی بسبب وجود دخول حکمی کے یعنی ہرچند یہاں دخول حقیقی متصور نہیں اسواسطے کہ زوج
ثانی کا آلہ تناسل مطلق باقی نہیں لیکن حکمی دخول ہے یعنی شرع میں یہ حمل زوج ہی کیطرف منسوب ہوگا بسبب قیام نکاح کے یہانتک کہ بسبب اسی دخول
حکمی کے اوس ولد کا نسب زوج ہی سے ثابت ہوگا کذا فی فتح القدیر جب دخول حکمی سے بھی حلت ہوئی تحلیل کی تو اقتصار کرنا مصنف کا شرط تحلیل کے ذکر میں
فقط وطی پر قصور ہے عبارت کا مگر یہ کہ وطی کو عام کہیں وطی حقیقی اور وطی حکمی سے تو البتہ قصور باقی نہ رہیگا مقطوع الذکر کی وطی حکمی میں داخل رہیگا ولا بد
في تحليل البكر ... والموطوءة ... والقنية واستشكله المصنف اور ادخال محل بکارت میں حلال کرتا ہے عورت کو زوج اول کیواسطے

اور مرجانا زوج ثانی کا عورت کو زندہ چھوڑ کر حلال نہین کرتا بدون وطی کے کذا فی القنیہ اور مشکل جانا ہے اس حلال کو مصنف نے اپنی شرح مین اور اصل اشکال صاحب
بحر الرائق کا ہے تقریر اشکال کی یہ ہے کہ قنیہ مین کہا کہ مجرد ادخال محل بکارت مین سبب ہے حلت کا حالانکہ باوجود باقی رہنے پردہ بکارت کے دخول حشفہ کا متصور نہین
اور تحلیل مین وہ ادخال معتبر ہے جو موجب ہو غسل کا اور غسل بدون دخول حشفہ کے واجب نہین وفی النھر وکانہ ضعیف لما فی التبیین یشترط ان یکون
الایلاج موجبًا للغسل وھو التقاء الختانین بلا حائل یمنع الحرارۃ اور نہر الفائق مین کہا ہے کہ شاید قول قنیہ کا ضعیف ہے اسواسطے کہ تبیین مین یون
ثابت ہے کہ تحلیل مین شرط یہ ہے کہ وہ ادخال ہو جو موجب ہے غسل کا اور موجب غسل کا ملنا دونون ختنہ گاہون کا ہے بدون حائل ہونے اوس چیز کے جو مانع ہو حرارت کی
م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ادخال فی محل البکارۃ سے مراد یہ ہے کہ بعد ازالہ بکارت کی ادخال ہو اسواسطے کہ دو چیز کا حلول کرنا محل واحد مین محال ہے تو اشکال
سست کا اور تضعیف صاحب نہر الفائق کی مندفع ہو گئی کذا فی حاشیۃ المدنی وکونہ عن قوۃ نفسہ فلا یحلھا من لا یقدر علیہ الا بمساعدۃ الید
الا اذا انتعش وعمل ولو فی حیض ونفاس واحرام وان کان حرامًا وان لم ینزل لان الشرط الذوق لا الشبع اور شرط تحلیل ہے ہونا
ادخال کا اپنی قوت ذات سے تو عورت کو زوج پر حلال نہ کریگا وہ شخص جو قادر نہین ادخال پر بدون مددگاری ہاتھ کے مگر اسوقت حلت ثابت ہوگی جبکہ بعد
ادخال بمساعدت ید کے اوسکو ہشتاوگی حاصل ہو اور عمل کرے یعنی بلا مساعدت داخل کرے اگرچہ ادخال حیض اور نفاس اور احرام مین ہو اگرچہ وطی ان
حالتون مین حرام ہے لیکن تحلیل صحیح ہوگی اگرچہ اس وطی سے انزال نہو اسواسطے کہ تحلیل مین لذت پانا شرط ہے نہ کہ سیری جماع سے قلت وفی المجتبی الصواب
انہ یحلھا دخول الحشفۃ مطلقًا لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو وطیھا وھی نائمۃ لا یحلھا للاول لعدم ذوق العسیلۃ وینبغی ان
یکون الوطی فی حالۃ الاغماء کذلک شارح کہتا ہے کہ مین کہتا ہون کہ مجتبی مین ہے کہ حق یون ہے کہ ثابت ہوتی ہے حلت عورت کی دخول حشفہ سے مطلقًا خواہ
بمساعدت ہاتھ کے ہو خواہ بلا مساعدت لیکن ابن ملک کی شرح مشارق مین یون ہے کہ اگر سوتی عورت سے وطی کریگا تو عورت کو زوج اول پر حلال نہ کریگا بسبب
عدم ذوق عسیلہ کے و ذوق عسیلہ کنایہ ہے لذت جماع سے یعنی حدیث صحیح مین مرد اور عورت وہ دونو کیواسطے جماع کی لذت پانی تحلیل کی شرط فرمائی ہے حالانکہ سوتی عورت
کو لذت حاصل نہین اور سزاوار یون ہے کہ بیہوشی کیحالت کی وطی بھی اسیطرح ہو یعنی مانند وطی نائمہ کے م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ استدراک شارح کا لائق
اعتماد کے نہین اسواسطے کہ شرح مشارق فقہ مین ایسی کتاب معتمد نہین کہ اوسکی روایت نقل مذہب مین معتبر ہو اور اطلاق متون اور شروح کا اوسکو رد کرتا ہے اور
ذوق عسیلہ نائمہ کو موجود ہے حکمًا کیا تو نہین جانتا کہ جب نائمہ طراوت کو پاوے تو اوسپر غسل واجب ہے حالانکہ خروج منی بدون لذت کے موجب غسل کا نہین تو نائمہ
کو حکم غسل کا نہین مگر بسبب وجود لذت حکمی کے اسواسطے کہ اکثر یہ ہے کہ لذت حاصل ہوتی ہے مگر بسبب ثقل نوم کے یاد نہین رہتی کذا فی حاشیۃ المدنی وکرہ التزوج
للثانی تحریمًا لحدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان احللک وان حلت للاول لصحۃ النکاح وبطلان
الشرط فلا یجبر علی الطلاق کما حققہ الکمال خلافًا لما زعمہ البزازی اور مکروہ تحریمی ہے زوج ثانی کو نکاح کرنا تحلیل کی شرط سے بموجب حدیث عبد اللہ
بن مسعود کے جو جامع ترمذی مین بروایت صحیح مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت کرے اللہ تحلیل کرنیوالے پر اور اوسپر جسکے واسطے تحلیل ہو
یعنی زوج ثانی اور زوج اول دونو پر لعنت ہے شرط تحلیل کا طریقہ یون ہے جیسے کہ زوج ثانی عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ مین تجھکو طلاق
دونگا اگرچہ نکاح بشرط تحلیل سے عورت حلال ہوگی زوج اول کو بسبب صحیح ہوجانے اس نکاح مشروط کے اور باطل ہوجانے شرط تحلیل کے تو زوج ثانی پر جبر نہین ہوسکتا
طلاق دینے پر چنانچہ اسیکو تحقیق کیا ہے کمال الدین محقق نے بخلاف زعم بزازی کے بزازی نے کہا کہ نکاح بشرط تحلیل مین نکاح بھی جائز ہے اور شرط بھی
جائز ہے یہانتک کہ اگر زوج ثانی طلاق دینے سے انکار کریگا تو قاضی بجبر اوس سے طلاق دلائیگا اور فتح القدیر مین محقق نے اوسکو رد کیا کہ یہ قول ظاہر الروایت
مین ثابت نہین اور قواعد مذہب کے مخالف ہے اسواسطے کہ یہ شرط ایسی ہے جسکو عقد مقتضی نہین تو اصل نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوجائیگی کذا فی حاشیۃ المدنی
ومن لطیف الحیل قولہ ان تزوجتک وجامعتک او امسکتک فوق ثلث مثلًا فانت بائن اور تحلیل کیواسطے لطیف حیلہ زوج کا یون کہنا
ہے کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون اور جماع کرون تو تو بائن ہے یا اگر مین تجھکو تین رات سے مثلًا زیادہ رکھون تو تو بائن ہے تو اگر بعد جماع کے تین رات سے

لیا وہ زوج ثانی عورت کو ہر کیا تو عورت مطلقہ ہو کر بعد عدت کے زوج اول پر حلال ہو جاوے گی ولو خافت ان لا یطلقها تقول زوجتك نفسي على ان امري
بیدی فیقبل فعاله فی العادیة اور اگر عورت اس بات سے ڈرے کہ زوج ثانی اوسکو طلاق نہ دیگا تو اوسکو وہ حیلہ یہ ہے کہ عورت ایجاب کے وقت یوں کہے کہ میں
اپنی ذات کا نکاح تجھ سے کیا اس شرط پر کہ امر میرا میرے ہاتھ میں رہے یعنی طلاق کا مجکو اختیار ہو کذا فی الزیلعی اور پوری تقریر اسکی فصول عمادیہ میں ہے ہم
فصول عمادیہ میں ہے کہ جب عورت اس کا محلل سے ڈرے تو یوں کہے کہ میں نے اپنی ذات کا نکاح تجھ سے کیا اس شرط پر کہ میرا امر میرے ہاتھ میں رہے اور زوج
کہا میں نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو طلاق کا اختیار حاصل ہو جائیگا اور اگر زوج نے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا امر
تیرے ہاتھ میں ہے پس عورت نے اس ایجاب کو قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور طلاق کا اوسکو اختیار نہ ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ جب زوج نے عورت کو طلاق
تفویض کی تو اوسکے نکاح میں نہ تھی اور تفویض بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہیں حالانکہ دونوں امر اوسوقت موجود نہیں بخلاف پہلی صورت
کے کہ جب زوج نے قبول کیا تو عورت کے منکوحہ ہونیکے بعد تفویض پائی گئی لہذا صحیح ہوئی اما اذا اضمر ذلك لا یکره وکان الرجل ماجورا لقصد
الاصلاح وتأویل اللعن اذا شرط الاجر کذا فی العتابیه اور اگر قصد تحلیل کو زوج ثانی نے ظاہر نہیں کیا یعنی زبان سے کہا تو اوس مرد کو ثواب ملیگا بسبب
اصلاح کے کہ ارادہ عورت کے درمیان میں پڑ کر دونوں میاں بیوی کو ملا دیا اور تاویل لعن محلل کی یہ ہے جبکہ کچھ اجرت تحلیل پر لی کذا ذکرہ البزازی ثم هذا کله فرع
صحة النکاح الاول حتی لو کان بلا ولی او بلا شهادة المرأة او بلفظ هبة او بحضرة الفاسقین ثم طلقها ثلثا واراد حلها بلا زوج یرفع الامر الی
شافعی فیقضی به بجلا فی البدائع ان وقع القاضی ولا ان لا فی المنقضی بزازیه یہ سب کچھ جو مذکور ہوا نکاح اول کی صحت پر متفرع ہے یعنی اگر
زوج اول کا نکاح صحیح تھا تو بیشک تین طلاق کے تحلیل کی بسبب ان حیلوں کی البتہ حاجت ہے سو اگر اول نکاح بدون ولی کے تھا بلکہ خود عورت کی عبارت سے ہوا تھا یا لفظ ہبہ تھا یا
دو فاسق گواہوں کے روبرو ہوا تھا پھر زوج نے اوسکو تین بار طلاق دی اور عورت کا حلال ہونا بدون زوج ثانی کے چاہا تو اس امر کو قاضی شافعی المذہب کے پاس
پیش کرے تاکہ وہ قاضی جاری کرے یعنی حکم بطلان کا اوس نکاح میں کرے تو قائم ہو اور اب موجود نہ تھا گذشتہ میں کذا فی البزازیہ شارح کی
یہ تعبیر شک نہیں یہ تعبیر اوسکو متقضی ہے کہ نکاح باطل اور لغو ہے اور بعض مقامات میں فاسقین حنفی مذہب میں صحیح نہیں بلکہ فاسد ہی جانا گیا یہ غلط ہے
تو عبارت میں قصور ہے یوں کہنا تھا کہ جب نکاح فاسد ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی سو اگر ہمارے نزدیک صحیح ہوا اور ہمارے غیر کے نزدیک فاسد ہو چنانچہ مسائل مذکورہ
میں قاضی شافعی کے پاس مرافعہ کر کے فیصلہ ہو یہ مسائل لائق اظہار کے نہیں کیونکہ اس میں سد دروازہ کھلتا ہے علاوہ اوسکے تین طلاق کا وجود گواہی سے متحقق ہو سکیگا اسواسطے
کہ جب شافعی نے بطلان نکاح اول کا حکم صورت شہادت فاسقین کے کیا تو معتقد ہو کس مذہب پر ہوگا اگر شافعی مذہب پر ہو تو نہایت منتشر ہے ایسا اسلئے کہ عدم
مشروط نزدیک شافعی کے اور الوجود ہی علی الخصوص ہمارے زمانہ میں اور اگر معتقد ثانی بموجب مذہب حنفی کے ہو تو وہاں آتش درکار ہے کذا فی حاشیة المدنی وفیها
قال الزوج الثانی کان نکاحی فاسدا او لم ادخل بها وکذبته فالقول لها ولو قال الزوج الاول ذلك فالقول له اور بزازیہ میں ہے کہ زوج
ثانی نے کہا کہ نکاح ثانی فاسد تھا یا یوں کہا کہ نکاح صحیح تھا لیکن میں نے اس عورت سے جماع نہیں کیا یعنی بعد طلاق کے زوج ثانی نے یہ اظہار کیا تاکہ عورت زوج اول
کو حلال نہ ہو اور عورت نے زوج ثانی کی تکذیب کی تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر زوج اول نے یہ کہا یعنی فساد نکاح ثانی یا عدم دخول زوج ثانی کا دعوی کیا
تو زوج اول ہی کا قول معتبر ہوگا والزوج الثانی یهدم بالدخول فلو لم یدخل بها لم یهدم اتفاقا فیهدم مادون الثلث ایضا کما یهدم الثلث اجماعا
لانه اذا هدم الثلث فما دونها اولى خلافا لمحمد اور زوج ثانی بعد دخول کے تین طلاق سے کمتر کو گرا دیتا ہے چنانچہ تین طلاق کو بالاجماع گرا دیتا ہے اسواسطے کہ
جب تین طلاق کو وہ گرا دیتا ہے تو کمتر کو بطریق اولی گرا دیگا بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک ایک یا دو طلاق کو نہیں گراتا ہے اگر زوج ثانی نے وطی نہیں کی تو
بالاتفاق نہ گرا دیگا کذا فی القنیہ فمن طلقت دونها وعادت الیه بعد آخر عادت بثلث لو حرة وبثنتين لو امة وعند محمد وباقی الائمة الثلاثة
بما بقي وهو الحق فتح واقره المصنف وغیره سو جو عورت کہ تین طلاق سے کم مطلقہ ہوئی یعنی ایک طلاق ہوئی یا دو اور طلاق دینے والے زوج کے نکاح میں
پھر آئی بعد دوسرے زوج کے تو زوج اول کو پھر تین طلاق کا اوس عورت پر اختیار ہوگا اگر وہ حرہ ہو اور اگر لونڈی ہو تو دو طلاق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ

زوج ثانی نے پہلے ایک یا دو طلاق کو گرا دیا یعنی نیست و نابود کر دیا اور نزدیک امام محمد کے باقی رہتا ہے تو باقی طلاق کا زوج اول کو اختیار ہوگا یعنی اگر پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب دو طلاق کا اختیار ہوگا اور اگر دو طلاق واقع کی تھیں تو اب ایک طلاق کا اختیار ہوگا اور یہی قول امام محمد کا حق ہے کذا فی فتح القدیر اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور مصنف کے سوا اور علما نے چنانچہ صاحب بحر اور صاحب نہر نے اور شیخ مقدسی محشی نے کہا کہ قول امام کا علی الاطلاق ماخوذ ہے اور ابو یوسف کا ساتھ ہونا زیادہ تر موجب ترجیح کا اور اسیواسطے متون میں بھی ثابت ہے اور ترجیح کمال الدین بن ہمام کے مخالف متون ہے معتبر نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی

ولو اخبرت مطلقة الثلث بمضی عدته وعدة الزوج الثانی بعد دخوله والمدة تحتمله له ای للاول ان یصدقها ان غلب علی ظنه صدقها اور اگر خبر دی مطلقہ ثلثہ نے زوج اول کی عدت اور زوج ثانی کی عدت گذر جانیکے بعد دخول زوج ثانی کے اور مدت گنجایش رکھتی ہو انقضاء عدت کی تو زوج اول کو جائز ہے کہ اسکی تصدیق کرے یعنی نکاح کرلے اگر اوسکو ظن غالب ہو عورت کی راستی کا واقل مدة عدة عنده بحیض شهران وعندهما تسعة وثلاثون یوما مالم تدع السقط کما مر اور کمتر مدت حیض والی کی عدت کی نزدیک امام کے ساٹھ روز ہیں اور نزدیک صاحبین کے انتالیس روز ہیں جبتک کہ عورت اسقاط حمل کا دعوی نکرے چنانچہ گذرا اسواسطے کہ اسقاط سے فورا عدت منقضی ہو جاتی ہے ولو تزوجت بعد مدة تحتمله ثم قالت لم تنقض عدتی او ما تزوجت باخر لم تصدق لان اقدامها علی التزوج دلیل الحل وعن السرخسی لا یحل تزوجها حتی یستفسرها اور اگر نکاح کیا مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے بعد اوس مدت کے کہ انقضاء عدت کی محتمل تھی پھر عورت نے کہا کہ میری عدت ہنوز نہیں منقضی ہوئی یا کہ میں نے زوج ثانی سے نکاح نہیں کیا تو عورت کی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ عورت کی پیش قدمی نکاح کرنے پر دلیل ہے حلت کی یعنی زوج اول پر حلال ہونے عورت کی دلیل ہے اور سرخسی سے روایت ہے کہ زوج اول کو اوسکا نکاح کرنا حلال نہیں جبتک کہ عورت سے حلیت کو دریافت نکرلے وفی البزازیة قالت طلقنی ثلثا ثم ارادت تزویج نفسها منه لیس لها ذلک اصرت علیه او اکذبت نفسها اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے کہا کہ زوج نے مجھکو تین بار طلاق دی ہے پھر عورت نے اپنی نکاح کرنیکا ارادہ کیا اوسی زوج سے تو عورت کو پھیر نکاح کرنا جائز نہیں خواہ عورت طلاق کے قول پر ثابت رہی ہو یا کہ اوسنے اپنی ذات کو جھٹلایا ہو پھر اوس صورت میں ہے جب کہ عورت مدعی تھی طلاق کی اور زوج اوسکا منکر تھا اور اگر زوج نے بھی طلاق کا اقرار کیا تھا تو بالاتفاق عورت کو نکاح کرنا اوس سے درست نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی سمعت من زوجها انه طلقها ولا تقدر علی منعه من نفسها الا بقتله لها قتله بدواء خوف القصاص ولا تقتل نفسها وقال الاوزجندی ترفع الامر الی القاضی فان حلف ولا بینة فالاثم علیه وان قتله فلا شیء علیها والبائن کالثلث بزازیه عورت نے اپنے زوج سے سنا کہ اوسنے اوسکو طلاق دی یعنی تین بار طلاق دی اور عورت اپنی ذات کو مرد سے بچا نہیں سکتی بدون اوسکو مار ڈالنے کے تو عورت کو اوسکا قتل کرنا دوا سے جائز ہے قصاص کے ڈر سے یعنی زہر سے مارے کہ قصاص اوسپر لازم نہ آوے اور نہ مار ڈالے عورت اپنی ذات کو اور اوزجندی نے کہا کہ اسکی نالش کرے قاضی کے پاس سو اگر زوج قاضی کے روبرو حلف اٹھا لے یعنی قسم کھا جاوے اور عورت کے گواہ نہوں تو اب گناہ اوسکا مرد پر ہوگا اگر عورت کو اپنی جان کا خوف ہو اور اوس صورت میں اگر عورت اوسکو قتل کر ڈالے تو اوسپر کچھ گناہ نہیں اور طلاق بائن انقطاع نکاح میں مانند تین طلاق کے ہے کذا فی البزازیہ وفیہا شهدا انه طلقها ثلثا ان غاب الزوج فلها التزوج باخر للتحلیل لو غائبا انتهى قلت یعنی دیانة والصحیح عدم الجواز قنیه اور بزازیہ میں ہے کہ دو گواہوں نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کو تین بار طلاق دی ہے تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز ہے تحلیل کیواسطے اگر زوج اول غائب ہو یعنی اگر عورت کو خوف ہو کہ زوج طلاق کا انکار کریگا تو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کرلے اور بعد وطی کے اوس سے طلاق لے تا کہ زوج اول پر حلال ہو پھر جب زوج اول آوے تو اوس سے بعد عدت زوج ثانی کے تجدید نکاح کی درخواست کرے کذا فی حاشیۃ المدنی والعالمگیری شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مراد بزازیہ کی یہ ہے کہ عورت کو دیانۃ نکاح جائز ہے یعنی قضاء جائز نہیں اسواسطے کہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور مذہب صحیح یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز نہیں یعنی دیانۃ بھی درست نہیں جیسے کہ قضاء درست نہیں کذا فی القنیه وفیها لو لم یقدر هو ان یتخلص عنها ولو غاب سحرته وردته الیها لا یحل له قتلها ویبعد عنها جهده اور قنیہ میں ہے کہ اگر زوج بعد تین بار طلاق دینے کے قادر نہو کہ آپ کو چھوڑا اسکی عورت سے اور اگر غائب ہو جاوے اوس سے تو عورت اوسپر جادو کر کے اوسکو پھیر لاوے اپنی طرف تو مرد کو اوسکا قتل کرنا حلال نہیں اور دور رہے اوس سے اپنی مقدور بھر وقیل لا تقتله فانه لا سبیل الی ... وبه یفتی کما فی التاتارخانیة وشرح [illegible]

عن الملتقط وَاِلَّا فَلَا حِيلَةَ كما مر اور دوسرا قول طلقة ثلثا ہے جو مرد کو منہن روک سکتی ہے کہ مرد کو قتل کرے تو قائل اس قول کا اسبیجابی ہے اور اسی قول پر
یعنی عدم قتل پر فتوی ہے چنانچہ تاتارخانیہ اور ترجیح وبانیہ میں ملتقط سے یہ فتوی موجود ہے یعنی اس صورت میں گناہ وطی وغیرہ کا مرد پر ہوگا عورت مجبور ہے چنانچہ
تصریح اسکی تول او رخت ہی میں مذکور ہو چکی قال بعدہ ای بعد الطلاق ثلثا کان قبلہا طلقت واحدة وانقضت عدتھا وصدقتہ المراة فی
ذلك لا یصدق فان علی المذهب المفتی بہ کالو لم تصدقہ ھی وقیل یصدق قال کہا زوج نے تین بار طلاق دینے کے بعد کہ اس تین طلاق سے پہلے میں نے
عورت کو ایک طلاق دی تھی او ر عدت اوسکی منقضی ہو گئی تھی تو حرکی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ مجھکو اس عورت سے نکاح کر لینا درست ہوا اسواسطے کہ تین طلاق
بعد عدت کے واقع ہوئیں تو لغو ہو گئیں اور عورت نے مرد کی تصدیق کی اس قول میں تو مرد اور عورت کی تصدیق نہ ہوگی بنا بر مذہب مفتی بہ کے چنانچہ اوس صورت میں
جبکہ عورت مرد کی تصدیق نہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ زوج اور زوجہ کے کلام کی تصدیق کرنا چاہیے ولو نکحہا بعد قبل الدخول ثم قال کنت طلقتہا
قبلہما واحدة اخذ بالثلث اور اگر عورت کو دو بار طلاق دی قبل دخول کے پھر بولا کہ میں اسکو دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دے چکا ہوں غرض اس کلام سے یہ کہ
دو طلاق باطل ہو جاویں اسواسطے کہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بائن ہو چکی بلا عدت تو زوج اس کلام سے ماخوذ ہوگا تین طلاق کر اسواسطے کہ اقدام زوج کا دو طلاق
پر دلالت کرتا ہے ثبوت نکاح پر واللہ سبحانہ اعلم بالصواب

باب الایلاء

مناسبتہ ایلاء کا مناسبتہ البینونة مالا ...
ایلاء کی طلاق رجعی سے باعتبار مال انجام کار کے ہے یعنی جیسے طلاق رجعی میں عورت بعد عدت کے مرد سے جدا ہو جاتی ہے ویسے ہی ایلاء میں بعد چار مہینے کے جدا ہوتی ہے
لہذا اسکو اس باب متصل ذکر کیا ہو ھو لغة الیمین شرعا الحلف علی ترك قربانها مدته ولو ذمیا ایلاء لغت میں بمعنی قسم کے ہے اور شرع میں ایلاء وہ قسم ہے جو
زوج نے زوجہ کی ترک قربت پر چار مہینے تک قسم کہائی ہو اگرچہ زوج ذمی ہو چنانچہ ایلاء ذمی کا بیان آگے مذکور ہوگا والمولی ھو الذی لا یمکنہ قربان
امراتہ الا بشیء مشق یلزمہ الا لمانع کفر اور مولی بضم میم وکسر لام اوسکو کہتے ہیں جسکو ممکن نہیں اپنی عورت سے وطی کرنا بدون مشقت والی چیز کے کہ
لازم ہوتی ہے اور سیر یعنی بدون کفارہ کے قربت نہیں کر سکتا مگر مانع کفر سے مولی پر کفارہ لازم نہیں آتا یعنی کافر اگر ایلاء کریگا تو اوسکو قربت اپنی زوجہ کی
حلال ہے بدون لزوم کفارہ کے ورکنہ الحلف اور رکن ایلاء کا قسم ہے خواہ قسم اللہ تعالی کے نام پاک سے ہو یا تعلیق ہو یا التزام نذر کے اطلاق یا عتاق کے
وشرطہ محلیة المراة بکونہا منکوحة وقت تنجیز الایلاء اور شرط ایلاء کی یہ ہے کہ عورت محل ہو ایلاء کی بسبب منکوحہ ہونے کے وقت تنجیز ایلاء کے یعنی
اگرچہ وقت تعلیق کے منکوحہ نہو لیکن ایلاء واقع ہونیکے وقت منکوحہ ہونا کفایت کرتا ہے ومنہ ان تزوجتك فواللہ لا اقربك اور ایلاء مذکور سے یہ مثال ہے
کہ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تجھسے نکاح کرونگا تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا ہر چند عورت اس قول میں وقت ایلاء کے منکوحہ نہیں لیکن بعد نکاح کے ایلاء ثابت
ہوگا اسواسطے کہ تعلیق بعد وجود شرط کے مثل تنجیز کے ہے تو گویا اوسنے بعد نکاح کے ایلاء کیا ولو قال وانت طالق لم یصح لانہ کفارة بالقربان ووقع بائن
بترکہ اور اگر مثال مذکور میں وانت طالق بڑھا دیا یعنی یوں کہا کہ ان تزوجتك فواللہ لا اقربك وانت طالق یعنی اگر میں تجھسے نکاح کروں تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی
نکرونگا اور تو مطلقہ ہوگی تو لازم آویگا اس قائل کو کفارہ بسبب وطی کے اور طلاق بائن واقع ہوگی وطی چھوڑ دینے سے ہم اس مثال میں کفارہ لازم آویگا وطی سے
اسواسطے کہ ایلاء ہے اور طلاق واقع ہوگی ترک وطی سے چنانچہ وطی سے لیکن مشکل یہ ہے کہ اسمین تعلیق ہے طلاق کی نکاح پر تو بمجرد نکاح کے طلاق واقع ہوگئی کفارہ وطی
کیونکر لازم آویگا تو مراد یہ ہے کہ اول بار عورت سے نکاح کیا اور وہ مطلقہ ہوگئی بسبب تعلیق طلاق کے بعد اسکی دوسری بار اوس سے نکاح کیا تو اگر بعد نکاح ثانی کے چار
مہینے گذر گئے بدون وطی کے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر چار مہینے کے اندر وطی کی تو کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیة الدرر واھلیة الزوج للطلاق
وعندھما للکفارة اور شرط ایلاء کی یہ ہے اہل ہونا زوج کا واسطے طلاق کے یعنی جسکو طلاق کی لیاقت ہے اسکو ایلاء کی بھی لیاقت ہے اور صاحبین کے نزدیک کفارہ کی اہلیت شرط ایلاء کی
فصح ایلاء الذمی بغیر ما ھو قربة تو صحیح ہے ایلاء کرنا ذمی کا امام کے نزدیک بجز عبادات کے یعنی چونکہ ذمی اہل ہے طلاق کا تو اوسکا ایلاء بھی صحیح ہے لیکن اگر ذمی
عبادات کی قسم کہاویگا تو صحیح نہیں اور صاحبین کے نزدیک ذمی کا ایلاء صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ کفارہ کا اہل نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ذمی کا ایلاء تین طرح ہے
ایک یہ کہ بالاتفاق صحیح ہے یعنی بغیر عبادات کے مثلا قسم کہائی خدا کی یا عتاق کی دوسری عبادات کی قسم کہانا چنانچہ حج یا صوم کی یہ بالاتفاق باطل ہے تیسری میں اختلاف ہے یعنی

بنا م تھا اقسم کہا نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اگر کوئی کہے کہ جب بھی پر کفارہ لازم ہوا تو امام کے نزدیک اوسکو ایلا کا کیا فائدہ ہوا شارح نے اگلی قول مین اسکا جواب دیا وفائدتہ
وقوع الطلاق اور ایلا ہی کا فائدہ وقوع طلاق ہی یعنی اگر بعد ایلا کے چار مہینے تک قربت نکریگا تو طلاق واقع ہوگی ومن شرائطہ عدم النقص عن المدۃ
اور ایلا کی شرائط میں سے مدت معینہ سے کم نہونا تو اگر کوئی قسم کہا وے کہ مین ایک مہینہ قربت نکرونگا تو ایلا نہ ثابت ہوگا وحکمہ وقوع طلقۃ بائنۃ ان برّ فلم یطأ اور حکم
ایلا کا یہ ہی کہ ایک طلاق بائن واقع ہوگی اگر اوسنے قسم پوری کی یعنی چار مہینے تک وطی نکی والکفارۃ والجزاء المعلق ان حنث بالقربان اور کفارہ اور جزاء
معلق لازم آویگی اگر اوسنے قسم توڑی بسبب وطی کے ھ والجزاء کا واو بمعنی او ہے یعنی اگر قسم بدون تعلیق کے ہے تو کفارہ لازم ہے اور اگر تعلیق کی قسم ہے تو جزا لازم
ہے اور کاہے کفارہ اور جزا ساتھی لازم آتا ہے جب کہ حلف باللہ اور تعلیق معا ہو چنانچہ اس مثال مین کہ واللہ کہ قربت نکرونگا اور اگر قربت کرون ... یرجع ہے والمدۃ
اقلہا للحرۃ اربعۃ اشہر وللامۃ شہران ولاحدّ لاکثرہا فلا ایلاء بحلفہ علی اقل الاقلین اور کمتر مدت ایلا کی حرہ کیواسطے چار مہینے ہین اور لونڈی کیواسطے
دو مہینے ہین اور اکثر مدت کی کچھ حد نہین تو دونو کمتر مدتون سے کمتر کی قسم کہانے مین ایلا نہین تو اگر حرہ مین دو یا تین مہینے کی قسم کہائی یا لونڈی مین ایک مہینے کی قسم
کی تو ایلا نہ ثابت ہوگا وسببہ کالسبب فی الرجعی اور سبب ایلا کا مانند اوس سبب کے ہے جو طلاق رجعی مین ہے یعنی چنانچہ اختلاف ازواج اور ناموافقت طلاق رجعی
کا سبب ہوا ہے ویسی ہی ایلا کا سبب پڑتا ہے والفاظہ صریح وکنایۃ اور الفاظ ایلا کے دو قسم ہین صریح اور کنایہ صریح وہ جو فقط جماع مین مستعمل ہو اور کنایہ
وہ جو جماع اور غیر جماع دونو مین مستعمل ہو صریح محتاج نیت کا نہین بخلاف کنایہ کے کذا فی حاشیۃ المدنی فمن الصریح لو قال واللہ وکل ما ینعقد بہ الیمین
لا اقربک لغیر حائض ذکرہ سعدی لعدم اضافۃ المنع الی الیمین اور منجملہ ایلا صریح کے یہ مثال ہی کہ اگر زوج کہے زوجہ غیر حائضہ سے کہ مین تجھسے قربت
نکرونگا اور جس لفظ سے کہ یمین منعقد ہوتی ہے وہ بھی مانند واللہ کے ہے یعنی بعظمۃ اللہ وبجلالہ وکبریائہ سے ایلا صحیح ہے اور علم اللہ اور غضب اللہ سے صحیح نہین اسواسطے کہ
اون سے یمین منعقد نہین ہوتی ہی ثانی سے علامہ سعدی نے صحت ایلا مین عدم حیض کی قید لگائی بسبب منسوب ہونے منع قربت کی طرف یمین کے یعنی حالت حیض مین باز
رہنا وطی سے بسبب منع شرعی کے ہی نہ کہ بسبب قسم کے او واللہ لا اقربک لا اجامعک لا اطأک لا اغتسل منک من جنابۃ اربعۃ اشہر ولو حائضا
لتبیان المدۃ یا یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا تجھسے جماع نکرونگا تجھسے وطی نکرونگا غسل جنابت نکرونگا تیری سبب سے چار مہینے اگرچہ خطاب حائضہ سے
ہو بسبب معین کردینے مدت کے یعنی تعیین چار مہینے کی یہہ قرینہ ہے کہ منع وطی کا بسبب قسم کے ہے نہ کہ بسبب حیض کے اسواسطے کہ چار مہینے تک برابر حیض نہین ہوتا بخلاف مسئلہ
سابقہ کے کہ وہان قسم مین مدت مذکور نہین وان قربتک فعلی حج او نحوہ مما یشق بخلاف فعلی صلوۃ رکعتین فلیس بمول لعدم مشقتہا اور اگر قربت
کرون مین تیری تو مجھپر حج واجب ہے یا مانند اسکے اوس قسم سے جسکا فعل انسان پر شاق اور سخت ہے چنانچہ ایک مہینہ روزہ رکھنا یا طلاق یا اعتاق بخلاف اس قول کے
کہ اگر مین قربت کرون تو مجھپر دو رکعت واجب ہین تو اسکا قائل مولی نہین یعنی ایلا کرنیوالا نہین بسبب نہ شاق ہونے دو رکعت نماز کے بخلاف فعلی مائۃ رکعۃ
وقیاسہ ان یکون مولیا بمائۃ ختمۃ او اتباع مائۃ جنازۃ ولم ارہ بخلاف اس قول کے کہ اگر مین تیری قربت کرون تو مجھپر سو رکعتین لازم ہین اسواسطے
کہ اس قدر نماز اکثر لوگون پر شاق ہے اور قیاس مشقت کا اسکو مقتضی ہے کہ سو بار ختم قرآن مجید اور سو جنازہ کے اتباع سے مولی ہو شارح کہتا ہے کہ اسکو مین نے کتب فقہ
مین نہین دیکھا یعنی اگر کوئی کہے کہ اگر مین تجھسے قربت کرون تو سو بار قرآن ختم کرنا مجھپر لازم ہو یا سو جنازہ کی ہمراہی اور دفن کرنیکی شرکت مجھپر واجب ہوئی تو
ایلا ثابت ہوا اسواسطے کہ اسمین نہایت مشقت ہے او فانت طالق او عبدہ حر یا یون کہا کہ اگر مین تجھسے قربت کرون تو تو مطلقہ ہے یا غلام اوسکا آزاد ہے ھ
یہانتک مثالین ایلاء صریح کی تہین ومن الکنایۃ لا امسّک لا اٰتیک لا اغشاک لا اقرب فراشک لا ادخل علیک اور از قسم کنایہ یہ مثالین کہ
مین تجھکو نہ چہوونگا تیری پاس نہ آؤنگا تیرے بچھونے کے نزدیک نہ جاؤنگا نہ داخل ہونگا تیرے اوپر یعنی تیرے پاس نہ آؤنگا ھ لا اغشاک بمعنی لا اتیک کے ہے
یعنی تیرے پاس نہ آؤنگا اسواسطے کہ غشیان بالکسر بمعنی آنا ہے کذا فی المغرب اور صراح مین کہا کہ غشیان بالکسر بمجامعت فرو گرفتن وبیہوش شدن ومن
المؤبد نحو حتی تخرج الدابۃ او الدجال او تطلع الشمس من مغربہا اور از قسم الا ابدی کے ہے یون کہنا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا یہانتک
کہ دابۃ الارض نکلے یا دجال خروج کرے یا آفتاب اپنی غروبگاہ سے طلوع کرے فان قربہا فی المدۃ ولو مجنونا حنث وحینئذ فی الحلف باللہ وجبت الکفارۃ

وفی غیرہا وجبت الکفارۃ وسقط الایلاء لانہ لا بقاء للیمین سو ہر نے وطی کی روسے بیچ اندر اگر یہ زوجہ موقتہ یہ تو مائی ہو یہ بر صورت کہ قائم ہوگا تو اوسکی قسم تمام اور اگر حسب گا اور اوس کو حج
یمین مین حج او وجب ہوگی تو اوہ مہ جو دم حناق ہوا سواے اسکے اور ساقط ہوگا ایلا بسبب آخر ہوئے یمین کے یعنی جب بعد وطی کے کفارہ واجب الادا ہوگی تو اب حکم ایلا کا اجماع
علما باقی نرہا یعنی بعد چار مہینے گذرنیکے اب طلاق نہ واقع ہوگی ولا یقربہا بانت بواحدۃ لمضیہا اور اگر مدت مین زوجہ سے وطی کی تو صورت پر ایک طلاق بائن واقع
ہوگی بسبب منقضی ہونے مدت کے والی کما لو کان مدۃ حیاتہ یقبل قولہ الا ببینۃ اور اگر زوجہ سے وطی کا کیا بعد گذرنے مدت کی تو اوسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہان
کے وسقط الحلف ... فان ولو عاد بعد ذلک ادمضت التانیۃ بانت ثانیۃ وسقط الایلاء اور ساقط ہوگی قسم بعد ایلا کے اگر موقتہ در معین ہوگی اگرچہ
توقیت در مدت ... یہ مسئلہ کہ دوسری مدت کے گذرنے سے عورت پر دوسری طلاق بائن واقع ہوگی یعنی اگر زوجہ سے یوں کہا کہ واللہ مین تجہسی آئندہ کبہی صحبت کرونگا
پہر چار مہینے اوسنے صحبت کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی پہر دوبارہ اوس سے نکاح کیا اور باقی چار مہینے تک صحبت نکی تو دوسری طلاق واقع ہوگی اسکے بعد اب
قسم کا اثر نہ باقی رہیگا یعنی اگر تیسری بار اوس عورت سے نکاح کریگا اور بعد اسکے چار مہینے تک صحبت نکریگا تو اب طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ساقط ہونے قسم کے لانہ لم یکن
مستحکما وکانت طاہرۃ کاملۃ در قسم ساقط ہوگی بائن ہونے سے اگر قسم دائمی اور ابدی ہوگی اور عورت ظاہر ہوگی یعنی بشرطیکہ حائضہ نہو عورت قسم کہانیکے وقت
چنانچہ ذکر اس قسم کا گذر گیا دفع علیہ فلو کان حالفا ثالثا ومضت المدتان ملاقی ای بانت باخریین اور منقطع کیا مصنف نے عدم سقوط قسم دائمی کا
اس قول کو کہ اگر زوجہ سے عدم قربت کی دائمی قسم کہائی اور طلاق بائن ہو پہر پڑی اور اس سے دوسری اور تیسری بار نکاح کیا اور دو مہینے بدون قربت کے گذر گئیں تو عورت
دو بار طلاق بائن ہو پڑیگی یعنی زوج نے یون کہا کہ واللہ مین تجہسی صحبت نکرونگا اور چار مہینے تک صحبت نکی تو ایک طلاق بائن پڑی پہر دوسری بار نکاح کیا اور چار مہینے
بدون جماع کے گذر گئی تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی پہر تیسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون وطی کے منقضی ہوگئے تو تیسری بار طلاق بائن پڑ گئی اسواسطے
کہ قسم دائمی تہی نہ موقت والمدۃ من وقت التزوج اور مدت کا اعتبار ہو نکاح کے وقت سے یعنی اگر دائمی قسم کہائی اور بعد چار مہینے کے عورت بائن ہوگئی اور عدت
اوس سے نکاح نکیا اور بعد بائن ہونیکے چار مہینے گذر گئی تو اب دوسری بار طلاق نہوگی اسواسطے کہ وہ منکوحہ نہین اور بدون نکاح کے مدت کا اعتبار نہین فلو
نکحہا بعد زوج اخر لم تطلق لتقید ہذا الملک سو اگر ایلا کرنیوالے نے اوس عورت سے نکاح کیا دوسرے زوج کے بعد تو اب اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب آخر ہونے
اس ملک کے یعنی زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کہائی اور تین بار طلاق بائن عورت پر واقع ہوئی بسبب نکاح ثانی اور ثالث کے اور عدم قربت کے پہر عورت نے زوج
ثانی سے نکاح کیا اور بعد وطی کے مطلقہ ہوئی اور عدت کے بعد زوج اول نے اوس سے نکاح کیا اور چار مہینے تک قربت نکی تو اب اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب حلف
دائمی کے اسواسطے کہ بعد وقوع تین طلاق کے زوج کی ملکیت بالکل معدوم ہوگئی پہر جب ملکیت باقی نرہی تو طلاق کیونکر واقع ہو بخلاف ما لو بانت بالایلاء
دون ثلث اذا یاتیہا فانہا یتجدد الطلاق ثم عادت بالایلاء حلافا لمحمد کما مر فی مسئلۃ الہادم بخلاف اسکے کہ اگر عورت جدا ہوگئی بسبب ایلا کے
کمتر تین طلاق سے یا کہ زوج نے عورت کو قبل چار مہینے کے طلاق بائن دی پہر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح مین آئی اور شیخین کے نزدیک زوج اول کو تین
طلاق کی ملکیت حاصل ہوئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب قسم دائمی کے بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک بقدر باقی طلاق واقع ہوگی چنانچہ اسکی تصریح
باب الرجعت کی اندر مسئلہ ہادم مین ہو چکی یعنی اگر بعد ایلاء دائمی کے تین بار طلاق نہوئی اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ واللہ مین تجہسی قربت نکرونگا اور
چار مہینے تک قربت نکی تو اوسپر ایک طلاق بائن پڑی پہر اوس عورت سے دوسرا نکاح کیا اور قربت نکی تو دو بار طلاق بائن ہوئی پہر عدت ... دوسرے زوج سے
نکاح کیا اور بعد طلاق یا و عدت کے زوج اول کے نکاح مین پہر آئی تو زوج اول پہر تین طلاق کا مالک ہوا نزدیک امام اعظم و ابو یوسف کے اسواسطے کہ زوج ثانی
نے طلاق سابق کو منہدم کر دیا تو اگر زوج اول چار مہینے تک قربت نکریگا تو ایک طلاق بائن پڑیگی پہر اگر نکاح کرکے قربت نکریگا تو دوسری بار طلاق واقع ہوگی پہر اگر نکاح کرکے قربت نکریگا تو تیسری بار طلاق واقع
ہوگی اور امام محمد کے نزدیک بعد زوج ثانی کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دو بار طلاق پہلے ہو چکی ہے اور اسیطرح تنجیز طلاق کا حال ہے یعنی اگر کہا
کہ واللہ مین قربت نکرونگا اور قبل چار مہینے گذرنے کے یکبار یا دوبار طلاق بائن فی الحال واقع کی اور اوسنے زوج ثانی سے نکاح کیا پہر زوج اول کے
نکاح مین آئی تو اندنیا ... تین بار اوسپر طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمد کے نزدیک ایک بار وان وطیہا بعد زوج آخر کفر لبقاء الیمین لعدم الحنث

اور اگر قسم دائمی کہا نیو اسلے نو عورت سے وطی کی بعد دوسرے زوج کے تو کفارہ ویگا بسبب باقی رہنے یمین کے کفارہ لازم ہو البتہ بسبب قسم توڑنے کے یعنی ہر چند حیث من طلاق ان
پڑجا ئینگے اب جو تھی طلاق نہ پڑیگی لیکن یمین تمام قربت کی ہنوز باقی ہے تو وطی سے کفارہ لازم ہوگا واللّٰہ لا اقربك شهرين وشهرين بعد هذا الشهرين ايلاء لتحقق
المدة اور یون کہا کہ واللہ مین تجہسے قربت نکرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد اگلی دو مہینون کے تو ایلا ہے بسبب تحقق ہونے مدت ایلا کے اسواسطے کہ واو عاطفہ موضوع ہے واسطے
جمع کے تو چار مہینے ثابت ہوے ولو مکث يوما اراد به مطلق الزمان اذ الساعة كذلك بحر اور اگر زوج نے کہا کہ واللہ مین دو مہینے تجہسے قربت نکرونگا پھر اوسنے
ایک دن توقف کیا شارح کہتا ہے مصنف نے لفظ یوم سے مطلق زمانہ مراد رکہا اسواسطے کہ ایک ساعت کا توقف بھی مانند یوم کے ہے حکم مین کذا فی البحر الرائق ثم قال
واللہ لا اقربك شهرين لم يكن موليا قال بعد الشهرين الاولين او لا لنقص المدة پہر بعد توقف ایکدن یا ایک ساعت کے کہا کہ واللہ ... سے قربت کرونگا
دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے یا بعد الشہرین الاولین کے لفظ کو نہ بیان کیا یعنی اسیقدر بولا کہ واللہ مین دو مہینے تجہسے قربت نکرونگا تو دونو صورت تو مین مولی نہوگا یعنی ایلا
اسکا ثابت نہوگا بسبب کم ہونے مدت کی یعنی جب اوسنے کہا کہ واللہ مین تجہسے دو مہینے صحبت نکرونگا تو دو مہینے اس یمین سے ثابت ہوے پہر اوسنے ایکدن توقف کرکے
دوسری قسم کہائی اسطرح کہ واللہ مین تجہسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے تو دونو یمین کے چار مہینے ہوئے ایکدن توقف کا درمیان میں ساقط ہوگیا
تو ایکدن کم چار مہینے باقی رہے اور حالانکہ مدت ایلا کی پوری چار مہینے ہیں لہذا ایلا نہ ثابت ہوا اور جبکہ زوج نے بعد الشہرین الاولین کو یمین ثانی میں نہ ذکر کیا
تو دونو یمین متداخل ہونگی مثلا یمین اول غرۂ محرم سے شروع ہوئی آخر صفر میں تمام ہوئی اور یمین ثانی دوسری تاریخ محرم سے شروع ہوئی غرۂ ربیع الاول
کو تمام ہوئی مدت ایلا کی اسمین بھی نہ پائی گئی لكن ان قاله اتحدت الكفارة والا تعددت لیکن اگر بعد الشہرین الاولین کہیگا تو وطی سے ایک ہی
کفارہ لازم آویگا اور اگر نہ کہیگا تو دو کفارہ لازم آوینگے پہلی صورتمین اگر پہلے دو مہینون میں وطی کریگا تو ایک کفارہ لازم ہوگا اور اگر پچھلے دو مہینون
مین وطی کریگا تو بھی ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مدت ہر یمین کی جدی جدی ہے متداخل نہیں اور دوسری صورتمین اگر دو مہینے کے اندر وطی کریگا تو دوہرا
کفارہ لازم آویگا ایک کفارہ یمین اول سے اور دوسرا کفارہ یمین ثانی سے اسواسطے کہ دونو یمین کی مدت متداخل ہے جدی جدی نہیں او قال واللہ لا اقربك
سنة الا يوما لم يكن موليا للحال بل ان قربها وبقي من سنة اربعة اشهر فاكثر صار موليا والا لا یا زوج نے زوجہ سے یون کہا کہ واللہ مین تجہسے قربت
نکرونگا ایک سال مگر ایک دن تو فی الحال مولی نہوگا بلکہ اگر قربت کری عورت سے اوسوقت جب کہ باقی رہگئے ہون ایک سال سے چار مہینے یا زیادہ اوسوقت مولی ہوگا
اور اگر سال میں سے چار مہینے باقی نہیں رہے مثلا تین مہینے باقی رہے تھے کہ اوسنے قربت کی تو مولی نہوگا ولو حذف سنة لم يكن موليا حتى يقربها فيصير
موليا اور اگر مثال مذکور سے سال کا لفظ گرا دے الا یعنی یون کہا کہ واللہ مین تجہسے قربت نکرونگا مگر ایک دن تو مولی نہوگا بدون قربت کے پہر جب عورت سے قربت
کریگا تو مولی ہوگا بعد غروب ہونے آفتاب کے وطی کے دن اور یہی قید مثال سابق مین بھی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زاد كلا يوما اقربك فيه لم يكن موليا
ابدا الا انه استثنى كل يوم يقربها فيه فلم يتصور منعه ابدا اور اگر اوسنے مثال مذکور مین الا یوما اقربک فیہ کو زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ واللہ مین تجہسے
قربت نکرونگا ایک سال مگر وہ دن جسمین تجہسے قربت کرونگا تو کبہی مولی نہوگا خواہ قربت کرے یا نکرے اسواسطے کہ اوسنے ہر ایک اوسدن کو مستثنی کرلیا
جسمین عورت سے قربت کرے تو اوسکا ممنوع ہونا وطی سے کبہی متصور نہیں تمام سال او قال وهو بالبصرة واللہ لا ادخل مكة وهي بها لا يكون موليا لانه يمكنه
ان يخرجها منها فيطاها یا کہ زوج بصرہ مین ہے اور اوسنے یون کہا کہ واللہ مین مکہ مین نجاونگا اور حالانکہ زوجہ مکہ مین ہے تو اس قول سے مولی نہوگا اسواسطے
کہ ممکن ہے کہ عورت کو مکہ سے بلا لیوے پہر اوس سے وطی کرے الیمین المنعقدۃ رجعیا صح لبقاء الزوجیۃ ويبطل بمضي المدة او ایلا کیا رجعیہ مطلقہ سے تو یہ صحیح ہے
بسبب باقی رہنے زوجیت کے اور باطل ہوگا ایلا بعد طلاق بائن پڑنیکے بسبب گذر جانے مدت ایلا کے یعنی چار مہینے گذر گئے اور ہنوز عدت رجعی کی باقی ہے بسبب امتداد
طہر کے اور اگر مدت عدت کی قبل مدت ایلا کے گذر گئی تو بھی ایلا باطل ہوگا بسبب باقی رہنے محل کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر والبحر لعض نسخون مین
بمضي العدة ہے بجا ہے بمضي المدة کے چونکہ نسخہ محشی مدنی کا دوسری نسخہ کو شامل تھا لہذا اوسیکو مترجم نے اختیار کیا ولو الیمین مبانة او اجنبية ثم نكحها
بعده اي بعد الايلاء ولم يضفه الى الملك كان لم تلك لا يصح لفوات محله ولو وطيها كفر لبقاء اليمين اور اگر ایلا کیا مطلقہ بائنہ سے یا اجنبیہ سے عورت سے بعد

یا جیسے نکاح کرتی ہو یا باشارت الی الملک کیا یعنی ثابت ہو تعلیق کی جانبیہ اسکا ذکر ہو چکا تو ایلا صحیح ہو گا بسبب فوت ہونے محل ایلا کے یعنی نکاح کو اور اگر بعد ایلا کے
اسنے بیوی سے وطی کر لیگا تو کفارہ لازم آوے گا بسبب باقی رہنے یمین کے یعنی برخلاف ایلا ہو الیکن یمین عدم قربت کی ثابت ہو ولو ال ایلاءا فانہا ان مضت مدتہ وہی
فی العدۃ بانت باخرٰی والا لا حانیہ اور اگر زوجہ نے ایلا کیا پھر زوجہ کو طلاق بائن دی اگر مدت ایلا کی گذر گئی اور حالانکہ عورت ہنوز عدت میں ہو تو اوسپر دوسری
طلاق بائن پڑ جائیگی اور اگر عدت پہلے منقضی ہو گئی تو دوسری طلاق نہ واقع ہو گی کذا فی الحاویہ بحر بحر احقیقیا لا حکمیا کالحرام لکونہ باحتبار عن لیہا المرض
[illegible] اوالرتقۃ بحلی وطیہا ای الشخص کما فی البحر عن العنایۃ

مرا مہر کے یا اعتکاف کرا سواسطے کہ یہ عاجزی اختیاری
ہے نہ اسطراری عاجز ہوا وطی سے بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغیرہ ہونے عورت کے یا بسبب بند ہونے شرمگاہ عورت کے یا بسبب مقطوع الذکر یا مرد ہونے
مرد کے یا بسبب حائل ہونے اتنی مسافت کے کہ اوسکو قطع نہیں کر سکتا اور ہو یہیں سکتا اور وہ تک ایلا کی مدت میں یا بسبب محبوس ہونے زوج کے ناحق بشرطیکہ قادر ہو
عورت کی وطی پر قید خانہ میں کما فی البحر الرائق عن العنایۃ شارح کہتا ہے حبس میں ناحق کی قید مصنف کے سوا اور کسی فقیہ کے کلام میں نہیں دیکھی تو اسکو روایت
کو سب کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا ہے بعض علمی محشی نے کہا کہ ہمنے اس روایت کی تلاش کی سو فتاوی عالمگیری میں اسکو پایا منقول عن تاتارخانیہ السرخسی سے کہ حبس ناحق
میں رجوع کرنا یا بھی معتبر ہیں اور حبس ناحق میں معتبر ہے اور شرح شرح یعنی اس روایت کو فتاوی مذکورہ میں دیکھا تو اب مصنف کا قول تحقیق ہو گیا وکذا المحبسۃ
ومنوع عنہا ففیئہ نحو قولہ بلسانہ فئت الیہا او راجعتہا او ابطلت الایلاء او رجعت عما قلت و نحوہ لانہ اذا اتاہا المنع فلو صیّرہا بالوعد
اور جسطرح عاجز ہوا وطی سے بسبب محبوس ہونے زوجہ کے اور اوسکی نافرمانی سے تو رجوع کرنا زوج کا اوسکی زبانی قول سے کفایت کرتا ہے جیسا کہ یوں کہنا کہ
میں نے رجوع کیا زوجہ کی طرف دیوں کہا کہ میں پھر آتی ہی طرف یا یوں کہا کہ میں نے ایلا کو باطل کر دیا یا یوں کہا کہ جو میں نے کہا تھا اوس سے میں پھرا اور
اسکے مانند اقوال کے یعنی بعد ایلا کے بسبب عذرات مذکورہ کے وطی کر سکا تو زبانی قول سے ایلا موقوف کرے اسواسطے کہ زوج نے زوجہ کو اذیت اور تکلیف دی
تھی بسبب منع وطی کے تو اوسکو راضی کرے وعدہ کر کے فان قدر علی الجماع فی المدۃ ففیئہ الوطیٔ الفرج لانہ الاصل فان وطی فی غیرہ کذا لو یکون
فیئا پھر بعد رجوع قولی کے اگر زوج قادر ہوا جماع پر مدت ایلا میں تو اوسکا رجوع کرنا معتبر ہوگا وطی فی الفرج سے اسواسطے کہ یہی اصل ہے سو اگر غیر فرج میں وطی
کریگا جیسے کہ مقعد میں تو رجوع کرنا معتبر ہوگا ومفادہ اشتراط دوام العجز من وقت الایلاء الی مضی مدتہ وبہ صرح فی الملتقی وفی الحاوی
ان الاصح انہ لو مرض لم یکن فیئتہ الا الجماع اور مستفاد ہوتا ہے قول مصنف سے یعنی جاں قدر علی الجماع سے شرط ہونا دوام عاجزی کا رجوع لسانی
میں ایلا کے وقت سے اوسکی مدت گذرنے تک اور اسی شرط کو مصرح کر دیا ہے ملتقی الابحر میں اور حاوی میں یوں ہے کہ زوج نے حالت صحت میں ایلا کیا پھر بیمار
ہو گیا تو اوسکا رجوع کرنا ثابت نہوگا مگر جماع سے شارح کہتا ہے اس روایت سے ملتقی کے کلام کی تائید کی ونقی شرط ثالث ذکرہ فی البدائع وھو قیام النکاح
وقت الفیٔ باللسان فلو ابانہا ثم فاء بلسانہ تبقی الایلاء اور باقی رہی تیسری شرط رجوع قولی کی شرط اول عجز ہے اور شرط ثانی دوام عجز اور شرط ثالث
کو بدائع میں ذکر کیا وہ قیام ہے نکاح کا وقت رجوع کے اور زبانی کے یعنی رجوع کرتے وقت عورت منکوحہ ہو نہ بائنہ تو اگر زوج نے بعد ایلا کی عورت کو طلاق بائن
دی پھر زبانی رجوع کیا تو رجوع کرنا ثابت نہوگا اور ایلا باقی رہیگا قال لامرأتہ انت علی حرام او محرم لک کانت معی فی الحرام ایلاء ان نوی التحریم
او لم ینو شیئا وظہار ان نواہ وکذب ان نوی الکذب وذا دیانۃ واما قضاء فایلاء قہستانی وطلقۃ بائنۃ ان نوی الطلاق وثلث
ان نواھا وتفتی بانہ طلاق بائن وان لم ینوہ لغلبۃ العرف ولذا لا یحلف بہ الا الرجال کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ تو مجھپر حرام ہے اور مانند اسکے
کلام کے کچھ اور بولا جسمیں حرام کا لفظ ہو جیسا کہ یوں کہا کہ تو میرے ساتھ ہے حرام کے اندر تو یہ قول ایلا ہے اگر اوس نے تحریم کا ارادہ کیا اسواسطے کہ تحریم
حلال کی یمین ہے یا زوج نے اس کلام سے کچھ ارادہ کیا نہ ظہار کا نہ طلاق کا نہ ایلا کا نہ کذب کا تو بھی ایلا ہے اور یہ کلام ظہار ہوگا اگر اوس نے ظہار کا ارادہ
کیا اور یہی کلام باطل اور مہمل ہوگا اگر اوس نے کذب کا ارادہ کیا اور اسکا باطل ہونا باعتبار دیانت کے ہے اور باعتبار حکم قاضی کے تو ایلا ہی ثابت ہوگا

كذا فی القهستانی اور یہہ کلام ایک بائن طلاق ہوگا اگر اوس نے طلاق کی نیت کی اور تین بار طلاق واقع ہوگی اگر اوس نے تین طلاق کی نیت کی اور فتوی اسپر ہے کہ یہہ کلام یعنی
انتِ علیّ حرام طلاق بائن ہی ہو اگرچہ زوج نے طلاق بائن کی نیت نکی ہو بسبب غلبہ استعمال کے یعنی بالفعل یہہ قول طلاق ہی مین اکثر مستعمل ہے ولہذا اس قول سے سواے مرد ودن کے
قولی قسم نہین کہا ولو لم تکن له امرأة او حلف بہ المرأة کان یمینا لو ماتت او بانت لا الی عدة لو وجد الشرط لو تطلق امرأته المتزوجة یتفق لعیرانہا
یمینا فلا ینقلب طلاقا اور اگر مرد کے کوئی زوجہ نہو اور اوسنے کہا کہ علی الحرام یعنی حرام مجہپر لازم ہوا یا کہ عورت نے بلفظ حرام قسم کی یعنی زوج سے خطاب کرکے بولی
کہ تو مجہپر حرام ہے تو یہہ قول یمین ہوگا نہ طلاق چنانچہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجہپر حرام ہے اگر مین غلام کو مارون پہر زوجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہو گئی بعد ازان عدت کے
بسبب طلاق قبل دخول کے پہر شرط پائی گئی یعنی مثلا غلام کو مارا تو مطلقہ نہوگی اوسکی وہ عورت جس سے بعد موت زوجہ اولی کے نکاح کیا اسی قول پر فتوی ہے کہ زوجہ ثانیہ
پر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ہوجانے تعلیق کے یمین یعنی جب زوجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہو گئی تو تعلیق طلاق کی بسبب نہونے محل کے یمین ہوگئی پہر جب تعلیق یمین ہوگئی تو
یمین منقلب ہوکر طلاق نہین ہوسکتی ومثله انتِ معی فی الحرام ولِلحرام یلزمنی وحرمتکِ علیّ وانتِ محرّمة او حرام علیّ او لم یقل علیّ وانا علیکِ
حرام او محرّم او حرمت نفسی علیکِ او انتِ علیّ حرام کالخمر او الخنزیر بزازیہ اور انت علیّ حرام کی مانند مین یہہ اقوال کہ تو ساتھ میرے
حرام ہی اور حرام مجہکو لازم ہوا اور مین نے تجہکو اپنے اوپر حرام کیا اور تو مجہپر محرمہ ہی یا حرام ہی یا کہ اس مثال مین مجہپر کا لفظ نہ بولا یعنی فقط اسیقدر کہا کہ تو حرام ہے
یا محرم ہے اور مین تجہپر حرام ہون یا محرم ہون یا کہ مین نے اپنی ذات کو تجہپر حرام کیا یا کہ تو مجہپر حرام ہی مانند گہ ہی یا سور کے کذا فی البزازیہ یعنی ان مثالون سے طلاق
بائن واقع ہوگی بقول مفتی بہ اور اگر قائل کی زوجہ نہوگی تو یہہ اقوال یمین ہوجاوینگے تو حانث ہونیسے کفارہ لازم آویگا ولو کان له اربع نسوة والمسئلة
بحالها وقع علی کل واحدة منهن طلقة بائنة وقیل تطلق واحدة منهن والیه البیان کما مرّ فی الصریح وهو الاظهر والاشبه ذکره الزیلعی
والبزازی وغیرهما وقال الکمال الاشبه عندی الاول وبه جزم صاحب البحر فی فتاواه وصححه فی جواهر الفتاوی واقره المصنف فی شرح
اور اگر زوج کی چار عورتین ہون اور یہہ مسئلہ بحال خود بطور سابق کے ہو کہ تحریم مین یعنی چار عورتون کے زوج نے کہا کہ امرأتی علی حرام یعنی میری عورت مجہپر
حرام ہی تو ہر عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور بعضون نے کہا کہ ان چار عورتون مین سے ایک ہی عورت پر طلاق واقع ہوگی اور زوج کا اختیار ہے بیان تعیین مین
چنانچہ اسکا ذکر طلاق صریح مین ہوچکا اور یہی قول ظاہر تر اور اشبہ بالحق ہے چنانچہ زیلعی اور بزازی اور انکے سوا اور فقہا نے مثل صاحب خلاصہ اور وغیرہ
اور بعضونہی نے اسکو ذکر کیا ہے اور کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ میرے نزدیک اشبہ بحق قول اول ہے یعنی ہر عورت پر طلاق واقع ہونا اور اسیکا
یقین کیا ہے صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوی مین اور جواہر الفتاوی مین بہی اسیکی تصحیح کی ہے اور مصنف نے بہی اسی قول کو اپنی شرح مین قائم رکہا ہے
منح الغفار مین کلام محقق کا فتح القدیر سے یون منقول ہے کہ میرے نزدیک اشبہ بحق وہ ہے جو فتاوی مین ہے اسواسطے کہ یون کہنا کہ حلال خدا یا حلال مسلمین کا مجہپر حرام
ہی پہر زوجہ پہ شامل ہے تو ہر ایک زوجہ پر طلاق بائن واقع ہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ محقق ممدوح اور اوسکے تابعین کا کلام حلال اللہ اور حلال المسلمین مین ہے نہ کہ انتِ
علیّ حرام مین اسواسطے کہ خطاب پسر یگانہ مانع ہے عموم کا اور نہ امرأتی علی حرام مین ہے اور ظاہر نظر مین بہی معلوم ہوتا ہے کہ یہہ گفتگو انتِ علیّ حرام مین ہے لہذا شارح نے
انکی قولین سے استدراک کیا لکن فی النهر یجب ان یکون معنی قول الزیلعی والمسئلة بحالها یعنی التحریم لا بقید انتِ علیّ حرام مخاطبا لواحدة
کما فی المتن بل یجب فیه ان لا یقع الا علی المخاطبة انتهی قلت یعنی بخلاف حلال الله او حلال المسلمین فانه یعمّ وبه یحصل التوفیق فلیحفظ
لیکن نہر الفائق مین ہے کہ واجب ہے کہ ہون معنی اس قول زیلعی کے کہ یہہ مسئلہ بطور سابق کے ہے یعنی فقط تحریم مین مثل مسئلہ سابقہ کے ہونہ کہ بلفظ خطاب زوجہ
واحدہ کے چنانچہ متن مین ہے یعنی کنز مین بلکہ یہہ واجب ہے انتِ علیّ حرام مین کہ طلاق نہ واقع ہو کسی پر بجز زوجہ مخاطبہ کے انتہی کلام النہر شارح کہتا ہے کہ مین کہتا
ہون یعنی بخلاف حلال اللہ یا حلال المسلمین کے کہ یہہ عام ہے چارون عورتون کو شامل ہے اور اسی سے حاصل ہوگئی توفیق یعنی تصریح صاحب نہر الفائق اور توضیح
شارح سے کلام فقہا مین اتفاق حاصل ہوگیا سواس تحقیق کو یاد رکہنا چاہیئے یعنی جو کہتا ہے کہ سب عورتون پر طلاق واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہے کہ حلال اللہ یا
حلال المسلمین اور جو کہتا ہے کہ فقط زوجہ مخاطبہ ہی پر واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہے کہ انتِ علیّ حرام اور شارح کا یہہ مطلب نہین بلکہ نہر الفائق کی تصریح سے متن تنویر الابصار

ہے دونوں روایتوں میں تعارض ہو گیا اسواسطے کہ ان دونوں روایتوں کا اختلاف امرأتی علی حرام پر مبنی ہو سبب یہ تھا کہ مصوم کے قول میں جو امرأتی کی اضافت کو اضافت جنس کہتے
ہیں اور جو خصوص کے قائل ہیں وہ اضافت عہدی کہتے ہیں خلاصہ یہ ہو کہ اختلاف تین طرح پر ہو یا تسم اول حلال اللہ یا حلال المسلمین سو یہ تمام ہو اور یہی مراد ہو اضافت کی
اور کمال الدین محقق اور مصنف کی اپنی شرح میں تسم ثانی انت علی حرام یہ بناس ہو محالہ یہ کہ تسم ثالث امرأتی علی حرام اسمیں اختلاف ہو کذا فی حاشیۃ الہدایہ فروع
مسائل منثورہ ہے انت علی حرام کالف مرۃ یقع واحدۃ کسی نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے ہزار بار تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ حرمت منی در آمد
وسیں تعدد کی [illegible] بخلاف طلاق کے وہ اسمیں طلقہا واحدۃ ثم قال لہا انت حرام ناویا ثنتین وقع واحدۃ عورت کو ایک طلاق دی پھر کہا دوسرے
کو تو حرام ہو دو طلاق کی نیت کرکے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی کیونکہ حرمت ثانیہ بالاول لغا والثانی یمینا صیغہ انت حرام کو دوبارہ کہا اور اول سے طلاق کی نیت
کی اور دوسری سے یمین کی صحیح ہو وقال ثلث من امرأتہ علیہ حرام ان فعل کذا ووجد الشرط وہم الثلث کما بین یا کہ طلاق ہو اکا حرام ہو
اگر ایسا کرے شرط پائی گئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی قال لہما انتما علی حرام ونوی واحدۃ فیہما ثلثا وفی الاخری واحدۃ فکما نوی یہ یعنی ونمامہ فی البزازیہ
کہا دو عورتوں سے کہ تم دونوں مجھپر حرام ہو اور ایک عورت میں تین طلاق کا ارادہ کیا اور دوسری میں ایک طلاق کا تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اوسنے ارادہ کیا اسکو
فتوی ہے اور پورا بیان اسکا بزازیہ میں ہے قال انتما علی حرام حیث بوطی کل ولو قال واللہ لا اقربکما لم یحنث الا بوطیہما والفرق لا یخفی کہا کہ تم دونوں
مجھپر حرام ہو تو حانث ہوگا ہر عورت کی وطی سے اور اگر یوں کہا کہ واللہ تم دونوں سے قربت کرونگا تو حانث نہوگا جب دونوں کی وطی سے یعنی ایک عورت کی وطی سے
قسم نہ ٹوٹیگی اور وجہ فرق دو نو مسئلوں کی مخفی نہیں اسواسطے کہ پہلی صورت میں ہر عورت کو متصف بحرمت کیا تو ہر عورت کو حرمت مستقلہ ثابت ہوئی اور دوسری قسم
میں دونوں کی وطی سے اپنی ذات کو روکا تو ایک کی وطی سے حانث نہوگا اور دوسری وجہ فرق کی یہ ہے کہ پہلی صورت میں ایلا صوری ہے باعتبار معنی تحریم کے ہر ایک
میں عہدی ہے وہ یہ ہے بخلاف صورت ثانیہ کے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفی الجوہرۃ کرر واللہ لا اقربک ثلثا فی مجلس ان نوی
التکرار اتحد والا فالایلاء واحد والیمین ثلث وان تعدد المجلس تعدد الایلاء والیمین واللہ اعلم اور جوہرہ میں ہے کہ واللہ میں تجسے قربت کرونگا
اسکو تین بار ایک مجلس میں مکرر کہا اگر تکرار کی یعنی تاکید کی نیت کی تو ایک ہی ایلا اور ایک ہی یمین ہوگی اور اگر تاکید کی نیت نکی تو ایک ایلا ہو یعنی اگر چار مہینے
بدون وطی کے منقضی ہوں گے تو ایک طلاق ہوگی اور تین یمین ہونگی یعنی اگر وطی کریگا تو تین کفارے یمین لازم ہونگے اور اگر مجلسیں متعدد ہونگی یعنی ہر
مجلس میں ایکبار واللہ لا اقربک کہیگا تو تین ایلا اور تین یمین ہونگی اگر چار مہینے تک قربت نکریگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور اگر قربت کریگا تو تین کفارے
لازم آوینگے واللہ اعلم باب الخلع ہو لغۃ الازالۃ یہ باب ہے احکام خلع میں اور خلع لغت میں بمعنی ازالہ ہے یعنی ایک
چیز کو دوسری چیز سے زائل کرنا اور جدا کرنا اور نکالنا جیسے کپڑے کو بدن سے اور موزہ کو پاؤں سے نکالنا واستعمل فی ازالۃ الزوجیۃ بالضم وفی
غیرہا بالفتح اور خلع مستعمل ہے ازالہ زوجیت میں بضم اول اور ازالہ زوجیت کے غیر میں بفتح اول مستعمل ہے وشرعا کما فی البحر ازالۃ ملک النکاح خرج
الخلع فی النکاح الفاسد وبعد البینونۃ والردۃ فانہ لغو کما فی الفصول اور خلع باعتبار اصطلاح شرع کے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے عبارت ازالہ
ملک نکاح سے ملک نکاح کی قید سے نکاح فاسد میں خلع کرنا اور طلاق بائن اور مرتد ہونے کے بعد خلع کرنا خلع شرعی کی تعریف سے نکل گیا اسواسطے کہ وہ لغو ہے بسبب عدم
ملکیت نکاح ہے کذا فی الفصول المتوقفۃ علی قبولہا خرج بہ ما لو قال خلعتک ناویا الطلاق فانہ یقع بائنا غیر مسقط للحقوق لعدم توقفہ علیہ ای
ہذا ازالہ ملک نکاح کا خلع ہے جو موقوف ہو عورت کی قبول کرنے پر تو اس قید سے نکل گئی وہ صورت کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا میں نے تجھکو خلع کیا طلاق کی نیت سے تو
کہا تو طلاق بائن واقع ہوگی بلا اسقاط حقوق زوجیت تو یہ قول خلع نہوگا بسبب نہ موقوف ہونے اس طلاق کے عورت کے قبول پر اور وجہ ازالہ ملک نکاح عورت
کے قبول پر موقوف میں وہ خلع نہیں بخلاف خالعتک بلفظ المفاعلۃ او اختلعی بالامر ولم یسم شیئا فقبلت فانہ خلع مسقط حتی لو کانت
قبضت البدل ردتہ خانیہ بخلاف خالعتک یعنی زوج نے بلفظ باب مفاعلت خلع کیا عورت سے بصیغہ امر اختلعی کہا یعنی خلع قبول کر اور اسکے عوض
میں کچھ مال مقرر نکیا سو عورت نے خلع قبول کیا تو یہ قول خلع ہو مسقط حقوق زوجیت کا یہانتک کہ اگر منکوحہ مہر قبضہ کر چکی ہوگی تو اسکو مہر کا پھیر دینا لازم

ہوگا کذا فی الخانیہ بلفظ الخلع خرج الطلاق علی مال فانہ غیر مسقط فیہ یعنی ازالہ ملک بلفظ خلع ہو تو اس قید سے طلاق بعوض مال کے تعریف خلع سے نکل گیا
اسواسطے کہ طلاق مذکور حقوق زوجیت کو ساقط نہیں کرتا کذا فی فتح القدیر وزاد قولہ او ما فی معناہ لیدخل لفظ المبارأۃ فانہ مسقط کالخلع ولفظ البیع
والشراء فانہ کذلک کما صححہ فی الصغری خلافا للخانیۃ یعنی خلع عبارت ہے اوس ازالہ ملک سے جو بلفظ خلع ہو یا اوس لفظ سے ہو جو بمعنی خلع ہو مصنف نے
اس قول کو اسواسطے زیادہ کیا تاکہ مبارات کا لفظ خلع میں داخل ہو جاوے اسواسطے کہ وہ بھی حقوق زوجیت کا مسقط ہے چنانچہ عنقریب آویگا اور تاکہ خلع بلفظ
بیع اور شراء داخل رہے خلع میں اسواسطے کہ وہ بھی اسیطرح مسقط ہے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے فتاوی صغری میں برخلاف خانیہ کے ہم اب تعریف [illegible] پوری ہو گئی اپنے
افراد کی جامع اور غیر کی مانع وافاد التعریف صحۃ خلع المطلقۃ رجعیا اور فائدہ دیا تعریف مذکور نے مطلقہ رجعی کی صحت خلع کا اسواسطے کہ خلع عبارت ہے ازالہ
ملک نکاح سے اور باقی ہے عدت تک طلاق رجعی میں ملک ثابت ہے لہذا رجعت بدون تجدید نکاح کے درست ہے ولا باس بہ عند الحاجۃ للشقاق بعدم الوفاق
اور کچھ مضائقہ نہیں خلع کرنے میں وقت ضرورت کے جب آپس میں پھوٹ پڑ جانا اتفاقی سے اور مرد کو مال لینا عورت سے چھوڑنے کے بدلے جائز ہے بشرطیکہ نا اتفاقی
مرد کی طرف سے نہو چنانچہ صحیح بخاری میں بروایت عبد اللہ بن عباس ثابت ہے کہ ایک عورت نے ایک باغ اپنے مہر میں پایا تھا اپنی زوج سے راضی نہتی سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ پھیر کر خلع کر لے اور بلا ضرورت عورت کو خلع کی خواہش کرنا حرام ہے جامع ترمذی میں بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جو عورت
کہ بلا ضرورت زوج سے طلاق کی خواہش کریگی تو اوس پر بہشت کی خوشبو حرام ہے لیکن جبکہ کسیطرح موافقت نہو سکے تو بموجب نص قرآنی کے جدائی بعوض مال کے جائز
ہے کذا فی حاشیۃ الہدایہ بما یصلح للمہر بغیر عکس کلی لصحۃ الخلع بدون العشرۃ وبما فی یدہا وبطن غنمہا وجوز العینی انعکاسہا خلع
جائز ہے عوض اس مال کے جو صلاحیت مہر کی رکھتا ہو بدون عکس کلی کے یعنی جو صلاحیت خلع کی رکھتا ہو وہ صلاحیت مہر کی بھی رکھے یہ کلیہ صحیح نہیں بسبب صحت
خلع کے کمتر دس درم سے اور بعوض اوس مال کے جو عورت کے قبضہ میں ہے اور بعوض اوس بچہ کے جو بکری کے پیٹ میں ہے اور حالانکہ دس درم سے کم میں اور
عورت کے مقبوضہ سے بسبب مجہول ہونے مال کے اور پیٹ کی بچہ سے مہر صحیح نہیں اور علامہ عینی نے اس کا انعکاس جائز رکھا ہے کلام عینی میں انعکاس سے مراد شاید
انعکاس منطقی ہے اسواسطے کہ منطق میں موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہوتا ہے سو یہاں صحیح ہے عکس لغوی کسیطرح صحیح نہیں ہو سکتا وشرطہ کالطلاق اور شرط
خلع کی مانند شرط طلاق کے ہے یعنی منکوحہ ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہیں وصفتہ ما ذکر بقولہ ھو یمین فی جانبہ لانہ
تعلیق الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ عنہ قبل قبولہا ولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس ای مجلسہ ویقتصر قبولہا علی
مجلس علمہا اور خلع یمین ہے مرد کی جانب میں اسواسطے کہ وہ تعلیق ہے طلاق کی مال کے قبول پر تو صحیح نہیں پلٹنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرنے عورت کے
اور صحیح نہیں زوج کو شرط کرنا اپنے اختیار کا اور منحصر نہیں زوج کی مجلس پر یعنی اگر زوج مجلس بدلیگا تو خلع باطل نہوگا اور موقوف ہے قبول کرنا عورت کا اپنی
علم کی مجلس پر یعنی جب عورت کو خلع کی خبر ہو اور وہ مجلس میں نہ قبول کرے اٹھہ کھڑی ہو خلع باطل ہوگا وفی جانبہا معاوضۃ بمال فیصح رجوعہا قبل
قبولہ وصح شرط الخیار لہا ولو کان ثمن ثلثۃ ایام بحر ویقتصر علی المجلس کالبیع اور عورت کی جانب میں خلع بدلائی ہے عوض مال دینے کے تو صحیح
ہے عورت کا رجوع کرنا قبل قبول کرنے زوج کے اور صحیح ہے عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنے اختیار کو شرط کرلے کذا فی البحر الرائق اور
موقوف ہے صحت خلع کی عورت کی مجلس پر مانند بیع کے فائدۃ یشترط فی قبولہا علمہا بمعناہ لانہ معاوضۃ بخلاف طلاق وعتاق وتدبیر لانہا
اسقاط والاسقاط یصح مع الجہل فائدہ مشروط ہے عورت کی صحت قبول میں دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلا ہندی کی عورت سے خلع
بعوض مال عربی زبان میں کراوے تو قول صحیح میں صحیح نہوگا اسواسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہے اور بدلائی بدون دریافت کے نہیں ہوتی بخلاف طلاق اور عتاق اور
تدبیر کی کہ اون میں علم ہونا ضرور نہیں اسواسطے کہ ہر واحد عبارت ہے اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھہ صحیح ہو جاتا ہے یعنی فقط قضاء صحیح ہے نہ دیانۃ
کذا فی حاشیۃ المدنی وطرف العبد فی العتاق علی مال کطرفہا فی الطلاق اور جانب غلام کی آزادی بشرط مال میں مانند جانب عورت کی ہے طلاق میں یعنی
اگر غلام کہے مولی سے کہ عوض اسقدر مال کے مجھکو آزاد کیجیے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول مولی کے درست ہے اور اگر مولی کہے کہ میں نے بعوض اتنے مال کے

ہوجائیگا کیونکہ اس کلام سے پیشتر نیت نہیں ہوسکتا اور قبول خیار اور اقتصار علی المجلس کو بھی اسی پر قیاس کرلینا چاہیئے ولو قال الخلع یکون بلفظ البیع والشراء ولفظ الطلاق والمبارأۃ کذا فی فتاوی قاضیخان ولو قال بعتک نفسک فقالت اشتریت او قال ابتعتی نفسک فقالت فعلت وقبلت المرأۃ اور خلع ہوتا ہے بلفظ بیع اور شراء اور طلاق اور مبارات کے چنانچہ یوں ندیم کہا کہ میں نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا یا یوں کہ میں نے تجھکو طلاق بعوض اتنے مال کے دی یا یوں کہا کہ مبارات کی میں نے تجھسے بعوض تجھکو جدا کیا اور عورت نے قبول کرلیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت ہوگیا خلع بلفظ شراء کی یہ مثال کہ عورت نے کہا کہ میں نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھسے مول لی بعوض اتنے مال کے [illegible] وحکمہ ان الواقع بہ ولو بلا مال وبالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرتہ فیما لو بطل البدل کما سیجئ اور حکم خلع یہ ہے کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہے وہ طلاق بائن ہے اگرچہ خلع بدون مال کے ہو اور اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے جب کہ بدل خلع کا مال باطل واقع ہو مانند شراب یا سود کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہے یعنی جب کہ بدل خلع میں مال باطل مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ خلع ہوا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہے تو طلاق رجعی واقع ہوگی والخلع هو من الكنايات فيعتبر فيه ما يعتبر فيها من قرائن الطلاق لكن لو قضى بكونه فسخا نفذ لانه مجتهد فيه وقيل لا اور خلع کنایات میں داخل ہے تو خلع میں اعتبار کیا جاویگا اس امر کا جسکا کنایات میں اعتبار ہوتا ہے یعنی قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اسکے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا در المنتقی میں ہے کہ مال مقرر کرنا خلع میں یعنی بھی قرینہ ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ الدر اور باوجودیکہ خلع کنایات میں داخل ہے اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہے نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا شافعی نے اپنے مذہب کے خلع کے فسخ ہونیکا حکم کردیا تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ اس امر میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور قول مجتہد فیہ میں حکم قاضی نافذ ہے اگرچہ قاضی شافعی ہو اور یہی مراد ہے حاشیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی اور قول ضعیف یہ ہے کہ قاضی کا حکم اسمیں نافذ نہیں خلعها ثم قال لم انو به الطلاق فان ذكر بدلا لم يصدق قضاء في الفتاوى اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اگر زوج نے بدل خلع میں کچھ مال ذکر کیا ہے تو قضاءً اسکی تصدیق نہوگی خواہ بدون صورتوں میں الفاظ بیع اور شراء اور خلع اور مبارات میں اسواسطے کہ ذکر عوض کا قرینہ ہے طلاق کا مگر باعتبار دیانت کے البتہ تصدیق ہوگی لیکن اس صورت میں بھی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہیں اسواسطے کہ عورت مانند قاضی کے ہے ظاہر پر عمل کرتی ہے کذا فی حاشیۃ الدر نقلا عن البحر والا صدق فی ما اذا وقع بلفظ الخلع والمبارأۃ لانهما كنايتان ولا قرينة بخلاف لفظ بيع وطلاق اور اگر مال مذکور نہیں ہوا تو زوج کی تصدیق ہوگی اس خلع میں جو کہ لفظ خلع اور لفظ مبارات واقع ہوا ہے اسواسطے کہ یہ دونوں لفظ کنایہ ہیں طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود نہیں بخلاف لفظ بیع اور طلاق کے کہ ان میں زوج کی تصدیق نہوگی بدون ذکر مال کے بھی اسواسطے کہ یہ دونوں لفظ طلاق صریح ہیں قرینہ اور نیت کی کچھ ان میں حاجت نہیں لفظ بیع اسواسطے طلاق صریح ٹھہرا کہ بیع عبارت ہے زوال ملک میں سے اور زوال ملک میں کو زوال ملک منافع لازم ہے وفیہ اشارۃ الى اشتراط النية وهو ظاهر الرواية الا ان المشائخ قالوا لا يشترط النية لانه بحكم غلبة الاستعمال صار كالصريح كما في القهستاني عن متفرقات طلاق المحيط اور اسمیں یعنی خلع اور مبارات کے کنایہ ہونے میں اشارہ ہے نیت کے شرط ہونیکی طرف یعنی لفظ خلع بدون نیت کے طلاق نہ ہوگا اور یہی ظاہر الروایت ہے مگر مشائخ نے کہا ہے کہ نیت شرط نہیں اسواسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہوگیا ہے چنانچہ قہستانی میں یہ مذکور ہے متفرقات طلاق محیط سے نقلا مترجم کہتا ہے کہ مشائخ سابقین کے زمانہ میں شاید ایسا ہی ہوگا کہ خلع بجائے طلاق صریح مستعمل ہوتا ہوگا كره له تحريما اخذ شئ ويلحق به الابراء عما لها عليه ان نشز وان نشزت لا اور اگر نافرمانی اور زیادتی زوج کیطرف سے ہو تو اسکو خلع کی عوض کچھ لینا عورت سے مکروہ تحریمی ہے اور اس سے ملحق ہے ابراء کرنا بھی یعنی اگر عورت کا دین جو مہر وغیرہ مرد پر ہو اور مرد عوض خلع کے اسکی معافی چاہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے مکروہ تحریمی ہے محشی نے کہا کہ تحقیق یوں ہے کہ اس حال میں مال لینا حرام قطعی ہے لیکن اگر لیگا تو مالک ہوگا بملک خبیث کذا فی حاشیۃ الدر وان نشزت لا ولو منه نشوز ايضا ولو باكثر مما اعطاها على الاوجه فتح اور اگر نافرمانی اور ناموافقت عورت کیطرف سے ہو تو عورت سے عوض خلع کے مال لینا مکروہ نہیں اگرچہ بعضا نافرمانی مذکورہ کے زوج کیطرف سے بھی ناموافقت ہوگئی ہو تو بھی مال لینا درست ہے اگرچہ خلع میں لینا دینے سے

زیادہ ہو یعنی اگر مثلاً بیس درہم مین عورت کے دیے تھے اور بیس درہم خلع کی عوض لیے تو بھی جائز ہے بنابر اس قول کے جسکی وجہ خوب تر ہے کذا فی فتح القدیر و
صحح الشمنی کراہۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لاباس بہ یفید انہا تنزیہیۃ وبہ یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہیت کو صحیح کہا
ہے اور تعبیر ملتقی الابحر کی بلفظ لاباس بہ کے اسکا فائدہ دیتی ہے کہ کراہت تنزیہی ہے تو اس تقریر سے حاصل ہوگیا اتفاق دونوں قولون کا سو جو فقیہ کہ دینے سے زیادہ
لینے کو کہتا ہے سو کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہے اور جو نفی کراہت کی کرتا ہے وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہے نہ تنزیہی کی تو اختلاف جاتا رہا اگر کرہہا الزوج
علیہ تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال وسقوطہ زبردستی کی عورت پر زوج نے خلع قبول کرنے پر تو بدون مال کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ
رضامندی شرط ہے لازم ہونے مال میں اور ساقط ہونے مال میں یعنی خواہ عورت نے مال دینا اپنے اوپر جبر سے لازم کرلیا ہو یا اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبر مین نہ مال دینا
لازم ہوگا اور نہ مہر ساقط ہوگا ولو ہلک بدل الخلع فی یدہا قبل التسلیم او استحق فعلیہا قیمتہ لو البدل قیمیا ومثلہ لو مثلیا لان الخلع لا یقبل الفسخ
اور اگر ہلاک ہوگیا بدل خلع کا عورت کے ہاتھہ مین یا اسکا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر بدل قیمت والی چیز تھا چنانچہ غلام یا کپڑا تو عورت پر اوسکی قیمت
دینا لازم ہوگا اور اگر بدل مثلی تھا چنانچہ کیلی یا وزنی چیز تھا تو عورت کو اوسکی مانند دینا لازم آویگا اسواسطے کہ خلع فسخ ہونیکو قبول نہیں کرتا بخلاف بیع کے
جبکہ بائع کے پاس ہلاک ہوجاوے اسواسطے کہ بیع فسخ ہوسکتی ہے خالعہا او طلقہا بخمر او خنزیر او میتۃ او نحوہا مما لیس بمال وقع طلاق بائن فی
الخلع ورجعی فی غیرہ وقوعا مجانا فیہما لبطلان البدل وہو الثمرۃ کما مر خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اوسکو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند اسکے اسی
قسم سے کہ وہ مسلمان کے حق مین مال نہیں تو طلاق بائن واقع ہوگی خلع کے لفظ مین اور طلاق رجعی ہوگی خلع کے سوا اور الفاظ مین دونو صورتون مین طلاق
کا واقع ہونا مفت ہوگا بسبب باطل ہونے بدل کے اور یہی وہ ثمرہ ہے جسکی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا ولو سمت حلالا کہذا الخل فاذا ہو خمر رجع بالمہر ان لم
یعلم والا لا شئ لہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین حلال مال کا نام لیا چنانچہ یون کہا کہ مجھسے خلع کر عوض اس سرکہ کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ نہ تھا تو زوج
مہر کو پھیر لے اگر ادا کیا ہوا اور اگر ہنوز دیا نہیں تو ساقط ہوا بشرطیکہ زوج کو شراب ہونیکا علم نہ تھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہیں بلکہ شراب ہے تو مفت
طلاق واقع ہوگی مہر عورت کا قائم رہیگا اسواسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہیں اس صورت مین کخالعنی علی ما فی یدی ای الحسیۃ ولا شئ فی یدہا للعلم ایضا
چنانچہ مفت طلاق واقع ہوتی ہے اس صورت مین کہ عورت نے اپنے مرد سے کہا کہ مجھسے خلع کر میری ہاتھہ والی چیز پر اور حالانکہ اوسکے ہاتھہ مین کچھہ نہیں مفت طلاق
ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھہ سے مراد اس مثال مین ظاہری ہاتھہ ہے نہ معنوی یعنی قبض اور تصرف وکذا عکسہ اور اسیطرح اس مثال کے عکس مین
مفت طلاق ہوگی یعنی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے خلع کیا اپنی ہاتھہ والی چیز پر اور حالانکہ اوسمین کچھہ نہیں لکن لو کان فی یدہ جوہر
فقبلت فہو لہ علمت او لا لاضرارہا نفسہا بقبولہا لیکن اگر زوج کے ہاتھہ مین عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھہ والی چیز پر خلع قبول کرلیگی تو وہ
جواہر مرد کا مملوک ہوجاویگا عورت کو ہاتھہ مین جواہر کے ہونیکا علم ہو یا نہ بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اوسکی قبول کرلینے سے وان زادت من
مال او دراہم ردت علیہ فی الاول مہرہا ان قبضتہ والا لا شئ علیہا جوہرہ او ثلثۃ دراہم فی الثانیۃ اور اگر عورت نے مثال مذکور مین
مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھہ والے مال پر یا میرے ہاتھہ والے دراہم پر اور حالانکہ اوسکے ہاتھہ مین کچھہ نہیں تو پہلی
صورت مین یعنی در صورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیر دے اگر مہر کو مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھہ دینا لازم نہیں یعنی اگر مہر پر قبضہ نہ ہوگا
تو ساقط ہوگا عورت کو کچھہ نہ دینا پڑیگا یا کہ عورت تین درہم مرد کو پھیر دے دوسری صورت مین یعنی در صورت ذکر دراہم کے ہاتھہ سے مراد ان دونو
صورتون مین ظاہری ہاتھہ نہیں بلکہ مقبوضہ مراد ہے ولو فی یدہا اقل کملتہا اور اگر مثال مذکور مین عورت کے ہاتھہ مین تین درہم سے کم ہون یعنی ایک درہم
یا دو تو تین کو پورا کردے تا کہ اقل جمع پایا جاوے ولو سمت دراہم فبان دنانیر لم ارہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین دراہم کا نام لیا پھر ظاہر
ہوا کہ عورت کے ہاتھہ مین درم نہیں بلکہ دینار ہین شارح کہتا ہے کہ مین نے اسکا حکم کتب فقہ مین نہیں دیکھا مصنف صاحب نہر نے کہا کہ اس صورت مین دراہم ہی
واجب ہونگے نہ دنانیر لیکن اسکو کہین مصرح نہین دیکھا کذا فی حاشیۃ المدنی والمبیت والتصدیق وبطن البادیۃ اذ الزیلعی کقول المدۃ وبطن القدیر

رقم الشرط کالسدہ ذکر السید مثالہٗ کما فی البحر اور کوٹھری اور صندوق اور رڈی کا بیٹ مسرلیکہ جیسے پہلے سے کمتر تین سی ہو وہ دیدہ لڑکی کی کاسٹ اور جیسے عمل حکم پر
اسی طرح کہے میں ذکر اتمہ کا اشتہ سالہ میں بطور مثال کے ہے کہ اگر البحر الرائق میں اگر عورت نے کہا کہ میری کوٹھری و لی یا صندوق والی جریا مری کا لڑکی کے
بیٹ سکہ ہو یا سیسے ورست کہ میلوں رہنے سے منع کر اور حالانکہ اسکی کوٹھری اور صندوق میں اور لونڈی اور لڑکی کے پیٹ میں اور حمل رکھنے میں تو طلاق صحت
ہوگی حورت پر کسی ہو سالارم ہوگا لیکن اگر لونڈی جیسے سے کم مدت میں جنی گئی تو مرد اسکو بچہ کا مالک ہوگا اور اگر لونڈی جیسے سے زیادہ مدت میں جنی گئی تو مرد اسکا
مالک ہوگا کذا فی [illegible] وقال وقیدہ فی الخلاصۃ وغیرھا بعدم الملک فعال لوعلم انہ لاشاع فی البیت ارانہ لاحمل لھا طلقت ویشلّعوا لمھرھا
لایلمہا سوی لانہا [illegible] بطور بعض معروف دار لوطلق ان سلیۃ المھر تقدیر کی ہدایہ درجۃ المسیر اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ مسائل مذکورہ میں صحت
طلاق واقع ہو یکو حالانکہ عیرایں مقید کیا ہے بصید عدم علم کے مضمون کہا ہو کہ اگر مرد نے جانا کہ کوٹھری یا صندوق میں نہیں اتمام شرط میں بھی
من ہرادم جیسے جانتا تھا کہ عورت کا اسپر کچھ نہیں تو عورت کو کچھ دینا لازم آویگا اسواسطے کہ اس مدت میں عورت نے مرد کو کچھ لا چاہے اور کہلانا تو ایسے
عورت کچھ نہیں دیا اور اگر مرد کو اسی اور مہر ادب ہو یکا گمان تھا اور اسکو یاد آگیا کہ یہ مہر باقی ہیں رہا تو عورت کو مہر کا اسپر دینا لازم ہوگا امر
کہ مرد کو دیوگا اور امام طحاوی نے کہا کہ سارے کو مناسب تھا کہ بعدم العلم سے بعدہ کو محدود کرتا تاکہ آیندہ قول سے مناسبت ہوتی کذا فی حاشیۃ البحر لی
حالفعت خلعنی علیٰ ان لی علیٰ ما فیہا من صداقہ لو نذرا وعلیہا تسلیمہ ان قدرت والا فعیبہٗ لانہ لایبطل الشرط الفاسد کالبیسر
عورت نے خلع کیا ایسی شرط سے کہ غلام پر شرط بری الذمہ ہو یکے اور اسکی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ ہوگی اس شرط سے اور عورت پر تسلیم غلام کی واجب ہوگی
اگر قادر ہو ورنہ قیمت اور اگر غلام نہ مل سکے تو قیمت غلام کی لازم ہوگی اسواسطے کہ خلع باطل نہیں ہوتا شرط فاسد سے جیسا کہ نکاح میں باطل ہوتا قالت طلقنی ثلٰثا
بالف او علی الف فطلقہا واحدۃ وقع فی الاول بائنۃ بثلثہ ای ثلث الالف ان طلقہا فی مجلسہ والا مجانا عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق
دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر مرد نے اسکو ایک طلاق دی تو پہلی صورت میں یعنی الف میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کی تہائی کی عوض بشرطیکہ
عورت کا مجلس میں ملی ہو ورنہ اگر [illegible] [illegible] طلاق [illegible] [illegible] کہ [illegible] فی الثانیۃ لوکان طلقہا بعدتی وانہ کلّ الالف
و حاشیہ میں ہے کہ اگر ان دو حورت کو طلاق دی ہو تو اسکو پورا ہزار ملیگا یعنی اگر بعد دو طلاق کے عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض
ہزار کے اور دو پہلے ایک طلاق دی عورت کو ہزار کا دینا [illegible] کہ وہ [illegible] اس [illegible] کہ صورت کا عدد [illegible] کی جدائی سے حاصل کیا
وفی الثانیۃ رجعیۃ مجانا لان علی للشرط ولا توزیع فی الشرط اور دوسری صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مفت یعنی جب عورت نے کہا کہ طلاق دے علی
الف تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی اسواسطے کہ حرف علی کا واسطے شرط کے ہے اور شرط میں نہیں ہوا اجزا اور مرادہ یہ رجعی طلاق اسواسطے ہوئی کہ مال
سے خالی ہے اور صاحبین نے کہا کہ حرف علی کا واسطے عوض کے ہے پس پہلی صورتیں ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی ویسے ہی دوسری صورتیں
ایک طلاق بائن واقع ہوگی قال طلقی نفسک ثلٰثا بالف او علی الف فطلقت نفسہا واحدۃ لم یقع شیٔ لانہ لم یرض بالبینونۃ الا بکل الالف
بخلاف ما مر لرضاھا بالبینونۃ اولیٰ مرد نے عورت سے کہا کہ تو تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا اور پھر عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق
دی تو کچھ واقع ہوگا اسواسطے کہ مرد راضی نہ جدائی سے مگر پورے ہزار کے بدلے اور عورت تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو مطلب مرد کا ہوا لہٰذا ایک طلاق
بھی واقع نہ ہوگی بخلاف مسئلہ گزشتہ کے کہ عورت راضی ہوئے عورت کی جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم میں بطریق اولیٰ راضی ہوگی وقولہ انت طالق بالف
او علی الف فقبلتہ فی مجلسہا لزم ان لم تکن مکرھۃ کما مر ولا سفیھۃ ولا مریضۃ کما یجیٔ الالف لانہ تعویض او تعلیق اور مرد کا عورت
سے یوں کہنا کہ تو مطلقہ ہے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر عورت نے اسی قول کر لیا اسی مجلس میں تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا بشرطیکہ اسپر کچھ
زبردستی ہو چنانچہ پہلے گزر چکا اور عورت احمق اور بیمار ہو چنانچہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اسواسطے لازم ہوگا کہ یہ قول یا بدلا ہے یا تعلیق
ہو یعنی الف کہنے میں بدلا ہی ہے اور علی الف میں تعلیق ہے وفی البحر عن التاتارخانیۃ قال لامرأتیہ احدا کما طالق بالف درھم والاخریٰ بمائۃ

دینار فقبلتا طلقتا بغیر شئ اور بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ اپنی دو عورتوں سے کہا تم میں سے ایک مطلقہ ہے بعوض ہزار درہم کے اور دوسری
بعوض سو درہم کے سو قبول کر لیا اوسکو دونوں نے تو دونوں پر طلاق واقع ہو گی مفت بسبب مجہول ہونے مال کے اسواسطے کہ ہر عورت پر یہ کہہ سکتی ہے کہ مجھ پر لازم
نہیں دینا مگر سو درہم کا انتِ طالقٌ وعلیکِ الفٌ او انتَ حرٌّ وعلیکَ الفٌ طلقت وعتق مجانا وان لم یقبلا لان قوله وعلیک الف جملة تامة
وقالا ان قبلا صح ولزم المال عملا بان الواو للحال ز ف الحاوی وبقولهما یفتی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے اور تجہہ پر ہزار درہم دینا لازم
ہے یا مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اور تجہہ پر ہزار درہم دینا لازم ہے تو عورت مطلقہ ہو گی اور غلام آزاد ہو گا مفت گو یہ دونوں ہزار
درہم دینا قبول بھی نکر لیا ہو اسواسطے کہ زوج یا مالک کا یوں کہنا وعلیک الف یہہ پورا جملہ ہے یعنی ماقبل سے کچھ علاقہ نہیں رکہتا اعراب میں خواہ واو
عطف کا ہو خواہ استیناف کا اور صاحبین نے کہا کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار درہم کو قبول کر لیا ہے تو طلاق باعتاق صحیح ہو گا اور مال کا دینا لازم
ہو گا باعتبار اس عمل کے کہ نیکو کہ یہہ واو حالیہ ہے تو وعلیک الف پورا جملہ نہ ٹہرا گویا انت طالق وعلیک الف ایک جملہ ہو گیا تو مطلب یہہ ہوا کہ تو
طالق ہے درحالت وجوب ہزار درہم اور حاوی قدسی میں کہا ہے کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے قال طلقتک علی الف فلم تقبلی فقالت قبلت
فالقول له بیمینه بخلاف بعتک طلاقک امس علی الف فلم تقبلی فقالت قبلت فالقول لها وکذا لو قال لعبده کذلک کقوله لغیره
بعت منک هذا العبد بالف امس فلم تقبل وقال المشتری قبلت فان القول للمشتری والفرق ان الطلاق بمال یمین من جانبه وهی تدعی
حنثه وهو ینکر اما البیع فاقراره به اقرار بالقبول فانکاره رجوع فلا یسمع فلو برهنا اخذ ببینتها تاتارخانیہ زوج نے زوجہ سے کہا
کہ میں نے تجہکو طلاق دی تہی ہزار درہم پر سو تو نے ہزار درہم دینا قبول نکیا سو عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تہا تو زوج ہی کا قول معتبر ہو گا ساتھ قسم کے
بخلاف اس قول کے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تیری طلاق کل بیچی تہی ہزار درہم پر سو تو نے ہزار درہم کو نہ قبول کیا تہا اور عورت نے کہا کہ میں نے
قبول کیا تہا تو اس صورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہو گا اور اسیطرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اوسکا بہی ایسا ہی حکم ہے یعنی اگر مالک نے غلام سے
کہا کہ میں نے تجہکو ہزار درہم پر آزاد کیا تہا سو تو نے دینا نہ قبول کیا تہا اور غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تہا تو مالک ہی کا قول معتبر ہو گا ساتھ قسم کے اور
اگر یوں کہا کہ میں نے تیری ذات کو ہزار درہم پر بیچا تہا سو تو نے نہ قبول کیا تہا اور غلام دعوی کرے کہ میں نے قبول کیا تہا تو غلام کا قول معتبر ہو گا جیسے کہ مالک کا
یوں کہنا غیر سے کہ میں نے بیچا تہا تیرے ہاتھ اس غلام کو بعوض ہزار درہم کے کل سو تو نے نہ قبول کیا تہا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تہا تو
مشتری ہی کا قول لائق اعتماد کے ہو گا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہہ ہے کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہے جانب زوج سے
اور تعلیق طلاق کو قبول زوجہ لازم نہیں اسواسطے کہ تعلیق بدون قبول کے بہی صحیح ہے اور زوجہ مدعی ہے زوج کے حانث ہونے کی یعنی تعلیق ٹوٹنے کی اور
زوج اوسکا انکار کرتا ہے اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا لہذا اس صورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا اور بیع کا تو یہہ حال ہے کہ بیع کا اقرار وہی اقرار
ہے قبول کا اسواسطے کہ بیع عبارت ہے ایجاب اور قبول سے تو جب بیع کا اقرار کیا تو وہی قبول کا بہی اقرار ہو گیا تو بیع کا اقرار کر کے قبول کا انکار کرنا
پہرنا اور پلٹنا ہے بیع سے تو مسموع نہو گا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کی گواہ لاویں تو عورت ہی کے گواہ لئے جاوینگے اسواسطے کہ عورت مثبت ہے اور زوج
نافی تو گواہ اثبات کے اولی ہیں تمیم ہے کذا فی التاتارخانیہ ولو ادعی الخلع علی مال وهی تنکر یقع الطلاق باقراره والدعوی فی المال بحاله
فیکون القول لها لانها تنکر وعکسه لا کیف ما کان بزازیہ اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہے تو طلاق واقع ہو جائیگی
بسبب اقرار مرد کے اور دعوی مال کا بحال خود رہیگا سو اگر زوج گواہ لاویگا تو مال عورت پر لازم ہو گا اور اگر گواہ نہیں تو عورت ہی کا قول معتبر ہو گا
اسواسطے کہ وہ منکر ہے اور اوسکی بالعکس میں طلاق نہ واقع ہو گی یعنی اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہے تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے
کہ عورت طلاق واقع کرنیکی مالک نہیں کسیطرح کا دعوی ہو طلاق نہو گا کذا فی البزازیہ یعنی دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جب خلع نہ
ثابت ہوا تو عورت کو مال کا دینا بہی نہ لازم ہو گا اسواسطے کہ مال تہا عوض خلع کے فروع مسائل ملحقہ شارح کے انکر الخلع او ادعی شرطا اق

استثناء ادرت ما ثمه من دیه او اختلفا فی الطوع والکرہ فالقول له زوج نے خلع سے انکار کیا یا خلع میں دعوی شرط کا کیا مثلاً یون کہا کہ
مین نے خلع کیا تھا بشرط رضامندی ابی یا بہ کہ یا دعوی استثنا کا کیا یعنی خلع کے ساتھ مین نے ان شاء اللہ کہا تھا ایسے دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اوسکا قرضہ
مین سے تھا یعنی زوجہ پر قرضہ اوسکا تھی زوجہ کی سے زوجہ نے کہا کہ مجھکو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونو مین اختلاف ہوا خوشی اور زبردستی مین
زوجہ یکہتی ہے کہ مجھسے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوجہ کہتا ہے کہ اوسنے اپنی خوشی قبول کیا تو ان سب صورتون مین اگر گواہ نہون گے تو زوجہی کا قول لائق
اعتبار کے ہوگا [illegible] ت کان بغیر بدل فالقول لها اور اگر عورت یون کہیگی کہ خلع بلا عوض تھا اور زوج کہتا ہے کہ خلع بعوض تھا تو عورت ہی کا قول معتبر
ہوگا ادعت للمہر ونفقة العدة وانه طلقها وادعی الخلع ولا بینة فالقول لها فی المهر وله فی النفقة دعوی کیا عورت نے مہر اور نفقہ عدت کا اور یہ
دعوی کیا کہ مرد نے مجھکو طلاق دی ہے اور مرد نے دعوی کیا کہ خلع بعوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہے اور گواہ کسیکے نہین تو عورت کا قول مہر مین معتبر ہوگا اور
مرد کا قول نفقہ عدت مین مقبول ہوگا مہر مین عورت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ زوجین مین بقاے مہر اصلی امر ہے اور لائق اعتبار کے قول اوسیکا ہے جو متمسک ہو
اصل کا اور نفقہ عدت مین زوج کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ عورت نفقہ عدت کی استحقاق کی مدعی ہے بسبب طلاق کے اور زوج اوسکا منکر ہے اور بحر الرائق
مین کہا کہ یہ تعلیل مشکل ہے اسواسطے کہ زوج اور زوجہ استحقاق نفقہ عدت مین متفق ہین اسواسطے کہ طلاق اور خلع دونو سے نفقہ ثابت ہوتا ہے تو کیونکر ساقط
ہوگا کذا فی حاشیة المدنی خلع امرأتیه علی عبد قسمت قیمته علی مستهمیهما خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتون سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام
کی دونو عورتون کے معین مہرون پر مثلاً قیمت غلام کی تین سو درم اور ایک عورت کا مہر دو سو درم کا ہے اور دوسری کا ہے سو درہم کا تو دو سو درم والی پر
بیس درم لازم ہون گے اور سو درم والی پر دس درم واجب ہوگی طحطاوی نے کہا یہ قسمت اوس صورت مین ہے کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو اور دونو عورتین
ہو اور دونو کی مہر برابر نہون اور اگر غلام عورتونکا مملوک ہو بالمناصفہ اور دونو کے مہر بھی برابر ہون تو قیمت کی تقسیم کی کچہ حاجت نہین وہی غلام بدلا
خلع کا ہوگا کذا فی حاشیة المدنی خلعتك علی عبدی وقف علی قبولها ولو بحب شئی بحرم مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجہسے خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہونا خلع
کا عورت کی قبول کرنے پر موقوف رہیگا اسواسطے کہ خلع بعوض معین چیز کے ہے تو بدون عورت کی قبول کے کیونکر درست ہوگا ولیکن عورت کو کچہ دینا لازم نہوگا
کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ زوج کو اپنے مال سے عوض خلع کا اقرار دینا صحیح نہین ویسقط الخلع فی نکاح صحیح ولو بلفظ بیع وشراء هکذا اعتمدہ الاعتماد
وغیرہ والمبارأة ای الابراء من الجانبین کل حق ثابت وقتهما لکل منهما علی الآخر مما یتعلق وقتهما بالنکاح حتی لو ابانها ثم نکحها ثانیا بمهر آخر
ما اختلعت منه علی مهرها برئ عن الثانی لا الاول ومثله المتعة زاریہ اور ساقط کرتا ہے خلع نکاح صحیح مین اگرچہ خلع بلفظ بیع اور شرا کے ہو چنانچہ اسی پر
اعتماد کیا ہے عمادی وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہے مبارات یعنی ابراء مابین یعنی اسطرح کہ عورت کہے کہ مجھکو بری کر تو مال سے اور مرد کہے کہ مین نے تجھکو بری کر دیا خلع اور
مبارات ساقط کرتے ہین ہر ایک حق کو جو کہ بوقت خلع اور مبارات کے ثابت ہے ہر ایک کا حق دوسرے پر اوس قسم کا حق جو متعلق ہے اس نکاح سے کہ جسکے بعد خلع ہوا ہے
کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی ہے اور اوس سے دوسری بار نکاح کیا دوسرے مہر پر پھر اگر یہ عورت سے خلع کی خواہش کی زوج سے اپنی مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح
ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور مانند مہر کے متعہ ہے کذا فی البزازیہ ہم یہ جو کہا کہ خلع حق ثابت کو ساقط کرتا ہے یعنی مہر اور نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو
اور یہ جو کہا کہ تو ثابت کی قید سے نفقہ عدت اور سکنی نکل گیا کہ یہ خلع سے بدون شرط کے نہیں ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ یہ حق خلع کے وقت ثابت تھا بلکہ بعد
ثابت ہوا اور یہ جو کہا کہ وہ حق کہ ثابت ہوا ہے جو متعلق ہو نکاح سے تو وہ حق نکل گیا جو بجہت نکاح کے متعلق نہین چنانچہ ایک کا دین ہو دوسرے پر بسبب کسی
بیع کے قیمت مبیع کے تو ایسا حق خلع سے ساقط ہوگا اور یہ جو کہا کہ متعہ مہر کے مثل ہے اوسکی صورت یہ ہے کہ عورت سے بدون تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل
خلع کیا تو متعہ یعنی ایک جوڑا کپڑے کا دینا ساقط ہوگا ہرچند قیاس اسکو مقتضی ہے کہ متعہ ساقط نہو خلع سے مانند نفقہ عدت کے اسواسطے کہ یہ حق وقت خلع کے ثابت
تھا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن چونکہ متعہ عوض ہے مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہے ویسے ہی یہ بھی ساقط ہو گیا کذا فی حاشیة المدنی ناقلاً عن ابی السعود وفیما اختلفا
سلا ان لا دعوی لکل علی صاحبه ثم ادعی انه له کذا من القطن صح لاختصاص البراءة بحقوق النکاح اور بزازیہ مین ہے کہ عورت نے خلع کیا اس

شرط پر کہ کچھ دعوی نہیں کریگا اپنی ساتھی پر پھر مرد نے دعوی کیا کہ تو سکو یعنی میری اپنی ردئی ہو جو عورت کے ذمہ پر تو یہ دعوی صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے براءت کے ساتھ حقوق نکاح کے یعنی خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہو جاتے ہیں نہ اور حقوق لا نفقۃ العدۃ وسکناھا فلا یسقطان الا اذا نص علیہا فتسقط النفقۃ لا السکنی لانہا حق الشرع الا اذا ابرأتہ عن مؤنۃ السکنی فیصح فتح وہو مستغنی عنہ بما ذکرنا اذ النفقۃ والسکنی لم یجبا وقت الخلع بل بعدہ اھ سب حقوق متعلق نکاح ساقط ہوتے ہیں مگر نفقہ عدت کا اور سکنی عورت کا سو یہ نہیں ساقط ہوتے مگر جبکہ تصریح ہو گئی ہو نفقہ عدت کی نفی پر تو نفقہ عدت کا ساقط ہوگا نہ سکنی اسواسطے کہ سکنی اوسکا شرع ہی حق تعالے نے فرمایا کہ لا تخرجوہن من بیوتہن یعنی نہ نکالو مطلقات کو اونکے رہنے کے مکان سے یعنی تا انقضاء عدت مگر جب کہ عورت مرد کو بری الذمہ کردے بار برداری ور سکنی کے خرچ سے اسطرح کہ مثلا دونو کرایہ کے مکان میں رہتی تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم کر لیا یا یون بولی کہ میں دوسرا گھر کرایہ کو لونگی یا کہ اپنی مملوک گھر میں رہتی ہو تو اسطرح صحیح ہے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنی کسیطرح ساقط نہیں ہوتا لیکن کرایہ سکنی کا البتہ ابراء سے ساقط ہوتا ہے شارح کہتا ہے کہ نفقہ عدت اور سکنی کے استثنا کرنیکی کچھ حاجت نہیں ہے بموجب ہمارے بیان کے یعنی قولہ ثابت وقتہا بعد قول المصنف کل حق کی اسواسطے کہ نفقہ اور سکنی اوسوقت واجب نہیں وقت خلع اور مبارات کی بلکہ بعد اونکے واجب ہوئے ہیں یعنی اگر مصنف ثابت وقتہا کی قید لگاتا جیسے شارح نے لگائی ہے تو استثنا کرنیکی کچھ حاجت نہیں ہوتی لیکن چونکہ مصنف نے اوس قید کو مذکور نہیں کیا تو البتہ استثنا کرنیکی حاجت ہوگی اور بعض حواشی میں یون ہے کہ قید ثابت کی مصنف کے قول یسقط سے سمجھی ہو رہی ہے اسواسطے کہ ابراء ثابت ساقط ہوتا ہے نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا نفقۃ العدۃ استثناء منقطع ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل الطلاق علی مال مسقط للمہر کالخلع والمعتمد لا ذکرہ البزازی اور قول نا معتمد یہ ہے کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہے مانند خلع کے اور قول معتمد یہ ہے کہ ساقط نہیں کرتا کذا ذکرہ البزازی ولا یبرأ ابراک اللہ ذکرہ البہنسی اور زوج بری نہیں ہوتا عورت کہ اس قول سے کہ خدا تجھکو بری کرے چنانچہ بہنسی نے اسکو ذکر کیا ہے اور اوسکا شاگرد علامہ باقانی اور خیر الدین رملی بھی اسکے قائل ہیں لیکن قاری ہدایہ نے اسکے خلاف فتوی دیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول سے طلاق واقع ہوگی اور ابراء صحیح ہوگا اور گازرونی اوسکا تابع ہوگیا ہے اپنے فتاوی میں اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانے میں یہی راجح ہے کہ مرد عورت سے براءت چاہتا ہے سو عورت کہتی ہے کہ اللہ تجھکو بری کرے اور میں نے لکھدیا ہے کہ یہ براءت صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاستقاطے شرط البراءۃ من نفقۃ الولد ان وقتا وقتا کسنۃ صح ولزم والا لا بحر وفیہ عن المبتغی وغیرہ لو کان الولد رضیعا صح وان لم یوقتا وتصیر حولین بخلاف الفطیم شرط کیا زوج نے خلع میں اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کے خرچ سے تو اگر دونو کوئی براءت کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو یہ شرط صحیح ہے اور عورت پر نفقہ لڑکے کا لازم ہوگیا اور اگر مدت نفقہ کی مقرر نکی تو شرط بھی صحیح نہوگی اور عورت پر نفقہ بھی نہ لازم ہوگا کذا فی البحر الرائق اور اوسمین مبتغی وغیرہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکا شیر خوار ہوگا تو شرط براءت کی صحیح ہوگی اگرچہ دونو نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اوسکو دودھ پلاویگی دو برس اسواسطے کہ شیر خوار ہونا قرینہ دلالت کرتا ہے کہ تا مدت رضاعت نفقہ مراد ہے بخلاف اوس لڑکیکے جو دودھ چھوڑ چکا ہے کہ اگر اوسکی پرورش میں مدت مقرر نہیں ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم نہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب قبول کر لینے عورت کے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو تزوجہا او ہربت او ماتت او مات الولد رجع ببقیۃ نفقۃ الولد والعدۃ اور اگر خلع کیا عورت سے بشرط براءت نفقہ عدت اور نفقہ ولد کے اور پھر اوس عورت سے نکاح کیا یا کہ عورت نفقہ سے ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکور کے مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو زوج پھیر دیگا بقیہ نفقہ ولد اور نفقہ عدت کو در صورت نکاح یعنی مختلعہ کو کرنے زوج پر نفقہ عورت کا لازم ہوگیا اور یہاں اگر لڑکے کو بھی اوسکے باپ کے مال سے کھلاویگی لہذا زوج کو جسقدر عدت بعد نکاح کی باقی رہی ہوگی اوتنی مدت کا نفقہ عورت کا اور نفقہ ولد کا پھیر دینا جائز ہے اسواسطے کہ وہ عوض تھا خلع کا اور در صورت ہرب بھی بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا اسواسطے کہ عورت نے شرط کو پورا نکیا ہرب سے یا یہ مراد ہے کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگی کذا فی النہر الفائق یا یہ مراد ہے کہ عورت ناشزہ ہو جاوے یعنی نافرمانی کرے تاکہ نفقہ عدت کا ساقط ہو جاوے کذا فی البحر الرائق اور در صورت مر جانے عورت کی اوسکے متروکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا شرطت براءتہا در صورت مرنے عورت یا مر جانے ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا مگر اوسوقت نہ لے سکیگا جب کہ عورت نے اپنی براءت شرط کر لی ہو یعنی خلع کے وقت عورت نے یہ شرط کر لی ہو کہ میں مر گئی یا کہ لڑکا

مرگیا تو یہ بری ہو گئی اور سے بری نفقہ سے ولہا مطالبتہ بکسوۃ الصبی اذا اختلعت علیہا ایضا ولو رضیعا فیصح کالظئر اور جس صورت میں کہ خلع بعوض
نفقہ ولد ہوا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ پوشاک ولد کی اوسکے باپ سے طلب کرے گر اوس صورت میں مطالبہ نہو گا جب کہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا ہو اگرچہ
لڑکا شیرخوار ہو تو بھی خلع کرنا بعوض اوسکے لباس کے صحیح ہے چنانچہ اجارہ دائی کا طعام اور پوشاک پر صحیح ہے حالانکہ یہ اجارہ مجہول ہے لیکن منازعت کا باعث
نہیں اسواسطے کہ بسبب کثرت شفقت ولد کے دائی کے کھانا اور لباس دینے میں تنگی نہیں کرتی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعتہ علی نفقۃ ولدہ اشہر
مثلا وہی معسرۃ فطالبتہ بالنفقۃ یجبر علیہا وعلیہ الاعتماد فتح اور اگر عورت نے خلع کیا مرد سے ولد کی ایک مہینے کے خرچ پر اور عورت محتاج ہے
سو اوسنے مرد سے ولد کا خرچ مانگا تو مرد سے یہ خرچ دلایا جاویگا اور اسی قول پر اعتماد ہے کذا فی فتح القدیر یعنی چونکہ عورت مفلس ہے تو ولد کے باپ سے حاکم اسکا
خرچ ضرور ہی دلاویگا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ قرض رہیگا جب اوسکو مقدور ہو گا تو مرد لیگا وفیہ لو اختلعت علی ان تمسکہ الی البلوغ
صح فی الانثی لا الغلام ولو تزوجت فلہ ان یاخذ الولد وان اتفقا علی ترکہ لانہ حق الولد وینظر الی مثل امساکہ لتلک المدۃ فیرجع
بہ علیہا اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس رکھیگی اوسکو بالغ ہو جانے تک تو یہ خلع صحیح ہے لڑکی کی صورت میں نہ لڑکے میں اسواسطے کہ
عورت کی صحبت میں تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہو جاویگا مردوں کے آداب سے ناواقف رہیگا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کرکے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو زوج
اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا ضرور ہے اگرچہ زوج اول اور عورت متفق ہوں عورت کے پاس لڑکا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لینا ضرور ہے اسواسطے کہ یہ حق ہے
ولد کا اور تامل کیا جاویگا اس مدت کے رکھنے کے خرچ میں یعنی مثلا ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے کہ باپ نے جو مہینہ بھر ولد کو رکھا
تو کتنا اوسپر خرچ ہوا تو اوسیقدر مال عورت سے زوج اول پھیر لے خلع الاب صغیرتہ بمالہا ومہرہا طلقت فی الاصح کما لو قبلت وہی ممیزۃ
ولم یلزم المال لانہ تبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا اوسکے مال یا اوسکے مہر کے عوض تو اوسپر طلاق واقع ہو گی قول اصح میں چنانچہ طلاق واقع ہوتی
ہے اوس صورت میں کہ اگر صغیرہ تمیزدار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آویگا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اسواسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع ہے
یعنی فعل غیر ضروری ہے تو معتبر نہو گا وکذا الکبیرۃ الا اذا قبلت فیلزمہا المال اور اسیطرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق واقع ہو گی اور مال دینا لازم
نہ آویگا مگر جب کہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کر لیا ہو تو اوسکو مال کا دینا ہوگا ولا یصح من الام ما لم تلتزم البدل اور صحیح نہیں خلع صغیرہ کا ماں کی طرف سے جب تک
کہ اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کرے بسبب عدم ولایت کے ولا علی صغیر اصلا اور صحیح نہیں خلع کرنا لڑکے صغیر کی طرف سے یعنی نہ باپ خلع کر سکتا ہے نہ ماں خواہ اپنے مال
پر خواہ صغیر کے مال پر اسواسطے کہ صغیر طلاق کا مالک نہیں تو باپ یا اوسکا نائب بھی نہیں ہو سکتے کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو خالعت المرأۃ بمالہا ای بمالہا
او بمہرہا وہی غیر رشیدۃ فانہا تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق یقع رجعیا فیہما شرح الوہبانیۃ چنانچہ اگر خلع کیا عورت نے بعوض
اپنے مال کے یا بعوض اپنے مہر کے اور حالانکہ عورت ہوشیار نہیں یعنی امور دنیاوی میں نادان ہے تو وہ مطلقہ ہو گی اور اوسکو مال کا دینا لازم نہو گا یہانتک کہ
اگر خلع بلفظ طلاق ہو گا تو دونوں صورتوں میں یعنی در صورت صغیرہ اور نادان ہونے کے طلاق رجعی واقع ہو گی اسواسطے کہ صریح خالی از عوض ہے کذا فی شرح الوہبانیہ
فان خالعہا الاب بمال ضامنا لہ ای ملتزما لا کفیلا لعدم وجوب المال علیہا صح والمال علیہ کالخلع من الاجنبی فاما اولی بلا سقوط مہر
لانہ لم یدخل تحت ولایۃ الاب پھر اگر صغیرہ یا نادان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہو کر یعنی مال دینا اپنی ذات پر لازم کرکے خلع کیا نہ صغیرہ کیطرف سے
کفیل ہو کر بسبب واجب ہونے مال کے صغیرہ پر تو اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہے اور مال کا دینا باپ پر واجب ہو گا مانند خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنی
جب اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہے بدون سقوط مہر صغیرہ کے اسواسطے کہ مہر باپ کی ولایت میں داخل نہیں ومن
حیل سقوطہ ان یجعل بدل الخلع علی اجنبی بقدر المہر ثم یحیل بہ الزوج من لہ ولایۃ قبض ذلک منہ بزازیہ اور حیلہ سقوط مہر کا یہ ہے کہ
ٹہرے اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہراوے بقدر مہر کے تو اجنبی یوں کہے کہ بدل خلع کا دینا مجھپر لازم ہوا پھر زوج بدل خلع کا حوالہ کرے اوسکو جسکو زوج
سے مہر لینے کی ولایت ہے یعنی باپ کو کذا فی البزازیہ یعنی زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو فلانی اجنبی سے اپنی صغیرہ کا مہر لے تو اس تدبیر سے صغیرہ کا مہر زوج سے

ساقط ہوگا وان شرطہ ای الزوج الضمان علیہا ای الصغیرۃ فان قبلت وہی من اہلہ بان کانت تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب طلقت بلا شیئ
لعدم اہلیۃ الغرامۃ وان لم تقبل او لم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فالاصح انہ لا یصح زیلعی اور اگر زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط کی سو اگر صغیرہ نے
خلع قبول کیا اور حالانکہ اوسکو لیاقت تھی قبول کرنیکی اسطرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہے کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہے اور خلع سے مال جاتا ہے تو اوسپر طلاق واقع
ہوگی مفت اسواسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہیں اور اگر صغیرہ نے خلع بشرط ضمان نہ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اوسکو اتنا فہم نہیں کہ اوس سے مال حاصل ہوتا اور
خلع سے نقصان ہوتا ہے تو اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ اوسکے باپ نے قبول کر لیا ہو اوسکی طرف سے سو قول اصح میں کذا فی شرح الزیلعی ولو بلغت واجازت
جاز فتح اور اگر صغیرہ بالغ ہوئی اور اوسنے قبول سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر در المنتقی میں کہا کہ اگر صغیرہ نے
بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہوگا اور طحطاوی نے کہا کہ یہہ بھی احتمال ہے کہ صغیر بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے کذا فی حاشیۃ الکنز
قال الزوج خلعتک فقبلت المرأۃ ولم یذکرا مالا طلقت لوجود الایجاب والقبول وبرئ عن المہر المؤجل لو کان علیہ وان لم یکن علیہ
من المؤجل شیئ ردت علیہ ما ساق الیہا من المہر المعجل لانہ معاوضۃ فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ میں نے تجھسے خلع کیا سو قبول
کر لیا عورت نے اور دونوں نے کچھہ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے ایجاب اور قبول کے اور زوج بری الذمہ ہوگا مہر مؤجل سے اگر مہر مؤجل ہنوز
اوسپر ہوگا اور اگر مہر مؤجل سے کچھہ نہ باقی رہا ہوگا تو عورت پھیر دیگی اوسکو جسقدر کہ مہر معجل زوج اوسکو دے چکا ہے اسواسطے کہ یہہ مذکور ہو چکا ہے کہ خلع معاوضہ ہے
عورت کیطرف سے تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہوگا خلع المریضۃ یعتبر من الثلث لانہ تبرع فلہ الاقل من ارثہ وبدل الخلع ان خرج من الثلث
والا فالاقل من ارثہ والثلث ان ماتت فی العدۃ ولو بعدہا او قبل الدخول فلہ البدل ان خرج من الثلث وتمامہ فی الفصولین اور خلع
بیمار عورت کا معتبر ہے اوسکی تہائی مال سے اسواسطے کہ بیماری میں خلع کرنا تبرع ہے اور تبرع صحیح نہیں مگر تہائی مال سے تو وراثت اور بدل خلع میں سے جو کمتر ہوگا
سو زوج اوسکو پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث میں سے جو کمتر
ہوگا سو زوج کو ملیگا یعنی اگر زوج کی ارث کم ہو ثلث سے تو ارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہو ارث سے تو ثلث پاویگا یہہ اوس صورت میں ہے جب کہ عورت عدت میں
مر گئی ہو اور اگر عورت بعد عدت کے مر گئی یا خلع قبل الدخول کے بعد مر گئی تو زوج بدل خلع کا پاویگا اگر بدل کمتر ہو ثلث سے اور اگر بدل ثلث سے کم نہو تو ثلث
ہی پاویگا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے اختلعت المکاتبۃ لزمہا المال بعد العتق ولو باذن المولی لحجرہا عن التبرع خلع کیا مکاتبہ
نے تو لازم ہوگا اوسپر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اوسنے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنی ہنوز مال دیکر اوس نے
اپنے کو خلاصی نہیں کی لہذا اوسکو عقود زائدہ غیر ضروریہ جائز نہیں ولو امۃ وام الولد ان باذن المولی لزمہما المال للحال فتباع الامۃ وتسعی
ام الولد والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور ام ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہے تو اون دونوں پر فی الحال مال لازم ہوگا
تو لونڈی بدل خلع کیواسطے بیچ لیجاویگی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کرکے مال ادا کرینگی اور اگر لونڈی اور ام ولد نے بدون اجازت مالک کے
خلع کیا ہے تو بعد آزاد ہونیکے مال دینا اونپر لازم آویگا خلع الامۃ مولاہا علی رقبتہا ان زوجہا حرا صح الخلع مجانا وان زوجہا مکاتبا
او عبدا او مدبرا صح وصارت امۃ للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اوسکے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنی خود لونڈی کو بدل خلع کا قرار
دیا تو اگر زوج لونڈی کا آزاد ہے تو خلع صحیح ہوگا مفت اور اگر اوسکا زوج مکاتب ہے یا غلام ہے یا مدبر ہے تو خلع صحیح ہے اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوکہ
ہو جاویگی اسواسطے کہ زوج خود مملوک ہے تو نکاح قائم رہیگا باطل نہوگا اسواسطے کہ زوج زوجہ کا مالک نہ ٹھہرا کہ نکاح باطل ہوتا اور عدم ملکیت غلام اور مدبر کی ظاہر
ہے مگر مکاتب مالک ہوگا زوجہ کا لیکن اوسکی ملکیت تام نہیں تو نکاح فسخ نہوگا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اوسکی ام ولد ہو جاویگی اگر اولاد ہوگی
اور اگر اولاد نہوگی نکاح فسخ ہوکر اوسکی لونڈی بن جاویگی تو یہہ جو متن میں کہا ہے کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہو جاویگی یہہ اوس صورت میں ہے کہ مکاتب
وہ آزاد نہیں ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی اما الحر فلو ملکہا لبطل النکاح فیبطل الخلع فکان فی تصحیحہ ابطالہ استحسانا اور زوج آزاد کا تو یہی حال ہے کہ

اگر وہ لونڈی کا مالک ہو تو نکاح باطل ہو جاتا ہے جب نکاح باطل ہوا تو خلع بھی باطل ہوگا اور جب خلع باطل ہوگا تو لونڈی کا نہ مالک ہوگا تو خلع کی تصحیح میں ابطال خلع کا ہو گیا کذا فی
الاختیار اور جو مال کہ بعید باطل ہے لہذا زوج پر آزاد کی ملکیت باطل ٹھہری اگرچہ یہ قیاس کی لازم آوے کذا فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل متفرقہ کے قال خالعتک علی
الف قالت ثلثا فقبلت طلقت بثلثۃ الاف لتعلیق بقبولہا کہا زوج نے کہ میں نے تجھ سے خلع کیا ہزار پر اسکو تین بار کہا سو عورت نے قبول کیا تو عورت مطلقہ ہو گی
بعوض تین ہزار کے بسبب تعلیق طلاق کے عورت کی قبول پر یعنی جب زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا ہزار پر تو مطلب یہ ہوا کہ اگر تو قبول کرے تو تو مختلعہ ہے ہزار پر پس
جب اسکو تین بار کہا اور پھر عورت نے قبول کیا تو تین طلاق کی شرط تعلیق کی پائی گئی یعنی قبول کرنا عورت کا لہذا تین بار طلاق بعوض تین ہزار کے واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ
المدنی فی المنتقی انت طالق اربعا بالف فقبلت طلقت ثلثا بالف وان قبلت الثلث لم تطلق لتعلیقہ بقبولہا باذاء الاربع اور المنتقی میں ہے کہ جو زوج نے
کہا کہ تو طالق ہے چار بار بعوض ہزار کے سو عورت نے قبول کیا تو اوس پر تین بار طلاق واقع ہوگی بعوض ہزار کے اور چوتھی طلاق بسبب عدم محل کے لغو ہو جاویگی اور اگر عورت نے
تین طلاق کو قبول کیا چار طلاق میں سے تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی بسبب تعلیق کرنے زوج کے طلاق کو عورت کے قبول پر مقابلہ چار طلاق کے تو گویا زوج نے یوں کہا کہ اگر
تو چار طلاق کو عوض ہزار کے قبول کرے تو تو مطلقہ ہے تو جب تک چار طلاق کو عورت نہ قبول کریگی شرط نہ پائی جاویگی انت طالق علی دخولک الدار توقف علی القبول
وعلی ان تدخلی الدار توقف علی الدخول قلت فیطلب الفرق وان ان والفعل بمعنی المصدر فتدبر زوج نے کہا کہ تو طالق ہے بشرط دخول دار کے تو
موقوف ہوگی طلاق عورت کی قبول پر یعنی بعد قبول کے طلاق واقع ہوگی اگرچہ دخول دار نہوا اور اگر یوں کہا کہ انت طالق علی ان تدخلی الدار یعنی تو طالق ہے اس شرط
پر کہ تو داخل ہو گھر میں تو طلاق موقوف ہوگی دخول پر شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ان دونو صورتوں میں وجہ فرق کی تلاش کرنا چاہیے اسواسطے کہ ان اور اسکے
بعد کا فعل بمعنی مصدر کے ہے تو پہلی مسئلہ میں بھی مصدر ہے یعنی دخول اور دوسرے مسئلہ میں بھی معنوی مصدر ہے پھر کیا وجہ کہ پہلی صورت میں تو قبول پر طلاق موقوف
ہے اور دوسری صورت میں دخول پر موقوف تو اسکی جواب میں غور اور تامل کرو مصدر صریح اور مصدر تاویلی میں البتہ فرق ثابت ہے چنانچہ شیخ رحمتی محشی نے
شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ مصدر صریح کا حمل کرنا شخص انسانی پر صحیح نہیں تو یوں کہنا درست نہیں کہ انت اما دخولک الدار یا اعدیۃ تو حاجت پڑی تقدیر مضاف کی
یعنی انت طالق علی اثر دخول الدار تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے بشرط التزام اور قبول کرنے تیرے دخول دار کو لہذا مصدر صریح میں قبول پر طلاق موقوف
ہوگی نہ دخول پر اور مصدر تاویلی کا حمل کرنا جسم انسانی پر صحیح ہے چنانچہ یوں کہنا ہے کہ انت اما ان تدخلی و اما ان تدخلی اسواسطے کہ فعل میں ضمیر موجود ہے پھر ضرورت تقدیر
مضاف کی نہیں تو انت طالق علی ان تدخلی الدار میں حمل صحیح ہے بدون تقدیر مضاف کے تو طلاق دخول پر موقوف ہوگی نہ قبول پر اسواسطے کہ دخول حقیقۃ مدلول ہے
اس لفظ کا اور التزام دخول مجازی ہے اور جو مے حقیقت کے مجاز کیطرف عدول کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی قال خالعتک واحدۃ بالف وقالت انما
سألتک الثلث فات قلتہا فالقول لہا زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا ایک طلاق کر بعوض ہزار کے اور عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے تین طلاق کا سوال
کیا تھا تو تجھکو ہزار کی تہائی چاہیے تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی مع الیمین خلعہا علی ان صداقہا لولدہا او لاجنبی او علی ان تمسک الولد عندہ
صح الخلع وبطل الشرط کسی نے خلع کیا عورت سے اس شرط پر کہ عورت کی مہر کا عورت کا بیٹا مالک ہے یا کوئی بیگانہ شخص مالک ہوگا یا اس شرط پر خلع کیا کہ عورت لڑکے کو
مرد کے پاس رہنے دے تو خلع صحیح ہے اور یہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ خلع اسکو مقتضی ہے کہ زوجین میں ایک کا حق دوسرے پر نہ باقی رہے منجملہ حقوق نکاح کے تو عورت
کی بیٹی کو یا اجنبی کو مہر کا مالک قرار دینا یہ شرط فاسد ہے مخالف خلع کے لہذا خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی تو مہر زوج کا ہوگا نہ ولد اور اجنبی کا اور پرورش
ولد کا حق عورت پر شرعا ثابت ہے تو ساقط کرنے سے ساقط نہوگا قالت اختلعت منک فقال طلقتک بائن وقیل رجعی عورت نے کہا کہ میں خلع چاہتی ہوں
تجھ سے سو مرد نے کہا کہ میں نے تجھکو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہے اسواسطے کہ تطلیق اختلاع کے جواب میں واقع ہوئی اور اختلاع مفید ہے جدائی کا اور اسی پر
فتوی دیا ہے امام ظہیر الدین نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے اسواسطے کہ اعتبار مرد کی ایقاع کا ہے نہ عورت کی ایقاع کا اور مرد نے لفظ صریح طلاق کا
دی ہے تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہ قول ہے قاضی ابو علی نسفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی ولا دوایۃ لو قالت ابرأتک من المہر بشرط الطلاق الرجعی
فطلقہا رجعیا لکن فی الزیادات انت طالق الیوم رجعیا وغدا اخری رجعیا بالف فالبدل لہما وہما بائنتان لکن تقع غدا بغیر شیء ان لم یطلقہا

اور قنیہ میں کہا کہ کوئی روایت نہیں اس صورت میں کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اوسکو رجعی طلاق دی یعنی اس صورت میں بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات میں یون ہے کہ مرد نے کہا کہ تجھکو آج ایک طلاق رجعی ہے اور کل دوسری رجعی طلاق ہے عوض ہزار درم کے تو ہزار درم بدلا دو طلاق کا ہوگا اور دونو طلاق بائن ہونگی لیکن آج ایک طلاق بعوض پانسو کے واقع ہوگی اور کل دوسری طلاق بدون مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی ثابت ہوئی ہو یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نکیا تو عورت پر مال دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ مطلقہ بائنہ کا التزام مال صحیح نہیں بسبب نہ باقی رہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا معوض کیونکر ہو ہان اگر بعد طلاق کے دوسری بار نکاح کر لیا ہو تو دوسری طلاق بعوض نصف مابقی کے البتہ واقع ہوگی پس زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہے تو وہ جو قنیہ میں کہا کہ مسئلہ مذکورہ میں روایت نہیں سو اوسکی روایت بخوبی ثابت ہو گئی کذا فی حاشیۃ المدنی و فی الظہیریۃ قال لصغیرۃ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک بعد ان تبرئینی من المہر فوجد الشرط فابرأتہ وطلقت نفسہا لا یسقط المہر و یقع الرجعی اور فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر میں غائب ہو تجھسے چار مہینے تو تجھکو طلاق کا اختیار ہے بعد اس امر کے کہ تو مجھکو بری الذمہ کر دے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنی چار مہینے زوج غائب رہا سو صغیرہ نے اوسکو مہر سے بری کر دیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اوسکا ساقط نہوگا اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صغیرہ کا ابراء کرنا صحیح نہیں ہے پھر جب مہر نہ ساقط ہوا تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی و فی البزازی اختلعت بمہرہا علی ان یعطیہا عشرین درہما و کذا منا من الارز صح و لا یشترط میان الایفاء لان الخلع ادنی من البیع اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اوسکو بیس درم دیگا اتنے من چاول دیگا تو یہ خلع صحیح ہے اور شرط نہیں ہے کہ ادا کرنے کا مکان معین کرے اسلئے کہ خلع کم رتبہ ہے بیع سے یعنی جیسے بیع سلم میں مکان تسلیم یعنی دینے کا شرط ہے ویسا خلع میں شرط نہیں قلت و مفادہ صحۃ ایجاب بدل الخلع علیہ فلیحفظ شارح کہتا ہے میں کہتا ہون کہ روایت بزازی سے یہ مستفاد ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب بیس درم زوج پر لازم آئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہو گیا لیکن یہ اوس صورت میں ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اوسکا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہ بدل خلع نہوگا بلکہ استثنا ہوگا بدل خلع سے بالجملہ زوج پر بدل الخلع کا واجب ہونا محل نیہ ہے فتامل کذا فی حاشیۃ المدنی و فی القنیۃ اختلعت بشرط الصک او بشرط ان یرد الیہا اقمشتہا فقبل لو بحرم و یشترط کتبۃ الصک و رد الاقمشۃ فی المجلس اور قنیہ میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرار نامہ کے یعنی لکھنا اقرار نامہ کا زوج کے ذمہ پر یا اس شرط پر خلع کی درخواست کی کہ زوج عورت کی اجناس اور اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اوسکو قبول کر لیا تو بمجرد قبول زوج کے عورت مرد پر حرام نہو جاویگی بلکہ حرام ہونے میں لکھدینا زوج کا اقرار نامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اوسی مجلس میں مشروط ہے طحطاوی نے کہا چونکہ خلع مسقط ہے حقوق کا تو عورت کا مہر اوس صورت میں ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الظہار

یہ باب ہے ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ دونو غالبا عورت کی نافرمانی ہوتی ہین اور خلع کو اسواسطے مقدم کیا کہ اوسکی حرمت زائد ہے بسبب منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار میں نکاح باقی رہتا ہے ہو لغۃ مصدر ظاہر من امرأتہ اذا قال لہا انت علی کظہر امی ظہار لغت میں مصدر ہے ظاہر کا عرب ظاہر من امرأتہ اوسوقت بولتے ہین جب کہ مرد نے اپنی عورت سے یون کہا کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ یہ استعارہ ہے واسطے حرمت کے یعنی تو حرام ہے ظہار کے معنی لغت میں ہر چند اور بھی ثابت ہین لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسی کو خصوص ذکر کیا و شرعا تشبیہ المسلم فلا ظہار لذمی عندنا اور اصطلاح شرع میں ظہار عبارت ہے تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کیواسطے ظہار نہیں ہماری نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اسواسطے کہ ثمرہ ظہار کا کفارہ ہے اور کفارہ میں معنی عبادت کے ہین اور ذمی لائق عبادت نہیں مگر مسلمان کے واسطے اور تشبیہ کی قید سے یون کہنا مرد کا عورت سے کہ تو میری ماں ہے ظہار سے نکل گیا اسواسطے کہ بموجب تفسیر قہستانی کے یہ قول باطل ہے اگرچہ اس کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی زوجتہ و لو کتابیۃ او صغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجہ کو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ ہو اسواسطے کہ قرآن مجید میں ثبوت ظہار میں من نسائہم کا لفظ ارشاد ہوا ہے اور عرف میں نساء رجل اوسکی زوجات کو بولتے ہین تو کتابیہ اور صغیرہ

بخبر بلکہ غیر مخرد سے ظہار صحیح ہوگا کیونکہ اپنی لونڈی اور مدبرہ اور ام ولد اور مکاتبہ اور ہنسیکے لیکن اجنبیہ سے بوقت اضافت الی سبب الملک ظہار صحیح ہوگا کیونکہ
فتاوی عالمگیری میں سراج سے منقول ہے کہ غیر کی لونڈی اور مکاتبہ سے جب کہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہے او تشبیہ ما یحرم علیہ من لفضہا یا او تشبیہ جزء
شائع منہا تحریم لہ منہا بیدا او صفة لا یمکن زوالہ یا ظہار عبارت ہے تشبیہ دینے سے عضو جس عضو کر عورت کی تعبیر کیجاتی ہو چنانچہ سر اور گردن یا ظہار
سے عورت کے جزو شائع کی تشبیہ سے ساتھ اوس شخص کے جو مرد پر ہمیشہ حرام ہو ایسے وصف کر کر ممکن نہیں زوال اوسکا چنانچہ وصف مادری اور بیٹی ہونے کا
پر نہیں خواہ باعتبار نسب اور صہریت کے ہو خواہ باعتبار رضاعت کے جزو شائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع حاصل یہ ہے کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ زوجہ
کی تشبیہ دینا یا اوس کے جزو کی تشبیہ دینا جو بکا ہو کل واقع ہوتا ہو یا جزو شائع کی تشبیہ دینا اسکو ظہار کہتے ہیں چنانچہ یوں کہنا کہ تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ
یا تیری گردن ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ یا تیرا نصف بدن ایسا ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ بخلاف تشبیہہا باخت امرأتہ او مطلقتہ ثلثا وکذا لمجوسیة حرام اسلامہا
تو وصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا ہر چند سالی اور مطلقہ ثلثہ مرد
پر حرام ہے لیکن وصف حرمت کا ایسا نہیں کہ زائل نہو سکے بلکہ اگر زوجہ مر جاوے یا بعد طلاق کی اوسکی عدت گذر جاوے تو اوسکی بہن سے نکاح جائز ہوا اور مطلقہ ثلثہ
سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہے اور مجوسیہ کے ساتھ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہیں بسبب احتمال اوسکی اسلام کے یعنی ہر چند مجوسیہ مسلم پر حرام ہے لیکن اگر وہ
مسلمان ہو جاوے تو مرد پر حلال ہو گی تو اوسکی بھی حرمت دائمی نہیں ہوئی وقولہ بمحرم صفة لشخص لیتناول الذکر والانثی فلو شبہہا بفرج ابیہ او
قریبہ کان مظاہرا قالہ المصنف تبعا للبحر اور مصنف کا قول بمحرم صفت ہے شخص مقدر کی جو شامل ہے مرد اور عورت کو تو مطلب یہ ہوا کہ ظہار ہے تشبیہ
زوجہ ہے ساتھ شخص محرم کے تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا کسی اور اپنے قریب کی شرمگاہ سے تو وہ مظاہر ہو گا یعنی ظہار کا حکم
اوس پر لازم آویگا اس واسطے کہ مشبہ بہ عام ہے نسا سے ہو یا رجال سے اور باپ اور لڑکی شرمگاہ حرمت میں برابر ہیں مصنف نے ایسا ہی ذکر کیا ہے اپنی شرح منح الغفار
میں بحر الرائق کی پیروی کر کے اور بحر الرائق میں اس عموم کو محیط سے نقل کیا ہے کہ انتہی منح الغفار وردہ فی النہر بما فی البدائع من شرط الظہار کون
الظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبہہا بظہر ابیہ او ابنہ لم یصح لانہ انما عرف بالشرع والشرع ورد فی النساء اور بحر الرائق اور مصنف کے قول کو
نہر الفائق میں رد کیا ہے بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی شرائط سے ایک یہ شرط ہے کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نسا سے ہو یہاں تک کہ اگر زوج نے زوجہ کی تشبیہ دیگا اپنے باپ کی پیٹھ
سے یا اپنے بیٹے کی پیٹھ سے تو ظہار صحیح نہیں اس واسطے کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہے اور شرع کا حکم عورتوں میں وارد ہے مردوں میں [illegible] فی الخانیة
انت علی کالدم والخنزیر والخمر والغیبة والنمیمة والزنا والربا والرشوة وقتل المسلم ان نوی طلاقا او ظہارا فکما نوی علی الصحیح اھ البوا
کے قول پر اعتراض وارد ہوتا ہے خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج اپنی زوجہ سے کہے تو مجھ پر ایسی ہے جیسے کہ خون اور سور اور شراب اور غیبت اور چغلخوری اور زنا اور ربا اور
رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر زوج نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوا اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے یہ قول صحیح ہے تو خانیہ کے قول سے ثابت ہوا
کہ غیر نساء کی تشبیہ میں بھی ظہار ہوتا ہے تو یہ قول بدائع کے مخالف ہوا لیکن بدائع کیطرف سے دو جواب ہو سکتے ہیں جواب اول یہ ہے کہ غرض صاحب بدائع کا یہ
ہے کہ تشبیہ رجال سے ظہار صحیح نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہیں کیونکہ ان امور سے اوسکی عبارت ساکت ہے جواب ثانی یہ ہے کہ بدائع میں
ظہار صریح کا ذکر ہے اور خانیہ میں کنایات ظہار مذکور ہیں تو کچھ مخالفت نہوئی قولہ الشبہ بہ کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک روایت کو صاحب بدائع نے اختیار
کیا اور دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قولہ وسکا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہے کذا فی حاشیة المدنی فتاوی قاضیخان میں ذکر
ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھ پر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہے تو اس میں روایات مختلف ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر کچھ نیت نکریگا تو ایلا ہو اور اگر طلاق
کی نیت کریگا تو طلاق ہو گی اور اگر ظہار کی نیت کریگا تو ظہار صحیح نہیں معلوم ہوا کہ روایت قاضیخان کی مخالف ہے خانیہ کے اور موافق ہے بدائع کے واللہ اعلم
قلت علی انکا ثم تابع التشبیہ بالمتشبہ تعلیلا وزیادة ذکرہ القہستانی معزیا للبحر چنانچہ صحیح ہے نیت ظہار کی اس قول میں کہ تو میرے
نزدیک ایسی ہے جیسے کہ میری ماں اس واسطے کہ ماں کے ساتھ تشبیہ دینے میں اوسکی پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہو جاتی ہے مع زیادتی کے یعنی جب ماں کے ساتھ تشبیہ ہوئی تو

اوسکی پیٹھ اور باقی اعضا کی بہی تشبیہ ہوگئی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے محیط کیطرف منسوب کرکے صح اضافته الی الملك او سببه کان نکحتك فکذا حتی لو
قال ان تزوجتك فانت علی کظہر امی مائۃ مرۃ فعلیه لکل مرۃ کفارۃ تاتارخانیه اور صحیح ہی اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک کے اضافت الی الملك سے
مراد یہ ہے کہ منکوحہ ہونیکی حالتمین ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملك سے مراد یہ ہے کہ قبل از نکاح بتعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین تجہسے نکاح کرون تو ایسا یہانتک کہ اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجہسے نکاح کرون
تو تو مجہپر ایسی ہے جیسی میری ماکی پیٹھ سو بار تو ہر بار کیواسطے ایک کفارہ لازم آویگا کذا فی التاتارخانه وظہارہا منه لغو فلا حرمة ولا کفارة به یفتی جوہرۃ وصحح ابن الشحنة ان علیها
کفارة یمین اور ظہار کرنا عورت کا مرد سے لغو ہے یعنی اگر عورت اپنے مرد سے یون کہے کہ تو مجہپر ایسا ہے جیسے میرے باپ کی پیٹھ یا یون کہے کہ مین تجہپر ایسی ہون جیسے تیری ماکی پیٹھ تو اس
قول سے نہ حرمت ہوگی اور نہ کفارہ ظہار نہ کفارہ یمین کا یہی قول ہے اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہے کفارہ یمین کے واجب ہونیکی یعنی اگر عورت ظہار کریگی تو اوسپر کفارہ
یمین کا لازم آویگا نہ کفارہ ظہار کا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے اور یہی روایت ہے ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ المدنی وذا ای الظہار کائن علیّ کظہر امّی
او اُمّك وکذا لو حذف علیّ کما فی النہر او راسك کظہر امّی ونحوہ کالرقبة مما یعبر به عن الکل او نصفك ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امّی
او کبطنها او کفخذها او کفرجها او کظہر اختی او عمّتی او فرج امّی او فرج بنتی کذا فی فتح الشرح ولا یخفی ما فیه من التکرار وزاد فی فتح المتن
او فرج ابی بالمیاہ او قربنی وقد علمت رَدّہ اور یہہ یعنی ظہار کی مثالین چنانچہ یون کہنا زوجہ کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہے جیسے کہ میری ماکی پیٹھ یا تیری
ماکی پیٹھ اور اسیطرح اگر لفظ علیّ کا محذوف ہوجاوے کذا فی النہر الفائق یا یون کہنا کہ تیرا سر میری ماکی پیٹھ کی مانند ہے اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنی
ایسا عضو جو تمام بدن کے مقام پر بولا جاتا ہے چنانچہ عنق یا یون کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے از قسم جزء شائع یعنی تیرا ثلث یا ربع میری ماکی پیٹھ کی
مانند ہے یا مانند اوسکی پیٹ کے ہے یا مانند اوسکی ران کے ہے یا مانند اوسکی شرمگاہ کے ہے یا میری بہن کی پیٹھ کی مانند ہے یا میری عمہ کی پیٹھ کی مانند ہے یا میری ما
یا بیٹی کی شرمگاہ کی مانند ہے شارح نے کہا اسیطرح لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخون مین واقع ہے اور اسمین جو تکرار ہے سو مخفی نہین اور جو متن کے نسخہ
سے سو بجای فرج امی کے فرج ابی او قربی ہے اور تجہکو اوسکا مردود ہونا معلوم ہوچکا ہے نہر الفائق کے کلام سے بنقل روایت بدائع کے یعنی ظہار تشبیہ رجال
صحیح نہین خلاصہ یہہ کہ جب منکوحہ کو تشبیہ دی محرمات ابدیہ کی اون اعضا سے جنکا دیکہنا اسکو جائز نہین تو ظہار صحیح ہے تو اگر بانہہ یا پانوان یا پہلو کے ساتھ تشبیہ
دیگا تو ظہار کا حکم ثابت ہوگا اسواسطے کہ ان اعضا کا دیکہنا محرم کو درست ہے بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ران کے بصیر به مظاهرا بالاٰیة لانه یحرم
فیحرم وطیها علیه ودواعیه للنهی عن التماس الشامل للکل وکذا یحرم علیها تمکینه ولا یحرم النظر وعن محمد لو قدم من سفر له تقبیلها
للشفقة زوج ان الفاظ مذکورہ سے مظاہر ہوجاتا ہے بدون نیت کے اسواسطے کہ یہہ صریح ظہار ہے اور صریح محتاج نیت کا نہین پہر جب زوج مظاہر ہوا تو حرام ہوگی
منکوحہ کی زوجہ پر اور دواعی وطی کے حرام ہین چنانچہ مساس اور بوسہ بسبب ممنوع ہونے مظاہر کے تماس سے یعنی چہونے اور ہاتہ لگانے سے قال اللہ تعالی من قبل
ان یتماسّا اور یہہ شامل ہے وطی اور اوسکی دواعی کو سبکو اور محمد سے ایک روایت یہہ ہے کہ اگر مظاہر سفر سے آوے تو جائز ہے اوسکو بوسہ لینا عورت کا باعتبار شفقت اور مہربانی
نہ باعتبار شہوت کے بحر الرائق مین کہا کہ قبیدہ سفر کی اس روایت مین تحریف ہے اسواسطے کہ تقبیل بلا شہوت سفر اور حضر دونو مین درست ہے کذا فی حاشیۃ المدنی حتی یکفر وان حاك
الیه بملك یمین او بعد زوج آخر لبقاء حکم الظهار وکذا اللعان مظاہر پر وطی اور اوسکی دواعی حرام ہین یہانتک کہ کفارہ دیوے یعنی بدون کفارہ کے وطی جائز
حلال نہین اگرچہ عورت دوبارہ آوے مرد کے پاس بسبب ملک یمین کے یا بعد زوج ثانی کے اسواسطے باقی رہنے حکم ظہار کے اور یہی حکم ہے لعان کا تھم ملک یمین کی یہہ صورت ہے کہ
لونڈی سے نکاح کیا پہر اوس سے ظہار کیا پہر اوسکو مول لیا یا زوجہ حرہ سے ظہار کیا پہر وہ مرتد ہوگئی اور دار الحرب مین جاملی پہر وہان سے گرفتار ہو آئی اور زوج اوسکا مالک
ہوا اور زوج ثانی کی یہہ صورت ہے کہ زوج نے ایک حرہ سے نکاح کیا اور اوس سے ظہار کیا پہر اوسکو تین بار طلاق دی اور اوسنے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت
کے زوج اول کے نکاح مین پہر آئی تو ان صورتون مین ظہار کا حکم باقی رہیگا اسواسطے کہ ظہار کی حرمت کی کچہہ حد مقرر نہین بدون کفارہ دینے کے وطی اوس عورت کی حلال نہین
فان وطی قبله تاب واستغفر وکفّر للظهار فقط وقیل علیه اخری پہر اگر وطی کی کفارہ دینے سے پہلے تو وہ گنہگار ہوا توبہ اور استغفار کرے اور فقط ایک کفارہ
ظہار کا دے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اوسپر دوسرا کفارہ بہی لازم ہے جامع ترمذی اور امام مالک کی موطا مین ایک ہی کفارہ ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یعود

لو وطیہا ثانیا قبلہا قبل الکفارۃ اور دوبارہ عود کرے وطی کیطرف اگر عورت سے وطی کر لیا تو قبل کفارہ دینے کے اسواسطے کہ حرمت ہنوز قائم ہے وعن دہ المذکور
فی الآیۃ عزمہ عزما موکدا فلو عزم ثم بدا لہ ان لا یطأہا لا کفارۃ علیہ لعدم العزم علی استباحۃ وطیہا ای یرجعون عما قالوا فیریدون الوطی قال الفراء العود یجیئ
واللام بمعنی عن اور عود کرنا زوج کا جو آیت قرآنی میں مذکور ہے یعنی ثم یعودون لما قالوا اس میں عود سے مراد عزم مصمم اور قصد موکد ہے عورت کی وطی کی
استباحت پر سو اگر زوج نے ارادہ وطی کا کیا پھر اوسکا قصد وطی سے ہٹ گیا تو اوسپر کفارہ نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ عزم موکد نہ پایا تو آیت کا یہ مطلب ہوا کہ پھر پلٹیں اپنے قول
سے یعنی حرمت سے اسلئے اوپر سوار ارادہ وطی کا کریں فراء نحوی نے کہا کہ عود بمعنی رجوع ہے اور لام لما قالوا میں بمعنی عن ہے حاصل کلام یہ ہے کہ سبب کفارہ
وجب ہونیکا ظہار اور قصد وطی ہے اور کفارہ عود پر اسواسطے مقدم ہوا کہ کفارہ حرمت ثابتہ کا رافع ہے جیسے طہارت قبل ارادہ نماز کے رافع ہے حدث کی وللمرأۃ
ان تطالبہ بالوطی لتعلق حقہا بہ اور جائز ہے عورت کو کہ زوج سے مطالبہ وطی کا کرے کفارہ دلا کر بسبب متعلق ہونے عورت کے حق کے ساتھ وطی کے وعلیہا
ان تمنعہ من الاستمتاع حتی یکفر وعلی القاضی الزامہ بہ ای بالتکفیر دفعا للضرر عنہا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اور واجب ہے
عورت پر کہ روکے زوج کو وطی اور دواعی وطی سے کفارہ دینے تک اور قاضی پر واجب ہے لازم کرنا زوج کا بجہت کفارہ دینے کے تاکہ عورت سے ضرر دور ہو قاضی
پر زوج کا قید کرنا یا مارنا لازم ہے یہانتک کہ کفارہ ادا کرے یا عورت کو طلاق دے دے فان قال کفرت صدق ما لم یعرف بالکذب سو اگر زوج کہے کہ میں
کفارہ ظہار کا دیچکا ہوں تو اوسکی تصدیق کرنا چاہیے جبتک کہ وہ مشہور بدروغگوئی نہو اور اگر وہ کذاب ہوگا تو بدون گواہوں کے تصدیق کرنا نچاہیے
ولو وقتہ بوقت سقط بمضیہ اور اگر زوج نے ظہار کو کسی وقت پر معین اور مقرر کر دیا تو ظہار ساقط ہے اوس وقت کے گذر جانے سے مثلا ایک مہینہ کا ظہار کیا تو
مہینے کے اندر اگر وطی کا ارادہ کریگا تو کفارہ لازم ہوگا اور بعد مہینے کے کفارہ ساقط ہے وتعلیقہ بمشیۃ اللہ تعالی یبطلہ بخلاف مشیۃ فلان اور تعلیق
کرنا ظہار کا حق تعالی کی مشیت پر ظہار کو باطل کرتا ہے مثلا یوں کہنا کہ انت علی کظہر امی ان شاء اللہ ظہار کو باطل کرتا ہے جیسے کہ طلاق کو باطل کرتا ہے بخلاف مشیت
فلانے شخص کے یعنی اگر ظہار مشیت زید یا عمر کریگا تو اوسکی مشیت سے ظہار صحیح ہے وان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف علی خانیۃ برا
او طلاقا او ظہارا صحت نیتہ ووقع ما نواہ لانہ کنایۃ اور اگر اس قول سے کہ تو میرے نزدیک میری ماں کی مانند ہے بجائے مثل امی کے کامی بولا اور
اسیطرح ہے اگر علی کا لفظ محذوف کر دیا یعنی یوں کہا کہ انت مثل امی تو اگر زوج نے اس قول سے تعظیم زوجہ کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہے
نیت اوسکی اور جو نیت کریگا وہی واقع ہوگا اسواسطے کہ یہ قول کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہے نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کریگا تو ظہار اور طلاق کچھ نہ واقع ہوگی اور
طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار والا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ اور اگر اوس
قول یعنی انت علی مثل امی سے کچھ نیت نکریگا یا کاف کو یا مثل کو حذف کریگا یعنی یوں کہیگا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کمتر یعنی تعظیم اور تکریم
مراد ہوگی ظہار یا طلاق نہ واقع ہوگی کمتر مفہوم اسواسطے مراد ہوا کہ حتی الامکان کلام مہمل نہ ٹھہرے ویکرہ قولہ انت امی ویا بنتی ویا اختی ونحوہ اور
مکروہ ہے زوج کا یوں کہنا اپنی زوجہ سے کہ تو میری ماں ہے اور یوں کہنا کہ او میری بیٹی اور او میری بہن اور مانند اوسکے جیسے خالہ اور عمہ کہنا چنانچہ اس قول
ظہار ثابت نہیں اسواسطے کہ تشبیہ سے خالی ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اسواسطے کہ قریب بہ تشبیہ ہے اور سنن ابی داؤد میں بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جو زوجہ کو بہن کہتا ممنوع
اور مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الہدایۃ وبانت علی حرام کامی صح ما نواہ من ظہار او طلاق وتمنع ارادۃ الکرامۃ لزیادۃ لفظ التحریم وان لم ینو ثبت
الادنی وہو الظہار فی الاصح اور اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے میری ماں کی مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کریگا تو صحیح ہے اور جائز نہیں اس قول سے تعظیم کا
ارادہ کرنا بسبب زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اوسمیں تحریم کا لفظ نہیں اور اگر کچھ نیت نکریگا تو ادنی ثابت ہوگا یعنی ظہار
قول اصح میں وبانت علی حرام کظہر امی یثبت الظہار لا غیر لانہ صریح اور اس قول سے کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ہی ثابت ہے نہ طلاق
نہ تعظیم اسواسطے کہ یہ لفظ صریح ہے ظہار میں تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر متکلم طلاق یا ایلا کا ارادہ کریگا تو لغو ہوگا ولا ظہار صحیح من
امتہ اور ظہار صحیح نہیں اپنی لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مکاتبہ سے اسواسطے کہ لفظ نساء کا جو آیت ظہار میں واقع ہے وہ لونڈی کو شامل نہیں اسواسطے کہ عرف

میں فساد رجل اوسکی زوجات کو کہتے ہیں یہ نبطی اور حرم کو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق و کذا لو نکحہا بلا امرہا فظاہر منہا ثم اجازت لعدم
الزوجیۃ اور ظہار صحیح نہیں اوس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اوسکی امر کے پہر اوس سے ظہار کیا پہر عورت نے نکاح کو جائز رکہا بسبب عدم زوجیت کی یعنی وقت ظہار
کے وہ زوجہ نہتی اسواسطے کہ اوسکو نکاح کی خبر بہی نہتی فضولی نے اوسکا نکاح کر دیا تہا انتن علی کظہر امی ظاہر منہن جمیعا و کفر لکل وقال مالک و
احمد یکفیہ کفارۃ واحدۃ کالایلاء مرد نے کہا اپنی عورتوں سے کہ تم مجہ پر ایسی ہو جیسی میری ماکی پیٹہ تو یہ ظہار ہے سب عورتوں سے باتفاق فقہا کے اور
کفارہ دیگا مرد ہر عورت کیواسطے اور کہا امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے کہ ایک کفارہ سب عورتوں کی حلت کیواسطے کافی ہے مانند ایلا کے یعنی اگر مرد نے
قسم کہائی کہ میں اپنی عورتوں سے صحبت نکرونگا پہر اوسنے ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتیں حلال ہو جاوینگی ظاہر من امرأتہ مرارا
فی مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار او التاکید فان فی مجلس صدق قضاء والا لا علی المعتمد و کذا لو علقہ بنکاحہا کما مر عن
التاتارخانیۃ ظہار کیا اپنی عورت سے چندبار ایک مجلس یا چند مجالس میں تو واجب ہے اوسپر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پہر اگر مرد نے ارادہ تکرار یا تاکید کا
کیا سو اگر چندبار ظہار کو ایک مجلس میں کہا تو باعتبار قضا کے اوسکی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس میں چندبار ظہار کر چکا ہے تو قضاءً اوسکی تصدیق نہوگی
لیکن دیانۃً البتہ تصدیق ہوگی بنابر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہے اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ اسکی تصریح فتاوی تاتارخانیہ سے اسی باب میں گذر
ہو چکی ہے مصنف نے تصدیق تاکید میں اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بہی اوسکی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اوسکی اوستاد کی روایت کی مخالف
ہے یعنی صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر اپنی عورت سے چندبار ظہار کریگا ایک مجلس میں یا چند مجلس میں تو اوسپر عوض ہر ظہار کے
کفارہ لازم آویگا مگر جب تاکید کی نیت کریگا یعنی تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا کما ذکرہ الاسبیجابی وغیرہ اور بعضی کتابوں میں ایک مجلس اور چند مجالس میں فرق
کیا ہے اور معتمد اول ہی قول ہے انتہی مضمونہ اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں تفصیل ایک مجلس اور مجالس کی اسبیجابی کیطرف منسوب کی ہے اور حالانکہ
اسبیجابی کا قول بموجب روایت صاحب بحر کے مطلق ہے بلا تفصیل اور فتاوی عالمگیری میں بہی قول صاحب بحر کا اسیطرح منقول ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و [illegible]
مسائل متفرقہ شارح کے انت علی کظہر امی کل یوم تجدد الظہار ولو اتی بفی [illegible] فما لم یکفر اگر مرد نے کہا تو مجہپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماکی پیٹہ ہر دن تو یہ
قول ایک ہی ظہار ہے تو اوسپر رات اور دن وطی حرام ہے بدون کفارہ کے اور اگر مثال مذکور میں فی کا لفظ لایا یعنی یوں کہا کہ انت علی کظہر امی فی کل یوم یعنی تو مجہپر ایسی
ہے جیسی کہ میری ماکی پیٹہ ہر دن میں تو ہر روز جدا گانہ ظہار ثابت ہوگا پہر جب دن گذر جاویگا تو اوس دن کا ظہار باطل ہوگا پہر جب دوسرے دن آفتاب نکلیگا تو دوسرا
ظہار شروع ہوگا ولیکن مرد کو صحبت کرنا عورت سے رات میں جائز ہوگا اسواسطے کہ فی ظرفیت کیواسطے موضوع ہے اور ظرف میں معنی شرط کے ہوتے ہیں تو دنکو ظہار ہوگا نہ راتکو
کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم فکلما جاء یوم صار مظاہرا ظہارا آخر مع بقاء الاول اور اگر یوں کہا کہ تو مجہپر ایسی ہے
جیسی کہ میری ماکی پیٹہ آج کے دن اور جب دن آوے تو اس صورت میں جب کوئی دن آویگا تو مرد مظاہر ہو جاویگا دوسری ظہار کر یعنی ہر روز جدا ظہار
ثابت ہوگا اور پہلا ظہار باقی رہیگا اور اسکے [illegible] کہا کہ یہ روایت شارح کی مخالف ہے بحر الرائق کے جو یوں ہے کہ اگر اسطرح کہیگا انت علی کظہر امی الیوم
و کلما جاء یوم تو مظاہر ہوگا آج کے دن اور جب دن گذر جائیگا تو یہ ظہار باطل ہوگا اور رات میں زوجہ کو قربت کا اختیار ہے پہر جب کل کا دن آویگا تو دوسرا
ظہار ہوگا اسیطرح ہمیشہ تجدد ظہار ہوتا رہیگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو شارح نے ظہار اول کی بقا کو ذکر کیا سو وہ اوس صورت میں ہے جب یوں
کہے کہ انت علی کظہر امی کلما جاء یوم تو ظہار روز اول کا مقتضی نہوگا باقی رہیگا اور جب دن آویگا تو مرد مظاہر ہوگا دوسری ظہار کر بسبب کفارہ کی ظہار اول
باطل ہوگا کذا فی الفتاوی الکبیرۃ ناقلا عن شرح تلخیص الجامع الکبیر و متی علقہ بشرط متکرر یتکرر اور جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کریگا تو ظہار بہی متکرر ہوگا
مثلا یوں کہا جسوقت تو گہر میں داخل ہوگی تو تو میری نزدیک میری ماکی پیٹہ کی مانند ہوگی تو جتنی بار عورت گہر میں داخل ہوا اوتنی بار ظہار ثابت ہوگا تو کفارہ
لازم آویگا ہر بار داخل ہونیکے شمار پر ولو قال کظہر امی رمضان کلہ ورجب کلہ اتحدا استحسانا و یصح تکفیرہ فی رجب لا فی شعبان کمن
ظاہر واستثنی یوم الجمعۃ مثلا ان کفر فی یوم الاستثناء لم یجز ولا جاز تاتارخانیہ اور اگر یوں کہا کہ تو میری نزدیک ایسی جیسی میری ما

پہلے رمضان بہر اور رجب بہر تو یہہ ایک ہی ظہار ہوا فتساہ تحسبان کے اور یہہ اسواسطے صحیح ہے کفارہ دینا اوس ظہار کا رقبۃ یا صیاما یا اطعاما میں اوسکا کفارہ رجب ظہار رمضان میں باقی ہو تو اب جب نئے ظہار کے
بنا نچہ ایک شخص نے ظہار کیا اور جمعہ کا دن مستثنی کر دیا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی الا یوم الجمعۃ تو اگر کفارہ دیگا روز ہشتا میں یعنی جمعہ میں تو جائز ہوگا اور
اگر روز استثنا کے سوا کسی اور دن کفارہ دیگا تو جائز ہوگا کذا فی الفتاوی التاتارخانیہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ظہار میں یہہ شرط ہے کہ مرد عاقل بالغ ہو تو اگر
دیوانہ یا لڑکا ظہار کرے تو ظہار صحیح نہیں اور مجنون صحیح نہیں

باب الکفارۃ

یہہ باب ہے کفارہ ظہار کا مختلف فی سببہا والجمہور علی انہ الظہار
والعود اختلاف ہے کفارہ کے سبب میں جمہور علما کا یہہ مذہب ہے کہ کفارہ کا سبب ظہار اور عود ہے یعنی عزم وطی اور بعضی علمانے کہا کہ سبب کفارہ کا ظہار ہے اور
عود اسکی شرط ہے اور بعضوں نے اسکا بالعکس کہا ہے وھی لغۃ من کفر اللہ الذنب محاہ کفارہ لغت میں ماخوذ ہے اس قول سے کہ کفر اللہ الذنب یعنی اوسوقت بولا
جاتا ہے جب حق تعالی نے گناہ مٹا دیا ہے کفارہ کو کفارہ اسواسطے کہا کہ گناہ کو مٹا ڈالتا ہے اور حکم کفارہ کا یہہ ہے کہ وہ جب قادر ہو جاتا ہے گردن سے اور حصول نیت
کے سبب محو ہو جانے خطا کے اور کفارہ فی الفور واجب نہیں بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ امر اسکا مطلق ہے تو اگر تاخیر ہو گی اول وقت قدرت سے تو گناہ
نہو گا اور تاخیر کے بعد دینا ادا ہوگا نہ قضا اور اگر بدون ادا کے کفارہ مر جاویگا تو گنہگار مریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرعا تحریر رقبۃ قبل الوطی ای
اعتاقہا بنیۃ الکفارۃ ولو فیہ شرکۃ ابا او نا قصا الکفارۃ لو عجز اور کفارہ اصطلاح شرع میں عبارت ہے تحریر رقبہ سے قبل وطی کے اور مراد تحریر رقبہ سے
اعتاق رقبہ ہے یعنی گردن آزاد کرنا بہ نیت کفارہ تو اگر اپنے باپ کو وراثت میں پاکر ادا ہی کفارہ کی نیت کریگا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ جب باپ مملوک اپنے بیٹے کا ہوگا
خود بخود بلا نیت مالک کے آزاد ہو جاویگا تو یہہ اعتاق نہیں بلکہ عتق ہے اور تحریر رقبہ عبارت ہے اعتاق سے نہ عتق سے ولو صغیرا او ضعیفا او کافرا او مباح
الدم اعتاق غلام صحیح ہے اگرچہ غلام صغیر شیر خوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہو گیا ہو مطلب یہ کہ قاضی نے قصاص میں اوسکے قتل کا حکم دیا پھر اوسکے مالک
نے کفارہ ظہار میں اوسکو آزاد کیا پھر مقتول کے وارثوں نے خون معاف کر دیا تو اوسکے جواز اعتاق میں اختلاف ہے فتح القدیر اور نہایہ میں کہا ہے کہ یہہ جائز
نہیں اور شرح مبسوط میں کرخی سے منقول ہے کہ یہہ اعتاق جائز ہے واللہ اعلم کذا فی العالمگیریۃ او مرہونا یا غلام مرہون ہو یعنی مالک نے اپنے غلام کو گرو رکہا ہو
تو اوسکا آزاد کرنا کفارہ ظہار میں درست ہے لیکن جسقدر مال پر رہن ہوگا اوتنا مالک پر دینا لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی نا قلا عن البدائع او مدیونا
او آبقا علمت حیوتہ او مرتدۃ یا غلام قرضدار ہو یا کہ غلام بہاگ گیا ہو جسکی زندگی معلوم ہو یا لونڈی مرتدہ ہو وفی المرتد وکذا الحربی خلاف سبیلہ شانی
اور غلام مرتد اور غلام حربی میں جسکو مالک نے مطلق العنان کر دیا اختلاف ہے فقہا کا فتح القدیر میں ہے کہ غلام حربی کا دار الحرب میں آزاد کرنا جائز نہیں اور
تاتارخانیہ میں کہا کہ اگر اوسکو دار الحرب میں مطلق العنان کر دیا تو بعضوں کے نزدیک جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او اصم ای صیح بہ لیسمع والا لا
یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنے سے سنتا ہو تو اوسکو آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہوگا اور اگر شور کرنے سے مطلق نہ سنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہوگا او خصیا او مجبوبا
او رتقاء او قرناء یا غلام خصی یا مقطوع الذکر ہو یا لونڈی ہو جسکی شرمگاہ میں ایسا گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کو تو ایسی لونڈی کا بہی اعتاق
کفارہ ظہار میں جائز ہے او مقطوع الاذنین یا غلام کے دونوں کان کٹے ہوں او ذاہب الحاجبین وشعر اللحیۃ والرأس یا غلام کی دونوں ابرو کے
بال اور داڑہی اور سر کے بال جاتے رہے ہوں او مقطوع انفہ او شفتیہ ان قدر علی الاکل والا لا یا غلام کٹا ہو یا اوسکی دونوں لب کٹے ہوں اگر
کہانا کہا سکتا ہو اور اگر کہا نسکتا ہو تو جائز نہیں او اعور او اعمش او مقطوع احدی یدیہ او احدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چندہا یا اوسکا
ایک ہاتھ یا ایک پاؤن کٹا ہو دوسری طرف سے یعنی داہنا ہاتھ تو بایان پاؤن یا بایان ہاتھ تو داہنا پاؤن اور اگر ایک ہی طرف سے ہاتھ اور پاؤن
کٹا ہوگا تو اوسکا اعتاق کفارہ میں جائز نہیں چنانچہ اوسکا ذکر آگے آویگا او مکاتبا لم یؤد شیئا واعتقہ مولاہ لا الوارث یا غلام مکاتب جسنے
بدل کتابت کا کچھہ ادا نہیں کیا اور مکاتب کو اوسکے مالک ہی نے آزاد کیا ہو نہ مالک کے وارث نے یعنی اگر مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تہا اور وہ بدون
ادا کے مر گیا پھر اوسکے وارث نے مکاتب کو مورث کیطرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کر دیا تو جائز نہیں وکذا ان نفع عنہا اشتراہ قریبہ بنیۃ الکفارۃ او کانت
الصدقۃ بخلاف الارث اور ایسا ہی مراد ہے اگر کفارہ اپنے قرابت دار کو مول لینے سے بنیت کفارہ مثلا مظاہر کا بہائی کسی کا غلام تہا اور یہ اوسکو نیت

ادای کفارہ ظہار اوسکو مول لیا تو کفارہ ادا ہوگا اسواسطے کہ مول لینا اوسکا اختیاری فعل ہی بخلاف ارث کے کہ وہ فعل اختیاری نہیں یعنی اگر کوئی اپنی قرابت والیکو ارث مین پاوے اور نیت ادای کفارہ کر ہی تو صحیح نہیں اسواسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہیں تو نیت اعتاق نہوگا بلکہ عتق ہوگا چنانچہ اسکا ذکر تحقیق گذر گیا واعتاق نصف عبدہ ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کا یہی حکم ہی اور آزاد کرنا اپنے نصف غلام کو پھر نصف باقی کو کفایت کرتا ہی کفارہ کیجانب سے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اوسکا ذکر آویگا لا یجزئ فائت جنس المنفعۃ لانہ ہالک حکما کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا اوس غلام کا جسکی جنس منفعت فوت ہوگئی ہو یعنی منفعت سمع اور بصر کی اور بولنا اور ہاتھہ سے تھامنا اور پانوں سے چلنی کی اور عقل کی خوبیہ تو اوسکی آزاد کرنیسے کفارہ نہ ادا ہوگا اسواسطے کہ وہ درحکم میت ہی اور مراد فوت منفعت سے یہہ ہی کہ بالکل منفعت فوت ہو تو نقصان منفعت کا ادای کفارہ مین ضرر نکریگا کالاعمی ومجنون لا یعقل فمن یفیق یجزئ فی حال افاقتہ ومریض لا یرجی برءہ وساقط الاسنان غلام مفقود المنفعت جیسے اندہا اور ایسا دیوانہ جو کچھہ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کہ کبہی ہوش مین آجاتا ہو تو اوسکا آزاد کرنا جائز ہی ہوشیاری کی حالتین اور ایسا بیمار جسکی صحت کی امید نہی ہو اور جسکو دانت گر پڑے ہوں اسواسطے کہ پوپلا جبانے پر قادر نہیں والمقطوع یدیہ او ابہامیہ او ثلث اصابع من کل ید او رجلاہ او یدہ ورجلہ من جانب اور جائز نہیں وہ غلام جسکی دونو ہاتھہ یا دونو ہاتھہ کے انگوٹھی یا تین انگلیان ہر ہاتھہ کی کٹی ہوں یا دونو پانوں یا ایک ہاتھہ اور ایک پانوں ایکطرف کے کٹا ہو اسواسطے کہ ان صورتون مین تھامنے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہی ومعتوہ مغلوب کافی اور جس غلام پر کہ بیخبری اور بیہوشی غالب ہو کذا فی الکافی ف لا یجزئ مدبر وام ولد ومکاتب ادی بعض بدلہ ولم یحرر نفسہ فان عجز فحرر جاز وہی حیلۃ الجواز بعد اداء شیئا اور کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا مدبر کا اور ام ولد کا اور ایسے مکاتب کا جسنی اپنی کتابت کا کچھہ بدلا ادا کیا ہی اور وہ عاجز نہیں ہوگیا ادای باقی سے سو اگر عاجز ہوگیا پھر اوسکو مالک نے اوسکو آزاد کردیا بہ نیت کفارہ تو جائز ہی اور یہی عاجزی حیلہ ہی اعتاق مکاتب کا بعد کچھہ ادا کرنیکے یعنی جس مکاتب نے کچھہ مال ادا کیا ہو اوسکا مالک بہ نیت کفارہ اوسکو آزاد کیا چاہے تو اوسکی یہی تدبیر ہے کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے واعتاق نصف عبد مشترک ثم باقیہ بعد ضمانہ لتمکن النقصان اور کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد ضامن ہونے اوسکی قیمت کے بواسطے جم جانے نقصان کے نصف اخیر مین یعنی ایک غلام کے دو مالک تھے نصفا نصف سو ایک مالک نے بہ نیت کفارہ اپنا آدھا حصہ آزاد کردیا تو نصف اخیر کی مملوکیت مین نقصان پڑگیا یعنی دوسرا مالک اب اوسکو بیچ نہیں سکتا لہذا اگر آزاد کرنیوالا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہوکر باقی کو آزاد بھی کریگا تو بھی کفارہ نہ ادا ہوگا ہان اگر اول اپنا حصہ آزاد کرتا اور نصف باقی کا ضامن ہوکر کل عبد کو آزاد کرتا تو صحیح ہوتا ونصف عبدہ عن تکفیرہ ثم باقیہ بعد وطی من ظاہر منہا لان الامر قبل التماس اور کفایت نہیں کرتا اپنے نصف غلام کو آزاد کرنا بہ نیت کفارہ پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اوس عورت کے جس سے ظہار کرچکا اسواسطے کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے ہے اور قبل وطی کے نصف آزاد کیا نہ کل لہذا صحیح نہیں فان لم یجد المظاہر ما یعتق وان احتاج لخدمتہ او لقضاء دینہ لانہ واجد حقیقۃ بدائع فما فی الجوہرۃ لہ عبد للخدمۃ لم یجز الصوم الا ان یکون زمنا انتہی یعنی العبد لیوافق کلامہم ویحتمل رجوعہ للمولی لکنہ یحتاج الی النقل سو اگر نپاوے ظہار کرنیوالا وہ اوسکو جسکو آزاد کرے اگرچہ محتاج ہو غلام کا اپنی خدمت کیواسطے یا اوسکو بیچ کر اپنے قرض ادا کرنیکے واسطے اسواسطے کہ وہ قادر ہی غلام پر فی الحقیقت کذا فی البدائع تو جوہرہ کا کلام جوہرہ مین یون ہی کہ مظاہر کا ایک غلام ہی خدمت کیواسطے اوسکو ادای کفارہ ظہار مین روزہ رکھنا درست نہیں بلکہ اوسی غلام کو آزاد کرے مگر اسوقت غلام کا آزاد نکرنا اور روزہ رکھنا درست ہی جب کہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نسکے انتہی کلام الجوہرہ یعنی غلام لنگڑا ہو تو اوسکا آزاد کرنا درست نہوگا اور روزہ رکھنا جائز ہوگا شارح نے کہا ضمیر یکون کی عبد کیطرف پھیر کر یہہ مطلب جوہرہ کا اسواسطے مذکور کیا تا کہ کلام اسکا اور فقہا کے کلام سے موافق ہوجاوے اور یہہ بھی احتمال ہی کہ ضمیر یکون کی مولی کیطرف پھیری تو مطلب یہہ ہوگا کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے روزہ رکہے لیکن اس صورتمین نقل روایت کی احتیاج ہوگی یعنی تاوقتیکہ کتب معتمدہ سے نقل صریح اس بابمین ثابت نہوگی احتمال اخیر مقبول نہوگا چونکہ عبارت جوہرہ کی بظاہر مخالف تھی بدائع کے لہذا شارح نے اوسکی توجیہ معقول کردی تا اختلاف مندفع ہوجاوے ولا یعتبر مسکنہ اور گہر اوسکا معتبر نہیں یعنی اگر مظاہر کا ایک گہر ہو جسمین وہ رہتا ہو تو اوسپر اوسکا بیچنا اوسکی

قیمت ادائے کفارہ ظہار کیواسطے غلام کا خرید کرنا ضرور نہیں ہے اسلئے کہ مکان ضرورت میں داخل ہوتا ہے پھر صوم لازم ہوگا ولو له مال وعليه دين مثله ان ادى الدين اجزأه الصوم ولا فلا قبل ذلك اور اگر مظاہر کے پاس مال ہو لیکن اوسپر اوتنا ہی قرض ہو تو اگر اوس قرض کو ادا کردے تو اوسکو صوم کفایت کرتا ہے اسلئے کہ وہ اعتاق پر اب قادر نہیں اور اگر قرض کو ادا نہیں کیا تو اوسمیں دو قول ہیں ایک قول یہہ ہے کہ روزہ رکھنا کافی ہے اور دوسرا قول یہہ کہ کافی نہیں ولو له مال غائب انتظره اور اگر اوسکا مال غائب ہو یعنی مثلا سفر میں ہو تو اوسکے حصول کا منتظر رہے جب آوے تو غلام خریدکے آزاد کرے ولو عليه كفارتان وفي ملكه رقبة فصام عن احدهما [illegible] ثم اعتق عن الاخرى لم يجز وبعكسه جاز اور اگر مرد پر دو کفارے ہوں یعنی دو عورتوں سے ظہار کیا ہو اور اوسکی ملک میں ایک ہی غلام ہو سو اوسنے ایک کفارے سے روزے رکھے اور دوسرے کفارے سے غلام آزاد کیا تو صوم کا کفارہ جائز نہوگا اسواسطے کہ باوجود قدرت اعتاق کے صوم جائز نہیں لیکن کفارہ اعتاق بلاشک صحیح ہوا اور اسکے برعکس جائز ہے یعنی اگر اول آزاد کرے اور دوسرے کفارے میں روزے رکھے تو درست ہے اسواسطے کہ عدم قدرت میں صوم کافی ہے کذا فی حاشیۃ الہدایہ صام شهرين ولو ثمانية وخمسين يوما بالهلال والا فستين يوما اگر مظاہر اعتاق پر قادر نہو تو دو مہینے روزے رکھے اگرچہ دو مہینے کے اٹھاون دن ہوں چاند نکلنے سے یعنی اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھا اور دو مہینے اور دوسرا مہینہ انتیس کا ہوا تو اٹھاون دن کی روزے کفایت کرتے ہیں اور اگر پہلی تاریخ سے صوم شروع نہیں کیا تو دو مہینے کے ساٹھ روزے رکھنا چاہئے ولو قدر على التحرير في اليوم الاخير لزمه العتق اور اگر قادر ہو گیا غلام آزاد کرنے پر پہلے مہینے کے آخر دنمیں تو لازم ہوگا اوسپر آزاد کرنا یعنی ساٹھویں دن مثلا ظہر یا عصر کے وقت مظاہر کو مال ملگیا تو کفارہ صوم کا نہ ادا ہوا اسواسطے کہ استمرار عجز اول سے آخر تک شرط ہے صوم کی سو جب نہ پایا گیا تو یہہ صوم اوسکا نفل ہوگیا اوسپر واجب ہے کہ غلام خرید کر آزاد کرے واتمام يومه هذا افضل ولا اعادة لو افطر [illegible] صار نفلا اور اوس دن کے صوم کو پورا کرے استحباب کی راہ سے نہ وجوب کی راہ سے اور اگر اس صوم کو توڑ ڈالا تو اوسپر قضا واجب نہیں اگرچہ یہہ صوم نفل ہوگیا ہے جیسے مظنون صوم نفل ہے تو قضا واجب ہے لیکن اس صورت میں باوجود نفل ہونیکے قضا واجب نہیں اسواسطے کہ شروع صوم بقصد نفل نتھا جیسا کہ اوسکی قضا واجب ہو [illegible] تمام لیکن یہہ اوس صورت میں ہے جب کہ بمجرد قدرت اعتاق کے فی الفور صوم کو قطع کردیا اور اگر بعد قدرت اعتاق کے ساعت دو ساعت صوم ثابت رکھا تو یہہ قائم مقام شروع فی النفل کے ہوگیا اب اوسپر اتمام واجب ہوگا اور اگر اب افطار کریگا تو قضا واجب ہوگی چنانچہ کتاب الصوم میں مذکور ہو چکا کذا فی حاشیۃ الہدایہ متتابعين قبل المسيس ليس فيهما رمضان وايام نهي عن صومها دو مہینے پے درپے لگاتار روزے رکھے وطی وغیرہ سے پہلے ایسے دو مہینوں کا صوم ہو جنمیں رمضان اور وہ پانچ دن جنکا صوم ممنوع ہے واقع نہوں اسواسطے کہ اگر رمضان درمیان میں آجاویگا تو رمضان کا صوم مقدم ہوگا اور اگر رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھیگا تو بھی رمضان ہی صحیح ہوگا نہ کفارہ تو صوم کفارہ میں تتابع نرہا انقطاع ہو گیا لیکن اگر مظاہر مسافر ہوگا اور روزہ بہ نیت کفارہ رکھیگا تو البتہ صحیح ہوگا اور جسطرح درمیان میں آنا رمضان کا مانع ہے تتابع کا اوسیطرح ایام منہیہ کا درمیان میں پڑنا مانع ہے تتابع کو وكذا كل صوم شرط فيه التتابع اور اسیطرح جس صوم میں لگاتار روزہ رکھنا شرط ہے رمضان اور ایام منہیہ کا درمیان میں آنا مانع ہے تتابع کا چنانچہ کفارہ قتل میں اور کفارہ افطار میں اور کفارہ یمین میں اور نذر معین جسمیں تتابع مشروط کرلیا ہو کذا فی حاشیۃ الہدایہ نقلا عن الفتح بان افطر بعذر كسفر ونفاس بخلاف حيض الا اذا يئست سو اگر افطار کرے بسبب عذر کے جیسے بسبب سفر یا نفاس کے بخلاف حیض کے اسواسطے کہ حیض کا آنا مانع تتابع کا نہیں کفارہ قتل اور کفارہ افطار میں اسوجہ سے کہ عورت ایسے دو مہینے نہیں پاسکتی جو حیض سے خالی ہوں مگر جبکہ عورت کا بسبب پیری کے حیض منقطع ہوگیا ہو اور اوسنے مثلا کفارہ افطار کا صوم شروع کیا ہو تو اگر اب حیض آویگا تو مانع ہوگا تتابع کا تو اوسکو پھر سرے سے روزہ رکھنا پڑیگا [illegible] کفارہ ظہار میں حیض اور نفاس کا ذکر بیجا ہے خود نہیں اسواسطے کہ یہہ کفارہ سوائے مرد کے عورت پر واجب نہیں ہوتا لیکن شارح نے بمناسبت تتابع کے اسکو بھی ذکر کردیا او بغيره او وطئها اى المظاهر منها الملوطى غيرها وطئا غير مفطر لم يستأنف اتفاقا كالوطي في كفارة القتل یا المظاہر صوم کا بلا عذر کے [illegible] اوسی عورت سے جس سے ظہار کرچکا ہے وطی کرے لیکن اگر اوس عورت کے سوا اور کسی سے ایسی وطی کرے جس سے روزہ نہ ٹوٹے یعنی رات میں یا دن کو بھولے سے وطی کرے تو ایسی وطی صوم کے کفارہ کو مفسد نہیں بالاتفاق طرفین اور ابویوسف کے نزدیک جیسے کہ وطی

کرنا کفارہ قتل مین منفرنہین فیھما ای الشھرین مطلقا لیلا او نھارا عامدا او ناسیا کما فی المختار وغیرہ وتقیید ابن ملک اللیل بالعمد غلط بحر لکن فی
القھستانی ما یخالفہ فتنبہ اگر وطی کری ظہار والی عورت سی کسیطرح رات کو یا دن کو بالقصد یا بہول کر چنانچہ یہہ اطلاق مصرح ہی مختار وغیرہ مین اور قید لگانا
ابن ملک کا وطی شب مین ساتھہ عمد کے غلط ہی یعنی یہہ جو ابن ملک نے کہا ہی کہ اگر رات کو عمدا وطی کرے تو مقر کفارہ ہی اور سہوا مقر نہین سو یہہ قول غلط ہی بلکہ
عمدا اور سہوا اطلاقا مقر ہے اور جن کتابون مین وطی لیل مین عمد کی قید ہی سو اتفاقی قید ہی نہ احترازی کما فی شرح المجمع اور غایۃ البیان اور عنایہ مین تصریح ہی
کہ یہہ قید اتفاقی ہی کذا فی البحر الرائق لیکن شرح قہستانی مین وہ قول ہی جو مخالف ہی بحر الرائق کے تو خبردار رہنا کلام قہستانی کا یہہ ہی کہ اگر مظاہر
منہا سی شب کو عمدا وطی کری تو استیناف صوم کری چنانچہ نظم اور مبسوط اور ہدایہ اور کافی اور قدوری اور مضمرات اور نتف مین اور انکی سوا اور کتابون مین
یون ہی ہی اور فقط اسبیجابی کے قول پر جو شرح طحاوی مین یون کہہ گیا ہی کہ وطی لیل مین عمدا اور نسیان برابر ہی لائق نہین کہ عمد کو ہدایہ وغیرہ کے کلام مین
قید اتفاقی پر محمول کیجیے چنانچہ صاحب کفایہ اور اوسکے تابعین نے کیا ہی حالانکہ صاحب نہایہ نے اوسکی طرف التفات نہین کیا انتہی کلام القہستانی
شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قہستانی غلط گوئی مین ابن ملک کے موافق ہو گیا اور جن کتب کی عبارت مین قید اتفاقی پر محمول ہین اون سے استدلال کر لیا ہی
اور حالانکہ کتب معتمدہ مین مصرح ہی کہ عمدا اور نسیان دونو برابر ہین چنانچہ مختار اور اختیار اور غایۃ البیان اور عنایہ اور اطلاق صاحب کنز اسپر شاہد ہین
کذا فی حاشیۃ الدر استانف الصوم لا الاطعام ان وطیھا فی خلالہ لاطلاق النص فی الاطعام وتقییدہ فی تحریر وصیام یعنی اگر کفارہ
ظہار مین بعذر یا بلا عذر روزہ افطار کری یا ظہار والی عورت سی وطی کرے دو مہینے کے اندر تو استیناف کری صوم کا نہ طعام کا یعنی پہر سرے سے روزہ رکھنا
شروع کرے لیکن طعام کا استیناف لازم نہین اگر درمیان طعام کے اوسی عورت سی وطی کری بسبب مطلق ہونی نص قرآنی کے طعام مین اور مقید ہونی نص کے
اعتاق اور صیام مین یعنی حق تعالی نے کفارہ اطعام مین قبل مساس کے قید نہین لگائی اور وطی مفسد طعام نہین اور اعتاق اور صیام مین قید لگائی کہ قبل
مساس ہو لہذا وطی مفسد صیام ہی تو استیناف لازم ہوا والعبد ولو مکاتبا او مستسعی وکذا الحر المحجور علیہ بالسفہ علی المعتمد اور غلام اگرچہ
مکاتب ہو یا ایسا غلام ہو جسکے مالک نے مثلا نصف آزاد کر دیا ہو اور باقی کو خلاصی کیواسطی اوس سے محنت مزدوری کروا تا ہو اور اسیطرح وہ حر جسکو کم عقلی
مالی کو اوسکی حماقت کے سبب سے حاکم نے روک دیا ہو بنا بر قول معتمد کے یعنی بموجب قول صاحبین کے لا یجزیہ الا الصوم المذکور غلام وغیرہ کو کفایت
نہین کرتا مگر صوم مذکور یعنی دو مہینے پے در پے روزی رکہنا کفارہ ظہار مین واجب ہی غلام اور مکاتب اور حر محجور علیہ کو اور اوس غلام کو جو بعض آزاد ہو
نہین اور بسبب عدم قدرت کے ان پر اعتاق اور اطعام نہین اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی قاعدہ یہہ ہی کہ غلام پر نعمت اور عقوبت آدہی ہوتی ہی اور کفارہ
بہی عقوبت ہی تو لازم یون تہا کہ کفارہ عبد کا نصف ہوتا کفارہ حر سی یعنی ایک مہینہ کا صوم غلام کو کفایت کرتا اس سوال مقدر کا جواب شارح نے آیندہ
قول مین دیا ولو لم یتنصف لما فیھا من معنی العبادۃ اور کفارہ غلام کا آدہا نہو اسواسطی کہ کفارہ مین معنی عبادت موجود ہی یعنی ہرچند کفارہ مین مضمون
عقوبت اور مضمون عبادت دونو ہین لیکن عبادت اسمین غالب ہے اور حالانکہ عبادت مین تنصیف نہین چنانچہ صوم اور صلوۃ مین اسیطرح کفارت مین و لیس
للسید منعہ منہ اور مالک کو اختیار نہین غلام کو صوم سے منع کرنیکا اسواسطی کہ یہہ منجملہ حقوق نکاح کے ہی سو جب مالک نے غلام کو نکاح کی اجازت
دی تو اوسکی سب حقوق کو اپنے اوپر گویا لازم کر لیا تو اب کیونکر صوم کفارہ سی روک سکے ولو صلیا اعتق سیدہ عنہ او اطعم لم یجزہ لعدم اھلیۃ
التملیک الا اذا احصر فیطعم عنہ المولی قیل لا وقیل حتما کفارہ ظہار مین اعتاق اور طعام غلام کا کفایت نہین کرتا اگرچہ اوسکا مالک اوسکی طرف
سے آزاد کری یا اطعام کری اگرچہ یہہ اعتاق اور اطعام بامر غلام ہو بسبب عدم قابلیت تملیک کے یعنی اعتاق اور اطعام بدون ملک کے نہین ہو سکتا اور غلام کسی
چیز کا مالک نہین ہوتا اگرچہ مالک اوسکو تملیک کر دے مگر احصار مین غلام مالک ہوتا ہی یعنی اگر غلام باجازت مولی حج کا احرام کری اور کسی عذر شرعی سی حج کو نجا سکی
تو مولی اوسکی طرف سی اطعام کرے یعنی قربانی کا جانور اوسکی طرف سی حرم مین بہیجے کہ وہان ذبح کر کے تصدق ہو بعضی علماء نے کہا کہ قربانی کا بہیجنا مولی پر مستحب ہی
اور بعضون نے کہا کہ واجب ہی اطلاق اطعام کا ارسال قربانی پر غیر مشہور ہی شارح نے اسمین صاحب نہر اور منح کی پیروی کی ہی فان عجز عن الصوم لمرض لا یرجی

مُدَّۃً او کبر اطعم ای مَلَّکَ ستین مسکینا او حکما ولا یجزئہ غیر المراہق مدام سو اگر عاجز ہو گیا ہو صوم سے بسبب ایسی بیماری کے کہ توقع صحت
اوسکی صحت کی یا بسبب پیری کے تو طعام دیوے یعنی طعام کا مالک کرے ساٹھ مسکین کو اگرچہ تملیک ساٹھ مسکین کی حکما ہو اسطرح پر کہ ایک محتاج کو ساٹھ
دن دیا کرے تو گویا ساٹھ محتاج کو دیا اور کفایت نہین کرتا اطعام غیر مراہق کا کذا فی البدائع یعنی اطعام ایسے صغیر کا جو قریب البلوغ نہین کافی نہین
کالفطرۃ قدرا ومصرفا او قیمۃ ذلک من غیر المنصوص اذ العطف للمغایرۃ ہر مسکین کو دیوے مانند صدقہ فطر کے مقدار مین اور مصرف مین کا مرقی الزکوۃ
یعنی اگر گیہون ہون تو نصف صاع دیوے اور اگر جو اور کہجور سے دیوے تو پورا صاع دیوے یا اوسکی قیمت دیوے غیر منصوص سے یعنی اگر گیہون اور کہجور اور جو کے سوا اور
کوئی اناج ہوئے تو قیمت کا اعتبار ہو تو اگر ربع صاع جوار کا مساوی ہو نصف صاع گیہون کے تو جائز ہو یا دو صاع جوار برابر ہو ایک صاع جو کی یا نصف صاع گیہون
کے تو درست ہو اسواسطے کہ عطف کرنا مصنف کا قیمت کو فطرہ پر مقتضی ہے مغایرت کا تو اگر ربع صاع گیہون کا برابر ہو نصف صاع کہجور کے تو جائز نہوگا اسلئے
کہ اعتبار قیمت کا غیر منصوص مین ہو اور گیہون اور کہجور تو دونو منصوص مین انمین اعتبار قیمت کا صحیح نہین وان اراد الاباحۃ غداھم وعشاھم او غداھم
والعشاء ثم قیمۃ العشاء او عکسہ او اطعمہم غداءین او عشاءین او عشاء وسحورا واشبعہم جاز بشرط ادام فی خبز الشعیر والذرۃ لا البر
اور اگر کفارہ دینیوالا محتاجون کو تملیک طعام نکرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو انکو دونو وقت دوپہر اور رات دونو وقت کہلا دیوے یا دن چڑہے انکو
کہلاوے اور رات کو قیمت دیدے یا اسکا بالعکس کرے یعنی اول وقت کی قیمت دیوے اور آخر وقت کہلا دیوے یا انکو دونو دن چڑہے کہلاوے
یا دو رات کو کہلا دیوے یا رات اور سحر کے وقت کہلا دیوے اور پیٹ بہر کہلا دیوے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر ساٹھ محتاجون کو دو وقت آسودہ کرکے کہلا دے
تو جائز ہے بشرطیکہ سالن ہو جو اور جوار کی روٹی کے ساتھ نہ گیہون کی روٹی کے ساتھ یعنی گیہون کی روٹی کے ساتھ سالن کی حاجت نہین کہ اوسمین بدون
سالن بہی آسودگی ہوتی ہے بخلاف جو اور جوار کے کہ اونمین بدون سالن کے پیٹ نہین بہرتا ہم تملیک طعام اور اباحت طعام مین یہہ فرق ہے کہ تملیک طعام
مین محتاج مالک ہوتا ہے طعام کا جو چاہے سو کرے اور اباحت طعام مین محتاج اوس طعام کا کہہ اوسمین تصرف نہین کر سکتا فقط کہا لیگا اور اسکو ہنیا ہے اور
اباحت طعام مین مقدار اطعام کی کچہہ مقرر نہین نصف صاع مین آسودہ ہو جاوے خواہ کمتر مین بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہین کما حاز الی الحلیۃ
واحد ستین یوما لتجدد الحاجۃ چنانچہ یہہ بہی جائز ہے کہ اگر طعام دیوے ایک محتاج کو ساٹھ دن یہہ جائز ہے بسبب تجدد حاجت کے یعنی ہر روز آدمی کہانیکا محتاج
ہے تو گویا ساٹھ محتاج کو طعام دیا چنانچہ یہہ عنقریب مذکور ہوچکا ولو اباحۃ کل الطعام فی یوم واحد اجزاء عن یومہ ذلک فقط اتفاقا اور اگر
ایک محتاج کو ساٹھ محتاج کا سب کہانا مباح کریگا ایک دن میں تو فقط اوسی ایک ہی دن کو کفایت کریگا بالاتفاق یعنی مظاہر پر ابتک ۵۹ محتاج کا طعام دینا واجب
رہا وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح ذکرہ الزیلعی لفقد التعدد حقیقۃ وحکما اور اسیطرح جب ایک محتاج
کو مالک طعام کا کرے چند بار ایک دن میں بنا بر قول اصح کے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے یعنی ایک دن میں ایک شخص کو ساٹھ بار دینا کفایت نہین کرتا بسبب نہونے تعدد حقیقی
اور حکمی کے نہ ساٹھ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہوتا نہ ساٹھ دن ایک محتاج کو دیا کہ تعدد حکمی ہوتا امر غیرہ ان یطعم عنہ عن ظہارہ ففعل الغیر ذلک
صح وھل یرجع ان قال علی ان ترجع علی رجع وان سکت ففی الدین یرجع اتفاقا وفی الکفارۃ والزکوۃ لا یرجع علی المذھب اگر کیا مظاہر نے کسی غیر آدمی
سے کہ مظاہر کیطرف سے کفارہ ظہار کا طعام دیدیوے سو غیر آدمی نے بموجب اوسکے امر کے ایسا ہی کیا تو یہہ صحیح ہے یعنی کفارہ مظاہر کا ادا ہو گیا اور یہہ غیر آدمی
بقدر طعام کے مظاہر سے پہیر سکتا ہے یا نہین جواب یہہ ہے کہ اگر مظاہر نے دلانیکے وقت یون کہا تہا کہ مجہسے لیجو تو لیوے اور اگر مظاہر چپ ہو رہا تہا تو
دین مین یعنی ادائی قرض مین بالاتفاق پہیر لیوے اور کفارہ اور زکوۃ مین نہ لے بنا بر ظاہر مذہب کے کما صحت الاباحۃ بشرط الشبع فی طعام الکفارات
سوی القتل وفی الفدیۃ لصوم وجنایۃ حج چنانچہ صحیح ہے مباح کرنا طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفارون کے طعام مین سوای کفارہ قتل کی اسواسطے
کہ کفارہ قتل مین طعام کا حکم نہین اور اباحت صحیح ہے فدیہ صوم اور فدیہ جنایت حج میں ہم فدیہ صوم شیخ فانی پر ہے عوض صوم کے بقدر نصف صاع کے حالت تملیک
مین اور بقدر سیری کے حالت اباحت مین اور جنایت بعد احرام کے سر منڈا یا یا کوئی اور ممنوع کام کیا تو اس قصور کے عوض چاہے ذبح کرے چاہے نصف صاع

محتاج کو دیا یا اوسکو پیٹ بہر کھلا دیا یا تین روز ہر رکھے وجاز الجمع بین اباحۃ وتملیک اور جایز ہی جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب
گذرا کہ ساٹھہ محتاج کو ایک وقت کھلا دیا اور دوسرے وقت کی کہانے کی قیمت دیدی یا تیس محتاجون کو بطور اباحت کے کھلا دیا اور تیس کو نصف نصف صاع گیہون
تملیک کردے دون الصدقات والعشر یعنی صدقات اور عشر مین یعنی زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر مین اباحت صحیح نہین بلکہ تملیک اونمین ضرور ہی والضابط
ان ماشرع بلفظ اطعام وطعام جاز فیہ الاباحۃ وماشرع بلفظ ایتاء واداء شرط فیہ التملیک اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت اور عدم اباحت
کا یہہ ہی کہ جو بلفظ اطعام اور طعام مشروع ہی تو اوسمین اباحت جایز ہوا اور جو کہ بلفظ ایتا اور ادا مشروع ہی تو اوسمین تملیک مشروط ہی کفارہ ظہار اور کفارہ
یمین مین اور کفارہ افطار اور کفارہ صید مین قرآن مجید مین اطعام اور طعام کا لفظ ارشاد ہوا ہی اور اطعام عبارت ہی تمکین سے یعنی طعام پر محتاج کو قادر کر دینا
خواہ باباحت ہو خواہ بتملیک اور زکوۃ وغیرہ صدقات مین لفظ ایتا اور ادا وارد ہی اور ایتا اور ادا بمعنی دینے کے ہی لہذا اونمین تملیک شرط ہی اباحت کافی
نہین ولو حرر عبدین عن ظہارین من امراۃ او امراتین ولو نیابین واحد للواحد صح عنہما ومثلہ فی الصحۃ الصیام اربعۃ اشہر والاطعام
مائۃ وعشرین فقیرا لاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلامون کو دو ظہار سی خواہ دو نو ظہار ایک عورت سی کئے ہون یا دو عورتون سے اور مظاہر نے
معین اور مقرر نکیا کسی ایک غلام کو کسی ایک ظہار کیواسطے یعنی یون تعیین نکی کہ یہہ غلام اول ظہار کے واسطے ہی اور دوسرا غلام ثانی ظہار کے لئے ہی تو یہہ اعتاق دونو
ظہار کیطرف سی صحیح ہی اور اسی کی مثل ہی صحت مین روزہ رکھنا چار مہینے کا دو ظہار سے اور اطعام ایک سو بیس فقیر کا دو ظہار سی بسبب اتحاد جنس کے یعنی دونو
ظہار چونکہ متحد الجنس ہین لہذا نیت تعیین کی کچہہ حاجت نہین بدون نیت تعیین بہی صحت حاصل ہی بخلاف اختلافہ الا ان ینوی بکل کلا
فیصح بخلاف اختلاف جنس کے چنانچہ کسی شخص پر کفارہ ظہار اور کفارہ یمین اور کفارہ قتل ہوا اور وہ تین غلام کو بلا نیت تعیین آزاد کرے تو صحیح نہوگا جب
کہ ہر غلام کو ہر کفارہ کے واسطے نہ مقرر کریگا اسواسطے کہ یہہ کفارات مختلف الجنس ہین بہہ اعتاق صحیح نہین مگر اسطرح پر کہ ہر غلام کے اعتاق کے ساتھہ ایک کفارہ
کی نیت کرے تو صحیح ہے ہر چند اسمین بسبب نام نلینے ظہار یا یمین کے رفع جہالت اور دفع ابہام نہین لیکن اتنی جہالت مضر اعتاق نہین کذا فی المحیط اور طحطاوی نے
کہا کہ یہہ متبادر ہوتا ہی کلام شارح سی کہ ہر غلام سے ہر کفارہ کی نیت کرے سو مراد نہین بلکہ وہی مراد ہی جو بند کو ہو چکی اسواسطے کہ منح الغفار مین یون مصرح ہے
کہ اگر آزاد کریگا ہر غلام کو ایک کفارہ کی نیت کرکے بلا تعیین ظہار یا یمین کے تو جایز ہوگا بالاجماع کذا فی حاشیۃ الدر وان حرر عنہما رقبۃ واحدۃ او
صام عنہما شہرین صح عن واحد بعینہ وله وطی التی کفر عنہا دون الاخری اور اگر ایک غلام کو ایک ظہار سے آزاد کیا یا دو ظہار سے دو مہینے روزہ
رکہا تو یہہ اعتاق اور صوم صحیح ہوگا اوس ایک ظہار سے جسکو مظاہر مقرر کرلے یعنی مظاہر کو اختیار ہی کہ اس اعتاق یا صوم کو اول ظہار یا ثانی کا کفارہ قرار دے
اور مظاہر کو وطی اوس عورت کی درست ہی جسکے ظہار کا کفارہ دیا نہ دوسری عورت کی وعن ظہار وقتل لا لما مر ولو حرر کافرۃ فصح عن الظہار
استحسانا لعدم صلاحیتہا للقتل اور اگر ایک غلام آزاد کیا کفارہ ظہار اور کفارہ قتل سے تو یہہ اعتاق صحیح نہین کسی کفارہ سے جبتک کہ کافر غلام
کو نہ آزاد کری اور جب کافر غلام کو آزاد کریگا تو یہہ اعتاق صحیح ہوگا کفارہ ظہار سے بدلیل استحسان کے بسبب عدم صلاحیت رقبہ کافرہ کیواسطے کفارہ قتل کے یعنی کفارہ
قتل مین غلام مسلم کا آزاد کرنا شرط ہی تو اعتاق کافر کا ظہار ہی کیواسطے خاص ہو جاویگا اسواسطے کہ ظہار مین اعتاق مسلم اور کافر دونو کا درست ہی کفارہ ظہار اور
کفارہ قتل مین اعتاق عبد مسلم بالتعیین نیت اسواسطے صحیح نہین کہ یہہ دونو کفارہ مختلف الجنس ہین تعیین نیت ضرور ہے چنانچہ اسکا بیان سابق مین مذکور ہو چکا
اطعم ستین مسکینا کل صاعا بدفعۃ واحدۃ عن ظہارین صح عن واحد کذا فی نسخ الشرح ونسخ المتن لم یصح ای عنہما خلافا
لمحمد وصححہ الکمال طعام دیا ساٹھہ محتاج کو ہر ایک کو ایک صاع گیہون یکبارگی دو ظہار کیطرف سی خواہ ایک عورت سی دو ظہار کئے ہون یا دو عورتون سے چنانچہ
سابق مین مذکور ہوچکا تو یہہ صحیح ہوگا ایک ظہار کیطرف سی اسیطرح لفظ صح کا ہی مصنف کی شرح کی نسخون مین اور ان متن کے نسخون مین جو شرح سے علیحدہ ہین
لم یصح کا لفظ ہی تو اوسکا مطلب یہہ ہی کہ ہر محتاج کو ایک صاع گیہون کا دینا دو ظہار کی طرف سی صحیح نہین بلکہ ایک ظہار سے درست ہی برخلاف امام محمد کے کہ انکے
نزدیک دونو ظہار کیطرف سی صحیح ہی اور اسی قول کی تصحیح دی ہی کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین ہم نے ترجمہ مین گیہون کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ اختلاف شیخین

اور مد کا ایک صاع گیہون اور دو صاع جو اور کھجور مین سے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور شارح نے ایکبار کی قید اس واسطے زیادہ کی کہ اگر ایک صاع گیہون
دو بار کرکے محتاج کو دیگا تو بالاتفاق دونو ظہار کیطرف سے جائز ہوگا کذا فی منح الغفار ناقلا عن الکافی لیکن دو بار دو دیوین سے اس واسطے کہ ایکدن میں چند بار دینا
ایک محتاج کو کفایت نہین کرتا چنانچہ مذکور ہوچکا وعن افطار وظہار صح عنہما اتفاقا والاصل ان نیۃ التعیین فی الجنس المتحد بسببہ لغو وفی المختلف
سببہ مفیدۃ اور اگر ساٹھ محتاج کو ہر محتاج کو ایک صاع گیہون دیا ایکبارگی کفارہ افطار و کفارہ ظہار کی نیت سے تو صحیح ہوگا دونو کفارون سے بالاتفاق یعنی دونون سے ادا ہوگا
اصل یہ ہے کہ جنس متحد مین تعیین کی نیت لغو ہے اور جنس مختلف مین تعیین کی نیت مفید ہے لغو نہین خلاصہ یہہ ہے کہ اتحاد جنس عبارت ہے اتحاد سبب سے اور اختلاف
جنس عبارت ہے اختلاف سبب سے تو دو کفارے ظہار کے متحد الجنس ہین اس واسطے کہ اونکا سبب ایک ہی ہے یعنی ظہار تو دو کفارہ ظہار مین جب تعیین نیت لغو ہوئی
تو مطلق نیت باقی رہی لہذا مظاہر کو اختیار ہے کہ جس ظہار کیواسطے چاہے مقرر کرلے اور دو کفارہ ظہار اور افطار کے مختلف الجنس ہین اس واسطے کہ ہر ایک کا سبب
مختلف ہے تو اسمین تعیین نیت لغو نہین بلکہ مفید اور معتبر ہے لہذا دونو صحیح ہین **فروع** مسائل شتی شارح کے والمعتبر فی الیسار والاعسار وقت التکفیر مقدر
اور افلاس مین کفارہ دینے کا وقت معتبر ہے یعنی وقت وجوب کفارہ معتبر نہین بلکہ اگر کفارہ دینے کے وقت مقدور ہے تو روزہ رکھنا جائز نہین اگرچہ وقت
وجوب کفارہ وہ مفلس تھا اور اگر کفارہ دینے کے وقت مفلس ہے تو روزہ رکھنا درست ہے اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے اوسکو مقدور تھا اطعم مائۃ و
١٤٠ عشرین فی یوم لم یجز الا عن نصف الاطعام فیعید علی ستین منہم غداء وعشاء ولو فی یوم آخر للزوم العدد مع المقدار کھانا کھلایا ایک سو بیس
محتاج کو ایک دن مین ایک وقت تو کفایت کریگا مگر نصف اطعام سے تو دوبارہ کھانا کھلاوے اونمین سے ساٹھ محتاج کو خواہ دن چڑھے کھلا دے یا دن ڈھلے
اگرچہ دوسرے دن کھلاوے تو بھی درست ہے اعادہ اطعام ضرور ہے بسبب لازم ہونے شمار کے ساتھ مقدار کے یعنی اباحت طعام مین ساٹھ محتاجون کا شمار
اور دو وقت کھلانیکی مقدار لازم ہے تو ساٹھ محتاجونکا شمار ایک سو بیس کے ضمن مین تو البتہ پایا گیا لیکن مقدار اطعام یعنی دو وقت کھانا نہ حاصل ہوا لہذا
ساٹھ محتاج کو ایکبار اور کھلانا لازم ہوا ولم یجز اطعام فطیم ولا شبعان اور کفارہ ظہار مین جائز نہین کھانا کھلانا اوس لڑکے کا جو دودھ چھوڑ چکا ہے
اور شکم سیر آدمی کا یہہ مضمون مکرر ہوگیا اس واسطے کہ اسی باب مین بدائع سے مذکور ہوچکا کہ اطعام غیر مراہق جائز نہین تو یہین دودھ چھوڑنیوالا لڑکا بھی داخل
تھا اور یہہ بھی مذکور ہوچکا ہے کہ محتاجونکا پیٹ بھردینا شرط ہے حالانکہ شکم سیر مین پیٹ بھرنا حاصل نہین تو اوسکا کھلانا بھی جائز نہین **باب**
اللعان یہہ باب ہے لعان کا ہو لغۃ مصدر لاعن کقاتل من اللعن وہو الطرد والابعاد سمی بہ لا بالغضب لانہ لعنہ نفسہ قبلہا والسبق
من اسباب الترجیح لعان باعتبار لغت کے مصدر ہے لاعن کا جو قاتل کے ہموزن ہے یعنی لعان باب مفاعلت کا مصدر ہے لعن سے مشتق ہے اور لعن عبارت ہے
ہانکنے اور بھگانے اور دور ڈالنے سے یعنی رحمت الہی یا مراتب صالحین سے دور کرنا اور لعان مسمی بلعان ہوا نہ بغضب حالانکہ لعنت اور غضب دونو لعان
مین مذکور ہوتے ہین بسبب لعنت کرنے مرد کے اپنی ذات کو قبل عورت کے اور سبقت ترجیح کے اسباب سے ہے **ف** حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق مین اترا
حق تعالے فرماتا ہے سورہ نور مین کہ جو لوگ کہ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگادین اور کوئی گواہ نہو سوا اونکی ذات کے تو عیب لگانیوالا اللہ کے نام کی
چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہے اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کی لعنت اوسپر اگر وہ جھوٹا ہو اور عورت سے مار یون ٹلتی ہے کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی
گواہی دے کہ مقرر اوسکا زوج جھوٹا ہے اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کا غضب اوسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو وشرعا شہادات اربعۃ کشہود
الزنا مؤکدات بالایمان اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہے چار گواہیوں سے مانند شہود زنا کی ایسی گواہیان جو مؤکد اور مستحکم ہون قسمون سے
اس واسطے کہ لفظ اشہد کا شاہد یقینی اور قسم پر محتوی ہے چنانچہ اسکو فقہانے کتاب الشہادۃ مین مذکور کیا ہے اور در المنتقی مین کہا کہ کوئی ایسی گواہی نہین
جو جانب مدعی سے متعدد ہو مگر لعان اور قسامت مین کذا فی حاشیۃ المدنی مقرونۃ شہادتہ باللعن وشہادتہا بالغضب لانہن یکثرن اللعن
فکان الغضب اردع لہن اور پانچوین گواہی مرد کی مقرون ہے لعنت سے اور عورت کی پانچوین گواہی مقرون بغضب ہے عورت کو لفظ غضب کا اس واسطے
مخصوص ہوا کہ عورتین اپنی گفتگو مین اپنے بچے اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہین اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی عادت ہوئی اوس سے وحشت اور خوف کم ہوجاتا ہے

تو غضب کا لفظ اونکو واسطے زیادہ ترزجر اور خوف کا باعث ہو گا فاقیمتْ شہاداتُہ مقامَ حدِّ القذفِ فی حقِّہ وشہاداتُہا مقامَ حدِّ الزنا فی حقِّہا
ای اذا تلاعنا سقط عنہ حدُّ القذفِ وعنہا حدُّ الزنا لانّ الاستشہادَ باللّٰہِ مُہلِکٌ کالحدِّ بل اشدّ مرد کی گواہیان قائم مقام ہین حد
قذف کی اوسکے حق مین اور عورت کی گواہیان قائم مقام ہین حد زنا کی اوسکے حق مین یعنی جبکہ دونون نے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی یعنی تہمت لگانے
کی ساقط ہو گئی اور عورت سے زنا کی حد ساقط ہو گئی اسواسطے کہ جھوٹ مین خدا کو گواہ کرنا مہلک ہے مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہے اسواسطے کہ صحیح
حدیث مین ثابت ہے کہ جھوٹی قسم ملک کو اجاڑتی ہے بلکہ حد سے بھی زیادہ سخت تر ہے اسواسطے کہ حد سے فقط دنیا مین تکلیف ہے اور جھوٹی قسم سے دنیا و آخرت
دونون مین تکلیف ہے وشرائطُہ قیامُ الزوجیۃِ وکونُ النکاحِ صحیحًا لا فاسدًا اور شرط لعان کی قیام زوجیت ہے اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقہ
ثلثہ اور مطلقہ بائنہ اور منکوحہ بنکاح فاسد کا قذف لعان کا موجب نہین بسبب عدم زوجیت اور عدم صحت نکاح کے وسببُہ قذفُ الرجلِ زوجتَہ قذفًا
یُوجِبُ الحدَّ فی الاجنبیۃِ خُصّت بذلک لانّہا ہی المقذوفۃُ فتقدّمُ لہا شروطُ الاحصانِ اور سبب لعان کا تہمت لگانا ہے مرد کا اپنی زوجہ
کو ایسی تہمت کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی تہمت لگاوے تو مرد پر حد واجب ہو یعنی عورت آزاد مسلمان پاک دامن ہو حرام کاری سے اور مرد کے دعوی پر
گواہ نہون اور عورت منکر ہو تہمت سے عورت مخصوص بشرائط مذکورہ اسواسطے ہوئی کہ تہمت اوسی پر لگی ہے تو شروط احصان کی اوسکے واسطے پوری چاہیئین
ورکنُہ شہاداتٌ مؤکّداتٌ بالیمینِ واللعنِ اور لعان کا رکن گواہیان ہین جو موکد بقسم ولعن ہون وحکمُہ حرمۃُ الوطءِ والاستمتاعِ بعد التلاعنِ
ولو قبل التفریقِ بینہما لحدیثِ المتلاعنانِ لا یجتمعانِ ابدًا اور لعان کا حکم حرمت وطی اور استمتاع ہے باہم لعنت کرنیکے بعد اگرچہ قبل تفریق زوجین
کے ہو یعنی بعد تلاعن کے وطی اور مساس حرام ہے اگرچہ حاکم نے ہنوز حکم جدائی کا نہ دیا ہو اور احکام لعان سے وجوب تفریق ہے اور واقع ہونا طلاق بائن کا
بعد تفریق کے اور وجوب نفقہ اور سکنی کا تا عدت دارقطنی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ
المتلاعنانِ اذا تفرّقا لا یجتمعانِ یعنی زوجہ اور زوج لعان کرنیوالے جب جدا ہون تو مجتمع نہون حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد مین کچھ
مضائقہ نہین یعنی ہرچند قوی نہین لیکن لائق عمل کے ہے اور حضرت عمر اور علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے عبد الرزاق نے روایت کی کہ یہی سنت
جاری ہو کہ لعان کرنیوالے کبھی مجتمع نہون یعنی جبتک لعان کی حقیقت پر اصرار کرین تو بالاتفاق اونمین اتفاق کا ہرگز نہین ہو سکتا اور اگر بعد لعان کے اپنی
تکذیب کرین تو بعد طلاق بائن واقع ہونیکے امام اعظم اور محمد کے نزدیک باہم نکاح درست ہے اور ابی یوسف اور امام شافعی کے نزدیک حرمت دائمی ہے
کذا فی حاشیۃ المدقق واہلُہ مَن ہو اہلٌ للشہادۃِ علی المسلمِ اور اہل لعان کا وہ ہے جو مسلمان پر گواہی دینے کا اہل ہو یعنی حر مسلم بالغ عاقل تو غلام اور
کافر اور لڑکا اور دیوانہ لائق لعان کے نہین فمن قذفَ بصریحِ الزنا فی دارِ الاسلامِ زوجتَہ الحیّۃَ بنکاحٍ صحیحٍ ولو فی عدّۃِ الرجعیّ العفیفۃَ عن
فعلِ الزنا وتہمتِہ بان لم توطأ حرامًا ولو مرّۃً بشبہۃٍ ولا بنکاحٍ فاسدٍ ولا لہا ولدٌ بلا اب جس نے عیب لگایا صریح زنا کا دار الاسلام مین اپنی زندہ
زوجہ کو جو کہ منکوحہ ہے بنکاح صحیح اگرچہ طلاق رجعی کی عدت مین عیب لگایا ہو اپنی زوجہ کو جو پاک دامن ہے فعل زنا سے اور تہمت زنا سے عفت زنا سے اسطرح سے
کہ اوس سے کسی نے حرام وطی نکی ہو ایکبار بھی بسبب شبہہ حلت کی اور نہ نکاح فاسد سے اور تہمت زنا اسطرح کہ عورت کا بیٹا بے باپ کا نہو ان قیود مذکورہ سے معلوم
ہوا کہ کنایات زنا سے اور قذف فی دار الحرب سے اور قذف مردہ عورت سے اور قذف غیر عفیفہ اور متہمہ سے لعان ساقط ہے وصلحا لاداءِ الشہادۃِ علی
المسلمِ تخرّجَ بحرٍّ وقنٍّ وصبیٍّ ودخلَ الاعمٰی والفاسقُ لانّہما من اہلِ الاداءِ اور زوج اور زوجہ صلاحیت رکھتے ہون عورت مسلم کی شہادت دینے
تو اس قید سے غلام اور صغیر نکل گیا اور داخل ہو گیا اس قید مین اندھا اور مسلمان فاسق اسواسطے کہ وہ دونو اہل ہین ادائے شہادت کے اونفیٰ نسبَ
الولدِ منہ او من غیرہ یا جسنے نسب ولد کی اپنے سے نفی کی ہو اور اپنے غیر سے یعنی یون کہا ہو کہ بچہ لڑکا زنا کا ہے میرا نہین اور نہ اسکے زوج سابق کا
وطالبتْہ او طالبَہ الولدُ المنفیُّ بہ ای بموجبِ القذفِ وہو الحدُّ عند القاضی ولو بعد العفوِ والتقادمِ فانّ تقادمَ الزمانِ لا یُبطل
الحقَّ فی قذفٍ وقصاصٍ وحقوقِ عبادٍ سوی حدٍّ اور مطالبہ کیا ہو زوجہ نے زوج کا یا مطالبہ کیا ہو اوس سے ولد منفی النسب نے اوسکی تہمت سے موجب

ہو تہمت یعنی عورت یا مرد نے قاضی کے پاس حد قذف کا مطالبہ کیا ہو اگرچہ مطالبہ بعد عفو اور گذرنے مدت مدید کے ہو اسواسطے کہ حد قذف حق اللہ ہو تو عورت کے
عفو سے عفو نہیں ہوتا اور مدت کا گذر جانا بھی مبطل مطالبہ نہیں اسواسطے کہ زیادہ مدت گذر جانا حق کو باطل نہیں کرتا قذف حد قصاص اور حقوق عباد میں
کذا فی البحر مترجم لعان میں مطالبہ اسواسطے شرط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نہ کریگی تو لعان ساقط ہو اسواسطے کہ لعان حق ہے عورت کا تاکہ اپنی ذات سے دفع
عار کرے ولا ينبغي للحاكم ان يامرها به اور بہتر ہے عورت کو پردہ پوشی اور حاکم کو چاہیے کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے یعنی عورت کو
پردہ پوشی مناسب ہے تاکہ بدکاری مشہور نہو لاعن خبر لمن اي ان اقر بقذفه او ثبت قذفه بالبينة فلو انكر ولا بينة لها لم يستحلف وسقط
اللعان لعد لاعن کا خبر ہے من قذف کی یعنی جو اپنی زوجہ کو تہمت زنا کرے عیب لگاوے وہ لعان کرے اگر اپنی قذف کا مقر ہو یا اسکا قذف گواہی سے
ثابت ہوگیا ہو پھر اگر مرد بعد قذف کے منکر ہوگیا ہو اور عورت کے پاس گواہ نہوں تو مرد سے قسم نہ لیجاویگی اور لعان ساقط ہوگا چنانچہ کتاب الدعوی
میں آویگا فان ابى حبس حتى يلاعن او يكذب نفسه فيحد للقذف سو اگر زوج لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاویگا یہانتک کہ لعان کرے یا اپنی
ذات کو جھٹلاوے پھر جب اپنی دروغگوئی کو ظاہر کریگا تو اسکو حد قذف کی ماری جاویگی یعنی اسی کوڑے فان لاعن لاعنت بعده لانه المدعي
فلو بدأ بها اعادت فلو فرق قبل الاعادة صح لحصول المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اسکے بعد لعان کرے اسواسطے کہ زوج مدعی ہے
تو اسکو تقدیم چاہیے پھر اگر قاضی پہلی عورت سے لعان کراوے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترتیب شرعی متحقق ہو سو اگر
قاضی تفریق کردے دونوں میں قبل اعادہ عورت کے تو صحیح ہے بسبب حصول مقصود کے یعنی لاعن مقصود تھا سو حاصل ہوچکا کذا في الاختيار وان ابت
حبست حتى تلاعن او تصدقه فيندفع به اللعان اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کیجاویگی یہانتک کہ لعان کرے
یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق کریگی تو بسبب تصدیق کے زوجہ سے لعان کرنا دفع ہوگا ولا تحد وان صدقته اربعا لانه ليس باقرار قصدا اور حالت
پر حد زنا نہ ماری جاویگی اگرچہ مرد کی چار بار تصدیق کرے اسواسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہیں قصدا بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد سے بچنا ہے کہ اسکو
لعان نہ کرنا پڑے ولا ينتفي النسب لانه حق الولد فلا يصدقان في ابطاله اور جبکہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب
ولد کی نفی نہوگی اسواسطے کہ نسب حق ہے لڑکے کا تو زوجین کی تصدیق نہوگی اسکے ابطال حق میں تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہریگا ولو امتنعا حبسا وحمله
في البحر علی ما اذا لم تعف المرأة اور اگر بعد النکاح کے زوجین نے لعان سے انکار کیا تو دونو قید کیے جاوینگے اور محمول کیا ہے حبس زوجین کو بحر الرائق
میں اوس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کردیا ہو تو بعد معافی کے دونو محبوس نہوں گے لیکن عورت کا حق مطالبہ ثابت رہیگا چنانچہ مذکور ہوچکا
واستشكل في النهر حبسها بعد امتناعه لعدم وجوبه عليها حينئذ اور مشکل جانا ہے نہر الفائق میں حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب
عدم وجوب لعان کے عورت پر اسوقت میں یعنی جب زوج لعان سے باز رہا تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہیں تو اسوقت میں اسکو حبس کیا وجہ حاصل اشکال نہر الفائق کا یہ ہے کہ
بحر الرائق وغیرہ میں مذکور ہے کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہونگے اسمیں حبس زوجہ کی کیا وجہ اسواسطے کہ بدون لعان زوج کے زوجہ پر لعان واجب نہیں شیخ محشی نے اس اشکال کا
یوں جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہ مراد نہیں کہ دونو نے آن واحد میں امتناع کیا تا دونو کا حبس ساتھ ہی لازم آوے اور اشکال مذکور وارد ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ
اگر مرد بعد طلب لعان نہ کریگا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج سے بعد قذف کے ہے اور زوجہ سے بعد لعان زوج کے واذا لم يصلح الزوج
شاهدا لرقه او كفره وكان اهلا للقذف اي بان كان بالغا عاقلا ناطقا فالاصل ان اللعان اذا سقط لمعنى من جهته فلو القذف صحيحا حد
والا فلا حد ولا لعان اور جب کہ زوج لیاقت نہ رکھتا ہو شاہد ہونے کی بسبب مملوکیت اور کفر کے اور ہو اہل قذف کا یعنی بالغ اور عاقل اور بولتا ہو تو
دونوں کی جدائی جاوے اور اصل اسکی یہ ہے کہ جب لعان ساقط ہو مرد کی طرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہے یعنی شرطہا قذف کی جامع ہے تو مرد
پر حد ماری جاویگی اور اگر قذف کی شرطیں حاصل نہیں چنانچہ زوج صغیر ہے یا دیوانہ ہے یا گونگا ہے تو نہ حد ہے نہ لعان وان صلح شاهدا والحال انها
ممن لم تصلح وهي لا يحد قاذفها فلا حد عليه كما لو قذفها اجنبي ولا لعان لانه خلفه لكنه يعزر حسما لهذا الباب هذا تصحيح بما افهمه

اگر زوج لیاقت شاہد ہونیکی رکھتا ہو اور حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہیں یعنی صغیرہ ہو یا دیوانی ہے یا عیب لگا ہونیکی بار کھا چکی ہو اور ایسی زوجہ نہیں جسکو عیب
لگانیسے قاذف پر حد جاری ہوجاوے یعنی عفیفہ نہیں ہے اسلئے کہ ایسی عورت عیب لگانیسے زوج پر حد نہیں جیسا کہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگاویگا تو اوسپر بھی حد نہیں اور زوج
پر جیسا کہ حد نہیں ویسی ہی لعان بھی نہیں اسواسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہے پس جب حد نہیں تو اسکا قائم مقام بھی نہیں لیکن زوج کو تعزیر دیجاویگی دراصل سند
اب کے یعنی تعزیر اسواسطے ہے تاکہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہوجاوے شارح کہتا ہے یہ قول مصنف کا یعنی عدم حد اور لعان تصریح ہے اوسکی جو اوسکے
قول سابق سے مفہوم ہو چکا تھا یعنی من قذف زوجتہ العفیفۃ الخ ویعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفھا وھی امۃ او کافرۃ ثم اسلمت او اعتقت
فلا حد ولا لعان زیلعی اور معتبر ہے محصنہ ہونا زوجہ کا نزدیک قذف کے تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پھر کافرہ مسلمان
ہوگئی اور لونڈی آزاد ہوئی تو زوج پر نہ حد ہے نہ لعان کذا ذکرہ الزیلعی اسواسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف میں نہ حد ہے نہ لعان اور بعد مسلمان اور آزاد
ہونیکے زوج سے قذف صادر نہیں ہوا کہ حد ہو یا لعان ویسقط اللعان بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود بتزوجھا بعدہ لان الساقط
لا یعود اور لعان ساقط ہوتا ہے بعد وجوب لعان کے بسبب طلاق بائن کے یعنی بعد قذف کے جب لعان مرد پر واجب ہوا پھر اوسنے زوجہ کو طلاق بائن دی
تو لعان کا حکم ساقط ہوگیا پھر لعان عود نکریگا اوسکے نکاح کر لینے سے بعد طلاق کے اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہوگئی وہ نہیں پھرتی یعنی بعد قذف کے جب
طلاق بائن دی تو لعان ساقط ہوگیا اسواسطے کہ زوجیت منقطع ہوگئی پھر بعد طلاق بائن کے اگر اوس سے نکاح کریگا تو بھی حکم لعان نہ عود کریگا وکذا یسقط
بزناھا ووطیھا بشبھۃ وبردتھا ولا یعود لو اسلمت بعدہ اور اسیطرح ساقط ہوتا ہے لعان عورت کے زنا سے اور اوسکی دہوکے کی وطی سے اور اوسکے
مرتد ہونیسے اور عود نہیں کرتا لعان اگر عورت مسلمان ہوجاوے بعد اسکے ویسقط بموت شاھد القذف وغیبتہ اور ساقط ہوتا ہے لعان شاہد قذف
کی موت سے اور اوسکے غائب ہونیسے یعنی اگر بعد گواہی دینے کے شاہد مرجاوین یا غائب ہوجاوین تو لعان ساقط ہے لا یسقط لو عمی الشاھد او فسق او ارتد
اور ساقط نہیں ہوتا لعان اگر اندھا ہوجاوے شاہد یا فاسق یا مرتد ہوجاوے ولو قال لزوجتہ زنیت وانت صبیۃ او مجنونۃ وھو ای الجنون معہود
فلا لعان لاسنادہ لغیر محلہ اور اگر زوج نے کہا اپنی زوجہ سے کہ تو نے زنا کیا جب کہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حالانکہ جنون اوسکا معلوم ہے تو لعان
نہیں واسطے منسوب ہونے زنا کو بغیر اپنے محل کے یعنی لڑکپن اور جنون ایسی حالت نہیں جو قابل ہو قباحت زنا کا بخلاف زنیت وانت ذمیۃ او امۃ
منذ اربعین سنۃ وعمرھا اقل حیث یلاعنان لاقتصارہ فتح بخلاف اس قول کے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو ذمیہ یا لونڈی
تھی یا کہ تو نے زنا کیا چالیس برس کی ابتدا سے اور حالانکہ عمر زوجہ کی چالیس برس سے کم ہے مثلا بیس یا تیس برس کی ہے اسواسطے کہ اب زوجین لعان کرینگے
واسطے کوتاہ کرنے زوج کے قذف کی وقت پر کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ زنا قبل ولادت عورت کے متصور نہیں نہ حقیقۃ نہ مجازا تو چالیس برس کا ذکر لغو ہوگیا
تو فقط لفظ زنیت کا باقی رہ گیا اور یہہ موجب ہے لعان کا کذا فی حاشیۃ المدنی وصفتہ ما نطق النص الشرعی من کتاب وسنۃ اور صفت لعان کی وہ
ہے جسکو قرآن اور حدیث ناطق ہے طریقہ لعان کا یہہ ہے کہ قاضی زوجین کو باہم روبرو کھڑا کرے اور اول زوج سے کہے کہ تو لعان کر تو زوج چار بار یون
کہے کہ مین اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہون کہ مین سچا ہون اوسکی طرف زنا کی نسبت کرنے مین اور پانچوین بار یون کہے کہ خدا کی لعنت اوسپر اگر وہ جھوٹا ہو
اوسکی طرف زنا کی نسبت مین اور ہر بار عورت کی طرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت چار بار یون کہے کہ مین اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہون کہ وہ جھوٹا ہے
میری طرف زنا کی نسبت کرنے مین اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کا غضب اوسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو عورت کی طرف زنا کی نسبت کرنے مین لعنت کے معنی دور
کرنا چاہیئے کہ لعنت دو قسم ہے ایک یہہ کہ رحمت الہی سے دور ڈالنا ایسی لعنت کا فرد کو مخصوص ہے مسلمان کے حق مین ہرگز جائز نہیں دوسری قسم یہہ
درجات ابرار اور مراتب صالحین سے دور ڈالنا سو یہی دوسری قسم مراد ہے کتاب اللعان مین کذا فی حاشیۃ المدنی فان تلاعنا ولو اکثرہ بانت بتفریق
الحاکم فیتوارثان قبل تفریقہ الذی وقع اللعان عندہ ویفرق وان لم یرضیا بالفرقۃ شمنی پھر اگر لعان کیا دونو نے اگرچہ چار بار نہیں بلکہ اکثر بار
یعنی تین بار لعان کیا تو عورت بائن ہوگی یعنی نکاح ٹوٹ جاویگا بسبب جدا کر دینے حاکم کے یعنی فقط لعان سے بدون تفریق حاکم کے جدائی نہوگی لہذا دونو

ہمبستری ہوئی تھی قبل تفریق اوس حاکم کے جسکے سامنے لعان واقع ہوا ہے اور حاکم جدائی کردا دے اگرچہ دونوں جدائی سے راضی نہوں اور واضح ہو کہ حدیث میں آیا ہے
ہر جگہ ہو کہ لعان کر چکا ہوں ہمیشہ مل نہیں سکتے ہیں کذا فی الکافی ولو زالت اھلیۃ اللعان فان بما یرجی زوالہ یجوز ان یفرق والا لا اور اگر بعد لعان قبل تفریق
کے اہلیت لعان کی زائل ہو گئی تو اگر زوال اہلیت کا ایسی چیز سے ہوا ہو کہ اوسکا دور ہونا متوقع ہے چنانچہ جنون تو حاکم دونوں کو جدا کر دیگا اور اگر زوال ایسی
امر سے ہو جس کا زوال متوقع نہیں ہے جیسے مرد نے اپنی تکذیب کی یا دونوں میں سے کسی نے دوسری عورت کو عیب لگایا اور اوسپر قذف کی حد واقع ہوئی یا زوجہ سے کسی نے حرام وطی کی
یا زوجین میں سے ایک گونگا ہو گیا تو ان صورتوں میں حاکم زوجین میں تفریق نکرے بسبب باقی نرہنے اہلیت لعان کے کذا فی البحر الرائق ولو غاب احدھما بعد
ما تلاعنا ولم یوکل لم یفرق تاتارخانیہ ومفادہ انہ اذا لم یوکل ینتظر اور اگر دونوں نے لعان کیا پھر ایک اونمیں سے غائب ہو گیا قبل تفریق کے اور
کسیکو اپنا وکیل کر گیا تفریق کے واسطے تو حاکم حکم تفریق کا کر دے کذا فی التاتارخانیہ اور اس قید سے مستفاد ہوا کہ اگر غائب کسیکو وکیل نہ کر جاوے تو اوسکا
حاکم تفریق کے حکم کا انتظار کرے غائب کے آنیکا اور واضح ہو کہ قضا علی الغائب درست نہیں اور یہ تقریر صاحب نہر الفائق کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یفرق الحاکم
حتی عزل او مات استقبلہ الثانی خلافا لمحمد اختیار اور اگر بعد لعان کے حاکم نے تفریق نکی یہانتک کہ حاکم معزول ہو گیا یا مر گیا تو دوسرا حاکم لعان
دوبارہ دوسری بار لعان کرا دے اور تفریق کرے یعنی حاکم ثانی کو لعان اول پر تفریق کرنا جائز نہیں بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک اعادہ لعان شرط
نہیں تو بدون اعادہ بھی تفریق جائز ہے کذا فی الاختیار ولو اخطا الحاکم وفرق بینھما بعد وجود الاکثر من کل منھما صح ولو بعد الاقل لا ای مرۃ
او مرتان لا اور اگر چوک گیا حاکم سو اوسنے تفریق کر دی زوجین میں بعد وجود اکثر لعان کے ہر ایک سے یعنی تین تین لعان کے بعد حاکم نے تفریق کر دی تو
صحیح ہے اور واضح ہو کہ اکثر کا حکم کل ہے اور اگر حاکم چوک گیا اور بعد کمتر لعان کے یعنی ایکبار یا دو بار کے بعد تفریق اوسنے کر دی تو یہ تفریق صحیح نہیں
اور واضح ہو کہ اقل کالعدم ہے ولو فرق بعد لعانہ قبل لعانھا نفذ لانہ مجتھد فیہ تاتارخانیہ وقیدہ فی البحر بغیر القاضی الحنفی اما ھو فلا ینفذ اور
اگر تفریق کر دی حاکم نے بعد لعان زوج کے قبل لعان زوجہ کے تو یہ تفریق نافذ ہو گی کذا فی التاتارخانیہ اور واضح ہو کہ اس مقام میں اختلاف مجتہدین ہے یعنی
بموجب امام اعظم کے مذہب میں تفریق قبل لعان زوجہ کے جائز نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر الفائق اور بحر الرائق کے اندر اسمین
قید لگائی ہے غیر قاضی حنفی کی یعنی اگر حنفی مذہب کے سوا قاضی شافعی مذہب قبل لعان زوجہ کے تفریق کا حکم کریگا تو یہ تفریق نافذ ہو گی خواہ زوجین
حنفی ہوں یا شافعی اور اگر حنفی مذہب قاضی ایسی تفریق کریگا تو نافذ نہو گی اور واضح ہو کہ قاضی کا حکم اپنے امام کے مخالف نافذ نہیں وتحرم وطیھا بعد اللعان
قبل التفریق لما مر ولھا نفقۃ العدۃ اور حرام ہو وطی زوجہ کی بعد لعان قبل تفریق حاکم کے بموجب اوس حدیث کے جو ذکر ہو گئی یعنی متلاعنین میں اجتماع
نہیں اور نفقہ عورت کی عدت کا مرد پر لازم ہے بسبب وجوب عدت کے وان قذف الزوج بولد نفی الحاکم نسبہ عن ابیہ والحقہ بامہ بشرط صحۃ
النکاح وکون العلوق فی حال یجری فیہ اللعان حتی لو علقت وھی امۃ او کتابیۃ فعتقت او اسلمت لا ینفی لعدم التلاعن اور اگر عیب لگایا زوج
نے اپنی زوجہ کو زندہ ولد کی نفی کر کے تو حاکم ولد کے نسب کو اوسکے باپ سے نفی کرے اور اوسکی ماں سے اوسکو ملا دے بشرط صحت نکاح کے اور ہونے علوق ولد کے
اوس حال میں جسمین لعان جاری ہو سکتا ہو یہانتک کہ اگر نطفہ ولد کا ٹھہرا جبکہ زوجہ لونڈی یا کتابیہ تھی پھر وہ آزاد ہو گئی یا مسلمان ہو گئی تو اس صورت میں ولد
کی نفی نہو گی بسبب عدم تلاعن کے ھ صحت نکاح اور حریت اور اسلام لعان کی شرطیں ہیں نہ نفی ولد کی تو نکاح فاسد میں نفی ولد سے لعان نہو گا اور نسب کی
بھی نفی نہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر والبحر واما شروط النفی فستۃ مبسوطۃ مذکورۃ فی البدائع وسیجی اور نفی ولد کی شرطیں چھ
ہیں جنکی تفصیل مذکور ہے بدائع میں اور یہ شرطیں نفی ولد کی اسی باب میں عنقریب آوینگی ھ شروط مذکورہ کا ذکر بالاجمال یہ ہے پہلی شرط تفریق حاکم دوسری
قرب ولادت تیسری عدم اقرار نسب صراحۃ یا دلالۃ چوتھی حیات ولد چنانچہ مسئلہ سابقہ میں اوسکی تصریح ہو چکی پانچویں یہ کہ بعد تفریق کے اوسی حمل سے
دوسرا لڑکا نہ جنی ہو چھٹے یہ کہ ثبوت نسب کا کسی وجہ سے شرعا نہ حکم ہو گیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فان اکذب نفسہ ولو دلالۃ بان مات الولد المنفی
عن مال فادعی نسبہ حد للقذف پھر اگر زوج نے اپنی تکذیب کی بعد لعان کے اگرچہ صراحۃ تکذیب نکی دلالۃ کی اسطرح کہ جس ولد کی نفی کر چکا تھا سو اگر وہ مر

مر گیا سو اوسکے نسب کا اوسنے دعوی کیا تو اوسکو حد قذف کی ماریجاویگی وله بعد ذلك نفسه ان ينكحها حتى اولا اور جائز ہی زوج ملاعن کو بعد اپنی
تکذیب کے یہہ کہ نکاح کرلے اوس عورت سے حد قذف کی اوسکو ماری گئی ہو یا نہ ماری گئی ہو اسواسطے کہ بعد تکذیب کے لعان باقی نہیں تو جو حرمت کہ بسبب لعان کے
طاری ہوئی تھی سو زائل ہو گئی وكذا ان قذف غيرها فحد او صدقته او زنت وان لم تحد لزوال العفة والحاصل ان له تزوجها اذا اخرجا او
احدهما عن اهلية اللعان اور اسیطرح نکاح کرلینا جائز ہی اگر زوج نے عیب لگایا اپنی زوجہ کے سوا کسی عورت کو پہر اوسپر حد قذف کی ماری گئی یا عورت نے
قذف زوج کی تصدیق کی یا زنا کیا اگرچہ اوسپر حد زنا نہوئی ہو نکاح جائز ہوگا بسبب زوال عفت کے خلاصہ یہہ ہی کہ زوج کو اپنی زوجہ سے نکاح کرلینا بعد لعان
کے جائز ہی جبکہ دونو یا ایک اہلیت لعان سے نکل جاوے ولا لعان لو كانا اخرسين او احدهما وكذا لو طرأ ذلك الخرس بعده اي اللعان قبل التفريق
فلا تفريق ولا حد لدرئه بالشبهة مع فقد الركن وهو لفظ اشهد ولذا لا تلاعن بالكتابة اور لعان نہیں اگر زوجین گونگے ہوں یا ایک اونمین
سے کوئی گونگا ہو اگرچہ یہہ گنگی پیدایشی نہو بلکہ لعان کے بعد طاری ہو گئی ہو قبل تفریق حاکم کے تو اب نہ تفریق ہو گی نہ حد اسواسطے کہ ٹل جاتی حد کے بسبب شبہہ کے
ساتھہ گم ہونے رکن لعان کے یعنی اشہد کا لفظ رکن ہی لعان کا سو یہہ گونگے سے متصور نہیں اور چونکہ تلفظ اشہد کا ضرور ہی لہذا باہم لعان کرنا لکھنے سے
جائز نہیں ھم جب زوج گونگا ہوگا تو اوسکو حد قذف نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ اوسکی قذف میں شبہہ ہی کا لعان بنفي الحمل لعدم تيقنه عند القذف
چنانچہ لعان نہیں حمل کی نفی سے بسبب نہ متیقن ہونے حمل کے نزدیک قذف کے اسواسطے کہ شاید حمل نہو بیماری سے پیٹ پہولا ہو ولو تيقنه بولادتها لاقل
المدة يصير كانه قال ان كنت حاملا فولدك ليس مني والقذف لا يصح تعليقه بالشرط اور اگر حمل کا یقین ہو گیا بسبب ولادت کمتر مدت کے یعنی قذف
قذف سے کمتر چہہ مہینے میں جنی تو بہی امام اعظم کے نزدیک لعان ثابت نہیں نہایۃ الامر یہہ ہی کہ نفی حمل اس صورت مین تعلیق ہو گئی گویا زوج نے یون کہا
کہ اگر تو حاملہ ہو گی تو تیرا لڑکا مجہسے نہیں حالانکہ قذف کی تعلیق شرط پر صحیح نہیں اور صاحبین کے نزدیک بعد وضع حمل کے لعان جاری ہوگا وتلاعنا بقوله
زنيت وهذا الحمل منه للقذف الصريح اور دونو لعان کرین زوج کے یون کہنے سے کہ تو نے زنا کیا اور یہہ حمل زنا کا ہی لعان کرین بسبب صریح قذف
کے یعنی اس مسئلہ میں صریحا زنا کی نسبت ہی بخلاف مسئلہ سابقہ کہ اوسمین حمل کی نفی ہے نہ زنا کی نسبت ولم ينف الحاكم الحمل لعدم الحكم عليه قبل ولادته
اور حاملہ کے لعان میں حاکم نفی حمل کی نکرے بسبب عدم حکم حمل پر قبل اوسکی ولادت کے یعنی بدون ولادت کے ثبوت حمل متصور نہیں کہ شاید بیماری سے پیٹ پہولا ہو تو
ثبوت حمل میں تردد ہوا تو حاکم کیونکر نفی کرے اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہی کہ سنن ابی داؤد میں عبد اللہ بن عباس سے روایت ہی کہ ہلال بن امیہ نے اپنی حاملہ
زوجہ سے لعان کیا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں تفریق کر دی اور حکم کر دیا کہ عورت کے بیٹے کو ہلال بن امیہ کا بیٹا کوئی نکہے پہر جب حضرت
نے نفی حمل کی کر دی پہر کیا وجہ کہ حاکم نکرے اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول میں دیا ونفيه عليه الصلوة والسلام ولد هلال لعلمه بالوحي اور
نفی کرنا رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا ہلال کے ولد کا بسبب علم وحی کے تہا یعنی حضرت کو وحی سے معلوم ہو گیا تہا کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہی تب نفی کی اب بعد
ختم نبوت کے وحی سے علم ہونا متصور نہیں نفى الولد الحي عند التهنية ومدتها سبعة ايام عادة وعند ابتياع آلة الولادة صح وبعده لا لاقراره
دلالة ولو غائبا فحالة علمه كحالة ولادتها مرد نے زندہ ولد کی نفی نسب کی مبارکبادی دینے کے وقت اور مدت مبارکبادی کے سات دن میں باعتبار
عادت خلق کے اور بلحاظ ایام عقیقہ کے اور نزدیک خرید کرنے سامان ولادت کی نفی کی تو یہہ نفی صحیح ہی اور بعد اسکے نفی کرنا صحیح نہیں بسبب اوسکے اقرار
کرلینے نسب کے باعتبار دلالت حال کے یعنی سات دن تک نفی نکرنا دلالت کرتا ہی کہ وہ نسب ولد کا مقر ہی تو اب نفی کرنا اوسکا مسموع نہوگا اور اگر مرد غائب ہو
اور لڑکا اوسکی غیبت میں پیدا ہو تو اوسکو علم آنیکی حالت مانند حالت ولادت کے ہی یعنی جیسے عورت کے جننے سے سات دن تک نفی صحیح ہی ویسی غائب کو بعد
دریافت کے سات دن تک نفی صحیح ہی نزدیک امام کے اور صاحبین کے نزدیک بقدر مدت نفاس یعنی چالیس دن تک نفی صحیح ہی کذا فی الہدایہ ولاعن فيهما
فيهما اذا صح او لا لوجود القذف فقد تحقق اللعان بنفي الولد ولم ينتف النسب وفي عكسه فيما مر ونفي تسبه ليس على الطلاق اور لعان کرے
دونو نفی کی صورتین یعنی جسمین کہ نفی صحیح ہی یا نہیں صحیح بسبب پائے جانے قذف کے دونو صورتین تو حالت عدم صحت نفی مین لعان تو بسبب نفی ولد کے

تاب ہو نسب ولد کو منتفی ہو تو مصنف کا قول جو سابق گذر گیا کہ قذف ولد سے حاکم اوسکا نسب نفی کر دیوے سو یہ اطلاق پر نہیں بلکہ وہ مقید ہے بہت
نفی کے یعنی جب نفی ولد کی باجتماع شرائط نفی کے صحیح ہو تب قذف ولد سے حاکم نفی نسب کی کرے۔ مطلقاً نفی اول التوأمین واقر بالثانی حُدَّ ان
لم یرجع لتکذیبہ نفسہ مرد نے نفی کی اول توأم کی اور اقرار نسب کا کیا دوسرے توأم کا تو اوسکو حد قذف ماریجاوے سبب تکذیب کرنے اپنی ذات
کے ہم توأمان اون دو لڑکون کو کہتے ہیں جنکی ولادت میں چھہ مہینے سے کم مدت گذری ہو تو جب اول کی نفی کی اور ثانی کا اقرار کیا تو اوسکی تکذیب نفس
لازم آئی اسواسطے کہ دونو ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں اسلئے کہ اقل مدت پورے حمل کی چھہ مہینے کی ہے تو ایک کا اقرار اور ثانی کی نفی متصور نہیں [illegible]
حد میں عدم رجوع کی قید لگائی یعنے اگر اپنے قول سے پھر جائیگا تو حد ماریجائیگی شیخ زکی محشی نے کہا کہ یہہ تاخر کی عبارت ہے اسواسطے کہ ولد ثانی کے
اقرار سے اوسکو تکذیب نفس لازم ہوگئی اسواسطے کہ دونو ایک نطفہ سے ہیں تو وہ قاذف ہوگیا اب رجوع کرنا اسکا اس قول سے مسقط حد نہیں اور [illegible]
بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار اور شرح ملتقی میں اس قید کو ذکر نہیں کیا شاید کہ یہہ لفظ کاتب کی اغلاط سے ہے انتہی کلامہ کذا فی حاشیۃ [illegible]
وان عکس لاعن ان لم یرجع لقذفہا بمعنیہ اور اگر سابق کے بالعکس کیا یعنے اول توأم کے نسب کا اقرار کیا اور ثانی کی نفی کی تو لعان کرے
اگر رجوع نہ کیا اپنے قول سے یعنی نفی ثانی سے تو پھر لعان لازم ہوگا سبب قذف عورت کے ثانی کی نفی سے یعنی جب اول کا اقرار کیا تو عورت کی عفت کا قائل
ہوا پھر جب ثانی کی نفی کی تو قذف منفصل لازم آیا لہذا لعان واجب ہوگا والنسب ثابت فیہما لانہما من ماء واحد اور نسب دونون لڑکون کا
دونو صورتون میں ثابت ہوا اسواسطے کہ دونو ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ایک کا اقرار اور دوسرے کی نفی ممکن نہیں ولو جاءت بثلثۃ فی بطن واحد
فنفی الثانی واقر بالاول والثالث لاعن وہم بنوہ اور اگر عورت تین لڑکے جنی ایک پیٹ سے سو مرد نے دوسرے کی نفی کی اور اول اور ثالث ولد
کے نسب کا اقرار کیا تو لعان کرے بسبب عورت کی نفی ولد سے اور وہ تینون لڑکے بیٹے ہیں مرد کے بحر الرائق میں نوادر سے بروایت فتح القدیر لعان
ہی کو ثابت کیا ہے اور نہر الفائق میں جو کہا ہے کہ اسمیں حد ہے سو لائق اعتماد کے نہیں کہ یہہ قول مذہب کے مخالف ہے کذا فی حاشیۃ الدر ولو نفی الاول والثالث
واقر بالثانی یحد وہم بنوہ لکونہ اکذب نفسہ اور اگر ولد اول و ثالث کی نفی کی اور ولد ثانی کے نسب کا اقرار کیا تو اوسپر حد ماریجاوے سبب
تکذیب اپنی نفس کے اور وہ لڑکے اوسیکے بیٹے ہین [illegible] مرجائے ایک لڑکے کے کہ ادکرہ المصنف یعنی اگر بعد نفی قبل لعان کے کوئی لڑکا مرجاوے تو اوسکا
نسب نفی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ نفی میں حیات شرط ہے پھر جب ایک کا نسب ثابت ہوا تو باقی کا بھی ثابت ہوگا مات ولد اللعان ولہ ولد فادعاہ
الملاعن ان ولد اللعان ذکرا ثبت نسبہ اجماعا وان انثی لا لاستغنائہ بنسب ابیہ خلافا لہما ابن ملک مرگیا ولد لعان کا
اور اوسکا ایک ولد ہو لڑکی ہو یا لڑکا سو ملاعن نے بعد نفی کے بامید ارث مال ولد لعان کی نسب کا دعوی کیا تو اگر ولد لعان کا مرد تھا تو اوسکا نسب ملاعن سے
ثابت ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ ہرچند میت نسب سے مستغنی ہے لیکن اوسکا لڑکا البتہ محتاج ہے نسب کا تو دعوی ملاعن کا صحیح ہوگا واسطے
اثبات نسب ولد میت کو اور اگر ولد لعان عورت تھی تو اوسکا نسب ملاعن سے ثابت ہوگا اسواسطے مستغنی ہونے ولد البنت کے بسبب اپنے باپ کے یعنی جب ماں
اوسکی ثابت النسب نہیں لیکن اوسکا باپ تو ثابت النسب ہے تو اوسکی ماں کے واسطے اثبات نسب کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اعتبار نسب کا باپ کی طرف ہے نہ ماں کی بخلاف
مذہب صاحبین کے کہ انکے نزدیک اس صورت میں بھی ملاعن سے نسب ثابت ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک فروع مسائل لمحقہ شارح کے الا قرار بالولد الذی
لیس منہ حرام کالسکوت لاستلحاق نسب من لیس منہ بحر اقرار کرنا اس لڑکے کے نسب کا جو اوسکے نطفہ سے نہیں حرام ہے اسی
سکوت کے یعنی جب معلوم ہو کہ یہہ لڑکا میرے نطفہ سے نہیں تو اوسکو اپنا بیٹا کہنا یا یہانتک سکوت کرنا کہ لوگ اوسکو اوسکا بیٹا کہنے لگیں تو یہہ اقرار
اور سکوت حرام ہے واسطے لاحق نسب اس شخص کے جو اسکے نطفہ سے نہیں کذا فی البحر الرائق یعنے نسب کا خلط ملط جائز نہیں تو جو اپنے نطفہ سے نہو
اوسکی صاف نفی کردے تاکہ خلط نسب نہو جاوے [illegible] سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
عورت ایک قوم میں اوسکو ملادیگی جو اوس قوم سے نہیں یعنی ولد الزنا کو اپنے زوج کا بیٹا ظاہر کریگی اوسکو خدا بہشت میں نہ داخل کریگا اور جو مرد کہ اپنے بیٹے

تو نفی کریگا نہ اوسکو اور بین وآخرین مین تقسیم کریگا دفیہ متی سقط اللعان بوجہ ما او ثبت النسب بالاقرار او بطریق الحکم لم ینتف نسبہ ابدًا اور بحر الرائق مین ہے کہ جب لعان ساقط ہو کسی وجہ سے یا ثابت ہو چکا ہو نسب ایکبار کے اقرار سے یا نسب ثابت ہو چکا بطریق حکم قاضی کے توان مسائل مین اوسکا نسب کبھی نفی نہین ہو سکتا فلو نفاہ ولو یلاعن حتی قذفہا اجنبی بالولد فحد فقد ثبت نسب الولد ولا ینتفی بعد ذلک سو اگر زوج نے ولد زوجہ کی نفی کی اور ہنوز لعان نہین کیا یہانتک کہ اجنبی شخص نے زوجہ کو لڑکے کا عیب لگایا یعنی یون کہا کہ یہ ولد زنا کا ہے سوا اوسکے زوج کا نہین سو اجنبی پر بسبب اس قذف کے حد ماری گئی تو البتہ نسب ولد کا عورت کے زوج سے ثابت ہو گیا شرعًا تو اب بعد حکم قاضی کے یعنی حد مارنے کے اوس لڑکے کا نسب نفی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ حکم حد سے الحاق نسب ضمنًا ثابت ہو گیا انتہی یہ مسئلہ قول سابق پر متفرع ہے نفی نسب التوأمین ثم مات احدہما عن توأمہ وامہ واخ لاب فالارث ثلاثا فرضا وردا للام السدس وللاخوین الثلث والباقی یرد علیہم وبہ علم ان نفیہما یخرج عن کونہ عصبۃ اور بحر الرائق مین شرح تلخیص سے منقول ہے کہ نفی کی ایک مرد نے دو توام کی پھر ایک اونمین سے مرگیا اپنے توام بھائی اور ماں اور اخیافی بھائی کو چھوڑکر تو ان تین وارثونکا ارث تین ثلث سے ہوگا باعتبار فرض اور رد دینے کے اسطرح کہ ماں کا چھٹا حصہ اور دو نو بھائیون کا تہائی باقی رہا نصف سو انہین تینو نکو پھر دیا جاویگا برابر تو ہر ایک کو تہائی تہائی بعد فرض اور رد کے ملا اور اس مسئلہ کی توضیح سے معلوم ہوا کہ دونو توام کی نفی نے زندہ توام کو عصبہ میت کا نہوتے دیا ہرچند دونو توام ایک نطفہ سے پیدا ہین لیکن بسبب قطع نسب کے زندہ توام میت توام کا عصبہ نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اگر عصبہ ہوتا تو در تہائی پاتا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر قال وقد صرحوا ببقاء نسبہ بعد القطع فی کل الاحکام لقیام فراشہا الا فی حکمین الارث والنفقۃ فقط حتی لا تصح دعوۃ غیر النافی وان صدقہ الولد انتہی کہا صاحب بحر الرائق نے اور البتہ تصریح کردی ہے فقہانے ولد لعان کے بقاء نسب کی بعد قطع نسب کے جمیع احکام مین یعنے ولد منفی مین جمیع احکام ولدیت کے ثابت ہین بسبب قائم ہونے فراش عورت کے یعنی زوجیت کے مگر دو حکم مین اوسکی ولدیت ثابت نہین ایک وراثت مین اور ایک وجوب نفقہ مین فقط یعنی نہ مرد ولد کی وراثت پا سکتا ہے نہ ولد مرد کی اور ولد کا نفقہ مرد پر واجب نہین بلکہ اوسکی ماں پر واجب ہے وراثت اور نفقہ کے سوا باقی سب احکام ولدیت کے ثابت ہین یہانتک کہ نفی کرنیوالے کے سوا کسیکو اوس ولد کے نسب کا دعوی کرنا صحیح نہین چنانچہ ثابت النسب مین صحیح نہین اگرچہ ولد اوس غیر کے دعوی کی تصدیق بھی کرے تو بھی اوسکا دعوی صحیح نہین انتہی کلامہ اور فتاوی عالمگیری مین وغیرہ سے منقول ہے کہ ولد ملاعنہ بعضے احکام مین ثابت النسب ہے چنانچہ اوسکی گواہی ملاعن کیواسطے مقبول نہین اور نہ ملاعن کی گواہی اوسکے واسطے اور زکوۃ دینا ولد کا ملاعن کو جائز نہین اور نہ ملاعن کو زکوۃ دینا ولد کا جائز ہے اور ولد کے فروع ملاعن کے فروع پر حرام ہین اور کسی اجنبی انسان کا دعوی نسب ولد مین صحیح نہین باوجود تصدیق ولد کے اور بعضے احکام مین ولد ملاعنہ مثل اجنبی کے ہے یعنی ارث اور نفقہ مین قلت قال البہنسی الا ان یکون ممن یولد مثلہ لمثلہ او ادعاہ بعد موت الملاعن فلیحفظ شارح کتاب بہنسی نے کہا کہ دعوی نسب ولد لعان کا غیر نافی کو صحیح نہین اس صورت مین صحیح ہے کہ شخص غیر اپنی عمر والا ہو کہ ویسی عمر والے کا ویسا ولد پیدا ہو سکتا ہو یا کہ غیر نے دعوی ولد کا بعد موت ملاعن کے کیا ہو سو اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہیے انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہنسی نے اس قول کو کسی ایسی نقیہ کیطرف نسبت نہین کیا کہ جو لائق اعتماد ہو یعنی یہ استثنا اطلاق کتب معتمدہ کے مخالف ہے تو بدون سند کے لائق اعتماد کے نہین

باب العنین وغیرہ

یہ باب ہے عنین یعنے نامرد وغیرہ کے احکام کے بیان میں خصی اور مسحور اور خنثی مشکل اور مجبوب اور شیخ کبیر اور شکاز داخل ہین شکاز بموزن عمار اوسکو کہتے ہین جو عورت کے کپڑے سے منزل ہوجائے پھر آلہ تناسل کو استادگی نہو کہ جماع کرسکے کذا فی حاشیۃ المدنی ہو لغۃ من لا یقدر علی الجماع فعیل بمعنی مفعول وجمعہ عنن یعنی عنین بموزن سکین لغت مین اوسکو کہتے ہین جو مطلق جماع کرنے پر قادر نہو عنین بروزن فعیل بمعنی مفعول ہو یعنی محبوس و ممنوع ہو جماع سے اور جمع اوسکی عنن ہے وشرعًا من لا یقدر علی جماع فرج زوجتہ یعنی لمانع منہ ککبر سن او سحر اذ الرتقاء لا خیار لہا للمانع منہا کذا فی البحر اصطلاح شرع مین عنین اوسکو کہتے ہین جو اپنی زوجہ کے جماع فرج پر قادر نہو تو جو شخص کہ وطی فرج پر قادر نہو اور وطی دبر پر قادر ہو وہ بھی عنین ہے

یعنی بعدم قدرت ایلاج کے ہو جاتی ہے یا وہ بڑا یا عادۃً ایسا ہو کہ جس عورت کی شرمگاہ بسبب زیادتی گوشت کے بند ہو اوسکو اختیار تفریق کا نہیں
اسواسطے کہ اس صورت میں نقصان عورت کی طرف سے ہے نہ مرد کیطرف سے کذا فی الخانیہ اذا وجدت المرأۃ زوجہا مجبوبا او مقطوع الذکر
فقط او صغیر جدا کالزر ولو قصیرا لا یمکنہ ادخالہ داخل الفرج فلیس لہا الفرقۃ بحر وفیہ نظر مجبوب کہ یاوی عورت اپنے زوج کو
مجبوب یعنی مقطوع الذکر والخصیتین یا فقط مقطوع الذکر پاوے یا وہ ایسا ہو کہ آلۂ تناسل کو نہایت صغیر ہو جیسے تیس کی گھنڈی اور اگر آلۂ تناسل ایسا
چھوٹا ہو کہ اسکو فرج میں نہ داخل کر سکے تو عورت کو جدائی کا اختیار نہیں کذا فی البحر الرائق اور اسمیں بحث اور گفتگو ہے یعنی جب بسبب
کوتاہی کے ادخال پر قادر نہوا تو وہ شخص مقطوع الذکر کی برابر ہے پھر کیا وجہ کہ عورت کو فرقت کا اختیار نہو کذا فی شرح الوہبانیہ اور اصل اس اعتراض
کی صاحب بحر الرائق سے ہے بعد نقل عدم خیار کے محیط سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ المجبوب کالعنین الا فی مسئلتین التاجیل ومجی الولد
اور بحر الرائق میں ہے کہ مجبوب مثل عنین کے ہے مگر دو مسئلو نمیں ایک تاجیل میں یعنی عنین کی فرقت میں مدت ہے اور مجبوب میں مدت نہیں اور دوسرا لڑکا ہونے میں
یعنی مجبوب کی زوجہ کے اگر لڑکا پیدا ہو دو برس کم بعد تفریق کے تو اوسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا اور تفریق باطل نہو گی اور عنین میں تفریق باطل
ہو جاویگی ختم بحر الرائق میں یہ بھی مذکور ہے کہ تفریق مجبوب میں بلوغ شرط نہیں بخلاف عنین کے اور تفریق مجبوب میں صحت مجبوب شرط نہیں بخلاف
عنین کے کذا فی حاشیۃ المدنی فرق الحاکم بطلبہا لو حرۃ بالغۃ غیر رتقاء وقرناء وغیر عالمۃ بحالہ قبل النکاح وغیر راضیۃ بہ بعدہ
اور اگر زوج مجبوب ہو تو جدائی کر دیوے حاکم عورت کی درخواست سے اگر عورت حرہ بالغہ ہو بشرطیکہ اوسکی شرمگاہ میں گوشت زائد اور ہڈی مانع جماع
نہو اور قبل نکاح کے زوج کا حال بھی نجانتی ہو یا بعد نکاح کے اوس حال پر راضی نہو گئی ہو اور اگر عورت مجبوب کی لونڈی ہو تو فرقت کا اختیار اوسکو
نہیں بلکہ اوسکے مالک کو ہے اور اگر صغیرہ ہو تو تا بلوغ تفریق نہو گی کہ شاید وہ راضی ہو جاوے اور اگر اوسکی شرمگاہ میں گوشت زائد یا ہڈی ہو
تو نقصان عورت کی طرف سے ہے تو اوسکا طلب فرقت میں حق نہیں اور اگر جانکر راضی ہوئی تو بھی اوسکو طلب فرقت میں اختیار نہیں بلغتہما
فی الحال ولو المجبوب صغیرا لعدم فائدۃ التاخیر مجبوب اور اوسکی زوجہ میں حاکم بعد درخواست عورت کے فورا جدائی کر دیوے اگرچہ مجبوب
نابالغ صغیر ہو بسبب نہونے فائدہ تاخیر کے فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ او صار عنینا بعدہ ای الوصول لا یفرق لحصول حقہا
بالوطی مرۃ سو اگر ایکبار عورت سے جماع کرنیکے بعد اوسکے آلات تناسل کاٹ لئے گئے یا کہ زوج عنین ہو گیا عورت سے ایکبار جماع کرنیکے بعد تو دونو صورت
میں تفریق کیجاویگی بسبب حاصل ہو جانے عورت کے حق کے ایکبار جماع کرنیسے اور ایکبار سے زیادہ جماع کرنیکا استحقاق دیانۃ ثابت ہے نہ قضاء کذا فی
البحر الرائق ناقلا عن جامع قاضیخان اور اگر باوجود قدرت جماع کے شرارت سے ترک کریگا تو گنہگار ہوگا اور لونڈی کی ترک وطی میں کچھ گناہ نہیں
کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر جاءت امرأۃ المجبوب بولد ولم تعلم بجبہ فادعاہ ثبت نسبہ ثم علمت فلہا الفرقۃ تتارخانیہ
اور اگر عورت مجبوب کی ایک لڑکا لائی یعنی جنی اور عورت کو زوج کا مقطوع الذکر ہونا معلوم نہیں ہو مجبوب نے اوس لڑکے کا دعوی کیا ثابت ہوگا
نسب اوسکا بعد اسکے عورت کو مقطوع الذکر ہونا زوج کا معلوم ہوا تو اوسکو جدائی میں اختیار ہے کذا فی التاتارخانیہ ولو ولدت بعد
التفریق الی سنتین ثبت نسبہ ولا تزول بالنسب التفریق باق بحالہ لبقاء جبہ اور اگر عورت مجبوب کی بعد تفریق کے دو برس
تک لڑکا جنی تو اوسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا بسبب احتمال انزال ہونے مجبوب کے رگڑ دینے سے اور باوجود ثبوت نسب کے تفریق بحال خود باقی ہے بسبب بقاء
مجبوبیت کے ولو کان عنینا بطل التفریق لزوال عنتہ بثبوت نسبہ کما یبطل التفریق بالبینۃ علی اقرارہا بالوصول قبل التفریق
لا بعدہ للتہمۃ فسقط نظر الزیلعی اور اگر زوج عنین ہوگا اور قاضی نے تفریق کر دی ہو بعد مہلت ایک برس کے پھر عورت اوسکی لڑکا جنی دو برس
کے اندر تو تفریق باطل ہو گئی اسواسطے کہ زوال ہوگئی نامردی اسکی بسبب ثابت ہونے اوسکے نسب کے چنانچہ باطل ہوتی ہے تفریق گواہوں سے یعنی گواہوں نے
گواہی دی کہ عورت جماع زوج کا اقرار کر چکی تھی قبل تفریق کے تو تفریق باطل ہوگی اور اگر گواہی دی کہ بعد تفریق کے عورت نے جماع کا اقرار کیا تو تفریق

نہ باطل ہوگی بسبب تہمت کے تو اعتراض زیلعی کا ساقط ہو گیا **ھھم** زیلعی نے شرح کنز میں کہا کہ طلاق واقع ہو گئی حاکم کی تفریق سے اور یہ طلاق بائن ہی پھر یہ تفریق کیونکر باطل ہوگی چنانچہ عورت کا اقرار جماع بعد تفریق کے مبطل تفریق نہیں **جواب** اس اعتراض کا یہہ ہی کہ ثبوت نسب جو ہے باحتمال انزال ہوا اور تفریق باعتبار قطع آلات تناسل تھی سو موجود ہے بخلاف ثبوت نسب کے عنین سے اسواسطے کہ ثبوت نسب سے زوال نامردی ظاہر ہوتا ہی اور تفریق تھی باعتبار نامردی کے جب نامردی زائل ہوئی تو تفریق بھی باطل ہو گئی بخلاف اقرار بعد تفریق کے کہ اسمین عورت پر تہمت ہی ابطال قضا کی یعنی احتمال ہے کہ عورت جھوٹا اقرار اسلیے کرتی ہو کہ قاضی کا حکم باطل ہو جاوے لہذا اوسکا اقرار لائق سماعت کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر **ولو وجدت شيخ كبيرا هو من لا يصل الى النساء لمرض او كبر او سحر ويسمى المعقود وهيانيه** اور اگر عورت نے اپنے زوج کو عنین پایا عنین وہ ہی جو وطی نساء پر قادر نہو بسبب بیماری کے یا بڑہاپے کے یا جادو کے یعنی مرد پر ایسا جادو کیا ہو کہ جماع نکر سکے اور مسحور کو معقود بھی کہتے ہین کذا فی الوہبانیہ اور بالفعل عرب مین اوسکو مربوط بولتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی **او خصيا لا ينتشر ذكره فان انتشر لم يخير وعليه فهو من عطف الخاص على العام لخفائه ولكان باو كان الفقهاء يتسامحون فى ذلك** **قهر** یا عورت نے اپنے زوج کو خصی پایا جسکے آلہ تناسل مین استادگی نہین خصی اوسکو کہتے ہین جسکے آلہ تناسل ہو اور فوطے نہون خواہ مل ڈالنے سے خواہ قطع کرنے سے سو اگر ایسا خصی ہو کہ اوسکے آلہ تناسل کو استادگی ہوتی ہو تو اوسکی عورت کو اختیار فرقت کا نہین کذا فی البحر الرائق تو بر تقدیر عدم استادگی آلہ تناسل کے خصی کا عطف عنین پر از قسم عطف خاص کے ہی عام پر اور ہر چند خاص عام کے حکم مین داخل ہوتا ہی لیکن بالتخصیص اوسکو ذکر کیا بسبب اسکے مخفی ہونیکے یعنی شاید کسیکو اختصاص حکم کا ساتھ عنین کے گمان ہو اور ہر چند عطف خاص کا عام پر بواو چاہئے مخصوص ہی اور بیان عطف خصی کا عنین پر بلفظ او ہی لیکن فقہا ایسے امور مین تسامح کرتے ہین اسواسطے کہ اصل مقصود انکا زیادہ احکام ہے کذا فی النہر الفائق **ھھم** نہر الفائق مین یہہ جواب ہی اعتراض صاحب بحر کا کہ خصی کا عطف کرنا عنین پر کیا ضرور تہا اسواسطے کہ خصی کو عنین شامل تہا اور اگر عطف خاص کا عام پر ہی تو بواو چاہئے تہا نہ بلفظ او **اجل سنة لاشتمالها على الفصول الاربعة** یعنی اگر عورت اپنے زوج کو عنین یا خصی پاوے تو زوج کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاویگی واسطے مشتمل ہونے سال کے چار فصلون پر تاکہ اگر نامردی پیدایشی نہوگی بیماری سے ہوگی تو سال بھر مین بسبب تبدل فصول مختلفہ کے دفع ہو جاویگی اور عنین کیواسطے مدت ایک سال کی حضرت عمر اور علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہی کذا فی الہدایہ **ولا عبرة بتاجيل غير قاضى البلدة** اور سوائے قاضی شہر کے اور کسیکا مدت ٹھہرانا معتبر نہین **ھھم** تاجیل عورت کی اور غیر قاضی کی صحیح نہین کذا فی فتاوی قاضیخان **قمرية بالاهلة على المذهب وهى ثلثمائة واربع وخمسون يوما وبعض يوم** مدت عنین کی قمری سال ہے بنا بر ظاہر روایت مذہب کے ہے اور قمری سال وہ ہی جسکے بارہ مہینونکا شمار ہلال نکلنے سے ہوتا ہی اور اوسکے تین سو چون دن پورے ہوتے ہین کچھ تھوڑا دن اور یعنی جسکی نو ساعت اور اڑتالیس دقیقے ہوتے ہین کذا فی القہستانی اور بعضے فقہانے کسر کو ذکر نہین کیا کذا فی العالمگیر ناقلا عن الکافی اور واقعات **ولوالجيه** مین سال قمری کی تصحیح کی ہی اور یہی ظاہر الروایت ہی کذا فی الہدایہ اور یہی قول معتمد ہی اسواسطے کہ صاحب مذہب سے یہی ثابت ہی کذا فی منح الغفار **وقيل شمسية بالايام وهى ازيد باحدى عشر يوما قيل وبه يفتى** اور قول ضعیف یہہ ہی کہ مدت عنین مین سال شمسی معتبر ہے جسکا شمار ایام سے ہوتہ چاند دیکھنے سے اور وہ سال قمری سے گیارہ دن زیادہ ہی بعضون نے کہا یعنی صاحب خلاصہ نے کہ اسی پر فتوی ہے اور یہی روایت حسن کی ہی امام سے اور شمس الائمہ سرخسی اور صاحب تحفہ اور صاحب غایۃ البیان اور قاضی خان اور ظہیر الدین نے سال شمسی کو مختار کیا ہی بنا بر احتیاط کے اور کمال الدین محقق نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہہ سب اقوال محدث ہین اسواسطے کہ امیر المومنین عمر نے قاضی شریح کو لکھہ بھیجا کہ عنین کیواسطے ایک سال مقرر کرے اور خود حضرت عمر نے عنین کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کی بلا قید شمسی کے اور چونکہ عرب سوا سال قمری کے سال شمسی کو ہرگز نجانتے تھے تو جہان مطلق سال مذکور ہوگا وہان قمری ہی مراد ہوگا تا وقتیکہ تصریح اسکے خلاف پر ثابت ہو اور سابق مین مذکور ہو چکا کہ سال قمری ظاہر الروایت ہی تو وہی معتمد ہوگا اور اوسکا خلاف لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو اجل**

فی اثناء الشہر فبالایام اجماعاً اور اگر مدت عنین کی درمیان مہینے کے مقرر کیجاوے تو سال کا اعتبار ایام کے حساب سے ہوگا باجماع سب علما کے یعنی بخلاف
سال قمری یا شمسی کا اوس صورت میں ہے جب کہ اجیل شروع چاند سے ہو اور اگر مثلاً دس تین یا چند روز ہو گئے ہوں تو اونسے مدت مقرر کیجاوے تو بالاتفاق حساب
سال کا دنوں سے ہوگا نہ مہینوں سے یعنی تین سو ساٹھ دن کا سال لیا جاویگا اسکو سال عددی کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ الدرر ویدخل فی المدۃ رمضان وایام
حیضہا منہا وکذا حجہ وغیبتہ لا مدۃ حجہا وغیبتہا ومرضہ ومرضہا مطلقاً وبہ یفتی ولوالجیۃ اور رمضان اور عورت کے ایام حیض
سال ہی میں داخل ہیں اور اسیطرح مرد کے ایام حج اور اوسکو سفر کرنیکے ایام بھی سال میں داخل ہیں نہ عورت کے حج کی مدت اور نہ اوسکی سفر کی مدت اور نہ
مرد اور عورت کی بیماری کی مدت مطلقاً خواہ پورا مہینہ ہو یا کم اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی جتنی مدت بیماری زوجین کی ہوگی اوتنی مدت سال کے
بڑھا دیکر لیجاویگی اور اسیطرح عورت کے حج اور سفر کی مدت سال پر بڑھائی جاویگی بخلاف رمضان اور ایام حیض اور ایام حج اور سفر مرد کے ویؤجل
من وقت الخصومۃ ولو کان صبیاً او مریضاً او محرماً فبعد بلوغہ وصحتہ واحرامہ اور مدت سال کی خصومت اور نالش کے وقت سے مقرر
کیجاوے جب کہ زوج لڑکا اور بیمار اور محرم نہو اور اگر لڑکا ہو تو بعد بلوغ کے اور اگر بیمار ہوگا تو بعد صحت کے اور اگر محرم ہوگا تو بعد تمامی
احرام کے حساب سال کا شروع ہوگا ولو مظاہراً لا یقدر علی العتق اجل سنۃ وشہرین اور اگر زوج ظہار کر چکا ہو اور وہ اسکو کفارہ ظہار کے
غلام آزاد کرنے پر قادر نہو تو اوسکی مدت ایک برس اور دو مہینے مقرر کئے جاوینگے دو مہینے اسواسطے زیادہ ہوئے تاکہ اونمیں روزہ رکھکر کفارہ
ادا کرے کیونکہ صحت قبل کفارہ کے نہیں فان وطئ مرۃ فیہا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقہا بطلبہا یتعلق بالجمیع قیود
امراۃ المجبوب کما مر سو اگر عنین یا خصی نے ایکبار وطی کی سال کے اندر تو خوب ہوا کہ قضاءً عورت کا حق ادا ہوگیا اور اگر سال کی مدت میں ایکبار
بھی وطی نکرسکا تو عورت کو طلاق بائن ہوگی قاضی کے جدا کردینے سے اگر زوج اوسکی طلاق دینے سے انکار کرے تفریق واقع ہوگی [illegible] پہلے مدت ایک
سال کی مقرر ہوئی تھی اور طلب عورت کے جمیع مسائل گذشتہ سے متعلق ہے تو مجبوب کی عورت کو بھی شامل ہے چنانچہ تفریق مجبوب میں قید طلب کی شمار
مذکور کر چکا ہوں اور صورت نہ طلاق دینے زوج کے قاضی اسواسطے تفریق کردیگا کہ جب زوج عاجز ہوا امساک بالمعروف سے تو اوسپر تسریح بالاحسان
واجب ہے پھر جب اوسنے نہ چھوڑا تو وہ ظالم ہوا لہذا قاضی اوسکا نائب ہوجاویگا دفع ظلم کیواسطے ولو مجنونۃ بطلب ولیہا او من نصبہ القاضی
اور اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی تفریق کرے اوسکو ولی کی طلب سے یا اوس شخص کی طلب سے جسکو قاضی نے مجنونہ کیطرف سے مدعی قرار دیا ہو ولو امۃ فالخیار
لمولاہا لان الولد لہ اور اگر زوجہ عنین کی لونڈی ہو تو اختیار تفریق کا اوسکے مالک کو ہے نہ لونڈی کو اسواسطے کہ اولاد لونڈی کی اوسکے مالک کی مملوک
ہے وھو ای ہذا الخیار علی التراخی لا الفور فلو وجدتہ عنیناً او مجبوباً ولم تخاصم زماناً طویلاً لم یبطل حقہا وکذا لو خاصمتہ ثم ترکتہ مدۃ
فلہا المطالبۃ ولو ضاجعتہ تلک الایام خانیہ اور وہ یعنی یہ اختیار فرقت کا یا طلب تفریق کی درنگی کے ساتھہ ثابت ہے نہ فی الفور سو اگر عورت نے
زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اوس سے جھگڑا نکیا تو اس درنگی سے اس عورت کا حق باطل نہیں ہوتا اور اسیطرح اگر جھگڑا کرکے مدت تک چپ
ہو رہی تو بھی اوسکو مطالبہ کا اختیار ہے اگرچہ ان دنوں میں زوج کے پاس لیٹا بھی کرتی ہو اور یہ دن [illegible]
کذا فی الخانیہ والبحر کالو رفعتہ الی قاض فاجلہ سنۃ ومضت السنۃ ولم تخاصم زماناً زیلعی چنانچہ اگر عورت نے عنین زوج کی نالش کی
قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک سال کی مدت مقرر کردی اور وہ سال بھی گذر گیا اور مدت تک اوسنے مطالبہ نکیا تو بھی عورت کا اختیار باقی ہے کذا ذکرہ
الزیلعی ولو ادعی الوطئ وانکرتہ فان قالت امرأۃ ثقۃ والاثنان احوط ہی بکر بان تبول علی جدار او یدخل فی فرجہا مح بیضۃ
خیرت وحلیہا اور اگر دعوی کیا زوج نے وطی کا اور اوسکا انکار کیا عورت نے تو اگر ایک ثقہ عورت نے کہا اور دو ثقہ عورتوں کا کہنا قریب احتیاط
ہے کہ یہہ عورت باکرہ ہے اور باکرہ کی یہہ علامت ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہے اور اگر اوسکی ران پر بہے
تو وہ باکرہ نہیں یا اوسکی شرمگاہ میں زردی انڈے کی ڈالی اگر داخل ہوجاوے تو باکرہ نہیں اور اگر داخل نہو تو باکرہ ہے پھر صورت جب باکرہ ہونا ثابت

تو عورت کو اختیار دیا جاوے اوسی مجلس مین وسال اور جدائی کا سو اگر راضی ہو گئی زوج سے یا کہڑی ہو گئی قبل طلب تفریق کے تو اختیار باطل ہو گیا ہم یہ مسئلہ مخالف ہو مسئلہ سابق کے کہ وہان تا مدت دراز اختیار باقی ہو اور یہان مجلس تک منحصر ہے اوسکا جواب یہہ ہو کہ مسئلہ سابق بنا بر ظاہر الروایت کے ہے کما فی البحر عن البدائع اور یہہ مسئلہ بنا بر قول مفتی بہ کے ہو کما فی المحیط والواقعات کذا فی حاشیۃ المدنی وان قالت ھی ثیب او کانت ثیبا صدق بحلفہ فان نکل فی الابتداء اجل وفی الانتہاء خیرت اور اگر منکوحہ عورت نے کہا کہ یہہ عورت ثیبہ ہو یا کرہ نہین یا کہ وہ قبل نکاح اس زوج کے ثیبہ تہی تو زوج کے قول کی تصدیق کیجاویگی ساتہہ قسم کے سو اگر زوج نے قسم سے انکار کیا ابتدا مین یعنی قبل تاجیل کے تو سال بہر کی مہلت دیجاویگی اور اگر انتہا مین انکار کیا یعنی بعد تاجیل کے تو عورت کو مجلس تک اختیار دیا جاویگا چاہی زوج کے پاس رہے چاہی جدا ہو جاوے کا یصدق لو وجدت ثیبا وزعمت زوال عذرتہا بسبب آخر غیر الوطیٔ کا صبیۃ مثلا لانہ ظاہر الاصل عدم اسباب اخر مثلا چنانچہ زوج کی اس صورت مین بہی تصدیق ہو گی اگر عورت ثیبہ پائی جاوے ہوا اور وہ گمان کرے اپنے زوال بکارت کا دوسرے سبب سے سوای وطی زوج کے یعنی مثلا یون ظاہر کرے کہ زوال بکارت کا زوج نے اپنی اونگلی سے کر دیا اس صورت مین قول زوج کی اسواسطے تصدیق ہو گی کہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کہ زوال بکارت کا جماع ہی سے ہوا ہے نہ اونگلی سے اور اصل اور اسباب کا عدم ہو سوای جماع کے اور قول اوسیکا معتبر ہے جو متمسک بالاصل ہوا اور ظاہر حال اوسکا شاہد ہو کذا فی المعراج وان اختارتہ ولو دلالۃ بطل حقہا کما لو وجد منہا دلیل الاعراض بان قامت من مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار شیئا بہ یفتی واقعات لامکانہ مع القیام فان اختارت طلق او فرق القاضی اور اگر عورت نے زوج کو اختیار کر لیا اگرچہ یہہ اختیار باعتبار دلالت حال کے ہو اسطرح کہ مہر اور نفقہ مانگی تو باطل ہو جاویگا حق اوسکا چنانچہ اوسطرح بہی اوسکا حق باطل ہو جاتا ہو اگر اوس سے اعراض کی دلیل پائی جاوے یعنی طلب فرقت سے بے التفاتی کرے اسطرح پر کہ کہڑی ہو جاوے اپنی مجلس سے یا اوسکو مددگار قاضی کی کہڑا کرین یا قاضی خود کہڑا ہو جاوے قبل اختیار کرنے فرقت کے اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الواقعات عورت اور قاضی کے کہڑے ہونیسے اسواسطے اوسکا حق باطل ہو گیا کہ کہڑے ہونیکے ساتہہ بہی اوسکو خیار فرقت کا ممکن تہا پہر باوجود اسکے سکوت کرنا دلیل ہے رضا کی سو اگر عورت جدائی کو اختیار کرے تو زوج طلاق دے اور اگر وہ طلاق سے انکار کرے تو قاضی تفریق کر دے تزوج الاولی او امرأۃ اخری عالمۃ بحالہ لاخیار لہا علی المذہب المفتی بہ بحر عن المحیط خلافا لتصحیح الخانیۃ نکاح کیا عنین نے پہلی زوجہ سے جو بعد تاجیل اور تفریق قاضی کے جدا ہو گئی تہی یا نکاح دوسری عورت سے جو عنین کا حال جانتی ہو کہ اوسکی زوجہ مین بسبب نامردی کے جدائی ہو چکی ہو تو بعد نکاح کے عورت کو جدائی کا اختیار نہین نہ زوجہ اولی کو نہ دوسری عورت کو بنا بر مذہب مفتی بہ کے اسواسطے کہ وہ اپنا حق دانستہ باطل کر چکی کذا فی البحر الرائق عن المحیط اور یہہ قول مفتی بہ مخالف ہو تصحیح خانیہ کے ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن اور زوجین مین سے کسیکو اختیار جدائی کا نہین دوسرے کے عیب سے اگرچہ نہایت برا عیب ہو جیسے جنون اور جذام اور برص اور رتق اور قرن اول تین بیماریان تو مرد اور عورت دونو کو شامل ہین اور پچہلی دو بیماریان عورت کے مکان مخصوص کو مخصوص ہین کہ بسبب زیادتی گوشت اور ہڈی کے مانع ہین جماع سے لیکن قہستانی مین ہو کہ محمد کے نزدیک اگر زوج کو جنون یا جذام یا برص ہو تو عورت کو اختیار ہو فرقت کا اور اسیطرح ہر عیب زوج سے کہ عورت بدون مضرت کی اوسکے پاس نہ ٹہہر سکے عورت کو اختیار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وخالف الائمۃ الثلثۃ فی الخمسۃ لو بالزوج ولو قضی بالرد صح فتح اور اختلاف کیا ہو باقی تینون اماموں نے یعنی مالک اور شافعی اور احمد نے امراض خمسہ مذکورہ مین اگر یہہ بیماریان زوج مین ہون اور اگر قاضی مالکی یا شافعی یا حنبلی بسبب ان بیماریون کے نکاح کو رد کر دے تو صحیح ہو گا اوسکا حکم کذا فی فتح القدیر شارح کے اس قول مین چند خلل ہین اول یہہ کہ ظاہر کلام شارح اسکو مقتضی ہو کہ ائمہ ثلثہ کے نزدیک زوج کی بیماریون سے عورت کو تو اختیار فرقت کا ہو حالانکہ حق یہہ ہو کہ اونکے نزدیک جنون اور جذام اور برص مین دونو کو اختیار ہے اور پچہلی دو بیماریون مین فقط زوج کو اختیار ہو دوسرا خلل یہہ کہ اس قول سے لازم آتا ہو کہ رتق اور قرن کی بیماری زوج کو ہوتی ہو حالانکہ یہہ خلاف واقع ہو تیسرا خلل یہہ ہو کہ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ فتح القدیر مین

اس ورثہ کو تلاش کرتی یا شاید کہ بحث ہو کہ بعد کی نظر ہو کا تبون کی بلکہ جواب یہ ہو کہ یہ مسئلہ بحر الرائق کا ہو کذا فی حاشیۃ الہدایۃ ولو تو اصبا الی التلی
وزوجتہ علی النکاح ثانیاً بعد التفریق جاز اور اگر دو زوجین عنین اور اسکی عورت راضی ہوگئی دوسری بار نکاح کرلے پر بعد تفریق کے تو صحیح
ہے یعنی تفریق عنین کی مثل لعان کی تفریق کے نہیں جو حرام ہمیشہ ہو

التسلیم الی الحرۃ لا یمکن بدونہ فیہ ایہا کے کوما

اور یہ مسئلہ جو یہ ہو کہ اپنی زوجہ کی بستگی پیدا جائز ہو اور اگر زوجہ ثانی تو اسمین کیا دیکھتی کرنا درست ہو بنا بر اسکے معلوم ہوتا ہو کہ درست ہو اور یہ مسئلہ
اسواسطے کہ تسلیم نفس کرے عورت پر واجب ہو وہ بدون اسکے ممکن نہیں کذا فی النہر الفائق قلت وافادہ البحنسی انہا لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی
او قادر علی المہر والنفقۃ فبان بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ہو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار فلیحفظ شارح کہتا ہو کہ
بلخی نے بیان کیا ہو کہ اگر عورت نے نکاح کیا مرد سے اس شرط پر کہ زوج حر ہو یا سنی مذہب ہو یا قادر ہو مہر اور نفقہ پر بعد ظاہر ہوا کہ زوج اسکے خلاف
ہے یعنی غلام ہو یا رافضی یا خارجی ہو یا محتاج کہ اسکو مہر اور نفقہ کا مقدور نہیں یا اس شرط پر نکاح کیا کہ زوج فلاں بن فلاں ہو اور نکلا
لقیط یا ولد الزنا نکلا تو عورت کو ان مسائل میں اختیار ہو فرقت کا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے لقیط وہ لڑکا ہو کہ جو کہیں پڑا ہوا ہو اور والدین اسکے نہ معلوم
ہوں ہم مترجم کہتے ہیں کہ ان مسائل میں اختیار فسخ ہوا بسبب فقدان کفارت کے اول میں رقیت کے سبب اور ثانی میں کفاءت دینی نہیں اور ثالث میں کفاءت
مالی نہیں اور رابع میں کفارت نسبی نہیں

باب العدۃ

یہ باب ہے احکام عدت کے بیان میں ہی لغۃ بالکسر الاحصاء و
بالضم الاستعداد للامر لغت میں بکسر اول وتشدید ثانی بمعنی شمار اور گنتی کے ہے اور بضم اول اور تشدید ثانی کسی کام پر مستعد ہونے اور تیار ہو
نے کو کہتے ہیں او المال المعد لحوادث الدہر اور ہتھیار کو بھی کہتے ہیں جو حوادث زمانہ کیواسطے مہیا کر رکھے وشرعاً تربص یلزم المرأۃ او الرجل عند وجود سببہ
اور عدت بالکسر شرع میں اوس توقف اور انتظار کو کہتے ہیں جو عورت کو یا مرد کو لازم آتا ہو نزدیک پائے جانے سبب اسکے اور مرد کے انتظار
سے وہ مواضع مراد ہیں کہ جو مانع ہیں وطی سے اور ہر چند انتظار مرد پر اطلاق عدت کا شرعاً جائز ہو لیکن اصطلاح فقہا میں عدت مخصوص ہو عورت کے
انتظار کو نہ مرد کے کذا فی فتح القدیر ومواضع تربصہ عشرون مذکورۃ فی الخزانۃ وحاصلہا یرجع الی من امتنع نکاحہا علیہ لمانع
لابد من زوالہ کنکاح اختہا واربع سواہا اور مواضع انتظار مرد کے بیس ہیں خزانۃ الفقہ میں مذکور ہیں اور حاصل ان بیس مواضع کا رجوع کرتا ہو اس
قاعدہ کلیہ کیطرف کہ جس عورت کا نکاح یا وطی مرد پر ممتنع ہو بسبب کسی مانع شرعی کے تو لازم ہو انتظار کرنا مرد کو اوس مانع کے زوال تک جیسے نکاح کرنا
سالی سے زوجہ کی زندگی یا عدت میں یا چار عورتوں سے نکاح کرنا سوا اپنی زوجہ کے ہم فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ میں بیس مواضع کو یوں بسط
کیا ہو کہ اپنی زوجہ کی بہن اور اوسکی پھوپھی اور خالہ اور اوسکی بھانجی اور بھتیجی سے نکاح کرنا اور چار زوجہ کے ہوتے پانچویں عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی کا
نکاح بی بی پر اور عورت سے بعد نکاح فاسد کے وطی کر کے پھر اوسکی بہن سے نکاح کرنا یا عورت سے بشبہ نکاح وطی کرکے پھر اوسکی بہن سے نکاح کرنا یا چاروں
عورت سے نکاح فاسد یا شبہہ نکاح وطی کر کے پانچویں سے نکاح کرنا بدون گذرنے عدت کے جائز نہیں اسواسطے کہ نکاح فاسد اور شبہہ نکاح ہونے بعد وطی
کے عدت واجب ہوتی ہو اور عدت والی عورت سے شخص اجنبی کو نکاح کرنا اور مطلقہ ثلثہ سے نکاح کرنا اور خریدی لونڈی سے قبل استبرا کے وطی کرنا
اور حاملہ زانیہ سے نکاح کرکے قبل ولادت بچے وطی کرنا اور اوس حربیہ سے جو دار الحرب میں مسلمان ہو کر دار الاسلام میں حاملہ آئی نکاح کرنا قبل ولادت
کے اور اوس لونڈی سے جو دار الحرب سے گرفتار ہو کر آئی وطی کرنا درست نہیں بدون ایکبار حیض ہو جانے کے یا ایک مہینہ گذرنے کے اگر صغیرہ یا کبیرہ ہو اور
اپنی مکاتبہ سے مالک کو نکاح کرنا بدون آزادی کے یا عاجزی ہونے کے بدل کتابت سے اور عورت بت پرست یا مرتدہ یا مجوسیہ سے بدون مسلمان
ہونے نکاح کرنا ایسی بیس صورتوں میں نکاح یا وطی جائز نہیں بدون گذرنے مدت اور رفع موانع کے کذا فی منح الغفار اور اکیسویں صورت ایک یہ ہے
دفیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہیں واصطلاحاً تربص یلزم المرأۃ او ولی الصغیرۃ عند زوال النکاح فلا عدۃ لزنا او شبہتہ کنکاح

فاسد او من فرقة لغير زوجها وينبغي زيادة او شبهة ليشتمل عدة ام الولد اور اصطلاح فقہا مین عدت عبارت ہی اوس انتظار سے جو عورت کو لازم ہے یا صغیرہ کے ولی کو لازم ہے نزدیک زائل ہونے نکاح کے تو عدت نہین لازم ہے واسطے زنا کی اسواسطے کہ عدت نہین ہوتی مگر زوال نکاح سے یا زوال شبہہ نکاح سے جیسے کہ نکاح فاسد یا جیسے وہ عورت جسکو عورتین شب زفاف مین زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس چوک کر پہنچا دین اور کہین کہ یہہ تیری زوجہ ہی اور وہ مرد وطی کرے تو اوسپر عدت واجب ہی شارح کہتا ہے کہ تعریف عدت مین لائق یہہ ہی کہ مشابہ نکاح کا لفظ بھی زیادہ کیا جاوے تا کہ یہہ تعریف ام ولد کی عدت کو بھی شامل ہو جاوے کہ ام ولد کو مولی آزاد کرے یا اوسکو چھوڑ کر مولی مرجاوے اسواسطے کہ ام ولد کو بھی عدت لازم ہی مانند زوجہ کے بسبب ہم بستری مولی کے کذا في البحر الرائق شبہہ بکسر اول وسکون ثانی اور بفتح اول وثانی بھی صحیح ہی بمعنی مشابہ شارح نے ولی صغیرہ کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ صغیرہ پر بعد موت زوج کے انتظار واجب نہین اسواسطے کہ وہ ہنوز مکلف نہین تو اوسوقت مین صغیرہ کے ولی پر انتظار کرانا لازم ہوگا تعریف عدت پر اعتراض وارد ہوتا ہی کہ یہہ تعریف طلاق رجعی کی عدت کو شامل نہین اسواسطے کہ طلاق رجعی مین نکاح نہین زائل ہوتا اسیواسطے بلا تجدید نکاح عدت مین رجعت کرنا صحیح ہے لہذا اور کتب فقہ سے بدائع اور ابن کمال کی تعریف عدت کی نہایت خوب ہی کہ عدت نام ہی اوس مدت کا جو کہ واسطے انقضا ہو بقیہ آثار نکاح اور فراش کے مقرر ہوئی ہو تو اوسمین سب افراد عدت کی داخل ہو گئی یہانتک کہ بقید فراش عدت ام ولد کی بھی داخل ہو گئی اور صغیرہ کا اعتراض مرتفع ہو گیا اسواسطے کہ اس تعریف مین ذکر لزوم نہین کذا في حاشية الدرر **حکایت عجیبہ** قبل مشہور ہونے امام اعظم کے ایک مقام پر طعام ولیمہ ہوا دو بھائیون کا جنکا نکاح ہوا تھا دو بہنون سے عورتون نے چوک کر اوسکی زوجہ اوسکے پاس کر دی اور اوسکی اوسکے پاس آخرش صبح کو یہہ حال کھلا اور فقہای مشہور سے فتوی دریافت کیا گیا سب علمانے فتوی دیا کہ ہر عورت پر عدت لازم ہی بعد عدت کی ہر عورت اپنے اپنے زوج پاس جاوے اور ہر ایک بھائی پر بسبب وطی بالشبہہ کے مہر مثل دینا واجب ہے امام اعظم نے کہا کہ سب حضرات نے سخت حکم فرمایا میری نزدیک اس سے آسان تر حکم ہو سکتا ہی علمانے فرمایا کہ وہ کیا ہی بیان کرو امام اعظم نے دونو بھائیون کو بلایا اور پوچھا کہ تم دونو کو یہہ پسند ہی کہ ہر ایک کے پاس وہی رات والی عورت بنی رہے دونو نے کہا کہ ہم دل سے اس امر پر راضی ہین امام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دیوے اور اپنی ہم بستر عورت سے نکاح کر لے تو اسمین عدت لازم نہوگی اسواسطے کہ طلاق قبل دخول مین عدت نہین سب علمانے اسکو نہایت پسند کیا اور امام کی ذکاوت کی تعریف کی کہ ہر ایک کی ہم بستر ہر ایک کے پاس بنی رہی اور عدت کی حاجت نہوئی وسببُ وجوبها عقدُ النكاح المتأكدُ بالتسليم وما جرى مجراه من موتٍ وخلوةٍ صحيحةٍ فلا عدةَ بخلوة الرتقاء اور عدت واجب ہونیکا سبب عقد نکاح ہی جو متاکد ہو تسلیم وطی یا قائم مقام وطی کے یعنی جو قائم مقام وطی عبارت ہی موت سے یا خلوت صحیحہ سے تو عدت لازم نہین رتقا کی خلوت سے اسواسطے کہ رتقا کی خلوت صحیح نہین بسبب مانع حسی کے رتقا وہ عورت جو بسبب تنگی شرمگاہ کے لائق جماع کے نہو وشرطها الفرقة اور شرط عدت کی جدائی ہی وركنها حرماتٌ ثابتةٌ لها كحرمة تزوّجٍ وخروجٍ وصحة الطلاق فيها اي في العدة اور عدت کے رکن وہ حرمتین ہین جو بسبب عدت کے ثابت ہین جیسے غیر زوج سے نکاح کی حرمت اور زوج کے گھر سے نکلنے کی حرمت اور طلاق واقع ہونیکی صحت عدت کے اندر شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ رکن کہتے ہین حقیقت شی کو تو مصنف اور شارح کو مناسب تھا کہ انتظار کو رکن عدت کا کہتے اور حرمات مذکورہ تو عدت سے پیدا ہوتے ہین تو حرمات کو حکم عدت کا کہنا مناسب تھا اسواسطے کہ حکم اوسکو کہتے ہین جو شی پر مبتنی ہو اور اسیطرح صحت طلاق اور حرمت اخت زوجہ بھی حکم مین داخل ہے تو بعض کو رکن کہنا اور بعض کو حکم قرار دینا تحکم اور سخن بے دلیل ہے کذا في حاشية المدني اور صاحب درر غرر نے ایسا ہی کیا ہی یعنی جنکو بیان رکن کہا ہی انکو حکم عدت مین مذکور کیا ہی وحكمها حرمة نكاح اختها اور عورتکی بہن سے نکاح حرام ہونا حکم ہی عدت کا وانواعها حيضٌ واشهرٌ ووضعُ حملٍ کا افادہ بقولہ اور اقسام عدت کی حیض اور مہینے اور وضع حمل ہین چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی آئندہ قول مین مذکور کیا وهي في حق حرةٍ ولو كتابيةً تحت مسلمٍ تحيضُ لطلاقٍ ولو رجعيًا او فسخٍ بجميع اسبابه ومنه الفرقة بتقبيل ابن الزوج ثلث اور عدت حرہ کے حق مین اگرچہ حرہ کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے عدت اوس حرہ کی جسکو حیض آتا ہو خواہ عدت بسبب طلاق کے ہو اگرچہ رجعی طلاق ہو یا بسبب فسخ نکاح کے ہو جمیع اسباب فسخ چنانچہ

کتاب النکاح میں اسباب فسخ کی تفصیل مذکور ہوچکی اور منجملہ فسخ وہ جدائی ہے جو عورت کو حاصل ہوتی ہے اپنے زوج کے فرزند کے بوسہ لینے سے کذا فی النہر
منح الغفار میں مصنف نے کہا کہ فسخ کو شامل کیا تاکہ جمیع اسباب فسخ کو شامل ہو جیسے خیار بلوغ اور خیار عتق اور ملک احد الزوجین اور ارتداد واحد الزوجین اور
عدم کفاءت کو بعد الدخول حقیقةً او حکماً اسقطه فی الشرح وبعموم ما فی قوله الاتی ان وطئت بجمع الجمیع بعد دخول کے دخول حقیقی ہو
کہ وطی ہو یا دخول حکمی ہو جیسے خلوت مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں حقیقةً او حکماً کو ساقط کردیا ہے اور یہ تعمیم کیا ہے کہ اوسکا آئندہ قول یعنی ان وطئت سب کو شامل
ہے یعنی عدت فی المدة بالاشہر کو تو بیان حقیقةً او حکماً کا کچھ ضرور نہیں اسواسطے کہ وطی حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے ثلث حیض کوامل
لعدم تجزئ الحیضة حرہ مذکورہ کی عدت پوری تین حیض ہیں بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی بموجب نص قرآنی جب عدت کی تین حیض کامل ہیں
تو اگر عورت کو حیض کے اندر طلاق ہوئی تو لازم تھا کہ اوسکی تکمیل بعض حیض رابع سے کیا دی لیکن چونکہ اصول میں ثابت ہوچکا ہے کہ حیض تجزی اور انقسام کے لائق
نہیں لہذا کامل حیض رابع تک عدت ممتد ہوگی اور حیض اول بسبب نقصان کے کالعدم ہے فالاولی لتعرف براءة الرحم والثانیة لحرمة النکاح و
الثالثة لفضیلة الحریة جب معلوم ہوا کہ عدت تین حیض ہیں تو اب اوسکی مشروعیت کی حکمت دریافت کرنا چاہئے تو پہلا حیض واسطے دریافت ہونے صفائی
رحم کی ہے اسواسطے کہ اگر حمل ہوتا تو حیض نہ آتا اور دوسرا حیض واسطے تعظیم نکاح کے یعنی تاکہ زوجہ زوال نعمت نکاح کا تاسف کرے کہ منفعت اوسکو حاصل
تھی اور کہانے کپڑے کا کچھ اوسکو فکر نہ تھا اور تیسرا حیض واسطے فضیلت آزادی کے اسواسطے کہ لونڈی کی عدت دو حیض ہیں تو واسطے تمیز اور عزت
حرہ کے تیسرا حیض زیادہ ہوا کذا فی البحر الرائق اور یہ بھی احتمال ہو کہ واسطے احتیاط نسب کے تین حیض کو مقرر فرمایا کہ شاید حیض اول استحاضہ ہو یا سلیم
کو استحاضہ مع حمل کبھی ہوتا ہے اور تین بار حیض کا آنا قاطع ہے احتمال کا کذا عدة ام الولد اذا مات مولاها او اعتقها لان لها فراشا کالحرة ما لم تکن
حاملا او آئسة او محرمة علیه اور اسیطرح عدت اوس ام ولد کی بھی تین کامل حیض ہیں جسکا مالک مرگیا یا اوسکو اوسنے آزاد کردیا اسواسطے کہ ام ولد
کو بھی ہم بستری ثابت ہے مانند حرہ کے یعنی عدت ام ولد کی اوس وقت تک ہے جب تک وہ حاملہ اور آئسہ اور مالک پر حرام نہو اور اگر حاملہ ہوگی تو وضع حمل
اوسکی عدت ہے اور اگر آئسہ ہوگی تو تین مہینے اوسکی عدت ہے اور اگر مالک پر حرام ہوگئی ہو کسی سبب سے تو کچھ عدت نہیں اور مالک پر حرام ہونیکی صورت
یہ ہے کہ غیر کے نکاح یا عدت میں ہو یا مولی کے فرزند کی شہوت سے تقبیل کی ہو کذا فی حاشیة المدنی نقلا عن الکافیہ ولو مات مولاها وزوجها ولم یدر
الاول تعتد باربعة اشهر وعشر او بالابعد الاجلین بحر اور اگر مولی ام ولد کا اور زوج اوسکا مرگیا اور معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا تو وہ عدت
چار مہینے دس دن کرے یا کہ جو دو مدتوں میں بعید تر ہے اوسکو عدت ٹھہراوے کذا فی البحر الرائق اگر معلوم ہو کہ مولی پہلے مرگیا تو ام ولد پر عدت نہیں
اور اگر زوج کی موت اول ثابت ہو تو اوسکے دو مہینے پانچ دن عدت ہیں اور اگر مولی زوج کی عدت میں مرگیا تو کچھ عدت نہیں اور اگر مولی بعد عدت
زوج کے مرگیا تو تین حیض کامل اوسکی عدت ہے اور اگر مولی اور زوج کی موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہو تو اوسکی تفصیل بحر الرائق میں یوں ہے
کہ اگر اسقدر معلوم ہو کہ دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ دن کی مدت سے کمتر ہے تو اس صورت میں ام ولد کی عدت چار مہینے اور دس دن کی ہے
بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور اگر معلوم ہو کہ دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ دن کی مدت یا زیادہ گذر گئی ہے تو اوسکی عدت چار مہینے اور دس
دن میں باعتبار استکمال تین حیض کے اور اگر دونوں کی موت کے درمیان کی مدت معلوم نہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ کون پہلے مرگیا تو امام کے نزدیک چار
مہینے دس دن کی عدت ہے بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور صاحبین کے نزدیک ابعد الاجلین عدت ہے یعنی چار مہینے اور دس دن باستکمال
حیض اور ابعد الاجلین کی تفسیر اور توضیح بعد تین ورق کے آویگی کذا فی حاشیة المدنی ولا ترث من زوجها لعدم تحقق حریتها یوم موته
اور ام ولد وارث نہوگی اپنے زوج کی صورت مذکورہ میں بسبب نہ ثابت ہونے آزادی ام ولد کے اپنے زوج کی موت کے دن ولا عدة علی امة او ام ولد کان
یطأها لعدم فراشها بحر اور عدت نہیں لونڈی پر اور مدبرہ پر جس سے مولی وطی کرتا تھا بسبب نہ ثابت ہونے فراش کے کذا فی الجوہرہ ولہذا لونڈی اور
مدبرہ سے ولد کا نسب مولی سے ثابت نہوگا بدون اقرار مولی کے بخلاف ام ولد کے کہ اوسکا فراش مثل حرہ کے ثابت ہے یہانتک کہ اوسکی ولد کا نسب مولی سے

سے ثابت ہو ہو دن اترا کے بھی ذکر کذا اسو طئ بشبہۃ کمن زفت لغیر بعلھا او بنکاح فاسد کموت فی الموت والفرقۃ یتعلق بالصورتین معًا اور
اسکی تین حیض کامل کی عدت ہو اوس عورت کی جسکی وطی بشبہہ ہو گئی چنانچہ عورت شب زفاف مین اپنے زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس بھیجائی گئی یا اندھیری
رات مین مرد نے اپنی زوجہ جان کے کسی اجنبی عورت سے وطی کی یا وطی بنکاح فاسد ہوئی چنانچہ نکاح موقت اور متعہ ہو اور نکاح بلا شہود ہو سو عدت مذکور لازم ہے
مرد کی موت مین بھی اور جدائی مین بھی شارح کہتا ہو موت اور جدائی دو نو صورت سے متعلق ہے یعنی وطی بشبہہ سے موت اور جدائی مین تین حیض کی عدت ہے
اور وطی بنکاح فاسد سے بھی موت اور فرقت مین تین ہی حیض کی عدت ہو ان صورتون مین مرد کی موت سے عدت وفات اسواسطے نہین ہے کہ عدت وفات
واسطے اظہار غمناکی کے ہی زوج کے فوت ہو جسکا مرتے دم تک ساتھ رہا بخلاف ان صورتون کے کہ انمین اصل زوجیت ثابت نہین کذا فی حاشیۃ الرملی
والعدۃ فی حق من لم تحض حرۃ او ام ولد لصغر بان لم تبلغ تسعا او کبر بان بلغت سن الایاس اور عدت اوس عورت کے حق مین جسکو حیض
نہین آیا بی بی ہو یا ام ولد بسبب کم عمری کے کہ ہنوز وہ نو برس کو نہین پہونچی یا بسبب زیادتی عمر کے کہ نا امیدی کی عمر کو پہونچ گئی یعنی پچاس یا پچپن
برس کی ہوئی او بلغت بالسن وخرج بقولہ ولم تحض الشابۃ الممتدۃ الطہر بان حاضت ثم امتد طہرھا فتعتد بالحیض الی ان تبلغ
حد الایاس جوھرۃ وغیرھا یا بالغ ہو گئی عورت بسبب عمر کے یعنی پندرہ برس کی ہوئی اور ہنوز اوسکو حیض نہین آیا اور حیض نہ آنیکی قید سے اس
مسئلہ سے خارج ہو گئی جوان عورت لنبے طہر والی جسکو حیض ایکبار آیا پھر اوسکا طہر ممتد اور دراز ہو گیا تو اوسکی عدت باعتبار تین مہینے کے نہین بلکہ اوسکی
عدت باعتبار حیض کے ہوگی یہانتک کہ نا امیدی کی حد کو پہونچی یعنی پچاس یا پچپن برس اگر حیض نہ آویگا تو اوسکی طلاق یا فسخ کی عدت آخر نہو گی اور
جب پچاس یا پچپن برس کی ہو گی تب تین مہینے کی اوسکی عدت ہو گی کذا فی الجوہرۃ وغیرھا وما فی شرح الوہبانیۃ من انقضائھا بتسعۃ اشہر
غریب مخالف لجمیع الروایات فلا یفتی بہ اور جو درمختار کی شرح وہبانیہ مین ہو کہ لنبے طہر والی کی عدت نو مہینے مین منقضی ہو جاتی ہو سو نادر روایت ہو مخالف
ہے جمیع روایات معتبرہ کے سو کوئی مفتی حنفی مذہب اوسکا فتوی نہ دے فقیر مترجم کہتا ہے کوئی ظاہر عبارت شارح سے نسمجھے کہ اوسکی عدت نو مہینے کی ہو بلکہ مطلب یہ
ہے کہ جب جوان عورت کو چھہ مہینے تک حیض نہ آوے تو بعد وہ تین مہینے کی عدت کرے تو اسطرح چھہ اور تین ملا کر نو مہینے ہوئے شرنبلالی نے شرح وہبانیہ
مین کہا کہ اگر جوان عورت کو چھہ مہینے تک حیض نہ آیا اور بعد اسکے اوس نے تین مہینے کی عدت کی اور قاضی نے اسپر حکم دیا تو جائز ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ
ہے اور یہہ یاد رکھنے کے لائق ہو اسواسطے کہ کثیر الوقوع ہو اور بعضون نے کہا اس روایت پر فتوی ہے اور یہی مذہب ہو امام مالک کا انتہی اور شرح زاہدی
مین کہا کہ بعضے ہمارے اصحاب اور استاد امام مالک کے قول پر فتوی دیتے ہین اس مسئلہ مین بنا بر ضرورت اور مجبوری کے اور جامع الفصولین اور شرح
منظومہ مین بھی انقضای عدت نو مہینے مین مذکور ہے لیکن بحر الرائق مین یون ہو کہ روایت نو مہینے کی روایت مشہورہ کے مخالف ہو تو لائق فتوی کے
نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس روایت پر فتوی دینے کی کچھ ضرورت نہین بلکہ قاضی مالکی کیطرف مرافعہ کرنا کفایت کرتا ہو کہ وہ بموجب اپنے مذہب کے
فیصل کردیگا طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق کا قول غیر مسلم ہے اسواسطے کہ بقول حموی اکثر ملکون مین حنفی مذہب ہین مثلا بخارا اور سمرقند اور ہندوستان مین اور
وہان قاضی مالکی نہین ہین کہ پاس مرافعہ کرے اور فتوی دینا بقول مالک نہ عین تقلید ہے اور اسکی جواز مین کچھ نزاع اور گفتگو نہین لیکن بشرطیکہ عدم تلفیق ہو
کیف وفی نکاح الخلاصۃ لو قیل لحنفی ما مذھب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا نعم لو قضی مالکی بذلک نفذ
کما فی البحر والنہر اور کیونکر فتوی دیا جاویگا امام مالک کے قول پر اور حالانکہ خلاصہ کی کتاب النکاح مین یون مذکور ہو کہ اگر حنفی مذہب والے سے کوئی مسئلہ پوچھے
کہ امام شافعی کا مذہب ایسے امر مین کیا ہو تو حنفی مذہب پر واجب ہو کہ یون کہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس امر مین یون کہا ہو ہان اگر قاضی مالکی مذہب نے نو مہینے
کی عدت کا حکم کر دیا تو اوسکا حکم نافذ ہوگا یعنی حنفی مذہب اوسکو توڑ نہین سکتا اسواسطے کہ امر مجتہد فیہ بسبب حکم قاضی کے متفق علیہ ہو جاتا ہے کذا فی البحر الرائق
والنہر الفائق حنفی مذہب باوجود سوال مذہب شافعی کے موجب امام اعظم کے مذہب کے جواب اسواسطے دے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ اپنے امام کے قول کو صواب سمجھنا
اور حنفی کے اعتقاد مین غیر کا قول خطا محتمل الصواب ہو لیکن محل اس اعتقاد کا مجتہد ہے نہ مقلد یعنی مجتہد اپنے قول کو صواب محتمل الخطا جانتا ہے

خفى كمثل الصواب اعتقاد كرتا ہو اور مقلد ہر غير مذہب كو خطا اعتقاد كرتا واجب نہين بلكہ فقہانے تصريح كردى ہو كہ تقليد مفضول كى جائز ہو باوجود فاضل كے حالانكہ
مفضول كى خطا زيادہ تر ہو فاضل سے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اپنے بعض رسائل مين اسكو بيان كيا ہو اور سيد احمد حموى نے كہا ہو كہ صاحب نہر الفائق
نے جو خود مسئلہ كے قول سے اپنى بحث كى تقويت كى ہے وہ مسلم نہين كذا فى حاشية الدر وقد نظمه شيخنا الخير الرملى فقال سئلت عن ممتدة طهر تعتد
اشهرا، وما علمت بوجه ما له يقتدى، ومن بعد لا وجه للنقض هكذا، يقال بلا نقل عليه منظرا، شارح كہتا ہو اور البتہ نظم كيا ہو اسكو
ہمارے استاد خير الدين رملى نے سو يون فرمايا ہو كہ دريافت كيا مين نے اوس عورت كے جسكا طہر ممتد ہو تو مہينون سے پورى عدت ہو اگر مالكى قاضى اسكا حكم كرے ثابت
كرتا ہو اور بعد حكم قاضى مالكى كے كوئى وجہ نہين اس حكم كے توڑنے كى يعنى قاضى حنفى اس حكم كو نہين اوٹھا سكتا ايسا ہى قول كہنا چاہيئے بلا نقل جسپر كوئى
اعتراض وارد نہين ہوتا ہو وفائدة واصل مين وفاء بعهدة ہے ليكن بضرورت نظم ہمزه كو محذوف كرديا اور بعضے نسخون مين بقدر بجاے بمقرر كے ہو گوطا ہر
نے كہا كہ جو اعتراض اس قول پر وارد ہوتا ہو سو مذكور ہو چكا يعنى اكثر ملكون مين مالكى قاضى ميسر نہين تو وہان نہايت مشقت اور تنگى ہوگى واما ممتدة
الحيض فالمفتى به كما فى حيض النهر تقدير طهرها بشهرين فستة اشهر للاطهار وثلاث حيض بشهر احتياطا اور جب عورت كا حيض را
ہو جاوے يعنى ہميشہ خون جارى رہے اور وہ اپنے حيض كى عادت بھول جاوے تو قول مفتى بہ فتح القدير كے باب الحيض مين مذكور ہے يہہ ہو كہ اوسكے طہر
اندازہ دو مہينے مين تو اس حساب سے كل عدت اوسكى سات مہينے ہين چھ مہينے تين طہر كے اور ايك مہينہ تين حيض كا بنابر احتياط كے ہم اور يہہ قول حكم
ہے اور غير مفتى بہ مرغينانى كا قول ہے كہ اوسكے نزديك اس عورت كى عدت تين مہينے ہين اور اگر عورت كا خون ہميشہ جارى ہوا اور اوسكو اپنى حيض
كى عادت ياد ہو تو بموجب اپنى عادت كے حساب كرلے كذا فى البحر الرائق اور اگر شارح بجاے ممتدة الحيض كے مستحاضہ كا لفظ كہتا تو خوب تھا اسواسطے كہ
حيض دس دن سے زيادہ نہين ہوتا كذا فى حاشية الدر في ثلثة اشهر بالاهلة لو فى الغرة والا فبالايام بحر وغيره يعنى صغيره اور آئسہ اور بالغہ جو
حائضہ نہ ہو كے حق مين تين مہينے كى عدت ہو اگر طلاق پہلى تاريخ واقع ہوئى تو حساب ہر مہينہ كا ہلال سے ہوگا اور اگر درميان مہينے كے طلاق واقع ہوئى
تو حساب ہر مہينہ كا دنون سے ہوگا يعنے ہر مہينہ تيس دن كا كذا فى البحر الرائق وغيره ان وطئت فى الكل ولو حكما كالخلوة ولو فاسدة كما مر
واجب ہوگى اگر عورت سے وطى ہوئى ہو جميع مسائل مذكور مين اگرچہ وطى حقيقى نہين بلكہ حكمى وطى ہو چنانچہ خلوت اگرچہ خلوت فاسدہ ہو چنانچہ اسكا بيان باب
مين ہو چكا شارح نے خلوت كو مطلق كہا يعنى خلوت صحيحہ اور فاسدہ دونو سے عدت لازم ہوتى ہو اور يہى قول صحيح ہے اور ابتداى باب العدت مين فقط خا
صحيحہ كو سبب عدت كا كہا موافق قدورى كے قول كے جو غير صحيح ہو كذا فى حاشية الدر ولو رضيعا تجب العدة لا المهر قهستانى اور اگر زوج شيرخوار ہو اور
خلوت كے فراق ہو تو عدت بالاتفاق واجب ہوگى اور امام محمد كے نزديك مہر نہ واجب ہوگا كذا فى القنية صورت فراق شيرخوار كى يہہ ہو كہ شيرخوار كے باپ
اوسكا نكاح فاسد كرديا اور بعد خلوت كے بحكم قاضى تفريق ہوئى كذا فى حاشية الطحطاوى والمدنى والعدة للموت اربعة اشهر بالاهلة لو فى الغرة
وعشر من الايام بشرط بقاء النكاح صحيحا الى الموت اور عدت زوج كى موت كى چار مہينے ہين بحساب ہلال كے اگر موت پہلى تاريخ ہوئى ہو چنانچہ
انكا ہو چكا اور دس دن يعنى چار مہينے دس دن عدت موت ہو بشرطيكہ باقى رہے نكاح كے صحيح موت تك اسواسطے كہ نكاح فاسد مين مرد كى موت سے عدت وفات
نہين اور اگر مكاتب نے اپنى زوجہ كو خريد كيا پھر بدل كتابت ادا كرنے كے مر گيا تو اوسكى زوجہ پر عدت وفات نہين اسواسطے كہ موت كے وقت نكاح باقى نہين بسبب اسكے
يعنے مكاتب كے ادا ہو بدل كتابت سے پھر جب وہ قبل موت كے آزاد ہوا تو اپنى زوجہ كا مالك ہوا اور حالانكہ ملك احد الزوجين سے نكاح باقى نہين رہتا مطلقا
وطئت اولا ولو صغيرة او كتابية تحت مسلم ولو عبدا فلم يخرج عنها الا الحامل عدت وفات مطلقا واجب ہو عورت كى وطى ہوئى ہو يا نہوئى
زوجہ صغيرہ ہو يا كتابيہ ہو نيچے مسلمان كے اگرچہ مسلم غلام ہو تو زوج كى موت مين كسى زوجہ كى عدت چار مہينے اور دس دن سے خالى نہين سواے حاملہ كے
اوسكى عدت وضع حمل ہے قلت وحكم كلامه ممتدة الطهر كما مر صرح وهى واقعة الفتوى ولم ارها فلان فراجعه شارح كہتا ہو كہ كلام مصنف كا
عدت وفات مين ممتدة الطهر كو بھى شامل ہو ممتدة الطهر كى مثال جيسے وہ دودھ پلانيوالى عورت كہ اوسكو اكثر حيض نہين آتا مدت تك اور اس مسئلہ كا فتوى طا

اور مین نے اسکو کسی کتاب فقہ مین مصرح نہین دیکھا سو آئندہ دیکھنے والے در المختار اب اس مسئلہ کو تلاش کیجو کتب فقہ مین ہم لوگون نے کہا جب فقہا نے تصریح کر دی
کہ عدت وفات سے کوئی خارج نہین سوا ے حاملہ کے تو اوس قاعدہ کلیہ مین مجتہدہ طرح بھی داخل ہے تو اب مراجعت اور تلاش کتب کی کیا حاجت ہے وفي حق
أمة تحيض لطلاق او فسخ حيضتان لعدم التجزي اور جس لونڈی کو حیض آتا ہو تو واسطے طلاق یا فسخ نکاح کے اوسکے حق مین دو حیض کی عدت ہے
بواسطے عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی قاعدہ شرع کا یہہ ہو کہ عدت لونڈی کی حرہ کی عدت سے آدھی ہوتی ہے یعنی ڈیڑھ حیض لیکن چونکہ حیض مین نصف
اور ثلث متصور نہین لہذا نصف کو پورا کر دیا وفي أمة لم تحض لطلاق او فسخ او مات عنها زوجها نصف ما للحرة لقبول التنصيف اور اوس
لونڈی کے حق مین جسکو حیض نہین آتا بسبب خوردی یا بزرگی کے یا بعد بلوغ کے بھی واسطے طلاق یا فسخ کے یا اوسکا زوج اسکو زندہ چھوڑ کر مرگیا حرہ کی آدھی
عدت ہو بسبب لیاقت تنصیف کے یعنے حرہ کی عدت ایسی صورتون مین آدھی ہوسکتی تھی لہذا لونڈی کی عدت یہان آدھی مقرر ہوئی تو صغیرہ اور
آئسہ اور بالغہ لاحیض کی عدت طلاق یا فسخ مین ڈیڑھ مہینہ ہوا اور عدت وفات دو مہینے پانچ دن ہے وفي حق الحامل مطلقا ولو أمة او كتابية
او من زنا بان تزوج حبلى من زنا فدخل بها ثم مات او طلقها تعتد بالوضع جواهر الفتاوى وضع جميع حملها لان الحمل اسم لجميع
ما في البطن اور حاملہ کے حق مین مطلقاً اگرچہ حاملہ لونڈی ہو یا کتابیہ ہو یا حاملہ زنا سے ہو اسطرح پر کہ مثلاً زید نے نکاح کیا اوس عورت سے جسکو زنا کا حمل
تہا پہر وطی کی اوس سے اگرچہ وطی تا وضع حمل حرام تہی پہر زید مرگیا یا اوسکو طلاق دی تو اوسکی بھی عدت بوضع حمل ہوگی کذا فی جواہر الفتاوے ہے
وضع جمیع حمل عدت ہے حاملہ کی اسواسطے کہ حمل نام ہے جمیع ما فی البطن کا تو اگر مثلاً آج ایک لڑکا جنی اور بعد مہینے کے دوسرا لڑکا جنی تو اوسکی عدت
پہلے لڑکے سے منقضی ہوگی نہ اول ولد سے وفي البحر خروج أكثر الولد كالكل في كل الاحكام الا في حلها للازواج احتياطا اور بحر الرائق مین ہے
کہ نکلنا اکثر بدن ولد کا مانند نکلنے کل بدن کے ہے سب احکام مین مگر عورت کی حلال ہونے مین واسطے ازواج کے اکثر بجای کل نہین بنا بر احتیاط کے یعنی
اگر حاملہ کے پیٹ سے اکثر بدن ولد کا نکل آیا اور اقل اندر رہا تو عدت تمام ہوئی زوج اول پر حرام ہوگئی لیکن زوج ثانی کو ہنوز حلال نہین بنا بر اس احتیاط
کے کہ جمیع حمل کا وضع نہین ہوا ولا عبرة بخروج الرأس ولو مع الاقل فلا قصاص بقطعه اور کچھ اعتبار نہین سر نکلنے کا اگرچہ قدرے بدن کے
ساتہہ سر نکلا ہو تو اوسقدر نکلنے سے عدت آخر نہوگی اور قصاص بھی نہوگا اوسکے قطع کرنے مین بلکہ پورا خون بہا بھی واجب نہوگا بلکہ بموافق حصہ
خون بہا کا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر حمل گر گیا تو اگر کچہہ اعضا جدا جدا معلوم ہوتے ہون تو عدت آخر ہوئی اور اگر خون بستہ یا گوشت کا
لوتہڑا گرا تو عدت منقضی نہین ہوئی کذا فی العالمگیریہ نقلا عن البدائع ولا يثبت نسبه من المبانة لو لاقل من سنتين ثم باقيه لاكثر
اور ثابت نہین ہوتا نسب ولد کا سر نکلنے سے عورت بائنہ کے پیٹ سے اگر کمتر دو برس سے سر نکلا پہر اوسکا باقی بدن بعد دو برس کے نکلا ولو كان
زوجها الميت صغيرا غير مراهق وولدت لاقل من نصف حول من موته في الاصح لعموم آية واولات الاحمال عدت حاملہ کی وضع
حمل ہے اگرچہ زوج اوسکا جو مرگیا ہے صغیر ہو نہ قریب البلوغ اور جننی ہو صغیر کی زوجہ کمتر چھ مہینے سے ابتدای موت زوج سے بنا بر قول اصح کے جبکہ
صغیر سے حمل متصور نہین لیکن انقضای عدت بدون وضع حمل کے نہین بسبب عموم آیت قرآنی کے حق تعالے نے فرمایا کہ حمل والیونکی عدت وضع حمل
ہے اسمین خصوصیت بالغ کی نہین فرمائی تو صغیر اور کبیر کی موت یکسان ہوگئی اور یہہ قول امام اور محمد کا ہے بخلاف ابی یوسف کہ اونکی نزدیک موت
کی عدت لازم ہے حمل کی وفيمن حبلت بعد موت الصبي بان ولدت لنصف حول فاكثر عدة الموت اجماعا لعدم الحمل حين الموت
اور اوس عورت کی حق مین جو حاملہ ہوگئی بعد موت صغیر کے اسطرح کہ جنی چھ مہینے یا زیادہ مین موت کے بعد سے تو اوسکو موت کی عدت لازم ہے
بالاجماع بسبب نہ ثابت ہونے حمل کے صغیر کی موت کے وقت بلکہ بعد موت صغیر کے حمل حادث ہوا بخلاف پہلی صورت کے ولا نسب في حالتيه اذ لا
ماء للصبي اور نسب ولد کا صغیر سے ثابت نہین دونو صورتون مین اسواسطے کہ صغیر مین منی نہین پہر جب منی نہین تو ولد کہان نعم ينبغي ثبوته
من المراهق احتياطا فتح ان لائق ہے ثبوت نسب ولد کا زوج قریب البلوغ سے بنا بر احتیاط کے کذا فی فتح القدیر قریب البلوغ وہ ہے جسکے

ہو گئے اور مناسب ہو کہ ہو گا ولو مات صغیر فی بطنہا یعنی تقاوضعہا الی ان تنزل او تبلغ حد الایاس یعنی اور اگر لڑکا حاملہ کے پیٹ میں مرگیا تو اوسکی
عدت یہ ہے کہ حیض آنے تک ٹھہری رہے یا کہ عورت نا امیدی کی حد کو پہونچے کذا فی النہر الفائق اور یہ مسئلہ امام اور صاحبین سے منقول نہیں ہیہ تجویز ہو صاحب
نہر کی ہے ہیہ تو یہی ہے کہ جب عورت نا امیدی کی عمر کو پہنچی تو تین مہینے کی عدت ہوگی لیکن یہ مخالف ہو عموم آیت قرآنی کے کہ حمل والیونکی عدت وضع
حمل ہے اور شاید صاحب نہر الفائق نے حد ایاس سے دو برس پوری کا ارادہ کیا ہو نہ سن ایاس کا اور ظاہر کہ فقہا کا یہ قول کہ لڑکا دو برس سے زیادہ
پیٹ میں نہیں ٹھہرا زندہ اور مردہ دونو کو شامل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی حق امرأۃ الفار من الطلاق البائن ان بانت وھی فی العدۃ
ابعد الاجلین من عدۃ الوفاۃ وعدۃ الطلاق احتیاطا بان تتربص باربعۃ اشہر وعشر من وقت الموت فان لم تر فیہا حیضا تعتد بعدہا بثلث حیض من وقت
الطلاق تمتی وفیہ قصور لانہا لو لو ترفیہا حیضا تعتد بعدہا بثلث حیض حتی لو امتد طہرہا تبقی عدتہا حتی تبلغ الایاس فتح
اور وہ عورت فار کے حق میں طلاق بائن کی عدت اگر مرد مرگیا ہو عورت کی عدت میں تو ابعد الاجلین ہے یعنی عدت وفات اور عدت طلاق میں جو بعید تر ہے
وہ عدت کرنا لازم ہے بنا بر احتیاط کے اس طرح پر کہ چار مہینے اور دس دن انتظار کرے موت کے وقت سے اور اسی چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر جاویں
اور سلطنت یہ ہے کہ اور کہا اشمنی اور اس بیان میں قصور ہے یعنی ابعد الاجلین کی تفسیر جو شمنی نے کی پوری نہیں کہ سب صورتون کو شامل نہیں
اسواسطے کہ اگر عورت نے چار مہینے دس دن میں حیض نہ دیکھا تو وہ بعد چار مہینے دس دن کے تین حیض کی عدت کرے حتی کہ دنو مہینو بڑھتا گیا کہ اگر عورت کا
طہر دراز ہو جاوے حیض نہ آوے تو اوسکی عدت باقی رہیگی نا امیدی کی عمر تک کذا فی فتح القدیر اور بعد بچپن سال برس کے تین مہینے کی عدت ہوگی
اور تفسیر ابعد الاجلین کی آسان طریق پر موافق فتاوی قاضیخان کے یون ہو کہ اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر جاوین تو عدت منقضی
ہوگئی اور اگر چار مہینے دس دن ہو چکین اور تین حیض نہو چکین تو جبتک تین بار حیض نہوگا عدت تمام نہوگی اور اگر تین حیض قبل چار مہینے دس دن کے
ہو چکین تو بعد ان تمام ہونے چار مہینے دس دن کے عدت منقضی نہوگی **فائدہ** عدت ابعد الاجلین چار صورتون میں ہوتی ہے ایک فار کی عورت جسکا
بیان ابھی ہوا دوسری صورت یہ کہ زوج کی دو عورتین ہیں اور اوسنے ایک کو معین کرکے طلاق دی بشرطیکہ دونو سے وطی کرچکا ہو اور دونو حیض والی
ہون پھر زوج مرگیا اور یاد نرہا کہ دونون سے مطلقہ کون ہے تو ہر عورت پر واجب ہو ابعد الاجلین تیسری صورت یہ کہ دو عورتون سے ایک کو بلا تعیین
تین بار طلاق دی اپنی صحت میں پھر مرگیا بدون بیان کرنے تعیین کے تو ہر عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے چوتھی صورت یہ کہ دو عورتون سے
ایک کو طلاق دی بلا تعیین صحت میں پھر اپنے مرض الموت میں بیان کردیا کہ فلانی کو طلاق دی تھی اور قبل انقضاء عدت طلاق مرگیا تو مطلقہ پر
ابعد الاجلین کی عدت واجب ہوگی کذا فی فتاوی قاضیخان اور پانچوین صورت ابعد الاجلین کی وہ ہے جسکو شارح اسی باب میں ذکر کرچکا یعنی جسکو
ام ولد کا مولی اور زوج دونو مرجاوین اور معلوم نہو کہ کون پہلے مرگیا وقید بالبائن لان المطلقۃ الرجعی مالموت لیہا عدۃ امرأۃ الفار کی زوجہ کی
ابعد الاجلین ہے فی متن مصنف نے طلاق بائن کی قید لگادی اسواسطے کہ اوسکی مطلقہ رجعی کی عدت وہ ہے جو موت کی عدت ہے بالاتفاق یعنی چار مہینے
دس دن کی عدت ہو خواہ اوسمین تین حیض آوین یا نہ آوین والعدۃ فمن اعتقت فی عدۃ رجعی لا عدۃ البائن ولا الموت ان تکمل کعدۃ حرۃ
اور عدت اوس لونڈی کے حق میں جو آزاد ہوگئی طلاق رجعی کی عدت میں نہ طلاق بائن کی عدت میں اور نہ موت کی عدت میں یہ ہے کہ پوری کرے
عدت کو مانند حرہ کے عدت کی یعنی لونڈی کے زوج نے اوسکو طلاق رجعی دی تو اوسکی عدت تھی دو حیض یا ڈیڑھ مہینا لیکن ہنوز اوسکی عدت منقضی
نہوئی تھی کہ اوسکے مولی نے اوسکو آزاد کردیا تو اب اوسپر حرہ کی عدت پوری لازم ہوگئی یعنی تین حیض کی عدت اور اگر صغیرہ یا آئسہ ہو تو تین مہینے
کی عدت ولو اعتقت فی احدہما ای البائن او الموت فکعدۃ امۃ لبقاء النکاح فی الرجعی دون الاخیرین اور اگر لونڈی آزاد ہوئی طلاق
بائن یا زوج کی موت میں تو اوسکی عدت مانند لونڈی کی عدت کے ہے بسبب باقی رہنے نکاح کے طلاق رجعی میں نہ بائن اور موت میں یعنی چونکہ رجعی میں نکاح
قائم رہتا ہے اسلئے رجعی کی عدت مانند حرہ کے ہے بخلاف بائن اور موت کے وقد تنتقل العدۃ ستا کامۃ صغیرۃ منکوحۃ طلقت رجعیا فتعتد بشہر

[illegible]

ونصف فحاضت تصير حيضتين فاعتقت تصير ثلثا فامتد طهرها للاياس تصير بالاشهر فعادت دمها تصير بالحيض فمات زوجها
تصير اربعة اشهر وعشرا اور کہو بدلتی ہے عدت چھ طرح پر چنانچہ لونڈی صغیرہ منکوحہ کو طلاق رجعی ہوئی تو اوسکی عدت ہو ڈیڑھ مہینہ پھر اوسکو
قبل گذرنے ڈیڑھ مہینے کے حیض آیا تو اب دو حیض کی عدت ہو گئی پھر قبل انقضاء عدت کے وہ آزاد ہو گئی تو اوسکی عدت تین حیض کی ہو گئی پھر قبل
تین حیض کے طہر اوسکا دراز ہو گیا یعنی پچاس برس کی عمر تک حیض نہ آیا تو اب اوسکی عدت تین مہینے کی ہو گئی پھر قبل گذرنے تین مہینے کے حیض جاری ہوا
تو تین حیض کی عدت ہو گئی پھر قبل انقضاء تین حیض کے زوج اوسکا مر گیا تو اب چار مہینے دس دن کی عدت ہو گی تو چھ بار یا پانچ بار انتقال ہوا اور شارح چھ بار
کے انتقال کا قائل ہے تو شاید کہ اوسنے پہلی صورت کو بھی انتقال قرار دیا ہے واللہ اعلم آئسة اعتدت بالاشهر ثم عاد دمها على جاري
عادتها او حبلت من زوج آخر بطلت عدتها وفسد نكاحها واستانفت بالحيض لان شرط الخلفية تحقق الاياس عن الاصل
وذلك بالعجز الدائم الى الموت وهو ظاهر الرواية كما في الغاية واختاره في الهداية فتعين المصير اليه قاله في البحر بعد حكاية
ستة اقوال مصححة واقره المصنف آئسہ نے مہینوں کی عدت کی پھر عود کیا اوسکے حیض نے بکثرت جاری ہو کر موافق عادت قدیمی کے یا کہ اوسکو
حیض نہ آیا لیکن بعد تین مہینے کے عدت کی اوسنے نکاح کیا اور دوسرے زوج سے وہ حاملہ ہو گئی تو اس حیض کے آنے یا حاملہ ہونے سے مہینوں کی عدت باطل
ہو گئی اور نکاح ثانی فاسد ہو گیا اسواسطے کہ عین عدت میں ہوا تو اب وہ عورت سر نو سے عدت کو بحساب حیض شروع کرے اسواسطے کہ عدت بالاشهر خلیفہ
تھی عدت بالحیض کی اور شرط خلیفہ ہونیکی یہہ ہو کہ اصل سے ناامیدی متحقق ہو اور تحقق ناامیدی بسبب ناامیدی دائمی کے ہوتا ہو موت تک اور ہر
صورت میں بسبب حیض آنے یا حاملہ ہونیکی ناامیدی نہ رہی اسواسطے کہ آئسہ وہ ہے جسکو حیض ہو نہ حمل اور یہی بطلان اور استیناف عدت ظاہر الروایۃ
ہے کذا فی الغایہ اور اسیکو پسند کیا ہو ہدایہ میں تو اسی روایت پر رجوع اعتماد مقرر ہو گیا ایسا کچھ کہا ہو بحر الرائق میں بعد نقل کرنے چھ قول کے جنکی
تصحیح ہو چکی ہے اس مسئلہ میں اور اسی ظاہر الروایۃ کو ثابت رکھا ہو مصنف نے متن اور شرح میں ہم آئسہ کے حیض جاری ہونے کی مراد میں چند قول ہیں
لیکن ترجمہ میں کثرت سیلان ہی کو مذکور کیا اسواسطے کہ بحر الرائق میں مذکور ہے کہ معراج الدرایہ میں اسی قول پر فتویٰ ہے لکن اختار البهنسي
ما اختاره الشهيد انها ان رأته قبل تمام الاشهر استانفت لا بعدها قلت وهو ما اختاره صدر الشريعة ومنلا خسرو والباقاني واقره
المصنف في باب الحيض وعليه فالنكاح جائز وتعتد في المستقبل بالحيض كما صحح في الخلاصة وغيرها وفي الجوهرة والمجتبى انه الصحيح المختار
وعليه الفتوى وفي تصحيح القدوري وهذا التصحيح اولى من تصحيح الهداية وفي النهر انه اعدل الاقوال وتمامه فيما علقته على الملتقى
لیکن اختیار کیا ہو بہنسی نے جسکو شہید نے اختیار کیا ہو وہ یہہ ہو کہ اگر آئسہ نے قبل تمام ہونے تین مہینے کے حیض کو دیکھا تو عدت مہینوں کی باطل ہو گئی سر نو
سے حیض کی عدت شروع کرے اور بعد تمام ہونے تین مہینے کے حیض دیکھا تو عدت پوری ہو گئی اب استیناف عدت کا نکرے شارح کہتا ہو اسیکو صدر الشریعۃ
نے شرح وقایہ میں اور ملا خسرو اور باقانی نے پسند کیا ہو اور اسی قول کو مصنف نے باب الحیض میں ثابت رکھا ہو اور بموجب اس قول مختار کے بعد
تین مہینے کے نکاح زوج ثانی کا جائز ہو نہ فاسد اور زمان مستقبل میں اگر زوج ثانی طلاق دے تو عورت بحساب حیض عدت کرے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہو
خلاصہ وغیرہا میں اور جوہرہ اور مجتبیٰ میں کہا ہو کہ یہی قول صحیح اور مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہو اور تصحیح قدوری میں یوں ہو کہ تصحیح اس قول کی
بہتر ہے تصحیح ہدایہ سے اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ یہی قول سب روایات میں معتدل تر ہی اور پوری تقریر اسکی شارح کی اوس شرح میں ہو جو ملتقى الابحر
پر لکھی ہے والصغيرة لو حاضت بعد تمام الاشهر لا تستانف الا اذا حاضت في اثنائها فتستانف بالحيض كما تستانف العدة
بالشهور من حاضت حيضة او ثنتين ثم ايست تحرزا عن الجمع بين الاصل والبدل اور صغیرہ کو اگر حیض آوے بعد تمام ہونے تین
مہینے کے تو استیناف عدت کا حیض سے نکرے مگر جبکہ اوسکو درمیان عدت کے حیض آوے یعنی تین مہینے کے اندر آوے تو حیض سے عدت شروع
کرے چنانچہ استیناف عدت کا مہینوں سے وہ عورت کرتی ہو جسکو ایکبار یا دوبار حیض آیا پھر وہ آئسہ ہو گئی یعنی پچپن برس کو پہنچ گئی اسواسطے کہ اگر اول

تین پہلی عدت جیسے کہ دوسری عدت کا حکم اسواسطے ہوا کہ جمع ہو جاتے اصل اور بدل برابر ہے اسواسطے کہ بدل درصورت تعذر اصل ہوتا ہے تو گویا عدت
اصل ہوا اور بدل کیجہ جائز نہیں ولا ایاس ستّه للرومية وغيرها خمس وخمسون عند الجمهور وعليه الفتوى وقيل الفتوى على خمسين
نص اور ایاس یعنی ناامیدی کی عمر تو اوس عورت روم کی رہنے والی ہو خواہ اور کسی ملک کی پچپن برس ہو نزدیک اکثر فقہا کے اور اسی قول پر فتوی ہے ا
اور قول ضعیف [illegible] پچاس برس پر فتوی ہے کذا فی النهر الفائق ہم محمد سے روایت ہے کہ روم کی عورت میں حد ایاس پچپن برس اور اوسکے سوا مین
ساٹھ یا ستر برس لیکن اس روایت پر فتوی نہیں کذا فی البحر الرائق وفى البحر عن الجامع صغيرة بلغت ثلثين سنة ولم تحض حكم باياسها
اور بحرالرائق میں جامع سے منقول ہے کہ صغیرہ تیس برس کو پہونچی اور اوسکو حیض نہ آیا تو اوسپر ایاس کا حکم کیا جاویگا وعدة المنكوحة نكاحا
فاسدا فلا عدة فى باطله وكذا موقوف قبل الاجازة اختيار لكن الصواب ثبوت العدة والنسب بحر اور عدت منکوحہ بنکاح
فاسد کی حیض ہے تو نکاح فاسد کی قید سے نکاح باطل نکل گیا کہ اوسمیں عدت نہیں نکاح باطل جیسے کہ غیر کی عورت سے دانستہ نکاح کرے اور اوسیطرح نکاح
موقوف میں قبل اجازت کے عدت نہیں کذا فی الاختیار نکاح موقوف جیسے نکاح فضولی کا یا نکاح غلام یا لونڈی کا بلا اذن مولی لیکن حق یہ ہے
کہ نکاح موقوف میں عدت اور نسب ولد کا ثابت ہے کذا فی البحر الرائق والموطوءة بشبهة ومنه تزوج امراة الغير غير عالم بحالها كما سيجئ
وللموطوءة بشبهة ان تقيم مع زوجها الاول وتخرج باذنه فى العدة لقيام النكاح بينهما انما حرم الوطى حتى تلزمه نفقتها
وكسوتها بحر يعني اذا لم تكن عالمة راضية كما سيجئ اور عدت اوس عورت کی جسکی وطی بشبہ ہوئی اور منجملہ وطی بشبہ غیر کی عورت سے نکاح
کر لینا ہے نادانستہ چنانچہ آخر باب میں آویگا اور اگر مرد نے دانستہ غیر کی عورت سے نکاح کیا تو وہ شبہ نہیں صریح زنا ہے اوسمیں عدت نہیں اور جسکی
وطی بشبہ ہوگئی اوسکو اپنے اول زوج کے پاس رہنا جائز ہے اور نکلنا گھر سے اوسکی اجازت سے عدت میں لازم ہے بسبب قائم رہنے نکاح کے دونوں
میں اور زوج اول کو حرام تو فقط وطی ہے عدت تک قیام نکاح کا یہانتک ثابت ہے کہ زوج اول کو عورت کا نفقہ اور لباس دینا لازم ہے کذا فی البحر الرائق
شارح کہتا ہے نفقہ زوج اول پر اوسوقت لازم ہوگا جبکہ عورت واقف اور راضی نہو یعنے وہ دو قیدیں ہیں یا ایک قید ضرور ہے وجوب نفقہ میں چنانچہ اگر
عورت واقف ہو کہ یہہ شخص میرا زوج نہیں لیکن پھر اوسکو مرد کے پاس شب زفاف میں کر دیا ہو اور مرد سے کہا ہو کہ یہہ تیری زوجہ ہے اور وقت وطی
ہرچند عورت نے کہا ہو کہ میں غیر کی زوجہ ہوں لیکن اوسنے اعتبار نکیا ہو اور زور سے دبا لیا ہو تو اس صورت میں کسی پر حد نہیں مرد پر بسبب شبہ کے
اور عورت پر بسبب جبر کے اور عدت بعد وطی کے اوسپر واجب ہوگی اور نفقہ زوج اول پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عورت کا کچھہ قصور نہیں کذا فی حاشیة الرائق

وام الولد لا خلاف فى مدبرة ومعتقة غير الائسة والحامل فان عدتهما بالاشهر والوضع اور عدت ام ولد کی تو اس قید سے مدبرہ اور معتقہ
پر عدت نہیں درانحالیکہ ام ولد آئسہ اور حاملہ نہو اسواسطے کہ عدت آئسہ کی مہینوں سے ہے اور عدت حاملہ کی وضع حمل ہے الحيض للموت اى
موت الواطى وغيره كفرقة او متاركة لان عدة هؤلاء لتعرف براءة الرحم وهو بالحيض ولم يكتف بحيضة احتياطا یعنی عدت منکوحہ
بنکاح فاسد اور موطوءہ بشبہ اور ام ولد کی بشرط عدم ایاس اور حمل کے فقط تین حیض ہیں وطی کرنیوالے کی موت میں بھی حیض کی عدت ہے نہ مہینوں کی
اور غیر موت میں بھی تین حیض ہی کی عدت ہے غیر موت کی عدت جیسے نکاح فاسد میں فرقت ہوئی ہو بحکم قاضی یا اظہار ترک وطی کے عزم کا ایسی عورتونکی
عدت بالحیض ہوئی نہ بالاشہر اسواسطے کہ عدت انکی محض واسطے دریافت کرنے صفائی رحم کے ہے اور یہہ دریافت نہیں ہو سکتا مگر حیض سے اور ہرچند
ایک حیض سے بھی صفائی معلوم ہو جاتی ہے لیکن ایک حیض پر کفایت نکی بلکہ بنابر احتیاط کے تین حیض مقرر ہوئے ولا اعتداد بحيض طلقت فيه
اجماعا اور اوس حیض کا جسمیں طلاق واقع ہوئی عورت پر شمار نہیں عدت میں بالاجماع اسواسطے کہ قرآن سے حرہ کی عدت میں تین حیض اور حدیث سے
لونڈی کی عدت میں دو حیض ثابت ہیں تو پورے حیض معتبر ہونگے نہ ناقص لهذا الطلاق والا حيض ساقطا الاقبله یعنی اوسکے سوا تین اور حیض حرہ میں
اور دو حیض لونڈی میں لازم ہونگے واذا وطئت المعتدة بشبهة ولو من المطلق وجبت عدة اخرى لتجدد السبب وتداخلتا والمرئى من الحيض

منها ما عليها ان تتم العدة الثانية ان تمت الاولى اور جب وطی ہوگئی عدت والی عورت کی شبہہ سے اگرچہ طلاق دینے والے زوج نے ہی وطی کی تو واجب ہوگی معتدہ پر دوسری عدت بسبب متجدد ہونے سبب کے اور دونو عدتین متداخل ہوجاوینگی یعنی ملجاوینگی اور جو حیض کہ بعد وجوب عدت ثانیہ کے دکھائی دیگا وہ دونو عدتون مین شمار ہوگا اور واجب ہوگا معتدہ پر پورا کرنا دوسری عدت کا اگر تمام ہوگئی پہلی عدت چنانچہ اگر عورت کو طلاق بائن ہوئی اور اوسکو ایکبار حیض آیا اور اوسنے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور بعد وطی کے تفریق ہوئی پھر عورت کو دو بار حیض آیا تو یہہ تینون حیض دونو عدتون میں محسوب ہونگے تو زوج اول کی عدت تو پوری ہوگئی پہلا حیض اور یہہ دو حیض ملکر اور زوج ثانی کی عدت مین فقط دو ہی حیض محسوب ہوئے ایک حیض اور ہوگا تب ثانی کی عدت تمام ہوگی خلاصہ یہہ ہے کہ یہان چار حیض ہین پہلا حیض تو پہلی عدت کو مخصوص ہے اور پچھلا حیض دوسری عدت کو مخصوص ہے اور درمیان کے دو حیض دونو عدتون مین مشترک اور متداخل ہین ھ معتدہ سے مراد طلاق بائن کی معتدہ ہے تاکہ زوج مطلق کی وطی داخل رہے وطی بالشبہہ مین اور اگر طلاق رجعی کی عدت مین معتدہ سے زوج وطی کریگا تو رجعت ثابت ہوجاویگی کذا فی حاشیۃ المدنی ولكن الو كانا بالاشهر او بهما لو معتدة وفاة اور اسیطرح متداخل ہونگی دو عدتین اگر ہر ایک عدت مہینونکی ہو چنانچہ آئسہ کی عدت مین وطی بالشبہہ ہوگئی تو اگر پہلی عدت آخر ہوگی قبل دوسری کے تو دوسری عدت کا بھی پورا کرنا مہینون سے واجب ہوگا یا ایک عدت مہینون کی ہو اور دوسری حیض کی اگر معتدہ وفات ہو یعنے ایک عورت وفات زوج سے چار مہینے دس دنکی عدت مین تھی کہ اوسکی وطی بالشبہہ ہوگئی تو دوسری عدت حیض کی ہوگی تو اگر چار مہینے دس دن مین تین حیض بھی ہوگئے تو دونو عدتین منقضی ہوگئین بسبب تداخل کے اور اگر اس مدت مین حیض جاری نہوا تو بعد اس مدت کے تین حیض کی عدت ثانیہ علیحدہ واجب ہوگی کذا فی البحر الرائق فلو حاضت قوله والمراد منهما لعمهما وعدة الحامل لو حبلت فعدتها الوضع الا معتدة الوفاة فلا تتغير بالحمل كما مر وصحح في البدائع سے صراحۃً معلوم ہوا کہ تداخل دو عدتون کا جیسا حیضون کی عدت مین ہوتا ہے ویسا ہی مہینونکی عدت مین بھی ہوتا ہے تو اگر مصنف اپنے قول والمراد منہما کو محذوف کرتا یعنی رویت حیض نہ مذکور کرتا تو دونو قسم کی عدتون کو شامل ہوتا اور اوس معتدہ کو بھی شامل ہوتا جو عدت مین حاملہ ہوگئی تو اوسکی عدت وضع حمل ہے یعنی اس عورت کو دو عدتین لازم ہین ایک حیض کی دوسری وضع کی لیکن دونو عدتین وضع حمل سے منقضی ہوجاوینگی اسواسطے کہ حاملہ کو حیض نہین آتا کذا فی الکافی ہر حاملہ کی عدت وضع حمل ہے مگر معتدہ وفات کی عدت مہینون کے حساب سے ہی سو اوسکو تغیر نہین ہوتا حمل سے چنانچہ گذر گیا اسکا بیان زوجہ صغیر مین جب کہ بعد موت صغیر کے وہ حاملہ ہوجاوے اور اسی روایت کی تصحیح کی ہے بدائع مین ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور اور عدت کا شروع بعد طلاق اور بعد موت کے ہوتا ہے فی الفور بلا توقف وتنقضي العدة وان جهلت المرأة بهما اى بالطلاق والموت لانها اجل فلا يشترط العلم بمضيه سواء اعترف بالطلاق او انكر اور آخر ہوجاتی ہے عدت اگرچہ عورت کو خبر نہو طلاق اور موت کی یعنے زوج نے طلاق دی اور تین حیض ہوگئے یا زوج مرگیا اور چار مہینے دس دن گذر گئے عدت آخر ہوگئی عورت کو طلاق اور موت کی خبر نہو اسواسطے کہ عدت تو ایک مدت معین کا سو گذر گئی تو اوسکے گذرجانیکا علم مشروط نہین خواہ زوج طلاق کا مقر ہو یا منکر فلو طلق امرأته فانكر واقيمت عليه بينة وقضى القاضي بالفرقة كان ادعت عليه في شوال وقضى به في المحرم فالعدة من وقت الطلاق لا من وقت القضاء بزازيه سو اگر زوج نے طلاق دی اپنی عورت کو پھر منکر ہوگیا اور گواہون نے اوسکو جھوٹا کیا اور قاضی نے حکم دیا جدائی کا مثلاً عورت نے دعوی کیا کہ زوج نے اوسکو شوال مین طلاق دی تھی اور حکم جدائی کا ہوا محرم مین تو عدت کی ابتدا طلاق کے وقت سے ہوگی یعنی شوال سے نہ قاضی کے حکم دینے سے یعنی محرم سے کذا فی البزازیہ وفی المطلاق المبهم من وقت البيان اور طلاق مبہم مین ابتدای عدت بیان کے وقت سے ہوگی نہ طلاق سے ولو شهدا بطلاقها ثم بعد ايام عدلا فقضى بالفرقة فالعدة من وقت الطلاق لا القضاء اور اگر دو شاہدون نے گواہی دی عورت کی طلاق کی پھر بعد چند روز کے عدالت شاہدونکی ثابت ہوئی پھر قاضی نے حکم جدائی کا دیا تو ابتدای عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ قضا سے بخلاف ما لو اقر بطلاقها منذ زمان ماض فان الفتوى انها من وقت الاقرار مطلقا نفيا لتهمة المواضعة بخلاف اس صورت

سکے کہ اگر زوج نے اقرار کیا عورت کی طلاق کا شروع زمانہ ماضی سے مثلاً رجب مین کہا کہ مین نے محرم مین طلاق دی تھی تو فتویٰ اس پر ہے کہ ابتداء عدت اقرار کے وقت سے ہوگی مطلقاً خواہ عورت اسکی تصدیق کرے یا تکذیب اسلیے کہ مجکو معلوم نہین کچھ فتویٰ ہوا کہ موافقت زوجین کی تہمت دور ہو جاوے یعنی احتمال ہے کہ خلاف واقع اظہار انقضاء عدت مین زوج اور زوجہ موافق ہوگئے ہون کسی غرض سے مثلاً زوج کی کچھ غرض ہو کہ پانچوین عورت سے نکاح کرے اور عورت کی کچھ غرض ہو کہ زوج اسکی بہن سے نکاح کرلے تو اس تہمت کے مندفع ہونیکے واسطے فتویٰ کچھ ہوا کہ اقرار طلاق سے عدت شروع ہو نہ زمان ماضی سے لکن اِنْ کَذَّبَتْهُ فِی الْاِسْنَادِ اِلٰی وَقْتٍ لَا اَدْرِیْ وَجَبَتِ الْعِدَّةُ مِنْ وَقْتِ الْاِقْرَارِ وَلَهَا النَّفَقَةُ وَالسُّکْنٰی وَاِنْ صَدَّقَتْهُ فَکَذٰلِکَ غَیْرَ اَنَّهٗ اِنْ وَطِئَهَا کَانَ عَلَیْهِ مَهْرٌ ثَانٍ اِحْتِیَاطًا وَلَا نَفَقَةَ وَلَا سُکْنٰی وَلَا کِسْوَةَ لَهَا لِقَبُوْلِ قَوْلِهَا عَلٰی نَفْسِهَا خانیہ لیکن اگر عورت نے تکذیب زوج کی اسناد مین کی یعنی زوج نے جو طلاق کو زمان ماضی کیطرف منسوب کیا تھا اوسکی تکذیب کی یا کہ عورت نے کہا کہ مین نہین جانتی تو عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے اور عورت کا نفقہ اور سکنے مرد پر لازم ہوگا اور اگر عورت نے زوج کے طلاق دینے زمان ماضی کی تصدیق کی تو بھی اسیطرح عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے سوا اس بات کے کہ اگر زوج نے وطی کی ہوگی بعد اوس وقت کے جسمین ایقاع طلاق کا اظہار کرتا ہے تو دوسرا مہر اوس پر لازم ہوگا بشرطیکہ طلاق بائن ہو کذا فی الاختیار اور عورت کا نفقہ لازم نہوگا اور نہ سکنے اور نہ لباس بسبب مقبول ہونے عورت کے قول کے اوسکی ذات کی مضرت پر کذا فی الخانیہ یعنی عورت خود قائل ہو چکی کہ میری عدت گذر گئی تو اوسکا حق ساقط ہو گیا وفیہا اَبَانَهَا ثُمَّ اَقَامَ مَعَهَا زَمَانًا اِنْ مُقِرًّا بِطَلَاقِهَا تَنْقَضِیْ عِدَّتُهَا لَا اِنْ مُنْکِرًا اور خانیہ مین ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی پھر اوسکے پاس رہا کیا مدت تک اگر مقر ہے اوسکی طلاق کا تو عدت اوسکی منقضی ہوگی اور اگر منکر ہے طلاق کا تو عدت نہ آخر ہوگی وفی اَوَّلِ طَلَاقِ جَوَاهِرِ الْفَتَاوٰی اَبَانَهَا وَاَقَامَ مَعَهَا فَاِنِ اشْتَهَرَ طَلَاقُهَا فِیْمَا بَیْنَ النَّاسِ تَنْقَضِیْ وَاِلَّا لَا وَکَذَا لَوْ خَالَعَهَا اِنْ بَیْنَ النَّاسِ وَاَشْهَدَ عَلٰی ذٰلِکَ تَنْقَضِیْ وَاِلَّا لَا هُوَ الصَّحِیْحُ وَکَذَا لَوْ کَتَمَ طَلَاقَهَا لَمْ تَنْقَضِ زَجْرًا لَهٗ وَحِیْنَئِذٍ فَمَبْدَؤُهَا مِنْ وَقْتِ الثُّبُوْتِ وَالظُّهُوْرِ اور جواہر الفتاوی کی اول کتاب الطلاق مین یون ہے کہ زوج نے طلاق بائن دی عورت کو پھر اوسکے ساتھ رہا کیا سو اگر اوسکا طلاق دینا لوگون مین مشہور ہو گیا تو عدت اوسکی منقضی ہو گئی اور اگر طلاق مشہور نہین تو انقضاء عدت نہین اور اسیطرح اگر خلع کیا عورت سے سو اگر خلع مشہور ہو گیا لوگون مین اور گواہ کیا لوگون کو اسپر تو عدت منقضی ہوگی اور نہین تو نہین یہی قول صحیح ہے اور اسیطرح اگر مرد نے عورت کی طلاق مخفی رکھی تو عدت منقضی نہوگی مرد کی جھڑکی کیواسطے انتہی کلام جواہر الفتاوی شارح کہتا ہے کہ اسوقت یعنی عدم شہرت طلاق مین ابتداء عدت وقت ثبوت اور ظہور طلاق سے ہوگی وَمَبْدَؤُهَا فِی النِّکَاحِ الْفَاسِدِ بَعْدَ التَّفْرِیْقِ مِنَ الْقَاضِیْ بَیْنَهُمَا ثُمَّ لَوْ وَطِئَهَا حُدَّ جَوْهَرَةٌ وَغَیْرُهَا وَقَیَّدَهٗ فِی الْبَحْرِ بَحْثًا بِکَوْنِهٖ بَعْدَ الْعِدَّةِ لِعَدَمِ الْحَدِّ بِوَطْءِ الْمُعْتَدَّةِ اور ابتداء عدت نکاح فاسد مین بعد تفریق کر دینے قاضی کے دونون مین پھر اگر مرد وطی اوس عورت سے کریگا تو اوسکو حد ماری جاوے گی کذا فی الجوہرہ وغیرہا اور بحر الرائق مین دلیل لا کے مقید کیا ہے وطی کو ساتھ ہونے وطی کے بعد عدت کے یعنی حد اوس صورت مین لازم آویگی جب وطی بعد عدت کے ہوئی ہو اسواسطے کہ معتدہ کی وطی مین حد نہین اَوِ الْمُتَارَکَةِ اَیْ اِظْهَارِ الْعَزْمِ مِنَ الزَّوْجِ عَلٰی تَرْکِ وَطْئِهَا بِاَنْ یَقُوْلَ بِلِسَانِهٖ تَرَکْتُکِ وَنَحْوَهٗ یا ابتداء عدت نکاح فاسد مین بعد متارکت کے ہے یعنی قصد کرنا زوج کا عورت کی ترک وطی پر اسطرح کہ اپنی زبان سے کہے عورت سے کہ مین نے تجکو چھوڑ دیا اسیطرح کچھ اور کہے وَمِنْهُ الطَّلَاقُ وَاِنْکَارُ النِّکَاحِ لَوْ بِحَضْرَتِهَا وَاِلَّا لَا لَا مُجَرَّدُ الْعَزْمِ لَوْ مَدْخُوْلَةً وَاِلَّا فَیَکْفِیْ تَفَرُّقُ الْاَبْدَانِ اور از قسم متارکت ہے طلاق دینا یا نکاح فاسد سے انکار کرنا اگر عورت کے سامنے طلاق اور انکار ہوا ہو اور اگر عورت کے پیچھے طلاق اور انکار کریگا تو متارکت صحیح نہوگی اگر منکوحہ بنکاح فاسد مدخولہ ہو تو ترک کا فقط عزم ترک سے متارکت جائز ہوگی اور اگر مدخولہ نہین تو فقط تفرق ابدان کافی ہے یعنی عورت کو اسطرح چھوڑ کر چلا جانا کہ پھر اوسکے پاس آنیکا ارادہ نہو وَالْخَلْوَةُ فِی النِّکَاحِ الْفَاسِدِ لَا تُوْجِبُ الْعِدَّةَ اور خلوت کرنا نکاح فاسد مین خواہ خلوت صحیحہ ہو خواہ فاسدہ موجب عدت کی نہین وَالطَّلَاقُ فِیْهِ لَا یَنْقُصُ عَدَدَ الطَّلَاقِ لِاَنَّهٗ فَسْخٌ جَوْهَرَةٌ وَلَا تَعْتَدُّ فِیْ بَیْتِ الزَّوْجِ بَزَّازِیَّةٌ اور نکاح فاسد مین طلاق دینا عدد طلاق کو کم نہین کرتا یعنی اگر دوسری بار اوس عورت سے نکاح صحیح کریگا تو پوری تین طلاق کا مالک ہوگا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی

طلاق فسخ ہے نہ طلاق واقعی کذا فی الجوہرہ اور نکاح فاسد میں عورت زوج کے گھر میں عدت کو نہ آخر کرے اسواسطے کہ واقع میں وہ زوج ہی نہیں کذا فی النہایۃ قالت مضت عدتی والمدۃ تحتمل وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا والا تحتمل المدۃ لا لان الامین انما یصدق فیما لا یخالف الظاہر کہا معتدہ نے کہ میری عدت ہو چکی اور مدت گنجایش رکھتی ہے انقضای عدت کو اور زوج عورت کی تکذیب کرتا ہے تو مقبول ہوگا قول عورت کا ساتھہ قسم کہانے عورت کے اور اگر مدت میں انقضای عدت کا احتمال نہیں تو قول عورت کا مقبول نہیں اسواسطے کہ ہرچند عورت اس بات میں امین ہے اور امین کا قول البتہ مقبول ہوتا ہے لیکن امین کے قول کی اوسوقت تصدیق ہوتی ہے جب ظاہر حال اوسکے بیان کے مخالف نہو اور جب مدت میں گنجایش انقضای عدت کی نہوی تو ظاہر حال اوسکا مخالف ہوا لہذا اوسکا قول مقبول نہوگا ثم لو بالشہور فالمقدر بالمذکور ولو بالحیض فاقلہا للحرۃ ستون یوما وللامۃ اربعون پہر اگر عدت عورت کی مہینوں کی ہو جیسے صغیرہ اور آئسہ کی تو تقدیر اوسکی مذکور ہو چکی یعنی طلاق اور فسخ میں تین مہینے اور موت میں چار مہینے دس دن اور اگر لونڈی ہو تو آدہی ہے اوسکے اور اگر عدت حیضوں کی ہو تو کمتر مدت انقضای عدت کی حرہ کے حق میں ساٹھہ دن ہیں اور لونڈی کے حق میں چالیس دن ساٹھہ دن اس حساب سے ہوتے ہیں کہ گویا اول طہر میں طلاق واقع ہوئی قبل وطی کے اسواسطے کہ سنت طلاق مقتضی ہے نزدیک ہمارے تو تین طہر کے پینتالیس دن ہوئے اور تین حیض کے باعتبار اوسط ہر ایک کے پندرہ دن تو سب ساٹھہ دن ہوئے اور اسیطرح لونڈی کے دو طہر کے تیس دن اور دو حیض کے دس دن مجموع چالیس دن ہوئے یہہ مذہب امام اعظم کا ہے بروایت امام محمد کے اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت حرہ کی انتالیس ٣٩ دن ہیں اس حساب سے کہ گویا اوسکو آخر طہر میں طلاق ہوئی تو دو طہر کے تیس ٣٠ دن ہوئے اور تین حیض کے نو دن بحساب اقل حیض کے اور لونڈی کی اقل مدت اکیس دن ایک طہر کے پندرہ دن اور دو حیض کے چھہ دن مجموعہ اکیس دن ہوئے تو موجب امام اعظم کے مذہب کے اگر حرہ دعوی کرے ساٹھہ دن کے بعد کہ میری عدت آخر ہو گئی تو اوسکا قول مع الیمین مقبول ہوگا اور اس مدت سے کم میں مقبول نہوگا ما لو تدع السقط کما مر فی الرجعۃ وما لو یکن طلاقہا معلقا بولادتہا فیضم لذلک خمسۃ وعشرون للنفاس کما مر فی الحیض اس اقل مدت کا اعتبار اوسوقت تک ہے جبتک عورت نے سقوط ولد کا اپنے پیٹ سے دعوی نہیں کیا چنانچہ اسکی تقریر باب الرجعۃ میں مذکور ہو چکی اور جبتک کہ طلاق عورت کی اوسکی ولادت پر نہ معلق ہو اور اگر طلاق ولادت پر معلق ہوگی تو اقل عدت کے ساتھہ پچیس دن نفاس کے ملائے جاوینگے چنانچہ اسکا بیان باب الحیض میں ہو چکا خلاصہ یہہ کہ اگر عورت اسقاط حمل کا دعوی کریگی بشرطیکہ ولد کے کچھہ اعضاء بن گئے ہوں تو فورا بمجرد اسقاط کے عدت آخر ہو جاویگی اور اگر زوج نے یوں تعلیق کی کہ اگر تو جنے گی تو تو مطلقہ ہے تو اس صورت میں کمتر مدت انقضای عدت حرہ کے پچاسی دن ہیں ساٹھہ دن حیض کی عدت کے اور پچیس دن نفاس کے ہرچند نفاس کی اقل مدت معین نہیں لیکن عدت کی تعیین میں پچیس ہی دن مقرر ہو چکے ہیں نکح نکاحا صحیحا معتدتہ ولو من فاسد فطلقہا قبل الوطی ولو حکما وجب علیہ مہر تام وعلیہا عدۃ مبتداۃ لانہا مقبوضۃ بیدہ بالوطی الاول لبقاء اثرہ وھو العدۃ مرد نے نکاح صحیح کیا اپنی معتدہ سے اگرچہ عدت اوسکی نکاح فاسد ہی کے سبب سے ہو اور طلاق دی اوسکو قبل وطی کے اگرچہ وطی حکمی ہو یعنی بعد خلوت کے تو واجب ہوگا مرد پر پورا مہر اور لازم ہوگی عورت پر دوسری عدت سر نو سے اسواسطے کہ عورت مرد کے قبضہ اور قابو میں ہے بسبب اول وطی کے بواسطے بقا ہوا اثر وطی کے وہ اثر وطی عبارت ہے عدت سے تو جب اوسنے دوسرا نکاح کیا تو قبض اول بجای قبض ثانی ہو گیا چنانچہ اگر چیز مغصوب غاصب کے قبضہ میں ہو اور وہ اوسکے مالک سے اوسکو خرید کرے تو بمجرد خرید کے وہ قابض ٹھہریگا تجدید قبض کی کچھہ حاجت نہیں وھذہ احدی المسائل العشرۃ المبنیۃ علی ان الدخول فی النکاح الاول دخول فی الثانی اور یہہ ایک مسئلہ ہے اون مسائل عشرہ کا جنکی بنا اس قاعدہ پر ہے کہ نکاح اول کی وطی قائم مقام ہے نکاح ثانی کے وطی کے

تفصیل ان مسائل عشرہ کی یوں ہے کہ پہلا مسئلہ تو مذکور ہو چکا ٢ نکاح فاسد کیا اور بعد دخول کے تفریق ہوئی پہر اوسی عدت میں نکاح صحیح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی تو مہر کامل اور عدت مستقلہ واجب ہوگی شارح اس مسئلہ ثانیہ کو بلفظ ولو من فاسد مذکور کر چکا ہے ٣ نکاح کیا اور بعد دخول کے صحت میں طلاق بائن دی پہر عدت کے اندر نکاح ثانی کیا پہر حالت مرض الموت میں قبل دخول طلاق بائن دی ٤ عورت نے غیر کفو سے نکاح کیا اور قاضی نے ولی کی نالش سے تفریق کر دی دونوں میں پہر عدت کے اندر اوس مرد نے نکاح ثانی بمہر جدید کیا اور قاضی نے پہر تفریق کر دی اور مرد نے قبل دخول کے طلاق

دی ۵ صغیرہ سے نکاح کیا اور بعد دخول کے طلاق بائن دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ بالغ ہوئی پھر دونا راض ہوئی نکاح سے قبل دخول کے ۶ ایک مرتبہ
نکاح کیا پھر بعد دخول کے اوسکو طلاق دی پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر عدت مین زوج نے اوس سے نکاح کیا اور قبل دخول طلاق دی ۷
بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر اوس سے عدت مین نکاح کیا پھر قبل دخول طلاق دی ۸ بعد
نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہوگئی قبل دخول کے ۹ لونڈی سے نکاح کیا اور بعد دخول کے وہ آزاد ہوئی سو اوسنے
اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی نکاح فسخ کیا پھر عدت مین اوس سے دوسرا نکاح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی ۱۰ لونڈی کو بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی
پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ آزاد ہوگئی اور اوسنے فسخ نکاح کردیا قبل دخول کے سوان مسائل عشرہ مین دخول نکاح اول بجای دخول نکاح ثانی کے ہے امام
اعظم اور ابی یوسف کے نزدیک پورا مہر اور عدت مستقلہ واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک نصف مہر اور تکمیل عدت سابقہ واجب ہے نہ عدت مستقلہ کذا فی
حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر و قول زفر لا عدۃ علیہا ابطلہ المصنف بما یطول و جزم بان القاضی المقلد اذا خالف مشہور مذہبہ لا ینفذ
حکمہ فی الاصح کالو ارتشی الا ان ینص السلطان علی العمل بغیر المشہور فیسوغ فیصیر حنفیا زفریا وہذا مما یغفل عنہ فلا
فلیحفظ اور زفر کا یہ قول کہ جس معتدہ مدخولہ کا نکاح ہوا اور قبل دخول مطلقہ ہوئی اوسپر عدت واجب نہین سو اس قول کو مصنف نے باطل کیا ہے
بکلام طویل اور یقین کیا ہے اسپر کہ اگر قاضی مقلد نے اپنی مشہور مذہب کی مخالفت کی تو اوسکا حکم جاری نہوگا قول اصح مین جنانچہ اگر رشوت لیکر حکم
کریگا جاری نہوگا مگر یہ کہ سلطان تصریح کردے سند قضا مین غیر مشہور پر عمل کرنیکی تو حکم جاری ہوجاویگا تو اسوقت مین وہ حنفی زفری ہوگا اور ایسا
حکم سلطان کا منوز واقع نہین ہوا بلکہ حکم سلطان روم کا اسکے مخالف واقع ہے یعنی قول راجح پر عمل کرنیکا حکم ہے روم اور شام اور حرمین شریفین میں
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ذمیۃ غیر حامل طلقہا ذمی او مات عنہا لم تعتد عند ابی حنیفۃ اذا اعتقد و اذلک لانا امرنا بترکہم وما
یعتقدون ذمیہ غیر حاملہ کو طلاق دی ذمی نے یا ذمیہ کو زندہ چھوڑ کر ذمی مرگیا تو اوسپر عدت نہین نزدیک امام اعظم کے جب کہ کفار ذمی عدم عدت کے
معتقد ہون اسواسطے کہ ہم اہل اسلام امور ہین بعدم تعرض ہر اونسے اور اون کے اعتقادیات سے اور اسواسطے کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہین ولو کانت
الذمیۃ حاملا لا تعتد بوضعہا اتفاقا وقید الکمال الحل بما اذا اعتقدوہ اور اگر ذمیہ حاملہ ہو تو وہ عدت کرے یعنی وضع حمل باتفاق امام اور صاحبین
کے اسواسطے کہ اوسکے پیٹ مین لڑکا ثابت النسب ہے کذا فی الہدایہ اور ابو الحسن نے وجوب عدت حاملہ ذمیہ کو مقید کیا ساتھ اس قید کے کہ جب کفار ذمی وجوب
عدت حاملہ کے معتقد ہون اور یہ قول ضعیف ہے اور پہلا اصح ہے کذا فی منح الغفار والذمیۃ لو طلقہا مسلم او مات عنہا فتعتد اتفاقا مطلقا
لان حق المسلم یعتقدہ اور ذمیہ کتابیہ کو اگر مسلمان طلاق دے یا اوسکو زندہ چھوڑکر مرجاوے تو وہ عدت کرے بالاتفاق مطلقا خواہ حاملہ ہو یا نہو اسلئے
کہ مسلمان عدت کا معتقد ہے وکذا لا تعتد مسبیۃ افترقت بتباین الدارین لان العدۃ حیث وجبت وجبت حقا للعباد
والحربی ملحق بالجماد الا الحامل فلا یصح تزوجہا لا لانہا معتدۃ بل لان فی بطنہا ولدا ثابت النسب اور اسیطرح شل ذمیہ کے
وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الاسلام مین گرفتار ہوکر اپنے زوج سے جدا ہوگئی بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ عدت جہان کہین واجب ہوئی ہے
تو واسطے محفوظ رکھنے حق عباد کے واجب ہوئی ہے اور کافر حربی ملحق ہے ساتھ جماد کے سوای حاملہ حربیہ کے کہ اوس سے نکاح کر لینا صحیح
بسبب عدم صحت اسوجہ سے نہین کہ وہ معتدہ ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اوسکے پیٹ مین لڑکا ثابت النسب ہے کحربیۃ خرجت الینا مسلمۃ او ذمیۃ
او مستامنۃ ثم اسلمت او صارت ذمیۃ لما مر انہ ملحق بالجماد الا الحامل لما مر جنانچہ وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الحرب چھوڑکر
ہماری طرف نکل آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر یا امان لیکر پھر مسلمان ہوگئی یا ذمیہ ہوگئی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ حربی جانور اور پتھر مین داخل ہے
سوا حاملہ کے بدلیل گذشتہ یعنی حربیہ اوسپر عدت نہین لیکن بخیال ولد ثابت النسب اوس سے نکاح کرنا صحیح نہین وکذا لا عدۃ لو تزوج
امرأۃ الغیر و وطیہا عالما بذلک وفی نسخ المتن ودخل بہا ولا بد منہ وبہ یفتی ولہذا یحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا والمزنی

لہٰذا لا تحرم علی زوجہا وفی شرح الوھبانیۃ لو زنت المرأۃ لا یقربھا زوجھا حتی تحیض لاحتمال علوقہا من الزنا فلا یسقی ماءہ زرع غیرہ
فلیحفظ لغرابتہ اور اسیطرح عدت نہین اگر نکاح کرے کوئی مرد غیر کی منکوحہ سے اور وطی کرے اوس سے غیر کی منکوحہ جان کر اور متن کے نسخون مین ودخل بہا
داخل ہے اور مصنف کی شرح سے ساقط ہوا اور چاہئے کہ قید دخول کی ضرور ہے اسواسطے کہ اگر مرد ثانی نکاح کرکے دخول نکریگا تو عدت کا احتمال ہی نہین اور
اسی قول پر مبنی عدم عدت منکوحہ غیر پر فتویٰ ہے اور چونکہ منکوحہ غیر پر عدت نہین بسبب نکاح ثانی کے اسیواسطے مرد پر حد ماریجاویگی مانند وطی
مومنہ کے اسواسطے کہ غیر کی منکوحہ سے حرام جانکر وطی کرنا بھی زنا ہی اور زنا موجب ثبات کا نہین اور جس عورت سے زنا کیا وہ اپنے زوج پر حرام نہین
اسواسطے کہ زانی کے نطفہ کی کچھ شرع مین عزت نہین اور شرح وہبانیہ مین یون ہے کہ اگر عورت نے زنا کیا تو اوسکا زوج اوس سے جماع نکرے یہانتک
کہ اوسکو ایکبار حیض آجاوے بسبب احتمال نطفہ رہجانے زنا کے تو نہ سیچے زوج کا پانی غیر کی کھیتی کو سو اس روایت کو یاد رکھنا چاہئے بسبب غرابت
کے نہ بسبب اعتماد کے اسواسطے کہ روایت معتمد مفتی بہا مین کچھ عدت نہین اور فصل محرمات مین شارح تصریح کرچکا ہی کہ روایت وہبانیہ کی ضعیف ہے طحطاوی نے کہا
کہ اگر روایت وہبانیہ کو استحباب پر محمول کیجئے نہ وجوب پر تو کچھ غرابت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما اذا لم یعلم حیث تحرم علی الاول الی ان
تنقضی العدۃ ولا نفقۃ لعدتہا علی الاول لانہا صارت ناشزۃ خانیۃ قلت لو عالمۃ راضیۃ کما مر فتدبر بخلاف اسکے جبکہ زوج ثانی کو معلوم
نہو کہ یہہ عورت غیر کی منکوحہ ہی اور وہ نادانستہ نکاح اور وطی کرے تو اسوقت مین عورت حرام ہوگی زوج اول پر یہانتک کہ عدت نکاح ثانی کی منقضی ہوجاوے
اسواسطے کہ یہہ زنا نہین شبہہ نکاح ہے اور زوج پر اسکی عدت کا نفقہ واجب نہین اسواسطے کہ وہ نافرمان ہوئی کذا فی الخانیۃ شارح کہتا ہی کہ عورت نافرمان
اسوقت ہوگی جب کہ وہ دانستہ اپنی خوشی نکاح کرے اور اگر نادانستہ یا جبر سے نکاح ہوا ہوگا تو وہ نافرمان نہین اور نفقہ عدت کا زوج اول پر لازم
ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل اسی باب مین مذکور ہوچکی سو اوسکو غور اور تامل کر فرع مسائل ملحقہ شارح کے ادخلت منیہ فی فرجہا ھل تعتد فی البحر بحثا نعم
لاحتیاجہا لتعرف براءۃ الرحم وفی النہر بحثا ان ظہر حملہا نعم والا لا عورت نے ڈالی منی مرد کی اپنی شرمگاہ مین کیا اوسپر عدت لازم ہے
بحر الرائق مین بنا بر بحث کے جواب اس سوال کا دیا کہ ہان عدت لازم ہی اسواسطے دریافت ہوجانے صفائی رحم کے اور نہر الفائق مین بدلیل اس سوال کے جواب
مین تفصیل کی کہ اگر منی ڈالنے سے حمل عورت کا ظاہر ہوا تو عدت وضع حمل تک لازم ہے اور اگر حمل ظاہر نہین تو عدت بھی لازم نہین ھم ذر دونو جوابکا ثمرہ
اختلاف یہہ ہوگا کہ اگر قبل دریافت کرنے صفائی رحم کے نکاح کیا اور بعد اسکے معلوم ہوا کہ رحم خالی تہا تو بطور صاحب نہر نکاح صحیح ہوا اور بطور جواب صاحب
بحر کے نکاح صحیح نہین تتبیہ رحمتی محشی نے کہا کہ جواب صاحب بحر کا قوی ہی اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کردی ہی کہ منی ڈال لینے سے بھی لڑکا پیدا ہوتا
ہے تو بخوف اضاعت ولد اور شتباہ نسب کے ہر صورت عدت لازم ہے اور بحث صاحب نہر کی اپنے بہائی یعنے صاحب بحر سے بلا وجہ ہی کذا فی حاشیۃ
المدنی وفی القنیۃ ولدت ثم طلقہا ومضی سبعۃ اشہر فنکحت آخر لم یصح اذا لم تحض فیہا ثلث حیض ان لم تکن حاضت قبل الولادۃ
لان من لا تحیض لا تحبل اور قنیہ مین ہی کہ ایک عورت جنی پہر زوج نے اوسکو طلاق دی اور سات مہینے گذر گئے سو عورت نے دوسرے زوج سے نکاح
لیا تو نکاح صحیح نہین جبتک کہ اوس مدت مین تین حیض اوسکو نہ آوین اگر چہ قبل ولادت کے اوسکو حیض نہ آیا ہو اسواسطے کہ جسکو حیض نہین آتا وہ
حاملہ نہین ہوتی تو اوسکی عدت حیضو نکی ہوگی نہ مہینو نکی وفیہا طلقہا ثلثا ویقول کنت طلقتہا واحدۃ ومضت عدتہا فلو مضیہا معلوما
عند الناس لم یقع والا تقع اور قنیہ مین ہے طلاق دی زوج نے عورت کو تین بار اور بعد تین طلاق کے کہتا ہی کہ مین اوسکو ایک طلاق دیچکا تہا
اور اوسکی عدت بھی گذر گئی یعنے تین طلاق سے پہلے ایک طلاق دی اور عدت گذر گئی زوج کی غرض اس کلام سے یہہ ہو کہ تین طلاق نہ واقع ہون بسبب
عدم بقاء ملک کے تاکہ بلا توسط زوج ثانی بنکاح جدید عورت اوسکو حلال ہوجاوے تو اگر طلاق اول کی عدت کا گذرنا لوگون کو معلوم ہو تو تین طلاق نہ واقع
ہونگی اور اگر لوگون کو انقضاء عدت نہ معلوم ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور بلا توسط زوج ثانی عورت اوسکو حلال نہوگی ولو حکم علیہ بوقوع الثلث
بالبینۃ بعد انکارہ فلو برھن انہ طلقہا قبل ذلک بمدۃ طلقۃ لم تقبل بحر اور اگر قاضی کا حکم ہوچکا ہو زوج پر تین طلاق واقع ہونیکا بسبب

شہادت کے بعد انکار رجوع کی پھر اگر زوج گواہوں سے ثابت کرے کہ وہ عورت کو ایک طلاق مدت سے قبل ان تین طلاق کے دیچکا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی
کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ ابطال حکم قاضی گواہوں سے نہیں ہوسکتا وفیہ عن البزازیۃ اخبرہا ثقۃ ان زوجہا الغائب مات او طلقہا
ثلثا او اتاہا منہ کتاب علی ید ثقۃ بالطلاق ان اکبر رأیہا انہ حق فلا بأس ان تعتد وتتزوج اور بحر الرائق میں جوہرہ سے منقول
ہے کہ عورت کو خبر دی ثقہ نے کہ اوسکے غائب زوج نے اوسکو طلاق دی تین اور یا وہ مرگیا یا عورت کے پاس زوج کیطرف سے خط آیا طلاق کا معتمد
شخص کے ہاتھ سو اگر عورت کو ظن غالب ہو کہ خبر اور خط حق ہے تو کچھ مضایقہ نہیں کہ عدت کرے اور بعد عدت کے نکاح کرلے وکذا لو قالت امرأۃ
لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی لا بأس ان ینکحہا اور اسیطرح اگر کسی عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میرے زوج نے مجکو طلاق
دی ہے اور اوسکی عدت منقضی ہوگئی تو کچھ مضایقہ نہیں کہ مرد اوس سے نکاح کرلے انتہی لا بأس کی قید سے معلوم ہوا کہ نکاح نکرنا اوسلیے اتنا
تحقیق کامل وفیہ عن الحاکم لو شککت فی وقت موتہ تعتد من وقت تستیقن بہ احتیاطا اور بحر الرائق میں کافی حاکم سے منقول ہے
کہ اگر عورت کو شک پڑے زوج کی موت کے وقت میں تو عدت کرے اوسوقت سے کہ جسمیں یقین ہوجاوے موت کا بنابر احتیاط کے وفیہ عن المحیط
کذبتہ فی مدۃ یحتمل لم تسقط نفقتہا وجاز لہ نکاح اختہا عملا بخبرہما بقدر الامکان ولو ولدت لاکثر من نصف
حول ثبت نسبہ ولم یفسد نکاح اختہا لاحتمال فترثہ لو مات دون المعتدۃ اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ مرد نے دعوی کیا
کہ عورت اپنی انقضاء عدت کی خبر دیچکی ہے اور عورت اوسکی تکذیب کرتی ہو اوس مدت میں جو انقضاء عدت کی محتمل ہے تو نفقہ عورت کی عدت کا مرد
سے ساقط نہوگا اور جائز ہوگا مرد کو نکاح کرلینا اوسکی بہن سے بنابر عمل کرنے دونوں کی خبروں پر حتی الامکان قدم سقوط نفقہ میں عورت کی خبر پر عمل
کیا اور اوسکی بہن کے جواز نکاح میں مرد کی خبر پر عمل کیا اور اگر عورت مطلقہ جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت میں تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور
نہ فاسد ہوگا نکاح عورت کی بہن کا قول اصح میں تو اوسکی بہن ہی وارث ہوگی مرد کی اگر وہ مرگیا نہ عورت معتدہ۔

فصل فی الحداد

یہ فصل ہے حداد میں یعنی سوگ میں حداد مصدر باب احدّ وحدّ وفرّ وردّ ہے بالجیم لفظ حداد کا آیا ہے تین باب سے افعال اور نصر اور ضرب سے اور جیم بھی ہی
سے بجاے حاء مہملہ بمعنے قطع یعنی قطع زینت اور اصمعی منکر ہے الا باب افعال کا کذا فی الصحاح وھو لغۃ کما فی القاموس ترک الزینۃ للعدۃ
اور حداد لغت میں جیسا کہ قاموس میں ہے عبارت ہے ترک زینت سے بسبب عدت کے خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی عورت کافرہ ہو یا صغیرہ تو معنی لغوی
عام ہے معنی شرعی سے وشرعا ترک الزینۃ ونحوہا لمعتدۃ بائن او موت اور اصطلاح شرع میں حداد عبارت ہے ترک زینت اور خوشبو وغیرہ
سے واسطے معتدہ طلاق بائن اور موت کے تحد بضم الحاء وکسرہا کاملۃ مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ بنکاح صحیح ودخل بہا بدلیل
قولہ اذا کانت معتدۃ بتۃ او موت وان امرہا المطلق او المیت بترکہ لانہ حق الشرع اظہارا للتأسف علی فوات نعمۃ النکاح
سوگ کرے جو عورت عاقلہ بالغہ مسلمہ اگرچہ زوجہ لونڈی منکوحہ ہو بنکاح صحیح اور زوج اوسکی وطی کرچکا ہو سوگ اوسوقت واجب ہے جبکہ زوجہ قطع نکاح اور
موت زوج سے عدت میں ہو بتہ یعنی قطع نکاح عبارت ہے تین طلاق سے یا طلاق بائن سے یا خلع سے یا عنین وغیرہ کی فرقت سے قطع نکاح اور موت سے
سوگ واجب ہے اگرچہ زوج طلاق دینے والا یا میت سوگ کرنے کی وصیت کرگیا ہو اسواسطے کہ ترک زینت حق ہے شرع کا واسطے ظاہر کرنے افسوس کے
نعمت نکاح کے فوت ہوجانے پر تو اس مسئلہ کی قیود سے معلوم ہوا کہ صغیرہ اور مجنونہ اور کافرہ اور منکوحہ بنکاح فاسد اور مطلقہ رجعی پر سوگ کرنا لازم نہیں شارح
کہتا ہے کہ نکاح میں دخول کی قید لگائی ہے اس قول مصنف سے کہ معتدہ بتہ پر ترک زینت واجب ہے کیونکہ مبتوتہ پر عدت واجب نہیں مگر بعد دخول کے
ہم ملبی نے کہا کہ قید دخول کی مبتوتہ کیواسطے تو صحیح ہے لیکن معتدہ موت کیواسطے مضر ہے اسواسطے کہ معتدہ موت پر بہر صورت ترک زینت واجب ہے
دخول ہوا ہو یا نہو تو اس قید کا ساقط کرنا ہی لازم تھا بترک الزینۃ بحلی او حریر او امتشاط بضیق الاسنان والطیب وان لم یکن لہا
کسب الا فیہ والدہن ولو بلا طیب کزیت خالص والکحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر ومصبوغ بمغرۃ او ورس الا بعذر

والجمع للجميع اذا الضرورات تبيح المحظورات۔ سوگ کرے عورت ترک زینت سے خواہ آرائش زیور کی ہو یا ریشمی کپڑے کی یا باریک دانتوں کی کنگھی کرنے سے تو کشادہ دانتوں کی کنگھی منع نہیں اسواسطے کہ وہ سنگھار کی چیز نہیں دافع تکلیف ہے کذا فی البحر اور سوگ کرے خوشبو کے ترک سے اگرچہ عورت کا کوئی اور پیشہ نہو سوا خوشبو سازی کے اور تیل سر میں ڈالنا یا بدن میں ملنا ترک کرے اگرچہ تیل بے خوشبو کا ہو جیسے خالص زیتون کا تیل یا میٹھا تیل یا گھی کذا فی البحر اور سرمہ اور مہندی ترک کرے اور کسم اور زعفران اور گیرو اور ورس کا رنگین کپڑا نہ پہنے ورس گھاس ہے زرد رنگ خوشبودار یمن میں ہوتی ہے اوس سے کپڑے رنگتے ہیں ان سب چیزوں کا استعمال جائز نہیں مگر عذر سے اسواسطے کہ ضروریات مباح کر دیتی ہیں ممنوعات کو تو ریشمی کپڑا پہننا واسطے دفع خارش اور جوؤں کے جائز ہے اور سرمہ لگانا آنکھوں کی بیماری میں درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ شب کو لگا دے اور صبح کو دھو ڈالے اور اگر اور کوئی کپڑا میسر نہو تو کسم اور زعفران کا رنگین کپڑا پہننا جائز ہے ولا بأس بالسود والازرق والمعصفر الخلق الذي لا رائحة له اور کچھ مضایقہ نہیں سیاہ اور کرنجی کپڑے میں اور کسم کے رنگین پرانے کپڑے میں جس میں کسم کی خوشبو باقی نہیں لا حداد على سبعة كافرة وصغيرة ومجنونة ومعتدة عتق كموت عن امّ ولد ومعتدة نكاح فاسد او وطي بشبهة او طلاق رجعي سوگ نہیں سات عورتوں پر کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ اور آزاد ہونیکی عدت والی پر چنانچہ مولی کی موت ام ولد کو چھوڑ کر اور نکاح فاسد اور وطی بشبہ اور طلاق رجعی کی عدت والیوں پر ھم کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ پر اسواسطے سوگ واجب نہیں کہ وہ مکلف نہیں اور ام ولد قید مملوکیت سے چھوٹی تو اوسکو تاسف کا کیا مقام ہے اور نکاح فاسد اور وطی بشبہ سے نعمت نکاح کی فوت نہیں ہوئی کہ افسوس کی جگہ ہو بلکہ گناہ سے خلاصی ملی اور مطلقہ رجعی میں سوگ کا کیا ذکر ہے بلکہ اوسکو آرائش اور سنگار کرنا چاہیے تاکہ اوسکا زوج مائل ہو کر رجعت کرے ويباح الحداد على قرابة ثلاثة ايام فقط وللزوج منعها لان الزينة حقه فتح وينبغي حل الزيادة على الثلاثة اذا رضي الزوج او لم تكن مزوجة نهر اور مباح ہے ترک زینت کرنا قرابت والوں کی موت میں فقط تین دن تک اور زوج کو درست ہے کہ اپنی زوجہ کو تین دن کے اندر بھی منع کرے سوگ کرنے سے اسواسطے کہ آرائش حق ہے مرد کا کذا فی فتح القدیر اور لایق یوں ہے کہ حلال ہو زیادتی ترک زینت تین دن سے بھی زیادہ جب کہ زوج عورت کا راضی ہو یا وہ منکوحہ نہو کذا فی النہر الفائق ھم صحیحین میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہیں اوس عورت مسلمان کو جو حق تعالی اور قیامت کو حق جانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسیکے غم میں سوگ کرے مگر اپنے زوج پر چار مہینے اور دس دن فتح القدیر میں اسیقدر ہے کہ بموجب اس حدیث کے تین دن سے زیادہ ترک زینت حرام ہے غیر از زوج کی موت میں اور یہہ جو شارح نے فتح القدیر کیطرف نسبت کیا کہ تین دن میں بھی منع کر دینا زوج کو درست ہے سو یہہ وہم پڑ گیا ہے اوسکو یہہ فتح القدیر کی عبارت نہیں بلکہ صاحب نہر الفائق کی یہہ عبارت ہے اور یہہ جو صاحب نہر نے بشرط رضای زوج یا عدم تزوج تین دن سے زیادہ سوگ کرنا قرابت والوں کے واسطے تجویز کیا سو مخالف ہے اطلاق حدیث مذکور کی اور یہ مخالف ہے روایت فقہ کے امام محمد نے نوادر میں کہا کہ حلال نہیں عورت کو سوگ کرنا مگر باپ یا بیٹے یا بھائی یا ماں کی موت میں تین دن سے زیادہ سوگ مخصوص ہے زوج کیواسطے کذا فی حاشیة المدنی وفی التاتارخانية ولا تعذر في لبس السواد وهي آثمة الا الزوجة في حق زوجها فتعذر الى ثلاثة ايام قال في البحر وظاهره منعها من السواد تاسفا على موت زوجها فوق الثلث اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے کہ عورت معذور نہیں سیاہ کپڑے پہننے میں بتقریب ماتم اور وہ اس سیاہ پوشش سے گنہگار ہے مگر زوجہ اپنے زوج کے حق میں سو تین دن تک معذور ہے بحر الرائق میں کہا کہ ظاہر کلام تاتارخانیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو سیاہ پوشی ممنوع ہے اپنے زوج کی موت کی تاسف پر تین دن سے زیادہ ھم شارح نے قبل ہی تصریح کر چکا ہے کہ سیاہ پوشش میں کچھ مضایقہ نہیں اور تاتارخانیہ سے معلوم ہوا کہ جائز نہیں تو مطلب یہ ہے کہ اگر قبل موت زوج کے سیاہ کپڑا رنگا ہو تو درست ہے اور اگر بعد موت کے بتقریب ماتم رنگین کیا تو جائز نہیں چنانچہ یہہ تفصیل تاتارخانیہ کی عبارت سے مفہوم ہوتی ہے وفی النهر لو بلغت في العدة لزمها الحداد فيما بقي اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر زوجہ صغیرہ بالغ ہو گئی عدت کے اندر تو اوسپر سوگ کرنا لازم ہوگا باقی عدت میں والمعتدة اي معتدة كانت عيني فيعم معتدة عتق ونكاح فاسد

واما الثانية فتخطب اذ لم يخطبها غيره وترضى به فلو سكتت فقولان ومحرم خطبتها بالكسر والشتم اور عدت والی سے پیام نکاح کا دینا حرام ہے کوئی عدت والی ہو کذا فی العینی تو معتدۂ عتق اور معتدۂ نکاح فاسد کو بھی یہ حرمت شامل ہے اور جو عورت کہ عدت سے خالی ہو تو اوس سے پیام دینا درست ہے اوس وقت جبکہ دوسرے نے اوسکو پیام نہ دیا ہو اور وہ راضی نہ ہو گئی ہو اور اگر بعد پیام کے عورت نے سکوت کیا ہو نہ اقبال کیا ہو نہ انکار تو اوسمین دو قول ہین ایک قول یہ ہے کہ پیام دینا جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز نہین ہم اصل ان روایات کی وہ حدیث متفق علیہ ہے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ لا يخطب احدكم على خطبة اخيه یعنی کوئی تم مین سے پیام نکاح کا نہ دیوے اپنے بھائی کی منگنی پر خطبہ بکسر اول بمعنی پیام نکاح اور بعضی اہل لغت بضم اول بھی قائل ہین ويباح التعريض كاريد ان اتزوج لو معتدة الوفاة لا المطلقة اجماعا لافضائه الى عداوة المطلق ومفاده جوازه لمعتدة عتق ونكاح فاسد ووطئ بشبهة نهر اور صحیح ہے تعریض اگر معتدۂ وفات ہو یعنی گول گول پیام نکاح کا دینا درست ہے نہ کھول کر چنانچہ یون کہنا کہ مین نکاح کا ارادہ رکھتا ہون یا کہ مجھکو آرزو ہے کہ حق تعالے مجھکو نیک بخت عورت میسر کرے اور صحیح نہین تعریض مطلقہ سے بالاجماع اوس واسطے کہ تعریض مطلقہ سے طلاق دینیوالے کی عداوت کی نوبت پہنچتی ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے جواز تعریض کا واسطے معتدۂ عتق اور معتدۂ نکاح فاسد اور معتدۂ وطی بالشبہہ کے اوس واسطے کہ ان صورتون مین کوئی طلاق دینیوالا نہین جسکی عداوت کا خوف ہو لكن في القهستاني عن المضمرات ان بناء التعريض على الخروج لیکن قہستانی مین مضمرات سے یون منقول ہے کہ بنا تعریض عورت کے نکلنے پر ہے اوس واسطے کہ گھر کے اندر جا کر تعریض کرنا درست نہین اور سوا معتدۂ وفات کے کسی معتدہ کا گھر سے نکلنا جائز نہین ہے اوس واسطے کہ نفقہ سب عدت والیون کا مرد پر فرض ہے سوا معتدۂ وفات کے پس جب نکلنا اور عدت والیون کو جائز نہوا تو تعریض کرنا کیونکر ہوگا ولا تخرج معتدة رجعي وبائن باي فرقة كانت على ما في الظهيرية ولو مختلعة على نفقة عدتها في الاصح اختيار او على السكنى فيلزمها ان تكتري بيت الزوج معراج لو حرة او امة مبوأة ولو من فاسد اور نہ نکلے معتدۂ رجعیہ اور بائن کسی طرح جدائی ہو گئی ہو کذا فی الظہیریہ اگرچہ عورت نے اپنی عدت کے عوض خلع کیا ہو تو بھی نہ نکلے قول اصح مین کذا فی الاختیار یا عوض مسکنے کے خلع کیا ہو تو لازم ہوگا عورت پر اوس صورت مین زوج کے گھر کو کرایہ لینا عدت کذا فی المعراج یہہ عدم خروج لازم ہے اگر معتدہ حرہ ہو یا ایسی لونڈی ہو جسکو زوج نے ایک مکان رہنے کیواسطے مقرر کر دیا ہو اگرچہ عدت نکاح فاسد کی ہو تو بھی اپنے گھر سے نہ نکلے ہم اگر لونڈی کیواسطے زوج نے مکان کو نہ معین کر دیا ہو تو اوسکو عدت مین نکلنا درست ہے خواہ وہ خالص لونڈی ہو یا مدبرہ ہو خواہ ام ولد خواہ مکاتبہ اوس واسطے کہ خدمت مولی کی اوسپر واجب ہے کذا فی البحر الرائق

مكلفة من بيتها اصلا لا ليلا ولا نهارا ولا الى صحن دار فيها منازل لغيره ولو باذنه لانه حق الله تعالى بخلاف نحو امة لتقدم حق العبد یعنی نہ نکلے معتدہ مکلفہ اپنے گھر سے جسمین قبل عدت کے رہتی تھی اصلا نہ نکلے رات کو نہ دن کو اور نہ گھر کے اوس صحن مین نکلے جسمین غیر زوج کے مکانات ہون اگرچہ زوج کی اجازت نکلنے مین ہو تو بھی نہ نکلے اوس واسطے کہ گھر سے نہ نکلنا حق ہے اللہ تعالی کا تو زوج اوسکو باطل نہین کر سکتا قرآن مجید مین ارشاد فرمایا لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن یعنی عدت والیونکو اونکے گھرون سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلین بخلاف لونڈی کے کہ اوسکو عدت مین نکلنا جائز ہے بسبب مقدم ہونے حق عبد کے یعنی مولی کی خدمت کے ومعتدة موت تخرج في الجديدين وتبيت اكثر الليل في منزلها لان نفقتها عليها فتحتاج للخروج حتى لو كان عندها كفايتها صارت كالمطلقة فلا يحل لها الخروج فتح اور موت زوج کی عدت والی نکلے دنمین اور رات مین اور اکثر شب اپنے گھر مین شب باشی کرے اوس واسطے کہ نفقہ اوسکا اوسکی ذات پر ہے تو ضرورت ہوئی اوسکو نکلنے کی واسطے تحصیل معاش کے یہانتک کہ اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال ہو تو وہ بھی مطلقہ کی مانند ہو جاویگی پھر اوسکو بھی باہر نکلنا جائز نہوگا کذا فی فتح القدیر ہم مراد جدیدین سے رات اور دن ہے اوس واسطے کہ ہر دن نیا دن ہے اور ہر رات نئی رات ہے وجوز في القنية خروجها لاصلاح ما لا بد لها منه كزراعة ولا وكيل لها اور جائز رکھا قنیہ مین نکلنا معتدہ کا اپنی ضروری کام کو

درستی کیواسطے جیسے کھیتی کی خبرگیری کے واسطے اوس حالت مین جب کہ کوئی اوسکا کارندہ نہو طُلِّقَتْ اَوْ مَاتَ وَهِيَ زَائِرَةٌ فِي غَيْرِ مَسْكَنِهَا عَادَتْ اِلَيْهِ
فَوْرًا اگر جوبہ حلیکہ مطلقہ ہوئی یا کہ زوج مرگیا اور حالانکہ وہ اپنے رشتہ دارون کے ملنے کو گئی تہی اور کسی مکان مین سوا اپنے گہر کے سواتو طلاق یا موت
سنکر فورًا اپنے گہر مین پلٹ آوے اسواسطے کہ عورت پر پلٹ آنا واجب ہے وَتَعْتَدَّانِ اَيْ مُعْتَدَّةُ طَلَاقٍ وَمَوْتٍ فِي بَيْتٍ وَجَبَتْ فِيهِ وَلَا
تَخْرُجَانِ مِنْهُ اور معتدہ طلاق اور معتدہ موت عدت پوری کرین اوس مکان مین جسمین عدت واجب ہوئی ہے اور نہ نکالی جاوین اوس سے
اِلَّا اَنْ تُخْرَجَ اَوْ يَنْهَدِمَ الْمَنْزِلُ اَوْ تَخَافَ اِنْهِدَامَهُ اَوْ تَلَفَ مَالِهَا اَوْ لَا تَجِدُ كِرَاءَ الْبَيْتِ وَنَحْوَ ذٰلِكَ مِنَ الضَّرُورَاتِ فَتَخْرُجُ لِاَقْرَبِ
مَوْضِعٍ اِلَيْهِ وَفِي الطَّلَاقِ اِلٰى حَيْثُ شَاءَ الزَّوْجُ معتدہ کو نکلنا جائز نہین مگر اوسوقت جبکہ کوئی بزور نکالے خواہ زوج یا صاحب مکان یا وارث
یا گہر منہدم ہوجاوے یا ڈر ہو گہر کے گر پڑنیسے یا اپنے مال کے تلف ہونیسے ڈر ہو یا گہر کے کرایہ دینے کا عورت کو مقدور نہو اسی قسم کی ضرورت ہو تو نکلے
اور رہے اوس مکان مین جو مکان عدت سے قریب تر ہو یعنی حتی الامکان دور نہ جاوے یہہ حکم تہا معتدہ وفات کا اور طلاق کی عدت مین اگر اس
قسم کی ضرورتین پیش آوین تو وہان رہے جہان کہ زوج چاہے وَلَوْ لَمْ يَكْفِهَا نَصِيبُهَا مِنَ الدَّارِ اِشْتَرَتْ مِنَ الْاَجَانِبِ مُجْتَبٰى وَظَاهِرُهُ
وُجُوبُ الشِّرَاءِ لَوْ قَادِرَةً وَالْكِرَاءِ بَحْرٌ وَاَقَرَّهُ اَخُوهُ وَالْمُصَنِّفُ قُلْتُ لٰكِنَّ الَّذِي رَاَيْتُهُ فِي نُسْخَةِ الْمُجْتَبٰى اِسْتَتَرَتْ بِسِتْرٍ فَلْيُحَرَّرْ
اور اگر معتدہ وفات کو کفایت نکرے اوسکا حصہ جو زوج کے گہر سے بطور وراثت کے اوسکو ملا تو خرید کرے بیگانون سے کذا فی المجتبی اور ظاہر کلام
مجتبی کا دلالت کرتا ہے مول لینے کے وجوب پر اگر اوسکو مقدور ہو یا کرایہ دینے کے وجوب پر کذا فی البحر الرائق اور اوسکو صاحب بحر کے بہائی یعنے
صاحب نہر نے اور مصنف نے اپنی شرح مین مسلم رکہا ہے شارح کہتا ہے لیکن جو کہ مین نے مجتبی کے دونسخون مین دیکہا ہے بجای اشترت کے سو استترت ہے
جسکا مصدر استتار ہے تو اسکو تحقیق اور تنقیح کرنا چاہیے تو اس تقدیر مین مطلب مجتبی کا یہہ ہوا کہ اگر حصہ عورت کا رہنے کو کفایت نکرے تو عورت بیگانے
لوگون سے پردہ کرے حلبی اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جن نسخون مین شارح نے استترت دیکہا سو غلط النسخ تہے اسواسطے کہ صورت تو یہہ مفروض
ہے کہ حصہ عورت کا اتنا تنگ ہے کہ رہنے کو کفایت نہین کرتا ہے جب مکان بقدر کفایت نہوا تو پردہ کر لینے سے کیا کام نکلیگا علاوہ اسکے پوری عبارت
مجتبی کی یون ہے کہ اشترت من الاجانب والاولاد الکبار یعنی عورت خرید کریگی غیرون اور زوج کی اولاد کبار سے تو درصورت استتار کے مطلب
یہہ ہوگا کہ زوج کی اولاد کبار سے بہی پردہ کرے حالانکہ زوج کی اولاد سے پردہ نہین اسواسطے کہ وہ عورت کے محرم ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وَلَا بُدَّ مِنْ سُتْرَةٍ بَيْنَهُمَا فِي الْبَائِنِ
لِئَلَّا يَخْتَلِيَ بِالْاَجْنَبِيَّةِ وَمُفَادُهُ اَنَّ الْحَائِلَ يَمْنَعُ الْخَلْوَةَ الْمُحَرَّمَةَ اور طلاق بائن مین ضرور ہے پردہ مرد اور عورت کے درمیان تاکہ مرد کو اجنبی
عورت سے خلوت نہو طلاق بائن سے عورت اجنبی ہوگئی تو پردہ کرنا ضرور ہوا اور اس کلام سے معلوم ہوا کہ حائل مانع ہو خلوت محرمہ کا یعنی اگر کوئی چیز درمیان
مین حائل ہو دیوار یا ٹاٹ کا پردہ یا کپڑے کا پردہ تو حرام خلوت ثابت نہین ہوتی وَاِنْ ضَاقَ الْمَنْزِلُ عَلَيْهِمَا اَوْ كَانَ الزَّوْجُ فَاسِقًا فَخُرُوجُهُ اَوْلٰى
لِاَنَّ مُكْثَهَا وَاجِبٌ لَا مُكْثَهُ وَمُفَادُهُ وُجُوبُ الْحُكْمِ بِهِ ذَكَرَهُ الْكَمَالُ اور اگر تنگی کرے مکان مرد وعورت پر یعنی پردہ کرنے سے لائق گذران کے
نرہے یا کہ زوج فاسق ہو جسکو حرام حلال کی کچہ تمیز نہین تو نکل جانا مرد کا اوس مکان سے بہتر ہے اسواسطے کہ رہنا عورت کا اوس مکان مین تا عدت واجب ہے
مرد کا رہنا اوس مکان مین کچہ واجب نہین اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ واجب ہے حکم کرنا زوج کے خروج پر کذا فی فتح القدیر ہرچند فقہا نے
زوج فاسق کے خروج کو اولی کہا ہے اور اولی سے وجوب نہین ثابت ہوتا ہے لیکن اولویت کی تعلیل مین وجوب مکث عورت کو ذکر کیا ہے تو اس قرینہ سے
اولی بمعنی ارجح ہے تو حکم خروج کا واجب ہوگا اسواسطے کہ جب مُبِیح اور مُحَرِّم متعارض ہوتے ہین تو ترجیح مُحَرِّم کو ہوتی ہے کذا فی فتح القدیر وَحَسُنَ اَنْ
يَجْعَلَ الْقَاضِي بَيْنَهُمَا امْرَاَةً ثِقَةً تُرْزَقُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ بَحْرٌ عَنْ تَلْخِيصِ الْجَامِعِ قَادِرَةً عَلَى الْحَيْلُولَةِ بَيْنَهُمَا اور مستحب یہہ ہے کہ قاضی مرد اور
عورت کے درمیان ایک ثقہ معتمد عورت کو مقرر کردے جسکی روزی بیت المال سے دیجاوے کذا فی البحر عن تلخیص الجامع وہ عورت ایسی ہو کہ قادر ہو مرد وعورت
مین حائل ہونے پر یعنی ہوشیار قوت والی ہو کہ مرد کو ڈانٹے اور اگر نہ مانے تو شور کرکے لوگون کو بلا سکے وَفِي الْمُجْتَبٰى الْاَفْضَلُ الْحَيْلُولَةُ بِسِتْرٍ وَ

لو اسفافها مرأة قال لهما ان يسكنا بعد الثلث في بيت واحد اذا لم يلتقيا التقاء الازواج ولم يكن فيه خوف فتنة انتهى اور محیط میں یون ہے کہ بہتر یہ ہے کہ آڑ کر دی جاوے پردہ سے اور اگر زوج فاسق ہو تو ایک عورت مقرر کیجاوے کہ وہ حائل رہے دونوں میں کما فی المحیط۔ کے مصنف نے کہ جائز ہو مرد اور عورت کو رہنا ایک گھر میں بعد عدت کے بشرطیکہ دونو زوج اور زوجہ کیطرح نہ ملتے ہوں مثلاً عورت سے اور ا تہون کو بہ سبب کی ہو مرد کے ساتھ اور بشرطیکہ دونو کے یکجا رہنے میں کچھ فساد کا خوف نہ ہو انتہے کلامہ وسئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولكل منهما ستون سنة وبينهما اولاد تتعذر عليهما مفارقتهم فيسكنان في بيتهم ولا يجتمعان في فراش ولا يلتقيان التقاء الازواج هل لهم ذلك قال نعم واقره المصنف اور کسی نے سوال کیا شیخ الاسلام سے زوجین کے باب میں جنہیں طلاق وغیرہ سے جدائی ہو گئی اور عدت گذر گئی اور ہر ایک کی ساٹھ ساٹھ برس کی عمر ہے اور دونو کے اولاد ہے کہ اونکا چھوڑنا دونو پر سخت مشکل ہے سو وہ دونو اولاد والے گھر میں رہتے ہیں اور ایک فرش پر جمع نہیں ہوتے اور آپس میں جورو خاوند کیطرح نہیں ملتے کیا اسطرح کا رہنا انکو درست ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ ہاں درست ہے اور مصنف نے بھی اس روایت کو اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے ابانها او مات عنها في سفر ولو في مصر وليس بينها وبين مصرها مدة سفر رجعت ولو بين مصرها مدته وبين مقصدها اقل مضت ایک بائن دی عورت کو یا اوسکو چھوڑ کر سفر میں مرد مر گیا اگرچہ راہ میں نہیں بلکہ کسی شہر میں طلاق یا موت واقع ہوئی ہو اور عورت میان اس جگہ کے اور درمیان عورت کے شہر کی مدت سفر یعنی تین دن کی راہ نہو تو عورت لوٹ آوے اپنے شہر میں اور اپنے گھر میں عدت منقضی کرے اور اگر عورت کے شہر میں اور اوس جگہ میں تین دن کی راہ ہو اور جہان کو جاتی تھی اوسکی مسافت وہان سے تین منزل سے کم ہے تو وہین چلی جاوے وان کانت تلك اي مدة السفر من كل جانب منها ولا يعتبر ما في ميمنة وميسرة فان كان في مفازة خيرت بين رجوع ومضي معه ولي او لا في الصورتين اور اگر اوس جگہ سے دونو طرف مدت سفر کی ہو یعنی وہان سے وطن بھی تین منزل ہو یا زیادہ اور مکان مقصود بھی تین منزل ہے یا زیادہ تو اگر مکان طلاق یا موت کا جنگل ہو تو عورت کو اختیار ہے وطن کو پھر آئیں اور مکان مقصود کیطرف چلی جانے میں اور داہنے بائیں اگر کوئی شہر قریب ہو تو اوسکا کچھ اعتبار نہیں عورت کے ساتھ کوئی اوسکا محرم ہو یا نہو دونو صورتون میں یعنی جب وطن تک مدت سفر ہو تو عورت پر رجوع وطن واجب ہے اوسکے ساتھ محرم ہو یا نہو اور جب دونو طرف مدت سفر کی ہو تو عورت کو پھرنے اور چلی جانے میں اختیار ہے خواہ محرم ساتھ ہو یا نہو والعود احمد لتعتد في منزل الزوج اور جب دونو طرف مدت سفر کی ہو تو ہرچند عورت مختار ہے لیکن وطن میں پھر آنا مستحب ہے تاکہ عدت کو زوج کے گھر میں منقضی کرے ولكن ان مرت بما يصلح للاقامة كما في البحر وغيره وزاد في النهر وبينه وبين مقصدها سفر او كانت في مصر او قرية تصلح للاقامة تعتد ثمه ان لم تجد محرما اتفاقا وكذا ان وجدت عند الامام ثم تخرج بمحرم ان كان ولیکن اگر عورت کا جانے یا پھر نہیں ایسے مقام پر گذار ہوا جو رہنے کے لائق ہے یعنی شہر ہو یا گاؤں جنگل کما في البحر وغیرہ اور نہر الفائق میں اتنی قید اور زیادہ کی کہ اوس محل اقامت میں جہان گذار ہوا اور عورت کے مکان مقصود میں سفر کی مدت ہو یا کہ عورت طلاق اور موت کے وقت کسی شہر یا گاؤں میں موجود لائق رہنے کے ہے تو وہین عدت کرے اگر محرم کو نپاوے بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح وہین عدت کرنا چاہیے اگر محرم کو بھی پاوے نزدیک امام کے پھر بعد عدت کے وہان سے نکلے اور اپنے وطن کو آوے اگر محرم ساتھ ہو اور اگر محرم نہو تو اوسکو تین منزل یا زیادہ سفر کرنا حرام ہے یہانتک کہ اوسکا محرم آوے یا کہ عورت وہان کسی سے نکاح کرلے اور نہر الفائق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر درمیان وطن کے شہر سے اور مکان مقصود سے سفر کی مدت سے کم مسافت ہوگی تو عدت وہین کرنا واجب نہیں بلکہ اگر عورت چاہے تو مکان مقصود کو چلی جاوے کذا في حاشية الطحطاوي وتنتقل المعتدة المطلقة بالبادية في مع اهل الكلاء في محفة او خيمة مع زوجها ان تضررت بالمكث في المكان الذي طلقها به فله ان يحولها والا لا اور منتقل مکان کرتی ہے وہ عدت والی جو

طلاق واقع ہوئی جنگل مین کذا فی فتح القدیر یعنی جب زوج مرد صحرائی اور بادیہ نشین ہو اونکا دستور ہے کہ ایک جگہ نہین ٹھہرتے جہان جہان چارہ
اور پانی اونکے چارپایون کو ملتا ہے وہان ٹھہرتے ہین پھر جب چارہ ہو چکا تو پھر کوچ کرتے ہین تو اگر کسی بادیہ نشین نے طلاق دی تو عورت اونہین
چارہ پانی تلاش کرنیوالون کے ساتھہ نقل مکان کرتی رہے ڈولی مین یا خیمہ مین اپنے زوج کے ساتھہ اگر عورت کو غیر لوگون کے پاس رہنے سے اُس
مکان مین جسمین زوج نے اوسکو طلاق دی کچھہ ضرر ہو جان یا مال کا تو اس صورت مین زوج کو جائز ہے کہ اوسکو ساتھہ لیکر چلتا پھرتا رہے ڈولی
یا خیمہ مین اور اگر عورت کو طلاق کے مکان مین کچھہ مضرت نہو تو وہین عدت کو آخر کرے زوج کے ساتھہ نہ پھرے لا یخرج الزوج بالمسافرۃ
بالمعتدۃ ولو عن رجعی بحر اور جائز نہین زوج کو سفر مین لیجانا عدت والیکا اگرچہ عدت رجعی کی ہو کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ بعد عدت
کے عورت اجنبی ہو جاویگی اور اجنبی عورت کو غیر محرم یا غیر زوج کے ساتھہ سفر کرنا جائز نہین ومطلقۃ الرجعیۃ کالبائن فیما مر غیر انھا تمنع
عن مفارقۃ زوجھا فی مدۃ السفر لقیام الزوجیۃ بخلاف المبانۃ اور مطلقہ رجعیہ بائن کی مانند ہے احکام سابقہ مذکورہ مین یعنے اگر
سفر مین طلاق رجعی ہوئی تو اگر وطن تین منزل سے کم ہو تو ضرور پلٹ آوے اور اگر مکان مقصود کمتر ہو تو اودہر چلی جاوے وغیر ذلک مطلقہ بائنہ اور
رجعیہ مین فقط اتنا فرق ہے کہ اگر جنگل مین طلاق رجعی ہوئی ہو اور وطن تک اور مکان مقصود تک سفر کی مدت ہو تو مطلقہ رجعیہ کو ممنوع ہے اپنے
زوج کی مفارقت سفر کی مدت مین بسبب قائم رہنے زوجیت کی بخلاف مطلقہ بائنہ کے کہ اوسپر مفارقت لازم ہے فروع مسائل متفرقہ شارح کے طلب ابانھا
ان یسکنھا بجوارہ لا یجیبہ وانما تعتد فی مسکن المفارقۃ ظھیریہ زوج نے درخواست کی قاضی سے کہ معتدہ کو اپنے پڑوس رکھے تو
قاضی اوسکو قبول کرے وہین عدت کرے عورت جہان مفارقت ہوئی قبلت ابن زوجھا فلھا السکنٰی لا النفقۃ تتارخانیہ زوجہ نے
ابن زوج کا بوسہ بشہوت لیا تو جدا ہو گئی اور عدت لازم آئی تو زوج پر عورت کیواسطے سکونت کا مکان دینا لازم ہوگا نہ نفقہ دینا کذا فی التاتارخانیہ
لا تمنع معتدۃ نکاح فاسد من الخروج مجتبٰی قلت مر عن البزازیۃ خلافہ لکن فی البدایع له منعھا لتحصین مائہ ککتابیۃ
ومجنونۃ وام ولد اعتقھا فلیحفظ روک نہین معتدہ نکاح فاسد کو باہر نکلنے سے کذا فی المجتبٰی شارح کہتا ہے کہ روایت بزازیہ کی اسکے مخالف گذر گئی
لیکن بدایع مین ہے کہ مرد کو جائز ہے منع کرنا معتدہ نکاح فاسد کا اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے جیسے معتدہ کتابیہ اور مجنونہ اور ام ولد کا جسکو مولے
نے آزاد کر دیا ہے روکنا جائز ہے واسطے حفاظت نطفہ کے تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے اقول شارح نے کلام بدایع سے مجتبٰی اور ظہیریہ کا تخالف مٹا دیا
یعنی مجتبٰی کی نفی منع خروج اسپر محمول ہے کہ روکنا حق الدین نہین اور روایت ظہیریہ کی اسپر محمول ہے کہ روکنا باعتبار وجوب شرعی کے نہین بلکہ اپنے نطفہ کی
حفاظت کیواسطے ہے اور یہہ جو شارح نے کہا کہ روایت بزازیہ اسکی مخالف ہے سو یہ سہو کاتب ہے اسواسطے کہ روایت منع خروج ظہیریہ سے سابق مذکور ہو چکی نہ بزازیہ

فصل فی ثبوت النسب

یہہ فصل ہے ثبوت نسب کے بیان مین یعنی ولد کا نسب زوج سے کس امر مین ثابت ہوتا ہے اور کس مین نہین اکثر مدۃ الحمل
سنتان لخبر عایشۃ رضی اللہ عنھا کما فی الرضاع وعند الائمۃ الثلثۃ اربع سنین زیادہ تر مدت حمل کی دو برس ہین بدلیل خبر عایشہ رضی
عنہا کے جو باب الرضاع مین مذکور ہو چکی اور تینون امامون کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہین اقول سنن دارقطنی
اور بیہقی مین بطریق ابن مبارک عایشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حمل زیادہ نہین ٹھہرتا دو برس سے بقدر گردش ظل مغزل یعنے جتنی دیر سایہ
چرخی کا گھومنے کے وقت ٹھہرتا ہے اسقدر بھی دو برس سے زیادہ حمل نہین ٹھہرتا یہہ کنایہ ہے کمال عسرت سے اور ہرچند یہہ اثر ہے حدیث مرفوع نہین لیکن
چونکہ تعیین مدت داخل قیاس و مجتہد نہین تو بالضرور یہہ مسموع ہوگا شارع سے اور بیہقی نے ولید بن مسلم سے روایت کی کہ مین نے حدیث عایشہ صدیقہ
کو امام مالک کے روبرو ذکر کیا اونہون نے کہا سبحان اللہ یہہ کہو محمد بن عجلان کی زوجہ تین بار بارہ برس مین یعنی ہر لڑکا چار برس مین لیکن یہہ استدلال
تمام نہین اسواسطے کہ حکایت معارض روایت کی نہین ہو سکتی اور انقطاع حیض اور پیٹ کا پہولنا دلیل نہین ہو سکتا اسواسطے کہ استدادطہر سا لہا سال
ہوتا ہے اور بیماری سے پیٹ بھی پہول جاتا ہے یہانتک کہ مواد اور ریاح سے حرکت بھی حمل کی طرح معلوم ہوتی ہے اور حالانکہ حمل نہین ہوتا کذا فی فتح القدیر

وحملہ وفصالہ ثلثون حق تعالیٰ نے فرمایا کسی کو خلاف نہیں اجماع ہیں چھ مہینے کی مدت کمتر پس وادناہا ستۃ اشہر اجماعا
شہرا یعنی حمل رہنا اور دودھ چھوٹنا تیس مہینے ہیں بیان حمل اور فصال کو یکجا فرمایا بلا تفصیل مدت پھر دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ فصال کی مدت
دو برس ہیں تو معلوم ہو گیا کہ باقی چھ مہینے حمل کی مدت میں آئے اور یہ جو علماء نے آیت مذکورہ سے باب الرضاع میں امام اعظم کے مذہب کی دلیل
بیان کی کہ تیس مہینے رضاع کی مدت اور تیس مہینے اکثر حمل کی مدت اس آیت سے ثابت ہوتی ہے لیکن حدیث عائشہ صدیقہ سے ثابت ہوا کہ دو برس سے زیادہ
حمل کی مدت نہیں ہوتی تو یہ استدلال صحیح نہیں اس واسطے کہ لفظ مقرون ہے اطلاق واحد میں رضاعت کیواسطے تیس مہینے مراد لینا اور حمل کیواسطے دو برس
مہینے ارادہ کرنا یہ جمع من الحقیقت والمجاز ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں علاوہ اسکے تحقیق یہ ہے کہ عدد میں گنجائش مجازیت کی نہیں کذا فی فتح القدیر

فیثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی ولو بالاشہر لا یاسہا بل ایم وفاسد النکاح فی ذلک کصحیحہ قہستانی وان ولدت
لاکثر من سنتین ولو لعشرین سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طہرہا وعلوقہا فی العدۃ تو ثابت ہوگا نسب معتدہ رجعی کے ولد کا اگرچہ
عدت اوسکی مہینوں کے حساب سے ہو بسبب یاس کے کذا فی البدائع اور نکاح فاسد فقط ثبوت نسب میں برابر نکاح صحیح کے ہے کذا فی القہستانی
اگر یہ معتدہ رجعی بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ میں جنی ہو گو کہ بعد بیس برس یا زیادہ کے جنی تو بھی نسب ثابت ہو جاویگا بسبب احتمال دراز
ہونے اوسکے طہر کے اور باحتمال اوسکے حاملہ ہونیکے عدت میں یعنی احتمال ہے کہ مثلاً بعد طلاق کے اٹھارہ برس تک اوسکو طہر رہا حیض نہ آیا تو عدت
ہنوز قائم ہے پھر عدت میں زوج نے وطی کی اور حمل رہ گیا اور دو برس میں لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب ہے یعنی زوج ہی کا ٹھہریگا مالم
تقر بمضی العدۃ والمدۃ تحتملہ زیادہ دو سال کی ولادت سے ولد ثابت النسب اوس صورت میں ہوگا جب کہ عورت اقرار نکر چکی ہو انقضائے
عدت کا اور حالانکہ مدت بھی انقضائے عدت کی محتمل تھی تو اگر طلاق سے بعد آٹھ مہینے کے جنی اور پہلے انقضائے عدت کا طلاق سے ساٹھ دن کے
بعد اقرار کر چکی تھی تو ولد ثابت النسب نہوگا اس واسطے کہ اقل مدت عدت کی امام کے نزدیک ساٹھ دن ہیں اور اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں تو آٹھ
مہینے انقضائے عدت اور مدت حمل اور تولد کے محتمل ہیں اور اگر انقضائے عدت کا اوسنے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو ولد
ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ مدت انقضائے عدت کی محتمل نہیں تو شرعاً عورت کی تکذیب ہوگی اس واسطے کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں لڑکا پیدا نہیں ہو سکتا تو معلوم
ہوا کہ عین عدت میں حمل رہا تھا ہم ہدایہ اور کنز اور باقی متون معتمدہ میں بھی روایت مصرح ہے کہ اقرار کے وقت سے اگر چھ مہینے سے کمتر میں عورت جنی گی تو
ولد ثابت النسب ہے اور یہ جو شرح وقایہ میں لکھا ہے اقرار طلاق کا لفظ ہے سو غلط کاتب سے ہے کذا فی الدرر وکانت الولادۃ رجعۃ لو فی الاکثر منہما
او لتمامہما لعلوقہا فی العدۃ لا ان لاقل للشک وان ثبت نسبہ اور ہوگی ولادت رجعت اگر مطلقہ رجعی دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال میں جنی
بسبب حمل رہنے کے عدت میں اور دو سال سے کمتر مدت میں جنی تو ولادت سے رجعت نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے اگرچہ ولد کا نسب دو سال سے کمتر میں بھی ثابت ہوگا
ثبوت رجعت مطلقہ عدت کی وطی پر موقوف ہے تو جب دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال میں ولادت ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعد طلاق کے عدت میں حمل رہا تھا اور اگر دو
سال سے کم یعنی تو مہینے یا بارہ مہینے میں مثلاً ولادت ہوئی تو احتمال ہے کہ حمل قبل طلاق کے ہو اور محتمل ہے کہ بعد طلاق کے ہو تو بسبب اس شک کے رجعت ثابت نہیں کی
لیکن بہر صورت ثابت ہے کا یثبت بلا دعوۃ احتیاطا فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقتہ فیہ ثبت
ہوتا ہی نسب بدون دعوی زوج کے مبتوتہ میں یعنی مختلعہ اور مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلثہ میں جو لڑکا جنی دو سال سے کمتر میں طلاق کے وقت سے ثبوت نسب ہوگا بسبب جواز
وجود حمل کے بوقت طلاق یعنی جب مبتوتہ دو سال سے کمتر میں جنی تو یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ طلاق کے وقت حمل موجود تھا قاعدہ یہ کہ ثبوت نسب میں شارع کو اہتمام
زیادہ ہے تاکہ لڑکا ضائع نہو لہذا اوسکے ثبوت میں احتمال بھی کافی ہے یقین ہونا کچھ ضرور نہیں بخلاف ثبوت رجعت کے کہ اوسمیں احتمال کافی نہیں یقین چاہیے
ولو تقر بمضیہا کما مر یعنی ولد مبتوتہ کا نسب کمتر دو سال سے پیدا ہو نہیں اوس وقت ثابت ہوگا جب کہ عورت انقضائے عدت کا اقرار کر چکی ہو بشرط احتمال
عدت چنانچہ یہ مضمون متعلق مذکور ہو چکا اور اگر بعد اقرار انقضائے عدت دو سال سے کمتر اور چھ مہینے سے اکثر میں جنی گی تو ثبوت نسب نہ ہوگا اور اگر بعد اقرار کے

چھ مہینے سے کمتر میں جنی گی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ عورت کی شرعاً تکذیب ہوگی لیکن یہہ حکم مبتوتہ مدخولہ پر مخصوص ہے اور اگر مدخولہ نہو گی اور وقت
رخصت سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو نسب ثابت ہوگا کذا فی الرحبیہ شیخ الاسلام مفتی ابو سعید
نے تصریح کی کہ اگر غیر مدخولہ وقت نکاح سے پوری چھ مہینے میں جنی تو نسب ولد کا ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ الحموی وان لتمامها لا يثبت النسب وقيل يثبت لتصور العلوق
في حالة الطلاق وذكر في الجوهرة انه الصواب۔ اور اگر مبتوتہ لڑکا جنی پوری دو برس میں تو نسب ثابت نہوگا یہہ روایت ہے قدوری کی اسواسطے
کہ اگر نسب ثابت ہو تو لازم آوے کہ حمل قبل طلاق کے تہا اور حمل قبل طلاق سے لازم آتا ہے کہ دو برس سے زیادہ مدت میں ولادت ہوئی حالانکہ یہہ ممنوع
ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ پوری دو سال سے نسب ثابت ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے حالت طلاق میں تو قبل زوال زوجیت حمل ثابت ہوا اور یہی مذہب ہے
قاضیخان کا اور مصنف جوہرہ نے یہہ عتقاد کیا ہے کہ یہی قول ٹہیک ہے اور قدوری کی روایت میں سہو ہے بحر الرائق میں کہا کہ حق یہہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو
روایتیں ہیں اور عدم ثبوت نسب میں متون متفق ہیں چنانچہ کلام صاحب کنز اور وافی اور صدر الشریعۃ اور صاحب مجمع البحرین اس پر دلالت کرتا ہے اور
یہہ علما روایۃً مذہب سے زیادہ تر واقف ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا ادعاه لانه التزمه وهي شبهة عقد ايضا پوری دو سال کی ولادت سے
ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر زوج کے دعوی سے البتہ ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ زوج نے نسب کو اپنے اوپر خود لازم کر لیا اور بیان شبہ عقد کا یہی ہے
یہہ شارح نے جواب دیا زیلعی کے اعتراض کا کہ وطی مبتوتہ کی عدت میں فقط شبہۃ الفعل ہے اس سے نسب نہیں ثابت ہوتا تو دعوی زوج سے کیونکر نسب ثابت
ہوگا بحر الرائق میں جواب دیا کہ یہاں فقط شبہۃ الفعل ہی نہیں کہ اعتراض لگے بلکہ اسکے ساتھ شبہۃ العقد بھی ہے تو اب دعوی مثبت نسب کا ہوگا اور تفسیر
شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد کی کتاب الحدود میں معلوم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا اذا ولدت توأمين احدهما لاقل من سنتين والاخر
لاكثر پوری دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جب کہ مبتوتہ دو لڑکوں کو ایک حمل سے جنی اسطرح کہ بعد طلاق کے ایک لڑکے کو دو برس سے کمتر میں
جنی اور دوسرے لڑکے کو دو برس سے زیادہ میں جنی مثلاً پہلا لڑکا بائیس مہینے میں جنی اور دوسرا ستائیس مہینے میں جنی اسواسطے کہ پہلا لڑکا تو بلا شرط
دعوی ثابت النسب ہے تو دوسرا بھی بلا دعوی ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ دونو ایک ہی نطفہ سے ہیں ولا اذا ملكها فجاءت به لاقل من ستة
اشهر من وقت الشراء ولاكثر من سنتين من وقت الطلاق پوری دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جبکہ مبتوتہ کا مالک ہو جاوے
اسطرح کہ مثلاً لونڈی منکوحہ تھی پہر اوسکو طلاق دی پہر اوسکو خرید کیا تو اوسکا ولد ثابت النسب ہوگا بلا دعوی اگر وہ خریداری کے وقت سے چھ مہینے سے کمتر میں جنی اگرچہ
طلاق کے وقت سے دو برس سے زیادہ میں جنی ہو کذا فی العالمگیریۃ عن التبيين وكالطلاق سائر اسباب الفرقة بدائع اور مانند طلاق بائن کے ہیں سب
باقی اسباب جدائی کے کذا فی البدائع یعنی خیار بلوغ اور خیار عتق اور عدم کفاءت اور ارتداد تو یہہ سب اسباب فرقت کے احکام سابقہ مفصلہ میں مانند طلاق بائن کے
ہیں لکن في القهستاني عن شرح الطحاوي ان الدعوة مشروطة في الولادة لاكثر منهما لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یہہ منقول ہے کہ ثبوت نسب میں
دعوت زوج کی مشروط ہے دو سال سے زیادہ کی ولادت میں یعنی پوری دو سال میں ثبوت نسب بلا دعوت ہوگا یہہ شارح نے استدراک کیا متن کا ظاہراً یہہ ہی روایت
ہے جو مختار ہے صاحب جوہرہ کی اور مصنف نے روایت قدوری کو اختیار کیا بموافقت متون وان لم تصدق فيه المرأة في رواية وهو الاوجه فتح یعنی پوری دو
سال کی ولادت مبتوتہ میں دعوی زوج سے نسب ثابت ہوگا اگرچہ عورت زوج کی تصدیق نکرے بموجب ایک روایت کے اور یہی روایت قوی اقرب بدلیل ہے کذا فی فتح القدیر
نہر الفائق میں ہے کہ دعوی زوج میں یہاں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہہ ہے کہ دعوی میں تصدیق عورت کی مشروط ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ شرط نہیں اور
اسی روایت کو ترجیح دی ہے صاحب فتح القدیر نے ويثبت نسب ولد المطلقة ولو رجعيا المراهقة المدخول بها وكذا غير المدخول بها ان ولدته لاقل من
لاقل اثبت ہے نسب مراہقہ مطلقہ کی ولد کا اگرچہ طلاق رجعی ہو مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ بشرطیکہ مراہقہ جنی ہو کمتر مدت میں کمتر مدت چھ مہینے ہیں اور اوس سے
کمتر مثلاً ساڑہے پانچ مہینے یا پانچ مہینے خلاصہ یہہ کہ اگر مراہقہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو اوسکا ولد ثابت النسب ہے مراہقہ
اوس لڑکی کو کہتے ہیں جو وطی کے لائق ہے پر نشانیاں بلوغ کی ہنوز ظاہر نہیں نو برس کی ہو یا زیادہ اور جو لڑکی نو برس سے کم ہو تو اوسکی ولادت متصور نہیں اسیطرح

کہ دو برس نطفہ رہنے کا احتمال ہے یہ تبیین میں ہے غیر المقرۃ بانقضائہا عدتہا وکذا المقرۃ ان ولدت لاقل من وقت الاقرار اذا ارتفع حبل الحمل واحتمل تکذیبہا جس مراہقہ نے کہ اپنی انقضاء عدت کا اقرار نہیں کیا اوسکا ولد ثابت النسب ہے اور اسیطرح اوس مقرہ کا ولد ثابت النسب ہے جو چھ مہینے سے کمتر میں جنی اقرار کے وقت سے یہ اوس وقت میں ہے جب کہ مراہقہ نے اپنے حاملہ ہونیکا دعوی نہیں کیا اور اگر حمل کا دعوی کیا تو وہ بالغہ کی مانند ہے لاقل من تسعۃ اشہر من طلاقہا لکون العلوق فی النکاح او العدۃ والا لا لکونہ بعدہا لانہا لصغرہا یجعل سکوتہا کاقرارہا یعنی جس نے کہ مراہقہ غیر مقرہ کا من طلقہا ولد ثابت النسب ہے جبکہ وہ بعد طلاق کے نو مہینے سے کمتر مدت میں ہو اسلیے حمل رہنے کے نکاح میں یا عدت میں اور اگر نو مہینے سے کمتر میں نہ جنی بلکہ پورے نو مہینے یا زیادہ میں جنی تو ثبوت نسب نہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے بعد عدت کے اسواسطے کہ بسبب کم عمری مراہقہ کے اوسکا سکوت بھی اقرار انقضاء عدت قرار دیا جائیگا ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ جب مراہقہ متولد نو مہینے یا زیادہ میں جنی تو احتمال ہے کہ اوسکو نکاح میں یا عدت میں حمل رہا ہو پھر کیا وجہ عدم ثبوت نسب کی اور مسئلہ مذکورہ میں ہے عدم اقرار کا ان اگر اقرار انقضاء عدت کا کرتی اور اسکے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ میں لڑکا ہوتا تو البتہ نسب ثابت نہوتا غلام جواب کا یہ ہے چونکہ انقضاء عدت مراہقہ کا بسبب کم عمری کے مخصوص ایک ہی طور پر ہے یعنی فقط مہینوں پر جیسے ہر تو بعد طلاق کے تین مہینے کا گذر جانا اور بسبب کم عمری کے اوسکا سکوت کرنا بھی قائم مقام اقرار کے ہے تو جب کہ بعد تین مہینے کے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو معلوم ہوا کہ حمل بعد عدت کے پیدا ہوا لہذا نسب نہ ثابت ہوگا فلو ادعت حبلا فہی ککبیرۃ فی بعض الاحکام لاعترافہا بالبلوغ سو اگر دعوی کیا مراہقہ نے حمل کا تو وہ اب برابر بالغہ کے ہوگی بعضے احکام میں بسبب اقرار بلوغ کے ہم بحر الرائق میں کہا کہ اگر مراہقہ نے دعوی حمل کا کیا طلاق بائن میں پھر کمتر دو برس سے جنی اور طلاق رجعی میں ستائیس مہینے سے کمتر میں جنی تو اوسکا ولد ثابت النسب ہوگا کذا فی غایۃ البیان تو مراہقہ اس حکم میں تو کبیرہ کی برابر ہوئی لیکن اور احکام میں برابر نہیں مثلا طلاق رجعی میں اگر مراہقہ مذکورہ ستائیس مہینے پورے میں یا زیادہ میں جنیگی تو نسب ثابت نہوگا بخلاف کبیرہ کے کہ اوسکے ولد کا نسب ایاس تک ثابت ہوگا بسبب مشتبہ ہونے طہر کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویثبت نسب ولد المعتدۃ عن الموت لاقل منہما من وقتہ ای الموت اذا کانت کبیرۃ ولو غیر مدخول بہا اور ثابت ہوتا ہے نسب معتدہ موت کا اگر ابتداے موت سے کمتر دو سال سے جنے بشرطیکہ کبیرہ ہو اگرچہ وہ مدخولہ نہو اسواسطے کہ فراش عقد ثابت ہوتا ہے نہ دخول اور اجتماع زوجین سے چنانچہ اسکا ذکر آویگا اما الصغیرۃ فان ولدت لاقل من عشرۃ اشہر وعشرۃ ایام ثبت والا لا اور معتدہ موت کی اگر صغیرہ ہو اور دس مہینے اور دس دن سے کمتر میں جنے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ اس سے ثابت ہوا کہ حمل موجود تھا قبل انقضاء عدت وفات کے کیونکہ چار مہینے دس دن عدت کی ہوئی اور باقی اقل مدت حمل ہے اور اگر پورے دس مہینے اور دس دن یا زیادہ میں جنی تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ حمل بعد عدت کے حادث ہوا ولو اقرت بمضیہا بعد اربعۃ اشہر وعشر فولدت لستۃ اشہر لم یثبت اور اگر اقرار کیا کبیرہ یا مراہقہ نے انقضاء عدت کا بعد چار مہینے دس دن کے موت سے پھر جنی پوری چھ مہینے میں تو نسب ثابت نہوگا واما الآیسۃ فکالحائض لان عدۃ الموت بالاشہر للکل الا للحامل زیلعی اور معتدہ موت میں آیسہ برابر حائضہ کے ہے اسواسطے کہ عدت موت کے مہینوں کے حساب سے ہے ہر معتدہ کے واسطے سوا حاملہ کے کذا ذکرہ الزیلعی وان ولدت لاکثر منہما من وقتہ لا یثبت بدائع ولو لہما فکذا لاکثر منہما بحر بحثا اور اگر معتدہ موت کی جنی دو برس سے زیادہ مدت میں ابتداے موت سے تو نسب ثابت نہوگا کذا فی البدائع اور اگر پورے دو سال میں جنی تو اوسکا حکم مثل اکثر دو سال کے ہے کذا فی البحر بحثا بحث یہ ہے کہ معتدہ موت کو معتدہ مبتوتہ کے ساتھ لاحق کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا المقرۃ بمضیہا لو لاقل من اقل مدتہ من وقت الاقرار ولاقل من اکثرہا من وقت البت للتیقن بکذبہا اور اسیطرح ثابت ہوتا ہے نسب اوس عورت کے ولد کا جسنے اقرار کیا اپنی عدت کے گذر جانیکا اگر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت میں اقرار کے وقت سے اور اگر جنی دو برس سے کمتر مدت میں وقت فراق سے یعنی طلاق بائن یا موت سے نسب ثابت ہوگا بسبب یقین ہوجانے دروغگوئی عورت کے یعنی جب وقت اقرار سے چار یا پانچ مہینے میں جنے تو معلوم ہوا کہ اوس وقت اوسکے رحم میں نطفہ تھا اور اوسکا اقرار انقضاء عدت کا محض غلط تھا اسواسطے کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں تولد ہونا ممکن نہیں خلاصہ یہ ہے کہ ولد مقرہ کے ثبوت نسب میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی وقت اقرار سے دوسری شرط یہ

وقت فراق سے دو سال سے کمتر میں جنی تو اگر دو سال سے زیادہ مدت میں جنی گی تو ولد ثابت النسب ہوگا اگرچہ وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو جاتی ہو اگر
بعد فراق کے بائیس مہینے کے بعد اوس نے اقرار انقضاء عدت کا کیا پھر وقت اقرار سے تین مہینے کے بعد لڑکا پیدا ہوا تو یہ ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ
شرط ثانی نہ پائی گئی اگرچہ شرط اول موجود ہے کذا فی منح الغفار والا لا یثبت لاحتمال حدوثہ بعد الاقرار اور اگر وقت اقرار سے پورے چھ مہینے یا
زیادہ میں یا وقت فراق سے دو برس سے زیادہ میں مقرہ جنی تو نسب نہ ثابت ہوگا بواسطہ احتمال حدوث حمل کے بعد اقرار کے یا بواسطہ انقضاء اکثر مدت حمل کے
وقت فراق سے ویثبت نسب ولد المعتدۃ بموت او طلاق ان جحدت ولادتہا بحجۃ تامۃ واکتفیا بالقابلۃ یعنی وقد تحبل اور ثابت ہوتا ہے
نسب ولد معتدہ موت یا طلاق کا اگر عورت کی ولادت کا انکار ہو گیا ہو یعنے زوج نے طلاق میں اور زوج کے وارثوں نے موت میں انکار کیا ہو کہ معتدہ نہیں
جنی اور معتدہ مدعی ہو ولادت کی تو ثبوت نسب پوری دلیل سے ہوگا یعنی دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا امام
کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب میں کافی ہے اور ایک روایت یوں ہے کہ صاحبین کے نزدیک ایک مرد کی گواہی
بھی کافی ہے او حبل ظاہر وھل تکفی الشہادۃ بکونہ ظاہرا فی البحر بحثا نعم یا حمل ظاہر سے نسب ثابت ہوگا حمل ظاہر سے یہ مراد کہ چھ مہینے سے کمتر میں
میں ولادت ہو کذا فی الجوہرہ اور مفتی ابو سعود نے کہا کہ حمل ظاہر سے یہ مراد کہ نشانیاں حمل کی اسقدر ظاہر ہوں کہ حمل رہنے کا ظن غالب حاصل ہو اور
کیا کفایت کرتی ہے گواہی کہ قبل وضع کے حمل ظاہر تھا بحر الرائق میں بدلیل کہا ہے کہ ہاں شہادت ظہور حمل کی مثبت ہوگی نسب کی اسواسطے کہ بعد ولادت
اور انکار زوج کے حمل موجود نہیں تو واسطے اثبات کے ضرور شہادت کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی او اقرار الزوج بہ ای بالحبل
یا اقرار زوج سے کہ یہ حمل میرا ہے نسب ثابت ہوگا ولو انکر تعیینہ تکفی شہادۃ القابلۃ اجماعا کما تکفی فی معتدۃ رجعی ولدت لاکثر من سنتین
لا لاقل اور اگر تعیین ولد میں انکار ہو یعنی زوج یا ورثہ کہتے ہوں کہ یہ لڑکا معتدہ کا نہیں تو اس صورت میں دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب میں کافی
ہے باجماع امام اور صاحبین کے چنانچہ کافی ہے گواہی دائی جنائی کی معتدہ رجعی میں جو دو برس سے زیادہ مدت میں جنی نہ دو برس سے کم میں یعنی اگر معتدہ
رجعی دو برس سے کم میں جنی گی تو ثبوت میں در حالت انکار زوج دائی کی گواہی نہ کفایت کریگی بلکہ حجت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی لازم
ہوگی او تصدیق بعض الورثۃ فیثبت فی حق المقرین یا تصدیق کریں بعضے وارثوں سے نسب ثابت ہوگا یعنی زوج نے ولادت معتدہ کا انکار کیا اور
مرگیا اوسکے بعد بعضے وارثوں نے تصدیق ولادت کی کی تو نسب ثابت ہوگا فقط اقرار کرنیوالے وارثوں کے حق میں نہ سب وارثوں کے حق میں یعنی ورثہ
مقرین ولد کو اپنے حصوں سے ورثت دینگے نہ ورثہ منکرین وانما یثبت النسب فی حق غیرہم حتی الناس کافۃ ان تم نصاب الشہادۃ بہم بان
شہد مع المقر رجل آخر وکذا لو صدق المقر بقیۃ الورثۃ وھم من اھل التصدیق فیثبت النسب ولا ینفع الرجوع اور ثابت ہو جاویگا نسب
غیر مقرین کے حق میں یہانتک کہ سب لوگوں کے حق میں اگر پوری ہو جاوے نصاب شہادت کی اونہیں سے اسطرح پر کہ گواہی دے وارث مقر کے ساتھ دوسرا مرد
اور اسیطرح اگر تصدیق کریں وارث مقر کے باقی ورثہ اور وہ اہل بھی ہوں تصدیق کے یعنی عاقل بالغ ہوں تو اسوقت میں ثابت ہوگا نسب ولد معتدہ کا
اور نفع نکریگا بعد تصدیق کے منکر ہو جانا یعنی حصہ ولد کا دینا پڑیگا ولا یبلغ نصابہا لا یشارک المکذبین اور اگر نصاب شہادت کی نہ پوری ہو گی
دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں تصدیق نکریں وارثوں میں سے بلکہ ایک مرد اور ایک عورت تصدیق کریں تو ولد معتدہ کا شریک مکذبین کا نہوگا بلکہ فقط ورثہ
مقرین سے حصہ لیگا وھل یشترط لفظ الشہادۃ ومجلس الحکم الاصح لا نظرا لشبہۃ الاقرار وشرطوا العدد نظرا لشبہۃ الشہادۃ اور
وارثوں کی تصدیق میں کیا لفظ شہادت کا اور مجلس حکم قاضی بھی شرط ہے قول اصح یہ ہے کہ شرط نہیں بر عایت مشابہ اقرار اور شرط کیا ہے فقہا نے شمار مقرین کا
بمناسبت شبہ شہادت خلاصہ یہ ہے کہ تصدیق ورثہ کے دو امر کی مشابہ ہے ایک اقرار اور دوسری شہادت اور چونکہ اقرار میں لفظ شہادت اور مجلس
حکم شرط نہیں تو اسواسطے تصدیق میں بھی شرط نہیں اور چونکہ شہادت میں عدد لازم ہے تو تصدیق میں بھی لازم کیا ونقل المصنف عن الکمال
ما یفید اشتراط العدالۃ ثم قال ونقول شیخنا وینبغی ان لا تشترط العدالۃ ھنا لا ینبغی قلت وفیہ انہ کیف تشترط العدالۃ فی المقر

الا ان يقال لاجل الهداية فتامل وليراجع اور نقل کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین زیلعی کا ایسا کلام جو مفید ہے شرط عدالت کا یعنی ورثہ مقرین کی عدالت
ضرور ہے پھر مصنف نے کہا کہ ہمارے استاد یعنی صاحب بحر الرائق کا یون کہنا کہ مناسب نہین مشروط ہونا عدالت کا یہ مناسب نہین اسواسطے کہ روایت زیلعی
کی مخالف ہے شارح کہتا ہے کہ اشتراط عدالت مین بحث ہے اور کیونکہ مشروط ہوگی عدالت اقرار کرنیوالے مین یعنی مقر کا اقرار ہر صورت اوسپر حجت ہے خواہ عادل
ہو خواہ فاسق مگر یون جواب دیا جا سکتا ہے کہ عدالت مشروط ہے غیر پر حجت ہونے کے واسطے کہ اپنی ذات کیواسطے سو اس مطلب کو غور کیا کرو اور اس مسئلہ کی کتب
معتمدہ مین تلاش کرنا چاہیے ہم ملبی محشی نے کہا یہی جواب ٹھیک ہے جو شارح نے دیا کہ عدالت مقر اپنی ذات کیواسطے مشروط نہین غیر کیواسطے البتہ مشروط
ہے لیکن شارح نے بنا روایات اور احتیاط کے بالیقین حکم نہین دیا اب مراجعت کتب کی کچھ حاجت نہین اور شارح کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر سب وارث
تصدیق کرین تو کچھ عدالت کی حاجت نہین ولو ولدت فاختلفا في المدة فقالت المرأة نكحتني منذ نصف حول وادعى الاقل فالقول لها
بلا يمين وقالا تحلف وبه يفتى كما سيجيء في الدعوى اور اگر معتدہ جنی پھر دونون مین اختلاف ہوا سو عورت نے کہا کہ تو نے مجھسے نکاح کیا ہے چھ مہینے
سے اور مرد نے کم مدت کا دعوی کیا یعنی چار یا پانچ مہینے کا تو قول عورت کا بدون قسم کے معتبر ہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ
عورت سے قسم لیجاویگی اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کتاب الدعوی مین اسکا ذکر آویگا وهو ابنه بشهادة الظاهر لها بالولادة
من نكاح حملا لها على الصلاح اور وہ لڑکا جو معتدہ جنی اوسی مرد کا بیٹا ہے اسواسطے کہ ظاہر حال عورت ہی کا شاہد ہے بسبب ولادت کے نکاح سے عورت کو
نیک سیرت گمان کر کے قال ان نكحتها فهي طالق فنكحها فولدت لنصف حول منذ نكحها لزمه نسبه احتياطا لتصور الوطي حالة العقد ولو
ولدته لاقل منه لم يثبت وكذا لاكثر ولو بيوم لكن بحث فيه في الفتح واقره في البحر کہا مرد نے کہ اگر نکاح کرون مین اوس عورت سے تو اوسکو طلاق
ہے پھر نکاح کیا اوس سے سو وہ پورے چھ مہینے مین ابتداء نکاح سے جنی تو لازم ہوگا مرد پر نسب ولد کا بنا بر احتیاط کے بسبب متصور ہونے وطی کے حالت عقد
نکاح مین یعنی بیچ ایجاب اور قبول کی حالت مین وطی ہوئی اور ختم نکاح اور انزال ساتھ ہی ہوا تو اس تقریر سے وطی بعد طلاق کے نہ لازم آئی اور اگر
عورت چھ مہینے سے کمتر مین جنیگی اگرچہ ایک ہی دن کم ہو تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ یہ نطفہ قبل نکاح کا ٹھہرگیا اور اسیطرح بدایت النسخ کا اگر چھ مہینے سے
زیادہ مین عورت جنیگی اگرچہ ایک ہی دن زیادہ ہوگیا ہو لیکن فتح القدیر مین عدم ثبوت نسب مین بحث کی ہے اور اوسکو بحر الرائق مین مسلم رکھا ہے
فتح القدیر مین کہا کہ مدت حمل دو برس تک ہے تو چھ مہینے سے زیادہ مین نفی نسب کی کرنا مخالف ہے احتیاط کے اور یہ احتمال کرنا کہ بعد طلاق کے حمل حادث ہوا ہے
نہایت بعید ہے اسواسطے کہ عادت اکثری ولادت کی نو مہینے ہین طحطاوی نے کہا کہ بحث اگر یہ مسلم ہو لیکن نقل مذہب کی معارض نہین ہو سکتی وله مهرها
بالخلوة وطئا حكما ولا يكون به محصنا نهاية اور لازم ہوگا مرد پر عورت کا مہر اسواسطے کہ مرد کی وطی حکمی ثابت ہوگئی بسبب ثبوت نسب کے اور اوس
وطی حکمی سے مرد محصن نہوگا کذا في النهاية اسواسطے کہ محصن وہ مرد ہے جو نکاح صحیح کے بعد وطی کر چکا ہو اور نکاح مرکب ہے ایجاب اور قبول سے اور اس مسئلہ
مفروضہ مین وطی واقع ہے قبل قبول کے تو وطی بعد النکاح ہیر صادق نہین علق طلاقها بولادتها لم تطلق بشهادة امرأة بل بحجة تامة خلافا
لهما کما مر تعلیق کیا مرد نے طلاق عورت کو اوسکی ولادت پر تو طلاق نہ واقع ہوگی ایک عورت کی گواہی سے بلکہ پوری حجت سے طلاق ہوگی بخلاف
صاحبین کے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اقر المعلق مع ذلك بالحبل او كان ظاهرا طلقت بالولادة بلا شهادة لاقراره بذلك واما النسب
ولوازمه كامومية الولد فلا يثبت بدون شهادة القابلة اتفاقا بحر اور اگر ایک عورت کی گواہی کے ساتھ تعلیق کرنیوالے زوج نے
عورت کے حمل کا اقرار کیا یا کہ حمل خود ظاہر ہو تو عورت مطلقہ ہوگی ولادت سے بدون شہادت کے بسبب اقرار کر چکنے مرد کے لیکن ثبوت نسب اور لوازم
اوسکے جیسے اوس عورت کا ام ولد ہونا اوس لڑکے کیواسطے سو وہ ثابت نہوگا بدون دائی جنائی کے شہادت کے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی البحر قال
لامته ان كان في بطنك ولد فهو مني فشهدت امرأة على الولادة فهي ام ولده لاصابة التعيين وهو ثابت بالظاهر فهي ام ولده ان جاءت به
لاقل من نصف حول من وقت مقالته وان لاكثر منه لا لاحتمال علوقه بعد مقالته فيكون التعليق لانه لو قال هذه حامل مني ثبت نسبه

سنتین حتی یجییء غایۃ کہا مولے نے اپنی لونڈی سے کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہو اور حالانکہ حمل اوسوقت موجود تہا تو وہ میرا لڑکا ہو پہر ایک عورت نے
گواہی دی ولادت کی وہ عورت دائی جنائی ہو یا کوئی اور عورت ہو تو وہ لونڈی اوسکی ام ولد ہو باتفاق اگر وہ جنی کمتر چھ مہینے سے مقالہ مولی کیوقت سے اور اگر
چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو ام ولد نہو گی بواسطے احتمال حمل رہنے کے بعد مقالہ مولی کے مصنف نے اس مسئلہ کو تعلیق کر سے مقید کیا اسواسطے کہ اگر مولے
نے بلا تعلیق یون کہا کہ یہہ لونڈی حاملہ ہے مجہسے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا دو برس تک بیانتک کہ اوسکی نفی کرے مولی کذا فی غایۃ البیان قال لغلام
ہو ابنی ومات المقر فقالت امہ المعروفۃ بحریۃ الاصل والاسلام وبانہا ام الغلام انا امرأتہ وہو ابنہ یرثانہ استحسانا کہا ایک مرد نے
ایک لڑکے کو کہ یہہ میرا بیٹا ہے اور مرگیا مقر سو کہا اوسکی مان نے جسکی حریت اصلی اور اسلام اور لڑکے کی ماہونا مشہور ہے کہ مین عورت ہون مقر کی اور لڑکا
اوسکا بیٹا ہے تو یہہ دونو وارث ہونگے اوس مرد مقر کے بدلیل استحسان بشرطیکہ مقر کی اتنی عمر ہو کہ ویسا لڑکا اوس سے پیدا ہوسکتا ہو اور لڑکا معروف النسب
اور مرد کی تکذیب بہی کرے کذا فی حاشیۃ المدنی فان جہلت حریتہا او امومیتہا لم ترث وقولہ فقال وارثہ انت ام ولد ابی فیکذا تفاق
اذ الحکم کذلک لو لم یقل شیئا او کان صغیرا کما فی البحر او کنت نصرانیۃ وقت موتہ ولم یعلم اسلامہا وقتہ او قال وارثہ کانت
زوجۃ لہ وہی امۃ لا ترث فی الصور المذکورۃ وہل لہا مہر المثل قیل نعم یعنی اگر عورت کا حرہ ہونا اور ولد کی ماہونا معروف اور مشہور نہو
تو عورت وارث مقر کی نہوگی تو عدم وراثت مین مصنف کا یہہ قید لگانا کہ جب وارث مقر کا کہے کہ تو میرے باپ کی ام ولد ہے یہہ قید اتفاقی ہے نہ احترازی
اسواسطے کہ اسیطرح عدم وراثت کا یہی حکم ہے اگر وارث کچہہ نہ کہیگا یا صغیر ہوگا کذا فی البحر یا مقر کے وارث نے عورت سے کہا کہ تو نصرانیہ تہی وقت مرنے مقر
کے یا وقت مرگ مقر عورت کا اسلام نہ معلوم ہو یا وارث نے یون کہا کہ وارث کی زوجہ اور تہی اور یہہ عورت لونڈی ہے تو ان مسائل مذکورہ میں وارث
نہوگی فقط لڑکا وارث ہوگا اور کیا اس عورت کو مہر مثل ملیگا بعضون نے کہا کہ ہان مہر ملیگا تمرتاشی اور صاحب فتح القدیر وجوب مہر کے قائل ہین
اور اتقانی نے اوسکو رد کیا ہے کذا فی النہر الفائق زوج امتہ من عبدہ فجاءت بولد فادعاہ المولی لم یثبت نسبہ للزوم فسخ النکاح
وہو لا یقبل الفسخ مالک نے نکاح کردیا اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے پہر لونڈی لڑکا جنی سو اوسکا دعوی کیا مالک نے یعنی کہا کہ میرا بیٹا ہے تو اوسکا نسب
مالک سے ثابت نہوگا بسبب لازم ہونے فسخ نکاح کے یعنی اگر نسب ولد کا مالک سے ثابت ہو تو لازم آتا ہے کہ نکاح غلام فسخ ہوجاوے اور حالانکہ نکاح فسخ نہین
ہوتا بعد تمام ہونیکے مترجم مین تمام ہونیکی قید لگائی تاکہ فسخ بعدم کفارت اور فسخ خیار بلوغ اور خیار عتق کا اعتراض نہ لگے اسواسطے کہ وہ فسخ قبل
از تمام ہے اگر کوئی کہے کہ ارتداد سے بہی نکاح فسخ ہوتا ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ فسخ نہین بلکہ انفساخ ہے یعنی نکاح خود ٹوٹ گیا بدون توڑنے کسیکے
اور فسخ عبارت ہے توڑ دینے سے وعتق الولد وتصیر الامۃ ام ولدہ لاقرارہ ببنوتہ وامومیتہا اور لڑکا آزاد ہوگا اور لونڈی ام ولد ہوجاوے
بواسطے اقرار کرنے مولی کے ولد کے بیٹے ہونیکا اور لونڈی کے ماہونیکا ولدت امتہ الموطوءۃ لہ ولدا توقف ثبوت نسبہ علی دعوتہ
لضعف فراشہا مالک کی لونڈی مدخولہ جنی ایک لڑکا تو موقوف ہوگا ثبوت نسب ولد کا مالک کے دعوی پر یعنی بدون دعوی مولی کے وہ ولد ثابت النسب
نہوگا بسبب ضعیف ہونے فراش لونڈی کے بخلاف ام ولد کے کہ اوسکا ولد بدون دعوی مولی کے بہی ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنے سے نفی ہوجاویگا
اسواسطے کہ ام ولد کا فراش لونڈی سے قوی ہے اور منکوحہ سے ضعیف کامۃ مشترکۃ بین اثنین استولدہا واحد عبارۃ الدر ہے تولدت
فی جاءت بولد لا یثبت النسب بدونہا لحرمۃ وطیہا کام ولد کاتبہا مولاہا چنانچہ لونڈی مشترک دو شخصون مین کہ اونمین سے
ایک شخص طلب ولد کی یعنی اوسکی وطی سے اولاد کی خواہش کی اور کتاب درر کی یہہ عبارت ہے کہ دونو نے خواہش اولاد کی پہر وہ مشترک لونڈی ایک
لڑکا جنی تو نسب ثابت نہوگا بدون دعوی کے بسبب حرام ہونے وطی لونڈی مشترک کے جیسے اُس ام ولد کی وطی حرام ہے جسکے مولی نے اوسکو مکاتبہ
کیا تو اوسکا ولد بہی ثابت النسب نہوگا بدون دعوی مولی کے وسیجیء فی الاستیلاد ان الفراش علی اربع مراتب اور عنقریب باب الاستیلاد
مین آویگا کہ فراش عورت کا چار مرتبہ پر ہے ایک مرتبہ ضعیف وہ فراش لونڈی کا کہ اوسکا ولد بدون دعوی ثابت النسب نہین دوسرا متوسط یعنی فراش ام ولد کا

کہ اوسکا ولد بدون دعوی ثابت النسب ہے لیکن لعان کرنے سے نفی ہو جاتا ہے تیسرا قوی یعنی فراش منکوحہ اور معتدہ رجعی کا کہ اوسکا ولد بدون دعوی ثابت النسب اور اوسکی نفی نہیں ہو سکتی بدون لعان کے جو تہا اقوی یعنی فراش معتدہ بائن کہ اوسکا ولد ثابت النسب ہے بلا دعوی اور اوسکے ولد کی نفی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس وجہ کہ نفی موقوف ہے لعان پر اور لعان کی شرط ہے قیام زوجیت سو وہ بائنہ میں قائم نہیں اور اسیطرح منکوحہ فاسدہ اور لونڈی منکوحہ کو ولد کی نفی نہیں ہو سکتی بسبب عدم ہونے شروط لعان کے یعنی نکاح صحیح اور حریت وقيل اكتفوا بقيام الفراش بلا دخول كتزوج المغربي بمشرقية بينهما مسافة سنة فولدت لستة اشهر مذ تزوجها لتصور كرامة واستخدام اثاقنه اور البتہ کفایت کی ہے فقہانے قیام فراش بلا دخول پر ثبوت نسب مین قیام فراش عبارت ہے علت ولی سے بسبب عیب کے ہوا اگرچہ دخول حقیقی اور کسی کجہ بھی نہوا مانند نکاح مرد مغربی کے عورت مشرقیہ سے یعنی مرد مشرقی اور عورت مغربیا و مشرق ہو جانے فاصلے ہیں کہ دونوں کے درمیان سال بہر کی راہ ہو سو منکوحہ مشرقیہ پورے چھہ مہینے میں جنی ابتدا نکاح سے تو بچہ ولد ثابت النسب ہے بسبب متصور ہونے وطی کے باعتبار کرامت یا استخدام جن کے کذا فی فتح القدیر یعنی ممکن ہے کہ بعد نکاح کے از راہ کرامت یا بعمل تسخیر جن کے روح مشرق سے مغرب میں ساعت واحد مین آوے اور وطی کر کے طی مکان سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ بعد نکاح کے چھہ مہینے اور ایک ساعت میں اتنا فرمائی کیا ہے تاکہ اوس ساعت میں زوج کا زوجہ کے پاس پہنچنا تخیل اور متصور ہو لكن في النهر الاقتصار على الثاني اولى لان طي المسافة ليس من الكرامة قلت لكن في عقائد التفتازاني جزم بالاول تبعا لمفتي الثقلين النسفي بل سئل عما يحكى ان الكعبة كانت تزور واحدا من الاولياء هل يجوز القول به فقال خرق العادة على سبيل الكرامة لاهل الولاية جائز عند اهل السنة و كانت بالمعجز لانها اثر دعوى الرسالة وبادعائها يكفر فورا فلا كرامة وتمامه في شرح الوهبانية من السير عنه قوله ٭ و من قوله طي مسافة ٭ يجوز جهول ثم بعض يكفر ٭ واثباتها في كل ما كان خارقا ٭ عن النسفي النجم يروى وينصر ٭ الخ مقصود هذا القول بعض حنفية انا نؤمن بكرامات الاولياء لیکن نہر الفائق میں ہے کہ تصور وطی مغربیا مین دوسری وجہ یعنی استخدام جن پر اختصار کرنا بہتر ہے اسواسطے کہ مسافت بعیدہ کا طی کرنا زمانہ قلیل مین کرامات میں داخل نہیں شارح کہتا ہے لیکن شرح عقائد نسفی میں ملا سعد الدین تفتازانی نے وجہ اول کا یقین کیا ہے یعنی طی مسافت کو کرامت میں داخل کیا ہے باتباع مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کے بلکہ امام ممدوح سے سوال ہوا کہ یہ جو حکایت ہے کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کو جاتا تہا یہ کہنا جائز ہے یا نہیں سو مفتی ثقلین نے جواب میں کہا کہ خرق عادت بطریق کرامت کے اہل ولایت کیواسطے جائز ہے اہل سنت کے نزدیک اور کچہ التباس نہیں کرامت میں ساتہہ معجزے کے یعنی یہہ کوئی نہ سمجھے کہ کرامت اور معجزہ دونو خارق عادت ہیں تو کیا فرق ہے کرامت اور معجزہ میں اسواسطے کہ معجزہ نہیں ہوتا مگر بعد دعوی پیغمبری کے اور ادعاء رسالت سو فورا کافر ہوتا ہے ولی پہر کرامت کہاں بلکہ وہ استدراج ہے اور پوری تقریر اسکی شرح وہبانیہ مین کتاب السیر سے اس قول منظوم کے پاس ہے کہ جو ولی کے واسطے طی مسافت کو جائز کہے وہ جاہل ہے پہر بعض علما اوسکو کافر کہتے ہیں اور اثبات کرامت کا ہر امر خارق عادت مین خواہ طی مسافت ہو یا غیر اسکے نجم الدین عمر نسفی سے منقول اور منصور ہے یعنی اس قول کی نصرت اور تائید امام محمد کی اس قول سے ہے کہ ہم تصدیق کرتے ہیں کرامات اولیا کی ہم اگر خرق عادت مدعی رسالت کے ہاتہہ پر ہو وہ معجزہ ہے اور اگر مومن متقی کے ہاتہہ پر ہو وہ کرامت ہے اور اگر کافر اور فاسق کے ہاتہہ پر ہو وہ استدراج اور مکر ہے تو اس تقریر سے ایک قسم کا دوسری قسم سے اشتباہ نہیں شرح وہبانیہ میں ہے کہ طی مسافت بعیدہ کو زمانہ قلیل مین ولی کیواسطے بعضی علما جائز نہیں رکہتے اور اوسکے مجوز کو جاہل کہتے ہیں اور بعضی کافر اور اسیطرح ظہور معجزات کبار کا مانند احیاء میت اور عصا کو سانپ کر ڈالنا اور انشقاق قمر اور جوش کرنا پانی کا بیچ انگلیوں سے اور طعام قلیل مین جماعت کثیر کو آسودہ کر دینا بطریق کرامت کو نا جائز جانتے ہیں اور حق یہہ ہے کہ طی مسافت کرامت میں داخل ہے اور اوسکا معتقد جاہل یا کافر نہیں امام الحرمین نے کہا کہ قول پسندیدہ ہمارے نزدیک یہہ ہے کہ خوارق عادات بطریق کرامت کے جائز ہیں سوائے اوس امر کے جو بدلیل قطعی ممنوع الوقوع ہے جیسے قرآن کی برابر دوسرا کلام ظاہر کرنا اور قول با انصاف امام نسفی کا کلام ہے جو مذکور ہوا جیسا کہ لکہا ہے کذا في حاشية المدني غاب عن امرأته فتزوجت باخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثاني على المذهب الذي رجع اليه الامام

الامام وعليه الفتوى كما في الخانية والجوهرة والكافي وغيرها وفي حاشية شرح المنار لابن الحنبلي وعليه الفتوى ان احتمله الحال لكن في آخر دعوى المجمع حكى اربعة اقوال ثم افتى بما اعتمده المصنف وعلله ابن ملك بانه المستفرش حقيقة والولد للفراش الحقيقي وان كان فاسدًا وتمامه فيه فراجعه غائب ہوا مرد اپنی عورت سے پھر اوسکو موت زوج کی یا طلاق کی خبر پہنچی سو اوسنے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا یا عورت نے بدون خبر سنے دعوی موت یا طلاق کا کرکے بعد عدت کے نکاح کیا اور زوج ثانی سے اولاد بھی پھر زوج اول آیا تو یہہ لڑکے زوج ثانیکے ہونگے بنابر مذہب مفتی بہ کے جسکی طرف امام اعظم نے آخر کار رجوع کیا کذا فی التجنیس عن القدوری اور اسی پر فتوی ہے کما فی الخانیہ والجوہرہ والکافی وغیرہا اور قول اول غیر مفتی بہ امام کا یہہ ہے کہ یہہ اولاد زوج اول کی ہوگی بسبب بقاء نکاح کے اور شرح منار کے حاشیہ میں جو ابن حنبلی کا تصنیف ہے یون ہے کہ زوج ثانی کی اولاد ہونے پر فتوی ہے بشرطیکہ ظاہر حال اوسکا محتمل ہو اسطرح کہ بعد نکاح ثانی کے پورے چھہ مہینے میں لڑکا پیدا ہوا ہو اور اگر اس سے کم مدت میں ہوگا تو زوج اول ہی کا نسب ثابت ہوگا لیکن مجمع البحرین کی آخر کتاب الدعوی میں اس مسئلہ میں چار قول نقل کئے ہیں پھر فتوی اوسی پر دیا ہے جسکو مصنف نے معتمد جانا ہے یعنی زوج ثانی کی اولاد ہونے پر اور دلیل مفتی بہ ہونیکی ابن ملک نے شرح مجمع البحرین میں یون بیان کی ہے کہ حقیقت میں زوج ثانی ہی مستفرش ہے یعنی مالک فراش ہے عورت اوسیکے تحت تصرف میں ہے تو نسب ولد کا فراش حقیقی کیواسطے ثابت ہوگا اگرچہ نکاح فاسد ہے اور پوری تقریر اسکی شرح مجمع البحرین میں ہے سو اوسکی طرف رجوع کرو ش طحطاوی نے کہا زوج ثانیکے ثبوت نسب میں یہہ شرط ضروری ہے کہ نکاح ثانی سے پورے چھہ مہینے یا زیادہ میں ولادت ہو چنانچہ حاشیہ منار سے اوسکی تصریح ہو چکی اور یہہ اختلاف اور مفتی بہ ہونا فقط اولاد کے نسب میں ہے نہ عورت میں اسواسطے کہ جب زوج اول آویگا تو عورت اسکو ملائی جاویگی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی حاشیة المدنی **فروع** مسائل لحقہ شارح کے نکح امة فطلقها فشراها فولدت لاقل من نصف حول مذ شراها لزمه نکاح کیا ایکمرد نے غیر کی لونڈی سے پھر اوسکو طلاق دی پھر اوسکو مول لیا پھر وہ جنی چھہ مہینے سے کمتر مدت میں ابتداء خرید سے تو نسب ولد کا مرد کو لازم ہوگا خواہ مرد اقرار کرے نسب کا یا انکار کرے اسواسطے کہ وہ ولد منکوحہ ہے یا ولد معتدہ نہ ولد مملوکہ اسواسطے کہ خرید کیوقت سے اقل مدت حمل نہین گذری اور ذکر طلاق کا اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بدون طلاق کے بھی اوسکو خرید کریگا تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح ذکر خرید کا بھی اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بطریق ہبہ یا وراثت لونڈیکا مالک ہوگا تو بھی یہی حکم ہے والا الا المطلقة قبل الدخول والمبانة بثنتين فمذ طلقها اور اگر وہ لونڈی بعد خرید کے پورے چھہ مہینے یا زیادہ میں جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت نہوگا بدون اقرار مرد کے اسواسطے کہ وہ اس صورت میں ولد مملوکہ ہے نہ ولد منکوحہ یا معتدہ اسواسطے کہ بعد خرید کے اقل مدت حمل پائی گئی لیکن اگر لونڈی منکوحہ کو طلاق قبل دخول ہوئی ہے یا بعد دخول کے دو بار طلاق بائن ہوگئی ہے تو وہان اعتبار مدت ولادت کا ابتداء طلاق سے ہوگا نہ ابتداء خرید سے تو اگر مطلقہ قبل دخول طلاق سے چھہ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو اوسکا ولد ثابت النسب ہے بلا اشتراط اقرار لكن في الثانية يثبت لسنتين فاقل لیکن دوسری صورت میں یعنی جسکو دوبار طلاق بائن ہوئی تو اوسکے ولد کا نسب ثابت ہوگا پورے دو برس تک یا کمتر مدت میں یعنی اس صورت میں بعد طلاق کے چھہ مہینے سے کمتر مدت کا اعتبار نہیں بلکہ اگر وہ پورے دو برس یا اس سے کم مدت میں جنی گی بعد طلاق کے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی حرام ہوجاتی ہے بحرمت غلیظہ تو بعد خرید کے اوسکی وطی نہین ہو سکتی لہذا اوسکے حمل کو بعد اوقات کیطرف نسبت کیا یعنی قبل طلاق کے کذا فی حاشیة المدنی وفي الرجعي لاكثر مطلقا بعد ان يكون لاقل من نصف حول منذ شراها في المسئلتين اور طلاق رجعی والا ثابت النسب ہے اگر بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مدت میں پیدا ہو کتنی ہی مدت زیادہ ہو پانچ برس یا دس برس ہو بشرطیکہ ابتداء خرید سے چھہ مہینے سے کمتر مدت ہو دونو صورتوں میں پہلی صورت سے وہ مطلقہ مراد ہے جسکو بعد دخول کے ایک طلاق بائن ہوئی اور دوسری صورت سے مطلقہ رجعی مراد ہے خلاصہ ان مسائل مذکورہ کا یہہ ہے کہ جب غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو طلاق دی پھر اوسکو خرید کیا تو دو حال سے خالی نہین یا طلاق قبل دخول کے ہوئی ہے یا بعد دخول کے اور بعد دخول کے طلاق دو حال سے خالی نہین کہ یا طلاق رجعی ہے یا بائن اور طلاق بائن دو حال سے خالی نہین یا بینونت صغری ہے یعنی ایک طلاق بائن یا بینونت کبری یعنی دو طلاق بائن بخلاف حرہ کے کہ اوسمین تین طلاق سے بینونت کبری ہوتی ہے نہ دو سے تو اگر طلاق قبل دخول کے دی تو اگر ولادت

طلاق میں چھ مہینے سے کمتر مدت ہوا۔ نکاح ہوئے سے چھ مہینے یا زیادہ میں تو نسب ثابت ہوگا اور اگر نکاح چھ مہینے سے کم مدت ہو ولادت میں تو نسب ثابت نہیں اور اگر
ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق میں دو برس سے کم مدت ہو تو نسب ثابت ہوگا اور اگر ولادت ہوئی
خرید میں پورے چھ مہینے یا زیادہ کی مدت ہو تو دو برس اوسکا نسب لازم نہیں بلکہ ولادت اور طلاق میں پورے دو برس یا کم کی مدت ہو تو نسب ثابت ہوگا اور اگر طلاق رجعی
دی تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق سے دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت کیوں نہو ہر صورت نسب ثابت ہو کذا فی حاشیۃ الہدایۃ
ولکنا لو اعتقہا بعد الشراء اور اسیطرح اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو آزاد کر دیا بعد خریدنے کے فورا تو نسب ثابت ہوگا اگر چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی
خرید کے وقت سے اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب ثابت نہوگا مگر اقرار زوج کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الکافی فلو باعہا فولدت
لاکثر من الاقل مذ باعہا فادعاہ هل یعتبر تصدیق المشتری قولان اور اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو خرید کیا پھر اوسکو بیچ ڈالا پھر
جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت میں ابتداء بیع سے پھر زوج بائع نے ولد کا دعوی کیا تو اس صورت میں تصدیق مشتری کی حاجت نہیں بیان دو قول ہیں
ابو یوسف کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت ہے بدون تصدیق مشتری کے ثبوت نسب نہیں اگرچہ بائع دعوی کرے اسواسطے کہ بسبب بیع کے نکاح باطل ہوگیا
اور محمد کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت نہیں کذا فی العالمگیریۃ مات عن ام ولدہ او اعتقہا فولدت لاقل من سنتین لزمہ ولاکثر لا الا ان
یدعیہ مولی مرگیا اپنی ام ولد کو چھوڑ کر یا اوسکو آزاد کر دیا پھر وہ جنی دو سال سے کم میں بعد موت یا آزادی کے تو نسب لڑکا مولی کو لازم ہوگا اور اگر
دو سال سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب اوسکا مولی کو نہ لازم ہوگا مگر یہ کہ مولی بعد عتق کے دعوی ولد کا کرے تو نسب ثابت ہوگا ولو تزوجت فولدت
لو ولدت لستۃ اشہر من عتقہا او موتہ ولنصف حول فاکثر مذ تزوجت وادعیاہ معا کان للمولی اتفاقا فالکونہا معتدۃ بخلاف ما
لو تزوجت ام الولد باذنہ فانہ للزوج اتفاقا اور اگر ام ولد نے نکاح کیا بعد موت یا عتق میں پھر جنی پورے دو برس میں آزاد کرنے مولی سے
اوسکو مرنے سے اور پورے چھ مہینے یا زیادہ میں ابتدائی نکاح سے اور مولی اور زوج نے دعوی کیا ولد کا ساتھ مولی کہتا ہے یہ میرا لڑکا ہے اور زوج
ام ولد کا کہتا ہے کہ میرا ہے تو یہ ولد مولی ہی کا ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ ام ولد مولی کی معتدہ ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر ام ولد نے نکاح کر لیا بدون اذن
مولی کے پھر وہ پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی ابتدائی نکاح سے پھر لیکن مولی اور زوج نے دعوی کیا تو ولد زوج ہی کا ہوگا بالاتفاق نہ مولی کا
شارح کے قول میں موت کا ذکر بے معنی ہے اسواسطے کہ بعد موت مولی کے دعوی کرنا مولی کا غیر متصور ہے ولو تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل
من سنتین مذ بانت ولاقل من الاقل مذ تزوجت فالولد للاول لفساد نکاح الثانی اور اگر نکاح کر لیا معتدہ بائن نے پھر وہ
جنی دو سال سے کم مدت میں ابتدائی طلاق بائن سے اور چھ مہینے سے کمتر میں ابتدائی نکاح ثانی سے تو یہ لڑکا زوج اول کا ہوگا بسبب فاسد ہونے نکاح ثانی کے
اسواسطے کہ عدت میں ہوا ولو لاکثر منہما مذ بانت ولنصف حول مذ تزوجت فالولد للثانی اور اگر معتدہ بائن نے نکاح کیا اور جنی دو
برس سے زیادہ مدت میں ابتدائی طلاق بائن سے اور پورے چھ مہینے میں ابتدائی نکاح ثانی سے تو یہ بیٹا زوج ثانی کا ہوگا اسواسطے کہ زوج اول کی طرف نسبت
ولد کی متعذر ہوگئی کیونکہ دو برس سے زیادہ حمل نہیں ٹھہرتا اور زوج ثانی کی طرف نسبت بلا معارض ثابت ہو ولو لاقل من نصفہ لم یلزم الاول ولا
الثانی والنکاح صحیح اور اگر معتدہ مذکورہ ابتدائی طلاق بائن سے دو سال سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب اس لڑکا نہ زوج اول کو لازم ہوگا اور
نہ زوج ثانی کو اور نکاح ثانی صحیح ہوگا زوج اول کو اسواسطے نسب لازم ہوا کہ نسبت اوسکی زوج اول کیطرف بسبب زیادہ ہوجانے اکثر مدت حمل سے متعذر ہے
اور زوج ثانی کی طرف بھی نسبت متعذر ہوگئی اسواسطے کہ کمتر مدت حمل سے بھی کمتر ہے اور نکاح ثانی اسواسطے صحیح ہوا کہ بعد طلاق بائن کے دو سال سے زیادہ
مدت میں ولادت ہونا یہ دلیل ہے کہ زوج اول کا نطفہ معتدہ کے پیٹ میں نہ تھا اور حاملہ ثابت نہ ہوئی نکاح کرنا لازم آیا کذا فی حاشیۃ الہدایۃ ولو لاکثر
لا اقل منہما ولنصفہ ففی حدۃ الرجعی انہ للاول لکن نقل هنا عن البدائع انہ للثانی مع الاتیان اذا ادعیاہ علی الزوج دلیل انقضاء
عدتہا حتی لو علم بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدہا للاول ان امکن اثباتہ منہ بان تلد لاقل من سنتین مذ طلق او مات

اور اگر نکاح کیا معتدہ بائنہ سے پھر جنی کمتر دو سال سے ابتداء طلاق بائن سے اور پورے چھ مہینے میں نکاح ثانی سے تو بحر الرائق کے باب العدت میں بحث کر کے کہا ہے
کہ یہہ ولد زوج اول کا ہو اسواسطے کہ نکاح ثانی فاسد ہے بخلاف اول کے لہذا ولد زوج اول ہی کو ملحق ہوگا لیکن صاحب بحر الرائق نے وہین نقل کیا ہے بدائع سے
کہ بچہ ولد زوج ثانی کا ہوگا اس دلیل سے کہ پیش قدمی کرنا عورت کا نکاح پر دلیل ہے اوسکے انقضاء عدت پر اور بعد عدت کے زوج اول سے ملحق نہیں ہو سکتا
اور یہی یعنے روایت بدائع کی قوی ہے تو بحث صاحب بحر الرائق اعتماد کے منہین اور الحاق ولد کا زوج ثانی کیواسطے اوس صورت میں ہے جب کہ اوسکو بقاء
عدت اول کا علم نہو مہیا تک کہ اگر زوج ثانی نکاح کیوقت بقاء عدت کو جانتا ہو تو نکاح فاسد ہوگا اور ولد معتدہ کا زوج اول کا ہوگا کذا فی مسکین پھر ثابت اوسکا زوج
اول سے اسطرح پر کہ جنی معتدہ دو سال سے کمتر میں ابتداء طلاق سے یا زوج اول کی موت سے اور اگر طلاق سے دو سال سے زیادہ مدت میں اور نکاح سے پورے
چھ مہینے میں جنی تو ولد زوج ثانی کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع ولو نكح امرأة فجاءت بسقط مستبين الخلق فان لاربعة
اشهر فنسبه للثاني وان لاربعة الا يوما فنسبه للاول وفسد النكاح الكل من البحر اور اگر نکاح کیا مرد نے عورت معتدہ سے پھر اوسکے پیٹ
سے بچہ ناتمام جسکے بعض اعضا ظاہر ہو چلے تھے گرا تو اگر بعد نکاح ثانی کے پورے چار مہینے میں گرا تو نسب اوسکا زوج ثانی سے ثابت ہوگا اور اگر ایک دن کم چار
مہینے میں گرا تو نسب اوسکا زوج اول سے ہوگا اور نکاح فاسد ہوگا یہہ مسائل بحر الرائق سے منقول ہیں پورے چار مہینے میں زوج ثانی کا نسب اسواسطے ہوا کہ خلقت اعضاء ظاہر
نہین ہوتی مگر ایک سو بیس دنمین تو چالیس دن نطفہ پیٹ میں رہتا ہے اور چالیس دن خون بستہ رہتا ہے اور چالیس دن گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے کذا فی البحر اور نکاح ثانی صورت
ثانیہ میں اسواسطے فاسد ہوا کہ نکاح عدت میں واقع ہوا قلت وفي مجمع الفتاوى نكح كافر مسلمة فولدت منه لا يثبت النسب منه ولا تجب العدة
لانه نكاح باطل شارح کہتا ہے کہ مجمع الفتاوی میں ہے کہ نکاح کیا کافر نے مسلمان عورت کا پھر جنی اوس سے تو ولد کا نسب کافر سے نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ زنا سے نسب
ثابت نہیں ہوتا اور عورت پر عدت بھی واجب نہین اسواسطے کہ یہہ نکاح باطل ہے بخلاف نکاح فاسد کے اسواسطے کہ اوسکی وطی بشبہہ ہے لہذا اوسمین نسب ثابت ہوتا ہے ؎ اگر
ایک مرد نے زنا کیا ایک عورت سے پھر وہ حاملہ ہوئی پھر اوس سے نکاح کیا پھر وہ جنی تو اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور اگر چھ
مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو نسب ثابت ہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ ثابت ہوگا بشرطیکہ یون نکہا ہو کہ یہہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یون کہیگا کہ یہہ میرا بیٹا زنا سے ہے
تو نسب ثابت نہوگا اور لڑکا اوسکا وارث نہوگا کذا فی الینابیع مرد مسلمان نے نکاح کیا اپنی محارم سے پھر اولاد ہوئی تو وہ اولاد امام کے نزدیک مرد سے ثابت النسب
ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ثابت النسب نہین اسواسطے کہ نکاح محارم کا فاسد ہے امام کے نزدیک اور باطل ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی الظہیریۃ نسب شمارہ کرنے سے
بھی ثابت ہوتا ہے باوجود قدرت تکلم کے کذا فی النہایۃ کذا فی العالمگیریۃ

باب الحضانة بفتح الحاء وكسرها تربية الولد

یہہ باب حضانت میں حضانت بفتح و کسر حا عبارت ہے تربیت ولد سے یعنی لڑکوں کی پرورش کے احکام اس باب میں مذکور ہیں صراح اور قاموس میں حضانت کو بکسر اول کہا ہے
اور شارح نے باتباع مصباح اور بحر اور نہر کے فتح اول کو بھی مذکور کیا ہے اور حاضنہ وہ عورت ہے جو لڑکے کو پرورش کرے اور گود میں رکھے اور خیر الدین رملی
کہا کہ شروط حضانت کی یہہ ہیں کہ حاضنہ حرہ بالغہ امینہ ہو قادر ہو پرورش پر اور زوج اجنبی کے نکاح میں نہو اور اگر پرورش کرنیوالا مرد ہو تو اوسمین بھی
یہی شروط ہیں سوا شرط اخیر کے کذا فی حاشیۃ المدنی تثبت للام النسبية ولو كتابية او مجوسية او بعد الفرقة الا ان تكون مرتدة فحتى
تسلم لانها تحبس ثابت ہے حق پرورش کا نسبی ماکو اگرچہ کتابیہ یا مجوسیہ ہو اگرچہ بعد جدائی زوج کے مگر یہہ کہ ماں ولد کی مرتد ہو گئی ہو تو اوسکو حق پرورش نہین یہانتک
کہ وہ اسلام قبول کرے اسواسطے کہ ارتداد میں حق پرورش نہین کہ مرتدہ تا زمان ارتداد محبوس رہیگی پھر محبس میں پرورش کیونکر ہو مجوسیہ ہونیکی یہہ صورت کہ ولد
کے ماں باپ دونو مجوسی تھے پھر باپ مسلمان ہو گیا اور عورت مجوسی بنی رہی تو بھی حق پرورش اوسیکا ہوگا اسواسطے کہ عورت کو محبت ولد کی پیدایشی امر ہے
کافرہ ہو یا مسلمہ او فاجرة فجورا يضيع الولد به كزنا وغناء وسرقة ونياحة كما في البحر والنهر بحثا قال المصنف والذي يظهر العمل باطلاق
كما هو مذهب الشافعي ان الفاسقة بترك الصلوة لا حضانة لها وفي القنية الام احق بالولد ولو سيئة السيرة معروفة بالفجور
ما لم يعقل ذلك یا ولد کی ماں فاسقہ ہو ایسا فسق اور گناہ کرتی ہو جس سے لڑکا ضائع ہو جاوے مانند زنا اور گانا اور چوری اور نوحہ گری کے چنانچہ یہہ تفصیل بحر الرائق

اور منزل لڑکی جیسے بحث کے ساتھ اسواسطے کہ جب عورت حرام کار ہوئی یا گانے یا نوحہ گری کا پیشہ لیا یا چوری کرنیکی اوسکو خو پڑی تو گھر مین نہ ٹھہریگی تو لڑکا تباہ
ہوگا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ جو امر کہ مل یا طلاق فقہا سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ یہی مذہب شافعی کا بھی ہے وہ یہ ہو کہ جو عورت کہ فاسقہ ہو بسبب ترک نماز کے تو اوسکو حق
پرورش نہین اور قنیہ مین ہے کہ امر او اوتر ہے پرورش ولد مین اگرچہ وہ بدطریق مشہور بفسق ہو جبتک کہ لڑکا کو بدکاری کا شعور ہوا نتہے کلام المصنف
اکثر کتب فقہ مین وارد ہو کہ فاجرہ کو حق پرورش نہین صاحب بحر نے کہا کہ فاجرہ سے مراد زانیہ ہو جو پرورش ولد سے غافل ہو جاوے نہ مطلق فسق کہ شامل ترک
صلوٰۃ کو ہو اسواسطے کہ جب کتابیہ احق بالولد ہوئی تو مسلمہ فاسقہ اولیٰ ہوگی مصنف نے کلام صاحب بحر کا پسند نہ کیا اور مطلق فسق کو قائم رکھا اور کتابیہ اور فاسقہ مین
فرق کیا کہ کتابیہ لپنے اعتقاد پر ہے بخلاف مسلمہ فاسقہ کے ستنم رحمتی اور طحطاوی و محشیرون نے کہا کہ جب مدار حکم کا ولد کے ضائع ہونے پر ہوا تو بحث مصنف کی بیجا ہے
اور بحث صاحب بحر کی قوی ہے اور تفرقہ کتابیہ اور فاسقہ کا حضانت مین کچھ مفید نہین مفتی ابو سعود نے کہا کہ مطلق فجور مسقط حضانت کا نہین تاوقتیکہ
خوف ولد کے ضائع ہونیکا نہو زادہ نے کہا کہ لحاظ اس قید کا ضرور ہے کذا فی حاشیۃ الدر فی او غیر مامونۃ ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت
وتترک الولد ضائعاً یا ولد کی ماغیر مامونہ ہو یعنی اسپر اطمینان نہو مجتبے مین تفسیر غیر مامونہ کی اسطرح پر کی ہو کہ ہر وقت گھر سے نکلا کرتی ہو اور لڑکے
کو تباہ حالت چھوڑ جاتی ہو خواہ بلاضرورت نکلتی ہو خواہ بضرورت مانند کشتکاری کے یا کہ وہ دائی جنائی ہو یا مردہ شو او تکون امۃ او ام ولد او
مدبرۃ او مکاتبۃ ولدت ذلک الولد قبل الکتابۃ لاشتغالھن بخدمۃ المولی لکن ان کان الولد رقیقاً کن احق بہ لانہ للمولی مجتبے
یا کہ ماولد کی لونڈی ہو یا ام ولد یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو جو کہ اس لڑکے کو قبل کتابت کے جنی ان سب کی پرورش ساقط ہے بسبب مشغول رہنے ان عورتون
کے خدمت مولی مین تو اونکو پرورش ولد کی فرصت کہان لیکن اگر ولد انکا مملوک ہوگا مولی کا تو یہی عورتین اوس ولد کی پرورش کیواسطے لائق ترہین
اسواسطے کہ وہ ولد مولی کا ہے تو اوسکی پرورش کرنا گویا مولی کی خدمت ہو کذا فی المجتبے قم تعلیل مذکور مکاتبہ پر صادق نہین آتی اسواسطے کہ مکاتبہ پر
مولی کی خدمت واجب نہین تو نفی حضانت کی یہ علت بیان کرنا بہتر ہے کہ حضانت ایک نوع کی ولایت ہے اور ان عورتون کو اپنی ذات پر ولایت نہین
تو غیر پر بطریق اولیٰ ولایت نہو گی او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر یا ولد کی ما نے نکاح کر لیا ہو صغیر کے غیر محرم کے ساتھ اسواسطے کہ مرد اجنبی ولد
کی پرورش سے راضی نہوگا اور اگر اوسکی ما نے اوسکے محرم کے ساتھ نکاح کیا ہو مثلاً ولد کے چچا کے ساتھ نکاح کیا ہو تو حق حضانت کا ساقط نہین اور
مراد محرم سے محرم نسبی ہے نہ رضاعی او ابت ان تربیۃ مجاناً والحال ان الاب معسر والعمۃ تقبل ذلک ای تربیتہ مجاناً ولا تمنعہ عن
الام ای تمسکہ مجاناً و تدفعہ للعمۃ علی المذہب وھل یرجح العم والعمۃ علی الام اذا ایسر قبل نعم مجتبے والعمۃ لیست بقید
فیما یظھر یا کہ ما انکار کرے ولد کے مفت پالنے سے اور حال آنکہ باپ کو مقدور تربیت کا نہین اور عمہ ولد کی اس پرورش کو مفت قبول کرتی ہو اور ما کو بچہ کے پاس
آنے جانے سے روکتی بھی نہین تو اس صورت مین اوسکی ما سے کہا جاوے کہ یا لڑکے کو مفت اپنے پاس رکھے یا کہ اوسکی عمہ کو دیدے کہ وہ رکھے یہی حکم ہو بنا بر مذہب
صحیح کے اور جسقدر مال چچا یا عمہ کا پرورش مین صرف ہوا ہے اوسکو باپ سے پھیر لیا جب کہ باپ کو مقدور ہو درست ہے یا نہین بعض علما نے جواب دیا کہ ہان
پھیر لینا ہے سمجھا ہو کذا فی المجتبے اور ظاہر ہے کہ عمہ کا اس مسئلہ مین کچھ قید نہین بلکہ جب کہ ما مفت پرورش سے انکار کرے اور باپ کو مقدور نہو اور کوئی
اجنبی عورت مفت پرورش کا اقبال کرے تو بھی یہی حکم ہے کہ اجنبی پالے کذا ذکرہ شرنبلالی فی کشف النتائج علی حاشیۃ الدرر تو قید شارح کا عمہ کے
اتفاقی قید ہو نہین اس روایت سے زائل ہو گیا کذا فی حاشیۃ الدر و فی المنیۃ تزوجت ام صغیر توفی ابوہ وارادت تربیتہ بلا نفقۃ
مستقلۃ ولا ابا وصیہ تربیتہ بھا دفع الیھا لا الیہ ابقاء لمالہ اور منیہ مین ہے کہ نکاح کر لیا صغیر کی ما نے جس صغیر کا باپ مر گیا اور صغیر
کی ما نے بدون نفقہ مقرری کے اوسکی پرورش کا ارادہ کیا اور صغیر کے وصی نے چاہا کہ نفقہ دیکر کسی اور اجنبی عورت سے پرورش کراوے تو لڑکا
ماہی کو دلایا جاویگا نہ وصی کو تاکہ مال صغیر کا باقی رہے و فی الحاوی تزوجت باجنبی وطلبت تربیتہ بنفقۃ والتمس ابن عمہ مجاناً ولھا غیرہ
لہ فلہ ذلک اور حاوی مین ہے کہ نکاح کیا صغیر کی ما نے اجنبی سے اور پرورش ولد کی درخواست کی بعوض نفقہ کے اور صغیر کے ابن عم نے اپنے اوپر لازم

کرلی ہو اوسکی مفت اور جالانکہ صغیر کی کوئی اور عورت حاضنہ نہیں تو ابن حجم کو اسکا اختیار ہو ولا تجبر من لها الحضانة علیها الا اذا تعینت لها بان
لم یاخذ ثدی غیرها او لم یکن للاب ولا للصغیر مال به یفتی خانیه وسیجی فی النفقة اور جس عورت کو حق حضانت شرعا ثابت ہو اوس پر جبر کرنا
پرورش کیواسطے نہیں ہوسکتا کہ شاید اوس سے نہو سکتی ہو مگر جبکہ حاضنہ متعین ہوجاوے اسطرح پر کہ صغیر کسیکی چھاتی نہ لیتا ہو سوا اوس عورت کے یا کہ باپ اور صغیر کا مال
نہوتا کہ خادمہ نوکر رکھی جاوے تو اس صورتین بالاتفاق حاضنہ پر جبر کیا جاویگا پرورش کیواسطے اور اسی پر فتوی ہے یعنی عدم جبر پر الا در صورت تعیین کذا فی الخانیہ
اور عنقریب اسکا ذکر باب النفقہ میں آویگا ہم ہدایہ اور تبیین اور ولوالجیہ اور واقعات اور خلاصہ میں اسی روایت پر فتوی ہے کہ حاضنہ پر جبر نہیں اور ظہیریہ
میں ہے کہ اگر صغیر کا کوئی محرم نہو تو پرورش کیواسطے ماں پر جبر کیا جاویگا تا کہ صغیر ضائع نہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی واذا اسقطت الام حقها صارت کمیتة
او متزوجة فینتقل للجدة بحر اور جب کہ ماں نے اپنا حق پرورش کا ساقط کردیا تو مانند میت اور متزوجہ کی ہوگئی تو اس صورتمین حق حضانت نانی کیطرف
منتقل ہوگا کذا فی البحر ولا تقدر الحاضنة علی ابطال حق الصغیر فیها حتی لو اختلعت علی ان تترک ولدها عند الزوج صح الخلع وبطل
الشرط لانه حق الولد فلیس لها ان تبطله بالشرط وان لم یوجد غیرها اجبرت بلا خلاف فتح وهذا یعم ما لو وجد وامتنع من القبول
بحر وحینئذ فلا اجرة لها جوهرة اور قدرت نہیں حاضنہ کو حق صغیر کے باطل کرنے پر وہ حق صغیر کا جو حاضنہ کی ذات میں ثابت ہو یہانتک کہ اگر خلع کیا عورت
نے اس شرط پر کہ صغیر کو چھوڑ جاویگی زوج کے پاس تو خلع صحیح ہوگا اور شرط عدم پرورش کی باطل ہوجاویگی اسواسطے کہ پرورش حق ہو صغیر کا تو عورت کو اختیار نہیں
کہ اوسکو باطل کرسکے شرط کرکے اور اگر ماں کے سوا کوئی حاضنہ نپائی جاوے تو ماں پر جبر کیا جاویگا بلا خلاف کذا فی فتح القدیر اور یہ یعنی غیر ام کا نپایا جانا شامل ہو اسصورت کو
کہ غیر ام موجود ہو اور پرورش کا قبول نکرے کذا فی البحر اور اسوقت میں یعنے سوا ماں کے کوئی حاضنہ نہو یا ہو مگر قبول نکرے تو ماں کچھ اجرت پرورش کی نپاویگی اسواسطے
کہ واجب کرنے پر کچھ اجر نہیں کذا فی الجوہرہ ہم معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہو کہ ماں پر جبر نہیں پرورش میں چنانچہ قبل اسکے تفصیل اوسکی
مذکور ہوچکی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ماں[1] مجبور ہے پرورش صغیر میں اور یہی منقول ہو فقہا ثلثہ سے یعنی فقیہ ابو اللیث اور ہندوانی اور خواہرزادہ سے اور فتح القدیر
میں کافی حاکم سے خلع مشروط کا مسئلہ نقل کرکے فقہاء ثلثہ کی تائید کی ہو اور کہا ہو کہ کافی جامع ہو کلام محمد کی تو معلوم ہوا کہ یہی ثبوت جبر ظاہر الروایت ہو فقط اور
نے کہا کہ کیونکہ ماں پر جبر ثابت ہوگا یعنے درصورت عدم تعیین اور حالانکہ اقوال مشائخ کے عدم جبر کے مفتی بہ ہونے پر مطابق ہوگئے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہو کہ ظاہر روایت
سے عدول کرکے مفتی بہ پر عمل ہوتا ہو انتہے اور تعجب ہے مصنف اور شارح سے کہ اس مقام میں جمع بین المتناقضین سے راضی ہوئی اور لازم یون تہا کہ ایک قول کو
پسند کرتے اور دوسرے پر چاہتے تو اشارہ کردیتے کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحق الحاضنة اجرة الحضانة اذا لم تکن منکوحة ولا معتدة لابیه
وهی غیر اجرة ارضاعه ونفقته کما فی البحر عن السراجیه خلافا لما نقل المصنف عن جواهر الفتاوی اور مستحق ہوتی ہو حاضنہ اجرت حضانت
کی جبکہ وہ منکوحہ اور معتدہ اوسکے باپ کی نہو بشرطیکہ صغیر منکوحہ یا معتدہ کے پیٹ سے ہو اور اگر منکوحہ یا معتدہ کی سوت کا بیٹا ہوگا تو بھی وہ اجرت کی مستحق
ہوگی کذا فی الزیلعی اور یہ اجرت پرورش کی دودھ پلانے اور نفقہ ولد کے سوا ہو کذا فی البحر عن السراجیہ تو باپ پر تین چیزین واجب ہوئیں اجرت حضانت
اور اجرت رضاعت اور نفقہ ولد کذا فی الشرنبلالیہ اور مغایر ہونا اجرت حضانت کا رضاعت سے مخالف ہو اوس قول کے جو مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی
سے نقل کیا ہم منح الغفار میں جواہر الفتاوی میں یون منقول ہو کہ قاضی خان سے سوال ہوا کہ مبتوتہ کو اجرت حضانت کی پہونچتی ہو بعد ایام شیرخوارگی کے
جواب دیا کہ نہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ اجرت حضانت اور رضاعت مغایر نہیں شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ شاید جواہر الفتاوی کی عبارت میں تحریف یا سقوط
ہے اسواسطے کہ حضانت اور رضاعت دو متغایر چیزین ہین رضاعت کی مدت دو سال اور حضانت کی سات برس یا نو برس ہر ایک کے سقوط سے دوسری کیونکر ساقط
ہو وفی شرح النقایة للباقانی عن البحر المحیط سئل ابو حفص عمن لها امساک الولد ولیس لها مسکن مع الولد فقال علی الاب سکناهما
جمیعا وقال نجم الائمة المختار ان علیه السکنی فی الحضانة وکذا ان احتاج الصغیر الی خادم یلزم الاب ا اور باقانی کی شرح نقایہ میں
بحر محیط سے منقول ہو کہ ابو حفص سے کسی نے سوال کیا اوس عورت کا مسئلہ کہ جسکو صغیر کے رکھنے کا حق پہنچتا ہو اور اوس عورت کا کوئی مکان نہیں جہان صغیر کو

[1] یعنے پرورش کے لیے اور مجبور کیا جائے گا ۱۲

ساتھ نیکر رہے تو جواب میں کہا باپ پر دونوں کیے پہلے مکان دینا واجب ہے اور نجم الائمہ نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ باپ پر مکان دینا لازم پرورش میں واجب ہے اور اسی طرح اگر صغیر خادم کا محتاج ہو تو باپ پر خادم کا دینا لازم کیا جاویگا و فی کتب الشافعیة مؤنة الحضانة فی مال المحضون لو له مال والا فعلی من تلزمه نفقته قال شیخنا و قواعدنا لا تقتضیه فیفتی به ثم تحریات الحضانة کالرضاع اور کتب شافعیہ میں ہے کہ خرچ پرورش کا صغیر کے مال سے ہوگا اگر اوسکا مال ہو ورنہ جس پر نفقہ واجب ہے اسی پر لازم ہوگا اگر صغیر کا مال نہو تو حضانت کا صرف اوسی پر واجب ہے جس پر صغیر کا نفقہ لازم ہے شارح کہتا ہے کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ہمارے قواعد اس کے مقتضی ہیں تو اسی پر فتوی دیا جاتا ہے پھر خیر الدین رملی نے تحریر و تنقیح کی ہے کہ حضانت مانند رضاعت کے ہے یعنی بنا بر قول راجح کے جیسے رضاعت بقدر ارث کے وارثوں پر واجب ہے ویسے ہی حضانت بھی بقدر ارث واجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اسمیں تقریر روایت کی نہیں ہے لیکن بطور فقہی کے مقتضی ہے کہ جب صغیر کا باپ نہو اور مال بھی نہو تو حضانت کی اجرت وارثوں پر واجب ہے بقدر ارث کے مانند رضاعت کے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا من فتاوی خیر الدین الرملی ثم ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل او استقطت حقها او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اهلیة القربی پھر بعد ماں کے اسطرح کہ ماں مرگئی یا وہ فاجرہ وغیرہ ہو نہیں یا اوسنے حضانت قبول نہکی یا اوسنے اپنے حق کو ساقط کر دیا یا اجنبی سے نکاح کر لیا تو نانی کو حق حضانت ثابت ہے اگرچہ بچند واسطہ نانی بعیدہ ہو مثلا نانی کی ماں یا نانی کی نانی لیکن نانی بعیدہ کو حضانت ثابت ہوگی نزدیک عدم اہلیت نانی قریبہ کے یعنی اگر نانی قریبہ مثلا منکوحہ ہوگی تو اوس صورت میں حق پرورش صغیر کا نانی کو پہنچیگا ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور پھر بعد نانی کے حق پرورش صغیر کی دادی کو ثابت ہو اگرچہ دادی بچند واسطہ بعیدہ ہو بشرط مذکور یعنی دادی بعیدہ کو در صورت عدم اہلیت قریبہ کے حق پہنچیگا واما ام ابی الام فتؤخر عن ام الاب بل عن الخالة ایضا بحر اور نانا کی ماں دادی سے مؤخر کیجاویگی بلکہ خالہ سے بھی کذا فی البحر الرائق ثم الاخت لاب و ام ثم لام لان هذا الحق لقرابة الام پھر دادی کے بعد سگی بہن ہے پھر مادری بہن مقدم ہے سوتیلی بہن سے اسواسطے کہ یہ حق پرورش صغیر کا مخصوص ہے ماں کی قرابت والیوں کو ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب پھر مادری بہن کے بعد سوتیلی بہن کو حق ہے پرورش کا پھر سگی بہن کی بیٹی کو پھر مادری بہن کی بیٹی کو پھر سوتیلی بہن کی بیٹی کو ہم سوتیلی بہن کی بیٹی خالہ پر مقدم نہیں بنا بر قول صحیح کے کذا فی فتاوی قاضیخان و بحر الرائق یہ روایت غیر صحیح مرجوح شارح نے بیان ذکر کی چنانچہ قول آئندہ میں خود شارح خالہ کی تقدیم کو سوتیلی بہن کی بیٹی پر بیان کریگا ثم الخالات کذلک ای لابوین ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ پھر مادری بہن کی بیٹی کے بعد خالات کے مرتب ہیں اسطرح یعنی پہلے سگی خالہ پرورش کیواسطے مقدم ہے پھر مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر صغیر کے بھائی کی بیٹیان ثم العمات کذلک پھر بھتیجیوں کے بعد پھوپیاں اوسیطرح ہیں یعنی پہلے سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی ثم خالة الام کذلک پھر پھوپیوں کے بعد ماں کی خالہ اوسیطرح پر یعنی پہلے ماں کی سگی خالہ پھر مادری خالہ اوس کے بعد سوتیلی خالہ ثم خالة الاب کذلک پھر ماں کی خالہ کے بعد باپ کی خالہ اوسیطرح پر یعنی اول سگی خالہ باپ کی پھر مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ ثم عمات الامهات والآباء بهذا الترتیب پھر باپ کی خالہ کے بعد ماں کی پھوپھیاں پھر باپ کی پھوپھیاں اسی ترتیب گذشتہ سے یعنی ماں کی سگی پھوپھی مقدم ہے پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی پھر اسکے بعد باپ کی سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی کذا فی النهر من فتح القدیر اس ترتیب مذکور کی وجہ یہ ہے کہ ولایت پرورش کی اصل مستفاد ہوئی ماں کی جانب سے لہذا ارباب حضانت قرابت ماں کے مقدم ہیں باپ کی قرابت پر کذا فی الاختیار سنن ابو داود میں عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اسکا ظرف تھا اور میری چھاتی اسکو دودہ کی مشک تھی اور میری گود اسکا گہوارہ اور مجور تھا اور اسکے باپ نے مجھکو طلاق دی ہے اور چاہتا ہے کہ اس لڑکے کو مجھسے چھین لے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسکی رکھنے میں تو احق ہے جبتک کہ تو دوسرا نکاح نکرے اور اختیار شرح مختار میں سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ ام عاصم کو طلاق دی اور بعد لڑکے کو لینا چاہا تو دونوں جھگڑے اور مقدمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رجوع ہوا صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر اسکی رال لڑکے کیواسطے بہتر ہے تیری شہد سے یعنی لڑکا عورت کو دیدیا پرورش کیواسطے اور ماحصل اس روایت کی امام مالک کی موطا اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے

کذا فی فتح القدیر اور سنن ابو داؤد مین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ زید بن حارثہ حضرت حمزہ کی دختر کو مکہ سے لائے یعنے مدینہ مین تو جعفر طیار نے کہا کہ
مین اسکو لونگا مین احق ہون یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اسکی خالہ میرے پاس ہے علی مرتضے نے کہا کہ مین احق ہون کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور رسول اللہ کی بیٹی میرے
پاس ہے وہ اسکی احق ہے پھر زید نے کہا کہ مین اسکا احق ہون کہ مین اسکو مکہ سے لے آیا ہون پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبیہ تو جعفر کے پاس
اپنی خالہ کے پاس رہیگی اسواسطے کہ خالہ ماں کی برابر ہے ثُمَّ الْعَصَبَاتُ بِتَرْتِيبِ الْإِرْثِ فَيُقَدَّمُ الْأَبُ ثُمَّ الْجَدُّ ثُمَّ الْأَخُ الشَّقِيقُ ثُمَّ لِأَبٍ ثُمَّ بَنُوهُ كَذَلِكَ ثُمَّ
الْعَمُّ ثُمَّ بَنُوهُ پھر بعد نساء مذکورات کے عصبات رجال بترتیب وراثت حضانت مین احق ہین تو باپ صغیر کا مقدم ہے پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا بھائی پھر بھتیجے
اوسیطرح یعنی سگے بھائی کا بیٹا سوتیلے بھائی کے بیٹے پر مقدم ہے پھر چچا پھر اوسکے بیٹے اوسی ترتیب یعنی سگا مقدم ہے سوتیلے پر وَإِذَا اجْتَمَعُوا فَالْأَوْرَعُ
ثُمَّ الْأَسَنُّ اختیار سوائے فَاسِقٍ وَمَعْتُوهٍ وَابْنِ عَمٍّ لِمُشْتَهَاةٍ وَهُوَ غَيْرُ مَأْمُونٍ اور اگر مستحق حضانت چند شخص کیدرجہ جمع ہون جیسے سگے بھائی یا سگے
چچا تو اونمین جو پرہیزگار زیادہ ہو وہ مقدم ہے اور اگر پرہیزگاری مین دونو برابر ہون تو پھر زیادہ عمر والا مقدم ہو کذا فی الاختیار شرح المختار سوائے عصبہ
فاسق اور بیہوش کے یعنے عصبہ فاسق اور بدحواس لائق حضانت کے نہین اور اسیطرح چچا کا بیٹا جسے اطمینان نہو وہ صغیرہ لائق شہوت کی حضانت کیواسطے
سزاوار نہین ثُمَّ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَصَبَةٌ فَلِذَوِي الْأَرْحَامِ فَيُدْفَعُ لِلْأَخِ لِأُمٍّ ثُمَّ لِابْنِهِ ثُمَّ لِلْعَمِّ لِأُمٍّ ثُمَّ لِلْخَالِ لِأَبَوَيْنِ ثُمَّ لِأُمٍّ بُرْهَانٌ وَعَيْنِيٌّ وَبَحْرٌ
پھر جب کوئی عصبہ صغیر کا نہو تو ذوی الارحام پرورش کیواسطے احق ہونگے تو مادری بھائی کو صغیر دیا جائیگا پھر اوسکے بیٹے کو پھر مادری چچا کو پھر سگے ماموں
کو پھر مادری ماموں کو کذا فی البحر نقلا عن البرہان والعینی فَإِنْ تَسَاوَوْا فَأَصْلَحُهُمْ ثُمَّ أَوْرَعُهُمْ ثُمَّ أَكْبَرُهُمْ وَلَا حَقَّ لِوَلَدِ عَمٍّ وَعَمَّةٍ وَخَالٍ وَخَالَةٍ
لِعَدَمِ الْمَحْرَمِيَّةِ پھر اگر چند ذوی الارحام درجہ مین برابر ہون چنانچہ تین بھائی مادری تو اونمین سے جو زیادہ تر کارساز ہو صغیر کا وہ مقدم ہے پھر جو زیادہ
متقی ہو پھر جو عمر مین زیادہ تر ہو اور چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کے بیٹوں کو حق پرورش نہین بسبب نامحرم ہونیکے وَالْحَاضِنَةُ الذِّمِّيَّةُ وَلَوْ مَجُوسِيَّةً
كَمُسْلِمَةٍ مَا لَمْ يَعْقِلْ دِينًا يَنْبَغِي تَقْدِيرُهُ بِسَبْعِ سِنِينَ لِصِحَّةِ إِسْلَامِهِ حِينَئِذٍ نَهْرٌ أَوْ إِلَى أَنْ يُخَافَ أَنْ يَأْلَفَ الْكُفْرَ فَيُنْزَعُ مِنْهَا وَإِنْ لَمْ يَعْقِلْ
دِينًا بَحْرٌ اور حاضنہ ذمیہ اگرچہ مجوسیہ ہو برابر مسلمہ کے ہے جبتک کہ لڑکا دین کو نہ سمجھتا ہو نہر الفائق مین کہا مناسب یون ہے کہ دین سمجھنے کی عمر سات برس کی مقرر
کیجائے بسبب صحیح ہونے اسلام ولد کے اسوقت مین یا یہانتک کہ ڈر معلوم ہونے لگے الفت کفر کا یعنی کافرہ ماں کی صحبت سے جب انس ہونے کفر کا اندیشہ ہوا اگرچہ صغیر
دین کو نہ پوچھتا ہو تو اوسکے پاس سے لے لینا چاہیے کذا فی البحر وَالْحَاضِنَةُ يَسْقُطُ حَقُّهَا بِنِكَاحِ غَيْرِ مَحْرَمِهِ أَيِ الصَّغِيرِ وَكَذَا بِسُكْنَاهَا عِنْدَ الْمُبْغِضِ
لَهُ لِمَا فِي الْقُنْيَةِ لَوْ تَزَوَّجَتِ الْأُمُّ بِآخَرَ فَأَمْسَكَتْهُ أُمُّ الْأُمِّ فِي بَيْتِ الرَّابِّ فَلِلْأَبِ أَخْذُهُ اور حاضنہ کا حق ساقط ہوجاتا ہے صغیر کے غیر محرم سے نکاح
کر لینے سے اور اسیطرح حق ساقط ہوتا ہے حاضنہ کے رہنے سے اوس شخص کے پاس جو صغیر سے بغض اور کراہت رکھتا ہو اسواسطے کہ قنیہ مین ہے کہ اگر ماں نے نکاح کیا اجنبی سے
پھر صغیر کو اوسکی نانی نے رکھا اوسی اجنبی کے گھر مین تو باپ کو صغیر کا لے لینا نانی سے پہنچتا ہے اسواسطے کہ شخص اجنبی اپنی زوجہ کی پہلی شوہر کی اولاد سے غالبا
خوش نہین ہوتا وَفِي الْبَحْرِ قَدْ تَرَدَّدْتُ فِيمَا لَوْ أَمْسَكَتْهُ الْخَالَةُ وَنَحْوُهَا فِي بَيْتِ أَجْنَبِيٍّ عَازِبَةً وَالظَّاهِرُ السُّقُوطُ قِيَاسًا عَلَى مَا مَرَّ لَكِنْ فِي
النَّهْرِ وَالظَّاهِرُ عَدَمُهُ لِلْفَرْقِ الْبَيِّنِ بَيْنَ زَوْجِ الْأُمِّ وَالْأَجْنَبِيِّ اور بحر الرائق مین ہے مین متردد ہون اس حکم مین کہ اگر صغیر کو خالہ یا مانند اوسکی کسی
اور حاضنہ اجنبی کے گھر مین رکھے حالانکہ خالہ مجرد ہے بلا زوج ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق حضانت ساقط ہے بقیاس اوسکے کہ مذکور ہوچکا یعنے جیسے نانی کا حق ہو
ساقط ہوگیا دوسرے داماد کے گھر کے رہنے سے ویسا ہی خالہ کا حق بھی ساقط ہوا اجنبی کے گھر مین رہنے سے لیکن نہر الفائق مین ہے کہ مسئلہ مذکورہ مین ظاہر حکم
عدم سقوط حضانت ہے اسواسطے کہ زوج ام اور اجنبی کے درمیان مین فرق صریح ہے اسواسطے کہ اجنبی کو صغیر سے ملال اکثر نہین ہوتا بخلاف زوج ام کے قال
والرحم فقط کابن العم کالاجنبی صاحب نہر نے کہا فقط قرابت جسمین محرمیت نہین جیسا چچا کا بیٹا وہ اجنبی کی برابر ہے یعنی اگر صغیر کی ماں صغیر کے ابن
عم سے نکاح کر لیگی تو حق حضانت ساقط ہوجاویگا اور اسیطرح شیرخوارگی کے رشتے جیسے چچا رضاعی یا ماموں رضاعی بلکہ رضاعی باپ اجنبی کے برابر
ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وَتَعُودُ الْحَضَانَةُ بِالْفُرْقَةِ الْبَائِنَةِ لِزَوَالِ الْمَانِعِ اور پھر آتا ہے حق حضانت کا بسبب فرقت بائنہ کے زوج اجنبی

سے سبب وہ مرتے مانع کے یعنی حق حضانت بسبب نکاح اجنبی کے ساقط ہوا تھا پھر جب پوری جدائی ہو گئی تو حق حضانت بسبب زوال مانع عود کر آویگا تو ابن کی قید سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی سے عود حق نہو گا والقول لھا فی نفی الزوج اور قول عورت ہی کا معتبر ہو گا نفی زوج میں یعنی زوج نے مطلقہ سے کہا کہ تو نے دوسرا نکاح کر لیا ہے تیرا حق حضانت ساقط ہو گیا اور عورت اسکی منکر ہے اور زوج کے دعوے کے گواہ موجود نہیں تو اسوقت میں عورت ہی کا قول مقبول ہو گا اور حق حضانت ساقط نہو گا وکذا فی تطلیقہا ان ابہمتہ لا ان عینتہ اور اسیطرح قول عورت کا مقبول ہو گا زوج ثانی کے طلاق دینے میں اگر اوسنے زوج ثانی کو مبہم بیان کیا یعنی مقبول ہو گا قول عورت کا اگر اوسکو مبہم ذکر کیا یعنی اگر عورت نے دعوی کیا کہ میں نے کسی شخص سے نکاح کیا تھا سو اوسنے مجھے طلاق دی تو اس صورت میں اوسکا قول مقبول ہو گا اور حق حضانت ثابت ہو گا اور اگر اوسنے کہا کہ میں نے زید سے نکاح کیا تھا سو اوسنے مجکو طلاق دی تو اس صورت میں دعوی طلاق کا مسموع نہو گا بدون گواہوں کے یا اقرار زید کے اسواسطے کہ بیان صاحب حق ایک شخص متعین ہے والحاضنۃ اما او غیرھا احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ الغالب اور حاضنہ ماں ہو یا کوئی اور عورت مستحق پرورش کی احق ہے لڑکا رکھنے میں یہانتک کہ اوسکو حاجت نرہے عورتوں کے پاس رہنے کی اور اس استغنا کی مدت سات برس کی مقرر ہوئی ہے اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ تقدیر سات برس کے حصول استغنا میں غالب ہے ہم کہتے ہیں تقدیر خصاف کی ہے اور قدوری نے کہا کہ جب لڑکا اپنے ہاتھ سے کھانے پینے لگے اور بول و براز سے آپ طہارت کرنے بدون اعانت کے تو مستغنی ہوا عورتوں سے اور واقع میں دونوں قولوں میں کچھ تفاوت نہیں اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ سات برس کا لڑکا خود کھاتا پیتا ہے اور استنجا کر لیتا ہے ولو اختلفا فی سنہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دفع الیہ ولو جبرا والا لا اور اگر اختلاف کریں ماں اور باپ لڑکے کی عمر میں باپ کہتا ہو کہ سات برس کا ہے اور ماں کہتی ہو کہ چھ برس کا ہے تو قاضی کسی سے قسم نہ لے بلکہ لڑکے کا حال دریافت کرے سو اگر اوسکو خود کھاتا پیتا کپڑے پہنتا اپنا استنجا کر لیتا ہو تو لڑکا باپ کو دلایا جاوے اگرچہ باپ پر جبر ہو یعنی اگر باپ نہ قبول کرے تو حاکم زبردستی سے اسواسطے کہ بعد مدت پرورش کے باپ پر تعلیم اور تادیب اور نماز سکھانا واجب ہے اور اگر لڑکا کھانے پینے اور لباس اور استنجا کرنے میں غیر کا محتاج ہو آپ نہ کر سکتا ہو تو باپ کو نہ دلایا جاویگا ماں یا خالہ کے پاس رہیگا والام والجدۃ لام او لاب احق بہا بالصغیرۃ حتی تحیض ای تبلغ فی ظاہر الروایۃ اور ماں اور نانی یا دادی صغیرہ کے رکھنے میں سزاوار تر ہیں یہانتک کہ اوسکو حیض آنے لگے حیض سے مراد یہ ہے کہ بالغ ہو جاوے خواہ بلوغ حیض سے ہو خواہ احتلام سے خواہ عمر سے اور یہی ظاہر الروایت ہے اسواسطے کہ لڑکی بعد مدت حضانت کے عورتوں کے آداب دریافت کرنیکی محتاج ہے جیسے سینا کاتنا کھانا پکانا اور ایسی امور کی تعلیم میں عورت زیادہ تر قادر ہے مرد سے اور جب کہ صغیرہ بالغ ہوئی تو عفت اور حفاظت کی محتاج ہے سو اسپر باپ زیادہ تر قوی اور قادر ہے بنسبت ماں یا نانی کے کذا فی البحر الرائق ولو اختلفا فی حیضہا فالقول للام بحر بحثا واقول ینبغی ان یحکم سنہا ویعمل بالغالب اور اگر اختلاف کریں ماں اور باپ صغیرہ کے حیض میں ماں کہتی ہو کہ ہنوز اسکو حیض نہیں آیا اور باپ کہتا ہو کہ آتا ہے تو ماں کا قول معتبر ہو گا کذا فی البحر الرائق بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت کے بحث یہ ہے کہ عورت منکر ہے اور قول منکر کا معتبر ہے اگر منکر کا شامی کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ اختلاف والدین میں لائق یہ ہے کہ صغیرہ کی عمر کا حکم کیا جاوے اور عمل کیا جاوے غالب حال پر یعنی اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہنچی ہو کہ جسمیں حیض آتا ہو تو باپ کا قول معتبر ہو گا اور اگر ہنوز حیض کی عمر کو نہ پہنچی تو ماں کا قول لائق اعتبار کے ہے یہ قول صاحب نہر الفائق کا ہے شیخ رحمتی محشی نے لکھا کہ اس مسئلہ میں بحث اور تجویز علماء کی کچھ حاجت نہیں بلکہ روایت مصرح پر عمل کرنا مناسب ہے کہ جب اختلاف ہووے ماں باپ میں تو صغیر اور صغیرہ سے دریافت کرنا چاہیے اگر وہ بلوغ کا اقرار کریں تو اونکی تصدیق کرنا چاہیے کہ وہ امین ہیں اس امر میں الا باپ کو اسکی کیا اطلاع ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعند مالک حتی یحتلم الغلام وتتزوج الصغیرۃ ویدخل بہا الزوج وعند محمد اور امام مالک کے نزدیک ماں اور نانی دادی حق رکھتی ہیں اپنے پاس رکھنے میں یہانتک کہ صغیر کو احتلام ہو اور صغیرہ کا نکاح ہو اور زوج اوسکی وطی کرنے لگے کذا فی العینی وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وبنت احدی عشر مشتہاۃ اتفاقا زیلعی اور ماں اور نانی یا دادی کے سوا اور حاضنہ جیسے خالہ یا عمہ احق ہے صغیرہ کی پرورش میں یہانتک کہ وہ مشتہاۃ یعنی لائق شہوت اور رغبت کے ہو اور نو برس کی عمر حد ٹھہرائی گئی ہے

مشتہاۃ کی یہہ تقدیر ہے فقیہ ابو اللیث کی اور اسی پر فتوی ہے اور گیارہ برس کی لڑکی مشتہاۃ ہو باتفاق علما کذا فی الزیلعی ﻫ دادا یا نانی کے پاس تو بلوغ تک
رکھنے کا حکم ہوا اور اونکے سوا خالہ یا عمہ کے پاس نو برس تک حکم ہوا نہ بلوغ تک اسواسطے کہ تعلیم آداب نسا کی جیسے سینے پکانیکے بدون خدمت بیٹی کی نہیں
ہو سکتی اور دادی یا نانی یا دادی کے سوا خالہ یا عمہ اونکی طرح خدمت نہیں لیسکتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی لکثرۃ
الفساد زیلعی اور امام محمد سے ایک روایت خلاف ظاہر الروایت یہہ ہے کہ ما اور نانی مین بھی یہی حکم ہے یعنی ما اور نانی کے پاس بھی صغیرہ نو برس سے
زیادہ نرہے اور اسی روایت پر فتوی ہو بسبب کثرت فساد زمانہ کے کذا فی الزیلعی اور نقایہ اور وقایہ اور خلاصہ اور غیاث المفتی اور بحر الرائق مین بھی
اسی روایت پر فتوی مصرح ہے نقایہ مین کہا کہ ایک روایت ابی یوسف سے بھی ثابت ہو موافق محمد کے کذا فی حاشیۃ المدنی ﻫ صغیرہ کو بعد نو برس کے ماکے
پاس نرکھنا ظاہرا اوس صورت مین ہے جب کہ باپ نے اوسکو طلاق دی ہو اور وہ کہین جدی رہتی ہو اور اگر ما مطلقہ نہو اور صغیرہ کے باپ کے پاس رہتی ہو
تو اوس سے جدا کرنیکی کوئی وجہ ظاہر نہین ہوتی واللہ اعلم وافاد انہ لا تسقط الحضانۃ بتزوجہا ما دامت لا تصلح للرجال الا فی روایۃ
عن الثانی اذا کان یستأنس بہا کما فی القنیۃ اور مصنف کے اس قول سے کہ حضانت صغیرہ کی تا حد اشتہاۃ ہو یہہ فائدہ معلوم ہوا کہ حق حضانت
کا ساقط نہین صغیرہ کے نکاح سے جبتک صغیرہ مرد کے پاس لائق رہنے کے نہو مگر ایک روایت مین ابو یوسف سے یون ہو کہ جب صغیرہ لائق مونست زوج
ہو اور زوج اوسکے رکھنے سے راضی ہو تو حق حضانت ساقط ہو اگرچہ صغیرہ مشتہاۃ نہو کذا فی القنیہ مونست سے یہہ مراد ہو کہ زوج کا تنہائی مین صغیرہ
سے جی لگتا ہو طحطاوی محشی نے لکھا کہ یہہ روایت ابی یوسف کی ضعیف ہو کہ مذہب معتمد کے مخالف ہو یعنی نو برس تک کسیطرح حق حضانت ساقط نہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ امرأۃ قالت ہذا ابنک من بنتی وقد ماتت امہ فاعطنی نفقتہ فقال صدقت لکن امہ لم تمت وہی
فی منزلی واراد اخذ الصبی منہا حتی یعلم القاضی امہ وتحضر فتاخذہ لانہ اقر بانہا جدتہ وحاضنتہ ثم ادعی احقیۃ غیرہا
وذا محتمل فان احضر الاب امرأۃ وقال ہذہ ابنتک وہذا ابنی منہا وقالت الجدۃ لا ما ہذہ ابنتی وقد ماتت ابنتی ام ہذا فالقول
للرجل والمرأۃ التی معہ ویدفع الصبی الیہما لان الفراش لہما فیکون الولد لہما اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا
کہ یہہ تیرا بیٹا میری بیٹی سے ہے اور میری بیٹی مر گئی ہے تو مجھکو اس لڑکے کا خرچ دے اسواسطے کہ بعد ما کے نانی پرورش کی مالک ہے سو مرد نے کہا کہ تو سچی ہے یہہ میرا
بیٹا ہے لیکن ما اسکی نہین مر گئی اور وہ میرے گھر مین ہے اور ارادہ کیا اوس سے لڑکا لینے کا تو منع کیا جاویگا یہانتک کہ قاضی اوسکی ما کو جانے اور لڑکے
کی ما قاضی کے پاس حاضر ہو پھر لڑکے کو لیجاوے اسواسطے مرد کو لڑکا نہ دیا جاویگا کہ مرد نے اوس عورت کو نانی اور حاضنہ ہونیکا اقرار کیا پھر دعوی کیا حقیت
غیر کا یعنے نانی اور ما دونو کو حق پرورش ثابت ہو لیکن ہوتے ماکے نانی سے ما احق ہے پرورش مین اور یہہ دعوی احق ہونیکا محتمل ہے صدق اور کذب کا سو اگر باپ
نے حاضر کیا ایک عورت کو اور پہلی عورت یعنی نانی سے کہا کہ یہہ تیری بیٹی ہے اور یہہ میرا بیٹا ہو اسکے پیٹ سے اور نانی نے کہا یہہ میری بیٹی نہین اور میری بیٹی
اس لڑکے کی ما تو مر گئی ہے تو اس صورت مین قول مرد کا اور اوس عورت کا جو اوس مرد کے ساتھ ہے معتبر ہوگا اور لڑکا انہین دونو کو دلایا جاویگا اس
واسطے کہ فراش دونو کا ثابت ہے تو لہذا یہہ لڑکا انہین دونو کا ہو کذا معجبا منہما ولد فادعی الزوج انہ ابنہ لا منہا بل من غیرہا فی
عکسہ فقالت ہو ابنی لا منہ حکم بانہ ابنہما لما قلنا چنانچہ زوج اور زوجہ کے پاس ایک لڑکا ہے پھر دعوی کیا زوج نے کہ یہہ لڑکا
میرا بیٹا ہے نہ اس زوجہ سے بلکہ اور عورت سے اور اسکے بالعکس دعوی کیا عورت نے سو اوسنے یون کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے نہ اس سے اور دونوں
گواہ کسیکے پاس نہین تو حکم کیا جاویگا کہ یہہ لڑکا دونو کا بیٹا ہے اوسی دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنی بسبب ثبوت فراش یعنی حلت زوجین کے ظاہر حال
یہی ہے کہ دونو کا بیٹا ہو وکذا لو قالت الجدۃ ہذا ابنک من بنتی المیتۃ فقال بل من غیرہا فالقول لہ ویاخذ الصبی منہا وکذا لو
احضر امرأۃ وقال ابنی من ہذہ لا من بنتک وکذبتہ الجدۃ وصدقتہ المرأۃ فالاب اولی بہ لانہ لما قال ہذا ابنی من ہذہ
المرأۃ فقد انکر کونہا جدتہ فیکون منکرا لحق حضانتہا وہی اقرت لہ بالحق انتہی ملخصا اور اسیطرح اگر کہا نانی نے ایک مرد سے کہ یہہ لڑکا

ترا بیٹا ہے میری بیٹی سے جو مر گئی سو مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری بیٹی سے نہیں بلکہ اور عورت سے ہے تو قول مرد ہی کا معتبر ہوگا اور لیگا صغیر کو اوس عورت
اور یہ جب ہے اگر مرد نے حاضر کیا ایک عورت کو اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے نہ تیری بیٹی سے اور تکذیب کی نانی نے مرد کی اور اوس عورت نے لڑکے کی تصدیق
کی تو باہم یہی ہیں دو وارث صغیر کا اسواسطے کہ جب مرد نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اوس عورت سے نہ تیری بیٹی سے تو اوسنے نانی ہونیکا انکار کیا تو اوسکے حق حضانت
کو بھی انکار ہوا اور وہ عورت جو آپ کو نانی بتاتی ہے مرد کے حق کا اقرار کرچکی اوسکا بیٹا ہونیکا اگر آخر ہو گیا یہانتک قول علیہ کا خلاصہ ہو کر ہا اختیار لڑکا ولی تقدیر
مسئلة اذا كبر الغلام خير قال الشافعي قلت وهذا قبل البلوغ اما بعده فيخير بين ابويه وان اراد الانفراد فله ذلك موثق ذاده معرفة
للصبية اور نہیں ہے اختیار صغیر کو ہمارے نزدیک مطلقاً لڑکا ہو یا لڑکی بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک بعد ایام حضانت کے صغیر کو اختیار ہو جاوے
کہ جس کے پاس چاہے ماں یا باپ کے پاس رہے مترجم کہتا ہے کہ یہ بحث عدم اختیار صغیر کا ہمارے نزدیک قبل بلوغ کے ہے اور بعد بالغ ہونیکے تو اوسکو اختیار ہوجاتا ہے جہاں چاہے
رہے یہیں اور اگر بعد بلوغ کے تنہا رہنے کا ارادہ کرے تو بھی اوسکو جائز ہے چنانچہ اسکو مؤید اوسنے ذکر کیا ہے مبسوط کے طرف منسوب کر کے تنہا رہنا
مستور ہو اوسکے رشید ہونے پر اور اگر اوسکی تنہائی میں خوف ہو فساد کا تو باپ ہی کے پاس رہے کذا فی البحر اور نیز امام شافعی کی دلیل ترمذی
کی حدیث ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا زوج میرے بیٹے کو لیجانا چاہتا ہے اور حالانکہ بیٹا کنوئیں سے پانی بھر
کے مجھکو دیتا ہے اور میری خدمت کرتا ہے تو حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے تو ہاتھ پکڑ لے جسکا تو چاہے تو اوسنے ماں کا ہاتھ
پکڑ لیا سو وہ ہی اوسکو لیگئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار ہے حنفیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ قرینہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا بالغ ہوگیا تھا
اسواسطے کہ کنوئیں سے پانی بھرنا دلیل ہے بلوغ کی اور نابالغ کو ہمارے نزدیک اسواسطے اختیار نہیں کہ لڑکا نافہم ہے ماں کا رہنا اختیار کریگا جہاں
کھیلنے اور پہننے سے کوئی مانع نہوگا اور البتہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ صحابہ کرام لڑکوں کو اختیار نہیں دیتے تھے کذا فی الہدایہ وحاشیتہ
وافاده بقوله بلغت الجارية مبلغ النساء ان بكرا ضمها الاب الى نفسه الا اذا دخلت في السن واجتمع لها راي فتسكن
حيث احبت حيث لا خوف عليها اور حکم بلوغ کو مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا کہ جب لڑکی عورتوں کی حد یعنی بالغ ہو گئی تو اگر وہ کنواری
ہے تو اوسکو باپ اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ اوسکو فاسق مردوں کے مکر و فریب کی خبر نہیں مگر جبکہ کنواری کی زیادہ عمر ہو جاوے اور عقل کامل ہو جاوے
تو جہاں اوسکا جی چاہے رہے اسواسطے کہ اب اوسپر خوف باقی نہیں رہا اور دخول فی السن سے مراد یہ ہے کہ ادھیڑ اور بڑی ہو جاوے کذا فی حاشیۃ الدرر
ناقلا عن الوجيز وكفاية المنتهى وان ثيبا لا يضمها الا اذا لم تكن مامونة على نفسها فللاب والجد ولاية الضم لا لغيرهما كما في الابتداء
بحر عن الظهيرية اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنی ایکبار اوسکا نکاح ہوچکا ہو تو باپ کو ولایت اوسکو پاس رکھنے کی نہیں مگر جبکہ ثیبہ پر اطمینان نہو یعنی
خوف ہو فساد کا تو باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت اور قدرت ہے نہ اور اولیا کو جیسا کہ باپ دادا کو ابتدا میں پاس رکھنے کی ولایت تھی ویسے
ہی خوف فساد میں بھی ولایت ہو کذا فی البحر الرائق ناقلا عن الظهيرية والغلام اذا عقل واستغنى برايه ليس للاب ضمه الى نفسه الا اذا
لم يكن مامونا على نفسه فله ضمه لدفع فتنة او عار وتاديبه اذا وقع منه شيء ولا نفقة عليه الا ان يتبرع بحر اور لڑکا جب
عاقل ہوا اور اپنا ہوشیار ہو جاوے کہ دوسرے کا محتاج نہ رہے تو اب باپ کو اوسپر ولایت نہیں اپنے پاس رکھنے کی مگر جبکہ اوسپر اطمینان اور اعتماد نہو یعنی
امرد خوبصورت ہو یا فاسق ہو تو اسوقت میں باپ کو اختیار ہے اوسکو اپنے پاس رکھنے کا واسطے دفع فتنہ اور دفع عار و ننگ کے اور باپ کو ولد بالغ
کی تادیب کا اختیار ہے اگر اوس سے کوئی فعل بیجا واقع ہوا اور باپ پر اوسکا نفقہ واجب نہیں اگر باپ کچھ دے تو بطریق احسان کے کذا فی
حاشیۃ بحر الرائق وحاشیۃ الہدایہ والجد بمنزلة الاب فيما ذكر اور دادا باپ کی جگہ ہے اس میں جو ذکر ہوچکا وان لم يكن لها اب ولا جد
ولكن لها اخ او عم فله ضمها ان لم يكن مفسدا وان كان مفسدا لا يمكن من ذلك وكذا الحكم في كل عصبة ذي رحم محرم منها اور اگر لڑکی کا
باپ اور دادا نہو اور اوسکا بھائی یا چچا ہو تو اوسکو اختیار ہے لڑکی کے پاس رکھنے کا بشرطیکہ بھائی یا چچا مفسد نہو اور مفسد سے مراد فاسق ہو مفسد الخ

بالغہ اسواسطے کہ جب فساد مال کا خوف ہو تو کسی امین کے پاس امانت رکھنا کفایت کرتا ہے اور اگر بھائی یا چچا فاسق ہو تو اوسکو بالغہ کے پاس کا اختیار نہوگا اور
اسیطرح حکم ہے ہر عصبہ مین جو بالغہ کا قرابت دار محرم ہے یعنی صالح کو پاس رکھنے کا اختیار ہے اور فاسق کو نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یکن لہا
أب ولا جد ولا غیرہما من العصبات او کان لہا عصبۃ مفسد فالنظر فیہا الی الحاکم فان کانت مامونۃ خلاہا تنفرد بالسکنی
والا وضعہا عند امرأۃ امینۃ قادرۃ علی الحفظ بلا فرق فی ذلک بین بکر وثیب لانہ جعل ناظرا للمسلمین ذکرہ العینی وغیرہ
پس اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہو اور نہ اونکے سوا کوئی اور عصبہ ہو یا عصبہ فاسق ہو تو اوسمین حاکم کو فکر کرنا چاہئے سو اگر بالغہ پر خوف فساد کا نہو تو حاکم
اوسکو چھوڑ دے جہان چاہئے تنہا رہے اور اگر خوف فساد ہو تو حاکم اوسکو کسی امانت دار عورت کے پاس رکھے جو قادر ہو اوسکی حفاظت پر کچھ فرق
نہین اسمین باکرہ اور ثیبہ مین حاکم کو اسواسطے اختیار ہوا کہ وہ اسیواسطے مقرر ہوا ہے کہ مسلمانون کو دیکھتا رہے تاکہ مفاسد سے بچا دے ذکرہ العینی فی شرح
الکنز وغیرہ کالزیلعی واذا بلغ الذکور حل الکسب یدفعہم الاب الی عمل لیکتسبوا او یوجرہم وینفق علیہم من اجرہم بخلاف
الاناث ولو الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک موید زادہ معزیا للخلاصۃ اور جب کہ پہنچین لڑکے کسب کی
حد کو یعنی کسب کار کے لائق ہون قبل بلوغ کے کذا فی الطحطاوی تو باپ اونکو کام کیواسطے سپرد کرے تاکہ وہ کسب سے مال پیدا کرین یا اون سے نوکری اور
مزدوری کراوے اور اونکی اجرت سے اونپر خرچ کرے بخلاف لڑکیون کے کہ اونکا خرچ باپ پر واجب ہے نکاح کر دینے تک اگرچہ وہ قادر ہون نوکری اور
مزدوری پر اور اگر باپ فضول خرچ ہو کہ جو لڑکے پیدا کرتے ہین اوسکو بیہودہ خرچ کر ڈالتا ہو تو کسب لڑکے کا امین کے پاس سپرد کیا جاوے چنانچہ باقی
املاک صغیر کے امین کے پاس سپرد رہینگے اگر باپ فضول خرچ ہوگا چنانچہ اسکی تصریح کی ہے موید زادہ نے خلاصہ کیطرف منسوب کر کے لیس للمطلقۃ
بائنا بعد عدتہا الخروج بالولد من بلدۃ الی اخری بینہما تفاوت فلو لم یکن بینہما تفاوت بحیث انہ یمکنہ ان یبصر ولدہ
ثم یرجع فی نہارہ لم تمنع مطلقا لانہ کالانتقال من محلۃ الی اخری شمنی جائز نہیں مطلقہ بائنہ کو بعد عدت کے لیجانا لڑکی کا ایک
شہر سے دوسرے شہر کو جنکے درمیان مین زیادہ تفاوت ہو پھر اگر دونو شہر مین زیادہ تفاوت نہو اسطرح پر کہ ممکن ہو باپ کو اپنے لڑکے کا دیکھنا پھر
اوسیدن اپنے شہر مین پھر آنا تو لیجانے سے عورت کو روکا نہ جاویگا مطلقا خواہ دوسرا شہر عورت کا وطن ہو یا نہو اسواسطے کہ جب دونو شہر مین اتنی مسافت
قریب ہوئی کہ ایک دنمین جانا اور آنا متصور ہے تو اوس شہر مین جانا ایسا ہے جیسے شہر کے ایک محلہ سے دوسرے محلہ کیطرف نقل مکان کیا کذا فی الشمنی
الا اذا انتقلت من القریۃ الی المصر وفی عکسہ لضرر الولد بتخلقہ باخلاق اہل السواد الا اذا کان ما انتقلت الیہ وطنہا
وقد نکحہا ثمۃ ای عقد علیہا فی وطنہا ولو قریۃ فی الاصح الا دار الحرب الا ان یکونا مستامنین درصورت تفاوت دو شہر کے
مطلقہ کو لیجانا ولد کا جائز نہیں مگر اوس صورت مین جائز ہے کہ مطلقہ گانون سے شہر کیطرف جاوے اسواسطے کہ شہر مین صغیر کو شعور اور سلیقہ
حاصل ہوگا اور بالعکس اسکے یعنی شہر سے گانو مین لیجانا درست نہین بسبب ضرر صغیر کے اسواسطے کہ گنوارون کی صحبت سے صغیر کی خو بری ہو جاویگی
مگر اوس صورت مین شہر سے دوسری بستی مین بھی لیجانا درست ہے جبکہ وہ بستی جسمین مطلقہ گئی ہو وطن ہے اوسکا اور حالانکہ وہین زوج نے
اوسکا عقد نکاح کیا تھا اگرچہ وہ بستی گانو ہو بنا بر قول اصح کے مگر یہ کہ وطن مطلقہ کا دار الحرب ہو تو وہان صغیر کا لیجانا درست نہین مگر یہ کہ
زوج اور زوجہ دونو کا فر مستامن ہون تو مطلقہ کو صغیر کا لیجانا دار الحرب مین بھی جائز ہے وہذا الحکم فی الام المطلقۃ فقط اما غیرہا
کجدۃ وام ولد اعتقت فلا تقدر علی نقلہ لعدم العقد بینہما الا باذنہ کما یمنع الاب من اخراجہ من بلد امہ بلا رضاہا
ما بقیت حضانتہا اور یہ حکم یعنی صغیر کا دوسری بستی مین لیجانا فقط مطلقہ ماں کے حق مین ہے اور ماں کے سوا جیسے نانی اور دادی اور ام ولد جو آزاد
ہوئی ہو سو قادر نہین صغیر کے لیجانے پر اسواسطے کہ دونو مین عقد نکاح نہین مگر باپ کی اجازت سے لیجانا درست ہے چنانچہ باپ بھی منع کیا جاویگا اخراج
صغیر سے ماں کے شہر سے بدون ماں کے رضامندی کے جبتک صغیر ماں کی پرورش مین ہو فلو اخذ المطلق ولدہ منہا لتزوجہا جاز لہ ان یسافر

الا ان یکون حق امہ کما فی السراجیۃ وقیدہ المصنف فی شرحہ بما اذا لم یکن لہ من ینتقل الحق الیہ بعدھا وھو ظاہر ہو اگر طلاق
دینے والے زوج نے اپنا لڑکا لیا مطلقہ سے بسبب نکاح کر لینے مطلقہ کے تو جائز ہے باپ کو سفر میں ساتھ لیجانا صغیر کا یہانتک کہ عود کرے حق اوسکی ماں کا یعنی جب
صغیر کی ماں کو زوج ثانی طلاق دے تو اب سفر میں صغیر کا رکھنا جائز نہیں بلکہ ماں کے پاس بھیجنا چاہئیے کہ مانع حضانت کا زائل ہو گیا حق حضانت ماں نے عود کیا
کذا فی السراجیۃ اور مصنف نے اپنی شرح میں جواز سفر کو مقید کیا ہے اوس شرط سے کہ جب بعد ماں کے حق حضانت نے کسی طرف انتقال کیا ہو اور یہ تقیید ظاہر ہے
مقام تردد ہمیں نہیں ہے لیسے ماں کے نکاح کر لینے کے بعد اگر نانی صغیر کی نہو گی تو البتہ باپ کو سفر میں لیجانا صغیر کا درست ہو گا اور اگر نانی موجود ہو گی تو سفر میں
لیجانا نہ جائز ہو گا اسواسطے کہ بعد ماں کے حق پرورش کا نانی کو ثابت ہے ھ شرنبلالیہ میں برہان سے یہ روایت منقول ہے جو سراجیہ کے مخالف ہے کہ باپ کو صغیر کا
لیجانا محل اقامت سے قبل استغنا و صغر کے جائز نہیں اگرچہ ماں کے حضانت نہ بھی ہو بسبب احتمال عود حضانت کے زائل ہو جانے مانع سے کذا فی حاشیۃ المدنی
وفی الحاوی لہ اخراجہ الی مکان یمکنہا ان تبصر ولدھا کل یوم کما فی جانبہا فلیحفظ اور حاوی میں ہے کہ بعد نکاح کر لینے ماں کے باپ صغیر
کا لیجانا ایسے شہر کے اوس مکان تک درست ہے کہ ممکن ہو ماں کو دیکھنا اپنے ولد کا ہر روز جیسا کہ ایک شہر کے دوسرے کنارہ میں لیجانا بھی اسی شرط کے ساتھ درست
ہے یعنی ہر روز دیکھنا ممکن ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قلت وفی السراجیۃ اذا سقطت حضانۃ الام واخذہ الاب لا یجبر علی ان یرسلہ
لہا بل ھی اذا ارادت ان تراہ لا تمنع من ذلک وافتی شیخنا الرملی بان لہ ان یسافر بہ بعد تمام حضانتہا وبان غیر الاب من العصبات
کالاب وعزاہ للخلاصۃ والتاتارخانیۃ شارح کہتا ہے اور سراجیہ میں ہے کہ جب ساقط ہوئی حضانت ماں کی اور لیلیا صغیر کو باپ نے تو زبردستی
نہیں باپ پر کہ بھیجا کرے صغیر کو ماں کے پاس بلکہ ماں جب صغیر کے دیکھنے کا ارادہ کرے تو روکی نجاویگی اور فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے
اسکا کہ بعد تمام ہونے ایام حضانت کے باپ صغیر کو سفر میں لیجا سکتا ہے اور اسکا فتوی بھی دیا ہے کہ صغیر کے عصبات برابر باپ کے ہیں صغیر کو لینے پاس رکھنے میں
کہ صغیرہ کو عصبہ غیر محرم جیسے چچا کا بیٹا نہیں رکھ سکتا کذا فی الخلاصۃ والتاتارخانیۃ ش ع مسئلۃ المحقق شارح کا شخص بالولد ثم طلقہا فطالبتہ
بردہ ان اخرجہ باذنہا لا یلزمہ ردہ وان بغیر اذنہا لزمہ کما لو خرج بہ ثم ابانہ ثم ترکہ ہناک طلقہا فعلیہ ردہ بحر عن الولوالجیۃ
ظہیریہ اور منتقی سے منقول ہے کہ مرد نے عورت سے نکاح کیا بصرہ میں پھر وہ لڑکا جنی پھر صغیر کو مرد کوفہ میں لیگیا پھر عورت کو طلاق دی پھر مطالبہ کیا عورت
نے صغیر کے پھیر دینے کا تو اگر مرد صغیر کو عورت کی اجازت سے کوفہ میں لیگیا ہو تو اوسکو بصرہ میں عورت کے پاس بھیجنا لازم نہیں بلکہ عورت سے
کہا جاویگا کہ اگر تو چاہے تو وہاں جا کے لے آ اور اگر بے اجازت اوسکی لیگیا تھا تو صغیر کو بھیجدینا ماں کے پاس لازم ہو گا باپ پر جیسا کہ اگر صغیر کو ساتھ
اوسکی ماں کے لیگیا تھا پھر ماں کو کوفہ سے بصرہ روانہ کر دیا پھر اوسکو طلاق دی تو مرد پر لازم ہے بھیجدینا صغیر کا ماں کے پاس کذا فی حاشیۃ المدنی باب

باب النفقۃ

النفقۃ ھی لغۃ ما ینفقہ الانسان علی عیالہ یہ باب ہے نفقہ کے احکام میں نفقہ لغت عرب میں اسکو کہتے ہیں جسکو خرچ کرے آدمی اپنے اہل
عیال پر و شرعا ھی الطعام والکسوۃ والسکنی اور شرع میں نفقہ عبارت ہے طعام اور لباس اور مکان سکونت سے یہ معنی شرعی محمد سے منقول
ہیں کذا فی منح الغفار اور یہ تفسیر نفقہ کی باعتبار استعمال غالب کے ہے اور تفسیر عام نفقہ کی فتح القدیر میں یوں ہے کہ اصطلاح شرعی میں نفقہ شی کا عبارت ہے
اوس خرچ معین کرنے سے جس سے وہ شی باقی رہے تو اسمیں بہائم مملوکہ کا بھی نفقہ شامل ہو گیا و عرفا ھی الطعام اور عرف میں نفقہ فقط طعام ہے کہ کتب
میں لہذا اکثر کتب فقہ میں نفقہ پر کسوت اور سکنی کو عطف کرتے ہیں اسواسطے کہ عطف مقتضی ہے مغایرت کا ھ وجوب نفقہ کا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے
حق تعالی نے ایک آیت میں یوں ارشاد کیا کہ رزق اور کسوت زوجات کی ازواج پر ہے دستور کے موافق اور دوسری آیت میں فرمایا کہ رکھو عورتوں کو
جہاں تم رہتے ہو اور تیسری آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ مقدور والا اپنے مقدور سے خرچ کرے اور جسپر روزی تنگ ہو تو جس قدر خدا نے اوسکو دیا ہے
اوسنا میں سے خرچ کرے حق تعالی کسی جان پر مقدور سے زیادہ حکم نہیں فرماتا اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ
کے اندر یہ مضمون بھی فرمایا کہ زوجات کا تم پر رزق واجب ہے موافق دستور کے اور اسی وجوب نفقات پر اجماع امت منعقد ہو گیا ہے کذا فی فتح القدیر ونفقۃ

النفقۃ تجب علی الغیر باسباب ثلثۃ زوجیۃ و قرابۃ و ملک بدأ بالاول لمناسبۃ ما مر او لانھا اصل الولد اور نفقہ غیر کو واجب ہوتا ہے کسی شخص پر تین سبب سے ایک زوجیہ ہونیسے اور دوسرا قرابت سے اور تیسرا مالک ہونیسے جیسے لونڈی غلام کا نفقہ یا ابو یوسف کے نزدیک بہائم مملوکہ کا نفقہ مصنف نے پہلے زوجہ کا نفقہ بیان کیا بواسطہ مناسبت ماقبل کے یعنی کتاب النکاح سے یہان تک فقط زوجہ کے احکام بالاصالت مذکور ہوتے چلے آئے ہین لہذا باب النفقہ مین بھی پہلے اوسیکا ذکر کرنا مناسب ہوا یا اسواسطے نفقہ زوجہ کی تقدیم کی کہ زوجہ اصل ہے ولد کی اور ولد شاخ ہے زوجہ کی تو نفقۂ ولد سے نفقہ زوجہ کا مقدم ٹھہرا فتجب للزوجۃ بنکاح صحیح فلو بان فسادہ او بطلانہ رجع بما اخذتہ من النفقۃ بحر تو واجب ہے نفقہ زوجہ کا صحیح نکاح سے اگر فساد نکاح کا ظاہر ہوا اسطرح پر کہ وہ معتدہ نکلی غیر کی یا بطلان نکاح ظاہر ہوا اسطرح پر کہ منکوحہ رضاعی بہن نکلی تو پھیر لے مرد اوس نفقہ کو جو عورت نے لیا ہے کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ وہ شرعاً زوجہ نہین تو اوسکا نفقہ بھی واجب نہین لیکن نکاح فاسد مین عدت واجب ہے اور نکاح باطل مین عدت نہین اسواسطے کہ وہ زنا ہے اور زانیہ پر عدت نہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین نفقہ پھیر لینا مذکور نہین مگر نکاح باطل مین اور شبلی نے النکاح فاسد مین نفقہ پھیر لینا مذکور کیا ہے بشرطیکہ بحکم قاضی نفقہ مقدر ہوا ہو اور اگر بحکم قاضی زوج نے آپ نفقہ دیا ہو تو رجوع نہین اور یہی عالمگیری مین بھی مذکور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی علی زوجھا لانھا جزاء الاحتباس نفقہ زوجہ کا واجب ہے زوج پر اسواسطے کہ نفقہ بدلا ہے احتباس کا یعنی زوجہ زوج کے گھر مین مقید ہوئی تلاش معاش کو نہین جا سکتی لہذا زوج پر اوسکی خبرگیری ضروریات کی واجب ہوئی یہہ دلیل عقلی ہے وجوب نفقہ کی اور دلیل نقلی وہ ہے جو قرآن اور حدیث اور اجماع سے ترجمہ مین مذکور ہو چکی وکل محبوس لمنفعۃ غیرہ تلزمہ نفقتہ کمفت و قاض و عامل و وصی زیلعی و مقاتلۃ قاموا بدفع العدو و مضارب سافر بمال مضاربۃ اور جو شخص کہ محبوس ہو غیر کی منفعت کی واسطے تو غیر پر اوس محبوس کا نفقہ لازم ہوگا جیسے کہ مفتی اور قاضی اور زکوۃ کی تحصیل کا عامل تو نفقہ اونکا یعنی کفایت انکی اور انکے اہل و عیال مسلمین کے بیت المال پر واجب ہے اسواسطے کہ مفتی اور قاضی اور عامل صدقات مسلمین کی کارسازی مین مصروف اور محبوس ہین اپنی تلاش معاش نہین کر سکتے اور اسیطرح نفقہ وصی کا میت کے مال مین واجب ہے اوس مدت تک کہ صغیر کی مہمات مین مصروف رہے کذا فی الزیلعی اور اسیطرح رزق مجاہدین کا بیت المال مین واجب ہے کہ دفع اعدا دین پر وہ قائم اور مستعد ہین اور جس مضارب نے کہ مضاربت کیواسطے سفر کیا تو مال مضاربت مین اوسکی روزی واجب ہے ولا یرد الرھن المحبوسۃ لمنفعتھما اور اعتراض نہ وارد ہوگا مرہون کا بسبب محبوس ہونے مرہون کے راہن اور مرتہن دونو کی منفعت کیواسطے یعنی اگر کوئی اعتراض کرتا کہ جب یہہ قاعدہ ہوا کہ جب کوئی غیر کی منفعت کیواسطے محبوس ہو تو غیر پر اوسکی روزی واجب ہے تو لازم یہہ ہے کہ اگر غلام یا گھوڑا مرہون ہو تو مرتہن پر اوسکی روزی واجب ہو حالانکہ راہن پر واجب ہے نہ مرتہن پر شارح نے اسکا جواب دیا کہ مرہون کی منفعت فقط مرتہن ہی کو نہین جو اعتراض لگے بلکہ راہن اور مرتہن دونو کو فائدہ ہے راہن کو یہہ فائدہ ہے کہ بسبب رہن کے قرض ملا اور مرتہن کو بسبب رہن کے اپنے مال ملنے پر تسکین کا فائدہ حاصل ہے تو جب دونو کی منفعت ہوئی تو ساقط الاعتبار ہوئی لہذا مالک پر بجہت ملکیت کے نفقہ اوسکا واجب ہوگا نہ مرتہن پر ولو صغیرا جدا فی مالہ لا علی ابیہ الا اذا کان ضمنہا کما فی المجتبیٰ اگرچہ زوج نہایت صغیر ہو نفقہ زوجہ کا واجب ہوگا اوسکے مال مین نہ صغیر کے باپ پر مگر اوس صورت مین باپ پر واجب ہوگا جب کہ وہ ضامن ہوا ہو نفقہ کا چنانچہ باب المہر مین اسکا ذکر ہو چکا لا یقدر علی الوطی لان المانع من قبلہ اگرچہ صغیر وطی پر قادر نہین ہو نفقہ زوجہ کا واجب ہے اسواسطے کہ مانع وطی کا زوج کیطرف سے ہے نہ زوجہ کیطرف سے ہان اگر زوجہ بھی صغیرہ لائق وطی کے نہوگی تو نفقہ واجب نہوگا چنانچہ شارح قول آئندہ مین مذکور کریگا او فقیرا اگرچہ زوج فقیر محتاج ہو بھی نفقہ واجب ہوگا ولو کانت مسلمۃ او کافرۃ او کبیرۃ او صغیرۃ تطیق الوطی او تشتہی للوطی فیما دون الفرج حتی لو لم تکن کذلک کان المانع منہا فلا نفقۃ کما لو کانا صغیرین نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے برابر ہے کہ زوجہ مسلمہ یا کافرہ کتابیہ خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ جو وطی کے لائق ہو یا ایسی صغیرہ کہ جماع کے سوا تقبیل اور مساس کے لائق ہو یہانتک کہ اگر تقبیل اور مساس کے بھی لائق نہوگی تو مانع استمتاع کا زوجہ کی طرف سے ثابت ہوگا تو اس صورت مین نفقہ اوسکا زوج پر نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم جیساکہ اسطرح بھی نفقہ

و جب نہیں جبکہ زوج اور زوجہ دونوں صغیر ہوں ہرچند صغیر میں دونوں طرف سے مانع موجود ہے لیکن مانع صغیر کالمعدوم ہے اور مانع صغیرہ کا قائم ہو تو باوجود قیام مانع کے جانب صغیرہ سے مستحق نفقہ کی نہوگی کذا فی منح الغفار ناقلا عن النہایہ مصنف کو مناسب تھا کہ بجای ولو کانت مسلمۃ کے سواء کانت کما لا یخفی علی الماہرین لہذا مترجم نے ترجمہ کو کما ینبغی تقریر کیا او غنیۃ موطوءۃ اولا کان کان الزوج صغیرا او کانت رتقاء او قرناء خواہ زوجہ محتاج ہو یا مالدار ہو خواہ مدخولہ ہو یا نہو اسیطرح اگر زوج صغیر ہو یا زوجہ کی شرمگاہ بند ہو گوشت زائد یا ہڈی سے ہم اگر کوئی کہے کہ جب زوجہ بسبب بادق ہڈی یا گوشت زائد کے قابل جماع کے نہوئی تو مانع عورت ہی کیطرف سے ہوا تو قیاس چاہتا ہے کہ اوسکا نفقہ زوج پر نہ واجب ہو اوسکا جواب یہ ہے کہ مانع زوجہ کیطرف سے ثابت نہیں کہ زوج ایسی صورت میں تقبیل اور مساس وغیرہ سے متمتع ہو سکتا ہے اور نفقہ واجب ہوتا ہے احتباس یا منفعت سے مطلقا بالخصوص احتباس بالوطی او معتوہۃ او کبیرۃ لا توطأ وکذا صغیرۃ تصلح للخدمۃ او للاستئناس ان امسکہا فی بیتہ عند الثانی واختارہ فی التحفۃ خواہ زوجہ بیہوش ہو یا ایسی کبیرہ کہ وطی کے لائق نہو اور اسیطرح اوس زوجہ صغیرہ کا نفقہ واجب ہے جو لائق خدمت گذاری اور مونست کے ہو اگر زوج اوسکو اپنے گھر میں رکھے نزدیک ابو یوسف کے اور اسی قول کو پسند کیا ہے صاحب تحفہ اور ایضاح نے کذا فی البحر الرائق ولو سلمت نفسہا للمہر دخل بہا اولا ولو کلہ مؤجلا عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی البحر والنہر وارتضاہ محشی الاشباہ لا تستحق النفقۃ نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ اوسنے اپنی ذات کو روکا ہو یعنی وطی پر قادر نہونے دیتی ہو واسطے مہر معجل لینے کے باتفاق ائمہ ثلثہ خواہ مدخولہ ہو چکی ہو یا نہیں اگرچہ تمام مہر موجل ہو تو بھی منع نفس سے نفقہ ساقط نہیں ہوتا نزدیک ابی یوسف کے اسواسطے کہ جب زوج نے مہر کو موجل کر دیا کچھ تھوڑا مہر بھی زوجہ کو بالفعل نہ دیا تو اپنے حق استمتاع کے سقوط سے راضی ہوا اور اسی قول ابو یوسف پر فتوی ہے چنانچہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے اور اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہے اسلئے کہ مہر لینے کیواسطے روکنا زوجہ کا حق واجبی ہے تو باوجود اسکے بھی نفقہ کی مستحق ہوگی بقدر حالہما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ ولو موسرا وہی فقیرۃ لا یلزمہ ان یطعمہا مما یاکل بل یندب نفقہ واجب ہے موافق حال زوجین کے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الہدایہ تو اگر زوج اور زوجہ دونوں مقدور والے ہوں تو نفقہ فراخی کے ساتھ واجب ہے اور اگر دونوں مفلس ہوں تو تنگی نفقہ کی لازم ہے اور اگر زوج کم مقدور ہو اور زوجہ مقدور والی ہو تو زوج مخاطب ہے بقدر مقدور کے دینے کا اور باقی نفقہ زوج پر دین ہوگا بوقت قدرت اوسکو ادا کرے اور اگر زوج مقدور والا ہو اور زوجہ محتاج ہو تو لازم نہیں زوج پر کہ کھلاوے اوس کو جس سے آپ کھاتا ہے بلکہ اپنا سا کھانا کھلانا مستحب ہے حاصل یہ ہے کہ جب زوج اور زوجہ کا حال یکساں نہو ایک صاحب مقدور ہو اور دوسرا مفلس تو وہاں متوسط نفقہ واجب ہے یعنی مالداروں سے کم اور محتاجوں سے زیادہ کذا فی الدرر اور یہ قول مفتی بہ یعنی وجوب نفقہ برعایت حال زوجین خصاف کا قول ہے اور کرخی نے کہا کہ وجوب نفقہ میں زوج کا حال معتبر ہے یہ مذہب کا اور یہی ظاہر الروایت ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا ظاہر الروایت کی دلیل نص قرآنی ہے کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور جسپر رزق تنگ ہو وہ اوسکے موافق دیوے تو اس قول مفتی بہ کیواسطے اوس حدیث سے استدلال کیا ہے جو صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ ابو سفیان مرد بخیل ہے مجکو اوسقدر نہیں دیتا جو مجکو اور میرے ولد کو کفایت کرے لیکن اگر اوسکی نادانستگی میں لیلوں تو مجکو کفایت کر سکتا ہے حضرت نے فرمایا کہ لیلیا کر جو تجکو اور تیرے ولد کو کفایت کرے موافق دستور کے یعنی متوسط نہ زیادہ نہ کم تو اس حدیث میں حضرت نے عورت کے حال کو بھی معتبر رکھا اور رعایت حال زوجین نص قرآنی کے بھی موافق ہے کہ زوج محتاج بقدر اپنی طاقت کے دے اور باقی نفقہ جو زیادہ ہو اوسکی مقدور پر وہ اوسپر دین رہیگا جب مقدور ہوگا تب ادا کریگا ولو ہی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گھر میں ہو بشرطیکہ زوج نے مطالبہ نقل مکان کا نکیا ہو اور سسرال میں استمتاع پر قادر ہوتا ہو اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر الرائق اور اگر زوج بلاتا ہو زوجہ کو اپنے گھر میں اور وہ آتی ہو یا سسرال میں دونوں میں خلوت نہوتی ہو تو نفقہ واجب نہوگا بسبب عدم تسلیم کے وکذا اذا طلبہا ولم تمتنع او امتنعت للمہر او مرضت فی بیت الزوج فان لہا النفقۃ استحسانا لقیام الاحتباس وکذا لو مرضت ثم الیہ نقلت او فی منزلہا بقیت ولنفسہا

ما امتنعت وعلیہ الفتوی کذا فی الفتح اور اسیطرح نفقہ واجب ہی جبکہ زوج نے زوجہ کو بلایا ہو اور اوسنے اسلیے انکار کیا ہو یا انکار کیا ہو یہ مہر معجل
لینے کیواسطے یا بیمار ہوگئی ہو زوج کے گہر میں اگرچہ بسبب بیماری کے لائق وطی کے نرہی ہو تو بھی وہ مستحق ہے نفقہ کی بدلیل استحسان کے بسبب قائم ہونے احتباس
کے اور حاصل ہونے استیناس اور دواعی جماع اور حفظ بیت کے اور اسیطرح واجب ہی نفقہ اگر بیمار ہوئی اپنے گہر میں پہر زوج کے گہر میں آئی یا اپنے گہر میں بیمار رہی
اور زوج کو اپنے پاس کے آنیسے مانع نہوئی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر میں اسکو تحریر کیا ہی وفی الخانیۃ مرضت عند الزوج فانتقلت
الی دار ابیہا ان لم یمکن نقلہا بمحفۃ ونحوہا فلہا النفقۃ والا فلا لانہا مانعۃ اور خانیہ میں ہی کہ بیمار ہوئی زوجہ زوج کے پاس پہر آئی
اپنے باپ کے گہر میں پہر زوج نے اپنے گہر بلایا تو اگر ایسی بیمار ہو کہ ممکن نہو اوسکا لانا ڈولی وغیرہ کی سواری میں تو وہ نفقہ کی مستحق ہے اور اگر ڈولی میں سکتی
ہو اور نہ آوے تو اوسکا نفقہ لازم نہیں چنانچہ زوج پر زوجہ مریضہ کی دوا علاج کرنا واجب نہیں اور اجرت طبیب اور فصد کی واجب ہی کذا فی العالمگیریۃ لا
نفقۃ لاحدی عشر مرتدۃ ومقبلۃ ابنہ ومعتدۃ موت ومنکوحۃ فاسد وعدتہ وامۃ لم تبوء وصغیرۃ لا توطأ والخارجۃ من بیتہ
بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ خلافا للشافعی زوج پر نفقہ واجب نہیں گیارہ عورتونکا زوجہ مرتدہ کا اور اوس عورت کا جسنے زوج
کے ولد کا بوسہ لیا ہو اور یہی حکم ہی جمیع اصول اور فروع زوج کی تقبیل کا اور منکوحہ نکاح فاسد کا اور منکوحہ عدت فاسد کا اور اوس لونڈی منکوحہ کا جسکے
مولی نے اوسکے واسطے علیحدہ مکان رہنے کو نہیں دیا اور زوجہ صغیرہ کا جو لائق وطی اور خدمت اور موانست کے نہیں اور نفقہ واجب نہیں اوس زوجہ کا جو نکل گئی
زوج کے گہر سے ناحق بلا عذر شرعی اور ایسی عورت کو شرع میں ناشزہ کہتے ہیں یہانتک کہ زوج کے گہر میں پہر آوے تو ناشزہ نرہیگی اگرچہ بعد مسافرت کر جانے
زوج کے گہر میں آئی ہو بخلاف مذہب شافعی کے کہ اونکے نزدیک اگر زوج کے رو برو گہر سے نکل گئی اور زوج نے سفر کیا پہر بعد اسکے زوجہ اپنے زوج کے گہر
میں آئی تو نفقہ اوسکا واجب نہوگا تاوقتیکہ زوج گہر میں نہ آوے کذا فی حاشیۃ الدرر عن حاشیۃ البحر للرملی نشوز لغت میں عبارت ہی نا موافقت اور نافرمانی
زوجہ سے اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہی خروج ناحق اور منع نفس سے اور یہہ تفسیر خصاف سے منقول ہے کذا فی البحر والقول لہا فی عدم النشوز بیمینہا
وتسقط بہ المفروضۃ لا المستدانۃ فی الاصح کالموت اور قول زوجہ کا معتبر ہی عدم خروج میں ساتہ قسم کے یعنی اگر زوج نے دعوی کیا زوجہ کے
نشوز کا اور گواہ نہیں ہیں اور زوجہ منکر ہے نشوز کی اور اسپر قسم کہاتی ہی تو زوجہ ہی کا قول معتبر ہوگا زوج پر نفقہ دینا لازم آویگا اور ساقط ہوتا ہی بسبب نشوز
کے نفقہ مفروضہ مقررہ قول اصح میں مانند موت کے یعنی اگر زوجہ کا نفقہ کچہہ ٹہر گیا ہو اور چند ماہ اوسپر گذر گئے اور اوسنے نہ پایا اور پہر وہ گہر سے نکل گئی
تو وہ نفقہ ساقط ہوگیا اور اگر بموجب اجازت زوج یا بحکم قاضی اوسنے نفقہ قرض لیا ہو اور پہر نکل گئی تو یہہ ساقط نہوگا زوج کو دینا پڑیگا اور یہی حکم ہی
کا خواہ زوج مر گیا ہو یا زوجہ مگر مفروضہ ساقط ہوگا نہ مستدانہ کذا فی حاشیۃ الدرر نا قلا عن الذخیرۃ تنبیہ یلحق بہ الخارجۃ الوطی لو تمکن ناشزۃ
اور تقید کیا مصنف نے ناشزہ کو ساتہ خروج کے اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو گہر میں آنے سے منع کرے تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال قدرت زوج پر دلالت
کرتا ہی چنانچہ اگر وطی کا مانع ہو مگر زبردستی سے کذا فی البحر وتشمل الخروج الحکمی بان کان المنزل لہا فمنعتہ من الدخول علیہا فہی کالخارجۃ
مالم تکن سالتہ النقلۃ اور خروج ناشزہ کا خروج حکمی کو بھی شامل ہے چنانچہ مکان عورت ہی کا ہو اور وہ زوج کو اپنے پاس نہ آنے دے تو یہہ عورت برابر
خارجہ کے ہی اسکا نفقہ زوج پر لازم نہوگا جبتک کہ زوجہ نے زوج سے نقل مکان کا سوال کیا ہو یعنی اگر زوجہ اپنے گہر میں رہتی ہو اور زوج سے کہو کہ مجکو
مکان میں لیچل یہاں نرہونگی اور زوج نے نہیں منتقل کیا ہو اور زوجہ نے اس حالت میں اپنے پاس آنیسے روکا ہو تو نفقہ اوسکا ساقط نہوگا ولو کان
فیہ شبہۃ کبیت السلطان فامتنعت منہ فہی ناشزۃ لعدم اعتبار الشبہۃ فی باب النفقات بالو خرجت من بیت الغصب
او ابت الذہاب الیہ او السفر معہ او مع اجنبی بعثہ لینقلہا فلہا النفقۃ اور اگر اوس گہر میں جسمیں زوج نقل مکان کا ارادہ کرتا ہی شبہہ
معلوم نہیں کہ حلال مال سے بنا ہی یا حرام جیسے مکان بادشاہی ہوتے ہیں وہاں جانے سے انکار کیا تو وہ عورت ناشزہ ہی بسبب معتبر ہونے شبہات
کے بیمار کرنا نہیں یعنی پہیلا نا بسبب کثرت اداء یا نہی سکے اس لائق نہیں کہ شبہات سے آدمی بچے حرام خالص سے بچنا البتہ ضرور ہی علاوہ اسکے اجتناب شبہات

ستر ہے اور اطاعت زوج فرض ہے اور ترک فرض کا واسطے مستحب کے جنون ہے بخلاف اسکے کہ زوج کے ساتھ غصب کے گھر میں رہی پھر معلوم ہوا کہ یہ گھر غصب کا
ہے سو وہ وہاں سے نکل گئی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ بعذر شرعی نکلی ہے یا زوج مغصب کے گھر میں رہتا ہو اور وہاں زوجہ کو بلایا اور وہاں جانیسے اوسنے انکار
کیا یا زوج نے بلایا کہ سفر میں ساتھ لیجاوے اور اوسنے ساتھ جانیسے انکار کیا تو وہ ناشزہ نہیں اور اوسکا نفقہ بقول مفتی بہ واجب ہے اسواسطے کہ سفر میں لیجانا
بدون رضی زوجہ کے زوج کو جائز نہیں یا زوج سفر میں ہے اور اوسنے ایک اجنبی نامحرم کو بھیجا تاکہ زوجہ کو اپنے ساتھ لے آوے اور اوسنے اوسکے ساتھ جانیسے
انکار کیا تو بھی وہ ناشزہ نہیں اور اوسکا نفقہ زوج پر لازم ہے اسواسطے کہ نامحرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز نہیں اور اگر سفر سے کم مدت ہو یعنی ایک یا دو
منزل ہو اور نامحرم کے ساتھ جانیسے انکار کریگی تو نفقہ ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو اجرت نفسہا لارضاع صبی وزوجہا شریف ولو صرح
وقیل تکون ناشزۃ اور اسیطرح نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگر اوسنے نوکری کرلی لڑکیکے دودھ پلانیکی اور زوج اوسکا شریف ہو کہ اوسکو عار آتی ہو دودھ پلانے
کی نوکری سے اور حالانکہ زوجہ زوج کے گھر سے باہر نہیں نکلی بلکہ گھر میں دودھ پلاتی ہو تو ناشزہ نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی ناشزہ ہو اور اسی قول کو
جسکو شارح نے ضعیف کہا ہو محشی نے قوی کہا ہو اس دلیل سے کہ نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے پھر کیوں وہ ننگ اور عار شریف زوج کو لگاتی ہو ولو
سلمت نفسہا باللیل دون النہار اوعکسہ فلا نفقۃ لنقص التسلیم قال فی المجتبی وبہ عرف جواب واقعۃ فی زماننا انہ لو
تزوج من المحترفات التی تکون بالنہار فی مصالحہا وباللیل عندہ فلا نفقۃ لہا انتہی قال فی النہر وفیہ نظر اور اگر زوجہ نے تسلیم
کی اپنی ذات رات کو نہ دن کو یعنی رات کو زوج کے پاس رہتی ہو اور دن کو اپنے کاروبار کو جاتی ہو یا بالعکس اسکے یعنی دن کو زوج کے پاس رہتی اور رات کو
رہتی ہو دریات کو اسطرح جاتی ہو تو اوسکا نفقہ زوج پر لازم نہیں بسبب نقصان تسلیم کے اور مجتبی میں ہے کہ اس روایت سے معلوم ہو گیا جواب اوس واقعہ کا
جو ہمارے زمانہ میں پیش ہوا اسطرح کہ اگر پیشہ ور عورتوں سے نکاح کرے جیسے دائی جنائی یا مردہ شو یا مشاطہ جو دن کو اپنے کاموں میں رہتی ہیں اور
رات کو اپنے ازواج کے پاس رہتی ہیں تو اونکا نفقہ ازواج پر لازم ہوگا بسبب نقصان تسلیم کے انتہی کلام المجتبی نہر الفائق میں کہا کہ اس جواب میں اعتراض
ہے ہم شارح نے اعتراض کو بیان نہیں کیا حلبی محشی نے کہا وجہ اعتراض کی یہہ ہے کہ قابلہ وغیرہ اپنے کسب میں معذور ہیں بخلاف اسکے جو بلا عذر رات
یا دنکو تسلیم نفس نکرے شیخ رحمتی نے اسکا جواب دیا کہ کسب قابلہ وغیرہ کا عذر نہیں اسواسطے کہ نفقہ عورت کا زوج پر لازم ہے تو وہ کسب سے منع کرسکتا ہے حلبی
نے کہا کہ مغصوبہ اور محبوسہ اور حاجہ باوجود معذور ہونیکے بھی ساقط النفقہ ہیں بسبب عدم تسلیم کے تو ثبوت عذر وجوب نفقہ کی دلیل نہیں ہو سکتی و
محبوسۃ ولو ظلما الا اذا حبسہا ہو بدین لہ فلہا النفقۃ فی الاصح جوہرۃ وکذا لو قدر علی الوصول الیہا فی الحبس صیرفیہ کحبسہ مطلقا
قیدی عورتکا نفقہ زوج پر نہیں اگرچہ بظلم قید ہوا ہو اسواسطے کہ زوج کے احتباس اور قابو میں نہیں مگر جبکہ زوج ہی نے اوسکو قید کیا ہو بسبب اپنے قرض کے کہ عورت پر ہے تو اوسکو
نفقہ ملیگا قول اصح میں کذا فی الجوہرہ اور اسیطرح زوجہ محبوسہ نفقہ پاویگی اگر زوج قید خانہ میں اوس تک پہنچکر اوسپر قادر ہوتا ہو کذا فی الصیرفیہ چنانچہ زوج کے
قید ہونے میں نفقہ اوسپر لازم ہے ہر طرح سے خواہ وہ ناحق قید ہو یا حق پر عورت اوس تک پہنچ سکتی ہو یا نہ اسواسطے کہ فوت احتباس اور عدم تسلیم یہاں عورت کی
طرف سے نہیں علاوہ اسکے زوج کے گھر میں وہ موجود بھی ہو اور وہ نکل جانیسے راضی بھی نہو گا تو فی الحقیقت احتباس قائم ہے لکن فی تصحیح القدوری لو حبست
فی سجن السلطان فالصحیح سقوطہا لیکن تصحیح قدوری میں لکھا ہے کہ اگر زوجہ قید خانہ سلطانی میں ہوگی تو قول صحیح یہہ ہے کہ نفقہ ساقط ہے حلبی اور دیگر
محشیوں نے تعریض کی کہ تصحیح قدوری میں یہ مسئلہ قاضیخان سے منقول ہے حالانکہ فتاوی ہندی یعنی عالمگیری میں اسکے مخالف ہے تو خطا نقل میں یا صاحب تصحیح قدوری سے ہوئی
یا صاحب نہر سے جہاں سے شارح نے نقل کیا ہے اور صریح روایت مذہب اور قواعد مذہب کے مخالف ہے کہ زوجہ صغیرہ پر نفقہ واجب ہے باوجود عدم قدرت جماع کے اسواسطے کہ
عورت کی طرف سے مانع تسلیم نہیں تو محبوس سلطانی میں بطریق اولی واجب ہوگا ہم فتاوی قاضیخان اور عالمگیری کو ہمنے خود دیکھا فی الواقع تصحیح قدوری کی نقل
سے عبارت قاضیخان کی یہہ ہے وان حبس فی سجن السلطان ظلما اختلفوا فیہ والصحیح انہا تستحق النفقۃ یعنی اگر زوج محبوس ہو قید خانہ سلطانی میں بظلم تو اسمیں
فقہا کا اختلاف ہے اور قول صحیح یہہ ہے کہ زوجہ مستحق ہے نفقہ کی اور فتاوی عالمگیری میں بھی عبارت بعینہ مذکور ہے واللہ اعلم وفی البحر عن مآل الفتاوی انکو

يخيف عليها الفساد تحبس معه عند المتأخرين اور بحر الرائق مین آل النفاذ سے منقول ہے کہ اگر زوجہ پر فساد کا خوف ہو تو وہ بھی قید کیجاوے ساتھ زوج کے
نزدیک متاخرین کے خواہ زوجہ نے اوسکو اپنے دین کے سبب سے قید کروایا ہو یا کسی غیر نے بشرطیکہ وہان اجنبی مرد نہون کذا فی حاشیۃ المدنی ومریضۃ لم تزف
ای لا یمکنها الانتقال معه اصلا فلا نفقۃ لها وان لم تمنع نفسها لعدم التسلیم تقدیرا بحر اور اوس مریضہ کا نفقہ زوج پر نہین جو بیماری کے سبب سے زوج
کے گھر مین نہین آئی یعنی ایسی بیمار ہو کہ بعد نکاح کے ہرگز نہین آسکتی زوج کے ساتھ تو اوسکا نفقہ واجب نہین اگرچہ وہ زوج کے گھر مین آنیسے انکار نکرتی ہو تو بھی نفقہ
واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم کے تقدیرا کذا فی البحر ومغصوبۃ کرها اور اوس زوجہ کا نفقہ زوج پر نہین جسکو زبردستی کسی نے چھین لیا اور ابی یوسف کے نزدیک نفقہ
مغصوبہ کا لازم ہے زوج پر اور اگر عورت رضامندی سے غاصب کے ساتھ چلی گئی تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وحاجۃ ولو نفلا لا معه ولو بمحرم لفوات الاحتباس اور اوس زوجہ کا نفقہ نہین جو حج کرنے گئی نہ اپنے زوج کے ساتھ اگرچہ محرم کے ساتھ گئی ہو اگر حج نفل ہے تو نفقہ ساقط ہے
بسبب نہ ہونے احتباس کے اور ابو یوسف کے نزدیک اگر حج فرض ہوگا تو زوج پر نفقہ لازم ہے حلبی محشی نے کہا کہ شارح کو لازم تھا کہ لو نفلا کے مقام پر لو فرضا
کہتا اسواسطے کہ فرض حج کے جانبین سقوط اور عدم سقوط نفقہ مین اختلاف ہے اور نفل حج مین تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے ولو معه فعلیه نفقۃ الحضر
خاصۃ لا نفقۃ السفر ولا الکراء اور اگر زوجہ زوج کے ساتھ حج کرنیکو چلی تو زوج پر فقط نفقہ حضر کا واجب ہے نہ نفقہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری کا
کذا فی الدر امتنعت المرأۃ من الطحن والخبز ان کانت ممن لا تخدم او کان بها علۃ فعلیه ان یأتیها بطعام مهیأ انکار کیا عورت نے
چکی پیسنے اور روٹی پکانیسے تو یہان غور کرنا چاہیئے اگر زوجہ اون لوگون میں سے ہو جو ایسی کام نہین کرتے چنانچہ عمدہ خاندان رئیس زادی یا کہ زوجہ
ہر چند امیر زادی نہین لیکن اوسکو ایسی بیماری ہو کہ اپنا کھانا پکا نہین سکتی تو زوج پر واجب ہے کہ اوسکو پکا پکایا کھانا طیار دیوے والا بان کانت ممن
تخدم نفسها وتقدر علی ذلك لا یجب علیه اور اگر زوجہ اون عورتون مین سے ہو جو اپنا کام آپ کرتی ہون اور وہ بسبب عدم مرض کے قادر ہو آٹا
پیسنی اور روٹی پکانے پر تو زوج پر پکا طیار کھانا دینا واجب نہین بلکہ اوسکو اناج دیوے وہ اپنے واسطے پیس پکا لیا کرے اسواسطے کہ ایسے کام عورت پر باعتبار
دیانت کے واجب ہین اگرچہ قاضی اوسپر جبر نہین کرسکتا سرخسی نے کہا کہ عورت پر جبر نہین لیکن اگر عورت نے باوجود قدرت کے نہ پکایا تو اوسکو دال اور سالن
نہ دیوے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی نے کہا کہ سرخسی کا یہ مطلب نہین کہ پکا پکایا سالن نہ دیوے بلکہ وہ دیا گیا ہو تاکہ روٹی بخوبی کھاسکے کذا فی حاشیۃ المدنی
ولا یجوز لها اخذ الاجرۃ علی ذلك لوجوبه علیها دیانۃ ولو شریفۃ لانه علیه الصلوۃ والسلام قسم الاعمال بین علی وفاطمۃ
فجعل اعمال الخارج علی علی رضی الله عنه والداخل علی فاطمۃ رضی الله عنها مع انها سیدۃ نساء العالمین اور جائز نہین زوجہ
کو اجرت لینا اسپر یعنی آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر بسبب واجب ہونے ان اعمال کے اوسپر باعتبار دیانت کے اگرچہ عورت شریف ہو اسواسطے کہ رسول الله صلی الله علیه
وسلم نے امور خانگی کو علی مرتضی اور فاطمہ زہرا مین بانٹ دیئے تو باہر کے کام جیسے اونٹ کو پانی پلانا اور بازار سے سودا لانا یہ علی مرتضی کے ذمہ کردیئے
اور اندر کے کام جیسے چکی پیسنا اور روٹی پکانا اور گھر مین جھاڑو دینا یہ جناب فاطمہ زہرا کے ذمہ کردیئے حالانکہ وہ تمام عالم کی عورتون کی سردار ہین یہانتک کہ
عائشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبری اور مریم اور سارا اور آسیہ سے بھی وہ سیدہ افضل ہین اسواسطے کہ جگر پارہ رسول الله صلی الله علیه وسلم ہین جو سید الخلق ہین
انہین پر جب اندر گھر کے کام سیدہ عالمین کے ذمہ پر ہوئے تو اب کون شریف زادی عذر کرسکتی ہے لیکن چونکہ بعضے علما ثبوت تقسیم اعمال خارجی اور باطنی
مین گفتگو کرتے ہین کہتے ہین کہ ان کامون کو سیدہ بنا بر عادت عرب کے کرتی تہین نہ بحکم رسالت اور اسمین بھی تامل ہے کہ صحابی عورتین کاروبار خانگی بنا بر
ضرورت افلاس یا عادت کے کرتی تہین یا بنا بر حکم شرعی کے لہذا مجتہدین نے دیانۃ واجب کہا نہ قضاء اسواسطے کہ جنکو کہ ہی عادت نہین ایسے کامون کی اونکو تحت
مصیبت ہے لہذا قاضی اونپر جبر نہین کرسکتا کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب علیه آلۃ طحن وآنیۃ شرب وطبخ ککوز وجرۃ وقدر ومغرفۃ وکذا
سائر ادوات البیت کحصیر ولبد وطنفسۃ وما تتنظف به وتزیل الوسخ کمشط واشنان ونحو الصابون وملاس رجلها کما
فی الجوهرۃ والبحر اور زوج پر واجب ہین آلات پیسنے کے جیسے چکی اور سل اور بٹہ اور پانی پینے اور پکانیکے برتن جیسے کوزہ اور گھڑا یا مٹکا اور ہانڈی اور ڈوئی

اسباب اور باقی سامان گھر کا جیسے چٹائیان اور چارپائیان اور تمدہ اور فرش جیسے دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورت کی بدن کی صفائی ہو اور میل جاوے جیسے
کنگھی اور کٹھان جو مدینہ مین گھاس ہے بال صاف ہوجاتے ہین اوس سے یا کھلی یا صابون بطور عادت ہر ملک کے اور وہ چیز زوج پر واجب ہے جو عورت کی بغل گندگی
کو دور کر دیوے اور زوجہ کے پاؤن کی جوتیان واجب ہین اور پورا بیان اسکا جوہرہ اور بحرالرائق مین ہے حاشیہ مدنی مین باقی مضمون جوہرہ کا یون منقول
ہے کہ لذت اور زینت کی چیز جیسے خضاب اور سرمہ سو زوج پر واجب نہین اوسکا اختیار ہے دیا ہو یا نہ دیوے جب دیوے تو عورت استعمال کرے اور خوشبو
بھی زوج پر واجب نہین مگر اسقدر کہ بدبو دور کرے نہ زیادہ اوس سے اور علاج بیماری کی اجرت طبیب اور فصد اور پچھنے کی زوج پر واجب نہین اور اپنا
پانی دینا واجب ہے جس سے عورت اپنے کپڑے دہووے اور اپنے بدن کا میل چھوڑاوے نہاوے اور بحرالرائق کا باقی مضمون یہہ ہے کہ زوج پر واجب ہین لکڑیان
جلانیکی اور صابون اور تیل چراغ کیواسطے اور پانی غسل اور وضو کا زوج پر واجب ہے کذا فی الظہیریۃ والواقعات اور یہہ جو خلاصہ مین ہے کہ وضو کا پانی زوج
ذمہ نہین سو ضعیف روایت ہے وفیہ اجرۃ القابلۃ علی من استاجرھا من زوجۃ او زوج ولو جاءت بلا استیجار قیل علیہ وقیل علیہا
اور بحرالرائق مین ہے کہ اجرت دائی جنائی کی اوسپر ہے جسنے اوسکو بلایا مزدوری ٹھہراکر خواہ زوجہ نے یا زوج نے اور اگر دائی خود بلا درخواست آئی
تو دونو پر اوسکی مزدوری کا احتمال ہے وتفرض لہا الکسوۃ فی کل نصف حول مرۃ لتجددہا الحاجۃ حرا وبردا اور فرض ہے عورت کو پوشاک دینا
ہر نصف سال مین ایک بار یعنی سال مین دو جوڑے کپڑے زوج پر فرض ہین بسبب تجدد حاجت کے باعتبار گرمی اور سردی یعنی گرمی کی پوشاک جاڑے
مین کام نہین آسکتی اور نہ جاڑے کی گرمی مین کام آتی ہے لہذا سال بہر مین دوبار پوشاک کی حاجت ہوئی ہم اور اگر قبل مدت کے کپڑے عورت کے پہٹ گئے
تو اگر ایسے موافق عادت کے احتیاط سے پہنے اور پہر پہٹ گئے تو زوج پر اور پوشاک دینا واجب ہوگا اور اگر خلاف عادت بے احتیاطی سے پہنے ہین
تو زوج پر نئی پوشاک دینا واجب نہین کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الجوہرۃ وللزوج الانفاق علیہا بنفسہ ولو بعد فرض القاضی حاوی
الا ان یظہر للقاضی عدم انفاقہ فیفرض ای یقدر لہا لتطلبہا مع حضرتہ ویامرہ لیعطیہا ان شکت مطلہ ولم یکن ما
ئدۃ ولا لہا ان تاکل من طعامہ وتتخذ ثوبا من کرباسہ بلا اذنہ فان لم یعط حبسہ ولا تسقط عنہ النفقۃ خلاصہ
وغیرھا اور زوج کو جائز ہے نفقہ دینا عورت کو بذات خود یعنی اوسکی ضروریات کا خرید کردینا تاکہ عورت کو باہر نکلنے کی حاجت نہ پڑے ہو اگرچہ خرید کر دینا بعد معین کردینے
قاضی کے ہو کذا فی الخلاصہ مگر یہہ کہ قاضی کو ظاہر ہو نہ نفقہ دینا زوج کا تو اگر قبل اسکے قاضی نے نفقہ نہ معین کردیا ہو تو اب عورت کا نفقہ ٹھہرادے دو شرط سے ایک شرط
یہہ کہ عورت کی درخواست سے معین کرے نہ بلا درخواست دوسری شرط یہہ کہ بوقت حاضر ہونے زوج کے معین کرے اسواسطے کہ غائب پر حکم جائز نہین اور بعد معین کردینے نفقہ
کے اگر نہ دینا معلوم ہو تو قاضی حکم کرے زوج عورت کو نفقہ دیوے اگر شکایت کرے عورت اسکے ٹالنے اور دیر لگانے کی بشرطیکہ زوج سخی اور صاحب دسترخوان نہو
اور اگر زوج سخی اور صاحب دسترخوان ہو کہ بہت لوگ اوسکی کشادہ دلی کے سبب سے اوسکے دسترخوان پر کہاتے ہین تو قاضی کو نفقہ دینے کا اوسپر حکم کرنا بیجا ہے اسواسطے کہ
عورت کو بھی اختیار ہے کہ اوسکے کہانے مین کہالے اور اوسکے کپڑے مین سے کپڑا لیلیا کرے بلا اوسکی اجازت کے اسواسطے کہ جو شخص ایسا سخی ہو اور سخاوت کے غیرون کو
بلا دریغ کہلاتا اور دیتا ہو وہ عورت کی نفقہ واجب میں کیونکر کمی کریگا پہر اگر بعد نفقہ دینے قاضی کے اور بعد حکم انفاق کے زوج سرکشی سے نہ دیوے تو قاضی اوسکو
قید کرے اور اس قید ہو سے بھی ایام حبس کا نفقہ زوج سے ساقط نہ ہوگا کذا فی الخلاصہ وغیرہا وقولہ فی کل شہر ای کل مدۃ تناسبہ کیوم للمحترف
وسنۃ للدہقان اور مصنف کا یہہ قول کہ قاضی ہر مہینہ کا نفقہ معین کردے مراد اسکی یہہ ہے کہ ہر شخص کیواسطے وہ مدت ٹھہرادے جو مناسب اوس شخص کے پیشے کے
پیشہ ور کیواسطے ایک روز کی مدت ٹھہرادے اور زمیندار اور کاشتکار کیواسطے سال بہر کی مدت ٹھہرادے اسواسطے کہ پیشہ ور جیسے لوہار اور بڑہئی اور مزدور ہر روز
محنت کرکے کماتے ہین سو مناسب ہے تو قاضی ایسے لوگون پر حکم کرے کہ نفقہ ہر روز شام کو دیا کرین اسواسطے کہ ان پیشہ ورون سے ایک مہینہ کا خرچ یکبارگی نہین ہوسکتا
بخلاف زمیندار کھیتی والے کے کہ وہ سال بہر کا خرچ دیسکتا ہے اور اگر زوج سوداگر ہو یا ایسا نوکر ہو جسکو بعد مہینے کے تنخواہ ملتی ہو اوسپر مہینے بہر کا خرچ معین کرے
الخ ای فتح القدیر وغیرہ تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کل شہر کا لفظ قید اتفاقی ہے نہ احترازی ولہا الدفع کل یوم کما لہا الطلب کل یوم عند المساء للیوم

الآتي اور زوج کو اختیار ہے ہر روز کا نفقہ دینے کا جیسے عورت کو اختیار ہے ہر روز طلب کرنیکا شام کیوقت دے اگلے دن کا نفقہ تاکہ بفراغت پیسے اور پکاوے بتلا سکتا ہے کہ مہینے اور سال کی مدت نفقہ کیواسطے لازم نہیں کہ اوسکا ترک جائز نہو بلکہ بنا بر تخفیف زوجین کے ہے اور اگر وہ راضی ہوں کہ ہر روز دیا لیا کریں تو بھی جائز ہے ولها اخذ كفيل بنفقة شهر فاكثر خوفا من غيبته عند الثاني وبه يفتى فقيس سائر الديون عليه وبه يفتي بعضهم جواهر الفتاوى من كفالة الباب الاول اور زوجہ کو جائز ہے مہینہ بھر کے نفقہ یا زیادہ کا ضامن لینا بخوف غائب ہو جانے زوج کے یعنی اگر زوجہ ڈرے کہ زوج کہیں چلا جاویگا اور وہ زوج مہینے یا سال کے نفقہ کا ضامن مانگے تو ابی یوسف کے نزدیک یہ جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کہ یہ بحر میں منقول کیا جاوے کذا فی فتح القدیر اور عورت کے نفقہ پر باقی دیون کو قیاس کر کے جس مدیون کے غائب ہونیکا خوف ہو تو اوس سے ضامن لیا جاوے اور اسی پر بعض فقہاء نے فتوی دیا ہے چنانچہ جواہر الفتاوی کی کتاب الکفالۃ کے پہلے باب میں یہ مذکور ہے فتح القدیر میں ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اگر عورت تمام عمر کے نفقہ کا یا ہر مہینہ کا یا بقاء نکاح کا ضامن طلب کرے تو صحیح ہے ولو كفل له كل شهر كذا ابدا وقع على الابد و كذا الولم يقل ابدا عند الثاني وبه يفتى بحر اور اگر کوئی کفیل ہوا زوج کا یعنی ہر مہینے میں اسقدر نقد یا اناج ہمیشہ دیا کریگا زوجہ کو تو یہ ضمانت دائمی ہے باتفاق ائمہ ثلثہ کے اور اسیطرح دائمی ضمانت ثابت ہوگی نزدیک ابی یوسف کے اگر ہمیشہ کا لفظ نکہا یعنی فقط اسیقدر کہا کہ میں ہر مہینے میں اتنا دیا کرونگا زوج کیطرف سے تو یہ بھی دائمی ضمانت ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر الرائق وفيه عليها دين لزوجها فالتقيا قصاصا الا برضاه لسقوطها بالموت بخلاف سائر الديون اور بحر الرائق میں ہے عورت نے طلب کیا قاضی سے کہ نفقہ معین کردے اور زوج کا دین تہا عورت پر تو نفقہ اور دین زوج کا باہم ملکر مجرا نہونگے بدون رضامندی زوج کے یعنی اگر زوج کہیگا کہ نفقہ کو بیسے دین میں سے حساب کرلو تو البتہ برابر ہو جاوینگے اور بدون رضامندی زوج کے نفقہ اوسکے دین میں نہ مجرا ہوگا اسواسطے کہ نفقہ دین ضعیف ہے کہ موت سے ساقط ہو جاتا ہے بخلاف اور باقی دیون کے کہ وہ موت سے ساقط نہیں ہوتے تو وہ باہم حساب میں مجرا ہو جاتے ہیں خواہ دونو شخص باہم مجرا دین یا مدین کذا فی حاشية المدني نقلا عن البحر وفيه اجرت دارها من زوجها وهما يسكنان فيه لا اجر عليه اور بحر الرائق میں ہے کہ زوجہ نے کرایہ دیا اپنا گہر زوج کو اور وہ دونو اوسمیں رہتے ہیں تو کرایہ مرد پر نہ واجب ہوگا لیکن شارح نے اجارہ فاسدہ کے فروع میں حاشیہ اشباہ سے نقل کیا ہے کہ فتوی اس روایت کی مخالف ہے یعنی زوج پر کرایہ اس صورت میں واجب ہے چنانچہ وہاں معلوم ہوگا ولو دخل بها في منزل كانت فيه باجر فطولبت به بعد سنة فقالت له اخبرتك بان المنزل بالكراء عليك الاجر في عليها لانها العاقدة بزازيه اور اگر زوج نے وطی کی زوجہ کی اوس گہر میں جسمیں وہ بکرایہ رہتی تھی پہر عورت سے کرایہ کا مطالبہ ہوا بعد سال کے اوسنے زوج سے کہا کہ میں تجکو خبر دے چکی ہوں کہ یہ مکان کرایہ کا ہے اور کرایہ تیرے ذمہ پر ہے تو زوج پر کرایہ لازم نہوگا زوجہ ہی پر لازم ہوگا اسواسطے کہ کرایہ ٹھہرانے والی وہی ہے نہ زوج کذا فی البزازیہ ومفهومه انها لو سكنت بغير اجارة في وقف او مال يتيم او معد للاستغلال فالاجرة عليه فليحفظ اور مفہوم تعلیل عاقدہ ہونیکا یہ ہے کہ بدون اجارہ کے مکان وقف یا مکان مال یتیم میں یا اوس مکان میں جو غلہ رکہنے کیواسطے تیار رہا اور زوجہ رہتی تو اوسکا کرایہ زوج پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ زوجہ نے نہیں کیا اور سکنی زوجہ کا زوج پر لازم ہے لہذا زوج کو اجرت دینا لازم ہوگا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ويقدرها بقدر الغلاء والرخص ولا تقدر بدراهم ودنانير كما في الاختيار وعزاه المصنف لشرح المجمع للمصنف اور قاضی ٹھہراوے نفقہ زوجہ کا بقدر گرانی اور ارزانی غلہ کے اور نہ اندازہ کرے نفقہ کا دراہم اور دنانیر سے کذا فی الاختیار شرح المختار اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کلام تقدیر کو متن کی شرح مجمع کیطرف منسوب کیا ہے لكن في البحر عن المحيط ثم المجتبى ان شاء القاضي فرضها اصنافا او قومها بالدراهم ثم يقدر بالدراهم لیکن بحر الرائق میں محیط پہر مجتبی سے منقول ہے کہ اگر قاضی چاہے تو نفقہ کو قسم قسم مقرر کرے مثلا گیہوں اتنے اور گوشت اتنا اور گہی اتنا اور دال اتنی خواہ ہر روز کی تقدیر کرے خواہ مہینے خواہ سال کی علی حسب المراتب یا قسموں کو ان کی قیمت ٹھہراوے دراہم سے پہر مجموعہ کا اندازہ دراہم سے کرے اور زوج کو حکم کرے کہ ہر مہینے یا ہر سال اتنے روپیہ زوجہ کو دیا کرے وفيه لو قترت على نفسها فله ان يرفعها للقاضي لتاكل ما فرض لها خوفا عليها من الهزال فانه يضره كما له ان يرفعها للقاضي لتلبس الثوب لان الزينة حقه اور بحر الرائق میں ہے جب کہ قاضی نے زوجہ کا نفقہ معین کر دیا پہر اگر زوجہ اپنی ذات پر تنگی کرے اور جمع کرنیکی طمع سے کم کہاوے تو زوج

[illegible]

جاتا ہے کہ اوسکی نالش قاضی کے پاس کرتا کہ وہ اچھی طرح کھایا کرے اور پہنے سے جو اوسکے لئے مقرر ہو گیا ہے جیسا کہ نہایہ اور ذخیرہ میں ہے ہو جائے اسواسطے کہ لاغری زوجہ کی موجب کیواسطے منفرہ ہے کہ لائق رغبت اور شہوت کے نہیں رہتی چنانچہ جائز ہے زوج کو کہ اوسکی نالش قاضی کے پاس کرے تاکہ کپڑے پہننے کیواسطے کرے کیونکہ بغیر پوشاک نہیں بنتی اور کپڑوں میلی کچیلی رہتی ہے اسواسطے کہ سنگار کرنا زوج کا حق ہے خصم جیسے عورت کو زینت کرنا مرد کیواسطے لازم ہے ویسی ہی مرد کو زینت شرعی کرنا عورت کیواسطے لازم ہے یعنی حجامت بنوانا اور مونچھ کا کترانا اور موئے زہار کا مونڈنا اور غسل کرنا اور اپنی مقدور کے پوشاک پہننا ضرور ہے اسواسطے کہ جب عورت اپنے مرد بے سلیقگی سے ترک زینت کا کریگا تو دوسرے کیطرف خواہ مخواہ نفرت آویگی تو غیر کیطرف نظر جانے لگیگی پھر وہ فساد ہونگے کہ خدا پناہ میں رکھے چنانچہ بنی اسرائیل میں مردوں زینت ترک کردینے انواع مفاسد درپیش ہوئے بلکہ عورت کے حقوق سے یہ بھی ہے کہ جو کہ جلدی انزال سے آگر بچاوے اور اسکا خیال رکھے اسواسطے کہ عورت کو اگر بعد دیر کے انزال ہوتا ہے عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ مجکو سرمہ لگانا زوجہ کا پسند آتا ہے جیسا کہ اوسکا سرمہ لگانا پسند آتا ہے اور یہ مطالبہ اوس آیت قرآنی سے مفہوم ہوتا ہے جو حق تعالے نے فرمایا کہ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا مردوں کا حق عورتوں پر ہے بطریق مشروع کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویزاد فی الشتاء جبۃ وسراویل اور زیادہ کیا جاوے موسم سرما میں جبہ اور پائجامہ ہم کہتے ہیں محمد قرن کے حق میں ہے جو فقط قمیص میں گذران کرتی ہیں جیسے عرب کی گنوار عورتیں جنکو بدوی کہتے ہیں اور جنکو مدام پاجامہ کی عادت ہو چنانچہ شرفاء ہند میں تو اونکو سرما اور گرما میں پاجامہ دینا لازم ہے اور ظہیریہ میں منقول ہے کہ امام محمد نے پوشاک عورت کی مسئلہ یوں بیان کی ہے کہ درع اور خمار اور ملحفہ اور ایک ملحفہ درع کرتہ گلے سے قدم تک اور خمار وہ جو سر پر اوڑھا جاوے اور ملحفہ کی تفسیر مختلف ہے بعضے کہتے ہیں وہ بڑی چادر ہے جس سے تمام بدن لپیٹ کر عورت باہر نکلتی ہے اور بعضوں کے نزدیک شب خوابی کا کپڑا اور خصاف نے بجائے درع کے قمیص کو مذکور کیا ہے درع اور قمیص حقیقت میں ایک ہی چیز کا نام ہے فرق اتنا ہے کہ درع وہ ہے جسکا چاک سینہ کیطرف ہو اور قمیص وہ جسکا دونوں مونڈھوں کیطرف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور فتاوی عالمگیری میں ینابیع سے منقول ہے کہ لباس عورت کا مرد پر واجب ہے موافق دستور کے جیسا کہ عورت کیواسطے مناسب ہو باعتبار عادت گرمی اور جاڑے کے لیکن عادت ہر ملک کے مختلف ہے تو ہر ملک میں ویسا ہی کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ ویسا لباس ہو جس سے بدن چھپا رہے نہ وہ لباس شیطانی جو لکھنؤ وغیرہ میں بالفعل رائج ہے کہ سر اور سینہ بالکل کھلا رہتا ہے حق تعالے اونکو حیا نصیب کرے وما یلیق بہ اذ ہے ستر وہ ہر گز اور وہ لباس زیادہ کرنا چاہئے سر اور گرما میں جس سے گرمی اور جاڑا دور ہو وملحفا فی فراشہا وحدہا لا تعاد بما تعتزل عنہ ایام حیضہا ومرضہا اور زیادہ دیا جاوے جاڑے میں لحاف اور بچھونا عورت کو علیحدہ یعنی سوا اوس لحاف اور توشک کے جسمیں زوج اور زوجہ پاس مل کر لیٹتے ہیں علیحدہ اسواسطے چاہئے کہ جو عورت جدا رہتی ہے روز حیض کے ایام میں یا بیماری کے وقت میں صحیح حدیث میں وارد ہے کہ ایک اوڑھنا بچھونا زوج کا اور ایک واسطے زوجہ کا اور تیسرا مہمان کیواسطے اور چوتھا شیطان کا یعنی فضول ہے ان طلبتہ لبا لہ ان اقسام مذکورہ کو قاضی مقرر کردیگا اگر عورت درخواست کریگی قاضی سے اسواسطے کہ یہ حق ہے زوجہ کا بدون اوسکی نالش اور خواہش کے حاکم پر مقرر کردینا لازم نہیں ویختلف ذلک یسارا واعسارا وحالا وبلدا اختیار یعنی مختلف ہوتی ہے یہ خوراک اور پوشاک باعتبار مقدور اور افلاس کے اور بنا بر موسم اور ملک کے کذا فی الاختیار تو مقدور والے پر اوسکے موافق خوراک اور پوشاک زوجہ کی واجب ہے اور مفلس پر اوسکے موافق اور گرمی میں گرمی کے موافق اور سردی میں اوسکے موافق جیسی جس ملک کی عادت ہو رواج ہو بشرطیکہ مخالف شرع شریف کے نہو ولیس علیہ خفہا بل خف امتہا یجب اور واجب نہیں مرد پر موزہ دینا عورت کا بلکہ اوسکی لونڈی کا موزہ واجب ہے اسواسطے کہ لونڈی تو باہر نکلتی ہے نہ زوجہ کذا فی المجتبی اگر مرد با مقدور ہو اور ملک کی رسم ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قال مستعید ھذا انہ لو کان لہا امتعۃ من فرش ونحوہا لا یسقط عن الزوج ذلک بل یجب علیہ قد رأینا من یامرہا بمعرفۃ استعمالہ ولا ضیافۃ جبرا علیہا وذلک حرام کمنع کسوتہا انتہی اور بحر الرائق میں ہے کہ مستفاد ہوا اس سے یعنی وجوب لباس اور اثاث البیت ثابت ہوا کہ اگر عورت کے سامان اور اسباب ہو از قسم فرش اور ظروف کے تو بھی زوج سے اوسکا دینا ساقط نہوگا بلکہ واجب ہوگا اور ہم نے مقرر دیکھا ہے بعضے مردوں کو کہ عورت کو قدرت اور ظروف پر حکومت کرتے ہیں اپنے دوستوں اور اپنے مہمانوں کیواسطے عورت پر ظلم کرکے اور حالانکہ یہ زبردستی لگانا مال پر حرام ہے

سے جیسے اوسکی پوشاک نہ دینا حرام ہے انتہی کلامہ لکن قدمنا في المرغينة عن المبتغى لو زفت اليه بلا جهاز يليق به فله مطالبة الاب بالنقد الا اذا سكت انتهى وعليه فلو زفت اليه لا يحرم عليه الاستمتاع به وفي عرفنا يلتزمون كثرة المهر لكثرة الجهاز وقلته لقلته ولا شك ان المعروف كالمشروط فينبغي العمل بما مر كذا في النهر شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں باب المہر میں بحر الرائق سے یہ روایت منقول کہ اگر زوجہ بیجہازی جاوے زوج کے پاس بدون اوس قدر جہیز کے جو اوسکے مناسب حال ہے تو زوج کو مطالبہ کرنا نقد مال کا زوجہ کے باپ سے پہنچتا ہے مگر اوس صورت میں مطالبہ نہیں جب زوج چند مدت چپ ہو رہے تو اس تقدیر پر یعنی جب زوج کو نقد کا مطالبہ جائز ہوا تو اگر جہیز میں زوجہ کے ساتھہ فرش اور ظروف آئے تو زوج پر اون سے منتفع ہونا اور استعمال کرنا حرام نہوگا اسواسطے کہ ہمارے عرف اور رواج میں یعنی مصر میں کثرت مہر التزام کرتے ہیں واسطے زیادتی جہیز کے اور قلت مہر کا التزام کرتے ہیں واسطے قلت جہیز کے اور بلا شک جو چیز کہ مروج اور معروف ہے وہ مشروط کی برابر ہے تو لائق ہے عمل کرنیکے جو مذکور ہو چکا یعنی عورت کے جہیز کا استعمال مرد پر حرام نہیں کذا في النهر الفائق ؎ صاحب نہر کے کلام پر محشیون نے بحث گفتگو کی ہے اور ذکر کرنا اوسکا بتفصیل طوالت کلام کا موجب ہے خلاصہ یہہ ہے کہ جہان بالیقین اسکا رواج ہو کہ مہر مقرری سے زیادہ جہیز دینی کیواسطے کچھہ دیتے ہون مثلاً مہر وہان کا سو درم ہوا اور زوج نے دوسو درم دیکر سو مہر کے اور سو جہیز کے اور زوجہ کے باپ نے موافق سو درم کے جہیز دیا تو البتہ زوج کو استعمال کرنا اسباب جہیز کا بدون رضامندی زوجہ کے بھی جائز ہے اور اگر باپ اوسکا جہیز نہ دیوے یا سو درم سے کم دے تو البتہ اس صورت مین زوج کو نقد مال کا باپ سے مطالبہ پہنچتا ہے اور اگر اسطرح کا معمول اور رواج نہو تو جہیز کے اسباب کو اپنے صرف مین لانا زوج کو جائز نہیں بدون خوشی زوجہ کے اسواسطے کہ مالک جہیز کی زوجہ ہے نہ زوج ان زوجہ کو البتہ اپنے باپ سے مطالبہ مہر کا اختیار ہے اگر وہ مہر لیچکا ہو زوج سے کذا في حاشية الدر وفيه عن قضاء البحر هل تقدير القاضي النفقة حكم منه قلت نعم لان طلب التقدير بشرطه دعوى فلا تسقط بمضي المدة اور نہر الفائق اور بحر الرائق کی کتاب القضا سے منقول ہے کہ قاضی کا نفقہ مقرر کر دینا قاضی کے حکم مین داخل ہے یا نہین مین کہتا ہون کہ ہان تقدیر قاضی کی حکم ہے اسواسطے کہ طلب کرنا تقدیر نفقہ کا اوسکی شرط کے موافق یعنے زوج کے حضور مین یہہ دعوی ہے اور بعد دعوی کے مقرر کر دینا قاضی کا اسیکا نام حکم ہے پھر جب یہہ حکم ہوا تو نفقہ ساقط نہوگا مدت گذرنیسے یعنی اگر چند مدت زوج نہ دیگا تو زوج کے ذمہ سے ساقط نہوگا بلکہ اوسکو ایام گذشتہ کا نفقہ دینا لازم ہوگا ولو فرضت لها كل يوم او كل شهر هل يكون قضاء ما دام النكاح قلت نعم الا لمانع ولذا قالوا الابراء قبل الفرض باطل وبعده يصح مما مضى ومن شهر مستقبل اور جب کہ بتقدیر قاضی نفقہ معین ہو گیا عورت کیواسطے ہر دن کا یا ہر مہینے کا تو یہہ حکم قضا بقاے نکاح تک ہوگا یا ایکدن یا ایک مہینہ تک مین کہتا ہون کہ ہان یہہ حکم تا بقاے نکاح زوجین مین جاری چلا جاویگا مگر بسبب مانع کے البتہ موقوف ہو جاویگا چنانچہ نشوز سے نفقہ ساقط ہو جاویگا با وجود قائم رہنے نکاح کے اور چونکہ تقدیر قاضی سے نفقہ دین ہو جاتا ہے لہذا فقہا نے کہا ہے کہ ابرا کرنا نفقہ سے قبل معین کر دینے قاضی کے یا قبل تراضی طرفین کے باطل ہے اسواسطے کہ ابرا نہیں ہوتا مگر دین مین اور دین ہونا نفقہ کا بدون حکم قاضی یا بدون تراضی طرفین کے نہیں ہوتا اور قاضی کے معین کرنے یا تراضی طرفین کے بعد ابرا کرنا نفقہ زمان ماضی اور ماہ مستقبل سے صحیح ہے اسواسطے کہ ابرا بعد الوجوب ہے کذا في حاشية الدر نافلا عن البحر والنهر حتى لو شرط في العقد ان النفقة تكون من غير تقدير والكسوة كسوة الشتاء والصيف لم يلزم فلها بعد ذلك طلب التقدير فيهما یہان تک کہ اگر زوج نے نکاح مین یہہ شرط کی کہ نفقہ بقدر حاجت ہے بلا تقدیر یعنی نہایت قلیل بقدر ضرورت اور اسیطرح لباس مین شرط کی کہ ایک ہی لباس دیگا گرمی اور جاڑے مین تو یہہ شرط لازم نہوگی تو عورت کو اختیار ہے کہ بعد اس شرط کے بھی نفقہ اور لباس مین قاضی سے درخواست تقدیر کی کرے اسواسطے کہ یہہ شرط حکم قاضی نہیں اور اوس امر مین شرط کی ہے کہ ہنوز واجب نہیں ہوا اور یہہ بحث ہے صاحب بحر کی روایت صریح نہیں کذا في حاشية الدر قلت ولو حكم بموجب العقد مالكي يرى ذلك فللحنفي تقديرها لعدم الدعوى والحادثة اور اگر موجب عقد مشروط کے حکم کیا قاضی مالکی نے جو ایسی شرط کو صحیح جانتا ہے تو قاضی حنفی کو تقدیر نفقہ کی جائز ہے بسبب نہ پایجانے دعوی اور حادثہ کے ؎ صاحب بحر الرائق نے کہا کہ مین نے یہہ مسئلہ صریح نہیں دیکھا لیکن فصول عمادی اور بزازیہ کی کتاب القضا مین یون منقول ہے کہ حکم قاضی کا اختلاف مذہب کو نہیں مٹاتا مگر اس شرط سے کہ قاضی نے حکم کیا ہو بعد دعوی صحیح کے حادثہ میں اور مدعا علیہ مین تو یہہ مقتضی ہے کہ بعد حکم قاضی

مالکی کے مہینوں کی تقدیر جائز ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ ان صورتوں میں مفروض ہے کہ قاضی مالکی کے روبرو عقد اور شرط واقع ہوئی اور قاضی نے اسکی صحت کا حکم کیا اور بیان
مدت اور موت پہلے نہیں واقع ہوا کہ قاضی مالکی کو حکم نافذ ہو کر رافع اختلاف کا ہوتا کذا فی حاشیۃ الدر بقی لو حکم الحنفی بفرضہا دراہم ہل للشافعی
بعدہ ان یحکم بالتموین قال الشیخ قاسم فی موجبات الاحکام لا رجوع علیہ ولو حکم الشافعی بالتموین فلیس للحنفی الحکم بخلافہ فلیحفظ نعم
لو اتفقا بعد الفرض علی ان تاکل معہ تموینا بطل الفرض السابق لرضاہا بذلک انتہی یعنی باقی رہا یہ امر کہ اگر حکم کیا قاضی حنفی نے تقدیر نفقہ کا دراہم
میں طعام کی مقدار سے مقرر کر کے تو شافعی قاضی کو بعد اسکے تموین کا حکم کرنا یعنی قلیل بقدر ضرورت کے نفقہ کا حکم کرنا جائز ہے یا نہیں کہا شیخ قاسم نے موجبات الاحکام
میں کہ جائز نہیں اور بنا بر اس عدم جواز کے اگر پہلے حکم کر چکا قاضی شافعی تموین کا تو قاضی حنفی کو حکم کرنا اسکے مخالف جائز نہیں اسواسطے کہ جب حکم اول جامع
شروط رافع اختلاف کا ہو چکا تو اب حکم ثانی اسکو توڑ نہیں سکتا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہاں اگر زوج اور زوجہ دونوں بعد تقدیر نفقہ کے راضی ہو گئے کہ
زوجہ زوج کے ساتھ بقدر ضرورت کے کھا لے تو باطل ہو جاوے گی تقدیر سابق یعنی جو قاضی نے نفقہ مقرر کر دیا تھا سو اسکا حکم موقوف ہو جاویگا اسواسطے کہ
زوجہ اسی پر راضی ہو گئی و مثل مشہور ہے میاں صادق آئی کہ جب خصم راضی تو کیا کریگا قاضی لیکن اگر بعد اسکے پھر ناراض ہو گی زوج کے ساتھ کھانے سے
تو نفقہ مفروضہ پھر عود کریگا اسواسطے کہ حکم قاضی کا مادام النکاح جاری ہے کذا فی حاشیۃ الدر وفی السراجیۃ قدر کسوتہا دراہم ورضیت فقضی
ہل لہا ان ترجع وتطلب کسوۃ قماشا اجاب نعم اور سراجیہ میں ہے کہ عورت کی پوشاک میں درم مقرر ہو گئے اور وہ راضی ہو گئی اور ہو اتفق اسکو قاضی کا
حکم بھی ہو گیا تو اب عورت کو اس سے پھرنا اور پوشاک میں کپڑا طلب کرنا درست ہے یا نہیں جواب دیا کہ ہاں درست ہے وقالوا ما بقی من النفقۃ لہا فیقضی
باخری بخلاف اسراف وسرقۃ وہلاک ونفقۃ محرم وکسوۃ الا اذا تخرقت بالاستعمال المعتاد او استعملت معہا اخری فیفرض اخری
اور فقہا نے کہا ہے کہ جو نفقہ بچ رہیگا نفقہ مقررہ میں سے وہ عورت کا مملوک ہے تو اسکو اور نفقہ قاضی دلا دیگا یعنی مثلاً قاضی نے دس درم ماہ رمضان کا نفقہ مقرر
کر دیا یا زوج سے اپنی تراضی دس درم مہینہ مقرر کر دیا اور عورت نے پانچ درم میں رمضان کو بسر کر دیا پانچ درم بچ رہے تو اسکی مالک عورت ہے ماہ شوال آئے
یہ درم باقی ماندہ مجرا نہ ہونگے بلکہ ماہ شوال میں اور دس درم کا قاضی حکم کریگا بخلاف فضول خرچی اور چوری اور ہلاکی اور نفقہ محرم اور لباس زوجہ کی یعنی اگر
عورت نے فضول خرچ کیا کہ مثلاً مہینے بھر کے خرچ کو دس دنوں میں اڑا دیا یا نفقہ چوری ہو گیا یا گم ہو گیا تو زوج پر اور نفقہ دینا لازم نہ ہوگا اور اگر اقربا
محرم کا نفقہ بچ رہیگا تو مدت آئندہ میں مجرا ہوگا دوسرا نفقہ دینا لازم نہ ہوگا اور اسیطرح اگر قاضی نے سال بھر کی پوشاک زوجہ کو دلا دی اور چار پانچ مہینے
میں سب کپڑے پھٹ گئے تو قاضی زوج سے دوسری پوشاک نہ دلا دیگا مگر جبکہ پوشاک پھٹ گئی ہو استعمال معتاد سے موافق عادت اور رواج کے با حتیاط استعمال
برتنے اور باوجود اسکے پارہ پارہ ہو گئی تو اس صورت میں دوسری پوشاک دلا دیگا یا عورت نے اس پوشاک کے ساتھ اپنی دوسری پوشاک بھی استعمال کی اور
دونوں پوشاکیں سال کے اندر ساتھ ہی پارہ ہو گئیں تو اسکو دوسری پوشاک مقرر کیجاویگی اسواسطے کہ ان دونوں صورتوں میں تجویز قاضی کی خطا ظاہر
ہو گئی کہ اتنی پوشاک اتنی مدت میں عورت کے واسطے کافی نہیں تو اب دوسری پوشاک لازم ہوئی کذا فی حاشیۃ الدر وتجب لخادمہا المملوک لہا علی الظاہر
ملکا تاما ولا شغل لہ غیر خدمتہا بالفعل فلو لم یکن فی ملکہا او لم یخدمہا لا نفقۃ لہ لان نفقۃ الخادم بازاء الخدمۃ اور نفقہ واجب
ہے ظاہر الروایت میں زوجہ کے خادم مملوک کا جسپر پوری ملکیت ہو اور کچھ کام نہ ہو خادم کو سوا اسکی خدمت کے تو اگر خادم مملوک نہ ہو زوجہ کا یا مملوک ہو مگر
بالفعل خدمت نہ کرتا ہو تو وہ نفقہ نہ پاویگا اسواسطے کہ نفقہ خادم کا بمقابلہ خدمت ہے پھر جب خدمت نہیں تو نفقہ بھی نہیں اور اگر زوجہ کا خادم مکاتب ہو تو
اسکا نفقہ نہیں اسواسطے کہ مکاتب پر پوری ملکیت نہیں ولو جاءہا بخادم لم یقبل منہ الا برضاہا فلا یملک اخراج خادمہا بل ما زاد علیہ
بحر بحثا ولو حرۃ لا امۃ جوہرۃ لعدم ملکہا اور اگر زوج نے خادم کو لایا زوجہ کیواسطے تو زوج کا خادم مقبول نہ ہوگا بدون رضامندی زوجہ کے تو زوج مالک نہ ہوگا زوجہ
کے مملوک خادم کے نکالنے کا بلکہ جو خادم کہ ایک سے زیادہ ہو اوسکو نکالدینے پر زوج کو اختیار ہوگا کذا فی البحر بحثا لا روایۃ زوجہ کے خادم کا نفقہ واجب ہوگا اگر زوجہ کی
آزاد ہو نہ لونڈی کذا فی الجوہرہ بسبب عدم ملکیت لونڈی کے موسرا لا معسرا فی الاصح والقول لہ فی الاعسار ولو برہنا فبینتہا اولی خانیہ زوجہ کے خادم

کا نفقہ اوسوقت واجب ہوگا جب زوج مقدور والا ہو پس مفلس قول اصح مین اور قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اظہار تنگی اور افلاس مین اور اگر دونو گواہ گذرانین زوجہ گواہوں سے مقدور زوج کا ثابت کرتی ہو اور زوج گواہوں سے افلاس ثابت کرتا ہو تو عورت کی گواہ زیادہ تر لائق اعتماد کے ہونگی کذا فی الخانیہ ولو کان اولاد لا یکفیہ خادم واحد فرض علیہ لخادمین او اکثر اتفاقا فتح اور اگر زوج کے چند لڑکے ہون جنکو ایک خادم کفایت نکرتا ہو تو زوج پر دو خادم یا زیادہ کا نفقہ بقدر حاجت مقرر کیا جائیگا بالاتفاق کذا فی فتح القدیر وعن الثانی غنیۃ زفت الیہ بخدم کثیر استحقت نفقۃ الجمیع ذکرہ المصنف ثم قال وفی البحر عن الغایۃ وبہ ناخذ قال وفی السراجیۃ ویفرض علیہ نفقۃ خادمہا وان کانت من الاشراف فرض نفقۃ خادمین وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ عورت مالدار بیاہی گئی زوج کے پاس بہت خادموں کے ساتھ تو سب خادمونکی نفقہ کی عورت مستحق ہوگی چنانچہ اس روایت کو ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین پھر مصنف نے کہا اور بحر الرائق مین غایۃ البیان سے منقول ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہین کہا صاحب بحر نے اور سراجیہ مین ہے کہ زوج پر نفقہ ایک خادم کا فرض ہے اور اگر عورت منجملہ اشراف ہے تو دو خادم کا نفقہ فرض ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر الروایۃ مین نفقہ ایک خادم کا مذکور ہے لیکن فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے اور اگر عورت کے پاس خادم مملوک نہو تو زوج پر لازم نہین کہ اوسکے واسطے خادم نوکر رکھے بلکہ بازار سے مول خریدکر لا دینا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن السراجیۃ ولا یفرق بینہما لعجزہ عنہا بانواعہا الثلثۃ ولا بعدم ایفائہ لو غائبا حقہا ولو موسرا اور نہ جدائی کیجاویگی دونوین بسبب عاجز ہونے زوج کے تینون قسم کے نفقہ سے یعنی طعام اور لباس اور سکنی سے اور نہ جدائی ہوگی اگر زوج غائب ہو اسکے عدم ایفاء حق زوجہ سے اگرچہ زوج مالدار ہو یعنی اگر زوج سفر مین ہو اور زوجہ کو خرچ نہ بھیجتا ہو با وجود مقدور کے تو بھی قاضی دونوین تفریق نہین کرسکتا وجوزہ الشافعی باعسار الزوج وبتضررہا بغیبتہ ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضی بہ نفذ اذا لم یرتش الامر والمأمور اور جائز رکھی ہے امام شافعی نے تفریق زوجین کی زوج کے افلاس سے اور بسبب ضرر پہنچنے عورت کے زوج کے غائب ہونے سے اور اگر حکم کرے قاضی حنفی تفریق زوجین کا بسبب افلاس یا غائب ہونے زوج کے تو اوسکا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ اپنے خلاف مذہب حکم کرنا جاری نہین ہوتا ہان اگر حکم کرے قاضی حنفی شافعی مذہب کو پھر شافعی تفریق کا حکم کردے تو نافذ ہوگا بشرطیکہ رشوت نہ لی ہو آمر اور مامور نے کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ رشوت کا حکم نافذ نہین ہوتا اور دوسری شرط نفاذ حکم کی یہ ہے کہ قاضی حنفی کو اجازت ہو حاکم کیطرف سے تفویض حکم کی یعنی اختیار ہو کہ جسکو چاہے حکم کرنا سپرد کرے تب مامور کا حکم نافذ ہوگا لیکن یہ نفاذ حکم بھی بقول صحیح زوج حاضر کے افلاس پر ہوگا نہ زوج غائب کے افلاس پر اگرچہ زوجہ نے گواہ گذرانے ہون افلاس زوج غائب پر اسواسطے کہ افلاس اور مقدور سریع الزوال ہے اور سریع الحصول امر ہے شاید کہ بعد شہادت شاہدون کے سفر مین زوج مالدار ہوگیا ہو تو غائب کے افلاس پر حکم کرنا نافذ نہین ہوسکتا اگرچہ قاضی شافعی المذہب نے حکم کردیا ہو اسواسطے کہ قضا علی الغائب شافعی کے نزدیک ہان جائز ہے جہان شہود سے ثابت ہوگیا ہو سو یہان ثابت نہین ہوسکتا کہ شاید وقت قضا زوج غائب مالدار ہوگیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والذخیرہ وبعد الفرض یامرہا القاضی بالاستدانۃ لتحیل علیہ وان ابی الزوج اما لو لم یامرہا فترجع علیہا وہی علیہ ان صرحت بانہا علیہ او نوت لو انکر نیتہا فالقول لہا مجتبی اور بعد فرض کرنے نفقہ کے زوج مفلس یا غائب پر حکم کرے قاضی عورت کو قرض لینے کا تاکہ حوالہ کرے ادا اوس قرض کا زوج پر یعنی جس سے قرض لے عورت اوس سے کہے کہ مین تجھسے بحکم قاضی قرض لیتی ہون تو اپنا قرض میرے زوج سے بھر لیجو اگرچہ زوج عورت کے قرض لینے سے راضی نہو اور قاضی کے بدون حکم اگر عورت قرض لیگی تو قرض دینے والا اپنا قرض عورت سے لیگا اور عورت زوج سے بھر لیگی بشرطیکہ عورت نے قرض لیتے وقت تصریح کردی ہو کہ مین زوج پر قرض لیتی ہون یا اپنے دل مین اسکی نیت کرلی ہو اور اگر زوج عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی یون کہے کہ غلط ہے تو نے قرض لیتے میری نیت نہین کی تو زوجہ ہی کا قول معتبر ہوگا کذا فی المجتبی وتجب الادانۃ علی من تجب علیہ نفقتہا ونفقۃ الصغار لولا الزوج کاخ وعم ویحبس الاخ ونحوہ اذا امتنع لان ہذا من المعروف زیلعی و اختیار وسیتضح اور واجب ہے قرض دینا اوسپر جسپر عورت اور اوسکی چھوٹے لڑکون کا نفقہ واجب ہوتا اگر زوج نہوتا جیسے بھائی عورت کا یا چچا اور قید کیا جاویگا بھائی اور جو اسکی مانند ہے جب کہ وہ قرض دینے سے انکار کرے اسواسطے کہ یہ معروف اور مروج ہے کذا فی الزیلعی والاختیار اور عنقریب یہ واضح ہوگا فرع مین

زیلعی نے کہا کہ اختیار شرح مختار میں ہے کہ اگر عورت مالدار ہو اور اسکا زوج مفلس ہو اور اسکا بیٹا دوسرے زوج سے مالدار ہو یا بھائی مالدار ہے تو نفقہ عورت کا زوج پر واجب ہوا اور حکم کیا جائیگا عورت کے بھائی یا بیٹے پر کہ نفقہ دے عورت کو اور جب اوسکے زوج کو مقدور ہو تو اوس سے اپنا قرض بھر لے جتنا کہ عورت کو دیا ہے اور اگر بھائی یا بیٹا خرچ دینے سے انکار کرے تو مقید ہوگا اور اسیطرح کہ اسی حال میں بطور قرض دینا انجح اور اشبہ ہے تو اس سے مسئلہ معلوم ہوا کہ قرض دینا عورت کو نفقہ کو اسیطرح جب کہ عورت اور اوسکا زوج مفلس ہوں واجب ہے اوس شخص پر جس پر نفقہ عورت کا واجب ہوتا اگر زوج عورت کا نہوتا اور اسیطرح اگر زوج مفلس کی اولاد صغیر ہو اور اوسکو انکی خرچ کی طاقت نہو تو واجب ہوگا نفقہ اولاد صغار کا اوس پر جس پر صغار کا نفقہ واجب ہوتا اگر انکا باپ نہوتا جیسے ماں اور بھائی اور چچا پھر جب صغار کا باپ مقدور دار ہو تو جسقدر انکو کھلایا پہنایا ہو اوس سے بھر لے کذا فی حاشیۃ الرملی فقضی بنفقۃ الاعسار ثم ایسر فخاصمتہ تمم نفقۃ یسارہ فی المستقبل قاضی نے حکم کیا زوج پر نفقہ افلاس کا بسبب مفلس ہونے زوج کے پھر بعد مدت کے مالدار ہو گیا اور عورت مفلس تھی رہی پھر جھگڑا کیا عورت نے زوج سے نفقہ میں تو پورا کر دیگا قاضی نفقہ کو موافق مقدور زوج کے آیندہ کو اسلئے کہ ثابت گذشتہ کیواسطے نفقہ یسار زوج سے مراد یہاں نفقہ متوسط ہے اسواسطے کہ جب زوج مالدار ہوا اور زوجہ مفلس یا بالعکس تو بر جب قول مفتی بہ کے متوسط نفقہ واجب ہوا اور اگر مصنف یوں کہتا کہ بعد مقدور ہونے کے نفقہ متوسط واجب ہو جیسا کہ قول آیندہ میں ہے تو واضح ہوتا کذا فی حاشیۃ الحلبی او بالعکس وجب الوسط کا مثال اسکا بالعکس ہو یعنی زوج اور زوجہ دونو مالدار تھے سو قاضی نے نفقہ یسار کا حکم کر دیا تھا پھر زوج مفلس ہو گیا تو اب متوسط نفقہ واجب ہوگا یعنی مالدار عورت سے کم اور مفلس عورت سے زیادہ تو زوج مفلس بقدر وسعت کے دیگا اور باقی اوسپر قرض رہیگا مقدور ہونے تک چنانچہ شرح اسمیں اسکا بیان گذر گیا صالحت زوجہا علی نفقۃ کل شہر علی دراہم ثم قالت لا تکفینی زیدت مصالحہ کیا عورت نے اپنے زوج سے بعوض نفقہ ہر مہینے کے چند درم پر پھر عورت نے کہا مجھکو اسقدر درم کفایت نہیں کرتے ہیں تو زیادہ دلائے جاوینگے ہم ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ مجرد دعوی کسیوجہ ملاحظہ کرنے قاضی کے غلہ کے نرخ میں زیادتی ہوگی حالانکہ ایسا نہیں بلکہ قاضی نظر کرے سو اگر دراہم متعین ہوں تو اوسکے دعوی کو مستردا لا بقدر کفایت زیادہ کر دے چنانچہ خانیہ میں ہے کہ اگر زوجہ نے مصالحہ کیا زوج سے اسقدر پر کہ اوسکو کفایت نہیں کرتا تو عورت کو اس صلح سے پھرنا اور بقدر کفایت کو طلب کرنا جائز ہے اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ جب قاضی عورت کا نفقہ معین کر دے پھر غلہ گراں ہو گیا یا سستا ہو گیا تو قاضی اوسکو بدلدے کذا فی حاشیۃ الرملی ولو قال الزوج لا اطیق ذلک فہو لازم ولا التفات لمقالتہ بکل حال اور اگر عورت نے مصالحہ کیا نفقہ کا دراہم پر پھر زوج نے کہا کہ مجھکو اسقدر درم دینے کی طاقت نہیں تو یہ صلح لازم ہے اور کچھ التفات نکیا جاویگا اوسکے قول پر کسی حال میں اپنا مقدور ظاہر کرے یا نکرے اسواسطے کہ مصالحہ پر راضی ہونا دلیل ہے اوسکو قادر ہونے پر الا اذا تغیر سعر الطعام وعلم القاضی ان ما دون ذلک المصالح علیہ یکفیہا فحینئذ یفرض کفایتہا نقلہ المصنف عن الخانیۃ وفی البحر عن الذخیرۃ الا ان یتعرف القاضی عن حالہ بالسؤال من الناس فیوجب بقدر طاقتہ مگر جبکہ بدلجاوے نرخ غلہ کا اور جانے قاضی کہ جسقدر پر صلح ہوگئی ہے اوس سے کم تر نفقہ عورت کو کفایت کرتا ہے تو اوسوقت میں قاضی بقدر کفایت عورت کے مقرر کر دے نقل کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں خانیہ سے اور بحر الرائق میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ مصالحہ زوج پر لازم ہے مگر یہ کہ معلوم کر لے قاضی زوج کی حیثیت دریافت لوگوں سے پوچھ کر تب ٹھہرا دے نفقہ کو بقدر اوسکی طاقت کے وفی الظہیریۃ صالحہا عن نفقۃ کل شہر علی مائۃ درہم والزوج محتاج لم یلزمہ الا نفقۃ مثلہا اور ظہیریہ میں ہے کہ صلح کی زوج نے زوجہ سے ہر مہینہ کے نفقہ میں سو درم پر اور حالانکہ زوج محتاج ہے تو لازم نہوگا زوج کو مگر نفقہ مثل کا یعنی عورت کے مناسب حال نفقہ لازم ہوگا مصالحہ کا کچھ اعتبار نہوگا والنفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین اصنافا او دراہم فقبل ذلک لا یلزم شیء اور نفقہ زوجہ کا دین نہیں ہوتا زوج پر مگر بحکم قاضی یا برضای طرفین یعنی دونو کے مصالحہ کر لینے سے قدر معین پر خواہ دراہم پر صلح ہوگئی ہو خواہ طعام کی قسموں پر مثلا گیہوں اتنے اور دال اتنی اور گوشت اتنا تو قبل قضا یا رضا کے زوج پر کچھ لازم نہوگا یعنی چند مدت بدون نفقہ گذر گئے اور پھر قاضی نے نفقہ معین کر دیا یا دونو قدر معین پر راضی ہو گئے تو مدت گذشتہ کا نفقہ دینا لازم نہوگا وبعدہا ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا بلا امر قاض اور بعد قضا یا رضا کے جسقدر عورت خرچ کریگی اوسکو زوج سے بھر لیگی اگرچہ اپنا ہی مال خرچ کیا ہو بدون قاضی کے حکم کے ولو اختلفا فی المدۃ فالقول

له والبينة لها ولو انكرت انفاقه فالقول لها بيمينها ذخيرة اور اگر دونوں میں خلاف پڑا مدت میں مثلا عورت کہتی ہو کہ قاضی نے دو مہینے سے نفقہ معین کر دیا ہے اور مرد کہتا ہو کہ ایک مہینے سے تو قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اور گواہ عورت کے مقبول ہونگے اور اگر عورت نفقہ دینے کا انکار کرتی ہو تو عورت ہی کا قول معتمد ہوگا ساتھ اوسکی قسم کھانے کے کذا فی الذخیرة وبموت احدهما وطلاقها ولو رجعيا كما في الظهيرية والخانية واعتمد في البحر بحثا عدم سقوطها بالطلاق لكن اعتمد المصنف في جواهر الفتاوى والفتوى على عدم سقوطها بالرجعي كيلا يتخذ الناس ذلك حيلة واستحسنه محشي الاشباه وبالاول افتى شيخنا لكن صحح الشرنبلالي في شرحه للوهبانية ما بحثه في البحر من عدم السقوط ولو بائنا كما قال وهو الاصح ورد ما ذكره ابن الشحنة فتأمل عند الفتوى سقط المفروض لانه صلة اور ساقط ہوتا ہے نفقہ مفروضہ زوج یا زوجہ کی موت سے یا عورت کی طلاق سے اگرچہ طلاق رجعی ہو کما فی الظہیریۃ والخانیۃ اسواسطے کہ نفقہ از قسم عطا ہے اور عطا موت اور طلاق سے ساقط ہے جیسا کہ ہبہ قبل القبض موت سے ساقط ہوتا ہے اور بحر الرائق میں بذکر چند دلائل عدم سقوط نفقہ پر اعتماد کیا ہے طلاق میں رجعی ہو یا بائن لیکن مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی کے اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ طلاق رجعی میں عدم سقوط نفقہ پر فتوی ہے تاکہ لوگ اسکو حیلہ نہ ٹھہرالیں اسقاط نفقات مفروضہ کا یعنی جب بہت نفقہ جمع ہو تو عورت کو طلاق رجعی دیکر رجعت کر لیں تاکہ اگلا نفقہ دینا نہ پڑے کہ اسمیں عورتوں کا بڑا نقصان ہے اور اسی عدم سقوط کو طلاق رجعی میں اشباہ کے محشی یعنی حموی نے پسند کیا ہے شارح کہتا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول پر فتوی دیا ہے یعنی مطلق طلاق کے سقوط نفقہ پر لیکن شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں اس قول کی تصحیح کی ہے جسکی بحث بحر الرائق میں کی ہے یعنی عدم سقوط نفقہ کی اگرچہ طلاق بائن ہو اور کہا ہے کہ عدم سقوط یہی اصح ہے اور رد کیا ہے اسکو جسکو ابن شحنہ نے ذکر کیا ہے واسطے اثبات سقوط کے شارح کہتا ہے سو تامل اور غور کیجو اے مفتی اس مسئلہ میں فتوی دینے کے وقت یعنی اگر بعد نفقہ مفروض ہونیکے زوج نے طلاق دی ہو تو قاضی اور مفتی کو غور کرنا چاہیے سو اگر معلوم ہو کہ نفقہ نہ دینے کے واسطے اوسنے طلاق دی ہے تو عدم سقوط پر حکم کریں یا فتوی دیں اور اگر زوجہ کی بدمزاجی سے طلاق دی ہے تو سقوط نفقہ کا حکم یا فتوی دے [illegible] الا اذا استدانت بامر قاض فلا تسقط بموت او طلاق في الصحيح لما مر انها كاستدانته بنفسه وعبارة ابن الكمال الا اذا استدانت بعد فرض قاض ولو بلا امره بحر مگر جبکہ بعد مفروض ہونے نفقہ کے عورت نے قرض لیا ہو نفقہ قاضی کی اجازت سے تو اب نہ ساقط ہوگا موت یا طلاق سے قول صحیح میں کذا فی المحیط اسواسطے کہ مذکور ہو چکا ہے کہ بحکم قاضی قرض لینا عورت کا مانند قرض لینے زوج کے ہے بذات خود تو جیسے زوج کا قرض لازم الادا ہے ویسے ہی عورت کا کذا فی البحر اور عبارت ابن کمال کی یوں ہے کہ موت اور طلاق سے نفقہ مفروضہ ساقط ہوتا ہے مگر جب کہ عورت نے نفقہ قرض لیا بعد فرض قاضی کے تو ساقط نہیں ہوتا اگرچہ بدون حکم قاضی قرض لیا ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح کتب فقہ سے کرنا چاہیے ہم حلبی نے لکھا کہ قول ابن کمال کا متون اور شروح کے مخالف ہے تو لائق اعتماد کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولا ترد النفقة والكسوة المعجلة بموت او طلاق عجلها الزوج او ابوه ولو قائمة به يفتى اور نہ پھیر دیا جاویگا نفقہ اور لباس جو پیشگی دیا گیا نہ موت سے پھر سکتا ہے نہ طلاق سے زوج نے پیشگی دیا ہو یا اوسکے باپ نے اگرچہ نفقہ اور لباس بعد موت اور طلاق کے موجود و موصوف میں نہ آیا ہو تو بھی مسترد نہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی منح الغفار ناقلا عن الخانیۃ والفتح ويباع القن ويسعى المدبر والمكاتب لم يعجز المأذون بالنكاح وبدونه يطالب بعد عتقه في نفقة زوجته المفروضة اذا اجتمع عليه ما يعجز عن ادائه ولم يفده ذخيرة ولو بنت المولى اپنی زوجہ کے نفقہ مفروضہ میں بیچا جاویگا خالص غلام جسکو اذن دیا ہو مولے نے نکاح کا اور بدون اذن مولی کے اگر غلام نے نکاح کیا تو اوس سے مطالبہ نفقہ کا بعد اوسکی آزادی کے ہوگا اور مدبر اور مکاتب جو عاجز نہیں ہوا بدل کتابت سے محنت مزدوری کریگا واسطے نفقہ زوجہ کے اور خالص غلام اوس نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا جب کہ اوس پر اسقدر نفقہ مجتمع ہو جاوے کہ وہ اوسکے ادا کرنیسے عاجز ہو اور نہ دیگا مالک اوسکی عوض نفقہ کذا فی الذخیرۃ اگرچہ غلام کی زوجہ مالک کی بیٹی ہو تو بھی اوسکے واسطے بیچا جاویگا لا امته ولا نفقة لولده ولو زوجته حرة بل نفقته على امه ولو مكاتبة لتبعيته للام اور نہ واجب ہوگا نفقہ غلام پر اوس زوجہ کا جو لونڈی ہے غلام کے مولی کی اور نہ واجب ہوگا غلام پر نفقہ اوسکی ولد کا اگرچہ زوجہ اوسکی حرہ ہو بلکہ نفقہ غلام کے ولد کا ولد کی ماں پر واجب ہوگا اگرچہ ماں اوسکی مکاتبہ ہو اسواسطے کہ ولد تابع ہے اپنی ماں کا حر اور مکاتب ہونیمیں یعنی اگر ماں حرہ ہے تو لڑکا بھی حر ہے پھر جب وہ حر ہوا تو غلام پر اوسکا نفقہ کیونکر ہوا اور ماں اوسکی مکاتبہ ہے

تو لڑکا بھی مکاتب ہی اور اگر باپ لڑکے کی لونڈی ہو یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ اوسکا مولی پر ہے اسواسطے کہ لڑکا مملوک ہو مولی کا ولو مکاتبین ستحق کتابۃ و نفقۃ علی
ابیہ جس طرح اور اگر نہ ہو اور نہ وجہ رو تو مکاتب پر نہ تو کوشش کریگا لڑکا اپنی ماکیواسطے یعنی اوسکی کسب کی مالک ہو گی اسواسطے کہ لڑکا ماکا تابع ہو اور نفقہ لڑکا
اوسکے باپ پر ہو کذا فی الجوہرہ ھ عبارت جوہرہ کا یہہ مضمون ہو کہ اگر مولی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سو کردیا پھر دونو کو مکاتب کیا پھر دونو کے ولد پیدا ہوا
تو ولد اپنی ماکی کتابت میں داخل ہوگا اور کسب ولد کا ماکا ہوگا اور نفقہ ولد کا اوسکی مکاتبہ ماپر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا انتہی مضمون الجوہرہ
تو اس سے معلوم ہوا کہ یہہ جو شرح میں ہو کہ نفقہ ولد کا اوسکے باپ پر ہو سو غلط ہو اسواسطے کہ مخالف جوہرہ کے اور بحر الرائق کے بھی مخالف ہو کذا فی حاشیۃ الکنز
اور فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہو کہ اگر مولے نے مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونو کا نکاح کردیا پھر وہ لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماپر ہوگا نہ باپ پر انتہی
معلوم ہو گیا کہ عبارت شرح کی یہاں غلط ہو گئی ہے منہ ثم بعد الشراء الی لو اجتمع علیہ نفقۃ اخری بعد ما اشتراہ من علم بہ اولم یعلم لو علم
فرضی بیعہ ثانیا وکذا المشتری الثالث و ھلم جرا لانہ دین حادث کذا قالہ الکمال وابن الکمال واقرہ فی الدرر تبعا للمصدر سے ظاہر غلام خالص اپنی زوجہ
کے نفقہ میں بار بار بیچا جاویگا یعنی اگر غلام پر دوسرا نفقہ مجتمع ہوا بعد خرید کرنے اوس شخص کے غلام کو حال جانتا تھا اوسکو معلوم تھا پھر خرید کرنیکے بعد اوسنے جانا اور راضی ہو گیا
یعنی یہہ نقصان جانکر رد بیع کیا تو دوسری بار غلام بیچا جاویگا نفقہ ثانیہ کیواسطے اور اسیطرح اگر مشتری ثالث خرید کریگا یہہ حال جانکر بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے
نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا و علی ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچویں بار اسواسطے کہ نفقہ دین حادث ہو یعنی روز بروز پیدا ہوتا جاتا ہو تو جتنی بار آما نفقہ جمع ہوگا کہ غلام
اوسکے دینے سے عاجز ہوگا تو اوتنی بار اوس نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا بخلاف اور دین کے کہ وہ روز بروز پیدا نہیں ہوتے جاتے لہذا مہر وغیرہ دین میں ایکبار
غلام بیچا جاویگا نہ بار بار اسیطرح مذکور کیا ہو کمال الدین نے فتح القدیر میں اور ابن کمال نے ایضاح میں اور اصلاح میں سو جو کہ درر غرر میں باتباع صدر الشریعۃ
مذکور ہو سو سہو اور غلط ہے ھ شرح وقایہ میں صدر الشریعۃ کے کلام کا حاصل یہہ ہو کہ غلام نے اجازت مولی ایک عورت سو نکاح کیا اور قاضی نے اوسکا نفقہ غلام
پر مقرر کردیا سو اوسپر ہزار درم جمع ہو گئے اور پانسو درم کو غلام بیچا گیا اور یہی اوسکی قیمت تھی اور مشتری جانتا تھا کہ اوسپر دین نفقہ کا ہنوز موجود ہو تو دوسری
بار بیچا جاویگا بخلاف اسکے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین ہوگا اور کسی سبب سے اور وہ پانسو کو بیچا جاویگا تو دوسری بار نہ بیچا جاویگا انتہی اور یہی عبارت بعینہ
درر غرر میں ہو تو ظاہر کلام صدر الشریعۃ سے یہہ مستفاد ہوتا ہو کہ بیع ثانی غلام کیواسطے ادا کرنے باقی پانسو درم کے ہوگی آخر کلام کے قرینہ سے اور حالانکہ یہہ صحیح
نہیں اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہو کہ دین نفقہ میں جو غلام بار بار بیچا جاتا ہو سو اوسکی علت یہہ ہو کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا حادث ہوتا جاتا ہو مشتری کے پاس اور حالانکہ
پانسو باقی درم مشتری کے پاس حادث نہیں ہوئے تو اوسکو واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاویگا بلکہ اوسکو اداکیواسطے تا زمان عتق انتظار کیا جاویگا کذا فی منح
الغفار و حاشیۃ الدر فی ویسقط بموتہ و قتلہ فی الاصح اور ساقط ہوتا ہو نفقہ غلام کی موت اور مقتول ہونے سے قول صحیح میں ویباع فی دین غیرھا مرۃ لعدم
التجدد اور غلام بیچا جاویگا نفقہ زوجہ کے دین کے سوا اور دین سا میں ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنی نفقہ کے سوا اور دین روز بروز پیدا نہیں ہوتا جاتا ہو بلکہ یکبارگی ہوتا
ہے تو اوسکو واسطے ایک ہی بار بیع بھی ہوگی و سیجیء فی الماذون ان للغرماء استسعاءہ و مفادہ ان لھا استسعاءہ ولو النفقۃ کل یوم یحرر
اور ساتھ ویگا احکام عبد ماذون میں کہ صاحبان دین کو کسب کرانا غلام سے اور اوسکی اجرت لینا درست ہو اپنے دین میں تو اس سے مستفاد ہوا کہ زوجہ کو بھی اوس سے
محنت مزدوری اپنے نفقہ کیواسطے کرانا جائز ہو اگرچہ ہر دن کے نفقہ کیواسطے ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ زوجہ بھی صاحب دین ہو قال وھل یباع فی کفنھا ینبغی علی
قول الثانی المفتی بہ نعم کما یباع فی کسوتھا کہا صاحب بحر نے کہ غلام زوجہ کے کفن کیواسطے بیچا جاویگا بنا بر قول ابو یوسف کے جو مفتی بہ ہو یا نہیں جواب یہ
کہ اوسکے کفن کیواسطے بیچا جاویگا چنانچہ عورت کی پوشاک کیواسطے بکتا ہے ھ یہہ جواب روایت مذہب میں نہیں بلکہ امام ابی یوسف کے اس قول سے کہ کفن برابر پوشاک کے ہو صاحب
بحر نے استخراج کیا ہو اور صاحب نہر اور حموی نے بھی اسکو پسند کیا کذا فی حاشیۃ الدر فی و نفقۃ الامۃ المنکوحۃ ولو مدبرۃ و ام ولد اما المکاتبۃ فکالحرۃ
انما تجب علی الزوج ولو عبدا بالتبوءۃ بان یدفعھا الیہ ولا یستخدمھا اور نفقہ منکوحہ لونڈی کا اگرچہ مدبرہ اور ام ولد ہو نہیں واجب ہوتا ہو زوج
پر اگرچہ وہ غلام ہو مگر علیحدہ مکان دینے سے اسطرح پر کہ لونڈی اوسکو سپرد کردے مالک اور اوس سے خدمت نہ لے اور اگر مالک لونڈی کو دن کو اپنے گھر میں رکھیگا تو زوج پر نفقہ

واجب ہوگا اور مکاتبہ تو برابر حرہ کے ہے یعنی اوسکی نفقہ کا وجوب جدا مکان ہونے پر موقوف نہیں اور اگر مولی دن بھر لونڈی سے خدمت لے اور رات کو زوج کے پاس بھیجدے تو
نفقہ زوج پر لازم رہیگا اور اگر رات کو لونڈی بر لی کبھی ست بین رہے تو رات کا نفقہ مولی پر اور دن کا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ الدرر فلو استخدمها المولى واهله
بعدما بوأها بعد الطلاق لاجل انقضاء العدة لا قبله اي لم يكن بوأها قبل الطلاق سقطت بخلاف حرة نشزت فطلقت فعادت
سو اگر لونڈی سے کام لیا مولی نے یا مولی کے لوگون نے یا علیحدہ مکان دیا اوسکو بعد طلاق کے واسطے انقضاء عدت کے نہ قبل اسکے یعنے قبل طلاق کے مولی نے جدا مکان اسکو
نہ دیا تھا تو ساقط ہوگا نفقہ زوج سے بلکہ واجب ہی نہو گا نہ مکان وغیرہ بخلاف حرہ کے جو زوج کے گھر سے نکل گئی پھر وہ مطلقہ ہوئی پھر زوج کے گھر مین پلٹ آئی واسطے
عدت کی تو اوسکا نفقہ واجب ہوگا زوج پر وفي البحر حتى فرض النفقة قبل التبوئة باطل ونفقات الزوجات المختلفة مختلفة بحالهما اور بحر الرائق
مین بنا بر بحث کے ہے کہ لونڈی منکوحہ کا نفقہ ٹھہرانا قبل تفویض زوج کے باطل ہے اور زوجات مختلفہ کے نفقات بھی مختلف ہین بمناسبت حال زوجین کے بنا بر قول مفتی بہ کے
یعنے اگر مثلا زوج غنی کی دو زوجہ ہین ایک غنیہ اور دوسری فقیرہ تو زوجہ غنیہ کا نفقہ بحثالیش ہوگا موافق معتقد و زوجین کے اور زوجہ فقیرہ کا نفقہ متوسط ہوگا
اور اگر زوج فقیر ہے تو غنیہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور فقیرہ کا مناسب افلاس کے وكذا تجب لها السكنى في بيت خال عن اهله سوى طفله الذي لا يفهم الجماع
وامته وام ولده واهلها ولو ولدها من غيره بقدر حالهما كطعام وكسوة اور جسطرح طعام اور لباس زوجہ کا زوج پر واجب ہے اوسیطرح سکنی بھی واجب ہے
یعنے زوجہ کے رہنے کو ایک ایسی کوٹھری دینا واجب ہے جو خالی ہو زوج کے لوگون سے یعنی اوسمین زوج کی ماں بہن یا بھائی نہ رہتا ہو سوا زوج کے طفل کے جو جماع کو نہین جانتا اور زوج
کی لونڈی اور ام ولد کے سوا اسواسطے کہ انکا رہنا کچھ حرج کا موجب نہین اسواسطے کہ نا فہم طفل سے شرم نہین آتی اور لونڈی اور ام ولد کا شمار ما صحبت کے وقت اختیاری کا
ہے اور چاہیئے مکان زوجہ کا زوج کے لوگون سے خالی چاہیئے ویسے ہی زوجہ کے لوگون سے بھی خالی چاہیئے اگرچہ زوجہ کا ولد ہو دوسرے زوج سے مکان دینا زوجہ کا زوج پر
واجب ہے بقدر حال زوجین کے مانند طعام اور لباس کے اسواسطے کہ مکان مالدار کا برابر نہین محتاج کے مکان سے وبيت منفرد من دار له غلق زاد في الاختيار في
العيني ومرافق ومفاده لزوم كنيف ومطبخ وينبغي الافتاء به بحر كفاها لحصول المقصود هدايه اور کفایت کرتی ہے زوجہ کو گھر مین سے ایک کوٹھری
قفل والی اور اختیار شرح مختار اور عینی شرح کنز مین کوٹھری مقفل پر مرافق کو زیادہ کیا ہے یعنی کوٹھری کے ساتھ ضرورت کے مکان بھی دینے لازم ہین تو مستفاد ہوا
اس سے لازم ہونا پاخانہ اور باورچی خانہ کا اور اسی پر فتوی دینا لائق ہے کذا فی البحر الرائق ہدایہ مین ہے کہ کوٹھری مقفل عورت کو کافی ہے واسطے حصول مقصود
یعنے اسباب محفوظ رہیگا اور مباشرت بلا خلل اغیار حاصل ہے خلاصہ یہ ہے کہ ہدایہ مین فقط کوٹھری مقفل کو کافی کہا ہے مرافق کو مذکور نہین کیا اور صاحب بحر نے
بروایت اختیار اور عینی کے مرافق کا ہونا مفتی بہ جانا ہے اور شرنبلالی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ کوٹھری کامل المرافق لازم ہے شیخ رحمتی نے کہا کہ پاخانہ زوجہ کا
علیحدہ لازم ہے اسواسطے کہ پاخانہ مشترک مین اگرچہ اجنبی مرد اوسمین نہ جاتے ہون خالی سترت سے نہین کذا فی حاشیۃ الدرر اھ جب ثابت ہوا کہ عورت کو علیحدہ مکان
قفل کنجی والا مرد پر دینا واجب ہے تو یہ جو ہندوستان مین علی الخصوص قصبات مین رواج ہے کہ زوجہ کیواسطے علیحدہ مکان وغیرہ کا اہتمام نہین کرتے خصوصا جسکے
گھر مین فقط ایک دالان یا ایک چھپر ہے اوسمین سب گھر کے لوگ رہتے ہین اور دالان یا چھپر مین ایک کپڑے کا پردہ زوج اور زوجہ کیواسطے کر دیتے ہین یہ رسم مخالف
ہے شرع شریف کے اور اسمین ضرر بڑا زوجہ کی حق تلفی ہے اور صاف بے حیائی ہے کہ بسبب اتحاد مکانی کے زوجین کی حرکات سے خبردار نہونا متصور نہین تو اسکو بلا کنایہ سمجھنا چاہیے
علیحدہ مکان مقفل کا اہتمام بالضرور لازم ہے وفي البحر عن الخانية يشترط ان لا يكون في الدار احد من احماء الزوج يؤذيها اور بحر الرائق
مین خانیہ سے منقول ہے کہ شرط سکنی یہ ہے کہ گھر مین کوئی زوج کے اقربا سے ایسا نہو جو زوجہ کو ایذا اور تکلیف دیتا ہو ھم لغت عرب مین احما اونکو کہتے ہین جو زوجہ کے رشتہ دار
ہون جانب زوج سے جیسے عورت کا سسرا جیٹھ یا دیور لیکن بزازیہ مین تصریح ہے کہ جب ایک گھر مین مکانات متعدد ہون اور زوجہ کو ایک کوٹھری مقفل علیحدہ مل گئی ہو
تو سسر اور دیور کا گھر مین رہنا درست ہے زوجہ کو مطالبہ کرنا علیحدہ مکان کا نہین پہنچتا کذا فی منح الغفار ونقل المصنف عن الملتقط كفاية مسكن الاحماء لا
مع الضرائر فلكل من زوجتيه مطالبته ببيت من دار على حدة اور نقل کیا ہے مصنف نے ملتقط سے کفایت کرنا گھر کا ساتھ سسرا و دیور کے نہ ساتھ سوتون
کے تو دو زوجہ مین سے ہر ایک کو ایک ایک کوٹھری کا علیحدہ علیحدہ گھر سے مطالبہ کرنا زوج سے پہنچتا ہے اسواسطے کہ جسقدر عورت کو سوت کے پاس رہنے سے تکلیف

ہوتی ہے اور تنی سترِ پردے نہیں ہوتی علی الخصوص ہندوستان کی عورتیں کہ سوت سے نہایت رنج میں ہوتی ہیں بسبب قلت رواج کے تو ہندوستان میں دو بائیں اجار
سوتوں کو ایک گھر میں رکھے اگرچہ ہر ایک کا مکان علیحدہ علیحدہ ہو گویا اپنی زندگی تلخ کرتا ہے ولا یلزمہ اتیانہا بمونسة ویؤمر الزوج باسکانہا بین جیران
صالحین بحیث لا تستوحش سراجیة اور واجب نہیں زوج پر زوجہ کے پاس ایسی عورت رکھنا جو اوسکا دل لگایا کرے اور زوج پر دار القضا سے حکم
کیا جاوے کہ زوجہ کو رکھے نیک بخت ہمسایوں میں ایسی جگہ جہاں وہ نہ گھبرائے اور اوسکو وحشت نہ ہو کذا فی السراجیہ یہاں سراجیہ سے مراد فتاوی سراج الدین قاری ہدایہ ہے
نہ فتاوی سراجیہ کہ مشہور ہے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ پڑوسیوں کے ایسے گھر قریب ہوں کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے تو اونکو پکار سکے
یا تنہائی کے وقت ہمسائی عورتوں سے کلام کر سکے تو ایسے مکانات بلند کے پاس رہنا جہاں پکارنے سے آواز نہ جا سکے کافی نہیں کذا فی حاشیۃ الدر و مستفادہ
ان البیت بلا جیران لیس مسکنا شرعیا اھ اور سراجیہ کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جسکے گرد پیش پڑوسی لوگ نہوں وہ مکان مسکن شرعی
نہیں ہوتا اسلئے کہ اوسمیں عورت کو امن نہیں کذا فی البحر الرائق وفی النہر ظاہرہ وجوبہا لو البیت خالیا عن الجیران لا سیما اذا خشیت علی
عقلہا من سعتہ قلت لکن نظر فیہ الشامی لانہ لا یعلم ان ما لا جیران لہ غیر مسکن شرعی فلتنبہ اور بحر الرائق میں ہے کہ ظاہر کلام سراجیہ
وجوب مونسہ پر دلالت کرتا ہے یعنی زوج پر واجب ہے کہ ایک عورت بات چیت کرنے والی زوجہ کے پاس مقرر کر دے اگر مکان خالی ہو پڑوسیوں سے خصوصا جب کہ زوجہ
کو خوف ہو زوال عقل کا بسبب کشادگی مکان کے شارح کہتا ہے لیکن اسمیں اعتراض کیا ہے شرنبلالی نے اوس قول پر جو ذکر ہو چکا یعنی جس مکان کے پڑوسی
نہوں اوسکو شرع میں مکان ہی نہیں کہتے تو غیر وارد ہو جاتا ہے یعنی مکان کی کشادگی اور تنگی کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ پڑوسیوں کا اعتبار ہے تو جہاں پڑوسی نہوں
نہیں تو وہاں سے نقل مکان لازم ہے دوسری عورت کا مقرر کرنا مونست کیواسطے لازم نہیں ولا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی کل جمعۃ ان لم یقدرا
علی اتیانہا علی ما اختارہ فی الاختیار ولو ابوہا زمنا مثلا فاحتاجہا فعلیہا تعاہدہ ولو کافرا وان ابی الزوج فتح اور منع نکرے
زوج زوجہ کو ماں باپ کے پاس جانے سے ہر جمعہ میں یعنی سات دن میں ایکبار بشرطیکہ والدین اوسکے پاس نہ آ سکتے ہوں یہ حکم بنا بر اوس روایت کے ہے جسکو اختیار میں
مختار کیا ہے اور اگر زوجہ کا باپ لنگڑا لولا ہو گیا ہو اور بیماری اوسکو ہو اور وہ اوسکی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر اوسکی خبر گیری اور خدمت واجب ہے اگرچہ باپ
کافر ہو اور اگرچہ زوج اوسکی خدمت سے منع کرتا ہو کذا فی فتح القدیر اور اگر باپ کا کوئی خادم ہو تو اوسپر خبر گیری واجب نہیں اور عورت اسقدر عصیان زوج
سے ناشزہ نہوگی کہ اوسکا نفقہ زوج پر واجب نہو کذا فی حاشیۃ الدر ولا یمنعہما من الدخول علیہا فی کل جمعۃ وفی غیرہما من المحارم فی کل سنۃ
لہا الخروج ولہم الدخول زیلعی اور زوج منع نہ کرے زوجہ کے والدین کو اوسکے پاس آنے سے ہر ہفتہ میں ایکبار اور ماں باپ کے سوا اور محارم کو جیسے چچا ماموں بھائی عمہ خالہ
بہن کو ہر سال میں ایکبار آنے سے منع نکرے تو عورت کو اونکے پاس جانا اور اونکو عورت کے پاس آنا جائز ہے کذا فی الزیلعی ویمنعہم من الکینونۃ وفی نسخۃ البیتوتۃ
لکن عبارۃ ملا مسکین من القرار عندہا بہ یفتی خانیہ اور زوج منع کرے ماں باپ اور محارم کو زوجہ کے پاس رہنے ٹھہرنے سے اسواسطے کہ ٹھہرنے سے گھر کا ہو زوج
کو ضرر پہنچتا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ اور متن کے ایک نسخہ میں بیتوتت ہے بجائے کینونت یعنی محارم کو شب باشی سے منع کرے اور عبارت ملا مسکین یہ ہے
کہ محارم کو عورت کے پاس قرار سے یعنی ٹھہرنے سے منع کرے تو قرار کے لفظ سے کینونت کا نسخہ راجح ہو گیا فتاوی عالمگیری میں قاضیخان اور نہایہ سرخسی
سے منقول ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ زوجہ کو والدین کے پاس جانے سے اور اونکو اوسکے پاس آنے سے ہر جمعہ میں ایکبار منع کرنا جائز نہیں اور محارم کے پاس آنا
جانا سال بھر میں ایکبار مفتی بہ ہے ہاں یہ البتہ زوج کو اختیار ہے کہ اونکو زوجہ کے پاس ٹھہرنے نہ دے اور نہایہ اور اختیار شرح مختار میں مصرح ہے کہ محارم کو ہر وقت
اختیار ہے کہ عورت سے باتیں کریں اور اوسکو دیکھیں بشرطیکہ گھر میں نہ داخل ہوں زوج کو اونکا منع کرنا نہیں پہنچتا کہ اسمیں قطع رحم ہوتا ہے اور صحیح حدیث میں
ثابت ہوا ہے کہ قاطع رحم بہشت میں نہ داخل ہوگا بحر الرائق میں ہے کہ بموجب قول صحیح مفتی بہ کے عورت کو نکلنا والدین کے ملنے کو جمعہ میں ایک بار اور محارم کے
ملنے کیواسطے سال میں ایکبار باجازت وبلا اجازت شوہر کے جائز ہے اور اس سے زیادہ والدین اور محارم کیواسطے جانا بدون اجازت کے جائز نہیں اور تلامذہ میں
ہے کہ زوج کو جائز ہے کہ زوجہ کو سات جگہ نکلنے کی اجازت دے ماں باپ کے ملنے کو اور اونکی بیمار پرسی کو اور اونکی ماتم پرسی کو یا اون دونوں سے فقط ایک کے

ملنے کو یا ایک کی بیمار پرسی کو یا ایک کی ماتم پرسی کو اور رشتہ داروں میں محارم کے ملنے کو کذا فی منح الغفار ولکنہما من زیادۃ الاجانب وعیادتہم والولیمۃ وان
اذن کانا عاصیین کما مر فی باب المہر اور منع کرے زوج عورت کو اجنبی لوگوں کے ملنے سے اور انکی بیمار پرسی کے جانے سے اور ولیمہ نکاح کے جانے سے اجنبی لوگوں
سے مراد وہ لوگ ہیں جو عورت کے محرم نہیں جیسے چچا یا ماموں کا بیٹا اور اگر زوج اجازت دیگا زوجہ کو نامحرموں کے ملنے کی تو زوج اور زوجہ دونوں گنہگار ہونگے چنانچہ
اسکا بیان باب المہر میں مذکور ہو چکا ہے محفل شادی کے طعام کو ولیمہ کہتے ہیں ولیمہ میں عورت کا جانا جائز نہیں اگرچہ اوسکے باپ ہی کا نکاح ہو اسواسطے کہ ولیمہ مجمع سے
خالی نہیں اور اوسمیں انواع فساد محتمل ہیں کذا فی حاشیۃ الہدایہ وفی البحر له منعہا عن الغزل وکل عمل ولو تبرعا لاجنبی ولو قابلۃ او مغسلۃ
لتقدم حقہ علی فرض الکفایۃ اور بحر الرائق میں ہے کہ زوج کو جائز ہے منع کرنا زوجہ کا چرخہ کاتنے سے اور ہر کام سے خواہ وہ کام اپنے واسطے ہو خواہ کرتی ہو یا اجنبی
کیواسطے بطریق احسان کرتی ہو اگرچہ زوجہ دائی جنائی یا مردہ شو ہو بلا اجازت زوج کے یہ کام نہیں کر سکتی بسبب مقدم ہونے حق زوج کے فرض کفایہ پر یعنی اوکا جنانا
اور مردہ کو غسل دینا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے عورت پر لہذا زوج کا حق اوسپر مقدم ہوگا بخلاف حج مفروض کے کہ اوسمیں زوج منع نہیں کر سکتا اگر
اوسکے ساتھ کوئی اوسکا محرم ہو اسواسطے کہ فرض عین پر حق زوج کا مقدم نہیں ہو سکتا ہے خلاصہ میں روایت ہے کہ دائی جنائی اور مردہ شو اور اپنی قرض کی
نالش کو عورت کا نکلنا جائز ہے زوج اجازت دے یا نہ دے تو یہ محمول ہے قبل مہر معجل کے مقبوض ہونے پر کذا فی النہر یعنی جب تک مہر معجل کو زوج نے نہیں دیا تب تک زوجہ
بے اجازت نکل سکتی ہے یا اسپر محمول ہے کہ اوس جگہ سوا اوس عورت کے کوئی دائی جنائی یا مردہ شو نہیں تو اسوقت میں اوسکو نکلنا ضرور ہوگا اگرچہ زوج منع کرتا ہو
اسواسطے کہ اب جنانا یا مردہ کو غسل دینا فرض کفایہ نہ رہا بلکہ فرض عین ہو گیا اور قرض کیواسطے نکلنا اگر عورت پردہ دار نہیں تو بلا اجازت جائز ہے اور اگر پردہ دار
ہو تو اوسکو بلا اجازت نکلنا جائز نہیں اسواسطے کہ نالش کیواسطے اوسکی طرف سے وکیل کفایت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ومن مجلس العلم الا لنازلۃ امتنع زوجہا
من سؤالہا اور جائز ہے زوج کو منع کرنا عورت کا علم کی مجلس سے یعنی وعظ اور درس میں نجانے دینا درست ہے مگر زوجہ کو اوس مسئلہ ضروری کے دریافت کرنیکے واسطے بلا اجازت
زوج کے نکلنا درست ہے جس مسئلہ کو زوج اوسکا کسی عالم سے سوال کرکے دریافت نہیں کر دیتا اور اگر زوج کسی عالم سے دریافت کرکے اوسکو بتا دیگا تو پھر عورت کو نکلنا
جائز نہوگا اور اگر عورت کو مسئلہ دریافت کرنیکی نہایت ضرورت ہو اور اسنے چاہا کہ مجلس علم میں جاوے کہ مسائل وضو اور صلوۃ کو سیکھوں تو اگر زوج مسئلہ والا
ہو تو اوسکو بتا دے اور وہاں جانیسے روکے اور اگر جاہل ہو تو بہتر یہ ہے کہ اوسکو مجلس علم میں جانے دے لیکن اگر منع کریگا تو بھی درست ہے اسواسطے کہ کسی مسئلہ خاص کے دریافت کرنیکی اوسکو ضرورت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن البحر ومن الحمام الا لنفساء وان جاز بلا تزین وکشف عورۃ عند احد قال الباقانی وعلیہ الفتوی فلا اختلاف فی منعہن للعلم بکشف
بعضہن وکذا فی الشرنبلالیۃ معزیا للکمال اور جائز ہے زوج کو منع کرنا زوجہ کا حمام کے جانے سے مگر نفاس والی اور بیمار عورت کو کذا فی فتح القدیر اگرچہ حمام میں
جانا عورتوں کا بدون آرایش اور بدون اس امر کے کسی کے سامنے بدن کھل جاوے جائز ہے باقانی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے پھر جب عدم آرایش اور عدم کشف عورت شرط
ہوئی خروج کی تو اس زمانہ میں کچھ اختلاف باقی نرہا عورتوں کے منع کرنے میں دخول حمام سے اسواسطے کہ بالیقین معلوم ہے کہ بعضی عورتیں بلکہ اکثر مکشوف العورۃ
ہو جاتی ہیں اور اسیطرح شرنبلالیہ میں ہے نقل کلام کمال الدین کے شیخ رحمتی نے کہا اور اسیطرح عورتوں کے نکلنے میں فی الحقیقت اختلاف نہیں اسواسطے کہ اونکی
عادت ہے کہ بدون آرایش اور زینت کے نہیں نکلتی ہیں اور حالانکہ ایسا نکلنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ہم فتح القدیر میں کمال الدین نے کہا ہے قول خفیہ
کہ دخول حمام عورت کو ممنوع ہے اور قاضی خان نے کہا کہ مشروع ہے بشرط عدم کشف عورۃ تو فی الحقیقت اب کچھ اختلاف دونوں قولوں میں نرہا اور منع کرنا عورتوں کا
متفق علیہ ہو گیا اسواسطے کہ اکثر نساء مکشوف العورۃ ہو جاتی ہیں حمام میں اور چند احادیث موید ہیں خفیہ کے قول کی یعنی منع دخول حمام کی لیکن نفاس والی عورت
اور مریضہ کا استثناء ابو داؤد اور ابن ماجہ کی حدیث میں ثابت ہے انتہی کلامہ وتفرض النفقۃ بانواعہا لزوجۃ الغائب مدۃ سفر صیغۃ وتحتسنہ
فی البحر ولو مفقودا اور مقرر کیا جاویگا تینوں قسم کا نفقہ زوج غائب کی زوجہ کیواسطے جسکی غیبت بقدر مدت سفر ہو یعنی جو تین منزل وطن سے دور ہو کذا فی الدر
اور اسیکو بحر الرائق میں پسند کیا ہے اگرچہ زوج غائب مفقود الخبر ہو گیا ہو زوجہ غائب کے نفقہ ٹھہرانے میں مدت سفر مشروط نہیں کذا فی العالمگیریہ عن التتمہ
عن قاضیخان والمحیط وطفلہ ومثلہ کبیر زمن وانثی مطلقا اور مقرر کیا جاویگا نفقہ طفل غائب کے واسطے اور مانند طفل کے بالغ بیٹا لنگڑا لولا اور بیٹیاں

وابويه فقط فلا تفرض لمملوكه ولكنه ولا يقضى عنه دينه لانه قضاء على الغائب اور مقرر کیا جاوے نفقہ غائب کے والدین کے واسطے نفقہ تونگر
ہون یا کبیرہ اور ابوین کا فقط نہ غلام اور سائل کے واسطے نہ مقرر ہوگا اور نہ غائب کیطرف سے اسکا دین ادا کیا جاوے اسواسطے کہ اسکی طرف سے دین ادا کرنا ایسا ہے جیسے غائب پر حکم کرنا ہو اور قضا علی الغائب جائز
نہین فی مال له من جنس حقهم كتبر وطعام اما خلافه فيفتقر للبيع ولا بيع في مال الغائب اتفاقا غائب کے اوس مال مین نفقہ ٹھہرایا جاوے جو زوجہ اور
طفل اور والدین کے حق کی جنس سے ہو جیسے سونا چاندی اور اناج یا کپڑا ہو اون کے لباس کے مناسب ہو مال کہ اونکے حقوق کے مخالف ہو جیسے اسباب اور زمین
تو اوسمین بیچنے کی حاجت ہوگی تاکہ نفقہ اونکا حاصل ہو اور حال یہ کہ مال غائب کا بیچنا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں عند مودع او مديون يقران به
الامانة وعلى الدين وبيدأ بالاول غائب کے اوس مال سے نفقہ مقرر ہوگا جو ان لوگون کے پاس یا اوس شخص پر ہو جو امانت یا دین کا اقرار کرتا ہو اور یہ
کلام مین لف ونشر ہے عند کا واسطے امانت کے اور لفظ علی کا واسطے دین کے مستعمل ہوا ہے اسواسطے کہ امانت کا مال امین کے پاس رہتا ہے اور مدیون کے پاس عین بعینہ نہیں ہوتا
بلکہ دین عبارت ہے امر معنوی سے کہ اوسکے ذمہ پر لازم ہوتا ہے یہ جب ثابت ہو کہ غائب کا مال ایک شخص کے پاس امانت ہو اور دوسرے شخص پر دین ہو تو نفقہ زوجہ
وغیرہ کا پہلے امانت کے مال سے لیا جاوے اسواسطے کہ امانت میں ہلاکی متصور ہے بلا ضمان بخلاف دین کے اور جو کہ قاضی ناظر اور خیر خواہ ہے غائب کا تو اوسپر لازم ہے
کہ پہلے امانت کو صرف کرادے پھر دین کو اور شیخ زمیلعی نے کہا کہ اگر مال غائب کا زوجہ کے پاس ہو گھر مین تو بہتر یہ ہو کہ قاضی اول اوسیکو صرف کرادے
پھر امانت کو پھر دین کو کذا فی حاشیۃ الدنی ولو انفقا بلا فرض ضمنا بلا رجوع اور اگر غائب کے امانت دار یا مدیون نے زوجہ یا طفل اور والدین کو نفقہ
دیا بلا فرض کرنے قاضی کے تو دونو ضامن ہونگے مال کے بلا رجوع کے یعنی زوجہ وغیرہ سے نفقہ کو نہ پھیر سکینگے ويقبل قول المودع في الدفع للنفقة لا
للمديون الا ببينة او اقرارها بحر وصحیح یعنی بعد حکم قاضی کے اگر امانت دار کہے کہ مین نے نفقہ زوجہ کو دیا اور عورت منکر ہو تو امانت دار کا قول قبول
ہوگا اور مدیون کا قول اسمین مقبول نہوگا مگر گواہون سے یا بدون زوجہ کے اقرار کے کذا فی البحر اور اسکا ذکر آویگا وبالزوجية وبقرابة الولاد اور دونو
اور قرابت ولادت کا اقرار کرے امانت دار یا مدیون یعنی فرض نفقہ کی دو شرطین ہین ایک یہ ہو کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرین دوسری
شرط یہ کہ اقرار کرین اسکا کہ ان یہ عورت غائب کی زوجہ ہے یا یہ طفل غائب کا بیٹا ہے یا یہ دو شخص غائب کے والدین ہین وكذا الحكم ثابت اذا علم القاضي
بذلك اى بالمال والزوجية والنسب اور اسیطرح فرض کرنے نفقہ کا حکم ثابت ہے جبکہ قاضی کو اسکا علم ہو یعنی غائب کے مال کا اور زوجیت اور نسب کا ولو علم
باحدها احتيج للاقرار بالاخر ولا يمين ولا بينة هنا لعدم الخصم اور اگر قاضی دو چیزون مین سے ایک چیز کو جانتا ہو تو دوسرے امر کے واسطے اقرار
کی حاجت ہوگی یعنی اگر مال کو جانتا ہو اور زوجیت اور نسب کو نجانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی جسکے پاس مال ہو وہ اقرار زوجیت اور نسب کا کرے اور اگر زوجیت اور نسب کو
جانتا ہو تو اوسکی حاجت ہوگی کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرے اور قسم اور گواہون کا یہان کام نہیں دوسرے امر کے اثبات کے واسطے بسبب نہونے خصم
یعنی غائب یا اوسکا وکیل نہیں جو قسم یا گواہ سے کام نکلے وكفلها اى اخذ منها كفيلا بما اخذته وحلفها في الاصح اور ضامن لے قاضی زوجہ سے اوس مال کا
جسکو زوجہ نے نفقہ مین لیا بنا بر وجوب ضمانت کے قول اصح مین یعنی قاضی کو ضامن لینا عورت سے واجب ہے یہ مذہب سرخسی کے قول سے اور مستحب ہے خصاف کے قول سے اور
مصدر سینے وجوب کی تصحیح کی ہے کذا فی حاشیۃ الدنی وحلفها معناه مع الكفيل احتياطا وكذا كل اخذ نفقة فلو ذكر الضمير كابن الكمال لكان
اولى اور قاضی قسم لے زوجہ سے ساتھ ضامن کے یعنی دونو سے قسم لے بنا بر احتیاط کے اور زوجہ کیطرح ہر شخص نفقہ لینے والے سے قسم لے یعنی الدین سے اور لڑکے
والدے اور جوان بیٹیون سے سوا اوسکے اگر ماتن ضمیر مذکر لاتا بجائے مؤنث کے یعنی بجائے كفلها وحلفها کے كفله وحلفه لاتا چنانچہ ابن کمال نے ذکر ضمیر کو
مذکور کیا ہے ایضاح الاصلاح مین تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ ماتن کے کلام مین فقط زوجہ پر کفالت اور قسم مقصود ہے کذا فی حاشیۃ الدنی
ان الغائب لم يعطها النفقة ولا كانت ناشزة ولا مطلقة مضت عدتها اور کفیل سے قاضی یہ قسم لے کہ زوج غائب نے اوسکو نفقہ نہیں دیا
اور نہ زوجہ ناشزہ تھی اور نہ وہ ایسی مطلقہ ہے جسکی عدت منقضی ہو چکی ہو مترجم واو کا لفظ ترتیب کو مقتضی نہیں ہے کو بظاہر تحلیف کو بعد فرض اور تکفیل کے سمجھے بلکہ ترتیب
واقعی یون ہے کہ قاضی پہلے قسم لے پھر نفقہ دے اور ضامن لے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن ایضاح الاصلاح فان حضر الزوج وبرهن انه اوفاها

النفقۃ طولبت هي او کفیلها یرجع ما ادت وکذا الکفیل لو لم یحلف وقد نکلت ہے اگر بیوی کے زوج غائب با خبر ہوا اور اوس نے گواہ گذرانے کہ وہ زوجہ کو نفقہ دیچکا ہو تو زوجہ
یا اوسکے ضامن سے مطالبہ ہوگا وسکے پھیر دینے کا بجو۔ لیکن ہے ایت نفقہ تک، اور بیشرح اگر زوج گواہ نہ لاسکا اور زوجہ نے قسم سے انکار کیا تو بھی زوجہ یا کفیل سے
مطالبہ ہوگا پھیر دینے کا ولو حلفت طولبت فقط اور اگر زوج گواہ نہ لاسکے گا اور زوجہ قسم کھاویگی کہ مجکو زوج نے نفقہ نہیں دیا تو فقط زوجہ سے مطالبہ ہوگا
یہہ عبارت صحیح نہیں ہمین کاتبوں کی تحریف ہے کہ کتب معتمدہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ اگر زوج کے پاس نفقہ دینے کے گواہ نہوں اور عورت قسم کہا وے
کہ مین نے نفقہ نہیں پایا تو عورت اور کفیل دونوں الزام سے بری ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی اور عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ زوج مجکو نفقہ دیچلے
دیگیا تھا تو زوج مطالبہ کریگا زوجہ سے نہ کفیل سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصل عبارت شارح کی یون ہوگی کہ لو اقرت طولبت فقط کاتبون نے تحریف کرکے بجای اقرت کے حلفت
لکہدیا اور دلیل واضح کاتبون کی تحریف پر یہہ ہے کہ محشی مدنی نے شرح ملتقی الابحر شارح کی تصنیف سے یہہ عبارت بدائع کے موافق کی ہے فان اقرت رجع علیها دون من اقام خلفها
وان انکرت وحلفت رجع علی الکفیل او الزوجۃ وان اقرت یاخذها ای النفقۃ رجع علیها فقط کذا فی القهستانی عن شرح الطحاوی انتہی لا تفرض علی غائب بلا قلم
الزوجیۃ بینۃ علی النکاح او النسب نہ مقرر کیا جاویگا نفقہ زوج غائب پر زوجہ کے گواہ گذرانے سے نکاح پر یا گواہ لانے قرابت کے مثلا نسب پر یعنی اگر عورت گواہ
لاوے قاضی کے پاس کہ مین منکوحہ ہون غائب کی یا قرابت والا گواہ لاوے کہ مین غائب کا باپ ہون اور غائب کا مدیون یا امین اسکا اقرار نکرے تو قاضی نفقہ نہ لاویگا
ولا تفرض ایضا ان لم یخلف مالا فاقامت بینۃ لیفرض علیه ویأمرها بالاستدانۃ ولا یقضی به لانه قضاء علی الغائب اور اس صورت مین
بھی نفقہ نہ مقرر کیا جاویگا اگر زوج غائب مال نہ چھوڑ گیا ہو سو عورت نے گواہ گذرانے تا کہ قاضی زوج غائب پر نفقہ مقرر کرے اور عورت کو اجازت دے قرض لینے کی تو
اسمین قاضی نفقہ نہ مقرر کرے اور نہ ثبوت نکاح پر حکم دے اسواسطے کہ یہہ قضا علی الغائب ہے اور حالانکہ یہہ صحیح نہیں وقال زفر یقضی بها ای بالنفقۃ لا به
ای بالنکاح وعمل القضاۃ الیوم علی هذا للحاجۃ فیفتی به وهذا من الست التی یفتی بها بقول زفر اور زفر نے کہا کہ جب عورت نے نکاح کے گواہ
گذرانے تو نفقہ کا حکم دیا جاوے نہ نکاح کا اور قاضیوں کا عمل بالفعل اسی زفر کے قول پر ہے بسبب حاجت کے تو یہی قول مفتی بہ ہے اور یہہ مسئلہ ایک ہے اون چہہ مسائل سے
جنمین زفر کے قول پر فتوی ہے کذا فی البحر والنهر والقاضیخان والعالمگیریہ عن العینی شرح الکنز اور حموی نے پندرہ مسائل فتی بها قول زفر کے ثابت کئے مین نظم
مین کہ تحصیل اونکی موجب تطویل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعلیه فلو غاب له زوجۃ وصغار تقبل بینتها علی النکاح ان لم یکن عالما به ثم یفرض لهم
ویأمرها بالانفاق او بالاستدانۃ لترجع بحر اور بنابر قول مفتی بہ زفر کے اگر زوج غائب ہوا اور اسکی ایک زوجہ اور چھوٹے لڑکے ہیں تو مقبول ہونگے گواہ اوسکی
نکاح پر واسطے نفقہ شہرانیکے نہ نکاح پر حکم کرنیکے واسطے اگر قاضی کو علم نہو نکاح کا پھر قاضی لڑکون کے واسطے نفقہ مقرر کریگا اور حکم کریگا عورت پر نفقہ دینے کا اگر اوسکے
پاس مال ہو یا عورت کو قرض لینے کا حکم کرے تا کہ بعد حاضر ہونے زوج کے اوس سے بدلے کذا فی البحر الرائق وتجب لمطلقۃ الرجعی والبائن والمفرقۃ بلا معصیۃ
کخیار عتق وبلوغ والتفریق بعدم الکفاءۃ النفقۃ والسکنی والکسوۃ ان طالت المدۃ اور مطلقہ رجعی اور بائن کیواسطے اور اوس جدا شدہ عورت
کے واسطے بلا قصور ہو جیسے خیار عتق اور خیار بلوغ سے یا عدم کفاءت کی تفریق سے واجب ہے نفقہ اور سکنی اور پوشاک لیکن پوشاک اوس صورت مین واجب ہوگی
جب مدت عدت کی دراز ہو جاوے ثم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ کلبی وغیرہ نے طلاق اور فرقت کی عدت مین پوشاک کا ذکر نہیں کیا اور ذخیرہ اور خانیہ اور مجتبے مین
لباس کو بھی ساتھ نفقہ اور سکنے کے مذکور کیا ہے تو کیا وجہ ہے شارح نے جواب دیا کہ عدت اکثر جلد منقضی ہو جاتی ہے تو پوشاک کی حاجت نہیں ہوتی لہذا اوسکو مذکور
نہیں کیا اور اگر بسبب امتداد طہر کے عدت دراز ہوگی تو ضرور پوشاک کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولا تسقط النفقۃ المفروضۃ
بمضی العدۃ علی المختار بزازیہ اور ساقط نہیں ہوتا نفقہ مفروضہ عدت کے گذرجانے سے بنابر قول مختار کے کذا فی البزازیہ ثم معتدہ نے جب کہ نفقہ لیا یا زوج
نے اوسکو دیا اور عدت گذرگئی تو حلوانی نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ ساقط نہو گا کذا فی منح الغفار عن البزازیہ ولو ادعت امتداد الطهر فلها النفقۃ
ما لم یحکم بانقضائها ما لم تدع الحبل فلها النفقۃ الی سنتین منذ طلقها اور اگر عورت نے دعوی کیا امتداد طہر کا تو اوسکو نفقہ لازم ہوگا جبتک کہ
قاضی نے انقضاء عدت کا نہ حکم کیا ہو اسطرح ہو کہ زوج نے گواہ گذرانے ہون کہ عورت انقضاء عدت کا اقرار کرچکی ہے پھر جب قاضی انقضاء عدت کا حکم

رکھے تو بعد ایک دعوی ہے مدت دراز کا مسموع نہوگا اور نفقہ عورت کو نہ ملیگا اوسوقت تک کہ حمل کی مدعی نہوئی ہو اور اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا تو اوسکو نفقہ دلا دیگے اور ستانی
ابتدا طلاق سے ہم یہہ ترکیب اوسکو مقتضی ہے کہ جب عورت دعوی حمل کا بعد حکم انقضاء عدت کے کریگی تو وہ مستحق ہوگی نفقہ کی حالانکہ یہہ صحیح نہین اسواسطے کہ عورت انقضاے
باب مین مذکور ہوچکا کہ اگر عورت انقضاء عدت کا اقرار کریگی مدت محتمل مین پھر لڑکا جنیگی تو ولد ثابت نسب نہوگا پھر جب نسب ہی ثابت نہوگا تو نفقہ کیونکر واجب ہوگا تو
اگر شارح وامام اعظم یون کہتا کہ اگر تمت الحکم تو یہہ قباحت نہ لازم آتی اسواسطے کہ اوسکو دعوی حمل کا مسئلہ مذکور قبل سے متعلق ہے کذا فی تحفۃ الاخیار
حاشیۃ الحلبی ولو مضت تومتین ان لا حمل ولا رجوع علیہا وان شرطہ لانہ شرط باطل بحر سو اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا اور بعد طلاق کے دو برس تک
نفقہ پاتی رہی پھر ظاہر ہوا کہ حمل نہ تھا تو عورت سے نفقہ پھیر لیا نہین جائیگا اگرچہ زوج نے یہہ شرط بھی کرلیا ہو یعنے کہا ہو کہ اگر حمل کا دعوی جھوٹ نکلا تو مین نفقہ پھیر لونگا
اسواسطے کہ یہہ شرط باطل ہے کذا فی البحر الرائق ولو صالحا علی نفقۃ العدۃ ان بالاشہر صح وان بالحیض لا للجہالۃ اور اگر زوج نے صلح کی معتدہ سے
عدت کے نفقہ کی لیے چند درم مقرر کرلئے تو اگر عدت اوسکی مہینون کے حساب سے ہوگی بسبب صغر یا ایاس کے تو یہہ صلح صحیح ہوگی اور اگر عدت اوسکی حیض سے ہو
تو یہہ صلح صحیح نہین بسبب جہالت مدت کے اسواسطے کہ بسبب احتمال دراز ہونے طہر کے اوسکی مدت معین نہین ہوسکتی لا تجب النفقۃ بانواعہا لمعتدۃ موت
مطلقا ولو حاملا اور واجب نہین تینون قسم کا نفقہ معتدہ موت کیواسطے مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو اسواسطے کہ ٹھہرنا معتدہ موت کا زوج کے گھر مین باعتبار حق زوج
نہین کیونکہ باعتبار حق شرع کے ہے اور عدت موت مین معرفت صفائی رحم ملحوظ نہین لہذا اوسکی عدت حیض سے نہین اور نفقہ جو واجب ہوتا ہو تو اوسکی زوج
کی ملک مین واجب ہوتا ہے اور بعد موت زوج کے اوسکی ملک باقی نہین اور وارثون پر واجب کرنا ممکن نہین کذا فی منح الغفار لیکن حموی نے برجندی سے نقل کیا
کہ معتدہ وفات اگر حاملہ ہو تو اوسکا نفقہ واجب ہے اور قہستانی میں محیط سے حضرات سے قول ضعیف اسمین منقول ہے تو معلوم ہوا کہ اسمین اختلاف ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی
الا اذا کانت ام ولد وہی حامل من مولاہا فلہا النفقۃ من کل المال جوہرۃ معتدہ وفات کیواسطے نفقہ واجب نہین مگر جبکہ ام ولد حاملہ ہو اپنے مولی سے
تو اوسکے واسطے نفقہ واجب ہوگا کل مال میت سے کذا فی الجوہرۃ اشکال اسکا یہ ہے کہ مولی نے حمل کا اعتراف کیا ہو اسواسطے کہ بدون اقرار مولی کے ولد ثابت النسب نہوگا کذا فی الشامی
فقط لمعتدۃ فرقۃ بمعصیتہا الا اذا خرجت من بیتہ فلا سکنی لہا فی ہذہ الفرقۃ قہستانی وکفایہ کردۃ وتقبیل ابنہ لا لغیرہا من طعام و
کسوۃ والفرق ان السکنی حق اللہ تعالی فلا تسقط بحال والنفقۃ حقہا فتسقط بالفرقۃ بمعصیتہا اور واجب ہے فقط مکان اوس عدت والی کیلئے
واسطے جسکی معصیت سے جدائی ہوگئی ہو مگر یہ کہ زوج کے گھر سے نکل گئی ہو تو اوسکے واسطے مکان بھی نہوگا اس جدائی مین کذا فی القہستانی والکفایہ معصیت کی فرقت کی مثال
جیسے عورت کا مرتد ہوجانا یا زوج کے ولد کا بوسہ لینا سوا مکان کے طعام اور لباس واجب نہوگا فرقت معصیت مین اور وجہ فرق کی یہہ ہے کہ سکنی حق ہے
اللہ تعالی کا سو وہ کسی حال مین ساقط نہین ہوتا اور طعام اور لباس حق ہے عورت کا سو وہ عورت کی فرقت معصیت سے ساقط ہوگیا تم خلاصہ یہہ ہے کہ جب جدائی
زوج کیطرف سے ہوگی تو بعضہ کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر جدائی عورت کیطرف سے ہو اگر بلا معصیت ہو جیسا کہ خیار عتق اور خیار بلوغ اور عدم کفاءت مین تو نفقہ
واجب ہو اور اگر جدائی معصیت ہو جیسا کہ ارتداد اور تقبیل زوج کے اصول یا فروع کی تو اسمین نفقہ ساقط ہے تو لعان اور خلع اور ایلا اور ارتداد زوج مین اور
اسیطرح شوہر کی وطی مین نفقہ عورت کا واجب ہے اسواسطے کہ جدائی زوج کیطرف سے ہے نہ زوجہ کیطرف سے کذا فی العالمگیریۃ وتسقط النفقۃ بردتہا بعد
البت ای ان خرجت من بیتہ والا فواجبۃ قہستانی اور نفقہ ساقط ہوتا ہے عورت کے مرتد ہونے سے بعد طلاق بائن کے اگر وہ زوج کے گھر سے نکل گئی
اور اگر گھر مین موجود ہو تو نفقہ واجب ہے کذا فی القہستانی یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی پھر وہ عدت مین مرتد ہوگئی تو اوسکا نفقہ ساقط ہوگیا فقط ارتداد
کے سبب سے نہیں بلکہ وہ حاکم کے پاس مقید رہیگی توبہ کرنے تک تو سقوط نفقہ کی علت حبس ہے نہ ارتداد اور اگر وہ محبوس نہوگی زوج کے گھر میں رہیگی تو نفقہ واجب
ہوگا بخلاف اوس ارتداد کے جو قبل جدائی ہو کہ اوسمین مطلقا نفقہ ساقط ہے لا بتمکین ابنہ لعدم حبسہا بخلاف المرتدۃ حتی لو لم تحبس فلہا
النفقۃ نہ ساقط ہوگا نفقہ تمکین ابن زوج سے یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی اور زوجہ نے زوج کے ولد کو اپنے اوپر قابو دیدیا یعنی وطی سے راضی ہوگئی تو اوسکا
نفقہ نہ ساقط ہوگا بسبب محبوس نہونے زوجہ کے یعنی حاکم کے پاس اوسکا مقید ہونا لازم نہیں ہوا اوسکا نفقہ ساقط ہوجاویگا بخلاف مرتدہ کے کہ اوسکا نفقہ بسبب حبس حاکم کے

ساقط ہو جاتا تک کہ اگر زوجہ محبوس ہوئی یا حاکم نے اوسکو زوجہ کے پاس محبوس کیا تو اوسکے واسطے نفقہ واجب ہوگا الا اذا لحقت بدار الحرب ثم جاءت تائبۃ
بسقوط العدۃ باللحاق لانہ کالموت بحر وھو یشیر الی انہ قد حکم بلحاقہا والا تعود نفقتہا بعودہا فلیحفظ گر جب کہ عورت مرتد ہو کر دار الحرب میں
چلی گئی پھر وہان سے آئی اور توبہ کر کے مسلمان ہوگئی تو اس صورت مین نفقہ اوسکا واجب ہوگا بسبب ساقط ہونے عدت کے لحوق دار الحرب سے اسواسطے کہ لحوق دار الحرب
کا برابر موت کے ہے کذا فی البحر اور یہہ تعلیل لحوق کی اسکی مرتشیرہے کہ سقوط نفقہ مین حکم ہوگیا لحوق دار الحرب کا اسواسطے کہ جبتک قاضی مرتد کے لحوق دار الحرب کا حکم نہ
تو لحوق مرتد کا موت حکمی مین نہ داخل ہوگا اور اگر بدون حکم لحوق کے مرتدہ دار الحرب سے دار الاسلام مین مسلمان ہو کر آ ویگی تو اوسکا نفقہ عود کریگا مرتدہ کے عود کے ذکر
ساتھہ سوا اوسکو یاد رکہنا چاہئے تو اس تقریر سے تناقض روایت جامع اور ذخیرہ کا مندفع ہوگیا جامع مین روایت یہہ ہے کہ نفقہ عود نہین کرتا بعد لحوق دار الحرب اور
عود کے تو وہان مراد یہہ ہے کہ بعد حکم لحوق کے عود نہین کرتا اور ذخیرہ کی روایت یہہ ہے کہ عود کرتا ہے تو اوسکا مطلب یہہ ہے کہ قبل از حکم لحوق نفقہ عود کرتا ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی وتجب النفقۃ بانواعہا علی الحر لطفلہ یعم الانثی والجمع اور واجب ہے نفقہ تینون قسم کا حر پر اوسکے طفل کا شامل ہے مونث اور جمع کو تو بیٹا اور
بیٹی چند ہون یا ایک سبکا وجوب نفقہ ثابت ہوا اور حر کی قید سے غلام نکل گیا کہ اوسپر ولد صغیر کا نفقہ واجب نہین اور طفل عبارت ہے صغیر سے جیسے کہ اپنی ماں کے پیٹ سے
پیدا ہوا تا بلوغ اور طفل صبی اور صبیہ دونو کو شامل ہے کذا فی المغرب اور گاہے طفل واحد اور جمع کبہی ہوتا ہے مثل جنب کے کذا فی منح الغفار الفقیر الحر فان نفقۃ المملوک
علی مالکہ والغنی فی مالہ الحاضر فلو غائبا فعلی الاب ثم یرجع ان اشہد لا ان نوی الا دیانۃ باپ پر طفل فقیر آزاد کا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ طفل
مملوک کا نفقہ اوسکے مالک پر ہے اور طفل مالدار کا نفقہ اوسکے موجود مال مین ہے جو اوسکو بطریق ارث کہین سے ملا اور اگر طفل کا مال غائب ہو وہان حاضر نہو تو اوسکے باپ پر
نفقہ دینا اوسکا باپ اوسکے مال سے اپنا نفقہ دیا ہوا بہر لے اگر نفقہ دینے کیوقت اوسنے رجوع پر گواہ کر لئے ہون نہ رجوع کر سکیگا اگر اوسنے نیت اسکی کی ہوگی مگر باعتبار
دیانت کے البتہ رجوع کر سکتا ہے نہ باعتبار قضا کے ولو کانا فقیرین فالاب یکتسب او یتکفف وینفق علیہم ولو لم یتیسر انفق علیہم القریب ورجع
علی الاب اذا ایسر خیرہ اور اگر باپ اور اوسکا ولد صغیر دونو محتاج ہون تو باپ کمائی کرے اور اگر کسب کی اوسکو طاقت نہو تو سوال کرے اور اولاد صغیر کو کہلاوے
اور اگر کسب میسر نہو یا کفایت نکرے تو قرابت والا ہو یا ماموں اونکو نفقہ دے اور جب باپ کو مقدور ہو تو اوس سے بہر لے کذا فی الذخیرہ ولو خاصمتہ
الام فی نفقتہم فرضہا القاضی وامرہ بدفعہا للام مالم تثبت خیانتہا فیدفع لہا صباحا ومساء او یأمر من ینفق علیہم اور اگر اولاد صغار کی
ماں نے باپ سے جھگڑا کیا اونکے نفقہ مین تو قاضی اونکا نفقہ مقرر کر دے اور باپ کو حکم کرے کہ اونکا نفقہ ماں کو دے جبتک کہ ماں کی خیانت ثابت نہو اور اگر خیانت اوسکی
ثابت ہو تو یکبار کی نفقہ نہ دے بلکہ ہر روز صبح یا شام ماں کو دیا کرے یا قاضی کسی شخص سے کہدے کہ وہ اونپر خرچ کیا کرے ہم صباحا ومساء اکا دا وصیغی اور ہے کہ اسنے
حاشیۃ المدنی وصح صلحہا عن نفقتہم ولو بزیادۃ یسیرۃ تدخل تحت التقدیر وان لم تدخل طرحت ولو علی الکفیہم زیدت بحر اور صحیح ہے صلح
کر لینا ماں کا باپ سے اولاد صغار کے نفقہ پر اگرچہ ایسی تھوڑی زیادتی پر صلح ہوگئی ہو جو تحت تقدیر داخل ہو سکتی ہے مثلا دس درم پر صلح ہوئی ہو اور خرچ اونکا اونکو
آٹھہ یا نو درم کافی ہین لیکن جب اندازہ کرنیوالے لوگ آئے تو کوئی اونمین سے دس درم اندازہ کرتا ہو اور کوئی کم تو ایسی قلیل زیادتی صلح کی منافی نہین
اور اگر ایسی زیادتی ہو کہ تحت تقدیر مقدرین کے نہ داخل ہوتی مثلا سب اندازہ کرنیوالے آٹھہ ہی درم پر متفق ہون تو ایسی زیادتی گھٹائی جاویگی اور اگر صغار کی
ماں نے اوسقدر پر صلح کر لی کہ اونکو کافی نہین ہوتی تو صلح سے زیادہ نفقہ دیا جاویگا بقدر کفایت کے کذا فی البحر ولو ضاعت رجعت بنفقتہم دون
حصتہا اور اگر اولاد کا نفقہ ضائع ہوا ماں کے پاس سے تو اونکا نفقہ دوبارہ لے نہ اپنا حصہ و فی المنیۃ المعسر اذا امرہ الام بالانفاق وتکون دینا
علی الاب وھی اولی من الجد الموسر وفیہا لا نفقۃ علی الحر لاولادہ من الامۃ ولا علی العبد لاولادہ ولو من حرۃ وعلی الکافر نفقۃ ولدہ
المسلم کا بیجے بحر اور منیہ مین ہے کہ باپ محتاج ہو اور ماں مالدار تو ماں پر حکم کیا جاوے دار القضا سے نفقہ دینے کا اور یہہ نفقہ دین ہوگا باپ پر یعنی جب اوسکو مقدور ہو
تو ماں کو ادا کرے اور ماں مالدار یا مقدم ہے دادا مالدار سے یعنی اگر ماں اور دادا دونو مقدور والے ہون تو صغار کا نفقہ ماں ہی پر ہوگا بسبب اسکے جزئیت اور مزید شفقت
کے اور منیہ کتاب مین ہے کہ مرد آزاد پر نفقہ واجب نہین اوسکی اولاد کا جو لونڈی منکوحہ سے ہو اور نہ غلام پر نفقہ واجب ہے اوسکی اولاد کا اگرچہ حرہ کے

یہہ (صہ) اعادہ ذکر نفقہ ولد مسلم کا صاحب بحر نے کیا ہے اور باپ کافر ہو اوسکی مسلمان اولاد کا نفقہ لازم ہے چنانچہ اسکا ذکر آویگا کذا فی البحر
پیش ہوں کہ اونکی ایک نسبت لازم ہے اور وکذا تجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کالانثی مطلقا والزمن ومن یلحقہ العار
بحر کا ہوا اسی کتاب مین نہ شارح کا کذا فی حاشیۃ الحلبی اور اسیطرح سے واجب ہے نفقہ ولد بالغ کا جو عاجز ہے کمائی سے چنانچہ اپاہجوں سے لولا ہوا
بالتکسب وطالب علم لا یتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی والعینی اور جیسے بیٹی کا نفقہ مطلقا واجب ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ تا عدم نکاح اور اسیطرح اوس ولد کا نفقہ باپ پر واجب ہے جسکو عار و ننگ لاحق ہوتا ہو پیشہ وری سے مانند انبیاء کرام
کے اور اوس طالب علم کا نفقہ باپ پر واجب ہے جسکو تحصیل علم سے فرصت نہو پیشہ وری کی اوسکو کذا فی الزیلعی والعینی یہہ کہا گیا ہے کہ اشراف اور
کرام کو چاہیئے کہ ان پر ایسا کہ مساعد اور اہل بیت کسب کرتے تھے اور مراد یہہ ہے کہ اونکی ہمت کی خاندان کے سبب سے لوگ شرماتے ہوں اور انکو نوکر نہ رکھتے ہوں
مزدوری پر لگاتے ہوں چنانچہ حلوانی سے کہا ہے کہ اگر اولاد انبیاء کرام سے ہو اور لوگ اوسکو مزدوری مین نہ لگاتے ہوں تو وہ عاجز ہے اوسکے باپ پر نفقہ اوسکا
واجب ہے کذا فی العالمگیریہ نقلا عن الوجیز کذا فی منح الغفار نقلا عن الخلاصۃ وافتی ابو حامد بعدمہا للطلبۃ زماننا کما بسطہ فی القنیۃ وکذا قیدہ
فی الخلاصۃ بذی رشد اور فتوی دیا ہے ابو حامد نے عدم وجوب نفقہ کا ہمارے زمانہ کے طالب علموں کے واسطے بسبب فسق اور عدم تمیز کے چنانچہ اوسکو خوب
واضح بیان کیا ہے قنیہ مین اور اسیطرح وجوب نفقہ کو مقید کیا ہے خلاصہ مین رشید الہمۃ کے ساتھ یعنی جس طالب علم کی ہمت عالی ہو طلب علم مین اور خوب مطلوب
ہونہ منصب دنیاوی اور اسی واسطے اسکا نفقہ باپ پر واجب ہے ہم فتاوی عالمگیری مین وجیز سے منقول ہے کہ جب طالب علم عاجز ہوں بسبب اشتغال علم کے کسب کرنے سے
تو اونکا نفقہ اونکے باپوں پر واجب ہے بشرطیکہ علوم شرعیہ میں مشغول ہوں نہ خرافات بے کار اور نہ ہذیان فلاسفہ مین اور اونمین آثار صلاح اور تقوی کے معلوم
ہوتے ہوں اور اگر ایسے ہوں تو اونکا نفقہ بھی واجب نہیں لایشارکہ ای الاب لفقیرا احد فی ذلک کنفقۃ ابویہ وعرسہ بہ یفتی مالم یکن
معسرا فیلحق بالمیت فیجب علی غیرہ بلا رجوع علیہ علی الصحیح من المذہب الا لام موسرۃ بحر نہیں شارک ہو کوئی باپ کا اس امر مین اگرچہ
باپ محتاج ہو یعنی طفل اور بالغ عاجز اور بیٹیوں کے نفقات مین باپ کا کوئی شریک نہیں اوسی پر واجب ہے اور اوسکو غیر پر جیسا کہ محتاج والدین کا نفقہ فرزند
پر ہے اور اوسکی جورو یا داد اور اوسکی زوجہ کا نفقہ زوج پر ہے نہ غیر پر اور اسی پر فتوی ہے یعنی طفل وغیرہ کا نفقہ تمام و کمال باپ پر ہوتا ہے بشرطیکہ نہایت تنگدست نہو
اور جب کہ تنگدست ہوگا تو وہ میت مین داخل ہوگا اوس صورت مین باپ کے سوا اوس قرابت والے پر واجب ہوگا جسپر نفقہ طفل کا واجب ہوتا در صورت نہ ہونے باپ
کے تو اسپر قریب پر نفقہ واجب ہوگا بدون اسکے کہ باپ سے پھیرے بنا بر صحیح مذہب کے مگر ماں اور باپ پر نفقہ کریگی جب باپ کو مقدور ہوگا تو اوس سے پھیر لیگی کذا فی
البحر الرائق قال وعلیہ فلا بد من اصلاح المتون بعد ہذہ صاحب بحر نے کہا بنا بر مذہب صحیح مذکور کے متون فقہ کو اصلاح دینا لازم ہے کذا فی الجوہرہ
یعنی جب مذہب صحیح یہہ ٹھہرا کہ جب باپ نہایت تنگدست ہو تو قرابت والے پر طفل کا نفقہ واجب ہے اور حالانکہ متون فقہ مین اسپر اتفاق ہے کہ طفل کے باپ نفقہ
طفل وغیرہ مین کوئی شریک نہیں تو بموجب مذہب صحیح کے متون اور شروح کو درست کرنا ضرور ہوا خیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ مین کہا ہے کہ اصحاب
متون نے قدوری کی روایت اختیار کی ہے کہ باپ کے ہوتے اوسکی اولاد کے نفقہ مین کوئی شریک نہیں خواہ باپ مالدار ہو خواہ تنگدست اور تنگدستی مین
اوسکی اولاد کا نفقہ قرابت والے پر لازم ہے جب باپ کو مقدور ہو تو اوس سے پھیر لے متون اور شروح مین اسی روایت پر اتفاق ہے اور یہی معتمد اور مفتی بہ ہے
اور صاحب بحر الرائق نے جسکو مذہب صحیح گمان کیا ہے وہ لائق التفات کے نہیں اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے متون ہی مخصوص ہیں شیخ رحمتی نے کہا کہ تعجب
ہے صاحب نہر الفائق سے کہ اس مقام مین چپ رہا باوجود خلل کے حالانکہ بحث اور اعتراض کرنا صاحب بحر پر اوسکی عادت ہے اور زیادہ تر تعجب اس
سے ہے کہ شارح نے بھی کلام صاحب بحر کو مسلم رکھا حالانکہ اوسکے اوستاد خیر الدین رملی نے اوسکے خلل پر آگاہ کر دیا ہے اور دوسرا خلل یہہ ہے کہ شارح
کی عبارت مین یہہ ہے کہ بعد نقل کلام صاحب بحر کے جوہرہ کا نام لکھا ہے نسخہ در المختار مین موجود ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ صاحب جوہرہ نے بحر الرائق کی عبارت
نقل کی حالانکہ یہہ غلط ہے اسواسطے کہ صاحب جوہرہ کا زمانہ بہت مقدم ہے صاحب بحر سے طحطاوی محشی نے کہا کہ اگر اوسکا یہہ مطلب خلاف ظاہر رکھا جاوے
کہ صاحب بحر نے جوہرہ سے یہہ روایت کی ہو سو بھی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ بحر مین یہہ روایت جوہرہ سے منقول نہیں محشی مدنی نے کہا کہ مین نے ایک نسخہ در المختار

کا دیکھا جسکو شیخ نے صحیح کہا اور محشی نے بھی کیا تھا اور اسمیں یون عبارت تھی وفی الجوہرۃ فروع یعنی فروع ذکر کئے شارح کے جوہرہ سے منقول ہیں اور یہی بلاشبہ ٹھیک ہے اور باقی
نسخ سب غلط ہیں فروع مسائل متفرقہ شارح کے قولہ لو لم یقدر الا علی نفقۃ احد ابویہ فالام احق اگر بیٹا قادر ہو مگر ایک کے نفقہ پر یعنی قلت مقدور ہو ماں باپ دونوں کو
نفقہ نہ دیسکتا ہو ایک کو دیسکتا ہو تو ماں زیادہ تر حقدار ہے اسواسطے کہ تکلیفات جسمی ولد کی جہت سے ماں پر زیادہ تر گذرتی ہیں تو خدمت گذاری میں ماں مقدم ہے چنانچہ تعظیم اور
توقیر میں باپ مقدم ہے اور روایت ضعیف یہہ ہے کہ باپ مقدم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الجوہرۃ ولو لہ اب وطفل فالطفل احق وقیل یقسم فیہما
اور اگر ایک شخص کا باپ اور طفل ہو اور وہ ایک ہی کو دیسکتا ہو تو طفل زیادہ تر حقدار ہے اسواسطے کہ مطلق کسب پر قادر نہیں اور بھوک پر اسکو صبر نہیں اور
قول ضعیف یہہ ہے کہ نفقہ کو دونوں میں تقسیم کرے وعلیہ نفقۃ زوجۃ ابیہ وام ولدہ بل وعلیہ تزویجہ او تسریہ اور فرزند پر اپنے باپ کی زوجہ کا اور اوسکی
ام ولد کا نفقہ واجب ہے بلکہ فرزند پر باپ کا نکاح کر دینا یا تسری کیواسطے لونڈی لے دینا واجب ہے بشرطیکہ باپ کو عورت کی حاجت ہو اور فرزند مقدور والا ہو کذا
حاشیۃ المدنی عن الجوہرۃ ولو لہ زوجات فعلیہ نفقۃ واحدۃ یدفعھا للاب لیوزعھا علیھن اور اگر باپ کے چند زوجات ہوں تو فرزند پر ایک ہی
زوجہ کا نفقہ دینا واجب ہے ایک کا نفقہ باپ کو دیوے تاکہ اونپر وہ تقسیم کر دے بقدر انکے استحقاق کے وفی المختار والملتقی ونفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان
کان صغیرا فقیرا او زمنا اور مختار اور ملتقی میں ہے کہ نفقہ بہو کا سسر پر ہے اگر بیٹا صغیر محتاج ہو یا لولا ہو وفی واقعات المفتین لقدری افندی ویجبر
الاب علی نفقۃ امرأۃ ابنہ الغائب وولدھا اور قدری افندی کے واقعات المفتین میں ہے اور باپ پر زبردستی دلایا جاویگا ولد غائب کی زوجہ کا نفقہ
اور اسکے ولد کا نفقہ قدری افندی کا نام عبد القادر بن یوسف ہے چنانچہ کتاب واقعات المفتین کے خطبہ میں مذکور ہے اور یہہ بزرگ بلاد روم کے مفتیوں کے
رئیس تھے کذا فی حاشیۃ المدنی افندی ترکی زبان میں مولوی اور فاضل کو کہتے ہیں وکذا الام علی نفقۃ الولد لترجع بھا علی الاب اور اسیطرح ماں پر زبردستی
دلایا جاویگا لڑکے کا نفقہ تاکہ اوسکے باپ سے نفقہ پھیر لے جب کہ وہ سفر سے آوے وکذا الابن علی نفقۃ الام لیرجع علی زوجھا اسیطرح ولد سے زبردستی
ماں کا نفقہ دلایا جاویگا تاکہ وہ اپنی ماں کے زوج سے پھیر لے جب وہ سفر سے آوے خواہ ولد کا وہ باپ ہو یا نہو وکذا الاخ علی نفقۃ اولاد اخیہ لیرجع بھا علی الاب
وکذا الابعد اذا غاب الاقرب انتھی اور اسیطرح بھائی پر دوسرے بھائی کی اولاد کا نفقہ مجبور دلایا جاویگا تاکہ پھیر لے اونکے باپ سے جب سفر سے آوے اور اسیطرح ابعد پر نفقہ اقرب کی اولاد کا دلایا جاویگا جب کہ
غائب ہو جاوے باپ تو اوس سے رجوع کیا جاویگا انتہی کلام الواقعات وفی الفصولین من الرابع والثلثین اجنبی انفق علی بعض الورثۃ فقال انفقت بامر الوصی
واقر بہ الوصی ولا یحل ذلک الا بقول الوصی یعنی انہ یقبل قول الوصی لو المنفق علیہ صغیرا انتہی اور فصولین کی چونتیسوین فصل میں ہے کہ ایک
مرد اجنبی نے میت کے بعض وارثوں کو نفقہ دیا پھر اجنبی نے کہا کہ میں نے وارثوں کو نفقہ وصی کے کہنے سے دیا اور اوسکا وصی نے بھی اقرار کیا اور اس
نفقہ دینے کا حال معلوم نہیں ہوتا ہے سوا اسکے کہ وصی ہی کے قول سے تو اس صورت میں قول وصی کا مقبول ہوگا بشرطیکہ جس وارث کو نفقہ دیا ہے صغیر ہوا
کل ہے اور اگر وارث بالغ ہوگا تو نفقہ اجنبی کا احسان ہوگا دین جسکا ادا کرنا منفق کو لازم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ قال انفق علی عیالی او اولادی
ففعل قیل یرجع بلا شرط وقیل لا ولو قضی دینہ بامرہ یرجع بلا شرط وکذا لو کان مطالبا من جھۃ العباد کنائبۃ ومؤن مالیۃ
تذکرات الاسیر ومن اخذہ السلطان لیصادرہ لو قال لرجل خلصنی فدفع المامور مالا فخلصہ قیل یرجع وقیل لا فی الصحیح یرجع
اور فصولین میں ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو نفقہ دو یا میرے عیال پر اور اولاد کو نفقہ دو پھر اوسنے نفقہ دیا تو ایک قول ہے کہ اوس سے پھیر لے بلا شرط
رجوع اور دوسرا قول یہہ ہے کہ بدون شرط کے پھیر نہیں سکتا اور اگر ایک نے دوسرے کا دین ادا کر دیا اوسکے کہنے سے تو پھیر لے اگرچہ پھیر لینے کی شرط نہ کی ہو اور
اسیطرح سے بلا شرط پھیر سکتا ہے جمیع مصارف میں جنہیں امر کرنیوالے پر مطالبہ ہو جانب عباد سے چنانچہ جنایت میں اور مصارف مالیہ میں مانند عشر اور خراج
جنایت یعنی قصور کی صورت یہہ ہے کہ مثلا زید نے کسی شخص کی انگلی کاٹ ڈالی اور زید پر خون بہا لازم آیا اور زید نے کہا خالد کو تو میری طرف سے خون بہا
ادا کر دے اور اوسنے دیا تو اگرچہ شرط پھیر لینے کی نکی ہو لیکن خالد زید سے اوسقدر مال اپنا پھیر لیگا اور اسیطرح اگر زید کے امر سے خالد نے عشر یا خراج ادا کیا تو اوسکا
بھی پھیر لیگا بلا شرط پھر صاحب فصولین نے ذکر کیا کہ محبوس نے اور وہ ہے جسکو بادشاہ نے بظلم مال لینے کیواسطے گرفتار کیا اگر کہا ایک سے کہ مجھکو چھڑا لے

سو مرد اونے اپنا مال دیا ہو اوسکو قریب ہے یا بادشاہ کی گرفتاری سے چھوڑا یا تو بعضوں نے کہا کہ وہ شخص اپنا مال آمر سے پھیر لے اور بعضوں نے کہا نہ پھیر لے اور قول صحیح کے
اور یہی پر فتوی ہے یعنی نہ پھیر لے یہ روایت علی ابیۃ رضاعہ قضاءً بل دیانۃ اور واجب نہیں صغیر کی ماں پر دودھ پلانا اوسکا باعتبار قضا کے بلکہ واجب ہے باعتبار
دیانت کے ہم اب سبب وفور شفقت کے اپنے ولد کی رضاعت سے پہلو تہی نہیں کرتی اور اگر وہ انکار کرے کہ مجھکو دودھ پلانے سے تکلیف ہوتی ہے تو قاضی اوسپر جبر
نہیں کر سکتا اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا لا تضار والدۃ بولدھا یعنی والدہ کو اوسکے ولد کی جہت سے ضرر رسانی کیا ہے تو دودھ کیواسطے جبر کرنا یقینا ضرر
رسانی ہے لیکن باعتبار دیانت کے البتہ اوسپر واجب ہے اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا کہ والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین یعنی مائیں دودھ پلاتی
ہیں اپنی اولاد کو دو برس پورے تو دودھ پلانا ایسا ہے جیسے اور گھر کے کام ہیں چنانچہ کھانا پکانا یا جھاڑو دینا کہ باعتبار دیانت کے واجب ہیں نہ باعتبار قضا یعنے
اگر وہ انکار کرے کہ مجھسے نہیں ہو سکتا تو اوسپر کوئی زبردستی نہیں کر سکتا کہ شاید عاجزی سے انکار کرتی ہو الا اذا تعینت فیجب کما مر فی الحضانۃ کہ جب
ماں متعین ہو جاوے دودھ پلانیکے واسطے اسطرح پر کہ بچہ کسی عورت کا دودھ نہ پیتا ہو سوا اپنی ماں کے یا کوئی دائی دودھ پلائی نہ ملتی ہو یا ملتی ہو مگر بدون اجرت
کے نہ پلاتی ہو اور حالانکہ باپ اور بچہ دونوں محتاج بے مال ہوں تو ایسی صورتوں میں ماں پر دودھ پلانا قضاءً بھی واجب ہوگا یعنی قاضی اوسپر زبردستی کریگا کہ بچہ
ہلاک ہونے سے محفوظ رہے چنانچہ یہ مسئلہ باب الحضانت میں مذکور ہو چکا وکذا الظئر تجبر علی ابقاء الاجارۃ بزازیہ اور اسیطرح دائی پر جبر کیا جاویگا نوکری کے
باقی رکھنے پر کذا فی البزازیہ یعنی مثلا دائی کو ایک مہینے کیواسطے نوکر رکھا اور بعد مہینے کے اوسنے نوکری سے انکار کیا اور حالانکہ دوسری دائی نہیں ملتی یا لڑکا
اوس سے عادت لگ گیا ہو تو نوکری باقی رکھنے میں اوسپر جبر کیا جاویگا تا کہ صغیر تلف نہ ہو ولیستأجر الاب من ترضعہ عندھا لان الحضانۃ لہا والنفقۃ علیہ
اور دودھ پلانیوالی کو باپ نوکر کرکے صغیر کی ماں کے پاس رکھے اسواسطے کہ حق پرورش ماں کیواسطے ہے اور نفقہ دائی اور صغیر اور اوسکی ماں کا باپ پر واجب ہے اور اگر ماں نہ
ہو تو جسکو حق حضانت پہنچتا ہو اوسکے پاس صغیر رہے ولا یلزم الظئر المکث عند الام مالم تشترط فی العقد اور لازم نہیں دائی کا قیام کرنا ماں کے
پاس جبتک اسکی شرط نہ ہوئی ہو عقد اجارہ میں اسواسطے کہ دائی کو اختیار ہے کہ ماں کی رضامندی سے صغیر کو اپنے گھر لیجاوے یا گھر میں نہ رکھ لے ہو تو ڈیوڑھی میں دودھ
پلا جایا کرے اور اگر نوکری کیوقت دائی سے شرط کر لی ہو ماں کے پاس رہنے کی تو اس صورت میں اوسکو رہنا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولا یستاجر الاب
امہ لو منکوحۃ ولو من مال الصغیر خلافا للذخیرۃ والمجتبی نوکر نہ کرے باپ صغیر کی ماں کو اگر وہ منکوحہ ہو اگرچہ اوسکو صغیر کے مال سے نوکری دیوے نہ اپنے
مال سے بخلاف ذخیرہ اور مجتبی کے کہ ان میں مال صغیر سے نوکر رکھنا منکوحہ ماں کا جائز کہا ہے اور حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ فتوی اسی روایت پر ہے کہ ماں کو صغیر
سے اوسکو نوکر رکھنا دودھ پلانیکے واسطے جائز ہو طحطاوی نے کہا تو اب ذخیرہ اور مجتبی کا قول مفتی بہ ٹھہرا کذا فی حاشیۃ المدنی او معتدۃ رجعی اگر صغیر کی ماں منکوحہ
یا معتدہ رجعی ہو تو اوسکو نوکر نہ رکھے وجاز فی البائن فی الاصح جوہرہ کاستیجار منکوحۃ لولدہ من غیرہا اور صغیر کی ماں کو طلاق بائن میں نوکر رکھنا
جائز ہے قول اصح میں یعنی اگر صغیر کے باپ نے اوسکو طلاق بائن دی ہو اور وہ عدت میں ہو تو اوسکا نوکر رکھنا دودھ پلانیکے واسطے صحیح ہے کذا فی الجوہرہ جیسے نوکر رکھنا
منکوحہ کا اوس لڑکے کے دودھ پلانیکے واسطے جائز ہے جو اوس منکوحہ کے پیٹ سے نہیں چنانچہ زید کا لڑکا ہے حلیمہ سے اور اوسکی دوسری زوجہ کریمہ ہے تو کریمہ کو نوکر رکھنا
حلیمہ کے لڑکے کے واسطے درست ہے اسواسطے کہ کریمہ کو اوسکا دودھ پلانا واجب نہیں جو نوکری نہ درست ہو وھی احق بارضاع ولدھا بعد العدۃ اذا لم تطلب
زیادۃ علی ما تأخذ الاجنبیۃ ولو دون اجر المثل بل الاجنبیۃ المتبرعۃ احق منہا زیلعی ای فی الارضاع اور ماں زیادہ تر سزاوار ہے اپنے لڑکے کے دودھ پلانیکی
نوکری میں بعد گذر جانے عدت کے بشرطیکہ اوسنے زیادہ نہ مانگی ہو اوس اجرت سے جسکو اجنبی عورت پاتی ہو اگرچہ وہ اجرت مثل سے کم پاتی ہو اور ماں اجرت مثل مانگتی ہو بلکہ
اجنبیہ مفت دودھ پلانیوالی زیادہ تر سزاوار ہے دودھ پلانے میں اوس ماں سے جو بدون اجرت کے نہیں پلاتی کذا فی شرح الزیلعی اما اجرۃ الحضانۃ فللام کما مر
اور پرورش کی اجرت تو ماں ہی پاویگی چنانچہ باب الحضانۃ میں مذکور ہو چکا یعنی اگر باپ نے صغیر کے دودھ پلانیکے واسطے کسی عورت کو نوکر رکھا تو مطلقہ ماں کا حق پرورش
ہنوز باقی ہے ساقط نہیں اوسکی اجرت وہی پاویگی وللرضیع النفقۃ والکسوۃ اور باپ پر لازم ہے شیرخوار کیواسطے نفقہ اور پوشاک دینا اسواسطے کہ فقط دودھ صغیر کو
کفایت نہیں کرتا بلکہ چٹانیکے واسطے اور چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے جیسے کھیر یا کھچڑی مثلا تو قاضی اسکو بھی مقرر کر دے سوا اجرت رضاعت اور اجرت حضانت کے

کذا فی حاشیۃ الحمد ولا لام اجرۃ لارضاع بلا عقد اجارۃ اور مطلقہ کیواسطے اجرت دودھ پلانیکی ثابت ہے بدون عقد اجارہ کے یعنی جب دو سال کی مدت کے اندر
صغیر کو دودھ پلاویگی تو باپ پر اجرت دینا لازم ہوگا اگرچہ باپ نے اوسکو نوکر نہ کیا ہو تو یہ مسئلہ مستثنی ہے اوس قاعدہ فقہیہ سے کہ اجرت لازم نہیں ہوتی بدون عقد کے
وحکم الصلح کالاستیجار اور حکم صلح کا مانند حکم استیجار کے ہے یعنی مصالحہ نوکری کی برابر ہے احکام مذکورہ مین تو اگر ماں نے باپ سے مصالحہ کر لیا ہو کہ اتنے درم پر اپنے
مین لیا کرونگی اور دودھ پلاؤں گی تو اگر ناکوحہ یا معتدہ رجعی ہے تو صلح جائز نہیں جیسے نوکری جائز نہیں اور اگر تین طلاق یا بائن کی عدت مین صلح کی تو بموجب
روایت جوہرہ کے جائز ہے اور اگر بعد عدت کے صلح کی تو بالاتفاق جائز ہے جیسے نوکری جائز ہے کذا فی حاشیۃ الحمد وفی کل موضع جاز الاستیجار ووجبت النفقۃ
لا تسقط بموت الزوج بل تکون اسوۃ للغرماء لانھا اجرۃ لا نفقۃ اور جس جگہ کہ ماں یعنی صغیر کی ماں کو نوکری کرنا جائز ہے اور نفقہ اوسکو واسطے
واجب ہے تو اوسکے دودھ پلانیکی اجرت ساقط نہیں ہوتی زوج کے مرنیسے یعنی صغیر کے باپ کے مرنیسے بلکہ ماں صغیر کی برابر ہوگی سب قرض والوں کے یعنی جیسے اور
قرض والوں کو میت کے مال سے حصہ ملیگا ویسے ہی صغیر کی ماں کو بھی ملیگا اسواسطے کہ یہ اجرت ہے نہ نفقہ جو زوج کی موت سے ساقط ہو جاوے وتجب علی الموسر و
لو صغیرا یسار الفطرۃ علی الارجح اور نفقہ اصول کا واجب ہے ایسے ولد مقدور والے پر جسپر صدقۂ فطر واجب ہے بنا بر قول ارجح کے یعنی جو مالک ہو ایسے نصاب کا
کہ فاضل ہے حوائج اصلیہ سے اگرچہ نامی نہو اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور یہی مختار ہے صاحب ہدایہ کا اور اسی پر فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ وجوب نفقہ اصول
مین نصاب زکوۃ کا مالک ہونا مشروط ہے اجناس مین کہا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی حاشیۃ الحمد ورجح الزیلعی والکمال انفاق فاضل کسبہ اور ترجیح دی
زیلعی اور کمال الدین نے فتح القدیر مین نفقہ دینے اصول کو جو لڑکے کا فاضل کسب ہے ھ نہر الفائق مین فتح القدیر سے منقول ہے کہ اگر بیٹا پیشہ ور ہو تو وہان
امام محمد کا قول معتبر ہے یعنی جو اوسکی اور اوسکی عیال کے خرچ سے باقی بچے وہ اصول پر خرچ کرے مثلاً بیٹا ہر روز چھ پیسے کماتا ہو اور چار پیسے مین اوسکی عیال کا
خرچ ہو جاتا ہو اور دو پیسے بچتے ہون تو اوسپر واجب ہے کہ دو پیسے اپنے والدین کو دے صاحب نہر نے کہا کہ اسی قول پر اعتماد کرنا واجب ہے اور یہی لائق فتوی
کے ہے کذا فی حاشیۃ الحمد وفی الخلاصۃ المختار ان الکسوب یدخل ابویہ فی نفقتہ اور خلاصہ مین ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ بیٹا کسب کرنیوالا اپنے
ماں باپ کو اپنے خرچ مین داخل اور شریک کرلے خواہ اوسکی کمائی اوسکے خرچ سے فاضل ہو یا نہو فتح القدیر مین ہے کہ حق تعالی نے والدین کافر کے حق مین فرمایا ہے
وصاحبہما فی الدنیا معروفا یعنی والدین کے ساتھ احسان دنیا مین بسر کر تو خود کھانا اور والدین کو بھوکا ننگا چھوڑنا احسان اور نیکی کے خلاف ہے وفی الملتقی
للفقیر ان یسرق من مال ابنہ الموسر ما یکفیہ ان ابی ولا قاضی ثمہ ولا اثم اور ملتقی مین ہے کہ محتاج باپ کو جائز ہے اپنے مقدور والے بیٹے کے
مال سے چورا لینا بقدر کفایت کے جس صورت مین کہ بیٹا نہ دیتا ہو اور وہان قاضی نہو اور اس چوری مین اوسپر کچھ گناہ نہین اور اگر وہان قاضی ہو تو چوری کرنا درست
نہین قاضی سے نالش کرے وہ نفقہ دلاویگا کذا فی حاشیۃ الحمد عن البحر النفقۃ لاصولہ ولو ابا امہ ذخیرۃ الفقراء ولو قادرین علی الکسب
ولد پر اپنے اصول محتاجین کا نفقہ واجب ہے اگرچہ اصل نانا ہو کذا فی الذخیرہ اور اگرچہ اصول محتاجین کسب پر قادر ہون ھ اصول سے مراد ماں اور باپ اور دادا دادی
اور نانا نانی لیکن پوتے پر دادا کا نفقہ اوسوقت فرض ہوگا جب باپ مرگیا ہو یا محتاج ہو اور نانا کا بھی نفقہ اوس صورت مین نانی پر واجب ہوگا جب ماں نہو یا محتاج
اور اصول کے وجوب نفقہ مین عدم قدرت کسب کی شرط نہین بلکہ والدین اگر کسب پر قادر بھی ہون تو بھی ولد مالدار پر اونکا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ احسان اور نیکو کاری
سے بعید ہے کہ باوجود مقدور کے اونکو کسب کی مشقت مین ڈالنا والقول لمنکر الیسار والبینۃ لمدعیہ اور قول معتبر ہے مقدور کے منکر کا اور گواہ مقبول ہین
مقدور کے مدعی کے یعنی اگر باپ دعوی کرتا ہو کہ بیٹا مقدور والا ہے اور بیٹا منکر ہو مقدور کا تو بیٹے کا قول معتمد ہوگا اور اگر بیٹا دعوی کرتا ہو کہ باپ مقدور والا ہے پس
اسکا نفقہ واجب نہین اور باپ اپنی مقدور کا منکر ہو تو باپ ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر کسی ایک نے اپنے دعوی کے گواہ گذرانے ہون یعنی مدعی نے تو جسکو گواہون سے ثابت کرنا ہو اور
منکر بھی تو جو مدعی ہوگا مقدور کا اوسکے گواہ مقبول ہونگے نہ منکر کے بالسویۃ بین الابن والبنت وقیل کالارث وبہ قال الشافعی نفقہ اصول کا
اولاد پر برابر واجب ہے بیٹے اور بیٹی مین کچھ فرق نہین تو اگر محتاج باپ کے بیٹی اور بیٹا ہو تو آدھا نفقہ اوسپر واجب ہے اور آدھا اوسپر یہی قول حق ہے اور اسی پر
فتوی ہے کذا فی فتح القدیر والخلاصہ اسواسطے کہ علت وجوب نفقہ ولادت ہے سو دونوں برابر ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بطور ارث واجب ہے تو بیٹا دو حصہ دے

اور یہی ایک روایت ہے اور یہی قول ہے امام شافعی کا شمس الائمہ نے کہا کہ نفقہ اصول کا ارث کی قدر پر ہے اگر متعدد ہوں بشرطیکہ کم تفاوت ہو اور اگر ایک نہایت زیادہ متعدد ہو اور
ہو اور دوسرا کم متعدد ہو تو قدر نفقہ میں بھی تفاوت لازم ہو کذا فی العالمگیریہ عن الذخیرہ والمعتبر فیہ القرب والجزئیۃ فلو لہ بنت وابن ابن او
بنت بنت واخ النفقۃ علی البنت او بنتہا لانہ لا یعتبر الارث الا اذا استویا کجد وابن ابن فکارثیہما الا لمرجح کو الد وولد لنفع
ولد الا بنتجہ بانت ومالک لابیک اور نفقہ ولادت کے وجوب میں معتبر ہے قرب اور جزئیت تو اگر دو شخصوں میں جزئیت پائی جاوے اور ایک زیادہ
قریب ہو دوسرے سے تو اقرب ہی پر نفقہ واجب ہوگا بلا اعتبار ارث کے اب یہ ہوا اگر ایک شخص کے بیٹی ہو اور پوتا یا نواسی ہو اور بھائی تو نفقہ اوسکا پہلی صورتیں
بیٹی پر واجب ہوگا نہ پوتی پر اور دوسری صورتیں نواسی پر واجب ہوگا نہ بھائی پر اسواسطے کہ یہاں ارث معتبر نہیں ہاں مگر ارث وہاں معتبر ہے جب قرب میں دونوں
برابر ہوں جیسے دادا اور پوتا یعنی ایک محتاج کا دادا اور پوتا ہو تو اوسکا نفقہ دونوں پر بقدر اونکی ارث کے ہوگا یعنی سدس دادا پر اور باقی پوتے پر
کہ دونوں قرابت یک واسطہ برابر ہے تو یہاں ترجیح نہوگی مگر بجہت ارث کے اور صورت تساوی قرابت کی ارث معتبر ہے مگر کسی مرجح کی جہت سے تساوی قرابت
اور ارث بھی ساقط الاعتبار ہے چنانچہ ایک محتاج کا باپ اور بیٹا مالدار ہوں تو اوسکا نفقہ ولد پر ہوگا نہ باپ پر حالانکہ قرابت دونوں کی بلا واسطہ برابر ہے اور اگر
ارث کا یہاں اعتبار ہوتا تو سدس نفقہ باپ پر ہوتا اور باقی ولد پر لیکن یہ رجحان وجوب کا ولد ہی پر ہوا بمقتضای اس حدیث شریف کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ
کا ہے تو ولد کے مال کو باپ کا مال قرار دینا یہی وجہ ترجیح وجوب انفاق کی ہوئی اور یہ نہیں فرمایا کہ باپ کا مال بیٹے کا ہے ھ بھائی اور باپ اور دادا کا ذکر
شارح کا ان مثالوں میں اور آیندہ مثالوں میں بھی تحمیل ہو گیا اسواسطے کہ گفتگو یہاں ہے وجوب نفقہ اصول کی فروع پر کذا فی حاشیۃ الدر وفی الخانیۃ
لہ ام وجد لاب فکارثیہما اور خانیہ میں ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور دادا تو اوسکا نفقہ بقدر اونکی ارث کے ہے جیسا کہ اوپر ترجمہ میں اوسکی مثال گذری
اسواسطے کہ ماں کو ترجیح ہے بسبب قرب کے اور دادا کو ترجیح ہے بسبب عصوبت کے لہذا ارث کا اعتبار ٹھہرا وفی القنیۃ لہ ام وجد لام فعلی الام اور قنیہ میں ہے
کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور نانا تو اوسکا نفقہ ماں پر ہوگا اسواسطے کہ نانا وارث نہیں ہے لہذا اوسکو ترجیح ہوئی بخلاف پہلی صورت کے ولو لہ عم وجد ام فعلی
اب الام اور اگر محتاج کا چچا ہے اور نانا تو اوسکا نفقہ نانا پر ہے بسبب ترجیح جزئیت کے اور ارث کا یہاں اعتبار نہیں اگرچہ وارث چچا ہے نہ نانا واستشکلہ
فی البحر بقولہم لہ ام وعم فکارثیہما اور بحر الرائق میں فقہا کے اس قول کو مشکل جانا ہے کہ ایک محتاج کے ماں ہے اور چچا تو اسکا نفقہ دونوں پر بقدر انکے
ارث کے ہے یعنی ایک ثلث ماں پر اور دو ثلث چچا پر وجہ اشکال کی یہ ہے کہ وجوب نفقہ میں ماں مقدم تھی بسبب جزئیت کے پھر ارث کی اعتبار کرنیکی کیا وجہ تھی ولو لہ ام و
عم وجد ام فہل یلزم الام فقط ام کالارث احتمالان کما صاحب بحر نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ماں اور چچا اور نانا ہو تو نفقہ فقط ماں کو لازم ہوگا یا مثل ارث کے
ہوگا یہاں دونوں کا احتمال ہے ھ شیخ حسن محشی نے کہا کہ اصل اشکال صاحب قنیہ کا ہے صاحب بحر نے اسکی پیروی کی ہے اور حقیقت الحال یہ ہے کہ یہاں دو روایتیں ہیں
ایک قوی اور دوسری ضعیف قوی یہ ہے کہ ترجیح قرب اور جزئیت کو ہے اور ضعیف یہ ہے کہ ارث معتبر ہے صاحب قنیہ نے دونوں روایتوں کو ذکر کیا اور ایک کو دوسرے کا
مناقض جانکر اشکال پیدا کیا حالانکہ ضعیف روایت ہرگز قوی کی معارضہ کے لائق نہیں تو مسئلہ سابقہ میں یعنی جسکو صاحب بحر نے مشکل جانا ہے اور اس مسئلہ میں
جسمیں صاحب بحر کو احتمال اور تردد ہے مذہب روایت قوی کے یہی حکم ہے کہ ماں پر نفقہ واجب ہے نہ چچا پر واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الدر وفی نفقۃ وتجب ایضا لکل ذی
رحم محرم صغیر او انثی مطلقا ولو کانت الانثی بالغۃ صحیحۃ اور بھی واجب ہے نفقہ ہر قرابت والے محرم کا صغیر ہو یا انثی مطلقا اگرچہ انثی تندرست
بالغہ ہو ھ وجوب نفقہ کا سبب قرابت ہے ساتھ محرمیت کے تو چچا کے بیٹے کا نفقہ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ اگرچہ قریب ہے لیکن محرم نہیں اور رضاعی بھائی بہن کا نفقہ
واجب نہیں اگرچہ ذو محرم ہیں لیکن قرابت نسبی نہیں محرم سے مراد وہ ہے کہ جسکے ساتھ نکاح نہ جائز ہو بجہت قرابت کے اور صغیر کی قید سے بالغ نکل گیا اور محرم
صورت میں [illegible] بہن بھائی بھتیجی وغیرہ انکا نفقہ واجب ہے صغیر ہوں یا بالغ تندرست ہوں یا بیمار بشرطیکہ محتاج ہوں اور غیر منکوحہ اسواسطے کہ منکوحہ کا
نفقہ اوسکے شوہر پر فرض ہے او کان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب بنحو زمانۃ کعمی وعتہ وفلج اور اگر قریب محرم بالغ نفقہ واجب ہے مرد بالغ ہو لیکن
الکسب سے عاجز ہے بسبب فرض وغیرہ بیماری کے جیسے لولا ہونا اور اندھا ہونا اور مجنون یا کم فہم ہونا اور فالج ہونا زاد فی الملتقی والمختار او لا یحسن الکسب لخرقہ

اور لکونہ من ذوی البیوتات او طالب علم زیادہ کیا ہے ملتقی اور مختار مین یا ایسے تحویلی پیشہ کر سکتا ہو بسبب عدم حماقت کے یا عمدہ خاندان ہو یا طالب علم ہو تو اوسکا نفقہ بھی واجب ہی اور شرط وجوب نفقہ عمدہ خاندان اور طالب علم کے نفقہ ولد کبیر مین عنقریب مذکور ہو چکی فقیر اصالۃ من الجموع بحیث تحل لہ الصدقۃ ولو لہ منزل وخادم علی الصواب بدایع لفظ فقیر شامل ہی جمیع محارم مذکورین سے یعنی صغیر اور اناثی اور مرد عاجز جب کہ ایسے محتاج ہون کہ اونکو صدقہ لینا حلال ہو تب اونکا نفقہ واجب ہے اگرچہ اونکی ملک مین مکان ہو رہنے کا اور خادم ہو خدمت کیواسطے بنا بر قول درست کے کذا فی البدایع اسواسطے کہ رہنے کا مکان اور خدمت کا خادم حاجت اصلی سے فاضل نہین تو اوسکا وجود بجای عدم ہی بقدر الارث لقولہ تعالی وعلی الوارث مثل ذلک ولذا یجبر علیہ محارم نسبیہ کا نفقہ واجب ہے بقدر ارث کے بدلیل قول حق تعالی کے کہ وارث پر ہی مثل اسکے یعنی جیسا نفقہ مورث پر واجب ہی تو مورث کے بعد وارثون پر ویسا ہی نفقہ واجب ہو تو اس آیۃ شریفہ مین حکم مرتب ہوا وارثیت کے وصف پر تو معلوم ہوا کہ وجوب نفقہ کی علت ارث ہی تو موافق ارث کے نفقہ واجب ہوگا سو اگر یہ فقیر غنی ہوتا اور مر جاتا مال چھوڑکر تو اوسکا قریب کتنی وراثت پاتا سو اگر اوسکے کل مال کا وارث ہوتا تو اوس فقیر کا کل نفقہ اوس قریب پر واجب ہوگا اور اگر بعض کا وارث ہوتا تو اوسقدر اوسپر نفقہ بھی واجب ہوگا اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ الغرم بالغنم یعنی تاوان بعوض فائدہ کے ہے وانما اجبر کیا جاویگا قریب پر نفقہ رسانی مین یعنی اگر قریب نفقہ اپنے قریب محرم کو نہ دیگا تو قاضی زبردستی اوس سے دلاویگا بسبب ترک واجب کے کذا فی المنح وحاشیۃ الدرر ثم فرع علی اعتبار الارث بقولہ فنفقۃ من ای فقیر لہ اخوات متفرقات موسرات علیہن اخماسا پھر مصنف نے تفریع کی اعتبار ارث پر اپنے اس قول سے کہ نفقہ اوس فقیر کا جسکی چند قسم کی مالدار بہنین ہون بحساب پنجم حصون کے اونپر واجب ہے یعنی اگر اوسکی تین بہنین ہین ایک سگی اور دوسری سوتیلی اور تیسری مادری تو تین خمس نفقہ سگی بہن پر ہے اور ایک خمس سوتیلی پر اور ایک خمس مادری بہن پر اسواسطے کہ ان بہنون کے ارث بھی اسی حساب سے ہے یعنی اگر انکا بھائی مرتا تو اوسکے نصف مال کی سگی بہن وارث ہوتی اور ششم حصہ کی سوتیلی بہن وارث ہوتی بنا بر تکمیل ثلثین کے اور مادری بہن بھی ششم حصہ کی وارث ہوتی تو اصل مسئلہ چھہ سے ہے لیکن چونکہ ایک سہم زیادہ ہوتا تھا لہذا اوسکو پانچ حصون کیطرف پھیرا ولو اخوۃ متفرقین فنفقتہ سدسہا علی الاخ لام والباقی علی الشقیق لارثہ اور اگر اوس فقیر کے چند قسم کے بھائی مالدار ہون تو اوسکے نفقہ کا ششم حصہ مادری بھائی پر واجب ہے اور باقی سگے بھائی پر بانند ارث اس فقیر کے یعنی اگر فقیر بھائی مالدار ہوتا اور مر جاتا تو اوسکا مادری بھائی ششم حصہ اوسکے مال سے پاتا اور باقی مال کو سگا بھائی بسبب عصبہ ہونے کے لیتا اور سوتیلا بھائی محجوب ہوتا لہذا سوتیلے بھائی پر نفقہ بھی واجب نہین اور سگے اور مادری بھائی پر بقدر اونکے ارث کے نفقہ واجب ہوا وکذا لو کان معہن او معہم ابن معسر لانہ یجعل کالمیت لیصیروا ورثۃ اور اسیطرح حکم سابق بحال رہیگا اگر متفرق بہنون کے ساتھ یا متفرق بھائیون کے ساتھ فقیر کا مفلس بیٹا ہو اسواسطے کہ وہ بسبب افلاس کے میت کی مانند قرار دیا جاویگا تاکہ بہنین یا بھائی اوسکے وارث ٹھہرین اور بموجب ارث کے اونپر نفقہ اوسکا واجب ہو اور اگر اوسکو زندہ قرار دیجیے تو بھائی اور بہنین اوسکی ہوتے وارث نہ ہونگے پھر نفقہ اوس فقیر کا کسیپر واجب ہو ولو کان مکانہ بنت فنفقۃ الاخ علی الاشقاء فقط لارثہم معہا اور اگر بجای ولد کے بیٹی ہو فقیر کی تو اوسکا ایک نفقہ سگے بھائی یا سگی بہنون پر ہوگا فقط نہ کسی اور بھائی بہن پر اسواسطے کہ سگی بھائی بہن وارث ہوتے ہین میت کی بیٹی کے ساتھ اسواسطے کہ مادری بہن بیٹی کے سبب سے محجوب ہے اور سوتیلی بہن سگی بہن کی جہت سے محجوب ہے اسواسطے کہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جاتی ہے تو وراثت بیٹی اور سگی بہن مین نصفا نصف ہے لیکن چونکہ بیٹی بسبب افلاس کے کالمیت ہے لہذا تمام نفقہ سگی بہن پر واجب ہوگا اور اگر فقیر کی بیٹی اور بھائی متفرق ہون تو مادری بھائی بیٹی کی جہت سے محجوب ہے اور سوتیلا بھائی سگی بہن کے سبب سے ساقط ہے لہذا تمام نفقہ سگے بھائی پر واجب ہوگا وعند التعدد یعتبر المعسرون احیاء فیما یلزم الموسرین ثم یلحق ہو الکل کذی ام واخوات متفرقات والام والشقیقۃ موسرتان فالنفقۃ علیہما ارباعا اور جب چند اشخاص مالدار اور مفلس ہون تو مفلسون کو زندہ اعتبار کیا جاوے مالدارون کے لزوم مین یعنی مفلسونکا زندہ اعتبار کرنیکا یہہ فائدہ ہے کہ ظاہر ہو جاوے کہ ہر مالدار پر کسقدر نفقہ لازم ہے اسپر بعد وراثت قدر لازم سکے نفقہ اوسکا فقط مالدارون ہی پر لازم ہوگا تمام وکمال چنانچہ ایک فقیر عاجز کی ماں اور متفرق بہنین ہین اور ماں اور سگی بہن کو مقدور ہے اور سوتیلی اور مادری بہن دونو مفلس ہین تو نفقہ اوسکا ماں اور سگی بہن پر لازم ہوگا چار حصہ ہوکر چہارم ماں پر اور تین ربع سگی بہن پر تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ ایک مرد اور تین متفرق بہنین چھوڑکر مر گیا تو وارث اوسکی تین ہے کہ

یا باپ کا چوتھا حصہ اور سگی بہن کا آدھا اور سوتیلی بہن کا ششم حصہ اور مادری بہن کا بھی ششم حصہ تو تقسیم اسکی چھ سہم سے ہے ایک سہم ماں کا اور تین سہم سگی بہن کے اور ایک ایک سہم سوتیلی اور مادری بہن کا لیکن چونکہ سوتیلی اور مادری بہنین مفلس تھین انکو بعد دریافت کرنے سہم وارثین کے میت قرار دیا تو انکے دو سہم ساقط ہو گئے باقی رہے چار سہم لہذا یہہ حکم ہوا کہ ماں پر ربع نفقہ واجب ہوا اور سگی بہن پر تین ربع سو یہہ مطلب ہے شارح کے اس قول کا کہ بعد دریافت کرنے مقدار سہم کے کل نفقہ ان وارثوں پر لازم ہوگا والمعتبر فیہ ای فی الرحم المحرم اهلیة الارث لا حقیقتہ اذ لا یتحقق الا بعد الموت اور معتبر قرابت محرم مین ارث کی لیاقت ہونی ہے وارث ہونا پورا معلوم نہین ہونا کہ حقیقت ارث معتبر ہے اسواسطے کہ حقیقۃ ارث ثابت نہین ہوتی مگر بعد موت کے فنفقۃ من لہ خال و ابن عم علی الخال لانہ محرم سو نفقہ اوس فقیر عاجز کا جسکا ایک ماموں ہو اور چچا کا بیٹا ماموں پر ہوگا اسواسطے کہ وہ محرم ہے بخلاف چچا کے بیٹے کے کہ ہر چند وارث بالفعل فقیر کا وہی ہے نہ ماموں لیکن مدار وجوب نفقہ کا محرم ہونے پر ہے نہ محض وراثت پر ولو استویا فی المحرمیۃ کعم و خال یجب علی الوارث للحال ولو کان معسرا فیجعل کالمیت اور اگر دونوں محرمیت مین برابر ہون جیسے چچا اور ماموں تو نفقہ واجب ہوگی وارث فی الحال کو یعنی چچا کو تاوقتیکہ وارث فی الحال مفلس نہ ہو اور اگر وارث فی الحال مفلس ہوگا تو وہ میت کے شمار مین ہوگا تو اب نفقہ ماموں پر واجب ہوگا نہ مفلس چچا پر وفی القنیۃ یجبر المحرم الکسوب اذا کان الاقرب غائبا اور قنیہ مین ہے کہ محرم ابعد پر جبر کیا جاوے نفقہ دینے مین جب کہ محرم اقرب حاضر نہ ہو صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک فقیر کا سگا بھائی ہے اور دوسرا سوتیلا اور سگا بھائی کہین چلا گیا تو حاکم سوتیلے بھائی سے زبردستی نفقہ دلاویگا پھر جب سگا بھائی آوے تو جسقدر دیا ہے اوتنا اوس سے پھیر لے کذا فی حاشیۃ المدنی عن القنیۃ وفی السراج معسر لہ زوجۃ ولہا اخ موسر اجبر اخوها علی نفقتها ویرجع به علی الزوج اذا ایسر لتقدمه اور سراج مین ہے کہ ایک مفلس کے زوجہ ہے اور اوس زوجہ کا ایک بھائی ہے مالدار تو جبر کیا جاوے اوس سے اوسکی بہن کا نفقہ دلایا جاوے اور جب اوسکا زوج مقدور والا ہو تو اوس سے پھیر لے انتہی کلامه وفیہ النفقۃ انما هی صلۃ من رحمہ کامل ثم قال قال القهستانی قولہم وان العم فيه نظر لانه ليس بمحرم والكلام في ذي الرحم المحرم فافهم اور سراج مین یہہ بھی کہا ہے کہ وجوب نفقہ کا تو اوسی پر منحصر ہے جسکی قرابت کامل ہے یعنی قرابت با محرمیت اور اسیواسطے قہستانی نے شک کیا کہ فقہا کے اس قول مین کہ نفقہ ماموں پر ہے نہ چچا کے بیٹے پر یہہ اعتراض ہے اسواسطے کہ چچا کا بیٹا محرم نہین اور درمیان گفتگو ہے قریب محرم کی ترجیح مین سو اسکو سمجھ لے یعنی جب چچا کا بیٹا محرم نہوا تو اوسکو ماموں کے ساتھ ذکر کرنا مناسب نہین ولا نفقۃ مع الاختلاف دینا الا للزوجۃ والاصول والفروع علوا و سفلوا اور نفقہ واجب نہین ساتھ اختلاف دین کے مگر زوجہ اور اصول اور فروع کا البتہ باوجود اختلاف دینی کے بھی واجب ہے خواہ اصول عالی ہون جیسے باپ دادا پردادا یا سافل ہون فروع جیسے بیٹا پوتا پرپوتا یعنی کافر کا نفقہ مسلم پر واجب نہین اور نہ مسلم کا کافر پر اسواسطے کہ مدار وجوب نفقہ کا بموجب نص قرآنی کے وراثت پر ہے اور حالانکہ مسلم اور کافر مین وراثت نہین بخلاف زوجہ اور اصول اور فروع کے کہ زوجہ مین وجوب نفقہ کی علت احتباس ہے اور اصول اور فروع مین وجوب نفقہ کی علت جزئیت ہے اور حالانکہ احتباس اور جزئیت مین بسبب اختلاف دین کے اختلاف نہین ہوتا قہستانی وغیرہ نے کہا کہ جب اختلاف دین عدم وجوب نفقہ کی علت ٹھہری تو محرم سنی کا نفقہ شیعی الدار پر اور شیعی کا سنی الدار پر نہ لازم ہوگا البتہ اگر تفضیلیہ شیعہ ہو اور اگر یعنی شیعہ ہو یعنی اصحاب کبار علی الخصوص شیخین پر تبرا کرتا ہو تو وہ قرضی ہے اگر وہ سگا تبرائی ہے تو حاکم اسکو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی الذمیین لا الحربیین ولو مستامنین اون اصول اور فروع کا نفقہ واجب ہے جو کافر ذمی ہون نہ حربی اگر یہہ حربی مستامن ہون اور اصول اور فروع حربی ہون کا نفقہ اسواسطے واجب نہین کہ اونکے ساتھ احسان کرنا اہل اسلام کو جائز نہین لانقطاع الارث اختلاف دین مین نفقہ واجب نہین بسبب انقطاع ارث کے یہہ تعلیل ہے نفقہ اختلاف دینی کی تو اسکا اوپر ذکر کرنا وہین مناسب تھا یعنی یون کہنا تھا کہ لا نفقۃ مع الاختلاف دینا لانقطاع الارث کذا فی حاشیۃ الحلبی المدنی بیتیم الاب لانہ لہ ولایۃ التصرف لا الام ولا لبقیۃ اقاربہ ولا القاضی لیجعل ثمنہ عن نفقة ابنه الکبیر الغائب لا الحاضر باپ اپنے بالغ غائب ولد کا مال منقول بیچ دے نہ ولد حاضر کا اور ماں اور باقی اقارب اور قاضی مال نہ بیچین باجماع امام اور صاحبین کے باپ کو بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ اسکو ولایت ہے تصرف کی نہ غیر کو لا عقارہ فیبیع عقار صغیر و مجنون اتفاقا نہ بیچے اسکا عقار یعنی مال غیر منقول کو جیسے زمین اور باغ سو جب فقط عقار بالغ کا بیچنا نہ جائز ہوا تو معلوم ہوا کہ صغیر اور مجنون کے عقار کو بیچے بالاتفاق للنفقۃ

ولِزوجتہٖ وَلا طفالِہٖ کما فی النہر حتیٰ یقدر حاجتہٖ لا فوقہا اور غائب کے مال منقول کو باپ بیچے اپنے نفقہ کیواسطے اور ولد غائب کی زوجہ اور اوسکی اطفال کے نفقہ کیواسطے کذا فی البحر یعنی بقدر حاجت بیچے حاجت سے زیادہ ؓ شیخ محشی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ مرجع ضمیر کا باپ ہو یعنی لفظ نہیں یعنی باپ اپنے نفقہ اور اپنی زوجہ اور اپنی اطفال کے نفقہ کیواسطے اوسکے مال منقول کو بیچ لے اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا ہے کہ محتاج باپ کی زوجہ اور اوسکی اطفال کا نفقہ الدام ولد پر واجب ہے کذا فی حاشیۃ الدرّ ولا فی دین لہ علیہ سواہا لمخالفۃ دین النفقۃ لسائر الدیون ؂ اور نہ بیچے باپ اپنے ولد غائب کے مال کو اپنے دین میں جو اوسپر ہے سوا نفقہ کے بسبب مخالف ہونے دین نفقہ کے باقی دیون سے یعنی اور دیون میں بیچنا درست نہیں اسواسطے کہ یہ قضا علی الغائب ہے بخلاف دین نفقہ کے کہ وہ واجب ہو چکا ہے قبل قضا کے سو قاضی کا اب حکم دینا اسطرح ہے کہ اعانت ہے وجوب سابق کی نہ قضا علی الغائب کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر ضمن قبض ملتقی لا دیانۃ مودع الابن کمدیونہ لو انفق الودیعۃ علی ابویہ وزوجتہ واطفالہ بغیر امر المالک او قاضی انکان والا ضمان استحسانا تاوان دیگا قضاءً نہ دیانۃً امانت دار ولد کا چنانچہ اوسکا مدیون تاوان دیگا اگر ودیعت کو خرچ کریگا ولد غائب کے ماں باپ اور زوجہ اور اطفال پر بدون حکم مالک یا قاضی کے اگر قاضی وہاں ہو اور اگر قاضی وہاں نہوگا اور امانت دار غائب کی عیال پر امانت کو صرف کریگا تو اوسپر تاوان نہیں بدلیل استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اوسنے اہل استحقاق کو دیا تو وہ مصلح ٹھہرا نہ مفسد کا لامرحوم چنانچہ امانت دار کو پھیر لینا جائز نہیں بعد تاوان دینے کے اسواسطے کہ بعد تاوان دینے کے امانت دار مالک ہوا نفقہ مدفوعہ کا تو اب وہ محسن ٹھہرا اپنا مال مملوک دیکر کذا فی حاشیۃ الدرّ عن البحر ولا لو انحصر الارث فی المدفوع الیہ لانہ وصل الیہ عین حقہ اور اسیطرح پھیر لینا جائز نہیں امانت دار کو اگر منحصر ہو وراثت غائب کی اوسی شخص میں جسکو اوسنے نفقہ دیا اسواسطے کہ اوسکو بعینہ اوسکا حق پہنچ گیا مثلاً زید نے کچھ امانت رکھی خالد کے پاس پھر زید سفر کو گیا اور مر گیا اور خالد نے وہ امانت زید کے والدین وغیرہ کی اور عیال کو دیا سوا اوس ولد کے زید کا کوئی وارث نہیں تو اب خالد اوس امانت کو وارث سے نہیں پھیر سکتا ولابوان لو انفقا ما عندہما للغائب من مالہ علی نفسہما وھو من جنسہ ای جنس النفقۃ لا یضمنان لوجوب نفقۃ الولاد والزوجۃ قبل القضاء حتی لو کان من غیر جنسہ حتی لہ اخذہ وکذا فرضت فی مال الغائب بخلاف بقیۃ الاقارب اور ماں باپ اگر خرچ کریں غائب ولد کے اوس مال کو جو اونکے پاس ہے اپنے اوپر اور حالانکہ وہ مال از قسم نفقہ ہے یعنی اناج اور کپڑا ہے تو وہ تاوان نہ دینگے بسبب واجب ہونے نفقہ اصول اور فروع اور نفقہ زوجہ کے قبل حکم کرنے قاضی کے یہانتک کہ اگر باپ یا ولد صغیر یا زوجہ غائب کا مال کہیں پا جاویں اور وہ مال از جنس نفقہ بھی ہو تو اوسکو لینا اوسکا جائز ہے بلا حکم قاضی اور بدون رضای غائب کے ولہٰذا مال غائب میں اونکا نفقہ مقرر ہوتا ہے بخلاف باقی اقارب محارم کے کہ اونکو غائب کے مال سے لینا جائز نہیں بدون حکم قاضی یا بلا رضای غائب کے ولو قال الابن انفقتہ وانت موسر و کذبہ الاب حکم الحال یوم الخصومۃ فلو برھنا فبینۃ الابن خلاصہ اور اگر ولد غائب سفر سے آیا بعد نفقہ لینے باپ کے اور اوسنے باپ سے کہا کہ تو نے نفقہ لیا اور حالانکہ تو مقدور والا تھا اور باپ نے اوسکی تکذیب کی تو باپ کا حال حکم کریگا خصومت کے دن یعنی اگر زمانہ خصومت کے دن اوسکا باپ مقدور والا ہوگا تو قول ولد کا مقبول ہوگا اور اگر اوسدن وہ محتاج ہوگا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونو اپنے دعوے کے گواہ گذرانیں تو ولد کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الخلاصہ اسواسطے کہ گواہ اثبات کے مقدم ہیں نہ نفی کے قضی بنفقۃ غیر الزوجۃ زاد الزیلعی والصغیر ومضت مدۃ شھر فاکثر سقطت لحصول الاستغناء فیما مضی دار القضا سے حکم ہو گیا زوجہ کے سوا اور اقارب کے نفقہ کا اور گذر گیا ایک مہینہ یا زیادہ مدت بلا نفقہ تو گذشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہو گیا بسبب حاصل ہونے استغنا کے زمان گذشتہ میں یعنی اقارب کا نفقہ واجب ہے بواسطہ دفع حاجت کے سو جب مدت گذر گئی تو حاجت بھی نہ رہی اور زیلعی نے زوجہ کے ساتھ صغیر کو بھی زیادہ کیا ہے ؓ زیلعی نے حاوی سے نقل کیا کہ نفقہ صغیر کا دین ہوتا ہے قاضی کے حکم سے نہ غیر صغیر کا انتہے اور صاحب بحر اور نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ غفلت ہے ان علما کی کہ مقید کو مطلق بیان کرتے ہیں اسواسطے کہ ذخیرہ میں حاوی سے تصریح ثابت ہے کہ قضای قاضی سے نفقہ ولد صغیر کا اوس شرط سے دین ہوتا ہے جب قاضی صغیر کی ماکو نفقہ کیواسطے قرض لینے کا حکم کرے اور بدون اس شرط کے محض حکم قاضی سے نفقہ صغیر کا ہرگز دین نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ الدرّ ملخصاً والّا اما دون الشہر فتبقی نفقتہ

الی الزوجۃ والصغیر تصیر دینا بالقضاء اور مہینے سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا نفقہ دین ہوجاتا ہو قاضی کے حکم سے ہم مہینوں کی مدت مل
ٹھہری اور اوس سے کم مدت قصیر ہوئی اسواسطے کہ قاضی جو مہینے میں نفقہ کا حکم دیتا ہی تو باعتبار عادت نفقات کے طول اور قصر مذکور ہوا اب آگے کہتے ہیں نفقہ صغیر کی قول ابن
مین مذکور ہو چکی اور وہی حق ہے واللہ اعلم الا ان یستدین غیر الزوجۃ بامر قاضٍ فلو لم یستدن بالفعل فلا رجوع نفقہ اقارب کی مدت گذرنے
سے ساقط ہی مگر یہ کہ زوجہ کے سوا کوئی محرم قرض لے بحکم قاضی تو دین ہو جاویگا سو اگر بعد حکم قاضی کے محرم نے قرض بالفعل نہ لیا مثلا غیر کے صدقات سے
اپنی گذران کی تو اوسکو رجوع کرنیکا اختیار نہو گا بسبب عدم حاجت اور حصول کفایت کے بل فی الذخیرۃ لو اکل اطفالہ من مسألۃ الناس فلا رجوع
لام بلکہ ذخیرہ میں ہو کہ اگر غائب کی اطفال نے لوگون سے سوال کر کے کھایا بعد حکم مستدانت کے تو ماں کو اونکے باپ سے لینا نفقہ کا اونکو باپ سے جائز نہیں اسواسطے
کہ حاجت دفع ہو گئی ولو اعطوا شیئا واستدانت شیئا او انفقتہ من مالہا رجعت بما ادانت خاصۃ اور اگر اطفال کو کچھ نفقہ بطریق
سوال ملا اور کچھ نفقہ اوسکی ماں نے قرض لیا بحکم قاضی یا اپنے مال سے اونپر خرچ کیا تو اوسکو باپ سے پھیر لے جسقدر زیادہ ہو نفقہ سوال سے کذا فی الخانیۃ وتنقیح
وعزاہ فی البحر للمبسوط لکن نظر فیہ فی النہر بانہ لا اثر لانفاقہ مما استدانہ حتی لو استدان وانفق من غیرہ رجع بما استدانہ لم
یسقط ایضا انتہی نفقہ محارم کا اوسوقت دین ہوتا ہی جب قاضی قرض لینے کا حکم کرے اور محرم اوس مال قرض سے صرف کرے بحر الرائق میں اس شرط
انفاق کو مبسوط کیطرف نسبت کیا ہی لیکن نہر الفائق میں اس شرط میں گفتگو کی ہی کہ مال قرض میں سے صرف کرنیکا کچھ اثر نہیں یہانتک کہ اگر محرم قرض لے اور
غیر قرض سے صرف کرے اور اوسکو قرض سے ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط ہو گا انتہی کلامہ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ غیر قرض دو حال سے خالی نہیں کہ وہ محرم کا
مال ہے یا کسی اجنبی کا اگر وہ اوسیکا مملوک ہی تو نفقہ ساقط ہوا بسبب دفع حاجت کے اور اگر غیر کا مال ہی تو اسی کا نام قرض ہی تو قرض سے صرف کرنا اوسپر
صادق آیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض صاحب نہر کا محض بیجا ہی کذا فی حاشیۃ الدر فلو مات الاب من علیہ النفقۃ بعدہا ای الاستدانۃ المذکورۃ
فہی ای النفقۃ دین تاخذ من ترکتہ فی الصحیح خیر رم نقل عن البدایۃ تصحیح ما یخالفہ ونقل المصنف عن الخلاصۃ قالا ولو لم ترجع
حتی مات لم تاخذہا من ترکتہ ہو الصحیح انتہی ملخصا فلیتامل سو اگر باپ مر جاوے وہ شخص مرد جسپر نفقہ دینا واجب ہی بعد استدانت مذکورہ کے
تو وہ نفقہ دین ثابت ہو گا میت کے مال میں بقول صحیح کذا فی البحر عن الذخیرہ پھر صاحب بحر نے اوسکے مخالف بدایہ سے تصحیح نقل کی یعنی نفقہ مذکورہ مال میت سے نہ
لیا جاویگا بقول صحیح اور مصنف نے منح الغفار میں خلاصہ سے نقل کیا یون بیان کر کے کہ اگر ماں نے صغیر کا نفقہ بحکم قاضی قرض لیا اور اوسکو اوسکے باپ سے پھیر لیا
نہیا تھا کہ اوسکا باپ مر گیا تو باپ کے مال متروک سے نہ لے سکی گی یہی قول صحیح ہی انتہی قول المصنف ملخصا تو اس مقام میں تامل کرنا چاہیے علم علی نے کہا کہ
یہہ امر تامل کرنیکا مفتی کیواسطے ہے یعنی جب دو قول میں تصحیح مختلف ہوئی تو مفتی غور اور تامل کرے جسمین آسانی خلق ہو اوس قول کو اختیار کرے چنانچہ
شارح نے خطبہ کتاب میں اس قاعدہ کیطرف اشارہ کیا ہی وفی البدائع المستثنی من نفقۃ القریب نفقۃ الصغیر ولا یحبس لقرابۃ انما یقضی الاب بنفقتہ
مالم یمض شہر فیکون فی الاحتباس بما دون الشہر لعدم سقوطہا بما دونہ کما مر اور بدائع میں ہی کہ جو شخص اپنے قریب محرم کو نفقہ نہ دیو تو اوسپر قید لگیگی
اور قید نہو گا بسبب ساقط ہو جانے نفقہ کے مدت گذر جانیسے تو اسکا تدارک اوسی سے ہی اور بحر الرائق میں بنا بر روایت کے عدم حبس کو مقید کیا ہی بقید
ما دون الشہر اسواسطے کہ مہینے سے کمتر مدت کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا چنانچہ اسکا بیان عنقریب ہو چکا علم عدم حبس سے یہہ مراد نہیں کہ حبس اوسکا مطلقا جائز
نہیں بلکہ مراد یہہ ہی کہ مجرد حبس بلا ضرب کافی نہیں اسواسطے کہ فصل حبس میں اشباہ سے منقول ہو گا کہ محبوس کو مارنا جائز ہی اگر وہ اپنے قریب کو نفقہ نہ دیتا ہو
کذا فی حاشیۃ الدر ولا تصح امر الام بالاستدانۃ لترجع علیہ بعد بلوغہ اور قاضی کا حکم صغیر کیواسطے قرض لینے کا صحیح نہیں تاکہ ماں قرض لیکر اوسکو
کھلاوے اور بعد بالغ ہونے صغیر کے اوس سے پھیر لے یعنی قاضی کو استدانت کا حکم دینا جائز نہیں مگر دو صورت میں ایک یہہ کہ صغیر کا مال ہو مگر اوس شہر میں
نہو دوسری صورت یہہ ہی کہ پسر صغیر کا نفقہ واجب جبکہ وہ زندہ ہو کذا فی منح الغفار وتجب النفقۃ بانواعہا للمملوکۃ منفعتہا لا لمن ملکہ رقبتہ
کالموصی بخدمتہ اور واجب ہی تینون قسم کا نفقہ اپنی مملوک کا اگرچہ اوسکی ذات کا مالک نہو فقط منفعت کا مالک ہو چنانچہ کسی نے اپنے غلام کو دوسرے کی خدمت

واسطے دیا ہو تو خدمت لینے والے پر اوسکا کھانا کپڑا واجب ہے ؎ مولی پر غلام کا کھانا اور کپڑا بمقدار حاجت بطور غالب عادت اوس شہر کے واجب ہے یعنی اوس شہر کی اکثر
علوں جیسا کچھہ کھاتے اور پہنتے ہوں ویسا ہی نفقہ دینا مالک پر واجب ہے اور تھوڑا کپڑا بقدر ستر عورت کے دینا اور اسی پر کفایت کرنا جائز نہیں اور اگر مالک عمدہ کھانا کھاتا
ہو اور نفیس پوشاک پہنتا ہو تو اوسپر واجب نہیں کہ غلام کو بھی ویسا ہی کھلاوے اور پہناوے بلکہ یہہ مستحب ہے اور اگر مالک بخیل یا زاہد یا ریاضت کے اپنے طعام اور
لباس میں بہ نسبت رواج شہر کے تنگی کرتا ہو تو غلام کیلئے غالب عادت شہر کی رعایت رکھنا چاہیئے بنابر قول اصح کے اور اگر مالک کے چند غلام ہوں تو اونکو کھانے کپڑے
مین برابر رکھنا مستحب ہے اور اگر غلام یا لونڈی کھانا پکاکر لاوے تو آداب اور ایمان کا مقتضا یہہ ہے کہ اوسکو ساتھہ کھلاوے پہر اگر وہ بنا بر ادب کے نہ بیٹھے اور ساتھہ نہ کہاوے
تو مالک کو لائق ہے کہ اوس طعام سے اوسکو بھی کچھہ کھانا دیوے اور لباس پہنانا غلام کا افضل ہے کہ دلیل ہے تواضع اور مکارم اخلاق کی کذا فی السراج الوہاج
اور جو لونڈی کہ مالک کے تصرف مین ہو تو اوسکی اہتمام چاہیئے کھانے اور کپڑے مین بنابر عرف کے کذا فی العالمگیریۃ عن غایۃ السروجی اور صحیحین میں ابوذر غفاری
سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام تمہارے بہائی ہین جیسے بنی آدم ہین حق تعالی نے اونکو تمہارا زیر دست کیا ہے سو جسکے پاس
اوسکا بہائی زیر دست ہو تو اوسکو کھلاوے جیسے آپ کھاتا ہے اور پہناوے جیسے آپ پہنتا ہے اور نہ لیوے تکلیف کا کام جو اونپر شاق اور سخت ہو اور اگر سخت
کام لو تو آپ بھی اونکے مددگار ہو یعنی کام مین شریک ہو اس حدیث کا یہہ مطلب نہین کہ غلام کا کھلانا اور پہنانا اپنی برابر واجب ہے بلکہ مستحب ہے اسواسطے کہ مسلم نے
ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ للمملوک طعامہ وکسوتہ یعنی غلام کا کھانا کپڑا واجب ہے اسمین کچھہ نہین فرمایا کہ مالک پر
اپنا سا طعام اور لباس لازم ہے بلکہ حدیث صحیحین کا یہہ مطلب ہے کہ اپنے ماکول اور ملبوس کی جنس سے اونکو بھی دو مثلا اگر مالک سوت کا کپڑا پہنتا ہو تو غلام کو بھی سوتی
پہناوے اگرچہ خود ململ اور تنزیب پہنے اور غلام کو گاڑہا یا گزی پہناوے اور صحابہ کبار سے ہرگز منقول نہین ہے کہ غلامون کو اپنا سا پہناتے ہوں مگر بعضے اصحاب استحباب
باستحباب برابر رکہتے تھے کذا فی فتح القدیر وحاشیۃ المدنی و فی القنیۃ نفقۃ المبیع علی البائع مادام فی یدہ ہو الصحیح واستشکلہ فی البحر بانہ لا ملک
للبائع رقبۃ ولا منفعۃ فلینبغی ان تلزم المشتری اور قنیہ مین ہے کہ نفقہ غلام یا حیوان مبیع کا بائع پر ہے جب تک کہ وہ اوسکے قبضہ مین ہو اور یہی
قول صحیح ہے اور مشکل جانا ہے اس قول کو بحر الرائق مین اس دلیل سے کہ مبیع پر بائع کی کچھہ ملکیت نہین نہ باعتبار ذات کے نہ باعتبار منفعت لینے کے تو لائق یہہ ہے
کہ مشتری پر نفقہ لازم ہو نہ بائع پر بعضے علما نے اس اشکال کا یون جواب دیا ہے کہ جب تک مبیع بائع کے پاس ہے تو اوسکی ضمان مین ہے تو اوسپر نفقہ بھی واجب ہے
جیسے مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے حالانکہ غاصب اوسکا مالک نہین نہ ذات کا نہ منفعت کا کذا فی حاشیۃ المدنی فان امتنع ففی کسبہ ان قدر
بان کان صحیحا ولو غیر عارف بصناعۃ فیوجر نفسہ کمعین البناء الخ پہر اگر مولی غلام کو نفقہ نہ دے تو بعد اسکا نفقہ اوسکی کمائی مین ہے اگر وہ
قادر ہو اسطرح پر کہ تندرست ہو اگرچہ کوئی صنعت اور پیشہ نجانتا ہو تو مزدوری کرے جیسے کہ مددگار یعنی معمار کو اینٹ گارہ دینا پس تندرست ہو سکتا ہے جاہل
ہو یا احمق والا لکونہ زمنا او جاریۃ لا یوجر مثلها امر القاضی ببیعہ وقالا یبیعہ القاضی وبہ یفتی اور اگر غلام مزدوری نکرسکتا ہو
چنانچہ لولا ہو یا ایسی لونڈی ہو کہ مزدوری کرسکتی ہو یعنی خوبصورت ہو کہ اوسکی مزدوری مین فساد کا احتمال ہو تو قاضی اوسکے مالک پر جبر حکم کریگا اوسکو
بیچڈالنے کا اور صاحبین نے کہا کہ قاضی خود اوسکو بیچڈالے مالک سے کہنے کی کچھہ حاجت نہین اور اسی پر فتوی ہے ان کان قابلا لہ والا کمدبر وام ولد الزم
بالانفاق لا غیر غلام مذکور کو بیچے اگر وہ محل ہو مبیع کا یعنی اگر اوسکا بیچنا جائز ہو اور اگر اوسکا بیچنا ناجائز ہو جیسے مدبر اور ام ولد تو اوسکے مالک پر اوسکا
نفقہ قاضی لازم کردیگا بحکومت اوسکی ہوا اور کچہہ نکرے حینئذ لا ینفق علیہ مولاہ اکل واخذ من مال مولاہ قدر کفایتہ بلا رضاہ ان عاجزا
عن الکسب جاز ادلم یاذن لہ فیہ ایک غلام ہو کہ اوسکا مالک اوسکو نفقہ نہین دیتا سو اوسنے کہا لیا یا لیا اپنے مولی کے مال سے اپنی بقدر حاجت کے بدون
اوسکی رضامندی کے تو اگر غلام عاجز ہو کمائی سے یا اوسکو کسب پر لیکن اوسکا مالک کسب کی اجازت نہ دیتا ہو تو اوسکو کہانا اور لینا جائز ہے والا لا کما
لو دفع علیہ مولاہ لا یاکل منہ بل یکتسب ان قدر صحیح ہے اور اگر غلام کسب پر قادر ہوا اور مالک کسب سے رد کرتا ہو تو بدون رضامندی مولا کے
غلام کو اوسکا مال کہانا اور لینا جائز نہین چنانچہ اگر غلام پر تنگی کرتا ہو مولی یعنی بقدر حاجت کہانا کپڑا نہ دیتا ہو تو اوسکا مال بدون اوسکی رضامندی

سکے نہ ہو تو کسیکا کچھ گری اور اسکو طاقت ہو کذا فی المجتبے وفیہ تنازعا فی عبد او دابة فی ید یہ ملکیجبر الی علی نفقتہ اور مجتبی میں ہے کہ دو شخص نے جھگڑا
کیا غلام یا جانور میں جو ان دونو کے قبضہ میں ہو تو ہر ایک پر جبر کیا جاویگا اوسکے نفقہ میں یعنی دونو سے زبردستی اوسکا قوت دلایا جاویگا تا فیصلہ ایکا ہو جاوے اور نفقة
العبد المغصوب علی الغاصب الی ان یردہ الی مالکہ غلام مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہو یہانتک کہ اوسکو مالک کے پاس لوٹا دیوے فان طلب الغاصب
من القاضی الامر بالنفقة او البیع لا یجیبہ لانہ مضمون علیہ ولکن ان خاف القاضی علی العبد الضیاع باعہ القاضی لا الغاصب
وامسک القاضی ثمنہ لمالکہ پھر اگر طلب کرے غاصب قاضی سے اجازت نفقہ کی یعنی قرض لیکر نفقہ دیا جاوے اور غلام کی قیمت میں قرض بھرا جاوے یا بیع کی اجازت
مانگی تو قاضی اسکو نہ قبول کرے اسواسطے کہ غاصب پر تاوان ہر صورت ثابت ہے خواہ غلام زندہ رہے یا مرے لیکن اگر قاضی ڈرے غلام کی ہلاکی پر بسبب فاقہ کشی کے تو اسکو
قاضی بیچ ڈالے نہ غاصب اور اوسکی قیمت کو قاضی روک رکھے مالک کے واسطے کہ جب آوے تب اوسکو دیدے طلب المودع او الآخذ الا بق او احد شریکی
عبد غاب احدھما من القاضی الامر بالنفقة علی عبد الودیعة ونحوھا لا یجیبہ لئلا تاکلہ النفقة بل یؤجرہ وینفق منہ او یبیعہ ویحفظ
ثمنہ لمولاہ دفعا للضرر طلب کیا امانت والے نے یا بھاگے غلام کے پکڑ لانے والے نے یا غلام کے ایک مالک نے دوسرے مالک کی غیبت میں طلب کیا قاضی سے قرض لیکر حکم
امانت کے غلام کے نفقہ کے واسطے اور مانند اسکی یعنی غلام گریختہ یا مشترک کی نفقہ کے واسطے تو قاضی اسکو نہ قبول کرے یعنی اجازت قرض کی ان غلاموں کے نفقات کے
واسطے نہ دے تاکہ نفقہ اوسکو کہا جاوے یعنی کثرت قرض سے غلام کی قیمت نہ اوسمین بھرا ہو جاوے بلکہ قاضی اوس غلام کو اجارہ دیوے اور اوسکی مزدوری سے اوسکو کھلاوے یا
اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت کو اوسکے مولے کے واسطے رکھ چھوڑے تاکہ ضرر نہو اجارہ غلام گریختہ کا میرے نزدیک یہ صاحب نہر کی ہے روایت مذہب کی تو شامی پر
اسکا انکار کرنا ضرور ہے کذا فی حاشیة المدنی والنفقة علی الآجر والراھن والمستعیر وما کسوتہ فعلی المعیر وتسقط بعتقہ ولو تمنًا وتلزم بیت المال
خلاصہ اور نفقہ غلام کا اجارہ دینے والے پر ہے نہ مستاجر پر اور گرو کرنیوالے پر ہے نہ مرتہن پر اور عاریت لینے والے پر ہے نہ عاریت دینے والے پر اور لباس تو عاریت دیوالے
پر واجب ہے اور ساقط ہوتا ہے نفقہ غلام کا اوسکو آزاد کر دینے سے اگرچہ غلام لولا ہو اور لیسے عاجز کا نفقہ مسلمین کے بیت المال میں لازم ہو کذا فی الخلاصہ اور اسیطرح شیخ کبیر
اور مرد بیمار کا نفقہ بیت المال میں ہے اگر اوسکے پاس مال نہو اور کوئی قرابت وار نہو کذا فی العالمگیریة من المتفرقات دابة مشترکة بین اثنین امتنع احدھما
لا نفاق اجبرہ القاضی لئلا یتضرر شریکہ جو جانور چارپایہ مشترک ہو دو آدمیوں میں ایک مالک اوسپر خرچ نہیں کرتا تو قاضی اوسپر زبردستی کرے
اور خرچ اوسپر کی بھی صرف کراوے تاکہ اوسکو شریک پر ضرر نہو کذا فی الجوھرہ وفیہا دلیر نص اما بالبیع واما بالانفاق علی البھائم دیانة لا قضاء علی ظاہر
المذھب للنھی عن تعذیب الحیوان واضاعة المال اور بہر مرد پر فرض ہے کہ جانوروں کے مالک کو حکم دیا جاوے کہ یا اوسکو بیچڈالے یا اپنے چارپایوں کو چارہ دانہ
دے یہ امر دیانة لیا جاوے یعنی اگر کوئی نفوسی پوچھے تو فتوے دے بطریق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نہ قضاءً یعنی بحکومت جبر نکیجاوے ظاہر مذہب کے بنا پر یہی
کہا کہ عدم جبر اصح ہے انفاق کا امر اسواسطے کرتے کہ حدیث میں نہی وارد ہے جانور کی تکلیف دہانی سے اور مال کے ضائع کرنے سے اور حیوان کے نفقہ نہ دینے میں دونوں
مفہوم کا مجتمع ہیں تعذیب بھی اور اضاعت بھی وعن الثانی یجبر وصححہ الطحاوی والکمال وبہ قالت الائمة الثلثة اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ مالک
پر جبر کیا جاوے انفاق پر اور اسی قول کو تصحیح کی ہے طحاوی اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہ اگر یہ بیان کرے کہ نہیں لیکن مالک کے ترک واجب میں تامل
نہیں تو قاضی ترک واجب ہی پر جبر کرے اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا یعنی مالک اور شافعی اور احمد کا اور یہی حق ہے کذا فی فتح القدیر ولا یجبر فی غیر
الحیوان وان کرہ تضییع المال الا لشریک لہ فی الشئی کما مر اور جبر کیا جاوے سوا چارپایہ کے اور مال پر بسبب کرنیکا چنانچہ گھر اور زمین اور باغ کی مرمت میں اگرچہ
مکروہ ہے مال کا ضائع کرنا جبتک کہ اوسکا دوسرا شریک نہو اور اگر اوسکا دوسرا شریک ہوگا تو بنظر ضرر شریک کے غیر حیوان میں بھی جبر ہوگا چنانچہ مضرت شریک کا
مسئلہ مذکور ہو چکا قلت وفی الجوھرة فان کان العبد مشترکا فانفق احدھما انفق الشاف رجع علیہ ونقل المصنف تبعا للبحر عن الخلاصة
انفق الشریک علی العبد فی غیبة شریکہ بلا امر الشریک او القاضی فھو متطوع وکذا النخل والزرع والودیعة واللقطة والدار المشترکة
اور مسئلہ مشترکہ کہتا ہوں اور جوہرہ میں ہے کہ اگر غلام مشترک ہو دو شخص میں اور ایک شریک اوسکو نفقہ دیتا ہو تو دوسرا شریک اوسکو نفقہ دیوے اور اپنی غرض کے

سے بقدر اوسکے حصے کے پھیر لے برابر ہو کہ اوسکو قاضی نے صرف کرنیکا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور مصنف نے منح الغفار مین تابع بحر الرائق ہو کے خلاصہ سے نقل کیا ہو کہ ایک شریک نے عبد مشترک پر صرف کیا دوسرے شریک کی غیبت مین بلا اجازت شریک اور بدون حکم قاضی کے تو اوسنے احسان کیا یعنی شریک غائب بقدر اوسکے حصے کے پھیر نہین سکتا اور یہی حکم ہو نخلستان اور کھیت اور ودیعت اور لقطہ اور مشترک گھر کا جب کہ وہ مرمت طلب ہو تو ان چیزون مین صرف کرنیوالا بدون حکم قاضی کے اپنی مصارف کو اوس مالک یا شریک سے پھیر نہین سکتا ام حلبی نے کہا کہ جوہرہ اور خلاصہ کی روایت مین یہہ فرق ہو کہ جوہرہ کی روایت مین شریک وہان حاضر ہو اور غلام مشترک پر صرف نہین کرتا ہے بسبب رارت اور سرکشی کے لہذا اوس سے پھیر لینا صرف کا درست ہو بخلاف خلاصہ کی روایت کے کہ وہان شریک حاضر نہین غائب ہو لہذا اوسکی سرکشی ثابت نہین تو پھیر لینا بھی لازم نہین تو معلوم ہوا کہ دونون روایتون مین تناقض نہین واللہ اعلم جوہرہ مین ہو کہ اگر جانور کو چارہ کم ملتا ہو تو اوسکا دودھ تمام نچوڑ کر دوہنا مکروہ ہے اور اگر دودھ کی کثرت ہو نہ دوہنا بھی مکروہ ہو کہ تکلیف کا سبب ہے اور اگر جانور کا بچہ ہو تو جو اوسکی پینے سے زیادہ بچے تو اوسکو دوہے جبتک کہ بچہ چارہ نکھانا لگے اور مستحب ہے کہ دوہنیوالا ناخن پڑھے ہوئے نرکھے تاکہ جانور کو تکلیف نہو اور اگر سواری اور لادنیکا جانور ہو تو طاقت سے زیادہ اوسپر بوجھ نلادے اور زیادہ منزل نکرے کذا فی العالمگیریہ

کتاب العتق

یہہ کتاب ہے آزادی کے احکام مین کتاب الطلاق کے بعد کتاب العتق کو اسواسطے مذکور کیا کہ دونو مشترک ہین رفع قید مین یعنی طلاق عبارت ہو رفع قید نکاح سے اور عتق عبارت ہو رفع قید مملوکیت سے اہل تاریخ نے ذکر کیا ہو کہ سید الابرار رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ترسٹھ ۶۳ غلام آزاد کئے اور حجۃ الوداع مین ترسٹھ ۶۳ اونٹ دست مبارک سے نحر کئے اور ترسٹھ ۶۳ ہی برس اس عالم مین رہے اور صدیق اکبر نے اتنا ہی جیے اور اتنے ہی غلام آزاد کئے اور عبد الرحمن بن عوف نے تیس ۳۰ ہزار غلام آزاد کئے کذا فی حاشیۃ الہدی مشیدت الاسقاطات باسماء اختصارا فاسقاط الحق عن القصاص عفو وعما فی الذمۃ ابراء وعن البضع طلاق وعن الرق عتق حقوق کے اسقاط شرع مین جداجدا اسما ممتاز وجدا جدا کئی گئی ہین بنابر اختصار کے تاکہ بولنے مین زیادتی کلمات کی حاجت نہ پڑے تو حق قصاص کے اسقاط کا نام عفو ہو اور اسقاط دین کا نام ابرا ہو اور اسقاط حق وطی کا نام طلاق ہو اور اسقاط ملک رقبہ کا نام عتق ہو مناسب یون تہا کہ شارح یون کہتا کہ عن الرق اعتاق اسواسطے کہ عتق لازم ہے اور اعتاق متعدی تو عتق سقوط حق ملک ہو اور اعتاق اسقاط حق سے وعنون بہ لا بالاعتاق لیعم نحو الاستیلاد وملک قریب اور مصنف نے اس کتاب کا عنوان بلفظ عتق کیا نہ بلفظ اعتاق یعنی کتاب العتق کہا نہ کتاب الاعتاق تاکہ لفظ عتق کا مانند احکام استیلاد اور ملک قریب کو بھی شامل رہے اسواسطے کہ استیلاد اور ملک قریب عتق ہو نہ اعتاق کیونکہ اعتاق عبارت ہو ایقاع عتق سے اور استیلاد اور ملک قریب مین وقوع عتق ہو نہ ایقاع عتق اور یہہ تفسیر شارح کی مخالف ہو قول سابق کے کہ وہان اسقاط ملک مولی کو عتق بولا ہو اور اسقاط مولی کا فعل ہو اور اوسیکا نام اعتاق ہو اور کنز اور ملتقی الابحر مین کتاب الاعتاق کر تعبیر کیا ہو نظر بغالب احکام ہو لغۃ الخروج عن المملوکیۃ من باب ضرب مصدرہ عتق وعتاق عتق لغت عرب مین مملوکیت سے نکلنے کو کہتے ہین کذا فی المغرب عتق بالکسر اور عتاق بالفتح اور اسیطرح عتاقہ باب ضرب یضرب کے مصادر ہین ہر چند لغت عرب مین عتق بمعنی کرم اور جمال اور سبقت اور قدم اور قوت کے بھی آیا ہو لیکن چونکہ معنی لغوی اور شرعی مین مناسبت ضرور ہو لہذا شارح نے یہان فقط حریت یعنی خروج عن المملوکیت کو اختیار کیا کہ معنی شرعی سے اسکو نہایت مناسبت ہو بلکہ درحقیقت اتحاد ہو بخلاف اور معانی کے کہ اونمین ایسی مناسبت صریح نہین اور جب کہ غلام آزاد ہوا تو اوسکو عتیق اور معتق اور محرر کہتے ہین وشرعا عبارۃ عن اسقاط المولی حقہ عن مملوکہ بوجہ مخصوص یصیر المملوک بہ ای بالاسقاط من الاحرار اور اصطلاح شرع مین عتق عبارت ہو اسقاط حق مالکیت سے یعنی مولی اپنے حق کو اپنی مملوک سے اپنی مخصوص طریق سے ساقط کردے کہ اوسکا مملوک اوس اسقاط کے سبب احرار مین داخل ہو یعنی آزاد ہو جاوے غلام نہ باقی رہے تو تدبیر قبل موت مولی کے اور کتابت قبل ادا بدل کتابت کے عتق کی تعریف سے نکل گئی کہ آدمی کے حقوق مثل بیع کرنا اور ہبہ کرنا اور مدبر کرنا اور مملوکہ کی وطی اور غیر سے نکاح کردینا اور خدمت لینا عتق سے بسبب ساقط ہو جاتے ہین اور وجہ مخصوص سے مراد صریح لفظ عتق کا کہنا یا کنایۃ بہ نیت عتق مملوک کو اپنا قریب بتانا یا حریت کا اقرار کرنا یعنی اگر غیر کو غلام کو کوئی آزاد کہے پھر اوسکا مالک ہو تو وہ آزاد ہو گا چنانچہ مزید تصریح ان وجوہ کی مسائل سے معلوم ہوگی ورکنہ اللفظ الدال علیہ او ما یقوم مقامہ کملک قریب و دخول حربی اشتری مسلما دار الحرب اور رکن عتق کا

دار الحرب میں ہو تو آزادی بہ سبب عتق کے ہوگی یا وہ قبل ہو قائم مقام ہو اور اسکی قیمت قریبکا اکثر ہو اور وہ قبل جو حربی کا دار الاسلام میں بامان ہو غلام مسلمان کو خرید
کر کے دار الحرب میں لیجا تو بمجرد داخل ہونے دار الحرب کے غلام مسلمان آزاد ہو جاویگا بدون آزاد کرنے کے نزدیک امام کے اور اسیطرح اگر حربی غلام مسلمان ہو کر
دار الاسلام میں آ جاویگا تو آزاد ہو جاویگا اور اگر حربی قوم دار الحرب میں مسلمان ہوگا تو باتفاق امام و صاحبین کے آزاد نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الکنج و صفقۃ
و لہٰذا یکفر و مباح بلا نیۃ لانہ لیس بعبادۃ حتی یصح من الکافر و مندوب لوجہ اللہ تعالی للحدیث عتق الاعضاء اور معنی متن کا یہ ہے
الی ہو جیسے او مباح اور مستحب اور مکروہ اور حرام عتق واجب تو وہ ہے جو کفارہ قتل اور ظہار اور افطار اور قسم میں آزاد کریں اور عتق مباح وہ جو بلا نیت ہو عتق
میں نیت شرط نہیں اسواسطے کہ وہ عبادت نہیں ہے یہاں تک کہ کافر کا آزاد کرنا بھی صحیح ہے اور حالانکہ کافر کوئی عبادت کر نہیں ان اگر مسلمان واسطے رضا حق تعالی کے
کے آزاد کریگا تو اسوقت عتق البتہ عبادت ہو جاویگا اور عتق مستحب یہی ہے جو حق تعالی کی خوشنودی کیواسطے ہو بموجب اس حدیث کے جسمیں عتق اعضا کا ذکر ہے
امام مسلم نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے کہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کو آزاد کریگا تو حق تعالی اسکے ہر عضو کے عوض میں آزاد کریگا اوسکے
عضو کو دوزخ سے تو اوس کو کہا کذا فی حاشیۃ المدنی وھل یحصل ذلک بتدبیر و شراء القریب الظاھر نعم اور کیا یہ ثواب یعنے عتق اعضا مدبر کرنے میں اور اپنے
قریبکے مول لینے میں حاصل ہوگا انہیں ظاہر جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں بھی ایسا ہی ثواب متوقع ہے اسواسطے کہ مدبر کرنا بھی عبادت ہے اعتاق سے اگرچہ بعد موت مالک
کے ہو اور شراء قریب میں دوہرا ثواب ہے ایک اعتاق کا اور دوسرا صلہ رحمی کا ومکروہ کالعتق لفلان اور عتق مکروہ وہ ہے جو کسی آدمی کی خاطر سے ہو کر وہ ہم سے
ہو کہ ایسا مرہ کام بے فائدہ ہو گیا اور بحر الرائق میں بروایت محیط اسکو مباح میں شمار کیا ہے تو ظاہرا کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی
و حرام و کفر للشیطان اور عتق حرام وہ ہے جو شیطان کیواسطے ہو بلکہ یہ تو کفر ہے یعنی اگر عتق سے تعظیم شیطان مقصود نہو تو حرام ہے ورنہ اگر تعظیم منظور
ہو تو صاف کفر ہے بہر صورت شیطانی کام ہے اور اسیطرح بت کے واسطے آزاد کرنا اور اگر ظن غالب ہو کہ غلام دار الحرب میں چلا جاویگا یا مرتد ہو جائیگا یا چوری
یا قطع الطریق کریگا تو اوسکا بھی آزاد کرنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و یصح من حر مکلف ولو سکران او مکرھا او مخطئا او مریضا او لا یعلم
بانہ مملوکہ کقول الغاصب للمالک او البائع للمشتری اعتق عبدی ھذا و اشار الی المبیع عتق صحیح ہے آزاد مکلف سے یعنی عاقل بالغ
اگرچہ وہ مست ہو یا زبردستی کسی نے آزاد کروایا ہو اوس سے یا کہ بھول چوک گیا ہو اسیطرح پر کہ مثلا اوسکے غلام کا نام سالم تھا سو اوسنے چاہا کہ یوں پکارے کہ یا
سالم سو اوسکے منہ سے نکل گیا یا حر یعنی اے آزاد یا اگرچہ مولی بیمار ہو بیمار مرض الموت یا وہ نہ جانتا ہو کہ یہ میرا غلام ہے چنانچہ غاصب نے مالک سے یا بائع نے مشتری
سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر دو اور اشارہ کیا مبیع کیطرف مشتری نے اور مغصوب کیطرف غاصب نے تو وہ آزاد ہو جاویگا یعنی غاصب نے غلام مغصوب
کیطرف اشارہ کر کے مالک سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر سو مالک نے نادانستہ اوسکو آزاد کر دیا تو غلام مالک کا آزاد ہو جاویگا اور اسیطرح اگر مشتری نے غلام مبیع
کیطرف اشارہ کر کے بائع سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر اور حالانکہ مشتری کو یہ معلوم نہیں کہ یہ میرا غلام ہے سو بائع نے اوسکو آزاد کر دیا تو وہ غلام آزاد
ہوگا مشتری کیجانب سے اور مشتری اوسکا قابض ٹھہریگا اور قیمت ثمن اوسکو لازم ہوگا کذا فی المنح عن الکشف الکبیر مستی اور اکراہ اور خطا اور نادانستگی مانع
عتق کی نہیں اسواسطے کہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ قصد اور دانستگی اسمیں ضرور نہیں چنانچہ اسکی تقریر کتاب النکاح
اور کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکی ہے لا من صبی و مدھوش و معتوہ و مبرسم و مغمی علیہ و مجنون و نائم لا یصح اعتاقہم یعنی نہیں آزاد کرنا صحیح
لڑکے کا اور شخص متحیر کا اور مختلط الکلام فاسد التدبیر کا اور جسکی عقل بجا نہ ہو برسام کے مرض سے اور بیہوش کا اور مجنون کا اور سونیوالے کا جیسے کہ انکی طلاق صحیح نہیں و
لو اسندہ الی حالۃ ذکرا او قال وانا حربی فی دار الحرب وقد علم ذلک فالقول لہ اور اگر مالک نے عتق کو منسوب کیا حالات مذکورہ کیطرف یعنی یوں کہا کہ
میں نے غلام کو بچپن یا جنون یا بیہوشی میں آزاد کیا تھا یا یوں کہا کہ جب میں نے آزاد کیا تھا تو میں حربی تھا دار الحرب میں اور یہ حال لوگوں کو معلوم ہو
تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب عدم اہلیت عتق کے فی ملکہ ولو رقبۃ کمکاتب فیخرج عتق الحمل اذا ولدت لستۃ اشہر
فمن ولو کان قنا صحیح ہے عتق اوس شخص مکلف کا اپنی ملک میں اگرچہ ذات کی ملکیت ہو نہ تصرف کی جیسے مکاتب اور قید ملک سے نکل گیا عتق حمل جب کہ لونڈی کے بچہ

چھ مہینے یا زیادہ میں جنی اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو عتق صحیح ہے یعنی اگر مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ میں نے تیرے حمل کو آزاد کیا تو اگر بعد اس قول کے چھ مہینے
سے کمتر مدت میں جنی تو لڑکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت قول مولی کے بالیقین لڑکا پیٹ میں موجود تھا تو مملوک بھی تھا اسواسطے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں اور اگر
پورے چھ مہینے یا زیادہ میں پیدا ہوگا تو قول مولی کے وقت حمل کا ہونا مشکوک ہے ہوا یا نہو تو شک سے ملکیت نہ ثابت ہوگی تو آزاد بھی نہوگا اسواسطے کہ بدون ملک کے عتق صحیح
نہیں ولو باضافته الیه کان ملکتک والی سببه کان اشتریتک فانت حر یعنی عتق مالک کا صحیح ہے اگرچہ باضافت الی الملک ہو چنانچہ زید نے عمرو
کے غلام سے کہا کہ اگر میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے پھر اوسکو خرید کیا تو وہ آزاد ہو جائیگا یا بسبب ملک کیطرف اضافت کی چنانچہ یوں کہا عمرو کے غلام سے کہ اگر
میں تجھکو خرید کروں تو تو آزاد ہے تو بعد خریدنے کے وہ آزاد ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ عتق صحیح نہیں مگر ملک سے یا تعلیق بملک سے یا تعلیق بسبب ملک سے بخلاف ان مات
مورثی فانت حر لا یصح لان الموت لیس سببا للملک بخلاف اس قول کے کہ وارث نے مورث کے غلام سے کہا کہ اگر میرا مورث مر جائیگا تو تو آزاد ہے
تو یہہ عتق صحیح نہیں اسواسطے کہ موت مورث ملک کا سبب نہیں اسواسطے کہ جائز ہے کہ موت مورث کی وارث کی قتل کرنے سے ہو اور حالانکہ قتل مورث سے وارث کو وراثت
نہیں پہنچتی یا احتمال ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث مرتد ہو جاوے یا کہ وہ غلام مورث کی قبل از موت اوسکی ملک سے نکل جاوے ہاں اگر یوں کہے کہ اگر میں
ارث میں پاؤں تو تو آزاد ہے تو عتق صحیح ہوگا اسواسطے کہ ملک کا سبب ہے ومن لطائف التعلیق قوله لامة ابیه ان مات ابی فانت حرة فباعها ابیه
ثم نکحها فقال ان مات ابی فانت طالق ثنتین فمات الاب لم تطلق ولم تعتق ظهیریة وکانه لان الملک ثبت مقارنا لهما بالموت
فتائل اور تعلیق کے عمدہ مسائل سے مسئلہ کا یہہ قول ہے اپنی لونڈی سے کہ اگر میرا باپ مرے تو تو آزاد ہے پھر اوس لونڈی کو اپنے باپ کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر اوس سے
نکاح کیا پھر یوں تعلیق کی کہ اگر میرا باپ مرے تو تجھکو دو بار طلاق ہے پھر اوسکا باپ مر گیا تو وہ لونڈی نہ مطلقہ ہوگی نہ آزاد کذا فی الظہیریہ اور شاید کہ طلاق اور عتق
اسواسطے واقع نہونگے کہ ولد کی ملک ثابت ہوئی مقارن اور متصل طلاق اور عتاق کے باپ کی موت کے سبب سے یعنی باپ کے مرتے ہی ملک اور طلاق اور عتاق سب پائے
اسواسطے کہ وارث نہیں ہوتا مگر بعد موت مورث کے اور طلاق اور عتاق بسبب تعلیق بالموت کے وارد ہوئی تو جب تینوں دفعتہ پائے گئے تو ملک کا مقدم ہونا طلاق
اور عتاق کی شرطوں پر نہ ثابت ہوا تو بمجرد مالک ہونیکے نکاح لونڈی کا فسخ ہو گیا تو طلاق کیواسطے محل و توہم نہ باقی رہا اسواسطے کہ محل طلاق منکوحہ ہے نہ مملوکہ
اور عتق نہیں ہوتا مگر بعد تقدم ملک کے حالانکہ یہاں ملک اور عتق میں تقدم نہیں بلکہ اقتران ہے اور چونکہ یہہ تعلیل دقیق اور مشکل تھی لہذا شارح نے کہا کہ
اسمیں تامل اور غور کر بصریحه بلا نیة یعنی عتق صحیح ہے صریح عتق سے بدون نیت کے کہ الفاظ عتق دو قسم میں صریح اور کنایہ صریح وہ ہے جو لغت اور شرع میں مستعمل
ہوتا ہو مگر عتق میں تو لفظ صریح کے بولنے سے بدون نیت کے بھی عتق واقع ہوتا ہے اسواسطے کہ نیت اوسوقت مشروط ہے جب مراد متکلم میں اشتباہ ہو اور صریح میں تو
اشتباہ نہیں لہذا نیت کی بھی حاجت نہیں کذا فی منح الغفار سواء وصفه به کانت حر یعنی برابر ہے کہ عتق صریح کو بصیغہ وصف لاوے یا بصیغہ خبر وصف سے
وہ لفظ مراد ہے جو ذات اور مصدر پر دلالت کرے چنانچہ یوں کہے کہ تو حر ہے لفظ حر کا وصف ہے اسواسطے کہ حر اوس ذات کو کہتے ہیں جسمیں حریت پائی جاوے
او عتیق یا یوں کہے غلام سے کہ تو عتیق ہے یعنی معتق ہے ہرچند لفظ عتیق کا مصدر ہے اسمیں ذات کے معنی نہیں لیکن مصدر بمعنی وصف مستعمل ہے چنانچہ زید عدل
میں عدل بمعنی عادل مشہور ہے او معتق او محرر یا یوں کہے غلام سے کہ تو عتیق یا معتق یا محرر ہے یعنی آزاد ہے واو ذکر الخبر فقط کان کنایة او
اگر ان الفاظ مذکورہ کو فقط بطور خبر لاوے بدون ذکر مبتدا کے تو کنایہ ہونگے یعنی انت مذکور نہو بلکہ یوں کہے کہ حر یا عتیق یا معتق یا محرر تو اوسوقت میں عتق صریح
نہونگے بلکہ کنایہ ہونگے یعنی بدون نیت کے عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ حاشیہ میں ہے کہ اگر کسی نے کہا حر یعنی کسی نے اوس سے پوچھا کہ تو نے کسکو حر کہا اوسنے
جواب دیا کہ اپنے غلام کو کہا تو اب اوسکا غلام آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار او اخبر نحو حررتک او اعتقتک او اعتقک الله فی الاصح ظهیریة یا عتق صریح
کو بصیغہ خبر لاوے اگرچہ جملہ خبریہ یہاں فی الحقیقت بمعنی انشا ہے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھکو محرر کیا یا معتق کیا یا خدا نے تجھکو آزاد کیا اعتقک
الله قول اصح میں عتق صریح ہے نیت کا محتاج نہیں کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ یہہ لفظ عرف میں مستعمل نہیں مگر انشاء عتق میں جیسے مدیون سے ابراک الله کہنا ابراء کے
واسطے مستعمل ہے کذا فی حاشیة الدرر او هذا مولای او یا مولای نحو یا مولای او ہذا مولای یا غلام کیطرف اشارہ کر کے کہا کہ یہہ میرا مولی ہے یا غلام کو اسطرح

پکارا کہ یا مولامی یا لونڈی کو یون پکارا کہ یا مولاتی فھم مولی کا لفظ مشترک ہے معانی کثیرہ مین چنانچہ ابن اثیر نے بیس معانی سے زیادہ شمار کئے ہین از انجملہ ناصر اور ابن عم
اور مالک اور غلام آزاد لیکن جب غلام کو مولی کہا تو کوئی معنی مناسب نہین ہوتے سوا ہے آزاد کے لہذا اس لفظ سے لابنیت عتق ثابت ہوگا بنا بر قول اصح کے کذا فی النہر
من الولوالجیۃ بخلاف اما عبداللہ و لا امتہ بخلاف اس قول کے کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون اس قول سے عتق نہین ہوتا قول اصح مین اسلئے کہ
یہ کلمہ لطف اور مہربانی کا ہے عتق کا اور یا حر او یا عتیق ولو قال اردت الکذب او حر من العمل دین یا غلام کو یون پکارا کہ یا حر یا عتیق اب اگر مالک
نے کہا کہ مین نے اس قول سے کذب کا ارادہ کیا یا کام سے آزاد کرنا مقصود تھا نہ عتق تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی بسبب احتمال کے نہ قضاء اسلئے کہ ظاہر لفظ کے خلاف ہے
الا اذا سماہ بہ واشہد وقت تسمیتہ خانیہ فلا یعتق مالم یرد الانشاء وکذا فی الطلاق حر اور عتیق سے عتق ثابت ہوگا مگر جب کہ مالک اپنے
غلام کا حر یا عتیق نام رکھے اور نام رکھنے کیوقت لوگون کو اسکا شاہد بھی کردے کذا فی الخانیہ تو اب حر یا عتیق کہنے سے غلام آزاد نہوگا جب تک کہ ایجاد عتق کا
ارادہ نکریگا اور اسیطرح طلاق کا بھی حکم ہے یعنی اگر زوجہ کا طالق یا مطلقہ نام ہو اور لوگ اسکو جانتے ہون تو طالق یا مطلقہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہوگی جبتک کہ طلاق
کا ارادہ نکریگا ولو بعد تسمیتہ بالحر اذا ناداہ بہ او ناداہ بالعجمیۃ کیا آزاد او عکس بان سماہ بآزاد و ناداہ بالعربیۃ یا حر عتق لعدم العلمیۃ
پھر غلام کو مسمی بحر کرنے کے بعد جب اوسکو زبان عجمی مین بلفظ ہی آزاد پکاریگا چنانچہ یا آزاد یا اسکا بالعکس کرے یعنی اوسکا آزاد نام رکھے اور زبان عربی مین اوسکو
بلفظ عربی پکارے چنانچہ یا حر تو وہ غلام آزاد ہوجاویگا بسبب عدم علمیت کے اسلئے کہ پہلی صورت مین اوسکا نام حر تھا نہ آزاد اور دوسری صورت مین اوسکا آزاد تھا نہ
حر وکذا راسک حر و وجہک حر ونحوہما مما یعبر بہ عن البدن کما مر فی الطلاق اسیطرح غلام آزاد ہوگا یون کہنے سے کہ تیرا سر آزاد ہے یا
تیرا چہرہ آزاد ہے اور اسیطرح ان اعضا کے جنسے کل بدن کی تعبیر ہوتی ہے چنانچہ ذکر ان اعضا کا کتاب الطلاق مین گذر گیا ولو اضافہ الی جزء شائع کثلثہ عتق ذلک
القدر وتجزیہ عند الامام کما سیجیٔ اور اگر عتق کو جزء شائع کیطرف منسوب کیا مثلا یون کہا کہ ثلث تیرا آزاد ہے یا نصف آزاد ہے تو اوسیقدر آزاد ہوگا جسقدر
مولی نے ذکر کیا یعنی اگر ثلث کہا تو ثلث آزاد ہوگا اور اگر نصف کہا تو نصف آزاد ہوگا کل بدن قسمت پذیری عتق کے نزدیک امام اعظم کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا
ومن الصریح قولہ لعبدہ انت حرۃ ولامتہ انت حر خانیہ اور عتق صریح کی قسم سے یون کہنا ہے مولی کا اپنے غلام سے کہ تو حرۃ ہے یا اپنی لونڈی سے کہ
تو حر ہے اسلئے کہ فقہا کے نزدیک ایسے مقامون مین اعراب اور تذکیر اور تانیث کا اعتبار نہین ومنہ وھبتک ولبعتک نفسک فیعتق مطلقا ولو زاد
بکذا توقف علی القبول فتح اور عتق صریح سے ہے یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ مین نے تیری ذات تجکو بخشی اور مین نے تیری ذات تیرے ہاتھ بیع کی تو اس قول سے
غلام آزاد ہوجاویگا ہرطرح سے اس ہبہ اور بیع کو قبول کرے یا نکرے اگرچہ اوسنے عتق کی نیت نکی ہو اور اگر مولی نے یون زیادہ کرکے کہا کہ مینے تیری ذات تجکو بعوض
مثلا درم کے عوض یا بیچی کی یا بخشی درم کے عوض مثلا تو غلام کا آزاد ہوجانا اوسکے قبول کرنے پر موقوف ہوگا کذا فی فتح القدیر ہبہ اور بیع نفس کو فتح القدیر مین
ملحق بصریح کہا ہے صریح اور عالمگیری مین حاوی قدسی سے بھی یہی قول منقول ہے اور شارح نے اسکو صریح مین داخل کیا ہے اور محشی مدنی نے بحر الرائق سے
نقل کیا ہے کہ مختار صاحب فتح القدیر کا یہہ ہے کہ یہہ صریح ہے لیکن مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو یہہ عبارت تھی وملحق بالصریح قولہ لعبدہ وہبتک نفسک و بعتک
نفسک الی آخرہ واللہ اعلم ومنہ المصدر نحو العتاق علیک وعتقک علی فیعتق بلا نیۃ ولو زاد واجب لو یعتق لجواز وجوبہ لکفارۃ
ظہیریۃ اور عتق صریح سے مصدر چنانچہ یون کہنا کہ عتاق تجپر لازم ہے یا تیرا عتق مجپر ثابت ہے اور اگر واجب کا لفظ زیادہ کریگا یعنی یون کہے کہ تیرا عتق مجپر واجب ہے تو غلام نہ آزاد
ہوگا اسی احتمال سے کہ شاید مولی پر آزاد کرنا کفارہ کیوجہ سے واجب ہو کذا فی الظہیریۃ پس جب احتمال کی گنجایش ہوئی تو صریح نہ باقی رہا وفی البدائع قیل لہ
اعتقت عبدک فاومی براسہ ان نعم لو یعتق اور بدائع مین ہے کہ مولی سے کسی نے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا سو اوسنے سر سے اشارہ کیا کہ ہان
اسطرح سے غلام آزاد نہوگا اسلئے کہ اوسنے عتق کا لفظ نہین کہا باوجود قدرت کے بخلاف گونگے کے کہ اوسکا اشارہ کافی ہے عتق مین ولو زاد من ہذا العمل
عتق قضاء اور اگر حر کے بعد من ہذا العمل زیادہ کریگا یعنی اگر یون کہیگا کہ تو آزاد ہے اس کام سے تو غلام آزاد ہوگا قضاء نہ دیانۃ علم یہہ عبارت شارح کی
مسئلۂ ما ورا سے متعلق نہین کما ہو المتبادر بلکہ اصل کلام کیطرف راجع ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی والحمد للہ قلا من البحر ولو قال یا سالم فاجابہ غانم فقال

انت حرٌّ ولا نية له عتق المجيب ولو قال عنيت سالما اعتقاقضاءً اور اگر ایک مولی کے دو غلام ہون سالم اور غانم سو مولی نے کہا کہ اے سالم تو جواب یا غانم
سو مولی نے دیا کہ تو آزاد ہے اور حالانکہ مولی کو قصد آزاد کرنیکا نہ تھا تو جواب دینے والا غلام یعنی غانم آزاد ہو جاویگا بسبب خطاب کے اور صریح محتاج نیت کا نہیں اور اگر
مولے نے کہا کہ انت حر سو مین نے سالم کی آزادیکا ارادہ کیا تھا نہ غانم کا تو قضاءً دونو آزاد ہو جاوینگے لیکن دیانۃً وہی آزاد ہوگا جسکے عتق کا مولی نے ارادہ
کیا وفی الجوہرۃ قال لمن لا یحسن العربیۃ قل لعبدک انت حر فقال لہ عتق قضاءً اور جوہرہ مین ہے کہا ایک شخص نے اوس سے جو عربی زبان خوب نہین جانتا
کہ تو اپنے غلام سے یون کہہ کہ انت حر سو اوسنے اپنے غلام سے یون ہی کہا تو قضاءً اوسکا غلام آزاد ہوگا بسبب صریح خطاب کے لیکن دیانۃً نہ آزاد ہوگا بسبب عدم قصد
کے ولو قال راسک راس حرٍّ بالاضافۃ لا یعتق اور اگر مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ تیرا سر مانند سر حر ہے اگر راس حر کو ترکیب اضافت کہا تو آزاد نہوگا
اسواسطے کہ یہ تشبیہ ہے اور تشبیہ کا ہے عام ہوتی ہے واسطے کبھی خاص تو عتق مین شک واقع ہوا لہذا بدون نیت کے آزاد نہوگا وبالتنوین عتق لانہ وصف
لا تشبیہ اور اگر راسک راس حرٌّ مین لفظ راس کو تنوین سے کہا تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ اوس صورتمین حر صفت ہے راس کی نہ تشبیہ تو گویا یہ مطلب ہوا
کہ تو حر ہے وبکنایتہ ان نوی للاحتمال کلا ملک لی علیک او لا سبیل او لا رق وخرجت من ملکی وخلیت سبیلک اور صحیح ہے عتق کنایات
عتق سے اگر کنایات سے عتق کی نیت کریگا اسواسطے کہ کنایات مین عتق اور غیر عتق دونو کا احتمال ہے چنانچہ مولی نے غلام سے کہا کہ میری ملک تجھپر نہین یا میری کوئی
سبیل نہین تجھپر یا میری ملکیت تجھپر نہین اور تو میری ملکیت سے نکل گیا اور تجکو مین نے چھوڑا ہم کہتے اقوال کنایات ہین کہ انہین عتق اور غیر عتق دونو محتمل ہین
اسواسطے کہ نفی ان اشیاء مذکورہ کی محتمل ہے کہ بسبب بیع یا کتابت کے ہو یا بسبب عتق کے ہو پھر جب ان اقوال مین مولی عتق کی نیت کریگا تو احتمال مندفع ہو کر
تعیین مقصود ہوگا کذا فی الدرر وکقولہ لامتہ قد اطلقتک وانت اعتق او لزوجتہ انت اطلق من فلانۃ وہی مطلقۃ تعتق وتطلق ان نوی
کتہجیہما اور جیسا کہ مولی کا یہ قول اپنی لونڈی سے کہ مین نے تجکو مطلق العنان کیا اور تو زیادہ تر آزاد ہے فلانی سے اور حالانکہ فلانی آزاد ہو چکی ہے یا اپنی زوجہ
سے کہا کہ تو زیادہ تر مطلقہ ہے فلانی عورت سے اور حالانکہ وہ عورت مطلقہ ہے تو پہلی مثال مین لونڈی آزاد ہوگی اور دوسری مثال مین زوجہ اوسکی مطلقہ ہو
بشرطیکہ متکلم نیت عتاق اور طلاق کی کریگا جیسے عتاق اور طلاق کی تہجی مین نیت شرط ہے چنانچہ غلام سے یون کہے کہ انت ح ر یا زوجہ سے یون کہے کہ انت ط
ال ق نہر الفائق مین محیط سے ابو یوسف کا قول نقل کیا ہے کہ اعتاق اور تطلیق کو اگر کوئی تہجی کرے اور عتق اور طلاق کی نیت کرے تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الدر
وفی الخلاصۃ قال لعبدہ انت غیر مملوکی لا یعتق بل یثبت لہ احکام الاحرار حتی یقر بانہ مملوکہ ویصدقہ فیملکہ وکذا لیس ہذا
بعبدی لا یعتق وقاس علیہ فی البحر لا ملک لی علیک لکن نازعہ فی النہر اور خلاصہ مین ہے کہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ تو مملوک نہین تو وہ آزاد نہوگا
بلکہ ثابت ہونگے اوس غلام کو آزادون کے احکام یعنی اب مولی اوسکی مملوکیت کا دعوی نکر سکیگا بسبب تناقض کے اور اوس سے خدمت نہ لیسکیگا اور اگر وہ مر جاوے
تو مولی بطریق ولا اوسکی وراثت نہ پاویگا بحر الرائق مین کہا کہ اگرچہ وہ معتق نہین لیکن بظاہر حر ہے تو احرار کے احکام اوسپر جاری رہینگے یہانتک کہ اوسکی
عبدیت کا کوئی مدعی ہو اور اپنے دعوے کو ثابت کرے تو اوسکا مالک ہوگا یا خود غلام اپنے مولی کے قول مذکور کی بعد اقرار کرے کہ مین مملوک ہون اوسکا اور مولے
بھی اوسکی تصدیق کرے کہ ہان سچ کہتا ہے تب اوسکا مالک ہوگا اور اسیطرح غلام کو عتق ثابت نہوگا لیکن حکم احرار کے ہونگے اگر مولی نے کہا کہ یہ میرا غلام نہین اور
بحر الرائق مین خلاصہ کے قول پر لا ملک لی علیک کو قیاس کیا ہے بسبب اشتراک نفی ملک کے یعنی اگر کوئی غلام سے کہیگا کہ میری ملک تجھپر نہین تو وہ آزاد نہوگا لیکن
احکام احرار اوسپر ثابت رہینگے تاوقتیکہ غلام خود مملوکیت کا اقرار کرے اور مولی بھی اوسکی تصدیق کرے تب اوسکا مالک ہوگا لیکن نہر الفائق مین صاحب
بحر الرائق سے اوس قیاس مین نزاع کیا ہے یعنی یون لکھا ہے کہ میرے نزدیک یہ قیاس صحیح نہین اسواسطے کہ لا ملک لی علیک مین متکلم کی نفی ملکیت البتہ ثابت ہے
غیر کی ملکیت کی نفی نہین بخلاف مسئلہ خلاصہ کے یعنی انت غیر مملوک مین مطلقا نفی ہے طحطاوی محشی نے کہا کہ اتنا فرق کچھ مضر قیاس نہین جب کوئی دوسرا مالک
اوس غلام کا نہو تو مولی کی ملک نفی کرنے سے نفی علی الاطلاق ثابت ہوگی تو دونو قول برابر ہو گئے علی الخصوص قول ثانی خلاصہ کا یعنی لیس ہذا بعبدی ولا ملک لی
علیک بلا تکلف یکسان ہین تو معلوم ہوا کہ قیاس صاحب بحر کا حق ہے کذا فی حاشیۃ الدر ویصح ایضا بہذا ابنی وبنتی للاصغر سنا من المالک والاکبر

وكذا هذا ابني وهذه امي وهذا أبي او يا بني او يا ابنتي ان لم يصلح اللذلك او لم ينوا العتق لانها صريح لا كناية ولذا جاء بالباء وذكرها التفصيلها اور کسیم مرتبہ
مملوک یوں کہنے سے کہ یہہ میرا بیٹا ہے اور لونڈی کو یوں کہنے سے کہ یہہ میری بیٹی ہے خواہ مملوک عمر میں چھوٹا ہو مالک سے یا بڑا اور اسیطرح سے یوں کہنا غلام کو یہہ میرا باپ ہے
یا دادا یا لونڈی سے یوں کہنا کہ یہہ میری ماں ہے اگرچہ لونڈی اور غلام بسبب عمر مناسب کے بیٹا یا باپ ہونیکی یا بیٹی اور ماں ہونیکی صلاحیت اور لیاقت نرکھتے ہوں یا
مالک نے اس قول سے عتق کا قصد نکیا ہو تو بھی آزاد ہو جاوینگے اسواسطے کہ یہہ الفاظ صریح عتق میں نکنایہ کہ نیت کے محتاج ہوں ۔ لہذا ماتن ان الفاظ پر بائے جارہ لایا
تاکہ کنایات پر ان الفاظ کا عطف نہ ثابت ہو اور ان الفاظ کو صریح سے جو جدا لایا واسطے تفصیل احکام کے یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی جب یہہ الفاظ صریح ٹھہرے تو کیا
وجہ ہے کہ انکو صریح کے ساتھہ نہ مذکور کیا شارح نے جواب دیا کہ انکے احکام میں تفصیل زیادہ تھی لہذا انکو جدا لانا مناسب ہوا ہم مملوک کو بیٹا کہنے سے عتق ثابت ہوتا ہے
بطریق مجاز کے اسواسطے کہ فرزندی کو حریت لازم ...... فان
صلح ان یولد مثله لمثله وهو مجهول النسب ثبت نسبه منه ایضاً وفی مولده هو ولیس له
رکہتے ہوں مولیٰ کا باپ یا بیٹا ہونیکی اور غلاموں کا نسب بھی انکو وطن میں مجہول ہو اور جس مولیٰ نے غلام کو اپنا باپ کہا ہے اوسکا باپ معلوم اور مشہور نہیں تو کہاں تک
تو عتق کے ساتھہ نسب بھی ثابت ہوگا جبکہ یوں کہا ہو مولیٰ نے کہ یہہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یوں کہیگا کہ یہہ غلام میرا بیٹا ہے زنا سے تو نسب اوسکا ثابت نہوگا بلکہ
فقط عتق غلام کا ثابت ہوگا ہم تفصیل اس اجمال کی یوں ہو کہ زید کی عمر چالیس برس کی ہو اور اوسکا غلام بیس برس کا ہو مجہول النسب پھر زید نے غلام کو کہا کہ
میرا بیٹا ہے تو غلام آزاد بھی ہوگا اور زید کا بیٹا بھی ٹھہریگا اور اگر غلام کا نسب معلوم ہوگا تو فقط عتق ثابت ہوگا نہ نسب اور اگر زید بیس برس کا ہو اور غلام
چالیس برس کا تو اسوقت میں بیٹا کہنے سے نسب ثابت ہوگا بسبب عدم صلاحیت کے فقط عتق ہی ثابت ہوگا نزدیک امام کے کذا فی العالمگیریہ عن قاضیخان اور اسیطرح کی
سے غلام کو باپ کہنے میں یا لونڈی کو ماں کہنے میں لیکن ثبوت نسب میں اشتراط تصدیق مملوک مختلف فیہ ہے چنانچہ شارح اسکی طرف اشارہ کرتا ہے دهل يشترط تصديقه
فیما سوی دعوة البنوة قولان اور کیا مشروط ہے ثبوت نسب میں تصدیق غلام کی سوا دعوی فرزندی کے اسمیں دو قول ہیں ایک قول یہہ ہے کہ تصدیق غلام
کی شرط ہیں اسواسطے کہ اقرار مالک کا اپنے مملوک پر صحیح ہے بلا تصدیق مملوک اور دوسرا قول یہہ ہے کہ دعوی فرزندی کے سوا میں تصدیق مملوک کی شرط ہے اسواسطے کہ
اسمیں تحمیل ہے نسب کی غیر پر بخلاف فرزندی کے اسمیں غیر کا تحمیل نسب ہے اپنی ذات پر کذا فی حاشیة الدر من البحر ولا تصير امه ام ولد لاحتمال انه ولد من غيره اور نہیں ہوجاتی ماں غلام کی
ام ولد بھی جس غلام کو مولیٰ نے اپنا بیٹا کہا تو اوسکی ماں مولیٰ کی ام ولد نہوگی ولو قال لعبده هذا ابنتي او لامته هذا ابني افتقر للنية والا اگر کہا اپنے
غلام کو یہہ میری بیٹی ہے اور اپنی لونڈی سے کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہے تو عتق میں احتیاج ہوگی نیت کی یعنی بدون نیت کے آزادی نہوگی اسواسطے کہ اشارہ مرافق مشار الیہ کے
نہیں مذکر اور تانیث میں کذا فی الهدایه وفتح القدیر وفی هذا اخی او اختی عتق ولا يحتاج الى بيان من النسب اور مولیٰ کے یوں کہنے میں کہ یہہ میرا بھائی ہے یا بہن
غلام آزاد ہوگا اور یوں کہنے میں کہ یہہ میرا بھائی ہے آزاد نہوگا جبتک اخوت نسبی کی نیت کریں اسواسطے کہ اخوت مشترک ہوتی ہے نسبی اور دینی میں قال الله تعالی
(انما المؤمنون اخوة) اور مشترک بدون نیت کے متعین نہیں ہوسکتا بخلاف عم اور خال کے لا يعتق بيا ابني ويا اخي ويا اختي ويا ابي غلام آزاد نہیں ہوتا
یوں کہنے سے کہ اے میری بیٹی اور اے میری بھائی اور اے میری بہن اور اے میرے باپ اسواسطے کہ ندا کرنیسے متوجہ کرنا منادی کا مقصود ہوتا ہے بلا قصد معنی کے
بخلاف یا حر کے اسواسطے کہ یا حر عتق میں صریح ہے اوسمیں معنی قصد کرنیکی حاجت نہیں کذا فی منح الغفار ولا سلطان لي عليك اور غلام سے یوں کہنے میں بھی عتق نہیں
کہ میری قدرت نہیں تجہپر اسواسطے کہ باوجود بقاء ملک کے بھی عدم قدرت اور عدم تصرف عبد میں متصور ہے چنانچہ غلام مکاتب میں ولا بالفاظ الطلاق صريحه
وكنايته بخلاف عكسه کما مر اور عتق واقع نہیں ہوتا طلاق کے الفاظ سے نہ صریح طلاق سے نہ کنایہ طلاق سے اور طلاق واقع ہوتی ہے لفظ عتق چنانچہ
تصریح باب الطلاق میں مذکر ہو چکی تو اگر مولیٰ اپنی لونڈی سے کہے کہ تجکو طلاق ہے یا تو مجہپر حرام ہے تو آزاد نہوگی وان نوى فيكل الاخير لتوقفه في النداء
على النية كما نقله ابن الكمال وكذا نوى السلطان كما حكيه الكمال واقره في البحر الفاظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا اگرچہ مولیٰ عتق کی نیت بھی کرے اسواسطے
کہ نیت وہاں مفید ہوتی ہے جہاں لفظ میں مراد کا احتمال ہو بخلاف لفظ طلاق کے کہ اوسمیں معنی عتق کی صلاحیت نہیں شارح کہتا ہے باوجود نیت کے عتق نہونا ساتھ

اخیرہ کی قید سے نہ منادی کی اور نفی سلطان کی بسبب موقوف ہونے عتق منادی نہ کور کے نیت پر چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے کہ یا ابنی میں اگر عتق کی نیت کریگا
تو غلام آزاد ہوگا اور اسیطرح لا سلطان لی علیک میں عتق کی نیت کریگا تو آزاد ہوگا چنانچہ اسی قول کی ترجیح وہی ہے کمال نے فتح القدیر میں اور مسلم کہا ہے اسکو
بحر الرائق میں فتح القدیر میں کہا ہے کہ بعض مشائخ کا یہ قول ہے کہ لا سلطان لی علیک میں نیت سے عتق ثابت ہوگا اور یہی مذہب ہے امام مالک اور شافعی اور احمد کا
اور اپنے قول کو دلیل منضبط ہے وکذا انت مثل الحر نعتق بالنیۃ ذکرہ ابن الکمال وشیخہ اور اسیطرح یہ قول کہ تو حر کی مانند ہے غلام آزاد ہوگا عتق کی
نیت سے چنانچہ اسکو ابن کمال وغیرہ نے مذکور کیا ہے اسواسطے کہ اس قول میں مماثلت اور تشبیہ ہے اور تشبیہ کا ہے عام ہوتی ہے اور کا ہے خاص لہذا بدون نیت عتق آزاد
نہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ کنایات عتق سے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی الا فی قولہ اطلقتک ولو قبلہ فیہ امرک بیدک او اختاری فانہ
یعتق مع النیۃ فھو من کنایات العتق ایضا ولا بد من بدایع ویتوقف علی القبول فی المجلس لفظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا مگر مولی کے اس قول میں
کہ میں نے تجھکو مطلق العنان کیا اگرچہ یہ قول لونڈی سے نہیں بلکہ اپنے غلام سے کہا ہو کذا فی فتح القدیر یا اور مولی کے اس قول میں اپنی لونڈی سے کہ تیرا امر تیرے
ہاتھ میں ہے یا تو اختیار کر لے یعنی عتق کو تو ان تینوں قولوں میں مملوک آزاد ہوگا ساتھ نیت عتق کے تو اطلاق اور امر بالید اور اختیار کنایات عتق سے بھی ہیں
چنانچہ یہی الفاظ کنایات طلاق بھی ہیں اور اسمیں کچھ غرابت اور تعجب نہیں کہ ایک لفظ دو چیزوں کے کنایہ ہونیکی صلاحیت رکھے علی الخصوص کہ دونو متقارب
المعنے ہوں کذا فی البدائع اور چونکہ امر بالید اور اختیار تفویض اعتاق کی کنایات سے ہے نہ ایقاع عتاق کی کنایات سے ہو لہذا شارح نے کہا کہ امرک بیدک
اور اختاری میں عتق موقوف ہوگا قبول فی المجلس پر یعنی اگر لونڈی نے اوس مجلس میں عتق کو قبول کر لیا تو آزاد ہوگی اور بعد مجلس کے آزاد نہوگی بخلاف
اطلقتک کے کہ اوسمیں قبول کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ تفویض نہیں بلکہ ایقاع ہے وکذا اختر العتق او امر عتقک بیدک وان لم ینو
للنیۃ لانہ تملیک کالطلاق اور اسیطرح قبول فی المجلس پر عتق موقوف ہے مولی کے اس قول میں کہ آزادی اختیار کر یا امر آزادی کا تیرے ہاتھ
میں اگرچہ اس قول میں نیت مولی کی حاجت نہیں کہ صریح ہے نہ کنایہ لیکن قبول مملوک پر عتق موقوف ہے اسواسطے کہ یہ تملیک عتق ہے مانند طلاق کے اور تملیک
بدون قبول کے تمام نہیں ولا عتق بحو انت علی حرام وان نوی لکن یکفر بوطیہا اور عتق ثابت نہیں اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے اگرچہ مولی عتق کی
نیت بھی کرے لیکن اگر بعد اس کلام کے لونڈی سے وطی کرے تو کفارہ دے یمین کا اسواسطے کہ تحریم حلال قسم ہے وتصح ایضا بقولہ عبدی او حماری او جملی
حر او عتیق صحیح ہے اس قول سے بھی کہ میرا غلام یا میرا گدہا آزاد ہے یا میری دیوار آزاد ہے چونکہ گدہا اور دیوار لائق حریت کے نہیں لہذا حریت غلام ہی کیواسطے
مخصوص ہے کما لو جمع بین امرأتہ وبھیمۃ او حجر وقال احدکما طالق طلقت امرأتہ چنانچہ اگر زوج نے اپنی عورت اور جانور یا پتھر کو ملایا اور کہا دو
میں ایک کو طلاق ہے یعنی زوجہ یا جانور کو تو اوسکی زوجہ ہی مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جانور اور پتھر میں صلاحیت طلاق کی نہیں لا لو جمع بین امرأتہ وامتہ
الحیۃ والمیتۃ جوھرہ کہ نہ طلاق واقع ہوگی اگر ملا دیگا اپنی زوجہ اور اپنی لونڈی مردہ اور زندہ کو کذا فی الجوہرہ بہتر یوں تہا کہ شارح موافق جوہرہ
کے یوں کہتا لا لو جمع بین امتیہ الحیۃ والمیتۃ یعنے مولی کی ایک لونڈی زندہ ہے اور دوسری مردہ سو اوس نے یوں کہا کہ ان دونوں میں سے ایک آزاد ہے
تو زندہ آزاد نہوگی اسواسطے کہ مردہ پر بھی اطلاق آزادی صحیح ہے اور جوہرہ میں مسئلہ طلاق کا مذکور نہیں شارح نے زیادہ کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وتصح
ایضا بملک ذی رحم محرم ای قریب محرم نکاحہ ابدا اور بھی صحیح ہے عتق قریب محرم کی ملک سے یعنی وہ قرابت والا جس سے نکاح کرنا دائمی حرام
ہے تو اگر ایک شخص نے اپنی ماموں یا چچا کو خرید کیا تو مجرد خرید کے آزاد ہو جاویگا خریدکر نیوالا آزاد کرے یا نکرے اسواسطے کہ چچا بھتیجے یا ماموں بہانجے میں محرمیت
ثابت ہے یعنی اگر ان دو نو مردوں میں کوئی عورت ہوتا تو آپسمیں نکاح کرنا حلال نہوتا اور اگر بنی اعمام اور بنی اخوال کو خرید کریگا تو آزاد نہونگے اسواسطے
کہ اگرچہ یہ قرابت دار ہیں لیکن محرم نہیں اور اگر رضاعی بہائی کو خرید کریگا تو بھی آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ اگرچہ محرم ہے لیکن قریب نہیں نسائی نے
عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مالک ہو قرابت والے محرم کا وہ اوسپر آزاد ہوگا ہر چند نسائی نے اس حدیث کی حمزہ
راوی کے سبب سے تضعیف کی ہے لیکن عبد الحق نے اسکو صحیح حدیث کہا ہے اور ابن قطان اور ابن معین نے حمزہ کی توثیق کی اور شاہد اس حدیث کا سنن اربعہ میں

موجود ہے تو یہہ حدیث حجت ہے شافعیہ پر کذا فی فتح القدیر یعنی امام شافعی کے نزدیک اصول و فروع کی ملک سے البتہ عتق ہوتا ہے نہ جمیع محارم کی ملک سے ولو شقصا فیعتق
بقدرہ وعندہما کلہ ولاکثر اشتری جاریۃ ابیہ الحامل منہ اگرچہ قریب محرم کا کل مالک ہو یا بعض مملوک ہو جیسے ثلث یا نصف تو اوسیقدر آزاد ہوگا نزدیک
امام اعظم کے یا حمل کا مالک ہو جیسے خرید کرنا اپنے باپ کی لونڈی کو جو حاملہ ہو اوسکے باپ سے یعنی ایک شخص کے بیٹے نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئی ہے اوسکے بیٹے
اوس حاملہ کو خرید کیا تو یہہ لونڈی مملوکہ ہوگی لیکن قبل ولادت اوسکا بیچنا جائز نہوگا اور جب جنیگی تو ولد اوسکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ مالک کا بھائی ہے ولو کان
المالک صبیا او مجنونا او کافرا فی دارنا حتی لو اعتق المسلم او الحربی عبدا فی دار الحرب لا یعتق بعتقہ بل بالتخلیۃ فلا ولاء خلافا
للثانی محرم قریب کا عتق مالک ہونے سے صحیح ہے اگرچہ مالک صغیر ہو یا دیوانہ یا کافر ہو دار الاسلام میں ہو اور اگر کافر حربی دار الحرب میں اپنے قریب محرم کا مالک ہو تو محرم
مالک کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ احکام مسلمین کے وہاں جاری نہیں ہیں یہانتک کہ اگر مسلمان یا حربی دار الحرب میں اپنے غلام کو آزاد کریگا تو اوسکے آزاد کرنے سے آزاد
ہوگا بلکہ تخلیہ سے یعنی بعد اعتاق باللفظ کے رفع تصرفات مالکانہ سے عتق ثابت ہوگا تو امام اعظم اور محمد کے نزدیک مالک کے واسطے حق ولا ثابت نہیں اسواسطے کہ آزادی
اعتاق سے نہیں بلکہ محض بالطبع کر دینے سے ہے بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک ولا مولی کو ثابت ہے کیونکہ اونکے نزدیک اعتاق باللفظ دار الحرب میں صحیح ہے کذا
فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی ولو حررنا مسلما او ذمیا عتق بالاتفاق لعدم محلیۃ الاسترقاق زیلعی اور اگر مولی کا غلام دار الحرب میں مسلمان ہو
یا ذمی تو فقط لفظ اعتاق سے بلا شرط تخلیہ آزاد ہوگا باتفاق امام و صاحبین کے اسواسطے کہ مسلم اور ذمی محل ملکیت نہیں کذا فی الزیلعی وصح ایضا تحریر ہو لوجہ
اللہ تعالی او للشیطان والصنم وان اثم اور خدا کی رضامندی کیواسطے آزاد کرنا اور شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے بھی عتق صحیح ہے اگرچہ شیطان اور بت کیواسطے
آزاد کرنے سے وہ گنہگار ہوگا صنم اوس بت کو کہتے ہیں جو بصورت انسان ہو خواہ چاندی خواہ سونے خواہ لکڑی سے اور جو پتھر سے ہو اوسکو وثن کہتے ہیں کذا فی
غایۃ البیان وکفر ای بالاعتاق للصنم المسلم عند قصد التعظیم لان تعظیم الصنم کفر وعبارۃ الجوہرۃ ولو قال للشیطان او للصنم
کفر اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے مسلمان کافر ہو جاویگا نزدیک قصد کرنے تعظیم کے اسواسطے کہ تعظیم صنم کی کفر ہے اور جوہرہ میں یہہ عبارت ہے کہ اگر یوں کہا کہ
میں نے غلام کو شیطان یا صنم کیواسطے آزاد کیا تو کافر ہو جاویگا وصح ایضا بکرہ ای اکراہ ولو بشرب خمر اور زبردستی آزاد کرانے سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے
اگرچہ جبر اور زیادتی دوسرے شخص نے اتنی کی ہو جس میں جان یا عضو تلف ہونیکا خوف ہو ہرچند اکراہ میں رضاء مالک نہیں لیکن عتق رضا پر موقوف نہیں
اسواسطے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اور حالانکہ ہزل میں رضا نہیں کذا فی فتح القدیر لیکن زبردستی کرنیوالے پر قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ
المدنی عن الحموی وسکر بسبب محظور یعنی ان کل مسکر حرام فلا یخرج الا شرب المضطر فانہ کالاغماء اور صحیح ہے عتق اوس مستی اور نشے میں
جو حاصل ہوئی ہو بسبب استعمال کسی حرام چیز کے مصنف کا مطلب یہہ ہے کہ اشیاء سابقہ کی مستی سے عتق نہوگا جیسے مضطر کا شرب خمر اور مثلث کا استعمال بقصد تقوی
اور نقیع زبیب بلا طبخ کا اور وہ اور اغذیہ جو انگور سے نہوں کذا فی المنح شارح کہتا ہے باب الاشربہ میں امام محمد کا قول مفتی بہ مذکور ہوگا جو مسکر ہے حرام ہے اور مسکر کا
قلیل اور کثیر سب حرام ہے تو اشیاء مذکورہ میں سے کوئی چیز مسکر محرم سے خارج نہیں یعنی سب پر مسکر محرم صادق ہے سوائے شرب مضطر کے یعنی جسکے حلق میں
لقمہ اٹک گیا نیچے نہیں اترتا اور پانی وہاں نہیں تو اوسوقت لقمہ اتارنیکے واسطے شراب پی لینا حرام نہیں تو اگر اوسکو بعد نشہ ہوگا تو بمانند بیہوشی کے اوس مستی
کی حالت میں عتق صحیح نہوگا محشی مدنی نے کہا کہ اور وہ اور اشیاء مباحہ کے سکر کا بھی یہی حال ہے جیسے کہ شہد ہے بعضی صفراوی مزاجوں کو نشہ ہو جاتا ہے تو اوس مستی
میں عتق صحیح نہوگا وصح ایضا مع ہزل ہو عدم قصد حقیقۃ ولا مجازا اور عتق صحیح ہے ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ بھی ہزل عبارت ہے عدم قصد حقیقت
اور مجاز سے یعنی جس کلام کے معنی حقیقی اور مجازی متکلم کو کچھ مقصود نہوں وہ ہزل ہے چنانچہ خوش طبعی میں حقیقت اور مجاز کلام کا مراد نہیں ہوتا وان
علق العتق بشرط کدخول دار صح وعتق اذا دخل اور اگر معلق کیا مولی نے عتق کو کسی شرط پر جیسے دخول دار پر تو یہہ تعلیق صحیح ہے اور غلام آزاد ہوگا
جب گھر میں داخل ہوگا اور مولی کو اختیار ہے کہ قبل دخول دار اوسکو بیچ ڈالے اور بعد بیع کے اگر غلام گھر میں داخل ہوا پھر اوسکو مالک اول نے خرید کیا اور
دوسری بار گھر میں غلام داخل ہوا تو اب آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والتعلیق بامر کائن تنجیز فلو قال لعبد وہو فی ملکہ ان ملکتک فانت حر

عتق للحال بخلاف قوله لمكاتبه ان انت عبدی فانت حر لا یعتق لقصور الاضافۃ ظہیریہ۔ اور معلق کرنا عتق کا اوس امر پر جو حاصل اور موجود
تنجیز ہے نہ تعلیق یعنے فی الحال عتق واقع ہوگا تو اگر مولی نے اپنی اوس غلام سے کہا جو اوسکی ملکیت مین ہے کہ اگر مین تیرا مالک ہون تو تو آزاد ہے تو وہ غلام نے
الحال آزاد ہوجاویگا بخلاف یون کہنے مولی کے اپنے مکاتب سے کہ اگر تو میرا غلام ہے تو تو آزاد ہے تو مکاتب نہ آزاد ہوگا بسبب ناقص ہونے اضافت عبدیت کے کذا فی الظہیریہ
پورا غلام وہ ہے جو بدون مرضی مولی کے کوئی تصرف نکر سکے اور غلام مکاتب اپنے تصرفات مین مختار ہے تو پورا غلام نہوا تو شرط عتق پائی گئی لہذا آزاد نہوگا وفیہا
تصبیح حر اذ تعلیق اور ظہیریہ مین ہے کہ یون کہنا مولی کا غلام سے کہ تو صبح کریگا آزاد ہوکر تعلیق ہے عتاق کی صبح کے وقت پر گویا یون کہا کہ جب تو صبح کیوقت مین
داخل ہوگا تو آزاد ہوگا وتستقوم حرًا وتقعد حرًا تنجیز اور یون کہنا غلام سے کہ تو کھڑا ہوتا ہے آزاد ہوکر اور بیٹھتا ہے آزاد ہوکر یہہ فی الحال اعتاق ہے اسواسطے
کہ مقصود اس کلام کا یہہ ہے کہ تو ہر حال مین آزاد ہے قال ان سقیت حماری فذهب به للماء ولم یشرب عتق لان المراد حقیقۃ الماء علیہ کہا مولی نے
اپنے غلام سے کہ اگر تو میرے گدھے کو پانی پلاوے تو تو آزاد ہے سو غلام اوسکو پانی پلانے کو لیگیا اور اوس نے پانی نہ پیا تو غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ مراد اس کلام
کی یہہ ہے کہ گدھے کے سامنے پانی ہوجاوے تاکہ اگر وہ پیاسا ہو تو پی لے اور یہہ مراد نہین کہ پیاس ہو یا نہو پانی پلانا اوسکو لازم ہے قال عبدہ الذی هو قدیم الصحبۃ
حر عتق من صحبتہ ستۃ اشہر هو المختار مولی نے کہا جو میرا غلام قدیم الصحبت ہے وہ آزاد ہے تو وہ غلام آزاد ہوگا جو اوسکے ساتھہ سال بھر رہا اور یہی قول مختار ہے
ولو قال انت عتیق دنوی فی الملک دین اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو عتیق ہے اور لفظ عتیق سے بجہہ نیت کی کہ قدیمی مملوک ہے تو دیانۃ البتہ اوسکی
تصدیق ہوگی اسواسطے کہ عتیق لغت مین بمعنی قدیم بھی ہے لیکن قاضی نہ تصدیق کریگا اسواسطے کہ صریح عتق ہے محتاج نیت کا نہین ولو زاد فی السن لا یعتق اور
اگر یون زیادہ کرکے کہا کہ انت عتیق فی السن یعنے تو عمر مین بڑا ہے تو آزاد نہوگا غلام نہ قضاءً نہ دیانۃً اسواسطے کہ بقرینہ عمر عتق سے کچھہ علاقہ نرہا وعتق بما
انت الا حر اور آزاد ہوگا اس قول سے کہ تو نہین مگر حر ہے اسواسطے استثنا نفی سے کرنا اثبات علی وجہ التاکید ہے جیسا کہ کلمہ توحید مین لا الہ الا اللہ وما انت الا مثل الحر
ولو نوی اس قول سے کہ تو نہین مگر مثل حر کے آزاد نہوگا اگرچہ عتق کی نیت بھی کرے کذا فی المحیط وکل مالی حر اور یون کہنے سے آزاد نہوگا کہ میرا سب مال حر ہے
اسواسطے کہ حر سے مراد یہان صاف اور خالص ہے تو مطلب یہہ ہوا کہ میرا تمام مال صاف اور خالص ہے غیر کی شرکت سے کذا فی حاشیۃ الدر عن البحر ولا بکل عبید
فی الارض او کل عبید الدنیا او اهل بلخ حر عند الثانی وبہ یفتی اور متکلم کا غلام اس قول سے آزاد نہوگا کہ زمین مین سب غلام آزاد ہین یا دنیا کی تمام غلام آزاد ہین یا بلخ کے رہنے والے
آزاد ہین اور حالانکہ متکلم کا غلام بھی بلخ مین داخل ہے ابو یوسف کے نزدیک اقوال مذکورہ سے عتق ثابت نہین اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریۃ عن قاضیخان
بخلاف اهل هذه السکۃ او الدار بخلاف اس قول کے کہ اس کوچہ کے رہنے والے آزاد ہین یا اس گھر کے رہنے والے آزاد ہین کذا فی البحر الرائق وهم ظاہر
کلام شارح کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ان دونون قولون مین ابو یوسف کے نزدیک عتق ثابت ہے بحر الرائق مین حالانکہ یہ خلاف واقع کے ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین بروایت
ظہیریہ فقط مسئلہ عبید دار کا یون مذکور ہے کہ اوسمین بالاتفاق عتق ثابت ہے اور مسئلہ سکہ اوسمین مذکور نہین لیکن صاحب بحر نے اشباہ مین کہا کہ اگر یون کہا
کہ سب غلام اس سکہ کے آزاد ہین اور حالانکہ اوسکا غلام بھی اہل سکہ مین داخل ہے تو ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ
البرجی اور فتاوی عالمگیری مین فتاوی قاضیخان سے یہی منقول ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اہل سکہ مین عتق نہین اور اہل دار مین بالاتفاق عتق ہے تو معلوم
ہوا کہ یہان پر تحریف کاتب ہے یا شارح سے سہو ہے واللہ اعلم حررت حاملا اعتقا اصالۃ وقصدا اذا ولدتہ بعد عتقہا لاقل من نصف حول مولی نے آزاد کیا
حاملہ لونڈی کو یعنی تو لونڈی اور اوسکا ولد دونون بالاصالت اور بالقصد آزاد ہونگے جب کہ بعد عتق اپنے کے اوسکو کمتر چھہ مہینے سے جنی گی ماکا بالاصالت
آزاد ہونا تو صریح ہے اور بچہ اس لیے کہ وہ بھی بالقصد اور بالاصالت آزاد ہوا کہ وہ جز تھا اوسوقت اپنی ماکا اور اعتاق کل بعینہ اعتاق جز ہے اسواسطے کہ جب اقل مدت
حمل مین جنی بعد اعتاق کے تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ ولد قبل اعتاق کے اوسکی پیٹ مین موجود تھا ولو لاکثر عتق تبعا وثمرتہ الجر ولا وإنہ اور اگر بعد
عتق کے پوری چھہ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی تو اوسکا ولد بالاصالت نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت اعتاق متیقن الوجود نہین بلکہ تبعاً آزاد ہوگا یعنی ماکے آزاد
ہونے سے وہ بھی آزاد ہوگا اگر کوئی کہے کہ جب ولد دونو صورتون مین آزاد ہوا تو بالاصالۃ اور بالتبع کے فرق نکالنے سے کیا فائدہ اور کون ثمرہ ہے شارح نے

اسکا جواب دیا کہ ثمرہ اس فرق کا ولا ہو کہ آخر ترین ہے یعنی اگر ولد بالاصالۃ آزاد ہوا تو ولد کا حق ولا یعنی وراثت اوسکے مال کی اوسکی ماں کے مالکون کو ملیگی اور اوسکے باپ مالکون کیطرف انتقال کریگی اور اگر ولد بالتبع آزاد ہوا تو اوسکے مال کی وراثت اوسکے باپ کے مالکون کیطرف انتقال کر جاویگی اور انتقال ولا کی یہ صورت ہو کہ زید کے غلام نے باجازت زید کے خالد کی آزاد لونڈی سے نکاح کیا اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا اپنی ماں کی تبعیت سے آزاد ہوگا اور ولد کی وراثت اوسکی ماں کے مالکون کو پہونچے اوسکو آزاد کیا تھا پہونچیگی پھر جب زید نے اس غلام کو آزاد کر دیا تو گویا غلام اپنے آزاد ہونے سے اپنے ولد کی ولا کو اپنی طرف کھینچ کر اپنے مولی کو بھیجا۔ گیا پھر اگر اپنے مولی کی زندگی مین غلام آزاد مرگیا اور اوسکے بعد اوسکا ولد مرگیا تو ولد کے مال کا اوسکا مولی یعنی زید وارث ہوگا کذا فی حاشیۃ الدرر وحسن الجلبی علی شرح الوقایۃ ولو حررہ ولو بلفظ علقۃ ومضغۃ ان تحملت بہ لا مع فہو حر فقط ولو نجن بیع الام وجاز ہبتہا اور اگر مولی نے اپنی لونڈی کے حمل کو آزاد کیا اگرچہ حمل کو بلفظ علقہ او مضغہ آزاد کیا یعنی یون کہا کہ جو خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا تیرے پیٹ مین ہو سو آزاد ہو یا یون کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہو تو وہ آزاد ہے تو یون کہنے مین فقط بچہ آزاد ہوگا نہ اوسکی ماں اور بیع اوسکی جائز نہیں جبتک کہ وہ حاملہ رہیگی اور ہبہ اوسکا جائز ہے اسواسطے کہ بیع مین استثنا کر لینا حمل کا جائز نہیں اور ہبہ مین جائز ہے لہذا بیع صحیح نہوئی اور ہبہ صحیح ہو لیکن اگر لونڈی کو بیع کریگا تو بطلان ثابت نہوگا تا وقتیکہ اقل مدت حمل مین رہیگی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو دبرہ لم تجز ہبتہا ولا بیعہا لانہ کمشاع اور اگر مولی لونڈی کے حمل کو مدبر کیا یعنی یون کہے کہ میری موت کے بعد یہ حمل آزاد ہے تو اس حاملہ لونڈی کا ہبہ کرنا اور بیع کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ ہبہ مشاع کی مانند ہے اسواسطے کہ مدبر کرنے سے ملک مولی کی حمل سے زائل نہین ہوئی پھر جب مدبر کرنیکے لونڈی کیسیکو دی تو موہوب متصل ہوا غیر موہوب سے تو ہبہ مشاع کی معنی پائے گئے حالانکہ ہبہ مشاع قسمت پذیر چیزون میں درست نہیں ویبطل شرط المال علیہ وکذا علی امہ لکن یشترط قبولہا للعتق اور باطل ہے شرط کرنا مال کا حمل کی آزادی پر اسواسطے کہ پیٹ کا بچہ الزام مال کے قابل نہیں اسیطرح اوسکی ماں پر مال کا شرط کرنا بچہ کی آزادی کیواسطے باطل ہے لیکن اگر مولی حمل کو بشرط مال آزاد کرے تو اوسکی ماں کا قبول کر لینا شرط ہے واسطے عتق حمل کے اگرچہ اوسکو مال کا دینا لازم نہوگا وفی الظہیریۃ قال ما فی بطنک حر متی ادی الی الفا صح التعلیق اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر مولی نے لونڈی سے کہا کہ جو تیرے پیٹ مین ہے سو آزاد ہے جب کہ وہ مجھکو ہزار درم دیوے تو یہ قول تعلیق صحیح عتق کی یعنی اگر اقل مدت حمل میں پیدا ہو ہنسی اور وہ نے بعد ہوشیاری کے کسیطرح سے ہزار درم ادا کئے تو اوسوقت آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو اوصی بہ ومات فاعتقہ الورثۃ جاز وضمنوا قیمتہ یوم الولادۃ اور ظہیریہ مین ہے کہ مولی نے لونڈی کے حمل کی مثلا زید کے واسطے وصیت کی اور مولی مرگیا پھر وارثون نے حمل کو آزاد کر دیا تو قیمت حمل کی وارث ضامن ہونگے بروز ولادت یعنی جسقدر قیمت بعد ولادت کے اوسکی ٹھہرے سو زید کو وارث مولی کے دین سمجھنا چاہئے کہ یہان اعتاق حمل سے مراد یہ ہو کہ اوسکی ماں کو آزاد کیا تو بالتبع وہ بھی آزاد ہوگیا اور یہ ظاہر اسطلب نہین ہو سکتا کہ حمل کو وارثون نے بالاصالۃ آزاد کیا اسواسطے کہ وہ بسبب وصیت کے وارثون کا مملوک نہ تھا ولو قال اکبر ولد فی بطنک حر فولدت ولدین فاولہما خروجا اکبر اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تیرے پیٹ کا بڑا بچہ آزاد ہو پھر دو لڑکے جنی تو جو اول نکلیگا وہ بڑا ہے سو وہی آزاد ہوگا کذا فی المحیط والولد یا دام جنینا یتبع الام ولو بہیمۃ فیکون لصاحب الانثی ولو کان یتغذی بہ لو امۃ کذلک اور بچہ جبتک کہ اوسکے پیٹ مین ہے کو ہکام مین اپنی ماں کا تابع ہے بالاجماع۔ باپ کا اسواسطے کہ باپ کا نطفہ اسکے نطفہ مین مستہلک ہو تو ماں ہی کی جانب غالب ٹھہری اور اسواسطے کہ بالخصوص باپ کا نطفہ متیقن نہیں اور ماں کا نطفہ مین کچھ تردد نہین بالیقین ثابت ہے ولہذا ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا نسب فقط ماں کو ثابت ہوا اوسکی وارث اور وہ ماں کا وارث ہو کذا فی البحر بالجملۃ بچہ ماں کا تابع ہے اگرچہ ماں جانور ہو تو بچہ ماں ہی کے مالک کا ہوگا یعنی حاملہ جانور بیچے اور بچہ بھی اگر جنی تو اوسکا مشتری اور ہبہ ہو تو موہوب لہ مالک ہوگا اور اسیطرح اگر زید کا گھوڑا خالد کی گھوڑی پر جست کرے اور وہ بچہ جنے تو اوسکا مالک خالد ہے نہ زید اور بچہ ماکول اللحم ہے اگر اوسکی ماں ماکول اللحم ہے اور بچہ بھی قربانی کیا جاوے اگر اوسکی ماں قربانی کے لائق ہے بحر الرائق مین ہے کہ اگر وحشی جانور اور اہلی سے بچہ پیدا ہو یا غیر ماکول اللحم اور ماکول اللحم سے بچہ ہو تو اوسکا کھانا درست ہے اگر ماں اوسکی ماکول اللحم ہو اور قربانی بھی درست ہے اگر ماں قربانی کے لائق ہو مثلا اگر گورخر اور گائے سے بچہ پیدا ہوا یا نیل گاؤ اور گائے سے بچہ پیدا ہو تو قربانی اوسکی جائز ہے اور یہی قول معتمد ہے اور جو لوگ کہ معتبر مشابہت کے قائل ہوئے ہیں سو قول ضعیف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملک والرق والحریۃ الا ولد المغرور یعنی بچہ تابع ہے ماں کا ملک مین جمیع اسباب ملک کے ساتھ مثلا خرید ہو

ہبہ اور ارث تو اگر حاملہ ملے بیع یا ہبہ یا ارث سے تو اوسکا حمل بھی مملوک ہوگا اور رق مین بچہ تابع ہوگا ماکا مگر ولد مغرور تابع اپنی ماکا رق مین نہین مغرور وہ مرد جسنے فریب کھایا
اسطرح پر کہ ایک عورت سے بشرط اوسکی حریت کے نکاح کیا پہر وہ لونڈی نکلی تو اوسکا ولد حر ہوگا بعد قیمت دینے کے اور جس حرہ نے لونڈی کے مالک سے اپنی اولاد کی حریت شرط
کرلی تو اوسکی اولاد تابع ماکی ہوگی شارح کو اس مسئلہ کا استثنا کرنا مناسب تہا ہم رق عبارت ہے اوس ذلت اور خواری سے جو شارع نے کافرون پر بعوض سرکشی اور
نافرمانی کے ٹھہرائی یعنی جب کفار نے مالک حقیقی کی بندگی سے سرکشی اور تجبر کیا تو اوس مالک علی الاطلاق نے اپنے غلامون کا اونکو غلام بنا دیا تو سبب رق کا اونکا
کفر ہے یا اون کے اصول کا کفر خلاصہ یہہ ہے کہ رق اوس عجز حکمی کا نام ہے کہ جس سے انسان ولایت اور شہادت اور قضا اور مالکیت مال کے لائق نہ ہو اور جبکہ
بظاہر ملک اور رق مترادف معلوم ہوتے ہین اور حالانکہ اونمین مغایرت ہے لہذا شارح نے واسطے اثبات مغایرت کے قول آئندہ مین اوسکی تصریح فرمائی وجود
الرق بلا ملك كالكفار في دار الحرب فانّ كلّهم ارقاء غير مملوكين لاحد فاذا لا يؤخذ الاسير يوصف بالرق لا المملوكية حتى يحرز بدار
فاذا أخذت ومعها ولدها يتبعها في الرق قهستانی اور صورت رق کی بلا ملک جیسے کافر دارالحرب مین کہ وہ سب رقیق ہین پر کسیکے مملوک نہین تو اسیر
حربی اول گرفتاری مین موصوف بوصف رقیت ہے نہ بوصف مملوکیت یہانتک کہ دارالاسلام مین پہنچکر قابو مین آجاوے تب مملوکیت اوسپر صادق آویگی تو کافرہ
اسیرہ جب گرفتار ہوی اپنے ولد کے ساتھ تو ولد اوسکا تابع ہوگا رقیت مین کذا فی القہستانی ہم تفرقہ رق اور ملک کا جو شارح نے بیان کیا سو صحیح ہے لیکن مثال صحیح
نہین اسواسطے کہ اس صورت مین ولد تابع اپنی ماکا نہین رقیت مین بلکہ وصف رقیت اوسکو بالاصالۃ ثابت ہے بلکہ مثال صحیح یہہ ہے کہ کافرہ حاملہ گرفتار ہوئی تو
حمل تابع ہوگا اوسکا رقیت مین اسواسطے کہ یہان گفتگو ہے اتباع جنین مین کذا فی حاشیۃ الحلبی پہ صورت ملک اور رق مین فرق ظاہر ہوگیا اور معلوم ہوا کہ کسی شئے
کے تصرف پر قادر ہونا اسکا نام ملک ہے خواہ مملوک جماد ہو یا حیوان یا انسان اور رق نہین ہوتا مگر انسان مین اور بیع سے مالک کی ملک زائل ہوجاتی ہے نہ رق اور
عتق سے ملک زائل ہوتی ہے قصدًا اسواسطے کہ وہ حق مالک ہے اور رق زائل ہوتا ہے ضمنًا اسواسطے کہ فرضیت ہوگئی حقوق العباد اور زیادہ ہے ملک اور رق کا فرق
قن اور ام ولد اور مکاتب مین ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قن مین ملک اور رق دونو کامل ہین اور ام ولد مین ملک کامل ہے اور رق ناقص لہذا کفارہ مین اوسکا اعتاق
صحیح نہین اور مکاتب مین رق کامل ہے یہانتک کہ کفارہ مین اوسکا اعتاق صحیح ہے اور ملک اوسمین ناقص ہے اسواسطے کہ مکاتب مولی کے تصرف مین نہین اور
اگر مولی کہے کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے تو مکاتب نہ آزاد ہوگا بسبب نقصان ملک کے کذا فی الدرر عن الزيلعي والحرية والعتق وفروعه ككتابة وتدبير
مطلق واستيلاد اذا لم يشترط الزوج حرية الولد كما مرّ اور جنین تابع ہے ماکا حریت اصلیہ مین اور عتق مین اور عتق کی فروع مین جیسے کتابت اور تدبیر مطلق
اور استیلاد مین تا وقتیکہ لونڈی کے زوج کی حریت کی مولی سے نہ شرط کرلی ہو چنانچہ کتاب النکاح کے باب نکاح رقیق مین اسکا حکم مذکور ہوچکا ہم حریت اصلیہ کی
مثال یہہ ہے کہ غلام نے حرہ سے نکاح کیا سو وہ حاملہ ہوئی اوس سے تو اوسکا بچہ بھی ماکا تابع ہوکر حر اصلی ہوگا اور حریت غیر اصلی کا ذکر ہوچکا حاملہ کے عتق مین
اور کتابت کی یہہ مثال ہے کہ مولی نے حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اور بعد کتابت کے اقل مدت حمل مین بچہ پیدا ہوا تو بعد ادا ہے بدل کتابت کے ما اور بچہ ساتھی آزاد
ہونگی اور تدبیر مطلق یہہ کہ مولی نے حاملہ لونڈی سے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے تو دونو ساتھی آزاد ہونگی اور اگر مولی تدبیر مقید اسطرح پر کریگا کہ اگر مین اس
بیماری مین مرگیا تو تو آزاد ہے تو اسمین ولد تابع ماکا نہوگا اور استیلاد کی مثال یہہ ہے کہ مولی نے اپنی ام ولد کا نکاح کردیا سو وہ حاملہ ہوئی تو بعد موت مولے
کے دونو آزاد ہونگی وفي رهن اور رہن مین تابع ہے ماکا یعنی اگر حاملہ کو رہن رکھا اور بچہ پیدا ہوا تو بھی مرہون ہوگا یہانتک کہ راہن اوسکو مرتہن سے نہین
لے سکتا ودين اور دین مین تابع ہے ماکا یعنی حاملہ لونڈی کو مولی نے تجارت کرنیکی اجازت دی پہر وہ مقروض ہوگئی تو بچہ بھی دین مین اوسکا تابع ہوگا
یعنی قرض دینے والے ولد کو بیچ لین گے وحق أضحية اور حق اضحیہ مین ماکا تابع ہوگا اسطرح پر کہ مثلاً قربانی کے واسطے گائے یا بکری گابہن خریدی اور اوسکے بچہ پیدا
ہوا تو ماکے ساتھ بچہ بھی ذبح کیا جاویگا یا پیٹ سے زندہ نکلیگا تو ذبح ہوگا واسترداد اور استرداد بیع مین ماکا تابع ہوگا یعنی لونڈی یا گائے یا بکری کی
بیع فاسد ہوئی پہر مشتری کے پاس حاملہ ہوئی تو استرداد بیع مین ولد تابع ہوگا ماکا وسريان ملك اور سرایت ملک مین تابع ہے ماکا یعنی مالک قدیم کا حق ملکیت
اوس تک پہنچ جاتا ہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک لونڈی چند بار دست بدست بکی بعد اوسکے بسبب عیب قدیم کے مالک اول پر مسترد ہوئی اور حالانکہ وہ حاملہ تھی

تو اوسکا حمل بھی مالک اول کا مملوک ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی من الاشباہ فیھی اثنا عشر یعنی بارہ مواضع مین جنین حمل تابع اپنی ماکا ہوتا ہے یعنی ملک رق حریت عتق کتابت تدبیر مطلق استیلاد رہن دین عتق اضحیہ استرداد بیع شراء ان ملک ولا یتبعھا فی الکفالۃ اور جنین تابع نہین ہوتا اپنی ماکا کفالت مین یعنی اگر حرہ حاملہ نے یا لونڈی نے باجازت مولی مال ضامنی یا جان ضامنی کی اور ضمانت مدت تک بنی رہی یہانتک کہ لڑکا پیدا ہوا اور بالغ ہوا تو یہ لڑکا ضمانت مین ماکا تابع نہیں والاجارۃ اور اجارہ مین ماکا تابع نہین یعنی وضع پس حاملہ کو اجارہ لیا پھر وہ جنی تو یہ لڑکا اجارہ مین داخل نہین تو ماکی طرح خدمت کرنی اسکو لازم نہوگی والجنایۃ اور جنایت مین تابع ماکا نہوگا یعنی اگر حاملہ نے کوئی جنایت کی تو ولی جنایت کو ماکے ساتھہ ولد نہ دیا جاویگا اور ماگر ماکا فدیہ دیگا تو فقط ماکا فدیہ دیگا کذا فی الجامع الصغیر اور حاکم شہید نے مختصر مین کہا کہ جنایت ماکی طرف سے ولد تک سرایت کریگی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الدر نی والحد والقود اور حد اور قصاص مین تابع ماکا نہوگا تو حاملہ پر حد نہ ماری جاویگی مگر بعد ولادت کے اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر بعد وضع حمل کے والزکوۃ سائمۃ اور زکوۃ کے جانورون مین بچہ تابع ماکا نہین والرجوع فی الھبۃ اور ہبہ پھیر لینے مین بچہ تابع ماکا نہین یعنی اگر لونڈی کسیکو بخشی اور وہان حاملہ ہوئی اور واہب نے اسکے پھیر لینے کا ارادہ کیا تو حمل مین رجوع کرنا جائز نہین کذا فی السراج اور زیلعی نے رجوع حمل کو جائز رکھا ہے چنانچہ اسکا ذکر کتاب الھبہ مین آویگا والوصیۃ بخدمتھا اور اوسکی خدمت کی وصیت مین یعنی مولی نے اپنی حاملہ لونڈی کیخدمت کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو اوسکا بچہ وصیت مین تابع ماکا نہین ولا یتذکی بذکوۃ امہ اور حلال نہین ہوتا بچہ اپنی ماکے ذبح کرنیسے خواہ بن گیا ہو یا ناقص یعنی گابھن گائے یا بکری کو ذبح کیا اور اوسکے پیٹ سے زندہ بچہ نکلا تو اوسکی ماکا ذبح کرنا کفایت نہین کرتا اوسکو بھی ذبح کرنا چاہیئے اور بچہ جو حدیث مین آیا ہے کہ ذکوۃ الجنین ذکوۃ امہ سو بنابر تشبیہ کے ہے یعنی ذبح کرنا جنین کا ایسا ہے جیسے ذبح کرنا اوسکی ماکا ہے دلیل روایت نصب کے تو اگر بچہ مردہ نکلا تو نہ کھانا چاہیئے نزدیک امام اعظم اور زفر اور حسن بن زیاد کے اور صاحبین کے نزدیک اگر بچہ پورا ہو چکا ہے تو اوسکا کھانا حلال ہے بسبب ذبح ہونے اوسکی ماکے فی شرح کا بسطہ فی شرح الاشباہ تو کہ یہ نو مواضع ہین جنمین جنین تابع ماکا نہین چنانچہ ابن نجیم نے اسکو مفصل بیان کیا ہے اشباہ کے باب البیوع مین وزاد فی البحر ولد الھاشمی من امۃ ولدھا ھاشمی کابیہ رقیق لکنہ اور ابن نجیم نے بحر الرائق مین مسائل مذکورہ پر یہ مسئلہ اور زیادہ کیا ہے کہ ولد تابع نہین اپنی ماکا نسب مین تا اینکہ اگر نکاح کیا سید نے لونڈی سے تو اوسکا بیٹا ہاشمی سید ہوگا مانند اپنے باپ کے اور غلام مملوک ہوگا مانند اپنی ماکے اسواسطے کہ زوج ہاشمی راضی ہو گیا اپنے ولد کی رقیت سے جبتو اوسنے لونڈی کے نکاح پر اقدام کیا اور نسب مین ولد اپنے باپ کا اسواسطے تابع ہوا کہ نسب واسطے تعریف اور شناخت کے ہے تو مرد کیجانب اسمین غالب ہوئی اسواسطے کہ مردونکا حال کشف ہوتا ہے نہ عورتونکا کذا فی منح الغفار اور حموی نے کہا کہ یہ نقل صریح ہے کہ اگر باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو بیٹا سید نہوگا اگرچہ اوسکو فی الجملہ شرافت نسبیہ ثابت ہے اور شیخ ابراہیم دمشق کے مفتی حنفیہ نے لکھا ہے کہ جسکا باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو اوسکا ولد سید شریف ہے اسواسطے کہ سیادت اور شرافت اصل نسب مطہر اشرف کی ابتدا اسی ماکیطرف سے آئی ہے یعنی سیدۃ النساء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اور سغناقی نے کہا کہ مین نے حمید الدین ضریر سے یہ مسئلہ پوچھا اونہون نے کہا مین نے اپنے استاد شمس الدین کردری سے سنا کہ وہ سید ہونے کے قائل تھے اس دلیل سے کہ حق تعالی نے قرآن مجید مین عیسی علیہ السلام کو نوح اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریت مین فرمایا ماکی جہت سے اور فتاوی ظہیریہ مین ہے کہ جب ماں سیدہ ہو تو قول مختار یہ ہے کہ ولد سید ہے اور جامع الفتاوی مین ہے کہ جسکا باپ سید نہو اور ماں ہو تو اوسکے سید ہونے مین اختلاف ہے شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ وہ سید ہے اور بعض علماء نے کہا کہ جسکی ماں سیدہ ہو اوسکو شرافت نسبی حاصل ہے تو یہ قول اختلاف بین القولین کی توفیق کیواسطے صالح ہے تو جسنے کہا کہ وہ سید نہین تو مطلب اوسکا یہ ہے کہ جسکی فقط ماں سیدہ ہے اوسکی شرافت اوسکی برابر نہین جسکا باپ سید ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الدر المختار ولا یتبعھا بعد الولادۃ الا فی مسئلتین اذا استحقت الام بعد البیع واذا بیعت البھیمۃ ومعھا ولدھا وقتہ اور بچہ اپنی ماکا تابع نہین ہوتا بعد ولادت کے مگر دو مسئلو نمین ایک تو یہ کہ جب ماں غیر کی مستحق ملک ٹھہری بعد بیع کے اور دوسری یہ کہ جب جانور بیچا گیا اور اوسکا بچہ ہمراہ بیع کے وقت تو وہ بھی بیع مین تابع اپنی ماکا ہو جاویگا بشرطیکہ بائع اور مشتری نے سکوت کیا ہو اور اگر عدم دخول بیع کی تصریح ہو گئی ہو تو تابع نہوگا کما فی الدر المنتقی اور قنیہ مین ہے کہ شیر خوار بچہ گائے اور بکری اور اونٹنی اور گھوڑے کا بیع مین تابع ہوتا ہے

بچہ کہ وہ وہ نہیں بیٹا کذا فی حاشیۃ المدنی وولد الامۃ من زوجہا ملک لسیدہا تبعا لہا اور ولد لونڈی کا اوسکے زوج کے نطفہ سے ملک ہوا اوسکی مولی کا
ماں کا تابع ہوکر وولدہا من مولاہا حر اور لونڈی کا ولد اپنے مولیٰ کے نطفہ سے آزاد ہے اسواسطے کہ وہ ابتداء علوق سے آزاد ہے اسواسطے کہ ابراہیم ابن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ایسے ہی تھے مگر حر اور یہہ نہیں کہ اول مملوک ہوکر ولد مولی کا آزاد ہوجاتا ہے جیسا کہ متبادر ہوتا ہے ہدایہ وغیرہ سے کذا فی منح الغفار وقد یکون حر الاصل وقد یکون
بلا تحریر کان نکح حیث امۃ ابیہ فولدت حر لانہ ولد ولد المولی ظہیریہ اور کاہے وہ رقیق کا ولد حر ہوتا ہے بدون آزاد کرنیکے چنانچہ نکاح غلام نے
اپنے باپ کی لونڈی سے کیا تو اوسکا ولد آزاد ہوگا کہ وہ مالک کا پوتا ہے کذا فی الظہیریہ وعلیہ فولدہا من سیدہا ومن ابنہ الی ابیہ حر اور بنا بر
قول ظہیریہ کے ولد لونڈی کا اپنے مالک سے یا مالک کے بیٹے سے یا مالک کے باپ سے آزاد ہے اسواسطے کہ وہ تو قول قریب محرم کی ملک میں یکسان ہیں فرع مسلم
تحفہ شارح کا حبلت امۃ کافر لکافر من کافر فاسلم فہل یؤمر مالکہا الکافر ببیعہا لاسلامہ تبعا قال فی الاشباہ لم ارہ قلت الظاہر انہ
لا یجبر لانہ قبل الوضع موہوم وبہ لا یسقط حق المالک کافر لونڈی ایک کافر کی حاملہ ہوئی دوسرے کافر سے پھر وہ مسلمان ہوگیا یعنی زوج تو
لونڈی کے مالک کافر پر لونڈی کی بیع کا بسبب اسلام جنین کے باپ کا تابع ہوکر حکم کیا جاویگا اسوجہ سے کہ حمل دین میں خیر الابوین کا تابع ہوتا ہے یا نہ حکم
کیا جاویگا اشباہ میں کہا کہ میں نے اسکا حکم کلام فقہا میں مصرح نہیں دیکھا شارح باتباع صاحب نہر کہتا ہے ظاہر جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ مالک پر بیع
میں جبر نہوگا اسواسطے کہ حمل قبل ولادت کے امر موہوم ہے احتمال ہے کہ حمل ہو یا بیماری اور بسبب اس امر موہوم کے مالک کا حق نہ ساقط ہوگا ولہذا خانیہ میں کہا ہے
کہ اگر مالک نے اپنی لونڈی کے حمل کی کسیکے واسطے وصیت کی تو اگر وصیت کے دن اوسکے پیٹ میں بچہ ہو اسطرح پر کہ اقل مدت حمل میں جنی اوسدن سے تو وصیت
صحیح ہے اور اگر پورے چھہ یا زیادہ میں جنی تو وصیت باطل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن النہر

باب عتق البعض

یعنی یہہ باب ہے عتق البعض کے
احکام میں جب پورا عتق مذکور ہوچکا تب ادہورا عتق شروع ہوا اسواسطے کہ ادہورا قلیل الوقوع ہے اور ثواب میں کمتر ہے پورے سے اعتق بعض عبدہ
ولو مبہما صح ولزمہ بیانہ آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کا کچھ حصہ اگرچہ غیر معین ہو تو بھی صحیح ہے اور لازم ہوگا مالک پر بیان کردینا بعض مبہم کا امام
عظم کے نزدیک اگر غلام پورا نہ آزاد کرے بلکہ بعض آزاد کرے تو صحیح ہے خواہ بعض معین کو آزاد کرے چنانچہ نصف یا ثلث یا بعض غیر معین کو آزاد کرے
مثلا یون کہے کہ میں نے بعض غلام کا یا جزو غلام کا آزاد کیا لیکن درصورت ابہام قاضی اوس سے بیان کراویگا کہ بعض یا جزو سے کیا مراد ہے نصف یا ثلث اور اگر مالک یون
کہے کہ میں نے اپنے غلام کا ایک سہم آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک چھٹا حصہ آزاد ہوگا کذا فی المنح وسعی فیما بقی وان شاء حررہ اور سعی کرے غلام باقی میں
اور اگر مولی چاہے تو باقی کو بھی آزاد کردے یعنی اگر مثلا سو درم قیمت تھی غلام کی اور مولی نے آدھا آزاد کیا باقی رہے پچاس درم تو محنت مزدوری کرکے غلام بقدر
اوسکے مولی کو بھیجا دے تو پورا آزاد ہوجاویگا لیکن اوسکا باقی عتق فقط سعی ہی پر منحصر نہیں بلکہ اگر مالک باقی کو بھی آزاد کردیگا تو سعی کی کچھ حاجت نہوگی وھو معتق البعض
کمکاتب حتی یؤدی الا فی ثلث بلا رد الی الرق لو عجز ولو جمع بینہ وبین قن فالبیع بطل فیہما ولو قتل ولم یترک وفاء فلا قود بخلاف
المکاتب اور وہ یعنی معتق البعض مکاتب کی مانند ہے یہانتک کہ باقی کو ادا کرے سعی کرکے مگر تین امر میں مکاتب کی مانند نہیں ایک یہہ کہ اگر عاجز ہو سعایت سے تو رق
کی طرف نہیں پھیرا جاتا بخلاف مکاتب کے کہ وہ بدل کتابت کے عجز سے رقیت کیطرف عود کرتا ہے امر ثانی یہہ ہے کہ اگر جمع کیا جاوے درمیان معتق البعض اور خالص غلام کے
بیع میں یعنے دونون کو ساتھہ ہی بیچے تو دونون میں بیع باطل ہوگی نہ معتق البعض کی صحیح ہوگی اور نہ خالص غلام کی اور اگر مکاتب اور
خالص غلام کی ساتھہ بیع ہوگی تو مکاتب کی بیع باطل اور خالص کی صحیح ہوگی امر ثالث یہہ ہے کہ اگر معتق البعض قتل کیا جاوے اور نہ چھوڑا ہو اتنا مال جس سے قدر باقی
ادا ہو تو اوسکے قاتل پر قصاص واجب نہیں اسواسطے کہ اسمین اختلاف ہے کہ وہ آزاد مرا یا غلام تو شبہہ پڑا کہ اوسکے خون کا دعویدار کون ہے اگر وہ غلام تھا تو
مولی مدعی ہے اور اگر آزاد تھا تو اوسکے وارث مدعی ہیں بخلاف مکاتب کے کہ بدون ادائے بدل کتابت جب وہ مقتول ہوگا تو رقیت اوسکی ثابت تھی تو بلا شبہہ اوسکے
خون کا مدعی فقط مولی ہوگا نہ وارث تو مکاتب کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر معتق البعض کا کوئی وارث نہوگا سوا مولی کے تو ظاہر اقتضاء تعلیل یہہ ہے
کہ اس صورت میں اوسکے قاتل کا بھی قصاص لیا جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ الحموی وقالا من اعتق بعضہ عتق کلہ والصحیح قول الامام قہستانی

ص المذہب ہے اور صاحبین اور امام شافعی نے کہا کہ جو بعض غلام کو آزاد کر چکا تو کل آزاد ہو جاویگا تو سعایت اوسپر لازم نہوگی اور صحیح امام اعظم کا قول ہے کہ ابی اعتاق کے
من الصحیحات ثم صحیحین میں حضرت ابن عمر سے حدیث مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنا حصہ مملوک غلام میں سے آزاد کرے
اور اوسکا اتنا مال ہو بقدر قیمت غلام کے تو اوسکی معتدل قیمت ٹھہرائی جاوے تو اور شریکوں کے حصے ادا کر دیا جاوے اور غلام اوسکی طرف سے آزاد ہوگا اور اگر
اوسکو مقدور نہو تو غلام سے اوسیقدر آزاد ہوگا جتنا اوسنے آزاد کیا اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ اعتاق بعض صحیح ہے والخلاف مبنی علی ان الاعتاق
یوجب زوال الملک عندہ وھو متجزئ وعندھما زوال الرق وھو غیر متجزئ امام اور صاحبین کے خلاف کی بنا اسپر ہے کہ امام کے نزدیک آزاد کرنا
موجب زوال ملک کا ہے اور چونکہ ملک بالاتفاق قسمت پذیر ہے تو اعتاق بھی قسمت پذیر ہوا اور صاحبین کے نزدیک اعتاق موجب ہے زوال رق کا اور ظاہر ہے کہ رق قسمت پذیر
نہیں تو عتق بھی قسمت پذیر نہیں معلوم ہوا کہ اختلاف دونوں میں اعتاق کی تفسیر پر مبنی ہے خلاصہ دلیل امام کے مذہب کی یہ ہے کہ اعتاق ازالہ رق سے عبارت نہیں
جیسا کہ صاحبین کہتے ہیں بلکہ اعتاق عبارت ہے ازالہ ملک سے اسواسطے کہ انسان کا اختیار نہیں مگر اپنی ازالہ ملک میں اور ملک بالاتفاق متجزی ہے تو اسیطرح اوسکا ازالہ
بھی متجزی ہے تو اعتاق بعض کا بعض علت کا اثبات ہے تو تحقق معلول یعنی عتق کا نہوگا بدون تحقق علت کل کے یعنی ازالہ کل ملک کے کذا فی منح الغفار وعلی ھذا الخلاف
التدبیر والاستیلاد ولا خلاف فی عدم تجزی العتق والرق اسی اختلاف پر تدبیر اور استیلاد بھی مختلف فیہ ہے کہ امام کے نزدیک تدبیر اور استیلاد متجزی ہے اور صاحبین کے نزدیک تجزی نہیں تو اگر نصف غلام کو
مدبر کر گیا تو بعد موت مولی کے نصف باقی کے واسطے غلام سعی کریگا اور صاحبین کے نزدیک بلا سعایت وہ آزاد ہے اور اگر مشترک لونڈی کا استیلاد کر گیا تو نصف میں
استیلاد متحقق ہوگا اور نصف باقی کو ضمان سے مالک ہوگا اور امام اور صاحبین میں اختلاف نہیں عتق اور رق کی قسمت پذیری میں اسواسطے کہ عتق عبارت ہے اوس
قوت حکمیہ سے جسکے سبب سے آدمی لائق قضا اور شہادت اور تصرفات مالیہ کے ہوا اور یہ قوت حاصل نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ اسکی ضد زائل ہو یعنی رق اور رق عبارت
ہے اوس ضعف حکمی سے جسکے سبب سے انسان اہل قضا و شہادت اور تصرفات مالیہ کے نہیں ہوتا [illegible]
اور آزاد اور رقیق اور جیسا عتق اور رق کے [illegible]
میں وس الغریب فان الملک [illegible] علی انصافہ ومنع علی الانصاف
ستار ویکون حکمہ بقاءہ کالمعتق اور غریب ہے وہ جو بدائع میں ہے کہ امام کے نزدیک عتق اور رق قسمت پذیر ہیں اسواسطے کہ امام المسلمین جب غالب ہو کافروں
کے کسی گروہ پر اور سب ان میں سے ہر شخص کے نصف نصف پر رقیت قائم رکھے اور نصف نصف پر احسان کرے بسبب آزاد کرنیکے تو یہ جائز ہے اور ہوگا حکم ہر شخص کا اس
فعل کے معتق البعض کے مانند امام اوسکو آزاد کرے اور رہا ہے باقی کیواسطے سعی کرے اس روایت سے صاحب بدائع نے استدلال کیا کہ عتق اور رق امام کے نزدیک
قسمت پذیر ہیں حالانکہ احسان امام کا عتق نہیں بلکہ اعتاق ہے خلاصہ یہ ہے کہ قول بدائع کا غریب ہے لائق اعتماد کے نہیں کہ روایات معتمدہ کے مخالف ہے لہذا فتح القدیر
میں اوسکو مستبعد کہا ہے ولو اعتق نصیبہ فلشریکہ ستۃ خیارات بل سبع اما ان یحرر نصیبہ منجزا او مضافا فالمدۃ کمدۃ الاستسعاء
ثم او ما گر ایک غلام کے دو مالک ہوں اور ایک شخص نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو دوسرے شریک کو چھ بلکہ سات امر میں اختیار ہے یا اپنا حصہ فی الحال آزاد کرے یا آزاد کرنا
کسی کچھ مدت مقرر کر دے مانند مدت سعی کر دے جیسے کہ فتح القدیر میں اعتاق کو مدت طویل کیطرف اضافت کرنا نہیں تو وہ تدبیر کے مساوی ہو جاویگی بلکہ یوں کہے کہ
برس یا دو برس میں تو آزاد ہو گا غایت یہ ہے کہ جتنی مدت میں وہ محنت مزدوری کر کے اپنی نصف قیمت ادا کر سکے اوتنی مدت کیطرف اوسکے عتق کو مضاف
کرے او یصالحہ او یکاتبہ علی اکثر من نصف قیمتہ لو من النقدین ولو بعرض لیستسعی فان امتنع آجرہ جبرا یا شریک مصالحہ کرے مال پر یا مکاتب
کرے غلام کو بشرطیکہ اوسکی نصف قیمت سے بدل کتابت زیادہ نہو اگر بدل کتابت چاندی سونے کی قسم سے ہو اور غیر نقدین میں زیادتی بھی جائز ہے اور اگر غلام
عاجز ہوا ادای بدل کتابت سے تو اوسپر سعایت کرائی اگر وہ سعایت نکرے تو زبردستی اوس سے مزدوری کرا دے او یدبرہ فتلزمہ السعایۃ للحال فلو مات
المولی ولا سعایۃ ان خرج من الثلث یا شریک غلام کو مدبر کر دے اور مدبر کرنے سے فی الحال اوسکو سعایت لازم ہوگی اور نصف قیمت ادا کر کے آزاد
ہو جاویگا سو اگر مولی یعنی شریک مر گیا تو غلام پر سعایت لازم نہیں اگر غلام ثلث مال سے نکلے یعنی ثلث مال سے آزاد ہو سکے او یستسعی العبد کما مر یا شریک سعایت

کرادے غلام سے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا ہے ف سعایت بالکسر عبارت ہے اوس عمل سے جس کو معتق البعض ادا کرے اپنی ذات کیطرف سے تاکہ باقی آزاد ہو جاوے کذا فی
القاموس والولاء لهما لانهما المعتقان اور وراثت آزاد غلام کی مسائل سابقہ میں شریکوں کو ہے اسلئے کہ پہلا شریک بعض کا اور دوسرا شریک باقی حصہ کا آزاد کرنیوالا ہے اور دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کیا
یا مال پر صلح کر لی یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا اوس سے سعایت کی مددچاہی ہر صورت اس آزاد غلام کی میراث دونوں شریک وارث ہونگے اسواسطے کہ اوسکو آزاد کرنیوالے
بھی یہی دونوں ٹھہرے او یتخیّر المعتق لو موسرًا وقد اعتق بلا اذنه فلو به استسعاء لاصل المذهب یا شریک مذکور کو اختیار ہے کہ آزاد کرنیوالے سے
اپنے حصہ کا ضمان لے اگر مقدور والا ہو بشرطیکہ بے اذن شریک کے اوس نے آزاد کیا ہو اور اگر اوسنے اجازت لیکر آزاد کیا ہو تو شریک ضمان نہ لے سکیگا غلام سے
سعایت کرادیگا بنا بر ظاہر الروایت کے ہم درصورت اجازت ضمان کی نفی مراد ہے نہ اعتاق اور صلح اور کتابت اور تدبیر کی اسواسطے کہ یہ امور بھی برابر سعایت کے ہیں کذا
فی حاشیة الدر عن البحر ویرجع بما ضمن علی العبد والولاء کله له لصدور العتق کله من جهته حیث ملکه بالضمان اور آزاد کرنیوالا
پھیر لے غلام سے اوتنا مال جتنا اوس نے ضمان دیا یعنی اوسقدر مال کے واسطے سعایت کرالے اور تمام وراثت غلام کی آزاد کرنیوالے کو ملیگی بسبب اوسکے کہ ہونے کل عتق کے
اوسکی جہت سے اسواسطے کہ غلام کا پورا مالک ہوگیا ضمان دیکر وهل یجوز الجمع بین السعایة والضمان ان تعدد الشرکاء نعم والا لا اور کیا جائز ہے
جمع کرنا سعایت اور ضمان میں یا جائز نہیں جواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے اگر چند شریک ہوں یعنی اگر مثلاً ایک غلام کے تین مالک ہوں اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا
تو دونوں شریکوں کو اختیار ہے کہ ایک ضمان لے اور دوسرا سعایت کرادے اور اگر ایک ہی شریک ہو تو ضمان اور سعایت کا جمع کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیة الدر
عن البدائع والمبسوط ومتی اختار امرًا تعین الا السعایة فله الاعتاق اور جب کہ شریک نے اختیار کیا ایک امر کو خیارات مسطورہ سے تو وہی امر معین اور مقرر
ہو جاتا ہے یعنے اوسکو بدل کر دوسرا امر اختیار نہیں کر سکتا سوای سعایت کے اسواسطے کہ اگر شریک معتق البعض کی سعایت کو اختیار کریگا تو اوسکو آزاد کر دینے کا
اختیار ہے ط طحطاوی نے لکہا کہ ظاہراً کتابت اور تدبیر اور صلح سعایت کو شامل ہے واللہ اعلم ولو باعه او وهبه نصیبه لم یجز لانه کمکاتب اور اگر شریک اپنا
حصہ آزاد کرنیوالے کے ہاتھ بیچے یا اوسکو ہبہ کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ معتق البعض مکاتب کی مانند محل تملیک نہیں الا فی زنا و کبیارة بکونه مالکا قدر قیمة
نصیب الآخر یوم الاعتاق سوی ملبوسه وقوت یومه وکلا صح مجتبی اور آزاد کرنیوالے کا مقدور ثابت ہوتا ہے بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہونے سے اعتاق
کے دن سوای لباس اور اوس دن کے کہانیکے یعنے اگر معتق بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہو تو ضمان دینے میں اوسکا مقدور ثابت ہے قول اصح میں کذا فی المجتبی ولو
اختلفا فی قیمته ان قائمًا قوّم للحال والا فالقول للمعتق لانكاره الزیادة وکذا لو اختلفا فی یساره واعساره اور اگر معتق اور شریک اختلاف
کریں غلام کی قیمت میں اعتاق کے دن تو اگر غلام موجود ہو تو فی الحال اوسکی قیمت ٹھہرالیجاوے اور اگر مرگیا ہو تو معتق کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے
زیادتی قیمت کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا اور اسیطرح اگر دونوں میں اختلاف ہو معتق کی مالداری اور مفلسی میں تو بھی معتق کا قول معتبر ہوگا ولو شهدا
ای اخبر لعدم قبولها وان تعددوا بحریة متعینا بل ایهم کل من الشریکین بعتق الاخر حصته فانکل سعی لهما اور اگر گواہی دیوے ہر شریک
دوسرے شریک کے آزاد کرنیکی اور ہر ایک منکر ہو اپنے حصہ کے آزاد کرنیکا تو غلام سعایت کریگا دونو کے حصہ ادا کرنیکے واسطے شارح کہتا ہے شہادت یہاں
بمعنی خبر دینے کے ہے اسلئے نا مقبول ہونے شہادت کی اگرچہ چند شریک ہوں اور اون میں سے دو شریک تیسرے کے اعتاق کی گواہی دیں تو بھی گواہی نا مقبول ہوگی اسواسطے
کہ دونو اپنے واسطے منفعت کو کہینچتے ہیں یعنی چاہتے ہیں کہ اگر تیسرے پر اعتاق ثابت ہو تو ہم اپنے حصوں کا ضمان اوس سے لیں کذا فی البدائع ما لو حلفهما القاضی
تحقیقا لیسارق او تستسعی فی حصتهما دونوں شریکوں کیواسطے غلام سعایت کریگا تاوقتیکہ قاضی نے دونو سے قسم نہ لی ہو اور اگر قاضی نے دونوں سے قسم لی تو وقت
میں غلام کو اختیار ہوگا خواہ اپنی رقیت اختیار کرے خواہ دونو کے حصوں میں سعایت کرے ہم درصورت تحلیف قاضی رقیت کا اثبات خلاف تحقیق کے ہے اسواسطے کہ
فتح القدیر میں مصرح ہے کہ اگر قاضی کے پاس جانے سے پہلے باہم دونو شریکوں نے اعتاق کو دوسرے کی طرف نسبت کیا تو اسکا حکم کچھ نہیں سوای سعایت کے اور اگر قاضی کے
پاس مقدمہ رجوع کیا اور قاضی سے دونوں اعتاق کا حال بیان کیا اور دونوں نے انکار کیا اور قاضی نے دونو کو قسم دلائی اور ہر ایک نے قسم کہائی کہ میں نے آزاد نہیں کیا تو
غلام پر رقیت نہ ثابت کیجاویگی اسواسطے کہ ہر شریک کا یہی گمان ہے کہ اوسکے شریک نے جہوٹی قسم کہائی ہے اور اوس نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو ہر ایک کا یہی اعتقاد ہوا کہ غلام مستحق آزادی

.... تو سعایت کا اعتبار ہوگا وکذا فی حاشیۃ الجد من البحر ولو کمل لحدهما صار معتبرا فلا (یسعی)
اور اگر قاضی کے روبرو ایک شریک نے قسم کھائی لیکن مین آزاد کیا اور دوسرے شریک نے قسم سے انکار کیا تو وہ معترف ہوا اپنے اعتاق کا تو اوسکو اسواسطے سعایت کا حق نہ ہوگا اور اوس قسم
کھانیوالا سعایت کریگا ولو مات قبل ان یتفقا فلبیت المال بحر اور اگر غلام مرگیا قبل اس بات کے کہ دونو مالک ایک شخص کے اعتاق پر متفق ہون تو غلام کی ولا بیت المال
کی ہوگی تم اگر ان کی اسواسطے کہ ہنوز کسیکا اعتاق ثابت نہین کذا فی البحر یہ مذہب ہے صاحبین کا نہ امام کا تو لازم تھا کہ اسکا ذکر صاحبین کے آیندہ قول مین ہوتا اور امام
کے مذہب مین اسکو ذکر کرنے سے غلط فہمی ہوگئی مطلقا ولو موسرین لاحتمالہما والولاء لہما سعایت کرے غلام امام اعظم کے نزدیک ہر طرح اگرچہ دونو
شریک مالدار ہون یا مفلس یا ایک مالدار ہو اور دوسرا مفلس اسلئے کہ دونو کا حق ہوتا لا یکفی للمعسرین لا الموسرین ولو مخالفا یسارا اسعی للموسرین
لا المعسر وهو المعسر فی الولاء موقوف فی الکل حتی یتصادقا کذا فی البحر والملتقی وعامۃ الکتب قلت مفاد الکل خلافه لا یخفی فتنبه ثم رأیت
شیخنا الرملی نبه علی ذلک کذلک اور صاحبین نے کہا کہ غلام مذکور مفلس شریکون کیواسطے سعایت کرے مالدارون کیواسطے اور اگر دونو مقصد درمین مختلف ہون
یعنی ایک شریک مالدار ہو اور دوسرا مفلس تو سعایت کرے مالدار کیواسطے نہ مفلس کیواسطے اسواسطے کہ مفلس بسبب مالداری اپنے شریک کے ضمان کا طالب تھا نہ سعایت کا اور ولا
یعنی میراث غلام کی صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین موقوف رہیگی اسواسطے کہ ہر شخص اعتاق کو دوسرے پر ڈالتا ہے یہانتک کہ دونو شریک متفق ہون ایک شخص کے
اعتاق پر تب معتق ولدیت ہوگا اور اگر قبل اتفاق شریکین کے غلام مرگیا تو اوسکا مال بیت المال مین داخل ہوگا امام اور صاحبین کا مذہب اسیطرح معلوم ہوا کہ البحر
اور ملتقی الابحر اور شرح وقایہ اور ہدایہ اور باقی کتب فقہ مین شارح کہتا ہے کہ تو متن مین ملتبس ہوگیا ہے کہ مخفی نہ ہو سواے ملاحظہ کر تو اے ہوشیار رہ پھر مین نے
اپنے استاد خیر الدین رملی کو دیکھا کہ اونسے مصنف کی شرح مسمی منح الغفار کے حاشیہ مین اس غلط مذہب سے آگاہ کر دیا ہے ف فی الحقیقت اوس جگہ تو
مذہب ہوگیا کہ مذہب امام مین بلا تنبیہ مذہب صاحبین کو مذکور کر دیا یعنی مخالف یسار مین اور اوسکے واسطے سعایت [illegible]
سعایت لازم ہو اور ولا غلام کی شریکون کو ہو اور صاحبین کے نزدیک قبل از اتفاق موقوف ہو لیکن طرفہ ماجرا ہے کہ اگر ماتن سے ایک خطا ہوئی تو شارح سے
اسی مقام مین دو خطائین ہوئین اول خطا یہ کہ درصورت تحلیف قاضی کے استرقاق کو ذکر کیا حالانکہ فتح القدیر مین مذکور ہوچکا کہ اسمین ہرگز استرقاق نہین دوسری خطا یہ
غلط مذہبین کا اعتراض ماتن پر کیا پھر اسمین آپ بھی مبتلا ہوئے یعنی بیت المال کا مسئلہ مذہب صاحبین کا اوسکو امام کے مذہب کے ساتھ گمان مین کر کے بلا تنبیہ
ذکر کر دیا انسان ہرچند اپنے فن مین کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہین وہذا مأخوذ اور صاحب نہین ف مسئلہ ملحقہ شارح کا قال احد الشریکین
للآخر بعت منك نصيبي وان لم اكن بعته منك فهو حر وقال الآخر لا اشتريته وان كنت اشتريته منك فهو حر فالقول للمنكر الشراء
بيمينه فان حلف ولا بينة للبائع عتق بلا سعاية لمدعي البيع بل للآخر فحلفه بكل حال ایک غلام کے دو مالک ہون سو ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا
کہ مین نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ بیچ ڈالا تھا اگر نہین بیچا ہے تو اپنا حصہ آزاد کرتا ہون اور اگر مین نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ نہ بیچا ہو تو وہ آزاد ہو اور دوسرے شریک نے کہا کہ مین نے
تیرا حصہ نہین خریدا اور اگر مین نے اوسکو تجھ سے خرید کیا ہو تو وہ آزاد ہے تو اس صورت مین جو شریک کہ منکر ہو خرید کا اوسیکا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے پھر اگر
اوس نے قسم کھائی عدم خرید کی اور حالانکہ بائع کے گواہ نہین تو غلام آزاد ہو جاویگا بلا سعایت کے یعنی بائع کیواسطے اوس پر سعایت کرنا لازم نہوگا مفت آزاد ہو جاویگا
اسواسطے کہ اوسنے عتق کو عدم بیع پر معلق کیا تھا سو عدم بیع بسبب قسم کھانے مدعا علیہ کے ثابت ہوگئی بلکہ دوسرے شریک کے واسطے بعد سادوسکو حصہ کے سعایت
کریگا ہر حال مین خواہ بائع مالدار ہو خواہ مفلس وکذا لحصۃ الآخر البائع ثم معسرا او موسرا الیمین لا جهل فی الاصح اور اسیطرح صاحبین کے نزدیک سعایت
حصہ مشتری کی واسطے ثابت ہو اگر بائع مفلس ہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک مفلس پر ضمان نہین اور اگر بائع مالدار ہو تو غلام کسیکے واسطے سعایت نکریگا قول صحیح مین
اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک دوسرے کی تونگری کی حالت مین سعایت نہین اور تضمین بھی نہین اسواسطے کہ دوسرا منکر ہو ولو علق احدهما عتقه بفعل غدا
مثلا کان دخل فلان الدار غدا فلمت محو وعکس الشریک الآخر فقال ان لم یدخل فمضی الغد ولم یعلم شرطه ادخل ام لا عتق نصفه [illegible]
وسعی فی نصفه لهما مطلقا والولاء لهما اور اگر ایک شریک نے معلق کیا غلام کا عتق روز آیندہ کے کسی کام پر مثلا یون کہا کہ اگر دخل

ہوگا زید گھر مین کل نتو تو آزاد ہو اور سکو بالعکس دوسرے شریک نے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل نہوگا تو تو آزاد ہو سو کل کا دن گذر گیا اور شرط عتق کی نہ معلوم ہوئی کہ
زید گھر مین داخل ہوا یا نہین تو غلام مشترک نصف آزاد ہوگا بسبب حانث ہونے ایک شریک کے بالیقین اور سعایت کریگا غلام اپنے نصف باقی مین دونو شریکون کے واسطے اسلئے
کہ ہر شریک یہہ کہتا ہے کہ نصف باقی میرا حصہ ہے اور دوسرے شریک کا حصہ ساقط ہوگیا اور ترجیح کسیکو نہین لہذا نصف باقی کی سعایت دونو شریکون مین نصفا نصف
ہوگی مطلقا خواہ دونو یا لدار ہون یا مفلس یا مختلف اور میراث غلام کی دونو کے واسطے ہے ولا عتق والمسئلۃ بحالہا لو حلفا علی عبدین کل واحد منہما
لاحدہما لتفاحش الجہالۃ اور اگر بطور سابق کے تعلیق کی دو مالکون نے اسیو دو غلامون مین جو ہر غلام ہر مالک کا جدا مملوک ہو تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب
زیادتی جہالت کے یعنی مثلا زید نے کہا کہ میرا سعید غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر مین داخل ہوا اور محمود نے کہا کہ میرا مبارک غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر مین نہ داخل ہو پھر
وہ دن گذر گیا اور معلوم نہوا کہ خالد گھر مین داخل ہوا یا نہین تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا نہ سعید نہ مبارک اسواسطے کہ اس مسئلہ مین بہ نسبت مسئلہ سابق کے دونی جہالت
ہوگئی غلام مین بھی اور حانث مین بھی یعنی معلوم نہین کہ کون غلام آزاد ہوا سعید یا مبارک اور حانث بھی معلوم نہین کہ کون ہوا زید یا محمود بخلاف مسئلہ سابقہ
کہ وہان ایک ہی جہالت ہے یعنی حانث مین جہالت ہے معلوم نہین کہ کون شریک حانث ہوا اور غلام مین جہالت نہین اسواسطے کہ دونو کا ایک ہی غلام ہے حتی
لو اتحد المالک کان لشرائہما من حلف بحلفہما اعتق علیہ احدہما وامر بالبیان حتی انیکہ اگر دونو غلامون کا ایک ہی شخص مالک ہو جاوے اسطرح
کہ دونو غلامون کو وہ شخص خرید کرلے جو دونو مالکون کی قسم یعنی تعلیق کو جانتا تھا تو اوسکے پاس ایک غلام آزاد ہو جائیگا اور مشتری پر بیان کا حکم کیا جاویگا یعنی
دونو مین سے ایک غلام کو عتق کیواسطے معین کرلے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہہ کہ مسئلہ سابقہ مین بسبب دو مملوک اور دو مالک کے جہالت زائد تھی اور اب بسبب اتحاد
مالک کی جہالت کم ہوگئی اور ہر چند تعلیق عتق کی مشتری کیجانب سے نہین تھی لیکن چونکہ مشتری دونو مالکو کی تعلیق کو جانتا تھا لہذا اپنے زعم میں ماخوذ ہوا اور
لیا لقیہ کان قال عبدی حر ان لم یکن فلان دخل ہذہ الدار الیوم ثم قال امراتہ طالق ان کان دخل الیوم عتق وطلقت لانہ بتحقق بتزیر
الحنث وفی الاخرے بخلاف الوکانتا الاول باء اذا الغموس لا تدخل تحت حکم الحاکم لیکذب بہ وفی الاخرے اتسم کہا ہوا الا ہو ایک اسطرح پر کہ
مثلا زید نے کہا کہ اوسکا غلام آزاد ہو اگر اس گھر مین آج خالد نہ داخل ہوا ہو پھر زید نے کہا کہ اوسکی زوجہ مطلقہ ہے اگر اس گھر مین آج خالد داخل ہوا ہو تو زید کا غلام
آزاد ہوگا اور اوسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ ہر قسم مین دوسری قسم ٹوٹنے کا گمان کرچکا یعنی پہلے یمین مین شرط طلاق کے موجود ہونیکا مقر ہوا اور دوسری یمین
مین شرط عتق کے موجود ہونیکا اقرار کیا بخلاف اسکے وہ صورت ہے اگر پہلی یمین بنام خدا ہوتی یعنی اگر یون کہے کہ واللہ مین اس گھر مین داخل نہین ہوا پھر یون کہا
اگر مین اس گھر مین داخل ہوا ہون تو میرا غلام آزاد ہے تو اسمین نہ کفارہ لازم ہے نہ عتق ثابت ہے اسواسطے کہ اگر عدم دخول مین صادق ہے تو کفارہ نہین اور اگر عمدا کذب
بولا ہے تو یہہ یمین غموس ہے اور یمین غموس سے دوسری یمین کی تکذیب نہین ہوسکتی اسواسطے کہ غموس حاکم کے حکم کی تحت مین داخل نہین ہوتی تاکہ اوسکو سبب سے
دوسری یمین کی تکذیب کرسکے طحاوی نے کہا کہ یمین اولی کا غموس ہونا اتفاقی قید ہے اگر دوسری یمین بھی غموس ہوگی تو بھی یہی حکم ہے چنانچہ اس مسئلہ کا ذکر
کتاب الطلاق مین ہوچکا کذا فی حاشیۃ المدنی ومن ملک قریبہ بسبب مع رجل اخر عتق حظہ بلا ضمان بعلم الشریک بقرابتہ ولا علی الظاہر لان
الحکم یدار علی السبب یعنی جو شخص کہ مالک ہو دوسرے شخص کے ساتھ اپنے قریب محرم کا کسی سبب سے خواہ بسبب ملکیت کے خرید ہو یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت یا بدل مہر یا میراث تو
آزاد ہوگا حصہ قرابت والیکا بدون ضمان کے شریک کو اوسکی قرابت معلوم ہو یا نہو بنا بر ظاہر الروایت کے اسواسطے کہ حکم کا مدار سبب پر ہے یعنی ضمان کا سبب تعدی ہے
سو یہان موجود نہین اسواسطے کہ اعتاق قریب محرم کا امر اختیاری نہین ولشریکہ ان یعتق او یستسعی اور اوسکو شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ آزاد کرے یا
اوس سے سعایت کراوے اما لو ملک مستولدتہ بالنکاح مع اخر فیضمن حظ شریکہ لکونہ ضمان تملک اور اگر اپنی مستولدہ منکوحہ کا مالک ہوگا دوسرے
شخص کے ساتھ یعنی غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا پھر اوسکو خرید کیا دوسرے شخص کے ساتھ شریک ہوکر تو اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا اس
واسطے کہ یہہ ضمان ہے مالک ہونیکا وان اشتری نصفہ اجنبی ثم القریب باقیہ فلہ ان یضمن المشتری موسرا او یستسعی العبد لان ہذا ضمان اسقاط
من فسخ الشرح اور اگر خرید کیا نصف غلام کو اجنبی نے پھر باقی کو غلام کی قرابت والے نے مول لیا تو اجنبی کو اختیار ہے چاہے مشتری قریب سے ضمان لے اگر مالدار

براوراج ہو غلام سے سعایت کی وہ یہ مسئلہ متن کے نسخوں میں مذکور ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے وان اشتری نصفہ قریبہ ممن یملک کلہ لا یضمن
لبائعہ مطلقا لمشارکتہ فی العلۃ اور اگر خریدا اپنے قرابتدار کے نصف کو ایسے شخص سے جو اوسکا پورا مالک ہے تو قریب بائع کو ضمان نہ دیگا مطلقا خواہ مالدار
ہو خواہ مفلس بسبب شریک کر لینے بائع کو علت میں یعنی ملک مشتری میں دخول مبیع کی علت ایجاب اور قبول ہے سو جس وقت بائع نے مشتری کو اپنا شریک کر لیا وقبل تملکہ
لانہ لو اشتراہ من احد الشریکین لزمہ الضمان اجماعا للشریک الذی لم یبع لو اشتری موسرا اور عدم ضمان مشتری میں مصنف نے بائع کی
ملک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اپنے قریب کو ایک شریک سے خریدا تو دوسرے شریک کو ضمان دینا لازم ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے وہ دوسرا شریک کہ جس نے اپنا حصہ
نہیں بیچا اسواسطے کہ شریک ثانی نے مشتری کو بیع میں اپنا شریک نہیں کیا ضمان مشتری پر اوسوقت لازم ہوگا جبکہ وہ مالدار ہو اور اگر مشتری مفلس ہو تو شریک غلام
سے سعایت کراویگا کذا فی العالمگیریۃ عبد بین ثلثۃ دبرہ واحد وحررہ الآخر وھو موسر ضمن الساکت الذی لم یدبر ولم یحرر مدبرہ
ان شاء ثلث قیمتہ قنا ورجع بما ادی علی المعتق لا معتقہ لان التدبیر ضمان معاوضۃ وھو الاصل ایک غلام ہے جسکو تین مالکوں میں سے ایک
مالک نے اوس غلام کو مدبر کیا اور بعد اوسکو دوسرے مالک نے اوسکو آزاد کر دیا اور دونوں مالک مالدار ہیں تو تیسرا ساکت مالک جسنے نہ مدبر کیا نہ آزاد کیا اگر چاہے تو مدبر
کرنیوالے سے خالص غلام کی تہائی قیمت کا ضمان لے اور مدبر کرنیوالا اوسقدر غلام سے بدلے نہ ضمان تیسرا مالک آزاد کرنیوالے سے اسواسطے کہ مدبر کا ضمان ہے معاو
ضہ کا اور ضمان معاوضہ کا یہی اصل ہے ضمان میں خلاصہ یہہ ہے کہ شریک اول کے مدبر کرنے سے دونوں شریکوں کے حصوں میں نقصان واقع ہوگیا تو ہر ایک کو اپنے حصہ میں تدبیر
اور کتابت اور ضمان اور سعایت ہبہ کا اختیار تھا جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو فقط تیسرے شریک کا حصہ باقی رہا تو اب تیسرے شریک کو پہلے دو طرف ضمان
متوجہ ہوا ایک ضمان تدبیر اور دوسرا ضمان عتاق لیکن چونکہ ضمان تدبیر ضمان معاوضہ ہے یعنی مالک ہونیکا ضمان ہے اور ضمان عتاق ضمان اتلاف ہے اسواسطے کہ غلام
مدبر کا اجارہ اور اعارہ اور استخدام درست ہے اور عتاق میں یہہ امور جائز نہیں لہذا شریک ثالث کو مدبر کرنیوالے سے ضمان لینا متعین ہوگیا نہ آزاد کرنیوالے سے کذا فی
حاشیۃ الہدایۃ وضمن المدبر لمعتقہ ثلثہ مدبرا لا ما ضمنہ الملک من ثلثہ قنا المقصود تملیکہ اور ضمان لے مدبر کرنیوالا غلام کے آزاد کرنیوالے سے
تہائی قیمت مدبر کی نہ ضمان لے مدبر کرنیوالا اوسقدر جسقدر آپ ضمان دیچکا ہے یعنی خالص غلام کی تہائی کیونکہ تصرف ہو جانے غلام کے اسکو مدبر کئے ہوئے سے والقیمۃ
المدبر ثلثا قیمتہ قنا اور باب التدبیر میں آویگا کہ غلام خالص کی قیمت سے مدبر غلام کی قیمت تہائی کم ہوتی ہے اسواسطے کہ منافع مملوکہ کی تین قسمیں ہیں ایک وطی
کرنا دوسرے خدمت لینا اور تیسرے بیع کرنا اور مدبر کر دینے سے بیع کا فائدہ فوت ہو جاتا ہے لہذا مدبر کی قیمت ثلث کم ہوگئی مثلا اگر غلام خالص کی قیمت ستائیس
ہوں تو شریک ثالث مدبر کرنیوالے سے نو درم ضمان لیگا اور مدبر کرنیوالا آزاد کرنیوالے سے چھ درم ضمان لیگا اسواسطے کہ مدبر کی قیمت تہائی کم ہوکر اٹھارہ درم
ہوگئے اور اٹھارہ کا ثلث چھ ہے والولاء بین المعتق والمدبر اثلاثا ثلثاہ للمدبر وما بقی للمعتق لعتقہ ھذا علی ملکھما اور میراث غلام مدبر کی
آزاد کرنیوالے اور مدبر کرنیوالے میں تین تہائی ہوگی دو تہائیاں مدبر کرنیوالے کی اور ایک تہائی آزاد کرنیوالے کی بوجہ اسکے آزاد ہونے غلام کے اسطرح اون دونوں کی ملک
پر آزاد کرنیوالا ایک تہائی کا مالک تھا تو میراث بھی اوسنے ایک تہائی پائی اور مدبر کرنیوالا دو تہائی کا مالک تھا ایک تہائی کا تو خود مالک تھا اور دوسری تہائی
کا ضمان دیکر مالک ہوا لہذا دو تہائی میراث کی پاویگا ولو قال ھی ام ولد لشریکہ وانکر شریکہ ولا بینۃ تخدم یوما وتتوقف یوما بلا خدمۃ عملا
باقرارہ اور اگر لونڈی ہو کہ ایک مالک نے کہا کہ یہہ لونڈی میرے شریک کی ام ولد ہے اور اوسکے شریک نے انکار کیا کہ یہہ میری ام ولد نہیں اور گواہ اوس پر گذرے
نہیں تو یہہ لونڈی شریک منکر کی ایک دن خدمت کریگی اور ایکدن کسیکی خدمت نکریگی اوسکے اقرار پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ جب اوسکی ام ولد ہونیکا قائل
ہوا تو اپنے حق کا منکر ہوا لہذا اپنے اقرار پر ماخوذ ہوا اور شریک منکر کا یہہ گمان ہے کہ لونڈی ویسی ہی ہے جیسی کہ پہلے تھی تو نصف لونڈی میں اوسکا حق موجود ہے
ونفقتہا فی کسبہا والا فعلی المنکر اور نفقہ لونڈی کا اوسکی محنت مزدوری میں ہے اور اگر کسب نکر سکے تو شریک منکر پر اوسکا پورا نفقہ ہے کذا فی المختلف باب محمد
اور دوسرا قول یہہ ہے کہ نصف نفقہ منکر پر ہے اسواسطے کہ وہ نصف کا مالک ہے فتح القدیر میں کہا کہ یہی قول الیق بقول امام ہے کذا فی حاشیۃ الدر وکما جنایتہا فلو
اور جنایت لونڈی کی موقوف رہیگی یا تو سعی کیا ایک شریک دوسرے کی تصدیق کرے تم لونڈی کی نصف میراث اور اوسکا نصف کسب منکر کا ہوگا اور اگر منکر مرجاوے تو

امام اعظم کے نزدیک وہ آزاد ہو گی اور بقدر حصہ منکر کے اوسکو وارثون کیواسطے سعایت کریگی کذا فی العالمگیریہ ولا قیمۃ لام الولد اور کچھ قیمت نہین ام ولد کی امام کے
نزدیک اسواسطے کہ ابن ماجہ اور دارقطنی اور حاکم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ ابراہیم کی والدہ ماریہ قبطیہ کا ذکر ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو حضرت
نے فرمایا کہ اوسکو اوسکے ولد نے آزاد کر دیا تو یہ حدیث مقتضی ہے حریت اور زوال قیمت کی لیکن حریت مین دوسری حدیث سے معارضہ ثابت ہوا ابن ماجہ اور حاکم نے حدیث
مرفوع روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس لونڈی کے اولاد پیدا ہو مالک سے وہ بعد موت مالک کے آزاد ہے تو زوال تقوم بلا معارض باقی رہا کذا
فی حاشیۃ الدلی الا انہ مرونۃ اسلام ام ولد النصرانی وقوماھا بثلث قیمتہا قنۃ ام ولد کی کچھ قیمت نہین مگر ام ولد نصرانی کی اسلام کی ضرورت
یعنی اگر نصرانی کی ام ولد اسلام قبول کرے تو البتہ اس ضرورت سے بقدر اپنی قیمت کے اوسپر سعایت لازم ہو گی اسواسطے کہ مسلمان ہو کر کافر کی مملوک نہین رہ سکتی اور
مالک کی ملک صحیح باطل بھی نہین ہو سکتی لہذا مانند مکاتبہ کے اوسکی قیمت پر سعایت لازم آئیگی اور صاحبین نے ام ولد کی قیمت بقدر ثلث قیمت لونڈی کے ٹھہرائی
ہے فالیمین علی اعتقہا مشترکۃ بان ولدت فادعیاہ وصارت ام ولد لہما فاعتقہا احدہما الیمین وکذا لو ولدت فادعاہ احدہما
یثبت نسبہ ولا ضمان ولا سعایۃ خلافا لہما پھر جب ام ولد کی کچھ قیمت نہوئی تو ضمان نہ دیگا وہ مالدار جسنے مشترک ام ولد کو آزاد کر دیا اسطرح پر کہ
مشترک لونڈی ایک لڑکا جنی پھر دونو مالکون نے اوسکی نسب کا دعوی کیا اور وہ دونو کی ام ولد ہو گئی پھر ایک مالک نے اوسکو آزاد کر دیا تو دوسرے مالک کو آزاد کرنے والا
ضمان نہ دیگا اور اسیطرح مشترک لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا اور ایک مالک نے اوسکا دعوی کیا تو اوسکا نسب ثابت ہو گا اور مدعی پر نسب پر ضمان دینا لازم ہو گا اور نہ لونڈی
پر یا اوسکے ولد پر سعایت لازم ہو گی اسلئے کہ امام کے نزدیک ام ولد کی قیمت ہی نہین جو ضمان اور سعایت اوسپر متفرع ہو بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اگر مدعی
مالدار ہو تو اوسپر ضمان لازم ہو گا اور اگر مفلس ہے تو ولد پر سعایت لازم ہو گی وانما تضمن بالجنایۃ اجماعا فلو قربہا الی السبع فافترسہا ضمن لانہ ضمان
جنایۃ لا ضمان غصب ولذا یضمن الصبی الحر کذا فی الزیلعی اور البتہ ام ولد کا ضمان دیا جاویگا بسبب جنایت کے باتفاق امام اور صاحبین کے تو اگر ایک مالک
نے ام ولد کو مثلاً شیر کے پاس کر دیا اور شیر نے اوسکو پھاڑ ڈالا تو یہ شخص ضمان دیگا دوسرے مالک کو اسلئے کہ یہ جنایت کا ضمان ہے نہ غصب کا ضمان اور ضمان جنایت کا
تقوم پر موقوف نہین بخلاف ضمانت غصب کے اور اسیواسطے صغیر حر کا ضمان دیا جاتا ہے مانند اسکے کذا فی الزیلعی یعنی اگر صغیر حر کو کوئی تلف کر دے اور ڈالدے تو اوسپر ضمان
جنایت لازم آویگا اور جان لو کہ حر کی قیمت کچھ نہین ولو قال لعبدین عندہ من ثلثۃ احدکما حر فخرج واحد ودخل آخر فاعاد قولہ احدکما
حر فمادام حیا یؤمر بالبیان ایک شخص کے تین غلام ہین سعید اور مرجان اور فیروز سو اوس نے اگر مثلاً سعید اور مرجان دو حاضر غلامون سے کہا کہ تم مین ایک
آزاد ہے پھر ایک غلام مثلاً سعید باہر گیا اور تیسرا غلام آیا یعنی فیروز پھر مالک نے وہی اپنا قول دوبارہ کہا کہ ایک تم مین آزاد ہے سو تاوقتیکہ مالک زندہ ہے تو تعیین
بیان کرنیکا حکم کیا جاویگا یعنی اگر غلام قاضی سے نالش کرینگے تو قاضی بجبر مالک پر حکم کریگا کہ بیان کردے کہ قول اول اور ثانی مین کس کس غلام کو تونے آزاد کیا
ہے جس جس کو مالک بیان کریگا وہی آزاد ہو گا وان مات بلا بیان عتق ممن ثبت ثلثۃ ارباعہ نصفہ بالاول ونصف نصفہ بالثانی اور
اگر مالک بلا بیان مرگیا تو جو غلام کہ دونو قولون مین ٹھہرا رہا یعنی مرجان سے تین ربع یعنی پون آزاد ہو گا نصف تو ایجاب اول سے آزاد ہو گا اور نصف النصف یعنی
چوتھائی ایجاب ثانی سے آزاد ہو گا ثم تفصیل اس اجمال کی یون ہے کہ جب مالک نے سعید اور مرجان سے کہا کہ تم دو مین ایک آزاد ہے اور تعیین کسیکی مالک کے قول سے
ثابت نہوئی تو ایجاب اول سعید اور مرجان مین دائر ہوا لہذا نصفا نصف ہو گیا آدھا سعید آزاد ہوا اور آدھا مرجان پھر جب سعید باہر گیا اور فیروز داخل ہوا پھر مالک
نے وہی کہا کہ ایک تم مین آزاد ہے تو یہ ایجاب ثانی بھی داخل اور ثابت مین یعنی مرجان اور فیروز مین دائر ہوا تو یہ بھی دونو مین نصفا نصف ہو گیا نصف
مرجان کا اور نصف فیروز کو سو جو نصف کہ مرجان کو پہنچا وہ بالکل مرجان مین شائع ہوا اور پھیل گیا اور چونکہ نصف مرجان کا ایجاب اول سے آزاد ہو چکا تھا
اور نصف فارغ غیر آزاد تھا تو جسقدر نصف آزاد کو پہنچا وہ تو لغو اور بیکار ہو گیا اور جتنا فارغ کو پہنچا وہ باقی رہا یعنی جو تہائی اسواسطے کہ نصف کو جو
ملا ہے نصف کا نصف ربع ہوتا ہے تو اس تفصیل سے صاف معلوم ہو گیا کہ مرجان سے تین ربع آزاد ہو گئے دو ربع ایجاب اول سے اور ایک ربع ایجاب ثانی سے کذا فی الدر
غایۃ البیان وعتق من کل من خارج والداخل نصفہ اور سوا مرجان کے ہر ایک غلام خارج اور داخل سے نصف نصف آزاد ہوا ایجاب اول سے نصف سعید آزاد ہوا اور

ایجاب ثانی سے فیروز نصف آزاد ہوا نزدیک امام ابو یوسف کے اور محمد کے نزدیک غلام داخل سے یعنی فیروز سے فقط چہارم آزاد ہوا اس واسطے کہ ایجاب ثانی میں جیسے ثابت غلام
یعنی مرجان چہارم آزاد ہوا ویسے فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ صاحبین کے نزدیک عتق تو قسمت پذیر نہیں ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں صاحبین تجزیے
عتق کے قائل ہیں تو اسکا سوال اور مسائل میں اسکا جواب شارح نے اپنے قول میں بیان کیا ہے لکن بطریق التوزیع والضرورۃ ولو یتبعض یعنی ثبوت تجزی عتق کا
اس مسئلہ میں بطریق تقسیم اور ضرورت کے ہو گیا ہے تو حوالہ محل ضرورت کا اور مسائل میں شرعی اور تجاوز نہ ہوگا یعنی ایک غلام کا عتق مبہم بصورت عدم تعیین کے دو میں
منقسم ہو گیا تو سوا اس محل کے اور محل میں تجاوز نہیں ہو سکتا کذا فی حاشیۃ الدر لی ترجمہ الکلام من المختصرات حصل کذا الشالمذکور منہ فی مرضہ وضاق
الثلث عنهم ولم یجز الورثۃ رقیتہم سواہ قسم الثلث بینہم کما مر بان یجعل کل عبد سبعۃ اسہم لاحتیاجنا الی مخرج له نصف
وربع وثانیہ اربعۃ معقول لیستقیم ثلث المال اور اگر یہ ہی دو قول مذکور صادر ہوں مالک سے اوسکی بیماری میں اور اسی بیماری میں وہ مر گیا اور کچھ مال سوا غلام آزاد
شدگان پہلے کے سوا ان تین غلاموں کے کچھ متروکہ میت کا نہیں اور وارث میت کے بعد آزادی کو جائز نہیں رکھتے اور حالانکہ قیمت تینوں غلاموں کی برابر ہے تو بہ
صورت مفروض میں بحساب سابق مذکور کے ثلث مال ان تینوں غلاموں میں منقسم کیا جائیگا اسطرح پر کہ ہر غلام کے سات سہم قرار دئیے جائیں مانند سہام عتق کے
چنانچہ اسکی تفصیل مذکور ہو چکی کہ تین سہم مرجان کے اور دو سہم سعید کے اور دو سہم فیروز کے آزاد ہوں گے کیونکہ تین ربع ایک کے اور نصف نصف دو کے ہر غلام کے سات سہم اسلئے
مقرر ہوئے کہ اس تقسیم میں ہمکو احتیاج ہوئی اوس مخرج کی جس میں نصف اور ربع ہو اور اسکا اقل مخرج چار ہیں اس واسطے کہ نصف چار کا دو ہیں اور ربع ایک اور چونکہ چار
میں گنجائش سات سہم کی نہیں لہذا چار کو زیادہ کرکے سات قرار دیا اور یہی سات سہم ثلث مال میت کا ہے اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہے لہذا ثلث میں
جاری ہوا اگر کوئی کہے کہ اہل فرائض نے تصریح کر دی ہے کہ چار کی زیادتی سات تک نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ فرائض میں اجتماع دو نصف اور ربع کا نہیں ہوتا
لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل نہیں ہوئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فرائض کے سوا اور کہیں بھی جائز نہیں اسیطرح مصرح کیا ہے تمرتاشی کلام اہل فرائض
نے کذا فی الدر وعتق من ثبت ثلثۃ من سبعۃ وفی الدرایۃ وعتق من کل غیرہ سهمان ویسعی فی خمسۃ فبلغ سهام السعایۃ اربعۃ
عشر وسهام الوصایا سبعۃ لنفاذها من الثلث اور اوس غلام سے جو ثابت رہا اور دو ایجاب میں یعنی مرجان کے تین سہم آزاد ہوں گے باقی چار سہم میں سعایت
کرے چار سہم میں اور ثابت کے سوا ہر ایک غلام سے دو سہام آزاد ہوں گے یعنی سعید کے دو سہم آزاد ہوں گے تو باقی پانچ سہم میں وہ سعایت کرے اور فیروز کے بھی دو سہم
آزاد ہوں گے تو وہ بھی باقی پانچ سہم میں کوشش کرے تو سعایت کے سہام تینوں غلاموں میں چودہ ہوں گے اور وصیت یعنی عتق کے سہام سات ہوں گے بسبب جاری ہونے
وصیت کے کل مال کی تہائی سے تو کل مال میت کا اکیس سہام ہوئے از آنجملہ ثلث آزاد ہوئے یعنی سات باقی رہے دو ثلث یعنی چودہ ولو طلق نسوۃ الثلث کذلک
ومهرهن سواء اور اگر طلاق دی ایک زوج نے اپنی تین عورتوں کو اسیطرح یعنی ایک شخص کی تین عورتیں ہیں سو ایکدن اوسکے پاس دو عورتیں حاضر تھیں سو اسنے
کہا کہ تم دونوں میں سے ایک مطلقہ ہے پھر ایک ان دونوں میں سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اوسنے دوبارہ کہا کہ تم دونوں میں سے ایک مطلقہ ہے اور حالانکہ مہر ان تینوں کے برابر ہیں
مہر کا برابر ہونا کچھ ضرور نہیں شارح نے یہ قید اتباع صاحب درر کے زیادہ کی اس واسطے کہ حکم مسئلہ کا در صورت تفاوت مہر کے بھی یکساں ہے بلا تفاوت کذا فی حاشیۃ
الدر من المفتی ابی سعود وقبل وطی لیفید البینونۃ طلاق دی قبل وطی کے قید قبل وطی کی اس واسطے لگائی تاکہ ایجاب اول مفید جدائی کا اسیلئے کہ زوجہ غیر
مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جاتی ہے تو جس عورت کو ایجاب اول نے بھیجا وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نہ رہی تو اسوقت حال طلاق عتق کی مانند ہو گئی کما فی شرح الوقایۃ
یہ مسئلہ مصرحہ میں تین طرح کے احکام میں ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہ سب احکام اس صورت میں مبنی ہیں جب کہ
زوج نے طلاق مبہم دیکر بلا بیان مر گیا اور اگر زوج بیان کر دیگا کہ طلاق دینے والی عورت مراد تھی تو وہ عورت بائنہ ہو جاویگی بلا عدت اور نصف مہر اپنا لیگی اور
جو عورت کہ بوقت خطاب تھی وہ نکاح میں ثابت رہی گی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مر جاویگا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاویگی اور عدت
وفات اور تیسری لا نام ہوگی کما لا یخفی سقط ربع مهر من خرجت وثلثۃ اثمان من ثبتت وثمن من دخلت لان بالایجاب الاول سقط نصف
مهر الواحدۃ منصفا بین الخارجۃ والثابتۃ فسقط ربع کل ثم بالایجاب الثانی سقط الربع منصفا بین الثابتۃ والداخلۃ تو ساقط ہوگا

زوجہ خارجہ کا چہارم مہر اور تہ مہر ثابتہ کے مہر سے تین ہشتم حصے ساقط ہو گئے اور زوجہ داخلہ کا ہشتم حصہ مہر کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط
ہو کر خارجہ اور ثابتہ میں نصفا نصف ہو گیا تو ہر زوجہ کا چوتہائی مہر ساقط ہو گیا بعد ایجاب ثانی سے چہارم مہر ساقط ہو کر ثابتہ اور داخلہ میں آدہوں آدہ ہو گیا پھر ایکا
اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر اسواسطے ساقط ہوا کہ زوج نے طلاق نہیں دی مگر ایک عورت کو اور طلاق قبل دخول میں نصف مہر ساقط ہوتا ہے اور چونکہ طلاق ایک
عورت پر مخصوص معین نہیں لہذا سقوط نصف مہر کا دونوں پر برابر منقسم ہو گیا تو خارجہ کا بھی چہارم ساقط ہوا اور ثابتہ کا بھی چہارم ساقط ہوا بعد اسکے ایجاب ثانی میں
یہہ تردد واقع ہوا کہ ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی یا ثابتہ تو اگر واقع میں ثابتہ مطلقہ ہوئی تو ایجاب ثانی کا حکم ثابتہ پر باطل ہے اسواسطے کہ طلاق مانند عتاق
کے متجزی نہیں ہوتی کہ کچھ ثابتہ مطلقہ ہو اور کچھ خارجہ اور اگر ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی تو اس تقدیر میں ایجاب ثانی درست ہوگا ثابتہ اور داخلہ میں برابر
تو بسبب اس تردد کے ایجاب ثانی میں ربع مہر ساقط ہوا اور ربع دونوں میں نصفا نصف ہو گیا ثابتہ کا بھی آٹھواں حصہ مہر کا ساقط ہوا اور داخلہ کا بھی بعضے
علما نے کہا کہ یہہ محمدؒ کا قول ہے اور بعضوں نے کہا شیخین کا قول یہی ہے اگر امام محمدؒ کا فقط قول ہو تو ظاہر ہو اور اگر شیخین کا بھی قول ہو تو عتق اور طلاق میں فرق
مذکور کے بیان کی البتہ حاجت ہو کذا فی الہدایہ وشرح الوقایہ وحواشیہا مختصرا واما المیراث فیصرف من ربع وثمن فللداخلة نصفه لانه
لہا وحدہا الا الثابتة والنصف الآخر بین الخارجة والثابتة نصفان لعدم المرجح اور زوجات ثلثہ کی میراث خواہ ربع ہو خواہ ثمن داخلہ کو
تو نصف میراث ہو اگر زوجہ کے اولاد نہیں تو نصف ربع ہے اور اگر اولاد ہو تو نصف ثمن ہے اسواسطے کہ داخلہ کے ساتھ کوئی زوجہ شریک نہیں مگر ثابتہ اور نصف
ثانی خارجہ اور ثابتہ میں نصفا نصف ہے اسلئے کہ کوئی مرجح نہیں ایک کا دوسری پر تو زوجیت کی میراث نصف داخلہ کی اور ربع خارجہ کی اور ربع ثابتہ کی وعلی
کل منهن عدة الوفات احتیاطا لا الطلاق عند الله تعالیٰ اور ہر زوجہ پر ان تینوں زوجات ثلثہ سے عدت وفات کی لازم ہوگی بنابر احتیاط کے نہ عدت
طلاق کی بسبب عدم وطی کے عدت وفات میں احتیاط ہے بسبب احتمال منکوحہ ہونیکے کذا فی الکافی والوطی والموت بیان فی طلاق بائن مبہم کقوله
لامرأتيه احدكما بائن فوطی احدهما او ماتت كان بیانا للاخری قیل وکذا التقبیل لا الطلاق اور وطی اور موت زوجہ بیان ہے طلاق بائن
مبہم میں چنانچہ یون کہنا زوج کا اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم میں سے بائن ہے پھر زوج نے ایک زوجہ کی وطی کی تو ظاہر ہو گیا کہ زوج نے ایک طلاق مبہم سے
زوجہ ثانیہ مراد رکھی اگر موطوئہ مطلقہ ہوتی تو اوس سے وطی کرتا یا بعد طلاق مبہم کے ایک زوجہ مر گئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی اسلئے کہ مردہ محل طلاق
نہیں بعضے علما نے کہا اور اسیطرح تقبیل کا بھی حکم ہے یہہ کرخی کا قول زیادات کے مخالف ہے یعنی اگر بعد طلاق بائن مبہم کے ایک زوجہ کا بوسہ لیگا تو معلوم
ہوگا کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ تھی اور طلاق بیان نہیں ہوتی یعنی اگر دو عورتوں سے کہا ایک تم میں بائن ہے پھر ایک زوجہ کو معین کر کے طلاق دی تو یہہ طلاق ثانی
مبہم کا بیان نہوگی یعنی دوسری زوجہ مطلقہ نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد عدت میں دوسری طلاق بھی واقع ہو سکتی ہے تو جائز ہے کہ جسکو
اول طلاق بائن ہوئی تھی اوسیکو دوسری طلاق بھی ہوئی ہو کذا فی حاشیة الجلبی عن البحر وهل التهدید بالطلاق کالطلاق والعرض علی البیع
کالبیع لم اره کا شارح کہتا ہے طلاق کی دہمکی طلاق کی مانند اور بیع کو سطوح پیش کرنا بیع کی مانند ہے بیان میں یا نہیں میں نے اسکو مصرح نہیں دیکہا میں جب
طلاق بیان نہوئی تو بہلا دہمکی طلاق کیونکر بیان ہوگی اور عرض علی البیع کو شارح نے مانند بیع کے کسی کتاب میں نہیں دیکہا الحمد للہ کہ مترجم نے اختیار
شرح مختار میں مصرح دیکہا کہ عرض بھی مانند بیع کے بیان ہے عتق مبہم کا چنانچہ اوسکی ملخص عبارت یہہ ہے ولو قال لعبدیه احدکما حر ثم باع احدهما
او عرضه علی البیع عتق الآخر لانه بالعرض قصد وصول الثمن وانه ینافی الحریة اور ملتقی الابحر میں یون ہے والبیع بیان فی العتق المبهم کذا العرض
علی البیع باوجود یکہ شارح ملتقی پر شرح لکہہ چکا ہے در المختار سی عبارت میں بھی یہہ مسئلہ یاد نہ رہا انسان کتنا ہی بڑا کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں معاذ اللہ
یہہ شارح علامہ پر طعن نہیں ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک غرض اس بیان سے عجز بشریت کا بیان ہے کبیعه ولو فاسدا او موقوفا ولو بقبل العبد نفسه
وتحریر ولو معلقا وتدبیر ولو مقیدا واستیلاد وکذا کل تصرف لا یصح الا فی الملک ککتابة واجارة وایصاء وتزویج ورهن
وهبة وصدقة ولو غیر مسلمتین ابن الکمال لان المساومة بیان فهذه اولی بلا قبض بدایع چنانچہ بیع کرنا ایک غلام کا عتق مبہم کا

بیان ہے اگرچہ بیع فاسد ہی ہو اور مر جانا ایک غلام کا اگرچہ غلام نے اپنی ذات کو آپ قتل کیا ہو اور آزاد کرنا ایک غلام کا اگرچہ اعتاق معلق ہو اور مدبر کرنا ایک غلام کا اگرچہ تدبیر مقید ہو چنانچہ تدبیر مطلق اور مقید کا بیان باب التدبیر میں آویگا اور استیلاد یعنی ام ولد کرنا اور اسیطرح عتق مبہم کا بیان ہے اور تفسیر جو صحیح نہیں ہے اگر مالک میں جیسے مکاتب کرنا یا اجارہ یا وصیت کرنا یا مملوک کا نکاح کر دینا یا گرو رکھنا اور اسیطرح ہبہ کرنا اور خیرات میں دینا اگرچہ ہبہ اور خیرات بلا قبض ہو یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اسواسطے کہ فقط قیمت ٹھہرانا بلا تسلیم جب کہ بیان ہوتا ہے عتق مبہم کا تو ہبہ اور صدقہ بلا قبض اولی ہے بیان ہونے میں کذا فی المبدایع اسواسطے کہ ہبہ اور صدقہ بلا قبض میں ایجاب اور قبول ہوا ہے بخلاف قیمت ٹھہرانے کے فی حق عتق مبہم کقولہ احدکما حر تحقق فعل لا ذکر تعیین لاحدھما اسواسطے کہ عتق مبہم کے حق میں بیان میں چنانچہ اگر مالک نے اپنے دو غلاموں سے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ ایک تم میں آزاد ہے تو یہ عتق مبہم ہے معلوم نہیں کہ کس کی آزادی مراد ہے پھر امور مذکورہ میں سے کوئی امر کیا یعنی دو غلاموں میں ایک کو بیع کر ڈالا یا ایک غلام مر گیا یا ایک کو آزاد کیا یمین کر کے یا مدبر کیا یا ایک لونڈی کے ولد کو اپنا بیٹا کہا یا ایک غلام کو مکاتب کیا یا اجارہ میں دیا یا ایک غلام کے استخدام کی کسی کے واسطے وصیت کی یا ایک کا نکاح کر دیا یا گرو رکھا یا ایک غلام کسی کو ہبہ کر دیا یا خیرات میں دیا تو ان افعال سے دوسرے غلام کا عتق متعین اور معلوم ہو گیا ابہام دفع ہوا اسواسطے کہ تصرف الکانہ قرینہ ہے کہ عتق اس کا مالک کو مقصود نہ تھا لیکہ دوسرے غلام کی آزادی مراد تھی ولو قیل له ایھما نویت فقال لم اعن هذا العتق للآخر وان قال لم اعن هذا عتق الاول ایضا وکذا الطلاق بخلاف الاقرار اختیار اور اگر مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک تم میں سے آزاد ہے اور کسی نے مالک سے پوچھا کہ کس غلام کے آزاد کرنے کا تو نے ارادہ کیا ہے مالک نے کہا ایک کی طرف اشارہ کر کے کہ اسکو میں نے نہیں آزاد کیا تو دوسرا آزاد ہو گا اسواسطے کہ ایک کی نفی کرنے سے دوسرا متعین ہو گیا پھر بعد اسکے دوسرے غلام کیطرف جسکا عتق متعین ہو گیا اشارہ کر کے کہا کہ اسکی آزادی کا میں نے ارادہ نہیں کیا تو اول غلام بھی آزاد ہو جاویگا یعنی دونوں غلام آزاد ہو جاوینگے نفی اول سے دوسرا غلام آزاد ہوا اور نفی ثانی سے پہلا غلام آزاد ہوا اور یہی حکم ہے طلاق مبہم میں جیسے زوج نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ ایک تم میں مطلقہ ہے پھر کسی نے پوچھا کہ کسکو تو نے ارادہ کیا سو زوج نے کہا کہ اسکو میں نے ارادہ نہیں کیا تو دوسری عورت مطلقہ ہوگی پھر اگر دوسری عورت کیطرف اشارہ کر کے کہا کہ اسکو بھی میں نے ارادہ نہیں کیا تو دونوں مطلقہ ہو نگی بخلاف اقرار اسواسطے کہ اقرار میں ایک کی نفی سے دوسری کی تعیین نہیں ہوتی چنانچہ اگر یوں کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کے ہزار درم مجھ پر ہیں سو اگر کسی نے پوچھا کہ کون مراد ہے اور مقر نے ایک کی نفی کی تو دوسرے شخص کے واسطے کچھ واجب نہ ہو گا وجہ فرق کی یہ ہے کہ طلاق اور عتاق میں ایک شخص تو متعین واجب ہے تو جب ایک کی نفی کی تو دوسرا متعین ہو گا بنا بر ضرورت اقامت واجب بخلاف اقرار کے کہ اسکی تعیین مقر پر واجب نہیں اسواسطے کہ اقرار مجہول سے مقر پر کچھ لازم نہیں آتا کہ جبرا وسیر جائز ہو تو اقرار میں ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین بھی نہوگی کذا فی الاختیار شرح المختار ولو جنی احدھما تعین الجانی وعلیه الدیة دفعا للضرر ولو الجیة اور اگر ایک غلام نے جنایت کی یعنی کسیکو مار ڈالا تو مار ڈالنے والا غلام متعین ہو جاویگا واسطے عتق کے اور اوسی پر خون بہا دینا لازم ہوگا واسطے دفع ضرر مولی کے کذا فی الولوالجیہ یعنی غلام قاتل کی آزادی اسواسطے متعین ہو گئی تاکہ مولی کا ضرر نہو قاتل ہی پر خون بہا دینا لازم ہوگا اور اگر غلام غیر قاتل کو آزاد قرار دیجے تو قاتل کیطرف سے خون بہا دینا مولی پر لازم ہوگا لا یکون الوطی بیانا فیه وقالا هو بیان حبلت او لا وعلیه الفتوی لعدم حله الا فی الملک نہوگی وطی امراد اسکو دو امی بیان عتق مبہم میں یعنی اگر ایک لونڈی سے مولی نے وطی کی تو دوسری لونڈی کا عتق ثابت نہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ وطی بیان ہے عتق مبہم میں لونڈی اس وطی سے حاملہ ہو یا نہو اور یہی قول پر فتوی ہے کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ وطی حلال نہیں مگر ملک میں اور ظاہر حال مسلم کا دلالت کرتا ہے کہ وہ مرتکب حرام کا نہو

وکذا الموت لا یکون بیانا فی الاخبار اتفاقا فلو قال لغلامین احدکما ابنی او قال لجاریتین احدکما ام ولدی فمات احدهما لا یتعین الباقی للعتق ولا للاستیلاد لان الاخبار یصح فی الحی والمیت بخلاف الانشاء اور اسیطرح موت بھی بیان نہیں ہوتی خبر دینے میں باتفاق امام اور صاحبین کے سو اگر مولی نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک میرا بیٹا ہے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ تم میں سے ایک میری ام ولد ہے پھر ایک غلام یا ایک لونڈی مر گئی تو باقی غلام عتق کیلئے اور باقی لونڈی استیلاد کیلئے متعین نہ ہونگے اسلئے کہ خبر دینا زندہ اور مردہ دونوں میں صحیح ہو سکتا ہے لہذا موت بیان نہیں ہوگا بخلاف انشاء کے کہ وہ مردہ میں صحیح نہیں لہذا انشاء میں موت بیان ہوتی ہے قال لامته ان کان اول ولد تلدینه ذکرا فانت

حتیٰ فولدت ذکرًا وانثیٰ ولم یدر الاول رق الذکر بکل حال وعتق نصف کل من الام والانثیٰ لعتقهما بتقدم الذکر ورقهما بعکسه فیعتق
نصفهما وتسعیان فی نصف قیمتهما کہا مالک نے اپنی حاملہ لونڈی سے کہ اگر تو پہلا بچہ نر جنیگی تو تو آزاد ہے پھر وہ مذکر اور مونث ساتھ جنی اور معلوم نہین
کہ پہلے مذکر جنی یا مونث تو ولد مذکر تو ہر حال مین غلام ہی رہیگا خواہ مذکر کا اول تولد ہوا ہو خواہ مونث کا اسواسطے کہ اگر اول مذکر ہوا تو وہ مملوک ہوگا اسلئے کہ وقت
تولد کے ماں اوسکی مملوکہ تھی اور وہ آزاد نہوگی مگر بعد وضع حمل کے باعتبار شرط کے اور اگر اول مونث کا تولد ہوا تو ماں اوسکی آزاد ہوگی نہ مولود بسبب پائے جانے
شرط کے اور جس صورت مین اولیت کسیکی معلوم نہو تو ماں اور اوسکی بیٹی نصف نصف آزاد ہونگی بسبب آزاد ہونے دونو کے درصورت تقدم مذکر کے اور مملوک ہونے
دونو کے درصورت تقدم مونث کے تو درصورت عدم ثبوت تقدم کے دونو نصف نصف آزاد ہونگی اور دونو سعایت کرینگی اپنی نصف نصف قیمت مین
شهدا بعتق احد مملوکیه ولو امتیه لغت عند ابی حنیفة لکونها حل عتق مبهم دو گواہون نے دو غلامون مین سے ایک کے آزاد کرنیکی گواہی دی
تو نزدیک امام اعظم کے یہہ گواہی لغو ہے اگرچہ دونو گواہ اوسکی دو لونڈیون مین سے ایک لونڈی کے بھی اعتاق کی گواہی دی ہو اسواسطے کہ یہہ گواہی عتق مبہم
ہے یا درعتق مجہول کی گواہی لائق سماعت کے نہین الا ان تکون شهادتهما فی وصیة ومنها التدبیر فی الصحة والعتق فی المرض او طلاق مبهم
فیقبل اجماعا اعتاق مبہم کی گواہی کسی صورت مین مقبول نہین مگر اسطرح مقبول ہے کہ دونو کی گواہی وصیت مین ہو اور وصیت مین داخل ہے صحت مین مدبر
کرنا اور مرض الموت مین آزاد کرنا یا گواہی طلاق مبہم مین ہو تو باجماع امام اور صاحبین کے مقبول ہوگی انتہیٰ جبکہ تدبیر فی الصحة وصیت مین داخل ہوئی تو
تدبیر فی المرض بطریق اولیٰ وصیت مین داخل ہوگی بحرالرائق اور نہرالفائق مین گواہی وصیت کی یون مثال دی ہے کہ دونو گواہ گواہی دین کہ مالک نے اپنے
مرض الموت مین دو غلامون سے ایک غلام کو آزاد کیا طحطاوی محشی نے کہا تو اس مثال مین وصیت اور عتق فی المرض مین کچھہ فرق نہین معلوم ہوتا اور ممکن
ہے کہ وصیت سے یہہ مراد ہو کہ اپنے غلام کے اعتاق کے وارثون کو وصیت کر جاوے اور مرض الموت کے اعتاق سے یہہ مراد کہ خود آزاد کرکے مرے ولا اصل
ان الطلاق المبهم یحرم الفرج اجماعا فلا یشترط له الدعوی بخلاف العتق المبهم فلا یحرم عنده لکن لو یخیر ان یفتی به فلیحفظ اور
طلاق مبہم اور عتق مبہم مین اصل فارق یہہ ہے کہ طلاق مبہم حرام کر دیتی ہے شرمگاہ کو باجماع امام اور صاحبین کے تو طلاق مبہم کی گواہی کیواسطے دعوے
مشروط نہین اسواسطے کہ یہہ حق اللہ ہے نہ حق العباد اور حق اللہ مین بلاشرط دعوی گواہی مقبول ہے بخلاف عتق مبہم کے کہ وہ محرم شرمگاہ کا نہین نزدیک امام
لیکن ہمتمام مین امام کے قول پر فتوی دینا جائز نہین کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ مزید احتیاط تحریم مین ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے کما تقبل لو شهدا بعد موته
انه ای المولی قال فی صحته لیقینیه احدکما حر علی الاصح لشیوع العتق فیهما بالموت فصار کل خصما متعینا وصححه ابن الکمال وغیره
چنانچہ مقبول ہے گواہی اگر دو شاہدون نے گواہی دی بعد موت مولیٰ کے کہ اوس نے اپنی صحت مین کہا تہا اپنے دو غلامون سے کہ ایک تم مین سے آزاد ہے گواہی
مقبول ہوگی بنابر قول اصح کے بسبب شائع ہوجانے عتق کے دونو غلامون مین مولیٰ کی موت سے یعنی جب تک مولیٰ زندہ تہا تو شہادت مذکورہ مقبول نہتی اس
سببسے کہ دعوی صحیح نتہا اسواسطے کہ مدعی مجہول تہا معلوم نتہا کہ دونو مین سے کون آزاد ہے اور جب مولیٰ مر گیا تو دونو غلامون پر عتق پہیل گیا تو ہر غلام
مدعی متعین ہوگیا اور تصحیح کی ہے اس قول کی ابن کمال وغیرہ نے یعنی فخر الاسلام اور صاحب کافی نے اور شارحین نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی
حاشیة الدر فروع مسائل ملحقہ شارح کے شهدا بعتقه سالما ولا یعرفونه عتق گواہی دی دو گواہون نے کہ مولیٰ نے اپنے سالم غلام کو آزاد
کیا اور گواہ سالم کو پہچانتے نہین ہین تو سالم آزاد ہوگا بشرطیکہ مولیٰ کے غلامون مین سے سالم ایک ہی غلام ہو ولو عبدان کل اسمه سالم وجحد
فلا یعتق کشهادتهما بعتقه لمعینة سماها فنسیا اسمها او بطلاق احدی زوجتیه وسماها فنسیاها لم تقبل للجهالة فتح اور اگر
مولیٰ کے دو غلامون کا نام سالم ہوا اور مولیٰ اعتاق کا منکر ہو تو گواہون کی اس گواہی سے کہ مولیٰ نے سالم کو آزاد کیا عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ دو گواہون کی
ایسی گواہی کہ مولیٰ نے معین لونڈی کا نام لیکر آزاد کیا اور گواہون کو اوسکا نام یاد نرہا یا دو عورتون مین سے ایک عورت کی طلاق کی گواہی دی جسکا زوج
نے نام لیا تہا اور گواہ اوسکو بہول گئے تو ایسی گواہی نہ مقبول ہوگی بسبب جہالت کے کذا فی فتح القدیر باب الحلف بالعتق

یہ باب عتق کی قسم کھانے میں ہے حلف بفتح حاء وسکون لام مصدر ہے بمعنی قسم کھانے کے اور حلف بمعنی عہد اور پیمان ہے کذا فی الصراح اور حلف سے مراد یہاں تعلیق ہے عتق کی
اور مسئلہ تعلیق بالولادۃ کا عتق البعض میں اسواسطے مذکور ہوا کہ درصورت عدم علم شرط کے بعض عتق ہوتا ہے نہ کل کذا فی المنح قال ان دخلت الدار فکل مملوک
لی یومئذ حر عتق من له حین دخوله ولو لیلاً سواء ملکه بعد حلفه او قبله لان المعتق یوم اذ دخلت فاعتبر ملکه وقت دخوله کہا
قائل نے کسی مخاطب سے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو جو میرا مملوک ہوگا اوس دن سو آزاد ہے تو آزاد ہو جاویگا جو لونڈی یا غلام کہ متکلم کا مملوک ہوگا مخاطب کے داخل
ہونیکے وقت اگرچہ مخاطب رات کو گھر میں داخل ہوا ہو خواہ متکلم مملوک کا بعد تعلیق کے مالک ہوا ہو یا قبل تعلیق کے اسواسطے کہ معنی یومئذ کے یہاں یہ ہیں کہ
جس روز کہ تو گھر میں داخل ہوگا تو وقت دخول مخاطب کے ملک متکلم کی معتبر ہوئی تو گویا یوں متکلم نے کہا کہ وقت دخول کے جس غلام اور لونڈی کا میں مالک ہوں
وہ آزاد ہے ہم مملوک لونڈی اور غلام دونوں کو شامل ہے چنانچہ لفظ آدمی کا کذا فی الذخیرہ اور یوم اس مثال میں بمعنی مطلق وقت کے ہے لہذا دخول لیل سے بھی عتق
ثابت ہوگا ولذا لو لم یقل یومئذ عتق من له وقت حلفه فقط کقوله کل عبد لی او املکه حر بعد غدٍ او بعده ثم اعتبر وقت حلفه لان
لی او املکه للحال فلا یتناول الاستقبال حتی لو لم یملک شیئا یوم حلفه لغا یمینه اور چونکہ مثال سابق میں یوم دخول سو ملک معتبر ہوئی لہذا اگر
مولی یومئذ کا لفظ کہتا تو وہی فقط غلام آزاد ہوتا جو تعلیق کے وقت اوسکا مملوک تھا چنانچہ یہ قول مولی کا کہ جو غلام کہ میرا ہے وہ پرسوں آزاد ہے یا جس غلام
کا کہ مالک ہوں وہ پرسوں یا بعد مہینے کے آزاد ہے تو اس مثال میں معتبر ہوگی ملکیت مولی کی اوسکے قسم کھانیکے وقت اسواسطے کہ لفظ لی اور املک موضوع ہے زمانہ
حال کیواسطے اسلئے کہ لی متعلق ہوتا ہے کائن ثابت کا اور ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول میں مذہب مختار یہ ہے کہ وہ حال کیواسطے ہوا اور صیغہ افعل کا اگرچہ حال
اور استقبال دونوں میں مستعمل ہوتا ہے لیکن عند الاطلاق عرفا و شرعا اور لغۃً زمانہ حال ہی مراد ہوتا ہے تو قول مذکور شامل نہوگا استقبال کو یہانتک کہ اگر متکلم مالک
نہوگا کسی غلام کا تعلیق کے دن تو اوسکی تعلیق لغو ہو جاویگی اور جس غلام کو کہ بعد تعلیق کے مالک ہوگا وہ ہرگز آزاد نہوگا وکذا بکل عبد لی او املکه
حر بعد موتی من کان له مملوک یوم قال هذا القول اور اس قول سے کہ جو میرا غلام ہے یا جس غلام کا میں مالک ہوں وہ بعد میری موت کے آزاد ہے
تو مدبر ہو جاویگا جو غلام کہ اوسکا مملوک ہوگا اوس دن جس دن یہ قول اوسنے کہا اسواسطے کہ اسم فاعل اور مضارع زمانہ حال کیواسطے ہے لا ملک له مطلقا بل صیغة
من ملکه بعده ولکن ان مات عتق من الثلث لتعلیقه بالموت فیصیر وصیة اور جس غلام کا کہ مولی مالک ہوگا بعد تعلیق مذکور کے وہ غلام مدبر نہ
ہوگا بلکہ مدبر مقید ہوگا ولیکن اگر مولی بعد اس تعلیق کے مرجاویگا تو دونوں غلام یعنی جو مملوک تھا قبل تعلیق کے اور جو مملوک ہوا بعد تعلیق کے آزاد ہو جاوینگے
طرفین کے نزدیک ثلث مال سے بسبب معلق کرنے مولی کے موت پر تو یہ تعلیق وصیت ہو گئی اور وصیت نہیں واقع ہوتی مگر بعد موت کے خلاصہ یہ ہے کہ جو غلام
مملوک تھا قبل تعلیق کے وہ تو بسبب صیغہ حال کے آزاد ہو گیا اور جو غلام کہ بعد تعلیق کے مملوک ہوا وہ باعتبار صیغہ کے آزاد نہیں ہوا کہ جمع بین الحال والاستقبال
لازم آوے بلکہ ایجاب عتق مدبر بطریق وصیت کے ہے ولہذا ثلث مال سے معتبر ہوا اور وصیت حال اور استقبال دونوں کو شامل ہے ولہذا اگر کوئی ثلث مال کی وصیت
کریگا اور حالانکہ وہ مفلس ہوا اور بعد وصیت کے وہ مالک ہوا اور مرجاوے تو وصیت اوسمیں جاری ہوگی کذا فی الدرر وحاشیة الدرر المملوک لا یتناول
الحمل لانه تبع لامه لفظ مملوک کا شامل نہیں حمل کو اسواسطے کہ جنین تابع ہے اپنی ماں کا یعنی مملوک سے متبادر وہ ہے جو بالقصد مملوک ہو اور جنین بالتبع مملوک
ہے نہ بالقصد فلا یعتق حمل جاریة من قال کل مملوک لی ذکر فهو حر ولو لم یقل ذکر لدخل الحامل فیعتق الحمل تبعا تو نہ آزاد ہوگا حمل
اوس مولی کی لونڈی کا جسنے یوں کہا کہ جو میرا مذکر مملوک ہے وہ آزاد ہے اسواسطے کہ لفظ مملوک کا حمل کو شامل نہیں اور اگر مولی لفظ مذکر کو نہ کہتا یعنی فقط
اسیقدر کہتا کہ جو میرا مملوک ہے وہ آزاد ہے تو حاملہ لونڈی بھی عتق میں داخل ہو جاتی تو جنین بھی تابع اپنی ماں کا ہو کر آزاد ہو جاتا شارح کے کلام سے یہ
ہوا کہ لفظ مملوک کا لونڈیوں کو بھی شامل ہے چنانچہ اسکا بیان ذخیرہ سے منقول ہو چکا وکذا لفظ المملوک والعبد لا یتناول المکاتب والمشترک
ویتناول المدبر والمرهون والماذون علی الصواب اور اسیطرح لفظ مملوک کا شامل نہیں مکاتب اور عبد مشترک کو اور شامل ہے غلام مدبر اور مرہون
اور ماذون فی التجارة کو بنا بر قول درست کے شارح نے قول درست کے کہنے سے مجتبے کی عبارت کو رد کیا اوسمیں کہا ہے کہ لفظ

مدبر اور مدبرہ ہون اور باز دون کو لفظ مملوک کا شامل تھیں ولو نوی الذکور او لم ینو المدبر دُیّن ورنہ اگر مولی نے کہا کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے اور مملوک سے
نیت فقط غلامون کی کی نہ لونڈیون کی یا غلام مدبر کی نیت کی تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہو گی نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر استعمال کے مخالف ہے اور دیانۃ اسواسطے تصدیق
ہوگی کہ تخصیص عام کا اوسنے ارادہ کیا اور تخصیص عام کو لفظ محتمل ہے وقولہ کلہم احرار لم یدین لرفع احتمال الاختصاص بالتاکید اور
اس قول مین کہ سب میرے مملوک بالکل آزاد ہین اگر فقط ذکور کی نیت کریگا تو دیانۃ بھی اوسکی تصدیق نہوگی بواسطہ دور ہو جانے احتمال اختصاص کے بسبب تاکید کے
یعنی جب عام کی تاکید ہوگئی تو اب تخصیص عام کا احتمال نہ باقی رہا لہذا دیانۃ بھی تصدیق نہوگی سب غلام اور لونڈیان اوسکی آزاد ہو جاوینگی **فروع** مسائل
لمعۃ شارح کے حلف لا یعتق عبدہ فکاتب او اشتری قریبًا او اشترے العبد نفسہ حنث قسم کہائی مولی نے کہ اپنے غلام کو نہ آزاد کریگا پھر اوسنے
اپنے غلام کو مکاتب کیا یا اوسنے قریب محرم کو خریدکیا یا غلام نے خود اپنی ذات کو مولی سے مول لیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اسواسطے کہ کتابت بعد حصول بدل کتابت
کے عتق ہوا اور خرید کرنا قریب محرم کا سبب ہے عتق کا اور غلام کو خود غلام سے بیع کرنا اعتاق ہے ان بعتک فانت حر فباعہ فاسدًا عتق وصحیحًا لا
اگر مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تجھکو مین بیچون تو تو آزاد ہے پھر اوسکو بیچا بیع فاسد کر تو وہ آزاد ہوگا اور اگر بیچا بیع صحیح کر تو آزاد نہوگا اسلیے کہ بیع فاسد
کے بعد ملک بائع کی ضائع نہین ہوتی بدون تسلیم کے تو شرط عتق کی ہوتی ملکیت مین پائی گئی لہذا وہ آزاد ہو جاویگا اور بیع صحیح مین بائع کی ملک باقی
نہین رہتی تو شرط عتق کی اوسوقت پائی گئی جب کہ مولی کی ملک باقی نرہی لہذا وہ آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن المبسوط ان دخلت دار
فلان فانت حر فشہد فلان واخر انہ دخل عتق مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلا زید کے گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے
شخص نے گواہی دی کہ غلام زید کے گھر مین داخل ہوا تو غلام آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ دخول فعل غلام کا ہے نہ صاحب خانہ کا کہ وہ گواہی مین متہم ہو دون ان
کلمتہ لا لانہا علی فعل نفسہ اور اس قول مین کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلا زید سے کلام کریگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے
گواہی دی کہ غلام نے زید سے کلام کیا تو غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ گواہی زید نے اپنی ذات کے فعل پر دی لہذا مقبول نہوگی باقی رہی گواہی ایک آدمی
کی اوسکا شرع مین اعتبار نہین ولو شہد ابنا فلان انہ کلم ابا ہما جازت ان جحد اور اگر مثلا زید کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ غلام نے کلام کیا
اونکے باپ سے تو گواہی اونکی درست ہوگی اگر باپ اونکا منکر ہو کلام کرنیکا اسلیے کہ بیٹونکی گواہی برخلاف باپ کے درست ہے محل تہمت نہین وکذا ان ادعاہ عند
محمد وابطلہا الثانی اور اسیطرح باپ اگر مدعی بھی ہو کلام کا تو بھی بیٹون کو گواہی جائز ہے نزدیک محمد کے اسواسطے کہ اس دعوی مین باپ کو کچھ منفعت نہین اور
ابو یوسف نے بیٹونکی گواہی کو اس صورت دعوی باپ کے باطل کہا **باب العتق علی جعل** بضم ویفتح المال یعنی باب ہے عتق کا بشرط مال کے
جُعل بضم جیم بمعنی مال ہے اور فتح جیم کا لغت قلیل ہے جُعل اوس مال کو کہتے ہین جو انسان کو کسی فعل کیواسطے مقرر کیا جاوے اور جعالۃ بالکسر اور جعیلۃ بھی اسکی
مانند ہے کذا فی الصحاح اعتق عبدہ علی مال صحیح معلوم للجنس والقدر فقبل العبد کل المال فی المجلس بعد مجلس علمہ لو غائبًا عتق و
ان لم یؤدّ لانہ معلّق علی القبول لا الاداء حتی لو ردّ او اعرض بطل آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کو صحیح مال پر جسکی جنس اور قدر معلوم ہو سو قبول کرلیا
غلام نے سب مال کو مجلس مین مجلس عام ہو مجلس خطاب کو اگر غلام حاضر ہوا اور اوسکی علم کی مجلس کو اگر وہ غائب ہو تو غلام بمجرد قبول کے آزاد ہو جاویگا اگرچہ
اوسنے مال مذکور ادا نہین کیا اسواسطے کہ عتق قبول پر معلق ہے نہ ادا پر یہان تک کہ اگر غلام اس کلام کو رد کرے یا اس سے اعراض کرے یعنی بلا قبول اٹھ کر
مجلس سے تو عتق باطل ہو جاویگا بسبب پائے جانے قبول کے اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہے مال کا بغیر مال کے اسواسطے کہ غلام اپنی ذات کا مالک نہین اور معاوضہ قبول
عوض کا ضرور ہے جیسے بیع مین کذا فی الدرر قیدہ مال صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ بعوض خمر یا خنزیر کے عتق صحیح نہین مسلم کے حق مین اور لفظ مال شامل ہے
نقد اور اسباب اور حیوان اور کیل اور موزون کو لیکن شرط اسکا معلوم الجنس ہو اور جہالت وصف کی مضر نہین اسواسطے کہ کمتر جہالت ہے کذا فی الدرر وشرح
الی المکارم وابا لو علقہ باداء کان اذنت فانت حر صار مأذونًا ولا یلزمہ الاداء اور اگر معلق کیا عتق کو مال کے ادا کرنے پر چنانچہ یون کہا کہ اگر تو مجھکو
مال ادا کریگا تو تو آزاد ہے تو غلام ماذون فی التجارۃ ہو گا باعتبار دلالت حال کے اسواسطے کہ مولی نے غلام کو ادا کرنیکی رغبت دلائی اور مال بدون کسب کے ادا

باب العتق علی جعل

سمجھنا کہ حاصل نہیں ہوتا تو گویا اوسنے تجارت کی اجازت دی کذا فی الزیلعی وعلیہ تبیین حجۃ و تردد فیہ فی الکافی اور بعد اس قول کے غلام کو روکنا تجارت سے جائز نہیں
اسکے جواب میں بحر الرائق میں تردد کیا ہے اور اسکے حکم میں صریح روایت پائی نہ تو جو مذہب سے استخراج کیا اور محشیوں نے بھی اسمیں قول فیصل نہیں ذکر کیا اور بعد اسکے
لا مکاتبا لانہ صریح فی تعلیق العتق بالاداء وهو یخالف المکاتب فی عشرین مسئلۃ ذکر منہا تسعۃ اداے مال کی تعلیق سے غلام ماذون ہوگا
نہ مکاتب ہوگا اسواسطے کہ قول مذکور میں اداے مال پر تعلیق عتق کی صریح ہے بخلاف کتابت کے کہ اوسمیں تصریح عتق کی نہیں ہوتی بلکہ کتابت میں مولی یوں کہتا ہے
کہ میں نے تجھکو مکاتب کیا ہزار درم پر مثلا اور وہ یعنی جس غلام کا عتق اداے مال پر معلق ہوا وہ مخالف ہے مکاتب سے بیس مسئلوں میں انمیں سے نو مسئلوں
کو ماتن نے ذکر کیا اور باقی مسائل کو شارح نے ماتن کی عبارت کے ساتھ ملا جا بمناسبت کلام بولکر دیا مترجم شمار مسائل کو اسواسطے کہ مسئلہ پہ پہنچنے عدد اسواسطے
اختصار کے رقم کریگا فقال فلا یتوقف عتقہ علی قبولہ سواے کہا اسکو فرق نہیں عتق غلام مذکور کا اوسکے قبول پر یعنی اگر بلا قبول مال کو ادا کریگا تو آزاد
ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اوسکا قبول کرنا شرط ہے ولا یبطل بردہ ۲ اور باطل نہوگا عتق غلام کے رد کرنیسے بخلاف مکاتب کے وللمولی بیعہ قبل وجود شرطہ
وھو الاداء ۳ اور مولی کو جائز ہے بیع کرنا اوس غلام کا قبل وجود عتق کے شرط کے اور وہ شرط کیا ہوا اداے مال ہے بخلاف مکاتب کے کہ بدون عجز اداے بدل کتابت
کے اوسکا بیع کرنا مولی کو جائز نہیں ولو باعہ ثم اشتراہ ہل یجبر علی قبول ما یاتی بہ خلاف ۴ اور اگر مولی اوسکو بیچے پھر اوسکو خرید کرے کیا واجب ہے
قبول کرنا اوس مال کا جسکو غلام لاوے تو اسمیں اختلاف ہے ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا واجب ہے اور محمد کے نزدیک واجب نہیں لیکن اگر مولی مال مذکور قبض کریگا
تو بالاتفاق آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اوسکے مال کے وجوب قبول میں اختلاف نہیں کذا فی منح الغفار وعتق بالتخلیۃ بحیث لو مد یدہ للمال اخذہ ۵
اور وہ آزاد ہوگا غلام مذکور مال کو آگے رکھدینے سے اسطرح پر کہ اگر مولی ہاتھ اپنا بڑھا دے تو مال کو اوٹھالے ہم مکاتب بھی تخلیہ مال سے آزاد ہوجاتا ہے کذا فی الرمزی
تو وہ فرق میں کچھ ذکر نہوا تو اوسکا ذکر بیان بےموقع ہوا کذا فی حاشیۃ الدر ولو ادی عنہ غیرہ تبرعا او امر غیرہ بالاداء فادی لا یعتق لان الشرط
اداءہ ولو حط کلا یعتق لو قیل بدرہم فادی دنانیرا او بکیس ابیض فدفع فی کیس اسود او ہذا الشہر فدفع فی غیرہ ۶ اور اگر
مال ادا کیا غلام کیطرف سے کسی غیر شخص نے بطریق احسان کے ۷ یا غلام نے غیر شخص کو اداے مال کا امر کیا سو اوسنے ادا کر دیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق
کی خود غلام کا ادا کرنا تھا سو پایا نگیا ۸ چنانچہ غلام آزاد نہوگا اگر مولی نے اداے مال میں درہم کی قید لگائی پھر غلام نے دینار ادا کیے ۹ یا مولی نے مثلا ہزار
درم دینے کی سفید تھیلی میں قید لگائی سو غلام نے ہزار درم سیاہ تھیلی میں رکھے ۱۰ یا مولی نے اس مہینے میں ادا کرنیکی شرط کی تھی سو غلام نے دوسرے مہینے میں
مال ادا کیا سو ان چاروں مسائل میں غلام آزاد نہوگا بسبب نپائے جانے شروط مذکورہ کے بخلاف مکاتب کے کہ وہ چاروں صورتوں میں آزاد ہوگا بسبب حاصل ہونے
مقصود بدل کتابت کے ولو حط عنہ البعض بطلبہ وادی الباقی ۱۱ یا مولی نے مال معین سے کچھ کم کر دیا غلام کی درخواست سے اور باقی مال کو اوسنے ادا کیا تو
آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی کل مال تہا نہ بعض بخلاف کتابت کے کہ مکاتب باقی دینے سے آزاد ہوگا وکذا لو ابراہ ۱۲ اور اسیطرح غلام آزاد نہوگا
اگر مولی مال کو معاف کر دیگا بخلاف مکاتب کے کہ وہ معاف کرنیسے آزاد ہوتا ہے ہم اس مسئلہ کا ذکر بھی بیان بےموقع ہوا اسواسطے کہ ابرا نہیں ہوتا مگر دین میں اور
یہاں غلام مذکور پر دین کہاں ہے جو ابرا کی گنجایش ہو کذا فی منح الغفار ومات المولی فاداہ الی الورثۃ لعدم الشرط بل العبد واکسابہ
للورثۃ ۱۳ یا مولی مرگیا اور غلام نے مال معین وارثوں کو ادا کیا تو آزاد نہوگا بسبب نپائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط یہ تھی کہ مولی کو دیوے بلکہ غلام اور
غلام کا کمایا ہوا مال وارثوں کا مملوک ہے تو غلام بیچا جاویگا بخلاف مکاتب کے ولو مات العبد قبل الاداء فترکتہ لمولاہ ۱۴ چنانچہ اگر غلام مرجاے
قبل ادا کرنے مال معین کے تو ترکہ اوسکا مولی کا ہوگا اور اوس مال سے غلام میت کے آزاد ہونیکے واسطے ادا کیا جاویگا بخلاف مکاتب کے بل لہ
اخذ ما ظفر بہ او ما فضل عندہ من کسبہ ۱۵ بلکہ مولی کو جائز ہے کہ قبل ادا کرنے مال کے جو مال کہ غلام کا پاوے لیلیوے بخلاف مکاتب کے ۱۶ یا کمائی
غلام کی جو زیادہ ہو مال معین سے اوسکو پاس اوسکا لینا بھی جائز ہے بخلاف مکاتب کے ولو ادی من کسبہ قبل التعلیق عتق ورجع السید
بمثلہ ۱۷ اور اگر مال معین کو غلام نے ادا کیا اوس کمائی سے جو قبل تعلیق عتق کے تھی وہ آزاد ہو جاویگا اور اوتنا مال غلام سے مولی پھیر لیگا بخلاف

مکاتب کے کہ قبل کتابت کے کمائی ہے وہ آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ مال مولی کی کمائی ہے وتعلق اداؤہ بالمجلس ان علق اداؤہ بان واذا لا ۱۸ اور متعلق ہوگا
ادا کرنا مال کا مجلس ایجاب یا مجلس علم مین اگر مولی نے تعلیق بلفظ ان شرطیہ کی ہو اسواسطے کہ یہ صیغہ تخییر ہو تو مجلس ہی پر موقوف ہوگی اور اگر تعلیق بلفظ اذا اور
متی کی تو ادا اسی مال مجلس پر مخصوص نہ ہوگا بخلاف مکاتب کے ولا یتبعہ ولدہ بخلاف المکاتب فی الکل ۱۹ اور تابع اوسکی نہوگی اولاد اسکی عتق
مین یعنی اگر لونڈی کی عتق ادا ای مال پر معلق ہو پھر وہ اولاد جنی پھر مال کو ادا کیا تو اوسکی اولاد نہ آزاد ہوگی اسواسطے کہ وقت ولادت کے لونڈی پر
کتابت کا حکم نہیں کہ اولاد بھی اوسکے ساتھ ہوجاوے بخلاف مکاتب کے جمیع مسائل سابقہ مین چنانچہ مترجم نے ہر مسئلہ مین اوسکی تصریح کردی وھو ای المال
دین صحیح یصح التکفیل بہ بخلاف بدل الکتابۃ فانہ لا یصح الکفالۃ بہ وھذہ الموفیۃ عشرون ۲۰ اور وہ یعنی مال مذکور دین
صحیح ہے تو کفالت اوسکی جائز ہوگی بخلاف بدل کتابت کے کہ اوسکی کفالت صحیح نہیں اسواسطے کہ بدل کتابت عجز سے ساقط ہوجاتا ہے اور یہ مسئلہ بعد اکیس کے
بیس مسائل کا شارح کو مناسب تھا کہ بجای عشرون کے عشرین کہتا اسواسطے کہ مفعول ہے موفیۃ کا ہم کہتے ہین جو بات کہ مال معلق کو دین صحیح کہا سو صحیح نہین اسواسطے
کہ قبل حکم قاضی کے یہ مال دین نہین ہے اسلئے کہ مولی نے اس مال کو اپنے غلام پر واجب نہین کیا بلکہ بطریق تعلیق ذکر کیا اور بعد ادا کے بھی دین نہین تو اس مسئلہ کا
یہان ذکر کرنا ہی غلط ہے بلکہ اس مسئلہ کا محل ذکر اول باب تھا جہان اعتاق علی المال مذکور ہوا چنانچہ صاحب بحر اور صاحب درر و غرر نے وہین ذکر کیا ہے اسلئے
کہ اعتاق علی المال مین مجرد قبول کے غلام آزاد ہوجاتا ہے اور آزاد پر دین کا ہونا صحیح ہے تو کفالت بھی اوسکی جائز ہے بخلاف بدل کتابت کے کہ وہ دین صحیح نہین
اسواسطے کہ مکاتب ہنوز آزاد نہین کذا فی حاشیۃ عبد الرحمن الحلبی ویزاد ما فی الذخیرۃ لو علقہ بالف فاستقرضہا ودفعہا لمولاہ عتق ویرجع المقرض
علی المولی لان غرماء الماذون احق بمالہ حتی تقوی دیونہم اور مسائل مذکورہ پر دو مسئلے اور زیادہ کئے جاتے ہین جو ذخیرہ مین مذکور ہین کہ اگر عتق
غلام کا معلق کیا مولی نے ہزار پر پھر غلام نے ہزار قرض لئے اور اپنے مولی کو دیئے تو غلام آزاد ہوجاویگا اور قرض دینے والا مولی سے ہزار پھیر لیگا اسواسطے کہ
قرض دینے والے غلام ماذون کے غلام کے مال مین احق ہین تاوقتیکہ اونکے دیون تمام ہون ولو استقرض الفین فدفع احدہما واکل الاخرے
فللمقرض مطالبۃ المولی بہما للمنع بعتقہ من بیعہ بدینہ اور اگر غلام مذکور نے دو ہزار قرض لئے سو ایکہزار مولی کو دئے اور ایکہزار خود کھا گیا تو قرض
دینے والے اوسکو مولی سے دو نو ہزار کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے کہ مولی نے بسبب اعتاق غلام کے دین کی بیع سے روک دیا یعنی اگر غلام آزاد نہوا ہوتا تو قرض دینے والا
اپنے دین کیواسطے غلام کو بیچ لیتا اور اب غلام آزاد ہے تو وہ بیچ نہین سکتا اور چونکہ سبب عتق کا مولی ہے لہذا وہ اپنے دین کا مطالبہ مولی سے کریگا ولو قال
انت حر بعد موتی بالف ان قبل بعدہ ای موتہ واعتقہ مع ذلک وارث او وصی او قاض عند امتناع الوارث ھو الاصح لان
المیت لیس باھل للاعتاق عتق بالالف والولاء للمیت اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد بعوض ہزار درم کے اگر غلام نے
ہزار درم کو قبول کر لیا بعد موت مولی کے اور ساتھ اس شرط کے مولی کے وارث یا وصی یا قاضی نے امتناع وارث کے وقت غلام کو آزاد کر دیا تو غلام آزاد
ہوجاویگا ہزار درم پر اور یہی قول اصح ہے مولی کا آزاد کرنا کافی نہین اسواسطے کہ مردہ آزاد کرنیکے لائق نہین اور وارث غلام کی میت کیواسطے ہے تو عصبات
مذکر مولی کے وارث ہونگے عورتون کو وراثت نہ ملیگی اور اگر میت کا وارث نہ ملتی وارثون کو ملتی تو صورت مرد سب وارث ہوتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی
البحر اور قبول غلام کا بعد موت مولی کے اسواسطے مشروط ہوا کہ ایجاب عتق کا مابعد موت کیطرف مضاف ہوا تو اگر مولی کی حیات مین قبول معتبر ہوتا تو قبول
مقدم ہوتا ایجاب پر اور حالانکہ یہ صحیح نہین اور یہ بھی مشروط ہے کہ بعد موت مولی کے فی الفور غلام قبول کرے تب آزاد ہوگا کذا فی فتح القدیر ولا یوجد
لکلا الامرین لا یعتق بذلک اور اگر دو نو امر نپائے جاوین یعنی بعد موت مولی کے غلام ہزار درم کو مثلا فورا نہ قبول کرے یا وارث وغیرہ نہ آزاد کرے
اوسکو تو فقط اس مولی کے قول سے غلام آزاد نہوگا ولو حررہ علی خدمتہ سنۃ مثلا کاعتقتک علی ان تخدمنی سنۃ فقبل عتق فی الحال
اور اگر آزاد کیا غلام کو اوسکی ایک سال کی خدمت پر مثلا چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجکو آزاد کیا اس پر کہ تو سال بھر میری خدمت کرے سو غلام نے اسکو قبول
کیا تو فی الحال آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ علی الشرط قبول مجلس پر مشروط ہے دفان خدمتنی سنۃ فانت حر لا یعتق الا بالشرط فلو خدمہ اقل

مِنْهَا او خدمۃ سنۃ فقال ان خدمتنی و اولادی فمات بعض اولادہ لا یعتق لان التعلیق دخل المعاوضۃ اور مولی کے اس قول میں
کہ اگر تو میری خدمت سال بھر کرے تو تو آزاد ہے تو غلام آزاد ہوگا بدون اسکے کہ پائی جاوے شرط یعنی خدمت یکسالہ سو اگر غلام مولی کی خدمت سال بھر سے کم کریگا یا بعوض
خدمت کے مولی کو مال دیگا یا مولی نے غلام سے یون شرط کی کہ اگر تو میری اور میری اولاد کی خدمت کریگا تو تو آزاد ہے پھر اوسکی اولاد میں سے کوئی مرگیا تو ان تینون صورتون میں
آزاد نہوگا اسواسطے کہ ان شرطیہ تعلیق کے واسطے موضوع ہے اور معاوضہ کے واسطے اور تعلیق میں بدون وجود شرط معلق علیہ کے معلق نہیں ہوتا اور معاوضہ
معاوضہ میں فقط قبول کرنا کفایت کرتا ہے چنانچہ جمیع عقود معاوضات کا یہی حکم ہے وخدمتہ الخدمۃ المعروفۃ بین الناس قدرۃ ایا کانت اور خدمت
سے مقصود یہ ہے تو غلام مولی کی وہ خدمت کرے جو لوگون میں معروف اور مروج ہے بقدر مدت مقرری کے جتنی مدت ہو فان جہلت او مات ہو او الحاکم
کعتبی او مولاہ قبلہا پھر اگر مدت خدمت کی مجہول ہے یا غلام قبل خدمت کے مرجاوے گرچہ موت حکمی ہو چنانچہ مرتد ہو جانا یا مولی مرجاوے اور مرگیا
میت کو قرار دیا یہ تجویز ہو صاحب نہر کی ہے روایت مذہب کی لیکن شارح نے بطور روایت کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ الدرر ولو خدم بعضہا فبحسابہ
اور اگر غلام مولی کی تھوڑی سی مدت خدمت کرکے مرگیا تو اوسکے موافق حساب کیا جاویگا مثلا چار برس کی خدمت پر عتق ٹھہرا تھا سو غلام ایک سال خدمت کر
مرگیا تو شیخین کے نزدیک چہارم وضع کرکے باقی قیمت غلام کی اوسپر لازم آویگی اور محمد کے نزدیک تین سال کی خدمت کی قیمت اوسپر لازم ہوگی کذا فی البحر
من شرح الطحاوی تجب قیمتہ فتوخذ منہ للورثۃ او من ترکتہ للمولی وعند محمد تجب قیمۃ خدمتہ وبہ ناخذ حاوی اگر قبل مدت
کے غلام یا مولی مرگیا تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت غلام کی واجب ہوگی سو اگر مولی مرگیا ہے تو غلام سے اوسکی قیمت وارثون کیواسطے لیجاویگی اور
اگر غلام مرگیا ہے تو اوسکے متروکہ سے مولی کیواسطے قیمت مذکورہ لیجاویگی اور محمد کے نزدیک غلام کی قیمت واجب نہین بلکہ اوسکی خدمت کی قیمت واجب ہے اور یہی روایت
ماخوذ اور مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی القدسی وھل نفقۃ عیالہ لو فقراء علی مولاہ فی المدۃ کالموصی لہ بالخدمۃ او یکتسب للانفاق حتی یتفرغ
لخدمتہ کالمعسر بحث فی البحر الثانی والمصنف الاول اور کیا نفقہ غلام کی عیال کا اگر وہ محتاج ہون خدمت کی مدت مین اوسکے مولی پر ہے جیسے اوس
غلام کا نفقہ مولی پر ہے جسکو مولی نے خدمت مین یا کسی غیر شخص کی یا غلام اول کسب کرے عیال کی نفقہ رسانی کیواسطے یہانتک کہ کسب کی حاجت نرہے پھر خدمت
کرے مولی کی مدت معین تک جیسے مفلس غلام کا عتق مال پر ٹھہرے تو متعذر رہنے تک اوسکو مہلت ملتی ہے بحر الرائق مین امر ثانی کو تجویز کیا ہے یعنی کسب کو خدمت
پر مقدم کیا ہے بقیاس غلام مفلس کے اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین امر اول کو تجویز کیا ہے یعنی مولی پر اوسکا اور اوسکی عیال کا نفقہ واجب ہے بقیاس
وصیت خدمت کے ھم محشی حلبی نے کہا کہ ظاہرا قیاس صاحب بحر کا صحیح ہے لہذا صاحب نہر نے بھی اوسکو مسلم رکھا ہے اور قیاس مصنف کا وصیت کی خدمت پر
قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ وصیت کی خدمت غلام بلا عوض کرتا ہے لہذا اوسکا نفقہ مولی پر واجب ہے اور یہان مولی کی خدمت بعوض اپنی گلو خلاصی
کے کرتا ہے تو مانند مستاجر کے ہوا کبیع عبدہ منہ بعین کبعتک نفسک بہذا العین فہلکت او استحقت یجب قیمتہ وعند محمد
قیمتہا چنانچہ غلام کو بیچنا خود غلام سے بعوض کسی چیز معین کے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تیری ذات کو تیرے ہاتھ بیچا بعوض اس گھوڑی
کے مثلا سو قبول کر لیا غلام نے پھر وہ گھوڑی یا لونڈی ہلاک ہوگئی یا کسی اور شخص کی مملوک نکلی تو غلام کی قیمت غلام پر واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک
گھوڑی یا لونڈی کی قیمت واجب ہوگی ولو قال رجل لمولی امۃ اعتق امتک بالف علی ان تزوجنیہا ففعل العتق وابت النکاح عتقت
مجانا ولا شیء لہ علی آمرہ لصحۃ اشتراط البدل علی الغیر فی الطلاق لا فی العتاق اور اگر کہا ایک مرد نے لونڈی کے مالک سے کہ آزاد کر تو
اپنی لونڈی کو بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اوسکا نکاح کر دینا اگر مولی نے اوسکو آزاد کر دیا اور عورت نے نکاح سے انکار کیا تو وہ
مفت آزاد ہو جاویگی اور آزاد کرنیوالے پر کچھ دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ شخص غیر پر عوض کا شرط کرنا طلاق یعنی خلع مین صحیح ہے نہ عتاق مین اھم
اگر عورت اوس مرد سے نکاح کریگی تو ہزار درم اوسکی قیمت اور اوسکے مہر مثل پر تقسیم ہونگے تو جسقدر قیمت کے درم ہونگے وہ ساقط ہو جاوینگے اور جسقدر مہر
مثل کے مقابلہ مین پڑینگے وہ مرد پر لازم ہونگے کذا فی فتح القدیر تو انکار نکاح کی قید بنا بر ہے کہ لونڈی نکاح کرے یا نکاح سے انکار کرے بہر صورت مفت

آزاد ہو گی آزاد کرنیوالے پر کچھ لازم نہوگا ولو زاد لفظ عنی قسم الالف علی قیمتہا ومہرہا ای مہر مثلہا لتضمنہا الشراء اقتضاء ولا وجوب لہ
حصتہ ای حصۃ الالف التی قابلت القیمۃ وسقط حصۃ المہر اور آزاد کرنیوالے اگر قول مذکور میں لفظ عنی کا زیادہ کیا یعنی یوں کہا مولی سے کہ اپنی لونڈی
کو آزاد کر دے میری طرف سے بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اوسکا نکاح بھی کر دے سو مولی نے لونڈی کو آزاد کر دیا اور اوسنے نکاح سے
انکار کیا تو ہزار درم تقسیم ہونگے لونڈی کی قیمت اور اوسکے مہر مثل پر بسبب متضمن ہونیکے اس کلام کے خریداری کو بنا بر اقتضاء کلام کے گیا اوسنے یوں
کہا کہ لونڈی کو میرے ہاتھ بیچ کر اور اوسکو میری طرف سے آزاد کر لیکن چونکہ قائل نے رقبہ کے ساتھ اوسکے نکاح کو بھی ملایا اور ہزار درم کو بعوض مجموع کے
مقابل کیا لہذا ہزار درم مجموعہ پر منقسم ہوگئے اور اسیواسطے قائل پر حصہ قیمت کا جسکی تسلیم ہوئی واجب ہوا اور حصہ مہر کا ساقط ہوگیا بسبب عدم تسلیم کے فلو
نکحت القائل فحصۃ مہر مثلہا من الالف مہرہا فیکون کما فی وجہیہ مرح عتق اور ترکہ سو اگر آزاد لونڈی نے مرد قائل سے نکاح کیا تو ہزار
درم سے اوسکے مہر مثل کا حصہ جسقدر ہوگا وہی اوسکا مہر ہوگا تو اوسیقدر عورت کا مہر ہوگا اور دونوں صورتوں میں لفظ عنی کے ملانے میں اور اوسکے ترک کرنے میں
ہم اگر قیمت لونڈی کی اور اوسکا مہر مثل دونوں برابر ہیں اسطرح پر کہ سو درم کی اوسکی قیمت ہے اور اسیقدر کا اوسکا مہر مثل ہے تو ہزار درم دونوں پر منقسم
ہونگے پانسو درم قیمت کا حصہ ہوگا اور پانسو مہر مثل کا تو مسئلہ سابقہ میں یعنی جب کہ قائل نے لفظ عنی کا نہیں ملایا تو قیمت کا حصہ ساقط ہوگا اور مہر کا
حصہ یعنی پانسو درم قائل پر واجب ہونگے اور جب کہ قائل نے لفظ عنی کا زیادہ کیا تو اوسپر پانسو درم قیمت کے باب مولی کے واجب ہونگے اور پانسو درم
مہر کے لازم آوینگے اور اگر قیمت اور مہر مثل میں تفاوت ہوگا اسطرح پر کہ قیمت دو سو ہوں اور مہر ایک سو تو ہزار درم کے دو ثلث قیمت پر اور
ایک ثلث مہر پر منقسم ہوگا تو مسئلہ سابقہ میں حصہ قیمت کا تو ساقط ہوگا اور حصہ مہر کا اوسپر لازم ہوگا اور مسئلہ لاحقہ میں دو ثلث مولی کے واجب ہونگے
اور ایک ثلث عورت کے مہر کا وما اصاب قیمتہا فی الاولی ہدر وفی الثانیۃ لمولاہا باعتبار تضمن الشراء وعدمہ اور ہزار درم سے جسقدر
لونڈی کی قیمت کو پہنچا وہ مسئلہ اولی میں رایگان گیا اسواسطے کہ وہ مفت آزاد ہوگئی اور جسقدر اوسکی قیمت کو مسئلہ ثانیہ میں پہنچا وہ اوسکے مولی کا
ہے باعتبار متضمن ہونے خریداری کے اور عدم تضمن کے کما مر تفصیلہ اعتق المولی امتہ علی ان تزوجہ نفسہا فتزوجتہ فلہا مہر مثلہا وجاز
الثانی اقتداء بفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی صفیۃ قلنا کان علیہ الصلوٰۃ والسلام مخصوصا بالنکاح بلا مہر آزاد کیا
مولی نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر کہ اپنا نکاح مولی سے کرے سو اوسنے اپنی ذات کا نکاح مولی سے کیا تو اوسکا مہر مثل مولی پر لازم آویگا امام اعظمؒ اور
محمدؒ کے نزدیک اسواسطے کہ عتق مال نہیں اور مہر بدون مال کے نہیں ہوتا اور جائز رکھا ہے اس معاوضہ کو ابو یوسفؒ نے باقتداء فعل آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ام المومنین حضرت صفیہ میں کیونکہ صحیحین میں بروایت انسؓ کے حدیث ثابت ہے کہ حضرت صفیہ بنت حیی کو خیبر کے قیدیوں میں سے حضرت نے اپنے
واسطے اختیار کیا اور اونکو آزاد کیا اور اون سے نکاح کیا اور اونکے عتق کو اونکا مہر قرار دیا شارح کہتا ہے ہم طرفین کیطرف سے ابو یوسفؒ کو جواب دیتے
ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی مخصوص تھے ساتھ نکاح بلا مہر کے یعنی نکاح حضرت صفیہ کا بھی بلا مہر تھا نہ بعوض عتق کے اور امور مخصوصہ
میں قصد اجاز نہیں فان ابت فعلیہا السعایۃ فی قیمتہا اتفاقا اور اگر بعد اعتاق کے بشرط مذکور کے آزاد لونڈی نکاح سے انکار کرے تو
اوسپر اپنی قیمت کے ادا کرنے میں سعایت واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے وکذا لو اعتقت المرأۃ عبدا علی ان ینکحہا فان فعل
فلہا مہرہا وان ابی فعلیہ قیمتہ اور اسیطرح اگر بی بی اپنے غلام کو آزاد کرے اس شرط پر کہ بی بی سے وہ نکاح کرے تو اگر غلام بی بی کے
بعد آزاد ہونیکے نکاح کریگا تو بی بی کا مہر اوسپر لازم ہوگا اور اگر نکاح سے انکار کریگا تو اوسپر قیمت اپنی ادا کرنا واجب ہوگا ولو کانت المعتقۃ
علی ذلک ام ولد فقبلت فعتقت فان ابت نکاحہ فلا شیٔ علیہا ضمانہ لعدم تقوم ام الولد اور اگر ام ولد آزاد ہو اس شرط
نکاح کے پھر اوسنے یہ شرط قبول کی تو آزاد ہو جاویگی پھر اگر ام ولد نے مولی کے نکاح سے بعد آزاد ہونیکے انکار کیا تو اوسپر کچھ واجب نہوگا
کذا فی الکافیہ اسواسطے کہ ام ولد لائق قیمت کے نہیں جو بقدر قیمت اوسپر سعایت لازم آوے وقع ع مسائل [illegible]

عبدٌ او امة حرٌّ عتق عنه استحساناً لا كعتق دفي ادائه اليه يعتق لانه ادخل في ملكه فيكون راضياً بالزيادة واما الرقيق اشترى لانّ كسبه
ملك مملوكي ليس پس اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے آزاد کر غلام کو اور تو آزاد ہو تو یہ غلام ماذون فی التجارۃ ہوا اور متوسط غلام کا آزاد کرنا اسپر لازم ہوا
سو اس غلام مخاطب نے عمدہ غلام مولی لیکر آزاد کر دیا تو یہ آزاد نہوگا اسیطرح اقص غلام کے آزاد کرنے سے بھی آزاد نہوگا کذا فی العالمگیریہ اور مولی کے اذن الی
میں کہ مجکو ایک عمدہ غلام دے اور تو آزاد ہے سو اوسنے عمدہ غلام لا دیا تو غلام مخاطب آزاد ہوگا اسواسطے کہ عمدہ غلام کر اوسنے مولی کی ملک میں داخل کر دیا
تو مولی راضی ہوگا زیادتی ملک سے اور عمدہ غلام کا آزاد کرنا تو اوسکو ملک مولی سے نکالنا ہے اسواسطے کہ غلام مخاطب کسب مملوک جو مولی کا تو مال جسکے اخراج سے
مولی کیونکر راضی ہوگا

باب التدبیر

یہ باب ہے تدبیر کے احکام میں یعنی غلام کے مدبر کرنیکے احکام میں زندگی کے اعتاق کے
بعد اعتاق بعد الموت کو شروع کیا اور استیلاد پر تدبیر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تدبیر غلام اور لونڈی دونو کو شامل ہے بخلاف استیلاد کے کہ وہ فقط لونڈی سے مخصوص ہے
هو لغةً الاعتاق عن دبرٍ وهو ما بعد الموت وہ یعنی تدبیر لغت میں عبارت ہے اعتاق عن دبر سے یعنی بعد موت کے آزاد کرنا تدبیر کی اصل دبر ہے اور دُبر
بضم اول و سکون ثانی و بضمتین بمعنی پس قبل کی قبل آگا اور دبر پیچھا و لہذا مدبر اوس غلام کو کہتے ہیں جو پیچھے مرنے مولی کے آزاد ہو اور چونکہ یہہ معنی لغوی
معنی شرعی سے زیادہ تر مناسب ہے اسواسطے اکثر فقہا اسیکو بیان کرتے ہیں اور معنی ثانی تدبیر کے تفکر ہیں کذا فی الصحاح یعنی انجام کار کو سوچنا اور یہی معنی
معروف ہے اور بعض فقہا نے اسیکو پسند کیا ہے مانند اتقانی اور صاحب درر کے اور وجہ مناسبت معنی شرعی سے یون بیان کی ہے کہ جب مرد نے اپنے انجام کار
کا سوچ کیا تو اپنے غلام کو آزاد کیا تاکہ بعد موت کے تقرب خدا حاصل ہو وشرعاً تعلیق العتق بمطلق موته ولو معنىً كان مُتّ الى مائة سنة وإلّا
شرع میں تدبیر عبارت ہے تعلیق عتق سے ساتھ مطلق موت مولی کے اگرچہ اطلاق معنوی ہو نہ لفظی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میں سو برس تک مر جاؤں تو تو آزاد ہے
هم تدبیر دو قسم ہے ایک تدبیر مطلق اور دوسری تدبیر مقید اور یہہ تعریف تدبیر مطلق کی ہے نہ مطلق تدبیر کی کہ دونو قسم کو شامل ہو خلاصہ یہہ ہے کہ جب آدمی
اپنی موت پر بلا قید تعلیق عتق کی اسکو تدبیر مطلق کہتے ہیں اور اگر مولی کی عمر اسی برس کی تھی اور اوسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں سو برس تک مر جاؤں
تو تو آزاد ہے تو ہر چند ظاہر میں یہہ کلام مقید ہے لیکن باعتبار معنی کے مطلق ہے اسواسطے غالب حال یہہ ہے کہ اسی برس کا آدمی سو برس میں اور کم ہی زندہ رہیگا
تو فی الحقیقت تقیید عین الاطلاق ہے بخلاف نکاح کے کہ اوسمیں توقیت اگرچہ مدت دراز کی ہو صحیح نہیں اسواسطے کہ نکاح موقت ممنوع ہے تو تابید معنوی کا شرع میں
کے وہان معتبر نہیں اور تدبیر میں چونکہ کوئی مانع شرعی نہیں لہذا تابید معنوی صحیح ہے اسواسطے کہ اعتبار معنی کا اصل ہے در صورت عدم مانع کذا فی حاشیۃ العلامۃ
حسن الشرنبلالیہ وخرج بقید الاطلاق المدبّر المقیّد کما سیجیء وبموته تعلیقُه بموت غیره فانه لیس بتدبیر اصلاً بل تعلیق
اور نکل گئی اطلاق کی قید سے تدبیر مقید چنانچہ اسکا ذکر آخر باب میں آویگا اور مولی کی موت کی قید سے تعلیق عتق بموت غیر نکل گئی یعنی یون مولی کا کہنا کہ
تو بعد موت زید کے آزاد ہے تو یہہ قول اصلاً تدبیر نہیں نہ تدبیر مطلق ہے نہ مقید بلکہ یہہ تعلیق ہے شرط پر گویا یون کہا کہ اگر زید مرے تو تو آزاد ہے تو
یہہ غلام بمجرد مرنے زید کے مولی کی زندگی میں مفت آزاد ہو جاویگا بسبب وجود شرط کے کذا فی المنح عن البحر کاذا او متی او ان مُتّ او اذا
فلکک او حدث بی حادثٌ فانت حرٌّ او عتیقٌ او معتقٌ او انت حرٌّ عن دبرٍ منّی او انت مدبّرٌ او دبّرتک او انت حرٌّ بعد موتی
او لا چنانچہ یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ جب میں مرون یا جس دم کہ مرون یا اگر میں مرون یا جب مجپر حادثہ ہو یعنی موت آوے تو تو حر ہے یا عتیق یا معتق
یا تو آزاد ہے میرے پیچھے یا تو مدبر ہے یا میں نے تجکو مدبر کیا ان الفاظ کے کہنے کے بعد لفظ بعد موتی کا کہے یا وہ کہے یا نکرے اسواسطے کہ معنی
کے مدبر اور تدبیر میں داخل ہیں تو ذکر کرنا بعد موتی کا اور نہ ذکر کرنا دونو برابر ہے هم عرب کے عرف میں حدث اور حادثہ اور اسیطرح وفات اور ہلاک موت میں
مستعمل ہیں اسواسطے کہ اوسمیں معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا فقط کذا فی البحر تو عرف ہندوستان میں استعمال کرنا اور ادا و انتقال کو بھی اسیطرح ہوگا او انت
حرٌّ یوم اموت ان اراد به مطلق الوقت او لم ینوِ لانّه بما لا یمتدّ فان نوی النهار صحّ وکان مقیّداً یا مولی نے یون کہا کہ تو حر ہے جس دن کہ میں مرون یوم
سے مراد اس مثال میں مطلق وقت ہے بسبب متصل ہونے یوم کے ایسی چیز سے جسکو امتداد اور قیام نہیں یعنی موت ہے اور قاعدہ یہہ ہے کہ جب لیل یا یوم

ہر قسم سے قرین ہوگا تو مطلق وقت مراد ہوگا جو رات اور دن دونوں کو شامل ہے تو اگر بعد اس قول کے مولی رات کو مرگیا تو بھی غلام آزاد ہوگا پھر اگر مولی بلفظ یوم تمہارکا یعنی فقط دن کا ارادہ کریگا نہ رات کا تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ معنی حقیقی کا ارادہ کیا اور اس صورت میں یہہ تدبیر مطلق نرہیگی بلکہ تدبیر مقید ہو جاویگی اسواسطے کہ یہہ ضرور نہیں کہ موت اوسکی دن ہی کو ہو او إن مت إلى مائة سنة مثلا وغلب موته قبلها هو المختار لانه كالكائن لامحالة یا مولی نے یوں کہا کہ اگر میں سو برس تک مثلا مرجاؤں تو تو آزاد ہے اور ظن غالب اوسکی موت کا ہو قبل سو برس کے تو یہہ مقید بیجا ہو مطلق کے ہے قول مختار میں اسواسطے کہ مثلا اسی برس کی عمر والیکی موت قبل سو برس کے مانند ثابت کے ہو بلا شک باعتبار غالب اعمار خلق کے اور غیر مختار وہ قول ہے جو ینابیع اور جامع الفقہ میں ہے کہ مثال مذکور تدبیر مقید ہے نہ مطلق باعتبار لفظ کے اور باقی تفصیل اور تحقیق اسکی تعریف تدبیر مطلق میں ہو چکی وأفاد بالكاف عدم الحصر حتى لو أوصى لعبده بسهم من ماله عتق بموته ولو بجزء لا والفرق لا يخفى وذكرنا في شرح الملتقى اور مصنف نے کاف تشبیہ سے عدم حصر کا اشارہ کیا یعنی امثلہ مذکورہ میں تدبیر مطلق منحصر نہیں تا اینکہ اگر مولی اپنے غلام کیواسطے اپنے مال میں سے ایک سہم کی وصیت کر جاوے تو وہ آزاد ہو جاویگا اوسکی موت کے بعد اور ایک جزو کی اگر وصیت کریگا تو آزاد نہوگا اور فرق سہم اور جزو میں فقہا کے نزدیک مخفی نہیں اور ہمنے شرح ملتقی الابحر میں فرق کو بیان کیا ہے ھ اختیار شرح مختار دونوں میں فرق یوں بیان کیا ہے کہ سہم عبارت ہے سدس مال سے اور جزو عبارت ہے شئی مبہم غیر معین سے تو جب مولی نے اپنی کل مال سے غلام کیواسطے سدس کی وصیت کی تو سدس رقبہ غلام کا بھی وصیت میں داخل ہوا اسواسطے کہ غلام بھی مولی کا مال ہے تو غلام اپنی ذات سے سدس کا مالک ہو الہذا آزاد ہوگا اور چونکہ جزو مبہم ہے تو اوسکی تعیین وارثوں کے اختیار میں ہے لہذا رقبہ غلام کا بلا تردد جزو میں داخل نہیں ہو سکتا تو آزاد بھی نہوگا اور محشی مدنی نے بھی اسیطرح کا فرق ملتقی سے مذکور کیا ہے اور دریافت کیا جاہئے کہ الفاظ مدبر کرنیکے چار طرح پر ہیں اول صریح جسمیں تدبیر مصرح ہو اور ثانی بلفظ تعلیق موت اور ثالث اون الفاظ سے مدبر کرا جسنے تعلیق بعد الموت مفہوم ہو جیسے یوں کہنا کہ میری موت کے بعد کسیکا اختیار تجھپر نہیں اور رابع بلفظ وصیت ثلث مال یا سدس یا یوں کہنا کہ میں نے وصیت کی تیرے واسطے تیری ذات کی یا تیری گردن کی اسواسطے کہ ایسی وصیت عبارت ہے ازالہ ملک سے کیونکہ غلام میں مالکیت کی صفت بدون اعتاق کے نہیں ہوتی دبّر عبده ثم ذهب عقله فالتدبير على حاله لما مر أنه تعليق وهو لا يبطل بجنون ولا رجوع مدبر کیا اپنے غلام کو پھر مولی کی عقل زائل ہو گئی تو تدبیر قائم ہے اپنے حال پر اسواسطے کہ تعریف میں گذر گیا کہ تدبیر تعلیق ہے اور تعلیق باطل نہیں ہوتی جنون اور رجوع کرنیسے بخلاف الوصية برقبته لإنسان ثم جن تم مات بطلت بخلاف وصیت کے یعنی مولی نے غلام کے رقبہ کی کسی انسان کیواسطے وصیت کی پھر مولی مجنون ہو گیا بعد اسکے مرگیا تو یہہ وصیت باطل ہو جاویگی ولا يقبل التدبير الرجوع عنه ويصح مع الإكراه بخلافها فالتدبير كوصية إلا في هذه الثلاث أشباه ويزاد ما لو قتل السفيه وما لو قتل سيده اور تدبیر قبول نہیں کرتی رجوع کو یعنی تدبیر کرکے اوس سے پھرجانا جائز نہیں اور تدبیر جبر اور زبردستی سے بھی صحیح ہے بخلاف وصیت کے کہ اوس سے پھرجانا درست ہے اور وصیت زبردستی سے صحیح نہیں تو تدبیر مانند وصیت کے ہے سوا ہو ان تین امور مذکورہ کے یعنی جنون اور رجوع اور اکراہ کے کذا فی الاشباہ والنظائر اور اشباہ کے تین امر پر دو امر اور زیادہ کیے گئے ہیں ایک سفیہ کا مدبر دوسرا وہ مدبر جسنے اپنے مالک کو قتل کر ڈالا یعنی مرد احمق کی وصیت امر خیر میں ثلث مال میں نافذ ہو اور تدبیر اوسکی اگرچہ نافذ ہی لیکن اوسکے مدبر پر کل قیمت میں سعایت لازم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی آور مدبر اگر مولی کو قتل کریگا تو آزاد ہوگا اور کل قیمت میں سعایت کرے اور موصی لہ اگر وصیت کرنیوالیکو قتل کریگا تو وصیت باطل ہوگی فلا يباع المدبر المطلق خلافا للشافعي سو مدبر مطلق کی بیع جائز نہیں بخلاف مذہب امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے اسواسطے کہ صحیحین میں جابر سے حدیث ثابت ہو کہ ایک شخص نے اپنا غلام مدبر کیا تھا اوسکے پاس کچھہ مال نتھا سوا ہی اس غلام کے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکو آٹھہ سو درم کو بیچا اور اوس سے فرمایا کہ اپنا قرض اسی قیمت سے ادا کر اور امام مالک کی موطا میں ثابت ہے کہ عائشہ صدیقہ نے اپنے غلام مدبر کو بیچا اور امام اعظم کی وہ حدیث دلیل ہے جو دارقطنی

مدبر کرنا چار طرح کے الفاظ سے

سے عبیداللہ بن عمر سے روایت کی کہ مدبر نہ بیچا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور وہ آزاد ہے ثلث مال سے دارقطنی نے رفع اس حدیث کی تضعیف کی اور
موقوف ہونیکی تصحیح کی ہے اور جو کہ رقیت مدبر کی ہنوز زائل نہیں تو ممنوعیت اوسکی بیع کی مخالف قیاس کے ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہہ قول ابن عمر کا بنا بر
اجتہاد کے نہیں تو بالضرور محمول ہے سماع شارع پر تو اب حدیث جابر کا معارض ہوا اور حدیث جابر کے چند جواب ہیں اول یہہ کہ ابتدای اسلام میں بیع حر کی جائز تھی
پھر منسوخ ہوئی تو مدبر کی بیع بطریق اولے جائز ہوگا جواب ثانی یہہ ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دارقطنی نے روایت کی کہ مجکو جابر سے اس حدیث کا مشاہدہ ہوا
کہ غلام مدبر کی خدمت بیع ہوئی تھی یعنی اجارہ اوسکا ہوا تھا۔ فتح تیسرا جواب یہہ ہے کہ حدیث جابر کی حدیث قولی نہیں جو عام ہو بلکہ واقعہ ہے حال کا اور
حال کو عموم نہیں بخلاف حدیث ابن عمر کے کہ وہ حدیث قولی ہے تو حدیث جابر کی حدیث ابن عمر سے معارض نہیں ہو سکتی چوتھا جواب یہہ ہے کہ حدیث جابر کی مدبر
مقید پر محمول ہے نہ مدبر مطلق پر جمعا بین الاحادیث اور اسیطرح مؤطا کی حدیث کے جوابوں کو قیاس کرنا چاہیے کذا فی فتح القدیر ملخصا فلو قضی بصحة بیعه
نفذ پھر اگر قاضی شافعی المذہب بیع مدبر کی صحت کا حکم کریگا تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ حکم قاضی رافع ہے اختلاف مذاہب کا وهل يبطل التدبير قيل
نعم اور کیا قاضی کا حکم تدبیر کو باطل کر دیتا ہے بعضے علماء نے کہا ہے کہ ہاں قضای قاضی مبطل تدبیر ہے ھم شارح نے بطلان تدبیر کو بقول ضعیف مذکور
کیا حالانکہ قضاء قاضی سے تدبیر کا باطل ہونا قول ضعیف نہیں بلکہ منصوص ہے اہل مذہب کا اسواسطے کہ ظہیریہ میں مصرح ہے کہ اگر مولے نے مدبر کو بیچا
اور قاضی شافعی نے جواز بیع کا حکم کیا تو تدبیر فسخ ہو گئی تا اینکہ اگر یہہ غلام پھر مولی کی ملک میں کسی نہ کسی وجہ سے آویگا پھر بعد اسکے مولی مریگا
تو غلام نہ آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار نعم لو قضی ببطلان بیعه صار كالحر ایم اگر مولی حنفی نے غلام مدبر کو بیچا اور قاضی حنفی نے بطلان بیع کا
بعد انکے غلام کے حکم دیا تو یہہ غلام آزاد کی مانند ہو جاویگا یعنی بالاتفاق اوسکی بیع وغیرہ اب نہ جائز ہوگی اور یہہ مطلب نہیں کہ اوسپر ہر طرح سے
احکام حر کے جاری ہونگے ولا يوهب ولا يرهن كالوقف فشرط واقف الكتب الرهن باطل لان الوقف في يد مستعيره
امانة فلا يتاتى الايفاء والاستيفاء بالرهن به بحر اور نہ ہبہ کرنا غلام مدبر کا جائز ہوگا نہ اوسکا رہن رکھنا جیسے وقف کا رہن
جائز نہیں تو کتابوں کے وقف کرنیوالے کو رہن کا شرط کرنا باطل ہے یعنی وقف کرنیوالا یوں شرط کرے کہ مکان یا مسجد سے وقف کی کتابیں باہر
کوئی نہ لیجاوے بدون کسی چیز کے گرو رکھ جانیکے تو یہہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ وقف کا مال عاریت لینے والیکے ہاتھ میں بطور امانت کے ہے اور
امانت میں بدون تعدی کے ضمان نہیں تو کسی چیز کے گرو رکھنے سے دین کا ایفا اور استیفا نہیں ہو سکتا کذا فی البحر الرائق صاحب بحر نے اشباہ
میں کہا کہ رہن شرعی کا شرط کرنا تو وقف میں جائز نہیں اور رہن لغوی البتہ جائز ہو یعنی مستعیر کتب سے کوئی چیز رکھ لینا یاد رکھنے کے واسطے
کذا فی حاشیة الدر ولا يخرج من الملك الا بالاعتاق والكتابة تعجيلا للحرية وسيتضح في بابه اور نہ نکالا جاوے مدبر ملک سے مگر
آزاد کر دینے اور مکاتب کر دینے سے تاکہ آزادی اوسکو جلد حاصل ہو جاوے اور باب المکاتب میں کتابت مدبر کے مسائل واضح ہونگے یعنی جب
مولے نے غلام کو مدبر کیا تو اب سوای اعتاق اور کتابت کے کوئی تصرف سے اوسکو اپنی ملک سے نہیں نکال سکتا یہاں تک کہ کسیکے واسطے وصیت
بھی نہیں کر سکتا اور بدل صلح میں نہیں دیسکتا انتہی حر کے والحيلة لمريد التدبير على وجه يملك بيعه ان يدبره مقيدا كان مت وانت في
ملكي او ان بقيت بعد موتي فانت حر اور حیلہ اوس شخص کے واسطے جو تدبیر کا ارادہ کرے اسطرح پر کہ اوسکو بیچ سکے یہہ ہے کہ اوسکو مدبر مطلق نکرے
بلکہ مدبر مقید کرے اسطرح پر کہ اگر میں مروں اور تو میری ملکیت میں ہو تو تو آزاد ہے یا یوں کہے کہ اگر تو میری موت کے بعد باقی رہے تو تو آزاد ہے ویستخدم
المدبر ويستاجر وتوطأ المدبرة وتنكح جبرا اور مدبر سے خدمت لینا اور مزدوری کرانا اور اوسکا نکاح زبردستی کر دینا جائز ہے اور مدبر لونڈی
سے وطی کرنا اور دوسرے مرد سے اوسکا نکاح بجبر کر دینا درست ہے والمولى احق بكسبه وارشه ومهرها لبقاء ملكه في الجملة اور مولی مدبر کے
کسب کا اور اوسکے تاوان جرم کا اور مدبرہ کے مہر کا احق ہے بسبب بقاء ملک مولی کے فی الجملہ ھم اور اگر مدبر کسیکا خون کریگا تو مولی پر اوسکا خون بہا دینا
لازم ہوگا اور بعض نسخوں میں بجای وارشہ کے ارث کا لفظ ہے سو غلط ہے اسواسطے کہ مدبر آزاد نہیں مگر بعد موت مولی کے اور مولی کی حیات میں جو اوسکے پاس ہے

وہ مولی کی ملک ہو پہر سو اسکا وارث ہونا ممتنع ہے وبموتہ ولو حکما کلحاقہٖ مرتدا اعتق فی آخر جزء من حیوۃ المولی من ثلثہ ای من ثلث
مالہ یوم موتہ الا اذا قال فی صحتہ انت حر او مدبر او مات مجھلا فیعتق نصفہ من الکل ونصفہ من الثلث حاوی اور مولی کی موت سو اگرچہ حکمی
ہی موت ہو چنانچہ معاذ اللہ مولی مرتد ہو کر دار الحرب مین ملجاوے آزاد ہوگا مدبر حیات مولی کے جز اخیر مین اوسکو ثلث مال سے یعنی اوس مال کی تہائی سے
جو مال کہ اوسکی موت کے دن موجود ہے مگر جبکہ مولی نے اپنی صحت مین کہا کہ تو حر یا مدبر ہو اور پہر وہ بدون بیان کرنے حریت اور تدبیر کے مر گیا تو آزاد ہوگا غلام
کا نصف اوسکو کل مال سے بنظر اعتاق کے اور نصف اوسکا مولی کے ثلث مال سے آزاد ہوگا بنظر تدبیر کے کذا فی حاوی القدسی وسعی بحسابہ ان لم یخرج
من الثلث اور وہ غلام جسکی حریت اور تدبیر مبہم تھی سعایت کریگا کل مال اور ثلث مال کے حساب سے تو اگر غلام کا خمس ثلث مال سے نکلے تو ثلث کے چار خمس مین
سعایت کریگا اور اگر اوسکا ربع نکلے تو تین ربع مین سعایت کرے وعلی ہذا القیاس یہہ اوس صورت مین ہو جبکہ ثلث مال سے نہ نکل سکے اور اگر ثلث مال مین گنجائش
ہو تو سعایت کی کچہ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ الدرر وفی ثلثیہ لان عتقہ من الثلث اور صریح مدبر اپنے دو ثلث مین سعایت کریگا اسواسطے کہ عتق مدبر کا
ثلث مال سے ہوتا ہو ان لم یترک غیرہ ولہ وارث لم یجزہ ای التدبیر فان لم یکن لہ وارث او کان واجازہ عتق کلہ لانہ وصیۃ
مدبر اپنی دو ثلث مین سعایت کریگا اگر مولی نے سوا اوس غلام کے اور کچہ مال نہچہوڑا ہو اور مولی کا ایسا وارث ہو جو تدبیر کو جائز نہین رکہتا یعنی آزاد ہونا کل
غلام کا تدبیر سے سفت جائز نہین رکہتا تو اگر مولی کا کوئی وارث نہو یا وارث ہو اور اعتاق کل غلام کو جائز رکہے تو کل غلام آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ
تدبیر درحقیقت وصیت ہو اور وصیت بدون اجازت وارث کے ثلث سے زیادہ جاری نہین ہوتی ولذا لو قتل سیدہ سعی فی قیمتہ کمدبر السفیہ
ولو قتلتہ ام الولد لا شیء علیہا کما بسطہ فی الجوہرۃ اور چونکہ تدبیر وصیت ہو لہذا اگر مدبر اپنے سید کو قتل کرے تو ثلث مال سے بہی نہ آزاد ہوگا
بلکہ اپنی کل قیمت مین سعایت کریگا جیسے مرد سفیہ کا مدبر کل قیمت مین سعایت کرتا ہو اور اگر اپنے مالک کو ام ولد نے قتل کیا تو وہ آزاد ہو جاویگی مالک کی موت
سے اور اوسپر کچہ سعایت لازم نہوگی چنانچہ یہہ مسئلہ جوہرہ مین مصرح ہو ھم مدبر قتل سید سے اسواسطے آزاد نہوا کہ اعتاق درحقیقت وصیت تھی اور وصیت
قاتل کیواسطے صحیح نہین رہتی بخلاف ام ولد کے آزادی کے کہ وہ وصیت نہین لہذا سعایت اوسپر واجب نہین وسعی فی کلہ ای فی کل قیمتہ مدبرا
مجتبی دھو حینئذ کمکاتب وقالا حر مدیون لو المولی مدیونا بمحیط اور اگر مولی پر دین اسقدر ہو کہ سب متروکہ کو محیط ہو تو غلام اپنی سب قیمت
مین سعایت کرے یعنی اس صورت مین ثلث بہی نہ آزاد ہوگا اور کل قیمت سے غلام مدبر کی قیمت مراد ہے نہ غلام خالص کی کذا فی المجتبی اور غلام مدبر زمانہ
سعایت مین نزدیک امام علیہ الرحمۃ کے مانند مکاتب کے ہے تو اوسکی شہادت مقبول نہین اور نکاح اوسکا نافذ نہین اور صاحبین نے کہا کہ وہ حر مدیون
ہے تو اوسکی گواہی مقبول ہے اور اوسکا نکاح بہی نافذ ہے ولو دبر احد الشریکین فللاخر خیارات المعتق فان ضمن شریکہ فمات سعی
فی نصفہ مختار اور اگر غلام کے دو مالکون مین سے ایک شریک نے غلام کو مدبر کیا تو دوسرے شریک کو عتق مین سات یا چہہ طرح کے اختیار حاصل ہین چنانچہ
اسکی تفصیل باب عتق البعض مین ہو چکی سو اگر شریک ساکت کو مدبر کرنیوالے شریک نے ضمانت دی اور بلا رجوع علی العبد مدبر کرنیوالا مر گیا تو یہہ غلام
اپنی نصف قیمت مین سعایت کریگا اوسکے وارثون کیواسطے کذا فی المختار وولد المدبرۃ مدبر مطلقا مدبرا اور جو لونڈی مدبرہ بتدبیر مطلق ہے
تو اوسکا لڑکا بہی مدبر ہے یعنی ماکے ساتھہ وہ بہی مولی کے مرنیکے بعد آزاد ہوگا واما المقیدۃ فلا یتبعہا اور وہ مدبرہ جسکی تدبیر مقید ہو لڑکا مدبر ہوتے
مین اپنی ماکا تابع نہوگا یعنی ماکے ساتہہ وہ آزاد نہوگا وذکر فی البیع الفاسد ان ولد المدبر کابیہ فتامل اور ذکر کیا ہو ماتن نے بیع فاسد
کے باب مین کہ غلام مدبر کا لڑکا اپنے باپ کی مانند ہو سو اسکو تامل اور غور کرو ھم وجہ تامل کی یہہ ہے کہ یہہ قول صحیح نہین کذا فی البحر اسواسطے کہ لڑکا اپنی
ماکا تابع ہوتا ہو نہ باپکا اور یہہ ایسکے بعضے نسخون مین بہی واقع ہوا کہ مدبر کا ولد مدبر ہو حلبی نے کہا کہ ماتن اور صاحب ہدایہ کیطرف سے یہہ جواب ممکن
ہو سکتا ہے کہ لفظ مدبر کا مرد اور عورت دونوکو شامل ہے اور مراد مدبر سے عورت ہو نہ مرد کذا فی حاشیۃ الدرر واما تدبیر الحمل فکعتقہ
اور مدبر کرنا حمل کا صحیح ہو جیسے حمل کا آزاد کرنا صحیح ہے لیکن جنین اوس وقت مدبر ہوگا جب مدبر کرنیکے وقت سے اقل مدت حمل مین تولد ہو ولو ولدت

وذکر المصنف

المدبرة من سیدہا فہی ام ولد وبطل التدبیر لانہ من الثلث والاستیلاد من الکل فکان اقوی اور اگر لونڈی مدبرہ نے اپنے آقا سے لڑکا
جنی تو وہ ام ولد ہوگی اور اوسکی تدبیر باطل ہوگئی اسواسطے کہ تدبیر مین عتق ثلث مال سے ہوتا ہے اور استیلاد مین عتق کل مال سے ہوتا ہے تو استیلاد قوی ہوا تدبیر سے
اور قوی ضعیف کو توڑتا ہے وسیتم ذہب وذہب المدبر المقید کان قال ان مت من سفری او مرضی ہذا او الی عشرین سنۃ او
مما یعیش غالبا او جعل عتقہ اور جو مقید ہو یا اور جسکو ہبہ کیا جاوے اور گرو کیا جاوے سو مدبر مقید کی مثال چنانچہ مولی نے غلام سے یون کہا کہ اگر مین اس سفر سے یا
اپنی اس بیماری سے مرجاؤن تو تو آزاد ہے یا ایسی سو بیس سال تک مثلاً مدت ایسی مدت مذکور کرے جسمین غالبا موت واقع ہو سکے خلاصہ یہ ہے کہ مدبر مقید وہ
ہے جسکا عتق فقط موت پر نہو بلکہ موت مین کچھ قید اور صفت زیادہ لگائی جاوے مثلا اس سفر کی موت یا اس مرض کی موت یا دس برس یا بیس برس تک کی موت
مدبر مقید مین تصرفات مالکانہ مثل بیع وغیرہ کے اسواسطے جائز ہوئے کہ مولی کی موت ان مدتون مین محتمل ہے یقینی نہین بخلاف مطلق موت کے کہ وہ بالیقین
ہونیوالی ہے او ان مت وغسلت او کفنت یا یہہ کہ مولی نے یون کہا کہ اگر مین مرون اور غسل دیا جاؤن یا یون کہا کہ اگر مین مرون اور کفنایا جاؤن
تو تو آزاد ہے او ان مت او قتلت سے لا فالو وقد صححہ الکمال یا مولی نے غلام سے کہا کہ اگر مین مرون یا مقتول ہون تو تو آزاد ہے تو یہہ غلام ابو یوسف
کے نزدیک مدبر مطلق نہین اسواسطے کہ ایک امر خاص پر تعلیق نہین اور موت اور قتل مترادف اور متساوی نہین اسواسطے کہ قتل کو موت البتہ لازم ہے اور موت
کو قتل لازم نہین تو یہ مدبر مقید ہے بخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک یہہ غلام مدبر مطلق ہوا اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین اسلئے
ہے کہ فی الحقیقت یہ تعلیق ہے مطلق موت پر اسواسطے کہ دو حال سے خالی ہونا ممکن نہین کہ قتل سے موت ہوگی یا بلا قتل بہر صورت موت حاصل ہے کذا فی منح الغفار
او انت حر بعد موتی وموت فلان مالم یمت فلان قبلہ فیصیر مطلقا یا مولی نے یون کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اور فلانے شخص مثلا زید کی
موت کے بعد تو یہ غلام مدبر مقید ہے جبتک کہ زید اوس سے پہلے نہ مرے اور اگر زید مولی سے پہلے مرگیا تو یہ غلام مدبر مطلق ہو جاویگا اسواسطے کہ اب تعلیق عتق
کی فقط مولی کی موت پر منحصر ہوگئی او انت حر بعد موت فلان کما فی الدرر والکنز وردہ فی البحر بما فی المبسوط وغیرہ من انہ لیس تدبیرا بل تعلیق
صحیح او بان مات فلان والمولی حی عتق من کل المال ولو مات المولی اولا بطل التعلیق یا مولی نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے مثلا زید کی موت کے بعد یہ مثال
ہے مدبر مقید کی چنانچہ درر اور کنز مین مذکور ہے اور رد کیا ہے اس قول کو بحر الرائق مین مبسوط وغیرہ کی روایت سے اسطرح پر کہ یہہ قول تدبیر ہی نہین نہ مطلق نہ مقید
بلکہ یہہ تعلیق ہے عتق کی مانند اور تعلیقات کے جیسے دخول دار کی تعلیق تا اینکہ اگر زید مثلا مرا اور مولی زندہ رہی تو غلام کل مال سے آزاد ہوگا اور مدبر ہوتا
تو مولی کی موت کے بعد آزاد ہوتا اور ثلث مال سے آزاد ہوتا نہ کل مال سے اور اگر مولی پہلے زید سے مرگیا تو تعلیق باطل ہوگی اور غلام وارثون کا مملوک ہوگا
ویعتق المقید ان وجد الشرط بان مات من سفرہ او مرضہ ذلک کعتق المدبر من الثلث لوجود الاضافۃ الی الموت اور مدبر مقید آزاد
ہوگا اگر شرط عتق کی پائی جاویگی اسطرح پر کہ مولی اپنے اوسی سفر یا اوسی مرض مین مرگیا مانند آزاد ہونے مدبر مطلق کے ثلث مال سے مدبر مقید آزاد ہوگا بسبب موجود
ہونے اضافت الی الموت کے تو بعد موت کے مدبر مطلق اور مدبر مقید کا حکم برابر ہوگیا قال ان مت من مرضی ہذا فقتل لا یعتق بخلاف ما لو قال
فی مرضی ففرق بین من وفی مولی نے کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری سے مرگیا تو وہ آزاد ہے سو مولی کو قتل کر ڈالا کسی نے تو آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر یون کہا
کہ اگر مین اپنی اس بیماری مین مرگیا تو آزاد ہوگا سو تفرقہ کیا گیا ہے درمیان من اور فی کے ہم مجتبی مین اوسکے مصنف نے من مرضی اور فی مرضی مین یون فرق
کیا ہے کہ من مفید ہے تعلیل اور سببیت کا تو مطلب یہہ ہوا کہ اگر مین اس بیماری کے سبب سے مرون تو قتل دوسرا سبب ہوا سوای بیماری کے تو شرط عتق کی نہ پائی گئی
اور لفظ فی کا مفید ہے ظرفیت کا یعنی موت مرض مین واقع ہو خواہ بیماری سے ہو یا کسی اور سبب سے ولو لہ حمی فتحول صداعا او بعکسہ قال محمد عتق
واسکی مجتبے اور اگر مولی نے کہا کہ اگر مین اس بیماری سے مرون تو غلام آزاد ہے اور مولی کو تپ کی بیماری تھی سو بدل کر درد سر کی بیماری ہوگئی یا درد سر تھا
سو تپ ہوگئی محمد نے کہا کہ تپ اور درد سر ایک ہی بیماری ہے کذا فی المجتبے ہر چند تپ اور درد سر جدا جدا دو مرض ہین لیکن چونکہ اکثر دونو باہم متلازم ہین لہذا
انکو ایک ہی شمار کیا وقیمۃ المدبر المطلق ثلثا قیمتہ قنا بہ یفتی اور قیمت مدبر مطلق کی دو ثلث اوسکی قیمت کی ہے اگر وہ خالص غلام ہوتا اسی لئے

قتو کرے یعنی اگر مدبر مطلق خالص غلام ہوتا تو اوسکے ثلاثین یعنی سو درم قیمت ہونے تو اب مدبر ہونے سے ستر درم قیمت ہوگی والمدبر المقید یقوم قناً درر عن الخانیة اور مدبر مقید کی قیمت خالص غلام کی قیمت ٹھہرائی جاویگی کذا فی الدرر عن الخانیہ فائدہ قیمت ٹھہرانیکا یہ ہے کہ اوسکے موافق سعایت کریگا وفیہا عنہا صحیح قال لعبدہ انت حر قبل موتی بشہر فمات بعد شہر عتق من کل مالہ زاد فی المجتبی ولو لا بعدہ فی الاصح اور درر مین خانیہ سے منقول ہے کہ مرد صحیح نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے ایک مہینہ پہلے میری موت سے پہلے پھر وہ مرگیا بعد ایک مہینہ کے تو آزاد ہوگا اوسکے کل مال سے اسواسطے کہ امام اعظم کے نزدیک اوسکا عتق اول مہینے سے متعلق ہوا جبکہ مولی تندرست تھا کذا فی الدرر اور مجتبی مین اتنا قول اور زیادہ کیا ہے کہ اوسکے مولی کو اوسکا بیچنا جائز ہے قول اصح مین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال مریض اعتقوا غلامی بعد موتی انشاء اللہ صح الایصاء ولو قال حر بعد موتی ان شاء اللہ لم یصح لان الاول امر ولا استثناء فیہ باطل والثانی ایجاب فصح الاستثناء کہا ایک بیمار نے کہ آزاد کیجیو میرے غلام کو میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح ہے اور ثلث مال سے آزاد کرنا لازم ہوگا اور اس قول مین کہ وہ آزاد ہی میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح نہوگی اسواسطے کہ قول اول بصیغہ امر ہے اور استثنا امر مین باطل ہے اور قول ثانی ایجاب ہے تو استثنا اوسمین صحیح ہے

باب الاستیلاد

هو لغة طلب الولد من زوجة او امة وخصه الفقهاء بالثانی یہ باب ہے استیلاد کے احکام مین استیلاد لغت عرب مین عبارت ہے خواہش اولاد سے خواہ زوجہ سے ہو خواہ لونڈی سے اور فقہا نے اوسکو مخصوص کرلیا ہے ثانی سے یعنی اصطلاح فقہ مین لونڈی سے اولاد لینے کو استیلاد کہتے ہین اذا ولدت ولو سقطا الامة ولو مدبرة من سیدها ولو باستدخال منیه فرجها جب کہ جنی لونڈی اپنے مالک سے اگرچہ بچہ ناتمام پیدا ہوا ہو اگرچہ لونڈی مدبرہ ہو اور اگرچہ لونڈی نے مالک کا نطفہ اپنی شرمگاہ مین ڈال لیا ہو اسطرح پر کہ مالک نے محل مخصوص مین جماع نکیا ہو لیکن بعد انزال کے فوراً گرم گرم اوسکا نطفہ لونڈی نے داخل کرلیا ہو اور وہ حاملہ ہوگئی ہو اور لڑکا پیدا ہوا ہو تو یہ لڑکا مالک کا ہوگا اور لونڈی ام ولد ہوجاویگی کذا فی المنح عن المحیط باقراره وينبغي ان يشهد لئلا يسترق ولده بعد موته لونڈی جنی مالک کے اقرار ولد سے اور لائق ہے مالک کو کہ لوگون کو گواہ کرے کہ یہ لونڈی میرا لڑکا جنی ہے تاکہ وارث اوسکے ولد کو بعد موت مالک کے غلام نبناوین ولو حملا كقوله حملها او ما في بطنها مني كما مر في ثبوت النسب وهذا قضاء واما ديانة فيثبت بلا دعوة كاستيلاد معتوه ومجنون وهبانية اگرچہ اقرار مالک کا لونڈی کے حاملہ ہونیکے وقت ہو نہ ولادت کے وقت چنانچہ یون کہنا مولی کا کہ حمل اوس لونڈی کا مجھسے ہے یا جو اوسکے پیٹ مین ہے سو مجھسے ہے اور یہ یعنی ثبوت نسب ولد کا موقوف ہونا مولی کے اقرار پر بنا بر حکم قاضی کے ہے اور دیانت مین یعنی فیما بینہ وبین اللہ تو نسب بدون دعوی کے بھی ثابت ہوگا تو مالک کو نفی ولد کی کرنا جائز نہین اگر لونڈی سے جماع کرتا ہو بشرطیکہ وہ کوچہ گرد نہو کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے استیلاد مرد بیہوش اور مجنون کا بلا دعوی ثابت ہوتا ہے کذا فی الوہبانیہ یعنی اگر مرد بیہوش یا مجنون کی لونڈی اوسکے تصرف مین ہوگی اور جنیگی تو وہ لڑکا مولے کا ہوگا بلا اقرار اسواسطے کہ مجنون وغیرہ مین اہلیت دعوہ کی نہین او ولدت من زوج ولو فاسدا كوطء بشبهة فولدت فاشتراها الزوج اي ملكها كلا او بعضا فهي ام ولده من حين الملك یا جنی لونڈی اپنے زوج سے جسکے ساتھہ اوسکے مولی نے نکاح کردیا تھا اگرچہ نکاح فاسد ہوا ہو مانند وطی بشبہہ کے پھر وہ لونڈی جنی پھر اوسکو اوسکے زوج مذکور نے خرید کیا یعنی اوسکا مالک ہوا خواہ بیع سے یا ہبہ سے کل کا مالک ہوا یا بعض کا تو یہ لونڈی جو مولی کے اقرار سے جنی یا جسکو اوسکا زوج مالک ہوا ام ولد ہوگئی مالک ہونیکے وقت سے یعنی ابتداء علوق سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو ملك ولدها من غيره فله بيعه جب ام ولد ہونا لونڈیکا ابتداء ملک سے ہوا تو اگر زوج مشتری اوس لونڈی کے ولد کا جو غیر کے نطفہ سے ہو مالک ہوگا تو اوسکو ولد کے بیچ لینے کا اختیار ہے وكذا لو استولدها بملك ثم استحقت ثم ملكها فان تستحق ام الولد تكرار بتكرار الملك كالمدبرة بخلاف المدبرة اور اسیطرح اگر لونڈی کو ام ولد بنایا بسبب ملک کے پھر وہ لونڈی غیر کی مملوکہ ثابت ہوئی یا مرتدہ ہوکر دار الحرب میں جا ملی پھر یہ شخص اوسکا مالک ہوا تو عتق ام ولد کا دوبارہ ثابت ہوگا بسبب دوبارہ مالک ہونیکے

باب الاستیلاد

ف یعنی انشاء اللہ کہنا اوس مین درست ہے اور اوسکی صحت کا ارشیبہ ہی کہ جس ایجاب پر داخل ہو اسکو باطل کردیتا ہی لہذا وصیت صحیح ہوگئی ۱۲

محارم کا کرر ہوتا ہے تکرار ملک سے بخلاف مدبرہ کے کہ اگر مولی نے اوسکو آزاد کر دیا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب مین گئی اور گرفتار ہو کر مملوک ہوئی مولی کی تو
اب مدبرہ نہوگی ھم یہہ جو شارح نے کہا کہ عتق ام ولد کا کرر ہوتا ہے تکرار ملک سے مراد عتق سے عتق مجازی ہو یعنی ام ولد ہونا اوسکا ثابت ہوگا اور
عتق حقیقی مراد نہین اسواسطے کہ ام ولد بعد مرنے مولی کے آزاد ہوتی ہے محشی طحاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو جدا گانہ ذکر کرتا اسلیے
کہ ارتباط اوسکا اوپر کے قول سے مناسب نہین کذا فی حاشیۃ الدر فی والمستولدۃ کالمدبرۃ وقد مر اور ام ولد کا حکم مدبرہ کی مانند ہو چنانچہ اوسکا بیان ہوچکا
یعنی اوسکی بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہین الا فی ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق الاشباہ والبحر الفاسد من البحر ام ولد مثل مدبرہ کے
ہے مگر تیرہ مسئلون مین فرق ہو جنکا ذکر اشباہ فروق کی بحث مین اور بحر الرائق باب بیع فاسد مین مصرح ہو اونمین سے پانچ اور شارح نے چار صورتون کو ذکر کیا
منہا انہا تعتق بموتہ من کل مالہ والمدبرۃ من ثلثہ من غیر سعایۃ والمدبرۃ تسعٰی اون تیرہ مسئلون مین سے ایک یہہ ہے کہ ام ولد مولی
کی موت سے اوسکے تمام مال سے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہے اور ام ولد بدون سعایت کے آزاد ہوتی ہو اور مدبرہ سعایت کر کے آزاد
ہوتی ہے ھم ام ولد بعد موت مولی کے کل مال سے آزاد ہو جاتی ہے اوسکی بیع جائز نہین اور سعایت اوسپر لازم نہین اگرچہ مولی قرضدار مرا ہو اور
یہی مذہب ہے جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہا معتبرین کا مگر بشر مریسی اور داؤد ظاہری جمہور کے مخالف ہین قائل ہین ساتھ اعتاق اوسکے نہین کذا
فی فتح القدیر ولو قضی بجواز بیعہا لم ینفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے تو اوسکا حکم جاری نہوگا نزدیک محمد کے اور اسی
قول پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ الدر عن الخانیۃ والظہیریۃ بل یتوقف علی قضاء قاض اٰخر امضاء وابطالا ذخیرۃ وینفذ فی المدبر کاکرم
بلکہ بیع کا حکم موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے حکم پر جائز رکھنے مین اور باطل کرنے مین یعنی مجتہدین معتبرین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے حکم سے رفع
اختلاف ہو جاتا اور چونکہ یہہ حکم جمہور صحابہ اور فقہا کے خلاف ہے لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہین ہو سکتا بلکہ دوسرے قاضی کی قضا پر موقوف
ہے تو اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے حکم کو جاری کر دیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہوگی کیونکہ تو شیرہ ہوگئی او اگر قاضی حنفی ثانی نے
اول کا حکم باطل کر دیا تو اب بالاتفاق اوسکی بیع باطل ہوجاویگی کذا فی الذخیرہ اور مدبرہ کی جواز بیع مین ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہوگا دوسرے قاضی کے
حکم پر موقوف نرہیگا اسواسطے کہ مدبرہ کے جواز بیع مین مجتہدین معتبرین باہم مختلف ہین چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہین وان ولدت بعدہ
ولدا ثبت نسبہ بلا دعوۃ اذا لم یحرم علیہ بنحو نکاح او کتابۃ او وطی ابنہ او المولی امہا حتی لو ولدتہ لاکثر من ستۃ
اشہر لا یثبت الا بدعوۃ الا فی المزوجۃ فلا ینتفی بل یعتق علیہ اور اگر ام ولد ایک ولد کے بعد دوسرا ولد جنی تو اوسکا نسب بدون
دعوی مولی کے ثابت ہو جاویگا بشرطیکہ ام ولد بعد ولد اول کے مولی پر حرام نہوگئی ہو کسی سبب سے جیسے دوسرے کے ساتھ نکاح کر دینے سے یا مکاتب
کر دینے سے یا ابن مولی کی وطی سے یا سبب وطی کرنے مولی کے ام ولد کی ماں سے تو اسوقت مین اگر ام ولد محرمہ چھ مہینے یا چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی
تو اوسکے ولد کا نسب مولی سے ثابت نہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ نسب ثابت ہوگا مگر ام ولد منکوحہ کے ولد کا نسب دعوی سے بھی نہ ثابت ہوگا اسلیے
کہ اوسکا ولد زوج سے ثابت النسب ہے بلکہ مولی کے دعوی کرنے سے ولد اوسکا مولی پر آزاد ہو جاویگا بسبب مولی کے اقرار کے ولو لاقل من ستۃ
اشہر ثبت بلا دعوۃ وفسد النکاح لعدم الاستبراء کما قبلہ وقدمناہ فی نکاح الرقیق وثبوت النسب اور اگر ام ولد ولد ثانی کو
بعد حارمہ ہونے حرمت کے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو اوسکے ولد کا نسب مولی سے بدون دعوی کے ثابت ہوگا اور در صورت نکاح کر دینے کے اوسکا
نکاح فاسد ہو جاویگا اسواسطے کہ مستحب ہوا استبرا اسکے لونڈی کے حق مین قبل نکاح کے یعنی مولی پر مستحب ہے کہ جب ام ولد کا نکاح کر دینے کا ارادہ کرے تو قبل
تزویج کے ایک حیض سے استبرا کرے اور اگر نکاح کر دے تو کذا فی البحر شارح کہتا ہے اور ہمنے استبرا کے استحباب کو قبلہ کے نکاح اور ثبوت نسب مین اول
بیان کر دیا ہے لکنہ ینتفی بنفیہ من غیر توقف علی لعان لان الفراش اربعۃ ضعیف للامۃ ومتوسط لام الولد وقد علمتہا
وقوی للمنکوحۃ فلا ینتفی الا باللعان واقوی للمعتدۃ فلا ینتفی اصلا لعدم اللعان ہر چند ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب اوسکے

موقوف نہیں لیکن اوسکا نسب مولی کی نفی کرنیسے نفی ہوجاتا ہے بلا توقف کے لعان پر یعنی بدون لعان کے بمجرد نفی کرنیکے نفی ہوجاتا ہے واسطے کہ فراش چار
قسم پر ہے ایک فراش ضعیف لونڈیکا کہ بدون اقرار مولی کے اوسکا ولد ثابت النسب نہیں ہوتا دوسرا فراش متوسط نہ ضعیف نہ قوی ام ولد کا اور اوسکا حکم معلوم
ہوا کہ اوسکا ولد بدون اقرار مولی کے بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنیسے نفی ہوجاتا ہے تیسرا فراش قوی منکوحہ کا کہ اوسکے ولد کا نسب اقرار پر موقوف
نہیں اور اوسکا نسب نفی نہیں ہوسکتا بدون لعان کے اور چوتھا فراش قوی تر معتدہ کا کہ اوسکے ولد کا نسب کسیطرح نفی نہیں ہوسکتا بسبب نہونے لعان
کے اور لعان اسواسطے نہیں ہوسکتا کہ زوجیت قائم نہیں الّا اذا قضیٰ بہ قاض غیر حنفی یریٰ ذلک فیلزم بالقضاء ام ولد کے ولد کا نسب نفی نہیں
ہوتا ہے مولی کی نفی سے مگر جب حنفی مذہب کے سوا اور کسی مذہب کا قاضی جسکے مذہب میں نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتا وہ حکم کرے عدم نفی کا تو حنفی مذہب
پر لازم ہوجاویگا ثبوت نسب کا او یتطاول الزمان وھو ساکت کما مر فی اللعان لانہ دلیل الرضاء بحر فلا ینتفی بنفیہ فیھما ای فی
الصورتین یا مدت دراز گذر گئی اور مولی ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اسکا ذکر باب اللعان میں گذر گیا اسواسطے کہ سکوت مدت دراز تک دلیل ہے
رضامندی کی تو اب اوسکی نفی کرنیسے ان دونوں صورتوں میں اوسکا نسب نفی نہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمی یعنی الکافر ومدبرتہ مثلہا
عرض علیہ الاسلام جب مسلمان ہوگئی ام ولد ذمی کی یعنی کافر کی تاکہ ذمی اور مستامن دونوں کو حکم شامل ہے یا مدبرہ ذمی یا مستامن کی مسلمان ہوئی
کذا او کرمسکین تو کافر پر اسلام عرض کیا جاویگا اسواسطے کہ مسلمہ کا کافر کے تحت میں رہنا جائز نہیں فان اسلم فھی لہ تو اگر ذمی یا مستامن نے اسلام قبول
کیا تو ام ولد یا مدبر جیسی تھی ویسی ہی اوسکی بنی رہی والا سعت نظر للجانبین لان خصومۃ الذمی والدابۃ یوم القیامۃ اشد من خصومۃ
المسلم اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد اوسکے واسطے سعایت کریگی بلحاظ دونو جانبوں کے ام ولد کی جانب میں سعایت سے یہہ رعایت ہوئی
کہ وہ ذلت سے بچی آزاد ہوگئی اور ذمی کی جانب میں سعایت سے یہہ رعایت ہوئی کہ مال ملتا ہے اوسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع میں اسواسطے باطل
نہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی قیامت کے دن سخت تر ہے مسلم کی خصومت سے اسواسطے کہ اگر مسلم دوسرے مسلم پر ظلم کریگا تو قیامت میں امید ہے
کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کی حسنات مظلوم کو عوض میں ملیں یا مظلوم کا وبال ظالم مسلم پر پڑے الاحادیث بخلاف ذمی مظلوم کے کہ اوس سے توقع عفو کی
نہیں اور حسنات مسلم ظالم کی ذمی کو نہیں مل سکتی اسواسطے کہ وہ لائق ثواب کے نہیں اور کافر کا وبال مسلم ظالم پر پڑتا نہیں قابل ہے پہر جب ذمی کی
حق تلفی کا معاوضہ نہوسکا تو رہائی سخت مشکل ہے اور اسیطرح جانور بے زبان پر ظلم کرنا سخت اندیشہ ناک ہے کذا فی حاشیۃ الدلی اللھم انا نعوذ بک من
مظالم عبادک اجمعین فی ثلث قیمتہا قنۃ وعتقت بعد ادائہا ای القیمۃ التی قدرھا القاضی ام ولد سعایت کریگی اپنی ثلث قیمت میں
خالص لونڈی ہونیکی حالت کی قیمت یعنی اگر ام ولد نہوتی خالص لونڈی ہوتی تو مثلا اوسکی قیمت تیس درہم ہوتے تو دس درہم کما کر دینا
اوسپر لازم ہے اور آزاد ہوجاویگی بعد ادا کرنے اوس قیمت کے جسکو قاضی نے مقرر کردیا ہے ثلث قیمت کی سعایت غایۃ البیان میں
مذکور ہے کذا فی منح الغفار وھی مکاتبۃ فی حال سعایتہا الا فی صورتین بلا ردّ الی الرق لو عجزت اذ لو ردت لاعیدت اور وہ یعنی
ذمی کی ام ولد مانند مکاتبہ کے ہے سعایت کی حالت میں مگر دو صورتوں میں مکاتبہ کی برابر نہیں پہلی صورت یہہ کہ اگر وہ عاجز ہو اوسی قیمت سے تو رقیت کیطرف
نہ پہیرے جاویگی بخلاف مکاتبہ کے اسواسطے کہ اگر ام ولد رقیت کی طرف پہیری جاویگی تو کافر کی ملکیت پہر اوسپر ثابت ہوگی تو مسلمہ کو ذلت لازم
آویگی اور حالانکہ شرعا یہہ جائز نہیں ولو مات قبل سعایتہا ولہا ولد تحل فی سعایتہا سعی فیما علیہا والا عتقت مجانا لانہا ام ولد دوسری
صورت یہہ کہ اگر مولی مرگیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ اوسکا ایک لڑکا ہے جسکو سعایت کی مدت میں جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کی قیمت میں سعایت کرے
اور اگر لڑکا نہو تو وہ مفت آزاد ہوگی اسواسطے کہ وہ ام ولد ہے اور ام ولد بعد موت مولی کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہے ثم سعایت ولد کی قیمت میں درصورت
ام ولد کی موت میں ہے نہ اوسکے مولی کی موت میں تو شارح کو مناسب تہا کہ مصنف کے کلام سے اپنے کلام کو یہاں نہ ملاتا بعد حکم موت مولی کے ام ولد کی موت
کا حکم جدا بیان کرتا چنانچہ در المنتقی کی یوں عبارت ہے ولو مات عتقت بلا سعایۃ ولو ماتت ہی وتبعہا ولد تحل فی سعایتہا سعی فیما علیہا یعنی اگر ام ولد

پہلے مرگیا تو وہ بلا سعایت مفت آزاد ہو گئی اور اگر ام ولد قبل سعایت کے مر گئی اور اوسکا ایک لڑکا تھا جسکو سعایت کی حالت میں جنی تو وہ اپنی ماں کی قیمت میں سعایت
کرے بخلاف مکاتبہ کے کہ اگر اوسکا مولی مرگیا تو وہ مفت نہ آزاد ہوگی بلکہ اوسکے وارثوں کیواسطے سعایت کریگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الحکم المدبر فیسعی فی
ثلثی قیمتہ اور اسیطرح سے حکم مدبر کا یعنی اگر ذمی اور مستامن کا مدبر مسلمان ہو جاوے اور اوسکا مولی مسلمان ہونے سے انکار کرے تو وہ برابر اپنی دو ثلث قیمت
میں سعایت کرے یعنی جو خالص غلام کی قیمت ہو اوسکے دو ثلث میں سعایت کرے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم قن الذمی عرض علیہ الاسلام فان اسلم
فبہا والا امر ببیعہ تخلصا من ید الکافر ذکرہ مسکین اور اگر ذمی کا خالص غلام مسلمان ہو گیا تو ذمی پر اسلام عرض کیا جاوے سو اگر وہ بھی مسلمان
ہوا تو خوب بات ہے ورنہ اوسکا غلام جاریگا جیسا کہ سابق میں تھا اور اگر اوسنے اسلام سے انکار کیا تو غلام کے بیچ ڈالنے کا حکم کیا جاویگا کہ مسلمان کافر کے
ہاتھ سے نجات پاوے کذا ذکرہ مسکین فی شرح الکنز فان ادعی ولد امۃ مشترکۃ ولو مع ابنہ ثبت نسبہ منہ ولو کافرا او مریضا او مکاتبا
لکنہ ان عجز فلہ بیعہا وہی ام ولدہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا مشترک لونڈی کے ولد کا اگرچہ شراکت اپنے بیٹے کے ساتھ ہو تو ثابت ہوگا نسب
ولد کا اوس مدعی سے اگرچہ مدعی کافر ہو یا مریض بمرض الموت ہو یا مکاتب ہو لیکن مکاتب اگر اداء بدل کتابت سے عاجز ہو تو اوسکو بیچنا لونڈی کا جائز ہے
اور یہ لونڈی مشترک ام ولد ہے مدعی کی وضمن یوم العلوق نصف قیمتہا ونصف عقرہا ولو معسرا لا قیمۃ ولدہا لانہ علق حر الاصل
اور ضمان دیوے مدعی نطفہ رہنے کے دن اپنے شریک کو لونڈی کی نصف قیمت کا اور اوسکے نصف مہر مثل کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ ضمان ہے
تملک کا نہ ضمان عتق کا اور نہ ضامن ہوگا ولد کی قیمت کا اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے کیونکہ وقت علوق سے ثابت النسب ہے اور اوسی وقت سے ضمانت
لازم ہوا تو حدوث ولد کا ملک مدعی میں ہوا نہ شریک کی ملک میں اور اگر مدعی باپ ہو اپنے شریک کا تو ضمان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ باپ کا حق ہے
بیٹے کے مال میں فان ادعیاہ معا او جہل السابق وقد استویا وقت الدعوۃ لا العلوق فی الاوصاف فہو ابنہما اور اگر مشترک
لونڈی کے ولد کا دونوں شریکوں نے ساتھ ہی دعوی کیا یا ایک نے اول دعوی کیا اور دوسرے نے بعد چند ساعت یا چند روز کے دعوی
کیا لیکن بالفعل معلوم نہیں کہ کس نے پہلے دعوی کیا تھا اور حالانکہ دونوں اسلام وغیرہ اوصاف آیندہ میں برابر ہیں دعوی کرنے کے وقت نہ نطفہ رہنے
کے وقت تو وہ لڑکا دونوں کا بیٹا ہے م یہ مطلب نہیں کہ وہ لڑکا دونوں کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے اسواسطے کہ یہ متصور نہیں بلکہ جب دونوں مالکوں نے
برابر دعوی کیا اور دونوں جمیع اوصاف مرجحہ میں متساوی ہیں تو ترجیح ایک کی دوسرے پر نہیں ہو سکتی لہذا ولد کو دونوں کا بیٹا قرار دیا اور امام شافعی
کے نزدیک اس صورت میں قیافہ شناس کا قول معتبر ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ قیافہ شناسی حجت شرعی نہیں کہ بنا قیافہ شناسی کی فقط اٹکل پر ہے اور
اگر قیافہ حجت ہوتا تو لعان میں اوسکی طرف رجوع کیجاتی اور نفی ولد کی حمل سے کاہے کو ہوتی لہذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسکا اعتبار نہ کیا
اور قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ دونوں شریکوں نے تلبیس کی لہذا اوسکے مناسب حکم بھی دیا گیا اور اگر صاف بیان کرتے تو حکم بھی صاف ہوتا اور
یہ حکم بحضور صحابہ بلا نکیر ہوا تو لائق حجت کے ہوا اور یہی مذہب ہے علی مرتضی اور ابن عباس اور زید بن ثابت کا رضی اللہ عنہم کذا فی منح الغفار
فلو لم یستویا قدم من العلوق فی ملکہ ولو بنکاح پھر اگر دونوں شریک برابر ہوں نہ مالکیت میں یعنی ایک زمانہ سابق میں مالک ہوا ہو
لونڈیکا اور دوسرا بعد اوسکے تو وہ شریک مقدم ہوگا جسکی ملک میں نطفہ رہا اگرچہ تقدم ملک کا بسبب نکاح کے ہو فتح القدیر میں ہے کہ جب لونڈی
حاملہ ہوئی ایک کی ملک میں پھر مالک نے نصف لونڈی دوسرے کے ہاتھ بیچی پھر وہ پورے چھ مہینے میں بعد اس بیع کے جنی اور دونوں شریکوں نے ولد کے
نسب کا دعوی کیا تو مالک اول مقدم ہے اسواسطے کہ نطفہ اوسیکی ملک میں رہا محشی مدنی نے کہا کہ مناسب یوں کہنا تھا کہ بعد بیع کے چھ مہینے سے
کمتر میں جنی تاکہ مالک اول کی خالص ملک میں علوق ثابت ہو اور اگر پورے چھ مہینے میں جنیگی تو دونوں کی ملک میں علوق کا احتمال ہوگا لا یخفی اور اگر
ایک شخص نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسنے اور دوسرے شخص نے لونڈی کو مول لیا پھر وہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی بعد خریدنے کے پھر دونوں نے
اوسکے ولد کا دعوی کیا تو یہ لونڈی نکاح کرنیوالے کی ام ولد ہوگی کذا فی فتح القدیر واب ومسلم وحر وذمی وکتابی علی ابن وذمی وعکسہ

وشرکتا دعویٰ صحیح ہوئی اور باپ مسلم اور آزاد اور ذمی اور کتابی مقدم ہیں بیٹے اور ذمی اور غلام اور مرتد اور مجوسی پر ۱۲ھ یہ لف ونشر مرتب ہے یعنی اگر
باپ اور بیٹا ایک لونڈی میں شریک ہوں اور لونڈی کے ولد کا دونوں ساتھ ہی دعویٰ کریں تو باپ کا دعویٰ مقدم اور اولیٰ ہے بیٹے پر اور اسیطرح مسلم مقدم
ہے ذمی پر اور آزاد مقدم ہے غلام پر اور ذمی مقدم ہے مرتد پر اور کتابی مقدم ہے مجوسی پر شارح نے تقدم ذمی کا مرتد پر بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرح حموی
کی تدلیہ سے نقل کیا لیکن یہ مخالف ہے زیلعی اور فتح القدیر کے زیلعی کی یہ عبارت ہے المرتد اولیٰ من الذمی اور فتح القدیر کی یہ عبارت ہے لو کانت الدعوة
بین ذمی و مرتد فالولد للمرتد لانه اقرب الی الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ تقدم ذمی کا مرتد پر سبقت قلم ہے کذا فی حاشیة المدنی ۱۲ فتو لا یثبت نسب
ولد ثان بلا دعوة لحرمة الوطی کما مر یعنی ثابت ہوگا دوسرے ولد کا نسب بدون دعوے کے جمیع صور تو نہیں جو مذکور ہو چکیں بسبب حرام ہونے وطی ام ولد
مشترک کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا کہ ولد ثانی ام ولد کا بلا دعوت اوس وقت میں ثابت النسب ہوتا ہے جب کہ ام ولد مولی پر حرام نہو گئی ہو بخلاف صورت مذکورہ
کے وہی ام ولدهما ان حبلت فی ملکهما اور یہ لونڈی مشترک جسکے ولد کا دونوں مساوی شریکوں نے ساتھ ہی دعویٰ کیا دونوں کی ام ولد ہے
بشرطیکہ وہ دونوں کی ملک میں حاملہ ہوئی ہو اسطرح پر کہ دونوں کی خرید کے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنی ہو خرید کے دن سے لا لو اشتریاها
حبلی لانها دعوة عتق فولاؤه لهما وبادعاء احدهما یضمن نصف قیمة الولد لا العقر اور اسطرح ام ولد نہوگی اگر لونڈی کو دونوں
مالکوں نے حاملہ خرید کیا اور وہ خرید کے دن سے اقل مدت حمل سے کمتر مدت میں جنی پھر دونوں نے دعوی کیا ولد کے نسب کا تو وہ لونڈی ام ولد نہوگی اس
دعوے سے اسواسطے کہ فی الحقیقت یہ دعوی عتق کا ہے نہ استیلاد کا اسلئے کہ شرط استیلاد کی یہ ہے کہ علوق ولد کا ملک میں ہو سو یہاں قبل ملک کے علوق حاصل
تھا پھر جب یہ دعوی عتق ولد کا ہوا تو ولد کی ولا دونوں شریکوں کیواسطے ہوگی اور اگر ایک شریک ولد کا دعوی کریگا تو ولد کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا
اور لونڈی کا نصف مہر دینا اپنے شریک کو لازم نہ آویگا اسواسطے کہ دعوی استیلاد کا نہیں وعلی کل نصف عقرها وتقاصا اور صورتیکہ دونوں
شریکوں کی وہ لونڈی ام ولد ہوئی تو ہر شریک پر نصف مہر لونڈی کا لازم ہوگا حصہ دوسرے شریک کے اس شریک پر اوس شریک کو نصف مہر دینا
چاہئے اور اوسپر اسکو اور دونوں باہم اپنے حق کو مجرا کر لیں نہ کوئی دے نہ کوئی لے اگر کوئی کہے کہ جب دونوں حساب میں برابر ہو گئے تو ایجاب مہر کا کیا
فائدہ ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ اگر ایک شریک اپنا حق معاف کردے تو دوسرے کا حق باقی رہیگا اور اگر ایک کا حصہ درم پر ٹھہرا اور دوسرے کا دینار
پر تو اسکو درم دینا اور دینار لینا جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر الا اذا کان نصیب احدهما اکثر فیاخذ منه الزیادة لان المهر یتقدر بالملك
دونوں شریکوں کو نصف نصف مہر کا مجرا کر لینا درست ہے مگر جبکہ ایک شریک کا حصہ ملک کا زیادہ ہو دوسرے کی ملک سے تو دوسرے شریک سے بقدر زیادتی
ملک کے مہر لے مثلاً ایک شریک دو حصہ کا مالک ہو اور دوسرا ایک حصہ کا تو ثلث مہر ایک حصہ والیکو دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ حق مہر کا بقدر ملک کے
ہوتا ہے بخلاف البنوة والارث والولاء فان ذلك لهما سوية وان کان احدهما اکثر نصیبا من الآخر لعدم تجزی النسب
فیکون سویة لعدم الاولویة ویتبعه الارث والولاء بخلاف فرزندی اور ارث اور ولا کی اسواسطے کہ یہ امور دونوں شریکوں کیواسطے برابر
ہیں اگرچہ ایک شریک کا حصہ زیادہ ہو دوسرے شریک سے بسبب عدم قسمت پذیری نسب کے تو نسب دونوں میں برابر ہوگا بسبب عدم اولویت کے یعنی دونوں
برابر ہیں کسیکو تقدم اور رجحان نہیں اور ارث اور ولا نسب کے تابع ہیں جب نسب میں تجزی نہوئی تو ارث اور ولا میں بھی تجزی نہوگی وورث الابن
من کل ارث ابن کامل اور وراثت پاویگا بیٹا ہر ایک شریک مدعی سے پورے بیٹے کی ارث اسواسطے کہ ہر واحد مقر ہے اوسکی فرزندی کا اور مقر کا اقرار
اوسپر حجت ہے وورثا منه ارث اب واحد اور اگر ولد مرگیا تو دونوں شریک اوسکی وارث ہوں گے ایک باپ کے ورثا میں اسواسطے کہ فی الواقع
مستحق ارث پدری کا تو ایک ہی شخص ہے لیکن چونکہ کسیکے بیان ترجیح نہیں لہذا ایک باپ کا حصہ دونوں میں تقسیم ہوگا وکذا الحکم عند الامام لو
کثروا ولو نساء وتمامه فی البحر اور جیسا دو شریکوں کا حکم ہے اسیطرح اگر زیادہ ہوں دو سے تو اونکا بھی ایسا ہی حکم ہے اگرچہ دعوے
کرنیوالیاں ولد کی عورتیں ہوں اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ۱۲ھ پورا بیان بحر الرائق میں اسطرح ہے کہ اگر دو شریکوں سے زیادہ مدعی ہوں

ولد کے تو امام اعظمؒ کے نزدیک مدعیوں سے اوسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ وہ کثیر ہوں اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ دو مدعیوں سے زیادہ میں نسب ثابت ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک تین سے زیادہ میں نسب نہ ثابت ہوگا اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر ایک ولد میں دو عورتوں نے تنازع کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ لڑکا دونوں کا ہوگا صاحبین کے نزدیک بلکہ ایک عورت سے ملحق ہوگا اور اگر ایک ولد میں دو مردوں اور دو عورتوں نے تنازع کیا ہر مرد یہ کہتا ہو کہ یہ لڑکا میرا ہے اس عورت سے اور عورت اوسکی تصدیق کرتی ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ لڑکا دونوں مردوں اور دونوں عورتوں کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط دو مردوں کا ہوگا نہ عورتوں کا کذا فی منح الغفار وفیہ لو مات احدہما واعتقہا اعتقت بلا سعی قلت فالعتق انما یتجزّی فی القنّۃ لا فی ام الولد بل عتق بعضہا یعتق کلہا اتفاقا فتحتہ فلیحفظ اور بحر الرائق میں ہے کہ اگر ایک شریک مرگیا یا ایک نے ام ولد کو آزاد کر دیا اپنی زندگی میں تو وہ بغیر سعایت کے آزاد ہو جاویگی شارح کہتا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک عتق متجزی نہیں ہوتا اگر خالص لونڈی میں نہ ام ولد میں بلکہ بعض ام ولد کے آزاد ہونے سے کل آزاد ہو جاتی ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے کہ تجزی عتق کا امام کے نزدیک فقط خالص لونڈی میں منحصر ہے اور ام ولد کے عدم تجزی میں اتفاق ہے جاریۃ بین رجلین ولدت فادعاہ احدہما واعتقہ الآخر وخرج الکلامان منہما معا فالدعوۃ اولی لاستنادہا للعلوق خانیہ ایک لونڈی مشترک ہو دو مردوں میں سو وہ جنی تو ایک شریک نے اوسکے ولد کا دعوی کیا اور دوسرے شریک نے ولد کو آزاد کر دیا اور یہ دونوں کلام دونوں سے ساتھ ہی برابر نکلے تو کلام دعوی نسب کا اولی اور مقدم ہے بدیں وجہ کہ مستند ہوتی ہے دعوی بوقت علوق ولد کے کذا فی الخانیہ یعنی دعوی نسب کا وقت علوق سے متعلق ہوگا بخلاف اعتاق کے کہ وہ بالفعل سے متعلق ہے تو گویا آزاد کرنیوالے نے غیر کے ولد کو آزاد کیا اور یہ صحیح نہیں کما فی المنح ادعی ولد امۃ مکاتبہ وصدقہ المکاتب ثبت النسب بتصادقہما کدعوۃ ولد جاریۃ الاجنبی اما ولد مکاتبتہ فلا یشترط تصدیقہا کما سیجیء دعوی کیا مولے نے اپنی مکاتب کی لونڈی کے ولد کا اور تصدیق کی مکاتب نے اوسکی تو مولی کو نسب لڑکا لازم ہوگا دونوں کے تصادق سے چنانچہ نسب ثابت ہوتا ہے جاریہ اجنبی کے ولد کے دعوی سے اور اجنبی کی تصدیق سے اور مولی اپنی مکاتبہ لونڈی کے ولد کا دعوی کریگا تو ثبوت نسب میں مکاتبہ کی تصدیق مشروط نہیں چنانچہ کتاب المکاتب میں مذکور ہوگا ولزم المدعی العقر وقیمۃ الولد یوم ولد اور لازم ہوگا مولی مدعی پر مہر لونڈی کا اور قیمت ولد کی پیدایش کے دن کی وسقط الحد عنہ للشبہۃ اور ساقط ہوگی حد مولے کے سبب شبہہ ملک سے ولم تصر ام ولدہ لعدم ملکہ اور لونڈی مکاتب کی مولی کی ام ولد نہوگی اسواسطے کہ اوسکی ملک نہیں وان کذبہ المکاتب لم یثبت النسب لحجرہ علی نفسہ بالعقد اور اگر مکاتب نے مولی کی تکذیب کی دعوی ولد میں تو نسب لڑکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ مولی نے اپنی ذات کو اوسکے تصرف سے بسبب عقد کتابت کے یعنی غلام کو مکاتب کیا تو اب مکاتب کے کسب پر مولی کا تصرف کرنا جائز نہ تھا تو بدون تصدیق مکاتب کے دعوی مولی کا مسموع نہیں ولدت منہ جاریۃ غیرہ وقال احلہا لی مولاہا والولد ولدی فصدقہ المولی فی الاحلال وکذبہ فی النسب لم یثبت نسبہ غیر کی لونڈی ایک شخص کے نطفہ سے جنی اور اوسنے دعوی کیا کہ لونڈی کے مولے نے اوسکو مجھپر حلال کر دیا اور یہ بچہ ولد میرا ہے اور تصدیق کی مدعی کی مولی نے احلال میں اور تکذیب کی اوسکی نسب میں تو نسب ثابت نہوگا احلال سے مراد احلال بالتزویج ہے نہ احلال بالملک اسواسطے کہ لونڈی کے مالک ہونیکا حکم بعد اسکے مذکور ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فان صدقہ فیہما جمیعا یثبت والا لا قال وقول الزیلعی ولو صدقہ فی الولد یثبت ای مع تصدیقہ فی الاحلال فلا مخالفۃ کما لا یخفی سو اگر مولی نے تصدیق کی مدعی کی سب دونوں امروں میں یعنی احلال اور نسب میں تو نسب لڑکے کا ثابت ہوگا اور اگر دونوں امر کی یا ایک امر کی تصدیق نکی تو نسب ثابت نہوگا کذا فی الخانیۃ والدرر اور یہ قول زیلعی کا کہ اگر مولی مدعی کی ولد میں تصدیق کرے تو نسب ثابت ہوتا ہے یعنی تصدیق ولد کے ساتھ تصدیق احلال کی مثبت ہے نسب کی نہ فقط تصدیق ولد کی تو کچھ مخالفت نہیں زیلعی اور غیر زیلعی کے کلام میں چنانچہ امر مخفی نہیں اسواسطے کہ مسئلہ مفروض ہے تصدیق فی الاحلال میں کذا فی المنح ولو ملکہا او ملکہ بعد تکذیبہ ای المولی لو مکاتبہ یوما من الدہر یثبت النسب وتصیر ام ولدہ اذا ملکہا لبقاء اقرارہ اور اگر مدعی مالک ہوا لونڈی کا یا مالک ہوا اوسکے ولد کا کسی دن بعد

تکذیب مولی کی اگرچہ مالک لونڈیکا مدعی کا مکاتب ہو تو نسب ثابت ہوگا درصورت مالک ولد کے اور لونڈی اوسکی ام ولد ہوگی جبکہ اوسکا مالک ہوگا واسطے باقی رہنے اقرار مدعی کے ولو استولد جاریۃ احد ابویہ او جدہ او امرأتہ وقال ظننت حلہا لی فلا حد للشبہۃ ولا نسب الا ان یصدقہ فیہما اور اگر کسی شخص نے استیلاد کیا اپنے باپ یا ماں کی لونڈی سے یا اپنے دادا یا اپنی زوجہ کی لونڈی سے اور کہا اوسنے کہ میں نے اوس لونڈی کی حلت اپنے واسطے گمان کی تھی تو اوسپر حد لازم نہ آویگی بسبب شبہہ حلت کے اور نسب ولد کا ثابت نہوگا شارح نے کہا مگر اوسوقت نسب ثابت ہوگا جبکہ جاریہ کا مولی دونوامرمین اوسکی تصدیق کرے قہستانی فیہما کے مرجع مین محشی درالمختار کے مختلف ہین شیخ عابد سندہی مدنی نے کہا کہ مرجع فیہما کا دو صورتین ہین یعنے جاریہ اصول اور جاریہ زوجہ اور شیخ رحمتی وغیرہ نے کہا کہ مرجع اوسکا ظن حلت اور تصدیق ولد ہے لیکن ہر صورت سب محشی اسپر متفق ہین کہ شارح کی عبارت یعنی الا ان یصدقہ فیہما بے محل زیادتی ہے اسواسطے کہ ظن حلت کی تصدیق سے نسب ثابت نہین ہوتا اور اس عبارت کو مصنف نے منح الغفار مین مذکور نہین کیا اور نہ بحر اور نہر اور زیلعی اور درر مین جسکو شک ہو وہ ان کتابونکی طرف رجوع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی وان ملکہ یوما عتق علیہ اور اگر مستولد مالک ولد کا ہوگا کسی دن تو اوسپر آزاد ہوجاویگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے وان ملک امہ لا تصیر ام ولدہ لعدم ثبوت نسبہ کذا ذکرہ المصنف تبعا للزیلعی لکنہ نقل ہنا وفی نکاح الرقیق عن الدرر والخانیۃ انہ لو ملکہا بعد تکذیبہ ابوہ ثبت النسب لبقاء الاقرار فتنبہ اور اگر مستولد ولد کی ماں کا مالک ہوگا تو وہ اوسکی ام ولد نہوگی بسبب ثابت نہونے ولد کے نسب کے ایسا ہی مذکور کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین باتباع زیلعی لیکن مصنف نے یہان اور باب نکاح الرقیق مین درر اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر نسب ولد کا مدعی اوسکی ماں کا کسی دن مالک ہو بعد تکذیب باپ کے تو نسب ولد کا ثابت ہوگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے سو اسکو غور کر قہستانی شارح نے اس لفظ سے کلام مصنف کے متناقض ہونیکا اشارہ کیا کہ ثبوت نسب اور عدم ثبوت مین صریح تناقض ہے شیخ عابد محشی مدنی نے کہا کہ ظاہرا کلام مصنف مین تناقض نہین ہے اسلیئے کہ بیان دو مسئلے مذکور ہین ایک یہ کہ مستولد جاریہ غیر کے ولد مین کہا کہ مولی کی اپنی جاریہ مجھپر حلال کی تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ جاریہ اصول مین ظن حلت کا دعوی کیا تو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین درر اور خانیہ سے ثبوت نسب کا بعد ملک کے پہلے مسئلہ مین مذکور کیا یعنے مسئلہ ادعاء حلال مین نہ دوسرے مسئلہ مین یعنے ادعاء ظن حلت مین اور عدم ثبوت نسب کا دوسرے مسئلہ مین مذکور کیا ہے تو تناقض نہ ثابت ہوا اھ منح الغفار مین فی الواقع ایسا ہی مذکور ہے جیسا کہ محشی نے کہا واللہ اعلم نعم فی الخانیۃ زنی بامۃ فولدت فملکہا لم تصر ام ولد وان ملک الولد عتق ہان خانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے زنا کیا لونڈی سے پہر وہ جنی پہر زانی اوسکا مالک ہوا تو وہ لونڈی اوسکی ام ولد نہوگی اور اگر ولد کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہوجاویگا قہستانی اس روایت سے زیلعی کے کلام کی تائید ثابت ہوئی وفی الاشباہ لو ملک اختہ لامہ من الزنا عتقت ولو اختہ لابیہ لا اور اشباہ مین ہے کہ اگر کوئی اپنی مادری بہن کا وارث ہو جو زنا سے پیدا ہوئی تو وہ آزاد ہوجاویگی اسواسطے کہ مالک اور مملوک ایک پیٹ سے پیدا ہین اور اگر مالک ہو اپنی سوتیلی بہن کا جو زنا سے ہو تو وہ لونڈی رہیگی آزاد نہوگی اسلیئے کہ بھائی کا رشتہ بہن سے بواسطہ باپ کے ہے اور حالانکہ نسب ولد کا زانی سے شرعا منقطع ہے تو اوسکا بہن ہونا ثابت ہوا لہذا آزاد نہوگی اور چونکہ زنا سے نسب ماں کا منقطع نہین تو اوسکا بہن ہونا ثابت ہے اسواسطے ملک سے عتق ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی **فروع** مسائل متفرقہ شارح نے ذکر کئے اراد وطی امتہ ولا تصیر ام ولدہ یملکہا لطفلہ ثم یتزوجہا اگر ارادہ کیا ایک شخص نے اپنی لونڈی کی وطی کا اور چاہا کہ وہ ام ولد نہو اولاد ہونے سے تو اپنے طفل صغیر کو اوسکا مالک کردے پہر لونڈی سے نکاح کرے تو اوسکی اولاد آزاد ہوگی اور وہ لونڈی بنی رہیگی طفل صغیر کے املاک کرنیکا یہ فائدہ ہے کہ اوسکو نکاح کرنیکا اختیار رہے اقر بامومیۃ امتہ فی مرضہ ان ہناک ولد او حبل عتق من الکل والا فمن الثلث وما فی یدہا للمولی الا اذا اوصی لہا بہ نعم فی المجتبی استحسن محمد ان یترک لہا ملحفۃ وقمیص ومقنعۃ ولا شیء للمدبرۃ اقرار کیا مولی نے اپنی بیماری مین لونڈی کے ام ولد ہونیکا اگر اوسوقت لونڈیکا ولد ہو یا اوسکا حمل ظاہر ہو تو وہ کل مال سے آزاد ہوگی بعد موت کے اور اگر ولد اور حمل نہو تو ثلث مال سے آزاد ہوگی اور جو اوسکے پاس مال ہوگا وہ مولے کا ہوگا یعنے وارث اوسکے مالک ہونگے مگر اوسوقت وارث نہونگے جبکہ مولے نے اوس مال کی ام ولد کیواسطے وصیت کردی ہو ہان مجتبے مین یون ہے کہ محمد نے مستحب کہا ہے اسکو کہ اوس مال سے ام ولد کے واسطے چادر اور کرتی اور مقنع چھوڑ دیا جاوے اور مدبرہ لونڈی کے واسطے کپڑے دینے کو مستحب نہین کہا واللہ اعلم واستغفر اللہ العلی العظیم المولی الکریم ؁

کتاب الایمان

یہہ کتاب ہے ایمان کے احکام میں ایمان بالفتح جمع ہے یمین کی مناسبتہ عدم تاثیر الہزل و الاکراہ وتقدم الاعتاق لمشارکتہ للطلاق فی الاسقاط والسرایۃ مناسبت کتاب الایمان کی کتاب الاعتاق سے عدم تاثیر ہے ہزل اور اکراہ کی یعنی جیسے ہزل اور اکراہ اعتاق کا مبطل نہیں ویسے ہی یمین کا مبطل نہیں لہذا دونوں بابوں کا متصل ہونا مناسب ہوا اور مصنف نے اعتاق کو یمین پر مقدم کیا اسلئے مشارک ہونے اعتاق کے ساتھ طلاق کے اسقاط اور سرایت میں یعنی جیسے طلاق عبارت ہے اسقاط نکاح سے ویسے ہی اعتاق عبارت ہے اسقاط مالکیت سے اور جیسے نصف یا ربع طلاق مطلقہ کے کل بدن میں ساری ہوتی ہے یعنی پھیل جاتی ہے ویسے ہی نصف یا ربع اعتاق مملوک کے کل بدن میں پھیل جاتا ہے بقول صاحبین بسبب عدم تجزی کے اور بقول امام چونکہ اعتاق متجزی ہے تو طلاق اور اعتاق سرایت میں مشترک نہیں کذا فی الطحطاوی تو جب طلاق اور اعتاق مشترک ہوئے اپنے تمام معنی میں یعنی اسقاط میں اور اپنے لازم شرعی میں یعنی سرایت میں لہذا طلاق کے بعد اعتاق کا ذکر کرنا مناسب تر ہوا کذا فی النہر الفائق الیمین لغۃ القوۃ یمین لغت عرب میں بمعنی قوت کو کہتے ہیں ہرچند لفظ یمین کا قوت اور ہاتھ اور قسم میں مشترک ہے لیکن شارح نے فقط قوت کو معنی اسم ملحوظ کو رکھا کہ قوت مناسب تر ہے یعنی شرعی یمین سے مغرب میں مذکور ہے کہ حلف کو یمین اسواسطے کہا کہ قسم کھانیوالا بسبب حلف کے قوت حاصل کرتا ہے فعل یا ترک پر یا حلف کو یمین اسوجہ سے کہا کہ عرب ہاتھ پکڑکر قسم کھاتے تھے وشرعا عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترک فدخل التعلیق فانہ یمین شرعا الا فی خمس مذکورۃ فی الاشباہ فلو حلف لا یحلف حنث بطلاق وعتاق اور اصطلاح شرع میں یمین عبارت ہے اس عقد سے جس سے قوی ہوجاوے ارادہ حالف یعنی قسم کھانیوالے کا کسی فعل کے کرنے پر یا نہ کرنے پر پس تعریف میں تعلیق داخل ہوگئی اسواسطے کہ تعلیق بھی یمین ہے شرعا میں اسواسطے کہ تعلیق سے بھی فعل یا ترک کا عزم قوی ہوجاتا ہے مگر پانچ چیزوں میں تعلیق یمین نہیں جنکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے پھر جب تعلیق یمین میں داخل ہوئی تو اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ قسم نکھاویگا تو طلاق اور عتاق کی تعلیق کرنے سے حانث ہوگا ہم مصنف نے تعریف یمین کی باتباع صاحب تبیین کنز. اور صاحب کفایہ کے کی اور شرح نقایہ میں یون تعریف کی ہے کہ یمین عبارت ہے تقویت خبر سے بذکر نام خدا یا التعلیق خلاصہ اشباہ یہہ ہے قسم کھائی کہ قسم نکھاویگا تو تعلیق سے حانث ہوگا مگر چند مسائل میں افعال قلوب کی تعلیق سے یا مشیۃ انکی تعلیق سے اور اس صورت میں جسکی عدت مہینوں سے ہے یا تطلیق پر معلق کرنے سے یوں کہنے میں اپنے غلام سے کہ اگر تو آنا ادا کریگا تو تو آزاد ہے اور اگر ادا کریگا تو غلام ہے یا یوں کہے زوجہ سے کہ اگر تجکو ایکبار یا دو بار حیض آیا تو ایسا ہوگا یا طلوع آفتاب پر معلق کرنا [illegible] کہ قسم دو طرح پر ہے ایک قسم خدا کے نام کی یا اسکی صفات کی اور دوسری قسم غیر نام خدا کی سو دوسری قسم دو طرح پر ہے ایک یہہ کہ آباو اجداد اور انبیا اور ملائکہ اور صوم اور صلوۃ اور کعبہ اور زمزم کی قسم کھاوے سو ایسی قسم کھانا شرعا جائز نہیں اور دوسری طرح یہہ کہ بطور شرط اور جزا کے حلف ہو سو اسکی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہہ کہ عبادات کے حلف کرے اسطرح پر کہ اگر میں فلانا کام کروں تو مجھپر صوم یا صلوۃ یا حج یا عمرہ یا قربانی یا آزاد کرنا غلام کا یا خیرات کرنا لازم ہو دوسری صورت بغیر عبادات کے حلف کرنا چنانچہ یون کہنا کہ اگر میں فلانا کام کروں تو زوجہ کو طلاق ہے یا غلام میرا آزاد ہے کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع وشرطہا الاسلام والتکلیف وامکان البر اور صحت یمین کی شرط ہے اسلام اور مکلف ہونا اور امکان بر یعنی قسم کا پورا کرسکنا تو کافر اور مجنون اور لڑکے کی قسم صحیح نہیں اور اسیطرح مستحیل حقیقی کی قسم طرفین کے نزدیک صحیح نہیں خلافا لابی یوسف اور شرائط صحت یمین سے یہہ ہے کہ شرط اور جزا میں کوئی لغو حائل نہو اور اگر حائل ہوگا تو تعلیق نہوگی بلکہ تنجیز ہوجاویگی کذا فی العالمگیریۃ اور علت غائی قسم کی دو چیزیں ہیں ایک یہہ کہ تا سامع حالف کو سچا جانے دوسری یہہ کہ حالف یا غیر شخص فعل یا ترک پر مستعد ہوجاوے کذا فی منح الغفار وحکمہا البر او الکفارۃ اور حکم یمین کا بر ہے یا کفارہ ہم تفصیل احکام ہم آگے مذکور ہوگی کہ قسم کا پورا کرنا کہاں واجب ہے اور کہاں مستحب اور کہاں مباح اور توڑنا قسم کا کہاں واجب ہے اور کہاں مباح [illegible] اللفظ المستعمل فیہا اور رکن یمین کا وہ لفظ ہے جو قسم میں مستعمل ہو وھل یکرہ الحلف بغیر اللہ تعالی قیل نعم للنہی وعامتہم لا وبہ افتوا لاسیما فی زماننا وحمل النہی علی الحلف بغیر اللہ لا علی وجہ الوثیقۃ کقولہم بابیک ولعمرک ونحو ذلک عینی اور کیا مکروہ ہے غیر خدا کی قسم کھانا سواے طلاق اور عتاق کی قسم بعضوں نے کہا کہ ہاں غیر خدا کی قسم مکروہ ہے بسبب نہی کے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور عدم کراہت کا فتوی ہے علمانے [illegible] اور حمل کیا ہے نہی کو اوپر حلف بغیر اللہ کے جو وثیقہ کے طور پر نہیں

بطور عادت عرب کے اپنی مخاطبات اور محاورات مین جاری تھی چنانچہ یون کہنا عرب کا کہ تیرے باپ کی قسم اور تیری حیات کی قسم اور مانند اسکے کذا ذکرہ العینی یعنی ممنوع ہے وہ قسم بغیر اللہ ہے جو بلا قصد عرب اپنی گفتگو مین کہاتے تھے تو اگر حلف بغیر اللہ مین قصد متعلق ہو بطور وثوق کے تو قسم کا پورا کرنا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبیہ فتح القدیر مین ہے کہ حلف بغیر اللہ مانند طلاق اور عتاق کے حلف کے بعضون کے نزدیک مکروہ ہے بسبب اس حدیث صحیح کے کہ جو قسم کھاوے سو خدا کی قسم کھاوے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہین اور محمل حدیث مذکور کا یہہ ہے کہ حلف بحرف قسم کے ہو سوائے تعلیق کے وھو ای الیمین باللہ لعدم تصور الغموس واللغو فی غیرہ فیقع بہما الطلاق ونحوہ عینی فلیحفظ اور وہ یعنی یمین باللہ غموس ہوتی ہے غموس ہی یمین باللہ کی قید اسواسطے لگائی کہ غموس اور لغو کا حکم یمین باللہ کے سوا مین متصور نہیں اسواسطے کہ تعلیق طلاق اور عتاق اور نذر کی امر موجود ماضی پر نہین ہوتی اسیلئے یمین لغو متحقق نہیں تو غموس اور لغو سے طلاق وغیرہ واقع ہوگی کذا ذکرہ العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے کہ غموس اور لغو فقط یمین باللہ مین منحصر ہے نہ تعلیق مین ولا یرد نحو ھو یہودی لانہ کنایۃ عن الیمین باللہ وان لم یعقل وجہ الکنایۃ بدائع اور اعتراض نہ وارد ہوگا مانند اس قول کے کہ وہ یہودی ہے اسواسطے کہ یہہ کنایہ ہے یمین باللہ سے اگرچہ قائل اسکا وجہ کنایہ کی نہ سمجھے کذا فی البدائع یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ تم نے غموس اور لغو کو یمین باللہ مین منحصر کیا حالانکہ یون کہنا اوس فعل کو جسکو کر چکا ہے کہ اوس نے ایسا کیا ہو تو وہ یہودی ہے یا نصرانی تو یہہ غموس ہے باوجودیکہ یمین باللہ نہیں اسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ قول بھی واقع مین یمین باللہ ہے بطریق کنایہ وجہ کنایہ کی یہہ ہے کہ بظاہر مقصود حالف کا اس قول سے باز رہنا ہے شرط سے اور وہ مستلزم ہے یہودیت کی نفرت کو اور وہ مستلزم ہے نفرت عن الکفر باللہ کو اور وہ مستلزم ہے تعظیم حق تعالیٰ کو تو گویا اوسنے یون کہا کہ بخدائے عظیم مین نے ایسا نہیں کیا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبیہ غموس تغمسہ فی الاثم ثم فی النار وھی کبیرۃ مطلقا لکن اثمہا الکبائر متفاوت نہر جہوٹی قسم کو غموس اسواسطے کہا کہ وہ دنیا مین گناہ کے اندر ڈبوتی ہے پھر آخرت مین دوزخ کے اندر اور جہوٹی قسم کبیرہ گناہ ہے ہر طرح سے خواہ جہوٹی قسم کہا کر مسلمان کا مال ناحق لے یا نہ لیکن گناہ کبیرہ گناہون کا متفاوت ہے کذا فی النہر ثم دلیل اطلاق کبیرہ ہونے غموس کی صحیح بخاری کی حدیث شریف ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبائر اشراک باللہ اور عقوق والدین اور قتل نفس اور یمین غموس ہے کذا فی النہر اور صحیح ابن حبان مین ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جہوٹی قسم کہاوے تا مرد مسلمان کا مال کاٹ لے تو حق تعالیٰ بہشت کو اوسپر حرام کریگا اور دوزخ مین اوسکو ڈالیگا کذا فی فتح القدیر ان حلف علی الکذب عمدا ولو غیر فعل او ترکہ کو اللہ انہ حجر الآن یمین باللہ غموس ہے اگر قسم کہائی جہوٹ پر قصدا اگرچہ وہ چیز فعل یا ترک فعل نہ ہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ وہ پتھر ہے بالفعل شرح وقایہ مین واللہ انہ حجر مین کان یا یکون کا لفظ مقدر کیا ہے تاکہ غموس یا منعقدہ مین داخل ہو شارح نے لفظ الآن کا زیادہ کر کے اس تاویل کو رد کیا اسواسطے کہ غموس مین فعل ماضی ہونا شرط تقییدی نہین چنانچہ اسکی تصریح عنقریب آتی ہے فی ماض کو اللہ ما فعلت کذا عالما بفعلہ او حال کو اللہ ما لہ علی الف عالما بخلافہ وو اللہ انہ بکر عالما انہ غیرہ یمین غموس زمانہ ماضی مین ہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ مین نے ایسا نہین کیا اوس فعل کو جان کر یا زمانہ حال مین ہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ اوسکی مجہپر ہزار درم نہین یہہ جان کر قسم کہائی کہ ہزار درم ہین اور واللہ وہ بکر ہے یہہ جان کر قسم کہائی کہ وہ بکر نہین بلکہ زید ہے مثلا وتقییدہم بالفعل والماضی اتفاقی او اکثری اور قید لگانا فقہا کا تعریف غموس مین فعل اور ماضی کی اتفاقی ہے یا اکثری نہ قید احترازی چنانچہ شرح ہدایہ وغیرہ مین مصرح ہے کہ ذکر فعل اور ماضی کا شرط نہین لہذا مصنف نے دو اخیر مثالون مین اسکی طرف اشارہ کیا کذا فی منح الغفار ویأثم بہا فتلزمہ التوبۃ اور گنہگار ہوتا ہے مسلمان یمین غموس سے تو اوسپر توبہ لازم ہے نہ کفارہ اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد بن حنبل کا وثانیہا لغو لا مواخذۃ فیہا الا فی ثلث طلاق وعتاق ونذر اشباہ فیقع الطلاق علی غالب الظن اذا تبین خلافہ وقد اشتہر عن الشافعیۃ خلافہ اور دوسری قسم یمین کی لغو ہے اور اوسمین مواخذہ نہین مگر تین چیز طلاق اور عتاق اور نذر مین کذا فی الاشباہ تو طلاق واقع ہوگی گمان غالب پر جب ظاہر ہو جاوے مخالفت ظن غالب کی اور شافعیون سے اسکا خلاف مشہور ہے ان حلف کاذبا یظنہ صادقا فی ماض او حال فالفارق بین الغموس واللغو تعمد الکذب یمین لغو ہے اگر جہوٹی قسم کہائی اپنے گمان مین سچ جان کر زمانہ ماضی کی قسم کہائی ہو یا حال کی تو فرق درمیان غموس اور لغو کے فقط تعمد کذب کا ہے اگر عمداً کذب پر قسم کہائی تو غموس ہے اور نہین تو لغو

ہم صاحب کنز نے جو تعریف لغو میں فعل ماضی کی قید لگائی ہے سو اتفاقی ہے چنانچہ بدائع میں مصرح ہے کہ لغو ماضی اور حال اور آیندہ میں ہوتا ہے کذا فی النہر
وأما في المستقبل فالمنعقدة اور جو قسم کہ زمان مستقبل میں ہوتی ہے وہ یمین منعقدہ ہے حلبی نے کہا کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ نہیں ہوتی ہے مستقبل
میں مگر منعقدہ حالانکہ ظاہر مستقبل میں غموس بھی ہوتی ہے جیسا کہ ہم ذکر کریں گے تو شارح کو یوں کہنا لازم تھا أما المنعقدة ففي المستقبل وخصه
الشافعي بما يجري على اللسان بلا قصد مثل لا والله وبلى والله ولو لآتٍ اور امام شافعی نے لغو کو مخصوص کیا ہے اوس قسم پر جو لوگوں کی
زبان پر بلا قصد جاری ہوتی ہے جیسا کہ یوں کہنا لا واللہ و بلی واللہ اگرچہ زمان مستقبل کی قسم کھاوے بلا قصد تو بھی لغو ہے تو مرتب خلاف حنفی اور شافعی کا
اوس قسم میں ظاہر ہوتا ہے جو زمان مستقبل میں بلا قصد کھائی جاوے سو حنفی کے نزدیک وہ لغو نہیں بلکہ منعقدہ ہے اور اوس میں کفارہ لازم ہے اور شافعی کے
نزدیک وہ لغو ہے اور اوس میں کفارہ نہیں کذا فی النہر فلذا قال ونرجو عفوه او تواضعا وتأدبا اور چونکہ لغو کی تفسیر شافعی اور حنفی میں مختلف فیہ ہے
لہذا مصنف نے کہا کہ ہم لغو میں امید ہے معفو کی از بابت انکسار کے اور ادب کے عفو بصیغہ جزم نہیں لولا ہم شارح نے یہ دفع دخل مقدر کیا یعنی عدم مواخذہ
لغو کا قرآن میں منصوص ہے سو مصنف نے عفو کو بطور تعلیق رجا کیوں بیان کیا ولا للغو حلفه على ماضٍ صادقا كوالله إني لقائم الآن في حال
قيامه اور لغو کے حکم کی نفی ہے ماضی کی سچی قسم کھانا جیسا کہ یوں کہنا کہ واللہ میں ابھی قائم ہوں یہ قسم کھائی اپنے قیام کے وقت وثالثها منعقدة
وهي حلفه على مستقبل آتٍ يمكنه نفي والله ما أموت ولا تطلع الشمس من الغروب اور تیسری قسم یمین کی منعقدہ ہے کہ وہ قسم کھانا اوپر مستقبل
آیندہ کے جو حالت کہ ممکن ہو تو منعقدہ نہیں ہے کہ واللہ نہ مروں گا اور واللہ آفتاب نہ نکلے گا یہ غموس میں داخل ہے کہ خارج از امکان بشر ہے هذا
القسم فيه الكفارة للآية واحفظوا أيمانكم ولا يتصور حفظه إلا في المستقبل فقط اور یہی تیسری قسم یمین کی یعنی منعقدہ میں کفارہ ہے بدلیل آیۂ قرآنی
کہ محافظت کرو اپنی قسموں کو اور متصور نہیں محافظت مگر مستقبل میں فقط اسواسطے کہ ماضی مرجو نہیں اور حال کو قیام نہیں وعند الشافعي يكفر
في الغموس أيضًا اور امام شافعی کے نزدیک یمین غموس میں بھی کفارہ ہے وإن حنث یمین منعقدہ میں کفارہ ہے اگر قسم کو توڑے أي الكفارة
ترفع الإثم وإن لم توجد منه التوبة عنها معها أي مع الكفارة من البحر اور وہ یعنی کفارہ اوٹھا دیتا ہے گناہ حنث کو اگرچہ حانث کو کفارہ
کے ساتھ توبہ نہ پائی جاوے کذا فی البحر ولو الحالف مكرهًا أو مخطئًا أو ذاهلًا أو ساهيًا اگرچہ قسم کھانے والے پر یمین یا حنث میں جبر کیا گیا ہو یا غلطا کہا
یا غافل یا اوسکو سہو ہو گیا ہو خطا کی صورت یہ ہے کہ کہنا چاہتا تھا کہ مجکو پانی پلا سو منہ سے نکل گیا کہ واللہ میں پانی نہ پیونگا اور ذہول کی صورت یہ ہے کہ کسی
کہا کہ تو ہمارے پاس نہیں آتا سو اوسکے منہ سے بلا قصد نکل گیا کہ واللہ میں آؤں گا کذا فی النہر اکثر علما کے نزدیک سہو اور نسیان متحد ہیں اسواسطے کہ
لغت میں دونوں سے عبارتیں بلا فرق اگرچہ دونوں کے درمیان یوں تفرقہ کیا ہے کہ اگر صورت مدرکہ سے زائل ہوا اور حافظہ میں باقی رہے تو سہو ہے اور
اگر مدرکہ اور حافظہ دونوں سے زائل ہو تو نسیان ہے تو سہو میں کسب جدید کی حاجت نہیں بخلاف نسیان کے أو ناسيًا بأن حلف أن لا يحلف ثم نسي
فحلف فيكفر مرتين مرة للحنث وأخرى إذا فعل المحلوف عليه عيني لحديث ثلث هزلهن جد منها اليمين یا بھول گیا ہو اس طرح پر کہ اوس نے
قسم کھائی کہ قسم نکھاوے گا پھر یہ قسم کھانا بھول گیا پھر اوس نے قسم کھائی کہ مثلا زید سے نہ بولیگا تو یہ شخص دوبارہ کفارہ دے ایک کفارہ قسم توڑنے کا
یعنی قسم کھانے کا اور دوسرا کفارہ زید سے بولنے کا کذا ذکرہ العینی خطا اور نسیان میں یمین اور کفارہ اسواسطے لازم ہوا کہ بروایت حاکم حدیث
وارد ہے کہ تین امر ایسے ہیں جن میں ہزل اور جد برابر ہے طلاق اور عتاق اور یمین میں ہم اتر نے اپنی شرح میں اتباع زیلعی ناسی کی تفسیر مخطی کی ہے اسواسطے
کہ نسیان حقیقی یمین میں متصور نہیں لیکن شارح نے بقول عینی نسیان کو اوس کے حقیقی معنی پر رکھا اور مثال سے ثابت کیا اور شمنی بھی عینی کا
متبع ہے کذا فی النہر في اليمين أو في الحنث فيحنث بفعل المحلوف عليه مكرهًا أو ناسيًا خلافًا للشافعي اگر حالف مکرہ یا ناسی ہو یمین یا حنث میں
تو حانث ہوگا محلوف علیہ کے کرنے سے اگرچہ مثلا قسم کھائی کہ میں زید کے گھر داخل ہونگا اور کوئی اوسکو جبر سے گھر میں لیگیا تو حانث ہوگا کفارہ لازم
آویگا بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک جبر سے حانث نہیں ہوتا وكذا الحنث لو فعله وهو مغمى عليه أو مجنون فيكفر بالحنث كيف كان

اور اسیطرح حانث ہوگا اگر ملوک علیہ کو حالت بیہوشی یا جنون مین کرے تو کفارہ دیوے جنت کسیحالت مین کیون نہو والقسم باللہ تعالی ولو برفع الہاء
او نصبہا او حذفہا کما یستعملہ الاتراک وکذا واسم اللہ کحلف النصاری وکذا بسم اللہ عند محمد ورجحہ فی البحر بخلاف بلہ بکسر
اللام الا اذا کسر الہاء وقصد الیمین اور قسم ثابت اور صحیح ہوتی ہے اللہ کے لفظ سے اگرچہ حرف اخیر کو پیش یا زبر دیا ہو یا اوسکو حذف کرڈالا جیسا
حذف ترکون مین مستعمل ہے اور اسیطرح ہو واسم اللہ یعنی قسم ہو اللہ کی نام کی چنانچہ نوام عرب کے نصاری کی عادت ہے اور اسیطرح بسم اللہ امام محمد کے نزدیک
یعنی قسم ہے اللہ کی نام کی اور اسیکو ترجیح دی بحر الرائق مین بخلاف بلہ بکسر اللام کے کہ وہ یمین نہین مگر جب ہے کہ زیر دیا ہو اور یمین کا قصد کرے تو البتہ
یمین ثابت ہوگی ھم بلہ بتشدید وکسر لام جلالہ وحذف الف یعنی باللہ اصل مین تہا لام کو کسرہ دیا اور الف کو حذف کیا بلہ ہوگیا چنانچہ اکثر لوگون مین
مستعمل ہے اور فتح لام کا حکم شارح نے مذکور نکیا کذا فی الطحطاوی اور فارسی اور اردو زبان مین باللہ بفتح لام وحذف الف بھی مستعمل ہے او باسم
آخر من اسمائہ ولو مشترکا تعورف الحلف بہ او لا علی المذہب یا یمین ثابت ہو سوائے اللہ کے کسی اور نام سے منجملہ اسمائے الہی کے اگرچہ
وہ اسم مشترک ہو اللہ اور غیر اللہ مین اوس نام سے قسم کہانا مروج ہو یا نہو ہر صورت قسم صحیح ہوگی بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول غیر صحیح یہ ہے کہ حق تعالے
کے اسم خاص سے یمین ہوتی ہے جیسے اللہ اور رحمن سے اور اسم مشترک سے یمین نہین چنانچہ حلیم اور علیم سے کذا فی المنح والعالمگیریہ عن الکافی کالرحمن
والرحیم والحلیم والعلیم ومالک یوم الدین والطالب الغالب اسماء الہی کی مثال چنانچہ رحمن اور رحیم اور علیم اور حلیم اور مالک یوم الدین
اور طالب غالب ھم طالب غالب سے قسم کہانا اہل بغداد سے متعارف ہے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط والحق معرفا لا منکرا کما سیجئ اور چنانچہ
حق لیکن شرط یہ ہے کہ معرف باللام ہو نہ منکر چنانچہ اسکا ذکر آویگا ھم اگر یون کہے بحق اللہ لا افعل تو یہ یمین ہے کذا فی فتاوی قاضیخان اور کہے وحق اللہ
لا افعل تو یہ امام اعظم اور محمد کے نزدیک یمین نہین کذا فی الخلاصۃ وفی المجتبی لو نوی بغیر اللہ غیر الیمین دین اور مجتبے مین ہے اگر سوائے لفظ اللہ کے
یعنی رحیم اور حلیم اور حق سے غیر یمین کی نیت کرے تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق کیجاوے گی نہ بنابر قضا کے او بصفۃ یحلف بہا عرفا من
صفاتہ تعالی صفۃ ذات لا یوصف بضدہا کعزۃ اللہ وجلالہ وکبریائہ وملکوتہ وجبروتہ وعظمتہ وقدرتہ او صفۃ
فعل یوصف بہا وبضدہا کالغضب والرضا فان الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین وما لا فلا یا یمین ثابت
ہوتی ہے منجملہ صفات الہی کے اوس صفت کی قسم کہانے سے جس صفت سے قسم کہائی جاتی ہو عرف مین خواہ وہ صفت ذات کی ہو صفت ذات سے مراد یہ
ہے کہ اوسکی ضد سے حق تعالے نہ موصوف ہوتا ہو جیسے اللہ کی عزت اور جلال اوسکا اور کبریا اوسکی اور ملکوت اوسکا اور جبروت اوسکا اور عظمت
اور قدرت اوسکی یا صفت فعل کی ہو صفت فعل سے مراد یہ ہے کہ حق تعالے اوس صفت اور اوسکی ضد سے دونو سے موصوف ہوتا ہو چنانچہ
غضب اور رضا صفات مین اعتبار عرف کا اسواسطے ہے کہ قسمونکی بنا عرف پر ہے تو جس صفت سے قسم کہانا مروج ہوگا تو وہ یمین ہوگی اور جس صفت
سے قسم رائج نہین وہ یمین نہین ھم صفت عبارت ہے اوس اسم یا معنی سے جو ذات کو متضمن نہو اور ذات پر محمول نہو بلا اشتقاق چنانچہ عزت اور قدرت
اور منع اور عطا اسواسطے کہ حق تعالے کو عزیز کہتے ہین نہ عزت اور قدیر کہتے ہین نہ قدرت سو صفت دو قسم سے صفت ذات او صفت فعل صفات
ذاتیہ عبارت ہین اون صفات سی کہ جنکی اضداد سے حق تعالے موصوف نہو چنانچہ عزت اور قدرت کہ موصوف ہو نہ ذلت اور عجز کر اور صفات
فعلیہ عبارت ہین اون صفات سی جن سے حق تعالے موصوف ہو اور اون کے اضداد سے بھی چنانچہ رضا اور غضب اور رحمت اور سخط اور
منع اور عطا اسواسطے کہ حق تعالے مانع بھی ہے اور معطی بھی لا یقسم بغیر اللہ تعالی کالنبی والقرآن والکعبۃ قال الکمال ولا یخفی
ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینا واما الحلف بکلام اللہ فیدور مع العرف وقال العینی وعندی ان المصحف
یمین لا سیما فی زماننا وعند الثلثۃ المصحف والقرآن وکلام اللہ یمین زاد احمد والنبی ایضا نہ قسم کہائی جاوے غیر اللہ
تعالے کی جیسے نبی اور قرآن اور کعبہ کی اسواسطے کہ حدیث صحیح متفق علیہ مین وارد ہے کہ جب قسم کہاوے تو اللہ کی قسم کہاوے یا سکوت کرے کہا کمال الدین

نے فتح القدیر میں اور عینی نے شرح کنز میں کہا ہے کہ قسم قرآن کی اب مشہور ہو گئی ہے تو یمین ہوگی اور قسم کھانا کلام اللہ کا سو اوسکا دستور ہو گیا ہے یعنی اگر رواج جو قسم کھانے کا تو یمین ہو اور یمین تو یمین آور عینی نے کہا اور میرے نزدیک مصحف یمین ہے خصوصاً ہمارے زمانہ میں یمین ہوئی قسمیں ہیں یہ کذا فی النہر اور یمین واجب اسکے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے مصحف اور قرآن اور کلام اللہ یمین ہے احمد بن حنبل نے اسقدر زیادہ کہا ہے کہ نبی بھی یمین ہے ولو تبرأ من احدها فیمین لما قالا من المصحف الا ان یتبرأ مما فیه بل لو تبرأ من کفر به یکملہ کان یمیناً اور اگر برائت کری اون یمین سے کسی ایک سے یعنی مصحف اور قرآن اور کلام اللہ اور نبی سے تو بالاجماع یمین ہے مگر برات مصحف سے بالاجماع یمین نہیں بلکہ جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین ہے اوسکے نزدیک برائت بھی یمین ہے اور جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین نہیں اوسکے نزدیک برات بھی یمین نہیں اسواسطے کہ مصحف عبارت ہے اوراق اور نقوش سے نہ حقیقی کلام اللہ سے کذا فی حاشیة الحلبی مگر اوسوقت برات مصحف کی یمین ہے جب اوس چیز سے برات کرے جو مضمون اوسکے اندر مرقوم ہے لیکن اگر برات کر گیا اوس قرآن اور کتاب سے جسمیں بسم اللہ مکتوب ہے تو یمین ہوگی اور برات اسطرح پر ہوتی ہے کہ اگر ایسا کروں تو وہ شخص بری ہے یعنی بیزار ہے قرآن یا کلام اللہ یا نبی سے ولو تبرأ من کل آیة فیه او من الکتب الاربعة فیمین واحدة ولو کرر البراءة فایمان بعددها اور اگر برات کرے ہر آیت سے جو قرآن میں ہے یا برات کرے آسمانی چاروں کتابوں سے تو یہ ایک ہی یمین ہے اور اگر برات مکرر کریگا تو بشمار برات کے چند یمین ہوگی یعنی اگر یون کہے کہ وہ شخص بری ہے توریت سے اور بری ہے انجیل سے اور بری ہے زبور سے اور بری ہے قرآن سے تو چار یمین ہوگی اور جس چیز سے بیزاری کرنا کفر ہے جیسے قبلہ اور صوم اور صلوٰۃ تو اوسکی برائت یمین ہے کذا فی العالمگیریة عن الخلاصة وبری من الله ورسوله یمینان اور یون کہنا کہ اگر فلانا کام کرے تو وہ شخص بری ہے اللہ سے اور بری ہے رسول اوسکے سے تو یہ دو یمین ہیں یعنی اگر قسم توڑیگا تو دو بار کفارہ لازم ہوگا ولو زاد والله ورسوله بریان منه فاربع اور اگر قول سابق پر یہ قول اور زیادہ کریگا کہ اللہ اور اوسکا رسول بری ہیں اوس سے تو چار یمین ہوگی اور حنث سے چار بار کفارہ لازم ہوگا وبری من الله الف مرة یمین واحدة اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہے اللہ سے ہزار بار ایک ہی یمین ہے وبری من الاسلام او صوم رمضان او الصلوٰة او من المؤمنین او اعبد الصلیب یمین لانه کفر اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہو اسلام سے یا صوم رمضان سے یا نماز سے یا مؤمنین سے یا میں ایسا کروں تو صلیب یا بت کو پوجوں تو یمین ہے اسواسطے کہ برات اسلام وغیرہ سے اور عبادت غیر اللہ کی کفر ہے وتعلیق الکفر بالشرط یمین اور معلق کرنا کفر کا شرط سے یمین ہے یعنی یون کہے کہ اگر ایسا کرے تو وہ کافر ہے والصحیح انه ان استقد الکفر به یکفر والا لا یکفر اور صحیح آویگا کہ اگر اعتقاد رکھتا ہو کہ شرط کے کرنے سے کافر ہو جاتے ہے تو کافر ہوگا اور اگر یہ اعتقاد نہیں تو وہ شخص کافر نہیں یعنی اگر کہا کہ اگر زید سے بولے تو وہ مجوسی یا یہودی یا نصرانی ہے تو اگر بولیگا تو کفارہ لازم آویگا اور کفر میں اوس شخص کے اختلاف ہے قول مختار یہ ہے کہ اگر بعد تعلیق کے کلام زید کو کفر جانتا ہوگا تو کلام سے کافر ہوگا اسواسطے کہ وہ کفر سے خود راضی ہو گیا اور کفارہ اسکا یہ ہے کہ یون کہے کہ لا اله الا الله محمد رسول الله اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس شرط سے کافر نہیں ہوتا تو کافر نہوگا کذا فی العالمگیریة عن الذخیرة وفی البحر عن الخلاصة والتجرید وتعدد الکفارة لتعدد الیمین والمجلس والمجالس سواء ولو قال عنیت بالثانی الاول فقی حلفه بالله لا یقبل وبحجة او عمرة یقبل اور بحرالرائق میں خلاصہ اور تجرید سے یون منقول ہے کہ تعدد کفارہ کا بسبب تعدد یمین کے ہے اور ایک مجلس اور چند مجالس یکسان برابر ہیں اور اگر حالف نے کہا کہ جتنے یمین ثانی سے یمین اول کو مراد رکھا یعنی واسطے تاکید کے ذکر کیا تو اگر اللہ کی قسم ہو تو اوسکا یہ قول مقبول نہوگا اور حج اور عمرہ کی قسم میں اوسکا قول مقبول ہوگا وفیه معزیاً للاصل هو یهودی هو نصرانی یمینان وکذا والله والله او والله والرحمن فی الاصح بخلاف ان والله والرحمن یمینان وبلا عطف واحدة اور بحرالرائق میں ہے اصل سے منقول کر کے یہ قول کہ وہ یہودی ہے وہ نصرانی ہے یہ دو یمین ہیں اور اسیطرح واللہ واللہ یا واللہ والرحمن بقول اصح دو یمین ہیں اور اتفاق کیا ہے مشائخ نے کہ واللہ اور والرحمن دو یمین ہیں

اور بدون ملفوظ کیے یعنے والله الرحمن ایک یمین ہے وفیہ معزیا للفتح قال الرازی اخاف علی من قال بحیوتی وحیوتک وحیوٰۃ راسک انه یکفر وان اعتقد وجوب البر فیه یکفر ولولا ان العامة یقولونه ولا یعلمونه لقلت انه شرک وعن ابن مسعود رضی الله عنه لان احلف بالله کاذبا احب الیّ من ان احلف بغیره صادقا اور بحرالرائق مین فتح القدیر سے منقول ہو کہ کہا علی رازی نے کہ مین ڈرتا ہون اوس شخص کے کافر ہو جانے سے جو یون کہتا ہے قسم ہے مجکو اپنی زندگی کی اور قسم ہے تیری زندگی کی اور قسم ہے تیرے سر کی زندگی کی اگر وہ یہہ قسم کھا کر وجوب بر کو واجب جانے یعنی اس قسم کا پورا کرنا اور نہ توڑنا ضرور سمجھے تو وہ کافر ہو جاویگا اور اگر عوام خلق اسکو نہ کہتی ہوتی ناوانستگی سے تو مین کہتا یہہ صاف شرک ہے اور عبد الله بن مسعود رضی الله عنه سے مروی ہے کہ اگر مین جھوٹی قسم کھاؤن الله کی میرے نزدیک پسندیدہ تر ہے اس سے کہ غیر خدا کی سچی قسم کھاؤن یعنی الله کی فقط جھوٹی قسم مین گناہ ہے اور غیر خدا کی قسم مین اگرچہ سچی ہو خوف ہے کفر کا

ولا یقسم بصفة لم یتعارف الحلف بها من صفاته تعالی کرحمته وعلمه ورضائه وغضبه وسخطه وعذابه ولعنته وشریعته ودینه وحدوده وصفته وسبحان الله ونحو ذلک لعدم العرف اور قسم نہیں کھائی جاویگی صفات الٰہی سے اوس صفت کی جسکی قسم کھانے کا رواج نہین جیسے خدا کی رحمت اور علم اوسکا اور رضا اوسکی اور غضب اور قہر اور عذاب اوسکا اور لعنت اوسکی اور شریعت اور دین اور حدود اور صفت اوسکی اور سبحان الله اور مانند اوسکے یعنی لا اله الا الله والله اکبر کذا فی العالمگیریة عن السراج ان الفاظ سے قسم جائز نہین بسبب عدم رواج کے ھم عرش اور سموات اور ارض اور شمس اور قمر اور حق رسول اور حق ایمان اور حق قرآن اور حق صوم اور صلوٰۃ اور اسیطرح نفس صلوٰۃ اور صوم اور حج کی قسم سے یمین نہین ہوتی کذا فی العالمگیریة والقسم ایضا بقوله لعمر الله ای بقاوه وایم الله ای یمین الله وعهد الله ووجه الله وسلطان الله ان نوی قدرته ومیثاقه وذمته اور قسم ثابت ہوتی ہے حالف کی اس قول سے لعمر الله یعنی قسم ہے بقا اور دوام الله کی اور ایم الله یعنی قسم خدا کی اور عهد الله اور وجه الله یعنی ذات خدا اور سلطان الله سے یمین ہوتی ہے اگر لفظ سلطان سے قدرت خدا کی نیت کرے اور میثاق اور ذمہ الٰہی سے قسم ہوتی ہے ھم عمر الله بفتح عین یمین ہے اور بضم عین اگرچہ بمعنی بقا ہے لیکن قسم مین مستعمل نہین کذا فی النهر الفائق والقسم ایضا بقوله اقسم او احلف او اعزم او اشهد بلفظ المضارع وکذا الماضی بالاولی کاقسمت وحلفت وعزمت والیت وشهدت وان لم یقل بالله اذا علقه بشرط اور قسم ہوتی ہے اس قول سے بھی یعنی اقسم اور احلف اور اعزم اور اشهد بلفظ مضارع اور اسیطرح بلفظ ماضی بطریق اولی چنانچہ اقسمت اور حلفت اور عزمت اور آلیت اور شهدت سو اگرچہ لفظ الله کا نہ بولے یعنی اگرچہ یون نہ کہے کہ اقسم بالله اور اشهد بالله تو بھی یمین ہے بشرطیکہ معلق کرے ان الفاظ کو شرط پر یعنی یون کہے کہ اقسم لافعلن کذا یعنی قسم کھاتا ہون کہ مقرر ایسا کرونگا اور اگر بلا شرط یون کہیگا کہ قسم کھاتا ہون یا مجکو قسم ہے تو یمین نہوگی اور یہہ جو نہایہ اور درایہ مین ہے کہ بلا تعلیق شرط کفارہ لازم ہے سو غلط ہے کذا فی فتح القدیر وعلیّ نذر فان نوی بلفظ النذر قربة لزمته والا لزمته الکفارة وسیتضح اور اس قول مین کہ علیّ نذر یعنے مجہپر نذر ہے تو اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ کیا یعنی صوم یا صلوٰۃ یا حج کا تو وہ عبادت کرنا اوسپر لازم ہوگا اور اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ نکیا تو یہہ قول یمین ہے کفارہ لازم آویگا بلا حنث بھی اور یہہ مسئلہ آگے واضح ہوگا ھم جب یون کہیگا کہ علیّ نذر لافعلن کذا تو یہہ یمین ہے اور اگر محلوف علیہ کو نہ ذکر کریگا تو قسم نہ ثابت ہوگی کذا فی النهر وعلیّ یمین او عهد وان لم یضف الی الله اذا علقه بشرط مجتبی اور یمین ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ مجہپر یمین اور عہد لازم ہے کہ مین فلانا کام کرونگا اگرچہ اوسکو خدا کی طرف نسبت نکرے یعنی اگرچہ یون نکہے کہ مجہپر خدا کا عہد لازم ہے تو بھی یمین ہے بشرطیکہ تعلیق بالشرط کرے کذا فی المجتبی والقسم ایضا بقوله ان فعل کذا فهو یهودی او نصرانی او فاشهدوا علیّ بالنصرانیة او شریک للکفار او کافر فیکفر بحنثه لو فی المستقبل اما الماضی عالما بخلافه فغموس واختلف فی کفره والاصح ان الحالف لم یکفر سواء علقه بماض او آت ان کان عنده فی اعتقاده

بلکہ اقسم اور مثل اسکے یعنی قسم کھاتا ہون اور اعزم یعنی عزم کرتا ہون اور اشہد یعنی گواہی دیتا ہون ۱۲

انه یکفر وان کان جاہلا وعندہ لا وعنه انه یکفر فی الحلف بالغموس وبمباشرة الشرط فی المستقبل یکفر فیهما لرضاه بالکفر بخلاف الکافر فلا یصیر مسلما بالتعلیق لانه ترک کما بسطه المصنف فی فتاواه ۱۲ اور قسم ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ اگر ایسا کام کروں تو وہ یہودی یا نصرانی ہے یا ایسا کرے تو تم اوسکے نصرانی ہونیکی گواہی دو یا وہ شخص شریک ہے کافرون کا یا وہ شخص کافر ہے تو اس قول سے اوسپر کفارہ ہوگا قسم توڑنے سے اگر زمان مستقبل کی قسم ہو اور زمان ماضی کی قسم خلاف شرط جان کر تو یہ یمین غموس ہے اور اوسکے کفر مین اختلاف ہو اور یہی تو قول صحیح ہے کہ قسم کھایا ہوا اس قسم مین کافر نہین ہوا خواہ اوسنے تعلیق ماضی کی کی ہو خواہ استقبال کی بشرطیکہ اوسکے نزدیک یعنی اوسکے اعتقاد مین تیہ قول یمین ہو نہ کفر اسواسطے کہ اوسنے اوس قول سے قسم کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اگر ایسی قسم کھانیوالا جاہل ہے اور اوسکے اعتقاد مین یہ ہے کہ غموس قسم کھانے سے اور شرط کرنے سے مستقبل مین کافر ہو جاتا ہے تو ماضی اور مستقبل دونون مین کافر ہو جاویگا بسبب رضامندی کفر کے اسلئے کہ راضی بالکفر کافر ہے بخلاف کافر کے کہ وہ ایسی قسم سے مسلمان نہین ہوتا یعنی اگر یون کہے کہ اگر وہ زید سے بولے تو وہ مسلمان ہے تو زید کے بولنے سے وہ مسلمان نہوگا حاصل مسلمان تعلیق کفر سے کافر ہوتا ہے اسواسطے کہ کفر عبارت ہے ترک ایمان سے تو اوسکی تعلیق شرط سے صحیح ہوگی کذا فی حاشیة الحلبی چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف متن ہذا نے بیان کیا ہے اپنے فتاوی مین وکذا فی النہر ومنح الغفار وهل یکفر بقوله الله یعلم او یعلم الله انه فعل کذا او لم یفعل کذا کاذبا قال الزاهدی الاکثر نعم وقال الشمنی الاصح لا لانه قصد ترویج الکذب دون الکفر وکذا لو وطئ المصحف قائلا ذلک لانه لترویج کذبه لا لاهانة المصحف مجتبی اور کیا کافر ہوتا ہے اس قول سے کہ اللہ جانتا ہے یا یون کہا کہ جانتا ہے اللہ کہ اوسنے ایسا کیا مثلا صبح کی نماز پڑھی اور حالانکہ اوسنے یہ نہین کیا یعنی نماز نہین پڑھی اور اوسنے جھوٹی قسم کھائی زاہدی نے کہا اکثر علما نے کہا کہ ہان وہ اس قول سے کافر ہو گیا اور شمنی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ وہ کافر نہین ہوا اسواسطے کہ اوسنے قسم سے ترویج اور تصدیق کذب کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اسیطرح اگر اوسنے مصحف کو روندا ایسی قول کہتے ہوئے تو کافر نہوگا اسواسطے کہ یہ فعل اوسکا ترویج کذب کیواسطے ہے نہ واسطے اہانت مصحف کے کذا فی المجتبی ہم اگرچہ یہ کفر نہو لیکن سخت گناہ ہے اس سے توبہ کرنا واجب ہے کذا فی حاشیة الحلبی وفیه اشهد الله لا افعل یستغفر الله ولا کفارة وکذا اشهدک واشهد ملائکتک لعدم العرف اور مجتبی مین ہے کہ اس قول مین کہ گواہ کرتا ہون اللہ کو کہ ایسا نکرونگا استغفار اور توبہ کرنا چاہئے اور کفارہ اسمین نہین اور اسیطرح یون کہنا کہ یا اللہ مین گواہ کرتا ہون تجھکو اور تیرے فرشتون کو کہ ایسا کرون گا یہ بھی یمین نہین بسبب عدم عرف کے وفی الذخیرة ان فعل کذا فلا اله فی السماء یکون یمینا ولا یکفر اور ذخیرہ مین ہے کہ یہ قول یعنی اگر مین ایسا کرون تو آسمان مین معبود نہین یمین ہوگا اور اسکا قائل کافر نہوگا وفی انا بریء من الشفاعة لیس بیمین لان منکرها مبتدع لا کافر اور اس قول مین کہ مین بری ہون شفاعت سے یمین نہین اسواسطے کہ منکر شفاعت کا مبتدع ہے نہ کافر اور یمین تعلیق کفر سے ہوتی ہے نہ بدعت سے وکذا فصلوتی وصیامی لهذا الکافر واما فصلوتی وصیامی للیهودی فیمین ان اراد به القربة لا ان اراد به الثواب اور اسیطرح یہ قول یمین نہین کہ اگر مین ایسا کرون تو میری نماز اور روزہ اس کافر کے واسطے ہے اور اگر یون کہیگا کہ اگر مین ایسا کرون تو میرا روزہ یہودیون کیواسطے ہے تو یمین ہوگی اگر صوم سے عبادت مراد رکھیگا اسواسطے کہ عبادت سے غیر خدا کا تقرب چاہنا کفر ہے تو تعلیق مکفر کی ہوگی اور اگر صوم سے ثواب صوم کا ارادہ کریگا تو یمین نہوگی ہم ظاہرا امثال اول و ثانی مین کچھ فرق نہین تو واجب ہے کہ دونو کا ایک ہی حکم کما فی حاشیة الحلبی وزواله مبتدا آخر قوله لا الاله لا وحقا الا اذا اراد به اسم الله تعالی وحق الله واختار فی الاختیار انه یمین للعرف ولو بالباء فیمین اتفاقا بحر وبحرمته وبحرمة شهادة الله وبحرمة لا اله الا الله وبحق رسول الله او الایمان او الصلوة وعذابه وثوابه ورضاه ولعنة الله وامانته لکن فی الخانیة امانة الله یمین وفی النهر ان نوی العبادات فلیس بیمین وان تعالی فعلیه غضبه او سخطه او لعنته او هو زان او سارق او شارب خمر او اکل ربوا لا یکون قسما لعدم التعارف

اور یون کہنا وحقا اور حق اللہ اور بحرمۃ اللہ اور بحرمۃ شہد اللہ اور بحرمۃ لا الٰہ الا اللہ اور بحق رسول اللہ یا بحق الایمان یا بحق الصلوٰۃ اور یون کہنا کہ قسم ہے اوسکے عذاب کی اور وادوسکے ثواب کی اور اوسکی رضامندی اور لعنت کی اور اوسکی امانت کی اور اگر فلانا کام کرے تو اوسپر غضب اللہ کا اور قہر اوسکا اور لعنت اوسکی یا کہ وہ شخص زانی ہے یا سارق یا شراب کا پینے والا یا بیاج کا کہانیوالا ان اقوال سے قسم نہین ہوتی بسبب عدم رواج کے شارح کہتا ہے قولہ مبتدا ہے اور خبر اوسکی لا ہے وحقا یمین نہین مگر جب اوس لفظ سے اسم اللہ کا مراد رکہے تو البتہ یمین ہوگی ہر چند ماتن اوسکو آگے ذکر کریگا لیکن شارح نے اشارہ کیا کہ اوسکا ذکر کرنا یہین مناسب تہا واسطے اختصار کے اور ختبار شرح مختار یہین وحق اللہ کے یمین ہونیکو پسند کیا ہے بسبب رواج کے اور اگر بحا ہو دار کے بڑا دے یعنی یون کہے کہ بحق اللہ یہین ایسا کرونگا تو یمین بالاتفاق ہے کذا فی البحر الرائق ولیکن خانیہ مین ہے کہ لفظ امانۃ کا یمین ہے اوسواسطے کہ امانت صفت ہے اللہ کی اوسواسطے کہ اسماء الٰہیہ مین مہیمن بہی ہے لیکن صفات الٰہی مین اعتبار رواج کا واجب ہے چنانچہ اسکی تفصیل ہو چکی کذا فی حاشیۃ الحلبی اور نہر الفائق مین ہے کہ اگر امانت سے عبادات کا قصد کریگا تو یمین نہوگی جیسے صوم اور صلوٰۃ سے نہین ہوتی فلو تعورف ھل یکون یمینا ظاھر کلامھم نعم وظاھر کلام الکمال لا وتمامہ فی النھر سو اگر اقوال مذکورہ سے قسم کہانا مروج ہو جاوے تو آیا یہہ اقوال یمین ہونگی یا نہین ظاہر کلام فقہا کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان اور ظاہر کلام کمال الدین الہمام کا یہہ ہے کہ رواج سے بہی یمین نہونگے اور پوری تقریر اسکی نہر الفائق مین ہے وفی البحر ما یباح للضرورۃ لا یکفر مستحلہ کدم وخنزیر اور بحر الرائق مین ہے کہ جو چیز حرام مباح ہو جاتی ہو بسبب ضرورت کے تو اوسکا حلال کہنے والا کافر نہین ہوتا جیسے خون اور سؤر تو اگر یون کہے کہ اگر وہ ایسا کرے تو وہ خون کہاوے یا سؤر تو یمین نہوگی اوسواسطے کہ تعلیق کفر کی شرط سے یمین ہے اور استحلال خون اور سؤر ایسا نہین خلاصہ یہہ کہ جو چیز کہ دائمی حرام ہے اسطرح کہ اوسکی حرمت کسی حال مین ساقط نہین ہوتی چنانچہ کفر اور نہ ملنا اسکی تو اوسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین ہے اور جو چیز ایسی حرام ہے کہ گاہی اوسکی حرمت بسبب ضرورت کے ساقط ہو جاتی ہے جیسے مردار اور شراب اور سؤر وغیرہ تو اوسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین نہین کذا فی الطحطاوی الا اذا اراد الحالف بقولہ حقا اسم اللہ فیمین علی المذھب کما صححہ فی الخانیۃ مگر جب کہ ارادہ کریگا قسم کہانیوالا اپنے قول حقا سے اسم اللہ کا تو اب یہہ لفظ یمین ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے چنانچہ اس قول کی تصحیح کی ہے خانیہ مین ومن حروفہ الواو والباء والتاء ولام القسم وحرف التنبیہ وھمزۃ الاستفھام وقطع الف الوصل والمیم المکسورۃ والمضمومۃ کقولہ للہ ھاللہ آللہ م اللہ اور منجملہ حروف قسم کے واو ہے اور بے اور تے چنانچہ واللہ و باللہ و تاللہ اور لام قسم کا مفتوح چنانچہ للہ اور حرف تنبیہ یعنی ہا چنانچہ ہاللہ اور ہمزہ استفہام کا ممدودہ اور قطع الف وصل کا چنانچہ آللہ اور میم مکسورہ چنانچہ مِ اللہ اور میم مضمومہ چنانچہ مُ اللہ معانی ان سب حروف کے یہہ کہ قسم کہاتا ہون اللہ کی ہم ہمزہ قسم کے بعد الف ہوتا ہے اور نام مقدس مجرور اور ہمزہ قسم کو ہمزہ استفہام مجازا کہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وقد تضمر حروفہ ایجازا فیحتمل اسم اللہ بالحرکات الثلث وخیرہ بعد الجر والاتم رفع ایمن اللہ ولعمر اللہ کقولہ اللہ ینصبہ بنزع الخافض وجرہ الکوفیون مسکاین لا افعل کذا افاد اضمار حرف التاکید فی المقسم علیہ لا یجوز اور گاہی حروف قسم کے پوشیدہ لائے جاتے ہین واسطے اختصار کے تو اسم مقدس اللہ کا محتمل حرکات ثلثہ ہوتا ہے حالت اضمار مین اور سوا اوسکے نام پاک کے مخصوص ہوتا ہے بغیر جر کے یعنی اوسمین رفع اور نصب آتا ہے نہ جر اور لازم ہو گیا ہے رفع ایمن اللہ اور لعمر اللہ کا یعنی لون اور رے کا اضمار کی مثال اللہ لا افعلن کذا یعنی قسم اللہ کی ایسا کرونگا البتہ نام مقدس کا نصب جائز ہو بسبب نزع خافض کے اور کوفیون نے اوسکو جر دیا ہے کذا ذکرہ مسکین شارح نے بیان رفع سے سکوت کیا کہ اوسکا جواز ظاہر ہے محتاج وجہ کا نہین اسواسطے کہ اللہ حالت رفعی مین مبتدا ہے اور خبر محذوف یعنی اللہ قسمی کذا فی النہر ماتن نے لا افعلن کی مثال میں اشارہ کیا کہ اضمار حروف تاکید کا جائز نہین مقسم علیہ سے یعنی جسپر قسم کہائی جاوے ونقص الشرح بقولہ لحلف بالعربیۃ فی الاثبات لا بکون الا بحرف التاکید

وهی اللام والنون کقوله والله لافعلن کذا وربما مرلقد فعلت کذا مقرونًا بکلمة التوکید وفی النفی یکون بحرف النفی حتی لو
قال والله افعل کذا الیوم کانت یمینه علی النفی وتکون لا مضمرة کانه قال لا افعل کذا لامتناع حذف حرف التاکید فی
الاثبات لاضمار العرب فی الکلام الکلمة لا بعض الکلمة من البحر عن المحیط یہ مسم ہو از حرف تاکید کو اتنہ لے اپنے اس قول مین کہ اگر
کہدیا کہ قسم عربی زبان مین اثبات مین نہین ہوتی بدون حرف تاکید کے اور حرف تاکید لام اور نون ہے مضارع مثبت مین چنانچہ واللہ لافعلن کذا
اور ماضی مین حرف تاکید لقد ہے چنانچہ واللہ لقد فعلت کذا مقرون بکلمہ تاکید اور نفی مین حرف نفی ہوتا ہے چنانچہ واللہ لا افعل کذا و واللہ ما فعلت
کذا یہانتک کہ اگر اثبات مین بلا حرف تاکید یون کہیگا کہ واللہ افعل کذا الیوم تو اوسکی یہ قسم نفی پر ہوگی اور کلمہ لا وہان مضمر ہوگا گویا یون کہا
کہ واللہ لا افعل کذا اثبات کو نفی اسواسطے ٹھہرایا کہ حرف تاکید محذوف کرنا اثبات مین ممتنع ہے اسواسطے کہ عرب کلام مین پورا کلمہ حذف کرتے
ہین نہ بعض کلمہ تو لفظ لا پورا کلمہ ہے بخلاف لام اور نون کے کذا فی البحر عن المحیط بنا بر اس تحقیق کے اگر کوئی یون قسم کہاوے کہ واللہ اضرب
الیوم زیدًا تو عدم ضرب سے حانث نہوگا اسواسطے کہ یہ قسم ظاہر مین مثبت ہو اور واقع مین منفی کما لا یخفی وکفارته هذه اضافة للشرط
لان السبب عندنا الحنث اور کفارہ قسم شارح نے کہا اضافت کفارہ کی طرف قسم کی من قبیل اضافت شی کے ہے اپنی شرط کیطرف نہ
شی کی طرف سبب کے اسواسطے کہ سبب کفارہ کا ہمارے نزدیک حنث ہے کذا فی النهر تحریر رقبة او اطعام عشرة مساکین کما مر فی الظهار کفارہ
قسم کا آزاد کرنا ہے گردن کا یا دس محتاجون کو کھانا دینا چنانچہ اعتاق اور اطعام کی تفصیل باب الظهار مین مذکور ہو چکی یعنی اعتاق مین غلام
مسلم ہو یا کافر مذکر ہو یا مونث صغیر ہو یا کبیر جائز ہے اور مفقود المنفعت اور مدبر اور ام ولد اور وہ مکاتب جو بعض بدل کتابت ادا کر چکا ہے
جائز نہین اور اطعام مین تملیک اور اباحت دونو کافی ہین تو تملیک مین نصف صاع گیہون اور ایک صاع کہجور یا جو ہر محتاج کو دیوے اور اباحت مین
دن اور رات دونو وقت پیٹ بہر کے کہلاوے سو اگر گیہون کی روٹی کہلا دے تو دال اور گوشت کی حاجت نہین و الا سالن ضرور ہے
تفصیل کفارہ ظہار کے اور مصرف کفارہ وہی ہے جو مصرف ہے زکوة کا تو اپنے اصول اور فروع اور غنی اور سید کو دینا جائز نہین او کسوتهم
بما یصلح للاوساط وینتفع به فوق ثلثة اشهر ویستر عامة البدن فلم یجز السراویل الا باعتبار قیمة الاطعام یا کفارہ قسم کا
دس محتاجون کو لباس دینا ہے ایسی پوشاک جو متوسط لوگون کے مناسب حال ہو یعنی اغنیا کی پوشاک سے کم اور محتاجین کی پوشاک سے زیادہ
ہو اور تین مہینے سے زیادہ اوسکو استعمال کر سکے اور ایسا کپڑا ہو جس سے اکثر بدن ڈہک جاوے تو فقط پائجامہ دینا جائز نہین اور اسیطرح ٹوپی
مگر باعتبار قیمت اطعام کے پائجامہ دینا جائز ہے یعنی اگر قیمت اوسکی بقدر نصف صاع گیہون کے ہو تو اوسکا دینا کفایت کریگا بنا بر لباس کے بلکہ
باعتبار طعام کے اسواسطے کہ حق تعالے نے قرآن مجید مین ادای کفارہ مین حالف کو اعتاق یا لباس یا اطعام مین اختیار دیا ہے ان تینون چیزون مین
سے جسکو چاہے اختیار کرے ولو ادی الکل جملة او مرتبًا ولم ینو الا بعد تمامها للزوم النیة لصحة التکفیر وقع عنها واحد
اعلاها قیمة اور اگر سب کو ادا کیا کفارہ مین یعنی اعتاق اور کسوة اور اطعام یکبارگی ادا کیا یا بترتیب دیا اور نیت کفارہ کی نکی مگر بعد اوسکی
تمامی کے تو واقع ہوگا کفارہ کیجانب سے تینون مین سے وہ ایک جو قیمت مین سب سے اعلی ہے اعتبار نیت کا ہے بسبب لزوم نیت کے واسطے صحت کفارہ
ادا کرنیکے یعنی کفارہ بدون نیت کے صحیح نہین کذا فی النهر عن الفتح ولو ترک الکل عوقب بواحد هو ادناها قیمة لیسقط الفرض
بالادنی اگر کفارہ مین سب تینون چیزون کو ترک کیا تو عذاب کیا جاویگا اوس چیز سے جو قیمت مین سب سے ادنی ہے بسبب ساقط ہونے فرض کے اوس
سے بس فان عجز عنها کلها وقت الاداء عندنا حتی لو وهب ماله وسلمه ثم صام ثم رجع بهبته اجزاه الصوم مجتبی قلت فما
هذا یستثنی من قولهم الرجوع فی الهبة فسخ من الاصل سو اگر عاجز ہو کفارہ سے سب تینون چیزون سے کفارہ ادا کرنیکے وقت
ہم حنفیون کے نزدیک یہانتک کہ سب اپنا مال کسیکو ہبہ کیا اور تسلیم کر دیا پھر اوسنے روزہ رکھا پھر اوسنے اپنی ہبہ کو پھیر لیا تو اوسکو روزہ

کفایت کریگا اسواسطے کہ وقت ادای کفارہ وہ عاجز تھا اعتاق یا کسوت یا اطعام سے کذا فی المجتبی شارح کہتا ہے اور یہ مسئلہ مستثنی ہے فقہا کے اس قول
کہ ہبہ کو پھیر لینا فسخ ہے اصل ہبہ سے اسواسطے کہ اگر مستثنی نہوتا تو صوم کفایت نکرتا صام ثلثۃ ایام ولاء ویبطل بالحیض بخلاف کفارۃ الفطر
وجوز الشافعی التفریق واعتبر العجز عند الحنث مساکین یعنی اگر اعتاق یا کسوت یا اطعام سے وقت ادای کفارہ عاجز ہو تو تین روزے
ساتھ مسلسل اور باطل ہوگا صوم تین دن کے اندر حیض آنے سے بخلاف کفارہ افطار رمضان کے کہ وہ حیض سے باطل نہیں ہوتا اور جائز رکھا ہے امام
شافعی نے تفریق صوم کو اور اعتبار کیا ہے عاجزی کو حنث کیوقت نہ ادا کیوقت کذا ذکرہ مسکین[1] کفارہ یمین کی تفصیل میں اصل نص قرآنی سے
فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ہرچند قرآن مجید میں اتصال صیام
کی قید نہیں لیکن ابن مسعود کی قرأت یوں ہے کہ ثلثۃ ایام متتابعات اور قرأت اونکی مانند اونکی روایت کے ہے اور چونکہ قرأت مشہور ہے لہذا
زیادت علی الکتاب اوس سے جائز ہوئی کذا فی منح الغفار والشرط استمرار العجز الی الفراغ من الصوم فلو صام المعسر یومین ثم قبل
فراغہ ولو بساعۃ ایسر ولو بموت مورثہ موسرا لا یجوز لہ الصوم ویستانف بالمال خانیہ اور شرط کافی ہونے صوم کی برابر چلا جانا
عاجزی کا ہے فراغت صوم تک تو اگر حانث محتاج نے دو روزے رکھے پھر یوم ثالث کے صوم سے فراغت ہونیسے پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت دن
باقی ہے وہ مقدور والا ہوگیا اگرچہ مقدور حاصل ہوا ہو لیسے تونگر مورث کے مرنے سے تو یہ صوم جائز نہوگا اور سر نو سے مال کا کفارہ دیوے
یعنی اعتاق یا کسوۃ یا اطعام کا کذا فی الخانیہ ولو صام ناسیا للمال لو یجز علی الصحیح مجتبے اور اگر روزہ رکھا اپنے مال کو بھول کر یعنی اسکا
مملوک مال تھا سو اوسنے آپکو محتاج جانکر صیام کا کفارہ ادا کیا اور پھر مال یاد آیا تو یہ صوم جائز نہو گا صحیح قول پر کذا فی المجتبے[2] خانیہ میں ہے
کہ اگر اوسکے پاس مال ہوا اور اوسپر قرض ہو تو اگر اوسنے اس مال سے قرض ادا کیا تو بالاتفاق کفارہ صوم کا ادا کرے اور اگر قبل ادا
قرض کے روزہ رکھا تو بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں کذا فی النہر ولو نسی کیف حلف باللہ او بطلاق
او بصوم لا شیء علیہ الا ان یتذکر خانیہ اور اگر حالت بھول گیا کیونکر قسم کہائی تھی اللہ کی قسم تھی یا طلاق یا صوم کی تو اوسپر کوئی چیز لازم نہیں نہ کفارہ نہ طلاق مگر یہ کہ اسکو یاد
آجاوے کہ فلان چیز کی قسم تھی وہی لازم ہوگی کذا فی الخانیہ ولم یجز التکفیر ولو بالمال خلافا للشافعی قبل حنث لان الکفارۃ لستر الجنایۃ ولا جنایۃ
ولا یسترد من الفقیر لوقوعہ صدقۃ اور جائز نہیں کفارہ دینا قبل حنث کے اگرچہ کفارہ مال کا ہو بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک
کفارہ مال کا قبل حنث کے صحیح ہے ہمارے نزدیک کفارہ قبل حنث کے اسواسطے صحیح نہوا کہ کفارہ موضوع ہے واسطے چھپانے گناہ کے اور قسم توڑنے
سے پہلے کوئی گناہ نہیں جسکو کفارہ چھپاوے تو دوسرا کفارہ بعد حنث کے ادا کرنا لازم ہوگا اور جو طعام اور کسوۃ قبل حنث کے دیا ہو اوسکو
فقیر سے نہ پھیرلے اسواسطے کہ وہ صدقہ نافلہ ہوچکا[3] اگر کوئی سوال کرے کہ سنن ابو داؤد میں عبد الرحمن بن سمرہ سے روایت ہے فکفر عن یمینک
ثم ایت الذی ہو خیر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول کفارہ دے پھر قسم توڑے اسواسطے کہ لفظ ثم کا واسطے تعقیب کے ہے اوسکا جواب یہ ہے
کہ عبد الرحمن بن سمرہ سے صحیحین میں یوں روایت ہے قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرایت غیرہا خیرا منہا فکفر عن
یمینک وایت الذی ہو خیر کہ اس روایت میں واو ہے نہ ثم اور واو واسطے مطلق جمع کے موضوع ہے نہ واسطے تعقیب کے اور چونکہ روایت صحیحین کی
معروف اور صحت میں مقدم ہے تو روایت ابو داؤد کی اون کے مقابل میں شاذ ہے تو لا محالہ تاویل سکی ہے یعنی ثم بمعنی واو کے ہے اور
صحیح مسلم میں عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من حلف علی یمین فرای خیرا منہا فلیات الذی ہو
خیر ولیکفر عن یمینہ اور اسیکی شاہد امام احمد کی روایت ہے عبد اللہ بن عمرو سے کذا فی فتح القدیر ومصرفہا مصرف الزکوۃ فلا فلا
قیل الا للذمی خلافا للثانی وبقولہ یفتی کما عرف بابہا اور مصرف کفارہ یمین کا وہ مصرف ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے اور جو زکوۃ کا مصرف
نہیں وہ کفارہ کا بھی مصرف نہیں چنانچہ اوسکا ذکر ترجمہ میں قبل اسکے ہوچکا بعضوں نے کہا ہے مگر ذمی کو کفارہ دینا جائز ہے نہ زکوۃ بخلاف

اور درست ہے کہ انکے نزدیک ذمی کو بھی کفارہ دینا جائز نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ باب الزکوۃ میں گذر گیا تو بقول مفتی بہ کلیہ قائم رہا کہ مصرف
کفارہ لبینہ مصرف زکوۃ ہے ولا کفارۃ تجب علی کافر وان حنث مسلما بآیۃ انھم لا ایمان لھم واما ان نکثوا ایمانھم فیعنی الصوری
لتحلیف الحاکم اور کفارہ واجب نہیں کافر کی قسم سے اگرچہ وہ مسلمان ہو کر حانث ہو بدلیل اس آیت قرآنی کے کہ انھم لا ایمان لھم یعنی کافرون کو واسطے
قسمین نہیں ہیں لہذا اول کتاب الیمین میں مذکور ہو چکا کہ شرائط صحت یمین سے اسلام ہے اسواسطے کہ یمین عبادت ہے اور کافر اہل عبادت کا نہیں اور
یہ جو دوسری آیت میں وارد ہے وان نکثوا ایمانھم کہ اگر وے اپنی قسمیں توڑیں تو مراد اوس سے یمین ظاہری ہے جسکو کفار اپنے مسلمانون کے سامنے
ظاہر کرتے ہیں نہ حقیقی جیسے قسم لینا حاکم کا کافر سے اس توقع سے کہ وہ قسم سے انکار کرے تو حق ثابت ہو جاوے اور اگرچہ کافر کے حق میں یمین کی
حقیقت ثابت نہیں لیکن چونکہ وہ اپنے اعتقاد میں نام الٰہی کی تعظیم کرتا ہے تو جھوٹی قسم سے انکار کریگا تو مقصود حاصل ہوگا یعنی ظہور حق اسواسطے کافر سے یمین
لینا چاہیے کذا فی النہر والمنح وھو ای الکفر یبطلھا اذا عرض بعدھا فلو حلف مسلما ثم ارتد والعیاذ باللہ ثم اسلم ثم حنث فلا
کفارۃ اصلا لما تقرر ان الاوصاف الراجعۃ الی المحل یستوی فیھا الابتداء والبقاء کالمحرمیۃ فی النکاح اور وہ یعنی کفر باطل
کرتا ہے یمین کو جب عارض ہو بعد قسم کھانے کے تو اگر قسم کھائی حالت اسلام میں پھر معاذ اللہ کافر ہو گیا بعد اسکے مسلمان ہوا پھر قسم توڑی تو اوسپر
ہرگز کفارہ نہیں اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول میں کہ جو اوصاف کہ رجوع کرتے ہیں محل کیطرف اونمیں ابتدا اور بقا دونو برابر ہیں جیسے وصف محرمیت
کا نکاح میں ہم یہان اوصاف سے مراد کفر اور اسلام ہے اور محل سے مراد قسم کھانیوالا شخص ہے اور مراد بقا سے عروض ہے چنانچہ نکاح میں محرمیت کا
وصف خواہ ابتدا سے ہو خواہ پیچھے سے عارض ہو دونو برابر ہیں تو زانی پر بنت فرعیہ حرام ہے جیسے اوسکی زوجہ حرام ہو جاتی ہے زوجہ کی ماں سے زنا کرنے سے وا
کذا النذر الکافر بما ھو قربۃ لا یلزمہ شیئ اور اسیطرح نذر نہیں ہے اگر نذر مانے کافر اوس چیز کی جو از قسم عبادت ہے چنانچہ صوم یا صدقہ تو
اوسپر کچھ لازم نہیں امام اعظم کے نزدیک نہ قبل اسلام کے نہ بعد اوسکے یہی مذہب ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک کفارہ ایلا لازم ہے
نہ صوم اور صدقہ اور یہ جو صحیحین میں عمر فاروق سے مروی ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین نے جاہلیت میں ایک رات مسجد الحرام کے اعتکاف کی
نذر مانی تھی سو حضرت نے فرمایا کہ اپنی نذر کو ادا کر تو مراد یہ ہے کہ حالت اسلام میں عبادت جدا گانہ کر قطع نظر جاہلیت کے نذر سے واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ومن حلف
علی معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ او قتل فلان وانما قال الیوم لان وجوب الحنث لا یتاتی الا فی الیمین الموقتۃ اما المطلقۃ فحنثہ
فی اخر حیاتہ فیوصی بالکفارۃ بموت الحالف ویکفر عن یمینہ بھلاک المحلوف علیہ غایۃ وجب الحنث والتکفیر لانہ اھون
الامرین اور جو شخص قسم کھاوے گناہ پر چنانچہ اپنے والدین سے نہ بولنے کی یا آجکے دن فلانے شخص کے قتل کرنیکی تو اس صورت میں قسم توڑنا اور کفارہ
دینا واجب ہے اسواسطے کہ قسم توڑکر کفارہ دینا آسان تر ہے ترک کلام والدین اور قتل ناحق سے اسیکی طرف شیخ سعدی نے اشارہ کیا کہ آزردن
دل دوستان جہل ست و کفارہ یمین سہل اور ماتن نے قتل میں آجکے دن کی قید اسواسطے لگائی کہ وجوب حنث حاصل نہیں ہو سکتا مگر موقت
قسم میں اور مطلق قسم میں تو حنث حالف کی آخر حیات میں ہوتا ہے اسواسطے کہ تا حیات حالف مثلا نفی قتل کی نہیں ہو سکتی تو وصیت کیجاوے
کفارہ دینے کی بعد موت حالف کے یعنی حالف وصیت کر جاوے کہ کفارہ دیجیو اور حالف اپنی حیات میں کفارہ نہیں دے سکتا اسواسطے کہ کفارہ
قبل حنث کے صحیح نہیں اور کفارہ ادا کرے حالف اپنی قسم کا محلوف علیہ کی موت سے یعنی جسکے قتل کی قسم کھائی کذا فی غایۃ البیان خلاصہ یہ ہے
کہ یمین مطلق میں حنث بدون موت حالف یا محلوف علیہ کے نہیں ہو سکتا بشرطیکہ محلوف علیہ مثبت ہو اور اگر منفی ہو چنانچہ عدم کلام والدین تو
حنث فی الحال متصور ہے کلام کرنے سے تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ الیوم مثال ثانی کی قید ہے نہ مثال اول کی کذا فی حاشیۃ الحلبی وحاصلہ
ان المحلوف علیہ اما فعل او ترک وکل منھما اما معصیۃ وھی مسئلۃ المتن او واجب کحلفہ لیصلین الظھر الیوم فبرہ
فرض او ھو اولی من غیرہ او غیرہ اولی منہ کحلفہ علی ترک وطی زوجتہ شھرا ونحوہ وحنثہ اولی او مستویان کحلفہ لا

هذا الخبز مثلا ادیہ اولیٰ وٰایۃ واحفظوا ایمانکم تفید وجوبہ فتح وھی عشرۃ اور قسم توڑنیکے اقسام کا خلاصہ بطریق کلیہ یہہ ہے کہ محلوف علیہ یعنے جسپر قسم کھائی وہ دو حال سے خالی نہین کہ فعل ہے یا ترک فعل اور ہر ایک یا معصیت ہے اور یہی مسئلہ متن مین مذکور ہو چکا تو معصیت کی قسم مین حنث واجب ہے یا فعل اور ترک واجب ہے چنانچہ یون قسم کھانا کہ واللہ مین آج کے دن ظہر کی نماز پڑھونگا یہہ مثال ہے فعل کی اور ترک کی مثال یون ہو کہ واللہ مین شراب نہ پیونگا سو واجب کی قسم مین بر واجب ہے یعنی قسم کو پورا کرنا ہر چند نماز ظہر اور عدم شرب خمر قسم سے پہلے بھی واجب تھا لیکن قسم سے زیادہ تر وجوب ہو گیا یا محلوف علیہ اولیٰ ہے اپنے غیر سے چنانچہ واللہ مین صدقہ دونگا فقیرون کو یا اپنے اہر جوالون کو نہ ماردنگا تو اس حلف کو قائم رکھنا اولیٰ اور افضل ہے اور ممکن ہے کہ مثل مباح کے اسکی بھی بر کو واجب کہین بلکہ اسکا وجوب بنا مات کے وجوب سے بالاولیٰ ہے یا محلوف علیہ کا غیر اولیٰ ہے محلوف علیہ سے چنانچہ قسم کھانا حالف کا اپنی زوجہ کی ترک قربت پر ایک مہینے تک اور مانند اسکے چنانچہ واللہ مین آج کبھی پیاز کھاؤن گا تو اس قسم کا توڑنا اولیٰ اور افضل ہے یا محلوف علیہ اور غیر اسکا دونو برابر ہون چنانچہ اسکی قسم کھانا کہ روٹی نکھاؤنگا مثلاً یا واللہ مین دریا کی سیر کو آج جاؤنگا اور ایسی قسم کا قائم رکھنا اولیٰ ہے اور یہہ آیت قرآنی کہ واحفظوا ایمانکم کہ محافظت کرو اپنی قسمون کی مباحات مین بھی وجوب بر کی مفید ہے کذا فی فتح القدیر اور یہہ دس صورتین ہین جو مذکور ہو چکین ومن حرم ای علی نفسہ لانہ لو قال ان اکلت من ھذا الطعام فھو علی حرام فاکلہ لا کفارۃ خلاصہ واستشکلہ المصنف جو شخص اپنی ذات پر حرام کر دے ماتن نے تحریم منجز کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسطرح تحریم معلق کریگا کہ اگر مین اس طعام کو کھاؤن تو وہ مجہپر حرام ہے پھر بعد اسکے اوس طعام کو کھایا تو اوسپر کفارہ نہین کذا فی الخلاصہ اور مشکل سمجھا ہے اسکو مصنف نے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وجہ اشکال کی یون بیان کی ہے کہ معلق بالشرط نزدیک وقوع شرط کے مانند منجز کے ہے یعنی پھر کیا وجہ کہ حنث مین کفارہ نہین جواب اس اشکال کا یہہ ہے کہ تحریم منجز اور معلق مین فرق ہے اسواسطے کہ منجز مین طعام موجود کی تحریم ہے اور معلق مین تحریم ثابت نہین مگر بعد اکل کے اور بعد اکل کے طعام موجود نہین کذا فی حاشیۃ الحلبی شیئا ولو حراما او ملک غیرہ کقولہ الخمر او مال فلان علی حرام فیمین مالم یرد الاخبار خانیہ جو شخص اپنی ذات پر کسی چیز کو حرام کرے اگرچہ وہ چیز حرام ہو یا غیر کی مملوک ہو چنانچہ یون کہنا کہ شراب مجہپر حرام ہے یا مثلاً زید کا مال مجہپر حرام ہو تو یہہ قول یمین ہے تاوقتیکہ اس قول سے خبر دینے کا ارادہ نکرے کذا فی الخانیہ اور اگر اخبار کا ارادہ کرے گا نہ انشاء تحریم کا تو یمین نہوگا تو اسوقت شراب پینے سے فقط گناہ ہوگا کفارہ لازم نہ آویگا بخلاف انشاء تحریم کے کہ اوسمین گناہ کے سوا کفارہ یمین کا لازم آویگا ثم فعلہ باکل او نفقۃ ولو تصدق او وھب لم یحنث بحکم العرف زیلعی پھر بعد تحریم کے اوس چیز کو کیا یعنی اگر طعام ہے تو اوسکے کھا لیا یا دینار اور درم ہے تو اوسکی خرچ کرنے سے قسم کو توڑا تو کفارہ دی اور اگر بعد تحریم کے اوس شی کو خیرات کر دیا یا کسیکو بخشدیا تو حانث نہوگا بحکم عرف کذا ذکرہ الزیلعی کفر لیمینہ لما تقرر ان تحریم الحلال یمین جو اپنی ذات پر کسی شی کو حرام کرکے پھر اوسکو کرے تو کفارہ دیوے اپنی قسم کا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول مین کہ حرام کر دینا حلال چیز کو یمین ہے یعنی قسم کی ایک یہہ بھی صورت ہو کہ حلال کو حرام کر ڈالے و منہ قولہا لزوجہا انت علی حرام وحرمتک علی نفسی فلو طاوعتہ فی الجماع او اکرھہا کفرت مجتبیٰ اور من قبیل قسم کے یہہ قول ہے عورت کا اپنی زوج سے کہ تو مجہپر حرام ہے اور حرام کیا تجکو مین نے اپنی ذات پر تو بعد اس قول کے اگر اپنی خوشی جماع پر زوج کو قادر ہونے دیگی یا زوج اوس سے زبردستی جماع کریگا تو وہ حانث ہوگی کفارہ دیوے کذا فی المجتبیٰ وفیہ قال لقوم کلامکم علی حرام او کلام الفقراء او اھل بغداد او اکل ھذا الرغیف علی حرام حنث بالبعض اور مجتبیٰ مین ہے کہ کہا ایک شخص سے کہ کلام تمہارا مجہپر حرام ہے یا کلام اہل بغداد کا مجہپر حرام ہے یا کھانا اس روٹی کا مجہپر حرام ہے تو حانث ہوگا بعض کے کلام اور کچھہ روٹی کے کھانے سے وفی واللہ لا اکلمکم او لا اکلہ لم یحنث الا بالکل زادفی الاشباہ الا اذا لم یمکن اکلہ فی مجلس واحد او حلف لا یکلم فلانا وفلانا وکو

احدهما او لا یکلم اخوة فلان وله اخ واحد وتمامه فیما قلت رسمه عرف جواب حادثة حلف بالطلاق ان اولاد زوجته
لا یطأون فی بیته فطلع واحد منهم لم یحنث اور اس قول مین که والله مین تمسے کلام نکرونگا یا روٹی نکھاؤنگا تو حانث نہوگا مگر سب سے
کلام سے اور سب روٹی کے کھانیسے زیادہ بیان کیا ہی اشباہ مین مگر اوسوقت بعض روٹی کھانے سے حانث ہوگا جب تمام روٹی کا کھانا مجلس احد
مین متعسر ہو یا قسم کھائی که کلام نکرونگا فلانے اور فلانے سے اور نیت کی دو مین سے ایک کی یا یون قسم کھائی که مثلا زید کے بھائیون سے نبولونگا
اور زید کا ایک ہی بھائی ہے تو اوسوقت مین ایک ہی شخص کے بولنے سے حانث ہوگا اور یہ سارا بیان اسکا اشباہ مین ہی شارح کہتا ہی مین کہتا ہون که
اسیسے معلوم ہو گیا اس واقعہ کا جواب که ایک شخص نے طلاق زوجہ کی قسم کھائی اگر اوسکے زوجہ کی اولاد اوسکے گھر کو جائینگی سو زوجہ کی اولاد
سے ایک وکنڈ زوج کے گھر کو جائیگا تو زوج حانث نہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے که لفظ اولاد جمع ہی بدون الف اور لام کے اور اقل مرتبہ
جمع کا تین ہین کذا فی حاشیة الحلبی عن البحر کل حل او حلال الله او حلال المسلمین علی حرام زاد الکمال او الحرام یلزمنی ونحوه فهو علی
الطعام والشراب ولکن الفتوی فی زماننا علی انه تبین امرأته بطلقة ولو له اکثر بن جمیعا بلا نیة وان نوی ثلثا فثلث
وان قال لم انو طلاقا لم یصدق قضاء لغلبة الاستعمال ولذا لا یحلف به الا الرجال ظهیریة کہا ایک شخص نے که یہ سب حلال مجہپر
حرام ہے یا یون کہا که حلال الله کا یا حلال مسلمین کا مجہپر حرام ہے کمال الدین نے اتنا اور بھی زیادہ کیا ہی که یا حرام مجکو لازم ہو گیا اور مانند اس
قول کے تو ظاہر مذہب مین تحریم حلال کے کہانے یا پینے پر محمول ہے تو بعد اس قول کے حانث نہوگا مگر اکل اور شرب سے لیکن ہمارے زمانہ مین فتوی
اسپر ہی که قائل کی عورت باین ہو جاویگی ایک طلاق کر اور اگر اوسکی زوجات ایک سے زیادہ ہون تو سب ایک ایک طلاق سے باین ہو جاوینگی
بلا نیت اور اگر اس کلام سے تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر وہ کہیگا که تحریم حلال سے مین نے طلاق کی نیت نہین
کی تو دیانةً اوسکی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہوگی بسبب غالب ہونے استعمال تحریم حلال کی طلاق مین ولہذا اس لفظ سے قسم نہین کہاتے
مرت مین مگر مرد نہ عورتین کذا فی المنح عن الظہیریة وان لم تکن له امرأة وقت الیمین سواء اتخذ بعده او لا فیمین فیکفر باکله او شربه
لو عینه حل آخر ولو بابه حل ماضی فغموس او لغو ولو کانت له امرأة وقتها فبانت بلا عدة فاکل فلا کفارة لانصرافها للطلاق
وقد حرر فی الایلاء اور اگر اوسکی عورت نہو یمین کے وقت خواہ اوسنے بعد یمین کے نکاح کیا ہو یا نکیا ہو تو اوسوقت مین تحریم حلال کی طلاق
نہوگی بلکہ یمین ہوگی تو کفارہ دیوے اپنے اکل و شرب سے اگر یمین اوسکی استقبال پر ہو اور اگر یمین الله جلشانہ کے نام پاک سے ہو ماضی پر اسطرح که
اگر والله مین نے ایسا کیا ہو تو حلال الله کا مجہپر حرام ہی تو یہ یمین غموس ہے اگر جہوٹی قسم ہو یا یمین لغو ہے اگر اوسکو صدق کا ظن ہو اور
اگر اوسکی ایک عورت ہو یمین کے وقت پھر وہ باین ہو گئی بدون عدت کے یعنی غیر مدخولہ تھی سو بعد یمین کے وہ مطلقہ ہو گئی پھر اوسنے کچھ
کہایا پیا تو اس اکل اور شرب سے اوسپر کفارہ نہ لازم ہوگا بسبب پھر جانے یمین کے طلاق کیطرف بسبب عورت ہونیکے سوا اکل اور شرب کیواسطے
نہین ہوسکتی اور مسئلہ تحریم حلال کا باب الایلا مین مذکور ہو چکا فائدہ ضروریہ بعد مسائل یمین کے اب مصنف مسائل نذر کو ذکر کریگا
وجہ مناسبت یمین اور نذر کی یہ ہی که نفس وجوب مین دونو مشترک ہین اسواسطے که نذر عبارت ہی ایجاب مباح سے کذا فی النہر یعنی عبادت
غیرہ جیسے کو اپنے اوپر واجب کر لینا نسائی نے عمران بن حصین سے روایت کی که فرمایا رسول خدا صلے الله علیه وسلم نے که نذر دو قسم ہے سو
جس شخص کی نذر الله تعالی کی طاعت اور عبادت مین ہو تو وہ الله کیواسطے ہے اور اوسمین نذر کا ادا کرنا لازم ہی اور جس شخص کی نذر الله
تعالی کی معصیت اور گناہ مین ہو وہ نذر شیطان کیواسطے ہی اوسکا ادا کرنا یعنی منت کا اتارنا لازم نہین اور اوسمین کفارہ دیوے جو یمین
کا کفارہ ہی اور علامہ شیخ قاسم نے شرح درر البحار مین مفصل بیان کیا ہی که یہ جو اکثر عوام الناس نذر مانتے ہین اسطرح که بعض اولیاء الله کی قبر پر
جاتے ہین یا یون کہتے ہوئے که یا حضرت فلانے ہمارا فلانا غائب آدمی اگر وطن مین آئے یا بیمار ہمارا اچھا ہو جاوے یا مراد ہماری بر آوے تو آپ کیواسطے اتنا سونا یا

اتنی چاندی یا اسقدر کھانا یا چراغ کیواسطے اتنا تیل یا موم نذر کرینگے تو یہہ نذر درست باتفاق فقہا و باجماع علما باطل ہے بچند دلیل اول یہہ کہ
نذر مخلوق کیواسطے ہے یا مخلوق کیواسطے نذر جائز نہیں یعنی نذر مخصوص بخدا ہی علیم و قادر ہے اور دوسری دلیل بطلان کی یہہ ہے کہ جنکی نذر مانی وہ میت ہین اور میت کسی چیز کا
مالک نہیں ہوتا اور تیسری دلیل یہہ ہے کہ ایسی نذر کرنیوالے کے گمان مین یہہ ہے کہ سوا ہی خدا کے میت بھی قادر ہے عالم مین کچھہ اوسکا تصرف حکمی
جاری ہے اور یہہ اعتقاد کفر ہے ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ مین نے تیری نذر مانی کہ اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دی مثلا تو مین فلانی درگاہ کے فقیرون
کو کھانا کھلاؤنگا یا درہم دونگا ایسی چیز دینے کا ذکر کرے جسمین محتاجون کو فائدہ ہو اور ذکر ولی کا فقط اسواسطے ہے کہ وہ محل صرف ہے
نذر کا یعنی نذر خالص اللہ ہی کیواسطے ہو تو اسطرح البتہ نذر جائز ہے جب یہہ معلوم ہوا تو یہہ جو درہم اور موم اور تیل اور شمع اسکے اولیا کی قبرون
پر لیجاتے ہین اولیا سے قرب اور نزدیکی حاصل کرنیکو سو یہہ باجماع مسلمین حرام ہے جبتک کہ وہان کے زندہ محتاجون پر صرف کرنا مقصود
نہو یہہ قول وہ ہے جسمین فقہا کا اختلاف نہین انتہی ملخصا اور البتہ اس بلا مین لوگ مبتلا ہین خصوصا شیخ احمد بدوی کے مولد مین کذا فی النہر
الفائق فی کتاب الصوم م جب یہہ روایت اجماعی فقہاء دین کی دریافت ہوئی تو مثل آفتاب کے روشن ہوگیا کہ یہہ جو اکثر نذر اور نیاز اولیاء اللہ کی
قبور پر یا حسنین رضی اللہ عنہما کے ضرائح مجعولہ پر جنکو عوام تعزیہ کہتے ہین ہندوستان مین علی العموم رائج ہے سو سراسر باطل اور گمراہی ہے حق تعالے
بادشاہ اسلام کو قائم کرے کہ ان گمراہیون کو مٹا دے اور علماء دین کو توفیق دے کہ خوف عوام سے اوسکے بطلان کے بیان مین چشم پوشی نکرین اور
تاویلات وہمیہ کرکے اسکا جواز عوام کو نہ لکھا دین آمین ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسہ واجب ای فرض کما
سیصرح بہ تبعا للبحر والدرر وھو عبادۃ مقصودۃ خرج الوضوء وتکفین المیت ووجد الشرط المعلق بہ لزم الناذر لحدیث
من نذر وسمی فعلیہ الوفاء بما سمی اور جسنے نذر مانی خواہ نذر مطلق ہو یا معلق ہو کسی شرط پر اور جنس نذر کے کوئی واجب ہو مراد واجب سے
یہان فرض ہے چنانچہ اسکو مصنف خود تصریح کریگا باتباع صاحب بحر اور درر کے اور وہ واجب عبادت مقصودہ بھی ہو تو عبادت مقصودہ کی قید
سے وضو و تکفین میت کی نکل گئی اسواسطے کہ وضو اگرچہ عبادت ہے لیکن عبادت مقصودہ نہین بلکہ شرط ہے واسطے صحت صلوۃ کے اور شرط معلق علیہ
پائی جاوے تو وہ نذر لازم الادا ہوگی نذر کرنیوالے پر اس حدیث کی دلیل سے کہ جو نذر کرے اور معین کردے تو اوسپر ادا کرنا معین چیز کا لازم ہے م یہہ حدیث غریب ہے لیکن لزوم نذر کا قران اور حدیث
اور اجماع سے ثابت ہے اس خاص حدیث پر موقوف نہین حق تعالے نے فرمایا ولیوفوا نذورھم یعنی چاہیے کہ اپنی نذرون کو پورا کرین اور ایفاء نذر مین بہت احادیث ہین منجملہ انکے ایک یہہ
حدیث مرفوع ہے صحیح بخاری کی عائشہ صدیقہ کی روایت سے کہ جو نذر مانے خدا کی اطاعت کرنیکی تو چاہیے کہ اطاعت کرے اور جو نذر کرے خدا کی
معصیت کرنیکی تو وہ معصیت نکرے اور اجماع کے ذکر کی کچھہ حاجت نہین کذا فی فتح القدیر نذر مطلق یہہ ہے کہ شرط پر معلق نہو چنانچہ یون کہنا کہ
خدا کے واسطے مجھپر ایک مہینہ کا صوم یا حج ہے یا صدقہ یا دو رکعت نماز اور نذر معلق یہہ کہ کسی شرط پر تعلیق ہو نذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میرا بیمار
صحت پاوے یا میرا بیٹا یا لڑکا پیدا ہو تو صوم یا صدقہ یا حج مجھپر لازم ہے کصوم وصلوۃ وصدقۃ ووقف واعتکاف واعتاق رقبۃ
وحج ولو ماشیا فانھا عبادات مقصودۃ ومن جنسھا واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی للحج علی القادر من اہل مکۃ والقعدۃ
الاخیرۃ فی الصلوۃ وھی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی المسلمین فتح جیسا کہ
صوم اور صلوۃ اور صدقہ اور وقف اور اعتکاف اور آزاد کرنا گردن کا اور حج اگرچہ پیادہ نذر مانا ہو تو بھی نذر صحیح ہے اسواسطے کہ امور مذکورہ عبادات
مقصودہ ہین اور اونکی جنس واجب بھی ہے اسواسطے کہ وجوب عتق کا کفارہ ظہار اور یمین مین ہے اور پیدل چلنا حج کیواسطے اہل مکہ پر واجب ہے بشرط قدرت
اور قعدہ اخیرہ نماز مین واجب ہے اور قعدہ عبادت ہے کیونکہ ٹھہرنا ہے مانند اعتکاف کے اور وقف کرنا مسجد کا مسلمانون کے واسطے واجب ہے بادشاہ پر بیت المال
سے اور اگر بیت المال نہو تو مسلمانون پر وقف مسجد کا واجب ہے کذا فی فتح القدیر م شارح نے وجوب صوم اور صلوۃ اور صدقہ کا نہ بیان کیا اسلئے
کہ وجوب صوم رمضان اور نماز پنجگانہ اور زکوۃ کا ظاہر تہا لہذا غیر ظاہر کے بیان وجوب پر اکتفا کی ولم یلزم الناذر ما لیس من جنسہ فرض کعیادۃ

مریض و تشییع جنازۃ و دخول مسجد ولو مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او الاقصی لانہ لیس من جنسہما فرض مقصود و
هذا هو الضابط کما فی الدرر اور سوار کرنا لازم نہیں نذر کرنیوالے پر اس قسم کی نذر کا جسکی ہمجنس شرع میں کوئی فرض نہیں جیسے عیادت بیمار کی اور
جنازہ کے ساتھ چلنا اور مسجد کا داخل ہونا اگرچہ مسجد رسول اللہ کی ہو صلی اللہ علیہ وسلم یا مسجد اقصی ہو یعنی اگر کوئی نذر مانے عیادت مریض یا شایعت
جنازہ یا دخول مسجد کی تو درست ہوگا اور اسکا ادا کرنا نذر پر لازم نہ ہوگا اگرچہ یہ امر عبادت ہیں لیکن مجانس انکی کوئی فرض مقصود بالذات نہیں اور یہی قاعدہ کلیہ
ہے لزوم اور عدم لزوم نذر میں کذا فی الدرر ھ اگر کوئی کہے کہ حج میں طواف الزیارۃ فرض ہے اور وہ بدون داخل ہونے مسجد الحرام کے نہیں ہوتا اسکا
جواب یہ ہے کہ طواف فرض ہے نہ دخول تو دخول مقصود بالذات عبادت نہ ٹھہرا بلکہ وسیلہ ادائے طواف کے جیسے وضو واسطے نماز کے اور اسیطرح پل اور خانقاہ
اور سرای اور پانی کی سبیل رکھنے کی نذر اگر مانیگا تو لازم نہ ہوگی اسواسطے کہ انکی جنس کا کوئی شرع میں فرض نہیں کذا فی المنح وفی البحر شرائطہ خمسۃ
فزاد ان لا یکون معصیۃ لذاتہ فصح نذر صوم یوم النحر لانہ لغیرہ وان لا یکون واجبا علیہ قبل النذر فلو نذر حجۃ الاسلام
لم یلزمہ شیء غیرہا وان لا یکون ما التزمہ اکثر مما یملکہ او ملکا لغیرہ فلو نذر التصدق بالالف ولا یملک الا مائۃ لزمہ
المائۃ فقط خلاصۃ انتہی اور بحر الرائق میں ہے کہ شرائط لازم ہونے نذر کی پانچ ہیں سو مصنف کی دو شرطوں پر تیسری شرط یہ زیادہ کی ہے
کہ وہ معصیت بالذات نہو تو صحیح ہے نذر یوم النحر کے صوم کی اسواسطے کہ صوم عید قربانی کا معصیت بالذات نہیں بلکہ معصیت بالغیر ہے یعنی اسواسطے ممنوع
ہے صوم عید اضحی کا کہ ضیافت ربانی کا دن ہے اور اگر معصیت بالذات کی نذر کریگا تو صحیح نہوگی اور کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الظہیریۃ اور
چوتھی شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز اوسپر واجب نہو قبل نذر کے تو اگر فرض حج کی نذر کریگا تو اوسپر کچھ لازم نہوگا سوا اوسی فرض حج کے اور پانچوین شرط
نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز زیادہ نہو اوس مال سے جسقدر کا کہ وہ مالک ہے یا وہ چیز غیر کی مملوک نہو سو اگر نذر مانی ہزار درم کی خیرات کی اور حالانکہ وہ مالک نہیں
مگر سو درم کا تو اوسپر فقط سو درم لازم ہونگے نہ زیادہ کذا فی الخلاصہ انتہی کلام البحر خلاصہ یہ ہے کہ نذر کی شرطیں پانچ ہیں کہ بدون انکے نذر صحیح نہیں
شرط اول یہ ہے کہ اوسکی جنس کا فرض ہو یعنی منذور کے فرائض شرعیہ میں اصل ثابت ہو دوسری یہ کہ عبادت مقصودہ ہو تیسری یہ کہ وہ بالذات معصیت
نہو چوتھی یہ کہ منذور اوسپر واجب نہو قبل نذر کے پانچوین یہ کہ منذور ناذر کی ملک سے زیادہ نہو اور غیر کا مملوک نہو قلت وتزاد کما فی زواہر الجواہر
وان لا یکون مستحیل الکون فلو نذر صوم امس او اعتکافہ لم یصح نذرہ وفی القنیۃ نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح ما
لم ینو ابناء السبیل شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور بحر الرائق کی شرائط خمسہ نذر پر وہ شرط اور زیادہ کی گئی ہے جو زواہر الجواہر میں ہے وہ یہ ہے
کہ منذور مستحیل الوجود نہو تو اگر کل یعنی یوم گذشتہ کا صوم یا اعتکاف کی نذر کی تو یہ نذر صحیح نہیں کہ ممکن الوجود نہیں اور قنیہ میں ہے کہ نذر کی اغنیا
پر خیرات کرنیکی تو صحیح نہیں جبتک اغنیا و مسافرین کی نیت نکرے اسواسطے کہ غنی پر صرف کرنا نذر کا جائز نہیں مصرف نذر کا فقرا و مساکین ہیں نہ اغنیا
یہ جو ہندوستان میں رواج ہے کہ نذر اللہ کا کھانا یا شیرینی سبکو کھلاتے ہیں غنی کو بھی اور محتاج کو بھی سو خلاف شرع ہے غنی کے کہلانے سے نذر ادا نہین ہوتی
تو اوسکا اعادہ لازم ہے اور جیسے نذر کا دینا غنی کو جائز نہیں ویسے ہی سید کو بھی جائز نہیں ہندیہ کو تہ کے غنی سے مراد یہاں وہ ہے جو صاحب نصاب
ہو یعنی جسکو ستاون روپیہ کا مقدور ہو خواہ اسقدر نقد ہو یا جنس جیسے باغ یا زمین یا رہنے کے سوا دوسری حویلی آمدنی مالیت کی ہو کذا فی کتب الفقہ
ولو نذر التسبیح دبر الصلوۃ لم یلزمہ اور اگر نذر کی تسبیحات کی بعد نماز کے تو یہ نذر لازم نہیں اسواسطے کہ سبحان اللہ کہنا فرض نہیں ولو نذر ان
یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل یوم کذا لزمہ وقیل لا اور اگر نذر مانی اتنا درود یعنی سو یا ہزار بار ہر روز پڑھا کرونگا تو یہ نذر اوسکو
لازم الادا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم نہیں ھ لزوم نذر کی یہ وجہ ہے کہ اگرچہ نماز میں درود پڑھنا فرض نہیں لیکن تمام عمر میں ایکبار درود
پڑھنا فرض ہے چنانچہ کتاب الصلوۃ میں مذکور ہو چکا تو درود کی نذر کرنا صحیح ہوگا کہ اوسکی ہمجنس کی فرضیت ثابت ہے اور قول ثانی کی شاید وجہ
یہ ہو کہ فرضیت درود کی قطعی نہیں واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی ثم ان المعلق فیہ تفصیل فان علقہ بشرط یریدہ کان قدم غائبی او

شرح يوفي وجوبا ان وجد الشرط وان علقه بما لم يرده كان زنيت بفلانة مثلا فحنث وفى بنذره او كفر ليمينه على المذهب لانه
نذر بظاهره يمين بمعناه فيتخير ضرورة ۔ لیکن اسکو رعایت کرنا چاہیے کہ نذر معلق کے حکم میں تفصیل ہے سو اگر اسکو معلق کیا ایسی شرط پر جسکی اوسکو خواہش ہے
چنانچہ یوں کہا کہ اگر میرا غائب شخص آوے یا میرا مریض چنگا ہو تو مجھپر صدقہ واجب ہے تو نذر کو پورا کرے بنا بر وجوب کے اگر شرط پائی جاوے یعنی اگر غائب آوے یا بیمار
چنگا ہو تو صدقہ دینا واجب ہے نہ کفارہ یمین کا اور اگر نذر کو معلق کیا اوس شرط پر جسکی اوسکو خواہش نہیں چنانچہ یوں کہتا کہ اگر میں فلانی عورت سے زنا
کروں مثلا تو مجھپر صدقہ لازم ہے پھر وہ حانث ہوا یعنی اوس عورت سے زنا کیا تو چاہیے اپنی نذر کو پورا کرے یعنی صدقہ دیوے یا کفارہ دے اپنی اس قسم کا
بنا بر مذہب صحیح مفتی بہ کے ایفاء نذر اور کفارہ دینے کا اسواسطے اختیار ہوا کہ یہ قول ظاہر میں نذر ہے اور باطن میں یمین تو بالضرورۃ ایفاء نذر یا کفارہ
دینے میں اوسکو اختیار ہوگا اور وجہ یمین ہونے اس قول کی یہ ہے کہ جب اوسنے منذور کو مثلا صدقہ کو اوس شرط پر معلق کیا جسکی اسکو خواہش نہیں مثلا
زنا پر تو معلوم ہوا کہ منذور اوسکو مطلوب نہیں اسواسطے کہ اوسکو مانع قرار دیا اوس شرط کے فعل سے مانند دخول دار اور کلام زید کے اور یہی حقیقت
ہے یمین کی یعنی منع نفس لیکن چونکہ بظاہر یہ قول نذر ہے لہذا اوسکو اختیار حاصل ہوا ایفاء نذر اور کفارہ دینے میں بموجب دونو وجہ کے بخلاف اوس
شرط کی تعلیق کے جسکی اوسکو خواہش ہے کہ بعد وجود شرط کے وہ معلق بمعنی منجز کے ہو لہذا نذر معلق مذکور نذر منجز کے حکم میں مندرج ہو گئی یعنی وجوب ایفاء
نذر میں کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ نذر مطلق اور نذر معلق میں مطلقا ایفاء نذر واجب ہے نہ کفارہ اور مجموع النوازل میں منقول ہے
کہ امام اعظم نے ظاہر مذہب سے نذر معلق میں تفصیل مذکور کیطرف رجوع کیا اور یہی قول سرخسی اور شہید کا مختار ہوا اور اسی پر فتوی ہے اور وجہ اس تفصیل
کی حدیث صحیح مسلم کی ہے کہ کفارہ نذر کا وہی کفارہ ہے یمین کا کذا فی النہر الفائق نذر مکلف بعتق رقبة فی ملکه وفی به ولا یقضی اثم بالترك
ولا یدخل تحت الحکم فلا یجبرہ القاضی ۔ نذر کی مکلف نے گردن آزاد کرنیکی اپنی ملک میں یعنی یوں کہا کہ خدا کیواسطے مجھکو آزاد کرنا اس غلام کا
لازم ہوا اور حالانکہ وہ غلام اوسکا مملوک ہے تو اس نذر کو پورا کرے اور اگر پورا نکریگا تو گنہگار ہوگا ترک اعتاق سے اور یہ امر حکومت کے نیچے داخل
نہیں تو اوسپر قاضی جبر نکریگا اعتاق کیواسطے نذر ان یذبح ولدہ فعلیه شاة لقصة الخلیل علیه الصلوة والسلام والغاہ الثانی و
الشافعی کنذرہ بقتله ۔ نذر مانی ایک شخص نے کہ اپنے ولد کو ذبح کریگا تو اوسپر بھیڑ یا بکری لازم ہے بدلیل قصہ ابراہیم خلیل علیه الصلوۃ والسلام کے
وہ ذبح فرزند پر مستعد ہوئے تھے بموجب رویت منامی کے سو حق تعالے نے اونکا بدلا دنبہ قرار دیا چونکہ شریعت انبیاء سابقین بشرط عدم نسخ واجب العمل ہے
لہذا امام اعظم اور محمد نے ذبح فرزند کی نذر میں بھیڑ یا بکری تجویز کی اور ابو یوسف اور شافعی نے اس نذر کو لغو کہا ہے اسواسطے کہ معصیت کی نذر ہے کذا
فی الفتح جیسے اپنے فرزند کے قتل کی نذر جائز نہیں بالاتفاق اسواسطے کہ معصیت ہے اور قصہ خلیل علیه السلام میں ذبح وارد ہے نہ قتل کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولغا
لو کان بذبح نفسه او عبدہ وان اوجب محمد الشاة وتذبح ابیه او جدہ او امه لغا اجماعا لانهم لیسوا کسبه ۔ اور لغو ہے اگر اپنے ذبح کرنیکی
نذر کی ہو یا اپنے غلام کی اور محمد نے ذبح نفس اور ذبح غلام میں بکری واجب کی ہے اور اگر اپنے باپ یا دادا یا ماں کی ذبح کی نذر مانی تو بالاجماع لغو ہے اسواسطے کہ انسان کے
اصول اوسکی کسب نہیں بخلاف ولد کے کہ وہ کسب ہے انسان کا چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کذا فی الفتح ولو قال ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاة او علی
شاة اذبحها فبرئ لا یلزمه شیء لان الذبح لیس من جنسه فرض بل واجب کالاضحیة فلا یصح ۔ اور اگر یوں کہا کہ اگر میں چنگا ہو گیا
اپنے اس مرض سے تو میں بکری ذبح کرونگا یا مجھپر بکری کا لازم ہے کہ اوسکو ذبح کرونگا پھر وہ چنگا ہو گیا تو اوسپر کچھ لازم نہیں اسواسطے کہ ہمجنس ذبح کوئی فرض نہیں
بلکہ ذبح واجب ہے چنانچہ قربانی تو یہ نذر صحیح نہیں اسواسطے کہ کہہ چکا شرط صحت نذر سے یہ ہے کہ اوسکا ہمجنس فرض ہو نہ واجب الا اذا زاد وان اتصدق
بلحمها فیلزمه لان الصدقة من جنسها فرض وهی الزکوة فتح وبحر وفیه منافاة لما مر تناقض مصنف مگر جب ذبح کرنیکی نذر یوں مانی کہ اسکے
گوشت کو خیرات کرونگا تو اب یہ نذر لازم ہو جاویگی اسواسطے کہ ہمجنس تصدق فرض ہے یعنی زکوۃ از قسم صدقات ہے کذا فی الفتح والبحر تو معلوم ہوا کہ مصنف کے
متن میں تناقض ہے کذا فی المنح منح الغفار میں کہا کہ ملا خسرو نے درر غرر میں کہا کہ اگر ایک شخص بولا کہ اگر میں چنگا ہو گیا اپنے مرض سے تو بکری ذبح کروں گا

ملہ اس میں ... مطلب یہ ہے کہ ... کی شرط ... دونوں ... [illegible]

تو اوس پر کوئی لازم نہیں کہ جب یون کہے کہ نذر علیّ ان اذبح یعنی مجھ پر نذر ہے کہ ذبح کرون تو اوس کو بکری کا ذبح کرنا لازم ہوا اسواسطے کہ از عمصیغہ نذر کا ترک ثانی ہی
ہے اور اول مین اوسکو نامہ حالانکہ شرط تھہرے دوسری صورت مین بھی حاصل نہیں یعنی مجکو کوئی قرض نہیں چنانچہ خود صاحب قدوری نے اوسکو مقدم بیان کیا ہو تو اوسکے کلام
مین تناقض ہوا اسی سے صدر الشریعہ نے کہا اور کی عبارت مین فی الواقع تناقض نہیں اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین قاضیخان سے منقول ہو کہ جل قال ان
برئت من مرضی ہذا ذبحت شاۃ فبرأ لا یلزمہ شیء الا ان یقول ان برئت فللّٰہ علیّ ان اذبح شاۃ انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کی نذر بغیر صیغہ نذر لازم
نہین اگر یہ جنس نذر معنی صحیح ہے اور نذر ثابت ہوا کہ وجوب سے مراد وجوب حقیقی ہے و مصطلح فقہا کا اور یہ جو صاحب درر نے کہا ہو کہ جب منذور کے اصل فرض
مین ہو تب نذر لازم ہوگی سو فرض سے مراد یہان وہ ہے جو واجب کو بھی شامل ہے انتہی قول الطحطاوی ملخصا خلاصہ یہ ہو کہ شرط لزوم نذر یہ ہو کہ اوسکی جنس سے
ہو اور فرض بطریق اولے نذر لازم ہوگی تو فرضیت کو شرط لزوم قرار دینا گمان ہے مصنف اور شارح کا ولو قال للّٰہ علیّ ان اذبح جزورا واتصدق
بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز کذا فی مجموع النوازل و فی خلاصۃ الفتاوی اور اگر کہا کہ خدا کیواسطے مجھپر لازم ہو ذبح کرنا اونٹ کا اور تصدق کرنا
اوسکے گوشت کا پھر اوسنے اونٹ کی عوض سات بکریان ذبح کین تو جائز ہے کذا فی مجموع النوازل اور وجہ اسکی مخفی نہیں یعنی قربانی اور ہدی مین ایک اونٹ
بجای سات بکری کے ہے و فی القنیۃ ان ذہبت ہذہ العلۃ فعلیّ کذا فذہبت ثم عادت لا یلزمہ شیء اور قنیہ مین ہو کہ ایک شخص نے یون کہا کہ اگر میری
یہ بیماری جاتی رہی تو مجھپر فلانی چیز لازم ہو سو وہ بیماری جاتی رہی لیکن پھر آئی تو اوسپر اب نذر لازم نہیں اسواسطے کہ مقصود تو زوال علت تھا اسطرح پر کہ
عود نکرے سو حاصل نہوا مذکورہ فی الفقہ مسئلۃ جواز الصرف الی فقیر غیر ما عینہ و فی کتاب الصوم ان النذر غیر المعلق لا یختص بشیء اور انشاء مین
کہا ہو کہ فقیر کے واسطے نذر کی ہو دوسرے فقیر کی طرف صرف کرنا جائز ہے اسواسطے کہ کتاب الصوم مین ثابت ہو چکا ہو کہ نذر غیر معلق کسی چیز سے مخصوص نہین یعنی خصوصیت فقیر اور
درہم اور مکان اور زمان کی اوسمین نہیں اسواسطے کہ مقصود رفع حاجت فقیر ہو تو خصوصیت مکان کی بھی نہین رکھی کذا فی المنح نذر ان یتصدق
بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ نذر کی ایک درہم کی روٹیان تصدق کریگا سوا دوسری چیزون کے
سو ایک درہم کا تصدق کیا اسکا گوشت اور جاول تو جائز ہو اگر قیمت مین دس درہم برابر ہون جیسے روٹی کی قیمت کا خیرات دینا جائز ہو اسواسطے کہ مقصود اصلی
رفع حاجت فقیر ہے طعام کی کوئی خصوصیت نہیں اور قیمت دینا زیادہ تر نافع ہو فقیر کو کذا فی المنح نذر صوم شہر معین لزمہ متتابعا لکن ان افطر
فیہ یوما قضاہ وحدہ و ان قال متتابعا بلا لزوم استقبال لانہ معین نذر کی معین مہینے کے صوم کی تو اوسپر پے در پے روزہ رکھنا لازم
ہوگا لیکن اگر اوس مہینے مین ایک دن روزہ نرکھیگا تو فقط اوسی دن کی قضا کرلے اگرچہ اوسنے برابر روزہ رکھنے کو کہا ہو تو بھی ایک ہی دن کی قضا کرے
بدون لزوم استقبال کے یعنی ایک دن کے ترک صوم سے اوسپر سرنو سے روزہ رکھنا لازم نہیں اسواسطے کہ وہ مہینہ معین ہو استقبال اوسمین متصور نہیں و لو نذر
صوم الابد فاکل لعذر فدی اور اگر نذر کی ہمیشہ کے صوم کی پھر اوسنے عذر سے کھایا تو فدیہ دے قید عذر کی اتفاقی ہے اگر بلا عذر کھا دیگا تو بھی فدیہ
لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی نذر ان یتصدق بالف من مالہ وہو یملک دونہا لزمہ ما یملک منہا فقط ہو المختار لانہ فیما لم یملک لم توجد
النذر فی الملک ولا مضافا الی سببہ فلم یصح نذر کی ہزار تصدق کرنیکی اپنے مال سے اور حالانکہ وہ ہزار سے کم کا مالک ہو مثلا چارسو کا تو اوسپر فقط
اوسی قدر کی نذر لازم ہوگی جسقدر کا وہ مالک ہے یعنی چارسو کا یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ غیر مملوک مین نذر نہ پائی گئی ملک مین اور نہ مضاف الی
سبب الملک میں تو صحیح نہوگی کالو قال مالی فی المساکین صدقۃ ولا مال لہ لم یصح اتفاقا جیسے اگر یون کہا کہ میرا مال فقیرون میں صدقہ ہوا اور حالانکہ
اوسکا کچھ مال نہیں تو یہ نذر صحیح نہیں بالاتفاق بسبب عدم ملک اور عدم اضافت کی طحطاوی نے کہا کہ عدم مال کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر مال
بھی ہوگا تو بھی اوسپر کوئی چیز لازم نہیں اسواسطے کہ قول مذکور مین نذر کا صیغہ نہیں نذر التصدق بہذہ المائۃ یوم کذا علی زید فتصدق
بمائۃ اخری قبلہ ای قبل ذلک الیوم علی فقیر اخر جاز لما تقرر فیما مر نذر کی ان سو درہم کی خیرات کی فلانے دن زید پر سو اوسنے اور سو درہم
کو اوس دن سے پہلے دوسرے فقیر کو خیرات دیا تو جائز ہوا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا سابق مین کہ نذر غیر معلق مین کسی چیز کی خصوصیت نہیں نہ فقیر کی نہ درہم کی نہ وقت

کی فال سالم نذر ذلک ولو تزوج علیه وکان نیته له فعلیه کفارة یمین کہا کہ مجھ پر نذر واجب ہے اور اوسنے کوئی لفظ زیادہ نہ بولا اور صوم یا صدقہ کی کچھ نیت بھی نکی تو اوسپر کفارہ یمین کا لازم ہے ولو نوی صیاما بلا عدد لزمه ثلثة ایام اور اگر قول مذکور مین صوم کی نیت بلا عدد معین کے کی تو اوسپر تین دن کا روزہ لازم ہے اسواسطے کہ ایجاب عبد کا حق تعالی کے ایجاب پر معتبر ہے اور صوم واجب کا رتبہ تین دن کا روزہ ہے کفارہ یمین مین ولو صدقة فاطعام عشرة مساکین کالفطرة اور اگر قول مذکور مین صدقہ کی نیت کی بلاتعیین تو دس فقیر دن کا کھانا دینا لازم ہے بقدر صدقہ فطر کے اسواسطے کہ کفارہ یمین مین اسیقدر الطعام واجب ہے کذا فی الظہیریہ ولو نذر ثلثین حجة لزمه بقدر عمره اور اگر نذر کی تیس حج کی تو اوسپر بقدر اوسکی عمر کے حج کرنا لازم ہے تو اگر قبل تیس برس کے وہ مرگیا تو باقی کی وصیت اوسپر لازم نہین وصل بحلفه ان شاء الله بطل یمینه ملایا اپنی قسم سے انشاء اللہ کو یعنی یون کہا کہ واللہ مین زید سے نہ بولونگا انشاء اللہ تو اوسکی قسم باطل ہوگئی یعنی زید کے تکلم سے حانث نہوگا چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الطلاق کے باب التعلیق مین مذکور ہوچکی اور اگر انشاء اللہ کو بعد قسم کے منفصل کہا تو یہ استثنا مبطل یمین وغیرہ کا نہین اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کہ استثنا منفصل بھی مبطل ہے ھ مناسب مقام یہ حکایت لطیفہ ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی منصور دوانقی خلیفہ عباسی کے پاس اپنی کتاب المغازی کو پڑہتے تھے اور امام اعظم بھی وہان موجود تھے سو محمد بن اسحق نے خلیفہ سے کہا کہ یہ شیخ یعنی امام اعظم خلیفہ کے جد کی مخالفت کرتا ہے استثنا منفصل مین خلیفہ نے امام سے کہا کہ تمہارا یہ رتبہ ہوا کہ ہمارے جد کی مخالفت کرتے ہو امام نے کہا یہ شخص یعنی محمد بن اسحاق خلیفہ کی سلطنت مٹایا چاہتا ہے اسواسطے کہ جب استثنا منفصل جائز ہوا تو آپکے حضور خلافت کو سلام ہے لوگ تو تمسے خلافت کی بیعت کر رہینگے اور اطاعت کی قسم کھاوینگے پھر باہر نکل کر انشاء اللہ کہینگے اور آپکی مخالفت کرینگے حانث نہونگے تو خلیفہ نے کہا کیا خوب تمنے کہا اور محمد بن اسحق کو ناخوش ہوکر اپنے پاس سے اوٹھا دیا اور امام اعظم سے کہا کہ تم اس راز کو مخفی رکھنا کذا فی منح الغفار وکذا یبطل به ای بالاستثناء المتصل کلما تعلق بالقول عبادة او معاملة او بصیغة الاخبار اور اسیطرح استثنا متصل سے باطل ہوجاتا ہے جو امر کہ قول سے متعلق ہو خواہ عبادت ہو جیسے نذر اور اعتاق یا معاملہ ہو جیسے طلاق اور اقرار بشرطیکہ بصیغہ اخبار ہو یعنی جملہ خبریہ ہو اگرچہ شرعا انشاء کیواسطے موضوع ہو چنانچہ صیغ عقود کے ولو بالامر والنهی کاعتقوا عبدی بعد موتی ان شاء الله تعالی لم یصح وبع عبدی هذا ان شاء الله لم یصح الاستثناء اور اگر استثنا متصل بصیغہ امر یا نہی ہو چنانچہ یون کہا کہ میرے غلام کو آزاد کردیجیو میری موت کے بعد انشاء اللہ تعالی تو صحیح نہین اور میرے اس غلام کو بیچ ڈال انشاء اللہ تعالی تو یہ استثنا صحیح نہین ھ تو مثال اول مین اعتاق کی وصیت صحیح ہوگی اور مثال ثانی مین مخاطب بیع کا وکیل ہوگا اور نہی کی مثال یہہ ہے کہ فلانے شخص سے نہ بیچنا انشاء اللہ بخلاف المتعلق بالقلب کالنیة کما مر فی الصوم والله تعالی اعلم بخلاف اوس امر کے جو دل سے متعلق ہے چنانچہ نیت کہ اوسمین انشاء اللہ کہنا مبطل نہین چنانچہ کتاب الصوم مین مذکور ہوچکا واللہ اعلم یعنی بوقت تلفظ نیت صوم انشاء اللہ کہنا مبطل نہین اسواسطے کہ نیت امر قلبیہ ہے نہ لسانیہ

باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی والاتیان

والرکوب وغیر ذلك یہہ باب ہے دخول اور خروج اور سکونت اور آنے اور سوار ہونے اور انکے سوا اور افعال کی قسم کہانیکے احکام مین ھ مصنف نے ان افعال کا ذکر شروع کیا جنپر لوگ قسم کہاتے ہین اور چونکہ ضبط افعال کا بسبب کثرت کے متصور نہین لہذا اوسقدر پر اکتفا کی جسکو فقہا نے کتب مین ذکر کیا ہے اور مذکور کتب مین دو قسم کے فعل ہین ایک افعال ظاہریہ دوسرے امور شرعیہ اور افعال مذکورہ مین دخول وغیرہ ہے اسواسطے ابتدا کی کہ جسم کیواسطے مکان مین رہنا کہانے پینے سے زیادہ تر لازم ہے الاصل ان الایمان مبنیة عند الشافعی علی الحقیقة اللغویة وعند مالک علی الاستعمال القرآنی وعند احمد علی النیة وعندنا علی العرف ما لم ینو ما یحتمله اللفظ فلا حنث فی لا یهدم بیتا ببیت العنکبوت الا بالنیة فتح اصل یہہ ہے کہ قسمین مبنی ہین امام شافعی کے نزدیک حقیقت لغوی پر اور امام مالک کے نزدیک استعمال قرآنی پر اور نزدیک امام احمد کے نیت پر اور ہمارے نزدیک عرف پر جبتک کہ قسم کہانیوالے نے وہ نیت نکی ہو جسکو لفظ محتمل ہو تو ہمارے نزدیک اس قول مین کہ واللہ کوئی گھر نگراؤنگا حانث نہین مکڑی کے گھر گرانے سے اسواسطے کہ مکڑی کے جالے کو عرف مین گھر نہین بولتے ہین مگر نیت سے البتہ حانث ہوگا کذا فی الفتح یعنی اگر قسم کہانیوالا گھر سے مکڑی کا گھر ارادہ کریگا

تو البتہ اوسکو گرانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ بیت عنکبوت کو بھی لغت مین بیت بولتے ہین ہم جنکے نزدیک یمین مین لغت کا اعتبار ہے اگر یون قسم کھائی ہوگا
کہ گھر گرا دیگا تو بیت عنکبوت کے گرا دینے سے حانث ہوگا اور جنکے نزدیک یمین مین استعمال قرآن معتبر ہے اگر گوشت کھانیکی قسم کھائیگا تو مچھلی کھانے سے حانث
ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت فرمایا ہے اور امام اعظم کے نزدیک عرف معتبر ہے اسواسطے کہ مدار کلام کا عرفی بولی پر ہے جو باہم مستعمل ہے نہ لغت
اور قرآن پر اور جو الفاظ کہ اہل لغت اور اہل عرف مین مشترک ہین وہان لغت البتہ معتبر ہو بنا بر عرف کے فتح القدیر مین مذکور ہو کہ ایک شخص نے سفیان
ثوری سے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی قسم کھاوے کہ گوشت نکھاونگا سو مچھلی کے کھانے سے حانث ہوگا یا نہین سفیان نے جواب دیا کہ ہان حانث ہوگا اسواسطے کہ
قران مجید مین مچھلی کو گوشت فرمایا قال تعالے لتاکلوا منہ لحما طریا پھر سائل مذکور امام اعظم کے پاس آیا اور سفیان کا جواب بیان کیا امام نے کہا کہ
پھر جا اونکے پاس اور سوال کر کہ اگر ایک شخص فرش پر نہ بیٹھنے کی قسم کھاوے پھر وہ زمین پر بیٹھے حانث ہوگا یا نہین سفیان نے کہا کہ حانث نہوگا امام نے
سائل کو سکھایا کہ کیون حانث نہوگا حالانکہ حق تعالے نے زمین کو فرش کہا ہے قال تعالی واللہ جعل لکم الارض بساطا سفیان نے اسمین تامل
کیا اور کہا شاید یہ مچھلی کا مسئلہ بھی تو نے پوچھا تھا سائل نے کہا ہان سفیان نے فرمایا کہ نہ مچھلی کھانے سے حانث ہوگا نہ زمین پر بیٹھنے سے تو سفیان
نے بھی عرف کی طرف رجوع کیا نہ استعمال قرآن پر الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض قسمین مبنی ہین الفاظ پر نہ اغراض پر ہم غرض سے
مراد و بیان نیت ہو یعنی نیت بدون لفظ کے معتبر نہین بلکہ لفظ اپنے عرفی معنی کے ساتھ البتہ معتبر ہے تو اگر کوئی کہے کہ پانی مجھکو پلا اور طلاق کی نیت کرے
تو طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ قاعدہ غیر ہو اوس قاعدہ کا جو مذکور ہوچکا کہ قسم کی بنا عرف پر ہو کذا فی شرح الطحطاوی فلو اغتاظ علی غیرہ وحلف
ان لا یشتری لہ شیئا بفلس فاشتری لہ بدرہم او اکثر شیئا لم یحنث کمن حلف لا یخرج من الباب او لا یضربہ اسواطا او
لیغدینہ الیوم بالف فخرج من السطح وضربہ بعصا وغداہ برغیف اشتراہ بالف اشباہ لم یحنث لان العبرۃ لعموم اللفظ جب
یہ قاعدہ ٹھہرا کہ مدار یمین کا لفظ پر ہو نہ غرض پر تو اگر متکلم ناخوش ہوا غیر شخص پر اور قسم کھائی کہ اوسکو ایک پیسے کی چیز نخرید دیگا پھر اوسکو
ایک درہم یا زیادہ کی چیز مول لے دی تو حانث نہوگا مانند اوسکے جسنے قسم کھائی کہ دروازہ سے نکلیگا یا اوسکو کوڑے نہ مار یگا یا اوسکو آج روز
ہزار درہم کھلاونگا پھر قسم کھانیوالا چھت کیطرف سے نکلا اور لاٹھی سے مارا اور آج روز ایک روٹی کھلائی جسکو ہزار درہم سے مول لیا تہا کذا فی
الاشباہ تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہو نہ عموم غرض کا ہم اگرچہ متکلم کی غرض پہلی صورت مین رہنا ہو گھر کا اور دوسری صورت مین نہ
مارنا غلام کا اور تیسری صورت مین کثیر القیمت غذا کھلانا ہو لیکن چونکہ یمین مین لفظ معتبر ہو نہ غرض لہذا حانث نہوگا طحطاوی نے کہا لیغدینہ بغین معجمہ و
دال مہملہ ہے اور بعضے نسخہ مین بذال معجمہ ہو غذا سے اور بعضے نسخے مین یکاد ہو لیضاکہ بعضا ہو گرنسخہ بعصا اظہر اور موافق ہے تلخیص جامع اور بحرالرائق
کے الا فی مسائل حلف لا یشتریہ بعشرۃ حنث باحد عشر بخلاف البیع اشباہ یمین مین اعتبار لفظ کا ہو نہ غرض کا مگر چند مسائل مین غرض
معتبر ہے نہ لفظ چنانچہ قسم کھائی کہ اوسکو دس درہم سے نخریدیگا تو گیارہ درہم سے خریدنے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ غرض متکلم کی یہ ہو کہ دس درہم اور
زیادہ سے نخریدیگا بخلاف بیع کے کذا فی الاشباہ یعنی اگر قسم کھائی کہ دس درہم سے بیع نکریگا پھر اوسنے گیارہ درہم سے بیچا تو حانث نہوگا اسلئے
کہ غرض بائع کی یہ ہے کہ زیادہ دس درہم سے بیع کریگا سو حاصل ہوئی کذا فی الطحطاوی لا یحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ للنصاری
والکنیسۃ للیہود والدہلیز والظلۃ التی علی الباب اذا لم یصلحا للبیتوتۃ فی حلفہ لا یدخل بیتا لانہا لم تعد للبیتوتۃ
نہ حانث ہوگا اس قسم مین کہ بیت مین نہ داخل ہوگا کعبہ معظمہ اور مسجد اور نصاری کی عبادتخانہ اور یہود کی عبادتخانہ اور ڈیوڑھی اور اوس چھت کے داخل ہونے
سے جو دروازہ پر ہو جب کہ ڈیوڑھی اور چھت شب باشی کے لائق نہو کذا فی البحر اسواسطے نہ حانث ہوگا کہ مکانات مذکورہ شب باشی کیواسطے موضوع
نہین اور بیت اوسکو کہتے ہین جو شب باشی کیواسطے موضوع ہو ہم اور اگر ڈیوڑھی ایسی ہو کہ جسمین شب باشی ہو سکتی ہو یا چھتا گھر کے اندر لائق
رہنے کے ہو تو اوسکے دخول سے البتہ حانث ہوگا صحاح جوہری مین ہو کہ دہلیز بکسر دال وہ مکان ہو جو دروازہ اور گھر کے درمیان ہو جسکو اہل شہر

ڈیوڑھی کہتے ہیں اور اہل قصبات پردہ شامیانہ باندھتے ہیں اور ظلہ اور سایہ بان چھجے کو کہتے ہیں جسکی دھنیوں کا ایک سرا دروازہ کی دیوار پر ہو اور دوسری طرف پڑوسی کی دیوار پر کذا فی المنح ولذا یحنث فی الصفۃ والایوان علی المذھب لانہ یبات فیہ صیفا وان لم یکن مسقفا فیہ اور چونکہ بیت کے مفہوم میں شب باشی معتبر ہے تو صفہ اور ایوان کے داخل ہونے میں حانث ہوگا بنابر صحیح مذہب کے اسواسطے کہ اسکے اندر موسم گرما میں رہتے ہیں اگرچہ اوپر چھت نہو کذا فی فتح القدیر مترجم ظاہر الکلام شارح کا صحیح نہیں اسواسطے کہ فتح القدیر میں صفہ کے مفہوم میں چھت ہونا مصرح ہے خواہ صفہ کی چار دیواریں ہوں مانند اہل کوفہ یا تین دیواریں ہوں اور ایک طرف کشادہ ہو چنانچہ صاحب ہدایہ نے تسمیہ کی ہو ہاں البتہ یہ ہے کہ بیت کے مفہوم میں چھت شرط نہیں تو صفہ اور بیت میں عام خاص کی نسبت ہے اور شارح شاید کہ صفہ اور بیت کو متساوی سمجھا ہو واللہ اعلم طحطاوی نے کہا صفہ اور ایوان ایک ہی چیز ہے تو عطف ایوان کا عطف تفسیری ہے ہندوستان کے قصبات میں صفہ کو صونہ کہتے ہیں وفی لا یدخل دارا لم یحنث بدخولھا خربۃ لا بناء فیھا اصلا اور یوں قسم کھائی کہ کسی گھر میں نہ داخل ہوگا حانث نہوگا ویران گھر کے داخل ہونے سے جسمیں کچھ عمارت باقی نہیں اور اگر کچھ دیواریں منہدم ہوگئیں اور کچھ باقی رہیں تو لا محالہ یوں ہے کہ حانث ہو کذا فی الفتح وفی ھذہ الدار یحنث وان صارت صحراء او بنیت دارا اخری بعد الانہدام لان الدار اسم للعرصۃ والبناء وصف والصفۃ انما تعتبر فی المنکر لا فی المعین اور یوں قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول سے اگرچہ وہ گھر جنگل ہوگیا ہو یا اسکے انہدام کے بعد دوسرا گھر وہاں بنایا گیا ہو اسواسطے کہ گھر نام ہے ساحت کا (میدان) اور عمارت وصف ہے اسکا اور وصف کا اعتبار غیر معین میں ہوتا ہے نہ معین میں مترجم چونکہ مثال اول میں لفظ دار نکرہ ہے یعنی غیر معین لہذا عمارت اسمیں معتبر ہوئی تو ویران گھر کے داخل ہونے سے حانث نہوگا معین حاضر میں وصف اسواسطے معتبر نہوا کہ اسکی ذات بسبب اشارہ کے تعریف وصف سے زیادہ تر معروف ہوگئی اور مثال ثانی میں چونکہ لفظ دار معرفہ ہے یعنی معین لہذا اسمیں عمارت کا اعتبار نہوا تو ویران گھر کے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اور اصطلاح فقہ میں وصف اور صفت اسکو کہتے ہیں جو ایک چیز دوسری چیز میں قائم ہو اور اسکے قیام سے دوسری چیز کا حسن اور کمال زیادہ ہو جاوے اور اسکے نہونے سے نقصان ظاہر ہو خواہ وہ چیز قائم جوہر ہو یا عرض کذا فی المنح الا اذا کانت شرطا او داعیۃ للیمین کحلفہ علی ھذا الرطب فیتقید بالوصف صفت کا اعتبار معین چیز میں نہیں ہوتا مگر اسوقت جب کہ صفت شرط ہو قسم کی یا باعث ہو قسم کی چنانچہ یوں قسم کھانا کہ اس تر کھجور کو نکھاوے گا تو اسوقت میں معین میں بھی قید صفت کی معتبر ہوگی یعنی خشک کھجور کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ قسم کی باعث کھجور کی تری ہے نہ خشکی اور صفت کے شرط ہونیکی یہ مثال کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر اس گھر میں داخل ہوگی جو فلانے کے گھر سے متصل ہے تو تجھکو طلاق ہے تو ہمسائیگی صفت ہے کہ بطور شرط مذکور ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان جعلت بعد الانہدام بستانا او مسجدا او حماما او بیتا او غلب علیہ الماء فصارت نھرا لا یحنث وان بنیت دارا بعد ذلک اور اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ داخل ہوگا پھر وہ گھر بعد منہدم ہونیکے باغ یا مسجد یا حمام یا بیت بنایا گیا یا گھر پر پانی غالب ہوا سو گھر نہر ہوگیا تو وہاں کے داخل ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر کا نام باقی نرہا دوسرا نام ہوگیا یعنی باغ یا مسجد اگرچہ بعد منہدم ہونے کے دوسرا گھر بنایا جاوے تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ انہدام سے اول نام جاتا رہا جسکے عدم دخول کی قسم کھائی تھی کذا فی المنح کھذا البیت وکذا بیتا بالاولی فھدم او بنی بیتا اخر ولو بنقض الاول لزوال اسم البیت چنانچہ حانث نہیں ہوتا یوں قسم کھانے سے کہ اس بیت میں نہ داخل ہوگا پھر وہ گر گیا یا دوسرا بیت بنایا گیا اگرچہ اول کو توڑ کر بنایا ہو تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ نام معین بیت کا انہدام یا توڑنے سے باقی نرہا بلکہ دوسرا نام پیدا ہوا اور اسیطرح غیر معین بیت کی قسم سے بطریق اولی حانث نہوگا مترجم طحطاوی نے کہا کہ تشبیہ غیر معین کی بیت معین سے فقط پہلی صورت میں ہے یعنی انہدام میں وجہ اولویت کی یہ ہے کہ جب معین میں صفت یعنی عمارت بیت معتبر ہوئی تو غیر معین میں اعتبار عمارت کا بطریق اولی ہوگا ولو ھدم السقف دون الحیطان فدخلہ حنث فی المعین لانہ کالصفۃ لا فی المنکر لان الصفۃ تعتبر فیہ کما مر وعزاہ فی البحر للبدائع لکن نظر فیہ فی النھر بانہ لا فرق حینئذ صالح للبیتوتۃ اور اگر بیت کی چھت گر گئی نہ دیواریں پھر اسمیں داخل ہوا تو معین بیت کی قسم میں حانث ہوگا اسواسطے کہ چھت معین بیت میں بمنزلہ صفت کے ہے اور صفت کا اعتبار معین میں نہیں ہوتا اور حانث نہوگا بیت غیر معین کی قسم میں اسواسطے کہ غیر معین میں صفت معتبر ہے چنانچہ اسکی تفصیل

سابق میں مذکور ہو چکی اور بحر الرائق مین معین اور غیر معین کے فرق کو بدائع کیطرف نسبت کیا ہے لیکن اوسمین نہر الفائق مین اعتراض کیا ہو کہ بیت معین اور
غیر معین مین کچھ فرق نہین جب کہ وہ شے باشی کے لائق ہو قيل بهذه الدار لانه لو انشأ دارا لم يكن مرادا كما قال هذه تحنث بدخولها على اي صفة كانت
كهذا المسجد فخرج لبقائه مسجدا الى يوم القيامة به يفتى شارح کہتا ہو مصنف نے لا يدخل هذه الدار کو باسم اشارہ اور تسمیہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر فقط
اشارہ کر کے دار کیطرف اور نام نہ لے یعنی یون کہے کہ اسمین نہ داخل ہونگا تو حانث ہوگا دخول دار سے جس صفت پر کہ وہ ہو یعنی اگرچہ باغ یا حمام یا مسجد بن گئی ہو
تو بھی حانث ہوگا چنانچہ ہذا المسجد مین یعنی قسم کھائی کہ اس مسجد مین نہ داخل ہونگا پھر وہ ویران ہو گئی اور وہ داخل ہوا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ مسجد کا حکم
قیامت تک باقی رہتا ہے اگرچہ وہ ویران یا باغ ہو جاوے اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اسی پر فتویٰ ہے ولو زيد فيه حصة فدخلها لم يحنث ما لم يقل مسجد
بني فلان فيحنث كذلك الدار لانه عقد يمينه على الاضافة وذلك موجود في الزيادة بدائع بحر اور اگر مسجد مین کسیکی زمین کا حصہ زیادہ
کر دیا گیا تو اوسکے دخول سے حانث نہوگا جبتک یون نکہے کہ فلانی قوم کی مسجد مین نہ داخل ہونگا پھر جب کہ اسطرح کہیگا کہ تو اوسکے دخول سے حانث ہوگا
اور یہی حکم ہے دار کا درصورت زیادت حصہ اسواسطے کہ حالف نے اپنی یمین کو منعقد کیا ہے اضافت پر یعنی فلانی قوم کی مسجد پر اور یہ موجود ہے اوس
زیادتی مین جو مسجد مین داخل ہو گئی کذا فی البحر عن البدائع ولو حلف لا يجلس الى هذه الاسطوانة او الى هذا الحائط فهدما ثم بنيا ولو نقضهما
او لا يركب هذه السفينة فنقضت ثم اعيدت بتلك الخشب لم يحنث اور اگر قسم کھائی کہ اوس ستون یا اس دیوار کیطرف نہ بیٹھیگا پھر وہ دونو منہدم ہو گئے
بعد اسکے بنائے گئے اگرچہ اوسکو توڑ کر اوسی اینٹ اور مٹی سے بنایا ہو یا یون قسم کھائی کہ اس ناؤ پر سوار نہوگا پھر وہ توڑی گئی بعد اسکے اوسیکی لکڑیون سے
دوبارہ بنائی گئی تو ستون یا دیوار کے پاس بیٹھنے یا ناؤ کے سوار ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ پہلا نام زائل ہو گیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی كما لو حلف لا
يكتب بهذا القلم فكسره ثم براه فكتب به لان غير المبري لا يسمى قلما بل انبوبا فاذا كسره فقد زال الاسم ومتى زال بطلت اليمين
چنانچہ اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھونگا پھر اوسکو توڑ ڈالا بعد اسکے پھر قلم تراشا اور اوس سے لکھا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ غیر تراشی کا نام قلم نہین ہوتا
بلکہ اوسکو چونچی کہتے ہین پھر جب قلم کو توڑا تو قلم کا نام زائل ہو گیا اور جب نام زائل ہوا تو قسم باطل ہو گئی علامہ طحطاوی نے کہا کہ بالفعل عرف بدل گیا کہ اوسکو
لوگ قلم کہتے ہین تو نام زائل نہوا تو تراش کر لکھنے کے بعد بھی حانث ہوگا والواقف على السطح داخل عند المتقدمين خلافا للمتاخرين اور جو شخص
کہ چھت پر کھڑا ہو وہ گھر کے اندر داخل ہے فقہاء متقدمین کے نزدیک بخلاف متاخرین کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین نہ داخل ہونگا پھر دوسرے گھر کی چھت
سے اس گھر کی چھت پر آیا تو متقدمین کے نزدیک حانث ہوگا نہ متاخرین کے نزدیک ووفق الكمال بحمل الحنث على سطح له ساتر وعدمه على مقابله
اور کمال الدین نے فتح القدیر مین جمع بین القولین کیا ہے حنث کو اوس چھت پر محمول کر کے جسکے گرد پردہ ہو دیوار وغیرہ کا اور عدم حنث عدم پردہ
پر محمول کیا ہے یعنی اگر چھت کے گرد احاطہ ہو تو اوسپر قائم ہونے سے حانث ہوگا بموجب قول متقدمین کے اور اگر اوسپر پردہ نہین تو حانث نہوگا
بموجب قول متاخرین کے اسواسطے کہ دار عبارت ہے اوس سے جسکے گرد دائرہ محیط ہو اور یہ امر بیچ اور دیوار دونو درجون مین حاصل ہے اور اگر
چھت پر احاطہ نہین تو یہ بات حاصل نہین کذا فی الفتح وقال ابن الكمال ان كان الحالف من بلاد العجم لا يحنث قال مسكين وعليه الفتوى
اور ابن کمال نے کہا کہ بلاد عجم کا قسم کھانیوالا چھت پر قائم ہونے سے حانث نہین ہوتا اسواسطے کہ بلاد عجم کے عرف مین اوسکو داخل دار نہین کہتے علامہ
مسکین نے کہا اور اسی قول پر فتویٰ ہے ہم حلبی نے کہا جب مدار قسم کا عرف پر ہوا تو علیہ الفتوی کو کہنا بے معنی ہے مگر اس فتوی کو بلاد عجم پر محمول کیجیو وفي
البحر افاد انه لو ارتقى شجرة او حائطا حنث على قول المتقدمين لا والظاهر قول المتاخرين في الكل لانه لا يسمى داخلا عرفا
كما لو حفر سردابا او قناة لا ينتفع بها اهل الدار اور بحر الرائق مین ہے کہ مصنف کنز نے وقوف على السطح کو داخل قرار دیکر ثابت کیا کہ اگر گھر والے
درخت یا دیوار پر باہر سے کوئی چڑھ جاوے تو حانث ہوگا اور بقول متاخرین حانث نہوگا اور ظاہر تو متاخرین کا قول ہے سب صورتون مین اسلیے کہ وقوف على السطح
اور درخت اور دیوار کے چڑھنیوالے کو عرف مین داخل دار نہین کہتے چنانچہ اگر گھر کے نیچے باہر سے تہ خانہ کھود دے یا بطور سرنگ ایسی نہر جاری کر کے

کہ گہر والے اوسکے پانی سے اندر کی جانب سے منتفع نہوتے ہون تو اوس تہ خانہ اور نہر مسقف کو گہنسنے والیکو داخل دار نہین کہتے قال وعمر الطاقة المسجد فلو فوقه
مسکن فدخله لم یحنث لانه لیس بمسجد بدائع صاحب البحر الرائق نے کہا کہ وقف علی السطح کو مطلق کہنا شامل ہو مسجد کو بھی تو اگر مسجد پر رہنے کا مکان
ہو سوا اوسمین جاوے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ وہ مکان مسجد نہین کذا فی البدائع ولو قید الدخول بالباب حنث بالحادث ولو نقبا الا اذا عینه
بالاشارة بدائع اور اگر قسم کہانیوالے نے دخول دار مین باب کی قید لگائی یعنی یون کہا کہ اس گہر مین دروازہ سے نہ داخل ہوگا تو نئے دروازہ کے داخل ہونے
سے بھی حانث ہوگا اگرچہ بطور نقب ہو مگر اوسوقت حانث نہوگا جب کہ دروازہ کو اشارہ سے معین کردیا ہو کذا فی البدائع ھم نقب سے مراد وہ ہی جو دروازہ
بنانیکو دیوار توڑی گئی ہو کذا فی الطحطاوی والواقف بقدمیه فی طاق الباب ای عتبته التی بحیث لو اغلق الباب کان خارجا لا یحنث وان
کان بعکسه بحیث لو اغلق کان داخلا حنث فی حلفه لا یدخل اور جو شخص اپنے دو نو قدم سے دروازہ کے ایسی آستانہ پر کہڑا ہوا کہ اگر دروازہ
بند کیا جاوے تو آستانہ باہر ہو جاوے تو حانث نہوگا اور اگر اوسکے بالعکس ہو اسطرح کہ اگر دروازہ بند ہو تو آستانہ گہر کے اندر ہو جاوے تو وہ حانث ہوگا اس
قسم مین کہ گہر مین نہ داخل ہوگا ھم طاق باب اوعتبہ اور اسکفۃ الباب آستانہ ہی جسکو اہل ہند دہلیز اور چوکہٹ بولتے ہین ولو کان المحلوف علیه الخروج
انعکس الحکم اور اگر خروج دار پر قسم کہائی ہو تو حکم بالعکس ہوگا یعنی یون قسم کہائی کہ والله مین اس گہر سے باہر نجاؤنگا تو آستانہ داخلہ پر کہڑے ہونے
سے حانث نہوگا اور آستانہ خارجہ پر کہڑے ہونے سے حانث ہوگا لکن فی المحیط حلف لا یخرج فرقی شجرة فصار بحال لو سقط سقط فی الطریق
لم یحنث لان الشجرة کبناء الدار لیکن محیط مین ہی قسم کہائی کہ اس گہر سے باہر نجاویگا پہر وہ گہر کے درخت پر چڑہ گیا سو اس حال پر ہو گیا کہ اگر شاخ
سے گرے تو گہر کے باہر راہ مین گرے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ گہر کا درخت مانند عمارت دار کے ہی ھم شارح نے استدراک کیا حکم سابق کا یعنی بموجب روایت محیط
کے آستانہ خارجہ کا کہڑا ہونے والا بھی خارج نہین مگر یہ کہ عرف کو فارق کہے کذا فی الطحطاوی وهذا الحکم المذکور اذا کان الحالف واقفا بقدمیه
فی طاق الباب فلو وقف باحدی رجلیه علی العتبة وادخل الاخری فان استوی الجانبان او کان الجانب الخارج اسفل لم یحنث
وان کان الجانب الداخل اسفل حنث زیلعی وقیل لا یحنث مطلقا هو الصحیح ظهیریه لان الانفصال التام لا یکون الا بالقدمین
اور یہ حکم مذکور یعنی آستانہ خارجہ اور داخلہ کا فرق اوسوقت تک ہی جبتک کہ قسم کہانیوالا اپنے دو نو قدم سے دروازہ کے آستانہ پر کہڑا ہو سو اگر ایک
قدم سے آستانہ پر کہڑا ہوا اور دوسرا قدم اندر گہر کے داخل کرے سو اگر دو نو طرفین خارجی اور داخلی برابر ہون یا خارجی طرف لیست ہو داخلی سے تو حانث
نہوگا عدم دخول کی قسم مین اسواسطے کہ تمام بدن کا بوجہ لیست جانب کیطرف ہوتا ہی اور اگر داخلی طرف نیچی ہو خارجی طرف سے تو حانث ہوگا کذا فی شرح الزیلعی
اور دوسرا قول یہ ہی کہ کسیطرح حانث نہوگا خواہ داخلی طرف لیست ہو یا خارجی اور یہی قول صحیح ہی کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ پوری جدائی بدون دونون
قدم کے نہین ہوتی اور ایک قدم کے رکہنے مین اگرچہ لیست جانب کیطرف بدن کا بوجہ زیادہ ہوتا ہی لیکن دوسرے قدم کی طرف بھی لگا ہو رہتا ہی ودوام
الرکوب واللبس والسکنی کالانشاء فیحنث بمکثه ساعة اور دوام رکوب اور لبس اور سکونت مانند انشاء کے ہی تو ایک ساعت کے
توقف سے بھی حانث ہوگا یعنی اگر قسم کہائی کہ اس جانور پر سوار نہوگا اور حالانکہ اوسپر سوار ہی یا قسم کہائی کہ اس قمیص کو نہ پہنیگا حالانکہ وہ اوسکو
پہنے ہے یا قسم کہائی کہ اس حویلی مین نہ سکونت کریگا حالانکہ اوسمین ساکن ہے تو اگر بعد اس قسم کے ایک ساعت بھی سوار رہیگا یا قمیص نہ اوتاریگا
یا گہر سے باہر نکل نجاویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دوام اور ثبات ان افعال کا بجا ہی انشاء افعال ہے گویا اب سوار ہوا یا اب قمیص پہنا یا اب
سکونت کی لا دوام الدخول والخروج والتزوج والتطهیر لان الضابط ان ما یمتد فلدوامه حکم الابتداء والا فلا اور دوام دخول
اور خروج اور تزوج اور تطہیر انشاء کی مانند نہین اسواسطے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو فعل لائق امتداد اور دیرپائی کے ہی مانند رکوب اور لبس اور
سکونت کے تو اوسکے دوام کو ابتداء فعل کا حکم ہے اور جو فعل دیرپائی کے لائق نہین مانند دخول وغیرہ کے اوسکے دوام کو ابتداء کا حکم نہین تو اگر
قسم کہائی کہ اس گہر مین داخل نہوگا حالانکہ اوسمین داخل ہے یا اوس سے نکلیگا حالانکہ وہ خارج ہی یا اوس عورت سے نکاح نکریگا حالانکہ وہ اوسکی

مکروہ ہو یا دخول کیجا قلا کہ وہ یا وسو ہو تو باوجود دوام ان افعال کے حانث ہوگا آور دوام سے مراد یہہ ہو کہ ایک ساعت بعد قسم کے اوسی حالت پر رہتی
ہے کذا فی المنح وھذا لو الیمین حال الدوام اما قبلہ فلا فلو قال کلما رکبت فانت طالق او فعلی درھم فمکث ساعۃ رکبۃ ودام لزمتہ
طلقۃ ودرھم ولو کان راکبا لزمہ فی کل ساعۃ یمکنہ النزول طلقۃ ودرھم اور یہہ یعنی دوام کو حکم ابتدا کا ہونا اوس شرط سے ہے
کہ حالت دوام مین قسم ہو اور اگر قبل اوسکے قسم ہو گی تو دوام فعل کو حکم ابتدا کا نہین تو اگر اوس نے کہا کہ جب مین سوار ہون تو تو طالق ہے یا مجہپر ایک
درم ہے پہر تو بعد اوسکے سوار ہوا اور سوار بنا رہا تو اوسپر ایک طلاق اور ایک ہی درم لازم ہوگا اور اگر قسم سے پہلے سوار ہوگا تو اوسپر ہر ایک ساعت
مین جسمین سواری سے اوترنا ممکن ہو ایک ایک طلاق اور درم لازم ہوگا کذا فی المنح عن المجتبے قلت وعرفنا لا یحنث الا بابتداء الفعل فی الفصل
کلہا وان لم ینو والیہ مال استاذنا مجتبے صاحب مجتبی نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے عرف مین حانث نہین ہوتا مگر ابتدا فعل سے سب اقسام مذکورہ
مین اگرچہ نیت نکرے اور اسیکی طرف ہمارے اوستاد نے میلان کیا ہے ھم یعنی خواہ فعل ممتد ہو جیسے رکوب یا غیر ممتد ہو جیسے دخول خواہ قسم درحالت
اوس فعل ہو یا نہو بہر صورت دوام فعل کو ابتدا فعل کا حکم نہین تو عرفا حانث نہوگا مگر ابتدا فعل سے اور ایک روایت ابو یوسف کی اسیکی موید ہو کذا فی المنح
حلف لا یسکن ھذہ الدار او البیت او المحلۃ یعنی المحلۃ فخرج وبقی متاعہ واھلہ حنث لو بقی وتد حنث قسم کہائی کہ اس گہر یا اس
بیت یا اس محلہ مین سکونت نکریگا سو خود حالف وہان سے نکل گیا اور اوسکا اسباب خواہ اوسکی زوجہ اور اولاد باقی رہی یہانتک کہ اوسکی اسباب مین
سے ایک میخ بہی اگر باقی رہ جاویگی تو حانث ہوگا اسواسطے کہ سکونت عرفی عبارت ہے بقاء متاع اور اہل سے چنانچہ اہل بازار تمام دن بازار مین رہتے ہین لیکن
وہ ہمیشہ کہلاتے ہین جہان اونکے اہل وعیال اور اسباب رہتا ہو ھم وانما کان ھذا یعنی اور یہہ لہذا ترجمہ اسیطرح کیا اسواسطے کہ بقاء متاع اور بقاء اہل بر ملک
علت مستقلہ ہے حنث کی کذا فی المنح واعتبر محمد نقل ما یقوم بہ السکنی وھو ارفق وعلیہ الفتوی قالہ العینی ولو انتقل الی السکۃ او مسجد
قال الاوجہ قالہ الکمال واقرہ فی النھر اور اعتبار کیا ہے محمد نے نقل اسباب خانگی مین اوس قدر کو جس سے سکونت حاصل ہو اور یہہ قول آسان تر ہے اور
اسیپر فتوی ہے منقول از شیخ الاسلام عینی یعنی سب اسباب کا اوٹھالیجانا بقول محمد ترک سکونت کیواسطے لازم نہین بلکہ اگر بقدر ضرورت سکنی نقل متاع
کریگا تو حانث نہوگا اگرچہ کسی گلی یا مسجد مین نقل مکان کیا ہو بنا بر قول اوجہ یہہ کہا ہے کمال الدین نے اور قائم رکہا ہے اسکو نہر الفائق مین ھم نہر الفائق
مین کہا کہ بر صورت کہ پہلے نقل متاع اور اہل کافی ہے خواہ یہہ نقل کسی حویلی کیطرف ہوا ہو خواہ کسی گلی یا مسجد کیطرف اور اطلاق عدم حنث اوسکے
بقول صاحب فتح القدیر خلافا للہدایہ انتہے لمخصا وھذا لو الیمین بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ بر بخروجہ بنفسہ اور یہہ یعنی بقاء متاع یا
اہل سے حانث ہونا اوس شرط سے ہے کہ جب یمین حالف کی عربی زبان مین ہو اور اگر فارسی زبان مین قسم ہو تو حالف اپنی قسم مین سچا ہوگا اپنی ذات کے
نکلنے سے بنا بر عرف فارس کے اگرچہ متاع اور اہل باقی رہے کما لو کان سکناہ تبعا چنانچہ اگر سکونت حالف کی بالتبع ہو نہ بالاصالت چنانچہ بڑا بیٹا باپ
کے ساتھہ رہتا ہو یا زوجہ زوج کے ساتھ رہتی ہو تو خروج بنفسہ سے حنث نہین وکما لو ابت المرأۃ النقلۃ وغلبتہ او لم یمکنہ الخروج
لغلق باب او غلقہ اوبحبسہ او اشتغل بطلب دار اخری او دابۃ وان بقی ایاما او کان لہ متعۃ کثیرۃ فاشتغل بنقلہا بنفسہ
وان امکنہ ان یستکری دابۃ لم یحنث اور چنانچہ عورت نے نقل مکان سے انکار کیا اور زوجہ پر غالب آئی یا حالف کو گہر سے نکلنا ممکن نہوا اگرچہ
رات ہوجانے سے یا دروازہ بند ہوجانے سے یا حالف گہر یا سواری کی تلاش مین مشغول رہا اگرچہ اس تلاش مین اوسی گہر مین چند روز موجود رہا یا حالف کا اسباب
بہت تہا اور اسکے اوٹہا لیجانے مین بذات خود مشغول رہا اگرچہ اوسکو کرایہ دینا جانور کا اسباب لادنے کیواسطے ممکن تہا ان سب صورتون مین
حانث نہوگا ولو نوی التحول ببدنہ دین وعند الشافعی یکفی خروجہ بنیۃ الانتقال اور اگر عدم سکونت کی قسم مین حالف نے فقط اپنے
بدن کا اوٹہا لیجانا مراد لیا تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی نہ بنا بر قضا کے اور امام شافعی کے نزدیک نکلنا حالف کا انتقال کی نیت سے عدم حنث
میں کافی ہے بخلاف المصر والبلد والقریۃ فانہ یبر بنفسہ فقط بخلاف شہر اور بلد اور گانون کے یعنی اگر قسم کہائی کہ اس شہر یا گانون مین نرہیگا

تو حانث نہو گا فقط بذات خود نکلنے سے، اگرچہ متاع اور اہل اوسی شہر میں ہوں بنا بر عرف کے نہر الفائق میں کہا کہ ہمارے شہر کے عرف میں متاع اور اہل کے رکھنے سے انسان ساکن گنا جاتا ہے تو خروج بنفسہ سے حانث ہوگا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا حلف لا یساکن فلانا فساکنہ فی عرصۃ دار او هذا فی حجرۃ وهذا فی حجرۃ حنث الا ان تکون دارا کبیرۃ ولو تقاسماها بحائط بینهما ان عین الدار فی یمینہ حنث وان نکرها لا ولو دخلها فلان غصبا ان اقام معہ حنث علم او لا وان انتقل فورا لا کما لو نزل ضیفا وکذا لو سافر الحالف فسکن فلان مع اهلہ بہ یفتی لانہ لم یساکنہ حقیقۃ قسم کہائی کہ مثلا زید کے ساتھ سکونت نکریگا پھر اوسکو گھر کے میدان میں رکھا یا حالف ایک کوٹھری میں ہے اور زید دوسری کوٹھری میں تو حانث ہوگا مگر اوس وقت میں حانث نہو گا جب گھر بہت بڑا ہو اور اگر گھر کو حالف اور زید نے تقسیم کر لیا درمیان میں دیوار قائم کر کے تو اگر گھر کو قسم میں معین کر لیا ہو یعنی یوں کہا ہو کہ اس گھر میں زید کے ساتھ سکونت نکریگا تو باوجود تقسیم کے حانث ہو گا اور اگر گھر کو معین نہیں کیا قسم میں تو تقسیم مذکور سے حانث نہو گا اور اگر گھر میں زید داخل ہو گیا بطور غصب کے تو اگر حالف نے غاصب کے ساتھ اقامت کی تو حانث ہو گا خواہ حالف کو اوسکے رہنے کا علم ہوا یا نہو اور اگر حالف بمجرد دخول زید کے نکل گیا تو حانث نہو گا چنانچہ اس صورت میں حانث نہیں ہوتا اگر مثلا زید حالف کے گھر میں بطور مہمان کے اوترے اور اسیطرح اگر حالف سفر میں چلا گیا پھر زید اوسکے گھر میں آکر عیال کے ساتھ رہنے اسواسطے کہ حالف نے اوسکو فی الحقیقت ساکن نہیں کیا علم تاوقتیکہ مہمان پندرہ روز اقامت نکریگا حالف کے ساتھ ساکن نہ گنا جاویگا اور اسکو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ سکونت بدون اہل اور متاع کے متحقق نہیں ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البحر ولو قید المساکنۃ بشهر حنث بساعۃ لعدم امتدادها بخلاف الاقامۃ بحر اور اگر حالف مساکنت کو ایک مہینہ کر مقید کریگا یعنی یوں کہیگا کہ میں زید کے ساتھ ایک مہینہ سکونت نکرونگا تو ایک ساعت کی سکونت سے بھی حانث ہو گا اسواسطے کہ مساکنت میں امتداد نہیں بخلاف اقامت کے کذا فی البحر عدم امتداد اوسکی غیر مسلم ہے چنانچہ مصنف مذکور کر چکا ہے کہ دوام رکوب اور سکنے در حکم ابتدا ہے اور کنز میں بھی اسیکو موافق ہے تو حق یہہ ہے کہ بدون مساکنت ایک مہینے کے حانث نہو گا کذا فی حاشیۃ الحلبی و فی خزانۃ الفتاوی حلف لا یضربها فضربها من غیر قصد لا یحنث اور خزانۃ الفتاوی میں ہے قسم کہائی کہ عورت کو نہ ماریگا پھر اوسکو بلا قصد مارا تو حانث نہو گا وحنث فی لا یخرج من المسجد ان حمل واخرج مختارا بامرہ وبدا فی بان حمل مکرها لا یحنث ولو راضیا بالخروج فی الاصح اور حانث ہو گا اس قول میں کہ مسجد سے نہ خارج ہو گا اگر اوٹھایا گیا اور بخوشی نکالا گیا اپنے امر سے اور اگر بدون امر نکالا گیا اسطرح کہ زبردستی اوٹھایا گیا تو حانث ہو گا قول اصح میں اگرچہ بعد جبر کے خروج سے راضی ہو گیا ہو و مثلہ لا یدخل اقساما واحکاما اور مثل خروج کے دخول ہے اقسام اور احکام میں ہے اگر قسم کہائی کہ مسجد میں نہ داخل ہو گا تو اگر اپنے امر سے داخل کیا گیا تو حانث ہو گا اور اگر زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہو گا اور خروج میں شارح نے مسجد کی قید اسواسطے لگائی کہ خروج دار بذات خود بدون متاع اور اہل کے معتبر نہیں چنانچہ پہلے مذکور ہو چکا واذا لم یحنث بدخولہ بلا امرہ ولو بزلق او عثر او هبوب ریح او جمح دابۃ حل الصحیح ظهیریۃ لا تنحل یمینہ لعدم فعلہ علی المذهب الصحیح فتح وغیرہ وفی البحر عن الظهیریۃ بہ یفتی لکنہ خالف فی فتاواہ فافتی بالانحلال اخذا بقول ابی شجاع لانہ ارفق لکنک علمت المعتمد اور جب کہ حانث نہوا دخول بلا امر سے اگرچہ پھسلنے یا ٹھوکر کھانے یا آندھی کے چلنے یا جانور کی سرکشی سے بنا بر قول صحیح داخل ہو گیا ہو کذا فی الظهیریۃ تو حالف کی یمین نہ باطل ہو گی بسبب اوسکے عدم فعل کے بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی فتح القدیر وغیرہ اور بحر الرائق میں ظهیریہ سے منقول ہے کہ عدم بطلان یمین پر فتوی ہے تو بعد اوسکے اگر داخل ہو گا تو حانث ہو گا لیکن صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوی میں اوسکے مخالف کہا ہے سو بطلان یمین کا فتوی دیا ہے بدلیل قول ابو شجاع کے اسواسطے کہ بطلان یمین لوگوں کے حق میں آسان تر ہے تاکہ حانث نہوں لیکن تجکو قول معتمد یعنے عدم بطلان یمین فتح القدیر وغیرہ سے معلوم ہو چکا ہے تو فتوی صاحب بحر کا لائق اعتماد کے نہیں ولا یحنث فی قولہ لا یخرج الا الی جنازۃ ان خرج الیها قاصدا عند انفصالہ من باب دارہ مشی معها

اولا یاتی البداثم ان خرجت الا الی مسجد فانت طالق فخرجت تریدالمسجد ثم بدالها فذهبت لغیر المسجد لم تطلق اور حانث نہوگا
اس قول مین کہ نہ نکلونگا گھر سے مگر جنازہ کیطرف اگر مایہہ ہوا جنازہ کو اسطرا دسیکی طرف ارادہ کرکے اپنے گھر کے دروازہ سے جدا ہونیکے وقت خواہ
جنازہ کے ساتھ چلا یا نہ چلا اسواسطے کہ یہ ائمہ مین مصرح ہے کہ ایکمردنے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مسجد کے سوا تو نکلی تو تو طالق ہے سو وہ مسجد کا ارادہ
کر کے نکلی پھر بعد خروج کے اوسکے دلمین آیا سو غیر مسجد کیطرف چلی گئی تو مطلقہ نہوگی ھم اسواسطے کہ شرط طلاق خروج غیر مسجد تھا سو پایا نگیا یعنے دروازہ
سے جدا ہونیکے وقت اوسکو غیر مسجد مقصود نتہا اگرچہ بعد خروج کے کہین اور چلی گئی ثم اتی امرا اخر لان الشرط فی الخروج والذھاب
والرواح والعیادة والزیارة النیة عند الانفصال لا الوصول الا فی الاتیان یعنی قسم کہائی کہ سوا جنازہ کے نہ نکلیگا سو بقصد جنازہ
دروازہ سے جدا ہوا پھر دوسرے کام کو چلا گیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ خروج اور ذہاب اور رواح اور عیادت اور زیارت مین نیت شرط ہے دروازہ
سے جدا ہونیکے وقت اور پہنچنا مقصود کیطرف شرط نہین مگر اتیان کے لفظ مین البتہ وصول مقصود مشروط ہے انفصال کیوقت نیت ہونا نہو لمطاوی
کہ کہ ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر عیادت اور زیارت کی نیت سے نکلے تو حانث نہوگا مریض کے گھر تک پہنچے یا نہ پہنچے حالانکہ بحر الرائق سے
مستفاد ہوتا ہے کہ اوسکے گھر کے دروازہ تک جانا اور اجازت دخول کی مانگنا عدم حنث مین ضرور ہے فلو حلف لا یخرج او لا یذھب
او لا یروح بحجا الی مکة فخرج یریدها ثم رجع عنها قصد غیرها ام لا لم یحنث اذا جاوز عمران مصرہ علی قصدها ان
بینه وبینها مدة سفر والا حنث بمجرد انفصاله فتح یعنی اگر قسم کہائی کہ نہ خارج ہوگا یا نہ جاویگا طرف مکہ کے پھر نکلا اوسکے قصد پر پھر اوسکی
طرف سے پلٹ آیا کہ کے سوا کسی طرف کا قصد کیا یا نکیا کذا فی النہر تو حانث ہوگا جب کہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکلیگا مکہ کے قصد پر بشرطیکہ
اوسکے شہر اور مکہ مین مدت سفر کی ہو یعنی تین منزل یا زیادہ اور اگر دونوں مین اتنا فاصلہ نہوگا تو بمجرد جدا ہونے شہر سے حانث ہوگا بلا تجاوز عمران
کذا فی فتح القدیر ہمحشا اور رواح کو مانند خروج اور ذہاب کے کہنا تجویز صاحب بحر کی ھم صاحب بحر الرائق نے کہا کہ لفظ رواح مین مین نے
علما کی تصریح نہین دیکھی حالانکہ اہل مصر اسکو بہت بولتے ہین لیکن ازہری لغوی نے کہا کہ لغت عرب مین رواح بمعنی ذہاب ہے خواہ اول شب مین
ذہاب ہو یا آخر شب مین تو اس تقدیر مین لا یروح در حکم لا یذھب کے ہوگا فتح القدیر مین ہے کہ خروج اس مثال مین بمعنی سفر کے ہے اسواسطے کہ مکہ کیطرف
جانا بلا شبہ سفر ہے لہذا تجاوز عمران شہر حنث کی شرط ہوئی وفیہ حلف لیخرجن مع فلان العالم الی مکة فخرج معه حتی جاوز البیوت
بر اور فتح القدیر مین ہے قسم کہائی کہ البتہ نکلیگا فلانے عالم کے ساتھ طرف مکہ کے پھر اوسکے ساتھ نکلا یہان تک کہ گھرون سے باہر ہوگیا تو اپنی قسم
کو تمام کیا حانث نہوا اگرچہ مکہ تک جاوے اور پھر آوے وفی لا یخرج من بغداد فخرج مع جنازة والمقابر خارج بغداد حنث اور اس
قسم مین کہ بغداد سے نہ نکلیگا سو جنازہ کے ساتھ نکلا اور حالانکہ قبرستان بغداد سے خارج ہے تو حانث ہوگا وفی لا یاتیها لا یحنث الا بالوصول
کامر والفرق لا یخفی اور یون قسم کہانے مین کہ مکہ مین نہ آویگا اور نہ داخل ہوگا حانث نہوگا بدون وصول کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ اتیان
مین وصول مشروط ہے اور فرق خروج اور اتیان کا مخفی نہین ھم بحر الرائق مین ہے کہ خروج اور اتیان مین یہ فرق ہے کہ خروج بقصد مکہ پایا گیا
شہر سے نکلنے سے اور یہی شرط تھی حنث کی اسواسطے کہ اندر سے باہر کیطرف منفصل ہونا یہی حقیقت ہے خروج کی اور اتیان عبارت ہے وصول سے بعد
انفصال سے کذا فی حاشیة الحلبی کما لا یحنث لو حلف ان لا تاتی امرأته عرس فلان فذهبت قبل العرس وکانت ثمة حتی مضی
العرس لانها ما اتت العرس بل العرس اتاها ذخیرہ چنانچہ زوج حانث نہین ہوتا اگر یون قسم کہائے کہ اوسکی زوجہ مثلا زید کی شادی
مین نہ آویگی سو اوسکی زوجہ قبل شادی کے زید کے گھر گئی اور وہین رہی یہانتک کہ شادی ہوگئی اسواسطے حانث نہوگا کہ عورت شادی مین نہ آئی
بلکہ شادی اوسکے پاس آئی یعنی اوسکی مدت اقامت مین شادی ہوگئی کذا فی الذخیرہ وحلف لیاتینه فهو ان یاتی منزله او حانوته
لقیه ام لا قسم کہائی کہ اوسکے پاس جاویگا تو یہہ اتیان اوسکے گھر یا دکان جانے سے عبارت ہے خواہ اوس سے ملاقات ہو یا نہو یعنی اگر اوسکے

گھر یا دوکان مین گیا تو حانث نہوگا ملاقات یمین شرط نہین ہو یا نہو ولو لو یأتِه حتی مات احدهما حنث فی اٰخر حیٰوته وکذا کل یمین مطلقة اما
المؤقتة فیعتبر اٰخرها فان مات قبل مضیه فلا حنث وقوله حنث یفید انه لو ارتد ولحق لا یحنث لبطلان یمینه بالله بجرد
الردة کما عرفته ہی اور اگر حالف محلوف علیہ کے پاس نہ آیا یہانتک کہ دونون مین سے کوئی مرگیا تو حالف حانث ہوگا اپنی اخیر حیوۃ مین اسیطرح ہر مطلق قسم
مین جسکا وقت معین نہین کیا آخر حیوۃ مین حانث ہوگا اور موقت قسم مین تو آخر وقت اوسکا معتبر ہی چنانچہ یون کہا کہ مثلاً تیسری تاریخ محرم کی زید کے
پاس جاونگا تو تیسری تاریخ کے اخیر دن مین حانث ہوگا پھر اگر مرگیا قبل گذرنے وقت معین کے مثلاً تیسری تاریخ سے پہلے مرگیا تو حانث نہوگا اور مصنف
کا یون کہنا کہ اخیر حیات مین حانث ہوگا اسکا مفید ہوا کہ اگر حالف یمین مطلق مین مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جا ملا تو حانث نہوگا بسبب باطل ہونے یمین
باللہ کے بمجرد ارتداد کے چنانچہ کتاب الیمین کے اول مین مذکور ہو چکا کہ یمین باللہ مین اسلام شرط ہی سو اسکو غور کر وجہ غور کی یہہ ہی کہ مصنف کے کلام
مین موت سو حقیقی موت مراد ہو نہ حکمی اسواسطے کہ ارتداد حکمی موت ہی اور شارح نے یمین باللہ کی قید سو اشارہ کیا کہ اگر طلاق کی یمین ہوگی تو ارتداد سے
باطل نہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حلف لیأتینه غدا ان استطاع فهی استطاعة الصحة لانه المتعارف فیقع علی رفع الموانع کمرض
او سلطان وکذا جنون او نسیان بحر بعینا قسم کہائی کہ کل زید کے پاس جاونگا بشرط استطاعت تو یہہ استطاعت صحت پر محمول ہے اسواسطے کہ یہی
متعارف ہی نہ موت حقیقی پر جب استطاعت سے صحت مراد ہوئی تو رفع موانع پر واقع ہوگی چنانچہ بیماری یا منع کرنا بادشاہ کا اور اسیطرح جنون اور نسیان بہی
موانع مین داخل ہین تجویز صاحب بحر الرائق یعنی جب استطاعت صحت رفع موانع سے عبارت ہوئی تو اگر حالف قسم کو بہول گیا یا وہ مجنون ہوگیا تو لازم آتا
یہہ ہے کہ حانث نہو اسواسطے کہ نسیان اور جنون بہی موانع فعل مین داخل ہین کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ استطاعت صحت عبارت ہی سلامت جوارح اور
صحت اسباب سے اور امام محمد نے اسکو عدم مرض اور منع سلطان کر مفسر کیا ہی وان نوی بها القدرة الحقیقة المقارنة للفعل صدق دیانة
لا قضاء علی الاوجه فتح لانه خلاف الظاهر وقد اظهر الزاهدی اعتزاله هنا فی المجتبی کما اظهره فی القنیة فی موضعین من الفاظ
التکفیر اور اگر حالف مثال سابق مین استطاعت سے قدرت حقیقی جو فعل سے متصل ہوتی ہی مراد لیگا تو دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً بنا بر اوجہ قول
کے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ استطاعت سی قدرت حقیقی مراد لینا خلاف ہی ظاہر عرف کے لہذا اوسکی تصدیق قضاءً نہوگی اسواسطے کہ قاضی خلاف ظاہر
کو نہین مانتا اور البتہ زاہدی سنے اپنا اعتزال بیان کتاب مجتبی مین ظاہر کیا ہی جیسے قنیہ مین اسکو دو مقام مین منجملہ الفاظ تکفیر کے ظاہر کیا ہی اہل سنت کے
نزدیک افعال عباد بالکل حق تعالی کی قدرت سے واقع ہوتے ہین اور اوسیکی مخلوق ہین اور معتزلہ کا یہہ مذہب ہے کہ عبد موجد ہو اپنے فعل کا اپنے اختیار سے
شمنی نے کہا قدرت وہ صفت ہی جسکو حق تعالے حیوان مین پیدا کرتا ہی اکتساب فعل کے قصد کے نزدیک بعد سلامت آلات و اسباب اور قدرت نہین ہوتی
مگر متصل فعل کے فتح القدیر مین ہی کہ قدرت عبد مین فعل سے سابق نہین ہوتی بلکہ فعل کے ساتھہ پیدا ہوتی ہی اور فعل مین اسکو کچھہ تاثیر نہین اسواسطے کہ
افعال عباد مخلوق ہین خدا کی اور زاہدی نے اپنا اعتزال یون ظاہر کیا ہی کہ حقیقت استطاعت کو مقارن فعل کہنا باطل ہے اسواسطے کہ یہہ اشعریہ اور
اہل سنت کے مذہب پر مبنی ہی اسواسطے کہ اگر ایسا ہی ہو تو فرعون اور ہامان اور باقی کفار جو کفر مین مرے ہین وہ قادر نتہے ایمان پر اور اونکو ایمان کا
مکلف کرنا تکلیف مالا یطاق تہا اور نبیا علیہم السلام کا آنا اور کتب آسمانی کا نازل کرنا اور امر اور نواہی اور وعدہ اور وعید اونکے حق مین بیفائدہ ہوا
انتہے کلامہ حالانکہ یہہ قول اوسکا غلط ہی اسواسطے کہ تکلیف شرعی قدرت حقیقی پر موقوف نہین تا اوسکا اعتراض وارد ہو بلکہ قدرت ظاہری اوسکو واسطے کافی
ہے یعنی سلامت اعضا اور صحت اسباب چنانچہ اسکی تفصیل علم کلام اور کتب اصول مین مذکور ہی کذا فی المنح و دلائل الاسرار والطحطاوی لا تخرجی بغیر اذنی او الا
باذنی او بامری او بعلمی او برضای شرط للبر لکل خروج اذن الا لغرق او حرق او فرقة ولو نوی الاذن مرة دین وتنحل یمینه بخروجها مرة
بلا اذن کہا زوج نے اپنی زوجہ سو کہ نہ نکلیو گہر سے بغیر میری اذن یا مگر میری اذن سے یا مگر میرے حکم یا علم یا میری رضامندی سو تو اس قسم کے قائم رکہنے کے
واسطے ہر بار نکلنے مین زوج کا اذن شرط ہی مگر ڈوبنے یا جل جانیکے خوف سے یا جدائی کے سبب سے نکلنے مین اذن مشروط نہین اور اگر اس کلام مین زوج ایک ہی بار

کی بابت مراد رکھیگا تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اور یمین باطل ہوگی صورت ہے ایکبار بلا اذن نکلنے سے یعنی جب ایکبار بلا اجازت نکلی تو زوج حانث ہوا
پھر دوسری بار بلا اذن نکلنے سے حانث نہوگا کذا فی النہر ولو قال کلما خرجت فقد اذنت لک لم یسقط اذنہ ولو نہاہا بعد ذلک صح عند محمد
وعلیہ الفتوی و لوالجیہ اور اگر یمین ذکر کے زوج نے کہا کہ ہر بار کہ تو نکلے سو البتہ میں نے تجکو اجازت دی تو اس کلام سے ہر بار کا اذن لینا ساقط
ہوجاتا ہے اور اگر اسکے بعد اس اذن عام کے اسکو منع کریگا نکلنے سے تو صحیح ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ وفی الصیرفیۃ حلف
بالطلاق لاینقل اہلہ لبلد کذا فرفع الامر للحاکم فبعث رجلا باذنہ فنقل اہلہ لایحنث اور صیرفیہ میں ہے کہ قسم کھائی طلاق کی کہ اپنی بیوی کو
فلانے شہر میں نہ لیجائیگا پھر نالش ہوئی حاکم کے پاس سو حاکم نے ایک مرد کو باذن زوج بھیجا سو وہ اسکے اہل کو اسی شہر میں لایا تو زوج حانث نہوگا اسلئے
کہ حاکم پاس نالش کرنے سے حاکم مامور نہیں ہوجاتا کہ اسکا نقل امر کیطرف منسوب ہو کذا فی النہر بخلاف قولہ الا ان او حتی آذن لک لان الغایۃ
بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیو گھر سے مگر یہ کہ میں تجکو اذن دوں یا نہ نکلیو تا اینکہ میں تجکو اذن دوں اسواسطے کہ یہ قول غایت کیواسطے ہے لاتخرجی الا
باذنی میں ہر بار اجازت مشروط ہے اسواسطے کہ استثناء مفرغ ہے اور مستثنی خروج مقرون باذن ہے بخلاف لاتخرجی حتی آذن لک کے کہ اسمیں اذن
غایت ہے خروج کی تو ایکبار کا اذن کافی ہے ہر خروج میں اذن لازم نہیں حتی کا غایت کیواسطے موضوع ہونا تو معلوم ہی ہے اور الا ان بمعنی حتی ہے مجازا کذا
ملتقطا من البحر ولو نوی التعدد صدق ق اور اگر زوج الا ان اور حتی میں تعدد اذن کی نیت کریگا تو اسکی تصدیق ہوگی قضاءً اسواسطے کہ اسکا
کلام محتمل ہے تعدد کا اور اسمیں خود اسکی ذات پر تشدید ہے کذا فی النہر حلف لایدخل دار فلان یراد بہ نسبۃ السکنی الیہ عرفا ولو تبعا او
باعارۃ قسم کھائی کہ داخل نہوگا فلانے کے گھر میں مثلا زید کے گھر میں تو مراد اس سے سکونت کی نسبت ہو طرف زید کے باعتبار عرف کے اگرچہ سکونت اسکی تبعا
ہو نہ بالاصالت یا بطریق عاریت ہو یعنی دار زید سے عرف میں وہ گھر مراد ہے جسمیں زید رہتا ہو خواہ وہ مملوک ہو یا عاریت یا کرایہ ہو سکونت اسکی بالاصالت
ہو یا کسیکے ساتھ رہتا ہو جیسے سکونت بیٹی کی ماں کے ساتھ یا سکونت زوجہ کی زوج کے ساتھ بالتبع ہو نہ بالاصالت بہر صورت جس گھر میں زید ساکن ہو
اوس گھر میں داخل ہونے سے حالف حانث ہوگا اور اگر ایک گھر زید کا مملوک ہو اور وہ اسمیں نہیں رہتا ہو تو اسکے داخل ہونے سے حانث نہوگا باعتبار
عموم المجاز ومعناہ کون محل الحقیقۃ فردا من افراد المجاز یعنی دار فلان سے دار سکونۃ مراد ہے باعتبار عموم مجاز کے اور عموم مجاز کا یہ مطلب
ہے کہ محل حقیقت یعنی کلمہ حقیقی ایک فرد ہو مجاز کے افراد سے یعنی مجازی معنی ایسے عام ہوں کہ حقیقی معنی اسمیں داخل ہوجاویں چنانچہ یہاں دار
مسکونہ میں دار مملوکہ داخل ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہاں جمع بین الحقیقت والمجاز نہیں ہے اسواسطے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں بلکہ عموم
مجاز مراد ہے حلف لایضع قدمہ فی دار فلان یحنث بدخولہا مطلقا ولو ماشیا او راکبا لما تقرر ان الحقیقۃ متی کانت متعذرۃ
او مہجورۃ یصار الی المجاز حتی لو اضطجع ووضع قدمیہ لم یحنث یعنی قسم کھائی کہ اپنا قدم نہ رکھیگا فلانے کے گھر میں تو حانث ہوگا اوسمیں
داخل ہونے سے ہر طرح سے اگرچہ برہنہ پا یا سوار داخل ہوا اسواسطے کہ اصل میں ثابت ہوچکا ہے کہ جب حقیقت متعذر یا متروک ہوتی ہے تو مجاز
متصور ہوجاتا ہے یہاں تک کہ اگر گھر کے باہر لیٹے اور اپنے دونوں قدم گھر کے اندر رکھدے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اس صورت میں اگرچہ وضع قدمین ثابت ہے
لیکن بکثرت استعمال سے حقیقت متعذر ہے پس جب وضع قدمین عرفا دخول سے عبارت ہوا بسبب متروک ہونے حقیقی معنی کے تو سوار ہونے میں حقیقۃ وضع قدم نہیں لیکن حانث ہوگا اور لیٹنے کی صورت میں
ہر چند وضع قدم ہے لیکن حانث نہیں اور حقیقی معنی کا متعذر ہونا آگے باب یمین میں معلوم ہوگا وشرط للحنث فی قولہ ان خرجت مثلا فانت طالق
او ان ضربت عبدک فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعلہ فورا لان قصدہ المنع عن ذلک الفعل عرفا ومدار الایمان
علیہ وہذہ تسمی یمین الفور تفرد ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی باظہارہا ولم یخالفہ احد اور اس قول میں کہ اگر تو مثلا نکلی تو تو طالق
ہے یا تو نے اگر اپنے غلام کو مارا تو میرا غلام آزاد ہے یہ کہنا خروج اور ضرب کے ارادہ کرنیوالے کو تو اس فعل کا فورا کرنا شرط ہے حنث کی اسواسطے کہ
قسم کھانیوالے کا ارادہ اسوقت کے فعل سے جسکے کرنے پر وہ مستعد ہوا ہے باعتبار عرف کے روکنا ہے اور مدار قسموں کا عرف پر ہے اور اس قسم کو یمین فور کہتے ہیں

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یمین فور کے اظہار مین متفرد ہوئے اور کسی مجتہد نے اونکی خلاف نہین کیا اس مسئلہ مین جب زوجہ نے مثلا گہر سے نکلنے کا قصد کیا اور زوج نے کہا کہ اگر تو نکلی تو تجھکو طلاق ہے تو اگر زوجہ فورًا نکلی بلا توقف تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوجاویگی اور اگر زوجہ فورًا نہ نکلی بلکہ اس کلام سے گہڑی بہر بعد نکلی تو حنث نہ ثابت ہوگا یمین فورا کا حکم اول حضرت امام اعظم نے بیان کیا اور اگلے علما یمین دو قسم کی جانتے تھے ایک یمین مطلق اور دوسری یمین مقید اور یمین فور تیسری قسم نکلی کہ ظاہر مین مطلق ہے اور حقیقت مین مقید امام نے اسکا حکم حدیث جابر رضی سے نکالا اور انسے کسی نے مدد مانگی تھی اونہون نے عدم نصرت کی قسم کہائی پہر بعد اسکی نصرت کی اور حانث نہوئی کذا فی تبیین الکنز اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے کہ امام اعظم سے کسی عالم نے یمین فور کے نام رکہنے اور اوسکے حکم نکالنے مین سبقت نہین کی اور نہ اونکے کسی مجتہد نے اونکی مخالفت کی تو سب علما اس مسئلہ مین عیال ہین ابو حنیفہ کی بلکہ درحقیقت کل فقہ مین علما عیال ہین امام اعظم کی کذا فی المنح چنانچہ امام شافعی نے از راہ انصاف فرمایا کہ النَّاسُ عِيَالٌ لِأَبِي حَنِيفَةَ فِي الْفِقْهِ وَكَذَا لَوْ حَلَّفَهُ إِنْ تَغَدَّيْتُ فَكَذَا بَعْدَ قَوْلِ الطَّالِبِ تَعَالَ تَغَدَّ مَعِي شُرِطَ لِلْحِنْثِ تَغَدِّيهِ مَعَهُ ذَلِكَ الطَّعَامَ الْمَدْعُوَّ إِلَيْهِ اور اسیطرح اس قسم مین کہ اگر مین اول روز کا کہانا کہاؤن تو ایسا ہے کہا بلانیوالے نے اس قول کے بعد کہ آمیرے ساتھ اول روز کا کہانا کہا شرط ہے واسطے حنث کے طالب کے ساتھ وہی طعام کہانا جسکے واسطے بلایا اسواسطے کہ جواب اعادہ سوال کا متضمن ہوا ہے تو اوسی طعام مخصوص پر حنث منحصر ہے تاکہ مطابقت واقع ہو سوال اور جواب مین وَإِنْ ضَمَّ إِلَى إِنْ تَغَدَّيْتُ الْيَوْمَ أَوْ مَعَكَ فَعَبْدُهُ حُرٌّ حَنِثَ بِمُطْلَقِ التَّغَدِّي لِزِيَادَةٍ عَلَى الْجَوَابِ فَيُجْعَلُ مُبْتَدِئًا اور اگر جواب مین لفظ الیوم یا معک ملایا یعنی یون کہا کہ اگر مین اول روز کا کہانا آج کہاؤن یا تیرے ساتھ کہاؤن تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا مطلق تغدی سے خواہ طالب کے گہر مین کہاوے خواہ اوسکے ساتھ دوسرے وقت کہاوے بہر صورت حانث ہوگا جواب پر زیادہ بڑہانے سے تو وہ سرنو سے متکلم قرار دیا گیا نہ مجیب طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو لازم تہا بجای معی کے عندی کہتا جیسے صاحب کنز نے کہا ہے اسواسطے کہ جب لفظ معی کا سوال مین ہوا تو مجیب کے کلام مین لفظ معک سے زیادتی نہ لازم آئی وَفِي طَلَاقِ الْأَشْبَاهِ إِنَّ التَّرَاخِيَ لَا بِقَرِينَةِ الْفَوْرِ وَمِنْهُ طَلَبُ جِمَاعِهَا فَأَبَتْ فَقَالَ إِنْ لَمْ تَدْخُلِي مَعِيَ الْبَيْتَ فَدَخَلَتْ بَعْدَ سُكُونِ شَهْوَتِهِ حَنِثَ اور اشباہ کے کتاب الطلاق مین ہے کہ ان شرطیہ درنگی کے واسطے ہے مگر بقرینہ فور البتہ فور کے واسطے ہوتا ہے اور از قبیل فور کے یہ مثال ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے جماع کی خواہش کی سو اوسنے انکار کیا تو زوج نے کہا کہ اگر تو داخل نہوگی میرے ساتھ کوٹہری مین تو تجھکو طلاق ہے پہر بعد سکون شہوت زوج داخل ہوئی نہ فورًا تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوگی وَفِي الْبَحْرِ عَنِ الْمُحِيطِ طُولُ التَّشَاجُرِ لَا يَقْطَعُ الْفَوْرَ وَكَذَا لَوْ خَافَتْ فَوْتَ الصَّلَاةِ فَصَلَّتْ أَوِ اشْتَغَلَتْ بِالْوُضُوءِ لِصَلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ أَوِ اشْتَغَلَتْ بِالصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ لِأَنَّهُ عُذْرٌ شَرْعًا وَكَذَا عُرْفًا اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے دیر تک جھگڑا ہونا زوجین مین قاطع فور کا نہین اور اسیطرح اگر زوجہ فوت نماز سے ڈری سو نماز پڑہنے لگی یا مشغول ہوئی فرض نماز کے وضو مین یا فرض نماز مین مشغول ہوئی سو اتنا توقف قاطع سرعت کا نہین شرعا اور اسیطرح عرفا یعنی اگر زوجہ انکار جماع زوج سے کہا کہ اندر نہ آویگی میرے ساتھ تو تجھکو طلاق ہے سو عورت دیر تک جھگڑا کرتی رہی یا نماز یا وضو مین مشغول رہی اور پہر اندر داخل ہوئی تو زوج حانث نہوگا انتہی توقف عذری سے حَرَّكِبَ الْعَبْدِ الْمَأْذُونِ وَالْمُكَاتَبِ لَيْسَ لِمَوْلَاهُ فِي حَقِّ الْيَمِينِ إِلَّا بِشَرْطَيْنِ إِذَا لَمْ يَكُنْ دَيْنُهُ مُسْتَغْرِقًا وَقَدْ نَوَاهُ فَحِينَئِذٍ يَحْنَثُ سواری عبد ماذون فی التجارۃ اور مکاتب کی اوسکے مالک کی نہین یمین کے حق مین مگر دو شرط سے جب کہ اوسکا قرض مستغرق نہوا اور حالف نے اوس سواری کی نیت کی ہو تو اوسوقت مین حانث ہوگا یعنی اگر قسم کہائی کہ مثلا زید کی سواری پر سوار نہوگا پہر زید کے عبد ماذون یا مکاتب کی سواری پر سوار ہوا تو حانث نہوگا اور بشرط عدم استغراق دین اور نیت کے حانث ہوگا اور اگر دین مستغرق ہو تو حانث نہوگا اگرچہ اوس سواری کی نیت کرچکا ہو اسواسطے کہ عبد مدیون مستغرق کے کسب مین مولی کی ملکیت نہین امام کے نزدیک کذا فی المنح حَلَفَ لَا يَرْكَبُ فَالْيَمِينُ عَلَى مَا يَرْكَبُهُ النَّاسُ عُرْفًا مِنْ فَرَسٍ وَبَغْلٍ وَحِمَارٍ فَلَوْ رَكِبَ ظَهْرَ إِنْسَانٍ أَوْ بَعِيرًا أَوْ بَقَرًا أَوْ فِيلًا لَا يَحْنَثُ اسْتِحْسَانًا إِلَّا بِالنِّيَّةِ ظَهِيرِيَّةٌ قُلْتُ وَيَنْبَغِي حِنْثُهُ بِالْبَعِيرِ فِي مِصْرَ وَالشَّامِ وَبِالْفِيلِ فِي الْهِنْدِ لِلتَّعَارُفِ

قالہ المصنف قسم کھائی کہ سوار نہوگا تو یہ قسم اوسپر محمول ہے جسپر لوگ باعتبار رواج کے سوار ہوتے ہیں گھوڑا ہوا اور خچر اور گدہا ہو سو تو اگر انسان کی پیٹھ
پر سوار ہوگا یا اونٹ یا بیل یا ہاتھی پر سوار ہوگا تو حانث نہوگا بنا بر استحسان کے مگر اونٹ وغیرہ کی نیت ہو البتہ حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ شارح کہتا ہے
اطلاق ہوتا ہے مالک کا اونٹ کو سوار ہوتے مصر اور شام میں اور ہاتھی کو سوار ہوتے ہیں ہندوستان میں لیکن رواج کے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں ہم کہتے ہیں
جو قسم سے عرب میں حانث ہوگا لیکن ہند میں حانث نہوگا اسواسطے کہ رواج نہیں لیکن دیہاتی ہندوستان کے البتہ حانث ہوں گے کہ وہ گدہے اور بیل
پر سوار ہوا کرتے ہیں اور چونکہ گھوڑے اور ہاتھی اور پالکی اور ڈولی اور گاڑی اور رتھ پر ہند میں سوار ہونا رائج ہے تو عدم سواری کی قسم سے اگر
ان سواریوں پر سوار ہوگا تو حانث ہوگا واللہ اعلم ولو حمل علی الدابۃ مکرہا فلا حنث کحلفہ لا یرکب فرسا فرکب برذونا او بعکسہ
لان الفرس اسم للعربی والبرذون اسم للعجمی والخیل یعمہما لو یمینہ بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ حنث بکل حال اور اگر قسم
کھائی عدم سواری کی پھر زبردستی لادا گیا جانور پر حنث نہیں جیسے اس قسم میں حنث نہیں کہ سوار نہوگا فرس پھر برذون پر سوار ہوا یا قسم کھائی
کہ برذون پر سوار نہوگا پھر فرس پر سوار ہوا اسواسطے کہ لغت عرب میں فرس عربی گھوڑے کا نام ہے اور برذون عجمی گھوڑے کا نام ہے اور خیل کا لفظ
دونوں کو عام ہے یہ عدم حنث اوس صورت میں ہے جب کہ قسم عربی زبان میں ہوا اور اگر قسم فارسی زبان میں ہو اسطرح کہ بر اسپ سوار نشوم شد تو ہر
حال میں حانث ہوگا خواہ عربی گھوڑے پر سوار ہو خواہ عجمی پر اسواسطے کہ اسپ دونوں کو شامل ہے ہم فارسی کی مانند ہندی میں بھی تفرقہ گھوڑے کے
لفظ میں نہیں ولو حلف لا یرکب او لا یرکب مرکبا حنث بکل مرکب سفینۃ او محملا او دابۃ سوی الآدمی وسیجی ما لو حلف
لا یرکب حیوانا او دابۃ اور اگر قسم کھائی کہ سوار نہوگا یا مرکب پر سوار نہوگا تو ہر مرکب کے سوار ہونے سے حانث ہوگا ناؤ ہو یا عماری یا جانور
سوا آدمی کے اور اگلے باب میں قریب آویگا کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان یا دابہ پر سوار ہوگا تو انسان اور کافر پر سوار ہونے سے حانث نہوگا + +

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

یہ باب ہے اکل اور شرب اور لبس اور کلام کی قسم میں ہو الاکل
ایصال ما یحتمل المضغ بفیہ الی الجوف مضغ او لا کخبز وفاکہۃ ولا ای وان ابتلعہ من غیر مضغ ہے جاننا چاہیے کہ اکل یعنی کھانا
عبارت ہے پیٹ میں پہنچانے سے اوسکو جو چبانے کے لائق ہے اسواسطے اپنے منہ کے چنانچہ پہنچانا روٹی اور میوہ کا خواہ چبا کر ہو یا نہ چبا کر یعنی اگر
یوں چبائے نگل جاوے والشرب ایصال ما لا یحتمل المضغ من المائعات الی الجوف کماء وعسل اور شرب یعنی پینا عبارت ہے پیٹ میں پہنچانے
سے اوسکو جو لائق چبانے کے نہیں از قسم پتلی چیزوں کے جیسے پانی اور شہد یعنی رقیق سائل کا پیٹ میں پہنچانا ہو اسطرح منہ کے یہ حقیقت ہے شرب کی تو ناک
سے پانی کھینچ کر پیٹ میں لیجانا یا پچکاری سے دوا پیٹ میں پہنچانا شرب نہیں فلو حلف لا یاکل بیضۃ حنث ببلعہا جب حقیقت اکل کی معلوم ہوئی
تو اس قسم میں کہ انڈا نکھاویگا اوسکے نگل جانے سے حانث ہوگا اوسکی ماہیت دام اور پستہ ہر طحطاوی نے کہا کہ انڈے کو ہر او ریختہ انڈا ہے اسواسطے کہ کچا
انڈا لائق چبانے کے نہیں وفی لا یاکل عنبا مثلا لا یحنث بمصہ لان المص نوع ثالث ولو عصرہ واکل قشرہ حنث بلا اثم اور اس قسم میں
کہ انگور نکھاویگا اوسکے عرق چوسنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چوسنا تیسری قسم ہے سوا اکل اور شرب کے اور اگر انگور کا عرق نچوڑ ڈالا اور اوسکے
چھلکے کو کھایا تو حانث ہوگا کذا فی البدائع اسواسطے کہ چھلکا چبانے کے لائق ہے لکن فی تہذیب القلانسی حلف لا یاکل سکرا لا یحنث بمصہ
وفی عرفنا یحنث اور قلانسی کی تہذیب میں ہے قسم کھائی کہ شکر نکھاویگا تو اوسکے چوسنے سے یعنی اوس لعاب نگلنے سے حانث نہوگا اور ہمارے عرف
میں یعنی مصر کے رواج میں حانث ہوگا ہم اصل استدراک یہ ہے کہ بعض عرف میں چوسنے کو بھی کھانا کہتے ہیں تو ہم جب اس عرف کے انگور چوسنے سے
بسی مثال سابق میں حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی واما الذوق فعمل الفم لمجرد معرفۃ الطعم وصل الی الجوف ام لا فکل اکل وشرب ذوق
ولا عکس اور ذوق یعنی چکھنا تو عبارت ہے منہ کے فعل سے فقط مزا دریافت کرنیکے واسطے خواہ پیٹ میں وہ چیز جاوے یا نجاوے اور ہر اکل اور شرب
ذوق ہے اور اوسکا بالعکس نہیں یعنی ہر ذوق اکل اور شرب نہیں تو اکل اور شرب میں اور ذوق میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے ولو تمضمض

للصلوة لا یحنث اور اگر نماز کیواسطے کلی کی تو حانث نہوگا یعنی اگر قسم کہائی کہ پانی نہ چکہیگا تو کلی کرنیسے حانث نہوگا اسواسطے کہ اسطرح کلی کرنے سے چکہنا مراد نہیں ہوتا چنانچہ منقول ہے امام محمد سے کذا فی الطحطاوی ولو عنی بالذوق الاکل لم یصدق الا بالدلیل اور اگر حالف نے چکہنے سے کہانیکا ارادہ کیا تو اوسکی تصدیق نہوگی مگر دلیل سے یعنی دلالت حال سے چنانچہ زید سے خالد نے کہا کہ آ میرے پاس کہانا کہا خالد نے کہا کہ مین تیرے پاس نکہانا چکہونگا نہ پانی تو یہان بقرینہ سوال ذوق بمعنی اکل و شرب کے ہے کذا فی المنح حلف لا یاکل من هذه النخلة او الكرمة تقيد حنثه باكله من ثمرها بالمثلثة ای ما یخرج منها بلا تغير بصنعة جديدة فيحنث بالعصير لا بالدبس المطبوخ ولا بوصل غصن منها بشجرة اخرى قسم کہائی کہ اس کہجور کے درخت یا انگور کے درخت کو نکہاویگا تو متعین ہے حنث اوسکی اون درختوں کے ثمر کے کہانیسے ثمر بثاء مثلثہ سے وہ چیز مراد ہے جو درخت سے بلا تغیر صنعت جدیدہ نکلے تو عصیر یعنے عصارہ کے کہانے سے حانث ہوگا نہ دبس مطبوخ کے کہانیسے اور نہ حانث ہوگا اوس درخت کی شاخ پیوند کرنے سے دوسرے درخت مین ہم جب حالف نے مضاف کیا یمین کو درخت کیطرف حالانکہ درخت ماکول چیز نہین تو یمین لغو ہوتی تھی لہذا اسواسطے تصحیح کلام عاقل کے اوسکو ظاہر سے پہیر العینی درخت سے پہل کا ارادہ کیا الطریق مجاز کے یعنی سبب سے مسبب کا ارادہ کیا سبب درخت ہے اور مسبب پہل قطع عدم تغیر عصیر اور عصارہ وہ پانی جو پہلون کے دبانیسے نکلے والدبس بالکسر اوس شیرہ کو کہتے ہین جو خود بخود پختہ کہجور اور انگور سے ٹپکے چونکہ اوسمین فعل انسان کو دخل نہین لہذا اوسکے کہانیسے حانث ہوگا جیسے کچی کی گدر کہجور کے کہانے سے حانث ہوتا ہے اور دبس مطبوخ شیرہ ہے پختہ کہجور اور انگور کا جو جوش دیا جاوے لہذا اوسکے کہانے سے حانث نہوگا جیسے نبیذ تمر پختہ اور کشمش انگوری سے حانث نہین ہوتا اور اسیطرح اگر انگور کی شاخ دوسرے درخت مین پیوند کی اور اس شاخ کے پہل کو کہایا تو حانث نہوگا بتصرف انسانی کے وان لم یکن للشجر ثمر تنصرف یمینه الی ثمنها فیحنث اذا اشتری به ماکولا واکله اور اگر اوس درخت ماخوذ علیہ کے پہل نہو تو یمین اوسکی اوس درخت کی قیمت کیطرف پہر جاویگی تو حانث ہوگا جب درخت کی قیمت سے کوئی کہانیکی چیز لیگا اور اوسکو کہا دیگا ولو اکل من عین النخلة لا یحنث وان نواها لان الحقیقة مہجورة کذا فی الولوالجیہ اور اگر بعینہ کہجور کے درخت کو کہا دیگا کوٹ پیسکر تو حانث نہوگا اگرچہ خود درخت کی نیت کی ہو قسم کے وقت اسواسطے کہ حقیقت متروک ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی حقیقی معنی درخت کے یہان متروک الاستعمال ہین ہم شارح کو لازم تہا کہ بجای مہجورة متعذرة بولتا چنانچہ ایضاح الاصلاح مین ہے صاحب کشف نے کہا کہ متعذرة وہ ہے جو بلا مشقت نہ حاصل ہو جیسے کہجور کے درخت کا کہانا اور مہجورہ وہ ہے جسکا وصول آسان ہو لیکن لوگون نے اوسکو چہوڑ دیا ہو جیسے وضع قدم کے معنی حقیقی متروک ہوکر مطلق دخول مین مستعمل ہے کذا فی الطحطاوی وفی المحیط لو نوی اکل عینها لم یحنث باکل ما یخرج منها لانه نوی حقیقة کلامه قال المصنف تبعا لشیخه وینبغی ان لا یصدق قضاء لتعیین المجاز زاد فی النهر فان قلت ورق الکرم مما یؤکل عرفا فینبغی صرف الیمین لعینه قلت اهل العرف انما یاکلونه مطبوخا اور محیط مین ہے کہ اگر حالف بعینہ کہجور کے درخت کے کہانیکی نیت کریگا تو اوسکے پہل وغیرہ کے کہانیسے حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا تو مجاز مین کیونکر حانث ہوگا مصنف نے اپنی شرح مین باتباع اپنے استاذ یعنی صاحب بحر الرائق کے کہا کہ لائق یون ہے کہ باوجود نیت حقیقت کے قضاءً اوسکی تصدیق نہو بسبب معین ہوجانے معنی مجازی کے تو غیر مجاز خلاف ظاہر ہوا اور خلاف ظاہر مین قاضی تصدیق نہین کرتا کذا فی المنح اور صاحب نہر الفائق نے واسطے تقویت اس قول کے اتنا زیادہ کہا ہے یعنی اگر تو کہے کہ انگور کے پتون کو عرف مین کہاتے ہین تو لائق ہے یمین کا پہیرنا بعینہ انگور کے درخت کی طرف تو مین جواب کہونگا کہ اہل عرف پتون کو تو پکا کر کہاتے ہین یعنی اگر کچا کہانا رواج ہوتا تو سوال صحیح ہوتا وفی الشاة یحنث باللحم خاصة لا باللبن لانها ماکولة فتنعقد الیمین علیها اور بہیڑ بکری کی قسم مین فقط گوشت کہانے سے حانث ہوگا نہ دودہ کہانے سے اسواسطے کہ بہیڑ بکری خود کہانیکی چیز ہے تو یمین لعینہ اوسی پر منعقد ہوگی نہ اوسپر جو اوس سے نکلتا ہے یعنی دودہ اور دہی اور مسکہ ولا یحنث فی حلفه لا یاکل من هذا البسر او الرطب او اللبن باکل رطبه وتمره وشیرازه لان هذه صفات داعیة الی الیمین فتتقید به اور اس قسم مین کہ نکہاویگا اس گدر کہجور کو یا اس پختہ تر کہجور کو یا اس دودہ کو حانث نہوگا ایسی صورت مین تر کہجور کہانے سے

سے اور دوسری صورت میں خشک کھجور کھانے سے اور تیسری صورت میں چکا ہی کھانے سے اسواسطے کہ یہ صفات یعنی بسریت اور رطوبت اور لبنیت باعث
ہوتے ہیں قسم کھانیکے اسلئے اعتبار کیا جاوے تو وہی صفت مقصود ہے پر قسم مقید ہوگی تو غیر صفت میں کیونکر حانث ہوگا ہم شیراز عبارت ہے ز آب سو یعنی دودھ
کو جو ... کرکے اوسکا پانی نکالا جاوے کذا فی فتح القدیر ردالمحتار میں علامہ باکیر سے نقل کیا کہ شیراز بالکسر میں ترشی کا ہونا بھی شرط ہے لہذا ترجمہ میں
شیراز کا ترجمہ دہی کیا حلف لا یکلم هذا الصبی او هذا الشاب فکلمه بعد ما شاخ او لا یأکل هذا الحمل بفتحتین ولد الضأن
فاکله بعد ما صار کبشا فانه یحنث لان الصفة غیر داعیة بخلاف اس قول کے کہ قسم کھائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے کلام کریگا پھر اوس سے
کلام کیا اوسکے بڈھا ہونیکے بعد یا قسم کھائی کہ اس بھیڑ کے بچہ کو نکھاویگا پھر اوسکو کھایا جب کہ وہ جوان مینڈھا ہوگیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ
صفات باعث یمین کے نہیں ہوسکتے ہم اسواسطے کہ ہجران مسلم ترا ممنوع ہے تو باعث یمین عدم تکلم کا خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر اور اسیطرح بھیڑ کے بچہ کا نکھانا
باعث یمین نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ صغیر کا گوشت جوان سے زیادہ تر مرغوب ہوتا ہے حمل بفتح اول و دوم بچہ بھیڑ اور دنبہ کا والاصل ان المحلوف
علیه اذا کان بصفة داعیة الی الیمین تقید به فی المعرف والمنکر فاذا زالت زال الیمین وما لا تصلح داعیة اعتبر فی المنکر
دون المعرف اور قاعدہ کلیہ مسائل سابقہ کے حکم کا یہ ہے کہ محلوف علیہ جب کہ ایسی صفت کے ساتھ موجود داعی ہو طرف یمین کے تو یمین اوس صفت
کے ساتھ مقید ہے معرفہ اور نکرہ دونوں میں تو جب وہ صفت زائل ہوگی تو یمین بھی زائل ہو جاویگی اور جب کہ محلوف علیہ ایسی صفت کے ساتھ ہو جسکو
لیاقت نہیں داعی ہونیکی تو اعتبار صفت کا نکرہ میں ہوگا چنانچہ لا اکلم صبیا فکلم شابا میں نہ معرفہ میں چنانچہ اسکے سابقہ میں یعنی لا یکلم هذا الصبی و
فی المبتغی حلف لا یکلم هذا المجنون فبرأ او هذا الکافر فاسلم لا یحنث لانها صفة داعیة اور مبتغی میں ہے قسم کھائی کہ اس مجنون
سے نہ بولیگا پھر اوسکا جنون جاتا رہا اور حالف اوس سے بولا یا قسم کھائی کہ اس کافر سے نہ بولیگا پھر وہ مسلمان ہوگیا اور حالف اوس سے بولا
تو حانث نہوگا اسواسطے کہ جنون اور کفر ایسی صفت ہے کہ عدم تکلم کی باعث ہے تو اوسکے زوال سے یمین بھی زائل ہوگی وفی لا یکلم رجلا فکلم
صبیا حنث وقیل لا کلا یکلمه صبیا فکلمه بالغا لانه بعد البلوغ یدعی شابا وفتی الی الثلثین وکهلا الی خمسین فشیخ اور اس قسم
میں کہ مرد سے بات نکریگا پھر حالف لڑکے سے بولا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ رجل صبی کو بھی شامل ہے باعتبار لغت کے کذا فی الطحطاوی اور دوسرا قول یہ ہے کہ
حانث نہوگا اور یہی قول حق ہے اسواسطے کہ عرف میں رجل صبی کو شامل نہیں کذا فی الحلبی چنانچہ اس مثال میں حانث نہیں قسم کھائی کہ صغیر سے نہ بولیگا
اور اوس سے بعد بالغ ہونیکے بولا اسواسطے کہ صغیر کو بعد بلوغ کے شاب اور فتی کہتے ہیں تیس برس تک پھر تیس برس کے بعد پچاس برس تک اوسکو کہل لینے
ادھیڑ بولتے ہیں پھر پچاس برس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہتے ہیں یعنی بڈھا او لا یأکل هذا العنب فصار زبیبا هذا وما بعده معطوف علی
قوله من هذا البسر فیما لا یحنث به یا قسم کھائی کہ اس تر انگور کو نہ کھاویگا پھر وہ انگور خشک ہوگیا تو اوسکے کھانے سے حانث نہوگا شارح کہتا ہے
کہ یہ مثال اور اسکے بعد کی مثالیں مصنف کے قول من هذا البسر پر عطف ہیں جس سے حالف حانث نہیں ہوتا او لا یأکل هذا اللبن فصار جبنا او لا یأکل
من هذا البیضة فاکل فرخها کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن فرخا یا قسم کھائی کہ اس دودھ کو نکھاویگا پھر وہ پنیر ہوگیا یا اس
انڈے کو نکھاویگا پھر اوسکے بچہ کو کھایا شارح کہتا ہے مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخوں میں اسیطرح فرخہا کا لفظ ہے اور متن کے نسخوں میں جو
شرح سے سوا ہیں اونمیں فرخا کا لفظ ہے او لا یذوق من هذا الخمر فصار خلا او من زهر هذه الشجرة فاکل بعد ما صار لوزا او
مشمشا لم یحنث یا اس شراب کو نہ چکھیگا پھر شراب سرکہ ہوگئی یا قسم کھائی کہ اس درخت کے پھول کو نکھاویگا پھر جب وہ پھول بادام یا زرد آلو
ہوگیا تو اوسکو کھایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ محلوف علیہ کی حقیقت بدل گئی بخلاف حلفه لا یأکل تمرا فاکل حیسا فانه یحنث لانه تمر مفتت
یلت بالسمن او غیره بحر وفیه الاصل فیما اذا حلف لا یأکل معینا فاکل بعضه ان کل شیء یأکله الرجل فی مجلس
او یشربه فی شربة فیحنث بکله والا فعلی بعضه بخلاف اس قسم کے کہ کھجور کو نکھاویگا سو اوسنے حیس کو کھایا یعنی کھجور کا ملیدہ تو اس کھانے

حانث ہوگا اسواسطے کہ جسمین عبارت ہی کھجور کے چورے سے اگرچہ اوسکو ساتھہ گھی وغیرہ ملایا گیا کذا فی البحر اور اسی مین ہے کہ جب قسم کہائی کہ چیز معین کو نہ کہاویگا سوا اوسمین سے کچھہ تہوڑا کہایا تو ایسی قسم مین قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو جسکو آدمی ایک مجلس مین سب کہا جاتا ہو یا ایکبار اوسکو پیجاتا ہو تو انعقاد حلف کا اوسکے کل پر ہوگا یعنی اوسکے سب کہا جانے سے حانث ہوگا اور اگر آدمی ایکبار مین نکہاسکتا ہو یا نہ پی سکتا ہو تو انعقاد یمین کا اوسکی تہوڑے کہانے پر ہوگا وکذا لا یحنث لو حلف لا یاکل بسرا فاکل رطبا او لا یاکل عنبا فاکل زبیبا بخلاف حب جوز ولوز فان الاسم یتناول الرطب ایضا اسیطرح حانث نہوگا اگر قسم کہائی کہ گدر کھجور نکہاویگا پھر اوسنے پکی تر کھجور کہائی یا انگور کو نکہاویگا پھر اوسنے خشک انگور کہایا بخلاف جوز اور بادام کی قسم کی اسواسطے کہ نام جوز اور بادام کا تر اور خشک کو بہی شامل ہے ولو حلف لا یاکل رطبا او بسرا او لا یاکل رطبا ولا بسرا حنث باکل المذنب بکسر النون المشددۃ لانہ اکلہ المحلوف علیہ وزیادۃ اور اگر قسم کہائی کہ پکی تر کھجور یا گدر کھجور نکہاویگا یا قسم کہائی کہ پکی تر کھجور کہاویگا نہ گدر کو تو مذنب کے کہانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ اوسنے محلوف کو کہایا ساتھہ زیادتی کے مذنب بکسر نون مشدد اوس کھجور کو کہتے ہین جو نیچے کی طرف سے پختہ ہو چلی ہو اور رطب مذنب وہ ہے جو اکثر پختہ ہو اور اقل گدر اور بسر مذنب اوسکی بالعکس ہے کذا فی المنح عن المغرب ولا حنث بشراء کباسۃ بکسر الکاف ای عرجون ویقال عنقود بسر فیہا رطب فی حلفہ لا یشتری رطبا لان الشراء یقع علی الجملۃ والمغلوب تابع بخلاف حلفہ علی الاکل لو تو رعہ شیئا فشیئا اور حانث نہوگا گدر کھجور کے گودے مول لینے سے جسمین کچھہ پکی کھجور بہی ہو اسطرح قسم کہانے مین کہ پکی کھجور کو خرید نکریگا اسواسطے کہ مول لینا یکبارگی واقع ہوتا ہے اور مغلوب تابع ہوتا ہے غالب کے بخلاف کہانیکی قسم کے یعنی اگر قسم کہائی کہ پکی کھجور نکہاویگا پھر اوسنے گدر کے ساتہہ تہوڑی پکی کھجور بھی کہائی تو حانث ہوگا یہان مغلوب تابع غالب کا نہین بسبب واقع ہونے اکل کے اندک اندک نہ یکبارگی مانند خرید کے کباسہ بکسر کاف عرجون ہے اور عنقود بہی اوسکو کہتے ہین یعنی خوشہ خرما اور انگور ہندی مین اوسکو گوتو گہو کہتے ہین یعنی خوشہ جسمین مجتمع ہو کر پہل لگتے ہین ولا حنث فی حلفہ لا یاکل لحما باکل مرقۃ او سمک الا اذا نواہما ولا فی لا یرکب دابۃ برکوب کافر ولا بجلس علی وتد بجلوس علی جبل مع تسمیتہا فی القرآن لحما ودابۃ واوتادا للعرف اور حانث نہین اس قسم مین کہ گوشت نکہاویگا شوربا اور مچھلی کہانے سے مگر جب کہ حالف شوربا اور مچھلی کی نیت کریگا گوشت کے لفظ مین تو البتہ حانث ہوگا اور اوسمین بہی حنث نہین کہ دابہ یعنی چلنے والے جاندار پر سوار نہوگا پھر وہ کافر پر سوار ہوا یا قسم کہائی کہ میخ پر نہ بیٹھوگا پھر پہاڑ پر بیٹھا باوجودیکہ قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت اور کافر کو دابہ اور پہاڑون کو میخین فرمایا ہے حانث نہوگا بسبب عرف کے یعنی مدار حلف کا عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر وما فی التبیان فی حنثہ فی لا یرکب حیوانا برکوب الانسان رُدّ کما فی النہر بان العرف العملی مخصص عندنا کالعرف القولی اور جو قول حانث ہونیکا تبیین مین ہے اس قسم مین کہ جاندار پر نہ سوار ہوگا انسان کے سوار ہونے سے اوسکو نہر الفائق مین رد کیا ہے اسطرح کہ عرف عملی ہمارے نزدیک مخصص ہے مانند عرف قولی کے تم تبیین زیلعی کی شرح کنز مین ہے کہ اگر قسم کہائی کہ حیوان پر سوار نہوگا تو انسان پر سوار ہونے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ لفظ حیوان کا انسان کو شامل ہے اور عرف عملی یعنی انسان پر سوار ہونیکی عادت نہین ہے یہہ مخصص انسان کا نہین ہوسکتا فتح القدیر مین کہا کہ عدم تخصیص عرف عملی کا قول صحیح نہین اسواسطے کہ اصول میں ثابت ہے کہ حقیقت متروک ہوتی ہے عادت کی دلالت سے اور عادت بعینہ عبارت ہے عرف عملی سے اور تحریر مین ہے کہ عرف عملی مخصص ہے حنفیہ کے نزدیک خلافا للشافعیۃ اور عرف قولی کا مخصص ہونا بالاتفاق ہے کذا فی النہر ولحم الانسان والکبد والکرش والریۃ والقلب والطحال غیر الخنزیر لحم ہذا فی عرف اہل الکوفۃ اما فی عرفنا فلا کما فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا ومنہ علم ان العجمی یعتبر عرفہ قطعا اور اگر انسان کا گوشت اور کلیجی اور اوجہڑی اور پھیپڑا اور دل اور تلی اور خوک کے گوشت مین داخل ہے لیکن یہہ عرف کوفیون کا ہے اور ہمارے عرف مین کلیجی اور اوجہڑی وغیرہ کو گوشت نہین کہتے کذا فی البحر عن الخلاصہ وغیرہا اور یہین سے معلوم ہوگیا کہ انسان عجمی اپنے عرف کو بالیقین اعتبار کرے یعنے حلف مین مرد عجمی کو اپنے عرف کا اعتبار لازم ہے عرب کا عرف اوسکو حجت نہین لہذا فتح القدیر مین مصرح ہے کہ مفتی پر واجب ہے کہ بموجب عادت اہل

شہر کے تو سوید ہو ہیں تسم حالف کی واقع ہوئی ہو وفی الخانیۃ الرأس والاکارع لحم فی یمین الاکل لا فی یمین الشراء اور خانیہ میں ہو کہ سر اور پائے گوشت ہیں اکل کی یمین میں نہ مول لینے کی یمین میں یعنی اگر قسم کہائی کہ گوشت نکہاویگا تو کلہ پائے کہانیسے حانث ہوگا اور اگر قسم کہائی کہ گوشت کو نخریدیگا تو ان کو مول لینے سے حانث نہوگا وفی لا یاکل من هذا الحمار یقع علی لحمہ وفی هذا الکلب لا یقع علی صیدہ اور اس قسم میں کہ اس گدہے سے نکہاویگا تو قسم اوسکی کرایہ پر واقع ہوگی یعنی اوسکا کرایہ کہانیسے حانث ہوگا بنابر عرف کے اور اگر قسم کہائی کہ اس کتے سے نکہاویگا تو قسم اوسکی صید پر نہ واقع ہوگی بلکہ کتے کے گوشت پر واقع ہوگی کذا فی الفتح ولا یعم البقر الجاموس اور شامل نہیں گائے بہینس کو یعنی اگر قسم کہائی کہ گائے یا بیل کا گوشت نکہاویگا تو بہینس کا گوشت کہانے سے حانث نہوگا کہ وہ دوسری قسم ہو ولا یحنث باکل النیئ هو الاصح اور حانث نہوگا کچا گوشت کہانے سے یہی قول اصح ہو یعنی اگر قسم کہائی کہ گوشت نکہاویگا تو کچا گوشت کہانیسے حانث نہوگا اسواسطے کہ کچا کہانیکی عادت نہیں اور نہر الفائق میں مذکور ہو قسم کہائی کہ گوشت نکہاویگا تو اونٹ اور بہیڑ بکری اور گائے چڑیوں کے گوشت کہانیسے حانث ہوگا پختہ گوشت ہو یا بہنا یا خشک ولا یحنث بشحم الظہر وهو اللحم السمین فی حلفہ لا یاکل شحما خلافا لهما بل بشحم البطن والامعاء اتفاقا لا بہما فی العظم اتفاقا فتح اور اس قسم میں کہ چربی نکہاویگا پیٹہ کی چربی کہانیسے حانث نہوگا امام کے نزدیک کہ وہ چکنا گوشت ہو بخلاف صاحبین کہ انکے نزدیک اسکے کہانیسے حانث ہوگا بلکہ پیٹ اور آنتوں کی چربی کہانیسے بالاتفاق امام اور صاحبین حانث ہوگا اور ہڈی کے اندر کا گودہ کہانیسے بالاتفاق حانث نہوگا اسواسطے کہ گودہ چربی نہیں کذا فی فتح القدیر فتاوی عالمگیری میں ہے شحم ظہر سے وہ مراد ہے جسکے ساتھ گوشت مخلوط ہو اور اگر چربی کو گوشت سے علیحدہ کیا تو اوسمیں امام سے روایت نہیں اور ممکن ہو کہ امام کے نزدیک اوسکے کہانے سے حانث ہو اور اگر قسم فارسی زبان میں ہو تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اسم پیہ شحم ظہر کو شامل نہیں والیمین علی شراء الشحم وبیعہ کہی علی اکلہ حکما ودلیلا قالہ زیلعی اور یمین چربی کے مول لینے اور بیچنے پر اوسکے کہانیکی یمین کی مانند ہو حکم میں اور دلیل میں کذا فی شرح الزیلعی یعنی اگر قسم کہائی کہ چربی کو خرید نکریگا تو اس چربی کے خریدنے سے حانث ہوگا جسکے کہانے سے حانث ہوتا ہو یعنی پیٹ اور آنتڑیوں کی چربی کی خرید سے بالاتفاق حانث ہوگا اور پیٹہ کی چربی سے امام کے نزدیک حانث ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک ولا یحنث بالالیۃ فی حلفہ لا یاکل او لا یشتری شحما او لحما لانہا نوع ثالث اور اس قسم میں کہ چربی یا گوشت نکہاویگا یا خرید نکریگا دنبہ کی چکیدی کہانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چکتی چربی اور گوشت کے سوا تیسری قسم ہو ولا یحنث بخبز او دقیق او سویق فی حلفہ لا یاکل هذا البر الا بالقضم من عینہا لو مقلیۃ کالبلیلۃ فی عرفنا اما لو قضمہا نیۃ فلا حنث الا بالنیۃ فتح اور اس قسم میں کہ اس گیہون کو نکہاویگا اوسکی روٹی اور آٹا اور ستو کہانیسے حانث نہوگا مگر بعینہ گیہون کے چابنے سے حانث ہوگا اگر گیہون بہونے ہون جیسے ابلے گیہون چابنے سے حانث ہوتا ہو ہمارے عرف میں اور کچے گیہون چابے تو حنث نہیں مگر کچے کی نیت سے کذا فی فتح القدیر وفی النہر عن الکشف المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہ احدہا ان یقول هذہ الحنطۃ ویشیر بصبرۃ وهی مسئلۃ المتن الثانیۃ ان یقول هذہ بلا ذکر حنطۃ فیحنث باکلہا کیف کان ولو نیۃ او خبزا الثالثۃ ان یقول حنطۃ فیحنث باکلہا ولو نیۃ لا بنحو الخبز اور نہر الفائق میں کشف سے منقول ہو کہ مسئلہ اکل حنطہ کا تین وجہ پر ہو ایک وجہ یہ کہ کہے کہ اس گیہون کو نکہاویگا اور اشارہ کرے گیہون کے ڈہیر کیطرف اور یہی مسئلہ متن میں مذکور ہو دوسری وجہ یہ کہ اسکو نکہاویگا بدون ذکر کرنے گیہون کے تو اوسکے کہانیسے حانث ہوگا جسطرح سے کہاوے اگرچہ کچے گیہون کہاوے یا اوسکی روٹی کہاوے تیسری وجہ یہ کہ کہے گیہون نکہاویگا بلا اسم اشارہ تو اوسکے کہانے سے حانث ہوگا اگرچہ کچے کہاوے لیکن روٹی وغیرہ کے کہانے سے حانث نہوگا ولو زرعہ لم یحنث بالخارج اور اگر محلوف علیہا گیہون کو بویا تو اوسکے کہیت سے جو گیہون پیدا ہونگے اونکے کہانے سے حانث نہوگا وفی هذا الدقیق یحنث بما یتخذ منہ کالخبز ونحوہ کعصیدۃ وحلوی لا بسفہ فی الاصح کما مر فی اکل عین النخلۃ اور اس آٹے میں یعنی قسم کہائی کہ اس آٹے کو نکہاویگا تو حانث ہوگا اون چیزون کے کہانے سے جو آٹے سے بنائی ہین جیسے روٹی وغیرہ جیسے عصیدہ یعنی لپٹا اور کاچی اور حلوا نہ خود آٹا پہانکنے سے حانث ہوگا قول اصح میں چنانچہ اسکی وجہ بعینہ کہجور کے درخت

کہانے مین مذکور ہوگی یعنی گیہون آٹا کو یا عرف مین متروک ہو مجازی معنی متعین ہوگئے والخبز ما اعتادہ اھل بلد الحالف فالشامی والبرّ والیمنی بالذّرۃ والطبرستانی بخبز الارز وبعض اھل القری بالشعیر فلو دخل بلد البرّ واستمر لا یاکل الا الشعیر لم یحنث الا بالشعیر لان العرف الخاص معتبر فتح اور روٹی کی یمین مین وہ روٹی مراد ہوگی جس روٹی کے کہانیکی اوس شہر والون کو عادت ہو جیسے قسم کہانیوالا اگر شام کا رہنیوالا گیہون کی روٹی کہانے سے حانث ہوگا اور یمن کا رہنیوالا جوار کی روٹی کہانیسے حانث ہوگا اور طبرستان کا رہنیوالا چاول کی روٹی کہانیسے حانث ہوگا اور بعضا گانون کا رہنیوالا جو کی روٹی کہانیسے حانث ہوگا تو اگر جو کی روٹی کہانیوالا گیہون کے شہر مین گیا اور ہمیشہ اوسکی یہی عادت رہی وہان بہی کہ سوا جو کے گیہون کی روٹی نکہائی تو حانث نہوگا مگر جو کی روٹی سے اگرچہ اہل شہر کی عادت گیہون کی ہے اسواسطے کہ اوس شخص کا عرف خاص بہی معتبر ہے در باب یمین اوسکے حق مین کذا فی فتح القدیر حلف لا یاکل من خبز فلانۃ انصرف الی الخابزۃ التی تضربہ فی التنور لمن عجنتہ وھیّأتہ للضرب ظھیریہ قسم کہائی کہ فلانی عورت کی روٹی نکہاویگا تو یہ قسم اوس روٹی پکانیوالی کیطرف پہرگی جو تنور مین روٹی کو لگاتی ہے اوس عورت کیطرف جسنے اوس روٹی کا آٹا گوندہا اور تنور مین لگانیکے واسطے تیار کر دیا کذا فی الظہیریہ ومنہ الرقاق لا القطائف والثرید او بعد ما دقّہ او فتّہ لانہ لا یسمّی خبزا اور روٹی مین داخل ہین رقاق نہ قطائف اور ثرید یا روٹی کو بعد کوٹ ڈالنے یا چور کر ڈالنے کے کہایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکو روٹی نہین کہتے بلکہ اوسکا نام قطیرا اور ثرید اور ملیدہ ہے ھ رقاق جمع ہے رقیق یعنی پتلی روٹی جسکو چپاتی بولتے ہین اور قطائف جمع ہے قطیفہ کی اور قطیفہ ایک قسم کی روٹی کا نام ہے اور ثرید اوسکو کہتے ہین کہ روٹی توڑ کر شوربے مین ترکیجاوے ویحنث فی لا یاکل طعاما من طعام فلان یاکل خلّہ او زیتہ او ملحہ ولو طعام نفسہ لا لو اخذ من نبیذہ او مائہ فاکل بہ خبزا اسر قسم مین کہ کوئی کہانا نکہاویگا فلانکے طعام سے حانث ہوگا اوسکے سرکا اور اوسکے روغن زیتون اور اوسکے نمک کے کہانیسے اگرچہ اوسکے نمک وغیرہ کو اپنی روٹی کے ساتہہ کہا دے اور اگر اوسکا نبیذ یا پانی لیا اور اوس سے روٹی کہائی تو حانث نہوگا ھ ہرچند طعام لغت مین ہر مطعوم کو کہتے ہین لیکن نہر الفائق مین کہا کہ ہماری عرف مین نمک اور سرکہ اور روغن زیتون کو طعام نہین بولتے حموی نے کہا تو عرف مین بدون پختہ کہانیکے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی نبیذ عبارت ہے خیساندہ تمر اور انگور وغیرہ سے وفی لا یاکل سمنا فاکل سویقا ولا نیّۃ لہ ان بحیث لو عصر سال السمن حنث والا لا جوھرہ اور اس قسم مین کہ گہی نکہاویگا پہر اوسنے گہی ملا ستو کہایا اور اوسکو قسم مذکور مین مخلوط گہی کہانیکی نیت نتہی تو اگر ستو ایسے ہون کہ اگر اونکو نچوڑے تو گہی نچڑ نکلے تو حانث ہوگا اور اگر گہی سائل نہو تو حانث نہوگا کذا فی الجوہرہ ھ اور اگر اوسنے مخلوط گہی کی بہی نیت کی ہو تو ہر صورت سے حانث ہوگا گہی سائل ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی وفی البدائع لا یاکل طعاما فاضطر لمیتۃ فاکل لم یحنث اور بدائع مین ہے قسم کہائی کہ کہانا نکہاویگا پہر وہ مردار کیطرف مضطر ہوا اور اوس نے اوسکو کہایا حانث نہوگا اسواسطے کہ مردار طعام نہین والشواء والطبیخ یقعان علی اللحم المشوی والمطبوخ بالماء اور شوا اور طبیخ واقع ہوتے ہین بہونے گوشت اور پانیکے ساتہہ پکائی گوشت پر ھ ہرچند شواء بالکسر اور لغت مین ہر بہونی چیز کو کہتے ہین خواہ گوشت ہو یا گاجر اور اسیطرح طبیخ وہ جو پانیکے ساتہہ پکایا جاوے لیکن عرف قدیم مین شوا اور طبیخ فقط گوشت کو مخصوص تہا تو اگر قسم کہائی کہ شوا یا طبیخ نکہاویگا تو بہونے چاول اور پانی دال یا چاول کہانے سے حانث نہوگا ھذا فی عرفھم اما فی عرفنا فاسم الطبیخ یقع علی کل مطبوخ بالماء ولو بودک او زیت او سمن کما نقلہ المصنف عن المجتبی یہ یعنی طبیخ کا مخصوص ہونا گوشت کے ساتہہ اونکی عرف قدیم مین تہا اور ہماری عرف مین تو طبیخ ہر چیز کو کہتے ہین جو پانی کے ساتہہ پکایا جاوے اگرچہ چربی یا روغن زیتون یا گہی کی ساتہہ مطبوخ ہو چنانچہ اس عرف کو مصنف نے اپنی شرح مجتبیٰ سے نقل کیا ہے ھ لیکن مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ اسم طبیخ کا سمک مطبوخ کو شامل نہین تو اوسکے کہانے سے حانث نہوگا وفی النھر الطعام یعمّ ما یوکل علی وجہ التطعّم کخبز وفاکھۃ لکن فی عرفنا لا اور نہر الفائق مین ہے کہ طعام عام ہے ہر چیز کو جو بطریق تلذذ اور مزہ لینے کے کہائی جاوے جیسے پنیر اور میوہ اور نمک اور سرکہ لیکن ہماری عرف مین ان اشیاء کو طعام

نہین کہتے ہین کا مرد الرأس ماپباع فی مقبرۃ ای مسیل الحال اعتبار العرف اور سر سے وہ مراد ہے جو حالف کے شہر مین کہا یا جاتا ہو باعتبار عرف کے ہم قسم کہائی
کہ سر کہا و یگا تو دو بس سر کہانے سے حانث ہوگا اور اسکے شہر مین بکتا ہو بازار سے منقول ہو کہ اونٹ و گاے اور بکری کے سر کہانے سے حانث ہوگا اور صاحبین سے منقول ہے
کہ فقط بکری کے سر سے حانث ہوگا اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف دینز عرف کے ہے یہ اختلاف حجت اور دلیل کا نہین تو مفتی پر واجب ہو کہ
موافق عادت ہر شہر کے فتوی دے کذا فی النہر والفاکھۃ التفاح والبطیخ والمشمش ونحوھا اور میوہ سیب اور خربوزہ اور زرد آلو اور مانند اسکے
جیسا کہ انجیر اور شفتالو اور بہی اور آلو اور اخروٹ اور بادام اور پستہ اور عناب اور فالسہ و کلیہ یہ ہو کہ میوہ اوسکا نام ہو جو قبل طعام اور بعد
طعام کے آسودہ ہو کر بطریق لذت ادر تنعم کہایا جاوے تر ہو خواہ خشک ہو خواہ تر کذا فی المنح تو معلوم ہوا کہ ہندوستان مین آم اور جامن اور فالسہ اور کمرکی
اور نارنگی اور شیرین لیموں اور گنا اور بیر میوہ مین داخل ہین کہ لذت کے واسطے کہائے جاتے ہین لا العنب والرمان والرطب الا فالھما خلاف عکسہ
والعبرۃ للعرف فیحنث باکل ما یعد فاکہۃ عرفا ذکرہ التمنی واقرہ المصنف اور انگور اور انار اور تر کہجور میوہ نہین امام کے نزدیک بخلاف
صاحبین کے کہ انکے نزدیک انگور وغیرہ میوہ مین اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف عادت زمانہ کے ہو اور قسم مین اعتبار عرف کا ہو تو حانث
ہو گا اوسکے کہانے سے جسکو عرف مین میوہ شمار کرتے ہون یہ تمنی نے ذکر کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو مسلم رکھا ہو والحلوی ما لیس
من جنسہ حامض فیحنث باکل خبیص وعسل وسکر اور حلوا اوسکو کہتے ہین جسکا ہمجنس کہٹا نہو تو حانث ہوگا خبیص اور شہد اور شکر کے کہانے سے ہم
اگر قسم کہائی کہ حلوا نکہاوےگا تو شہد اور شکر کہانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ شہد اور شکر کی کوئی قسم ترش نہین اور اگر انگور یا انار یا آلو کہاویگا تو حانث
نہوگا اسواسطے کہ بعض انگور اور انار اور آلو کہٹا ہوتا ہو خبیص اوس حلوی کو کہتے ہین جو کہجور و رگہی سے بنایا جاوے کذا فی القاموس لکن المرجع فیہ الی
عادات الناس فعی بلادنا لا حنث فی فانیذ وعسل وسکر کما نقلہ المصنف عن الظہیریۃ لیکن حلوی کی حقیقت مین لوگونکی عادات پر اعتماد
ہے سو ہمارے شہرونمین تو فانیذ اور شہد اور شکر کے کہانے سے حنث نہین ہوتا جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ظہیریہ سے نقل کیا ہو ہم اگر قسم کہائی کہ حلوا
نکہاویگا تو شہد اور شکر کہانے سے حانث نہوگا ہر چند تعریف حلوی کی جو متن مین مذکور ہوئی وہ شہد وغیرہ پر صادق ہو لیکن حانث نہوگا اسواسطے کہ
عرف مین شہد اور شکر کو حلوا نہین کہتے ہین فانیذ ایک قسم ہو شکر کی سرخ رنگ بتاشا کی قسم سے قرص بحر الرائق مین ہو کہ حلوا اور حلاوت اور حلوا ایک ہی چیز ہو لیکن
ہمارے عرف مین حلوا شہد کو کہتے ہین جو نشاستہ کے ساتھ پکایا جاوے اور حلاوہ اوسکو کہتے ہین کہ شہد یا شکر یا انگور کا شیرہ آگ پر پکایا جاوے
تاکہ بستہ ہو جاوے کذا فی المنح ہم ہندوستان کے عرف مین حلوا عبارت اوس سے ہو کہ میدہ یا انڈا یا گاجر وغیرہ اور شکر اور گہی کے ساتھ پکایا جاوے
خواہ اوسمین میوے مخلوط ہون یا نہون والادام ما یصطبغ بہ الخبز اذا اختلط بہ کخل وزیت وملح لا ذوبہ والعرف یعمل لا حتیاط
بالخبز اور ادام یعنی سالن وہ ہو جسمین روٹی ڈوبی اصطباغ خبز اوسوقت صادق ہوتا ہو جب روٹی کسی چیز سے ملجاوے مانند سرکہ اور روغن زیتون
اور نمک کے واسطے پگہل جانے نمک کے منہ مین تو اختلاط روٹی کے ساتھ حاصل ہوجاتا ہو ہم شارح نے یہ رفع دخل کیا ہو سوال یہ ہوتا تہا کہ سالن
اوسکا نام ہو جو روٹی کے ساتھ مختلط ہو اور نمک خشک چیز ہو اوسمین اختلاط کہان جواب یون دیا کہ نمک منہ کے اندر پگہل کر روٹی سے ملجاتا ہو تو
سالن کہنا اوسپر صادق آیا لا اللحم والبیض والجبن اور گوشت اور انڈا اور پنیر ادام نہین امام اور ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ گوشت
اور انڈہ اور پنیر ایسی چیز نہین جسمین روٹی ڈوبے کذا فی المنح وقال محمد ھو ما یوکل مع الخبز غالبا بہ یفتی کافی البحر عن التہذیب
اور محمد نے کہا کہ ادام یعنی سالن وہ ہو جو روٹی کے ساتھ اکثر کہایا جاتا ہو یہی قول امام محمد کا مفتی بہ ہو چنانچہ بحر الرائق مین تہذیب قلانسی سے نقل
ہے ہم اور صاحب قدسی مین کہا کہ قول محمد کا اظہر ہو اور محیط مین ہو کہ یہی اظہر ہے اور فقیہ ابو اللیث نے بھی اسیکو لیا ہو اسواسطے کہ ادام مراد
ہے اور مراد منت بمعنی موافقت کے ہو اور جو چیز روٹی کے ساتھ کہائی جاوے وہ روٹی کے موافق ہو جیسے گوشت اور انڈا اور مانند اسکے
تو بر حسب قول مفتی بہ گوشت اور انڈہ ادام مین داخل ہین کذا فی المنح وفیہ فما یوکل وحدہ غالبا کتمر وزبیب وجوز وعنبۃ وبطیخ

ويقلّ دسائر الفواكه لَيْسَ إدامًا إلّا في موضع يؤكل تبعًا للخبز غالبًا اعتبارًا للعرف اور بحر الرائق میں ہے کہ جو چیز تنہا بلا آمیزش کھائی جاتی
ہو اکثر جیسے خشک کھجور اور خشک انگور اور اخروٹ اور انگور اور خربوزہ اور ترکاری جیسے مولی گاجر اور باقی میوہ سو ادام نہیں ہیں مگر اوس مکان میں
البتہ ادام ہیں یہہ ماکولات جہاں روٹی کے ساتھہ کھائے جاتے ہوں اکثر بنابر اعتبار عرف کے وفي البدائع الجوز رطبة فاكهة ويابسة إدام اور بدائع
میں ہے کہ تر اخروٹ میوہ ہے اور خشک ادام ہے فرع مسائل متفرقہ شارح نے حلف لا يأكل لحمًا ولا خبزًا ولا بصلًا ولا شرابًا فلفلًا فأطعم حشو فيه
كل ذالك فأكلوا لم يحنثوا إلّا صاحب الفلفل لأنّه لا يؤكل إلّا كذا وهذا إن وجد طعمه وزاد في الزعفران رؤية عينه قسم کھائی
ایک نے کہ گوشت اور دوسرے نے کہ پیاز اور تیسرے نے کہ کالی مرچ نکھاونگا پھر ہریسہ پکایا گیا جسمیں یہہ سب چیزیں ہیں سو تینوں شخصوں نے اوسکو کھایا
تو کوئی حانث نہوگا سوا صاحب فلفل کے اسواسطے کہ سیاہ مرچ نہیں کھائی جاتی مگر اسیطرح مخلوط ہو کر اور یہہ حانث ہونا اوسوقت ہو جب کہ مرچ کا
مزہ معلوم ہوتا ہو اور زعفران کی قسم میں خود زعفران کے کہ نہیں نظر آتا زیادہ کرنا چاہئے یعنی اگر زعفران کا رنگ نظر نہ آویگا تو حانث نہوگا وفي
لا يأكل لبنًا فطبخه بأرز او لا ينظر الى فلان فنظر الى يده او رجله او على رأسه لم يحنث والى رأسه وظهره وبطنه حنث اور اس
قسم میں کہ دودہ نکھاونگا پھر دودہ کو چاول کے ساتھہ پکایا یا قسم کھائی کہ مثلًا زید کو نہ دیکھونگا پھر اوسکا ہاتھہ یا پاؤں یا اوسکا کاسہ سر دیکھا تو
حانث نہوگا اور اگر اوسکا سر اور پیٹھہ اور پیٹ کو دیکھا تو حانث ہوگا قسم فتاوی عالمگیری میں منتقی اور محیط سے منقول ہے کہ رؤیت تو چہرہ اور سر یا بدن
کے دیکھنے سے ہوتی ہے اور پیٹھہ کے دیکھنے یا پیٹ اور سینہ کے دیکھنے سے بھی ہوتی ہے فقط انتہی تو معلوم ہوا کہ شارح کے کلام میں واو معنی یا کے ہے
وفي المس يحنث بمس اليد والرجل اور چھونے میں حانث ہوگا ہاتھہ اور پاؤں کے چھونے سے عرض عليه اليمين فقال نعم كان حالفًا في
الصحيح كذا في الصيرفية وغيرها قال المصنف هذا هو المشهور لكن في فوائد شيخنا عن التاتارخانية أنّه بنعم لا يصير حالفًا
هو الصحيح ثم فرّع أنّ ما يقع من التعاليق في المحاكم أنّ الشاهد يقول للزوج تعليقًا فيقول نعم لا يصحّ على الصحيح عرض کی گئی
ایک شخص پر یمین سو اوسنے کہا ہاں تو مجیب حانث ہوگا قول صحیح میں کذا فی الصیرفیہ وغیرہا مصنف نے شرح میں کہا کہ یہی مشہور ہے اکثر کتب فقہ میں یعنی
یمین کا صحیح ہونا ہاں کہنے سے لیکن ہمارے استاد کے فوائد میں یعنی صاحب بحر کے فوائد میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ ہاں کہنے سے حانث نہیں
ہوتا یہی قول صحیح ہے پھر صاحب بحر نے اسپر تفریع کی کہ یہہ جو تعلیقات قاضیوں کی کچہریوں میں واقع ہوتی ہیں کہ شاہد نکاح کا زوج سے بطور
تعلیق کہتا ہے اسطرح کہ اگر تونے چہہ مہینے تک زوجہ کا نفقہ نہ بھیجا تو تیری زوجہ مطلقہ ہے پھر زوج کہتا ہے کہ ہاں تو یہہ تعلیق طلاق صحیح
نہیں بنابر قول صحیح کے پس معلوم ہوا کہ یمین مجیب کی تصحیح مختلف ہے لیکن ظاہرًا معلوم ہوتا ہے کہ قول اول اصح ہے بدلیل شہرت چنانچہ اسکی
تائید آخر کتاب الیمین میں آویگی والمسألة التغدّي الأكل المترادف الذي يقصد به الشبع وكذا التعشّي وشرطهما أن يأكل أكثر من
نصف الشبع في غداء وعشاء وتسحّر تغدی یعنی اول روز کا کھانا عبارت ہے پیٹ بھر کھانے سے جس سے آسودگی مقصود ہو تو ایک
دو لقمہ کھانے سے غدا یا عشا ثابت نہوگا اور اسیطرح تعشی یعنی آخر روز کو کھانا ہمیں اکل مترادف بقصد آسودگی داخل ہے اور ضرور ہے آدھے پیٹ سے زیادہ کھانا غدا اور عشا اور سحور
میں ہم قدرہ عبارت ہے اول روز سے اور عشی آخر روز سے اور سحر آخر شب سے اور غدا بالفتح اول وہ اول روز کے طعام کو کہتے ہیں
اور عشاء بالفتح اول وہ آخر روز کے طعام کو بولتے ہیں اور سحور بالفتح اول آخر شب کے طعام کا نام ہے في وقت خاص وهو
ما بعد طلوع الفجر في البحر عن الخلاصة عند طلوع الشمس قال وينبغي اعتماده للعرف زاد في النهر واهل مصر يسمّونه
فطورًا الى ارتفاع الضحى الاكبر فيدخل وقت الغداء فيعمل بعرفهم قلت وكذلك اهل الشام الى زوال الشمس تغدی کی عبارت
وقت خاص میں کھانے سے ہے اور وہ وقت خاص بعد طلوع ہونے فجر کے آفتاب ڈھلنے تک اور بحر الرائق میں خلاصہ سے منقول ہے کہ ابتدا
وقت طلوع شمس سے ہے کہا صاحب بحر نے کہ روایت خلاصہ کی لائق اعتماد ہے بسبب عرف کے نہر الفائق میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے کہ اہل مصر اس

طعام کو فطور کہتے ہیں یعنی طلوع آفتاب سے دوپہر دن چڑھنے تک پھر اسکے بعد غدا کا وقت داخل ہوتا ہے تو مصر میں اسکو عرف کے موافق عمل کرنا چاہئے شارح کہتا ہے اور اسیطرح اہل شام فطور و غدا کا وقت یہ ابتا کہتے ہیں؁ اکثر اہل ہند بعد طلوع کے طعام کو نہاری بولتے ہیں اور پہر دن چڑھے سے دوپہر تک کے طعام کو ڈنگا کھانا کہتے ہیں تو اہل ہند کا غدا اکثر پہر دن چڑھنے کے بعد ہوتا ہے قو لا بد ان یکون ما یتعدی به اہل بلد عادۃً پر تغدی میں یہ ضرور ہو کہ ویسا کھانا ہو جسکو حالف کے اہل شہر بطور اپنی عادت کے کھاتے ہوں وغداء کل بلدۃ ما تعارفہ اہلہا حتی لو شبع بشرب اللبن یحنث البدوی لا الحضری ذیلعی اور ہر شہر میں اول روز کے کھانے سے وہ کھانا مراد ہے جو وہاں کے لوگوں میں رائج ہو یہانتک کہ اگر حالف دودھ پینے سے آسودہ ہو جاویگا تو صحرائی آدمی حانث ہوگا نہ شہری کذا فی شرح الزیلعی؁ اسواسطے کہ عرف کے صحرائی آدمیوں کی غذا اکثر دودھ ہے اور وہاں کے شہریوں میں یہ عادت نہیں اور اسیطرح ہندی آدمی اگر کھجور سے پیٹ بھر لیگا تو حانث نہوگا بسبب عرف کے والتعشی منه ای الزوال و فی البحر عن الاسبیجابی و فی عرفنا وقت العشاء بعد صلوۃ العصر قلت وهو فی عرف مصر و الشام الی نصف اللیل اور تعشی یعنی آخر روز کا کھانا آفتاب ڈھلنے سے ہے آدھی رات تک اور بحر الرائق میں اسبیجابی سے منقول ہے کہ ہمارے عرف میں عشا کا وقت بعد نماز عصر ہے شارح کہتا ہے اور یہی مصر اور شام میں عادت ہے؁ اور اہل ہند میں عشا اکثر مغرب کے بعد سے پہر رات گذرنے تک معمول ہے والتسحر هو الاکل بعد نصف اللیل الی طلوع الفجر اور سحر گہی اور سحری وہ کھانا ہے جو آدھی رات کے بعد سے طلوع آفتاب تک قال ان اکلت او قال ان شربت او لبست او نکحت و نحو ذلک فعبدی حر و نوی معینا ای خبزا او لبنا او قطنا مثلا لم یصدق اصلا یحنث بای شیء اکل او شرب وقیل یدین کما لو نوی کل الاطعمة او کل میاه العالم حیث تصح اصلا لنیة محتمل کلامه کہا ایک شخص نے اگر میں کھاؤں یا یوں بولا کہ اگر میں پیوں یا پہنوں یا نکاح کروں اور مثلا اس قول کے جس میں فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہو تو میرا غلام آزاد ہے اور نیت کی قائل نے معین چیز کی یعنی روٹی کے اکل میں اور دودھ کے شرب میں اور روئی کے لبس میں مثلا تو اسکی ہرگز تصدیق نہوگی نہ دیانۃ نہ قضاءً تو حانث ہوگا ہر چیز کے کھانے اور پینے سے اسواسطے کہ نیت کرنا بدون ملفوظ کے صحیح نہیں اور بعضوں نے کہا کہ دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی چنانچہ قول مذکور میں اگر سب کھانوں اور ساری عالم کے پانیوں کی نیت کریگا تاکہ پہلا حانث نہو تو صحیح ہے بسبب نیت کرنے اپنے کلام کے محتمل کو یعنی فعل میں عموم تو ثابت تھا اسکو اوسنے ارادہ کیا لہذا نیت عموم کی صحیح ہوگی بخلاف تعیین کی نیت کے ولو ضم لان اکلت طعاما او شربت شرابا او لبست ثوبا دین اذا قال عنیت شیئا دون شیء لانه ذکر اللفظ العام القابل للتخصیص لانه نکرة فی سیاق الشرط فتعم کالنکرة فی النفی اور اگر فعل مذکور میں مفعول کو ملایا یعنی یوں کہا کہ اگر میں طعام کو کھاؤں یا پینے کی چیز پیوں یا کپڑا پہنوں تو دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی جب قائل یوں کہے کہ میں نے مثلا طعام سے روٹی کا ارادہ کیا نہ گوشت کا اسواسطے کہ اوسنے لفظ عام کو ذکر کیا جو قابل ہے تخصیص کے اسواسطے کہ نکرہ واقع ہوا ہے سیاق شرط میں تو عام ہوگا جیسے نکرہ سیاق نفی میں عام ہوتا ہے؁ شرط مثبت میں حلف نفی پر ہوتی ہے تو حالف کا یوں کہنا کہ ان لبست ثوبا ما جری لا کبیس ثوبا کیطرح لیکن یہ تاویل خلاف ظاہر ہے لہذا قاضی اوسکو قبول نکریگا کذا فی فتح القدیر ولا صل ان النیة انما تصح فی الملفوظ الا فی ثلث فیدین فی فعل الخروج والمساکنة وتخصیص الجنس کحبشیة او عربیة لا الصفة ککوفیة او بصریة فتح اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ نیت صحیح نہیں ہوتی مگر ملفوظ میں مگر تین صورت میں بدون ملفوظ بھی نیت صحیح ہے تو دیانۃً تصدیق ہوگی خروج اور مساکنت کے فعل میں اور تخصیص جنس میں جیسے حبشی یا عربی عورت نہ صفت میں جیسے کوفی یا بصری عورت کذا فی الفتح؁ یعنی اگر قائل نے کہا کہ اگر میں نکلوں یا زید کو اپنے پاس رکھوں تو غلام آزاد ہے پھر اوسنے خروج سے سفر کی نیت اور مساکنت سے ایک کوٹھری میں رہنے کی نیت کی تو صحیح ہے اسواسطے کہ خروج چند قسم ہوتا ہے سفر کے واسطے اور غیر سفر کے واسطے اور مساکنت بھی کئی طرح

کی ہوتی ہے یعنی ایک کوٹھری میں ساتھ رہنا یا ایک گھر میں یا ایک شہر میں اور فعل محتمل ہے تو یہ نیت تنویع کا نہ تخصیص کا اور اسیطرح اگر اوسنے حلف کیا کہ عورت
سے نکاح نکریگا اور اوسنے حبشی یا عربی عورت کی نیت کی تو صحیح ہے واسطے کہ حبشی ایک قوم ہے عورت کی تو تخصیص جنس کی بعض اقوام سے ہوئی
اور اگر مثال مذکور میں کوفی اور بصری عورت کی نیت کریگا تو صحیح نہوگی اسواسطے کہ کوفی اور بصری ہونا یہ صفت ہے عورت کی اور حالانکہ صفت مذکور
نہیں تو تخصیص صفت کی بلا ذکر صفت صحیح نہوگی کذا فی الفتح وتخصیص العام تصح دیانۃ اجماعا فلو قال کل امرأۃ اتزوجہا فہی
طالق ثم قال نویت من بلد کذا لا یصدق قضاء وکذا من غصب دراہم انسان فلما حلفہ الخصم عاما نوی خاصا بہ یفتی
خلافا للخصاف نیت کرنا تخصیص لفظ عام کا صحیح ہے دیانۃ بالاجماع تو اگر بولا کہ جس عورت سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہے پھر اوسنے کہا کہ میں نے
فلانے شہر کی عورت کی نیت کی تھی نہ فلانے شہر کی تو قضاء اوسکی تصدیق نہوگی واسطے کہ تخصیص خلاف ظاہر ہے اور اسیطرح جسنے ایک انسان کے
درم غصب کیے پھر جب مدعی نے اوسکو عام قسم دلائی تو اوسنے خاص کی نیت کی یہی قول مفتی بہ ہے کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہو نہ قضاء بخلاف
خصاف کے کہ اوسکے نزدیک تخصیص عام دیانۃ اور قضاء دونو طرح درست ہو ہم مدعی کی قسم سے طلاق کی قسم مراد ہو اسواسطے کہ خدا کے قسم میں قاضی
کا حکم جاری نہیں چنانچہ شارح بیان کریگا صورت قسم یعنی کی یون ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دراہم مثلاً چھین لئے مدعی نے اوس سے
عام قسم لی اسطرح کہ اگر میں نے تیرا مال غصب کیا ہو تو اوسکی عورت کو طلاق ہے پھر اوسکا غصب کرنا ثابت ہوگیا سو اوسکی عورت نے قاضی کے
پاس نالش کی اپنی طلاق واقع ہونیکی تو زوج نے تخصیص عام کا دعوی کیا یعنی کہا کہ میں نے قسم کے وقت مال سے دینار کی نیت کی تھی نہ درم
کی تا طلاق واقع ہو تو قاضی اسکی تصدیق نکریگا اور خصاف کے نزدیک قاضی کو تصدیق کرنا چاہئے کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیۃ حتی حلفہ
ظالم وأخذ بقول الخصاف فلا بأس بہ اور ولوالجیہ میں ہے کہ جب حالف کو ظالم قسم دلاوے اور وہ خصاف کے قول پر عمل کرے تو کچھ
مضائقہ نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مشکل ہے کہ اگر اخذ دیانۃ مراد ہو تو خصاف کے قول کی کچھ خصوصیت نہیں ظاہر الروایت میں بھی تخصیص
عام کی دیانۃ صحیح ہے اور اگر اخذ قضاء مراد ہو تو اسکی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہے اسواسطے کہ حالف کا اخذ کرنا قضاء بقول خصاف امر بے معنی ہے یہ اوس صورت میں ہے کہ جب اخذ
کا فاعل حالف ہو اور اگر قاضی کو فاعل اوسکا قرار دیجئے تو باوجود یکہ ولوالجی کی عبارت میں قاضی مذکور نہیں اور پریشانی ضمائر کی اسکے علاوہ
ہے تو بھی قاضی کو حکم کرنا بقول ضعیف جائز نہیں لیکن خلاصہ میں یہ ہے کہ اگر حالف مظلوم ہو تو خصاف کے قول پر فتوی ہے تو اس روایت سے معلوم
ہوتا ہے کہ فاعل اخذ کا مفتی ہے یعنی اگر مظلوم مفتی سے پوچھے تو مفتی کو جائز ہے کہ بقول خصاف فتوی دے لیکن اسمین بھی خلل ہے کہ
مفتی کو فتوی بالدیانت بھی جائز نہیں اور معلوم ہوچکا ہے کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہے قول خصاف کی کچھ خصوصیت نہیں بہر صورت یہ مسئلہ تحریر
طلب ہے واللہ اعلم وقالوا النیۃ للحالف لو بطلاق او عتاق وکذا باللہ لو مظلوما وان ظالما فللمستحلف اور فقہانے کہا ہے کہ نیت
کا اعتبار واسطے حالف کے ہے اگر طلاق اور عتاق کا حلف ہو اور اسیطرح حلف باللہ کی قسم میں اوسکو اعتبار ہو اگر حالف مظلوم ہو اور اگر حالف
ظالم ہو تو یمین باللہ میں حلف لینے والے کی نیت معتبر ہے ہم ظہیریہ میں ہے کہ ایک شخص نے قسم دلائی دوسرے شخص کو سو اوس نے قسم کھائی اور مستحلف
کے مقصود کے سوا اور نیت کی تو اگر طلاق اور عتاق کی یمین ہے تو حالف کی نیت معتبر ہے خواہ حالف ظالم ہو یا مظلوم اور اگر یمین باللہ ہے
تو اگر حالف مظلوم ہے تو اوسکی نیت معتبر ہے اور اگر حالف ظالم ہے تو مستحلف کی نیت معتبر ہے طحطاوی نے کہا یہ اوس صورت میں ہے جب گذشتہ
پر قسم ہو اور نیت سے مراد دیانت کی نیت ہے نہ قضا کی ولا تعلق للقضاء بالیمین باللہ کچھ تعلق نہیں قاضی کے حکم کو خدا کی قسم میں ہم اسواسطے
کہ کفارہ یمین حق اللہ ہے اوسمین حق العبد نہیں تاکہ وہ حالف کی قاضی کے پاس نالش کرے اور یہ مطلب نہیں کہ یمین باللہ کو دار القضاء سے
کچھ مطلقا تعلق نہیں اسواسطے کہ جب مدعی کے گواہ نہونگے تو قاضی مدعا علیہ سے خدا کی قسم لیگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یشرب من شیء یکون
فیہ الکرع نحو دجلۃ فیمینہ علی الکرع منہ حتی لو شرب من نہر اخذ منہ لا یحنث قسم کھائی کہ نہ پیوں گا اوس شے سے جسمین منہ ڈالکر

پینا ممکن ہے چنانچہ نہر دجلہ یا لبالب تالاب کے کنارے تو یمین اوسکی اوسمین مُنہ ڈالکر پینے پر منعقد ہوگی حتیٰ کہ اگر دریا کا پانی ہاتھ سے یا برتن سے اوٹھا کر
پئے گا تو حانث نہوگا و فی البحر عن الظہیریۃ الکرع لایکون الا بعد الخوض فی الماء لکن فی القہستانی عن الکشف انہ لیس بشرط اور بحر الرائق
مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ کرع متحقق نہین ہوتا اگر بعد گھسنے کے پانی مین لیکن قہستانی مین کشف سے منقول ہے کہ کرع مین پانی کے اندر گھسنا شرط نہین ہم
کرع لغت مین اس سے عبارت ہے کہ اپنے منہ سے پانی لے پانی کے موضع سے اور اصل کرع جانورون مین ثابت ہے کہ وہ بدون اوٹھالے اپنی اکارع کے پانی
مین پیا فالبعید اسکے کرع انسان مین مستعمل ہوا جب کہ وہ پانی مین منہ ڈالکر جانور کی مثل پئے اگرچہ پانی میں پاؤن نہ ڈالے کذا فی المنح اکارع جمع
کراع بالضم بمعنی پاچہ بخلاف من ماء دجلۃ فیحنث بغیر الکرع ایضاً بخلاف اس قسم کے کہ دجلہ کا پانی نہ پئے گا تو حانث ہوگا بدون کرع کے بھی
یعنے برتن سے پینے مین وفیما لایتاتی فیہ الکرع کالبئر والحب یحنث بالشرب بالاناء مطلقاً سواء کان من البئر او من ماء البئر لتعذر
الحقیقۃ اور جسمین منہ ڈالکر پانی پینا نہین ہوسکتا چنانچہ کنواں اور بڑا مٹکا تو برتن سے پانی پینے مین ہر طرح حانث ہوگا برابر ہے کہ لااشرب من البئر
کہا ہو یا لااشرب من ماء البئر کہا ہو بسبب متعین ہوجانے مجاز کے ہم جب منہ لگاکر پانی پینا متصور نہوا تو مجاز متعین ہوگیا یعنے برتن سے پینا مراد ہو
بخلاف دریا اور لبالب تالاب کے کہ وہان حقیقت حاصل ہے یعنے منہ ڈالکر پینا اور موجودگی حقیقت کے مجاز کی کیا حاجت ہے حب بجائے مٹکا بڑا
مٹکا ہے جسکو مٹھورا اور گولی بھی بولتے ہین اور فارسی مین خُم کہتے ہین طحطاوی نے کہا کہ کنوان اور خم سے مراد یہ ہے کہ لبالب پانی سے بھرے
نہون ورنہ منہ ڈالکر پانی پینا متصور ہوگا ولو تکلف الکرع فیما لایتاتی فیہ ذلک ای الکرع لایحنث فی الاصح لعدم العرف اور اگر
حالف نے بتکلف منہ ڈالکر اوسمین سے پانی پیا جسمین کرع نہین حاصل ہوتا مثلاً کنوئین مین اوتر کے کرع کیا تو حانث نہوگا قول اصح مین بسبب عدم عرف کے
امکان تصور البر فی المستقبل شرط انعقاد الیمین ولو بطلاق وبقائہا اذ لابد من تصور الاصل لتعقد فی حق الخلف وہو
الکفارۃ ثم فرع علیہ ممکن ہونا تصور بر کا زمان مستقبل مین شرط ہے یمین کے منعقد ہونے اور اوسکے باقی رہنے کی اگرچہ طلاق کی یمین ہو
اسواسطے کہ اول تصور اصل کا ضرور ہے تا یمین منعقد ہو اصل کے قائم مقام کے حق مین یعنی کفارہ کے حق مین پھر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا
اگلا قول متفرع کیا ہم مقصود بالذات قسم کھانے سے یہ ہے کہ قسم کو قائم رکھے اور پورا کیجئے اور کفارہ دینا مقصود اصلی نہین ولہذا یمین غموس
اور یمین لغو مین کفارہ واجب نہین اور کفارہ تو حنث یعنی قسم توڑنے سے واجب ہوتا ہے جب بر یمین یعنے قسم کا پورا کرنا محال ہوا تو حنث
بھی محال ہوگا اسواسطے کہ ترک نہین ہوسکتا مگر اوسی چیز مین جسکا وجود ہوسکے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی فمن حلف لیشربن ماء ہذا الکوز
الیوم ولا ماء فیہ او کان فیہ ماء فصب ولو بفعلہ او بنفسہ فی یومہ قبل اللیل او اطلق یمینہ عن الوقت ولا ماء
فیہ لایحنث سواء علم وقت الیمین ان فیہ ماء اولا فی الاصح لعدم امکان البر تو اس قسم مین کہ واللہ اس کوزہ کا پانی مین آج
ضرور پیون گا اور حالانکہ اوسمین پانی نہین یا اوسمین پانی تھا مگر گرا دیا گیا اگرچہ حالف کے فعل سے گرا یا خود کوزہ کے ڈھلنے سے گر گیا اوسیدن
مین رات سے پہلے یا یمین مطلق ہو یعنی اوسمین وقت کی قید نہ لگائی اور حالانکہ کوزہ مین پانی نہ تھا تو حانث نہوگا بسبب عدم امکان بر کے
برابر ہے کہ قسم کے وقت کوزہ مین پانی ہونیکا اوسکو علم ہو یا نہو قول اصح مین ہم جس صورت مین کہ کوزہ مین پانی نہین تو انعقاد یمین کی شرط
ابتدا سے نہ پائی گئی اور پانی گر جانیکی صورت مین بقاء یمین کی شرط حاصل ہوئی وان اطلق وکان فیہ ماء فصب حنث لوجوب البر فی
المطلقۃ کما فرغ وقد فات بصبہ اما المؤقتۃ ففی آخر الوقت اور اگر حالف نے یمین کو مطلق کہا بلا ذکر یوم یعنی یون قسم کھائی کہ واللہ
اس کوزہ کا پانی پیون گا اور قسم کے وقت اوسمین پانی تھا سو اوسنے گرا دیا تو حانث ہوگا بسبب واجب ہونے بر کے یمین مطلق مین بمجرد فراغت حالف کے
کے قسم کھانے سے اور پورا کرنا قسم کا پانی گرانے سے فوت ہوگیا اور یمین موقت مین تو وجوب بر آخر وقت مین ہوتا ہے لہذا پانی گرانے سے قبل
اور لیل یمین موقت مین حانث نہین ہوتا وہذا الاصل فروعہ کثیرۃ منہا ان لم تصلی الصبح غدا فانت کذا فحاضت بکرۃ

فی الاحیتہ اور اسکی یعنی امکان یمین کی بہت فروع ہین از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو کل صبح کی نماز نہ پڑھیگی تو تو تین طلاق سے مطلقہ ہے تو بقول اصح زوج حانث نہوگا زوجہ کے حائض ہونے سے صبح کے وقت اسواسطے کہ حائض سے نماز پڑھنا صبح کیوقت شرعاً ممکن نہین ومنہا ان لم تردی الدینار الذی اخذتیہ من کیسی فانت طالق فاذا الدینار فی کیسہ لم تطلق لعدم تصور البر اور از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر وہ دینار نہ پھیر دیگی جسکو تو نے میری تھیلی سے لیا ہے تو تو مطلقہ ہے اور ناگہان وہ دینار زوج کی تھیلی مین ہو تو زوجہ مطلقہ نہوگی بسبب عدم تصور بر کے یعنے پھیرا ہوا ان یعنے کے نہین ہوتا ومنہا ان لم تہبینی صداقک الیوم فانت طالق وقال ابوہا ان وہبتیہ فامک طالق فالحیلۃ ان تشتری منہ بمہرہا ثوبا ملفوفا وتقبضہ فاذا مضی الیوم لم یحنث ابوہا لعدم الہبۃ ولا الزوج لعجزہا عن الہبۃ عند الغروب لسقوط المہر بالبیع ثم اذا ارادت الرجوع ردتہ بخیار الرؤیۃ اور از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر آج مجکو نہ ہبہ کریگی تو تو مطلقہ ہے اور زوجہ کے باپ نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر اپنے زوج کو ہبہ کریگی تو تیری ماں مطلقہ ہے تو تدبیر اسکی مخلصی کی یہ ہے کہ زوجہ بعوض اپنے مہر کے اپنے زوج سے لپٹا کپڑا مول لیکر اسپر قبضہ کر لے پھر جب وہ دن گذر جاوے گا تو زوجہ کا باپ حانث نہوگا بسبب عدم ہبہ کے اور نہ زوج اوسکا حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے زوجہ کے غروب کے وقت ہبہ کرنیسے بوجہ اسواسطے کہ ساقط ہوگیا مہر بسبب بیع سے یعنی جب اوسنے بعوض مہر کپڑا خرید کیا تو وہ اوسکی مالک نرہی تو ہبہ کرنا مہر کا ممکن نرہا پھر جب کہ زوجہ رجوع کا قصد کرے یعنی ابطال بیع چاہے تو کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو مہر اوسکا بطور سابق زوج پر لازم الادا ہوجاویگا طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ کپڑا قبضہ کرنیکی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر قبضہ نہوگا تو بھی یہی حکم ہے اور لپٹا ملفوف خرید کرنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے پھیرنا بخیار رویت ہو ممکن ہو اسپر چند فروع اس قاعدہ کے مترجم نقل کرتا ہے از انجملہ یہ ہے کہ قسم کہائی کہ زید کو آج قتل کریگا پھر زید قبل گذرنے دن کے مرگیا یا قسم کہائی کہ آج اس روٹی کو کہاویگا سو رات ہونے سے پہلے اوسکو کوئی کہاگیا یا قسم کہائی کہ زید کو زدیگا یا اوسکو ماریگا یا اوس سے بات کریگا بلا اجازت خالد کے پھر خالد مرگیا اور حالانکہ زید کو دیا یا مارا یا کلام کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اجازت خالد کی بعد موت کے ممکن نہین یا قسم کہائی کہ اگر اس رات کو مین گھر مین سوؤن تو عورت اوسکی مطلقہ ہو اور حالانکہ وقت حلف صبح ہو چکی تھی اور اوسکو علم نتھا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ شرط حنث لیل گذشتہ کی نوم ہے سو اب متصور نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی الملتقط واللہ لیصعدن السماء او لیقلبن ہذا الحجر ذہبا حنث للحال للامکان الا حقیقۃ ثم یحنث للعجز عادۃ ولو وقت الیمین لم یحنث ما لم یمض ذلک الوقت اور اس قسم مین کہ واللہ ضرور چڑہیگا آسمان پر یا واللہ ضرور اس پتہر کو سونا کر ڈالیگا فی الحال حانث ہوگا بسبب ممکن ہونے بر کے فی الحقیقۃ پہر حانث ہوگا بسبب عاجز ہونیکے صعود اور تقلیب سے بنابر عادت کے اور اگر یمین کو کسی وقت کیساتھ موقت کریگا تو جبتک وہ وقت نگذر جائیگا حانث نہوگا آسمان کا چڑہنا فی نفسہ ممکن ہے اسواسطے کہ صعود ملائکہ اور انبیا کا یقین ثابت ہوا اور اسیطرح پتہر کا سونا ہوجانا بتحویل الٰہی ممکن ہو شکایہ ہے کہ نزدیک پہر جب ممکن ہوا تو یمین منعقد ہوگی لیکن چونکہ بنابر عادت کے انسان صعود اور تقلیب سے عاجز ہے لہذا فوراً حانث ہوگا بخلاف مسئلہ کوزہ کے اسواسطے کہ درصورت پانی نہونیکے وہ پانی پینا جو قسم کے وقت کوزہ مین ہو ممکن نہین کذا فی منح الغفار وفی حیل الفقہاء قال لامراتہ ان لم اصعد الی السماء ہذہ اللیلۃ فانت کذا ینصب سلما ثم یصعد الی سماء البیت لقولہ تعالی فلیمدد بسبب الی السماء ای سماء البیت الباقانی والظاہر خروجہا عن قاعدۃ مبنی الایمان اور کتاب حیل الفقہاء مین مذکور ہے کہ کہا مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مین آجکی رات آسمان پر نہ چڑہون تو تجکو طلاق ہے تو وہ شخص طلاق نہ واقع ہونیکی یہ تدبیر کرے کہ سیڑھی قائم کرے پھر سیڑھی پر سے اپنی گہر کی چہت پر چڑہ جاوے اسواسطے کہ بدلیل قول حق تعالی کے یعنی چاہیئے کہ رسی تانے طرف سما کے مراد سما سے اس آیت شریفہ مین گہر کی چہت ہے یعنی سما کا اطلاق قرآن مجید مین چہت پر آیا ہو پس اگر چہت پر چڑہ جاویگا تو حانث نہوگا باقانی نے کہا اور ظاہر ہے کہ خروج اس حیلہ کا مبنی یمینون کے قاعدہ سے یعنی بنا یمین عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر چنانچہ اول کتاب الیمین مین مذکور ہوچکا ہے تو

جسنے یہ حیلہ عدم حنث کا نکالا اوسنے بناء یمین کا قاعدہ چھوڑا او کذا الحکم لو حلف لیقتلن فلاناً عالماً بموتہ اذ یمکن قتلہ بعد احیاء اللہ تعالی
فیحنث اور اسیطرح کا حکم ہے انعقاد و حنث فی الحال کا اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کو قتل کریگا اوسکی موت کو جانکر اسواسطے کہ ممکن ہے قتل اوسکا
بعد زندہ کرنیکے حق تعالے کے پھر حانث ہوگا بسبب عجز عادی کے وان لم یکن عالماً بموتہ فلا یحنث لانہ ینعقد یمینہ علی حیاۃ کانت فیہ ولا یتصور
کمسئلۃ الکوز وکقولہ ان ترکت مس السماء فعبدہ حر لان الترک لا یتصور فی غیر المقدور اور اگر اس شخص کی موت کو نہ جانتا ہو کر
تو حانث نہوگا اوسکے قتل کی قسم کھانے سے اسواسطے کہ حالف نے اپنی قسم کو منعقد کیا اوس حیات پر جو اوسمین تھی اور قتل کرنا بعد موت کے متصور نہین
بالفرض اگر حق تعالے نے اسکو زندہ بھی کردیا تو یہ زندگی وہ زندگی نہین جسپر قسم واقع ہوئی تو یہ مسئلہ عدم امکان مین مسئلہ کوزہ کی مانند ہوا اور
مانند اس قول کے ہوا کہ اگر مین آسمان کا چھونا چھوڑ دون تو اوسکا غلام آزاد ہے اسواسطے کہ ترک متصور نہین امر غیر مقدور مین یعنے جب آسمان کا چھونا
مقدور نہ ہوا تو یمین کا محل فوت ہوا اور غیر مقدور سے عدم قدرت عادی مراد ہے کذا فی اللمعات۔ حلف لا یکلمہ فناداہ وھو نائم فایقظہ
فلو لم یوقظہ لم یحنث ھو المختار۔ قسم کھائی کہ مثلاً زید سے کلام نکریگا پھر اوسکو پکارا اور وہ سوتا تھا سو اوسکو جگایا تو حانث ہوگا سو اگر اوسکے پکار
سے جاگا تو حانث نہوگا یہی قول مختار ہے اور غیر مختار قدوری کا قول ہے یعنی ایقاظ شرط نہین حنث کی ولو مستیقظاً حنث لو بحیث یسمع بشرط
انفصالہ عن الیمین فلو قال موصولاً ان کلمتک فانت طالق فاذھبی او واذھبی لا تطلق ما لم یرد الاستیناف ولو قال اذھبی
طلقت لانہ مستانف۔ اور اگر زید جاگتا ہوگا تو اوسکے پکارنے سے حانث ہوگا اور اگر اتنا قریب ہو کہ اوسکی آواز کان لگانے سے سن سکے
بشرطیکہ کلام نداء منفصل ہو یمین سے اور اگر یمین سے کلام موصول ہو اسطرح کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھسے کلام کرون تو تو طالق ہے سو تو جا یا
یون کہا اور تو جا تو زوجہ مطلقہ نہوگی تاوقتیکہ ابتداء کلام کی نیت نکریگا اور اگر ان کلمتک فانت طالق کے بعد اذھبی کہیگا بدون فے اور واو کے
تو مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ یہ کلام جداگانہ ہے یمین سے متصل نہین ہے فاذھبی یا واذھبی بسبب فے اور واو عاطفہ کے یمین سے موصول ہے لہذا اس کلام
سے بلا نیت استیناف حانث نہوگا بخلاف اذھبی کے کہ اوسمین کوئی حرف وصل نہین تو بسبب استیناف کے حانث ہوگا۔ ولو قال یا حائط اسمع او اصنع
کذا وکذا وقصد اسماع المحلوف علیہ لم یحنث زیلعی۔ اور اگر کہا کہ اے دیوار سُن یا ایسا ایسا کام کر اور اس قول سے محلوف علیہ کا سنانا
قصد کیا تو حانث نہوگا کذا فی الزیلعی اور اگر سنانے کا قصد نہو تو بطریق اولی حانث نہوگا ہم حانث اسواسطے نہوگا کہ کلام کرنا بدون خطاب محلوف علیہ
نہین ہوتا اور دلیل اوسکی وہ روایت ہے کہ عبد الرحمن بن عوفؓ نے قسم کھائی تھی کہ عثمان بن عفانؓ سے نہ کلام کرینگے تو جب عبد الرحمن اونکی طرف
ہوکر نکلتے تھے تو جو مطلب کہنا ہوتا تھا وہ یون کہتے تھے کہ اے دیوار ایسا کر اور اے دیوار ایسا ہوا اور معلوم کرنا چاہئے کہ ذکر دیوار کچھ شرط نہین بلکہ
توجیہ خطاب غیر محلوف علیہ کیطرف کافی ہے عدم حنث مین چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو میرا گلہ اپنے بھائی سے کریگی
تو تجھکو طلاق ہے پھر جب اوسکا بھائی اوسکے پاس آیا اور اوسکے پاس ایک لڑکا تھا تو عورت نے کہا لڑکے سے خطاب کرکے کہ میرے زوج نے ایسا
ایسا کیا یہانتک کہ اوسکے بھائی نے سنا تو اوسپر طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ اوسنے بھائی سے شکایت نہین کی کیونکہ اوسکی طرف مخاطب نہین ہوئی
اور اگر قسم کھائی کہ زید سے بات نکریگا پھر ایک جماعت کو سلام کیا جنمین زید بھی تھا سو حانث ہوگا اور اگر زید کیطرف خطاب کی نیت نکریگا تو دیانۃً اسکی
تصدیق ہوگی اور اگر نماز بجماعت ہوگی تو سلام کرنے سے حانث نہوگا خواہ زید داہنی طرف ہو خواہ بائین طرف اور اگر محلوف علیہ نے دروازہ کے
کواڑ مین دھکا دیا اور حالف نے کہا کہ کون ہے تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی۔ وفی السراجیۃ سأل محمد حال صغرہ اباحنیفۃ فیمن قال لاخر
واللہ لا اکلمک ثلث مرات فقال ابو حنیفۃ ثم ماذا فتبسم محمد وقال انظر حسناً یا شیخ فنکس ابو حنیفۃ ثم قال حنث مرتین فقال
محمد احسنت فقال ابو حنیفۃ لا ادری ای الکلمتین اوجع لی قولہ حسناً او احسنت۔ اور سراجیہ مین ہے کہ سوال کیا محمد بن حسن نے طفلی کے حالت مین
امام ابو حنیفہ سے اوس شخص کے حق مین جسنے دوسرے سے کہا واللہ مین تجھسے کلام نکرونگا تین بار سو امام نے کہا پھر کیا ہوا تو محمد نے تبسم کیا اور کہا اے شیخ

خوب تامل کیجئے تو سمجھ لیا امام نے پہر فرمایا وہ شخص دوبار حانث ہوا تو محمدؒ نے کہا خوب کہا آپنے تو امام نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ تو ولقد احسنت
کو فسالله فی سیرکو وہ بیٹے درد اکتسبہ اوسکا حسنا ثلثا یا احسنت کہتا ھ سوال محمدؒ کا دو امر کو محتمل تہا کہ ثلث مرات لا اکلمک سے متعلق ہے یا انت طالق ثلث
اگر لا اکلمک سے متعلق ہی تو یہ مطلب ہے کہ تجہسے تین بار کلام نکرونگا اول امام نے یہی سمجھے لہذا فرمایا کہ پہر کیا ہوا یعنی حالف گئے بار اس قسم کے بعد
کلام کیا اور اگر ثلث مرات کو ثالث سے متعلق کیجئے تو مطلب یہ ہوکہ حالفؔ تین بار یہ کہا کہ تجہسے کلام نکرونگا سوال سے محمدؒ کو یہی مقصود تہا لہذا جواب
مین کہا کہ تامل کرکے جواب دیجئے پوچہنے کی کچہ حاجت نہین پہر امام نے مقصود سوال کا دریافت کیا اور فرمایا کہ لا اکلمک کو تین بار کہنے سے دو بار حانث
ہوگا اسواسطے کہ ایکبار کہنے سے یمین منعقد ہوئی اور دوسری بار کہنے سے ایکبار حنث ثابت ہوا اور تیسری بار بولنے سے دو بار حنث ہوا اور نظر
حسنا کہنا اسواسطے کہ وہ معلوم ہوا کہ عدم تامل مجیب پر دلالت کرتا ہے اور احسنت کہنا اسواسطے کہ معلوم ہوا کہ علم سائل پر دلالت کرتا ہے یعنی سائل
کو مسئلہ معلوم تہا لیکن امتحان کے واسطے سوال کیا اور چونکہ حالت طفلی مین یہ گفتگو ہوئی تو اسمین محمد بن حسن کی بے ادبی اور شوخ چشمی ثابت
نہین ہوئی او حلف لا یکلمه الا باذنه فاذن له ولم یعلم بالاذن فکلمه حنث لاشتقاق الاذن من الاذان فیشترط العلم
یا قسم کہائی کہ اوس سے کلام نکریگا مگر اوسکے اذن سے سو اوس نے اذن دیا اور حالف کو اوسکا اذن دینا معلوم نہوا پہر اوس سے کلام کیا تو حانث
ہوگا بسبب اشتقاق اذن کے اذان سے اور اذان بمعنی اعلام ہو تو اذن مین علم مشروط ہوا ھ اشتقاق سے اشتقاق کبیر مراد ہو کذا فی النہر اسواسطے کہ
اشتقاق صغیر مین مجرد مزید سے مشتق نہین ہوتا بلکہ مزید مجرد سے مشتق ہوتا ہو مصنف نے اپنی شرح مین کہا یا اذن وتوع فی الاذن سے ماخوذ ہے
بہرصورت تحقق اذن کا بدون سماع کے نہین ہوتا بخلاف لا یکلمه الا برضاہ فرضی ولم یعلم لان الرضی من اعمال القلب فیتحقق به بخلاف
اس قسم کے کہ نہ کلام کریگا مگر اوسکی رضامندی سے سو وہ راضی ہوگیا اوسکے کلام سے اور حالف کو اوسکی رضا کا علم نہوا پہر اوسنے کلام کیا تو
حانث نہوگا اسواسطے کہ رضامندی دل کا عمل ہے تو اوسکا تحقق فقط دل ہی سے تمام ہوگا علم حالف اسمین مشروط نہین الکلام والتحدیث
لا یکون الا باللسان فلا یحنث باشارة وکتابة کما فی النتف کلام اور تحدیث ثابت نہین ہوتا بدون زبان کے تو حانث نہوگا اشارہ کرنے
اور لکہنے سے کذا فی النتف یعنی اگر قسم کہائی کہ فلانے سے کلام نکریگا پہر اوسکو خط لکہا یا اوسکی طرف پیام بہیجا یا اوسکی طرف آنکہ یا ہاتہ سے
اشارہ کیا تو حانث نہوگا کذا فی المتحرد وفی الخانیة لا اقول له کذا وکتب الیه حنث ففرق بین القول والکلام لکن نقل المصنف لعکس
مسئلة شمر الریحان عن الجامع انه کالکلام خلافا لابن سماعة اور خانیہ مین ہو قسم کہائی کہ اوس سے نکہونگا ایسا پہر اوسکی طرف
لکہ بہیجا تو حانث ہوگا تو تفریق ہوئی قول اور کلام مین کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام لیکن مصنف نے آگے بعد مسئلہ شم ریحان کے جامع سے
نقل کیا ہوکہ قول مانند کلام کے ہے یعنی کتابت سے قول بہی ثابت نہین ہوتا بخلاف ابن سماعہ کے ھ تو معلوم ہوا کہ کلام اور قول مین تین قول ہین
جامع کا یہ قول ہے کہ کلام اور قول کتابت سے ثابت نہین ہوتے اور قاضی خان کے نزدیک تفریق ہے کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہو نہ کلام اور
ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین کہا کہ کلام اور قول دونو کتابت سے ثابت ہوتے ہین کذا فی الطحطاوی والاخبار والاقرار والبشارة تکون بالکتابة
لا بالاشارة والایماء اور خبر دینا اور اقرار کرنا اور خوشخبری دینا لکہنے سے ثابت ہوتے ہین نہ اشارہ اور ایما سے ھ طحطاوی نے کہا کہ مصنف
کو مناسب تہا کہ ایضا کا لفظ بعد کتابت کے زیادہ کرتا تا کہ معلوم ہوتا کہ اخبار اور اقرار اور بشارت کتابت سو بہی ہوتا ہو اور کلام سے بہی تا
الاظهار والافشاء والاعلام یکون بالکتابة وبالاشارة ایضا اور اظہار اور افشا اور اعلام کتابت سو ہوتا ہو اور اشارہ کرنے سے
بہی ھ طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح مین افشا نہین ہو اور بحر الرائق مین افشا ہو فلو قال لم انو الاشارة دین اور اگر حالف نے کہا کہ مین نے اشارہ
کی نیت نہین کی تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً یعنی اگر عدم اظہار وغیرہ کی قسم کہائی اور اشارہ کردیا اور عدم اشارہ کی نیت ظاہر کی تو فیما
بینه وبین الله اوسکی تصدیق ہوگی نہ قاضی کے نزدیک وفی لا یدعوہ ولا یبشره یحنث بالکتابة اور اس قسم مین کہ اوسکو نہ بلا دیگا یا اوسکو بشارت

مسئلہ لطیفہ
سوال امام محمدؒ
بعد قسم دوسری بار
مین پورا ہوئی دوسری
یمین منعقد ہوئی اور تیسری بار
حنث ہوا کیونکہ پہلی
یمین کا علم ہوا

خبر دیگا تو کتابت سے حانث ہوگا ان اخبرتنی او اعلمتنی ان فلانا قدم ونحوہ حنث بالصدق والکذب کہا کہ اگر تو مجھکو خبر کریگا یا اعلام کریگا کہ فلانا شخص آیا یا اسکے مانند تو میرا غلام آزاد ہو تو حانث ہوگا صدق اور کذب سے یعنی اعلام اور اخبار مخاطب کا صدق ہو یا کذب بہر صورت غلام آزاد ہوگا

ولو قال بقدومه ونحوه فعلى الصدق خاصة لان الباء للالصاق للخبر بنفس القدوم كما حققناه في بحث الباء من الاصول اور اگر یوں کہا کہ اگر تو مجھکو قدوم فلانی یا اسکے مانند خبر کریگا تو یہ اخبار صدق پر مخصوص ہوگا اسواسطے کہ باء جارہ الصاق خبر بنفس قدوم کا فائدہ دیتی ہے چنانچہ اصول کی کتاب میں ہمنے اسکو محقق کیا ہے باء جارہ کی بحث میں یعنی باء جارہ الصاق کیواسطے موضوع ہے تو جب وہ قدوم کے لفظ پر آئی تو یہ مطلب ہوا کہ خبر قدوم سے ملائی جاوے اور یہ ملانا بغیر تحقق قدوم کے نہیں ہو سکتا لہذا اخبار بالکذب اسمین مراد نہیں ہوتا طحطاوی نے کہا کہ ان اخبرتنی ان فلانا قدم میں باء جارہ مقدر ہے اسواسطے کہ حذف جار کا ان کا ساتھ مطرد ہے تو چاہیے کہ وہاں بھی اخبار بالکذب سے حانث نہو وکذا ان کتبت بقدوم فلان كما سيجئ في الباب الثاني اور اسیطرح فقط صدق پر حنث مخصوص ہے اس مثال میں کہ اگر تو کتابت بقدوم فلانی کریگا چنانچہ اگلے باب میں آویگا وسأل الرشيد محمدا عمن حلف لا يكتب الى فلان فأومأ بالكتابة هل يحنث فقال نعم يا امير المؤمنين ان كان مثلك اور سوال کیا ہارون رشید نے امام محمد سے کہ جسنے قسم کہائی کہ فلانے شخص کو نہ لکہیگا پہر اسنے دوسرے سے اشارہ کیا لکہنے کا کیا حانث ہوگا تو امام محمد نے کہا ہاں یا امیر المؤمنین حانث ہوگا اگر حالف تمسا شخص ہو یعنی اسواسطے کہ بادشاہ خود نہیں لکہتا بلکہ غیر کو حکم کرتا ہے کتابت کا اور عادت سلاطین اور امراء کی یہی ہے کہ اشارہ اور ایما سے حکم کرتے ہیں لا يكلمه شهرا من حين حلف قسم کہائی کہ فلانے سے ایک مہینہ نہ کلام کریگا تو ابتدا مہینہ حلف کیوقت سے ہوگی تیس دن تک ولو عرفه فعلى الباقية اور اگر حالف نے مہینہ کو معرفہ ذکر کیا یعنی یوں کہا لا اكلمه الشهر تو اس مہینہ کی باقی تاریخوں پر حنث ہوگی مثلا بیسویں تاریخ قسم کہائی تو پانچ یا چہ روز باقی میں اگر کلام کریگا تو حانث ہوگا بخلاف لاعتكفن او لاصومن شهرا فان التعيين اليه بخلاف اس مثال کے کہ واللہ اعتکاف کرونگا یا روزہ رکہونگا تو حالف کو اختیار ہے جس وقت سے چاہے مہینہ بہر اعتکاف کرے اور چاہے باقی تاریخوں میں اعتکاف کرے اور یہی حکم ہے سال اور دن کا اور بحر الرائق میں ہے کہ اگر مثلا سہپہر دن رہے قسم کہائی کہ ایک دن کلام نہ کریگا تو قسم ثابت ہوگی باقی دن اور پوری اگلی رات اور دوسرے دن کے سہپہر تک اور یہی حکم ہے مہینہ کا كذا في النهر والفرق ان ذكر الوقت فيما يتناول الابد لاخراج ما وراءه وفيما لا يتناوله للمد اليه زیلعی اور فرق کلام اور اعتکاف میں یہ ہے کہ ذکر وقت کا اوس فعل میں جو شامل ہو دوام کو واسطے اخراج ماسوا وقت کے ہوتا ہے اور جس فعل میں شمول دوام کا نہیں تو اسمیں ذکر وقت کا واسطے دراز کرنے فعل کے ہے اوس وقت تک كذا في الزیلعی مثلا اگر عدم کلام کی یمین میں مہینہ مذکور نہوتا تو عدم تکلم تمام عمر کو شامل رہتا تو مہینہ کے ذکر کرنے سے باقی مدت عمر کی نکل گئی اور اعتکاف اور صوم کی یمین میں اگر مہینہ مذکور نہوتا تو تمام عمر کو اعتکاف اور صوم شامل نہوتا تو ذکر کرنا مہینہ کا واسطے تقدیر اعتکاف اور صوم کے ہے حلف

لا يتكلم فقرأ القرآن او سبح في الصلاة لا يحنث اتفاقا قسم کہائی کہ کلام نکریگا پہر اوسنے قرآن پڑہا نماز میں یا سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلی نماز میں کہا تو بالاتفاق حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکو عرف اور شرع میں متکلم نہیں کہتے كذا في المنح وان فعل ذلك خارجها حنث

حمل الظاهر كما صححه في البحر ورجح في الفتح عدمه مطلقا للعرف وعليه الدرر والملتقى بل في البحر عن النهاية يفتى بقراءة الكتب فعرفنا انتهى وقواه في الشرنبلالية قائلا ولا عليك من الرواية التصحيح له متى خالفت العرف ويقاس عليه القاء درس تالكن يعكر عليه ما في الفتح واما الشعر فيحنث به لانه كلام منظوم انتهى فغير المنظوم اولى فتأمل اور اگر قراءت قرآن اور تسبیح خارج نماز کی تو حانث ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ اسکو ترجیح دی ہے بحر الرائق میں اور فتح القدیر میں ترجیح دی ہے عدم حنث کو بسبب عرف کے مطلقا خواہ قراءت اور تسبیح نماز میں ہو خواہ خارج نماز خواہ یمین عربی میں ہو خواہ فارسی میں اور عدم حنث پر درر اور ملتقی الابحر کا قول ہے بلکہ خود بحر الرائق میں تہذیب قلانسی سے منقول ہے کہ حانث نہیں ہوتا کتابوں کے پڑہنے سے ہمارے عرف میں انتہی کلامہ اور قوی کیا ہے فتح القدیر کے قول کو

شعر بنا لینے میں مستلزم ہو کیونکہ بہ تصحیح اکثر حنث کا تردد کرنا لازم نہیں با وجود مخالفت عرف کے اور تجنیس کے قول پر قیاس کیا گیا ہے پرورش کا القا یعنی شاگرد
کا پڑھانا بھی کلام میں داخل نہیں ہے۔ پڑھنے کے بنا بر عرف کے یہ قیاس ہے صاحب کا لیکن قیاس مذکور پر وارد ہوتا ہے جو فتح القدیر میں ہے یعنی شعر پڑھنے
سے تو حانث ہوگا اس واسطے کہ شعر کلام منظوم ہے انتہی کلام الفتح تو غیر منظوم سے بطریق اولی حانث ہوگا سو تامل کر کہ تامل کی وجہ یہ ہے کہ جب لطلقت کلام
منظوم ہونے کے شعر خوانی سے حانث ہوا تو کلام غیر منظوم سے چنانچہ درس ہے بطریق اولے حانث نہ ہوگا تو معلوم ہوا کہ قیاس درس کا قرات کتب پر صحیح
ہے کذا فی الظہیریۃ۔ حلف لا یقرأ القرآن الیوم یحنث بالقراءۃ فی الصلوۃ او خارجہا قسم کھائی کہ آج کے دن قرآن نہ پڑھیگا تو حانث ہوگا
قرآن پڑھنے سے نماز میں یا غیر نماز میں ولو قرأ البسملۃ فان نوی ما فی النمل حنث والا لا الا اذا نوی کی تلاوت بہ القرآن اور اگر بسم اللہ
الرحمن الرحیم کو پڑھا تو اگر اس قرات سے سورہ نمل کی آیت کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر یہ نیت نہ کی تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ بسم اللہ کہنے سے لوگ
قرات قرآن کا ارادہ نہیں کرتے ہیں بلکہ بطور تبرک پڑھتے ہیں ولو حلف لا یقرأ سورۃ کذا او کتاب فلان لا یحنث بالنظر فیہ وفہمہ بہ
یفتی واقعات اور اگر قسم کھائی کہ فلانی سورت یا فلانے کا خط نہ پڑھیگا تو اوسمیں نظر کرنے اور اوسکا مطلب سمجھنے سے حانث نہ ہوگا یہی قول مفتی بہ
ہے کذا فی الواقعات اس واسطے کہ نظر اور فہم قرات نہیں حلف لا یکلم فلانا الیوم فعلی الجدید یدخل لقرانہ الیوم بفعل لا یمتد قسم کھائی
کہ کلام نہ کریگا فلانے شخص سے آج کے دن تو یہ حلف رات اور دن دونوں پر شامل ہوگا بسبب تحصیل کرنے حالف کے یوم کو اوس فعل سے جسکو امتداد نہیں
تو لیل اور نہار دونو کو شامل ہوگا قسم کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکا کہ جب یوم مقارن ہوگا فعل غیر ممتد سے تو مطلق وقت مراد ہوگا اور چونکہ کلام
فعل غیر ممتد ہے لہذا لیل و نہار دونو کو شامل ہوگا لیل اور نہار کو جدید میں بواسطہ اونکی تجدد کے کہا طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی یہ مثال صحیح نہیں
اس واسطے کہ لا یکلم فلانا الیوم کا یہ حکم ہے کہ یمین باقی دن تک ہے رات کو شامل نہیں اس واسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ اگر حالف نے مثلا پہر دن چڑھے
کہا لا اکلمک الیوم تو یمین باقی دن تک رہیگی جب آفتاب غروب ہوگا تو یمین ساقط ہو جاویگی اور جو مثال اسکی کنز وغیرہ متون میں ہے سو یوں ہے
یوم اکلم فلانا فعلی الجدید ولو نوی النہار صدق لانہ الحقیقۃ سو اگر مثال مذکور میں نیت نہار کی کریگا یعنی یوم سے فقط نہار مراد لیگا تو
اوسکی تصدیق ہوگی دیانۃ بھی اور قضاء بھی اس واسطے کہ نہار حقیقت ہے یوم کی تو درصورت نیت حقیقت مجاز مراد نہ ہوگا تو اس صورت میں یوم لیل
اور نہار کو نہ شامل ہوگا ولو قال لیلۃ اکلم فلانا فہو علی اللیل خاصۃ لعدم استعمالہ مفردا فی مطلق الوقت اور اگر یوں کہا کہ جس
رات کہ میں کلام کروں فلانے سے تو ایسا ہو تو یہ یمین رات پر مخصوص ہوگی بسبب نہ مستعمل ہونے لیل کے بلفظ مفرد مطلق وقت میں قسم یہ شارح نے دفع دخل
کیا کہ بعض اشعار عرب میں لیالی بمعنے مطلق وقت کے مستعمل ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ بلفظ جمع لیل البتہ مطلق وقت میں مستعمل ہے نہ بلفظ مفرد وقال ان
کلمتہ ای عمرا الا ان یقدم زید او حتی او الا ان یاذن او حتی یاذن فکذا فکلمہ قبل قدومہ او قبل اذنہ حنث ولو
بعدہما لا یحنث لجعلہ القدوم والاذن غایۃ لعدم الکلام کہا اگر میں عمرو سے کلام کروں مگر یہ کہ زید آوے یا یہانتک کہ زید آوے یا یوں کہا کہ اگر میں عمرو سے
کلام کروں تا اینکہ زید اذن دیوے یا یوں بولا کہ اگر میں اوس سے کلام کروں تا اجازت دینے زید کے تو ایسا ہو پھر اوس سے بات کی قبل قدوم
زید کے یا قبل اذن دینے زید کے تو حانث ہوگا اور اگر بعد قدوم اور اذن زید کے عمرو سے بولا تو حانث نہ ہوگا بسبب قرار دینے حالف کے قدوم اور اذن
کو غایت عدم کلام کی قسم یمین باقی رہتی ہے قبل غایت کے اور منتہی ہوتی ہے بعد غایت کے تو بعد انتہا یمین حانث نہ ہوگا سو حتی کا غایت کیواسطے ہو
ہونا تو صریح ہے مگر الا بمعنی غایت باعتبار مجاز کے ہے اس واسطے کہ اصل الا میں استثنا ہے لیکن شرطا اور غایت کیواسطے مجازا مستعمل ہوتا ہے جب کہ استثنا
متعذر ہے اس واسطے کہ استثنا اور شرط اور غایت میں یہ مناسبت ہے کہ ہر ایک کے ماقبل کا حکم مخالف ہوتا ہے مابعد کے کذا فی الفتح وان مات زید بطلت
سقط الحلف اور اگر زید مرگیا قبل قدوم اور اذن کے تو یمین ساقط ہوگئی اس واسطے کہ بر یمین کا محل نہ باقی رہا قید بتاخیر الجزاء لانہ لو قدمہ فقال
امرأتہ طالق الا ان یقدم زید لم تکن للغایۃ بل للشرط لان الطلاق مما لا یحتمل التاقیت فلا تطلق لم یقدم ماہل ہوتا مصنف نے مثال کو

کہ مفید تاخیر جزا کیا اسواسطے کہ اگر مثال مذکور میں جزا کو مقدم کر کے یون کہے کہ اوسکی عورت مطلقہ ہے اگر یہ کہ زید آوے تو اس صورت میں لا واسطے
غایت کے نہیں بلکہ شرط کے واسطے ہے اسواسطے کہ طلاق ایسی چیز نہیں جو تعیین وقت کی متحمل ہو تو عورت مطلقہ نہوگی زید کے قدوم سے بلکہ زید کی موت
ہی سے اور معنی غایت ان ہوتا ہی جو توقیت کا متحمل ہو اور طلاق اوسکا متحمل نہیں لہذا یہان بمعنی شرط ہے تو گویا اوسنے یون کہا کہ ان لم یقدم زید
فانت طالق یعنی اگر زید نہ آویگا تو تو طالق ہے تو اب طلاق قدوم زید سے نہ واقع ہوگی بلکہ اوسکی موت سے ہوگی اسواسطے کہ قبل موت زید کے عدم قدوم
کا تحقق نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ یمین مطلق ہے کما لو قال لغیرہ واللہ لا اکلمک حتی یاذن لی فلان وقال لغریمہ واللہ لا افارقک حتی
تقضینی حقی او حلف لیوفینہ الیوم فمات فلان قبل الاذن او بری من الدین فالیمین ساقطۃ والاصل ان الحالف اذا
جعل لیمینہ غایۃ وفاتت الغایۃ بطل الیمین بہا خلافا للثانی بنا بر مالے غیر سے کہا کہ واللہ میں تجسے بولونگا یہانتک کہ مثلاً
زید مجکو اذن دے یا حالف نے اپنے قرضدار سے کہا کہ واللہ میں تجکو نہ چہوڑونگا یہانتک کہ تو میرا حق ادا کرے یا قرضدار نے قسم کہائی کہ البتہ اسکا
قرض آج ادا کریگا پہر زید مرگیا قبل اذن دینے کے یا بری الذمہ ہوگیا قرضدار قرض معاف ہوجانے سے تو قسم ساقط ہوجاویگی اور اصل سقوط کی یہ
ہے کہ قسم کہانیوالے نے جب اپنی قسم کی ایک غایت مقرر کی اور وہ غایت فوت ہوگئی تو اوسکے فوت ہونے سے قسم باطل ہوجاویگی امام اعظم اور
محمد کے نزدیک بسبب عدم امکان بر کے بخلاف ابی یوسف کے کلمۃ ما زال وما دام وما کان غایۃ ینتہی الیمین بہا فلو حلف لا یفعل کذا ما دام
ببخارا فخرج منہا ثم رجع ففعل لا یحنث لانتہاء الیمین کلمہ ما زال اور ما دام اور ما کان کا غایت کیواسطے ہے تو یمین اوسکے ساتھہ آخر ہوجاویگی
تو اگر قسم کہائی کہ ایسا نکریگا اوسوقت تک کہ بخارا میں رہیگا پہر قسم کے بعد بخارا سے نکلا پہر وہین پلٹ گیا پہر وہ فعل کیا جسکے نکرنیکی قسم کہائی تہی
تو حانث نہوگا بسبب منتہی ہونے یمین کے خروج سے وکذا لا اکل ہذا الطعام ما دام فی ملک فلان فباع فلان بعضہ لا یحنث باکل باقیہ
لانتہاء الیمین ببیع البعض اور اسیطرح قسم کہائی کہ اس طعام کو نکہاویگا جبتک کہ فلانیکی ملک مین رہیگا سو فلانے نے اوس طعام کچھ بیچا تو باقی
طعام کے کہانے سے حانث نہوگا بسبب منتہی ہونے قسم کے بعض کی بیع سے وکذا لا افارقک حتی تعطینی حقی الیوم او حتی اذہب بک الی السلطان
الیوم لا یحنث بمضی الیوم بل بمفارقتہ بعدہ ولو قدم الیوم لا یحنث ولو فارقہ بعدہ بحر اور اسیطرح قسم کہائی کہ تجکو نچہوڑونگا یہانتک
کہ تو میرا حق دے آجکے دن یا یون کہا کہ تجکو نچہوڑونگا یہانتک کہ تجکو حاکم کے پاس لیجاؤن آجکے دن تو حانث نہوگا دن کے گذرنے سے بلکہ بعد
مدت کے قرضدار کے چہوڑ دینے سے حانث ہوگا اور اگر حالف نے یوم کو مقدم کیا یعنی یون کہا کہ لا افارقک الیوم حتی تعطینی حقی پہر وہ دن گذر گیا
اور اوسنے اوسکو نہ چہوڑا اور قرضدار نے قرض نہ ادا کیا تو حانث نہوگا اگرچہ حالف نے اوسکو [illegible]
کہ حالف نے فراق کیواسطے اوسی دن کو وقت ٹہرایا تہا کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا لو حلف
او ظہر شہود تسقط الیمین لتقییدہ من جہۃ المعنی بحال النکرۃ کما سیجیء فی باب الیمین فی الضرب اور اسیطرح اگر قسم کہائی کہ مدعی علیہ
کو قاضی کے دروازہ پر کہینچ لیجاویگا اور قسم دلاویگا پہر اقرار کیا اوسنے یا مدعی کے شاہد ظاہر ہوگئے تو یمین ساقط ہوجاویگی بسبب مقید ہونے یمین کے
معنی کے اوس حال سے جب کہ وہ منکر تہا چنانچہ اسکا ذکر آویگا یمین فی الضرب کے باب مین وفی حلفہ لا یکلم عبدہ ای عبد فلان او عرسہ او صدیقہ
او لا یدخل دارہ او لا یلبس ثوبہ او لا یاکل طعامہ او لا یرکب دابتہ ان زالت اضافتہ ببیع او طلاق او عداوۃ وکلمہ لم یحنث
فی العبد ونحوہ مما یملک کالدار لو اشار الیہ بہذا او لا علی المذہب لان العبد ساقط الاعتبار عند الاحرار فکان کالثوب والدار
اور اس قسم مین کہ فلانے کے مثلا زید کے غلام سے کلام نکریگا یا اوسکی زوجہ یا اوسکے دوست سے یا اسکے گہر مین نہ داخل ہوگا یا اوسکا کپڑا نہ پہنیگا یا اسکا کہانا
نہ کہاویگا یا اسکی جانور پر سوار نہوگا اگر زید کی نسبت زائل ہوگئی بیع کرنے سے غلام اور دار اور ثوب اور طعام اور جانور مین یا طلاق دینے سے زوجہ
مین یا دشمنی ہوجانے سے دوست مین اور کلام کیا اوس سے تو حانث نہوگا غلام مین اور اوسکے مانند مین جو قابل ملک ہے چنانچہ گہر خواہ قسم کیوقت اوسکی طرف

اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو بنا بر قول مذہب کے یعنی فرا دیوں کہا کہ واسطے یمین زید کے اس غلام سے نہ بولونگا یا یوں کہا کہ زید کے غلام سے نہ بولونگا پھر بعد
ویکے بولنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ غلام ساقط الاعتبار ہوتا ہے احرار کے نزدیک تو وہ مانند ثوب اور دار کے ہوگیا ھم غلام اس لائق نہیں ہوتا
کہ شخص حر اوسکے عدم تکلم کی قسم کہا دے تو یہہ قسم نہوگی مگر اوسکے مالک کے سبب سے پھر جب اوسکا دوسرا مالک ہوگیا بیع سے تو عدم تکلم کا عذر جاتا رہا
لہذا حانث نہوگا اور یہی حکم ہے ترک دار اور ثوب اور طعام کا وفی غیرہ ای فی تکلم غیر العبد من العرس والصدیق لا الدار لانھا لا تتکلم
فتکون الدار مسکوتا عنہا للعلم بانہا کالعبد بالطریق الاولی فتنبہ اور اوسکے غیر میں یعنی غیر عبد کے کلام کرنے میں مراد غیر عبد سے زوجہ
اور دوست ہے نہ دار اسواسطے کہ دار لائق کلام کرنیکے نہیں تو دار کا حکم مسکوت ہوا اسواسطے کہ دار کا مانند عبد کے ہونا بطریق اولی معلوم ہو سو خبردار
ہو جاھم ماتن نے مثال میں اول عبد اور زوجہ اور دوست اور دار کو جمع کیا پھر تفصیل میں اول عبد کا حکم بیان کیا پھر غیر عبد کا حکم مذکور کیا حالانکہ غیر عبد
میں دار بھی داخل ہے لیکن حکم ثانی میں وہ شامل نہیں لہذا شارح نے کلام ماتن کی توجیہ کی یعنی غیر عبد سے فقط زوجہ اور دوست مراد ہے اس دلیل سے کہ دار
لائق کلام نہیں تو اوسکا حکم مذکور نہیں اگر کوئی کہے کہ جب دار کا حکم مذکور نہیں کیا تو اوسکو ذکر کرنے سے کیا فائدہ شارح نے جواب دیا کہ دار کا حکم مانند حکم عبد
بطریق اولی معلوم ہے تو اوسکے حکم کی علیحدہ ذکر کرنیکی کچھ حاجت نتھی وجہ اولویت کی یہہ ہے کہ زوال اضافت سے تکلم عبد سے حنث نہوا حالانکہ عبد میں
عقل ہے کراہت ذاتی اوسمیں ممکن ہے تو دخول دار سے بعد زوال اضافت کے بطریق اولی حنث نہوگا اسواسطے کہ دار میں عقل نہیں کہ اوسکے دخول
سے کراہت ذاتی متصور ہو پھر شارح نے بعد اس توجیہ کے آخر کو آگاہ کر دیا کہ تسمیہ ماتن کی غیر مناسب ہے ان اشار بھذا او حنث لان الحر مقصود
لذاتہ ولا یشیر ولو یعین لا یحنث وحنث بالمتجدد بان اشتری عبدا او تزوج بعد الیمین اور غیر عبد میں یعنی زید کی زوجہ اور دوست
کے کلام سے اگر اشارہ کیا بلفظ ہذا یا اوسکو معین کر دیا نام لیکر تو حانث ہوگا بعد زوال اضافت کے اسواسطے کہ حر بالذات بھی چھوڑا جاتا ہے اور اگر
اشارہ نہیں کیا اور نام اوسکا لیا یعنی یوں کہا کہ زید کی زوجہ یا دوست سے کلام نکریگا تو بعد زوال اضافت کے حانث نہوگا اور حانث ہوگا عبد جدید اور
زوجہ جدید ویکے کلام سے تجدد کی صورت یہہ ہے کہ زید نے غلام مول لیا یا نکاح کیا بعد یمین کے لا یکلم صاحب ہذا الطیلسان مثلا فکلمہ بعد بیعہ حنث
لان الاضافۃ للتعریف ولذا لو کلم المشتری لم یحنث قسم کہائی کہ مثلا اس طیلسان والے سے کلام نکریگا پھر اوس سے کلام کیا طیلسان بیچنے کے بعد
تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہہ اضافت اور نسبت شناخت کیواسطے ہے کچھ قید نہیں اور اسیواسطے اگر طیلسان مول لینے والے سے کلام کریگا تو حانث نہوگا ھم
طیلسان معرب ہے تیلسان کا وہ اہل عجم کا لباس ہے سیاہ اور مدور اوسکا تانا بانا صوف کا ہوتا ہے کذا فی المنتخب الزمان والحین ومنکرھما ستۃ
اشہر ان حلف لانہ الوسط لفظ زمان اور حین کا معرف باللام ہو خواہ نکرہ بلا لام مراد اوس سے چھ مہینے ہیں ابتداء حلف سے اسواسطے کہ چھہ
مہینے متوسط استعمال ہے زمان اور حین کا ھم حین کا ہے زمان قلیل میں مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی (فسبحان اللہ حین تمسون) مراد یہاں
ساعت ہے شام سے اور کا ہے حین چالیس برس کے واسطے مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی (ھل اتی علی الانسان حین من الدھر) انسان سے مراد
آدم علیہ السلام ہیں اور حین سے چالیس سال مراد ہیں اور کا ہے حین چھہ مہینے میں مستعمل ہوتا ہے کما قال تعالی (تؤتی اکلہا کل حین) ابن عباس نے کہا
کہ حین سے یہاں چھہ مہینے مراد ہیں اور چونکہ چھہ مہینے متوسط رتبہ ہے استعمال حین کا لہذا عدم تکلم زمانی اور حینی کے حلف میں اسیقدر مراد ہوگا سلیئے
کہ ساعت بھر عدم تکلم قسم کہانے پر موقوف نہیں بلا قسم بھی متصور ہے اور چالیس برس کی مدت دراز ہے بیشتر اتنا عدم تکلم مقصود نہیں لہذا متوسط
رتبہ متعین ہوگیا اور لفظ زمان کا استعمال مین حین کی برابر ہے باعتبار اتیک مشہور میں وہ دونوں ایک ہی معنی میں مستعمل ہے کذا فی المنتخ والطحطاوی وبما ای
بالنیۃ ما نوی فیہما علی الصحیح بدائع اور نیت کے ساتھ جو نیت حین اور زمان میں کریگا وہی مراد ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البدائع
یعنی چھہ مہینے کی تقدیر حین اور زمان میں اوسوقت ہے جب حالف نے قلیل یا کثیر مدت کی نیت کی ہو اور صورت نیت میں نیت ہی کی تقدیر مراد ہوگی ق
غرۃ الشھر ورأس الشھر اول لیلۃ منہ ویومھا اور غرہ شہر اور راس شہر سے مہینے کی پہلی رات اور اوسیکا دن مراد ہے وارادہ الی

ما دون الربع وآخره اذا مضی خمسة عشر يوما فلو حلف ان يصوم اول يوم من آخر الشهر وآخر يوم من اول الشهر صام الخامس عشر والسادس عشر۔ اول شہر نصف مہینہ سے کم تک ہے اور آخر شہر اوس وقت سے ہے جب پندرہ روز گذر جاویں تو اگر قسم کھائی کہ آخر شہر کے اول روز میں اور اول شہر کے آخر دن میں روزہ رکھیگا تو پندرہویں اور سولہویں تاریخ روزہ رکھے اسواسطے کہ سولہوین آخر شہر کا پہلا روز ہے اور پندرہوین اول شہر کا پچھلا دن ہے فقہا نے کہا کہ ماں کو مناسب تیاری کرنا کہ اول شہر نصف شہر تک ہے جیسا کہ قہستانی نے کہا ہے اسواسطے کہ پندرہویں تاریخ کو فقہا نے اول شہر کا آخر دن کہا ہے والصيف من حين القاء الحشو الى لبسه ضد الشتاء بدائع اور گرمی کا موسم اوس وقت سے ہے جب روئی بھرا کپڑا اوتار ڈالا جاوے یہانتک کہ پھر اوسکو پہننے کی نوبت آوے اور سردی کا موسم اوسکے بالعکس ہے کذا فی البدائع ھ فتاوی عالمگیری میں واقعات سے منقول ہے کہ صیف اور شتا کی معرفت میں علما کا کلام مختلف ہوا ہے وقول مختار یہ ہے کہ اگر قسم کھانیوالا اوس شہر میں رہتا ہے جہاں کے لوگوں میں گرمی اور سردی کا حساب مقرر ہے جس سے وہ صیف اور شتا کو پہچانتے ہوں تو اوسکی قسم میں بھی حساب مقرری مراد ہوگا اور اگر وہاں حساب معلوم نہو تو شتا وہ ہے جسمیں لوگوں کو پوستین وغیرہ کی حاجت ہو اور گرمی اسکے بالعکس ہے اور ربیع کا موسم آخر شتا سے ہے اول صیف تک اور خریف آخر صیف سے ہے اول شتا تک و يستفد لا يكلمه الدهر كلاً بد هو العمر لمدة حيوة الحالف عند عدم النية اور اس قسم میں کہ کلام نکریگا دہر سے دہر اور ابد مراد ہوتا ہے اور اور ابد سے عمر مراد ہے یعنی حالف کی زندگی کی مدت عدم نیت کے وقت یعنی در صورتیکہ اوسکی نیت ہی معتبر ہوگی قلیل زمانہ ہو یا کثیر اور دہر سے مدت حیات مراد ہو اور معرفت ہے جب کہ لفظ دہر کا معرف باللام ہو ودهرا منكرا كما تقدم وكالحين وغير خاف انه اذا لم يرد عن الامام شئ فی مسئلة وجب الافتاء بقولهما فقط اور دہر منکر کو امام اعظم نے سمجھا کہ اسکی حد کیا ہے اور صاحبین نے کہا کہ وہ مانند حین کے ہے یعنی چھ مہینہ پر محمول ہے اور یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جب امام سے کچھ روایت وارد نہیں کسی مسئلہ میں تو اوسمیں فتوی دینا صاحبین کے قول پر واجب ہے کذا فی النہر الفائق ھ امام اعظم نے دہر منکر میں یعنی جب الف لام نہو توقف فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ دہر کیا ہے اسواسطے کہ استعمال دہر کا اختلاف ہے یعنی مدید اور قصیر اور وسیط پر ثابت نہیں ہوا اور لغت میں تو معلوم ہوا امام کو کیا اوسکی تقدیر کیجیے اور اہل زبان اگرچہ متیقن تھا لیکن اوسکی مدت تکلم پر حلف کرنا مستبعد ہے اسواسطے کہ لحظہ دو لحظہ کا عدم تکلم بلا یمین ہی متصور ہے لہذا اوسمیں توقف کرنا لازم ہوا اور یہ توقف ہی کریم دلیل ہے امام کی فقاہت اور تدین پر کہ بلا حجت شرعی اپنی عقل کو دین میں دخل نہ دیا اور اوسمیں اپنی عدم علمی کا صاف اقرار کر دیا کذا فی فتح القدیر طحطاوی کے حاشیہ میں ہے کہ شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب کسی امر میں اصلا نص نہو نہ امام سے نہ صاحبین سے تو امام مالک کے قول پر عمل کرنا جائز ہے چنانچہ اسکو حموی نے حاشیہ اشباہ میں مفصل کہا ہے اور امام مالک کے مذہب کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں امام مالک سے تصریح نہو تو امام شافعی کیطرف رجوع کرے پھر جب جس مذہب سے ہے ہم مذہب میں اور امام مالک کے مذہب میں نص نپاوے تو امام شافعی کے مذہب کیطرف رجوع کرے رضی اللہ عنہم اجمعین وفی السراج توقف الامام فی اربعة عشر مسئلة ونقل لا ادری عن الائمة الاربعة بل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن جبرئیل علیہ السلام ایضا ۔ سراج میں ہے کہ توقف کیا ہے امام اعظم نے چودہ مسئلوں میں اور لفظ لا ادری کا یعنی میں نہیں جانتا چاروں اماموں سے منقول ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام سے بھی لا ادری منقول ہے ھ کرمانی میں مذکور ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بہترین مکانات کون ہے فرمایا کہ میں نہیں جانتا جبرئیل سے دریافت کرونگا جبرئیل نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا ہوں اپنے رب سے دریافت کرونگا پھر حق جل شانہ نے فرمایا کہ خیر المقام مساجد ہیں اور مساجد کے بہتر لوگ وہ ہیں جو اول مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور آخر کو نکلتے ہیں اور مساجد کے اندر اون میں بدتر جو لوگ وہ ہیں جو مسجد میں سب سے پیچھے آتے اور پہلے نکل جاتے ہیں اور حقائق میں مذکور ہے کہ اسمیں تنبیہ ہے عالم اور مفتی کو اسواسطے کہ جو امر معلوم نہو اوسمیں توقف کریں اور اپنی لاعلمی ظاہر کرنیسے ننگ و عار نکریں اسواسطے کہ درصورت عدم علم جرأت کرکے مسئلہ بتانا افترا علی اللہ ہے تحریم حلال یا تحلیل حرام سے اور منجملہ چودہ مسائل مذکورہ کے نو مسئلے ابن ابی شریف نے نظم میں یوں بیان کیے ہیں نظم ۔ سئل الامام ابا حنيفة ثم رضيه ۔ عن قال لا ادری لتسعة اشيئه ۔ اطفال اهل الشرك اين مقرهم ومن الملائكة الكرام مفضله ۔ ام انبياء الله ثم اللحم من ۔ جلالة انى يطيب الاكل له ۔ والدهر مع وقت الختان وكلبهم ۔ وصف المعلم اى وقت يعلمه

والحكم في الخنثى اذا اتى بالآبن ٭ اگرچہ بعد سقوط الحمار استشکلہ ٭ واجاز نقش الجدار المسجد ٭ من غير تقيد ام لم يجز ان تفعلہ كذا في الطحطاوي ولا ايام وايام كثيرة والشهور والسنون والجمع والازمنة والاحايين والدهور عشرة من كل صنف لانه اكثر ما يذكر بلفظ الجمع اور ایام اور ایام کثیرہ اور شہور اور سنون اور جمع اور ازمنہ اور احایین اور دہور کے الفاظ میں بشرطیکہ معرف باللام ہوں کیونکہ مراد قسم سے دس تک ہیں اسواسطے کہ لفظ عشرہ اون الفاظ میں اکثر جو بلفظ جمع مذکور ہوتے ہیں ہیں یعنی ایام کے لفظ میں دس روز مراد ہوں گے اور شہور میں دس مہینے اور سنون میں دس برس اور جمع میں دس جمعہ اور ازمنہ میں دس زمانہ اور احایین میں دس حین اور دہور میں دس دہر مراد ہوں گے امام کے نزدیک اسواسطے کہ جمع معرف باللام اقصی استعمال لفظ جمع کی طرف منصرف ہے اور وہ عشرہ ہے اسواسطے کہ لغت عرب میں بولتے ہیں ثلثۃ رجال و اربعۃ رجال الی عشرۃ رجال پھر جب گیارہ ہوتا ہے عشرہ سے تو جمع کا صیغہ مستعمل نہیں ہوتا بلکہ مفرد بولا جاتا ہے چنانچہ احد عشر رجلا کذا فی المنح اور شرح میں ہے لفظ جمع لعبد سنون کے جو جمعہ کے دن کی جمع ہو تو اگر قسم کھائی کہ لا اکلمہ الجمع تو یہ دس دن جمعہ پر منعقد ہوگی تو اگر یوم الجمعہ کے سوا اور ایام میں بولیگا تو حانث نہوگا اور یہ مراد نہیں کہ دس ہفتوں پر یمین منعقد ہو ہاں اگر لفظ جمع سے حالف ہفتوں کا قصد کریگا تو دس ہفتوں تک ترک کلام لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ففي لا يكلمه الازمنة خمس سنين تو اس قسم میں کہ لا اکلمہ الازمنۃ پانچ برس مراد ہوں گے اسواسطے کہ سابق میں مذکور ہو چکا کہ لفظ زمان اور حین چھ مہینے کی طرف منصرف ہے تو جب چھ مہینہ کو دس بار لیا تو ساٹھ مہینے ہوئے جسکے پانچ برس ہوتے ہیں ومنكرها ثلثة لانه اقل الجمع ما لم توصف بالكثرة كما مر اور اگر الفاظ مذکورہ جب کہ نکرہ ہوں بدون الف لام کے تو یہ قسم سے تین مراد ہوں گے اسواسطے کہ تین اقل جمع ہے جب تک کہ موصوف بالکثرۃ نہو چنانچہ مذکور ہو چکا ماتن کے قول میں لفظ ایام کثیرہ نکرہ موصوف بالکثرۃ ہے تو اسمیں جمع منکر تین پر محمول نہیں بلکہ دس پر محمول ہوا اور اسیطرح سنون کثیرہ اور شہور کثیرہ تین پر محمول نہوں گے حلف لا یکلم عبیدہ او عبید فلان او لا یرکب دوابہ او لا یلبس ثیابہ ففعل بثلثۃ منہا حنث وان کان لہ ای لفلان اکثر من ثلثۃ من کل صنف قسم کھائی کہ غلاموں سے یا فلانے کے غلاموں سے کلام نکریگا یا اوسکے جانوروں پر سوار نہوگا یا اوسکے کپڑے نہ پہنیگا پھر اونہیں سے تین کو عمل میں لایا یعنی اوسکے تین غلاموں سے بات کی یا اوسکے تین جانوروں پر سوار ہوا یا اوسکے تین کپڑے پہنے تو حانث ہوگا اگرچہ فلانے شخص کی ملک میں ہر نوع تین تین سے زیادہ ہوں قسم حانث اسواسطے ہوگا کہ اقل جمع تین ہیں اور شارح نے عبیدا کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا تا معلوم ہو جاوے کہ یہاں منکر اور مضاف میں کچھ فرق نہیں ولو نوی ان کلہم او اقل من ثلثۃ لا یحنث وتصح نیۃ الکل اور اگر ویسا نکیا اسطرح کہ دو یا ایک غلام سے کلام کیا تو حانث نہوگا اور صحیح ہے نیت کل کی یعنی غلاموں کی یا تمام جانوروں کی یا سب کپڑوں کی نیت کریگا تو دیانۃ اور قضاء صحیح ہے ولو کانت یمینہ علی زوجاتہ او اصدقائہ او اخوانہ لا یحنث ما لم یکلم الکل مما سمی لان المنع لمعنی فی ہؤلاء فتعلقت الیمین باعیانہم اور اگر یمین حالف کی فلانے کی زوجات یا اوسکے دوستوں یا اوسکے بھائیوں پر ہو تو حانث نہوگا جب تک کل سے کلام نکریگا جس قدر کا کہ اوسنے نام لیا یمین میں اسواسطے کہ روکنا کلام کا ان لوگوں میں کسی معنی کے سبب سے ہے تو یمین متعلق اونہیں کی ذاتوں سے ہوگی بخلاف عبید اور دواب اور ثیاب کے کہ وہاں یمین متعلق ہے اون ذاتوں سے جو فلانے کی طرف منسوب ہیں اور چونکہ نسبت بلفظ جمع ہے اور اقل جمع تین ہے لہذا تین کے عمل میں لانے سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر خلاصہ یہ ہے کہ غلام اور دواب فلانے کے لائق تعریف کے نہیں لہذا وہاں نسبت ملحوظ ہے اور زوجات فلانے وغیرہ بتقبیل اور دعوت کے لائق تعریف ہیں لہذا وہاں نسبت کا اعتبار نہیں گویا یوں کہا لا اکلم ہؤلاء ولو لم یکن لہ الا واحد فان کان یعلم بہ حنث والا لا کما فی الواقعات والحق فی النہر الاصدقاء والزوجات قلت وہی من المسائل الاربع التی یکون فیہا الجمع للواحد کما فی الاشباہ اور اگر قسم کھائی کہ فلانے کے بھائیوں سے کلام نکریگا تو اگر اوسکا سوا ایک کے دوسرا بھائی نہو سو اگر حالف اوسکو جانتا ہوگا تو حانث ہوگا اسلئے کہ اوسنے جان کر واحد کو بصیغہ جمع تعبیر کیا اور اگر ایک بھائی کا ہونا نجانتا ہوگا تو حانث نہوگا کذا فی الواقعات اسواسطے کہ اوسنے جمع سے واحد کا ارادہ نہیں کیا اور نہر الفائق میں زوجات اور اصدقا کو بھائیوں کے ساتھ ملحق کیا ہے تفصیل مذکور میں شارح کہتا ہے یہ مسئلہ اون چار مسائل سے ہے جنمیں صیغہ جمع کا واحد کو

مستعمل ہوتا ہو کذا فی الاشباہ ... کی کتاب الیمین میں اک مسئلہ بہائیوں کا ہی جو مذکور ہوچکا اور دوسرا مسئلہ وقف اولاد کا ہو یعنی ایک شخص نے
اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ اوسکا ایک ہی ولد ہو اور تیسرا مسئلہ یہ ہو کہ اپنے اقارب پر وقف کیا جو فلانے شہر میں رہتے ہیں اور اوس شہر میں کوئی باقی نہ رہا
سوا ایک مومن کے اور چوتھا مسئلہ یہ ہو کہ قسم کہائی کہ اس اناج کی تین روٹیاں نکھاویگا اور اس اناج میں ایک ہی روٹی ہوئی تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی
واسم الاطعمة والثياب والنساء فيقع على الواحد اجماعا لانصراف المعرف للعهد ان امكن والا فالجنس لو نوى الكل صح و لفظ
اطعمہ اور ثیاب اور نساء کا در صورت معرف باللام ہونیکے ایک پر واقع ہوتا ہو اسلیے کہ معرف ہونے معرف باللام کے واسطے عہد معہود کے اگر ممکن ہو اور اگر ممکن نہو
تو جنس کیطرف منصرف ہوگا اور اگر کل اطعمہ وغیرہ کی نیت کرلیگا تو صحیح ہے یعنی اگر قسم کہائی کہ لا اکل الاطعمة یکبارگی ویسے کہانے نہ کہائیگا تو جنس طعام کی حالف کے شہر میں عادت ہوگی ایکو
کہانیسے حانث ہوگا اور اگر طعام معہود کی عادت نہو تو جنس طعام مراد ہوگی اور تحقق جنس کا ایک فرد میں بھی ہوتا ہے اور اگر اطعمہ وغیرہ کو بدون الف لام کے
بولا یعنی یوں کہا کہ لا اکل اطعمة تو بدون تین طعام کے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی

باب اليمين في الطلاق والعتاق

یہ باب ہے طلاق اور عتاق کی یمین میں الاصل فيه ان الولد الميت ولد في حق غيره لا في حق نفسه وان الاول اسم لفرد سابق والاخير لفرد
لاحق والوسط لفرد بين العددين المتساويين اس باب کے بعض مسائل میں قاعدہ یہ ہو کہ میت لڑکا اپنے غیر کے حق میں ولد ہو اور اپنی ذات کے حق میں ولد
نہیں اور البتہ اول فرد سابق کا نام ہو اور اخیر فرد لاحق کا نام ہو اور وسط اوس فرد کا نام ہو جو برابر دو عدد کے درمیان میں واقع ہو ولد میت غیر کے حق میں ولد ہے
یعنی اوسکے پیدا ہونے سے عدت منقضی ہوتی ہو حاملہ کی اور اوسکے تولد کے بعد کا خون نفاس ہوتا ہو اور اوسکی ام ولد ہوجاتی ہو اور اوسکے تولد سے طلاق معلق
بالولادة واقع ہوجاتی ہو لیکن ولد میت اپنے حق میں ولد نہیں یعنی اوسکا نام نہیں رکہا جاتا اور اوسکو غسل نہیں دیا جاتا اور اوسپر نماز جنازہ نہیں پڑہی جاتی اور
وہ وارث نہیں ہوتا اور وصیت اوسکے حق میں نافذ نہیں ہوتی اور آزاد نہیں ہوتا اور اول کے مفہوم میں عدم تقدیم غیر ضرور ہو لیکن وجود غیر متاخر ضرور نہیں
اور اخیر کے مفہوم میں وجود فرد سابق لازم ہو تو اگر شارح اول کی تعریف یوں کرتا کہ اول وہ ہو جسپر اوسکا غیر مقدم نہو تو اتم ترہوتا کذا فی الطحطاوی
وان المتصف احدهما لا يتصف بالاخر للتنافي ولا كذلك الفعل لعدمه لان الفعل الثاني غير الاول فلو قال آخر تزوج اتزوجه فالتي اتزوجها
طالق فطلقت المتزوجة مرتين لانه جعل الاخر وصفا للفعل وهو العقد وعقدها هو الاخر اور قاعدہ یہ ہو کہ جو ذات کہ موصوف ہوگی ساتھ
ایک کے ان دونو شی سے تو دوسرے کے ساتھ موصوف نہوگی یعنی جو ذات کہ موصوف باولیت ہو وہ موصوف باخریت نہیں ہوسکتی بسبب مخالفت کے اور نہیں ہے ایسا فعل
یعنی فعل البتہ موصوف باولیت واخریت ہوتا ہو بسبب عدم تخالف اور منافی کے اسواسطے کہ فعل ثانی جو موصوف بالاخریة ہو وہ غیر ہو فعل اول کے جو موصوف بالاولیت
ہے تو اگر یوں کہا کہ آخر نکاح جو میں کروں تو جس سے پہلا نکاح کروں وہ مطلقہ ہو تو وہ عورت مطلقہ ہوگی جس سے دوبارہ نکاح کیا اسواسطے کہ اوس نے آخر کے لفظ
کو فعل کا وصف ٹہرایا اور یہ فعل عقد نکاح ہو اور عقد عورت کا وہی آخر ہو صورت ایک عورت سے دوبارہ نکاح کرنیکی یہ صورت ہو کہ عورت سے اول نکاح کیا پہر
اوسکو طلاق دی پہر اوس سے دوسری بار نکاح کیا تو پہلا نکاح موصوف باولیت ہوا اور دوسرا موصوف باخریت ہوا اور اگر یوں کہو کہ پہلی منکوحہ مطلقہ ہو بعد اسکے
ایک عورت سے نکاح کرے پہر دوسری سے نکاح کرے پہر پہلی کو طلاق دے پہر اوس سے نکاح کرے پہر زوج مرجاوے تو وہی عورت مطلقہ ہوگی جس سے ایکبار نکاح کیا اسلیے
کہ جس سے اعادہ نکاح کا کیا وہ پہلی ہوچکی اب وہ پچہلی نہیں ہوسکتی بسبب منافی کے کذا فی الطحطاوی اول عبد اشتريه حر فاشترى عبدا عتق لما ان
الاول اسم لفرد سابق وقد وجد کہا ایک شخص نے کہ اول غلام جسکو خرید کروں وہ آزاد ہو پہر اوس نے ایک غلام مول لیا تو وہ آزاد ہوجاویگا اسواسطے
کہ پہلے مذکور ہوچکا کہ اول اوس فرد کا نام ہو جو سابق ہوا اور وہ امر حاصل ہوا ہو قہستانی نے کہا کہ وجود سابق میں بیان تامل ہو اور شاید وجہ تامل کی یہ ہے
کہ سابق لاحق کو مقتضی ہو اور لاحق یہاں موجود نہیں تو اگر شارح یوں کہتا کہ اول وہ فرد ہو جسپر کوئی مقدم نہو تو خوب ہوتا چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا
ولو اشترى عبدين معا ثم آخر فلا عتق اصلا لعدم الفردية اور اگر دو غلاموں کو ساتھ مول لیا تو کوئی غلام آزاد نہوگا بسبب معدوم ہونے فردیت کے
متعلق تو ایک غلام کی خرید پر تہی سو دو غلام کی خرید میں متحقق نہیں اور تیسرا غلام اول نہیں فان زاد كلمة وحده او اسود او بالدنانير عتق

الثالث عملاً بالوصف پھر اگر قول مذکور میں وحدہ یا اسود یا بالدنانیر کا لفظ زیادہ کیا تو تیسرا غلام آزاد ہوگا وصف پر عمل کرنے سے ؑم یعنی اگر یون کہا کہ اول عبد اشتریہ وحدہ یعنی پہلا غلام جسکو تنہا میں خرید کرون وہ آزاد ہے تو تیسرا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وہ پہلا عبد ہے جو تنہا خریدا ہوا یا یون کہا کہ اول عبد اشتریہ اسود یعنی پہلا غلام جسکو سیاہ خرید کرون یا یون کہا کہ اول عبد اشتریہ بالدنانیر یعنی پہلا غلام جسکو دیناروں سے خرید کرون تو اگر تیسرا غلام سیاہ رنگ ہو یا وہ غلام ہو جو پہلے دم سے خرید ہوئے ہون گے اور تیسرا دیناروں سے تو وہ آزاد ہو جاویگا ولو قال اول عبد اشتریہ واحداً فاشتری عبدین ثم اشتری واحداً لا یعتق الثالث واشار الی الفرق بقولہ للاحتمال ای لان قولہ واحداً یحتمل ان یکون حالاً من العبد او المولی فلا یعتق بالشک وجوز فی البحر جرہ صفۃ للعبد فہو کوحدہ وجوز فی النہر الرفع خبر المبتدأ محذوف فہو کواحد اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکو میں خرید کرون درحالت وحدۃ وہ آزاد ہے پھر اوسنے دو غلام خرید کئے پھر ایک غلام خرید کیا تو تیسرا غلام آزاد نہوگا بسبب احتمال کے اور مصنف نے احتمال کے لفظ سے اول مثال اور اس مثال کے فرق کیطرف اشارہ کیا یعنی واحدا کا لفظ اس مثال مین محتمل ہے کہ غلام سے حال واقع ہوا ہو یا مولی سے اسواسطے کہ حال فاعل اور مفعول دونون سے واقع ہوسکتا ہے تو آزاد نہوگا بسبب شک کے بخلاف اول عبد اشتریہ وحدہ کے کہ وہان لفظ وحدہ کا حال نہیں پڑسکتا ہے بسبب ضمیر غائب کے اور بحر الرائق مین واحد کے لفظ مین جر تجویز کیا ہے باعتبار صفت ہونے عبد کے تو واحد بجائے وحدہ ہوگیا یعنی عبد ہی کا وصف ہوگا نہ مولے کا تو غلام آزاد ہو جاویگا اور نہر الفائق مین رفع واحد کا تجویز کیا ہے مبتدا محذوف کی خبر ڈالکر یعنی ہو واحد تو اس تقدیر مین ماننداول عبد واحد اشتریہ کے ہوا ولو قال اول عبد املکہ فہو حر فملک عبداً ونصف عبد عتق الکامل وکذا الثیاب بخلاف المکیلات وہو الموزونات للمزاحمۃ زیلعی اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکا مین مالک ہون سو وہ آزاد ہے پھر وہ مالک ہوا ایک غلام اور نصف غلام کا تو پورا غلام آزاد ہوگا اور یہی حکم ہے کپڑون کا بخلاف کیلی اور وزنی چیزون کے بسبب مزاحمت کے کذا فی شرح الزیلعی ؑ نصف غلام پورا غلام نہیں تو عبد کامل کے نام مین شریک ہوگا تو عبد کامل سے فردیت اور اولیت کے نام کو قطع نکریگا بخلاف کیلی اور موزون کے یعنی اگر یون کہا کہ اول سیر جسکا مین مالک ہون وہ صدقہ ہے پھر وہ ڈیڑھ سیر کا مالک ہوا تو اوسپر کچھ لازم نہوگا اسواسطے کہ کیلی اور موزون مین نصف کل مین شریک اور مزاحم ہوجاتا ہے اسواسطے کہ ملانے سے ایک چیز ہوجاتا ہے یعنی آدہ سیر کو جب آدہ سیر سے ملائے تو پورا سیر ہوجاتا ہے اور ثوب اور عبد مین یہ اشتراک اور مزاحمت حاصل نہیں کذا فی المنح قال آخر عبد املکہ فہو حر فملک عبداً فمات الحالف لم یعتق اذ لا بد للآخر من الاول بخلاف العکس کالبعد لا بد لہ من قبل بخلاف القبل کہا کہ پچھلا غلام جسکا مین مالک ہون سو وہ آزاد ہے پھر وہ ایک غلام کا مالک ہوا پھر حالف مرگیا تو وہ غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ آخر کیواسطے اول کا ہونا ضرور ہے سو یہان موجود نہیں بخلاف بالعکس کے یعنی اول کے واسطے آخر کا ہونا ضرور نہیں جیسے بعد کیواسطے قبل کا ہونا ضرور ہے بخلاف قبل کے کہ اوسکے واسطے بعد کا ہونا ضرور نہیں فلو اشتری الحالف المذکور عبداً ثم عبداً ثم مات الحالف عتق الثانی مستنداً الی وقت الشراء فیعتبر من کل المال لو الشراء فی الصحۃ والا ففی الثلث سو اگر حالف مذکور نے ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا غلام مول لیا پھر حالف مرگیا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا خرید کیوقت سے مستند ہوکر تو اعتبار اوسکے عتق کا کل مال سے ہوگا اگر خرید اوسکی حالف کی صحت مین ہوئی ہوگی اور نہیں تو ثلث مال سے آزاد ہوگا ؑم وجہ استناد کی یہہ ہے کہ حالف کی موت سے غلام ثانی کا آخر ہونا ثابت ہوا اسواسطے کہ حیات مین تیسرے غلام خرید کرنیکا احتمال ہے اور فی الحقیقت متصف ہونا غلام ثانی کا بوصف آخریت خرید کیوقت سے ثابت ہے لہذا اوسکا عتق بھی اوسی وقت سے ہوگا وعلیہ فلا یصیر فاراً لو علق البائن بالآخر خلافاً لہما اور بنا بر قول استناد کے زوج فار نہوگا اگر اوسنے طلاق بائن زوجہ کی پچھلے نکاح پر تعلیق کی ہو بخلاف صاحبین کے ؑم یعنی اگر زوج نے کہا کہ جس عورت سے آخر نکاح مین کرون سو مطلقہ ہے تو امام کے نزدیک نکاح کیوقت سے طلاق واقع ہوگی لہذا وہ فار نہوگا تو اگر اوس سے صحبت کی ہوگی تو نصف مہر بسبب اشتباہ دخول کے اور نصف بسبب طلاق قبل دخول کے لازم آویگا اور عدت اوسکی حیض سے ہوگی نہ دنون سوگ کے اور وہ وارث نہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق اوسکی موت کے نزدیک واقع ہوگی اور طلاق اور وفات کی عدت مین جو ابعد ہوگی وہ اوسپر واجب ہوگی کذا فی المنح واما الاوسط فی

زیادہ دنون والے کا

انہ لا یکون الاخیر فی الثلثۃ وسطاً ولکن الثالث الخمسۃ وھکذا اور نزدیک وسط کا بیان تو واقع میں یوں ہے کہ متوسط متحقق نہیں ہوتا مگر طاق عدد
میں تو تین کا دوسرا متوسط ہے اور پانچ کا تیسرا اور سات کا چوتھا متوسط ہے وعلی ہذا القیاس ھم جفت میں متوسط نہیں ہوتا تو جب ایک غلام خریدا پھر
دوسرا پھر تیسرا تو دوسرا متوسط ہے پھر جب چوتھا خریدا تو دوسرا متوسط نہ رہا پھر جب پانچواں خریدا تو تیسرا غلام متوسط ہو گیا پھر جب چھٹا خریدا تو وہ
بھی متوسط نہ رہا وعلی ہذا القیاس تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تین یا پانچ میں متوسط ہونا ثابت نہیں ہو سکتا بدون مولی کی موت کے تو اگر مولی نے کہا کہ وسط غلام جسکو
میں خریدوں آزاد ہے پھر بعد موت مولی کے تین میں دوسرا اور پانچ میں تیسرا آزاد ہوگا امام کے نزدیک وقت خرید سے آزادی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک موت سے
اگر چار غلام ہو گئے یا چھ تو کوئی آزاد نہ ہوگا کذا فی اللمعات عن الحلبی ان ولدت فانت کذا حنثت بالمیت ولو سقطا مستبین الخلق ولا لا اگر تو
جنی تو تو ایسی ہے تو حانث ہوگا مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اگرچہ ناتمام لڑکا جسکے اعضا ظاہر ہو گئے پیدا ہوا اور اگر لڑکے کے اعضا ظاہر نہوں یعنی گوشت کا لوتھڑا ہو تو
حانث نہ ہوگا بخلاف فھو حر فولدت میتا ثم اخر حیا عتق الحی وحدہ لبطلان الرق بالموت بخلاف الولد اذ الولادۃ بخلاف اس قول کے کہ
اگر تو جنی تو لڑکا آزاد ہے پھر لونڈی مردہ لڑکا جنی بعد اسکے زندہ لڑکا جنی تو فقط زندہ آزاد ہوگا نہ مردہ بسبب باطل ہو جانے مملوکیت کے بسبب موت کے بخلاف ولد اور ولادت کے
یعنی اگر کہا کہ کہ لڑکا جنی یا یوں کہا کہ اگر تو جنی تو تو آزاد ہے تو لونڈی آزاد ہو جاوے گی مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اسواسطے کہ تحقق ولد اور ولادت کا میت سے بھی
ہوتا ہے البشارۃ عرفا اسم لخبر سار خرج الضار فلیس بشارۃ عرفا بل لغۃ ومنہ فبشرھم بعذاب الیم بشارت یعنی خوشخبری عرف میں اس
خبر کا نام ہے جو مسرور اور خوش کردے تو اس قید سے رنج دینے والی خبر نکل گئی سو وہ بشارت نہیں عرف میں بلکہ لغت میں اسکو بھی بشارت کہتے ہیں اور بنا بر لغت
کے ہے قول حق تعالے کا کہ بشارت دے کافروں کو عذاب دردناک کی اور یمین میں عرف کا اعتبار ہے نہ لغت کا صدق خرج الکذب فلا یعتبر واعتبر سارت
ہو تو اس قید سے کذب نکل گیا تو وہ معتبر نہیں یعنی جھوٹی خبر بشارت نہیں لیس للمبشر بہ علم فیکون من الاول دون الباقین ایسی خبر ہو کہ جسکو بشارت
دی گئی وہ اسکو نہ جانتا ہو تو بشارت اول مخبر کے خبر دینے سے ہوگی نہ باقی مخبروں سے یعنی اگر چند لوگوں نے خوشخبری سنائی تو پہلے اول خبر دینے والے کی
خبر کو بشارت کہیں گے نہ اسکے سوا اور لوگوں کی اسواسطے کہ وہ آگاہ ہو چکا اول ہی سے فلو قال کل عبد بشرنی بکذا فھو حر فبشرہ ثلثۃ متفرقین
عتق الاول فقط لما قلنا تو اگر مولی نے کہا کہ جو غلام مجھکو ایسی بشارت دیوے وہ آزاد ہے پھر تین غلاموں نے جدا جدا بشارت دی تو فقط پہلا غلام بشارت دینے والا
آزاد ہوگا اسی وجہ سے جسکو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں وتکون بکتابۃ ورسالۃ مالم ینو المشافھۃ فیکون کالحدیث اور بشارت لکھ بھیجنے اور کہلا بھیجنے
سے بھی ہوتی ہے جبتک مولی نے خطاب بالمشافہ کی نیت نکی ہو اور اگر مشافہ کی نیت کر لیگا تو بشارت مانند حدیث کے مقید بمشافہ ہوگی ولو ارسل بعض
عبیدہ عبدا آخر ان ذکر الرسالۃ عتق المرسل والا الرسول اور اگر مولی کے بعض غلام نے دوسرے غلام کو بھیجا بشارت دینے کو تو اگر اسکی
رسالت کو ذکر کیا تو بھیجنے والا آزاد ہوگا ورنہ پیام پہونچانیوالا آزاد ہوگا یعنی اگر پیام پہونچانیوالے غلام نے یوں کہا کہ فلانے غلام نے مجھسے پیام
کہلا بھیجا ہے تو پیام کا بھیجنے والا آزاد ہوگا اور اگر اوسنے پیام کو نہ ذکر کیا تو خود پیام پہونچانیوالا آزاد ہوگا وان بشروہ معا عتقوا لتحققھا من
الکل بدلیل فبشرناہ بغلام علیم اور اگر مولی کے سب غلاموں نے ساتھ ہی بشارت پہنچائی بلا تقدم و تاخر تو سب آزاد ہو جاوینگے بسبب ثابت ہونے بشارت
کے ہر غلام سے بدلیل اس آیت قرآنی کے تو خوشخبری سنائی فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو فرزند صاحب علم کی یعنی اس آیت میں جمیع ملائکہ مخبرین کیطرف
بشارت منسوب ہوئی ھم علماء نے کہا کہ شارح نے آیت مذکورہ میں مبشرہ کہا تنزیلیعی اور کمال الدین بن الہمام اور صاحب بحر الرائق کے حالانکہ قرآن مجید میں وبشرناہ ہے
والبشارۃ لا فرق فیھا بین ذکر الباء وعدمہ بخلاف الخبر فانہ یختص بالصدق مع الباء کما مر فی الباب قبلہ اور بشارت کے لفظ میں کچھ فرق نہیں درمیان
ذکر کرنے باء جارہ کے اور اسکے عدم ذکر میں یعنی خواہ بشارت کے ساتھ باء جارہ مذکور ہو یا نہو بہر صورت بشارت مخصوص بصدق ہے بخلاف لفظ خبر کے کہ وہ باء جارہ
کے ساتھ مخصوص بصدق ہے جیسا کہ اس باب سے پہلے ذکر ہو چکا والکتابۃ کالخبر فیما ذکر اور لفظ کتابت کا مانند خبر ہے اس ذکر میں یعنی باء جارہ کے ساتھ مخصوص
بصدق ہے اور بدون اسکے صدق اور کذب دونوں کو شامل ہے اسواسطے کہ کتابت عبارت ہے جمع حروف سے مطلقا ولو علام لا بلا فیہ من الصدق وکو

بلا ماء كالبشارة لان الاعلام اثبات العلم والكذب لا يفيده بدائع اور اعلام لفظ میں صدق غیر مزدور ہے اگرچہ بدون بار بار کے ہو تاہم لفظ بشارت کے
اسواسطے کہ اعلام عبارت ہے اثبات علم سے اور کذب اثبات علم کا مفید نہیں کذا فی البدائع فان عنی النية اذا قارنت علة العتق الاختيارية كالشراء مثلا
بخلاف الارث لانه جبري ش قاعدہ یہ ہے کہ جب نیت مقارن ہو اور متصل ہو اختیاری علت عتق سے چنانچہ خریدنا مثلا بخلاف وراثت کے کہ وہ جبری علت ہے عتق
کی نہ اختیاری والحال ان رق المعتق كامل صح التكفير والا بان لم تقارن العلة او قارنتها والرق غير كامل كام الولد لا يصح التكفير ثم
فرع عليهما بقوله اور حال یہ ہو کہ مملوکیت معتق کی کامل ہو تو کفارہ دینا اوس عتق سے صحیح ہے اور اگر ایسا نہ ہو اس طرح کہ نیت علت عتق کی مقارن نہ ہو یا مقارن
ہو علت کی درحالیکہ مملوکیت غیر کامل ہے چنانچہ ام ولد میں تو کفارہ دینا صحیح نہیں پھر بعد تمہید قاعدہ مذکورہ کے مصنف نے اپنے اگلے قول کو اوس پر متفرع کیا فصح
شراء ابيه للكفارة للمقارنة تو خریدنا اپنے باپ کا واسطے کفارہ ادا کرنے کے خواہ کفارہ یمین ہو یا اور کفارات صحیح ہے بسبب مقارنت نیت کے یعنی چونکہ خرید
علت ہے عتق کی تو خرید کے وقت نیت عتق مقارن ہوئی تو بموجب قاعدہ مذکورہ کے بلاشبہ تکفیر صحیح ہوگی لا شراء من حلف بعتقه لعدمها خریدنا
اوس غلام کا جسکی آزادی کی قسم کھائی ہے بسبب عدم مقارنت کے ش چنانچہ اگر کہا کہ اگر میں فلانے کو خرید کروں تو وہ آزاد ہے پھر اوسکو ادائے کفارہ کی نیت سے
خرید کیا تو یہ تکفیر صحیح نہیں اسواسطے کہ شرط صحت اتصال نیت کا ہے ساتھ علت عتق کے اور علت عتق اس مثال میں یمین ہوا اور خرید علت نہیں بلکہ شرط عتق ہے تو اتصال
نیت کا علت کے ساتھ نہوا بلکہ شرط کے ساتھ ہوا کذا فی المنح ولا شراء مستولدة بنكاح علق عتقها عن كفارته بشرائها لنقصان رقها اور صحیح
نہیں کفارہ کیواسطے خرید کرنا منکوحہ لونڈی کا جسکی آزادی کو معلق کیا اپنے کفارہ سے ہو لیکن بسبب ناقص ہونے اوسکی مملوکیت کے یعنی ایک شخص نے غیر کی لونڈی سے
نکاح کیا پھر کہا اگر میں تجھکو خرید کروں تو تو آزاد ہے میری قسم کے کفارہ کیطرف سے پھر اوسکو خرید کیا تو بمجرد خرید کے وہ آزاد ہو جاویگی بسبب پائے جانے شرط کے لیکن
کفارہ ادا نہوگا اسواسطے کہ حریت اوسکی بسبب استیلاد کے مستحق ہو چکی تو کل عتق یعنی مرجعہ آزاد ہونا خرید کیطرف منسوب نہوا اس وجہ سے کہ مملوکیت اوسمیں ناقص
ہے حالانکہ قاعدہ میں مذکور ہو چکا کہ بدون ملک کامل کے تکفیر صحیح نہیں کذا فی المنح بخلاف ما اذا قال لقنة ان اشتريتك فانت حرة عن كفارة
يميني فاشتراها حيث تجزيه عنها المقارنة كاتهاب ووصية ناويا عند القبول بخلاف ارث لما قر زيلعي بخلاف اوسکے یہ ہو کہ کہا ایک خالص
لونڈی سے کہ اگر میں تجھکو خرید کروں تو تو آزاد ہو میری قسم کے کفارہ کیطرف سے پھر اوسکو خرید کیا اسواسطے کہ یہ خرید کفارہ کیواسطے کافی ہے بسبب مقارنت نیت کے ساتھ
خرید کے جیسے تکفیر صحیح ہو ہبہ قبول کرنے اور وصیت میں قبول کرنے کے وقت نیت کرکے بخلاف ارث کے کہ اوسمیں قران نیت کا کافی نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا کذا
فی شرح الزیلعی ش شرح زیلعی میں مذکور ہے کہ اگر اسکے قریب نے اسکو غلام ہبہ کیا یا اوسکو واسطے غلام کی وصیت کی سو اوس نے قبول کرنے کے وقت کفارہ کی نیت
کی تو صحیح ہے بخلاف ارث کے کہ وہ اختیاری امر نہیں کذا فی الطحطاوی وعتق بقوله ان تسريت امة فهي حرة من تسراها وهي في ملكه حينئذ
اي حين حلفه لمصادفتها الملك اور اس قول سے کہ اگر میں حرم بناؤں کسی لونڈی کو تو وہ آزاد ہے اوس لونڈی کا عتق ثابت ہوگا جسکو مولی نے حرم بنایا
اور حالانکہ وہ اوسکی ملک میں تھی اوسوقت یعنی اوسکی تعلیق کے وقت بسبب متحقق ہونے تعلیق کے ملک میں لا تعتق من اشتراها فتسراها ش یعنی
وہ لونڈی جسکو تعلیق مذکورہ کے بعد خرید کیا پھر اوسکو حرم بنایا اسواسطے کہ تعلیق بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہیں ويثبت التسري بالتحصين و
الوطی وشرط الثاني عدم العزل فتح اور ثابت ہوتا ہے حرم بنانا تحصین اور وطی سے اور ابو یوسف نے تحصین اور وطی کے ساتھ عدم عزل بھی شرط کیا ہے
کذا فی فتح القدیر عزل یہ کہ انزال کیوقت عورت سے جدا ہو جاوے ش تسری عبارت ہے اتخاذ سُریہ سے اور سریہ لغت میں بتشدید را و یاء مہملہ و یائے تحتیہ بمعنی حرم ہے
یعنے جو لونڈی کہ مولی کے تصرف میں آوے سُریہ یا سرور سے ہے اسواسطے کہ لونڈی حرم ہونے سے خوش ہوتی ہے اور مولی بھی اوس سے خوش ہوتا ہے یا سر بمعنی جماع اخفا
سے ہے اسواسطے کہ اکثر حرم کو زوجہ سے مخفی رکھتے ہیں اور تحصین عبارت اس سے ہے کہ اوسکو علیحدہ مکان دیوے اور باہر نکلنے سے منع کرے کذا فی الطحطاوی ولو قال
ان تسريت امة فانت طالق او عبدي حر فتسرى بمن في ملكه او من اشتراها بعد التعليق طلقت وعتق وافاد الفرق بقوله لوجود
الشرط بلا مانع لصحة تعليق طلاق المنكوحة باي شرط كان فليحفظ اور اگر زوج یا مولی نے کہا کہ اگر میں کسی لونڈی کو حرم بناؤں تو تو مطلقہ ہے

یا میرا غلام آزاد ہو پھر اوسنے حرم بنایا اوس لونڈی کو جو اوسکی ملک مین تھی یا اوس لونڈی کو جسکو خرید کیا بعد اوس تعلیق کے تو زوجہ اوسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اوسکا آزاد ہو جاویگا اور فرق بیان کیا مصنف نے اوس مثال مین اور مثال سابق مین اپنے قول لوجود الشرط سے یعنی طلاق واقع ہوئی بسبب پائے جانے شرط کے اگرچہ نسبت صحیح ہونے طلاق منکوحہ کے ہر شرط سے اس فرق کو یاد رکھنا چاہیے ہم ایک عالم معاصر صاحب بحر الرائق سے خطا ہو گئی کہ اوسنے تعلیق طلاق بالتسری کو تعلیق حریت بالتسری پر قیاس کیا یعنی جیسے ان تسریت امة فهی حرة کہنے سے وہ لونڈی آزاد نہین ہوتی جو بعد اس تعلیق کے خریدی ہوئی اور حرم بنی اسیطرح ان تسریت امة فانت طالق کہنے سے منکوحہ مطلقہ نہوگی اگر بعد تعلیق کے لونڈی خرید ہو کر حرم بنائی گئی حالانکہ یہ قیاس غلط ہے اسواسطے کہ تعلیق حریت کی بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہین لہذا وہ لونڈی آزاد نہین ہوئی بخلاف طلاق منکوحہ کے کہ اوسکی تعلیق ہر شرط سے صحیح ہے شارح نے مخالفت وجہ فرق کا اسواسطے ارادہ کیا دوسرا عالم نے خطا کی ہو کل مملوك لی حر عتق عبیده ومدبروه ولم یدین فی نیة الذکور لا الاناث وامهات اولاده لملکهم یدا ورقبة ہر مملوک میرا آزاد ہے تو اس قول سے اوسکے غلام اور مدبر اور اوسکی لونڈیان ام ولد آزاد ہو جاوینگی بسبب انکے مملوک ہونیکے تصرف کی راہ سے اور ذات کی راہ سے اور دیانةً اوسکی تصدیق کیجاویگی ذکور کی نیت مین نہ اناث کی نیت مین ہم یعنی اگر مولی کہے کہ مینے اس قول سے غلامونکی آزادی کی نیت کی لونڈیونکی تو دیانةً اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ تخصیص عام کی دیانةً صحیح ہے نہ قضاءً اور اگر کہے کہ مینے اس قول سے لونڈیون کا عتق مراد لیا نہ غلامون کا تو مطلقا تصدیق نہوگی اسواسطے کہ ہرچند مملوک کا لفظ ذکور کے واسطے ہے نہ اناث کے اسواسطے کہ انثی کو مملوکہ کہتے ہین لیکن جب ذکور و اناث مخلوط ہون تو لفظ مذکر کا استعمال ہوتا ہے بطریق تغلیب کے تو اس صورت مین اناث کی نیت لغو ہوگی کذا فی الطحطاوی لا مکاتبه الا بالنیة ومعتق البعض کالمکاتب لعدم الملك يدا نہ آزاد ہوگا قول مذکور سے مکاتب مگر مکاتب کی نیت کرنے سے اور جو غلام کہ کچھ آزاد ہو چکا ہو وہ مکاتب کی مانند ہے بسبب عدم ملک مکاتب پر ازراہ تصرف وفی الفتح ینبغی فی کل مرقوق لی حر ان یعتق المکاتب لا ام الولد الا بالنیة اھ فتح القدیر مین ہے اس قول مین کہ ہر مرقوق میرا آزاد ہو لائق یہ ہے کہ مکاتب آزاد ہو نہ ام ولد مگر نیت سے اسواسطے کہ ام ولد مین رقیت کمتر ہے مکاتب سے هذه طالق او هذه وهذه طلقت الاخيرة وخير فی الاولیین وکذا العتق والاقرار لان او لاحد المذکورین وقد ادخلها بین الاولیین وعطف الثالث علی الواقع منهما فکانت کاحدهما طالق وهذه کما زوجہ نے اپنی تین عورتون کے اشارہ کرکے کہ یہ مطلقہ ہے یا یہ اور یہ تو پچھلی عورت مطلقہ ہوگی اور اوسکو اختیار ہوگا پہلی دو عورتونمین جسکو چاہے دونمین سے ایک کو طلاق دیوے اور یہی حکم ہے عتق اور اقرار کا اسواسطے کہ لفظ او جسکا ہندی مین یا ترجمہ ہے دو امر مذکورین مین سے ایک امر کے واسطے ہے اور اوسکو داخل کیا ہے پہلی دو عورتونکے درمیان مین اور عطف کیا تیسری عورت کو اوس مطلقہ پر جو پہلی دونون مین سے طلاق واقع ہوئی ہے تو قول مذکور اس قول کی مانند ہو گیا کہ تم دونون مین سے ایک مطلقہ ہے یہ مطلقہ ہے اور عتق کی مثال یہ ہے کہ مولی نے اپنے تین غلامون سے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ اور یہ تو تیسرا غلام آزاد ہوگا اور پہلے دو غلامون مین تعیین عتق کا مولی کو اختیار ہوگا بدلیل مذکور اور اقرار کی مثال یہ ہے کہ زید کے مجھپر ہزار درم ہین یا خالد کے اور محمود کے تو پانسو درم محمود کے ثابت ہونگے اس اقرار سے اور باقی پانسو مین مقر کو بیان کا اختیار ہے چاہے زید کو اسکا اقرار کرے یا خالد کے واسطے کذا فی المنح ولا یرد عطف هذه الثالثة علی هذه الثانية لان فيه الاخبار عن المثنى بالمفرد واحد صحیح نہین اس تیسری عورت کا عطف کرنا اوس دوسری عورت پر بسبب لازم خبر دینے مفرد کے مثنی سے ہم یہ جواب ہے فتح القدیر کے اعتراض کا خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ هذه ثالثه کا عطف یا لو احتمال ہے کہ هذه ثانیه پر ہو تو اس صورت مین تیسری پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اب تردید واقع ہوئی فقط اولی کے درمیان مین اور ثانیہ اور ثالثہ کے درمیان مین ساتھ ہی تردید کے بیان طلاق لازم ہوگا خلاصہ جواب یہ ہے کہ عطف ثالثہ کا ثانیہ پر نہین ہو سکتا اسواسطے کہ خبر اول مفرد ہے یعنی هذه طالق تو خبر ثانی بھی مفرد ہوگی تو تقدیر کلام یون ہوگی کہ هذه طالق او هاتان طالق حالانکہ تثنیہ کی خبر مفرد نہین واقع ہوتی اور خبر کو تثنیہ مقدر کرنا یعنی یون کہنا او هاتان طالقان سو جائز نہین اسواسطے کہ معطوف علیہ مین تثنیہ ذکر نہین اور قاعدہ یہ ہے کہ معطوف مین وہی مقدر ہوتا ہے جو معطوف علیہ مین مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وهذا اذا لم یذکر للثانی والثالث خبرا اما اذا ذکر بان قال هذه طالق او هذه وهذه طالقتان او قال هذا حر او هذا وهذا حران فانه لا یعتق احد ولا تطلق بل یخیر ان اختار الاول

الاول عتق الاول وحدہ وطلقت الاولیٰ وحدہا وان اختار الایجاب الثانی عتق الاخیران وطلقت الاخیرتان اور یہ حکم جو مذکور ہو چکا اسوقت
ہے جب ثانی اور ثالث کی خبر کو نہ مذکور کیا سو اگر اسکو مذکور کیا اسطرح کہ زوج نے کہا کہ یہ عورت مطلقہ ہو یا یہ اور یہ دونو مطلقہ ہین یا مولے نے کہا کہ یہ غلام آزاد
ہے یا یہ اور یہ دونو آزاد ہین تو اس صورت مین نہ کوئی آزاد ہوگا نہ کسی عورت پر طلاق واقع ہوگی بلکہ قائل کو اختیار دیا جاویگا اگر وہ ایجاب اول کو اختیار
کریگا تو اول غلام تنہا آزاد ہوگا اور پہلی عورت تنہا مطلقہ ہوگی اور اگر اوسنے ایجاب ثانی کو اختیار کیا تو پچھلے دونو غلام آزاد ہونگے اور پچھلی دونو عورتین
مطلقہ ہونگی حلف لا یساکن فلانا فسافر الحالف فسکن فلان مع اھل الحالف حنث عندہ لا عند الثانی وبہ یفتی قسم کھائی کہ نہ سکونت
کریگا فلانشکے ساتھ پھر سفر کیا حالف نے سو فلانا شخص حالف کی عیال کے ساتھ ساکن ہوا تو وہ حانث ہوگا امام کے نزدیک نہ ابی یوسف کے نزدیک اور قول ثانی مفتی بہ ہے
م اس مسئلہ کا محل باب دخول اور خروج اور سکنے ہے چنانچہ شارح اس مسئلہ کو بلا تفاوت وہان بھی مذکور کر چکا ہے قال لعبدہ ان لم تات اللیلۃ حتی اضربک
فاتی فلم یضربہ حنث عند الثانی لا عند الثالث وبہ یفتی کہا اپنے غلام سے کہ اگر آجکی رات تو نہ آیا تا کہ مین تجکو ماردون تو تو آزاد ہے مثلا پھر
غلام آیا سو مولی نے اوسکو نہ مارا تو حانث ہوگا ابی یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک اور یہی قول مفتی بہ ہے اختلف فی الحاق الشرط بالیمین المعقود بعد
السکوت فصححہ الثانی وابطلہ الثالث وبہ یفتی فلا حنث فی ان کان کذا فکذا وسکت ثم قال وکذا ثم ظہر انہ کان کذا خانیہ
اختلاف صاحبین ہے شرط کے ملانے مین یمین معقود کے ساتھ بعد سکوت کے تو اس شرط ملانے کو صحیح کہا ہے امام ابو یوسف نے اور اوسکو باطل کہا ہے محمد نے اور یہی
محمد کا قول مفتی بہ ہے تو حانث نہوگا اسطرح کہنے مین کہ اگر ایسا ہو تو ایسا اور چپ ہو گیا پھر بولا اور ویسا پھر ظاہر ہوا کہ ایسا ہی تھا کذا فی الخانیہ م شارح
کی عبارت مین نہایت اجمال اور دقت ہے کہ ہر شخص اسکو سمجھہ نہیں سکتا اور خانیہ کی عبارت صاف ہے تو اوسکا ذکر کرنا واجب ہوا خلاصہ عبارت خانیہ کا یہ ہے
کہ ایکمرد نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ میری عورت تیرے پاس رات کو رہی تو اوسکے پڑوسی نے کہا کہ اگر تیری عورت میرے پاس رات کو رہی ہو تو میری عورت کو طلاق
ہے اور یہ کہکر چپ ہو رہا ایک ساعت پھر اسکے بعد اسنے کہا ولا غیرہا یعنی تیری زوجہ کے سوا بھی کوئی عورت میرے پاس نہیں رہی پھر ظاہر ہوا کہ حالف کے پاس
دوسری عورت تھی تو نصیر بن یحیی نے کہا کہ حالف کی عورت مطلقہ ہو گئی اور محمد بن سلمہ نے کہا کہ مطلقہ نہوگی اور ان دونو عالمون کا جواب مختلف ہوا
بسبب اختلاف صاحبین کے شرط کے ملانے مین ساتھہ یمین معقود کے بعد سکوت کے ابو یوسف نے کہا کہ یہ الحاق شرط صحیح ہے اسی قول کو نصیر بن یحیی نے لیا اور
محمد نے کہا کہ الحاق شرط کا یمین سے بعد سکوت کے صحیح نہیں اور اس قول کو محمد بن سلمہ نے لیا اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ سکوت مانع ہے تعلق جزا کو ساتھ
شرط کے تو دوسری شرط کے الحاق کو بھی سکوت مانع ہوگا یہ اختلاف صاحبین کا اوسوقت ہے جب شرط سے مضرت ہو حالف کی اور اگر شرط کے الحاق مین
اوسکا فائدہ ہوتا ہو تو بالاتفاق الحاق جائز نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوٰۃ وغیرہا

یہ باب ہے بیع اور شرا اور صوم اور صلوٰۃ وغیرہا کی یمین کے احکام مین الاصل فیہ ان کل فعل تتعلق حقوقہ بالمباشر کبیع
واجارۃ لا یحنث بفعل مامورہ وکل ما تتعلق حقوقہ بالآمر کنکاح وصدقۃ وما لا حقوق لہ کاعارۃ وابراء یحنث بفعل وکیلہ ایضا لانہ
سفیر ومعبر قاعدہ اس باب مین یہ ہے کہ جو فعل ایسا ہو کہ حقوق مباشر اور عاقد کے ساتھہ متعلق ہوتے ہون چنانچہ بیع اور اجارہ تو آمر حانث نہین ہوتا اوسکے مامور
کے کرنے سے مامور سے مراد وکیل اور رسول ہے اور جو فعل ایسا ہو جسکے حقوق آمر سے متعلق ہوتے ہون جیسے نکاح اور صدقہ اور وہ فعل جسکے حقوق نہین جیسے
عاریت دینا اور ابرا کرنا تو اسمین آمر حانث ہوگا اپنے وکیل کے فعل سے بھی جیسے اپنے کرنے سے حانث ہوتا ہے اسواسطے کہ وکیل ایسے فعل مین محض سفیر اور معبر ہوتا ہے
م عقود تین قسم پر ہین ایک قسم وہ ہین جنکے حقوق عاقد اور مباشر سے متعلق ہوتے ہین بشرط اہلیت جیسے بیع اور شرا اور اجارہ اور قسمت اور دعوی دوسری
قسم وہ ہین جنکے حقوق عاقد سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ جسکے واسطے عقد ہوا ہے اوس سے متعلق ہوتے ہین چنانچہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور کتابت اور خلع اور
صدقہ اور تیسری قسم وہ عقود ہین جنمین کچھہ حقوق نہین چنانچہ اعارہ اور ابرا اور قضا کذا فی المنح عن الخانیہ یحنث بالمباشرۃ بنفسہ لا بالامر اذا
کان ممن یباشر بنفسہ فی البیع ومنہ الھبۃ بعوض ظہیریہ حانث ہوگا خود اپنے کرنے سے نہ امر کرنے سے جب حالف اوس قسم کے لوگون میں ہو جو بذات خود

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوٰۃ وغیرہا

کرتے ہوں یہ یمین اور بیع میں ہبہ بالعوض بھی داخل ہے کذا فی الظہیریہ ؎ قسم کھائی کہ بیع نہ کریگا تو اگر حالف خرید و فروخت کرنے والوں میں ہو گا تو بذات خود کرے یا ہبہ بالعوض کرنے سے حانث ہو گا اور اگر اوسکی طرف سے وکیل نے بیع کی تو حانث نہو گا کیونکہ عقود تجارت میں سمجھا جاتا ہے کہ وہ انتہاء ومنہ الشراء والاقالۃ فیتکلم لتعاطی بالتجارۃ وھبانیہ اور بشرط مذکورہ خود خرید کرنے میں حانث ہو گا اور خرید میں سلم اور اقالہ بھی داخل ہے اور بعضوں کے نزدیک تعاطی بھی کذا فی شرح الوہبانیہ ؎ تمہید میں ہے در شرح کے ملتقی میں اور اقالہ سے حنث مذکور کیا ہے بقیمت سابق اقالہ ہوا ہو اور اطلاق شارح کا غیر مناسب ہے اس لئے کہ انما حدث لو اول ہو والاجارۃ والاستیجار فلو حلف لایؤجر لہ مستغلات فآجرھا امراتہ واعطتہ الاجرۃ لم یحنث کما لو کان آجر المساکن وکاخذ اجرۃ شہر قد سکنوا فیہ بخلاف شہر لم یسکنوا فیہ ذخیرہ اور بذات خود اجارہ پر دینے اور اجارہ لینے میں حانث ہو گا تو اگر قسم کھائی کہ اجارہ نہ دیگا اور اسکے مکانات میں جنکو اسکی زوجہ نے اجارہ پر دیا اور مال کی اجرت زوجہ نے شوہر کو دی تو حانث نہو گا چنانچہ اون مکانات کو اوسکے رہنے والے ماہ تمام میں جو گذرے حانث نہیں ہوتا اور جس مہینہ اوس مہینے کے کرایہ لینے سے جسمیں لوگ سکونت کر چکے ہیں حانث نہیں ہوتا بخلاف اوس مہینہ کی اجرت لینے کے جسمیں اونہوں نے سکونت نہیں کی کذا فی الذخیرہ اسواسطے کہ آئندہ مہینہ کا کرایہ لینا درحقیقت خود اجارہ دینا ہے لہذا حانث ہو گا والصلح عن مال وقیدہ بقولہ مع الاقرار لانہ مع الانکار سفیر اور بذات خود صلح کرنے میں مال سے ساتھ اقرار کے حانث ہو گا اور مصنف نے اقرار کی قید اسواسطے لگائی کہ ساتھ انکار کے وکیل سفیر محض ہوتا ہے ؎ قسم کھائی کہ مال سے صلح نکریگا تو اگر مدعا علیہ اقرار کرتا ہو مدعی کے دعوی کا تو حالف خود صلح کرنے سے حانث ہو گا اور وکیل کے صلح کرنے سے حانث نہو گا اور اگر مدعا علیہ دعوی کا منکر ہو تو اس صورت میں وکیل سفیر محض ہے تو خود صلح کرے یا اوسکے وکیل کی صلح سے دونوں طرح حانث ہو گا یہ حکم اوس وقت ہے جب صلح مدعا علیہ کیطرف سے ہو اور اگر صلح مدعی کیطرف سے ہو تو مطلقا حانث نہو گا نہ اپنی صلح سے نہ وکیل کی صلح سے کذا فی الظہیریہ من البحر والقسمۃ والخصومۃ وضرب الولد ای الکبیر لان الصغیر یملک ضربہ فیملک التفویض فیحنث بوکیلہ کالقاضی اور تقسیم کرنے اور خصومت کرنے اور ولد کبیر کے مارنے میں حانث ہو گا ولد کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد صغیر کے مارنیکا باپ مالک ہے تو تفویض ضرب کا بھی مالک ہے تو وکیل کے مارنے میں حانث ہو گا مانند قاضی کے یعنی جسکا مارنا اوس کو حلال ہے تو اوسکو مارنیکا دوسرے کو امر کرنا بھی صحیح ہے تو وکیل کے مارنے سے حانث ہو گا اور مانند قاضی کے سلطان اور محتسب اور معلم ہے کذا فی القہستانی اور من القہستانی وان کان الحالف ذا سلطان کقاض وشریف لا یباشر ھذہ الاشیاء فیحنث بالمباشرۃ وبالامر ایضا لتقیید الیمین بالعرف وبمقصود الحالف اور اگر حالف صاحب حکومت ہو مانند قاضی اور شریف کے کہ ان اشیاء مذکورہ کو بذات خود نکرتا ہو تو حانث ہو گا خود کرنے سے اور اوسکو امر کرنے سے بھی بسبب مقید ہونے یمین کے ساتھ عرف کے اور ساتھ مقصود حالف کے یعنی اگر حالف اشیاء مذکورہ میں یہ قصد کرے کہ خود کریگا نہ حکما امر کریگا تو صحیح ہے وان کان یباشر مرۃ ویفوض اخری اعتبر الاغلب وقیل یعتبر السلعۃ فلو مما یتولاہ بنفسہ لشرفھا لا یحنث بوکیلہ والا حنث اور اگر حالف ایسا ہو کہ اشیاء مذکورہ کو کبھی خود کرتا ہو اور کبھی دوسرے کو تفویض کرتا ہو تو غلبہ معتبر ہو گا یعنی اگر مباشرت اغلب ہو گی تو اپنے فعل سے حانث ہو گا اور اگر تفویض اغلب ہو گی تو وکیل کے فعل سے حانث ہو گا اور بعضوں نے کہا کہ قماش اور جنس معتبر ہے تو اگر وہ جنس ایسی ہو کہ خود اوسکو خرید کرتا ہو بسبب اوسکی عمدگی اور خوبی کے تو وہ یمین وکیل کے فعل سے حانث نہو گا اور اگر رذیل چیز ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہو گا ویحنث بفعلہ وفعل مامورہ لو بقیل وکیلہ لان من ھذا النوع الاستقراض والتوکیل بہ غیر جائز اور حانث ہو گا اپنے فعل اور اپنے مامور کے فعل سے مصنف نے امر کہا وکیل نہ کہا اسواسطے کہ اس نوع میں استقراض بھی داخل ہے اور استقراض میں وکیل کرنا جائز نہیں ؎ توکیل استقراض میں اسواسطے جائز نہیں کہ اگر وکیل یوں کہے کہ مجکو قرض دو تو ہوتا تو مبلغ کا مالک وکیل ہو گا نہ موکل اور اگر استقراض کی نسبت موکل کیطرف کرے اسطرح کہ فلاں شخص تجسے قرض مانگتا ہے تو یہ رسالت ہے اور رسالت و توکیل میں فرق ہے اور رسالت استقراض میں جائز ہے جسکو مامور کا لفظ شامل ہے کذا فی الملتقط من الزیلعی فی النکاح لا الانکاح حانث ہو گا اپنے فعل اور مامور کے فعل سے نکاح میں نہ نکاح کرانے میں یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نکرونگا تو اگر بذات خود عقد کیا یا کسی کو وکیل کیا سو اوس نے اوسکا عقد کیا دونوں صورت میں حانث ہو گا اور اگر فضولی نے اوسکا نکاح کر دیا بعد یمین کے تو اجازت قولی سے حانث ہو گا بقول مختار اور اجازت فعلی سے حانث

نہوگا اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی النہر اور اگر قسم کھائی کہ غیر کا نکاح نکرونگا تو اسمین اپنے فعل سے حانث ہوگا نہ وکیل کے فعل سے والطلاق والعتاق الواقعین بکلام وُجِدَ بعد الیمین لا قبلہ کتعلیق بدخول دار زیلعی اور حانث ہوگا مطلقًا اوس طلاق اور عتاق مین جو واقع ہوئی ہون بسبب اوس کلام کے جو بعد یمین کے پایا گیا ہو نہ قبل یمین کے مانند دخول دار کے تعلیق کی کذا فی شرح الزیلعی ھم طلاق اور عتاق مین قول کی اسواسطے قید لگائی کہ طلاق فعلی سے حانث نہین ہوتا طلاق فعلی کی یہ صورت ہے کہ فضولی نے طلاق دی اور زوج نے اوسکو باجازت فعلی جائز رکھا اور تعلیق کی یہہ صورت ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے یا مولی نے کہا غلام سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے بعد اس تعلیق کے قسم کھائی کہ طلاق نہ دیگا یا آزاد نکریگا بعد اسکے دخول دار سے طلاق یا عتاق پایا گیا تو حانث نہوگا نہ زوج نہ مولی والخلع والکتابۃ والصلح عن دم عمد او انکار کاھی اور حانث ہوگا مطلقًا خلع اور کتابت اور قتل عمد کے صلح کرنے سے یا انکار مال کے صلح کرنے سے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی صلح عن المال مین والھبۃ ولو فاسدًا او بعوض اور حانث ہوگا مطلقًا ہبہ کرنے سے اگرچہ ہبہ فاسد ہو یا ہبہ بالعوض ہو ھم یہہ قول شارح کا منافی ہے قول سابق کے یعنی اس باب کے اول مین شارح نے بروایت ظہیریہ ہبہ بالعوض کو در حکم بیع کہا ہے اور حکم بیع کا یہہ ہے کہ اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے نہ مامور کے فعل سے اور یہان موافق روایت شرنبلالی کے ہبہ بالعوض کو ان عقود مین داخل کیا جنمین اپنے فعل سے بھی حانث ہوتا ہے اور مامور کے فعل سے بھی کذا فی الطحطاوی والصدقۃ والقرض والاستقراض وان لم یقبل اور حانث ہوگا مطلقًا صدقہ اور قرض دینے اور قرض لینے مین اگرچہ ہبہ اور صدقہ اور قرض اور استقراض مین قبول نہوا ہو ھم نہر الفائق مین کہا کہ لم یقبل ہبہ اور ما بعد سب کیطرف راجع ہے وضرب العبد قبیل والزوجۃ اور حانث ہوگا مطلقًا غلام کے مارنے مین اور بعضون کے نزدیک زوجہ کے مارنے مین بھی ھم نہر الفائق مین کہا کہ ضرب زوجہ بعضون کے نزدیک ضرب عبد کی مانند ہے اور بعضون کے نزدیک ضرب ولد کی مانند ہے والبناء والخیاطۃ وان لم یحسن ذلک خانیہ اور حانث ہوگا مطلقًا مکان کی تعمیر مین اور کپڑا سینے مین اگرچہ اسکو خوب نکر جانتا ہو کذا فی الخانیہ والایداع والاستیداع اور ذبح کرنے مین اور کسیکے پاس ودیعت رکھنے مین اور کسیکی ودیعت قبول کرنے مین وکذا الاعارۃ والاستعارۃ ان اخرج الوکیل الکلام مخرج الرسالۃ والا فلا حنث تاتارخانیہ اور اسیطرح عاریت دینے اور عاریت مانگنے مین بشرطیکہ وکیل نے اجارہ اور استعارہ مین بطور پیام کے کلام کیا ہو اور نہین تو حنث نہ ثابت ہوگا وکیل کے فعل سے کذا فی التاتارخانیہ ھم حلبی محشی نے لکھا کہ کلام شارح کا باتمام ہونا ناظر اسکو مقتضی ہے کہ یہہ حکم یعنی وکیل کا کلام بطور پیام کے ہونا اجارہ اور استعارہ مین مخصوص ہے حالانکہ کلام اور ما بعد نکاح مین وکیل محض سفیر ہے تو موکل کیطرف اضافت کرنا کلام کا سب عقود مذکورہ مین ضرور ہے چنانچہ کتاب الوکالۃ مین اسکی تصریح آویگی اور اغلب کہ تاتارخانیہ کی عبارت عام ہوگی سب مسائل مین ناقل کو خصوصیت کا وہم ہوگیا ہے لہذا اوسکی طرف مراجعت کرنا چاہیے وقضاء الدین وقبضہ والکسوۃ ولبسہا التکفین الا اذا اراد الستر دون التملیک سراجیہ اور حانث ہوگا مطلقًا قرض ادا کرنے اور قرض کے قبضہ کرنے اور لباس پہنانے اور کفن دینا کسوۃ مین داخل نہین مگر یہہ کہ لباس پہنانے سے بدن کا چھپانا مراد رکھے نہ تملیک تو البتہ کفن دینے والے سے بھی حانث ہوگا کذا فی السراجیہ ھم قسم کھائی کہ اوسکو لباس نہ دیگا تو اپنے دینے اور وکیل کے دینے سے حانث ہوگا لیکن اگر محلوف علیہ کو کفن دیگا تو حانث نہوگا مگر بہ نیت مذکورہ اسواسطے کہ لباس دینا عبارت ہے تملیک لباس سے اور میت لائق تملیک کے نہین والحمل اور حانث ہوگا مطلقًا بوجھ لادنے مین یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر بوجھ نہ لادیگا تو اپنے لادنے اور وکیل کے لادنے سے حانث ہوگا اور مراد حمل سے حمل بلا اجارہ ہے اسواسطے کہ اجارہ کی صورت مین وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا چنانچہ قبل اسکے مذکور ہوچکا ہے وذکر منہا فی البحر نیفا واربعین اور بحر الرائق مین ان اشیاء مذکورہ سے جنمین اپنے فعل اور مامور کے فعل سے حانث ہوتا ہے چالیس اور چند عقود کو مذکور کیا ہے ھم نہر الفائق مین ان امور سے چالیس امر کو مذکور کیا ہے باکیس تو یہی امور ہین جنکو ماتن نے ذکر کیا باقی مذکور ہوتے ہین وہ قطع قتل شرکت ضرب زوجہ ضرب ولد صغیر تسلیم شفعہ اذن نفقہ وقف قربانی حبس تعزیر نسبت حاکم حج وصیت حوالہ کفالہ قضا شہادت اقرار تولیت وفی النہر عن شارح الوھبانیۃ نظم والذی ما لا حنث فیہ بفعل الوکیل لانہ لا اقل منیوا الی حنثہ فیما بقی فقال بفعل وکیل لیس یحنث حالف ٭ ببیع شراء صلح مال خصومۃ ٭ اجارۃ استیجار الصرف کانہ کذا قسمۃ والحنث فی غیرھا اثبت اور نہر الفائق مین شارح وہبانیہ سے منقول ہے کہ میرو والد نے منظوم کیا ہے ان مسائل کو جنمین وکیل کے فعل سے حنث نہوتا

اسواسطے کہ وہ کام بھی اسطرف اشارہ کردیا نظم سے کہ ذکر سوا باقی مسائل میں حنث ثابت ہو وکیل کے فعل سے سو یون کہا ہو کہ وکیل کے فعل سے حانث نہیں ہوتا مالف بیع
شرا صلح مال خصومت اجارہ استیجار شرب اور قسمت میں اور ان مسائل کے غیر میں حنث ثابت ہو ولام دخل مبتدا خبرہ اقتضی الامر ای علی فعل اراد ضرب
علیہ ثم بقامتہ ابن کمال یجری فیہ النیابۃ للغیر کبیع وشراء واجارۃ وخیاطۃ وصیاغۃ وبناء اقتضی ای اللام امرہ ای توکیلہ لیختص
بہ ای بالمحلوف علیہ اذ اللام للاختصاص ولا یتحقق الا بامرہ المفید للتوکیل اور جو لام کہ داخل ہو اوس فعل پر جسمین غیر کیواسطے نیابت جاری ہو
چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور درزی گری اور رنگریزی اور معماری تو لام مذکور مقتضی ہوگا اوسکے امر کو یعنی اوسکے وکیل کرنیکو تاکہ مخصوص کرے فعل
کو ساتھہ اوسکے تاکہ لام اس فعل کے اختصاص کا ساتھہ محلوف علیہ کے فائدہ بخشے اسواسطے کہ لام موضوع ہی واسطے اختصاص کے اور یہہ اختصاص بدون اوسکے امر
ہو توکیل کا مفید ہے متحقق نہیں ہوتا شارح نے کہا کہ مصنف کی عبارت میں لام کا لفظ مبتدا ہو اور خبر اوسکی لفظ اقتضی ہو اور دخول لام علی الفعل سے مراد یہہ
کہ لام قریب ہو فعل سے کذا مرہ ابن کمال فی ایضاح الاصلاح یعنی یہہ کوئی نہ سمجھے کہ دخول سے متعلق ہونا لام کو ساتھہ فعل کے مراد ہو یا خود فعل پر لام کا داخل
ہونا مراد ہو بلکہ قرب بلا فاصلہ مراد ہو چنانچہ بعت لک بخلاف بعت ثوبا لک کے عینی نے کہا کہ لام سے مراد لام اختصاص ہے نہ لام تعریف اور ظہیریہ میں لام مذکور ہے کہ
محلوف علیہ کے امر میں یہہ شرط ہو کہ اوس نے خاص اپنی ذات کیواسطے امر کیا ہو غیر کو اور مطلق امر اوسکا مراد نہیں کذا فی اللمعات فلو حنث فی ان بعت لک
ثوبا ان باعہ بلا امرہ لانتفاء التوکیل سواء ملکہ ای المخاطب ذلک الثوب اولا لاجل ان ما لو قال ثوبا لک فانہ یقتضی کونہ ملکا لہ
کما سیجیء تو اس میں ان بعت لک ثوبا میں یعنی یون کہنے میں کہ اگر بیع کرون تیرے واسطے کپڑا تو لیا ہو حانث نہوگا اگر اوسکو بدون امر مخاطب کے بیچا سبب
انتفاء توکیل کے خواہ مخاطب اوس کپڑے کا مالک ہو یا نہو بخلاف اسکے اگر یون کہا ان بعت ثوبا لک یعنی جب کہ لام فعل کے نزدیک نہو تو یہہ ترکیب کپڑے کے مملوک
ہونیکو واسطے مخاطب کے مقتضی ہو چنانچہ اسکے بعد بلافاصلہ آتا ہے بیان اوسکا ان بعت لک ثوبا میں لام اوس فعل کے قریب واقع ہوا ہے جسمین غیر کی نیابت ہوتی
ہے لہذا حنث اس یمین کی توکیل پر موقوف ہوگیا نہ مخاطب کی ملک پر تو اگر مخاطب نے اپنے غیر مملوک کپڑے کی بیع کیواسطے متکلم کو وکیل کریگا تو اوسکی بیع سے حانث
ہوگا جیسے اوسکے مملوک کی بیع سے حانث ہوگا فان دخل اللام علی عین ای ذات او علی فعل لا یقع ذلک الفعل عن غیرہ ای لا یقبل النیابۃ کاکل وشرب
ودخول وضرب الولد بخلاف العبد فانہ یقبل النیابۃ اقتضی دخول اللام ملکہ ای ملک المخاطب للمحلوف علیہ لانہ کمال الاختصاص
سو اگر لام داخل ہو عین پر یعنی ذات پر یا اوس فعل پر داخل ہو جو غیر سے واقع نہیں ہوتا یعنی قابل نیابت کے نہیں ہے جیسے کھانا اور پینا اور داخل ہونا اور لڑکا
مارنا بخلاف غلام کے اسلیے کہ وہ قابل نیابت ہو تو دخول لام مذکور اوسکی ملک کا مقتضی ہو یعنی مخاطب کی ملکیت واسطے محلوف علیہ کی اسواسطے کہ مالک بنے میں
نہایت اختصاص ہے ف لام ہر حال میں اختصاص کا مفید ہے لیکن پہلی صورت میں اختصاص امر کیطرف منصرف ہوا اور یہان ملک کیطرف فحنث فی ان بعت
ثوبا لک ان باع ثوبہ بلا امرہ ہذا نظیر الدخول علی العین وہو الثوب لانہ تقدیرہ ان بعت ثوبا ہو ملوک لک تو اس میں یعنی ان
بعت ثوبا لک یعنی اگر میں بیچون کپڑا واسطے تیرے حانث ہوگا اگر مخاطب کا کپڑا بدون اوسکے امر کے بیچے گا یہہ مثال ہو عین یعنی ذات پر لام داخل ہونیکی اور وہ
ذات کپڑا ہو اسواسطے کہ تقدیر کلام یون ہے کہ اگر میں وہ کپڑا بیچون جو تیرا مملوک ہو ف تو اگر مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اوسکے امر سے بیع کریگا تو حانث نہوگا واما نظیر
دخولہ علی فعل لا یقع عن غیرہ فذکرہ بقولہ وکذا ای مثل ما مر من اشتراط کون المحلوف علیہ ملک المخاطب قولہ ان اکلت
لک طعاما او شربت لک شرابا اقتضی ان یکون الطعام والشراب ملک المخاطب کما فی ان اکلت طعاما لک لان اللام ہنا اقرب
الی الاسم من الفعل والقرب من اسباب الترجیح اور دخول لام کی مثال اوس فعل پر جو غیر سے بطریق نیابت واقع نہیں ہوتا اوسکو مصنف نے اپنے اس
قول سے ذکر کیا اور اسیطرح یعنی مثل سابق کے ہو قول مصنف کا محلوف علیہ کے مملوک ہونیکی اشتراط میں ان اکلت لک الخ یعنی اگر میں کہا وون تیرا کھانا
کھانا یا پیون مخصوص تیرا شربت تو دخول لام کا ان مثالون میں اسکا مقتضی ہے کہ طعام اور شربت مخاطب کا مملوک ہو چنانچہ ان اکلت طعاما لک میں ملک مخاطب کا
مقتضی ہے اسواسطے کہ لام یہان اسم سے قریب تر ہے بہ نسبت فعل کے اور قریب ہونا ترجیح کے اسباب سے ہے ف منح الغفار میں مذکور ہو کہ جسجگہ یہان لام ظاہر میں اکل سے

متعلق ہو لیکن فی الحقیقت طعام سے متعلق ہو یعنی لہذا اسلوکیت طعام یمین شرط نہوئی وَاَمّا ضربُ الولدِ فلا یُتصوّرُ فیہ حقیقۃُ الملکِ بل یُرادُ الاختصاص
۹ اور ضرب الولد کی مثال مین تو حقیقت ملک متصور نہین بلکہ اختصاص ولد کا ساتھہ والد کے مراد ہے ھم تو اپنے خاص والد کی ضرب سے حانث ہوگا نکل گیا اس قید سے ولد
مشترک چنانچہ ام ولد کا وہ ولد جسکا دعوی دو شریکون نے کیا تو اوسکی ضرب سے حانث نہوگا بسبب عدم اختصاص کے اور چونکہ مصنف نے اکل اور شرب اور دخول دار
اور ضرب ولد کو مذکور کیا حالانکہ ولد مین ملک متصور نتھی لہذا شارح نے اوسکی مراد سے آگاہ کر دیا لیکن دخول دار مین کلام باقی رہا حموی نے کہا اوس دار کے
دخول سے حانث ہوگا جسکا اختصاص مخاطب سے ثابت ہو یعنی وہ دار جو اوسکی طرف منسوب ہو کذا فی فتح القدیر تو ظاہرا کرایہ والے گھر کے داخل ہونے سے بھی حنث
ثابت ہوگا تو شارح کو مناسب تہا کہ اس سے بھی آگاہ کر دیتا کذا فی الطحطاوی اور خلاصہ اس بحث کا یہہ ہے کہ اختصاص کا لام جب اوس ضمیر سے متصل ہو جو فعل
متعدی کے بعد واقع ہے تو دو حال سے خالی نہین یا لام متوسط ہو درمیان فعل اور اوسکے مفعول ثانی کے یا مفعول سے متاخر ہو اور دونو صورت مین یا فعل
محتمل ہے نیابت کا یا نہین سو اگر نیابت کا محتمل ہوا اور دونو کے درمیان مین پڑا ہے تو وہ لام اختصاص فعل کا فائدہ دیگا اور اگر اوسکی حنث کی شرط وقوع
فعل ہوگا بخصوصیت اوس شخص کے جسکی ضمیر ہے خواہ عین اوسکا مملوک ہو یا نہو اور یہہ خصوصیت بدون اوسکے امر کے حاصل نہین اور اگر لام متاخر ہو گا
مفعول سے تو اختصاص عین کا ضمیر والیکے ساتھہ ہوگا اور شرط اس اختصاص کی یہہ ہے کہ عین اوسکا مملوک ہو خواہ فعل اوسکے واسطے واقع ہوا ہو یا نہ واقع
ہوا ہو اور اگر فعل محتمل نیابت کا نہین تو اوسکے حکم مین افتراق نہوگا لام کے توسط اور تاخر مین بلکہ حانث ہوگا جبکہ اوس فعل کو کریگا خواہ اوسکے امر سے خواہ
بدون امر اسواسطے کہ فعل نیابت کا محتمل نہین تا اوسکا انتقال غیر فاعل سے ممکن ہو تو امر اور عدم امر برابر ہوگا تو یہہ متعین ہوگیا کہ یہان لام واسطے اختصاص
عین کے ہے تا اوسکا کلام لغو ہونے سے محفوظ رہے کذا فی منح الغفار وَاِنْ نَوٰی غیرَہٗ ای غیرَ ما مرّ صُدِّقَ فیما فیہ تشدیدٌ علیہ قضاءً ودیانۃً ودِیْنَ فیما
ثَمّ الفرقُ بینَ الدیانۃِ والقضاءِ لا یتأتّی فی الیمینِ باللہِ لانّ الکفارۃَ لا مُطالِبَ لہا کما مرّ اور اگر غیر مذکور کی نیت کریگا تو اوسکی تصدیق
قضاء اور دیانۃ کیجاویگی اوس امر مین جسمین تنگی اور سختی ہوگی حالف پر اور فقط دیانۃ تصدیق ہوگی اوس امر مین جسمین آسانی اور تخفیف ہوگی واسطے
حالف کے بعد اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ دیانت اور قضا کا تفرقہ یمین باللہ مین حاصل نہین ہوتا اسواسطے کہ کفارہ کا مطالبہ قضاء نہین ھم تشدید کی صورت یہہ ہے
کہ مخاطب کا مملوک کپڑا بدون اوسکے امر کے بیچا مسئلہ اولی مین اور اختصاص سے ملک کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نکرتا تو حانث نہوتا یا مخاطب کا
غیر مملوک کپڑا اوسکے امر سے بیچا مسئلہ ثانیہ مین اور اختصاص سے امر کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہوتی تو حانث نہوتا تخفیف کی صورت یہہ ہے کہ
دونو مسئلون مین بالعکس نیت کرے یعنی مسئلہ اولی مین اختصاص سے امر کی نیت کرے اور مسئلہ ثانیہ مین اختصاص سے ملک کی نیت کرے تو فقط دیانۃ اوسکی
تصدیق ہوگی اسواسطے کہ اوسنے محتمل کلام کی نیت کی لیکن قضاء تصدیق نہوگی اسواسطے کہ خلاف ظاہر ہے اور وہ متہم ہے کذا فی المنح قال اِنْ بعتُہٗ اَوْ
ابتعتُہٗ فھو حرٌّ فعقدَ علیہ بیعًا بالخیارِ لنفسہ حنثَ لوجودِ الشرطِ ولو بالخیارِ لغیرِہٖ لا واِنْ اُجیزَ بعدَ ذلک فی الاصحّ کما لو قال اِن
ملکتُہٗ فھو حرٌّ لعدمِ ملکہ عندَ الامام کہا مولے نے اگر مین غلام کو بیع کرون یا اوسکو خرید کرون تو وہ آزاد ہے پہر اوسکی بیع منعقد کی بشرط اپنے اختیار
کے تو حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے اور اگر خرید یا فروخت بشرط اختیار غیر کے ہوئی تو حانث نہوگا اگرچہ غیر نے بعد اسکے اجازت بہی دی ہو قول اصح مین جیسا کہ
اسمین حانث نہین ہوتا اگر یون کہا کہ اگر مین اس غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہے یعنی پہر اوسکو بشرط اپنے اختیار کے مول لیا تو آزاد نہوگا بسبب اوسکے
عدم ملک کے نزدیک امام کے اسواسطے کہ خیار شرط مشتری اوسکی ملک مین داخل ہونیسے مانع ہے کذا فی الطحطاوی ھم یہہ کہا کہ حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے
یعنی امام کے نزدیک مع قیام الملک بیع اور شرا پائی گئی اسواسطے کہ مبیع بائع کی ملک سے خارج نہین بشرط اوسکی خیار کے بالاتفاق اور خیار مشتری
اگرچہ اوسکی ملک کے دخول سے مانع ہے امام کے نزدیک لیکن عتق معلق ہے اوسکی تعلیق سے اور معلق منجز کی مانند ہے تو اگر بعد خرید بشرط خیار کے مشتری عتق کو
منجز کرے تو خیار فسخ ہو جاویگا اور عتق واقع ہوگا تو اسیطرح تعلیق مین بہی ملک ثابت ہے کذا فی النہر الفائق قیّدَ بالخیارِ لانّہ لو قال بعتُہٗ فھو حرٌّ
فباعہ بیعًا صحیحًا بلا خیارٍ لا یعتقُ لزوالِ ملکہ وینحلُّ الیمینُ لتحقّقِ الشرطِ زیلعی مصنف نے بیع کو مقید بالخیار کیا اسواسطے کہ اگر یون کہیگا کہ

اگر مین اوسکو بیع کرون تو وہ آزاد ہے پھر اوسکو صحیح بیع کرکے بیچا بلا خیار تو غلام آزاد نہوگا بسبب ضائع ہونے بائع کی ملکیت کے حالانکہ تحقق جزا بدون ملک کے نہین ہوتا
اور یمین باطل ہو جاویگی بسبب متحقق ہونے شرط کے کذا فی الرملی ویحنث الحالف فی المستثنیٰ بالبیع والشراء الفاسد والموقوف لا بالباطل لعدم
الملک وان قبضہ اور یا حانث ہوگا دونو صورتون مین یعنی بیع اور شراء کی یمین مین حانث ہوگا بیع اور شراء فاسد اور موقوف سے نہ حانث ہوگا بیع اور شراء باطل
کے سبب سے ملک کے اگرچہ مبیع پر قبضہ کر لے بخلاف بیع فاسد اور موقوف کے کہ اوسمین قبضہ سے ملک ہو جاتی ہے پر بیع موقوف کی یہ صورت ہے کہ مالک نے مثلا غلام کو زید کے ہاتھ
سے بیچا اور فضولی نے اوسکی طرف سے قبول کیا تو بائع اسیطرح سے غلام آزاد ہو جاویگا کذا فی النہر ولو اشتری مدبرا او مکاتبا لم یحنث الا باجازۃ قاض او
مکاتب اور اگر غلام مدبر اور مکاتب کو مول لیا تو حانث ہوگا مگر قاضی اور مولی کی اجازت سے قسم کھائی کہ مثلا غلام کو نہ خریدیگا پھر اوسنے مدبر کو خرید کیا تو
حانث نہوگا اسواسطے کہ مدبر محل بیع نہین لیکن چونکہ مدبر کی بیع مین مجتہدون کا اختلاف ہے تو اگر وہ قاضی جسکے مذہب مین مدبر کی بیع جائز ہو حکم جواز کا دیگا تو اوس قسم
مین حالف البتہ حانث ہوگا اور اسیطرح حالت مذکور غلام مکاتب کے خرید کرنے سے حانث نہوگا لیکن اگر مکاتب کا مالک اوسکی بیع کی اجازت دیگا تب حالف حانث ہو
اسواسطے کہ کتابت فسخ ہو گئی مولی کی اجازت سے تو منافی بیع زائل ہوا بیع تمام ہو گئی **فرع** مسئلہ لطیفہ تاریخ کا قال لامتہ ان بعت منک شیئا فانت
حرۃ فباع نصفہا من زوج ولدت منہ او من ابیہا لم یعتق عتق المولی ولو من اجنبی وقع والفرق فی الظہیریۃ کہا مولی نے اپنی لونڈی سے
کہ اگر مین تیری ذات سے کچھ نصف یا ثلث بیع کرون تو تو آزاد ہے پھر اوسی لونڈی اوسکو اوس زوج کے ہاتھ بیچا جسکے نطفہ سے یہ لونڈی جن چکی ہے یا لونڈی کے
باپ کے ہاتھ اوسکو بیچا تو عتق مولی کا نہ واقع ہوگا اور اگر اوسکو اجنبی کے ہاتھ بیچا تو عتق واقع ہوگا اور فرق دونو صورتون کا ظہیریہ مین مذکور ہے ظہیریہ مین
فرق یون ذکر ہے کہ ولادت زوج اور نسب باپ سے مقدم ہے یعنی ولادت اور نسب متعلق ہوا ہے سابق الوجود ہے تو وہی ثابت ہوگا جو مقدم ہوا اور اس امر کا
اجنبی کے حق مین ممکن نہین کذا فی النہر وانما قید بالبیع لانہ فی حلفہ لا یتزوج امراۃ او ہذہ المراۃ فہو علی الصحیح دون الفاسد فی الصحیح
اور مصنف نے حنث کو بیع فاسد کے ساتھ مقید کیا مگر اسواسطے کہ یون قسم کھاتے ہین کہ نکاح نکریگا کسی عورت سے یا اس عورت سے تو وہ صحیح نکاح پر محمول ہوگا نہ فاسد
یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح کریگا تو صحیح نکاح سے حانث ہوگا نہ فاسد سے وکذا لو حلف لا یصلی او لا یصوم او لا یحج لان المقصود منہا الثواب وہو من النکاح
الحل ولا یثبت بالفاسد فلا تنحل بہ الیمین بخلاف البیع لان المقصود منہ الملک وانہ یثبت بالفاسد والہبۃ والاجارۃ کبیع او
اسیطرح اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا یا روزہ نہ رکھیگا یا حج نکریگا تو صحیح نماز اور روزہ اور حج سے حانث ہوگا نہ فاسد سے اسواسطے کہ مقصود عبادات مذکورہ سے
ثواب ہے اور نکاح سے حلت وطی مقصود ہے تو فاسد سے یہ مقصود نہ ثابت ہوگا تو فاسد کے ساتھ یمین منحل ہوگی یعنی حنث نہ ثابت ہوگا بخلاف بیع کے اسواسطے کہ مقصود
بیع سے ملک ہے اور ملک تو بیع فاسد سے بھی ثابت ہو جاتی ہے اور ہبہ اور اجارہ مثل بیع کے ہے یعنی ہبہ فاسد اور اجارہ فاسد سے بھی حنث ثابت ہوگا ولو کان ذلک کلہ
فی الماضی کان تزوجت او صمت فہو علیہما ای الصحیح والفاسد لانہ اخبار اور اگر وہ یعنی نکاح اور صوم اور صلوۃ اور حج زمان ماضی مین ہو جیسا
ان تزوجت یا ان صمت تو وہ دونو پر محمول ہوگا یعنی نکاح صحیح اور فاسد اور صوم صحیح اور فاسد دونو سے حنث ثابت ہوگا اسواسطے کہ زمان ماضی کی قسم اخبار
ہے یعنی ماضی سے خبر دینا اسمین کا مقصود ہوتا ہے نہ حلت اور ثواب نکاح اور صوم وغیرہ کا صحیح اور فاسد دونو پر بولا جاتا ہے فتح اور طحطاوی نے کہا کہ شارح کی
تمثیل یعنی ان تزوجت یا ان صمت صحیح نہین اسواسطے کہ یہ ماضی نہین بلکہ مستقبل ہے اسواسطے کہ تعلیق ہے تو بہتر یون مثال دینا تھا کہ ما تزوجت یا ما صمت ہم
نے اپنی شرح منح الغفار مین ماضی کی یون مثال دی ہے ان کنت تزوجت او صلیت او صمت یعنی اگر مین نے نکاح کیا ہو یا نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو فلو
عنی بہ الصحیح صدق لانہ النکاح المعنی بہ اثم ہے اگر ماضی کے نکاح سے نکاح صحیح کا ارادہ کریگا تو اوسکی تصدیق ہوگی قاضی کے نزدیک اسواسطے کہ
صحیح نکاح تو نکاح حقیقی ہے کذا فی المنح عن البدائع اسواسطے کہ مقصود نکاح یعنی حلت صحیح پر مترتب ہے شارح نے فقط نکاح کا حکم بیان کیا اور ظاہر ایسی حکم صوم اور صلوۃ
مین بھی ہے کذا فی الطحطاوی ان لم ابع ہذا الرقیق فکذا فاعتق المولی او دبر رقیقہ تدبیرا مطلقا فلا یحنث بالعتق فتح او استولد الامۃ حنث
لتحقق الشرط بفوات محلیۃ البیع حتی لو قال ان لم ابعک فانت حرۃ فدبرا او استولد عتق اگر مین نہ بیچون اس غلام کو تو ایسا ہو پھر مولی نے آزاد کیا

یا اپنے غلام کو تدبیر مطلق مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا تو حانث ہوگا بسبب متحقق ہونے شرط کے محل بیع کے فوت ہوجانے سے یعنی بسبب اعتاق یا تدبیر مطلق یا استیلاد کے
مملوک لائق بیع کے نرہا یہان تک کہ اگر یون کہیگا اپنے مملوک سے کہ مین تجکو بیع نکرون تو تو آزاد ہے پہر اوسکو مدبر مطلق کیا یا ام ولد بنایا تو وہ آزاد ہوجاویگا اسلیے
کہ شرط پائی گئی یعنی عدم بیع مصنف نے تدبیر مطلق کی قید لگائی تو تدبیر مقید سے حانث نہوگا کذا فی الفتح اسواسطے کہ مقید مین قبل وجود شرط کے بیع جائز ہے و لا
یُعتبر تکرار الرق بالردة لانه موهوم اور معتبر نہین تکرار رق یعنی اعادہ مملوکیت کا بسبب ارتداد کے اسواسطے کہ وہ امر موہوم ہے ھ شارح نے یہہ دفع
دخل کیا تقریر سوال یہہ ہے کہ معتق اور مدبر اور ام ولد کی بیع ممکن ہے اسطرح کہ وہ مرتد ہوجاوین اور دار الحرب مین جا بسین اور پہر گرفتار ہوآوین اور ہوکے مملوک ہون
یا حبس قاضی کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے وہ جواز بیع مدبر کا حکم دے تو تحقق شرط کا محلیت بیع کے فوت ہونے سے نہ پایا گیا پہر حانث کیونکر ہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ
اعادہ رق کا ارتداد سے امر موہوم ہے تو لائق اعتبار کے نہین طحطاوی نے کہا جب یہہ معلوم ہوا تو شارح کو مناسب تہا کہ یون کہتا کہ ولا یُعتبر تکرار الرق بالردة ولا القضاء
بِبیع المدبر اکہ پورا دفع دخل ہوجاتا فالت له امرأته تزوجت علیّ فقال کل امرأة لی طالق طلقت المُحلِّفة بکسر اللام وعن الثانی لا وصححه السرخسی
وفی جامع قاضیخان وبه اخذ عامة مشائخنا وفی الذخیرة ان فی حال الغضب طلقت والا لا کہا اوس سے اوسکی عورت نے کہ تو نے مجہپر دوسرا نکاح
کیا سو زوج نے کہا کہ جو عورت میری ہے وہ مطلقہ ہے تو محلفہ بکسر لام یعنی جس عورت نے اپنے زوج کو حلف دلایا وہ مطلقہ ہوگئی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اسواسطے کہ کل امرأة
مین وہ بہی داخل ہے اور ابو یوسف سے یہہ روایت ہے کہ حلف دلانے والی عورت مطلقہ نہین اسواسطے کہ بقرینہ دلالت حال وہ عورت کلیہ مذکورہ سے مستثنی ہے اور اسی قول کو
صحیح کہا ہے سرخسی نے اور جامع قاضیخان مین ہے کہ اسی قول کو اکثر مشائخ نے لیا ہے اور ذخیرہ مین یون تفصیل مذکور ہے کہ اگر زوج نے حالت غضب مین یہہ حلف کیا تو وہ
بہی مطلقہ ہے اور نہین تو وہ مطلقہ نہین طحطاوی نے کہا کہ محل خلاف اوس صورت مین ہے جب زوج نے اوسکی طلاق اور عدم طلاق کی نیت کی ہو اور اگر نیت کی تو بالاتفاق
موافق نیت کے حکم ہوگا ولو قیل له ألک امرأة غیر هذه المرأة فقال کل امرأة لی فهی کذا لا تطلق هذه المرأة لان قوله غیر هذه المرأة لا
یحتمل هذه المرأة فلم تدخل تحت کل بخلاف الاولی اور اگر زوج سے کسی نے کہا کیا تیری کوئی اور عورت ہے سوا اس عورت کے سوا اوسنے کہا جو عورت میری
ہے سو وہ مطلقہ ہے تو یہہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ قول اوسکا غیر ہذه المرأة احتمال نہین رکہتا ہذه المرأة کا یعنی جب کہا سوا اوس عورت کے تو یہہ عورت
اسکو شامل نرہی تو کل امرأة کے تحت مین نہ داخل ہوئی تو تقدیر کلام یون ہوئی کہ کل امرأة غیر ہذه المرأة فہی طالق بخلاف اول مثال کے کہ وہان کل امرأة
مین محلفہ داخل ہے **فروع** تتفرع علی الحنث لفوات المحل چند مسائل ملحقہ شارح کے جو حانث ہونے پر متفرع ہین بسبب فوت ہونے محل یمین کے بخوان
لو تُبتی هذا فی هذا الصحن فانت طالق فکسرته چنانچہ زوج کا یون کہنا زوجہ سے کہ اگر تو اس برتن سو مثلاً پانی نکرا دے اس صحن مین تو تو طالق ہے
پہر عورت نے اوسکو توڑ ڈالا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ برتن ہے جس سے پانی وغیرہ کا بہانا اور گرانا متصور ہے اذا لم تذهبی فتاتی بهذا الحمام فانت
کذا فطار الحمام طلقت اپنی زوجہ سے یون کہا اگر تو نجاوے کہ اس کبوتر کو لاوے تو تو مطلقہ ہے پہر کبوتر اڑ گیا تو عورت مطلقہ ہوگی قال لمحرمه ان تزوجتک فعبدی حر فتزوجها
حنث لان یمینه تنصرف الی ما یتصور کہا مرد نے اپنی محرم عورت سے کہ اگر مین تجہسے نکاح کرون تو میرا غلام آزاد ہے پہر اوس سے نکاح کیا تو حانث ہوگا
اسواسطے کہ یمین اوسکی منصرف ہوئی اوسکی طرف جو ہوسکتا ہے یعنی عقد اگرچہ فاسد ہے حلف لا یتزوج بالکوفة فعقد خارجها لا لان المعتبر مکان
العقد قسم کہائی کہ کوفہ مین نکاح نکریگا تو اوسکو باہر عقد کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے ھ بحر الرائق مین ہے قسم کہائی کہ کوفہ مین نکاح نکریگا پہر
نکاح کا ارادہ کیا اور عورت اور مرد دونو کوفہ مین ہین تو اوسکی تدبیر یہہ ہے کہ مرد اپنی طرف سے ایک وکیل کرے اور عورت دوسرا وکیل اپنی طرف سے کرے
پہر دونو وکیل شہر سے باہر نکل کر نکاح کرین تو حالف حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے کذا فی الطحطاوی ان تزوجت ثیبا فهی کذا فطلق امرأته
ثم تزوجها ثانیا لا تطلق اعتبارا للغرض وقیل تطلق اگر مین ثیبہ سے نکاح کرون تو اوسکی عورت مطلقہ ہے پہر اوس نے اپنی زوجہ کو طلاق دی
پہر اوس سے نکاح کیا دوسری بار تو اب وہ مطلقہ نہوگی باعتبار غرض کے یعنی متکلم کو ثیبہ سے غیر زوجہ مقصود تہا اور دوسرا قول یہہ ہے کہ مطلقہ ہوگی باعتبار
عموم لفظ کے حلف لا یتزوج من بنات فلان ولیس لفلان بنت لا یحنث بمن ولدت له بعد قسم کہائی کہ مثلاً زید کی بیٹیون سے نکاح نکریگا اور

حالانکہ زید کے کوئی بیٹی نہیں ہے تو حانث ہوگا زید کی اوس بیٹی کے نکاح سے جو بعد یمین کے پیدا ہوئی کذا فی البحر الرائق اور نے کہا شاید قول محمد کا یہی ہے اسواسطے کہ صاحب شافی
مین فتح القدیر سے یہ منقول ہے کہ قسم کھائی کہ زید کے لڑکے سے نہ بولیگا اور زید کا کوئی لڑکا نہیں پھر زید کا ایک لڑکا پیدا ہوا اور حالف اوس سے بولا تو طرفین کے نزدیک حانث
ہوگا اور محمد کے نزدیک حانث نہوگا اسواسطے کہ اصل یہ ہے کہ محمد کے نزدیک وجود ولد وقت یمین معتبر ہے اور طرفین کے نزدیک وقت تکلم کے النکرۃ تدخل تحت
النکرۃ والمعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ فلو قال ان دخل ھذہ الدار احد فکذا والدار لہ او لغیرہ فدخلھا الحالف حنث لتنکیرہ نکرہ داخل
ہوتا ہے نیچے نکرہ کے اور معرفہ داخل نہیں ہوتا ہے نیچے نکرہ کے تو اگر کہا اگر داخل ہوگا اس گھر مین کوئی تو ایسا ہوگا اور وہ گھر حالف کا ہے یا اوسکے غیر کا ہے اور اوس گھر مین
حالف داخل ہوا تو حانث ہوگا بسبب تنکیر حالف کے نفسہ یعنی حالف نے اپنے کو قول مذکور مین بلفظ معرفہ نہیں ذکر کیا تو حالف نکرہ ہوا لہذا تحت نکرہ داخل ہو گیا یعنی احد
کے لفظ مین جسکا ترجمہ کوئی ہے وہ بھی شامل ہو گیا بوجہ قاعدہ مذکورہ ولو قال داری ودارک لا یحنث بل الحالف لتعریفہ اور اگر یون کہا کہ اگر داخل ہوگا میرے
گھر مین یا تیرے گھر مین کوئی تو حانث نہوگا حالف کے داخل ہونے سے بسبب تعریف حالف کے یعنی حالف معرفہ ہے بسبب یائے متکلم کے لہذا تحت نکرہ نہ داخل ہوگا علیٰ ھذا
یہ شارح نے لفظ داری کا بیان کیا نہ دارک کا تو اوسکو مناسب یون کہنا لا حنث بالحالف والمخاطب لتعریفہما یعنی اگر یون کہا کہ ان دخل دارک احد تو اپنے گھر مین
کے داخل ہونے سے حالف نہوگا اسواسطے کہ مخاطب معرفہ ہے بسبب کاف خطاب کے تو اوسکے تحت مین نہ داخل ہوگا وکذا لو قال ان مس ھذا الراس احد واشار الی
راسہ لا یحنث الحالف بمسہ لانہ متصل بہ خلقۃ فکان معرفۃ اقوی من المعرفۃ بالاضافۃ بحر وذکرہ المصنف قبیل باب الیمین فی الطلاق
متن تنویر الابصار والاشباہ اور اسیطرح اگر کہا کہ اگر چھوئیگا اس سر کو کوئی اور اشارہ کیا متکلم نے اپنے سر کیطرف تو حالف اوسکو چھونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ سر متصل ہے حالف
سے بنا بر پیدائش کے تو وہ معرفہ ہوا قوی تر اضافت کے معرفہ سے کذا فی البحر یعنی تعریف سر کی بسبب اشارہ کرنیکے قوی تر ہے داری کی اضافت سے اور اسکو
مصنف نے ذکر کیا ہے باب الیمین سے پہلے طلاق مین اشباہ کیطرف اشارہ کرکے الا بالنیۃ وفی العلم کان کلم غلام محمد بن احمد احد فکذا دخل الحالف
لو ھو کذلک لجواز استعمال العلم فی موضع النکرۃ فلم یخرج الحالف من عموم النکرۃ بحر معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر نیت کرنیسے اور
نام مین داخل ہوتا ہے چنانچہ اگر کلام کریگا محمد بن احمد کے غلام سے کوئی تو زوجہ اوسکی مطلقہ ہے حالف داخل ہوگا تحت نکرہ کے اگر وہ ایسا ہوگا یعنی اگر
حالف کا نام بھی محمد بن احمد ہوگا اور وہ بھی اپنے غلام سے کلام کریگا تو حانث ہوگا بسبب جائز ہونے استعمال نام کے بجائے نکرہ کی تو اس وجہ سے حالف عموم نکرہ سے
نہ نکلا کذا فی البحر مترجم جب استعمال نام کا بجائے نکرہ جائز ہوا تو یمین مذکور کی یون تاویل ہوئی کہ اگر کوئی کلام کریگا اوس مرد کے غلام سے جسکا نام محمد بن احمد ہے
تو جسکا نام محمد بن احمد ہوگا اوسکا غلام اسمین داخل ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت وفی الاشباہ المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ الا المعرفۃ فی الجزاء
فتدخل فی النکرۃ التی ھی فی موضع الشرط کان دخل داری ھذہ احد فانت طالق فدخلت ھی طلقت ولو دخل ھو لم یحنث لان
المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ وتمامہ فی القسم الثالث من ایمان الظہیریۃ شارح کتاب الاشباہ مین ہے کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر
وہ معرفہ جو جزا مین واقع ہو یعنی معرفہ اوس نکرہ مین داخل ہوتا ہے جو شرط کے محل مین واقع ہو چنانچہ اگر داخل ہوگا کوئی میرے اس گھر مین تو تو مطلقہ ہے
پھر زوجہ اوسکی داخل ہوئی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اگر زوج یعنی حالف داخل ہوگا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے اور پوری
تقریر اسکی ایمان ظہیریہ کی قسم ثالث مین ہے مترجم حموی شارح اشباہ کے محشی نے کہا کہ زوجہ اگرچہ معرفہ ہے بتائے خطاب لیکن وہ جزا مین واقع ہے تو اوسکا دخول
اوس نکرہ کے تحت مین جو شرط مین واقع ہے ممتنع نہین اسواسطے کہ وہ جملہ مانند دو مختلف کلام کے ہین اور اسیطرح شرط کا معرفہ جزا کے نکرہ کے تحت مین
واقع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف دخول زوج کے تحت نکرہ کے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ ایک ہی جملہ مین یعنی شرط مین دونون واقع ہین ویجب
حج او عمرۃ ماشیا من بلدہ فی قولہ علی المشی الی بیت اللہ او الکعبۃ واراق دما ان رکب لادخالہ النقص ولو اراد ببیت اللہ
بعض المساجد لم یلزمہ شئ اور واجب ہوگا حج یا عمرہ پیدل چلکر اپنے شہر سے اس قول مین کہ مجھپر واجب ہے پیدل چلنا بیت اللہ تک یا کعبہ تک
اور جانور ذبح کرے اگر راہ مین سوار ہو اسواسطے کہ اوسنے نذر مذکور مین نقصان داخل کیا اور اگر لفظ بیت اللہ سے بعض مسجد کا ارادہ کریگا تو اوسپر کچھ لازم نہوگا

نہ قضاءً نہ دیانۃً اسواسطے کہ اوسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا ہم مصنف نے باقید کہا تو اگر کعبہ کے اندر یا کعبہ اور کہیگا تو اوسپر حج یا عمرہ واجب ہوگا
چنانچہ ہدایہ میں مصرح ہے اسواسطے کہ ایسا حج یا عمرہ کا باعتبار اولاً لفظاً یا اوسکی استلزام کے نہیں اور نہ باعتبار مجاز کے اور بنظر غالب کے بلکہ بسبب عرف کے ہے
یعنی علیّ المشی الی بیت اللہ ایجاب حج یا عمرہ میں مروج ہے تو مجاز لغوی حقیقت عرفیہ ہوگیا تہ۔ اس قول کے کہ علیّ حجۃ او عمرۃ کذا فی المنح ولا شیٔ بعلی
الخروج او الذہاب الی بیت اللہ او المشی الی الحرم او الی المسجد الحرام او الی باب الکعبۃ او میزابہا او الصفا او المروۃ او مزدلفۃ او عرفۃ
لعدم العرف اور یون کہنے میں کہ مجھپر واجب ہے نکلنا یا جانا بیت اللہ تک یا چلنا حرم تک یا مسجد الحرام تک یا کعبہ کے دروازہ تک یا میزاب تک یا صفا یا مروہ یا مزدلفہ یا
عرفات تک کچھ واجب نہیں نہ حج نہ عمرہ بسبب عدم عرف کے یعنی مسائل مذکورہ میں اور مسائل سابقہ میں کوئی وجہ فرق کی نہیں سوا عرف کے لا یعتق عبد قیل لہ ان لم
تحج العام فانت حر فقال حججت وانکر المولی واقام بشاہدین فشہدا بنحرہ الاضحیۃ بکوفۃ لم تقبل لقیامہا علی نفی الحج اذ التضحیۃ
لا تدخل تحت القضاء وقال محمد یعتق ورجحہ الکمال آزاد نہوگا وہ غلام جس سے یون کہا گیا یعنی اوسکے مولی نے کہا کہ اگر تو اس سال حج نکرے
تو تو آزاد ہے پھر مولی نے کہا کہ مین نے حج کیا اور غلام اوسکے حج کا منکر ہوا اور دو گواہ لایا اور دونون نے کوفہ مین اوسکی قربانی کرنیکی گواہی دی تو یہہ
گواہی مقبول نہوگی بسبب اوسکے قائم ہونیکے نفی حج پر اسواسطے کہ قربانی کرنا حکم قاضی کے تحت مین داخل نہین اور محمد نے کہا کہ غلام آزاد ہوگا اور ترجیح دی
ہے اس قول کو کمال الدین نے فتح القدیر میں ہم ہرچند ظاہر مین اثبات کی گواہی ہے یعنی کوفہ کی قربانی پر لیکن مقصود اس سے نفی حج ہے اسواسطے کہ کوفہ بہت
دور ہے کعبہ سے تو جو شخص یوم النحر کو کوفہ مین ہو اوسکا پہنچنا اوس سال کے حج مین نہین ہو سکتا اور اثبات قربانی کا قاضی سے متعلق نہین تو یہہ گواہی نفی حج
کی گواہی کی مانند ہوگئی اور حالانکہ نفی کی گواہی مقبول نہین اور خلاصہ ترجیح فتح القدیر یہہ ہے کہ یہہ گواہی نفی پر نہین بلکہ امر وجودی پر ہے جو متضمن ہے نفی کو
تو مقبول ہوگی حلف لا یصوم حنث بصوم ساعۃ بنیتہ وان افطر لوجود شرطہ قسم کھائی کہ روزہ نرکھیگا تو حانث ہوگا ایک ساعت کے صوم
سے بشرط نیت صوم اگرچہ بعد ساعت کے اوس نے روزہ توڑ ڈالا ہو بسبب اوسکے پائے جانے شرط کے یعنی شرط ایک ساعت کے امساک سے بھی پائی گئی اسواسطے
کہ صوم عبارت ہے امساک مفطرات سے بقصد تقرب کذا فی المنح ولو قال لا اصوم صوماً او یوماً حنث بیوم لانہ مطلق فینصرف للکامل اور کہا
کہ لا اصوم صوماً یعنی لب فعل کے مصدر کو صریحاً ذکر کیا یا یون کہا کہ نہ روزہ رکھون گا ایک دن تو پوری ایکدن روزہ رکھنے سے حانث ہوگا نہ کمتر سے اسواسطے
کہ لفظ صوم کا مطلق ہے تو فرد کامل کیطرف منصرف ہوگا اور صوم کامل نہین ہوتا بدون رات کے آنیکے اور لا اصوم یوماً مین لفظ یوم کا خود صریح ہے
تقدیر مدت مین کذا فی الظہیریۃ حلف لیصومن ہذا الیوم وکان بعد اکلہ او بعد الزوال صحت الیمین وحنث للحال لان الیمین لا تعتمد
الصحۃ بل التصور کتصورہ فی الناسی قسم کھائی کہ مقرر روزہ رکھیگا اس دن مین حالانکہ بعد کھا چکنے یا بعد زوال کے یہہ کہا تو قسم صحیح ہوگی اور
فی الفور حانث ہوجاویگا اسواسطے کہ انعقاد یمین کا صحت پر معتمد نہین بلکہ تصور پر مانند تصور صوم کے ناسی مین ہم یعنی صوم بعد الاکل و الزوال ناسی
مین متصور ہے یعنی جو صائم بہول کر کہا گیا تو اوسکا صوم باوجود اکل کے موجود ہے یا متصور صوم اوس ناسی کا بعد زوال کے جو نیت کرنا بہول گیا کذا فی الطحطاوی
وھو کما قال لامرأتہ ان لم تصلی الیوم فانت کذا فحاضت من ساعتہا او بعد ما صلت رکعۃ فان الیمین تصح وتطلق فی الحال لان درور
الدم لا یمنع کما فی الاستحاضۃ بخلاف مسئلۃ الکوز لان محل الفعل وھو الماء غیر قائم اصلاً فلا یتصور بوجہ اور وہ یعنی مثال سابق
مانند اس مثال کے ہے کہ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر تو آج نماز نہ پڑہیگی تو تو مطلقہ ہے پہر اوسیوقت اوسکا حیض جاری ہوگیا یا ایک رکعت بعد جاری
ہوا تو یہہ یمین صحیح ہے اور زوجہ اوسکی فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جاری ہونا خون کا مانع صلوۃ کا نہین چنانچہ استحاضہ مین بخلاف مسئلۃ الکوز کے
یعنی قسم کھائی کہ اس کوزہ سے پانی پیونگا اور حالانکہ اوسمین پانی نہین اسواسطے کہ محل فعل کا یعنی پانی اوسمین مطلقاً موجود نہین تو یمین کسی وجہ سے
متصور نہین وحنث فی لا یصلی برکعۃ بنفس السجود اور اس قسم مین کہ نماز نہ پڑہیگا حانث ہوگا ایک رکعت کے ادا کرنے سے بمجرد سجدہ کرنیکے اسلئے
کہ صلوۃ عبارت ہے ارکان مختلفہ سے اور تمامی ارکان کی سجدہ پر ہے اسواسطے کہ عند التحقیق قعدہ اخیرہ ارکان اصلیہ مین داخل نہین فتح القدیر مین کہا ہے

کہ ارکان حقیقیہ نماز کے پانچ ہیں اور قعدہ رکن زائد ہے کہ ختم صلوٰۃ کے واسطے واجب ہوا ہے تو قسم کے حق میں اوسکی رکنیت معتبر نہو گی کذا فی الفتح اور نہر الفائق میں قعدہ کو شرط قرار دیا ہے نہ رکن تو بطریق اولی حنث میں اوسکا اعتبار نہو گا بخلاف ان صلیت رکعۃ فانت حر لا یعتق الا باول الشفع لیتحقق الرکعۃ بخلاف اس یمین کے کہ اگر تو ایک رکعت نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہے آزاد ہو گا دوگانہ کی پہلی رکعت سے تا رکعت ثابت ہو ہر چند اس مثال میں رکعت اولی پوری ہے نہ دو رکعت پر لیکن بدون دو رکعت کے شرعاً تحقق رکعت اولی کا متصور نہیں اسواسطے کہ فقط ایک رکعت کا اگر ممنوع ہے تو ایک رکعت پڑھکر کلام کریگا تو غلام آزاد ہو گا کذا فی الظہیریہ وفی لا یصلی صلوۃ بشفع وان لم یقعد اور اس یمین میں کہ لا یصلی صلوۃ دو رکعت پڑھنے سے حانث ہو گا اگرچہ اوس نے قعدہ نکیا ہو اسواسطے کہ فتح القدیر سے منقول ہو چکا کہ وہ رکن اصلی نہیں نماز کا بخلاف لا یصلی الظہر مثلا فانہ یشترط التشہد بخلاف اس قول کے کہ نماز ظہر کی مثلا نہ پڑھیگا تو اوسکے حانث ہونے میں تشہد شرط ہے تشہد سے مراد تشہد اخیر ہے اسواسطے کہ ظہیریہ میں ہے کہ اگر چار رکعت فرض کے نہ پڑھنے کی قسم کھاویگا تو حانث نہو گا تاوقتیکہ چوتھی رکعت کے بعد تشہد نکریگا کذا فی الطحطاوی وحنث فی لا یؤم احداً باقتداء قوم بہ بعد شروعہ وان نوی صلوتہ قصداً لا یؤم احداً لانہ امہم اور اس قسم میں کہ کسی کی امامت نکریگا حانث ہو گا قوم کی اقتدا کرنے سے ساتھ اوسکے بعد شروع کرنے حالف کے اگرچہ اوس نے کسی کی امامت کا قصد نکیا ہو اسواسطے حانث ہو گا کہ وہ امام اونکا ہو گیا اسواسطے کہ امامت میں نیت امامت کی شرط نہیں وصدق دیانۃ فقط ان نواہ ای ان لم یؤم احداً اور حالف کی فقط دیانۃ تصدیق ہو گی اگر اوسکی نیت کریگا یعنی اس نیت میں دیانۃ تصدیق ہو گی کہ کسی کی نیت نکریگا وان اشہد قبل شروعہ انہ لا یؤم احداً لا یحنث مطلقاً لا دیانۃ ولا قضاءً وصح الاقتداء ولو فی الجمعۃ استحساناً اور اگر حالف نے گواہ کر لیا قبل اپنے شروع کرنے نماز کے کہ وہ کسی کی امامت نکریگا تو کسیطرح حانث نہو گا نہ دیانۃ اور نہ قضاءً اور اقتدا مقتدیوں کی صحیح ہو گی اگرچہ نماز جمعہ میں یہ واقعہ ہوا ہو بنابر استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ نماز جمعہ میں جماعت شرط ہے سو بدون نیت امامت کے بھی حاصل ہے کالا حنث لو امہم فی صلاۃ جنازۃ او سجدۃ التلاوۃ لعدم کمالہا جیسے حانث نہیں ہوتا اگر امامت کی قوم کی نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت میں بسبب اونکے عدم کمال کے یعنی لا یصلی صلوۃ کی حلف مطلق منصرف ہے فرد کامل کیطرف اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بسبب عدم رکوع وغیرہ کے نماز کامل نہیں بخلاف النافلۃ فانہ یحنث وان کانت الامامۃ فی النوافل منہیاً عنہا بخلاف نماز نفل کے کہ اوسکی جماعت کرنے سے حانث ہو گا اگرچہ امامت کرنا نوافل میں ممنوع ہے ہم جماعت نفل کی اوسوقت ممنوع ہے جب کہ بطریق تداعی ہو تداعی یہ ہے کہ چار مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھیں کذا فی الطحطاوی فروع مسائل شتی ان صلیت فانت حر فقال صلیت وانکر المولی لم یعتق لامکان الوقوف علیہا بلا حرج اگر تو نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہے سو غلام نے کہا کہ میں نے نماز پڑھی اور مولی نے اوسکا انکار کیا تو آزاد نہو گا اسواسطے کہ اوس پر مطلع ہونا ممکن ہے بلا مشقت قال ان ترکت الصلوۃ فانت طالق فصلتہا قضاءً طلقت علی الاظہر ظہیریہ کہا زوج نے کہ اگر تو نماز ترک کریگی تو تو طالق ہے سو اوس نے قضا کی نماز پڑھی تو وہ مطلقہ ہو گی بقول اظہر کذا فی الظہیریہ حلف ما اخر صلوۃ عن وقتہا وقد نام وقضاہا القہستانی عدم حنثہ للحدیث فان ذلک وقتہا قسم کھائی کہ اپنی نماز کو اوسکے وقت سے موخر نکریگا اور حالانکہ وہ سو گیا نماز کے وقت پر اور اوسکو قضا کیا تو قہستانی نے اوسکے عدم حنث کو قوی کیا ہے اس حدیث کی دلیل سے فان ذلک وقتہا یعنی جو نماز کے وقت سو گیا یا بھول گیا تو جب جاگے یا یاد ہو تو وہی اوسکا وقت ہے حلبی نے کہا کہ مدار ایمان کا عرف پر ہے اور عرف میں اوسکو موخر کہتے ہیں اگرچہ قضا کرے اجتمع حدثان فالطہارۃ منہما دو حدث جمع ہوں تو طہارت دونوں سے ہو گی ہم قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نکریگا پھر اوسکی ناک سے خون نکلا پھر اوس نے پیشاب کیا پھر اوس نے وضو کیا تو حانث ہو گا اسواسطے کہ دونوں حدث کی طہارت ہوئی حلف لیصلین ہذا الیوم خمس صلوات بالجماعۃ ویجامع امرأتہ ولا یغتسل یصلی الفجر والظہر والعصر بجماعۃ ثم یجامعہا ثم یغتسل کما غربت ویصلی المغرب والعشاء بجماعۃ فلا یحنث قسم کھائی کہ البتہ آج کے دن میں پانچ وقت کی نماز جماعت سے پڑھیگا اور اپنی عورت سے قربت کریگا اور غسل نکریگا تو اوسکی تدبیر یہ ہے کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے

پڑہے پہر زوجہ سے قربت کرے پہر غروب کے وقت غسل کرے اور مغرب اور عشاکی نماز جماعت سے پڑہے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ غسل رات مین واقع ہوا نہ دنمین
کذا فی العالمگیری حلبی نے کہا ہمین اعتراض ہے کہ یوم سے اگر بقیہ نہار مراد ہے تو غروب تک تین ہی نمازین ہوئین اور قسم ہے پانچ نماز کی اور اگر یوم سے
مطلق وقت مراد ہے تو ہر صورت حانث ہوگا خواہ دنمین نماز ہو خواہ رات مین حلف لا یحج فعلے الصحیح منه فلا یحنث بالفاسد قسم کہائی کہ حج نکریگا
تو حنث صحیح حج پر موقوف ہوگا تو فاسد حج کرنے سے حانث نہوگا ھ لا یحج اور لا یحج حجة کا حلف برابر ہے بخلاف صلوٰۃ کے ولا یحنث حتی یقف بعرفة
عن الثالث ای محمد وحتی یطوف اکثر الطواف المفروض عن الثانی وبه جزم فی المنهاج للعلامة عمر بن محمد العقیلی الانصاری کان
من کبار فقهاء بخارا ومات بها سنة سبع وخمسمائة اور عدم حج کے حلف مین حانث نہوگا یہانتک کہ عرفات کا وقوف کرے یہہ مروی ہے امام ثالث
محمد بن حسن سے اور حانث نہوگا یہانتک کہ اکثر طواف الزیارت کرے یعنی بدون چار شوط کے حانث نہوگا یہہ مروی ہے امام ثانی قاضی ابو یوسف سے اور اسی روایت
پر جزم کیا ہے منہاج مین جو عمر بن محمد عقیلی انصاری کی تصنیف ہے وہ بخارا کے فقہاء کبار مین سے تہے اور پانسو سات ہجری مین وہین وفات پائی ولا یحنث
فی العمرة حتی یطوف اکثرها اور حانث نہوگا عمرہ نکرنیکے حلف مین یہانتک کہ عمرہ کا اکثر طواف کرے یعنی چار شوط یا زیادہ ان لبست من مغزولك
فهو هدی ای صدقة التصدق به بمکة فملك الزوج قطنا بعد الحلف فغزلته ونسج ولبس فهو هدی عند الامام وله التصدق بقیمته
بمکة لا غیر زوجہ نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین پہنون تیری کاتی سوت سے تو وہ ہدی ہے یعنی صدقہ ہے جسکو مین مکہ معظمہ مین تصدق کرون پہر زوج مالک ہوا روئی کا بعد
اس قسم کے پہر زوجہ نے اوسکو کاتا پہر اوسکا کپڑا بنا گیا اور زوج نے اوسکو پہنا تو وہ کپڑا ہدی ہے امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ عادت یہی ہے کہ عورت زوج
کی ملوک روئی کو کاتے تو مجتاد ہی مراد ہوگا کذا فی المنح اور زوج کو جائز ہے کہ اوسکی قیمت کو مکہ مین خیرات کر دے اور جگہ ھ جو صدقہ بلفظ ہدی ہے اوسکا
مصرف سوا مکہ کے اور کہین جائز نہین بخلاف اور صدقات کے کذا فی الطحطاوی وشرطا ملکه یوم حلفه ویفتی بقولهما قدیادیا لانها انما تغزل
من کتان نفسها او قطنها وبقوله فی الدیار الرومیة لغزلها من کتان الزوج تہا اور صاحبین نے وجوب تصدق مین ملک زوج کی اوسکو حلف
کے دن شرط کی ہے اسواسطے کہ نذر بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین اور صاحبین کے قول پر یعنی عدم تصدق پر فتوی ہے ہمارے ملک مین یعنی مصر مین
اسواسطے کہ وہان عورت اپنے کتان یا اپنی روئی کو کاتتی ہے اور امام اعظم کے قول پر فتوی ہے روم کے ملک مین اسواسطے کہ وہان عورت اپنے زوج کے کتان کو
کاتتی ہے کذا فی النہر الفائق حلف لا یلبس من غزلها فلبس تکة منه لا یحنث عند الثانی وبه یفتی لانه لا یسمی لابسا عرفا قسم کہائی کہ
زوجہ کے سوت کو نہ پہنیگا پہر اوسکی سوت کا ازار بند پہنا تو حانث نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ عرف مین اسکو لابس یعنی پہننے والا
نہین بولتے ہین کلا یلبس ثوبا من نسج فلان فلبس من نسج غلامه لا یحنث اذا کان فلان یعمل بیده والا حنث لتعین المجاز چنانچہ قسم
کہائی کہ وہ کپڑا نہ پہنیگا جسکو فلانے نے بنا سو اوسنے فلانے کے غلام کا بنا کپڑا پہنا تو حانث نہوگا جب کہ فلانا شخص بہی اپنے ہاتہہ سے بنتا ہو اور اگر وہ نہ بنجانتا
ہوگا تو اوسکی غلام کے بنے کپڑے کے پہننے سے حانث ہوگا بسبب متعین ہونے مجاز کے اسواسطے کہ نسج حقیقی وہ ہے جو اپنے ہاتہ سے ہو تو جب تک حقیقت ممکن ہوگی
تو اوسی پر حمل ہوگا اور صورت عدم حقیقت مجاز پر محمول ہوگا کذا فی المنح کما حنث بلبس خاتم ذهب او حلیا بلا فص او عقد لؤلؤ او زبرجد
او زمرد ولو غیر مرصع عندهما وبه یفتی فی حلفه لا یلبس حلیا للعرف چنانچہ اس قسم مین کہ زیور نہ پہنیگا حانث ہوتا ہے بسبب عرف کے سونیکی انگوٹہی
پہننے سے اگرچہ حالف مرد ہوا اور اگرچہ انگوٹہی بلا نگین ہو یا موتی کے ہار یا زبرجد کے ہار یا زمرد کے ہار پہننے سے اگرچہ زمرد چاندی سونے مین جڑا نہو صاحبین کے
نزدیک اسی پر فتوی ہے حلبی نے کہا کہ جامع اللغة مین مصرح ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی چیز ہے تو تکرار واقع ہوئی لا یحنث بخاتم فضة بدلیل
حله للرجال الا اذا کان مصوغا علی هیئة خاتم النساء بان کان له فص فیحنث هو الصحیح زیلعی ولو کان مموها بذهب ینبغی
حنثه به نهر کخلخال وسوار حانث نہوگا حلف مذکور مین چاندی کی انگوٹہی پہننے سے بدلیل اوسکی حلت کے مردون کے حق مین مگر جب کہ چاندی کی
انگوٹہی عورتونکی انگوٹہی کی صورت پر بنی ہو اس طرح کہ اوسمین نگین ہو جیسے عورتون کے تو اوسکو پہننے سے حانث ہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی شرح الزیلعی

اور اگر دھاگوں سے بُنے ہوئے کا لحاف ہو تو لائق یوں ہے کہ اسکو پہننے سے حانث ہو کذا فی النہر جیسے گوجری اور لنگی کے پہننے سے حنث ثابت ہوتا ہے خواہ چاندی کے
ہوں خواہ سونے کے علم پر چند سونے چاندی کا زیور مردوں پر حرام ہے فقط چاندی کی انگوٹھی جائز ہے واسطے مہر کرنے کے نہ واسطے زینت کے تو وہ اور کسی طرح زیور
کامل نہیں اگرچہ زینت سے خالی نہیں لہذا اسکو پہننے سے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یجلس علی الارض فجلس علی حائل منفصل کحشیش او
حلی او بساط او حصیر او حلف لا ینام علی هذا الفراش فجعل فوقه آخر فنام علیه او لا یجلس علی هذا السریر فجعل فوقه آخر لا یحنث
فی الصحیح والثلث کما لو اخرج الحشو من الفراش للعرف قسم کھائی کہ نہ بیٹھوں گا زمین پر پھر بیٹھا اوس چیز پر جو حائل ہے جالس اور زمین میں اور زمین
جدا ہے جیسے لکڑی یا کھال یا فرش یا چٹائی پر تو قسم کھائی کہ نہ سوونگا اس فرش پر پھر فرش پر اور فرش ڈال لیا اور سویا یا قسم کھائی کہ اس چارپائی پر نہ بیٹھوں گا پھر
اوسپر دوسری چارپائی بچھا کر بیٹھا تو حانث نہوگا ان تینوں صورتوں میں چنانچہ اگر فرش کے اندر کی روئی وغیرہ نکال ڈالی اور پھر اوسپر
بیٹھا تو حانث ہوگا بنا بر عرف کے اور اسیطرح اگر فرش ادہرا اور سے جدا کیا اور درمیان کی چیز پر بیٹھا تو بھی حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی
ولو نکر الاخیرین حنث مطلقا للعموم وما فی الغرر من تنکیر السریر حمله فی الجوهرة علی العرف اور اگر اخیر دو مثالوں میں زمین
اور سریر کو غیر معین ذکر کرے یعنی یوں کہے لا یجلس علی فرش ولا یجلس علی سریر یعنی کسی فرش پر نہ بیٹھوں گا اور کسی چارپائی پر نہ بیٹھوں گا تو ہر طرح سے حانث
ہوگا بسبب عموم محلوف علیہ کے اور جو کہ قدوری میں سریر کو نکرہ ذکر کیا ہے تو جوہرہ میں اوسکو معرفہ پر محمول کیا ہے بخلاف الحالف لا ینام
علی الواح هذا السریر او الواح هذه السفینة ففرش علی ذلک فراشا لم یحنث لانه لم ینم علی الالواح بحر کذا فی نسخ الشرح
لکن ینبغی التعبیر باداة التشبیه نحو کما لو او اخر الکلام او تاخیره عن مقالة القرام لیصح المرام کما لا یخفی علی ذوی الافهام
وکما هو الموجود فی غالب نسخ المتن فی دیارنا دمشق الشام فتنبه بخلاف اس قول کے کہ اگر قسم کھائی کہ نہ سوونگا اس چارپائی کی پٹریوں پر یا
اس ناؤ کے تختوں پر پھر اون پر فرش بچھایا اور اوسپر سویا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ تختوں پر نہ سویا بلکہ فرش پر سویا کذا فی البحر شارح کہتا ہے
ایسی عبارت ہے مصنف کی شرح کے نسخوں میں لیکن لائق یوں ہے کہ تعبیر اس مسئلہ کی بحرف تشبیہ کیجاوے چنانچہ یوں کہا جاوے کما لو
حلف لا ینام الخ یا اس مسئلہ کو مسئلہ قرام سے مؤخر کیجئے تا مطلب صحیح ہو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں صاحبان فہم پر اور چنانچہ یوں ہی موجود
ہے ہمارے دیار دمشق شام کے اکثر متن کے نسخوں میں سو خبردار رہنا م لفظ بخلاف کا اسکا مقتضی ہے کہ اس مسئلہ کا حکم مسئلہ
سابقہ کے مخالف ہے حالانکہ دونوں میں عدم حنث ثابت ہے لہذا شارح نے اوسپر آگاہ کر دیا اور واسطے تصحیح کلام کے طریقہ تعبیر کا بیان
کیا لیکن مترجم کے پاس مصنف کی شرح منح الغفار کا ایک نسخہ دمشق شام کا لکھا ہوا موجود ہے اوسمیں یہ عبارت متن میں داخل نہیں
بلکہ شرح میں داخل ہے بلا لفظ بخلاف بہر صورت یہ اختلاف تصرف کاتبین سے خالی نہیں واللہ اعلم ولو جعل علی الفراش قراما بالکسر
الملاءة او جعل علی السریر بساطا او حصیرا حنث لانه یعد نائما وجالسا علیهما عرفا بخلاف ما مر اور اگر قسم کھائی کہ اس
فرش یا اس چارپائی پر نہ بیٹھوں گا یا نہ سووے گا اور اوس فرش پر ایک کپڑا بطور چاندنی کے بچھایا یا چارپائی پر بچھونا یا چٹائی ڈالی
پھر اوسپر بیٹھا یا سویا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ شخص فرش کا بیٹھنے والا اور چارپائی کا سونے والا اشمار ہوگا عرف میں بخلاف
اوس مسئلہ کے جو مذکور ہو چکا کہ اسمیں عرفا حانث نہیں م قرام بکسر قاف عبارت ہے پردہ باریک سے بعضی نے کہا کہ قرام
بالکسر اوس پردہ کا نام ہے جسمیں نقوش ہوں اور اسیطرح مختار الصحاح میں تصریح ہے اور ہمارے عرف میں قرام کو
ملاءۃ کہتے ہیں جو فرش پر بچھایا جاتا ہے کذا فی المنح ملاءۃ بضم میم وہ لغت میں چادر کو کہتے ہیں کذا فی المنح حلف لا یمشی
علی الارض فمشی علیها بنعل او خف او مشی علی احجار حنث وان مشی علی بساط لا یحنث قسم کھائی کہ زمین پر نہ چلیگا
پھر زمین پر جوتیاں پہن کر چلا یا پتھروں پر چلا تو حانث ہوگا اور اگر فرش پر چلا تو حانث نہوگا فــ ۶ مسئلہ لمعۃ شارح کا

اِنْ نِمْتَ عَلٰی ثَوْبِكِ اَوْ فِرَاشِكِ فَكَذَا اُعْتُبِرَ اَكْثَرُ بَدَنِهَا کہا زوجہ نے زوجہ سے اگر مین تیرے کپڑے یا تیرے فرش پر سوؤن تو تو مطلقہ ہے تو اکثر بدن زوج کا معتبر ہوگا یعنی اگر اُسکا اکثر بدن فرش پر لگا تو مطلقہ ہوگی اور اگر فقط اوسکو فرش پر سر رکھا یا اوسپر بیٹھا تو مطلقہ نہوگی کذا فی الظہیریہ وہی عن المحیط

بَابُ الْيَمِيْنِ فِي الضَّرْبِ وَالْقَتْلِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

مِمَّا يُنَاسِبُ اَنْ يُتَرْجَمَ بِمَسَائِلَ شَتّٰى مِنَ الْغُسْلِ وَالْكِسْوَةِ یہ باب ہے ضرب و قتل وغیرہ کی قسم مین شارح کہتا ہے مناسب یون تہا کہ اس باب کو مسائل شتے کر تعبیر کرتا اور من الغسل والکسوۃ وغیر ذلک کا بیان ہے اَلْاَصْلُ هٰذَا اَنَّ مَا شَارَكَ الْمَيِّتُ فِيْهِ الْحَيَّ يَقَعُ الْيَمِيْنُ فِيْهِ عَلَى الْحَالَتَيْنِ الْمَوْتِ وَالْحَيَاةِ وَمَا اخْتَصَّ بِحَالَةِ الْحَيٰوةِ وَهُوَ كُلُّ فِعْلٍ يَلَذُّ وَيُؤْلِمُ وَيُغِمُّ وَيَسُرُّ كَشَتْمٍ وَتَقْبِيْلٍ تَقَيَّدَ بِهَا ثُمَّ فَرَّعَ عَلَيْهِ قاعدہ یہان یہہ ہے کہ جس امر مین مردہ شریک ہے زندہ کا تو اوسمین قسم دونون حالتون پر واقع ہوتی ہے موت مین بہی اور حیات مین بہی اور جو امر کہ حالت زندگی کو مخصوص ہے یعنی جو فعل کہ لذت دے اور درد پہنچاوے اور رنجیدہ کرے اور خوشی بخشے چنانچہ گالی دینا اور بوسہ لینا تو ایسے امر کی قسم مقید بحیات ہوگی پہر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا قول متفرع کیا فَلَوْ قَالَ اِنْ ضَرَبْتُكَ اَوْ كَسَوْتُكَ اَوْ كَلَّمْتُكَ اَوْ دَخَلْتُ عَلَيْكَ اَوْ قَبَّلْتُكَ تَقَيَّدَ كُلٌّ مِنْهَا بِالْحَيٰوةِ حَتّٰى لَوْ عَلَّقَ بِهَا طَلَاقًا اَوْ عِتَاقًا لَمْ يَحْنَثْ بِفِعْلِهَا فِي الْمَيِّتِ تو اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجکو مارون یا تجکو کسوت دون یا تجہ سے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو یہہ ہر ایک قول مقید بزندگی ہوگا یہانتک کہ اگر ان افعال سے طلاق یا عتاق کو معلق کریگا تو حانث نہوگا ان افعال کے کرنے سے ساتہ میت کے ہم تعلیق طلاق یا عتاق ان افعال پر یون ہے کہ اگر مین تجکو مارون یا کسوت دون یا تجہ سے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے یا غلام اُسکا آزاد ہے پہر مخاطب کے مرنیکے بعد ضرب وغیرہ واقع کی تو حانث نہوگا ضرب اسواسطے میت مین نہین ہوسکتی کہ ضرب عبارت ہے فعل دردناک سے یا استعمال آلۂ تادیب سے حالانکہ میت محل ایلام اور تادیب نہین اور میت کو جو عذاب قبر ہوتا ہے تو اوسکو جمہور علما کے نزدیک زندگی عطا ہوتی ہے بقدر دریافت کرنے درد کے اور بدن کا ثابت رہنا شرط نہین اہل سنت کے نزدیک بلکہ اجزاء متفرقہ میں ایسی حیات عطا ہوتی ہے جو اللہ ہی سے معلوم نہین ہوسکتی اور کسوت کی مفہوم مین تملیک معتبر ہے اور میت لائق تملیک کے نہین اور کلام سے غرض افہام ہے اور موت اوسکی منافی ہے اور دخول سے مراد یا اکرام ہے یا اہانت یا زیارت اور بعد موت کے یہہ کوئی بات حاصل نہین اور یہی حال ہے شتم اور جماع اور تقبیل کا کذا فی النہر والمنح اور فتح القدیر مین مذکور ہے کہ میت کو سماعت نہین تو فہم بہی نہین اور بعد موت کے میت کی قبر کی زیارت ہوتی ہے نہ میت کی اور یہہ جو صحیح بخاری مین مروی ہے کہ رسولخدا صلعم نے جنگ بدر کے مقتولونکی لاشونکو کنوئین مین ڈلوا کر اونسے فرمایا کہ جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تہا یعنی شکست کفار اوسکو تم نے سچا پایا عمر فاروق نے کہا آپ مُردون سے کلام کرتے ہین یا رسول اللہ تو فرمایا قسم ہے اُس ذات پاک کی جسکے قابو مین میری جان ہے کہ تم انسے زیادہ تر نہین سُنتے ہو اوسکا ایک جواب یہہ ہے کہ اس حدیث کی معارض صحیح بخاری مین دوسری حدیث ثابت ہے کہ عائشہ صدیقہ نے اس روایت کو قران مجید کی دو آیتون سے رد کیا اول آیت یہہ ہے کہ (مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ) یعنی تو سُنا نہین سکتا اونکو جو قبرون مین ہین اور ثانی آیت یہہ ہے (فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى) یعنی مقرر تو سُنا نہین سکتا مُردون کو اور دوسرا جواب یہہ ہے کہ یہہ کلام بطریق ضرب المثل تہا زندون کی نصیحت کیواسطے چنانچہ علی مرتضی سے منقول ہے کہ قبرستان مین جاکر فرمایا کہ تمہاری عورتون کے نکاح ہوگئے اور تمہارے مال تقسیم ہوگئے اور تمہارے مکانات مین اور لوگ ساکن ہوئے یہہ خبر تمہاری ہے ہمارے پاس سے ہماری خبر تمہارے پاس کیا ہے اور تیسرا جواب یہہ ہے کہ یہہ تکلم اور سماع موتی رسول کریم کی خصوصیت کی جہت سے تہا بنا بر اعجاز کے تاکہ کافرون کو حسرت زیادہ ہو اور وہ جو صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہے کہ میت جوتیون کی آواز سنتا ہے جب لوگ اوسکو دفن کر کے پہرتے ہین اُسکا جواب یہہ ہے کہ ابتداء دفن کا یہہ سماع اور فہم مقدمہ ہے جواب دہی سوال منکر اور نکیر کا اس خصوصیت کی یہہ وجہ ہے تا حدیث اور آیتون کے مضمون مین اتفاق ہوجاوے تعارض نہ باقی رہے اسواسطے کہ دونون آیتین عدم سماع موتی کے مفید ہین انتہی کلام الفتح نہر الفائق مین کہا کہ جواب ثالث نہایت خوب جواب ہے یعنی حضرت کا تکلم اور اسماع بطریق معجزہ تہا تو اس سے عموم سماعت موتی ثابت نہین ہوسکتا چنانچہ بنا بر اعجاز کے حضرت سے شجر اور حجر نے بہی کلام کیا ہے حالانکہ شجر اور حجر محل کلام نہین اور صحیح مسلم کی روایت کے جواب کی تقویت دوسری حدیث صحیح سے ہوسکتی ہے کہ جب منکر اور نکیر مومن سے جواب معقول سنتے ہین تو اُس سے کہتے ہین کہ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ یعنی اب آرام سے سو جیسے دولہہ سوتا ہے ظاہرا یہہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ

موجود ہین عالم سے غافل ہو جاتا ہے جیسے سوتا آدمی غافل ہوتا ہے اور کلام ہین سنا گیا ہم لوگ اہل تقلید ہین یا یہ اجتہاد کا نہین رکہتے ہین ہم نقل کرتے ہم
مقلد ہین جب انکی نصوص سے ثابت ہوا کہ میت کو فہم اور سماع ہین تو اسمین زیادہ گفتگو اور تفتیش کرنا بیہودہ ہے واللہ اعلم بخلاف الغسل والحمل
والمس والباس الثوب لحلفه لا یغسله او لا یحمله لا یتقید بالحیوة ملاوت نہلانے اور اٹھانے اور چہونے اور کپڑا پہنانے کے چنانچہ یون قسم
کہائی کہ مثلاً زید کو نہ غسل دیگا یا اوسکو نہ اوٹھاویگا تو یہہ بین مقید بحیات نہین ہین یعنے اگر زید کے مرنے کے بعد اوسکو غسل دیگا یا اٹھاویگا یا اوسکو چہویگا
یا کپڑا پہناویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہہ افعال زندہ کے ساتھ مخصوص نہین کیونکہ میت انمین شریک ہے زندہ کا الحنث فی حلفه ولو بالفارسیة لا تضربن ترجمہ
ونتفها وخنقها وعضها وقرصها ولو مازحاً خلافاً لما صحح فی الخلاصة حانث ہوگا ایسی قسم مین اگرچہ فارسی زبان مین قسم کہائی
جیسے کہ اپنی زوجہ کو نہ ماریگا پہر اوسکے بال کہینچے یا اوسکا گلا دبایا یا اوسکو دانت سے کاٹا یا اوسکے چٹکی لی اگرچہ خوش طبعی سے یہہ افعال کئے ہون بخلاف اوس قول کے
جسکو خلاصہ مین صحیح کہا ہے ھ خلاصہ اور بحرالرائق مین جامع قاضی خان سے اور فتاوی عالمگیری مین فتاوی قاضی خان سے مصرح ہے کہ اگر بال کہینچنا اور گلا
دبانا اور کاٹنا اور چٹکی لینا حالت غضب مین ہے تو حانث ہوگا اور اگر ملاعبت کی حالت مین ہے تو حانث نہوگا یہی قول صحیح ہے تو باوجود تصحیح علماء کے بلادلیل شارح
کا اوسکو مخالف کہنا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی والقصد لیس بشرط فیما ای فی الضرب وقیل شرط علی الاظہر والاشبہ بحر وبه جزم فی الملتقی
والسراجیة اور ضرب مین قصد کرنا شرط نہیں اور بعضون نے کہا قصد شرط ہے بنا بر قول اظہر و اشبہ کے کذا فی البحر اور اسی پر جامع اور سراجیہ مین یقین
کیا ہے واما الایلام فشرط فی الضرب بخلاف ابیکون بدفع بنسطها صابة بدیعة کل سوط اور دیکھا تو ضرب مین شرط ہے اسی پر فتوی ہے اور کفایت کرنا ہے مارنا
کوڑون کا بشرطیکہ مضروب کے بدن کو ہر کوڑا لگے ھ قسم کہائی کہ مثلاً سو کوڑے زید کے ماریگا پہر سو کوڑے اوسنے جمع کئے اور زید کے ایکبار مارے تو حانث نہوگا
بشرطیکہ ہر کوڑا اوسکے بدن پر لگا ہو یعنی اسطرح پر کہ اوسکی اطراف قائمہ یا اعراض مبسوطہ بدن پر لگین بت یا تکلیف کذا فی الفتح واما قوله تعالی وخذ بیدک ضغثاً ای
حزمة ریحان فخصوصیة لرحمة زوجة ایوب علیه السلام فتح اور وہ جو حق تعالے کا قول ہے کہ لے اپنے ہاتہہ مین مٹہا یعنی ریحان کا دستہ سو یہہ
خصوصیت ہے ایوب علیہ السلام کی زوجہ پر باعث رحمت کی کذا فی الفتح ھ رحمت بنت افرائیم بن یوسف علیہ السلام زوجہ تہین ایوب علیہ السلام کی وہ کسی کام کو
گئی تہین وہان دیر لگی حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کہائی کہ سو ضرب ماروںگا حق تعالے نے تحلیل یمین کا طریقہ ارشاد کیا کہ دستہ ریحان اونکو مارین اور ایک دستہ
یہہ ہوگا درخت کی شاخین مارین خلاصہ سوال یہہ ہے کہ تم نے ضرب مین ایلام شرط کیا ہے اور دستہ ریحان کے ضرب مین تکلیف کہان شارح نے جواب دیا کہ یہہ امر مخصوص
ہے زوجہ ایوب علیہ السلام کو یہہ جواب علی سبیل التسلیم ہے اور دوسرا جواب یہہ ہے کہ بالکلیہ عدم الم ضرب ایوب علیہ السلام مین ممنوع ہے علی الخصوص جبکہ دستہ ریحان
تناخون کے ضرب کی تفسیر کشاف مین ہے کہ جواز حیل مین اس آیت کی رخصت آئی ہے کذا فی الفتح والطحطاوی حلف لیضربنه او لیقتلنه والف
مرة فهو علی الکثرة وللمبالغة کحلفه لیضربنه حتی یموت او حتی یقتله او حتی یترکه لاحیا ولا میتا قسم کہائی کہ البتہ ماریگا یا قتل کریگا ہزار مرتبہ تو
ہزار بار تو یہہ کثرت ضرب اور مبالغہ یعنی شدت ضرب پر محمول ہے معنی حقیقی مراد نہین چنانچہ یون قسم کہاتا کہ البتہ اوسکو ماریگا یعنی کوڑون سے کذا فی البحر
یہانتک کہ وہ مرجاوے یا یہانتک کہ وہ مقتول ہوجاوے یا یہانتک کہ اوسکو چہوڑ دیگا ایسا کہ نہ زندہ رہے نہ مردہ تو یہہ بھی کثرت اور شدت ضرب پر محمول ہے حقیقت
ولو قال حتی یغشی علیه او حتی یستغیث او یبکی فعلی الحقیقة اور اگر یون کہا کہ البتہ اوسکو ماریگا یہانتک کہ اوسکو غش آجاوے یا یہانتک کہ وہ فریاد
کرنے لگے یا رونے لگے تو یہہ یمین حقیقت پر ہے نہ مجاز پر تو تاوقتیکہ اوسکو غش نہ آوے یا فریاد نکرے یا نروے قسم پوری نہوگی ان لم اقتل زیداً
فکذا وهو ای زید میت ان علم الحالف بموته حنث والا لا وقد قدمنا علیه لیعطف المسئلة اگر نہ قتل کرون زید کو تو ایسا ہو اور حالانکہ
زید میت ہو اگر حالف اوسکی موت کو جانتا ہے تو حانث ہوگا اور اگر نہین جانتا ہے تو حانث نہوگا اور البتہ اس مسئلہ کو مصنف مقدم ذکر کرچکا ہے مسئلہ مذکورہ کی
علت کے قریب حلف لا یقتل فلاناً بالکوفة فضربه بالسواد ومات بها حنث کحلفه لا یقتله یوم الجمعة فجرحه یوم الخمیس ومات یوم الجمعة
حنث وبعکسه ای ضربه بکوفة وموته بالسواد لا یحنث لان المعتبر زمان الموت ومکانه بشرط کون الضرب والجرح بعد الیمین ظهیریة

قسم کہائی کہ فلانے کو کوفہ مین قتل کریگا پہر اوسکو کوفہ کے دیہات مین مارا اور وہ کوفہ مین مرگیا تو حانث ہوگا چنانچہ اس قسم مین کہ نہ قتل کریگا اوسکو جمعہ کے
دن پہر اوسکو زخمی کیا پنجشنبہ کے دن اور مرگیا وہ جمعہ کے دن تو حانث ہوگا اور اسکو بالعکس مین یعنے کوفہ کے مارنے مین اور دیہات کے مرنے مین حانث
نہوگا اسواسطے کہ زمانہ موت کا معتبر ہے مثال ثانی مین اور مکان معتبر ہے مثال اول مین بشرطیکہ ضرب اور زخم لگانا بعد قسم کے واقع ہوا ہو کذا فی الظہیریۃ
م زبات کوفہ کو سواد اسواسطے کہا کہ وہ شدت سے سرسبز ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا اِن لم تأتِنِی حتّی اَضرِبَکَ فھو علی تیاۃ ضربَہ اولا اور ظہیریۃ
مین ہے اگر تو نہ آویگا میرے پاس تا مین تجکو مارون تو یہہ قسم اوسکے آنے پر ہے خواہ اوسکو بعد آنے کے مارے یا نمارے ہم حتی اس مثال مین لام سببی کے
معنی مین ہے اور لام سببیۃ کا یہہ حکم ہے کہ وجود سبب مشروط ہے نہ وجود مسبب کذا فی الطحطاوی اِن رأیتُہ لااضربنّہ فعلی التراخی مالم ینوِ الفور اگر مین
اوسکو دیکہونگا تو البتہ اوسکو مارونگا تو یہہ مارنا درنگی پر محمول ہے نہ شتابی پر تاوقتیکہ فی الحال مارنے کی نیت نکرے اور اگر فی الحال کی نیت کریگا تو اگر بعد
دیکہنے کے نہ ماریگا تو حانث ہوگا اِن رأیتُکَ فلم اَضرِبکَ فراٰہ الحالفُ وھو مریضٌ لایقدِرُ علی الضربِ حَنِثَ اگر مین تجکو دیکہون سو نمارون
تو ایسا ہو پہر حالف نے اوسکو دیکہا ایسی مرض کے ایسے حال مین کہ اوسکو قدرت نہین ضرب پر تو حانث ہوگا اِن لقیتُکَ فلم اَضرِبکَ فراٰہ من
قدرِ میلٍ لم یحنث بحر اگر مین تجسے ملاقات کرون سو نمارون تو ایسا ہو پہر اوسکو کوس بہر سے دیکہا تو حانث نہوگا کذا فی البحر اسواسطے کہ اتنی دور دیکہنے
کو ملاقات نہین کہتے ہین الشھرُ وما فوقَہ ولوالی الموتِ بعیدٌ وما دونہ قریبٌ فیعتبرُ ذلکَ فی لیقضینّ دینَہ اولایکلِّمہ الی بعیدٍ اوالی
قریبٍ ولفظ العاجلِ والسّریعِ کالقریبِ والآجلِ کالبعیدِ وھٰذا بلانیۃٍ مہینا اور اس سے زیادہ اگرچہ زیادتی تا موت ہو بعید مین
داخل ہے اور مہینے سے کمتر مدت قریب مین داخل ہے تو یہی تفسیر مذکور اس قسم مین معتبر ہوگی کہ اپنا دین کو البتہ ادا کریگا یا مثلاً زید سے کلام نکریگا بعید تک یا قریب
تک اور لفظ عاجل اور سریع کا مانند قریب کے ہی اور لفظ آجل کا بعید کی مانند ہی اور یہہ تقدیر قریب اور بعید کی درصورت عدم نیت ہے م اگر قسم کہائی
کہ قریباً یا عاجلاً یا سریعاً قرض ادا کریگا پہر مہینے کے اندر ادا کیا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کہائی کہ بعید آیا آجلاً ملاقات کریگا تو مہینے کے اندر ملاقات
کرنے سے حانث ہوگا نہ مہینے سے زیادہ مدت مین وان نوی بقریبٍ او بعیدٍ مدۃً معینۃً فیھما فعلی مانوی ویدیّن فیما فیہ تخفیف علیہ اور اگر قریب
اور بعید کے لفظ سے حالف نے مدت معین کی دونون نیت کی تو اوسکی نیت کے موافق اعتبار ہوگا اگرچہ قریب سے ایک سال یا مدت دنیا مراد رکہی تو بہی صحیح ہے
اسواسطے کہ دنیا بنسبت آخرت کے قریب ہی کذا فی النہر اور جس مدت مین حالف پر تخفیف ہوگی اوسمین دیانۃً تصدیق ہوگی نہ قضاءً کذا فی البحر م درصورت
تخفیف دیانۃً تصدیق کرنا بحر الرائق مین بطور بحث کے مذکور ہی شارح نے اوسکو بطور منصوص کے مذکور کیا کذا فی الطحطاوی حلف لایکلّمہ ملیًّا او
طویلاً اِن نوی شیئاً فذلکَ والّا فعلی شھرٍ ویومٍ کذا فی البحر عن الظہیریۃ وفی النہر عن السراج علی شھرٍ قسم کہائی کہ ایک مدت یا زمانہ
دراز تک اوس سے کلام نکریگا اگر حالف نے کچہہ نیت کی تو اوسیقدر معتبر ہے اور اگر کچہہ نیت نہین کی تو ایک مہینے اور ایک دن پر محمول ہوگا کذا فی البحر عن الظہیریۃ
اور نہر الفائق مین سراج سے منقول ہی کہ مہینے پر محمول ہوگا بلا ذکر یوم م ملی بفتح اول و کسر ثانی عبارت ہے مدت زمانی سے اور اسی جہت سے لیل اور نہار
کو ملوان کہتے ہین وکذا کذا یوماً احدَ عشرَ وبالواو احدٌ وعشرونَ وبضعۃَ عشرَ ثلثۃَ عشرَ اور اگر حلف مین کذا کذا یوماً کہا تو گیارہ دن مراد ہین
اور واو عاطفہ سے یعنی یون کہا کذا وکذا یوماً تو اکیس دن مراد ہونگے اور بضعۃ عشر سے تیرہ دن مراد ہین برّ فی حلفہ لیقضینّ دینَہ الیومَ وقضٰی
بنہرجۃ مارُدّہ التجارُ او زُیوفاً مارُدّہ بیتُ المالِ او مستحقۃً للغیر ویعتقُ المکاتبُ بدفعِھا بار ہوگا یعنی حانث نہوگا اپنی اس قسم مین کہ البتہ
آجکے دن اپنا دین ادا کریگا اگر اوسنے دراہم نبہرجہ یا زیوف یا غیر کے حق کے ادا کئے اور مکاتب انکے دینے سے آزاد ہو جاویگا نبہرجہ وہ دراہم ہین جنکو
سوداگر نہ قبول کرتے ہون اور زیوف وہ دراہم ہین جنکو بیت المال سلطانی قبول نکرے م نبہرجہ اور زیوف دراہم مغشوشہ ہین لیکن نبہرجہ مین چاندی
کم ہوتی ہی اور غش یعنی تانبا وغیرہ زیادہ لہذا اہل تجارت مین اسکا دینا لینا رائج نہین اور زیوف مین غش کم ہوتا ہی اور چاندی زیادہ لہذا اہل
تجارت مین اوسکا دینا لینا رائج ہوتا ہی لیکن خزانہ سلطانی مین نہین لیتے اسواسطے کہ وہان کہرا مال لینا معتاد ہی ہرچند نبہرجہ اور زیوف عیب سے خالی نہین

لیکن جب ہر ناجنس کو معدوم نہیں کردیا لہذا اگر طرف ثانی بیع صرف یا بیع سلم میں قبول کرے انکو تو جائز ہے اور اسیطرح قرضہ کے دراہم ستوقہ کو قبضہ کرنا صحیح ہے ولہذا اگر اوسکا مالک اجازت دے تو جائز ہے لفظ نبہرجہ اور زیوف کا عربی لغت نہیں لیکن فقہا میں مستعمل ہے کذا فی نہر الفائق لا لو قضاہا رصاصا او ستوقة وسطها غش لانها ليست من جنس الدراهم ولذا لو تجوز بها في صرف وسلم لم يجز رصاص ہو گا یعنی حانث ہوگا اگر اوسنے دین کو رانگے کے دراہم سے یا ستوقہ سے جنکے بیچ میں غش ہوتا ہے ادا کیا اسواسطے کہ دونوں دراہم کی جنس سے نہیں لہذا اگر انکو صرف اور سلم میں دیگا تو جائز نہیں ہم ستوقہ فارسی معرب ہے سہ تہ کا یعنی تین پرت دونوطرف چاندی اور بیچ میں تانبا یا پیتل یا سیسہ كذا في النهر والطحاوي ونقل مسكين ان النبهرجة اذا غلب عليها النحاس لم توخذ واما الستوقة فانها حرام لانها نحاس ہم مسکین نے رسالہ یوسفیہ سے نقل کیا ہو کہ دراہم نبہرجہ میں جب میل تانبے کا زیادہ ہو تو لینا نچاہیے اور ستوقہ کا لینا تو حرام ہے اسواسطے کہ وہ تانبا ہے انتہی نقلہ ہم اگر نبہرجہ ذکر کیا تو کو لے تو غیر کو دینا بدون آگاہ کردینے کے جائز نہیں كذا في الطحاوي عن ابي السعود وهذه احدى المسائل الخمس التي جعلوا الزيوف فيها كالجياد اور یہ یعنی قضاء دین ان پانچ مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے جنمیں فقہا نے زیوف کو مانند دراہم جید کے قرار دیا ہے ہم امام اسحق ولوالجی نے کتاب الشفعہ کے آخر میں ذکر کیا ہو کہ دراہم زیوف بجائے جید دراہم کے ہیں پانچ صورتوں میں پہلی یہ ہے کہ ایک مرد نے گھر مول لیا کھرے درم سے اور قیمت میں زیوف دیے تو شفیع کھرے درم کر اوسکو لیگا دوسری یہ کہ ایک شخص ضامن ہوا کھرے درم کا اور اوسنے کھوٹے درم دیے تو کفیل کھرے درم لیگا تیسری یہ کہ کھرے درم سے کوئی چیز مول لی اور قیمت کھوٹے دی پھر اوسکو منفعت سے بیچا تو راس المال جید ہوگا چوتھی یہ کہ قسم کھائی کہ دین ادا کریگا پھر زیوف ادا کیے تو حانث نہوگا پانچویں یہ کہ ایک مرد کا قرض جید درم تہا سوا وسنے زیوف کو لیا اور صرف کر ڈالا اور بعد صرف کرنے کے اوسکو کھوٹے ہونے کا علم ہوا تو پھر اوس سے کھرے درم نہیں لے سکتا امام اعظم اور محمد کے نزدیک كذا في [illegible]

وحلفه رب الدين لا تقضين حقك اليوم فجاء به فلم يجده ودفع للقاضي ولو في موضع لا قاضي له حنث به يفتى منية المفتي حانث نہوگا قرضدار قرضخواہ سے یوں قسم کہاتے میں کہ البتہ ادا کریگا تیرا مال آجکے دن پھر وہ مال کو لایا سوا وسنے قرضخواہ کو نہ پایا اور قاضی کو دیا اور اگر اوس مکان میں ہو جہاں قاضی نہیں تو حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے كذا في منية المفتي وكذا يبر لو وجده فاعطاه فلم يقبل فوضعه بحيث تناله يده لو اراد قبضه والا لم يكن له ذلك لا يبر ظهيرية اور اسیطرح حانث نہوگا اگر اوسنے قرضخواہ کو پایا پھر اوسکو مال دیا سوا وسنے قبول نکیا اوس مال کو پہلے اوسنے ایسا قریب رکھدیا کہ اوسکا ہاتھ پہنچ سکے اگر وہ قبض کا ارادہ کرے اور اگر ایسا نہو یعنی اتنی دور ہو کہ اوسکا ہاتھ نہ پہنچ سکے تو بار نہوگا یعنی حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ ومنها حلف ليجهدن في قضاء ما عليه لفلان باع ماله للقاضي بيعه لو دفع الامر اليه ان لم يبع ہو قسم کہائی کہ البتہ کوشش کریگا اوس دین کے ادا کرنے میں جو اوسپر فلانے شخص کا ہے تو وہ اسکی ادای دین کے بیچ ڈالے اپنا مال کو جسکا بیچنا قاضی کو درست ہے اگر قاضی کے پاس نالش ہوئی ہو جب تم ادا کی وكذا يبر بالبيع ونحوه مما تحصل المقاصة فيه به اي بالدين لان الديون تقضى بامثالها اور اسیطرح بار ہوگا بیع مذکور میں بیع کرنے سے بعوض دین کے اور بیع کی مانند وہ عقد ہے جسمیں مقابلہ اور معاوضہ کا ہوتا ہو اسواسطے کہ ادای دین اپنی مانند سے ہوتا ہے ہم یعنی اگر قسم کہائی کہ زید کا دین آج ادا کریگا پھر اوسنے کوئی چیز زید سے بعوض اوسکے دین کے بیچی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسنے دین ادا کر دیا نقد دینا کچھ ضرور نہیں اور بیع کی مانند معاوضہ ہونے میں نکاح ہے مثلا یعنی طالب دین نے اپنی دین دار کی لونڈی سے نکاح کیا اور اپنا دین اوسکا مہر ٹھہرایا تو دین ادا ہوجاویگا حانث نہوگا كذا في الطحطاوي وهبة الدائن الدين من المديون ليس بقضاء لان الهبة اسقاط لا مقاصة اور ہبہ کرنا دائن کا دین کو مدیون سے ادای دین نہیں اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہے اسقاط سے یعنی صاحب دین نے اپنا حق ساقط کر دیا ہبہ معاوضہ نہیں یعنی یہ فعل ہے قرضخواہ کا اور ادای دین حالف کا فعل ہو سو پایا نگیا وحينئذ فلا يحنث لو كانت اليمين موقتة لعدم امكان البر بهبة الدين وامكان البر شرط البقاء كما هو شرط الابتداء كما مر في مسألة الكوز اور اسوقت میں تو حانث نہوگا اگر

یمین موقت ہوگی واسطے عدم امکان بر یمین کے ساتھ ہبہ کر دینے دین کے یعنی بعد ہبہ کر دینے دین کے ادای دین ممکن نہین اور امکان بر یمین شرط ہی بقاء
یمین کی جیسا کہ وہی شرط ہی ابتداء یمین کی جیسا کہ مسئلہ کوزہ مین مذکور ہوچکا هم اگر یمین موقت ہو اسطرح کہ واللہ آج کے دن دین ادا کریگا تو بعد گذرنے
دن کے حانث ہوگا اور اگر مطلق یمین ہو اسطرح کہ فلانے کا دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کے حانث ہوگا اسواسطے کہ مطلق مین امکان بر بقاء یمین مین شرط نہین
بلکہ ابتداء یمین مین شرط ہی اور جبکہ حالف نے قسم کھائی تھی اوسوقت امکان بر ثابت تہا تو یمین صحیح ہوگئی پہر حانث ہوا بعد گذرنے اسقدر مدت کے
جسمین حالف ادای دین پر قادر تہا بسبب نہ ہونے بر یمین کے ہبہ سے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ وعلیہ لو حلف لیقضین دینہ غدا فقضاہ الیوم
او حلف لیقتلن فلانا غدا فمات الیوم او حلف لیأکلن ھذا الرغیف غدا فاکلہ الیوم لم یحنث زیلعی اور بنا بر شرط مذکور کے اگر قسم کھائی
کہ البتہ اُسکا دین ادا کریگا کل پہر آج ادسکو کر دیا یا قسم کھائی کہ مقرر فلانے شخص کو کل قتل کریگا پہر وہ آج مر گیا یا قسم کھائی کہ البتہ اس روٹی کو کل کھا
کھاونگا پہر اوسکو آج کہا گیا تو حانث نہوگا کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ نہونے مورد تو نہین امکان بر یمین کا کل کے دن فوت ہوگیا حلف لیقضین دین
فلان فامر غیرہ بالاداء او احالہ فقبض بر وان قضی عنہ متبرع لا بر ظہیریہ قسم کھائی کہ البتہ فلانے کا دین ادا کریگا پہر اوسنے غیر شخص
کو ادا کرنے کا امر کیا یا غیر شخص پر ادای دین کا حوالہ کیا پہر قرضخواہ نے اوسپر قبضہ کر لیا تو حانث نہوگا اور اگر اوسکی طرف سے کسی شخص نے بلا علم حالف
بطور احسان کے ادا کیا تو حانث ہوگا کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ یہہ ادا کرنا حالف کیطرف منسوب نہین ہوسکتا وفیہا حلف لا یفارق غریمہ
حتی یستوفی فقعد بحیث یراہ او یحفظہ فلیس بمفارق ولو نام او غفل او شغلہ انسان بالکلام او منعہ عن الملازمۃ حتی ھرب غریمہ لم یحنث
اور ظہیریہ مین ہی قسم کھائی کہ اپنے قرضدار کو نہ چھوڑیگا یہانتک کہ اپنا قرض پاوے پہر حالف بیٹھا ایسے مکان مین کہ قرضدار کو دیکھتا ہوا اور اوسکی
حفاظت کرتا ہو تو وہ اُسکا چھوڑنیوالا نہین یعنی حانث نہین اور اگر قرضخواہ سو گیا یا غافل ہوگیا یا کسی آدمی نے اوسکو باتون مین لگایا یا اوسکو کسی نے
اوسکے ساتھ رہنے سے روکا یہان تک کہ قرضدار بھاگ گیا تو حالف حانث نہوگا هم منح الغفار اور بحر الرائق مین یراہ و یحفظہ ہی لہذا واو عاطفہ کا ترجمہ
کیا ولو حلف بطلاقہا ان یعطیہا کل یوم درھما ثم بدا لہ فعمد الیہا عند الغروب او عند العشاء قال اذا لم یخل یوما ولیلۃ عن دفع
درھم لم یحنث اور اگر عورت کی طلاق کی قسم کھائی کہ اوسکو ہر روز ایکدرم دیا کریگا پہر گاہی اوسکو غروب کے وقت درم دی یا عشا کیوقت صاحب مجموع
النوازل نے کہا کہ جب رات اور دن درم دینے سے خالی نہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح عن البحر هم اکثر نسخون مین بدفع الیہ ہے اور ایک نسخہ مکتوبہ عرب مین
بدفع الیہا تہا اور چونکہ یہی نسخہ صحیح تہا اور موافق منح الغفار کے لہذا اسیکو اختیار کیا حلف لا یقبض دینہ من غریمہ درھما دون درھم
فقبض بعضہ لا یحنث حتی یقبض کلہ قبضا متفرقا لوجود شرط الحنث وھو قبض الکل بصفۃ التفریق قسم کھائی کہ اپنا قرض اپنے قرضدار
سے ایک ایک درم نہ قبضہ کریگا پہر تہوڑا قرض قبضہ مین کیا مثلا پانچدرم یا دس درم تو حانث نہوگا یہانتک کہ سب قرض کو بطور متفرق لے اور اگر سب قرض
کو متفرق ایک ایک درم لیگا تو البتہ حانث ہوگا کہ سب پائی جاتی حنث کی شرط کے یعنی قبض کرنا کل قرض کا بطور تفریق کے لا یحنث اذا قبضہ بتفریق
ضروری کان قبضہ کلہ بوزنین لانہ لا یعد تفریقا عرفا ما دام فی عمل الوزن قسم مذکور مین حانث نہوگا جبکہ قرض کو بتفریق ضروری قبضہ کرے
چنانچہ سب قرض کو دو بار یا زیادہ کے تولنے سے قبضہ کرے اسواسطے کہ عرف مین اسکو تفریق نہین کہتے جبتک کہ وہ تولنے مین مشغول ہی اسواسطے کہ کاہی تولنا
سب دین کا متعذر ہوتا ہے تو اسقدر تفریق ضروری مستثنی ہوتی ہے عرف مین کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی لا یأخذ مالہ علی فلان الا جملۃ او الا
جمعا فترک منہ درھما ثم اخذ الباقی کیف شاء لا یحنث ظہیریہ وھو الحیلۃ فی عدم حنثہ فی المسئلۃ الاولی قسم کھائی کہ نہ لیگا اپنا
سب مال جو فلانے پر دین ہی مگر یکبارگی پہر حالف نے اوسمین سے ایکدرم چھوڑا پہر باقی کو لیا جسطرح چاہا خواہ جدا جدا خواہ یکبارگی تو حانث نہوگا کذا فی
الظہیریۃ اسواسطے کہ اوسنے سب مال کو متفرق نہین لیا اور سارے مال کا متفرق لینا یہی شرط تہی حنث کی اور یہی حیلہ ہی پہلے مسئلہ کے عدم حنث مین یعنی اگر
قسم کھائی کہ اپنا دین ایک ایک درم نہ لیگا تو متفرق لینے کا یہہ حیلہ ہی کہ ایک درم چھوڑکر جسطرح چاہے لے کما لا یحنث من قال ان کان لی

الا مائة او غيرها وسوى مائة وكذا يملكها اى المائة او بعضها لان غرضه نفي الزيادة على المائة وحنث بالزيادة لو مما فيه الزكوة والا لا
چنانچہ حانث نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر میری ملک میں درم ہوں مگر سو یا اسکے پاس غیر سو یا سوا سو درم کے ہوں تو ایسا ہو حانث نہوگا سو یا کم سو
درم کے مالک ہونیسے اسواسطے کہ غرض اس کلام سے سو درم کی زیادتی کی نفی ہے اور حانث ہوگا سو درم پر زیادہ ہونے سے اگر زیادتی اُس جنس سے ہو جسمیں زکوۃ
واجب ہوتی ہے اور نہیں تو حانث نہیں م یعنی اگر سو درم سے زیادہ زکوۃ والا مال ہو اگرچہ درم نہوں بلکہ دینار یا مال تجارت یا سوائم ہوں تو حانث
ہوگا اگرچہ زیادتی نصاب کو نہ پہنچے اور اگر زیادتی زکوۃ والے مال کی نہو مثلاً خدمت کا غلام ہو یا گھر یا اسباب غیر تجارت کا ہو تو حانث نہوگا کذا فی المنبع
لو قال امرأته كذا ان كان له مال وله عروض وضياع ودور لغير التجارة لم يحنث خزانة اكمل یہانتک کہ اگر شخص نے کہا کہ اوسکی زوجہ
مطلقہ ہے اگر اوسکے پاس مال ہو اور حالانکہ اوسکے پاس اسباب اور زمین اور گھر ہیں بغیر تجارت کے تو حانث نہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل م تو اس سے معلوم ہوا
کہ مال وہ کہلاتا ہے جسمیں زکوۃ واجب ہے حلف لا يفعل كذا تركه على الابد لان الفعل يقتضي مصدرا منكرا والنكرة في النفي تعم قسم کھائی کہ ایسا
نکریگا یعنی مثلاً نماریگا یا کلام نکریگا تو اُس فعل کو ترک کرے ہمیشہ اسواسطے کہ فعل مقتضی ہے مصدر منکر کا مثلاً مثال مذکور میں ضرب اور کلام مصدر منکر ہے اور
نکرہ نفی میں عام ہوتا ہے جمیع اوقات استقبال کو تو گویا اوسنے یوں کہا کہ جمیع اوقات مستقبلہ میں نماریگا یا کلام نکریگا حلبی نے کہا کہ عموم نہیں ہوتا مگر نکرہ صریحہ
میں اور ثبوت مصدر کا فعل میں ضمنی اور ضروری ہے نہ صریح علاوہ اسکے محیط میں سیبویہ سے منقول ہے کہ فعل میں عموم نہیں کذا فی الطحطاوی فلو فعل المحلوف
عليه مرة حنث وانحلت يمينه وما في شرح المجمع من عدمه سهو پھر اگر قسم مذکور کہا کر محلوف علیہ کو ایکبار کیا مثلاً ضرب یا کلام ایکبار واقع ہوا
تو حالف حانث ہوگیا اور یمین کھل گئی منعقد نرہی اور جو کہ ابن ملک کی شرح مجمع میں ہے عدم انحلال یمین کا سو سہو ہے نصوص فقہا سے بلکہ خود انکی تصریح سے جسکی
توضیح کر چکا ہے کتاب الطلاق وغیرہ میں کذا فی النہر فلو فعله مرة اخرى لا يحنث الا في كلما پھر بعد کھلجانے یمین کے اگر دوسری بار وہی فعل کریگا تو حانث
نہوگا مگر کلما کے لفظ میں البتہ حانث ہوگا اسواسطے کہ کلما تکرار کا مقتضی ہے لیکن طلاق میں طلقات ثلثہ سے تکرار منتہی ہو جاتی ہے کذا فی النہر ولو وقتها بوقت
كوالله لا افعل اليوم فمضى اليوم قبل الفعل بر لوجود ترك الفعل في اليوم كله اور اگر یمین مذکور کو مقید کیا ایکوقت سے چنانچہ یوں کہا کہ ایسا نکریگا
آجکے دن پھر دن گذر گیا قبل فعل کے تو حانث نہوگا بسبب پائے جانے ترک فعل کے سارے دن وكذا ان هلك الحالف والمحلوف عليه لتحقق العدم
ولو جن الحالف في يومه حنث عندنا خلافا لاحمد اور اسیطرح اگر ہلاک ہوگیا حالف یا محلوف علیہ تو حانث نہوگا بسبب متحقق ہونے عدم فعل کے اور
اگر مجنون ہوگیا حالف اوسدن تو حانث ہوگا ہمارے نزدیک بخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے کذا فی النہر م موضوع مسئلہ فتح القدیر میں کلام مثبت ہے
نہ منفی صورت اوسکی یہہ ہے قسم کہائی کہ اس روٹی کو آجکے دن کھاؤنگا پھر اوسیدن حالف مجنون ہوگیا اور اوسنے نہ کہایا تو حانث ہوگا اور نفی کیصورت میں جبکہ
مجنون ہوگا اور کہاویگا تو بلاشک حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو حلف ليفعلن بر مرة لان النكرة في الاثبات تخص والواحد هو المتيقن و
لو قيدها بوقت فمضى قبل الفعل حنث ان بقي الامكان والا لا كفواته بموته او بفوت المحل قبل مضيه كما مر في مسئلة الكوز
اور اگر قسم کہائی کہ البتہ ایسا کریگا تو بار ہوگا یہ یمین ایکبار کے کرنے سے اسواسطے کہ نکرہ یعنی مصدر منکر اثبات میں خاص ہو جاتا ہے اور واحد تو وہی متیقن
ہے اور اگر یمین مذکور کو کسیوقت سے مقید کیا پھر وہ وقت گذر گیا قبل فعل کے تو حانث ہوگا اگر امکان بر یمین باقی رہا ہوگا اور اگر امکان باقی نرہا ہو اسطرحپر کہ
حالف کے مرنے سے یا فوت ہونے محل یمین سے یا یوں ہی واقع ہوگئی ہو تو یمین اوسکی باطل ہو جاویگی چنانچہ مسئلۃ الکوز میں مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی حلف
وال ليعلمنه بكل داعر دخل البلد تقيد حلفه بقيام ولايته بيان لكون اليمين المطلقة تصير مقيدة بدلالة الحال قسم کہلائی حاکم
نے اگر کسی کو کہ اوسکو اطلاع کردیا کرے ہر مفسد کی جو شہر میں آوے تو یہہ حلف اوسکی حکومت کے قائم رہنے کے ساتھ مقید ہے شارح کہتا ہے یہہ بیان ہے یمین
مطلق کے ہو جانیکا مقید دلالت حال سے یعنی مقصود اس قسم لینے سے دفع فساد مفسدین ہے اور دفع فساد بعد زوال حکومت کے متصور نہیں لہذا یہہ یمین زمانہ
حکومت سے مقید ہوئی واذا زال الولاية ... منع فساد ويقتضي تقييده بعينه لغو عليه واذا سقطت لا تعود اور لائق ہے مقید کرنا اس یمین کا

علم حالف کے اور جبکہ یمین ساقط ہوگی بسبب زوال حکومت کے تو اعادہ یمین کا نہوگا حکومت کے اعادہ سے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا یہہ بحث ہی صاحب
فتح القدیر کی اور ظاہر الروایۃ یہہ ہی کہ اطلاع کرنا مجرد دخول مفسد کے لازم نہیں لیکن تاموت یا معزولی حاکم تاخیر اعلام جائز نہیں کذا فی العنایۃ والزیلعی
تو تعجب ہی شارح سے کہ بحث کو ذکر کرتا ہے اور ظاہر الروایت کو ترک کرتا ہی ولو ترقی بلا عزل الی منصب اعلیٰ فالیمین باقیۃ لزیادۃ تمکنہ فتح اور اگر قسم لیجے
والے حاکم نے بلا معزولی ترقی کی اعلے منصب کیطرف تو یمین مذکور باقی ہی بسبب اوسکی زیادتی قدرت کے کذا فی الفتح م طحطاوی نے کہا مسئلہ ترقی حکومت یہ بحث
ہے صاحب بحر کی۔ صاحب فتح القدیر کی تو لفظ فتح کا بعد لاتعود کے مذکور کرنا بہتر تھا ومن ہذا الجنس مسائل منہا ما ذکرہ بقولہ کما لو حلف
رب الدین غریمہ او الکفیل بامر المکفول عنہ ان لا یخرج من البلد الا باذنہ تقید بالخروج حال قیام الدین والکفالۃ لان الاذن
انما یصح ممن لہ ولایۃ المنع حال قیامہ اور اسی قبیل سے چند مسائل ہیں جنمیں یمین مطلق بدلالت حال مقید ہی اگرچہ بیان منصوص سے اونمیں سے بعض مسائل کو مصنف
نے اپنے اس قول سے ذکر کیا جیسے قسم دلائی صاحب دین نے مدیون کو یا اوس الضامن کو جو بامر مکفول عنہ ضامن ہوا ہی اسکی قسم دلائی کہ شہر سے باہر نجاوے
بدون اوسکی اذن کے تو مقید ہوگا نکلنا قیام دین اور ضمانت کیوقت کے ساتھہ مطلقاً اسواسطے کہ اذن لینا صحیح نہیں مگر اس شخص سے جسکو قدرت ہی روکنیکی
تاوقت قیام قدرت ومنہا لو حلف لا تخرج امراتہ الا باذنہ تقید بحال قیام الزوجیۃ بخلاف لا تخرج امراتہ من الدار لعدم دلالۃ التقیید
زیلعی اور مسائل مذکورہ میں سے یہ مسئلہ ہی اگر قسم کہائی کہ نہ نکلیگی عورت اوسکی مگر اوسکی اذن سے تو یمین مقید ہوگی ساتھہ حالت قیام زوجیت کے بخلاف
اس قول کے کہ نہ نکلیگی عورت اوسکی گہر سے کہ یہہ یمین مقید بحال زوجیت نہیں بسبب عدم دلالت تقیید کے کذا فی الزیلعی م یعنی مثال اول میں اذن قرینہ ہی قیام
زوجیت کا اور مثال ثانی میں کوئی قرینہ زوجیت کا نہیں طحطاوی نے کہا کہ مثال ثانی میں دلالت زوجیت کی موجود ہی یعنی اضافت اسواسطے کہ بعد انقضاے
عدت کے اوسکی عورت نباقی رہیگی حلف لیہبن فلانا فوہبہ لہ فلم یقبل بر وکذا کل عقد تبرع کعاریۃ ووصیۃ واقرار اگر قسم کہائی کہ
ہبہ کریگا فلانے کو پہر اوسکو اوسکو ہبہ کیا اور اوسنے قبول کیا تو حانث نہوگا اور اسیطرح کا حکم ہی ہر عقد تبرع میں جسمیں احسان ہی معاوضہ نہیں جیسے عاریت
دینا یا کسیکو مال کی وصیت کرنا یا مال کا اقرار غیر کیواسطے کرنا بخلاف البیع ونحوہ حیث لا یبر بلا قبول وکذا فی طرف النفی بخلاف بیع اور مانند
بیع کی یمین میں کیونکہ حانث ہوگا بدون قبول کے اور یہی حکم ہی طرف نفی میں ھم مانند بیع کی اجارہ اور صرف اور سلم اور نکاح اور رہن اور خلع ہی کذا فی النہر اور
طرف نفی کی یہہ مثال ہی قسم کہائی کہ ہبہ نکریگا تو فقط ایجاب سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان عقود التبرع تتم بازاء الایجاب فقط و
المعاوضات بازاء الایجاب والقبول معا اور قاعدہ مسائل مذکورہ میں یہہ ہی کہ تبرعات کے عقود فقط بمقابلہ ایجاب تمام ہوتے ہیں اور معاوضات کے
عقود بمقابلہ ایجاب اور قبول کے ساتہہ ہی ہوتے ہیں وحضرۃ الموہوب لہ شرط فی الحنث فلو وہب الحالف لغائب لم یحنث اتفاقا ابن
ملک فلیحفظ اور ہبہ کی یمین میں حاضر ہونا موہوب لہ کا شرط ہی حنث میں تو اگر حالف ہبہ کریگا غائب موہوب لہ کو تو حانث نہوگا باتفاق مشائخ اور ذکر کے
کذا فی شرح ابن ملک تو اسکو یاد رکہنا چاہیے لا یحنث فی حلفہ لا یشم ریحانا لو شم وردا او یاسمینا والمعول علیہ العرف فتح اس قسم میں
کہ ریحان کو نہ سونگہیگا حانث نہوگا گلاب اور چنبیلی کے سونگہنے سے اور اسمیں معتمد علیہ عرف ہی کذا فی فتح القدیر ھم مغرب میں مذکور ہی کہ ریحان لغت عرب
میں ہر خوشبودار گہاس کو کہتے ہیں اور فقہا کے نزدیک ریحان وہ ہی جسکی شاخ اور پتی خوشبودار ہو وغیر ذلک من الاقوال اور ہمارے دیار میں یعنی مصر
اسکندریہ میں واجب ہی کہ ریحان سے ریحان حماحم مراد ہو بسبب عرف کے کذا فی فتح القدیر ملخصا خلاصہ یہہ ہی کہ ہر ملک کے عرف کا اعتبار ہی قسم میں اہل شہر
ریحان کو لمسی اور تودنا مرزا بولتے ہیں وایمان الشم تقع علی الشم المقصود فلا یحنث لو حلف لا یشم طیبا فوجد ریحہ وان دخلت الی دماغہ فتح اور قسم سونگہنے کی واقع ہوتی ہی بالقصد سونگہنے پر تو حانث نہوگا اگر قسم کہائی کہ خوشبو نہ سونگہیگا پہر اوسکو بو معلوم ہوئی اگرچہ
داخل ہوگئی ہو بو اوسکے دماغ میں کذا فی الفتح والحنث فی حلفہ لا یشتری بنفسجا او وردا بشراء ورقہما لا دہنہما للعرف اور
قسم میں کہ خرید نکریگا بنفشہ اور گلاب کو حانث ہوگا بنفشہ اور گلاب کی پتیوں کے خرید کرنے سے نہ بنفشہ اور گلاب کے تیل خرید کرنے سے بسبب عرف کے ھم

ثابت پر نہیں اور ورد کا اطلاق ہو نہ قول پر یہہ عرف ہی صاحب کافی اور صاحب فتح القدیر کا اور اگر کہیں عرف بدلجاوے تو عرف حالف ہی معتبر ہوگا اسواسطے کہ مدار
قسم کا حالف کے عرف پر ہے نہ فقہا مصنفین کے عرف پر حلف لا یتزوج فزوجه فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنه الکتابة خلافا
لابن سماعة لا یحنث به یفتی خانیة قسم کہائی کہ نکاح اپنا نکریگا پہر اوسکا نکاح فضولی نے کر دیا سو حالف نے نکاح کو اپنے قول سے جائز رکہا تو حانث ہوگا اور
اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ اور اجازت فعلی مین اجازت بالکتابت بہی داخل ہے یعنی اگر لکہہ دیا کہ مین نے نکاح قبول کیا
تو بہی حانث نہوگا خلافا لابن سماعہ کہ اوسکے نزدیک کتابت مانند قول کے ہے ھ طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح لفظ افتا کو اجازت قولی کے پاس ذکر کرتا
اسواسطے کہ خانیہ مین فتوی کا لفظ اجازت قولی ہی مین مذکور ہے نہ اجازت فعلی مین ولو زوجه فضولی ثم حلف لا یتزوج لا یحنث بالقول ایضا اتفاقا
لاستنادها لوقت العقد اور اگر نکاح کر دیا اوسکا فضولی نے پہر اوسنے قسم کہائی کہ نکاح نکریگا تو حانث نہوگا اجازت قولی سے بہی بالاتفاق بسبب
منسوب ہونے اجازت کے عقد کے وقت کی طرف اور عقد کا وقت قبل حلف کے تہا کل امرأة تدخل فی نکاحی او تصیر حلالا لی فکذا فاجاز نکاح فضولی
بالفعل لا یحنث بخلاف کل عبد یدخل فی ملکی فهو حر فاجاز بالفعل حنث اتفاقا لکثرة اسباب الملک عمادیہ کہا اگر کسی نے جو عورت کہ میرے نکاح
مین داخل ہو یا یون کہا کہ جو عورت مجہہ پر حلال ہو جاوے وہ مطلقہ ہے پہر اوسنے نکاح فضولی کو باجازت فعلی جائز رکہا تو حانث نہوگا اور اجازت قولی سے حانث ہوگا کما
فی البحر بخلاف اس قول کے کہ جو غلام کہ میری ملک مین داخل ہوگا وہ آزاد ہے پہر غلام کی بیع فضولی باجازت فعلی جائز رکہی تو حانث ہوگا بسبب کثرت اسباب
ملک کے کذا فی العمادیہ ھ یعنی مالک ہونے کے اسباب بہت ہین جیسا کہ خرید کرنا یا وراثت پانا یا ہبہ یا وصیت اور دخول فی النکاح کا ایک ہی سبب ہے یعنی نکاح
کرنا اور وہ منحصر ہے قبول سے تو نکاح مین کچہہ فرق نہین ہوسکتا صریح اور غیر صریح مین کذا فی الطحطاوی وغیرہ حلف لا یطلق فاجاز طلاق فضولی قولا او
فعلا فهو کالنکاح غیر ان سوق المهر لیس باجازة لوجوبه قبل الطلاق اھ عمادیہ مین ہے قسم کہائی کہ طلاق نہ دیگا پہر اوسنے فضولی کی طلاق کو جائز رکہا خواہ
باجازت قولی یا فعلی تو وہ یعنی طلاق مانند نکاح کی ہے سوا اتنی بات کے کہ مہر دینا اجازت فعلی نہین طلاق مین بسبب واجب ہونے مہر کے قبل طلاق کے یعنی بخلاف نکاح کے
اسواسطے کہ مہر خصائص نکاح سے ہے ھ جب طلاق مانند نکاح کے ہوئی تو اجازت فعلی سے طلاق مین حانث نہوگا بلکہ اجازت قولی سے حانث ہوگا اجازت فعلی
طلاق کی اسطرح کہ عورت کا اسباب اپنے گہر سے نکالدے لیکن طلاق ہر صورت واقع ہوگی یہان کلام ہے حانث ہونے یا نہونے مین کذا فی الطحطاوی وقال
لامرأة الغیر ان دخلت دار فلان فانت طالق فاجاز الزوج فدخلت طلقت کہا فضولی نے غیر کی عورت کو اگر تو فلانے کے گہر مین داخل
ہوگی تو تو مطلقہ ہے پہر زوج نے یہہ تعلیق فضولی کی جائز رکہی پہر وہ داخل ہوئی تو عورت مطلقہ ہوگی ومثله فی عدم حنثه باجازته فعلا ما یکتبه
الموثقون فی التعالیق من نحو قوله ان تزوجت بامرأة بنفسی او بوکیلی او بفضولی او دخلت فی نکاحی بوجه ما تکن زوجته طالقا
لان قوله او بفضولی الخ عطف علی قوله بنفسی ومعموله تزوجت وهو خاص بالقول اور مسئلہ سابقہ کی مانند ہے نہ حانث ہونے مین اجازت فعلی سے
وہ اقرار نامہ جسکو دار القضا کے وثائق نویس تعالیق مین زوج کیطرف سے اسطرح لکہتے ہین کہ اگر مین نکاح کرون کسی عورت سے خود آپ یا میرا وکیل یا بواسطہ
فضولی کے نکاح کرون یا عورت داخل ہووے میرے نکاح مین کسیطرح تو ہوگی زوجہ اوسکی مطلقہ اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکا قول او بفضولی عطف ہے
بنفسی کے قول پر اور عامل اوسکا تزوجت ہے اور تزوج مخصوص ہے ساتہہ قول کے ھ زوجہ اسواسطے اقرار نامہ لکہواتی ہے دار القضا مین تاکہ زوج دوسرا
نکاح نکرسکے سوا اس اقرار نامہ سے زوج اصالۃ یا وکالۃ یا نکاح فضولی باجازت قولی نہین کرسکتا لیکن نکاح فضولی کو باجازت فعلی کرسکتا ہے شارح نے
اسکے سدباب کا بہی طریقہ آیندہ قول مین بتایا وانما ینسد باب الفضولی لو زاد او اجزت نکاح فضولی ولو بالفعل فلا مخلص له الا اذا کان
المعلق طلاق المتزوجة فیرفع الامر الی شافعی لیفسخ الیمین المضافة وقدمنا فی التعلیق ان الافتاء کاف فی ذلک مجمع اور فضولی کے
نکاح کا سدباب تب اسیطرح ہوگا اگر زوج اقرار نامہ مذکورہ مین اتنا مضمون زیادہ لکہدے یا مین نکاح فضولی کو جائز رکہون اگرچہ باجازت فعلی جائز
رکہون تو کوئی احتمال خلاصی وغیرہ والی نہین واسطے جواز نکاح کے مگر جبکہ منکوحہ مستعدہ کی طلاق معلق ہو تو قاضی شافعی کیطرف زوج مقدمہ رجوع کرے

تاکہ وہ یمین مضاف باضافت الی الملک کو منسوخ کر دے اور کتاب الطلاق کے باب تعلیق الطلاق مین ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کہ اسمین فتوی دینا بھی کافی ہے کذا
فے البحر ہم یعنی اس روایت پر فتوی دینا جو امام محمد سے مروی ہے جسپر علماء خوارزم کا فتوی ہے کہ یمین مضاف باضافت الی الملک واقع نہین ہوتی بلکہ
نہر الفائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ محمد کا یہی قول ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی حلف لا یدخل دار فلان یتناول المملوکۃ والمستاجرۃ والمستعارۃ
لان المراد بہ المسکن عرفا ولا بد ان تکون سکنا لا بطریق التبعیۃ فلو حلف لا یدخل دار فلانۃ یدخل دارھا وزوجھا ساکن بھا لم یحنث
لان الدار انما تنسب الی الساکن وھو الزوج بحر عن الواقعات قسم کھائی کہ داخل نہوگا فلانے کے گھر مین تو یہہ قول مملوک اور کرایہ اور عاریت
کے گھر کو شامل ہے بطریق عموم مجاز کے اسواسطے کہ مراد گھر سے مکان سکونت ہے عرف مین اور ضرور ہے کہ سکونت محلوف علیہ کی بالاصالت ہو نہ بطریق تبعیت کے تو اگر قسم
کھائی کہ فلانی عورت کے گھر مین نہ داخل ہوگا پھر داخل ہوا اوس عورت کے اوس مملوک گھر مین جسمین اوسکا زوج رہتا ہے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر منسوب ہوتا ہے رہنے
والے کیطرف اور رہنے والا زوج ہے کذا فے النہر عن الواقعات اور گھر اگرچہ زوجہ کا مملوک ہے لیکن اوسکی سکونت باتباع زوج ہے نہ بالاصالت لا یحنث فی
حلفہ انہ لا مال لہ ولہ دین علی مفلس بتشدید اللام ای محکوم بافلاسہ او علی ملی غنی لان الدین لیس بمال بل وصف فی الذمۃ لا یتصور قبضہ حقیقۃ
اور حانث نہوگا اس قسم مین کہ البتہ اوسکا کچھ مال نہین حالانکہ اوسکا دین ہے اوس شخص پر جسکو مفلس ٹھیرا کر قاضی نے حکم دیا یا اوسکا دین ہے مالدار پر تو بھی حانث
نہوگا اسواسطے کہ دین مال نہین یعنی بالفعل بلکہ دین وصف ہے ذمہ مین یعنی دین عبارت ہے شغل ذمہ سے متصور نہین قبضہ کرنا دین کا فے الحقیقت لہذا فقہا نے کہا ہے
کہ قضاء دین بالمثل ہوتی ہے ہم مفلس تشدید لام اوس محتاج کو کہتے ہین جسکے افلاس پر قاضی نے حکم کر دیا ہو تا کوئی اوس سے خرید و فروخت نکرے اور لفظ غنی کا تفسیر
ہے لفظ ملی کی بحذف حرف تفسیر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال لغیرہ واللہ لتفعلن کذا فھو حالف فان لم یفعلہ المخاطب حنث الا اذا نوی
الاستحلاف مثلا زید نے کہا اپنے غیر سے واللہ البتہ تو ایسا کریگا تو زید یہی حالف ہے تو اگر مخاطب نے وہ فعل نکیا تو زید حانث ہوگا تا وقتیکہ زید اس کلام سے مخاطب کو
قسم دلانے کی نیت نکرے ہم اور اگر مخاطب کے استحلاف کی نیت کریگا تو زید حانث نہوگا کذا فے الطحطاوی عن البحر قال لغیرہ اقسمت علیک باللہ او لم یقل
علیک لتفعلن کذا فالحالف ہو المبتدی الا ان ینوی الاستفہام مثلا زید نے غیر سے کہا کہ مین قسم دیتا ہون تجھکو اللہ کی یا فقط اقسمت باللہ کہا بدون
علیک کے یعنی قسم دیتا ہون اللہ کی کہ البتہ تو ایسا کریگا تو قسم کہانیوالا وہی زید ہے جسنے اول یہ کلام کیا تا وقتیکہ اس کلام سے استفہام کی نیت نکرے ہم اور اگر استفہام
کی نیت بحذف ہمزہ استفہام کریگا تو کوئی حالف نہوگا لیکن خود اپنے حلف سے استفہام کرنا بمعنی امر ہے کذا فے الطحطاوی ولو قال علیک عہد اللہ ان فعلت
کذا فقال نعم فالحالف المجیب اور اگر غیر سے یون کہا کہ تجھپر عہد ہے خدا کا اگر تو ایسا کرے سو اوسنے کہا کہ ہان تو قسم کہانیوالا مجیب ہے نہ مبتدی اسواسطے کہ
جواب متضمن سوال کا ہوتا ہے لا یدخل فلان دارہ فقیدہ علی النہی ان لم یملک منعہ والا فعلی النہی والمنع جمیعا قسم کہائی کہ فلانا شخص اوسکے گھر مین
داخل نہوگا تو یمین اوسکی زبانی منع کرنے پر ہے اگر اوسکو روک نہ سکتا ہو اور اگر حالف کو روکنے کی قدرت ہو تو یمین اوسکی زبانی منع کرنے اور ہاتھ سے روکنے پر دونون پر
ہوگی ہم اگر ہاتھ سے روکیگا اور زبان سے نہ روکیگا تو ظاہرا حانث ہوگا اجر دارہ ثم حلف انہ لا یترکہ فیہا لم یحنث بترکہ فیہا اپنا گھر کرایہ کو دیا پھر قسم کہائی
کہ کرایہ دار کو اوسمین نہ چھوڑیگا تو حانث نہوگا یون کہنے سے کہ نکل ہم اسواسطے کہ اوسنے اوس چیز کی قسم کہائی جسکا مالک نہین کیونکہ مالک رہنے کا کرایہ دار ہے بسبب اجارہ
دینے کے لہذا اخراج زبانی عدم حنث مین کافی ہے لا یدع مالہ الیوم علی غریمہ فقدمہ للقاضی وحلفہ قسم کہائی کہ اپنا مال آجکے دن ہاتھ قرضدار پر
نہ چھوڑیگا پھر اوسکو قاضی کے پاس پکڑ لیگیا قاضی نے مدیون کو قسم دلائی تو قرضخواہ حانث نہوگا ہم یعنی قرضخواہ کے پاس گواہ نہ تھے اثبات قرض کے اور مدیون
منکر ہوا قرض سے تب قسم لی قاضی نے اوسنے قسم کہائی کہ مین اسکا قرضدار نہین تو اب حالف حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکا مال ہی ثابت نہوا کہ مال کا چھوڑنا اور
صادق آوے تو یمین غیر متصور ہے یا یہ وجہ ہے عدم حنث کی کہ حالف نے اپنا مال نہین چھوڑا بلکہ قاضی نے اوسکو مطالبہ سے روکا کذا فی الطحطاوی قیل لہ ان
کنت فعلت کذا فامرأتک طالق فقال نعم وقد کان فعل طلقت کسی نے کہا مثلا زید سے کہ اگر تو نے ایسا کیا ہو تو تیری عورت مطلقہ ہے تو زید نے کہا
ہان اور حالانکہ زید وہ فعل کر چکا تھا تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ مضمون سوال عود کرتا ہے جواب مین تو گویا اوسنے یون کہا کہ اگر مین نے ایسا کیا ہو تو زوجہ

ل بر سہو کر تبسم ان کا کرسکا کو نسخہ یونس مین سے سمجھکر یہ لکھا حالانکہ کتاب غنی میم ذبر کو کہتے ہین جو دولتمند ہو کرکے ہی ہو اور یہی لفظ غنی سے سمجھی کی نسخے تو فتح زیر ذمہ الما سبکا غلام

مسئلہ من الاشباہ القاعدۃ الحادیۃ عشر السوال معاد فی الجواب فلو قال امرأۃ زید طالق و عبدہ حر و علیہ المشی الی بیت
اللہ ان فعل کذا فقال زید نعم کان حالفا الخ اور اشباہ میں لکہا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ مضمون سوال کا عود کرتا ہے جواب میں کہا کسی نے کہ تم
زید کی مطلقہ ہے اور غلام اسکا آزاد ہے اور اوسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا واجب ہے اگر اوسنے ایسا کیا ہو اور زید نے کہا کہ ہان تو زید حالف ہوگا الی قولہ
یعنی اگر فعل مذکور کریگا تو زوجہ اوسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اوسکا آزاد ہو جاویگا اور اوسپر بیت اللہ تک پیدل جانا لازم ہو جاویگا ادعی علیہ فحلف
بالطلاق ماله علیه شیء فبرہن بالمال حنث یعنی دعوی کیا گیا مثلاً زید پر مال کا سو اوسنے قسم کہائی کہ مجہپر مدعی کا کچہہ نہیں پہر مدعی نے مال پر گواہ
گذرانے تو زید حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے ہم یہ بہی شرط ہے حنث کی کہ بعد گذرنے گواہوں کے قاضی اپنے ثبوت مال کا حکم کردے اسواسطے کہ گواہ
بدون حاکم کے معتبر نہیں اور اگر گواہ جہوٹے ہو وینگے تو بہی حانث ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ اگر زید فی الحقیقت بری الذمہ ہوگا تو دیانۃ حانث نہوگا کذا فی
الظہیریۃ حلف ان فلانا ثقیل و هو عند الناس غیر ثقیل بل عنده ثقیل لم یحنث الا ان ینوی ما عند الناس قسم کہائی کہ فلانا شخص بہاری ہے
اور حالانکہ وہ لوگون کے نزدیک بہاری نہیں اور حالف کے نزدیک بہاری ہے تو حانث نہوگا مگر اسصورت مین حانث ہوگا جب اپنے حلف سے وہ ارادہ کرے
جو لوگون کے اعتقاد مین ہے لا یتکلم معه فی التجارۃ مثلا فکلم مع شریکه حنث مع عبده المأذون لا قسم کہائی کہ زید کے ساتہہ مثلا
کلام نکریگا شرکت ہونے مین پہر زید کے ساتہہ کلام کیا تو حانث ہوگا اور زید کے عبد ماذون کے ساتہہ کلام کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ
شریک کے مال مین زید شریک ہے اور عبد ماذون کے مال کا زید مالک نہیں اسواسطے کہ عبد ماذون اپنے دین مین بیع ہو جاتا ہے بلا مرضی مولی کذا فی الظہیریۃ
لا یزرع ارض فلان فزرع ارضا بینه و بین غیره یحنث لان نصف الارض یسمی ارضا بخلاف لا ادخل دار فلان فدخل
المشترکۃ اذا لم یکن ساکنا قسم کہائی کہ مثلا زید کی زمین زراعت نکریگا پہر اوسنے زراعت کی اوس زمین مین جو مشترک ہے زید اور غیر زید مین تو
حانث ہوگا اسواسطے کہ نصف زمین کو بہی زمین کہتے ہین بخلاف اس قسم کے کہ مثلا زید کے گہر مین نہ داخل ہوگا پہر زید کے مشترک گہر مین داخل ہوا
بشرطیکہ زید اوسمین نہ رہتا ہو تو حانث نہوگا اسواسطے کہ نصف گہر کو گہر نہین کہتے ہین اور اگر مشترک گہر مین زید رہتا ہوگا تو اب بعد زید کا گہر سمجہا جاویگا
اسواسطے کہ سکونت سے دار اسکا جو بستا ہے اسطرف منسوب ہوتا ہے تو دار مشترکہ بطریق اولی اسکی طرف منسوب ہوگا واللہ سبحانہ اعلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب الحدود

یہ کتاب ہے حدود کے مسائل مین چونکہ کتاب الایمان مشتمل تہی کفارہ پر اور کفارہ دائر ہے بین العبادۃ و العقوبۃ
تہا لہذا کتاب الایمان کے بعد مصنف کتاب الحدود کو لایا جو عقوبات خالصہ ہین اور حدود چہہ طرح پر ہین حد زنا اور حد شرب خمر اور حد سکر اور
حد قذف اور حد سرقہ اور حد قطع طریق پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ خوبیان حدود کی ظاہر تر ہین محتاج تقریر اور تحریر کی نہین اسواسطے کہ اسکی دریافت
مین فقیہ اور غیر فقیہ برابر ہے کیونکہ جو افعال قبیحہ کہ فساد کی موجب ہین حدود جاری ہونے سے وہ موقوف ہو جاتے ہین سو زنا مین تو بربادی ہے اولاد
کی گویا زندہ درگور کرنا ہے بسبب اشتباہ نسب کے اور باقی حدود مین زوال عقل اور بیعزتی اور بربادی مال ہے اور قباحت ان امور کی عقول سلیمہ
پیدائشی امر ہے لہذا اباحت اعمال ناموس زنا و مستی کی کسی دین مین ثابت نہین گرچہ کاہی شرب مباح تہا لہذا حدود واسطے ان اعمال قبیحہ کے مقرر
ہوئی اسلیئے کہ حقوق اللہ خالصہ ہیں مصالح عامہ کے مفید ہوتے ہین کذا فی فتح القدیر ہو لغۃ المنع یعنی حد جسکی جمع حدود ہے لغت عرب مین عبارت ہے منع
یعنی روکدینے سے لہذا ڈیوڑہی بان اور قید خانہ کے داروغہ کو عرب حداد کہتے ہین اسلیئے کہ ڈیوڑہی بان اندر جانے سے روکتا ہے اور قید خانہ کا داروغہ باہر نکلنے
سے روکتا ہے ولہذا اہل اصطلاح ماہیت کے معرف کو حد کہتے ہین کہ وہ غیر محدود کے دخول کو مانع اور محدود کے افراد کے خروج کو مانع ہے اور حدود دار اور
حدود قریہ انکی نہایات کو کہتے ہین اسواسطے کہ وہ دخول ملک غیر سے مانع ہین اور خروج بعض ملک کو غیر کیطرف روکتی ہین کذا فی الفتح اور عقوبات خاصہ کو
حدود اسواسطے کہا کہ وہ مانع ہین اسباب عقوبات سے اور حدود اللہ اسکی محارم کو کہتے ہین اسواسطے کہ محارم کا فعل ممنوع ہے قال اللہ تعالی تلک حدود اللہ
فلا تقربوها اور حدود اللہ احکام الہی کو بہی کہتے ہین اسلیئے کہ اوس سے آگے بڑہنا ممنوع ہے قال اللہ تعالی تلک حدود اللہ فلا تعتدوها کذا فی نہر الفائق

وشرعاً عقوبة مقدرة وجبت حقاً لله زجراً فلا تجوز الشفاعة فيه بعد الوصول للحاكم اور اصطلاح شرع مین حد عبارت ہی عقوبت مقدرہ سے جو واجب یعنی فرض ہوئی ہے بجہت حق خدا واسطے باز رکہنے کے افعال قبیحہ سے تو جائز نہین ہی سفارش کرنا حد کے بچانے مین بعد پونہچنے مقدمہ کے طرف حاکم کی ۱۲ عقوبت عبارت ہی اوس درد اور تکلیف سے جسکا انسان مستحق ہوتا ہی بسبب گناہ کے دنیا مین اور عقاب وہ تکلیف ہے جو انسان کو آخرت مین ہوگی اور عقوبت معینہ رجم مین موت سے ہی اور باقی حدود مین کوڑون سے ہی کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ تحقیق یہ ہے کہ حدود موانع ہین قبل فعل کے اور زواجر ہین بعد فعل کے یعنی حد کے مشروع ہونے کو جاننا مانع ہے فعل کی پیش قدمی سے اور بعد ایقاع فعل کے مانع عود سے اور شفاعت قبل وصول حاکم جائز ہی تا متہم بہ جرم کرنیوالا اوسکو چہوڑ دے اور اسیطرح قبل ثبوت گناہ سفارش جائز ہی اسواسطے کہ ہنوز حد ثابت نہین اور بعد وصول اور ثبوت کے سفارش جائز نہین اسلئے کہ ترک واجب کی طلب ہی ولہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید پر باوجودیکہ محبوب رسول اللہ صلعم تہے انکار کیا جب اونہون نے عورت مخزومیہ کی جسنے چوری کی تہی سفارش کی خدمت مین تو فرمایا کیا تو سفارش کرتا ہی خدا کی حد مین پہر فرمایا کہ تم سے آگے کے لوگ اسی مین ہلاک ہوئے کہ جب انمین شریف چراتا تہا اوسکو چہوڑ دیتے تہے اور جب ضعیف چراتا تہا تو اوسپر حد قائم کرتے تہے قسم خدا کی کہ اگر فاطمہ محمد کی بیٹی چوری کرے تو البتہ اوسکا بہی ہاتہہ کاٹون اخرجہ الخمسۃ کذا فی تیسیر الوصول ولیس مطہرۃ عندنا بل المطہر التوبۃ واجمعوا انہا لا تسقط الحد فی الدنیا اور حد پاک نہین کرتی ہمارے نزدیک بلکہ پاک کرنیوالی گناہ سے توبہ ہی اور اجماع کیا علمانے کہ توبہ کرنا حد کو دنیا مین ساقط نہین کرتا ۱۲ یعنی اقامت حد سے معصیت کا وبال ساقط نہین ہوتا بدون توبہ کے اور اکثر اہل علم اسکے قائل ہین کہ حد مطہر ہے صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث مرفوع کی دلیل سے یعنی فرمایا کہ جو معصیت مین مبتلا ہوا پہر اوسپر مار پڑی دنیا مین تو وہ کفارہ ہی اوس کیواسطے اور جسنے گناہ کیا اور خدا نے اوسکو چہپا ڈالا تو وہ خدا کے اختیار مین ہی چاہے معاف کرے چاہے عذاب کرے علماء حنفیہ نے عدم تطہیر پر آیت قرانی سے استدلال کیا قال اللہ تعالی (ذلک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا) یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ یہ یعنی قطاع الطریق کو قتل کرنا اور سولی پر چڑہانا اور نفی کرنا اونکو واسطے رسوائی ہے دنیا مین اور اونکو آخرت مین عذاب عظیم ہے مگر وہ لوگ جنہون نے توبہ کی تو حق تعالی نے خبر دی کہ اونکے فعل کی جزا عقوبت دنیاوی اور عقاب اخروی ہی سوای توبہ کرنیوالیکے کہ اوس سے عذاب آخرت بالاجماع ساقط ہوجاتا ہے اسلئے کہ اجماع اہل علم ہی کہ توبہ سے عقوبت دنیاوی ساقط نہین اور وجہ یہ ہی کہ حدیث بخاری کو توبہ کرنے پر محمول کیجیئے اسواسطے کہ ظاہر ہے کہ مسلم ہر بار حد رجم کے ساتہہ توبہ بہی کرلیتا ہی تو یہ قید لگانا حدیث مین ضروری تا قران اور حدیث مین اتفاق ہوجاوے اور تقیید ظنی کی بوقت معارضہ قطعی امر مستحسن ہے نہ بالعکس کذا فی فتح القدیر فلا تعزیر حد لعدم تقدیرہ ولا قصاص حد لانہ حق الولی جب معلوم ہوا کہ حد عبارت ہی عقوبت معینہ سے بجہت حق خدا تو تعزیر حد نہین بسبب عدم تقدیر اور تعین کے اور قصاص حد نہین اسواسطے کہ قصاص حق ہی مقتول کے ولی کا یعنی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط اوس حق سے مقتول کا اور وارثون کیطرف بطریق خلافت منتقل ہوتا ہی طحطاوی نے کہا تو تعلیل اخراج قصاص مین یون کہنا بہتر تہا کہ وہ حق العبد ہی تا دونو صورتونکو شامل ہوتا علاوہ یہ ہے کہ مقتول کا گاہی وارث نہین ہوتا تو بادشاہ قصاص لیتا ہی اور حالانکہ قصاص اوسکا حق نہین ہے لہذا وہ عفو کرنے کا مالک نہین والزنا الموجب للحد وطی وہو ادخال قدر حشفۃ من ذکر اور جو زنا کہ موجب ہی حد کا وہ عبارت ہی جماع سے یعنی آلہ تناسل کو بقدر حشفہ اپنے سر ذکر کے داخل کرنا ۱۲ شارح نے زنا مین موجب حد کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ ہر زنا موجب حد نہین جیسا کہ اپنی ولد کی لونڈی سے جماع کرنا اور ادخال بقدر حشفہ زنا مین شرط ہی خواہ انزال ہو یا نہو اور بقدر حشفہ کہنے سے جماع مقطوع الحشفہ بہی داخل ہوگیا مکلف خرج الصبی والمعتوہ زنا عبارت ہی وطی مکلف سے تو صغیر اور بیہوش نکل گیا ۱۲ مکلف عاقل بالغ کو کہتے ہین تو عاقل کی قید سے بیہوش نکل گیا اور اوسیکی مانند مجنون ہی اور بالغ کی قید سے صغیر نکل گیا تو صغیر اور بیہوش اور مجنون کا جماع موجب حد نہین ناطق خرج وطی الاخرس فلا حد علیہ مطلقاً للشبہۃ زنا عبارت ہی وطی مکلف ناطق سے جو بولتا ہو تو اس قید سے گونگے کا جماع کرنا حد زنا سے نکل گیا تو گونگے پر کسیطرح حد نہین بسبب شبہہ کے ۱۲ گونگا خواہ اشارہ سے زنا کا اقرار کرے خواہ اوسکے زنا پر گواہ قائم ہون پہر بہی اوسپر حد نہین بسبب شبہہ کے اسلئے کہ اقرار بالاشارہ مین شبہہ ہے عدم صراحت کا اور گواہی مین احتمال ادعاء شبہہ ہے یعنی اگر گونگا بولتا ہو تو شاید کوئی

شبہ ملک کا بیان کرتا ہے واما الاعمى فيحد للزنا بالاقرار لا بالبرهان شرح الوهبانية اور اندھے پر حد زنا ماری جاویگی اقرار زنا سے گواہوں
سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم علامہ عبد البر نے شرح وہبانیہ میں غایہ سے نقل کیا یوں کہکر کہ میرے پاس والے نسخہ میں اسطرح ہے کہ اقرار زنا میں اندھا مانند بصیر
کی ہے اور اسکے زنا کے گواہ مقبول نہیں اور بحر الرائق میں اوسکی مخالف ہے اسطرح کہ بخلاف الاعمى اسواسطے کہ اوسکا اقرار اور اوسپر گواہ گذرنا دونوں صحیح ہیں
کذا فی اللطائف لما یؤتی قبل مشتهاة حالا او ماضیا خرج للذكر والدبر ونحو الصغيرة زنا عبارت ہے وطی مکلف ناطق طائع سے یعنی جو شخص عاقل
اور اپنی خوشی بلا جبر وطی کرے لائق شہوت عورت کے ساتھ کی شرمگاہ میں خواہ وہ بالفعل شہوت کے لائق ہو یا باعتبار ماضی کے یعنی بوڑھی جسکی عمر بہی بڑی ہے
تو طائع کی قید سے مکرہ اور قبل کی قید سے وطی دبر کی اور مشتہاۃ کی قید سے اسد صغیرہ کی وطی نکل گئی ہم حلبی نے کہا اسد صغیرہ مردہ ہے اور جانور اسواسطے کہ صغیرہ
اور مردہ اور جانور لائق شہوت کے نہیں قرانکے وطی پر حد نہیں مصنف نے قبل کو ذکر کیا اور دبر کو نہیں اسواسطے کہ قبل مخصوص بانسان ہے بخلاف فرج کے کذا فی النہر
خال عن ملكه اي ملك الوطي وشبهته اي في المحل لا في الفعل ذكره ابن الكمال جو شرمگاہ خالی ہو قربت کرنیوالیکی ملک سے اور خالی ہو شبہ ملک
سے مراد شبہہ فی المحل ہے نہ شبہہ فی الفعل کذا ذکرہ ابن الکمال ہم ملک سے مراد ملک نکاح اور ملک یمین ہے اور شبہہ ملک سے مراد شبہہ ملک یمین اور شبہہ ملک نکاح
ہے شبہہ ملک یمین کی مثال جیسے اپنے ولد کی لونڈی سے یا مکاتب اور عبد ماذون کی لونڈی سے وطی کرنا یا غنیمت کی لونڈی سے قبل تقسیم غازی کا وطی کرنا اور
شبہہ ملک نکاح کی مثال جیسے بلا گواہ کے نکاح کرنا یا لونڈی سے بدون اجازت اوسکے مولی کے نکاح کرنا یا وطی اوس غلام کی جسنے بدون اذن اپنے آقا
کے عورت سے نکاح کیا کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن المفتاح اور شبہہ فی المحل اور شبہہ فی الفعل کی تفسیر آگے آویگی وزاد الكمال في دار الاسلام لانه لاحد
بالزنا في دار الحرب اور تعریف زنا میں کمال الدین محقق نے فتح القدیر میں دار الاسلام کی قید زیادہ کی یعنی زنا حد کا موجب عبارت ہے اوس وطی سے جو
دار الاسلام میں واقع ہو اسواسطے کہ دار الحرب میں زنا سے حد نہیں اور مانند دار الحرب کی ہے دار البغی کذا فی الطحطاوی عن الحموی او تمكينه من ذلك
بان استلقى فقعدت على ذكره فانها لم تمكنه لوجود التمكين یا زنا عبارت ہے قادر کر دینے مرد سے اسپر یعنی وطی اور دخول پر اسطرح کہ مرد چت لیٹا اور عورت
اوسکی آلہ تناسل پر بیٹھ جاوے تو مرد اور عورت دونوں پر حد ماری جاویگی بسبب وجود تمکین کے او لتمكينها فان فعلها ليس وطيا بل تمكين فتم التعريف
یا زنا عبارت ہے عورت کی قادر کر دینے سے اسواسطے کہ عورت کا فعل نفس الحقیقت وطی نہیں بلکہ تمکین ہے سو اب پوری ہوگئی تعریف زنا کی حقیقت کی ہم
یہہ تعریف ہے صاحب کنز کی نقصان تعریف پر اور یہیں زنا کی تعریف یون ہے کہ زنا عبارت ہے وطی فی القبل سے جو خالی ہے ملک اور شبہہ ملک سے اسواسطے کہ یہہ
تعریف منقوض ہے باعتبار جامع اور مانع ہونے کے اسواسطے کہ عورت کے زنا پر یہہ تعریف صادق نہیں آتی اسواسطے کہ عورت سے وطی متصور نہیں بلکہ تمکین
متصور ہے اور تمکین سے اوسپر حد لازم آتی ہے تو تعریف جامع نہوئی افراد محدود کو اور غیر کی مانع اسواسطے نہیں کہ تعریف مذکور میں وطی مجنون اور مکرہ
اور وطی صغیرہ غیر مشتہاۃ اور وطی مردہ اور جانور اور وطی دار الحرب داخل ہو گئی حالانکہ ان مواضع میں حد واجب نہیں کذا فی منح الغفار وزاد في المحيط
العلم بالتحريم فلو لم يعلم لم يحد للشبهة وقدمنا في الفقه انه مبتنى على كل ملة اور زنا کی تعریف میں محیط کے اندر علم بالتحریم زیادہ کیا ہے تو اگر زانی کو
حرمت زنا کی معلوم نہوگی تو حد نہ ماری جاویگی بسبب شبہہ جہل کے اور فتح القدیر نے محیط کی زیادتی کو رد کیا ہے بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین میں یعنی زنا
ہر دین میں حرام ہے یہانتک کہ اگر حربی دار الاسلام میں آوے پھر مسلمان ہوکر زنا کرے اور کہے کہ میرے گمان میں زنا حلال تھا تو اوسپر حد ماری جاویگی اگرچہ
دار الاسلام کے داخل ہونے کے دن یہہ واقع ہو کذا فی المنح طحطاوی نے لکھا ہے رد فتح القدیر کا جیسا ظاہر ہے اسواسطے کہ تحریم زنا کی سب دینوں میں اسکی منافی
نہیں کہ بعضی لوگ اوسکو نجانتے ہوں اور صاحب محیط نے ادعای حلت زنا کسی دین میں نہیں کیا بلکہ اصل اوسکی وہ روایت ہے جو سعید بن مسیب سے مروی ہے
کہ ایک مرد نے یمن میں زنا کیا تو امیر المؤمنین عمر فاروق رض نے لکھ بھیجا کہ اگر وہ شخص جانتا ہو کہ حق تعالی نے زنا کو حرام کیا ہے تو اوسپر کوڑے مارو اور اگر
نجانتا ہو تو اوسکو حرمت کی تعلیم کرو بعد اسکے اگر پھر زنا کرے تو اوسکو مارو تو باوجود اس روایت کے جسپر صحابہ کا انکار ثابت نہیں کیا وجہ اسکی رد کرنے
کی ہے ولیکن فتاوی عالمگیری میں محیط کے قول کو مسلم رکھا ہے اور جو مسئلہ حربی کے اسلام کا فتح القدیر میں مذکور ہے شاید اوسکی بنا اوس شخص کے قول پر ہے

جو حرام ہے تو شہوۃ نہیں کرتا واللہ اعلم ویثبت بشہادۃ اربعۃ رجال فی مجلس واحد فان جاؤا متفرقین حدوا اور ثابت ہوتا ہے زنا چار
مردوں کی گواہی سے ایک مجلس میں سواگر متفرق چند مجلس میں گواہی دینگے تو انپر حد قذف ماری جاویگی ہم اور اگر گواہ تنہا تنہا آوینگے اور گواہوں کی نشست کی جگہ
بیٹھیں گے اور قاضی کے پاس ایک گواہ بعد دوسرے گواہ کے گواہی دیگا تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر خارج مسجد ہوں گے تو سب پر حد ماری جاویگی کذا فی فتح
القدیر عن البحر عن المحیط بلفظ الزنا لا بمجرد لفظ الوطی والجماع وظاہر الدرایۃ ما یفید معنی الزنا یقوم مقامہ شہادت بلفظ زنا مثبت ہے نہ فقط
لفظ وطی اور جماع کی شہادت اور ظاہر درایہ یہ ہے کہ جو لفظ کہ معنی زنا کا فائدہ دے وہ قائم مقام زنا ہے ہم ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ کوئی لفظ قائم مقام
زنا نہیں تو اگر گواہی دیں کہ اسنے حرام وطی کی ہے تو زنا ثابت نہوگا اور مصنف نے بلفظ زنا اشارہ کیا کہ اگر دو نے بلفظ زنا گواہی دی اور دو گواہ نے زانی کے اقرار کی
گواہی دی تو اوسپر حد نہ ماری جاویگی اور نہ گواہوں پر اور اگر تین گواہوں نے زنا کی گواہی دی اور چوتھے گواہ نے اقرار زنا کی گواہی دی تو تین گواہوں پر حد
قذف ماری جاویگی کذا فی المنح ولو کان الزوج احدہم اذا لم یکن الزوج قذفہا ولم یشہد بزناہا بولدہ للتہمۃ لانہ یدفع اللعان عن
نفسہ فی الاول ویسقط نصف المہر لو قبل الدخول ونفقۃ العدۃ لو بعدہ فی الثانیۃ ظہیریہ چار مردوں کی گواہی سے زنا ثابت ہے اگرچہ ان
چار میں ایک زوج ہو عورت کا بشرطیکہ زوج نے اوسکو قبل شہادت کے زنا کا عیب لگایا ہوا اور اپنی ولد کے ساتھ زوجہ کے زنا کرنے کی گواہی نہ دی
ہو اور اسکی گواہی مقبول نہوگی بسبب تہمت کے اسواسطے کہ زوج گواہی سے لعان کو دفع کرتا ہے اپنی ذات سے پہلی صورت یعنی قذف میں اور ساقط کرتا ہے نصف مہر کو
اگر قبل دخول گواہی دی ہو اور نفقہ عدت کو ساقط کرتا ہے اگر بعد دخول کے گواہی دی ہو دوسری صورت میں یعنی اپنی ولد کے ساتھ زنا کی گواہی میں فیسألہم
الامام عنہ ما ہو ای عن ذاتہ الشرعیۃ وہو الایلاج عینی جب زنا کی گواہی دیں تو امام یعنی سلطان یا اسکا نائب گواہوں سے پوچھے کہ زنا کیا چیز ہے
یعنی اسکی شرعی حیثیت کا کہ عبارت ہے ادخال سے سوال کرے کذا فی شرح العینی ہم فائدہ اس سوال کا یہہ ہے کہ گاہے وطی حرام کو بھی زنا بولتے ہیں اور حدیث میں
نظر اجنبی کو بھی زنا عین فرمایا ہے مجازا کذا فی المنح وکیف ہو واین ہو ومتی زنی وبمن زنی لجواز کونہ مکرہا او بدار الحرب او فی صباہ او
بامۃ ابنہ فیستقصی القاضی احتیالا للدرء اور سوال کرے حاکم کہ زنا کس طرح ہوا اپنی خوشی یا زبردستی سے اور کہاں ہوا دار الاسلام میں یا دار الحرب میں
اور کب ہوا عنقریب یا زمانہ دراز میں طفلی کے وقت یا بعد بلوغ کے اور کس عورت سے زنا کیا ان سوالات سے غرض یہہ ہے کہ جائز ہے کہ زنا زبردستی مجبوری کی حالت میں ہوا ہو
یا دار الحرب میں ہوا ہو یا طفلی میں ہوا ہو یا ولد کی لونڈی سے ہوا ہو یا گواہ بخوبی نہ جانتے ہوں اور اسنے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کیا ہو کذا فی النہر تو قاضی نہایت تفصیل سے سوالات خمسہ مذکورہ کرے
تاکہ کوئی حیلہ پا کے حد ٹلجاوے ہم قبل از ثبوت حد کا ٹالنا بالاجماع ثابت ہے اور سند اجماع کی حدیث مرفوع بروایت ابو ہریرہ ہے جسکو ابو یعلی نے اپنی مسند میں
روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم یعنی حدود دور کرو جہاں تک تم سے ہو سکے اور ترمذی میں یہہ حدیث بروایت ضعیف
مروی ہے کذا فی فتح القدیر فان بینوہ وقالوا رایناہ وطئہا فی فرجہا کالمیل فی المکحلۃ وہو زنا یا دہ بیان احتیالا للستر پس اگر گواہوں
نے بوجوہ خمسہ مذکورہ زنا کو بیان کیا اور کہا کہ ہمنے اوسکو دیکھا جماع کرتے عورت کی شرمگاہ میں جیسے سلائی سرمہ دان میں یہہ تفسیر مزید بیان ہے حد ٹالنے
کی تدبیر کیواسطے والا حقیقت زنا کا سوال کافی ہے لیکن ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ حکم موقوف ہے اس بیان پر کذا فی المنح طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ اس
جملہ کا ذکر کرنا شاہدوں کو ضرور ہے وعدلوا سرا وعلانیۃ ان لم یعلم الحاکم بہم اور گواہوں کی عدالت ثابت کیجاوے مخفی اور علانیہ جبکہ حاکم گواہوں کا حال نجانتا
ہو ہم تعدیل مخفی کا یہہ طریقہ ہے کہ جانچنے والے گواہوں کے نام اور انکے محلے انکے نام لکھکر واقفوں کے پاس بھیجتا وہ اوسکے نیچے لکھدیں کہ فلانا عادل مقبول الشہادۃ
ہے اور علانیہ تعدیل کا یہہ طریقہ ہے کہ قاضی معدل اور شاہد کو یکجا جمع کرے اور کہے کہ یہی شخص ہے جسکو تو نے عادل کہا ہے اور جبکہ حاکم شاہدوں کو عادل جانتا ہو تو سوال
کرنا اوسکو ضرور نہیں اسواسطے کہ علم حاکم کا تعدیل مزکی سے زیادہ ہے لیکن حاکم فقط اپنے علم پر بغیر ان گواہوں کے حد زنا نہیں مار سکتا اسواسطے کہ شرع نے حاکم کے
حکم کو موجب اپنی معرفت کے ساقط کر دیا ہے یعنی حاکم کا علم تعدیل شہود میں کافی ہے لیکن حد قائم کرنے میں معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی عن النہر والفتح حکم بہ وجوبا
جب زنا شہادت مذکورہ سے ثابت ہو تو حاکم اسکا حکم کرے بنا بر وجوب کے یعنی بسبب ظاہر ہو جانے حق کے حاکم کو حکم فرض ہے کذا فی البحر وثبت الشہادۃ

یہ اولی ہے لما رَوَینا فالشہادۃ اولی ۔ اور زنا کی گواہی کا ترک کرنا بہتر ہے تا وقتیکہ بےحیائی اور پردہ دری کی نوبت نہ پہنچی ہو تو گواہی دینا بہتر ہے
کذا فی النہر ۔ پردہ پوشی بہتر ہے ولہذا زنا میں چار گواہ مقرر ہوئے تو مستحب ہو کہ زنا کی گواہی نہ دیں اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جو مسلمان کی
پردہ پوشی کریگا خدا اوسکی پردہ پوشی دنیا و آخرت میں کریگا لیکن جب نوبت بےحیائی اور تہتک کی نوبت پہنچی تو اسوقت میں گواہی دینا بہتر ہے اسواسطے کہ حد
زاجر ہے کہ معاصی اور فواحش سے زمین پاک رہے اور پاکی زمین کی بیباک پر حد مارنے سے ہوتی ہے اور بغیر اسکے نہ ہو کرنے سے ۔ ویثبت ایضاً
باقرارہ صریحاً صاحیاً ولم یکذبہ الآخر ولا ظہر کذبہ بجبہ او رتقہا ولا اقر بزنا بمجہولۃ او ہی باخرس او ہی باشارۃ ۔
اور ثابت ہوتا ہے زنا زانی کے اقرار سے بھی بشرطیکہ اقرار صحیح ہو حالت ہوشیاری میں ہو اور دوسرے نے اوسکی تکذیب نکی ہو اور خود مقر کا کذب معلوم نہ ہو بسبب
یا عورت کی شرمگاہ بستہ ہونے سے ظاہر ہوا ہو اور مرد نے اپنے زنا کرنے کا گونگی عورت کے ساتھ اقرار کیا ہو یا عورت نے گونگے مرد سے اپنے زنا کرنے کا اقرار کیا ہو
بسبب احتمال ظاہر کرنے گونگے کے اُس امر کو جو حد کو ساقط کرتا یعنی اگر دوسرا شخص گونگا نہوتا ناطق ہوتا تو جائز ہے کہ کوئی امر دافع حد بیان کرتا تو اسمیں شبہ
ہے دونوں پر حد نہ ماری جاویگی اور صریح اقرار سے گونگے کا اقرار بطور اشارہ اور کنایت نکل گیا اور ہوشیار کے اقرار سے مست کا اقرار نکل گیا اور اگر مرد نے اقرار
کیا اور عورت نے انکار کیا تو مرد سے بھی حد ساقط ہو جاویگی اور اگر عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار تو عورت سے بھی حد ساقط ہوگی امام کے نزدیک بخلاف
صاحبین کے کذا فی المنح من الظہیریۃ ۔ ولو اقر بہ او بسرقۃ فی حال سکرہ لا حد ولو سرق او زنی تحد لان الانشاء لا یحتمل التکذیب والاقرار
یحتملہ ۔ اور اگر مستی کی حالت میں زنا یا چوری کا اقرار کیا تو حد نہیں اور اگر مستی کی حالت میں چوری یا زنا کیا تو حد ماری جاویگی اسواسطے کہ ایجاد سرقہ اور زنا جسکا
انشاء ہوا تکذیب کا محتمل نہیں اور اقرار تکذیب کا محتمل ہے کذا فی النہر تو یہ احتمال مستی کے اقرار میں معتبر ہوا نہ غیر مستی میں کذا فی المنح ۔ اربعاً فی
مجالسہ ای المقر الاربعۃ ۔ یعنی اقرار مثبت زنا ہے چار بار مقر کی چار مجلسوں میں ہم تعدد مجالس مقر شرط ہے نہ تعدد مجالس حاکم اسواسطے کہ ماعز اسلمی نے آنحضرت
چار بار چار مجلس میں اقرار کیا بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبوت زنا کا حکم دیا تو اگر چار بار کے اقرار سے کمتر میں زنا ظاہر ہوتا تو حضرت تاخیر نفرماتے
بسبب واجب ہونے حکم کے کذا فی المنح تو اگر ایک شخص چار بار ایک مجلس میں اقرار کرے تو وہ ایک ہی اقرار کی راہ سے ۔ کلما اقر ردہ بحیث لا یراہ ۔
جبکہ زانی اقرار کرے تو حاکم اوسکو ہٹا دیوے اپنے سامنے سے اسطرح پر کہ حاکم کو مقر نظر نہ آوے ہم یعنی اختلاف مجالس مقر کی یہ صورت ہو کہ جب وہ اقرار کرے تو
قاضی اوسکو ہٹا دیوے یہانتک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہو جاوے پھر مقر آوے اور اقرار کرے کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی لیکن یہ ہے کہ زنا تین بار میں سے نہ
چوتھی بار ہے کذا فی النہر ۔ وسألہ کما مر حتی عن المزنی بہا لجواز سائرہ باماۃ ابنہ ظنا ۔ اور سوال کرے قاضی مقر سے جیسا کہ مذکور ہو چکا یعنی مراتب
خمسہ مانند گواہوں کی مقر سے بھی کرے یہانتک کہ جس عورت سے زنا کیا ہے اوسکو بھی پوچھے بسبب احتمال بیان کرنے مقر کے کہ اوسنے اپنے ولد کی لونڈی سے صحبت
کی کذا فی النہر ہم ماہیت زنا اور کیفیت اور مکان زنا سے سوال کرنا تو بالاتفاق لازم ہے اور زمان زنا سے سوال قبول ہے اور عورت کا بھی سوال کرنا کہ شاید ہم
عورت کا ذکر کرے جسکی وطی سے حد نہیں کذا فی النہر الفائق ۔ فان بینہ کما لحق حد ۔ سو اگر مقر نے سوالات مذکورہ کے جواب کو جیسا کہ حق ہے بیان کیا تو اوسپر حد واقع
ہوگی ۔ ولا یثبت بعلم القاضی ولا بالبینۃ علی الاقرار ۔ جب معلوم ہو چکا کہ ثبوت زنا گواہی یا اقرار پر موقوف ہے تو ثابت نہوگا قاضی کی دانست سے اور
نہ زانی کے اقرار کے گواہوں سے ہم نہ علم قاضی کا حجت نہیں حدود میں باجماع صحابہ اگرچہ قیاس مقتضی ہے اوسکا اعتبار کرنیکا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی
اور غیر حاکم کے روبرو اقرار کرنا بھی معتبر نہیں اگرچہ چار بار اقرار کیا ہو لہذا اقرار کی گواہی بھی مقبول نہیں اسواسطے کہ اگر وہ منکر ہے تو انکار رجوع ہے
اور اگر مقر ہے تو گواہی کی کچھ حاجت نہیں کذا فی المنح ۔ ولو قضی بالبینۃ فاقر مرۃ لم یحد عند الثانی وہو الاصح ۔ اور اگر قاضی نے گواہوں پر حکم کیا یعنی
گواہی سے حکم دیکر پھر زانی نے ایکبار اقرار کیا زنا کا تو اوسپر حد ماری نجاویگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ شہادت منکر پر قائم ہوتی ہے
جب اوسنے اقرار کیا تو گواہی کی کچھ حاجت نہ رہی اقرار معتبر ہوا اور چونکہ اقرار چار بار نہیں حد لازم نہیں اور اگر قبل قضاء شہادت اقرار کیا تو باتفاق صاحبین حد
ساقط ہے کذا فی الطحطاوی ۔ ولو اقر اربعاً بطلت الشہادۃ اجماعاً سراج ۔ اور اگر چوتھی بار بھی اقرار کیا تو بالاتفاق شہادت باطل ہوگئی اور اوسپر حد

واقع ہوگی بموجب اوسکے اقرار کے وخُلِّیَ سبیلُہ اِن رجع عن اقرارہ قبل الحدّ او فی وسطہ ولو رجوعُہ بالفعل کھربہ بخلاف الشہادۃ
اور چھوڑ دیا جاویگا مقر اگر اوسنے اپنے اقرار سے رجوع کیا قبل حد کے یا درمیان حد کے اگرچہ اوسکا رجوع فعلی ہو چنانچہ اوسکا بھاگ گیا بخلاف شہادت کے
یعنی اگر زنا شہادت سے ثابت ہوا پھر وہ سنگساری سے بھاگیگا تو اوسکو پیچھے پتھر مارتے چلے جاوینگے یہانتک کہ وہ مرجاوے بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ رجوع
خبر ہے صدق کی محتمل مثل اقرار اور کوئی اوسکا مکذب نہیں تو شبہہ پڑا الہذا وہ چھوٹ جاویگا کذا فی المنح عن الحاوی وانکار الاقرار رجوع کما ان
انکار الردۃ توبۃ کما سیجئ اور انکار اقرار کا رجوع ہے اقرار سے چنانچہ ارتداد کا انکار توبہ ہے چنانچہ اسکا بیان باب الارتداد مین آویگا
وکذا یصح الرجوع عن الاقرار بالاحصان لانہ لما صار شرطا للحد صار حقا للہ تعالی فصح الرجوع عنہ لعدم المکذب بحر اور اسی
طرح صحیح ہے رجوع کرنا احصان کے اقرار سے اسواسطے کہ احصان جب شرط ہوا حد کی تو خالص حق اللہ ہوگیا تو اوس سے رجوع کرنا بھی صحیح ہے بسبب عدم
مکذب کے کذا فی البحر بخلاف حق العبد کے یعنی قصاص اور حد قذف مین اقرار کر کے رجوع کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ اوسکا تکذیب کرنیوالا انسان موجود ہے
یعنی عبد وکذا سائر الحدود الخالصۃ للہ کحد شرب وسرقۃ وان ضمن المال اور اسیطرح صحیح ہے رجوع کرنا باقی حدود کے اقرار سے
جو حدود کہ خالص حق اللہ مین چنانچہ حد شرب اور حد سرقہ اگرچہ چوری کے اقرار مین ضمانت مال لازم ہوگی ونُدِب تلقینُہ الرجوع بلعلّک
قبّلت او لمست او وطئت بشبہۃ لحدیث ماعز اور مستحب ہے حاکم کو تلقین کرنا اقرار سے پلٹ جانے کا اسطرح کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا مساس
کیا ہوگا یا بشبہہ سے وطی کی ہوگی بدلیل حدیث ماعز یا یون کہے کہ شاید تونے نکاح کر لیا ہوگا بخاری مین مروی ہے جب ماعز اسلمی نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا غمزہ یا نظر کی ہوگی خلاصہ یہہ ہے کہ اس چیز کی تلقین کرے جس سے حد ٹلجاوے کذا فی النہر سنن ابوداود
اور نسائی مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پھر اوسنے چار بار زنا کا اقرار کیا ہر بار حضرت اعراض
کرتے تھے پھر پانچوین بار متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ فعل تونے کیا تھا کہ وہ اوسمین غائب ہوگیا اوسنے کہا ہان فرمایا جیسے سلائی غائب ہوجاتی ہے
دانی مین یا رسی کنوئین مین اوسنے کہا ہان پھر فرمایا تو جانتا ہے کہ زنا کیا چیز ہے اوسنے کہا ہان مین نے اسعورت سے حرام فعل کیا جیساکہ مرد اپنی حلال عورت
سے کرتا ہے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے کہا مین یہہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو پاک کیجئے پھر وہ سنگسار ہوا اور سنن ابوداود مین مروی ہے کہ ماعز بن مالک رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ مین نے زنا کیا سو مجھپر کتاب اللہ قائم کیجئے حضرت نے منہ پھیر لیا پھر آیا یہانتک کہ چار بار اقرار کیا
حضرت نے فرمایا تونے چار بار کہا سو کس عورت سے یہہ فعل کیا کہا فلانی عورت سے فرمایا کہ کیا تو اوسکو پاس لیتا تھا اوسنے کہا ہان فرمایا کیا اوس سے
مباشرت کی تھی کہا ہان فرمایا کیا اوس سے جماع کیا تھا بولا ہان پھر حضرت نے اوسکی سنگساری کا حکم دیا پھر جب پتھر پڑنے لگے تو نکل بھاگا اور لوگ اوسکو
پکڑنے سے تھک گئے عبداللہ بن انیس کو ملا انہون نے لکڑی سے مارا تو مار ڈالا پھر عبداللہ نے یہہ قصہ حضرت سے عرض کیا ارشاد ہوا کیون نہ تمنے اوسکو
چھوڑ دیا شاید وہ توبہ کرتا سو خدا اوسکی توبہ قبول کرتا کذا فی فتح القدیر ادعی الزانی انہا زوجتہ سقط الحد عنہ وان کانت زوجۃ للغیر بلا
بینۃ بدون گواہون کے دعوی کیا زانی نے کہ عورت اوسکی زوجہ ہے تو اوسپر سے حد ساقط ہوگی اگرچہ وہ عورت غیر کی زوجہ ہو ہم بلا بینہ متعلق ہے
ادعی سے کذا فی الطحطاوی ولو تزوجہا بعد ما زنی بہا او اشتراہا لا یسقط فی الاصح لعدم الشبہۃ وقت الفعل بحر اور اگر زانی
نے عورت سے نکاح کیا بعد زنا کرنیکے یا اوسکو خرید کیا تو اوسپر سے حد ساقط نہوگی قول اصح مین بسبب عدم شبہہ کے فعل کے وقت کذا فی البحر یعنی تزویج اور خریدنے سے معلوم ہوگیا کہ زنا کے وقت شبہہ ملک نکاح
یا ملک یمین نہ تھا ویرجم محصن فی فضاء حتی یموت ویصفون کصفوف الصلوۃ لرجمہ کلما رجم قوم تنحوا ورجم آخرون اور زانی
محصن کو پتھر مارے جاوین میدان مین یہانتک کہ وہ مرجاوے اور لوگ صف باندھکر کھڑے ہون پتھر مارنے کیواسطے نماز کی صفون کی مانند جب ایک قوم پتھر
مار چکی تو علحدہ ہٹ جاوے اور دوسری قوم سنگسار کرے ہم زانی محصن کا رجم یعنی سنگساری اور پتھر مارنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متواتر
المعنی ہے مانند علی مرتضی کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کی اگرچہ تفاصیل اور خصوصیات کی روایات احاد ہین اور اسی پر اجماع صحابہ اور ان

مسلمین ہوا اور اعتقاد خارج ہو چونکہ رجم حد ہے اور حد میں بالا جماع احلال قطعی اوسکا جنکل ثابت ہو ... حد یہ حکم بارجم پرشتہ کی کوکہ
کہ رجم کتاب اللہ سے ثابت نہیں اونہون نے الزام دیا جو کو اعداد رکعات اور مقدار زکوٰۃ ... ثابت نہیں پھر اسکی وجہ نہ ہو خارج ہو بسبب
انکار کہ یہہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمین کے فعل سے ثابت ہے جو اونہون نے جو دیا کہ رجم بھی اسیطرح ثابت ہی بلا تفاوت کذا فے فتح القدیر اور
قتلہ شخص رقتلعینہ بعد القضاء بہ فہدر وینبغی ان یعزر لافتیاتہ علی الامام پھر اگر اوسکو قتل کرڈالا کسی شخص نے یا اوسکی آنکھ
پھوڑ دی بعد حکم رجم و سنگساری کے تو قاتل پر قصاص نہیں اور نہر الفائق میں کہا کہ لائق یون ہے کہ وہ شخص تعزیر دیا جاوے بسبب پیشدستی کرنے امر کے
حاکم پر۔ ولو قبلہ ای قبل القضاء بہ یجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء لان الشہادۃ قبل الحکم بہا لا حکم لہا اور اگر کسی
نے قتل کیا یا آنکھ پھوڑی قبل حکم رجم کے تو قتل عمد میں قصاص اور قتل خطا میں خونبہا قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ گواہی حکم دینے سے پہلے جب تک
جبتک گواہی کے موافق حاکم حکم نہ دے تو گواہی کا کچھ اعتبار نہیں یعنی شہادت بلا قضا مثبت رجم نہیں کہ قصاص وغیرہ قاتل پر لازم نہ آوے والشرط
بداءۃ الشہود بہ ولو بحصاۃ صغیرۃ الا لعذر کمرض فیبدأ الامام ثم الناس یعنی وجوب رجم کی شرط یہہ ہے کہ پہلے گواہ سنگسار کریں اگرچہ چھوٹی
کنکری سے ماریں مگر بسبب عذر کے جیسے بیماری تو قاضی اول پتھر مارے شاہدون کے سامنے ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی کہ علی رضی
کے سامنے جب گواہ زنا کی شہادت دیتے تھے تو شاہد وںکو سنگساری کا حکم دیتے تھے پھر آپ مارتے تھے پھر لوگ مارتے تھے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوا تھا تو
آپ ابتدا رجم کرنے تھے پھر لوگ مارتے تھے کذا فی فتح القدیر فان ابوا و ماتوا و غابوا و قطعوا بعد الشہادۃ او بعضہم سقط الرجم
لفوات الشرط وکذا الجلد فی الاصح پھر اگر گواہون نے پتھر مارنے سے انکار کیا یا وہ مرگئے یا غائب ہوگئے یا اونکے دونون ہاتھ کاٹے گئے بعد گواہی
دینے کے یہہ حال سب گواہون کا ہوا یا بعض کا تو پتھر مارنا ساقط ہوگیا بسبب فوت ہونے شرط کے اور اس انکار وغیرہ سے گواہون پر حد نہ ماری جاویگی
بقول اصح اسواسطے کہ نہ مارنا بسبب رجوع نہیں کذا فی النہر کما لو خرج بعضہم عن الاہلیۃ للشہادۃ بفسق او عمی او خرس او قذف فحد
ولو بعد القضاء لان الامضاء من القضاء فی الحدود چنانچہ رجم ساقط ہوتا ہے اگر کوئی گواہ اہلیت شہادت سے خارج ہوگیا بسبب فسق یا اندھا یا گونگا
ہو جانے کے یا بسبب قذف کے اگرچہ حد مل البتہ بعد حکم دینے رجم کے ہوگئی ہو اسواسطے کہ حد کا جاری کر دینا حکم میں داخل ہے تو جب حد واقع نہیں ہوئی
اور شہادت پر عمل کرنیکا مانع ظاہر ہوگیا تو جیسے گویا شہادت پر حکم دینا اصلا حاصل نہوا کذا فی الطحطاوی وہذا لو محصنا اما غیرہ فیحد فی الموت و
الغیبۃ کما فی الکافی اور یہہ یعنی ساقط ہونا رجم کا اوسوقت ہے جبکہ زانی محصن ہوا اور اگر غیر محصن ہو تو اوسپر حد ماری جاویگی گواہون کی موت اور غائب
ہونے میں چنانچہ حاکم کی موت اور غیبت میں حد واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی اور بعضے نسخہ میں کہا ہے کما فی الحاکم کے کافی حاکم ہے اور یہی نسخہ بہتر ہے کہ
اصل عبارت نہر الفائق سے ہے اور نہر الفائق میں حاکم شہید کی کافی سے یہہ مسئلہ منقول ہے اسطرح وفی غیر المحصنین قال الحاکم الشہید فی الکافی یقام
علیہ الحد فی الموت والغیبۃ یعنی اور غیر محصن میں حاکم شہید نے کافی میں کہا ہے کہ اوسپر حد قائم ہوگی شاہدون کی موت اور غیبت میں کذا فی الطحطاوی
م اور یہی عبارت فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے قال الامام فہذا الیس حتما کیف وحضورہ لیس بلازم فالہ ان یکل ای یفوض
المصنف من کمال تحققہ فی المنح پھر شاہدون کے بعد سلطان یا اوسکا نائب پتھر مارے یہہ یعنی حاکم کا مارنا لازم نہیں کیونکر لازم ہو حالانکہ حاضر ہونا
حاکم کا سنگساری کے مقام میں لازم نہیں یہہ کہا ہے ابن کمال نے ایضاح الاصلاح میں اور جو مصنف نے اپنی شرح میں کمال الدین کی فتح القدیر سے نقل کیا
ہے اوسپر اعتراض کیا ہے نہر الفائق میں م مانن نے منح الغفار میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ شہود کے بعد امام کا رجم مذکور کرنا اسکو مقتضی ہے کہ اگر بعد
شہود کے امام نہ مارے تو حد ساقط ہو جاویگی بسبب تحاد و عذر کے نہر الفائق میں کہا کہ یہہ اوسوقت تمام ہو جب حاضر ہونا امام کا مسلم ہو حالانکہ بحث ہو چکے لتم
المامر نافی النہر ان حضورہ لیس بشرط وما یحکم کذلک علی ما مر فی حق الشہود پھر رجم کے بعد اور اگر پتھر مارنا نہر الفائق میں بیان کیا
اور لوگون کا حاضر ہونا شرط نہیں رجم کی تو اوسکا مانند بھی ایسا ہی ہو تو گر وہ مارنے سے انکار کریں تو حد ساقط نہوگی م نہر الفائق میں درایہ سے نقل کیا کہ

امام کو مستحب ہے کہ حکم کرے خود مسلمین کو کہ اقامت حد پر حاضر ہوں صاحب نہر نے استحباب کی تعبیر سے استدلال کیا کہ حضور مسلمین شرط نہیں زیلعی ۱۱ الا ان الامام لو
متن۔ ان مقتضاہ انہ لو امتنعوا لم یحل للقوم رجمہ وان امرھم لفوات شرطہ فتح لکن سیجیء انہ لو قال قاض عدل قضیت علی ھذا بالرجم
وسعک رجمہ وان لم تعاین الحجۃ اور رجم شروع کرے حاکم اگر زانی نے زنا کا اقرار کیا ہو ابتدا جو حاکم کا مقتضا یہہ ہے کہ اگر حاکم نہ مارے تو قوم کو اسکا
رجم کرنا حلال نہیں اگرچہ وہ لوگونکو مارنیکا حکم کرے بسبب فوت ہونے اوسکی شرط کے یعنی بدایت امام کذا فی الفتح لیکن آگے آویگا کہ ایک شخص سے قاضی عادل کہے
کہ مین اس شخص پر رجم کا حکم کیا ہے تو تجکو اسکا رجم کرنا جائز ہے اگرچہ تو نے حجت کو یعنی اقرار یا گواہونکو معاینہ نکیا ہو ۱۲ م حاصل استدراک شارح یہہ ہے کہ جس شخص کو
قاضی نے خبر دی اوسکی اباحت رجم مین رویت رجم قاضی مشروط نہیں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام ماعز کے رجم مین قطعاً حاضر نہوے بلکہ
لوگون نے خدمت سے الگ ہو کر رجم کیا تھا کذا فی الفتاوی۔ ویکرہ للمحرم الرحم ان یقتل لانہ لا یحرم المیراث اور قرابت دار محرم کو رجم کرنا مکروہ ہے کیونکہ
غیر کا مارنا کافی ہے اور اگر ماریگا تو مقتول کی میراث سے محروم نہوگا۔ ویغسل ویکفن ویصلی علیہ وصح انہ علیہ الصلوۃ والسلام صلی علی الغامدیۃ
اور جو رجم سے مار گیا اوسکو غسل اور کفن دیا جاوے اور اوس پر نماز جنازہ پڑھی جاوے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے غامدیہ پر جو زنا
کے اقرار سے مار گئی تھی نماز پڑھی تو عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ آپ زانیہ پر نماز پڑھتے ہین تو فرمایا کہ اوسنے ایسی توبہ کی کہ اگر اوسکی توبہ اہل مدینہ کے ستر آدمیون
پر تقسیم کیجاوے تو اون پر پھیل جاوے اور تو نے کسیکی توبہ اس سے افضل پائی کہ اوسنے اپنی جان اللہ کیواسطے دی یہہ حدیث صحاح ستہ مین سواے بخاری کے
بروایت عمران بن حصین مروی ہے اور ابن ابی شیبہ نے بریدہ سے روایت کی کہ جب ماعز سنگسار ہوا لوگون نے کہا یا رسول اللہ آپ کیا کرتے ہین ماعز کے ساتھ فرمایا کہ
اوسکے ساتھ جو اپنے مرنے کے ساتھ کرتے ہو از قسم غسل اور کفن اور خوشبو اور نماز جنازہ وکذا فی فتح القدیر۔ وغیر المحصن یجلد مائۃ ان کان حرا وتنصف للعبد بدلالۃ
النص والمراد بالمحصنات فی الآیۃ الحرائر ذکرہ البیضاوی وغیرہ اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جاوین اگر وہ آزاد ہو اور اوسکا نصف یعنی
پچاس کوڑے غلام کو مارے جاوین بطریق دلالت نص اور محصنات سے مراد آیت قرآنی مین آزاد عورتین ہین ایسا ہی مذکور کیا ہے بیضاوی وغیرہ مفسرین نے ۱۲ م تو سو کوڑے
مارنا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ یعنی عورت زانیہ اور مرد زانی ہو ہر ایک کو انمین سے سو کوڑے مارو اور
آیت محصن اور غیر محصن دونونکو شامل ہے لیکن محصن کے حق مین کوڑے مارنا قطعاً منسوخ ہے اور تعیین ناسخ مین رجم کرنا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمارے
واسطے کافی ہے تو نسخ قرآن کا سنت قطعی سے ہوا اور زانی غلام غیر محصن پر پچاس کوڑے اس آیت قرآنی سے بطور دلالت ثابت ہین قال اللہ تعالی فان اتین بفاحشۃ
فعلیہن نصف ما علی المحصنات من العذاب یعنی حق تعالی نے لونڈیون کے حق مین فرمایا کہ اگر وہ زنا کرین تو اونپر آدھا عذاب ہے جو محصنات پر ہے محصنات
سے مراد آزاد عورتین ہین تو عبارت النص سے لونڈیون پر بیبیون کا آدھا عذاب ثابت ہوا اور چونکہ رقیت اور مملوکیت عورت و مرد مین کچھہ فرق نہین تو غلام مین نصف
عذاب بطریق دلالت النص ثابت ہو گیا کذا فی فتح القدیر و ذکر الزیلعی انہ غلب الاناث علی الذکور لکنہ عکس القاعدۃ اور ذکر کیا ہے زیلعی نے
کہ تغلیب دیا گیا عورتونکو مردونپر لیکن یہہ قول قاعدہ اصولیہ کے بالکل عکس ہے ۱۲ م زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ آیت مذکورہ یعنی فعلیہن نصف ما علی المحصنات مین
غلامون کو لونڈیون کے حکم مین تغلیباً داخل کر دیا تو اس تقدیر مین غلامون کا حکم عبارۃ النص سے ماخوذ ہوگا نہ دلالۃ النص سے لیکن یہہ تقریر اصول کے مخالف
ہے اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہے کہ عورتین حکم مین تابع مردون کی ہوتی ہین نہ تغلیب عورتونکی مردون پر۔ والعبد لا یحدہ سیدہ بغیر اذن الامام
ولو فعلہ ھل یکفی الظاھر لا لقولہم رکنہ اقامۃ الامام نہر اور غلام کو حد نہ مارے مالک اسکا بدون اذن امام کے اور اگر مالک حد ماریگا تو کیا کافی ہے
ظاہر جواب یہہ ہے کہ کافی نہین بسبب اس قول فقہا کے کہ حد کا رکن اقامت امام ہے کذا فی النہر ۱۲ م عبد اللہ بن مسعود اور ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے
موقوفاً اور مرفوعاً مشائخ حنفیہ نے اپنی کتب مین روایت کیا ہے کہ چار چیزین حاکمون کیطرف ہین حدود اور صدقات اور جمعات اور فی یعنی غنیمت لیکن مولی کو تعزیر عبد
بلا اذن امام جائز ہے یعنی غلام کی تادیب مین اسکو امام سے پوچھنا ضرور نہین اسلیے کہ تعزیر حق العبد ہے تو تادیب کا اوسکو اختیار ہے بخلاف حد کے کہ وہ حق اللہ ہے تو اوسکی
اقامت نائب شرع کریگا یعنی امام یا اوسکا نائب کذا فی الفتح والنہر۔ بسوط لا عقدۃ لہ فی الصحاح ثمرۃ السوط عقدۃ اطرافہا متوسطا بین المبرح

وعند المولى غير مسن کہ حد ماریجاوے یعنی ایسے کوڑے سے جسمین گرہ نہو ضرب بحالت متوسط ہو نہ زخمی کرڈالنے نہ بے تکلیف ہو صحاح جوہری میں ہے کہ ثمرۃ السوط
اوسکی نوک اطراف کو کہتے ہیں ۔ م ۔ شارح نے اشارہ کیا کہ مقصود سوط اور ثمرہ سوط ایک ہی چیز ہے اور ضرب متوسط کا فائدہ یہ ہے کہ زخم سے خوف ہے ہلاکت کا
اور بلا تکلیف ضرب محض بے فائدہ ہو یعنی انزجار سے کذا فی الهدایة وینزع ثیابه خلا ازاره لیستر عورته اور اسکے کپڑے اتارے جاوین
سوا ازار کے تاکہ اسکا ستر عورت کے ویفرق جلده علی بدنه خلا راسه ووجهه وفرجه قیل وصدره وبطنه اور اسکے بدن پر جابجا کوڑے
مارے جاوین سوا اوسکے سر اور منہ اور شرمگاہ کے اور بعضوں نے کہا اور سوا اوسکی چھاتی اور پیٹ کے ۔ م ۔ تفریق ضرب کا یہ فائدہ ہے کہ ایک جگہ مارنے سے
مرجانے کا ڈر ہے ولو جلد فی یوم خمسین متوالیة ومثلها فی الیوم الثانی اجزأه علی الاصح جوهرة اور اگر ایک روز
پچاس کوڑے برابر مارے اور اتنے ہی دوسرے روز مارے تو کافی ہے بنا بر قول اصح کے کذا فی الجوهرة وقال علی رضی الله عنه یضرب الرجل قائما والمرأة قاعدة
فی الحدود والتعازیر ولا یمد علی الارض کما یفعل فی زماننا فانه لا یجوز وکذا لا یمد السوط لان المد مشترك فی البیع بین ان
یمد علی الارض ... رضی الله عنه نے کہ مرد کو کھڑا کرکے مارا جاوے اور عورت کو بٹھا کر حدود اور تعزیرات میں نہ لٹا کر زمین پر جیسا کہ ہمارے وقت کے
لوگ کرتے ہیں کذا فی النهر اور بسیط ... کوڑے کو کھینچ کر مارنا بھی نہ چاہیے ... لفظ مشترک نفی میں عام ہو جاتا ہے کذا ذکره
... مشترک ہے ... لفظ مراد ... نفی ... کے تحت میں واقع ہوا ہے پس ان معانی میں عام ہوا یعنی ... زمین پر لٹانا یا کوڑا اونچا اٹھانا
... فتح القدیر میں مصنف عبد الرزاق سے علی مرتضی کا اثر یوں مروی ہے یضرب الرجل قائما والمرأة قاعدة فی الحدود ولا تنزع ثیابها
الا الفرو والحشو وتضرب جالسة لما روینا اور ۔ ۔ اور مارے جاوین عورت کے کپڑے مگر پوستین اور روئی دغیرہ کا بھرا کپڑا اور ماری جاوے بیٹھے
بیٹھی بدلیل اس اثر کے جسکو ہم ابھی روایت کرچکے ویحفر لها فی الرجم ویجوز ترکه لسترها بثیابها اور عورت کیواسطے گڑھا کھودا جاوے
اوسکی چھاتی تک سنگساری میں اور اوسکا ترک بھی جائز ہے بسبب مستور ہونے عورت کے اپنے کپڑوں میں ولا یحفر للرجل ذکره التمرتاشی ولا یربط ولا
یمسك ولو هرب فان هو مقر لا یتبع والا اتبع حتی یموت ... اور مرد کیواسطے گڑھا نہ کھودا جاوے چنانچہ اسکو تمرتاشی نے ذکر کیا ہے اور رجم کیواسطے
... باندھا جاوے ... اور اسکو پکڑی رہے ... تو باندھنا اور پکڑنا جائز ہے کذا فی الفتح اور اگر پتھر مارنے سے بھاگے تو اگر ثبوت زنا اوسکے اقرار سے
ہوا ہو تو اسکا پیچھا نہ کرنا چاہیے اور اگر گواہی سے ثبوت ہوا تو پتھر مارتے ہوئے اوسکا پیچھا کرنا چاہیے یہانتک کہ مرجاوے چنانچہ کذا ... ولا یجمع بین
جلد ورجم فی المحصن ولا بین جلد ونفی ای تغریب فی البکر وفسره فی النهایة بالحبس وهو احسن واسکن للفتنة من التغریب
لانه یعود علی موضوعه بالنقض منع کرنا درمیان کوڑے مارنے اور پتھر مارنے کے محصن میں جائز نہیں اور درمیان کوڑے مارنے اور نفی یعنی شہر سے
نکالدینے کے کنواری میں جائز نہیں اور نہایہ میں نفی کی تفسیر قید اور حبس کی ہے اور یہی یعنی قید کرنا بہتر اور فساد کا روکنے والا ہے نکالدینے سے اسواسطے کہ
راہ کی مسافرت میں پھر وہی کام کریگا حیا چھوڑ کر یعنے نکالدینے میں فتح باب زنا ہے اسواسطے کہ سفر میں ابتک ہم قسم قوم کی کچھ حیا ہے ۔ م ۔ جمع بین الجلد والرجم
بالاتفاق آئمہ اربعہ جائز نہیں لیکن اہل ظاہر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دوسری روایت میں جمع ثابت ہے عبادہ بن الصامت کی حدیث کی دلیل سے
جسکو مسلم اور ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے قال رسول الله صلی الله علیه وسلم البکر بالبکر جلد مائة وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائة والرجم
یعنی فرمایا کنوارے کو ساتھ کنواری کے سو کوڑے اور ایک سال نکال دینا اور بیاہا ساتھ بیاہی کے سو کوڑے اور سنگساری جمہور کا یہ جواب ہے کہ احادیث
کثیرہ سے ثابت ہے کہ رسول کریم نے صلے اللہ علیہ وسلم ماعز وغیرہ کو رجم کیا اور کوڑے نہیں مارے تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ جمع بین الرجم والجلد کا حکم
منسوخ ہے علاوہ اسکی رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا کیا فائدہ اور جلد اور نفی کا جمع کرنا امام شافعی اور احمد کے نزدیک ہے بدلیل اول حدیث مذکور
اوسکا جواب یہ ہے کہ فقط کوڑے مارنے کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے تو اگر کوڑے کے ساتھ نکال دینا بھی داخل ہو تو لازم آوے زیادۃ علی الکتاب خبر
احاد سے اور یہ جائز نہیں کذا فی فتح القدیر الا سیاسة وتعزیرا فیفوض للامام وکذا فی کل جنایة ہر مگر باعتبار سیاست اور تعزیر کے

البتہ جمع بین الجلد والنفی جائز ہے نہ بنابر حد کے پہر جب یہہ جمع کرنا بنابر تعزیر کے ہوا تو اسکا اختیار کرنا امام کو مفوض ہے اگر وہ مصلحت دیکہے تو جمع کرے
اور اسیطرح ہر فساد مین امام کو اختیار ہی کذا فی النہر تو یہہ جو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا کوڑے مارنے اور نفی مین مروی ہی تو تعزیر پر محمول ہی نہ حد پر کذا فی
الھدایۃ وہ حدیث جو صحیح میں ہے ثابت ہی لا یجلد حتی یبرأ الا ان یقع الیاس من برئہ فیقام علیہ الحد اور سنگسار کیا جاویگا وہ مریض جسنے زنا کیا اسواسطے کہ
سنگساری سے واسطے مار ڈالنے کے ہی اور کوڑے سے نمارا جاویگا بیمار یہانتک کہ چنگا ہو جاوے مگر یہہ کہ اُسکی صحت سے ناامیدی ہو جاوے پہر تو اوسپر حد قائم کیجاویگی کذا فی النہر
یعنی جب صحت سے ناامیدی ہو تو مریض کو بقدر احتمال کے مارنا چاہیئے اسواسطے کہ فتح القدیر مین مصرح ہی کہ جب مریض کی صحت کی امید نہو چنانچہ معلول
یا نہایت ضعیف الخلقت ہو تو ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک اوسکو کہجور کے گودے سے ایکبار مارنا چاہئے جسمین سو شاخین ہون طحاوی نے مسند اور ابن ماجہ
سے حدیث روایت کی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایکمرد کی حد مارنیکو فرمایا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ وہ نہایت ضعیف الخلقت ہی اگر ہم اوسکو
مارینگے تو مقتول ہو جاویگا فرمایا کہ کہجور کی گودا لو جسمین سو شاخین ہون پہر اوسکو ایکبار مارو چنانچہ ایساہی کیا اسی مضمون کی حدیث تیسیر الوصول مین
ابو داؤد اور نسائی سے مروی ہی ولا یقام علی الحامل حتی تضع ولا تحبس الا اذا ثبت بالبینۃ اور حد قائم کیجاویگی حاملہ عورت پر بعد
وضع حمل کے نہ قائم ہو حد قبل وضع کے اصلا بلکہ حاملہ قید کیجاویگی اگر اوسکا زنا گواہی سے ثابت ہوا ہو یعنی فقرہ کو قید کرنا سچا ہی فان کان حدھا الرجم رجمت
حین وضعت الا اذا لم یکن للمولود من یربیہ فحتی یستغنی پہر اگر حاملہ کی حد رجم ہو تو اوسکو رجم کرنا چاہیئے وضع حمل کیوقت مگر جبکہ مولود کا
کوئی پالنے والا نہو تو اوسپر رجم نہو یہانتک کہ لڑکا مستغنی ہو یعنی جبکہ وہ دودہ پینے سے روٹی کہانے لگے ولو ادعت الحبل یریہا النساء فان قلن انھا
حبلی حبسہا سنتین ثم رجمہا اختیار اور اگر زانیہ اپنی حاملہ ہونے کا دعوی کرے تو حاکم اوسکو عورتونکو دکہاوے سو اگر وہ کہین کہ ان وہ حاملہ ہی تو اوسکو
قید رکہے دو سال تک پہر اوسکو پتہر مارے کذا فی الاختیار وان کان الجلد فبعد النفاس لانہ مرض اور اگر حد حاملہ کی کوڑے مارنا ہو تو نفاس کے بعد
حد چاہیئے اسواسطے کہ نفاس بیماری ہی اور بیماری مین تا صحت انتظار ہی وشرائط احصان الرجم سبعۃ اور شرائط احصان رجم کی سات ہین یعنی شرائط احصان
وہی احصان ہی تو احصان عبارت ہی امور سبعہ مذکورہ سے احصان رجم اسواسطے کہا کہ اوسمین نکاح اور دخول شرط نہین کذا فی النہر الحریۃ شرائط احصان
مین اول آزاد ہونا ہی تو غلام اور لونڈی محصن نہین اسواسطے کہ مملوک نکاح صحیح پر بنفسہ قادر نہین کہ زنا کا محتاج نہو والتکلیف عقل وبلوغ اور شرط احصان
سے مکلف ہونا یعنی عقل وبلوغ ہی عقل اور بلوغ دو شرطین ہین تو مجنون اور صغیر محصن نہین بسبب عدم اہلیت عقوبت کے والاسلام اور چوتہی
شرط احصان کی اسلام ہے تو کافر محصن نہین اسواسطے کہ اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند مین ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا من اشرک باللہ فلیس بمحصن یعنی جسنے اللہ کے ساتہہ شرک کیا وہ محصن نہین اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک اسلام شرط احصان نہین بدلیل
حدیث صحیحین کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودی اور یہودیہ پر رجم کا حکم دیا اوسکا جواب یہہ ہے کہ حضرت نے بحکم توراۃ قبل نزول اوس آیت کے
جسمین کوڑے مارنے کا حکم ہے حکم دیا تہا پہر کوڑونکی آیت نازل ہوئی بلا شرط اسلام پہر رجم کا حکم ہوا بشرط اسلام چنانچہ حدیث سابق اسپر دلیل ہی کذا
فی الفتح والوطی اور پانچوین شرط احصان جماع ہی تو جسنے نکاح کیا اور صحبت نکی وہ محصن نہین اور مراد جماع سے وہ جماع ہی جس سے غسل لازم آوے یعنی
ادخال حشفہ انزال ہوا ہو یا نہو وکونہ بنکاح صحیح حال الدخول اور ہونا جماع کا بنکاح صحیح وقت دخول کے نکاح صحیح کی قید سے نکاح بلاشہود خارج ہوگیا
تو ایسے نکاح سے محصن نہوگا اور اس قید سے کہ دخول کیوقت صحت نکاح ہو وہ شخص محصن ہونے سے نکل گیا جسنے عورت کی طلاق اوسکے نکاح پر معلق کی پہر اس
سے نکاح کیا تو یہہ نکاح صحیح ہی لیکن اگر اُس عورت سے صحبت کریگا بعد نکاح کے تو محصن نہوگا اسواسطے کہ قبل دخول وہ مطلقہ ہوگئی کذا فی النہر وکونہما
بصفۃ الاحصان المذکورۃ وقت الوطی فاحصان کل منہما شرط لصیرورۃ الاخر بہ محصنا اور ساتوین شرط احصان کی ہونا زوجین کا
وطی کیوقت بصفت احصان جو مذکور ہو چکی تو احصان ہر واحد کا زوجین سے شرط ہے دوسرے شخص کے محصن ہونے کی اوسکے سبب سے وطی کیوقت جمیع
شرائط مذکورہ احصان کا جامع ہونا زوج اور زوجہ مین شرط ہی تو زوج کا محصن ہونا زوجہ کے محصنہ ہونے پر موقوف ہی اور زوجہ کا محصنہ ہونا زوج کے

محصن ہونے پر موقوف ہو تو جیسے کتابیہ ذمیہ یا لونڈی یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کرکے قربت کی تو وہ شخص محصن نہوگا اسواسطے کہ زوجہ کے سبب عدم اسلام یا عدم حریت یا عدم تکلیف کے محصنہ نہیں اور سبب اسکا یہہ ہی کہ نکاح ایسی عورت سے لائق نفرت ہے تو حصول نعمت علی وجہ الکمال نہوا تو ایسے شخص کا انسے حق رجم نہیں بالذات اسی طرح وہ شخص محصن نہیں جسنے عورت محصنہ سے قربت کی عدم احصان کیحالت مین اور پھر وہ محصن ہوگیا زنا کیوقت بدلیل مذکور کذا فی الطحاوی من البحر ولو نكح امة او الحرة تحت عبد فلا احصان الا ان يطأها بعد العتق فيحصل الاحصان به لا بما قبله حتى لو زنى ذمي بمسلمة ثم اسلم لا يرجم بل يجلد تو اگر نکاح کیا آزاد مرد نے لونڈی سے یا آزاد عورت نے نکاح کیا غلام سے تو احصان نہیں مگر یہہ کہ عورت سے وطی کرے بعد ہو جانے اسکے آزاد ہونے لونڈی یا غلام کے تو حاصل ہوگا احصان وطی بعد العتق سے نہ قبل عتق کے وطی سے یہانتک کہ اگر کافر ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر وہ مسلمان ہو تو اوسے رجم نہوگا بلکہ کوڑے مارے جاوینگے اسواسطے کہ مرد محصن نتھا زنا کیوقت اگرچہ عورت محصنہ تھی وفي شرح الكنز ذكر ابن الكمال وطوان لا يبطل احصانهما بالارتداد فلو ارتدا ثم اسلما لم يعد الا بالدخول بعده اور باقی رہی ایک اور آٹھوین شرط احصان کی جسکو ابن کمال نے ذکر کیا ہے وہ شرط یہہ ہی کہ احصان دونوں کا بسبب ارتداد کے باطل ہوگیا ہو سو اگر دونون مرتد ہوجاوینگے پھر مسلمان ہونگے تو دوبارہ احصان عود نکریگا مگر جماع بعد اسلام سے ہم ساتھہ ہی مرتد ہونے اور ساتھہ ہی مسلمان ہونے سے نکاح باطل نہیں ہوتا تو تجدید نکاح کی حاجت نہیں اور اگر اسلام ترتیب ہوا تو تجدید نکاح ضرور ہی ولو بطل بالجنون او العته عاد بالافاقة وقيل بالوطء بعده اور اگر احصان باطل ہوا جنون یا بیہوشی سے تو احصان پھر آوے گا بعد صحت کے اور دوسرا قول یہہ ہی کہ جماع بعد از صحت سے عود احصان ہوگا یہہ قول اخیر ابو یوسف کا قول ہے واعلم انه لا يجب بقاء النكاح لبقاء الاحصان فلو نكح في عمره مرة ثم طلق وبقي مجردا وزنى رجم اور جان رکھہ کہ باقی رہنا نکاح کا واسطے بقا احصان کے واجب نہیں تو اگر ایک شخص نے اپنی تمام عمر میں ایکبار نکاح کیا پھر عورت کو طلاق دیدی بعد وطی کے اور پھر رہگیا وہ مرد مجرد بیچارا اور اوسنے زنا کیا تو سنگسار ہوگا وقد نظم بعضهم الشروط فقال شروط احصان اتت ستة فخذها عن النص مستفهما بلوغ وعقل وحرية ورابعها كونه مسلما وعقد صحيح ووطء مباح متى اختل شرط فلا ترجما اور بعض علماء نے شروط احصان کو یون نظم کیا ہی شروط احصان کی چھہ ہین سو لے انکو تم ہم سے دریافت کرکے ایک بلوغ دوسری عقل تیسری حریت اور چوتھی شرط ہونا اوسکا مسلمان اور پانچوین نکاح صحیح اور چھٹی وطی مباح جبکہ مختل ہوئی کوئی شرط تو سنگسار نہو ہم اس نظم مین دو شرطین باقی رہ گئین ایک ہونا زوجین کا متصف بصفت احصان وقت دخول کے اور دوسری نہ باطل ہونا احصان کا ارتداد سے طحطاوی نے کہا کہ اس نظم کو صاحب عدہ نے فاکہانی مالکی سے نقل کیا ہی

باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه

لقيام الشبهة لحديث ادرؤا الحدود بالشبهات ما استطعتم یہہ باب ہے اوس وطی کے بیان مین جس سے حد واجب ہوتی ہے اور جس سے حد واجب نہیں ہوتی بسبب قائم ہونے شبہہ کے بدلیل اس حدیث کے کہ ٹالو حدود کو بسبب شبہون کے جہانتک کہ تم سے ہوسکے ہم عنقریب ذکر کرچکا کہ ابو یعلے کی سند مین حدیث مرفوع ان الفاظ سے مروی ہی کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم اور امام اعظم ابو حنیفہ کی مسند مین ابن عباس سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود بالشبهات اور ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ امیر المؤمنین عمر فاروق نے کہا کہ اگر مین حدود کو بسبب شبہات کے معطل کروں یہہ نزدیک میرے بہتر ہی کہ اونکے شبہات سے اقامت کرون اور معاذ اور عبد اللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ ان حضرات نے کہا کہ جب تجکو شبہہ پڑے حد مین تو ٹال دے ہر چند ابن حزم وغیرہ اہل ظاہر شبہات سے حد ٹالنے کے منکر ہین لیکن چونکہ حدیث مرفوع اور آثار صحابہ کرام سے یہہ امر ثابت ہے اور فقہاء امصار کا اسپر اتفاق اور اجماع ہی تو انکار اونکا باطل ہے لائق التفات کے نہین کذا فی فتح القدير الشبهة ما يشبه الشيء الثابت وليس بثابت في نفس الامر شبہہ اوس چیز کو کہتے ہین جو مشابہ ہو شی ثابت کی حالانکہ وہ نفس الامر مین ثابت نہیں یعنی شبہہ عبارت ہے امر غیر واقعی سے جو امر واقعی سے مشابہت رکھتا ہو جیسے ولد کی لونڈی اپنی لونڈی کے مشابہ ہے حلت ملک مین اور حالانکہ ولد کی لونڈی واقع مین حلال نہیں باپ پر وهي ثلاثة انواع شبهة حكمية وفي الفعل اور شبہہ تین قسم پر ہے ایک شبہہ فی المحل

جسکو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہیں هم محل سے مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی وشبهة فی اشتباه الفعل اور دوسرا شبہہ فعل میں جسکو اشتباہ بھی کہتے ہیں یعنے
فعل وطی میں اشتباہ واقع ہوا وشبهة فی العقد والتحقیق دخول هذه فی الاولیین وتحقیقه اور تیسرا شبہہ عقد میں ہے یعنی نکاح کا شبہہ اور تحقیق یہہ
ہے کہ شبہہ عقد کا پہلے دونوں شبہوں میں داخل ہے کوئی علحدہ شبہہ نہیں اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے فان ادعاها ای الشبهة وبرهن قبل
برهانه وسقط الحد وكذا يسقط ايضا بمجرد دعواها الا فی دعوى الاكراه خاصة فلا بد من البرهان لانه دعوى بفعل الغير فيكلف ثبوته
یعنی سو اگر زانی نے شبہہ کا دعوی کیا اور برہان سے یعنی گواہوں سے ثابت کیا تو اوسکے گواہ مقبول ہونگے اور حد اوس سے ساقط ہو جاویگی اور اسیطرح سے ساقط
ہوگی حد فقط دعوی بلا برہان سے بھی مگر مخصوص اکراہ کے دعوی میں مجرد دعوے بلا برہان سے ساقط حد نہوگا تو ضرور ہوگا اکراہ کے دعوی میں برہان سے اسواسطے کہ اکراہ
غیر کے فعل کا دعوی ہے تو مدعی پر اوسکا ثابت کرنا لازم ہوگا کذا فی البحر لا حد بالاول بشبهة المحل ای الملك وتسمی شبهة حكمية ای الثابت
حكم الشرع بحلها حد لازم نہیں شبہہ محل سے یعنی شبہہ ملک سے اور شبہہ محل کو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہیں شبہہ حکمیہ وہ جسمین محل کی حلت بحکم شرع ثابت ہے هم
شارح نے تعریف شبہہ حکمیہ کی فتح القدیر سے نقل کی ہے بحذف مضاف اوسمین یون ہے ای الثابت شبهة حكم الشرع بحل المحل یعنی شبہہ حکمیہ وہ ہے جسمین محل کی حلت
کا شبہہ بحکم شرع ثابت یعنی شبہہ محل میں ثابت ہے بسبب قائم ہونے اوس دلیل کے جو حرمت محل کی نافی ہے یعنی جب دلیل شرع کو دیکھیے قطع نظر مانع سے تو اوسکو منافی حرمت کی پاویگے کذا فی الفتح اتقانی نے کہا شبہہ محل
وہی جہان محل میں شبہہ ثابت ہو اسطرح کہ محل میں شبہہ ملک پایا جاوے یعنی ملک رقبہ یا ملک وطی اور اسکو شبہہ حکمیہ کہتے ہیں اس اعتبار سے کہ محل کو حکم ملک کا دیا
ہے اسقاط حد میں اگرچہ فی الحقیقت ملک ثابت نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہہ تقریر خوب واضح ہے وان ظن حرمته شبہہ محل سے حد نہیں اگرچہ زانی حرمت
محل کا گمان رکھتا ہو یعنی شبہہ محل میں اسقاط حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ زانی کے اعتقاد پر اسواسطے کہ بسبب ثابت ہونے دلیل کے نفس الامر میں شبہہ قائم
ہے زانی اوسکو جانے یا نجانے دونوں برابر ہیں کذا فی الفتح اب مصنف اور شارح امثلہ شبہہ محل کے مذکور کرتے ہیں کوطی امة ولده وولد ولده
وان سفل ولو ولده حيا فتح لحديث انت ومالك لابيك چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی کا جماع یا اپنے پوتے کی لونڈی کا جماع اگرچہ پوتا بہت نیچا
ہو گو کہ بیٹا زندہ ہو تو بھی پوتے پر پوتے کی لونڈی کے وطی سے حد نہیں کذا فی الفتح بدلیل اس حدیث کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے هم ابن ماجہ نے جابر رضہ
سے بسند صحیح روایت کی کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ کہ البتہ میرا مال ہے اور میرا بیٹا ہے اور میرا باپ مال کو مانگتا ہے حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہیں حضرت صلعم
نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے اور اس مضمون کی حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے مع القصة الطويلة كذا فی فتح القدیر اس حدیث کی دلیل سے
معلوم ہوا کہ ولد کا مال والد کا مال ہے تو اوسکی لونڈی کی وطی کی حلت کا شبہہ ثابت ہو گیا ملک میں اگرچہ واقع میں نظر اور دلائل شرعیہ کے اوسکی حلت ثابت
نہیں ومعتدة الكنايات ولو خلعا خاليا عن مال وان نوى بها ثلثا لقول عمر رضى الله عنه الكنايات رواجع اور چنانچہ کنایات
طلاق کی معتدہ کی وطی سے حد نہیں اگرچہ عدت خلع بلا مال کی ہو گو کہ کنایات سے تین طلاق کی نیت کی ہو کذا فی النہر بدلیل قول عمر رضہ کے کہ کنایات رواجع
ہیں یعنی کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے هم قول مذکور سے شبہہ حلت وطی کا پیدا ہوا اگرچہ مختار علی مرتضی کا قول ہے کہ کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی
ہے اور خلع بلا مال میں اسواسطے حد نہیں کہ اسکے بائن ہونے میں صحابہ مختلف ہیں کذا فی البحر عن جامع النسفی اور فتح القدیر میں خلع بلا مال کو شبہہ حکمیہ میں داخل
نہیں کیا تو ظاہرا اسمین دو قول ہیں کذا فی الطحطاوی ووطی البائع الامة المبيعة والزوج الامة الممهورة قبل تسليمها للمشترى والزوجة
وكذا بعده فی الفاسد اور چنانچہ وطی کرنا بائع کا بیچی ہوئی لونڈی سے قبل تسلیم مشتری کے اور وطی زوج کے اوس لونڈی سے جسکو زوجہ کے مہر میں
مقرر کیا قبل تسلیم زوجہ کے اور اسیطرح نکاح فاسد میں بھی بعد تسلیم کرنے زوجہ کے بھی حد نہیں قطعی ووطی الشريك ای احد الشريكين الجارية
المشتركة ووطی جارية مكاتبه وعبده الماذون له وعليه دين محيط بماله ورقبته زيلعی اور وطی شریک کی یعنی دو شریکون میں سے ایک شریک
کا وطی کرنا مشترک لونڈی کا اور اپنے مکاتب کی لونڈی کے وطی اور اپنے عبد ماذون فی التجارة کی لونڈی کے وطی سے ساقط حد ہے اور حالانکہ اوس عبد پر اتنا
دین ہے جو اوسکے مال اور اوسکی ذات کو محیط ہے کذا فی الزیلعی اور اگر عبد مدیون نہوگا تو بطریق اولی حد نہیں هم مشترک لونڈی کی ملک کا شبہہ تو ظاہر ہے

اور کتاب الہبہ اور رہن کے مال میں تو شرکت مرتہن کا تو اوسکی حق میں شبہہ ملک البتہ ثابت ہو ووطی جاریۃ من الغنیمۃ بعد الاحراز بدارنا او قبلہ
اور وطی غنیمت کی لونڈی کی بعد لے آنے دار الاسلام کے یا قبل لے آنے کے ہم غازیوں کا حق بسبب استیلا کے ثابت ہو تو شبہہ ملک کا پیدا ہوا اور مجاہد پر
یہہ ہو کہ وطی اوسکی قبل قسمت کی ہوئی اور بعد قسمت کے وطی سے حد لازم ہوگی بسبب متعین ہو جانے ملک کے کذا فی الطحاوی ووطی جاریۃ قبل الاستبراء
والتی فیہا الخیار للبائع والتی ہی اختہ رضاعا اور حد نہیں مرد کو لونڈی کی وطی سے قبل استبرا کے اور اُس لونڈی کے وطی سے جسکی خرید میں ہو تنہا بائع
باقی ہے مشتری کو اور اُس لونڈی کے وطی سے جو مولی کی رضاعی بہن ہو ہم اور اگر ایسی کو حیا ہو تو اطلاق اولے حد واجب نہیں اور یہی حکم ہے جبکہ بائع
اور مشتری دونوں کو خیار ہو یا مرد اجنبی کو خیار ہو وزوجۃ حرمت بردتہا او مطاوعتہا لابنہ او جماعہا لامہا او بنتہا او الامۃ من الاب
مسلمۃ تمجست اور حد نہیں اُس مرد کی وطی سے جو حرام ہوگئی زوج پر بسبب مرتد ہو جانے کے یا زوج کے ولد کے جماع سے راضی ہوگئی یا اوس زوجہ کے وطی
سے جو حرام ہوگئی بسبب جماع کرنے زوج کے اوسکی ماں یا اوسکی بیٹی سے اسواسطے کہ بعض امام اسکی حرمت کے قائل نہیں ہم یہہ تعلیل متعلق ہے ارتداد اور
اوسکے مابعد سے کتاب النکاح میں مذکور ہو چکا کہ مشائخ بلخ نے ارتداد زوجہ میں عدم فرقت کا فتوی دیا ہے اور باقی صورتوں میں امام شافعی کا خلاف ثابت ہے
ہر صورت شبہہ پیدا ہوا حد ساقط ہوگئی وغیرہا کما لا یخفی علی المتتبع نص علی الحصر فی ستۃ مواضع ممنوع اور سوائے امثلہ مذکورہ کے
شبہہ محل کی اور بھی مثالیں ہیں چنانچہ کتب فقہ کے دیکھنے والے پر یہہ امر مخفی نہیں تو دعوی حصر کا چھہ مکان میں ممنوع ہے ہم یہہ تعریض ہے صاحب ہدایہ پر
ہرچند صاحب ہدایہ نے دعوی حصر کا نہیں کیا مگر ظاہر کلام حصر پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ شمار کرنا بیان کے مقام میں قرینہ ہے حصر کا کذا فی النہر
والثانیۃ شبہۃ فی الفعل وتسمی شبہۃ اشتباہ ای شبہۃ فی حق من حصل لہ اشتباہ اور دوسرا شبہہ فعل ہے بھی اور اوسکو شبہہ اشتباہ
بھی کہتے ہیں یعنی شبہہ اوسکے حق میں ثابت ہے جسکو دہوکھا پڑا ملت میں ہم شبہہ فعل کو شبہہ مشابہت بھی بولتے ہیں ان تحقق حلہ العبرۃ لظنہ حتی
الظن وان لم یحصل لہ الظن شبہہ فعل سے اُسوقت حد ساقط ہوگی اگر زانی نے حلت وطی کا گمان کیا ہو اور اعتبار ہے ظن کے دعوی کرنیکا اگرچہ
نفس الواقع اوسکو ظن نہ حاصل ہوا ہو ولو ادعاہ احدہما فقط لم یحدا حتی یقرا جمیعا بعلمہما بالحرمۃ نہر اور اگر مرد اور عورت میں سے فقط
ایک نے ظن حلت کا دعوی کیا تو دونو پر حد نہ ماری جاویگی یہانتک کہ دونو ملکر اپنے علم بالحرمۃ کا اقرار کریں کذا فی النہر یعنی شبہہ اشتباہ میں جو
دونو پر حد ماری جاویگی جب دونوں زنا کا اقرار کریں اسطرح پر کہ ہمنے حرام جانکر زنا کیا اب شبہہ اشتباہ کی مثالیں مذکور ہوتی ہیں کوطی امۃ ابویہ
وان علیا امۃ چنانچہ اپنے والدین کی لونڈی سے جماع کرنا اگرچہ والدین دور کے ہوں کذا ذکرہ العینی یعنی دادا دادی کی لونڈی یا پردادا پردادی
کی لونڈی سے جماع کرنا بھی مسقط حد ہے اسواسطے کہ اتصال املاک بین الاصول والفروع سے یہہ گمان ہوتا ہے کہ ولد کو والدین کی لونڈی کے جماع میں
ولایت ہے چنانچہ باپ کو بیٹے کی لونڈی پر ولایت ہے کذا فی النہر ومعتدۃ الثلث ولو جملۃ اور چنانچہ تین طلاق کی عدت والی سے جماع کرنا
اگرچہ طلقات ثلثہ یکبارگی واقع ہوگئی ہوں ہم اگرچہ مطلقہ ثلثہ کی حرمت قطعی ہے لیکن بنا بر بعض احکام نکاح کے مانند وجوب نفقہ اور سکنی
اور منع خروج اور ثبوت نسب قیاسی ظن حلت کا شبہہ پڑسکتا ہے موضع اشتباہ میں کذا فی النہر وامۃ امرأتہ وامۃ سیدہ اور چنانچہ اپنی زوجہ
کی لونڈی سے یا اپنے مولے کی لونڈی سے جماع کرنا ہم حق تعالی نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت خدیجہؓ کے مال سے غنی فرمایا چنانچہ ارشاد
کیا ووجدک عائلا فاغنی تو اس آیت سے شبہہ پڑسکتا ہے کہ زوج کو زوجہ کے مال میں تصرف کا اختیار ہے اور غلام محتاج ہے اپنے مولے کے مال کا
تو اگر زوج یا غلام کو شبہہ حلت کا پڑے تو معذور قرار دیا جاویگا ووطی المرتہن الامۃ المرہونۃ فی روایۃ کتاب الحدود وہو المختار
زیلعی اور چنانچہ جماع کرنا مرتہن کا مرہونہ لونڈی سے مسقط حد ہے کتاب الحدود کی روایت میں بشرط ظن حلت اور یہی روایت مختار ہے کذا فی شرح
الزیلعی ہم جب مرتہن نے کہا کہ میں مرہونہ لونڈی کی حرمت جانتا تھا اور اُس سے جماع کیا تو دو روایتیں ہیں سو کتاب الرہن کی روایت میں آیا ہے
حد نہیں تو یہہ مسئلہ شبہۃ المحل کے فروع سے ہوگا اور کتاب الحدود کی روایت میں حد واجب ہے ہدایہ میں کہا کہ یہی قول اصح ہے اور شرح زیلعی میں کہا کہ یہی قول

مختار ہے کذا فی النہر اسواسطے کہ مرہونہ پر مرتہن کی ملکیت تصرف کی ہونا موہم ہے جماع مرہونہ کی حلت کا کذا فی الطحطاوی وفی الھدایۃ المستعیرۃ للرھن کالمرتھن اور ہدایہ میں ہو کہ رہن رکھنے کیواسطے لونڈی کا عاریت مانگنے والا مرتہن کی برابر ہو حکم میں یعنی اگر مستعیر لونڈی سے بگمان حلت جماع کریگا تو حد نماریں اوسپر حد نہیں چلپی نے کہا کہ للرہن کا لام تعلیل کا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ لونڈی کو رہن رکھنے کیواسطے عاریت لیا اور یہہ لام تعدیہ کا نہیں تاکہ یہ مطلب ہو کہ مرہونہ لونڈی کو مرتہن سے عاریت لیا وسیجئ حکم المستاجرۃ والمغصوبۃ اور مستاجرہ اور مغصوبہ لونڈی کا حکم آگے آویگا وینبغی ان الموقوف علیہ کالمرھونۃ نھر اور نہر الفائق میں کہا کہ لائق یوں ہے کہ موقوف علیہ لونڈی مرہونہ کی مانند ہو حکم میں یعنی بگمان حلت اوسکی وطی سے حد نہیں ومعتدۃ الطلاق علی مال وکذا المختلعۃ علی الصحیح بدایع اور چنانچہ طلاق بعوض مال کے عدت والی سے جماع کرنا اور اسیطرح مختلعہ کے جماع کرنا بنا بر قول صحیح کے کذا فی البدائع اسواسطے کہ مطلقہ بعوض مال کے حرمت بالاجماع ثابت ہو مانند مطلقہ ثلثہ کی کذا فی المنح تو بدون ظن حلت حد ساقط نہوگی ومعتدۃ الاعتاق والحال انھا ھی ام ولدہ اور چنانچہ اعتاق کی عدت والی سے جماع کرنا حالانکہ وہ ام ولد ہے مولی کی اسواسطے کہ اسکی بھی حرمت بالاجماع ثابت ہو لیکن اشتباہ حلت ہو سکتا ہو بقاء عدت کے سبب سے کذا فی المنح والواطی ان ادعی النسب یثبت فی الاولی اے شبہۃ المحل لا فی الثانیۃ ای شبہۃ الفعل لتمحضہ زنا الا فی المطلقۃ ثلثا بشرطہ بان تلد لاقل من سنتین لا لاکثر الا بدعوۃ کما مر فی بابہ وکذا المختلعۃ والمطلقۃ بعوض مال ولی نھایہ اور جماع کرنیوالا اگر ولد کے نسب کا دعوی کرے تو پہلے شبہ میں یعنی شبہۃ المحل میں نسب ثابت ہوگا نہ ثابت ہوگا نسب دوسرے شبہ میں یعنی شبہۃ الفعل میں اوسکے خالص زنا ہونیکے سبب سے اور حد جو ساقط ہو گئی سو اشتباہ کے سبب سے مگر مطلقہ ثلثہ میں البتہ بلا دعوت نسب ثابت ہو اوسکی شرط کے پائے جانے سے اسطرح کہ مطلقہ مذکورہ دو سال سے کمتر مدت میں جنی ہو نہ زیادہ دو سال سے کہ زیادتی میں نسب ثابت نہیں مگر بدعوت چنانچہ بیان اسکا ثبوت النسب کے باب میں مذکور ہو چکا اور اسیطرح مختلعہ اور مطلقہ بعوض مال کے ولد کا نسب بطریق اولے ثابت ہو کذا فی النہایہ اسواسطے کہ خلع اور طلاق بعوض مال تین طلاق سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی پھر جب اکثر میں ثبوت نسب ہوا تو اقل میں بطریق اولے ہوگا طلاق اور خلع میں اسواسطے نسب ثابت ہوا کہ اسمین شبہۃ العقد ہو بخلاف باقی مواضع شبہۃ الفعل کے کہ وہاں شبہ عقد کا نہیں کذا فی المنح عن البحر ولا فی وطی امراۃ زفت الیہ وقال النساء ھی زوجتک ولم تکن کذلک معتمدا خبرھن فیثبت نسبہ بالدعوۃ بحر اور نسب ثابت نہیں ہوتا شبہۃ الفعل میں مگر اس عورت کی وطی میں جو پہونچائی گئی مرد کے پاس اور عورتوں نے کہا کہ یہہ تیری زوجہ ہو اور حالانکہ وہ اوسکی زوجہ نہیں بشرطیکہ مرد نے عورتونکی خبر پر اعتماد کیا ہو تو اوسوقت میں اسکا نسب ثابت ہوگا دعوت سے کذا فی البحر ولاحد ایضا بشبہۃ العقد ای عقد النکاح عندہ ای الامام کوطی محرم نکحہا اور حد نہیں شبہۃ العقد سے یعنی عقد نکاح کے شبہ سے امام اعظم کے نزدیک چنانچہ اوس محرم سے وطی کرنا جس سے نکاح کیا ہو محرم کو مطلق کہا تو محرم نسبی اور محرم سببی اور محرم رضاعی کو شامل رہا ہر چند امام کے نزدیک بسبب شبہہ عقد کے حد نہیں لیکن بنا سیاست کے اوسپر سخت تعزیر اور ضرب شدید واجب ہو اگر اوسکو حرمت محارم کا علم ہو وقالا ان علم بالحرمۃ حد وعلیہ الفتوی خلاصہ اور صاحبین نے کہا اگر واطی حرمت محارم کی جانتا ہو تو حد مارا جاوے اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الخلاصۃ لکن المرجح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتوی علیہ اولی قالہ قاسم فی تصحیحہ لیکن تمام شروح میں قول امام کا ترجیح دیا گیا ہو تو اوسی پر فتوی بہتر ہے یہی کہا ہو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں لکن فی القہستانی عن المضمرات علی قولہما الفتوی فی المتون لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہو کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے متون میں ھم یہہ استدراک ہو شیخ قاسم کے جمیع شروح کے قول پر اسواسطے کہ مضمرات بھی شرح ہو تو عموم جمیع شروح کا نہ ثابت ہوا ح وفی الفتح انہا من شبہۃ المحل وفیہا یثبت النسب کما مر اور فتح القدیر میں تحریر کیا ہو کہ شبہۃ العقد شبہۃ المحل میں داخل ہے اور اسمین نسب ثابت ہوتا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا ووطی فی نکاح بغیر شہود لا حد بشبہۃ العقد اور نکاح بلا شہود کے جماع کرنے میں حد نہیں بسبب شبہہ عقد کے وفی المجتبی تزوج مجوسیۃ او منکوحۃ الغیر او معتدتہ ووطئہا جاہلا بالحل لا یحد ویعزر وان ظنہا حرمۃ فکذلک عندنا خلافا

لیعلم الظہران الشبہۃ ثلثۃ اقسام قول الامام اور مجتبی مین ہے کہ نکاح کیا مرد نے اپنی محرم عورت سے یا غیر کی منکوحہ سے یا اپنی عدت والی سے
اور اس سے جماع کیا حلال گمان کرکے تو اوسپر حد ماری جاویگی اور تعزیر دیجاویگی اور اگر اوسنے حرام جانکر وطی کی تو اوسیطرح اوسپر بھی حد نہین امام
کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اوسپر حد ہے تو اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ شبہہ کو تین قسم پر تقسیم کرنا یعنی شبہۃ المحل و شبہۃ الفعل اور
شبہۃ العقد یہہ قول ہے امام کا ہم حلبی نے کہا کہ اگر تقسیم من حیث الحکم مراد ہے تو سبکے نزدیک شبہہ دو ہی قسم ہے غایۃ الامر یہہ ہے کہ شبہۃ العقد
کا حکم امام کے نزدیک شبہۃ المحل کا حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک شبہۃ الفعل کا حکم ہے اور اگر تقسیم من حیث المفہوم مراد ہے تو بھی شبہہ دو ہی قسم ہے
اسواسطے کہ بعضا شبہۃ العقد شبہۃ الفعل مین تو داخل ہے چنانچہ معتدہ ثلث اور بعضا شبہۃ المحل مین داخل ہے جیسا کہ مسئلہ متن کا وحدّ بوطی امۃ
اخیہ وعمتہ وسائر محارمہ سوی الولاد لعدم الانبساط اور حد ماریجاویگی اپنے بھائی کی لونڈی اور چچا کی لونڈی کے وطی سے اور سوا ولاد
کے باقی محارم کے لونڈیون کے وطی سے بسبب عدم انبساط کے یعنی بھائی یا چچا وغیرہما کے مال مین توسع اور بےتکلفی جاری نہین چنانچہ باپ اور بیٹے کے
مال مین جاری ہے ولہذا اوس علت ادھر سے بیان برابر ہے وبوطی امرأۃ وجدت علی فراشہ وظنہا زوجتہ ولو ہو اعمی لتمیزہ بالسؤال
الا اذا دعاہا فاجابتہ قائلۃ انا زوجتک او انا فلانۃ باسم زوجتہ لان الاخبار دلیل شرعی حتی لو اجابتہ بالفعل او
بالتنحنح اور حد ماری جاویگی اوس عورت کے جماع سے جو پائی گئی مرد کے بستر پر سو اوسنے گمان کیا کہ وہ اوسکی زوجہ ہے اگرچہ وہ شخص اندھا ہو تو بھی
حد ہے بسبب امتیاز حاصل کرسکنے اندھے کے سوال کرکے مگر جبکہ اوسنے عورت کو بلایا سو اوسنے جواب دیا اوسکو یون کہکر کہ مین تیری جورو ہون یا مین
فلانی ہون اوسکی جورو کا نام لیکر پھر اوسنے اوس سے جماع کیا تو اندھے پر حد نہین اسلئے کہ خبر دینا دلیل شرعی ہے یہانتک کہ اگر عورت اجابت فعلی کریگی یعنی
جماع پر قادر کریگی یا تنحنح کریگی تو مرد پر حد ماری جاویگی ہم بستر پر عورت کے پانے سے اسواسطے حد ہے کہ بعد طول صحبت کے اپنی زوجہ کی امتیاز کرلینا
مرد پر مخفی نہین ہوسکتا لہذا یہ علت یہان مستند بدلیل نہین بخلاف شب زفاف کے جب عورتون نے غیر عورت کو کہا کہ یہہ تیری جورو ہے وذمیۃ
عطف علی ضمیر حدّ وجاز للفصل زنی بہا حربی مستامن اور حد ماری جاوے ذمیہ عورت پر جس سے مستامن حربی نے زنا کیا شارح کہا ذمیہ کا
لفظ حدّ کی ضمیر پر معطوف ہے اور عطف اسم ظاہر کا ضمیر متصل پر بلا فاصلہ غیر جائز ہے بسبب جدائی واقع ہونے کے اور عدم جائز ہونے حد مین فصل ہے وحدّ
ذمی زنی بحربیۃ مستامنۃ لا الحربی فی الاولی والحربیۃ فی الثانیۃ والاصل عند الامام الحدود کلہا لا تقام علی مستامن الا حد القذف
اور حد مارا جاوے مرد ذمی جسنے حربیہ مستامنہ سے زنا کیا نہ حد واقع ہوگی مرد حربی پر پہلی صورت مین اور نہ حربیہ عورت پر دوسری صورت مین اور قاعدہ امام
اعظم کے نزدیک یہہ ہے کہ جمیع حدود کی اقامت نہین ہوتی مستامن پر سوا حد قذف کے ولا حد بوطی بہیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع
بہا حیۃ ومیتۃ مجتبی اور نہ حد ماری جاوے جانور کے جماع سے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاوے اور جانور ذبح کیا جاوے پھر جلایا جاوے اور مکروہ ہے فائدہ
لینا اوس سے جیتے اور مرتے کذا فی المجتبی ہم ذبح کرنا جانور کا واجب نہین بلکہ مستحب ہے تاکہ اس فعل قبیح کی جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہے گفتگو منقطع ہوجاوے
یہہ جلانا اوسوقت ہے جب جانور فاعل کا ہو اور اگر غیر کا ہو تو اوسکو اختیار ہے کہ قیمت لیکر فاعل کو جانور دیدوے کذا فی الفتح وفی النہر الظاہر انہ یطالب ندبا
لقولہم یضمن بالقیمۃ اور نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر ایسا ہے کہ مالک جانور کا جانور کے دینے پر مطالبہ کیا جاوے بطریق استحباب کے بدلیل قول فقہا کے کہ جانور
مضمون بالقیمت ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ ضمان قیمت دلیل استحباب نہین اور یہہ عبارت نہر الفائق مین بھی نہین بلکہ اوسکی عبارت یون ہے فان کانت الدابۃ
لغیرہ اُمر صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح والظاہر انہ یطالب ای بالدفع علی وجہ الندب ولذا قال فی النہایۃ کان لصاحبہا ان یدفعہا
الیہ بالقیمۃ یعنی اگر جانور غیر شخص کا ہو تو اوسکے مالک کو حکم کیا جاوے کہ جانور فاعل کو دیڈالے قیمت لیکر پھر وہ ذبح کیا جاوے اور ظاہر ایسا ہے کہ مالک
مطالب بالدفع علی وجہ الاستحباب ہے اور اسیواسطے نہایہ مین کہا ہے کہ اوسکے مالک کو اختیار ہے کہ جانور اوسکو دیدے قیمت لیکر ولا بحد بوطی اجنبیۃ زفت
الیہ وقیل خبر الواحد کاف فی کل ما یعمل فیہ بقول النساء ہی عرسک وعلیہ مہرہا بذلک قضی عمر رضی اللہ عنہ وبالعدۃ اور حد ماری جاویگی

اجنبی عورت کے جماع سے جو شب زفاف مین پونہچائی گئی مرد کے پاس اور کہا گیا کہ یہہ تیری زوجہ ہی اور مرد پر مہر عورت کا واجب ہے یعنی مہر مثل ایسا حکم
کیا عمر فاروق رضہ نے اور عدت کا شارح کہتا ہی خبر دینا ایکعورت کا کافی ہے جہان عورتون کے قول پر عمل کیا جاتا ہی یعنی اگر ایکعورت بھی کہیگی کہ یہہ
تیری زوجہ ہی تو حد ساقط ہے اسواسطے کہ ابتدای ملاقات مین امتیاز اپنی زوجہ کی غیر عورت سے نہین ہوتی تو مقام ہی اشتباہ کا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہہ
حکم عمر فاروق سے نقل کیا حالانکہ بحر الرائق وغیرہ مین یہہ حکم علی مرتضی سے ثابت ہی او وطئی فی دبرہ قال ان فعل فی الاجانب حد وان
فی عبدہ او امتہ او زوجتہ فلا حد اجماعا بل یعزر وقال فی الدر بنحو الاحراق بالنار وهدم الجدار والتنکیس من محل مرتفع باتباع
الاحجار وفی الحاوی والجلد اصح یعنی وطی مقعد سے حد نہین امام کی نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اگر یہہ فعل اجانب مین کیا تو حد ماری جاویگی اور اگر
اپنے غلام یا لونڈی یا زوجہ سے کیا تو باجماع امام اور صاحبین کے حد نہین بلکہ تعزیر دیا جاوے اور در مین کہا کہ تعزیر دیا جاوے مانند آگ سے جلا دینے
کی اور اوسپر دیوار ڈہا دینے اور اونچے مقام سے اوندہا گرا دینے سے پتہرون کے ساتھہ ڈہلکا کر اور حاوی مین ہی کہ امور ثلثہ مذکورہ سے کوڑے مارنے کی
تعزیر صحیح تر ہے ھم صاحبین کے نزدیک لواطت مین حد ہے اس دلیل سے کہ لواطت مانند زنا ہی اسواسطے کہ محل شہوت مین شہوت رانی اور آب ریزی ہے
بوجہ حرمت اور امام اعظم کے نزدیک لواطت درحقیقت زنا نہین ولہذا اصحابہ کرام اسکی جزا مین مختلف ہین کسی نے آگ سے جلانا اور کسی نے اوسپر دیوار
کا ڈہانا اور کسی نے مکان بلند سے پتہرون کے ساتھہ گرانا تجویز کیا اور اسمین معنی زنا موجود نہین اسواسطے کہ اضاعت اور اشتباہ انساب نہین تو اگر لغت عرب
مین لواطت زنا ہوتی یا بمعنی زنا تو صحابہ کرام کہ اہل لسان تھے اوسکی موجب مین مختلف نہوتے بلکہ حد زنا تجویز فرماتے اور یہہ جو ابن عباس سے سنن
ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین حدیث مرفوع مروی ہی کہ جسکو تم قوم لوط کا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول کو قتل کرو تو یہہ حکم بطریق
سیاست ہی نہ بطور حد کذا فی الفتح ملخصا وفی الفتح یعزر ویسجن حتی یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطۃ قتلہ الامام سیاسۃ قلت وفی
النہر معزیا للبحر التقیید بالامام یفہم ان القاضی لیس لہ الحکم بالسیاسۃ اور فتح القدیر مین ہی کہ لواطت کرنیوالا تعزیر دیا جاوے
اور قید کیا جاوے یہانتک کہ مر جاوے یا توبہ کرے اور اگر اوسکو لواطت کی عادت پڑگئی ہو تو امام یعنی سلطان اوسکو قتل کرے بطریق سیاست کے شارح
کہتا ہی اور نہر الفائق مین بحر الرائق سے منقول ہی کہ امام کی تقیید اسکی سمجہہ ہی کہ قاضی کیواسطے حکم سیاست کا نہین ھم بحر الرائق مین یہہ مسئلہ بطریق بحث کے ہی
نہ بطور منصوص کے علاوہ اسکے امام کیواسطے خصوصیت قتل اس جزئی سے لازم نہین تخصیص جمیع جزئیات سیاست کیواسطے امام کے اور معین الحکام مین مذکور
ہے کہ اکثر جزئیات سیاست مین قاضی کو اختیار ہی کذا فی الطحطاوی فائدہ مسئلہ متعلقہ شارح کا وفی الجوہرۃ الاستمناء حرام وفیہ التعزیر و
لو مکن امرأتہ او امتہ من العبث بذکرہ حتی انزل کرہ ولا شیء علیہ اور جوہرہ مین ہی کہ زلق مارکر منی نکالنا حرام ہی اور اوسمین تعزیر ہی اور اگر
مرد نے قادر کیا اپنی زوجہ یا لونڈی کو اپنی آلہ تناسل سے عبث کرنیکا یہانتک کہ انزال ہوا تو یہہ مکروہ ہے اور اوسپر کچہہ نہین نہ حد نہ تعزیر ولا تکون
اللواطۃ فی الجنۃ علی الصحیح لانہ تعالی استقبحہا وسماہا خبیثۃ والجنۃ منزہۃ عنہا فتح اور لواطت نہوگی بہشت مین بنا بر صحیح قول کے اسواسطے
کہ حق تعالی نے اوسکو قبیح فرمایا اور قران مجید مین اوسکا خبیث نام رکہا اور بہشت پاک ہی خباثت سے کذا فی الفتح وفی الاشباہ حرمتہا عقلیۃ فلا
وجود لہا فی الجنۃ وقیل سمعیۃ فتوجد وقیل یخلق اللہ تعالی طائفۃ نصفہم الاعلی کالذکور والاسفل کالاناث والصحیح الاول
اور اشباہ مین ہی کہ حرمت لواطت کی عقلی ہے تو اوسکا وجود نہین جنت مین اور قول ضعیف یہہ ہی کہ حرمت اوسکی سمعی ہی تو اوسکا وجود جنت مین ہوگا
اور بعضون نے کہا کہ پیدا کریگا اللہ تعالی ایک گروہ کو کہ انکا بدن نصف اعلی مردونکی مانند ہوگا اور نصف اسفل عورتون کی مانند ہوگا اور صحیح پہلا قول
ھم فتوحات مکیہ مین مذکور ہی کہ اہل جنت کے دبر نہوگی اسلئے کہ دنیا مین دبر مخلوق ہوئی واسطے دفع براز کے اور جنت نجاسات کا مکان نہین جنہون نے
کہا تو اسمین تمکین لواطت کا ہر حال مین وجود نہین جنت مین کذا فی الطحطاوی وفی البحر حرمتہا اشد من الزنا لحرمتہا عقلا وشرعا وطبعا
والزنا لیس بحرام طبعا وتزول حرمتہ بتزوج وشراء بخلافہا وعدم الحد عندہ لا لخفتہا بل للتغلیظ لانہ مطہر علی قول

اور بحر الرائق مین ہے کہ حرمت لواطت کی سخت تر ہے زنا سے بسبب حرام ہونے لواطت کے عقلا اور شرعا اور طبعا اور حرمت عقلی سے یہہ مراد کہ عقل ظاہر اور تیز
سے حرمت کی نہ مثبت اور خبث حقیقت مین شرع سے تو اسناد تحریم کی عقل اور طبع کیطرف اسناد مجازی ہے کذا فی اللمعات اور زنا حرام نہین باعتبار
طبیعت انسانی کے بلکہ عقلا اور شرعا حرام ہے اور حرمت اوسکی زائل ہو جاتی ہے عورت کے نکاح اور خرید کرنے سے یعنی زنا کی حرمت دائمی نہین بخلاف لواطت
کے کہ اوسکی کسیطرح زوال پذیر نہین اور لواطت مین حد کا نہونا امام کے نزدیک اسجہت سے نہین کہ اسکی حرمت خفیف ہے بلکہ بسبب تغلیظ اور تشدید کے ہے اسلئے
کہ حد پاک کرتی ہے گناہ سے بموجب ایک قول کے۔ وفی المجتبی یکفر مستحلها عند الجمهور اور مجتبی مین ہے کہ لواطت کا حلال جاننے والا کافر ہے اکثر علما کے
نزدیک م طحطاوی نے کہا کہ یہہ تکفیر مقید بغیر ملوکہ ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مستحل اوسکا کافر نہین اگرچہ اوسنے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا ولا حد فی دار
الحرب والبغی الا اذا زنی فی عسکر لامیره ولایة الاقامة هدایه یا زنا کیا دار الحرب یا دار البغی مین تو اوسپر حد نہین مگر جبکہ اوسنے زنا کیا اوس
لشکر اسلام مین جسکے سردار کو ولایت ہے اقامت حد کی تو البتہ اوسپر حد ہے کذا فی الهدایه م ولایت اقامت حد کی خلیفہ کو ہے یا امیر بلد کو نہ امیر لشکر کو کہ اوسکا
اختیار فقط تدبیر جنگ مین ہے نہ اقامت حدود مین دار الحرب وغیرہ مین حدود اسواسطے نہین کہ وہان ولایت امام کی منقطع ہے ولا حد بزنا غیر مکلف
بمکلفة مطلقا لا علیه ولا علیها اور حد نہین مرد غیر مکلف کے زنا کرنے سے ساتھ عورت مکلف کے مطلقا نہ مرد نہ عورت پر م غیر مکلف جیسے نابالغ اور
مجنون اور عورت پر اسواسطے حد نہین کہ فعل مرد کا اصل ہے زنا مین اور عورت اوسکی تابع ہے اور ممتنع ہونا حد کا اصل مین موجب ہے امتناع حد کا تابع پر
وفی عکسه تحد فقط اور اسکے بالعکس مین یعنی مرد مکلف کے زنا مین ساتھ غیر مکلف کے فقط مرد پر حد ماری جاویگی نہ صغیرہ اور مجنونہ پر ولا حد بزنا بالمستاجرة
ای للزنا اور حد نہین اوس عورت کے ساتھ زنا کرنے سے جسکو زنا کیواسطے اجارہ لیا ہو یعنی اگر عورت سے مرد نے یون کہا کہ مین تجکو زنا کیواسطے اجارہ لیتا ہون
یا اسقدر درہم لے تاکہ میں تجھ سے قربت کرون تو اوسپر حد نہین امام کے نزدیک اسواسطے کہ عقد اجارہ صورت شبہہ ہے طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ بموجب
قول امام کے اگرچہ حد نہین لیکن مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہے اور صاحبین اور شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک حد واجب ہے اسواسطے کہ عقد اجارہ
سے وطی مباح نہین ہوتی تو خالص زنا ہوا والحق وجوب الحد کالمستاجرة للخدمة فتح اور واجب ہونا حد کا اجارہ زنا میں حق ہے جیسے مستاجرہ
سے زنا کرنے مین بالاتفاق حد واجب ہے کذا فی الفتح م فتح القدیر مین کافی سے منقول ہے اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجکو اتنا مہر دیا تا مین تیرے ساتھ زنا کرون
تو حد واجب نہین اور اسیطرح استیجار اور عطا بنا بر اسکے وطی کے اور ان سب صور تون مین حق یہہ ہے کہ حد واجب ہے اسواسطے کہ باعتبار معنی اور حقیقت کے
کتاب اللہ اسکی معارض ہے حق تعالی فرماتا ہے الزانية والزاني فاجلدوا اسواسطے کہ لفظ مہر یا اجرت حقیقت زنا کو نہین مٹاتا انتہی ملخصا ولا بالزنا
بالمکرهة اور حد نہین جبر اور زبردستی کی زنا سے خواہ جبر سلطان کیطرف سے ہو یا غیر سلطان کیطرف سے اور یہی مذہب ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے اور امام کے نزدیک
سلطان کے جبر سے حد ساقط ہے نہ غیر کے جبر سے علما نے کہا کہ یہہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف حال زمانہ ہے یعنی امام کے زمانہ مین غیر سلطان
اکراہ پر قادر نہ تھا بخلاف عصر صاحبین کے کہ اکثر متغلبین کو قدرت اکراہ حاصل تھی کذا فی النہر ولا باقرار احدهما ان انکر الاخر للشبهة اور حد
نہین ایک کی اقرار زنا سے اگر دوسرا منکر ہو زنا کا بسبب شبہہ کے م اقرار سے مراد چار بار کا اقرار ہے اور انکار یہہ کہ کہے جس نے مطلق نہین زنا کیا یا نکاح کا
دعوی کرے خواہ مقر یا منکر مرد ہو یا عورت پہر صورت حد ساقط ہے اسواسطے کہ زنا فعل مشترک ہے درمیان دو شخص کے نہین ہوتا تو ایک شخص سے حد کا اوٹہنا
صورت شبہہ دوسرے شخص مین موجب ساقط ہو گی تو مہر واجب ہو گا کذا فی البحر وکذا لو قال اشتریتها ولو حرة مجتبی اور اسیطرح حد ساقط ہے اگر مرد نے
کہا کہ مین نے اس عورت کو مول لیا ہے اگرچہ وہ عورت آزاد ہو کذا فی المجتبی وفی قتل امة بزناها الحد بالزنا والقیمة بالقتل اور لونڈی کے
مقتول ہونے مین اوسکو زنا کے سبب سے مرد پر حد ہے بسبب زنا کے اور قیمت ہے بسبب قتل کے م لونڈی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر حرہ مقتول ہو جاویگی زنا سے تو زانی
پر حد ہے اور خون بہا کذا فی النہر ولو اذهب عینها لزمه قیمتها وسقط الحد لملکه الجثة العمیاء فاورث شبهة هدایه اور اگر لونڈی کی آنکہ پہوڑ
ڈالی زنا سے تو مرد پر اوسکی قیمت لازم ہے اور حد ساقط ہے بسبب مالک ہونے مرد کے اندہے جسم کا یعنی قیمت دینے سے تو مالک جثہ نابینا کا ثابت ہوا تو شبہہ ملک مین کا

پیدا ہوا لہذا حد ساقط ہوئی کذا فی البدایۃ وتفصیل ما لو افضاها فی الشرح اور اگر لونڈی کو منفضا کر ڈالا زنا سے تو اوسکی تفصیل مصنف کی شرح منح میں ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ دونوں راہیں لیتی قبل اور دبر بہٹ کر ایک ہو جاوین اسکو افضا کہتے ہیں تو لونڈی یا کبیرہ ہو یا صغیرہ اگر کبیرہ نے بزنا کیا بلا دعوائے شبہہ تو دونو پر حد ہے مہر مرد پر نہیں اور افضا سے کوئی چیز اوسپر لازم نہیں آور اگر ادعا شبہہ ہے تو حد نہیں اور افضا سے کچہہ نہیں مگر مہر واجب ہے اور اگر لونڈی راضی نہو بلا دعوی شبہہ تو مرد پر حد ہے نہ لونڈی پر اور مہر نہیں پہر افضا کو منظر کرنا چاہیئے اگر پیشاب اوسکا نہ تہمتا ہو تو مرد پر پورا خون بہا واجب ہے اور اگر پیشاب تہمتا ہو تو ثلث دیت لازم ہے اور اگر شبہہ کا دعوی ہو تو دونو پر حد نہیں پہر اگر بول تہمتا ہو تو مرد پر ثلث دیت ہے اور مہر واجب ہے ظاہر الروایۃ میں اور اگر بول نہ تہمتا ہو تو پوری دیت ہے اور مہر واجب نہیں شیخین کے نزدیک خلافا لمحمد اور اگر لونڈی ایسی صغیرہ ہے کہ جماع کے لائق ہے تو وہ کبیرہ کی مانند ہے جمیع احکام میں سوائے سقوط دیت کے اوسکی رضامندی سے اور اگر صغیرہ لائق جماع نہو تو اگر اوسکا بول تہمتا ہو تو ثلث دیت اور مہر کامل لازم ہے لیکن مرد پر حد نہیں اور اگر بول نہ تہمتا ہو تو پوری دیت لازم ہے نہ مہر شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک مہر بھی لازم ہے انتہی ملخصا ولو غصبها ثم زنی بها ثم ضمن قیمتها فالاحد علیه اتفاقا بخلاف ما لو زنی بها ثم غصبها ثم ضمن قیمتها کما لو زنی بحرة ثم نکحها یسقط الحد اتفاقا اور اگر لونڈی کو غصب کیا پہر اوس سے زنا کیا پہر اوسکی قیمت کا ضمان دیا تو مرد پر حد نہیں بالاتفاق بخلاف اوسکے کہ اگر زنا کیا اوس سے پہر اوسکو غصب کیا پہر اوسکی قیمت کا ضمان دیا چنانچہ حرہ سے زنا کیا پہر اوس سے نکاح کر لیا تو حد ساقط نہیں ہوتی بالاتفاق کذا فی فتح القدیر والخلیفة الذی لاوالی فوقه یوخذ بالقصاص والاموال لانها من حقوق العباد فیستوفیه ولی الحق اما بتمکینه او بمنعة المسلمین وبه علم ان القضاء لیس بشرط لاستیفاء القصاص والاموال بل التمکین فتح اور وہ خلیفہ جسکے اوپر کوئی حاکم نہیں ماخوذ ہے قصاص اور تلف کرنے اموال سے اسواسطے کہ قصاص اور تلف اموال منجملہ حقوق العباد ہے تو صاحب حق اوسکو لے سکتا ہے خلیفہ کے قادر کر دینے سے اپنی ذات پر اور اگر خلیفہ استادگی کرے تو مسلمانوں کی قوت اور شوکت سے استیفا حق خلیفہ سے متصور ہے اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ استیفا قصاص اور اموال کیواسطے قضاء قاضی شرط نہیں بلکہ حاکم کی قدرت دینے سے استیفا قصاص کیواسطے تمکین شرط ہے کذا فی الفتح ولا یحد ولو لقذف لغلبة حق الله تعالی وان فوضه الیه ولا ولایة لاحد علیه اور حد نہ ماری جاوے گی خلیفہ اور امام پر اگرچہ حد قذف ہو اسواسطے کہ حدود میں حق اللہ غالب ہے حقوق العباد پر اور اقامت حدود کی امام کے اختیار میں ہے اور کسیکی ولایت اور حکومت نہیں خلیفہ پر جو اوسپر حد کو قائم کرے بخلاف امیر البلد فانه یحد بامر الامام بخلاف حاکم شہر کے کہ اوسپر حد ماری جاوے گی بحکم امام

باب الشهادة علی الزنا والرجوع عنها

یہ باب ہے زنا پر گواہی دینے کے احکام میں اور اوسکی گواہی سے رجوع کرنے میں شهد وا بحد متقادم بلا عذر کمرض او بعد مسافة او خوف طریق لم تقبل للتهمة شاہدون نے گواہی دی حد متقادم کے سبب کی بلا عذر بیماری یا دوری مسافت یا خوف راہ کے تو مقبول نہو گی بسبب تہمت کے اور وجہ تہمت یہہ ہے کہ حدود کا شاہد مخیر ہے ادائے شہادت یا پردہ پوشی میں تو اگر اتنی تاخیر پردہ پوشی کے جہت سے تہی تو اب گواہی دینا فساد باطن لیعنی کینہ اور عداوت پر دلالت کرتا ہے اور اگر تاخیر بنظر پردہ پوشی نہ تہی تو تاخیر سے فاسق ہوا اور فاسق اہل شہادت نہیں اور جیسے تقادم مانع شہادت ہے ویسی ہی اقامت حد بعد القضا مانع ہے یعنی اگر بعد بعض ضرب کے بہاگ گیا اور پہر گرفتار ہوا تو تقادم زمان سے اقامت حد نہو گی کذا فی المنح الا فی حد القذف اذ فیه حق العبد مگر حد قذف میں بعد تقادم کے بہی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اسمیں حق العبد ہے یعنی دعوی اسمیں شرط ہے شہادت کی تو تاخیر انعدام دعوی پر محمول ہو گی تو فسق شاہدون کا نہ ثابت ہو گا ویضمن المال للمسروق لانه حق العبد فلا یسقط بالتقادم اور ضمانت لیجاوے گی سارق سے مال مسروق کی اسواسطے کہ یہہ حق العبد ہے تو تقادم زمان سے ساقط نہو گا یعنی جب شاہدوں نے بعد مدت کے چوری کی گواہی دی تو ضمان متاع کیواسطے گواہی مقبول ہو گی اسواسطے کہ دعوی شرط ہے حقوق العباد میں تو تاخیر شہادت تاخیر دعوی پر محمول ہے تو فسق شاہد لازم نہ آیا کذا فی المنح لو اقر به بعده مع التقادم حد لانتفاء التهمة الا فی الشرب کما سیجئ اور اگر اقرار کیا موجب حد یعنی سبب حد کا ساتھ گذرنے مدت کے تو مقر پر حد قائم کیجاوے گی بسبب منتفی ہونے تہمت کے مگر شرب خمر میں تقادم سے حد نہیں چنانچہ آگے اسکا بیان آویگا یعنی تہمت عداوت کی اپنی ذات سے متصور نہیں مانند شہادت کے وتقادمه بزوال الریح وبغیره بمضی شهر هو الاصح اور تقادم شرب خمر کا بو کے جاتے رہنے سے ہے اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینا گذر جانے سے ہے

یہی قول اصح ہے هم یہہ قول امام محمدؒ سے منقول ہے اور شیخین سے بھی مروی ہے کذا فی الفتح ولو شہدوا بزنا متقادم تحد الشہود عند البعض
قیل لا کذا فی الخانیۃ اور اگر شاہدون نے متقادم زنا کی گواہی دی تو شاہدون پر حد قذف ماریجاویگی اور بعضون نے کہا کہ نہین کذا فی الخلاصۃ
عدم حد کرخیؒ کا قول ہے وان شہدوا علیہ بزنا بغائبۃ حُد گواہی دی شاہدون نے مرد کے زنا پر ساتھ غائب عورت کے یعنی جو مجلس قضا سے
غائب ہو اور شاہد اوسکو پہچانتے ہین تو مرد پر حد قائم ہوگی باتفاق ائمہ اربعہ اور اسیطرح اقرار سے اگر کوئی کہے محتمل ہے کہ غائبہ مدعی ہو نکاح کی تو حد
ساقط ہو جاویگی اسکا جواب یہہ ہے کہ دعوی نکاح مثلا شبہہ ہے اور احتمال اوسکو دعوی کرنیکا شبہۃ الشبہہ ہے حالانکہ معتبر شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ والا سیم
حد حد کی نفی لازم آتی ہے اسواسطے کہ ثبوت حد کا اقرار سے ہوتا ہے یا گواہون سے اور اقرار محتمل رجوع ہے اور گواہی بھی محتمل رجوع ہے تو اگر شبہۃ الشبہہ
معتبر ہو تو حد کا وجود ہی معدوم ہو کذا فی التلویح عن الشلبی ولو شہدوا علی سرقۃ من غائب لا تقطع لان المطالبۃ شرط فی السرقۃ دون الزنا اور اگر گواہ
دیوین شخص غائب کے مال کی چوری کی تو مقبول نہوگی بسبب دعوے کی شرط ہونے کے سرقہ مین نہ زنا مین واقر انہ زنی بمجہولۃ حُد وان شہدوا علیہ بذلک
لا لاحتمال انہا امرأتہ او امتہ اقرار کیا ایک مرد نے زنا کا ساتھ ناواقف عورت کے تو اوسپر حد قائم ہوگی اور اگر گواہی دی مرد کے زنا کرنیکی
ساتھ ناواقف عورت کے تو حد نہ قائم کیجاویگی بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت اوسکی جورو ہو یا لونڈی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ مقر پر یہ
شبہہ مخفی نہین رہسکتا واختلافہم فی طوعہا جنانچہ حد نہین شاہدون کی اختلاف مین عورت کی رضامندی مین یعنی دو شاہدون نے کہا کہ عورت راضی
تھی اور دو نے کہا کہ اوسپر جبر کیا تو دونو پر حد نہین امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط مرد پر حد ہے اور اسیطرح اگر تین نے طوع کی گواہی دی
اور ایک نے اکراہ کی یا بالعکس اور ہر صورت مین شاہدون پر حد قذف نہین امام کے نزدیک وفی البلد ولو کان علی کل زنی اربعۃ لتکذیب کل فریق
یعنی ان ذکر کل واحد منا واحدا وما سمی الآخر مکانا او الا مکنۃ فتح یا شاہدون کا اختلاف ہوا شہر مین اگرچہ ہر زنا پر چار گواہ ہون تو بھی
حد نہین بسبب کذب ہر ایک گروہ کے یعنی اگر شاہد ایک ہی وقت کو ذکر کرین اور دونون مکان دور ہون اور اگر ایسا نہو یعنی وقت متحد ہو اور دونون
مکان قریب ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان متباعد ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان قریب ہون تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی الفتح هم
اختلاف بلد کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہہ ہے کہ دو شاہدون نے گواہی دی کہ زنا کوفہ مین ہوا اور دو نے کہا کہ بصرہ مین تو مرد اور عورت دونون پر
حد نہین اسلئے کہ فعل زنا مختلف ہوا بسبب اختلاف مکان کے اور ہر ایک مکان کی نصاب شہادت پوری نہین اور دوسری صورت یہہ ہے کہ چار گواہون نے بروز
دوری دونون مکان کے گواہی دی کہ طلوع آفتاب کیوقت فلانے سال کے فلان مہینے فلان تاریخ مین زنا ہوا بصرہ اور چار گواہون نے گواہی دی زنا کی
کوفہ مین اوسیوقت اوسی معین دن تو دونون پر حد نہین اسواسطے کہ شخص واحد ایکساعت مین دو مکان متباعد مین نہین ہوسکتا اور شاہدون کا
صدق اور کذب معلوم نہین تو حاکم حکم کرنے سے عاجز ہے بسبب تعارض کے یا تہمت کذب کے اور اگر دونون مکان متقارب ہین تو باوجود اتحاد وقت گواہی
مقبول ہے اور اسیطرح اگر وقت مختلف ہو اور دونون مکان متباعد ہین یا متقارب تو بھی گواہی مقبول ہے بسبب احتمال تکرار فعل کے کذا فی المنح
ولو اختلفوا فی زاویتی بیت واحد حُدّ الرجل والمرأۃ استحسانا لامکان التوفیق اور اگر شاہدون نے اختلاف کیا ایک
چھوٹی کوٹھری کے دو کونون مین تو مرد اور عورت دونو پر حد قائم ہوگی بنا بر استحسان کے بسبب امکان توفیق کے یعنی اس اختلاف کا رفع کرنا ممکن ہے
اسطرح کہ ابتدای فعل ایک کونے مین ہوا اور انتہاء فعل دوسرے کونے مین بسبب اضطراب اور حرکت کے ولو شہدوا علی زناہا وہی بکر او
رتقاء او قرناء او ہم فسقۃ او شہد علی شہادۃ اربعۃ وان دخلہ فشہد الاصول بعد ذلک لم یحد احد اور اگر شاہدون نے گواہی
دی عورت کے زنا پر لیکن وہ باکرہ ہے یا اوسکی شرمگاہ گوشت زائد یا استخوان زائد سے بند ہے یا گواہ فاسق ہین یا شاہدون نے گواہی دی چار گواہون
کی گواہی پر اگرچہ اصول نے بھی گواہی دی ہو بعد اوسکے یعنی بعد گواہی فروع کے تو کسی پر حد نہین یعنی نہ عورت اور مرد پر نہ گواہون پر هم
شہادت علی الشہادت حدود مین جائز نہین اسواسطے کہ اسمین زیادہ شبہہ ہے کیونکہ اسمین دو جگہہ احتمال کذب ہے شہادت اصول مین اور شہادت

فروع میں اور اگر بعد فروع کے اصول کی گواہی دینگے تو بھی مقبول نہوگی اسواسطے کہ شہادت اصول کی من وجہ مردود ہوگئی بسبب شہادت فروع کے
اور غیر حدود میں رد شہادت فروع سے شہادت اصول کی مردود نہیں ہوتی اموال میں اسواسطے کہ مال ساتھ شبہ کے ثابت ہوتا ہے نہ حد کذا فی النہر
شارح نے کہا کہ ان شہود کا ان دو صورتوں میں حد کا کوئی فیصلہ سمجھکر لحم تجدید کو اسکی جزا نہ سمجھکر کہ طلب یکر جاوے ولکن لو شہدوا علی بزناہ فی جہۃ
اور اسطرح مرد پر حد نہیں اگر شاہد سے گواہی دی مرد کے زنا پر سو وہ مقطوع الذکر ہو یا خصی نکلا ولو شہدوا بالزنا ولکنہم عمیان
او محدودون فی قذف او ثلثۃ او احدہم محدود او عبد او وجدوا کذلک بعد اقامۃ الحد حدوا للقذف ان طلبہ المقذوف
اور اگر چار شاہدوں نے زنا کی گواہی دی لیکن وہ سب اندھے ہیں یا قذف کی حد اونپر پڑ چکی ہے یا تین شاہد ایسے ہیں یا چار میں سے ایک گواہ محدود
فی القذف یا غلام ہے یا بعد اقامت حد زنا ایک شاہد اسطرح کا پایا گیا یعنی اندھا یا محدود یا غلام تو سب شاہدوں پر حد قذف ماری جاویگی اگر مقذوف
طلب حد کریگا ہم شاہدوں پر اسواسطے حد قذف ماری جاویگی کہ وہ اہل شہادت نہیں یا نصاب شہادت کی پوری نہیں تو زنا ثابت نہوا تو مسلمان پر
عیب لگانا ثابت ہوا اور یہی حکم ہے اگر شاہد صغیر یا مجنون یا کافر ہوں اور حد قذف طلب مقذوف پر اسواسطے مشروط ہوئی کہ اسکا حق ہے کذا فی النہر
والمنح وان ضرب محدود جلدہ وان مات منہ ہدر خلافا لہما اور کوڑہ مارنے کی دیت باطل ہے اگرچہ وہ کوڑوں سے مرگیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی
گواہوں نے گواہی دی زنا کی اور زانی غیر محصن تھا اوسپر کوڑے مارے گئے تو وہ زخمی ہوگیا یا مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ ایک شاہد غلام یا محدود فی القذف
ہے تو اوسکی دیت امام کے نزدیک باطل ہے اسلئے کہ کوڑوں کی ضرب ظاہرا مولم ہے نہ زخمی اور ہلاک کرنیوالی مگر مارنے والے کے قصور سے اور صاحبین کے نزدیک
اوسکی دیت بیت المال پر واجب ہے کذا فی المنح ودیۃ رجمہ فی بیت المال اتفاقا اور زانی کی سنگساری کی دیت بیت المال میں ہے باتفاق امام
اور صاحبین کے یعنی در صورت عدم اہلیت شہود ودیتہ علی من رجع من الاربعۃ بعد الرجم فقط لانقلاب شہادتہ بالرجوع قذفا اور مقصود یہی ہے کہ
چار گواہوں میں حد قذف مارا جاویگا جو گواہی سے پھر گیا بعد سنگساری زانی کے اسلئے کہ شہادت اوسکی بسبب رجوع کے منقلب بقذف ہوگئی ہم ماتن
نے اشارہ کیا کہ اگر زانی پر کوڑے پڑینگے تو راجع پر حد نہیں اور اگر سب گواہ رجوع کرینگے تو سب پر حد ماری جاویگی وغرم ربع الدیۃ اور جو شہادت
سے رجوع کرے بعد رجم کے وہ ربع دیت کا ضامن ہو وان رجع قبلہ ای الرجم حدوا للقذف ولا رجم لان الامضاء من القضاء فی باب
الحدود اور اگر شاہد نے شہادت سے رجوع کی قبل رجم کے خواہ رجم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو تو سب گواہوں پر حد قذف ماریجاویگی اور زانی
سنگسار نہوگا اسواسطے کہ حد کا جاری کردینا قضا میں داخل ہے باب حدود میں یعنی تو گویا قبل قضا رجم ثابت ہوا ہم سب گواہوں پر اسواسطے
حد ہوئی کہ فی الحقیقت ہر شاہد قاذف ہے لیکن جب قاضی نے ثبوت زنا کا حکم دیا تو انکا قذف شہادت ہوگیا اتصال قضا سے پھر جب قضا متصل
نہوئی تو قذف باقی رہا لہذا حد قذف لازم آئی کذا فی المنح ولا شیء علی خامس رجع بعد الرجم اور اس پانچویں گواہ پر کچھ نہیں نہ حد نہ دیت جسنے شہادت
سے رجوع کیا بعد رجم کی فان رجع اخر حدا وغرما ربع الدیۃ ولو رجع الثالث ضمنا ربع الدیۃ ولو رجع الخامس ضمنوہا اخماسا حاوی
پھر اگر پانچویں کے ساتھ ایک اور گواہ نے رجوع کیا تو دو نپر حد قائم ہوگی اور دونوں چوتھائی دیت کی ضمان دینگے اور اگر تیسرا گواہ رجوع کریگا تو وہ بھی
چوتھائی دیت کا ضمان دیگا وعلی ہذا القیاس چوتھا گواہ اور اگر پانچوں گواہ رجوع شہادت سے کرینگے تو ہر گواہ پانچواں حصہ دیت کا ضمان دیگا کذا فی
الحاوی القدسی ہم یہ حکم در صورت رجم ہے اسواسطے کہ ضمان نہیں مگر بعد رجم کے کذا فی النہر وضمن المزکی دیۃ المرجوم ان ظہر والشہود غیر اہل الشہادۃ
عبیدا او کفارا [illegible] اذا ثبت المزکی حریۃ الشہود واسلامہم ثم رجع [illegible] فی بیت المال اتفاقا
ضمان دیگا مزکی مرجوم کی دیت کا اگر ظاہر ہو کہ گواہ زنا کے اہل شہادت نہ تھے یعنی غلام یا کافر تھے یہ ضمان اوسوقت ہے جب مزکی نے شہود کی آزادی اور اسلام
کی خبر دی ہو پھر اوسنے شہادت سے رجوع کیا ہو یوں کہکر کہ میں نے بالقصد جھوٹ بولا آزادی اور اسلام کے اظہار میں ورنہ دیت اوسکی بیت المال میں ہے بالاتفاق
یعنی اگر مزکی بعد تزکیہ کے قائل نہو بلکہ ثابت رہے اپنے اظہار پر یا قائل اپنی خطا کے ہو تو بالاجماع اوسپر ضمان نہیں اور اگر مزکی نے تجدید کی گواہ عادل ہیں

یہ ظاہر ہوا کہ وہ غلام ہین تو بھی اُنپر ضمان نہین بالاجماع کذا فی المنح فرکی وجہ جو قاضی کے روبرو شاہدونکی اہلیت شہادت بیان کر دو لایحد قاذف
قذف لانہ لا یورث الحد اور شاہدون پر حد قذف جاری ہوگی اسلیے کہ قذف مین وراثت جاری نہین کذا فی البحر یعنی شاہدون نے جب زنا
کی شخص کو اور بعد رجم کے وہ مر چکا اور چونکہ قذف مین ارث نہین تو وارث اوسکی طلب حد نہین کر سکتے کما لو قتل من امر برجمہ بعد التزکیۃ
فظہروا کذلک او غیر اہل الشہادۃ فان القاتل یضمن الدیۃ استحسانا للشبہۃ بصحۃ القضاء یعنی فرکی دیت کا ضمان دیگا جیسے قاتل ضمان دیتا ہو
اگر قتل کرے اوسکو جسکو رجم کا حکم دیا تھا قاضی کیطرف سے بعد تعدیل شہود کے پھر اسیطرح ظاہر ہو اکہ شاہد اہل شہادت کے نہین تو البتہ قاتل دیت کا ضمان دیگا
بنابر استحسان کے صحت قضا کے شبہہ کے سبب سے یعنی بحسب ظاہر حکم قاضی کا صحیح واقع ہوا تو شبہہ پیدا ہوا لہذا قاتل پر دیت لازم آئی نہ قصاص ضمان
ضمان اُس دیت کا تین سال مین واجب ہے کذا فی المنح فلو قتلہ قبل الامر او بعدہ قبل التزکیۃ اقتص منہ کما لو قتلہ بعد التزکیۃ فقتلہ یقتص اما
لظہر الشہود عبیدا او لا لان الاستیفاء للولی زیلعی من الردۃ سو اگر قاتل نے قتل کیا قبل حکم دینے قاضی کے یا بعد حکم دینے قبل
تزکیہ شہود کے تو قصاص لیا جاویگا قاتل سے چنانچہ قصاص لیا جاتا ہو اوس قاتل کے مقتول سے جسکے قتل کا حکم ہو گیا بنابر قصاص کے خواہ شاہدون
کا غلام ہونا ظاہر ہو یا نہوا ہوا سو اسطے کہ استیفاء قصاص کا حق واسطے وارث کے ہو کذا فی شرح الزیلعی من کتاب الردۃ وان رجم فلو ظہرت الشہود
عبیدا او کفارا فدیتہ فی بیت المال لامتثالہ امر الامام فنقل فعلہ الیہ اور اگر کوئی سنگسار ہوا مال آنکہ شہود زنا کی تعدیل نہوئی تھی پھر
گواہ غلام نکلے تو دیت مرجوم کی بیت المال میں ہو بسبب بجا آوری رجم کے امام کے حکم سے تو فعل رجم کا امام ہی کیطرف منقول ہوا اور فعل امام کی دیت بیت المال
کے بیت المال پر ہے جو فی ہر اسواسطے کہ امام نائب ہی مسلمین کا وان قال الشہود تعمدنا النظر قبلت لاباحتہ لتحمل الشہادۃ الا اذا
قالوا تلذذنا فلا تقبل لفسقہم فتح اور اگر زنا کے گواہون نے کہا کہ ہمنے قصدا زنا کو دیکھا تو گواہی اونکی مقبول ہوگی بسبب مباح
ہونے نظر کے گواہ ہونے کیواسطے مگر جبکہ گواہون نے کہا کہ ہمنے عمدا زنا کو دیکھا لذت لینے کیواسطے تو بیشک گواہی اونکی مقبول نہوگی بسبب فاسق ہو جانے
شہود کے اس نیت سے کذا فی الفتح ہم تحمل شہادت کیواسطے نظر کرنا مباح ہے جیسے طبیب اور دایہ اور ختنہ کرنیوالے اور حقنہ کرنیوالے کو مباح ہے اور اسیطرح
واسطے تحقیق بکارت اور رد بالعیب کے نظر کرنا جائز ہے کذا فی المنح وان انکر الاحصان فشہد علیہ رجل وامرأتان او ولدت زوجتہ منہ
قبل الزنی فہو محصن اور اگر زانی نے اپنے محصن ہونیکا انکار کیا پھر ایک مرد اور دو عورتون نے اوسکے احصان پر گواہی دی یا اوسکی زوجہ اوس سے قبل
زنا کے کذا فی النہر تو وہ سنگسار ہوگا ولو خلا بہا ثم طلقہا وقال وطئتہا وانکرت فہو محصن باقرارہ دونہا لما تقرر ان الاقرار
حجۃ قاصرۃ اور اگر مرد نے خلوت اپنی زوجہ سے کی پھر اوسکو طلاق دی اور بولا کہ مینے اوس سے جماع کیا اور عورت منکر ہو جماع کی تو مرد محصن ہوگا اپنے اقرار
کے سبب سے نہ عورت یعنی عورت محصن نہوگی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ اقرار حجت قاصرہ ہے یعنی اقرار اپنی ذات پر حجت ہو نہ غیر پر کما لو قالت بعد
الطلاق کنت نصرانیۃ وقال کانت مسلمۃ فانہ یرجم المحصن ویجلد غیرہ وبہ یستغنی عما یوجد فی بعض نسخ المتن من قولہ اذا کان احد
الزانیین محصنا یحد کل واحد منہما حدہ فتامل چنانچہ اگر عورت نے کہا بعد طلاق کے کہ مین نصرانیہ تھی اور مرد نے کہا کہ وہ مسلمان تھی تو محصن سنگسار
ہوگا اور غیر محصن کو دُرّے مارے جاوینگے یعنی مرد بسبب اقرار احصان کے سنگسار ہوگا نہ عورت تو اوسپر کوڑے مارے جاوینگے شارح کہتا ہی اور اس عبارت کی
حاجت نرہی اُس عبارت کی جو متن کے بعض نسخون مین پائی جاتی ہو وہ یہہ قول ہو کہ جب دو زانیون مین ایک محصن ہو تو ہر ایک کو اُنمین سے وہ حد
ماریجاویگی جو اوسکی حد ہی یعنی محصن کو رجم اور غیر محصن پر کوڑون سے غور کر لے اسکو ہم مصنف کی شرح مین یہہ عبارت موجود ہی فیرجم المحصن ویجلد
غیرہ لہذا شارح نے کہا کہ قولہ اذا کان احد الزانیین کی اب کچھہ حاجت نہین بسبب کرار مضمون کے کما لا یخفی علی المتامل تزوج بلا ولی فدخل
بہا لا یکون محصنا عند الثانی للشبہۃ بخلاف الاول مرد نے نکاح کیا عورت سے بدون ولی کے پھر اوس سے صحبت کی تو مرد اس نکاح اور صحبت
سے محصن نہین ابو یوسف کے نزدیک بسبب شبہہ خلاف کے کذا فی النہر ہم عورت کا نکاح بدون ولی کے امام شافعی کے نزدیک باطل ہو اور اسیطرح بھی امام

باب حد الشرب المحرم

منعقد ہوتا ہے لہذا ابو یوسف نے اس نکاح کو غیر صحیح کہا واسطے نفع اختلاف کے کذا فی النہر یہ باب بیچ
شرب حرام کی حد کے بیان میں ہے محرم کی قید واسطے بیان واقع کے ہے اسواسطے کہ بدون شرب محرم حد نہیں یجد مسلم تلو ارتد فسکر فاسلم لا یحد
لانه لا یقام علی الکفار الظهیریه لکن فی منیة المفتی سکر الذمی من الحرام فی الاصح لحرمة السکر فی کل ملة حد مارا جاویگا مسلمان تو
اگر مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو پھر مست ہو پھر اسلام لاوے تو حد نہ ماری جاویگی اسواسطے کہ کفار پر حد قائم نہیں ہوتی کذا فی الظهیریہ لیکن منیة المفتی میں ہے
کہ کافر ذمی مست ہوا شرب محرم سے تو حد مارا جاویگا قول اصح میں بسبب حرام ہونے نشہ کے ہر دین میں ہم ذمی پر حد مارنا یہہ قول ہے حسن کا اور بعضے
مشائخ نے اسکو پسند کیا ہے اور مذہب یہی ہے کہ اوسپر حد نہیں کذا فی الطحطاوی عن فتاوی قارئ الهدایه فالحق فالاخرس للشبهة حد ماری
جاوے مسلم ناطق پر تو گونگے پر حد نہیں بسبب شبہہ کے یعنی گونگے کا شراب پینا خواہ گواہوں سے ثابت ہو خواہ اوسکے اشارہ معہود سے بہر صورت اوسپر حد
نہیں اس اشتباہ سے کہ شاید اوسکے گلے میں لقمہ اٹکا ہو سو اوسکے اوتارنے کیواسطے اوسنے شراب پی ہو کذا فی حاشیة الحلبی مکلف طائع غیر مضطر
الشرب الخمر ولو قطرة بلا قید سکر حد مارا جاوے مسلم ناطق عاقل بالغ جسنے بلا اضطرار اپنی خوشی شراب پی اگرچہ ایک ہی قطرہ پیا ہو بلا قید مستی
کے ہم حد شرب خمر میں نشہ شرط نہیں اسواسطے کہ حرمت خمر کی قطعی ہے بخلاف اور اشربہ کے کہ انکی حرمت ظنی ہے تو بدون نشہ کے اونکے پینے میں حد
نہیں کذا فی المنح اور عدم اضطرار کی قید کا یہہ فائدہ کہ اگر عطش مفرط کے دفع کیواسطے شراب پیگا تو اوسپر حد نہیں کذا فی الدر المنتقی او سکر من
نبیذ ما به یفتی یا مسلم مذکور مست ہو گیا ہو کسی نبیذ کے پینے سے اسی پر فتوی ہے ہم یہہ فتوی ہے امام محمد کے قول پر ہے اونکے نزدیک قلیل نبیذ بھی حرام اور
نجس ہے کذا فی النہر نبیذ اوس پینے کی چیز کو کہتے ہیں کہ سواے انگور کے کھجور یا مویز یا شہد یا حبوب میں پانی ڈالکر چندروز رکھا جاوے کہ گاڑھا ہو اور
خمر پینے شراب عبارت ہے انگور کے کچے پانی سے جب وہ جوش میں آوے اور گاڑھا ہو جاوے اگرچہ اوسمیں کف نہ آیا ہو بقول صاحبین اور یہی قول اظہر
ہے اور اسی پر فتوی ہے طوعا عالما بالحرمة حقیقة او حکما بکونه فی دارنا فلو دخل حربی دارنا فاسلم فشرب الخمر جاهلا بالحرمة
لا یحد بخلاف الزنی لحرمته فی کل ملة ثلث یحد علیه حرمة السکر ایضا فی کل ملة فتامل مسلم مذکور پر حد ہے بخوشی شراب پیکر اوسکو حرام ہونے کو جانکر
علم حرمت حقیقة ہو یا حکما اسطرح پر کہ شارب دار الاسلام میں رہتا ہو اسواسطے کہ فقہا نے کہا ہے کہ حربی دار الاسلام میں داخل ہوا سو مسلمان ہو گیا پھر اوسنے
شراب پی نا دانستہ بحرمت خمر تو اوسپر حد نہیں بخلاف زنا کے یعنی اگر بمجرد دخول دار الاسلام اور قبول اسلام کے زنا کریگا تو اوسپر حد ہے بسبب حرام ہونے زنا کے
ہر دین میں شارح کہتا ہے اس تعلیل پر وارد ہوتی ہے حرمت سکر بھی ہر دین میں سو تامل کر ہم طحطاوی نے کہا کہ ہمنے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہہ اعتراض تعلیل
مذکور پر وارد نہیں اسواسطے کہ ظہیریہ میں شرب خمر مذکور ہے نہ سکر یعنی شرب خمر ہر دین میں حرام ہے اور شرب خمر کو وجود سکر لازم نہیں بعد الافاقة فلو
حد قبلها فظاهره انه یعاد عینی حد ماری جاویگی شارب خمر کو بعد ہوشیار ہونے کے نشہ سے تو اگر مستی میں حد ماری گئی تو ظاہر اس قضیہ کا دلالت
کرتا ہے کہ دوبارہ حد ماریجاویگی کذا فی شرح العینی ہم یہہ استظہار ہے صاحب نہر کا عینی کی اس تعلیل سے کہ حد بعد الافاقة اسواسطے واجب ہوئی کہ ضرب کا فائدہ
ظاہر ہو اور شرنبلالی نے حالت سکر کے عدم فائدہ پر اعتراض کیا اسطرح کہ مستی میں بھی درد حاصل ہے اگرچہ کامل نہیں تو اعادہ ضرب کے بعد الافاقة کچھ حاجت
نہیں کذا فی الطحطاوی اذا اخذ الشارب وریحها ای الخمر ولو بنبیذ فتح ضمن قصر الرائحة علی الخمر فقد قصر موجود ثم الجمع والموقف
سماعی غایة یہہ حد ماریجاوے جبکہ شارب گرفتار ہوا اور جو چیز پی اوسکی بو موجود ہو منہ میں خواہ مشروب خمر ہو یا نبیذ کذا فی فتح القدیر سو جسنے فقط خمر کی بو
پر قصر کیا اوسنے بیان میں قصور کیا یہہ اشارہ ہے اخی زادہ شرح وقایہ کے محشی پر شارح نے کہا کہ موجود تو خبر ہے ریح کی اور ریح مونث سماعی ہے کذا
فی غایة البیان پھر رد ہو صاحب کنز پر کہ اوسنے موجود کہا نہ موجودة کذا فی المنح الا ان تنقطع الرائحة لبعد المسافة وحینئذ فلا بد ان یشهدا
بالشرب طائعا ویقولا اخذناه وریحها موجودة مگر وجود بو وقت شرب کو اسطے ضرور ہے مگر یہہ کہ بو منقطع ہو گئی ہو بسبب بعید مسافت کے تو اوسوقت یہہ
ضرور ہے کہ شاہد یوں گواہی دیں کہ اوسنے شراب اپنی خوشی پی اور یوں کہیں کہ ہمنے اوسکو گرفتار کیا تہا حالانکہ اوسوقت بو موجود تہی ولا یثبت

الشرب بها الا ان فيه ولا يستقيه بالحمد لله بشهادة على الحليفة اور ثابت نہین ہوتا شرب جو سو اوسنے شراب کے قے کرنے سے بلکہ ثابت ہوتا ہے شرب دو مردوں
کی گواہی سے ھم نقلا عن اسواسطے کہ شرب ثابت نہین کرتا ہے خبر غیر خمر سے خمر کی مانند بو آتی ہے جیسے سفرجل یعنی بہی کے کہانے سے اور قے سے اسواسطے کہ شرب
ثابت نہین کہ شاید اوسنے اکراہ یا اضطرار سے پی ہو فيسئلهما الامام عن ماهيتها وكيف شرب لاحتمال الاكراه ومتى شرب لاحتمال
التقادم واين شرب لاحتمال شربه في دار الحرب فاذا بينوا ذلك حبسه حتى يسأل عن العدول ولا يقضي بظاهرها كذا في فتاوى قاضيخان
شاہدوں سے امام پوچھے کہ خمر کیا چیز ہے اور کیونکر پی بسبب احتمال اکراہ کے اور کب پی واسطے احتمال تقادم کے اور کہاں پی بسبب احتمال پینے شراب کے دارالحرب مین
پھر شاہد ان سوالات کے جواب بیان کرین تو شارب کو امام قید کرے تا شاہدوں کی عدالت کا سوال کرے اور حکم نکرے کسی حد مین ظاہر عدالت پر بلا تحقیق کذا فی
النهاية ھم ماہیت خمر کا سوال اسواسطے ہے کہ شاید گواہ ہر شرب سرد انگور کو موجب حد کا جانتے ہوں ولو اختلفا في الزمان او شهد احدهما بشربها
من الخمر والاخر من السكر لم يحد كذا في الظهيرية اور اگر شاہد مختلف ہوئے زمان شرب مین یا ایک گواہ نے گواہی دی اوسکے خمر سے مست ہونیکی اور دوسرے گواہ نے گواہی
دی سکر سے مست ہونے کی تو اوسپر حد نہین کذا فی الظهيرية ھم سکر بفتحتین عبارت ہے عصیر رطب سے جب اوسمین اشتداد ہوا اور بعضون نے کہا ہے شراب سکر
شکر سے کذا فی النهر او ثبت باقراره مرة صاحيا اور شرب ثابت ہوتا ہے شارب کے ایکبار کے اقرار سے ہوشیاری کی حالت مین ھم بحرالرائق مین ہے کہ جب
ثبوت شرب کا گواہان اور اقرار مین منحصر ہوا تو جس شخص کے گہر مین شراب ہو یا لوگ شراب کے گرد مجتمع ہون اور کسی نے اوسکو پیتے نہ دیکہا ہو تو اوسپر حد نہیں بلکہ تعزیر
ہے ثمانين سوطا متعلق بيحد الحر ولنصفها للعبد اسی کوڑے حد مارے جاوین آزاد کو اور اسکی نصف یعنی چالیس کوڑے غلام کو ثمانين سوطا کا جملہ
سے متعلق ہے ويفرق على بدنه كحد الزنا كما مر اور متفرق کرکے مارے جاوین شارب کے بدن پر مانند حد زنا کی جیسا ہم اوسکی تفصیل ذکر کر چکے یعنی سر اور شرمگاہ اور چہرہ
پر نمارے اور کوڑا گرہ دار ہو اور لباس شارب کا ضرب کیوقت اوتارا جاوے سوای پاجامہ کے باکشف عورت نہو کذا فی البحر فلو اقر سكران او شهدوا
عليه بعد زوال ريحها لا لبعد مسافة او اقر كذلك او رجع عن اقراره لا يحد لانه خالص حق الله تعالى فيعمل الرجوع فيه ثم ثبوتها باجماع
الصحابة ولا اجماع الا برأي عمر وابن مسعود رضي الله عنهم اجمعين باشتراط قيام الرائحة اگر اقرار کیا شرب کا مست نے یا گواہون نے گواہی
دی بعد دور ہونے بو خمر کے بلا دوری مسافت یا اسیطرح بعد زوال بو کے شارب نے اقرار کیا یا وہ اپنے اقرار سے پھر گیا تو اوسپر حد نہیں اسواسطے کہ حد شرب خالص
حق ہے اللہ تعالی کا تو اوسمین اقرار سے رجوع کرنا عمل کریگا ابطال حد مین پھر ثبوت حد شارب اصحاب کرام کے اجماع کے سبب ہوا اور اجماع حاصل نہین ہوا
رای عمر فاروق اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کے اور ان دونون بزرگون نے قیام بوی خمر کو شرط کیا ہے ھم شرب خمر اور سکر نبیذ کی حد امام اعظم
کے نزدیک اسی کوڑے ہے اور یہی قول ہے امام مالک کا اور ایک روایت ہے امام احمد کی اور امام شافعی کے نزدیک چالیس کوڑے ہین لیکن قول امام
امام کو چالیس کوڑے زیادہ بھی جائز ہے اگر اسکو مصلحت معلوم ہو امام اعظم کی دلیل اجماع صحابہ ہے صحیح مسلم مین انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے شرب خمر مین شاخ خرما اور جوتیون سے مارا پہر ابوبکر نے چالیس کوڑے مارے یعنی اپنی خلافت مین پہر جب عمر خلیفہ ہوئے اور ہر طرف سے لوگ
مجتمع ہوئے تو صحابہ سے مشورہ کیا کہ خمر کی بابت مین تم کیا کہتے ہو عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ میری رائے مین یہ آتا ہے کہ آپ اسی کوڑے مقرر کیجیے خفیف حد کی مانند تو
پہر عمر نے اسی کوڑے مقرر کیے اور موطا مین مروی ہے کہ عمر فاروق نے خمر مین مشورت کی تو علی بن ابی طالب نے کہا کہ ہماری رائے مین یہ آتا ہے کہ آپ اسی کوڑے
مقرر کیجیے اسواسطے کہ جب وہ شراب پی لیگا تو مست ہوگا اور جب مست ہوگا تو بیہودہ بکیگا اور جب بیہودہ بکیگا تو افترا کریگا اور مفتری پر اسی کوڑے
ہین ان دونون روایتون مین کچہ تعارض نہین اسواسطے کہ عبد الرحمن بن عوف اور علی مرتضی دونون نے اسی کوڑے تجویز کیے مگر ان مین کسی نے انکا قول ذکر
کیا کسی نے انکا ھم صحیح مسلم مین انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس شارب الخمر گرفتار ہوکر آیا تو وہ خرما کی دو شاخون سے
چالیس بار مارا گیا ان اقوال احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے وقت حد معین نہ تھا پہر صدیق اکبر کیوقت اور ابتدای خلافت عمر فاروق
مین چالیس کوڑے مقرر ہوی پہر اسی کوڑے پر اجماع اور اتفاق صحابہ کرام کا ہوگیا اسواسطے کہ حضرت کا فعل ایکبار اکبر دست کے سبب زیادتی فساد کے اسکی

تک منتہی ہوا یعنے دو شاخ سے بہہ بار بار اتو ... ہوگئے پہر جب صحابہ کرام نے ہر روز فساد کی ترقی دیکہی اور بالیقین معلوم کیا کہ جسقدر زمانہ متاخر ہوگا فساد
زیادہ بڑہیگا تو اسی پر اجماع کیا کذا فی فتح القدیر ملخصا عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ شارب الخمر کو ہلا کر منہہ سونگہو اگر بو کو پاؤ تو اوسکو مارو اور عمر فاروقؓ کے
پاس ایک شارب الخمر آیا بعد زوال ریح کے اور اوسنے اقرار کیا شرب کا تو اوسکو تعزیر دی حد نماری کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی والسکران من لا یفرق
بین الرجل والمرأۃ والسماء والارض وقالا من یختلط کلامہ غالبا فلو نصفہ مستقیما فلیس بسکران بحر اور امام کے نزدیک مست وہ ہے
جو تفرقہ نکرے مرد اور عورت مین اور آسمان اور زمین مین اور صاحبین نے کہا کہ مست وہ ہے جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو تو اگر نصف کلام
مستقیم اور نصف بیہودہ ہو تو وہ مست نہین کذا فی البحر ویختار للفتوی قولھما لضعف دلیل الامام فتح اور فتوی کیواسطے صاحبین کا قول
مختار ہے بسبب ضعیف ہونے دلیل امام کے کذا فی الفتح ولا ارتداد السکران لعدم القصد ولا یحرم عرسہ وھذہ احدی المسائل السبع
المستثناۃ من انہ کالصاحی کما بسطہ المصنف معزیا للاشباہ وغیرھا اور اگر مرتد ہوگیا مست تو اوسکا ارتداد صحیح نہین تو اوسکی زوجہ
اوسپر حرام نہین اس ارتداد سے اور یہہ ایک مسئلہ ان سات مسائل سے ہے جو مستثنی ہین اس قاعدہ سے کہ مست مانند ہوشیار کے ہے چنانچہ مصنف نے
ان مسائل کو اپنی شرح مین اشباہ وغیرہا کیطرف نسبت کرکے مشرح بیان کیا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اشباہ وغیرہ سے یون نقل
کیا ہے کہ شراب محرم کا مست ہوشیار کی مانند ہے مگر سات مسائل مین اوسکی مانند نہین ۱ مرتد ہونے مین ۲ حدود خالصہ کے اقرار مین ۳ اشہاد
علی الاشہاد مین ۴ تزویج صغیرہ اور صغیر مین جبکہ مہر مثل سے اقل ہو یا اکثر تو یہہ تزویج نافذ نہین ۵ وکیل ہو طلاق کا ہوشیاری مین پہر
مست ہوکر اوسنے طلاق دی تو واقع نہین ۶ بیع کا وکیل اگر مست ہوکر بیچے تو بیع نافذ نہین موکل پر ۷ کوئی چیز غصب کی ہوشیاری سے پہر اوسکو
پہیر دی حالانکہ وہ مست تہا دنقل فی الاشباہ عن البزازیۃ حرمۃ اکل بنج وحشیشۃ وافیون لکن دون حرمۃ الخمر ولو سکر باکلھا
لا یحد بل یعزر انتھی اور مصنف نے اپنی شرح مین جوہرہ سے کتاب الاشربہ مین نقل کی ہے حرمت خراسانی اجواین کی اور بہنگ اور افیون
کی لیکن انکی حرمت کمتر ہے شراب کی حرمت سے اور اگر ان چیزون کے کہانے سے مست ہوگا تو اوسپر حد نہین بلکہ اوسکو تعزیر دیجاویگی انتہی لکن فی
فی النھر التحقیق مافی العنایۃ ان البنج مباح لانہ حشیش اما السکر منہ فحرام اور نہر الفائق مین ہے کہ تحقیق عنایہ کا قول ہے کہ خراسانی اجواین
مباح ہے اسواسطے کہ حشیش یعنی گہاس ہے پر اوسکا نشا حرام ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اباحت بنج مین تعلیل حشیش کی نئے معنی ہے اور یہہ عبارت
عنایہ مین نہین بنج یعنی خراسانی اجواین کی اباحت عنایہ اور بحر الرائق مین مصرح ہے اور خانیہ سے بھی اباحت معلوم ہوتی ہے تو ظاہرا اختلاف
ہوا اوسکی اباحت اور حرمت مین تو دونون قولون کی توفیق یہہ ہے کہ خراسانی اجواین دو قسم ہے بقول قہستانی ایک قسم حرام ہے اور دوسری
مباح اور اباحت بھی شیخین کے نزدیک ہے اور محمد کے نزدیک جسکا کثیر نشا کرے اوسکا قلیل بھی حرام ہے اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ مذکور ہوگا اقیم علیہ بعض
الحد فھرب ثم اخذ بعد التقادم لا یحد لما مر ان الامضاء من القضاء فی باب الحد شارب الخمر پر اقامت ہوئی بعض حد کی
مثلا تیس ساٹھہ کوڑے ماری گئی پہر وہ بہاگ گیا پہر گرفتار ہوا بعد مدت کے تو اوسپر حد نہین اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ جاری کردینا قضا مین
داخل ہے باب الحدود کے اندر ولو شرب او زنی ثانیا یستانف الحد لانہ اجل الحد کما سیجئ اور اگر شراب پی یا زنا کیا دوسری
بار تو استیناف ہوگا حد کا بسبب داخل متحد الجنس کے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہم یعنی اگر شارب پر کچہہ حد ماری گئی اور وہ بہاگ گیا پہر اوسنے
دوبارہ شراب پی اور گرفتار ہوا تو اوسپر شرب ثانی کے سبب سے ایک ہی حد ماری جاویگی اور ثانی کی حد بقیہ حد اول سے بھی کافی ہے بسبب اتحاد
قصور کے اور یہی حکم ہے زانی کے بہاگنے اور دوبارہ زنا کرنے کا فرع مسئلہ ملحقہ شارع کا سکران او صاحی جمح بہ فرسہ فصدم
انسانا فمات ان قادرا علی منعہ ضمن والا لا مصنف نے مادیا مست یا ہوشیار کے گہوڑے نے اوسکے ساتھہ سرکشی کی سو کچل ڈالا کسی انسان
کو تو وہ مرگیا اگر سوار قادر تہا اوسکے روکنے پر تو اوسپر ضمان ہے اور اگر قادر نہین تو اوسپر ضمان بھی نہین کذا فی شرح المصنف عن العمادیۃ ہم

مستحب اپنی شرح میں یہ مسئلہ عمادیہ اور جامع الفصولین سے نقل کیا تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا مستحب من العمادیہ

باب حد القذف

یہ باب ہے قذف کے بیان میں هو لغة الرمي وشرعا الرمي بالزنى وهو من الكبائر بالاجماع فتح قذف لغت عرب میں عبارت ہے مطلق عیب لگانے سے اور اصطلاح شرع میں قذف عبارت ہے زنا کے عیب لگانے سے اور وہ کبیرہ گناہ ہے باجماع امت کذا فی الفتح حق تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ البتہ جو لوگ محصنات غافلات مومنات کو زنا کا عیب لگاتے ہیں وہ ملعون ہیں دنیا اور آخرت میں اور انکو واسطے عذاب عظیم ہے اور متفق علیہ حدیث میں وارد ہے کہ ہلاک سات گناہوں سے بچو اصحاب نے کہا کہ وہ سات گناہ کون کون سے ہیں فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور ناحق قتل نفس کرنا اور بیاج کھانا اور یتیم کا مال کھا جانا اور جنگ کفار سے بھاگ جانا اور محصنات مومنات غافلات کو زنا کا عیب لگانا اور حد قذف کی نص قرآنی سے ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا کہ جو عیب لگا دیں محصنات کو اور چار گواہ نہ لاویں تو انکو ۸۰ کوڑے مارو اور اونکی گواہی کبھی قبول نکرو عیب لگانے سے زنا کا عیب مراد ہے تو اگر زنا کے سوا اور سا ہی کا مسلمان کو عیب لگاویگا تو اوسپر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے کذا فی النہر نہر الفائق میں ہے کہ ہر چند نص قرآنی میں قذف محصنہ مذکور ہے لیکن وہ محصن کو بھی شامل ہے بطریق دلالۃ النص کے بسبب جامع دفع عار کے اور اسی پر اجماع ہے لکن فی الظہیریۃ قذف غیر المحصن کصغیرۃ ومملوکۃ وحرۃ متہتکۃ من الصغائر لیکن نہر الفائق میں ہے کہ غیر محصن کا قذف جیسے صغیرہ یا مملوکہ یا حرہ بیحیا کا صغیرہ گناہ ہے ھ نہر الفائق میں یہ قول حلیمی شافعی کیطرف منسوب ہے تو ظاہرا استدراک غیر مناسب ہے بلکہ خود شارح نے ملتقی الابحر کی شرح میں کہا ہے کہ قذف کبیرہ گناہ ہے اگرچہ غیر محصن کو عیب لگایا ہو اور فقہا نے جو احصان شرط کیا ہے سو وجوب حد کیواسطے ہے نہ کبیرہ گناہ ہونے کیواسطے اور طبرانی میں حدیث مرفوع ہے کہ جو ذمی کو قذف کریگا اوسپر قیامت کے دن حد پڑیگی آگ کے کوڑوں سے ہاں حلیمی شافعی البتہ غیر محصن کے قذف کو صغیرہ کہتا ہے انتہی کذا فی الطحطاوی هو كحد الشرب كمية وثبوتا ثبت برجلين حد قذف حد شرب کی مانند ہے مقدار اور ثبوت میں تو ثابت ہوگی دو مردوں کی گواہی سے یعنی سبب حد کا دو گواہوں سے یا قاذف کی ایکبار کے اقرار کرنے سے اور اسمین عورتوں کی گواہی مقبول نہیں اور نہ شہادت علی الشہادت اور نہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو کذا فی النہر مقدار حد کی ۸۰ کوڑے ہیں حر کو اور ۴۰ غلام کو ويسألهما الامام عن ماهيته وكيفيته سوال کرے امام یا نائب اسکا گواہوں سے حقیقت قذف اور کیفیت اوسکی سے حقیقت قذف کا سوال اسوقت ہے جب گواہوں نے اسطرح گواہی دی ہو کہ مثلا زید نے خالد کا قذف کیا تو اگر گواہ بخبر لفظ قذف اوسکی حقیقت نہ بیان کریں تو گواہی مقبول نہیں کذا فی النہر کیفیت سے وہ لفظ مراد ہے جس سے مقذوف کو منسوب کیا الا اذا شهدا بقوله يا زاني مگر جب دونوں گواہوں نے بلفظ یا زانی گواہی دی یعنی قاذف نے مقذوف کو یا زانی کہا تو اب ماہیت اور کیفیت کے سوال کی کچھ حاجت نہیں کہ خود اوسنے مذکور کی ثم حبسه ليسأل عنهما كالمحبوسة ليشهدوا ولكن احضارهم في ثلثة ايام الا الظهيرية پھر بعد اسکے امام قید کرے قاذف کو تا شاہدوں کی عدالت کا سوال کرے چنانچہ قید کرتا ہے اوسکو شہود کیواسطے حتی کا حاضر کرنا تین دن میں ممکن ہے اور اگر تین دن میں حاضر کرنا ممکن نہو تو قاذف کو قید نکرے کذا فی الظہیریۃ ولا يكفل خلافا للثاني پھر اور امام صاحب نے قاذف سے دوسری مجلس تک بخلاف ابی یوسف کے کذا فی النہر ويحد الحر والعبد ولو ذميا او امراة قاذف للمسلم الحر البالغ العاقل حرية الا انه نصفه للعبد ہر ایک اور حد مارا جاوے حر یا غلام جسنے زنا کا عیب لگایا اوس مسلم حر کو جسکی حریت ثابت ہے قاذف کے اقرار یا گواہوں سے اور اگر اوسکی حریت ثابت نہیں تو اوسکے قذف میں تعزیر ہے قاذف پر حد ہے اگرچہ وہ ذمی یا عورت ہو ھ طحطاوی نے کہا عورت کو مبالغہ کر کے داخل کرنا بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ حر اور عبد کے لفظ میں داخل نہیں البالغ العاقل العفيف عن فعل الزنا جو مسلم کہ بالغ اور عاقل اور پاک دامن ہے زنا کے فعل سے ھ تو کافر اور غلام اور صغیر اور مجنون اور زنا کار کے قذف سے حد نہیں نہر الفائق میں ہے کہ عفیف وہ ہے جسنے کسی عورت کی وطی زنا اور شبہہ اور نکاح فاسد سے نکی ہو فیلحق عن احصان الرجم شیئین النكاح والدخول تو بیان شروط احصان قذف سے معلوم ہوا کہ وہ احصان رجم سے دو چیزوں میں کم ہے یعنی نکاح اور دخول میں یعنی احصان رجم میں نکاح اور دخول زوجہ شرط ہے بخلاف احصان قذف کے کہ اوسمین شرط نہیں خواہ ہوں یا نہوں و یجی

الشروط ان لا یکون لہ ولد او ولد ولد او اخرس او مجبوبا او خصیا او وطی بنکاح او ملک فاسد او وطی مرتقاء او قرناء
اور شروط احصان قذف سے یہ شرطین باقی رہگئین کہ مقذوف قاذف کا بیٹا یا پوتا نہو گونگا یا مقطوع الذکر والخصیتین یا خصی نہو یا اوسنے نکاح فاسد
یا ملک فاسد سے وطی نکی ہو یا عورت مقذوفہ کی شرمگاہ گوشت یا ہڈی سے بند نہو ھم گونگی کی قذف مین اسواسطے حد نہین کہ استیفاے حد مقذوف کے
دعوی پر موقوف ہے اور دعوی اُسکا نہین ہوسکتا الا باشارہ اور نیابت اسمین کافی نہین اور مقطوع الذکر اگرچہ محصن ہے لیکن بسبب عدم امکان زنا
اوسکو قذف سے عار لاحق نہین ہوسکتی اور یہی علت رتقا اور قرنا مین اور خصی وہ ہے جسکو ذکر ہو خصیتین نہون سوا اوس سے زنا کرنا متصور ہے تو خصی کا
یہان مذکور کرنا غلط ہے شارح اس تعبیر مین صاحب الفائق کے وہم کا تابع ہوگیا اسواسطے کہ محیط مین مصرح ہے کہ اگر خصی اور عنین کو قذف کریگا تو اوسپر حد ہے
اسواسطے کہ زنا کرنا اونسے متصور ہے کیونکہ آلہ زنا اونکے بدن مین موجود ہے اور نکاح فاسد سے احصان البتہ ساقط ہے لیکن ملک فاسد سے ساقط نہین
اسواسطے کہ ملک فاسد نہین ہوتی مگر شراء فاسد سے حالانکہ شراء فاسد بسبب قبض کے مفید ملک ہے ولہذا اوسکو واطی کے قاذف پر حد ہے چنانچہ نہایہ
اور محیط مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وان یوجد الاحصان وقت الحد حتی لو ارتد سقط الحد عن القاذف ولو اسلم بعد ذالک فتح اور
شروط باقیہ سے یہ ہے کہ احصان مقذوف کا حد مارنے کے وقت پایا جاوے یہانتک کہ اگر وہ مرتد ہوجاویگا قبل حد کے تو قاذف سے حد ساقط ہوجاویگی اگرچہ وہ
بعد ارتداد کے پہر مسلمان ہو کذا فی فتح القدیر ھم شروط مذکورہ سے یہہ باقی رہگیا کہ مقذوف نہ مرگیا ہو قبل حد قاذف کے اسواسطے کہ طرفین کے نزدیک قذف
مین ارث نہین اور یہہ شرط ہے کہ مقذوف حد قاذف کی طلب کرے حاکم کے روبرو کذا فی النہر بصریح الزنا صریح زنا کا عیب لگانیوالا حد مارا جاوے
یعنی جو یون کہے کہ تونے زنا کیا یا یون کہے کہ اوزانی کذا فی النہر وسنہ انت ازنی من فلان او منی جاء فی المظہریہ اور صریح زنا مین داخل ہے یون کہنا کہ تو زانی تر ہے فلانے سے یا مجھ سے
کذا فی الظہیریہ ھم مبسوط مین مثال اول کے مخالفت ہے اور خانیہ مین مثال ثانی کے مخالف ہے یعنی دونون صورتون مین حد واجب نہین کذا فی النہر ہے
مثلہ النیک کما نقلہ المصنف عن شرح المنار اور صریح کی مانند ہے لفظ نیک کا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین ابن ملک کی شرح منار سے نقل
کیا ھم نیک مصدر ہے بمعنی جماع کردن یعنی اگر مرد سے کہے یا نائک یا عورت سے کہے یا منیوکہ تو گویا یون کہا کہ اے زانی اور اے زانیہ طحطاوی
نے کہا کہ یہہ قول بعید ہے ولو قال یا زانی بالہمزۃ لم یحل ذلک شرح تکملہ اور اگر یا زانی کہا یعنی بجاے یا زختیہ ہمزہ بولا تو اوسپر حد نہین کذا فی شرح
التکملہ ھم ظاہر ایہہ قول صحیح نہین اسواسطے کہ محیط مین وجوب حد مذکور ہے اگرچہ قاذف صاعد کے معنی کا قصد کرے اسواسطے کہ اس کلمہ مہموز سے
صعود کے معنی اُسوقت مراد ہونگے جب محل صعود کے ساتھ مقرون ہو اور بلا ذکر محل صعود زنا پر محمول ہے اسواسطے کہ عرب بجاے حرف علت ہمزہ
بولتے ہین اور بجاے ہمزہ حرف علت بولتے ہین تو قاذف کی نیت کی تصدیق نہوگی بلا ذکر محل صعود کذا فی الطحطاوی اولقولہ زنات فی الجبل
بالہمز فانہ مشترک بین الفاحشۃ والصعود وحالۃ الغضب تعین الفاحشۃ حد ہے صریح زنا کی تہمت سے یا اس قول سے کہ زنات فی الجبل یعنے تونے زنا
کیا پہاڑ مین یا تو چڑہگیا پہاڑ مین اسلئے کہ زنات مہموز مشترک ہے فاحشہ اور صعود کے معنون مین اسلئے کہ بعضے عرب حرف علت کو ہمزہ بولتے ہین اور حالت غضب اور دشنام
متعین کردیتی ہے معنی فاحشہ کو ھم یہہ قول ہے شیخین کا فی الجبل کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر زنات علی الجبل کہیگا تو اوسپر حد نہوگی اسلئے کہ بقرینہ علی
صعود کے معنی متعین ہوگئے او لست لابیک ولو زاد لست لامک او قال لست لابویک فلاحد او لست بابن فلان لابیہ المعروف
بہ والحال ان امہ محصنۃ لانہا المقذوفۃ فی الصورتین اذ المعتبر احصان المقذوف لا الطالب بیشتیہ یا حد قاذف ہے اس قول مین کہ تو اپنے
باپ کا نہین اور اگر اسقدر اور زیادہ کہا کہ تو اپنی مان کا نہین یعنی یون کہا کہ تو اپنے باپ کا نہین تو اوسپر حد نہین اسواسطے کہ جب قائل نے ولادت
کے نفی کی تو زنا کی بھی نفی کی کذا فی الحلبی یا حد ہے یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین اوسکے باپ کا نام لیکر جس سے مخاطب معروف النسب ہے اور حالانکہ مان
اوسکی محصنہ ہے احصان اوسکی مان کا شرط ہوا اسواسطے کہ وہی تو مقذوفہ ہے دونون صورتون مین یعنی لست لابیک اور لست بابن فلان مین قذف حقیقت
اوسکی مان کو ہے اسواسطے کہ معتبر مقذوف کا احصان ہے نہ طالب کا کذا فی شرح الشمنی ھم مقذوف اوسکی والدہ اور طالب حد اوسکا ولد ہے جب کہ مان اوسکی

مرگئی ہو اور اگر زندہ ہو تو طالب وہی ہوگی والدہ ہرگز نہ ہوسکیگا ولہ کذا فی حاشیۃ الجلبی فی غضب متعلق بالصوق لعلثة فی غضب تیون صورتون سے
متعلق ہو یعنی ثم ثالثۃ فی الجبل اور لست لابیک اور لست بابن فلان کہنے سے غضب اور دشنام کیحالتین قاذف پر حد ہے اور اگر حالت رضا مین اقوال ثلثہ میں
سے کوئی قول کہیگا تو حد نہین اسلئے کہ قول اول مین زنا مسعود کے معنی ہین اور قولین اخیرین مین نفی ولدیت محاسن اخلاق کی عدم مشابہت پر محمول ہے
تنبیہ ۔ المقذوف المحصن لا یمنعہ ولو للمقذوف عاتبا عن مجلس القاذف حال القذف فان لم یسمعہ احد تنفی القاذف حد مارا جاویگا مقذوف
محصن کی خواہش اور طلب سے اسواسطے کہ حد قذف دفع عار کے واسطے ہے اوسیکا حق ہے اگرچہ مقذوف غائب ہو قاذف کی مجلس سے وقت قذف کے کہ اوسکو
عیب لگاتے کسی نے نہ سنا ہو کذا فی البحر ہم در صورت عدم سماع کے طریق اثبات قذف کا قاذف کے اقرار پر منحصر ہے اسطرح کہ قاذف کہے کہ مین نے یون
کہا تہا ولی وان امرۃ المقذوف بذالک شرح تکملہ بلکہ اگرچہ قاذف کو امر کیا ہو مقذوف نے اسکا یعنی قذف کا کذا فی شرح التکملہ ہم باوجود
امر مقذوف حد ساقط نہوگی اسواسطے کہ یہہ حق اللہ ہے تو عبد کی اباحت سے مباح نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی ویُنزع الفرو والحشو فقط اظہارًا
للتخفیف باحتمال صدقہ بخلاف حد الزنا کو شرب اور حد مارنے کیوقت قاذف کے بدن سے فقط پوستین اور روئی وغیرہ کا بہرا ہوا کپڑا اتار لیا جاویگا
واسطے ظاہر کرنے تخفیف حد قذف کو قاذف کے صادق ہونیکے احتمال سے بخلاف حد زنا اور شرب خمر کے ہم حد قذف کا سبب چونکہ قطعی نہین کہ شاید قاذف صادق
ہو لہذا اوسکی سب کپڑے نہ اتارے جاوینگے سوای پوستین اور بہری کپڑے کے تو حقیقت حد ظاہر ہو بخلاف حد زنا اور شرب کے کہ سوای پاجامہ اوسکے سب کپڑے اتار
ڈالے جاوینگے کا یحد بلست بابن فلان جدہ اصدقہ یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہیں یعنی اپنے دادا کا حد نہ ماری جاویگی بسبب صادق ہونے اس
کلام کے اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ اپنے باپ کا بیٹا ہے ۔ دادا کا ولنسبتہ الیہ او الی خالہ او عمہ او رابہ بتشدید الباء عربیہ ولو غیرہ زوجۃ امہ
لانہ یطلق الاسم ابا مجازًا اور حد نہین اوسکی دادا کیطرف اوسکی نسبت کرنیسے یا اوسکی ماموں یا اوسکی مزلی اور پرورش کرنیوالے کیطرف نسبت کرنیسے اگرچہ پرلی
اوسکی ماں کا زوج نہو کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ دادا اور چچا وغیرہ کا آبا ہونا مجازی ہے راتہ بتشدید با سوحدہ بمعنی مربی ہے ولا بقولہ یا ابن ماء السماء
وفیہ نظر ابن الکمال ادرنہ یون کہنے سے حد ہو کہ او بارش آسمانی کے فرزند ہمین اعتراض کیا ہے ابن کمال نے ہم اسواسطے حد نہین کہ ابن ماء السماء سے جودو
اور سماحت کی تشبیہ مراد ہوتی ہے چنانچہ عامر بن حارثہ ملقب بماء السماء تہا اپنی سخاوت کے سبب سے اسواسطے کہ وہ اپنے مال کو ایام قحط مین مثل قطرات باران کثرت
دیتا تہا اور ام المنذر ملقب بماء السماء تہے اپنے حسن اور جمال کے سبب سے اور اوسکی فرزند جو ملوک عراق تہے بنو ماء السماء کہلاتے تہے اور نعمان بن المنذر بھی
ملقب بابن ماء السماء تہا کذا فی الطحطاوی ایضاح الاصلاح میں ابن کمال نے کہا کہ حالت غضب مین جود اور جمال کی تشبیہ نہین ہوسکتی اس اعتراض کا جواب یہہ ہے کہ
ہم التزام کرتے ہین اور اوسکو لغی شجاعت اور سخاوت کا سبب ٹہراتے ہیں اسی حالت مین کہ لائے النہر فتح القدیر مین مذکور ہے کہ اگر وہان کسی مرد کا نام ماء السماء
مشہور ہو تو دشنام کیوقت البتہ اوسپر حد ہے ابن ماء السماء کہنے مین اور نہین تو نہین ولا بقولہ یا نبطی لعربی اور عربی کو نبطی کہنے سے حد نہین ہم نبطی ایک
گروہ ہے آدمیون کا عراق مین واحد کو نبطی کہتے ہین اور شرح جامع صغیر مین ہے کہ انباط عجمی کسان ہین اسواسطے حد نہین کہ اس قول سے نفی مشابہت عرب
اور مشابہت اس گروہ کی اخلاق اور عدم فصاحت مین مراد ہے بلا گمان قدح فی النسب یعنی تشبہ لغیر قبیلتہ او نفاہ عنہ ای ذکر نہر الفائق مین ہے کہ جب کوئی
قائل نسبت کرے مخاطب کو اوسکو غیر قوم کیطرف یا اوسکی قوم سے اوسکی نفی کرے تو تعزیر دیا جاوے ہم نہر الفائق مین یہہ قول بطریق بحث ہے نہ بطریق روایت مذہب
وفیہ یا فرخ الزنا یا بیض الزنا یا حمل الزنا یا سخل الزنا قذف اور نہر مین ہے کہ یون کہنا کہ او زنا کے چوزہ یا او زنا کے انڈے او زنا کے
حمل او زنا کے سخل قذف ہے اسواسطے کہ یہہ الفاظ ولد الزنا کیواسطے بولے جاتے ہین حمل بالتحریک بچہ گوسفند جب چار مہینے کا ہو اور سخل بچہ گوسفند بعد پیدائش
ہم نہر الفائق مین جوہرہ سے منقول ہے کہ یون کہنا قذف ہے کہ تو ولد حلال نہین بخلاف یا لکیس الزنا او یا حرامزادہ فنیۃ بخلاف اس قول کے کہ او
زنا کے جنڈے یا او حرام زادہ سے تو قذف نہین کذا فی القنیہ ہم طحطاوی نے کہا کیس الزنا مین شاید یہہ وجہ ہے کہ قذف مین مستعمل نہین اور حرامزادہ
شریر اور مکار کو بولتے ہین اور اسواسطے کہ کل حرام زنا نہین یعنی چنانچہ زوجہ کا جماع حیض مین حرام ہے اور زنا نہین وینہا کو حملہ ابو کلسیہ فلا حد قنیہ مین ہے

اگر ایک شخص کا باپ منکر ہوا اوسکے نسب کا تو اوسپر حد نہین و لاحد بقولہ لامراۃ زنیت ببعیر او بثور او بحمار او بفرس لان الانسان لا یعیر بہا
عرفا اور حد نہین اپنی زوجہ سے یون کہنے مین کہ تونے زنا کیا اونٹ سے یا بیل سے یا گدہے سے یا گہوڑے سے اسواسطے کہ یہہ عرف نہین بخلاف
زنیت ببقرۃ او بشاۃ او بناقۃ او بحمارۃ او بثور او ببرذون فانہ یحد لانہا لا تصلح للایلاج فیراد زنیت باخذ البدل بخلاف
اس قول کے کہ تونے زنا کیا گائے سے یا بھیڑ بکری سے یا اونٹنی سے یا گدہی سے یا ترکی گہوڑے سے یا درہم سے تو مرد پر حد ماریجاویگی اسواسطے کہ عورت ادخال فرج کے لایق
نہین تو یہہ مراد ہوگی کہ تونے زنا کیا اور اشیاء مذکورہ کو عوض زنا لیا ولو قیل ہذا للرجل فلا حد لعدم العرف بالاخذ للمال اور اگر یہہ قول
مذکور مرد سے کہا گیا تو حد نہین اسواسطے کہ مرد کو مال لینا بعوض زنا مروج نہین و انما یطلبہ بقذف المیت من یقع القدح فی نسبہ بسبب
قذفہ الی المیت وہم الاصول والفروع وان علوا وسفلوا ولو کان الطالب محجوبا او محروما عن المیراث بقتل او رق او کفر او ولد
بنت ولو مع وجود الاقرب او عفوہ او تصدیقہ للحوق العار بسبب الجزئیۃ قید بالمیت لعدم مطالبتہم فی الغائب لجواز تصدیقہ
اذا حضر اور قذف میت سے طلب حد تو وہی شخص کرے جسکے نسب مین عیب لگتا ہے بقذف میت کے اور وہ یعنی طالب حد میت کے اصول اور فروع ہین اگرچہ
عالی یا سافل ہون اگرچہ طالب حد محجوب یا محروم ہو میراث سے بسبب قتل یا مملوکیت یا کفر کے یا طالب میت کا نواسا ہو اگرچہ شخص ابعد با وجود اقرب کے یا
اوسکو معاف کردیا یا اوسکی تصدیق کردینے کی طالب حد ہو یعنی ہر اصل اور فرع کو حق طلب ہے ہر طرح اسواسطے کہ سبکو لحوق عار ہے بسبب جزئیت کے — ماتن نے
طلب کو مقید بمیت کیا اسواسطے کہ اصول اور فروع کو مطالبہ زندہ غائب کے قذف مین نہین بسبب جائز ہونے تصدیق غائب کے جبکہ حاضر ہو
علماوی نے نہر اور بحر سے نقل کیا کہ اصول سے نانا اور نانی مستثنے ہین یعنی اونکو حق طلب نہین قال یا ابن الزانیین وقد مات ابواہ فعلیہ حد
واحد للتداخل الاتی ذکر موت ابویہ لیس بقید بل فائدتہ فی المطالبۃ کہا اور روز انیونکی بیٹے اور حالانکہ مقذوف کے والدین مر چکے ہین تو
قاذف پر ایک ہی حد ہو بسبب تداخل کے جسکا بیان آگے آویگا بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ موت اوسکے والدین کی قید نہین تداخل کی بلکہ فائدہ اوسکا
مطالبہ مین ہے یعنی اگر والدین میت ہونگے تو ولد کو حق طلب ثابت ہوگا بخلاف اونکی حیات کے کذا فی المنح ذکر فی اخر المبسوط ان معتوہۃ قالت
لرجل یا ابن الزانیین فجاء بہا الی ابن ابی لیلی فاعترفت فحدہا حدین فی المسجد فبلغ ابا حنیفۃ فقال اخطا فی ستۃ مواضع بنی
الحکم علی اقرار المعتوہۃ والزمہا الحد وحدہا حدین واقامہما معا وفی المسجد و قائمۃ و بلا حضرۃ ولیہا مبسوط کے آخر مین مذکور ہے کہ
بیہوش عورت نے ایک مرد سے کہا یا ابن الزانیین سو وہ مرد اوسکو لایا قاضی ابن ابی لیلے کے پاس سو اوسنے قبول کیا قذف کرنے کو تو قاضی نے اوسکو دو
بار حد ماری مسجد مین تو یہہ خبر پہونچی امام ابو حنیفہ کو تو کہا خطا کی قاضی نے سات جگہہ ١ حکم کی بنا کی بیہوش عورت کے اقرار پر ٢ اور اوسپر لازم کی
٣ اور اوسکو دو حدین مارین ٤ اور دونون حدون کی ساتھ ہی اقامت کی ٥ اور مسجد مین حد قائم کی ٦ اور اوسکو کہڑا کرکے حد ماری ٧ اور بلا حضور
اوسکے ولی کے فتح القدیر اور بحر الرائق اور منح الغفار مین یون مروی ہے کہ قاضی ابن ابی لیلے نے ایک شخص کو سنا کہ دوسرے مرد کو کہتا ہے یا ابن
الزانیین تو اوسکے دو حدین مارین مسجد مین پھر جب امام ابو حنیفہ کو خبر ہوئی تو فرمایا عجب ہے ہمارے شہر کے قاضی سے کہ اوسنے ایک مسئلہ مین پانچ جگہہ خطا کی
اول یہہ کہ حد ماری بدون طلب مقذوف کے دوسری یہہ کہ اگر وہ طالب ہوتا تو ایک ہی حد واجب تھی تیسری یہہ کہ اگر اوسکے نزدیک دو حدین تہین تو درمیان
حدون مین ایک دن یا زیادہ کا انتظار کرنا تہا کہ ضرب اول کا اثر خفیف ہوجاتا چوتہی یہہ کہ مسجد مین حد ماری پانچوین یہہ کہ اوسکو دریافت کرنا تہا کہ اوسکے
والدین زندہ ہین یا نہین اگر زندہ ہوتے تو خصومت کا اونکو اختیار رہتا اور نہین تو فرزند کو خصومت کا حق تہا انتہے تو شاید یہہ زیادت اور نقصان
بسبب اختلاف راویون کے ہے اور قاضی ابن ابی لیلی کیطرف سے یہہ جواب ممکن ہے کہ وہ مجتہد تہے اونکے اجتہاد مین یہی حق معلوم ہوا کذا فی الطحطاوی
وقال فی الدرر ولم یتعرف ان ابویہ حیان فیکون الخصومۃ لہما او میتان فیکون لابن اور درر مین کہا اور معلوم نہوا کہ مقذوف مذکور
کے والدین زندہ تہے سو حق خصومت اونکو ہوتا یا مردہ تہے کہ حق خصومت بیٹے کو ہوتا اجتمعت ثلثۃ اجناس مختلفۃ بان قذف و شرب و سرق

وثم ان زنی وهو محصن فيقام عليه الكل الحاوی القدسی جمع ہوں ایک شخص پر کئی حدیں مختلف مثلاً یہ کہ اسنے قذف کیا اور شراب پی اور چوری کی اور مرد محصن نے زنا کیا تو پہلے سب حدیں ادا قائم کیجاوینگی اسواسطے کہ انواع مختلف ہیں کیونکہ مقصود ہر ایک سے جدا ہے اور حد قذف سے حفظ آبرو ہے اور حد شرب سے حفاظت عقول ہے تو اقامت حد سے جمیع مقاصد مذکور نہیں حاصل ہوتے بخلاف حدود متحد الجنس کے کہ وہاں ایک حد کافی ہے بسبب اتحاد مقصود کے چنانچہ آخر باب میں مذکور ہوگا ولا يوالی بينها خيفة الهلاك بل يحبس حتى يبرأ اور حدود مختلفہ کے درمیان اتصال نکیا جاویگا یعنی لگاتار برابر انکی اقامت نہوگی بلکہ مرجانیکے خوف سے بلکہ وہ محبوس رہیگا صحیح سالم ہونے تک ويبدأ بحد القذف لحق العبد ثم هو ای الامام مخير ان شاء بدأ بحد الزنى وان شاء بالقطع لثبوتهما بالكتاب اور حدود مختلفہ کی اقامت میں حد قذف سے ابتدا کیجاوے بسبب حق العبد کے اگرچہ اسمیں حق اللہ غالب ہے پھر امام مختار ہے چاہے حد زنا کو شروع کرے چاہے قطع ید کی حد کو بسبب ثابت ہونے دونوں کے قرآن مجید سے یعنی دونوں قوت میں برابر ہیں کسیکی ترجیح نہیں ويؤخر حد الشرب لثبوته باجتهاد الصحابة اور موخر کرے حد شرب کو بسبب ثابت ہونیکے صحابہ کرام کے اجتہاد سے ولو قذفا ايضا بدأ بالقذف ثم يخير لو جرحه ثم لما عليه الحجر اور اگر جرح یعنی زخمی بھی کیا تو امام ابتدا جراحت سے کریگا پھر حد قذف اور پھر سنگسار کریگا اگر زانی محصن ہو اور انکو سوا اور حدیں لگ نہ جاوینگی کذا فی البحر علماء دین نے ابو سعود سے نقل کیا کہ جراحت سے وہ جراحت مراد ہے جو قصاص کی موجب ہو فی الحاوی القدسی ولو قتل ضرب للقذف ويضمن للسرقة ثم قتل وترك ما سواه ملتقى اور حاوی قدسی میں ہے کہ اگر قتل بھی کیا تو حد قذف ماریجاویگی اور چوری کا ضمان ہوگا پھر قتل کیا جاویگا اور باقی حدود متروک ہونگی ويضمن السرقة لعدم القطع اور جسقدر اسنے چوری کی وہ اسکی ضمان دیگا بسبب عدم قطع کے کہ جو النهر ضمان ساقط ہوا ہے قطع ید کی ضرورت سے یہاں پایا نہیں گیا ولا يطالب ولد ای فرع والد ای اصله وان علا وسيده ای ولا عبد سيده بقذف امه الحرة المسلمة المحصنة اور مطالبہ حد کا نکرے بیٹا اپنے باپ سے اور غلام اپنے مالک سے اپنی ماں کے قذف سے جو کہ حرہ مسلمہ محصنہ ہو ولد سے مراد فرع ہے اگرچہ نیچے ہو اور باپ سے مراد اصل ہے اگرچہ عالی ہو اور غلام کی ماں کا حرہ ہونا اسطرح کہ ماں آزاد ہوگی اور بیٹا اسکا غلام ہوگا اور چونکہ باپ اور مولیٰ سے بموجب حدیث کے قصاص ساقط ہے تو حد بطریق اولیٰ ساقط ہوگی فلو كان لها ابن من غيره او اخ او عم ملك الطلب فى النهر واذا سقط عنه الحد عزر بل يشتمه ولده يعزر پھر اگر اس عورت محصنہ کا بیٹا ہو اس دوسرے شوہر سے یعنی ربیب ہو بشرطیکہ اسکا مملوک نہو یا عورت کا باپ ہو یا اسکی مانند کوئی اور اصول اور فروع میں تو وہ طلب کا مالک ہوگا اور نہر الفائق میں ہے اور جب باپ پر حد قذف ساقط ہوئی تو تعزیر دیا جاویگا بلکہ بیٹے کو گالی دینے سے تعزیر دیا جاویگا ولا ارث فيه خلافا للشافعی اور قذف میں ارث نہیں برخلاف امام شافعی یعنی اگر بعد قذف کے مقذوف مرگیا تو حد باطل ہے وارث دعوی نہیں کر سکتا اور اگر میت کو قذف کیا تو اصول اور فروع کو حق طلب ہے بالاصالة لا بالخلافة چنانچہ مذکور ہوچکا ولا رجوع بعد اقراره ولا اعتياض ای اخذ عوض ولا صلح ولا عفو فيه وعنه اور رجوع کرنا نہیں قذف میں بعد اقرار کے اور قذف سے عوض کرنا یعنی قذف کے عوض مال لینا جائز نہیں اور نہ صلح اور بخشنا جائز ہے یعنی حاکم کے روبرو جب قذف ثابت ہوجاوے تو مقذوف کی صلح کرنے یا بخشنے سے حد ساقط نہیں ہے فیہ متعلق ہے رجوع سے اور عنہ اعتیاض سے نعم لو عفا المقذوف فلا حد لا لصحة العفو بل لترك الطلب حتى لو عاد وطلب حد ولهذا لا يتم اللعان الا بحضرته ہاں اگر مقذوف عفو کردے تو حد نہیں نہ اس سبب سے کہ عفو صحیح ہے بلکہ اس سبب سے کہ اسنے طلب کو ترک کیا اسواسطے کہ طلب شرط ہے حتی کہ یہاں تک کہ بعد ترک کے اگر پھر عود کریگا اور طلب کریگا تو حد ماری جاویگی کذا فی شرح الشمنی اور اسیواسطے یعنی اسی سبب سے حد پوری نہوگی مگر بعد حاضر ہونے مقذوف کے یعنی اگر حد قذف شروع ہوئی پھر مقذوف کہیں چلا گیا تو باقی کوڑے نہ مارے جاوینگے تاوقتیکہ مقذوف نہ آویگا قال لآخر يا زانی فقال الآخر لا بل انت حدا لغلبة حق الله فيه کہا کسی نے دوسرے سے کہ یا زانی سو اسنے جواب دیا بلکہ تو ہی ہے یعنی میں زانی نہیں تو زانی ہے تو دونوں پر حد قذف ماری جاویگی بسبب غالب ہونے حق اللہ کے قذف میں یعنی اس قول میں دونوں قاذف ہیں مگر بنابر حق العبد کے کہتے کہ دونوں برابر ہوگئے تو لازم آیا ہے اسقاط حق اللہ کا تو بنابر غلبہ حق اللہ کے دونوں پر

ہوگی کذا فی النہر۔ بخلاف ما لو قال له مثلاً یا خبیث فقال بل انت لم یعزر لانه حصلها وقد تساویا فتکافئا بخلاف اسکے جیسے صورت ہی
کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مثلاً کہا یا خبیث سو اوسنے جواب دیا بلکہ تو خبیث ہے تو دونوں پر تعزیر نہیں اسواسطے کہ تعزیر دونوں کا حق ہے یعنی تعزیر واسطے حق آدمی کے ہے
حالانکہ جواب دینے سے دونوں برابر ہو گئے تو دونوں کی مکافات ہو گئی یعنی دونوں سے تعزیر ساقط ہو گئی بخلاف ما سبق لو تشاتما بین یدی القاضی
او تضاربا بالمرتبة فانه تطالب بمجلس الشرع وتفاوت الضرب بخلاف سابق و مسئلہ سے مراد یہ ہے کہ اگر دو شخصوں نے باہم گالی دی قاضی کے سامنے
یا باہم ایک نے دوسرے کو مارا تو دونوں برابر نہ ہو جاوینگے کہ سقوط تعزیر میں بلکہ دونوں کو تعزیر دیجاویگی بسبب بے ادبی مجلس شرع کے اور بسبب متفاوت ہونے
ضرب کے ولو قال لعرسه وهو من اهل الشهادة زنيتِ فقالت بك حُدَّت ولا لعان اور اگر قول مذکورہ اپنی زوجہ سے کہا اور حالانکہ زوج اہل ہے شہادت
کا سو زوجہ نے وہی قول پھیر کر کہا تو عورت پر حد ماری جاویگی اور لعان نہوگا حاصل یعنی اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا زانیہ سو اوسنے جواب دیا بلکہ تو یعنی میں نہیں
تو زانی ہے تو عورت پر حد ہی بلا لعان اور زوج میں اہلیت شہادت کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر وہ اہل شہادت نہوگا تو اوسکا قذف لعان کا موجب نہوگا
تو دونوں پر حد ماری جاویگی کذا نقله الحلبي عن الايضاح الاصل ان الحدين اذا اجتمعا وفي تقديم احدهما اسقاط الآخر وجب تقديمه احتيالاً
للدرء ہو قول مذکور میں حد زوجہ اور سقوط لعان کا قاعدہ یہ ہے کہ جب دو حدیں جمع ہونگی اور ایک حد کے مقدم کرنے میں دوسری حد کا اسقاط ہوگا تو اوسکی
تقدیم واجب ہوگی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کیواسطے یعنی جب اول عورت پر حد ماری گئی تو وہ لعان کے لائق نرہی اسواسطے کہ محدود فی القذف لعان کا اہل نہیں
اور لعان کی تقدیم میں ابطال حد کا نہ تہا لہذا تقدیم حد واجب ہوئی کذا فی المنح اگر کوئی کہے کہ تقدیم حد مذکور اجتماع حدین میں ہوتی ہے اور لعان تو حد نہیں
اسکا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا واللعان في معنى الحد اور لعان بمعنی حد ہے یعنی مشروعیت لعان کی واسطے زجر کے ہے مانند حدود کی ولذا لو قال
لها یا زانیة بنت الزانیة بدئ بالحد لینتفی اللعان اور اسیواسطے یعنی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کیواسطے فقہا نے کہا ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ
یا زانیہ بنت الزانیہ تو اول حد کی ابتدا کیجاویگی تا لعان منتفی ہو جاوے یعنی زوج پر زوجہ کی ماں کی قذف کی اول حد ماریجاویگی تو لعان ساقط ہو جاویگا
اسواسطے کہ محدود لائق لعان کے نہیں رہتا بحر الرائق میں کہا کہ اگر زوجہ پہلے دعوی کریگی تو دونوں میں قاضی لعان کرا دیگا پہر زوجہ کی ماں اپنے قذف
کی حد کی طالب ہوگی تو مرد پر حد قذف ماری جاویگی انتہی اور یہی کہا تو شاید مسئلہ مذکورہ شارح کا اوس صورت میں مفروض ہے جب زوجہ اور اوسکی ماں ساتہ
طالب ہوں ولو قالت في جوابه زنيتُ بك او معك هدرا اي لا حد واللعان للشك اور اگر زوج نے کہا یا زانیہ اور زوجہ نے اوسکے جواب میں
کہا کہ میں نے تجہسے یا تیرے ساتہہ زنا کیا تو حد اور لعان دونوں باطل ہو جاوینگے بسبب شک کے ھم تفصیل شک یون ہے کہ عورت کا قول اسکا محتمل ہے کہ اوسنے قبل انکاح
کے زنا کا ارادہ کیا تو حد واجب ہوگی نہ لعان اسواسطے کہ زوجہ نے زوج کے قول کی تصدیق کی اور زوج نے اوسکی تصدیق نہیں کی اور محتمل ہے کہ زوجہ نے
اسی زنا کا ارادہ کیا جو زوج کے ساتہہ بعد نکاح کے ہوا یعنی نکاح کے جماع کو تعبیر زنا کیا بقرینہ تقابل تو بموجب اس احتمال کے لعان واجب ہے نہ حد
اسواسطے کہ قذف مرد کیطرف سے ہوا نہ عورت کیطرف سے تو بسبب احتمالین مذکورین کے شک پڑا حد یا لعان کے ثبوت میں لہذا دونوں ساقط ہو گئے کذا فی المنح
فيه بالخطاب لانها لو اجابته بانت ازنى مني حُدّ وحده لا هي مصنف نے جواب کو بخطاب مذکور مقید کیا اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو یون
جواب دیگی کہ تو زانی تر ہے مجہسے تو فقط زوج ہی پر حد ماری جاویگی کذا فی الخانیہ ھم اسواسطے کہ صیغہ افعل کا ایسی مقام میں ترجیح نے العلم کیواسطے
مستعمل ہوتا ہے تو گویا زوجہ نے یون کہا کہ انت اعلم بالزنا مني اور علم بالزنا کی نسبت موجب حد نہیں کذا فی الطحطاوی عن الکمال اور یہہ جو بعضے نسخون میں ہے کہ قصد ذکر
سو تحریف ہے ولو كان ذلك مع اجنبية حُدّت دونه لتصديقها اور اگر وہ گفتگو مذکور اجنبی عورت سے ہوئی یعنی مرد نے اجنبی عورت سے کہا کہ یا زانیہ
اوسنے جواب دیا کہ میں نے تیرے ساتہہ زنا کیا تو عورت پر حد ہے نہ مرد پر بسبب تصدیق کرنے عورت کے یعنی عورت نے بہی مرد کو قذف کیا اور اسکا حق تصدیق
کرنے سے ساقط ہو گیا اقر بولد ثم نفاه يلاعن وان عكس حُدّ للقذف والولد له فيهما لاقراره اقرار کیا زوج نے ولد کا پہر اوسکی نفی کی تو
لعان کرے زوجہ سے اور اگر اسکو بالعکس کیا یعنی اول نفی کی پہر اقرار کیا تو مرد پر حد قذف ماری جاویگی اور ولد دونوں صورتون میں مرد کا ہے

اوسکو اقرار سے پہلی صورت مین اقرار سابق پر اور دوسری صورت مین اقرار لاحق سے اور لعان بدون قطع نسب صحیح ہے کذا فی المنح ولو قال لیس بابی
ولا بابنك فلا حد لانه انكر الولادة اور اگر دوسرے سے کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہے نہ تیرا تو یہ باطل ہے نہ اس قول سے حد متعلق ہے نہ لعان کیونکہ
کہ مرد ولادت کا منکر ہے اور انکار ولادت سے قاذف نہین ہوتا وقال لامرأة یا زانی حُدّ اتفاقا لان الهاء تحذف للترخیم کہا مرد نے اپنی عورت
سے یا زانی تو اوسپر حد ہے باتفاق شیخین اور محمد کے اسواسطے کہ کلام عرب مین ہاء مونث محذوف ہو سکتی ہے بسبب ترخیم کے یعنی اصل یا زانیہ تھا اسکو ترخیم
آخر کلام مین ہو گیا ترخیم عبارت ہے حذف آخر کلمہ سے ولو قال لرجل یا زانیة لا وقال محمد یحد لان الهاء تدخل للمبالغة کعلامة قلنا الاصل فی الکلام
التذکیر اور اگر مرد سے کہا یا زانیہ تو شیخین کے نزدیک حد نہین اور محمد نے کہا کہ اسکا قائل حد مارا جاویگا اسواسطے کہ ہا مونث صیغہ مذکر مین مبالغہ کیواسطے
داخل ہوتی ہے جیسے علامہ مین ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ اصل کلام مین تذکیر ہے اور تانیث مین اصل ہے ولا حد على القاذف لمن لها ولد لا اب
له معروف کذا فی الکافی اور حد نہین اوس عورت کے قذف سے جسکے ولد کا باپ معلوم نہین اوس شہر مین جہاں قذف واقع ہوا ہر شہر مین کذا فی المحیط
او من لاعنت بولد لان امارة الزنی یا حد نہین اوس عورت کی قذف سے جس سے لعان کیا ساتھ ولد کے یعنی لعان باقی رہا اور قاضی نے ولد کا نسب باپ
سے قطع کر دیا اور ولد کو ماں کے ساتھ ملحق کر دیا اسواسطے حد نہین کہ وجود ولد بعد لعان علامت ہے زنا کی اور اگر بعد لعان کے قاضی قطع نسب کرے گا تو
اسکے قاذف پر حد واجب ہوگی یا اگر لعان باطل ہو جاویگا اور جرم کے اقرار کذب سے تو بھی قاذف پر حد واجب ہوگی بسبب دور ہونے تہمت کے کذا فی المنح او
بقذف رجل وطی فی غیر ملکه بکل وجه کامة ابنه او بوجه کامة مشترکة او فی ملکه المحرم ابدا کامة هی اخته رضاعا فی الاصح لفوات
العفة یا حد نہین اوس مرد کی قذف سے جسنے وطی کی ایسے غیر ملک مین ہر وجہ سے جیسا کہ اپنے ولد کی لونڈی سے وطی کی یا ایک وجہ سے غیر ملک مین وطی کی جیسا کہ
مشترک لونڈی سے وطی کی یا اپنی ملک سے وطی کی جو ہمیشہ کو حرام تھی جیسا کہ اپنی اوس لونڈی سے وطی کی جو مولی کی رضاعی بہن تھی یہان حد نہین
قول اصح مین بسبب فوت ہونے عفت کے حکم بعد علت ہے مسائل ثلثہ مذکورہ کے عدم حد کی او بقذف من زنت فی کفرها لسقوط الاحصان
یا حد نہین اوس عورت کی قذف سے جسنے اپنے کفر کی حالت مین زنا کیا بسبب ساقط ہونے احصان کے او بقذف مکاتب مات عن وفاء
لاختلاف الصحابة فی حریته فاورثت شبهة یا حد نہین اوس مکاتب کی قذف سے جو مرگیا بدل کتابت ادا کرکے حد نہین بسبب مختلف ہونے
صحابہ کرام کے اوسکی حریت اور عبدیت مین تو اس اختلاف نے شبہہ پیدا کیا مسقط حد مین اور بدل کتابت کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بدل نہ
مر جاویگا تو اوسکے قاذف پر بطریق اولی حد نہوگی اسواسطے کہ وہ بلا شبہہ غلام مرا کذا فی البحر وحُدّ قاذف واطئ حرمة حائضا وامة مجوسية او
مکاتبة ومسلم نکح محرمه فی کفره لثبوت الملك وفی الاخیر خلافهما اور حد مارا جاویگا قاذف اوس مرد کا جسنے اپنی زوجہ سے وطی کی حیض کی
حالت مین اور مجوسی لونڈی اور مکاتبہ سے وطی کی اور اوس مسلم کا قاذف حد مارا جاویگا جسنے اپنی حالت کفر مین اپنے محرم سے نکاح کیا
بسبب ثابت ہونے وطی کے اوس کی ملک مین یعنی پہلی اور پچھلی صورت میں ملک نکاح ثابت ہے اور باقی مین ملک یمین ہے اور پچھلی صورت میں
خلاف ہے صاحبین کا اسواسطے کہ نکاح کافر کا اپنے محرم سے امام کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہین ومستامن
قذف مسلما لانه التزم ایفاء حقوق العباد بخلاف حد الزنا والسرقة لانهما من حقوق الله تعالى المحضة کحد الخمر واما الذمی فیحد
فی الکل الا الخمر غایة اور حد مارا جاویگا وہ مستامن جسنے مسلم کا قذف کیا اسواسطے کہ اسنے بسبب امان لینے کے ایفاء حقوق العباد کا التزام کیا ہے بخلاف
حد زنا اور چوری کے کہ مستامن پر نہین اسلئے کہ زنا اور سرقہ کی حد حق خالص اللہ تعالیٰ کا ہے جیسے حد شراب کی ہے اور ذمی کافر پر تو جمیع حدود ماری جاویگی سوا شراب کی
حد کے کذا فی غایة البیان لکن قدمنا عن المبتغی انه یحد بالسکر ایضا لیکن ہم باب الشرب مین مقدم ذکر کر چکے ہین کہ مبتغی مین ذمی کی تعمیم ہے جیسے
البنایة البیان کے استثنا پر دو فی السراجیة اذا اعتقد ولیحد الحربی کالمسلمین اور اعمی ہین کہ کافر حربی کے معتقد مسلم کی مانند ہوتے ہین

ھ شارح نے سراجیہ کے قول سے غایۃ البیان اور منیۃ المفتی کے تعارض کو دفع کیا ہے یعنی غایۃ البیان کی روایت اس صورت پر محمول ہے جب اہل ذمہ معتقد حرمت خمر
ہوں اور منیۃ المفتی کی روایت معتقد حرمت پر محمول ہے تو تناقض نہ رہا واللہ اعلم اور سراجیہ سے مراد سراج الدین کا فتاوی ہے کذا فی المنح وفیہا الوسرق الذمی او
زنی فالحکم ان ثبت باقرارہ او بشہادۃ المسلمین حد وان ثبت بشہادۃ اہل الذمۃ لا اھ سراجیہ میں ہے کہ اگر ذمی نے چوری کی یا زنا کیا پھر
مسلمان ہوا اگر سرقہ یا زنا اوسکے اقرار یا اہل اسلام کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد مارا جاویگا اور اگر اہل ذمہ کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد نہیں اسواسطے کہ کافر کی
گواہی مسلم پر مقبول نہیں اقر القاذف بالقذف فان اقام اربعۃ علی الزنا ولو فی کفرہ لیسقط احصانہ کما مر او اقر بالزنا اربعا کما مر اقرار کیا
قاذف نے قذف کا سو اگر چار گواہ قائم کئے مقذوف کے زنا پر اگرچہ اقامت بینہ قاذف کی حالت کفر میں ہو بسبب ساقط ہونے احصان قاذف کے یعنی مقذوف
کا احصان شرط ہے حد قذف میں نہ قاذف کا چنانچہ مذکور ہو چکا یا زانی نے خود زنا کا اقرار چار بار چار مجلس میں کیا چنانچہ اسکا بیان گذرا عبارۃ الدرر او
اقرارہ بالزنا فیکون معناہ او اقام بینۃ علی اقرارہ بالزنا وقد صرح فی البحر ان البینۃ علی ذلک لا تقبل اصلا ولا یعول علیہا لانہ
ان کان مقرا لا تسمع مع الاقرار الا فی سبع مذکورۃ فی الاشباہ لیست ہذہ منہا فلذا غیر المصنف العبارۃ فتنبہ عبارت درر کی
یوں ہے یا اوسکے اقرار بالزنا پر تو مطلب اسکا یہ ہوا یا قاذف نے گواہ قائم کئے زانی کے زنا کے اقرار پر اور حالانکہ بحر الرائق میں تحریر کی ہے کہ اسپر گواہ اصلا
معتبر نہیں اور اسپر اعتماد نہیں اسواسطے کہ اگر زانی منکر زنا ہو تو رجوع اسکا ثابت ہوا تو گواہی لغو ہو گئی اور اگر مقر ہے تو گواہی لائق سماعت نہیں باوجود
اقرار کے مگر سات جگہ البتہ گواہی باوجود اقرار معتبر ہے جسکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے اون سات مقاموں میں سے یہ نہیں لہذا ماتن نے درر کی عبارت کو بدل ڈالا اسمیں
خبردار ہو جا یعنی یوں کہا کہ اگر قاذف نے زنا پر گواہ قائم کئے یا زانی نے خود زنا کا اقرار کیا تو مقذوف پر حد ہے ھ اشباہ والنظائر میں مذکور ہے کہ مقر پر گواہ
مسموع نہیں مگر سات جگہ ۱ اسمیں کے قرضخواہ نے وارث ذی اقرار کیا تو گواہ مسموع ہونگے تا اور وارثوں پر حکم متعدی ہو ۲ مدعا علیہ کے اقرار وصیت پر وصی کے
گواہ مسموع ہیں ۳ مدعا علیہ کے اقرار وکالت پر وکیل کے گواہ اثبات وکالت پر مسموع ہیں ۴ خریدار کیواسطے ھ استحقاق کی گواہی باوجود اقرار مستحق کی مسموع
ہے تا بائع سے رجوع کرنا آسان ہو ۵ اگر باپ نے خصومت کیجائے منفعت کے جانب سے تو باوجود باپ کے اقرار کے گواہی مقبول ہے ۶ اگر وارث نے موصی لہ کیواسطے اقرار کیا
تو بھی شہادت مسموع ہے ۷ ایک جانور کرایہ دیا زید کو پھر اسکو کرایہ دیا خالد کو سو زید نے گواہ گذرانے اپنے کرایہ پر تو اگر خالد حاضر ہوگا اور مقر بھی ہوگا زید کی کرایہ کرنے
پر تو بھی شہادت زید کی مسموع ہوگی اور اگر غائب ہوگا تو مسموع نہوگی کذا فی الطحطاوی وحد المقذوف یعنی اذا لم تکن الشہادۃ بحد متقادم کما لا یخفی
حد مارا جاویگا مقذوف جب کہ گواہی حد متقادم پر نہوگی چنانچہ پوشیدہ نہیں ھ حد المقذوف جزاء ہے ان اقام کی یعنے اگر قاذف چار گواہ لاویگا مقذوف کے
زنا پر یا مقذوف نے خود اقرار کریگا تو مقذوف پر حد ماریجاویگی ان عجز عن البینۃ للحال واستاجل لاحضار شہودہ فی المصر یوجل الی قیام المجلس فان
عجز حد [illegible] اور اگر قاذف عاجز ہو گواہوں کی لانیسے فی الوقت اور حاکم سے مدت مانگے اپنے گواہوں کے حاضر کرنیکی جو اوسی شہر میں موجود ہیں تو اسکو مہلت دیجاوے قیام مجلس تک
پھر اگر نہ لاسکے تو اوسپر حد قذف ماریجاوے ولا یکفل لیذہب لطلبہم بل یحبس ویقال ابعث الیہم من یحضرہم اور ضامن نہ لیا جاوے قاذف سے
تاکہ وہ گواہوں کی تلاش کو جاوے بلکہ وہ محبوس یعنی نظر بند رہے اور اس سے کہا جاوے کہ گواہوں کے طرف اس شخص کو بھیج جو انکو حاضر کرے فلو اقام اربعۃ فساقا انکا
کما فی الدرر تدرأ الحد عن القاذف والمقذوف والشہود [illegible] اور اگر قاذف نے چار گواہوں فاسق سے اپنے قول کی گواہی لائی تو قاذف اور مقذوف
اور گواہوں سے حد مندفع ہو جاویگی کذا فی الملتقط ھ قاذف اور شہود پر اسواسطے حد نہیں ہے کہ نصاب شہادت پوری ہو اگرچہ گواہ عادل نہیں اور مقذوف پر اسواسطے
حد نہیں کہ وجوب حد کیلئے شہود عادل پر موقوف ہے ویکتفی بحد واحد لجنایات اتحد جنسہا بخلاف ما اختلف جنسہا کما بیناہ وعم اطلاقہ ما اذا
اتحد المقذوف او تعدد بکلمۃ او کلمات فی یوم او ایام طلب کلہم او بعضہم وما اذا حد للقذف الا سوطا ثم قذف آخر فی المجلس
فانہ یتم الاول ولا شئ للثانی للتداخل ایک حد کافی ہے اون جنایات کیواسطے جنکی جنس متحد ہے بخلاف اون جنایات کے جنکی جنس مختلف ہے چنانچہ ہم بیان کر چکے
ہیں اسی باب میں حکم جنایات مختلفہ کا اور شامل ہے اطلاق مصنف کا جب کہ مقذوف متحد ہو یا متعدد قذف اونکا ایک لفظ سے ہو یا چند الفاظ سے ایکدن میں یا متفرق کیا ہو

یا جنہ ایام میں طلب حد جمیع مقذوفین کی ہو یا بعض نے اور شامل ہو اطلاق مشعر ہے کہ جب کہ قاذف کو حد قذف ماری گئی ہو سوا ایک کوڑے کے پھر دوسرے نے دعویٰ کیا
اور اسی مجلس میں دوبارہ قذف کیا تو صاحب اول پوری کیجاویگی یعنی فقط ایک باقی کوڑا مارا جاویگا اور قذف ثانی کے واسطے کچھ نہیں بسبب تداخل کے ہم اکتفا کرتے ہیں
اور جب کہ بعد تکرار جنایات کے حد واقع ہوئی اور اگر جنایات اولیٰ کی حد کے بعد دوسری جنایت کریگا تو دوسری حد ماری جاویگی خواہ قذف ہو خواہ شرب کذا فی
الفتح تاما اذا قذف فعتق فقذف آخر فیحد حد العبید فان اخذه الثانی یکمل له ثمانون لوقوع الاربعین لهما اور جب کہ غلام نے قذف کیا
پھر آزاد ہو جاویگا پھر دوسرے شخص کو قذف کرے گا تو اوسپر غلام کی حد ماری جاویگی یعنی چالیس کوڑے پھر اگر مقذوف ثانی آنکو گرفتار کریگا یعنی طالب حد ہوگا تو اوسکی
حد کو کامل اسی کوڑے پورے کرنے جاویگے بسبب واقع ہونے چالیس کوڑوں کے دونوں حد کے واسطے کذا فی الفتح یعنی پہلے چالیس کوڑے دونوں قذفوں میں
شمار ہونگے بسبب اتحاد جنس کے تو باقی میں چالیس رہے سو وہی چالیس مقذوف ثانی کی طلب کے بعد لگائے جاوینگے و فی منحة الخالق قذفه فحد ثم قذفه
لم یحد ثانیا لان المقصود وهو اظهار کذبه ودفع العار حصل بالاول انتهی الاشرف زیلعی کے اوپر ہے کہ قذف کیا زید کو سزا اوسپر ہوئی
پھر بعد حد کے دوبارہ اسکو قذف کیا تو دوسری بار اسکو حد ماری جاویگی اسواسطے کہ حد قذف کا مقصود ہے اظہار کذب قاذف اور دفع عار مقذوف سو حاصل
ہو چکا پہلی حد سے تو حد ثانی کی حاجت نہیں انتہی کلامه هم زیلعی کے مخالف فتح القدیر کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور ضعف ترجیح زیلعی کا مخفی نہیں اسواسطے کہ اول
حد سے زمانہ ماضی کا کذب ظاہر ہوا نہ زمانہ مستقبل کا تو اسطرح قیاس دفع عار لیکن ظہیریہ میں سی مطلقا نفی حد ثانی مذکور ہے زیلعی کے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولهذا
انه لو قال له یا ابن الزانیة وامه میتة فخاصمه یحد ثانیا کالاجنبی اور زیلعی کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قاذف نے مقذوف کو کہا یا ابن
الزانیہ یعنی اول مقذوف کو زانیہ کہا پھر اسکی ماں کو اور حالانکہ اسکی ماں میت ہے پھر مقذوف نے قاذف سے خصومت کی تو اوسکو دوبارہ حد ماری جاویگی چنانچہ وجہ اسکی پوشیدہ
نہیں یعنی شبہ دفع کیا اول اپنی قذف کی حد کی طلب کی سو قاذف مارا گیا پھر اوس نے اپنی ماں کی قذف کا دعویٰ کیا تو دوبارہ اسکو حد ماری جاویگی اسواسطے کہ حد اول سے
مقذوف سے عار دفع ہوئی اور حد ثانی سے اوسکی ماں کی طرف سے لیکن اگر قاذف نے دو لوگوں کو ایک لفظ سے قذف کیا یا دو لوگوں کی قذف کے بعد مطالبہ ہوا ایک ہی حد
لازم ہوگی بسبب اتحاد کے وافاد تقییده بالحد ان التعزیر یتعدد بتعدد الفاظه لانه حق العبد اور مصنف نے حد کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ تعزیر
متعدد ہوتی ہے بتعدد الفاظ کے متعدد ہونے سے اسواسطے کہ تعزیر حق العبد ہے ہم طحطاوی کہا شارح نے تعدد تعزیر کو بطور جزم ذکر کیا لیکن مصنف نے کہا ہے کہ نہیں اسکو
صریح نہیں دیکھا مگر فقہا کے کلام سے یہ سمجھا جاتا ہے **فرع** مسئلہ منحة شارح کا کان القاضی رجلا زنی وشرب لم یحد ۱۲ استحسانا وعن محمد یحد
قیاسا علی حد القذف والقود قلنا الاستیفاء للقاضی وهو مندوب الدرء بالحبر فلحقه التهمة حواشی السعدیہ دیکھا قاضی
نے اگر دیکھ زنا کرتے یا شراب پیتے تو اوسپر حد نہ ماری جائے بنا بر استحسان کے اور محمد سے مروی ہے کہ حد ماری جاوے حد قذف اور قصاص کے قیاس پر ہم جواب دیتے ہیں امام کی
طرف سے وجہ استحسان بیان کرتے کہ استیفا ہی حد شرب کا حق قاضی کے واسطے ہے اور حالانکہ قاضی کو دفع حد مستحب ہے بموجب حدیث کے ادرؤا الحدود ما استطعتم تو
اسکو تہمت لاحق ہوئی کذا فی حواشی السعدیہ یعنی جب قاضی نے حد کو ٹالا تو وہ متہم ہو گیا بعداوت وکینہ محدود و هو بخلاف حد قذف کے کہ اسکا حق استیفا مقذوف کو ہے
نہ قاضی کو اور قصاص میں حق استیفا ولی مقتول کیواسطے ہے نہ قاضی کے واسطے تو قیاس مع الفارق ہوا واللہ اعلم

باب التعزیر

یہ باب ہے تعزیر کے احکام میں ہم چونکہ تعزیر حدود کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں لہذا مصنف نے اونکو مقدم ذکر کیا اور تعزیر کم ہے حدود سے مقدار اور دلیل میں تو اوسکو
حدود کے بعد لایا اور تعزیر مشروع ہے کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے قال اللہ تعالیٰ (واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا) اس آیت
میں حق تعالیٰ نے زوجات کے مارنے کو فرمایا واسطے تادیب اور تہدید کے اور کافی میں حدیث مرفوع منقول ہے کہ لٹکا عصا کو اپنے اہل کے لیے تاکہ وہ بہا ادب کرے
دوسری کو مخاطب کہا تہا اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اوسکو تعزیر دی اور صحیحین میں حدیث مرفوع مروی ہے کہ خدا رحم کرے اوس مرد پر جس نے اپنا عصا اوس جگہ
لٹکایا کہ اہل وعیال کو نظر آوے اور قریب تر ان احادیث سے بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ سوائے حدود کے دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جاویں اور بروایت صحیح
ہے تعزیر لڑکوں کے مارنے سے جب وہ دس برس کے ہو کر ترک صلوۃ کریں اور صحابہ کرام کا اجماع ہے مشروعیت تعزیر پر اور قیاس یہ ہے کہ افعال سیئہ سے زجر کرنا واجب ہے

بدفعل کی عادت نہ پڑ جاوے اور یہ بھی اچھا ہے کہ سبب ہیجان اور تحریک تخشش مثل کی نوبت پہنچے گذا فی فتح القدیر هو لغة التأديب مطلقا ہ یعنی تعزیر لغت مین عبارت ہے تادیب سے مطلقا خواہ ضرب سے ہو خواہ غیر ضرب سے خواہ ضرب حد سے کمتر ہو یا زیادہ اور اصل تعزیر کی عزر ہے بمعنے رد اور روکنے کے گذا فی المنح وقول القاموس انه يطلق على ضرب ما دون الحد غلط ہ اور قاموس کا یہ قول کہ اطلاق تعزیر کا ضرب کمتر از حد پر ہے غلط ہے گذا فی النہر ہم نہر الفائق مین یہ تغلیط ابن حجر مکی کیطرف منسوب ہے اسواسطے اسکو غلط کہا کہ یہہ وضع شرعی ہے جو صاحب قاموس نے مذکور کی تو اہل لغت کیطرف جو جاہل ہیں اصطلاح شرع سے کیونکر منسوب ہو گی اور حموی نے جواب دیا کہ صاحب قاموس نے فقط اوضاع لغویہ کا التزام نہین کیا بلکہ اوسکی عادت ہے کہ وہ منقولات شرعیہ اور اصطلاحیہ کو اور اسیطرح الفاظ فارسیہ کو بھی بکثیر فوائد کیواسطے ذکر کرتا ہے اور کچھ اسکا اشارہ دیباچہ قاموس مین موجود ہے گذا فی الطحطاوی عن ابی سعود وشرعا تاديب دون الحد اكثره تسعة وثلثون سوطا واقله ثلثة لو بالضرب اور اصطلاح شرع مین تعزیر عبارت ہے تادیب کمتر از حد سے اکثر مقدار تعزیر کی او نتالیس کوڑے ہین اور کمتر تین کوڑے ہے اگر بواسطے ضرب کے تعزیر ہو یعنی ضرب الی تعزیر کا یہ بیان ہے یہہ مطلق تعزیر کا حکم یہہ قول سے قدوری کا اور صحیح یہ ہے کہ اقل تعزیر کی کچھ حد نہین امام کی رای پر مفوض ہے یہانتک کہ اگر دیکھے جاوی کہ ایک کوڑا مارنے سے انزجار حاصل ہو گا تو اتنا ہی کافی ہے گذا فی المنح والحلبی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اکثر تعزیر او نتالیس کوڑے ہین اور ابو یوسف کے نزدیک پچہتر کوڑے ہین امام نے عبد کی حد سے یعنی چالیس سے ایک کوڑا کم کر دیا اور ابو یوسف نے حر کی حد سے یعنی اسی سے پانچ کوڑے کم کر دیئے اور اصل اسمین وہ حدیث ہے جسکو بیہقی اور محمد بن حسن نے کتاب الآثار مین روایت کیا ہے من بلغ حدا في غير حد فهو من المعتدين یعنی جو حد تک پہونچے غیر حد مین وہ ظالمون مین سے ہے اگرچہ عند التحقیق یہہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام کے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور عمل کے لائق ہے اور جب ثابت ہوا کہ تعزیر حد سے کمتر چاہیے تو امام اور محمد نے نظر جانب عبد کی حد سے جو اقل حدود ہے تعزیر کو کم قرار دیا اسواسطے کہ لفظ حد کا حدیث مذکور مین نکرہ ہے اور ابو یوسف نے حد احرار سے کم کیا اسواسطے کہ حریت اصل ہے اور یہہ جو صحیحین مین حدیث مرفوع ہے کہ نہیں تجاوز دس کوڑے سے زیادہ مارنا چاہیے تو اوسکا جواب علماء حنفیہ نے یون دیا ہے کہ یہہ حدیث منسوخ ہے صحابہ کرام کے عمل کرنے سے بدلالت اسکو بلا انکار یعنی اگر یہہ حدیث منسوخ نہوتی تو صحابہ کرام اسکی مخالفت نکرتے اسواسطے کہ وہ اعلم الناس تھے احکام شرعیہ مین گذا فی فتح القدیر وجعله في الدرر على اربع مراتب اور درر مین تعزیر کو چار مراتب پر ٹھیرایا ہے ہم مراتب مذکورہ یون ہین تعزیر اشرف الاشراف کی یعنی علماء دین اور سادات علویہ کی اعلام ہے اسطرح کرقاضی اون سے کہے کہ ہمکو خبر معلوم ہوئی ہے کہ تم ایسا ایسا کرتے ہو سو اب ایسا نکرنا اور تعزیر اشراف کی یعنے امرا اور دہاقین کی اعلام اور دار القضا تک کھینچ لانے سے دہقان سے مراد زمیندار ہے یعنی مالک گانون کا اسواسطے کہ دہقان معرب ہے دہگان کا یعنی صاحب دیہہ اور تعزیر اوساط الناس سے اہل بازار کی کھینچ لانا اور قید کرنے سے اور تعزیر خسیس یعنے کمینون کی کھینچ لانے اور قید کرنے اور مارنے سے ہے گذا فی الفتح والمنح والطحطاوی وكله مبني على عدم تفويضه للحاكم مع انها ليست على اطلاقها فان من كان من اشراف الاشراف لو ضرب غيره فادماه لا يكفي تعزيره بالاعلام والذي انه بالضرب صواب نهر اور یہہ سب یعنی یہہ جو مصنف اور صاحب درر نے مذکور کیا مبنی ہے عدم تفویض تعزیر پر واسطے حاکم کے باوجودیکہ کہ مراتب اربعہ مذکورہ اپنی اطلاق پر نہین ہین اسواسطے کہ جو شخص کہ اشراف الاشراف سے ہو اگر غیر شخص کو مارے کہ اوسکے خون نکلے تو اوسکی تعزیر فقط اعلام اور اطلاع سے کافی نہین اور مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت مین اسکی تعزیر ضرب سے صواب ہے گذا فی النہر ہم حموی نے کہا کہ صاحب نہر نے تعزیر اشراف الاشراف مین افراط کی بلکہ اسصورت مذکورہ مین اعلام اور جو تنبیہ تمامی تعزیر سے اسواسطے کہ اشراف الاشراف کی تعزیر کا مسئلہ مطلق نہین بلکہ مقید ہے چنانچہ نہایہ مین مذکور ہے کہ اعلام کے ساتھہ تیز نظر سے دیکھنا ترش رو ہو کر لازم ہے یعنی بقدر سبب تعزیر کذا فی الطحطاوی ولا يفرق الضرب فيه وقيل يفرق ودفق ان بلغ اقصاه نفرق والا لا شرح وهبانيه اور تعزیر مین ضرب متفرق یکجای اور دوسرا قول یہہ ہے کہ متفرق کیجاوے بدن پر اور دونون قولون مین توفیق یون کیگئی ہے کہ اگر تعزیر اپنی نہایت مرتبہ کو پہونچ جاوے یعنی او نتالیس کوڑے کو تو بدن پر علیحدہ علیحدہ مارنا چاہیے بخوف ہلاکی کا نزدیک ہے اور اگر تعزیر اس سے کمتر ہو تو متفرق نکیجاوے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم فتاوی قاضیخان مین ہے کہ متفرق مارنا چاہیے اعضا کو سوای مونہہ اور سر اور شرمگاہ کے اور ابو یوسف نے کہا کہ پیٹ اور سینہ کو بھی بچانا چاہیے گذا فی المنح ويكون به وبالحبس وبالصفع على العنق وفرك الاذن وبالكلام العنيف وبنظر القاضي له بوجه عبوس وبشتم غير القذف مجتبى اور تعزیر ہوتی ہے ضرب سے اور مقید کرنے سے اور گردن پر دھپ مارنے سے پشت کیجانب سے اور کان مروڑنے سے

اور ہمت کو کم کرے پس اسے قاضی کے دیکھنے سے ترشرو ہو کر اسکو اور گالی دینے سے بشرطیکہ گالی قذف کی نہ ہو کذا فی المجتبیٰ وفیہ عن السرخسی لا یباح التعزیر بالاخذ
من اموالہم لکونہ من الاستخفاف یصان عنہ اہل القبلۃ اور مجتبیٰ میں سرخسی سے منقول ہے کہ مباح نہیں تعزیر دینا گردن پر دھپ مارکر ہو اسلئے کہ
یہ استخفاف اور ذلت کا اعلیٰ مرتبہ ہے تو اہل قبلہ یعنی اہل اسلام کو اس سے بچانا چاہئے ولا باخذ المال فی المذہب کذا فیہ عن البزازیۃ وقیل یجوز ومعناہ
ان یمسکہ مدۃ لینزجر ثم یعیدہ فان ایس من توبتہ صرفہ الی ما یری وفی المجتبیٰ انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ جائز نہیں تعزیر مال
لینے سے یعنی مذہب کے بموجب جرمانہ لینا جائز نہیں کذا فی البحر الرائق اور شیخ بزازیہ میں یوں منقول ہے اور قول ضعیف میں جائز ہے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ اسکے
مال کو چند مدت روک رکھے تاکہ مجرم اپنے گناہ سے نادم ہو اور باز رہے پھر دوبارہ کرتیب پھر وہ مال اسکو حوالہ کرے پھر اگر ناامید ہو مجرم کی توبہ کرنے سے تو حاکم اس مال کو
جہاں مناسب سمجھے صرف کرے اور مجتبیٰ میں ہے کہ مال سے جرمانہ لینا ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا یعنی ظالم حاکم لوگوں کے ناحق مال لینے کا اسکو وسیلہ بنالیں
کذا فی الطحاوی میں اسود آمدہ بزازیہ میں ہے کہ مال کا لینا جسکے نزدیک جائز ہے تو پھیر دینے کی نیت سے ہے بعد از جارہ کے اور یہ نہیں کہ حاکم اسکو خود اپنے
کے یا اہل حاکم ملنا سمجھیں سو واسطے کہ کسی مسلم کو دوسرے مسلم کا مال لینا امر جائز نہیں کذا فی البحر والنہر ولیس فی التعزیر تقدیر بل ہو مفوض الی رأی القاضی
وعلیہ مشائخنا رحمہم اللہ لان المقصود منہ الزجر واحوال الناس فیہ مختلفۃ کذا اور تعزیر میں کوئی چیز معین نہیں بلکہ وہ قاضی کی تجویز پر موقوف
ہے اور یہی پر ہیں مشائخ ہیں اور یہی قول سرخسی کا مختار ہے اسواسطے کہ مقصود تعزیر سے زجر اور تنبیہ ہے اور آدمیوں کے احوال اسمیں مختلف ہیں کذا فی البحر بعضے
ایسے شخص فقط کلام اور تیز نظر سے ڈر جاتا ہے اور بعضے کو بس کوڑی کی کچھ پروا نہیں تحملی تو جیسا قاضی مناسب سمجھے ویسا کرے ویکون التعزیر بالقتل کمن
رجلاً مع امرأۃ لا تحل لہ ولو اکرہہا فلہ قتلہ ودمہ ہدر وکذا الغلام وہبانیہ اور کبھی تعزیر قتل کر ڈالنے سے ہوتی ہے چنانچہ ایک شخص نے کسی کو
اور ایسی عورت کے ساتھ پایا جو اسکو حلال نہیں یعنی زنا کرتے پایا بمجرد خلوت مراد نہیں ہے یہ قید فقہا کے کلام سے مفہوم ہے کذا فی الطحاوی اور اگر مرد نے عورت پر جبر کیا تو دیکھنے
والے کو قتل اسکا جائز ہے اور خون اسکا باطل ہے اور یہی حکم ہے امرد پر جبر کرنے کا کذا فی الوہبانیہ طحاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ قتل سے اوسکو آئندہ جائز ہے اور نہیں تو
اس کلام کا کچھ فائدہ نہیں نزدیک اتحاد حکم کے یا اشارہ کی عبارت میں اظہر یہ ہے صورت میں امر تحریر کے فکان یعلم انہ لا ینزجر بالصیاح ومنع
ما دون السلاح والا لا کذا فی التمرتاشی یکون التعزیر بالقتل قتل کرنا مرد مذکور کا اس شرط سے ہے کہ دیکھنے والا جانتا ہو کہ وہ مرد باز نہ آویگا شور کر زور اور
سوا ہتھیار کے اور اگر جانے کہ وہ باز رہیگا للکارنے اور مارنے تو اسکی تعزیر قتل کرنے سے نہیں وان کانت المرأۃ مطاوعۃ قتلہما کذا عزاہ الزیلعی
للہندوانی اور اگر عورت راضی ہو مرد مذکور سے تو عورت مرد دونوں کو قتل کرے چنانچہ زیلعی نے اس قول کو ہندوانی کے طرف منسوب کیا ہے ثم قال وفی
منیۃ المفتی لو کان مع امرأتہ وہو یزنی بہا ومع محرمہ وہما مطاوعتان قتلہما جمیعاً انتہی واقرہ فی الدرر پھر زیلعی نے کہا اور منیۃ المفتی میں ہے
کہ اگر دیکھنے والے نے اپنی زوجہ کے ساتھ اجنبی مرد ہو اور زنا کرتا ہو یا اسکی محرم عورت کے ساتھ زنا کرتا ہو اور دونوں راضی ہوں تو دونوں کو قتل کرے یعنی
مرد اور زوجہ کو یا مرد اور محرم کو سیکو انتہے کلام الزیلعی اور اسی قول کو ثابت کہا ہے درر میں قال فی البحر ومفادہ الفرق بین الاجنبیۃ والزوجۃ
والمحرم ففی الاجنبیۃ لا یحل القتل الا بالشرط المذکور من عدم الانزجار بما ذکر وفی غیرہا یحل مطلقاً انتہی اور بحر الرائق میں کہا ہے کہ
اور منیۃ المفتی کے قول سے مستفاد ہوا فرق درمیان اجنبی عورت کے اور زوجہ اور محرم کے سو اجنبی عورت کے ساتھ مرد کے سبب سے قتل حلال نہیں بدون شرط مذکور کے
یعنی عدم انزجار بولیکا اور اسکے غیر میں یعنی زوجہ اور محرم میں قتل حلال ہے مطلقاً شرط مذکور ہو یا نہ ہو انتہی کلام البحر ورد فی النہر بما فی البزازیۃ و
غیرہا من التسویۃ بین الاجنبیۃ وغیرہا ویدل علیہ تنکیر الہندوانی المرأۃ نعم ما فی المنیۃ مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامہم و
لا یجوز فی الوہبانیۃ بالشرط المذکور مطلقاً وہو الحق بلا شرط مصحاب لانہ لیس من الحد بل ہو من الامر بالمعروف اور نہر الفائق نے رد
جو کیا ہے نہر الفائق میں بدلیل قول بزازیہ وغیرہ کے تاں یعنی اجنبی عورت اور زوجہ اور محرم میں شرط مذکور برابر ہے بلا فرق اور اس برابری پر لفظ امرأۃ کا نکرہ
لانا ہندوانی کے قول میں دلیل ہے ہاں منیۃ المفتی کی عبارت مطلق ہے زوجہ اور محرم میں تو اسکو قید پر محمول کرنا چاہئے یعنی شرط عدم انزجار وہاں بھی

ملحوظ ہو تاکہ فقہا کا کلام متفق ہو جاوے اور اسیواسطے وہبانیہ میں شرط مذکور کا جزم کیا ہے مطلقاً اجنبیہ میں بھی اور زوجہ اور محرم میں بھی اور یہی قول صنعی علیہم فرق حق
ہے بلاشرط احصان یعنی مرد اور عورت کے قتل میں احصان شرط نہیں اسواسطے کہ یہہ قتل حد زنا نہیں جو احصان شرط ہو بلکہ یہہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہے
ہم کہتے ہیں نہی عن المنکر کہنا خوب ہے اسواسطے کہ جب اس امر خلاف شرع کا زائل کرنا قتل میں متعین ہوا تو اسمیں احصان کا شرط کرنا بیمعنے ہے و لہذا بزازی نے اسکو مطلق
کہا ہے قنیہ بزازیہ کی کتاب الحدود میں مصرح ہے یا اپنی زوجہ کے ساتھ اگر مرد کو اگر وہ باز رہے للکارنے اور سوای ہتھیار کے مارنے سے تو اسکا قتل حلال نہیں اور اگر نماز بدون قتل
کے تو اسکا قتل کرنا حلال ہے اور اگر زوجہ اسکی اسمرد سے راضی ہو تو اوسکا قتل بھی حلال ہے اور یہہ نص ہے تعزیر پر اور اسپر کہ قتل کو غیر محتسب بھی کر سکتا ہے کذا
فی النہر وفی المجتبی الاصل ان کل شخص رای مسلما یزنی یحل له قتله وانما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انه زنی اور مجتبی میں ہے اصل یہہ ہے کہ
جس شخص نے کہ مسلم کو زنا کرتے دیکھا اسکا قتل کرنا اوسکو حلال ہے اور قتل کرنے سے جواز رہتا ہو تو اس خوف سے کہ اسکو سچا نجانینگے مقتول کے زنا کرنے میں ہم قول
سے معلوم ہوا کہ اسکو قتل اور عدم قتل میں اختیار ہے پھر اگر اسکو قتل کریگا اور بسبب عدم مقتدین کے قاتل مارا جاویگا تو شہید ہوگا وعلی هذا القیاس المکابر
بالظلم وقطاع الطریق وصاحب المکس وجمیع الظلمة بادنی شیء له قیمة وجمیع الکبائر والاعونة والسعاة یباح قتل الکل ویثاب قاتلهم
انتهی اور اسی قیاس پر جو شخص علانیہ ظلم سے چیز کو چھین لے اور راہزن اور صاحب ظلم اور سب ظالم جو کمتر قیمت والی چیز کو بھی ظلم سے چھین لیں اور جو ظالم کہ مرتکب کسی
کبیرہ کا ہو منجملہ کبائر کے اور ظالموں کے مددگار اور چغل خور جو حاکم کو فساد پر دوڑائیں تو ان سب کا قتل کرنا بنابر تعزیر کے جائز ہے اور انکا قاتل ثواب پاویگا انتہے
کلام المجتبی ہم قتل ان شخصوں کا بھی ظاہرا مشروط بشرط عدم انزجار مذکور ہے چنانچہ لفظ علی هذا القیاس کا اسپر دلالت کرتا ہے اور مکابر سے مراد وہ شخص ہے جو غیر کی
چیز علانیہ چھین لے اگرچہ شہر میں ہے ظلم کر کے اور ساعی سے مفسد مراد ہے فتاوی عالمگیریہ میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ علی بن احمد سے سوال ہوا کہ ایک شخص کا
دعوی تھا دوسرے مرد پر سو اوس نے اوسکو نپایا تو اوسکی برادری کے لوگوں کو حاکم کے یہاں ناحق گرفتار کروایا تو اوس نے اونکو قید کیا اور اونکا مال چھین لیا
ناحق تو اگر مظلوم لوگ اوسکے ظلم کو قاضی کے روبرو ثابت کریں تو اوس مفسد پر تعزیر ہے یا نہیں جواب دیا کہ ہاں اوسپر تعزیر ہے کذا فی المحیط وافتی الناصحی
بوجوب قتل کل موذ انتہی اور فتوی دیا ہے امام ناصحی نے ہر موذی کے قتل کے واجب ہونے پر ہم امام ناصحی سے سوال ہوا کہ جو زمین میں فساد ڈالے اور لوگوں
فساد پھیلاوے حاکم کے پاس لیجا کر اوسپر کیا واجب ہے جواب دیا کہ اسکا قتل واجب ہے واسطے دفع فساد کے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ شاید یہہ وجوب قتل امام اور
اوسکے نائبوں پر بشرط عدم انزجار مذکور اور ان کے سوا اور لوگوں کو مباح ہے وفی شرح الوهبانیة ویکون بالنفی عن البلد وبالهجوم علی بیت
المفسدین وبالاخراج من الدار وبهدمها وکسر دنان الخمر وان ملحوها ولم ینقل احراق بیته اور شرح وہبانیہ میں ہے اور تعزیر ہوتی ہے
مفسد اور موذی کو شہر سے نکال دینے سے اور مفسدین کے گھر پر ہجوم کرنے سے اور گھر میں سے نکال دینے سے اور اسکا گھر گرا دینے سے اور شراب کے مٹکوں کے توڑ ڈالنے سے اگرچہ شراب
میں اونہوں نے نمک ڈالا ہو اور مفسد کا گھر جلا دینا منقول نہیں ہم حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ کلوار یعنی شراب بنانیوالے کا گھر جلا دینا اور اہل بدعت کو
بطریق سیاست قتل کرنا امام کے حق میں جائز ہے ویقیمه کل مسلم حال مباشرة المعصیة قنیه واما بعدها فلیس ذلک لغیر الحاکم و
الزوج والمولی کما سیجیء اور تعزیر کو قائم کرے ہر مسلمان معصیت کرنیکے وقت میں کذا فی القنیہ اور گناہ واقع ہونیکے بعد سوای حاکم اور زوج اور
مولے کے یہہ جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کرنیکے وقت تعزیر بالضرب کا ہر مسلمان مالک ہے اگرچہ محتسب نہو کذا فی الملتقی اور وجہ اسکی
یہہ ہے کہ ہاتھ سے خلاف شرع کا ازالہ نہی عن المنکر میں داخل ہے اور شارع نے اسکا اختیار ہر مسلم کو دیا ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ابو سعید خدری سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے منکر خلاف شرع کو دیکھے تو چاہیے کہ ہاتھ سے اسکو بگاڑ دے اور اگر اسکو طاقت نہو تو
اپنی زبان سے اور اگر اسکی نہی کی طاقت نہو تو دل سے اور یہہ نہایت ضعف ایمان ہے انتہی بخلاف حدود کے کہ اوسکی ولایت نہیں مگر حاکم کو منح الغفار میں کہا
کہ بعد فراغت گناہ کے ہر مسلم کو تعرض کرنا نہی عن المنکر نہیں اسواسطے کہ امر ماضی کی نہی متصور نہیں تو یہہ فقط تعزیر ہوگئی بلا نہی عن المنکر تو اسمیں سوای امام
کسی کو دخل نہیں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا من علیه التعزیر لو قال لرجل اقم علی التعزیر ففعله ثم رفع للحاکم فانه یحتسب به تنیه

واقره المصنف دمثله في دعوى الخانية لكن في الفتح يجب حقاً للعبد لا يقيمه الا الامام لتوقفه على الدعوى الا ان يحكما فيه فليحفظ
جس شخص پر تعزیر ہو اوس نے کہا ایک مرد سے کہ مجھ پر تعزیر قائم کر سو اوس نے تعزیر قائم کی پھر اسکی نالش حاکم کے پاس ہوئی تو حاکم اوسی احتساب کرے کذا فی التنبیہ
او رثابت رکہا اسکو مصنف نے اور ایسے ہی مانند خانیہ کی کتاب الدعوی میں ہے لیکن فتح القدیر میں ہو کہ جو تعزیر کہ بواسطے حق العبد کے واجب ہو اوسکو قائم کرے سوای
امام کے بسبب توقف اوس تعزیر کے دعوی پر اور دعوی نہیں مگر حاکم کے پاس الا یہ کہ مدعی او رمدعا علیہ آپس میں کسیکو حکم اور پنچ مقرر کرین تو حکم بجای قاضی ہو جائیگا
تو اس تفصیل کو یاد رکہنا چاہیے کہ خلاصہ تفصیل فتح القدیر یہ ہے کہ حق العبد کی تعزیر سوای حاکم کے جائز نہیں اور حق العبد کی تعزیر میں ہر مسلم امر ہو شارع
کے باب سے ضرب غيره بغير حق وضرب المضروب اليهما يعزران كما لو كانا تشاتما بين يدي القاضي ولم يتكافئا كما مر اگر غیر شخص کو ناحق مار ا اور مضروب نے
بہی ضارب کو مارا تو دونون تعزیر دیے جاوینگے چنانچہ اگر دو شخص باہم گالی دینگے قاضی کے روبرو تو تعزیر دیے جاوینگے اور گالی وغیرہ سے باہم برابر نہوینگے
بسبب بے ادبی کرنیکے مجلس شرع میں چنانچہ مذکور ہو چکا ہے مضاربت میں بہی اسواسطے تعزیر ہو کہ ضرب میں اکثر متفاوت ہوتا ہو تو مکافات حاصل نہیں ہوتی قال
يبدا باقامة التعزير بالبادي لانه اظلم قنيه اور اقامت تعزیر کی شروع کیجاوے اوس کے ساتھ جسنے ابتدائی ضرب شتم کی اسواسطے کہ وہی ظالم ہو کذا فی القنیہ
وفي مجمع الفتاوى جاز المجازاة به في غير موجب حد للاذن به ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئك ما عليهم من سبيل والعفو افضل
فمن عفا واصلح فاجره على الله اور مجمع الفتاوی میں ہو کہ بدلا لینا اور عوض کہنا جائز ہو اوس فعل میں جو حد کا موجب نہیں بسبب اسکی اجازت کے کہ حق تعالی نے
فرمایا کہ جو انتقام لے بعد مظلوم ہونے کے تو ان لوگون پر راہ نہیں یعنے مواخذہ نہیں اور معاف کر دینا افضل ہے انتقام سے حق تعالی نے فرمایا کہ جو معاف
کر دے اور صلاح کرے تو اوسکا ثواب حق تعالی پر ہے ہم ظالم کا بدلا لینا جائز ہو سوای ضرب کے اسواسطے کہ ابہی ذکر ہو چکا کہ اگر مضروب ضارب کو ماریگا تو دونون پر تعزیر آوے
تو مظلوم بالضرب یا حاکم سے نالش کرے یا صبر کرے وصح حبسه ولو في بيته بمنعه من الخروج منه فتح وضربه اذا احتيج لزيادة تاديب اور درست
ہے قید کرنا مجرم کا اگرچہ حبس اوسکے گہر ہی میں ہو تو باہر نکلنے سے روکا رہے کذا فی النہر ساتہ اوسکی ضرب کے یعنی حبس مع ضرب کے جبکہ اوسوقت ہو جب زیادہ تادیب کی
حاجت ہو زیادہ تقصیر کے سبب سے وضربه اشد لانه خفف عدداً فلا يخفف وصفاً ثم حد الزنا لثبوته بالكتاب ثم حد الشرب لثبوته بالاجماع
الصحابة لا بالقياس لانه لا يجري في الحدود ثم القذف لضعف سببه باحتمال صدق القاذف اور ضرب تعزیر کی سخت تر ہو حد زنا کی ضرب سے
اسواسطے کہ تعزیر کے شمار میں تخفیف ہوئی تو وصف میں تخفیف نہوگی تا اصل مقصود فوت نہو پہر حد زنا کی ضرب سخت تر ہو حد شرب سے بسبب ثبوت زنا کی حد کے قرآن مجید سے
پہر حد شرب کی ضرب سخت تر ہو قذف کی ضرب سے بسبب ثابت ہونیکے اجماع صحابہ سے نہ قیاس مجتہد سے اسواسطے کہ قیاس جاری نہین حدود میں پہر اسکے بعد حد قذف
کی ضرب ہے بسبب ضعیف ہونے اوسکے سبب کے قاذف کے احتمال صدق سے ہم ہر چند حد قذف قرآن مجید سے ثابت ہو لیکن بسبب ضعف سبب کے حد شرب سے کمتر ہوا اسواسطے کہ حد
شرب کا سبب متیقن ہے گو ثبوت اوسکا ضعیف ہے حد قذف کے ثبوت سے وعزر كل مرتكب منكر او موذي مسلم بغير حق بقول او فعل الا اذا كان الكذب ظاهراً
کیا کلب بحر اور تعزیر دیا جاوے ہر مرتکب خلاف شرع کا یا مسلمان کا ناحق تکلیف دینے والا قول سے یا فعل سے مگر جب تکلیف قولی مین کذب قائل کا ظاہر ہو مانند یا کلب
کہنے کے تو اوسپر تعزیر نہیں کذا فی البحر اور ایسے ہی مانند یا خنزیر کہنا ہے ولو بغمز العين او اشارة اليد لانه غيبة كما مر في الحظر فمن تكبه
محرماً وكل مرتكب معصية لا حد فيها فيها التعزير اشباه اگرچہ ایذای فعلی آنکہ مارنے سے ہو یا ہاتھ کے اشارہ کرنیسے ہو اسواسطے کہ یہ بہی غیبت ہو
چنانچہ اسکا بیان کتاب الحظر والاباحۃ مین آویگا تو مرتکب اس فعل کا مرتکب حرام ہو اور جو مرتکب ایسی معصیت کا ہو جسمین حد نہیں تو اوسمین تعزیر ہو کذا فی الاشباہ اور شمائل
شرح الشرعۃ مین صحیح ہو کہ غیبت فقط زبان کی صراحت پر منحصر نہیں بلکہ اوسمین تعریض بہی مثل صریح کے ہو اور اسیطرح فعل مانند قول کے ہو اور اسیطرح اشارہ اور آنکہ
مارنا اور رمز اور کنایہ اور حرکت جس سے مقصود معلوم ہو سب امور غیبت مین داخل ہے اور اسیطرح کسیکی چال کی نقل کرنا غیبت ہو بلکہ تفہیم مخاطبین مین باقی غیبت سے
بہی زیادہ تر ہے کذا فی النہر كما لو قال له يا فاسق وللا ولدي يا کافر وقذف مملوك وكافر وللبا وكذا القذف كافر وكل من ليس بمحصن بزنا ولم يبلغ غايته
كما لو اصاب من محصنة محرما غير جماع او اخذ السارق بعد جمعه للسرقة قبل اخراجه فيما مر انها لا يبلغ غايته فيعزر يا جاوے ہے

والے کی گالی دینے والا اوسکے قذف کرنے سے اور مملوک کے قذف سے اگرچہ مملوک قاذف کی ام ولد ہو اور اسیطرح کافر کی قذف سے اور ہر غیر محصن کے قذف بالزنا سے اور ان امور مذکورہ میں تعزیر کی منتہا کو پہونچانا چاہیے یعنے انتالیس کوڑے مارے جائیں چنانچہ اگر ایک شخص نے عورت اجنبی سے سوای جماع کے کوئی فعل حرام کیا مثلا بوسہ لیا یا مساس کیا یا چور گرفتار ہوا بعد اسباب جمع کرنے قبل اوسکے نکالنے کے تو اوسپر بھی غایت تعزیر ہے اور سوای امور مذکورہ کے غایت تعزیر کو پہونچانا نچاہیے م غیر محصن کی قذف میں جو حد ساقط ہوئی تو شدت تعزیر لازم ہوئی اسواسطے کہ موجب حد کی ترکیب ثابت ہو پہنچی ویقذف ای بشتم مسلم ما بیا فاسق الا ان یکون معلوم الفسق کمکاس مثلا او علم القاضی بفسقہ لان الشین قد لحقہ بنفسہ قبل قول القائل فتح اور تعزیر دیجاویگی ہر مسلمان کی گالی دینے یعنی فاسق کہنے سے مگر یہ کہ وہ شخص معلوم الفسق ہو یعنی اوسکا فاسق ہونا سبکو معلوم اور ظاہر معلوم ہو چنانچہ مکاس مثلا یا قاضی اوسکے فسق کو جانتا ہو تو تعزیر نہین قائل پر اسواسطے کہ فاسق مذکور نے اپنی جان پر آپ عیب لگایا قائل کے کہنے سے پہلے کذا فی فتح القدیر م مصنف نے شتم کو قذف کہا مجازا اسکا مکاس عاشر ظالم کو کہتے ہین یعنی جو عشر اور زکوۃ ناحق زبردستی لے جوہری نے مکس کی تفسیر عشار کی ہے اور مانند اسکے قاموس مین ہے فان اراد القاذف اثباتہ بالبینۃ مجردا بلا بیان سببہ لا تسمع ولو قال یا زانی واراد اثباتہ تسمع لثبوت الحد بخلاف الاول حتی لو بینوا فسقہ بما فیہ حق اللہ او للعبد قبلت وکذا فی جرح الشاہد پہر اگر گالی دینے والا اوسکے مجرد فسق کے اثبات کا ارادہ کرے بلا بیان اوسکے سبب کے تو شہادت مسموع نہوگی اور اگر کہا یا زانی اور اوسکے اثبات کا ارادہ کرے گا تو اوسکی سماعت ہوگی بسبب ثابت ہونے حد زنا کے بخلاف اول کے یعنے مجرد فسق بلا بیان سے یہانتک کہ اگر شاہد اوسکا فسق اوس فعل سے بیان کرین جسمین حق اللہ یا حق العبد ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی حکم ہے شاہد کی طعن مین کہ طعن مجرد مسموع نہین اور بیان سبب کے ساتھہ مسموع ہے م فسق مجرد سے یہ کہ اوسمین سبب فسق کا بیان نہو یعنی ترک صلوۃ یا زنا یا سرقہ بلکہ نسبت فسق علی الاطلاق ہو وعلی ہذا القیاس طعن مجرد وینبغی ان یسأل القاضی عن سبب فسقہ فان بین سببا شرعیا کتقبیل اجنبیۃ وعناقہا وخلوتہ بہا طلب بینتہ لیعزرہ ولو قال ہو ترک واجبا سأل القاضی المشتوم عما یجب علیہ تعلمہ من الفرائض فان لم یعرفہا ثبت فسقہ لما فی المجتبی من ترک الاشتغال بالفقہ لا تقبل شہادتہ والمراد ما یجب علیہ تعلمہ منہ نہر اور لائق ہے کہ قاضی گالی دینے والے سے اوسکے فاسق ہونیکا سبب پوچھے پہر اگر وہ سبب شرعی بیان کرے چنانچہ اجنبی عورت کا بوسہ لینا یا اوسکو گلے سے لگانا یا اوس سے خلوت کرنا تو اوسکے گواہ طلب کرے تا فاسق کو تعزیر دے اور اگر اوسنے سبب فسق کا مفصل نہ بیان کیا بلکہ یون کہا کہ فسق اوسکا ترک کرنے واجب کا ہے تو قاضی مشتوم سے یعنی جسکو گالی دی واجبات کا سوال کرے یعنے فرائض اسلام سے جسکا سیکھنا اوسپر واجب ہے پوچھے سو اگر مشتوم اسکو نجانے تو اوسکا فسق ثابت ہوگیا اسواسطے کہ مجتبی میں ہے کہ جو شخص اشتغال فقہ کا ترک کرے تو اوسکی گواہی مقبول نہین اور مراد اشتغال فقہ سے اسقدر ہے جسکا سیکھنا اوسپر واجب ہے کذا فی النہر یعنی جمیع جزئیات فقہ کا دریافت کرنا واجب نہین جسکے ترک سے فاسق مردود الشہادۃ ہوجائے بلکہ تعلم واجبات مراد ہے وعزر الشاتم بیا کافر وہل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم والا لا بہ یفتی شرح وہبانیہ اور گالی دینے والا یا کافر کہنے سے تعزیر دیا جاویگا اور یا کافر کہنے سے کافر ہوگا یا نہین جواب یہ ہے کہ اگر مسلم کو کافر اعتقاد کریگا تو ہان کافر ہو جاویگا اور نہین تو نہین اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ م جب مسلم کو بنابر عقائد اسلام کے کافر اعتقاد کیا تو دین اسلام کو اوسنے کفر جانا اور جو اسلام کو کفر جانے وہ کافر ہے اور اگر یا کافر کہنے سے فقط سب اور دشنام کا قصد کیا بلا اعتقاد کفر مسلم تو یہہ کفر نہین بلکہ فسق ہے کذا فی المنح وغیرہ اور ابن ملک نے شرح مشارق مین کہا کہ یہہ جو حدیث ہے اذا کفر الرجل اخاہ فقد باء بہا احدہما تو یہہ اسی محل پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولو اجابہ بلبیک کفر خلاصہ اور اگر اوسکو بلفظ لبیک جواب دیگا تو کافر ہو جاویگا کذا فی الخلاصۃ یعنی یا کافر کے جواب مین لبیک یا حاضر یا جی کہا تو مجیب کافر ہوگا اگر راضی بکفر ہوگا اور اگر قائل کے خوف ضرر سے کہا یا کافر کو کافر بالطاغوت ماول کرکے کہا تو کافر نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی التتارخانیۃ قیل لا یعزر ما لم یقل یا کافر باللہ لانہ کافر بالطاغوت فیکون محتملا اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے قول ضعیف یہہ ہے کہ فقط یا کافر کہنے سے تعزیر قائل کی نہین جبتک یون نکہے یا کافر باللہ اسواسطے کہ ہر مسلم کافر بالطاغوت ہے یعنی بت کا منکر ہے تو کافر کا لفظ محتمل ہوا اور محتمل مین تعزیر نہین م یہہ قول اسواسطے ضعیف ہوا کہ یہہ دلیل حالت غضب اور دشنام کے مخالف ہے لہذا ہدایہ وغیرہ مین اطلاق وارد ہے یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق

یا منکھی یا معوانی اور تعزیر دیجاویگی یا خبیث یا سارق یا فاجر یا منافق یا لوطی یا ملعون یا مباحی یا عوانی کہنے میں ہم مخنث بفتح نون و کسر ہو
اغلام کراوے اور بکسر نون بمعنے لوطی کے ہے اور ہر یہ معنی خبیث فاجر مستعمل ہے لہذا انہیں تعزیر ہے کذا فی السراج اور ہندوستان میں ہیجڑے کو کہتے ہیں
زنہیکا مستعمل ہے اور حق بمعنی کم عقل ہے کذا فی القاموس اور مباحی مباح کی طرف منسوب ہے یعنی جو ہر چیز کو مباح سمجھے کسی چیز کا تحریم کا معتقد ہو اور عوانے
عوان بروزن سحاب کی طرف منسوب ہے اور عرف میں ظلم کے مددگار کو کہتے ہیں اور منح الغفار میں کہا ہے کہ ہمارے عرف میں عوانی جیل خوار اور ظالم کو بھی کہتے
ہیں بالجملہ جو شخص ان افعال سے بری ہو اوسکو کوئی یہ کہے تو تعزیر دیا جاویگا کذا فی الطحطاوی یا لوطی دقیل کیسال فلان عنی انه من قوم لوط
علیه السلام لا یعزر وان اراد انه یعمل عملهم عزر عندنا وحد عندهما والصحیح تعزیرہ لو فی غضب او فی هزل فتح اور تعزیر
دیجاویگی یا لوطی کہنے سے اور بعضوں نے کہا کہ قائل سے سوال کیا جاوے کہ اوسنے اس لفظ سے کیا ارادہ کیا سو اگر اوسنے یہ ارادہ کیا کہ وہ شخص حضرت لوط علیہ السلام
کی قوم سے ہے تو اوسپر تعزیر نہیں اور اگر اوسنے ارادہ کیا کہ وہ شخص لواطت کرتا ہے مانند اوس قوم کے تو امام کے نزدیک اوسکو تعزیر دیجاویگی اور صاحبین کے نزدیک اوسپر
حد زنا لگائی جاویگی اور تعزیر دینے کا قول بدون سوال کے صحیح ہے اگر اوسنے حالت غضب اور بیہودگی میں کہا ہو کذا فی الفتح ہزل کہتے بیہودگی اور مسخرا پن کو جسمیں
سرا دیہ ہو جسکو اُردو میں ٹھٹھا یعنی تمسخر کہتے ہیں کذا فی النہر یا زندیق یا منافق یا رافضی یا مبتدع یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی تعزیر دی
دیجاویگی یا زندیق یا منافق یا رافضی یا بدعتی یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی کہنے سے کذا فی النہر ہم منافق وہ ہے جو باطن میں کافر ہو اور لوگوں میں اپنا اسلام ظاہر
کرے اور زندیق بھی منافق ہی ہے مگر زندیق ہمیشہ کی کچھ آم ہو کذا فی النہر یا لص الا ان یکون لصا فیصدق القائل کما مر اور تعزیر دیجاویگی یا چور
کہنے سے یعنی اے چور مگر اوس وقت تعزیر نہیں جب کہ مخاطب چور ہو بسبب صادق ہونے قائل کے چنانچہ یا فاسق کے بیان میں مذکور ہو چکا یعنی اس سبب سے کہ اوسنے اپنی بات میں
سچ بولا یا قحاب تعزیر کا سوتو ہو والنداء للسیر بقیہ افادہ الاخبار کانت ازلامی فاسق دھو کذلک مالم یکن ہو تصریح الدعوی تنبیہ اور اگر اوسکو کہے
از فلم معروف میں اور مخاطب فسیر نہیں اسواسطے کہ جملہ خبریہ چنانچہ تو فاسق ہے یا ذرا شخص فاسق ہے اور مانند اسکے اسیطرح ہو لزم تعزیر میں تاوقتیکہ قائل نے اسکو علیہ جب
کہا ہو کذا فی القنیہ ہم قنیہ میں ہو کہ دعوی کیا قاضی کے پاس سرقہ کا اور اوسکے اثبات سے عاجز ہوا تو اوسپر تعزیر نہیں یا دیوث ہو حتی لا یغار علی امرأته او محرمه
اور تعزیر ہو یا دیوث کہنے سے دیوث وہ ہے جسکو اپنی زوجہ اور محرم پر غیرت نہ آتی ہو اوسکے پاس غیر مرد کے آنے سے کذا فی النہر والفتح یا قرطبان مرادف
دیوث بمعنی محرمین اور تعزیر ہو یا قلتبان کہنے سے قلتبان مرادف دیوث ہے یعنے ہم معنی ہم قرطبان معرب ہے قلتبان کا زیلعی نے کہا قلتبان وہ ہے کہ جو اپنی زوجہ
یا محرم کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے اور تعرض نکرے اور اوسکے پاس علحدہ چھوڑے اور بعضوں نے کہا کہ جو دو شخصوں کو جمع کرے امر قبیح کے واسطے اور بعضوں نے کہا قلتبان وہ ہے جو
بالغ آدمی کو اپنی گھر میں زوجہ کے پاس جانے کی اجازت دے اپنی نیت میں بہر تقدیر ہمارے ملک میں قرنسوس بکسر الراء و دیالس بمعنے قلتبان ہے اور عوام خلاف
بفتح الراء بولتے ہیں اور بجائے سین صاد لاتے ہیں کذا فی النہر من المعنی یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبة فیه ایماء الی انه اذا شتم اصله عزر بطلب
الولد کابن الفاسق یا ابن الکافر دانه یعزر بقوله یا قحبة اور تعزیر ہے یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبة کہنے سے اسمیں اشارہ ہے کہ جب کوئی کسی کے
والدین کو تعزیر دیا جاویگا ولد کی طلب پر جیسے یا ابن الفاسق یا ابن الکافر کہنے میں اور اس کا اشارہ ہے کہ یا قحبہ کہنے میں تعزیر دیا جاویگا ہم قحبہ مشتق قاف سے
جاء اور معنی سرفہ کہاتے تھے کہ اور چونکہ زانیہ عرب میں سب مردوں کے پاس جا کر کھانستی تھا تاکہ اپنا مطلب کرے لہذا زانیہ کا نام قحبہ ہوگیا اور
بعضوں نے کہا قحبہ وہ ہے جسکی ہمت زناکی ہو اور بعضوں نے کہا کہ قحبہ بدتر ہے زانیہ سے اسواسطے کہ زانیہ کبھی پوشیدہ کرتی ہے اور قحبہ اسکا اظہار کرتی ہے کذا فی الدرر
الغرر لا یقال القحبة عرفا افحش من الزانیة لکونها تجاهر به بالاجرة لانا نقول لذلک المعنی لم یحد لان الزنا بالاجرة لا یستحق الحد عنده
خلافا لهما ابن کمال یوں نہ کہو کہ قحبہ عرف میں زانیہ سے افحش اور بدتر ہے اسلئے کہ قحبہ علانیہ زنا کرتی ہے اجرت لیکر اسواسطے کہ ہم کہتے ہیں اسی مطلب سے تو یا قحبہ
یا ابن القحبہ کہنے والے پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے کیونکہ زنا اجرت سے ساقط حد ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا قال ابن کمال ہم صاحب درر نے اس سوال کا
یوں جواب دیا ہے کہ حد قذف ہوتب واجب ہے جب قذف صریح زنا سے ہو یا اس لفظ سے جو بحکم صریح زنا کے ہو اور لفظ قحبہ کا زانیہ کے واسطے موضوع نہیں ہوا ہے

تو مقتضا ہو سکتا کہ تجاب لفت سے بمعنی سؤال ہے لکن عمرکم فی المتغیرات یوجب الحد فیہ قال المصنف وہو ظاہر کہ لیکن مضمرات میں وجوب حد کی جو تصحیح
نقل میں تصریح ہی مصنف نے اپنی شرح کے حاشیہ میں کہا کہ یہی قول ظاہر ہے اور اپنی شرح میں بعض اصحاب حواشی سے نقل کیا کہ انصاف یہ ہے کہ قحبہ کے لفظ سے ہمارے
ملک میں حد واجب ہے اسواسطے کہ کوئی شخص اس لفظ کو سوائے مقام زنیہ کے استعمال نہیں کرتا خصوصًا حالت غضب میں تو گویا حقیقت عرفیہ ہو گئی کذا فی الظہیریہ
یا ابن الفاسقۃ اور تعزیر ہے یا ابن الفاجرہ کہنے سے ہم فاجرہ وہ ہی جو ہر گناہ کر لی ہو تو بمعنے زانیہ نہیں لہذا اوسمیں حد نہیں کذا فی البحر انت ماوی اللصوص
انت ماوی الزوانی اور تعزیر ہے یون کہنے میں کہ تو چورون کا ستانگی ہے تو زانیہ عورتون کا ٹھانگی ہے یعنی سارق اور زانیات کا جای پناہ ہے یا من
یلعب بالصبیان اور یون کہنے سے تعزیر ہے کہ اے شخص جو لڑکون سے کہیلتا ہے ہم ابو السعود نے کہا اس لفظ سے وجوب تعزیر کی وجہ ہی نہیں کبھی بعضی کہتے ہیں غضب
اور پیار کے تئیں کہیل سے مراد فعل قبیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی یا حرام زادہ معناہ المتولد من الوطی الحرام فیعم حالۃ الحیض لا یقال فی العرف
لا یراد ذلک بل یراد ولد الزنا لانا نقول کثیرًا ما یراد بہ الخداع اللئیم ولذا لا یحد ہم اور تعزیر ہے یا حرامزادہ کہنے سے معنی حرام زادہ کے وہ کہ وطی حرام
سے پیدا ہو تو بطے حرام زنا اور حالت حیض دونونکو شامل ہے فقط زنا نہیں جو حد کا موجب ہو کوئی یہ نہ کہے کہ اس لفظ سے عرف میں بسبب حالت حیض کی وطی مراد نہیں ہوتی
بلکہ عرف میں مراد اسکے لفظ سے ولد الزنا مراد ہوتا ہے اسواسطے کہ ہم کہتے ہیں عرف میں اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بہی مراد ہوتا ہے تو اسیواسطے حد نہیں یعنی باعتبار معنی
اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر مخصوص نہیں لہذا حد نہیں **فرع** مسئلہ لمحۃ تشارحکا اقر علی نفسہ باللہ یا ثنۃ اوعرفہا لا یقتل مالم یستحل وینا لغ فی تعزیرہ
او یلاعن جواہر فتادی ہم اقرار کیا ایک شخص نے اپنی ذات کے دیوث ہونیکا یا اس فعل قبیح کے مشہور ہے تو قتل کیا جاویگا جبتک یوی کو حلال نجانے اور اسکی تعزیر
میں شدت اور سختی کیجاوے یا وہ شخص اپنی زوجہ سے لعان کرے کذا فی جواہر الفتاوی ہم مرد اس اقرار سے اپنی زوجہ کا قاذف ہوا تو اسپر لازم ہے یا لعان در صورت
عدم تکذیب نفس یا حد لازم ہے جب اپنے جھوٹ بولنے کا اقرار کرے اور محصن بہی ہو کذا فی البحر وفیہا فاسق تاب وقال ان رجعت الی ذلک فاشہد وا علیہ
انہ رافضی فرجع لا یکون رافضیًا بل عاصیًا ولو قال ان رجعت فہو کافر ثم رجع تلزمہ کفارۃ یمین اور اسمین یعنی جواہر الفتادی میں ہے کہ فاسق نے توبہ کی
کسی فعل بد سے اور کہا کہ اگر میں پہر یہ کام کرون تو تم اوسپر گواہی دو کہ وہ رافضی ہی سو اوس نے پہر وہی فعل کیا تو وہ رافضی نہو جائیگا بلکہ گنہگار ہوگا اور اگر یون
کہا کہ اگر میں پہر یہ فعل کرون تو وہ کافر ہے سو پہر وہی فعل کیا تو اوسپر کفارہ قسم کا لازم ہے اسواسطے کہ تعلیق بالکفر یمین ہے لا یعزر بیا حمار یا خنزیر یا کلب
یا تیس یا قرد یا ثور یا بقر یا حیۃ لظہور کذبہ واستحسن فی الہدایۃ التعزیر لو المخاطب من الاشراف وتبعہ الزیلعی وغیرہ تعز
نہی جائیگی یون کہنے سے کہ اے گدہے اے سؤر اے کتے اے بکری اے بندر اے بیل اے سانپ تعزیر نہیں ان الفاظ میں بسبب ظاہر ہونے اوسکے جہوٹ کے اور
ہدایہ میں تعزیر مستحسن جانی ہے اگر مخاطب اشراف یعنی علما اور سادات سے ہو اور صاحب ہدایہ کے زیلعی وغیرہ تابع ہیں اس استحسان میں یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام و
ابوہ لیس کذلک واوجب الزیلعی التعزیر فی یا ابن الحجام اور تعزیر نہیں یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام کہنے سے اور حالانکہ مخاطب کا باپ حجام نہیں اور زیلعی نے
یا ابن الحجام کہنے میں تعزیر واجب جانی ہے ہم زیلعی نے کہا کہ یا حجام میں تعزیر نہیں بسبب کذب کے اسواسطے کہ مخاطب کا حجامت کرنا پیشہ نہیں اور یا ابن الحجام میں تعزیر ہے
مخاطب کے باپ کے ہرجانے سے یعنی سامعین کو شبہہ پڑیگا کہ شاید مخاطب کا باپ حجام تہا تو اوسکو عیب لاحق ہوا اور صاحب نہر نے مذکور کیا ہے کہ مسئلہ مذکورہ مخاطب کے
باپ کی موت سے مقید نہیں ہم حجام وہ ہے جو پچہنے لگادے اور ہند میں حلاق اور مزین کو یعنی نائی کو حجام بولتے ہیں اور ابلہ وہ جو غافل ہو مطلقًا یا شر سے غافل ہو
اور احمق وہ جسکو کچہ تمیز نہو کذا فی الطحطاوی یا مواجر لانہ عرفًا بمعنی المؤجر اور یا مواجر میں تعزیر نہیں اسواسطے کہ عرف میں بمعنی موجر کے ہے ہم صاحب در
نے کہا کہ مواجر بکسر جیم وہ شخص ہے جو اپنی زوجہ کو زنا کے واسطے دے اجرت لیکر لیکن ہمارے عرف میں مواجر بمعنے موجر مستعمل ہے یعنی شئے کرایہ پر دینے والا اور شئے کرایہ پر دینا شرعًا
عیب نہیں لہذا تعزیر نہیں طحطاوی نے کہا لیکن اگر قائل سے لغوی کا ارادہ کریگا تو تعزیر دیا جاویگا اسواسطے کہ وہ بمعنے دیوث کے ہے یا بغا بتو الما ثبوتہ بالفارسیۃ
وفی الملتقط فی عرفنا یعزر فیہما وفی ولد الحرام ہم اور تعزیر نہیں یا بغا کہنے میں اسواسطے کہ عوام اسکو بولتے ہیں لیکن معنے اسکے نہیں جانتے کذا فی
النہر عن الدرر فارسی زبان میں بغا اوسکو کہتے ہیں جو غلام کرادے ہو اور ملتقط میں ہے کہ ہمارے عرف میں یا مواجر اور بغا دونون میں تعزیر ہے اور ولد الحرام میں بہی

تعزیر ہے کذا فی البحر الرائق اور کہا کہ نہر الفائق میں یہ روایت متقدمین سے موجود نہیں بلکہ انہیں میں ہی کہ لائق یہ ہے کہ یا ولد الحرام میں تعزیر واجب نہ ہو بلکہ اولی ہے یعنی حرام زادہ وسے
اور مترجم کہتا ہے کہ میں نے نہر الفائق کو دیکھا اس میں متقدمین کی روایت نہیں پائی شاید کسی نسخہ میں ہو واللہ اعلم تعالیٰ بعض موحدہ وغیرہ موجود ستردہ و اور اسکو یا فاسق کہنے میں کذا
فی الطحاوی عن البحر والضابطۃ انہ متی نسبہ الی فعل اختیاری محرم شرعاً ویعد عاراً عرفاً یعزر والا لا ابن کمال اور الفاظ مذکورہ کی تعزیر مراد عدم تعزیر کا قاعدہ
کلیہ یہ ہے کہ جب قائل نے مخاطب کو منسوب کیا ایسے فعل اختیاری کیطرف جو شرعاً حرام ہے اور عرفاً عار و عیب گنا جاتا ہے تو اس میں تعزیر ہے قائل پر اور اگر ایسا نہیں یعنے وہ فعل
منسوب بہ اختیاری نہیں اور یا اختیاری ہے مگر شرعاً حرام نہیں یا حرام ہے لیکن عرفاً اندر رواج میں ننگ اور عار نہیں تو اس میں تعزیر نہیں کذا ذکرہ ابن کمال ہم نے فعل
اختیاری کی قید سے یا کلب یا حمار وغیرہ کے محل کو کیا اور حرام شرعی کی قید سے یا حجام وغیرہ کو نکل گیا یا ضحکۃ بسکون الحاء من یضحک علیہ الناس اما
بفتحہا فہو من یضحک علی الناس وکذا یا سخرۃ واختار فی الغایۃ التعزیر فیہما وفی یا ساحر یا مقامر وفی الملتقی واستحسنوا التعزیر لو
المقول لہ فقیہا او علویا اور تعزیر میں یا ضحکہ کہنے سے ضحکہ بضم ضاد وسکون حا وہ شخص ہے جس پر لوگ ہنسیں اور اسیطرح یا سخرہ ہے یعنی بضم سین وسکون خا معجمہ وہ شخص ہے
جس سے لوگ مسخرا پن کریں اور ضحکہ بفتح حا وہ ہے جو لوگوں سے ہنسی کرے اور سخرہ بفتح معجمہ وہ ہے جو لوگوں سے مسخرا پن کرے اور غایۃ البیان میں لکھے کہ یا ضحکہ اور یا سخرہ میں
تعزیر دینا مختار ہے اور یا ساحر اور یا مقامر میں اور ملتقے میں ہے کہ فقہاء نے تعزیر کو مستحسن جانا ہے اگر مخاطب فقیہ یا علوی ہو ھ طحطاوی نے کہا ملتقی میں استحسان تعزیر
سب الفاظ مذکورہ کے بعد ہے۔ لفظ ضحکہ وغیرہ کے بعد اور ضحکہ بفتح حا مہملہ وسخرہ بفتح خا معجمہ وہ شخص ہے جو غیر سے ہنسی کرے یا مسخرا پن کرے نہر الفائق میں ہے کہ یا لا ابالی
یا سخرہ یا ضحکہ ایمان یا سوق اکستان میں تعزیر ہے کستان مرادف دیوث ہے اور علی سبیل علی تخصیص تحریر عن انیابہا لا یعزر کما لو ادعی علی آخر یدعی تعدد
تکفیرہ وعجز المدعی من اثبات ما ادعاہ فانہ لا شئ علیہ اذا صدر الکلام علی وجہ الدعوی عند حاکم شرعی اما اذا صدر علی وجہ
السب او الانتقام فانہ یعزر فتاوی قاری الہدایۃ دعوی کیا ہوگا ایک شخص نے اور عاجز ہوا اوسکے اثبات سے تو تعزیر دیا جاویگا اگرچہ کا اس فوری کی
مقصود اوس مال کی تحصیل سے نہ سب اور دشنام چنانچہ اگر دعوی کیا دوسرے پر ایسا دعوی کہ جو موجب مدعا علیہ کی تکفیر کا اور عاجز ہوا مدعی دعوی کی ثابت کرنے سے تو اوسپر کچھ نہیں
بشرطیکہ یہ کلام صادر ہوا ہو بطریق دعوی کے حاکم شرعی کے پاس اور اگر یہ کلام بطور دشنام یا انتقام کے صادر ہوا تو وہ تعزیر دیا جاویگا کذا فی فتاوی قاری
الہدایۃ بخلاف دعوی الزنا فانہ اذا لم یثبت یحد لما مر بخلاف دعوی زنا کے اسواسطے کہ اگر زنا ثابت نہوگا تو مدعی پر حد ماری جاویگی بدلیل گذشتہ یعنی اثبات
زنا مدون نسبت الی الزنا ممکن نہیں تو نسبت مقصود ہوئی اور اثبات مال کا بدون نسبت الی السرقہ متصور ہے تو نسبت الی السرقہ مقصود بالذات نہوئی بلکہ حصول مال مقصود
بالذات ٹھیرا وہو ای التعزیر حق العبد غالب فیہ اور وہ یعنے تعزیر میں حق العبد غالب ہے یعنی حق العبد کی افراد تعزیر میں غالب ہیں حق اللہ کی افراد سے اور یہ مراد
نہیں کہ حق العبد اور حق اللہ دونوں تعزیر میں مجتمع ہیں اور حق العبد غالب ہے کذا فی الطحاوی فیجوز فیہ الابراء والعفو والتکفیل زیلعی جب تعزیر میں حق العبد
کی افراد غالب ہوئیں تو تعزیر میں ابرا اور عفو اور مجرم کی ضامن ضامنی کرنا جائز ہے کذا فی شرح الزیلعی ھ ابرا اور عفو میں یہ فرق ہے کہ ابرا قبل الشکایت کے ہوا اسے
اور عفو بعد الشکایت کے والیمین یحلفہ باللہ ما لہ علیک ہذا الحق الذی یدعی لا باللہ ما قلتہ خلاصہ اور یمین جائز ہے تعزیر میں یعنی جگہ دعوی ہوگا
منکر پر تو حاکم اس سے یوں قسم لیگا اللہ کی کہ مدعی کا تیرے اوپر وہ حق نہیں ہے جس کا وہ دعوی کرتا ہے تو مدعا علیہ کی قسم اللہ کی نہیں نہیں کہا کذا فی الخلاصہ والشہادۃ علی الشہادۃ
وشہادۃ رجل وامرأتین کما فی حقوق العباد اور گواہی پر گواہی اور گواہی ایک مرد اور دو عورتوں کی تعزیر میں جائز ہے چنانچہ حقوق العباد میں سب امور مذکورہ
جاری ہیں ویکون ایضاً حقاً للہ تعالیٰ فلا عفو فیہ الا اذا علم الامام انزجار الفاعل اور تعزیر حق اللہ بھی ہوتی ہے تو اس میں معاف کرنا حاکم کو جائز نہیں مگر
جب امام فاعل کا باز رہنا قبل تعزیر کے معلوم ہے تو اس شرط سے معاف کرنا البتہ جائز ہے کذا فی فتح القدیر ولا یمین کما لو ادعی علیہ انہ قبل اختہ مثلاً اور حق اللہ
کی تعزیر میں قسم نہیں چنانچہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوس نے اوسکی بہن کا بوسہ لیا ہے مثلاً اور مدعا علیہ منکر ہے اور گواہ نہیں تو مدعا علیہ سے قسم نہیجاویگی ویجوز
اثباتہ بمنزلۃ شہد بہ فیکون مدعیا شاہدا لو معہ آخر اور جائز ہے اثبات حق اللہ کا مدعی سے جس نے اپنے دعوی کی گواہی دی ہے تو وہ مدعی اور شاہد
دونوں ہوگا بشرطیکہ اوسکے ساتھ اور شاہد موجود ہو اور ایسا اثبات حق العبد میں جائز نہیں کما فی القنیۃ وغیرہ لو کان المدعی علیہ ذا مروۃ

وكان قول ما فعل لم يعظ استحسانا ولا يعزّر يجب ان يكون في حقوق الله فان حقوق العباد ليس للقاضي اسقاطها انتهى اور جو قول قنیہ وغیرہ
مین ہے کہ اگر مدعا علیہ صاحب مروت ہو اور اول بار اوس سے قصور ہوا ہو تو وہ نصیحت اور پند دیا جاوے بنابر استحسان کے اور تعزیر نہ دیا جاوے واجب ہے کہ یہ قول
حقوق اللہ میں محمول ہو سو اسلئے کہ حقوق العباد کا اسقاط قاضی کو جائز نہیں کذا فی الفتح ہم صاحب فتح القدیر نے کہا کہ مروت میری نزدیک دین اور تقوی میں ہے
علاوہ اسکے بعض علما نے کہا کہ قنیہ کی روایت کو حق اللہ پر محمول کرنا کچھ ضرور نہیں جائز ہے کہ اسکا محل وہ ہو جو کہ حق ہو اور شتم اوس قسم کا انسان ہو جسکی عزت
نفس اور لطف تک کچھ جاتا ہو سو اسلئے کہ محمد بن حسن سے مروی ہے کہ اگر لوگون کو گالی دے والا صاحب مروت ہو تو نصیحت کیا جاوے اور اگر اوس سے کمتر ہو تو قید
کیا جاوے اور اگر اکثر گالی دیا کرتا ہو تو مارا بھی جاوے اور قید بھی کیا جاوے وفی كراهة الظهيرية رجل يصلي ويضر الناس بيده ولسانه فلا بأس
باعلام السلطان به لينزجر يفيد انه من باب الاخبار وان اعلام القاضي بذلك يكفي لتعزيره انتهى اور ظہیریہ کی کتاب الکراہیۃ میں ہے کہ
ایک مرد نماز پڑھتا ہے اور لوگون کو ضرر پہونچاتا ہے اپنے ہاتھ اور زبان سے یعنی مارتا ہے اور سخت گیری کرتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اس امر کی حاکم کو اطلاع کرنے میں
تاکہ وہ باز رہے اسکا مفید ہے کہ یہ اعلام از قسم اخبار ہے تو لفظ شہادت اور مجلس قضا کی اسمین حاجت نہیں اور یہ کہ قاضی کا یہہ اعلام اوسکی تعزیر مین کافی ہے کذا
في النهر قلت وفيه من الكفالة معزيا للبحر وغيره للقاضي تعزير المتهم وان لم يثبت عليه شارح کہتا ہے اور نہر الفائق مین کتاب الکفالہ سے بحر الرائق
وغیرہ کی طرف نسبت کرکے کہا ہے کہ قاضی کو جائز ہے تعزیر متہم کی اگرچہ اسپر شرعا گناہ ثابت نہو ہم بحر الرائق مین ہے کہ تہمت ثابت ہوتی ہے دو مستوریا
ایک عادل کی گواہی سے تو ظاہر ایک مستور اور ایک فاسق گواہ سے تہمت ثابت نہین پس تعزیر بالحبس بھی جائز نہین کذا في الطحطاوي وكل تعزير لله تعالى يكفي
فيه خبر العدل لان في حقوقه تعالى يقضي فيها بعلمه اتفاقا اور جو تعزیر کہ بسبب حق اللہ کے ہے اوسمین ایک عادل کی خبر کافی ہے اسواسطے کہ حقوق
اللہ مین قاضی اپنے علم پر حکم دیتا ہے بالاتفاق یعنی شاہد واحد سے قاضی کو علم حاصل ہوتا ہے طحطاوی نے کہا یہہ قول منافی ہے سابق کے فيكون مع ما سابق الوجه آخر
ويقبل فيها الجرح المجرد كما مر اور حقوق اللہ مین جرح مجرد شاہد بلا بیان سبب فسق مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا طحطاوی نے کہا کہ سابق مین یہہ مضمون نہین گذرا
ہوا بلکہ بیان حق اللہ یا حق العبد مین البتہ قبول کی شرط مذکور ہوئی ہے وعليه فما يكتب من المحاضر في حق انسان يعمل به في حقوق الله تعالى و
من افتى بتعزير الكاتب فقد اخطأ انتهى ملخصا اور بنابر اوسکے یعنی حق اللہ مین خبر واحد کو مقبول ہونے پر جو محضر حق انسان مین لکھی جاتے
ہین اوسپر عمل کرنا چاہیے اللہ تعالی کے حقوق مین اور جس نے فتوی دیا ہے تعزیر کاتب کا اوس نے خطا کی انتہی کلام النہر ملخصا صاحب نہر نے کتاب الکفالہ مین کہا کہ
حقوق اللہ مین اخبار واحد عادل کافی ہے اور خبر دینا بسیار زبانی ہوتا ہے ویسا ہی لکھنے سے بھی ہوتا ہے اور فقہا نے کہا ہے کہ جرح اور تعدیل مین کتابت ایک
عادل کی قاضی کیطرف کافی ہے تو بنابر اسکے جو محاضر حق انسان مین لکھی جاتی ہین تو حاکم کو اوسپر اعتماد کرنا عدول سے جائز ہے اور بموجب اوسکے حقوق اللہ
مین عمل کرنا چاہیے اور بعض نے فتوی دیا ہے کہ محاضر کے کاتب پر کچھ الزام نہین اور جس نے اوسمین وجوب تعزیر کا فتوی دیا ہے اوس نے خطا کی انتہی مشرحا طحطاوی نے
کہا شاید محضر سے بیان وہ مراد ہے جسکو اہل اسلام دقعت کی مستوفی یا کسی قریہ کے قاضی کے ظلم کا کاغذ لکھکر قاضی القضاۃ کے پاس اوسکو بھیجین وفي
كفالة العيني عن الثاني من يجمع الخمر ويشربه ويترك الصلوة احبسه وادبه ثم اخرجه ومن يتهم بالقتل والسرقة وضرب الناس
احبسه واخلده في السجن حتى يتوب لان شر هذا على الناس وشر الاول على نفسه اور شرح عینی کی کتاب الکفالہ مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ
جو شخص شراب جمع کرتا ہو اور پیتا ہو اور نماز ترک کرتا ہو اوسکو حاکم قید کرے اور ادب دے یعنی مارے پھر اوسکو قید سے چھوڑ دے اور جو شخص متہم ہو ساتھ قتل کرنے اور
چورانے اور لوگون کے مارنے کے اوسکو حاکم قید کرے اور ہمیشہ اوسکو قیدخانہ مین رکھے یہان تک کہ وہ توبہ کرے سو اسلئے کہ اس شخص کا شر لوگون پر ہے اور پہلے شخص کا
شر اپنی ذات پر ہے ہم ثبوت تہمت کا طریقہ عنقریب گذرا شتم مسلم ذميا عزر لانه ارتكب معصية فتقييد مسائل الشتم بالمسلم
اتفاقي فتح گالی دی مسلم کا ذمی کو تو تعزیر دیا جاوے سو اسواسطے کہ اوس نے گناہ کیا تو مسائل شتم مین مسلم کی قید لگانی اتفاقی ہے کذا في الفتح وفي القنية
قال ليهودي او مجوسي يا كافر يأثم ان شق عليه ومقتضاه انه يعزر لارتكابه الاثم بحر واقره المصنف لكن نظر فيه في النهر قلت

دلعل وجهه ما مرّ یا فاسق فتامل اور قنیہ میں ہے کہ کہا اے یہودی یا مجوسی کے کافر تو کفر کا رہو گا اگر اسکو یہ برا معلوم ہوا اور مقتضا اس قول کا یہہ ہے کہ قائل تعزیر دیا
جاویگا بسبب ارتکاب گناہ کے کذا نے النہر اور مصنف نے اسکو ثابت کہا ہے لیکن نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے شارح کہتا ہے شاید کہ وجہ اعتراض وہ ہے
جو یا فاسق میں گذری سو تامل کر۔ میں مترجم کہتا ہوں وجہ اعتراض یا فاسق میں اسطرح کی مذکور ہوئی کہ یہودی اور مجوسی کہنے کا عیب اپنی ذات میں خود لگایا یا قائل کے
قول سے پہلے شارح نے بلفظ تامل اس وجہ سے کہ ضعیف ہو ذرا اشارہ کیا یعنی اگر یہ کافر کے کفر کا عیب لگایا لیکن اہل اسلام نے بسبب تعلق دینی کے عدم لزوم کا
التزام کیا ہے تو اب اسکو کا ذکر کیا۔ اور مالک کو بحالت ہشیاری کے تعزیر المولی عبدہ والزوج زوجته ولو صغیرة کما سیجیٔ علیٰ ترکها الزینة الشرعیة
مع قدرتها علیها تعزیر دیوے مولے اپنے غلام کو اور زوج اپنی زوجہ کو شرعی سنگار کے چھوڑ دینے پر باوجودیکہ قادر ہونے کے اوسپر اگرچہ زوجہ صغیرہ ہو جیسا کہ
انکا بیان قریب بکاح میں آویگا زینت شرعیہ کی قید سے معلوم ہوا کہ مردوں کی سی زینت یا فاحشہ عورتوں کی سی زینت زوج زوجہ سے نہیں کرا سکتا۔ وترکها غسل
الجنابة وعلی الخروج من المنزل لو بغیر حق وترک الاجابة الی الفراش لو طاهرة من نحو حیض اور تعزیر دیوے زوج زوجہ کو غسل جنابت ترک
کرنے سے اور تعزیر دیوے گہر سے باہر نکلنے پر اگر ناحق نکلی ہو اور تعزیر دیوے نہ پاس لیٹنے پر اگر وہ حیض وغیرہ سے پاک ہو ترک اجابت سے مراد علیم تمکین جماع کی نا
ملتحق بذلك ما لو ضربت ولدها الصغیر عند بکائه او ضربت جاریته غیرة ولا تتعظ بوعظه او شتمته ولو بنحو یا حمار او دعت علیه او
مزقت ثیابه او کلمته لیسمعها اجنبی او کشفت وجهها لغیر محرم او کلمته او شتمته او اعطت ما لم تجر العادة به بلا اذنه اور ملحق
ہیں اوسکے ساتھ یعنی لزوم تعزیر امور مذکورہ کے ساتھ یہہ امور ملحق ہیں کہ اگر زوجہ نے اپنے ولد صغیر کو اوسکے رونے کے وقت مارا یا زوجہ کی لونڈی کو غیرت
اور بہن سے مارا اور زوج کی نصیحت کو نہ مانتی ہو یا زوجہ نے زوج کو گالی دی اگرچہ بنظر یا حمار کے کوئی گھر دیا کہا یا زوج کو بد دعا دی یا اوسکے کپڑے
پھاڑے یا زوج سے اسطرح بکلام کیا کہ غیر آدمی سنے یا اپنا مونہہ کھولا یا غیر محرم کے سامنے یا غیر محرم سے کلام کیا یا اسکو گالی دی یا کسیکو کوئی چیز دی جسکے
دینے کا دستور نہیں بدون اجازت زوج کے یعنی ان سب صورتوں میں زوج اسکو تعزیر دے سکتا ہے والضابط کل معصیة لاحد فیها فللزوج والمولی
التعزیر ولیس منه ما لو طلبت نفقتها او کسوتها والحت لان لصاحب الحق مقالا بحر اور قاعدہ کلیہ امور مذکورہ کے دریافت کرنیکا یہہ ہے کہ جس گناہ
شرعی حد مقرر نہ ہو تو اوسمیں زوج اور مولے کو تعزیر کا اختیار ہے اور یہہ تعزیر کی چیز نہیں اگر زوجہ نے اپنا نفقہ یا لباس مانگا اور اسمیں سخت طلبی اور جہگڑا کیا
اسواسطے کہ حقدار کو اپنے حق کی طلب میں گفتگو کا اختیار ہے کذا نے البحر الرائق ولا علی ترک الصلوة لان المنفعة لا تعود الیه بل الیها کذا اعتمده
المصنف تبعا للدرر علی خلاف ما فی الکنز والملتقی واستظهره فی حظر المجتبی اور تعزیر نہیں زوجہ کی نماز ترک ہونے پر اسواسطے کہ منفعت اس
نماز کی زوج کی طرف نہیں پہرتی بلکہ زوجہ کی طرف ہے تو زوج کا کچھہ نقصان نہیں جو تعزیر دے اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے درر کی پیروی کر کے کنز اور ملتقے الابحر کے
برخلاف یعنی کنز اور ملتقے میں ترک صلوة پر تعزیر مصرح ہے اور مجتبی کی کتاب الحظر میں اسی قول کو ظاہر جانا ہے میں مترجم کہتا ہوں کہ موافق کنز اور ملتقے کے اکثر اہل مذہب کے
نزدیک ترک صلوة پر تعزیر ہے اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ اگر میں حق تعالے کی حضور میں حاضر ہوں اور زوجہ کا مہر میری گردن پر ہو تو وہ اوس سے بہتر ہے کہ بے نماز
زوجہ کے ساتھ رہوں کذا فی الطحطاوی ولا اب یعزر الابن علیه وقدمنا ان للولی ضرب ابن سبع علی الصلوة ویلحق به الزوج نهر اور باپ تعزیر دے
ولد کو ترک صلوة پر صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہم کتاب الصلوة میں مقدم ذکر کیا کہ ولی کو جائز ہے ہر سات برس کے صغیر کا مارنا اور ولی کے ساتھ زوج بھی اوسی حکم مذکور میں
اور شارح نے کتاب الصلوة میں سات برس والے کو امر کرنا اور دس برس والے کو نماز پر مارنا مذکور کیا ہے وفی القنیة له اکراه طفله علی تعلم القرآن والادب والعلم لفرضیته
علی الوالدین اور قنیہ میں ہے کہ ولی کو جائز ہے اپنے طفل پر زبردستی کرنا قرآن اور ادب اور علم سیکہنے پر بسبب اسکے کہ فرض ہونیکے والدین پر وله ضرب الیتیم فیما یضرب
ولده اور ولی کو جائز ہے یتیم کا مارنا اوس امر میں جسمیں اپنے ولد کو مارتا ہے یعنی ترک صلوة وغیرہ میں صاحب بحر نے اور خیر الدین نے ثابت کیا وفی الشمنی لا یجب
التعزیر بمجرد ملک الصبیان مثلا وہو بہ تعزیر کی انواع نہیں تو تعزیر لڑکوں میں جاری ہے یعنی اگر ایک لڑکا دوسرے کو مارے تو تعزیر دیا جاویگا وهل الی حق العبد
اما لو کان حق الله بان زنی او سرق فمنع الصغر منه مجتبی اور یہہ عدم منع تعزیر صبیہ کا حق العبد ہے اور اگر حق اللہ ہو مثلا چوری کرنا یا زنا کیا ہو تو نہیں

ابو طفلی تعزیر سے مستثنیٰ نہیں ہو کہ اسلئے کہ اجنبی من حدًّا او تعزیرًا فهلك فدمه هدر الا امرأة عزرها زوجها بمثل ما قدرنا انت لان تأديبه مباح
فيتقيد بشرط السلامة قال المصنف وهذا اظهر لانه لا يجب على الزوج ضرب زوجته اصلًا جس شخص پر حد یا تعزیر واقع ہوئی پہر وہ مر گیا
تو خون اوسکا رایگان اور باطل ہے یعنی ضمان نہیں بسبب امتثال امر شارع کے مگر وہ عورت جسکو اوسکے زوج نے تعزیر دی امور مذکورہ میں سو وہ مر گئی
تو اوسکا خون باطل نہیں ہو اسواسطے کہ تادیب زوجکی مباح ہے تو مقید بشرط سلامتی کی ہوگی مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اس تعلیل سے ظاہر ہوا کہ زوج
اپنی زوجہ کی ضرب اصلا واجب نہیں ہے اسواسطے کہ اگر واجب ہوتی تو خون کا ضمان نہوتا ادعت على زوجها ضربًا فاحشًا وثبت ذلك عليه
كضرب المعلم الصبي ضربًا فاحشًا فانه يعزر ويضمنه لو مات شمني زوجہ نے اپنے زوج پر ضرب فاحش یعنی ضرب ایذا غیر معتاد کا دعویٰ کیا اور ثابت
دعوی گواہوں سے اوسپر ثابت ہو گیا تو وہ تعزیر دیا جاویگا چنانچہ اگر معلم نے صغیر کو عادت سے زیادہ مارا تو اوسکو تعزیر دیجاویگی اور معلم ضامن ہوگا اوسکے
خون کا اگر وہ اس ضرب سے مر گیا کذا ذکرہ الشمنی ط طحطاوی نے کہا زوجہ کے دعوی میں ضرب فاحش مجرد تصویر ہے قید نہیں ہو اسلئے کہ بحر الرائق میں ہے
کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب زوج زوجہ کو ناحق مار یگا تو اوسپر تعزیر واجب ہے شرح ملتقی میں ہے کہ امام مالک اور احمد کے نزدیک باپ وصی اور معلم تعزیر میں
ضامن نہیں اور باپ ادب میں اور وصی اور ... اگر ضرب معتاد ہو ورنہ ضامن ہے اجماع فقہا وعن الثاني اذا زاد القاضي على مائة فمات فنصف
الدية في بيت المال لقتله بفعل ماذون فيه وغير ماذون فيتنصف زيلعي اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر قاضی نے سو کوڑے سے زیادہ مارا
سو مضروب مر گیا تو نصف دیت اوسکی بیت المال میں سے یعنی اور نصف باقی ساقط ہے بسبب اوسکے مقتول ہونیکے اس فعل سے جسمیں شرع کا اذن تہا اور
فعل سے جسمیں اذن شرع نہ تہا تو دیت آدہوں آدہ کیجاویگی کذا فی شرح الزیلعی ط طحطاوی نے کہا یہہ قول ضعیف معارض ہے امام کے قول کے یعنی جو حد اور تعزیر میں
مر جاوے اوسکا خون باطل ہے تو بہتر یہہ تہا کہ شارح اسکو نہ ذکر کرتا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ارتدت لتفارق زوجها تجبر على الاسلام وتعزر
خمسة وسبعين سوطًا ولا تتزوج بغيره به يفتى بلفظ عورت مرتد ہو گئی اسواسطے کہ اپنے زوج کو چہوڑ دے تو جبر کیا جاوے اوسکے اسلام لانے پر اور اوسپر
پچہتر کوڑے کی تعزیر ماری جاوینگی بقول ابو یوسف اور نکاح نکرے غیر زوج سے اسیکا فتوی ہے کذا فی الملتقط ط کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکا کہ ایسی عورت کی تجدید
نکاح پر جبر کیا جاوے تہوڑے سے مہر پر ارتحل الى مذهب الشافعي يعزر سراجية حنفی مذہب شافعی مذہب کے طرف انتقال کیا تو اوسکو تعزیر دیجاویگی کذا فی السراجیہ
ط تعزیر اسوقت ہے جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو حقیر اور باطل اعتقاد کرکے شافعی المذہب ہو جاوے اور اگر بضرورت انتقال کرے چنانچہ اتباع مذہب شافعی
میں آسانی پاوے تو اوسپر تعزیر کا حکم نہیں چنانچہ حموی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ شیخ الاسلام عطا بن حمزہ سے سوال ہوا کہ شافعی المذہب حنفی ہو گیا پہر اوسنے اپنے مذہب اول کی
طرف عود کرنیکا ارادہ کیا تو جواب دیا کہ ثابت رہنا امام اعظم کے مذہب پر بہتر اور خوبتر ہے اور یہہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ اوسکو شدید تعزیر دی جاوے اسلئے کہ اوسنے اول
کمتر اور حقیر مذہب کے طرف انتقال کیا سو اس قول کو کوئی پسند نہیں کرتا مگر متعصب یعنی متعصب پر زور اور قول بالفساد ہے جو محقق ابن الہمام کہا یعنی ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی
انتقال کرنیوالا اجتہاد اور برہان سے گنہگار مستوجب تعزیر ہے تو بلا رتبہ اجتہاد اور برہان انتقال کرنا بطریق اولے لائق تعزیر ہوگا انتہی تو اس میں مطلق انتقال کو موجب تعزیر
کہا خواہ حنفی شافعی ہو جاوے بلا ضرورت یا شافعی حنفی ہو جاوے وعلى هذا القياس مالکی وحنبلی اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو شافعی کہ حنفی ہو گیا پہر اوس نے مذہب اول کی طرف عود کیا
تو اوسپر تعزیر دیجاویگی ہو جبا یکہ تمام اسکے انتہی اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ وہ شخص مذاہب سے متلاعب ہو گیا یعنی مذاہب کے ساتھ لہو ولعب کرتا ہے لہذا مستحق تعزیر کا
کذا فی حاشیة الطحطاوی قذف بالتعريض يعني زحاوی قذف کیا بطریق تعریض اور رمز کے تو تعزیر دیا جاویگا اسلئے کہ ایذا دی یعنی چنانچہ یوں کہے کہ میں تو زانی
نہیں مراد یہہ کہ تو زانی ہے تعزیر اسواسطے ہوئی کہ صریح نسبت زنا نہیں جو قائل پر حد ہوتی ذنبي يا امرأة ميتة يعني احتياز نکی مرد و عورت سے تعزیر دیا جاتا
كذا في الاختيار ادعى على اخر انه وطي امته وحبلت فنقصت فان برهن فله قيمة النقصان وان حلف خصمه فله تعزير المدعي عليه دعوی
کیا دوسرے پر کہ اوس نے اوسکی لونڈی سے قربت کی اور وہ حاملہ ہے تو اوسکی قیمت ناقص ہو گئی تو اگر مدعی نے اپنا دعوی گواہوں سے ثابت کیا تو قیمت نقصان
دلائی جاویگی قاعدہ ہے اور اگر مدعا علیہ نے قسم کہائی عدم وطی کی در صورت عدم شہادت تو اوسکو تعزیر مدعی کا پہنچا ہو کذا فی السراجیہ فی الاشباه ... امرأة ...

والمرجع ان ذهعا کجنس حتی یتوب اوریبت تسعیه فی الارض بالفساد اور اشباہ میں ہی کہ بعض کتب میں ہی کہ ایسی عورتوں کو اور اسکو مکان سے نکال کر بازار
میں قید کیا جاوے یہانتک کہ توبہ کرے یہ قید میں مرجاوے بسبب اسکے کہ اس شخص نے زمین میں فساد کیا من لہ دعوی علی آخر فلم یجبہ فامسک اہلہ
للظلم فحبس هو وغیرھم عزروا ایک شخص کا دعوی تھا دوسرے پر سوا اسنے اوسکو نہ پایا تو اسکے لوگوں کو ظالمون کے پاس پکڑوا دیا سوا نہوں نے ان کو قید
کیا اور ان سے تاوان لیا تو یہ مدعی تعزیر دیا جاوے یعزر علی الوقوع البارد یکشف الحمی جمرۃ تعزیر دیا جاوے اوس پر جو یعنی ناحق پر ہیز گار پر چنانچہ منقول ہے کہ ایک شخص گونگا
بیوپار میں تاتار خانیہ میں ہی کہ خلافت عادلہ کے وقت میں ایک شخص نے کھجور کا ایک پھل مدینہ کے بازار میں پایا سو اسکو اوٹھا لیا اور بار بار کہتا تھا کہ یہ کسکی کھجور
ہی اس قول سے اسکو اپنی پرہیزگاری اور تقوی کا اظہار خلق میں منظور تھا امیر المومنین عمر فاروق نے یہ سنا اور مطلب اسکا پاکر فرمایا کہ کھاجا ایسا تقوی جو
تقوی ہی جس سے بغض رکھتا ہی کذا فی الخلاصہ من الاشباہ والتعزیر لا یسقط بالتوبة کالحد تعزیر ساقط نہیں ہوتی توبہ کرنے سے مانند حد کے قولہ
استثنی الشافعی ذوی الہیئات قلت قد ذکرنا ہ لاصحابنا عن القنیة وغیرھا وزاد الناطفی فی اجناسہ مالم یتکرر فیتعین النص
صاحب اشباہ نے کہا اور امام شافعی نے تعزیر سے ذوی الہیئات یعنی متدین اور اصحاب مروت کو مستثنی کیا ہی میں کہتا ہون کہ ہمنے اسکو اپنے اصحاب حنفیہ کے
قول قنیہ سے مقدم ذکر کیے یعنی صاحبان مروت کے حق میں عدم تعزیر بسبب الکتابی المسیحہ کی اور ناطفی نے اپنی اجناس میں اتنا زیادہ کیا کہ اصحاب مروت سے کوئی ایسا
قصور ہو کہ بار بار قصور نہوا اور مکرر نہو میں تو تعزیر دیا جاویگا طحطاوی نے تمرتاشی کا قول نقل کیا کہ جب اوس سے بار بار قصور کیا تو معلوم ہوگیا کہ وہ صاحب
نہیں دن المطلب تجافوا عن عقوبة ذوی المروة الا فی الحد اور حدیث میں ہی کہ درگزر کرو صاحبان مروت کی عقوبت سے مگر سوائے حد کے ہم بھی حدیث
مذہب میں عدم تعزیر صاحبان مروت پر دلیل ہی وفی شرح الجامع الصغیر للمناوی الشافعی فی حدیث اتق اللہ لا تاتی یوم القیمة ببعیر تحملہ علی
رقبتک لہ رغاء او بقرة لہا خوار او شاة لہا ثغاء ثم قال یوخذ منہ تغلیظ السارق وتشہیرہ فیحفظ اور مناوی شافعی کی شرح جامع صغیر کے اندر
اس حدیث میں کہ ڈر اللہ تعالی سے کہیں فلانی تو قیامت کے دن اپنی گردن پر ایسا اونٹ لاد کر بلبلاتا یا گائے بیل جو چیختا ہو یا بھیڑ بکری جو میں میں کرتی ہو نہ
کہا کہ اس حدیث سے چور اور اسکے امر کو گنہگار ہے ہماری شیخ کے ذمہ سے نکلتا ہی تو ہمکو یاد رکھنا چاہیے ہم مناوی کی عبارت کا یہ مضمون ہی کہ ابن منیر نے کہا کہ
مجکو گمان ہی کہ تجریس سارق وغیرہ کی جو حاکموں نے اس حدیث سے نکالی ہی لغت عرب میں رغاء اونٹ کی آواز کو کہتے ہیں اور خوار گائے بیل کی آواز کو کہتے ہیں اور ثغاء
بفتح ثاء مثلثہ اور بعد اسکے ہمزہ مفتوحہ ممدودہ وار ثغاء لکنہ جیم سے بکری کی آواز کو بولتے ہیں کذا فی الخلاصہ ہم یہ حدیث سرقہ میں وارد ہی یعنی جو جانور کہ
چرایا ہوگا وہی جانور اسکی گردن پر قیامت کے دن اپنی بولی بولتا آویگا نصیحت کرنیکو انتقال مذہب سے یہاں تک سب اقوال شارح اشباہ سے نقل کیے تمت الکلام
کسی کو کسی نے یا مخنث کہا تو بہتر یہ ہی کہ صبر کرے اور اگر حاکم سے تعزیر دلوائے تو جائز ہی اور اگر یون جواب دے بلکہ تو مخنث ہی تو کچھ مضایقہ نہیں اگر غلام مارے جیسا اور
کرے تو عہدے اور تر حکم تادیب طلب سے اگر شراب اور ان کی مجلس میں حاضر ہوتا ہو اوسپر تعزیر ہی اگرچہ شراب نہ پیا ہو اور جسکے پاس شراب بھری ہو اور
جو مقیم رمضان میں بغیر عذر کھانا پیتا ہو مشہور ہو اوسپر تعزیر ہی اور جسکا بیٹا مسلمان کہ شراب پیتا ہو یا باجے کہاتا ہو وہ تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے اور ایسا
معنی اور مخنث اور نوحہ کرنیوالی عورت پر تعزیر ہی اور حبس بھی یہان تک کہ توبہ کریں کذا فی فتح القدیر اگر ایک نے دوسرے کو کہا ہے فلانی تمار تو اوسپر تعزیر ہی اگر ایک عورت
کسی مقدمہ کا علما نے فتوی لیا کہ اپنے خصم کے پاس لایا تو مخاصم نے کہا کہ میں اسپر عمل نہیں کرتا یون کہا کہ ایسا نہیں ہے جیسا ان علما نے فتوی دیا ہے واضح ہو کہ جس نے علما
اہل علم کو تحقیر سے ذکر کیا ہی تو اوسپر تعزیر واجب ہے آدمی کے حق میں بہتر یہ ہے کہ جب اوس سے کہا جاوے کہ کون چیز موجب حد اور تعزیر ہی تو اوسکا جواب یہ ہی کتاب
اور خطوط کی پرورش یعنی جیسے اسناد دینا موجب تعزیر ہی حکام شرعیہ کو بطور مزاح کے ذکر کرنا موجب تعزیر ہی اور جو مسلمان کو طمانچہ مارے یا اوسکی پگڑی
سر پر سے کھینچ لے بازار میں تو اوسپر تعزیر ہی کذا فی السراجیة **کتاب السرقة** یہ کتاب ہی سرقہ یعنی چوری کے احکام میں سرقہ بفتح سین وکسر را بحذف ہے اور
سکون را بھی جائز ہی چونکہ مقصود حدود سے حفظ نفس اور حفظ عقل اور حفظ آبرو ہی لہذا حدود کے بعد کتاب السرقہ کا مذکور کرنا مناسب ہوا اسلیے کہ مال بھی مقصود جان اور آبرو
کی حفاظت ہی ہی لغة اخذ الشیء من الغیر خفیة وتسمیة المسروق سرقة مجازا وہ یعنی چوری لغت میں کسی چیز کے لیے کو کہتے ہیں چھپا کر اور مسروق کو جو

کہتے ہین تو باعتبار مجاز کہتے ہین اور سرقہ لغوی مین اصل مے استراق السمع یعنی چھپ کر غیر کی بات سننا کذا فی المنح وشرعًا باعتبار الحرمۃ اخذہ کذا لان بغیر حق نصابًا
کان ام لا اور شرع مین باعتبار حرام ہونیکے سرقہ اسطرح کو لینے سے عبارت ہے یعنی غیر کی چیز چھپا کر ناحق لینا خواہ وہ چیز بقدر نصاب ہو یا نہو وباعتبار القطع
مکلف ولو انثی او عبدًا اوکافرًا او مجنونًا حال افاقتہ اور باعتبار ہاتھ کاٹنے کے شرع مین سرقہ عبارت ہے مکلف کو لینے سے اگرچہ مکلف عورت ہو یا غلام یا کافر
یا مجنون یعنی مجنون جو اپنے ہوش کیحالت مین چوری کی تو وہ بھی مکلف مین داخل ہے کذا فی النہر ھم سرقہ مین رکن اخذ ہے اور باقی امور جنکو ماتن نے مع ذکر کیا
وہ شرائط ہین مصنف نے اخذ کو مطلق کہا تو اخذ حقیقی اور حکمی دونو نکو شامل رہا اخذ حقیقی یہ ہے کہ بذات خود چیز کو مکان محفوظ سے نکالے اور اخذ حکمی یہ ہے کہ چند سارق
کسیکے مکان مین داخل ہون اور مال کو چورادین اور ایک شخص کی پیٹہ پر لادکر گھر سے باہر نکلین تو سبکے ہاتھ کاٹے جاوینگے بنابر استحسان کے اور مکلف کی قید سے صبی
اور مجنون نکل گئے کہ ان پر قطع ید نہین لیکن مال کی ضمانت ہو کذا فی البحر ناطق بصیر فلا یقطع اخرس لاحتمال نطقہ بشبہۃ ولا اعمٰی لجہلہ بمال غیرہ
مکلف مذکور ناطق اور بصیر ہو تو ناطق کی قید سے گونگے کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسکے شبہہ بیان کرنیکے احتمال سے یعنی اگر وہ ناطق ہوتا تو شاید ایسا شبہہ بیان کرتا
جس مین قطع ید نہین اور نہ اندھے کا ہاتھ کاٹا جاویگا بسبب اسکی نادانستگی کے غیر کے مال سے یعنی عدم بصارت سے عدم امتیاز اپنے مال کا غیر کے مال سے مقصود ہے گو وہ نادانستگی
ہو دون ہو عشرۃ دراہم لم یقل مضروبۃ لما فی المغرب الدراہم اسم للمضروبۃ سرقہ عبارت ہے دس درم کے لینے سے مصنف نے دراہم مضروبہ نہ کہا یعنی سکہ دار
اسواسطے کہ مغرب مین ہے کہ دراہم سکہ دار ہی کا نام ہے یعنی درم کی حقیقت مین ضرب داخل ہے تو اب ضرب کے ذکر کرنیکی کیا حاجت ہے کہ غیر مضروب کا درم نام نہین ھم اختلاف
ہے کہ ہر مقدار مالی مین قطع ہے یا دس مقدار معین مین جس سے کمتر مین قطع نہین پہلا قول حسن بصری اور داؤد ظاہری اور خوارج کا ہے بدلیل قرآن اور حدیث کہ حق تعالی
نے فرمایا (السَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَہُمَا) یعنی چور اور چورنی دونون کا ہاتھ کاٹو سو یہ آیت مطلق ہے مقدار معین اسمین مذکور نہین اور حدیث متفق
علیہ مین رسّی اور انڈے کے چورانے مین قطع ید مذکور ہے اور انکے سوا جمیع فقہای امصار اور علمای اقطار اس قول پر متفق ہین کہ بدون مال معین کے قطع ید نہین اسواسطے کہ بخاری
اور مسلم مین حدیث مرفوع متفق علیہ ہے لا تقطع الا فی ربع دینار فصاعدًا یعنی قطع نہین مگر ربع دینار مین یا اس سے زیادہ مین تو اس حدیث سے اول حدیث کی تاویل واجب
ہوئی دس درم یا ربع دینار کی قیمت کی رسّی مراد ہے اور بیضہ سے بیضہ حدید مراد ہے یا حدیث اول منسوخ ہے اگر کوئی کہے کہ شاید حدیث ثانی منسوخ ہو تو ترجیح کی کیا
وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ فی الحقیقۃ کسی حدیث کی تاریخ معلوم نہین جو ایک حدیث کا منسوخ ہونا متعین ہو جاوے باقی رہی وجہ اولویت حمل سو وہ جمہور کیطرف سے
اسواسطے کہ باب الحدود مین تعارض کے وقت نہند قول جمہور متعین ہے یعنی نظر باحتیاط استحباب درء حد مقدار معین کرنا قطع ید کے واسطے ارجح اور اولی ہے علاوہ
اسکے اجماع صحابہ کرام بھی اسی پر منقول ہے تو اسی سے اطلاق آیت کا بھی مقید ہو گیا اور عقل سے بھی اسواسطے کہ حقیر مطلق مین رغبت نہین ہوتی تو اوسکو گوری
رکھنا بھی نہین چاہیے گیہون کا ایکدانہ تو اگر آیت سرقہ مطلق ہو تو ایک گیہون کے دانہ لینے سے بھی قطع واجب ہو اور تخصیص آیت کی فقط جمہور ہی کے نزدیک نہین بلکہ
اخذ من الحرز سے بھی بالاجماع مخصوص ہے پہر جنکے نزدیک مقدار معین قطع مین شرط ہے وہ تعیین مقدار مین مختلف ہین تو ہمارے اصحاب حنفیہ اور ایک جماعت تابعین کے نزدیک
دس درم کی تعیین ہوئی اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار ہے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک ربع دینار یا تین درم ربع دینار کی حدیث صحیحین سے مذکور ہو چکی اور مسند احمد مین
عائشہ صدیقہ سے حدیث مرفوع ہے کہ قطع کرو ربع دینار مین اور قطع کرو اس سے کمتر مین اور ربع دینار اسوقت مین تین درم کا تہا امام مالک نے موطا مین کہا کہ رسول
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈھال کی چوری مین قطع کیا جسکی قیمت تین درم تہی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اترج کی چوری مین قطع کیا جسکی قیمت تین درم تہی اور اصحاب حنفیہ
کی یہ دلیل ہے کہ ڈہال کی قیمت تین درم سے زیادہ بہی بروایت صحیح ثابت ہوئی اور اخذ بالاکثر باب الحدود مین واسطے احتیال درء حد کے اولی ہے حاکم نے
مستدرک مین مجاہد عن ایمن روایت کی کہ قطع ید عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین نہین ہوا مگر ڈہال کی قیمت مین اور قیمت اوسکی اسوقت مین ایک دینار
تہی ہر چند ایمن مین اختلاف ہے کہ صحابی ہے یا تابعی اگر صحابی ہے تو کچہہ اشکال نہین اور اگر تابعی ہے تو بقول ابو زرعہ رازی اور ابن حبان ثقہ اور حجت ہے تو حدیث
مرسل ہوئی اور مرسل ہمارے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک قادح نہین بلکہ حجت ہے تو اسکا معتبر رکہنا واجب ہوا تو ثابت ہوا کہ ڈہال کی قیمت مین اختلاف ہوا تین
درم یا دس درم کا تو اخذ بالاکثر واجب ہوا اسواسطے کہ شرع نے اس باب مین حد کا ٹالنا حتی الامکان واجب کیا اور مقوی اس قول کی نسائی کی روایت ہے عمرو بن شعیب

اسمیں حد ہو کہ قیمت مال کی معرفت سرقت کے وقت میں معتبر ہی اور یہ روایت ابو حنیفہ اور امام محمد سے ثابت ہوا اور ابن ابی شیبہ میں حدیث
مرفوع ہو کہ جو مقدار مال کے قیمت سے کم ہو تو اسکے صاحب کے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جاوے اور قیمت مال کی دس درہم تھی اور طبرانی نے معجم میں اور
عبد الرزاق نے ابن مسعود سے روایت کی کہ قطع نہیں مگر دینار میں یا دس درہم میں اور یہ حدیث مرسل ہو کیونکہ قاسم بن عبد الرحمن نے ابن مسعود سے روایت کی
حالانکہ قاسم کو ابن مسعود سے سماع نہیں لیکن مسند ابو حنیفہ میں عن القاسم بن عبد الرحمن عن ابیه عن عبد الله بن مسعود قال کان یقطع الید علی عهد رسول الله صلی الله
علیه وسلم فی عشرة دراهم تو یہ حدیث مرسل نہیں بلکہ موصول ہے اور اس مضمون کی روایت محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ مرفوع نقل کیا کہ لا قطع الید فی اقل من عشرة دراهم
تو یہ حدیث موصول مرفوع ہی اور اگر موقوف بھی ہو تو بھی صحابی مرفوع ہی ہوا اسلئے کہ مقدرات شرعیہ میں قیاس کو دخل نہیں تو موقوف اسمیں محمول علی الرفع ہے
کذا فی فتح القدیر ملخصاً ومقتضاه لا تقطع بمقدار دراهم مشروطة لا تساوی عشرة مضروبة ولا بدینار قیمته دون عشرة مضروبة
ٹھہری سے یعنی مقدار دس درہم کے تو قطع نہیں اور چاندی کی ڈلی سے جو وزن میں دس درہم ہو مگر درہم معروف کے برابر نہیں قیمت میں اور قطع نہیں اس
دینار میں جسکی قیمت دس درہم سے کم ہو ويعتبر القيمة وقت السرقة ووقت القطع ومكانه تقويمه عدلين لهما معرفة بالقيمة ولا قطع عند اختلاف
المقومين ظهيرية اور معتبر ہو قیمت چوری کے وقت اور قطع کے وقت اور معتبر ہو وقت قطع کرنیکے مکان میں دو عادل کی قیمت ٹھہرانا جنکو معرفت ہو قیمت کی
اور قطع نہیں وقت قیمت ٹھہرانے والوں کے اختلاف کے وقت کذا فی الظہیریہ تو اگر ایک کپڑا چرایا اسکی قیمت دس درہم تھی پھر اسکو دوسرے شہر میں گرفتار کیا
اسکی قیمت آٹھ درہم تھی تو قطع نہ ہوگا اور اختلاف قیمت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص دس درہم یا زیادہ قیمت کرتا ہے اور دوسرا اس سے کم تو قطع نہیں
بارہ میں اختلاف ہوا تو وہ امر قطع کا نہیں مقصودة بالاخذ فلا تقطع فی ثوب قیمته دون عشرة وفیه دینار او دراهم
وما لا عادة بتغییب فیه دراہم جن کا لینا مقصود بالذات ہو تو قطع نہیں اس کپڑے کی چوری سے جسکی قیمت دس درہم سے کم ہے حالانکہ اسمیں ایک دینار یا درہم
بندھے تھے کہ کپڑا لینا مقصود تھا نہ دینار اور درہم مگر اس کپڑے کے لینے میں البتہ قطع ہے جو دینار یا درہم کے رکھنے کا ظرف ہو جیسے عادت ہے کذا فی التبیین
دینار اور درہم کی تھیلی کی تو البتہ قطع ہے اگر اسمیں بقدر نصاب ہو اسلئے کہ تھیلی لینے میں درہم مقصود ہوتے ہیں اگرچہ تھیلی کی قیمت دس درہم سے کم ہو ظاهر الاحوال ولو
ابتلع دینارا فی الحرز وخرج لم يقطع ولا ينتظر ليتغوطه بل يضمن مثله لانه استهلكه وهو سبب الضمان لا القطع
ظاہر ہو تو اگر سارق نے ایک دینار کو مکان محفوظ میں نگل لیا اور نکل آیا تو اسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور یہ انتظار نہ کیا جاویگا کہ دینار کو نکال لیا اور اسکے پیٹ سے ظاہر ہو اور انتظار کیا
جاویگا اور اسکے مثل کا ضمان لیا جاویگا اسلئے کہ اسنے اسکو مستہلک کیا اور استہلاک سے ضمان لازم ہوتا ہے نہ قطع حنفیہ امداد
اجمعوا لو احد یا دمه ما بین العشائین واحد اذا دخل لیلا لیا صبح کہ جو ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی اگر دن ہو اور منتہا اور ابتدا کی درمیان
وقت بھی دن ہو اور مقصود ہو کہ اس میں چھپانا شرط ہے اگر دن ہو تو چھپانے کی قید ہے عادتاً اور مروری ہو لیا اور ہاتھ نے اوچک لیا سرقہ کی تعریف سے نکل گیا اگر
چوری دن میں ہوئی شہر کے اندر تو چھپانا شرط قطع ہے ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی مسافت میں جو اسطرح داخل ہوا کہ وقت تنگ آدمیوں کی جو آمد و رفت ہو اور اگر رات میں
چوری ہوئی تو فقط ابتدا کا چھپانا شرط ہے انتہا کا تو اگر سارق رات کو گھر میں داخل ہوا بطور خفیہ پھر ادسنے مال کو ظاہر ہو کر لیا گو بعد مقابلہ تو اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا
حیدادی پر اکتفا کیا کہ اسلئے ہے وهل العبرة لزعم السارق ام لزعم احدهما خلاف او جمایں کیا سارق کے گمان کا اعتبار ہی یا سارق اور صاحب
مال میں سے کسی ایک کا اسمیں خلاف ہو جو محل اختلاف یہ صورت میں ہو کہ سارق نے گمان کیا کہ صاحب مال جانتا ہی اور حالانکہ صاحب مال کو اسکا علم نہیں تو شرح زیلعی
میں کہا کہ نہیں قطع نہیں ہی جیسے کہ سارق کے گمان میں صاحب نہیں ملکہ ایسے کہاں کر لیا اور صاحب اور کپڑا اور شبہ میں قطع مذکور ہی ہوا اور کہ دونوں میں سے کسی ایک کے
گمان میں چھپانا کافی ہو سو یہ کہ بیانی ہو یعنی اسمیں چار صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ سارق اور صاحب مال دونوں کو علم ہو اسمیں قطع نہیں بالاتفاق
دوسری صورت یہ کہ دونوں کو علم نہیں اسمیں قطع ہے بالاتفاق تیسری صورت یہ ہو کہ صاحب مال جانتا ہی اور سارق کو اسکے علم کا علم نہیں تو ظاہر الروایہ میں
یہی قطع ہی بالاتفاق اور چوتھی صورت اول مذکور ہو چکی ہی صاحب بدائع صحیحة ولا یقطع السارق من السارق ثم کیا مال کو اوسکی معرفت سے

جسکا نبٹنا صحیح ہو اور جس چیز کے پاس چوری کی اوسپر قطع نہیں کذا فی الفتح وما لا یتسارع الیه الفساد کاللحم والفواکه یعنی مال مسروق ایسا ہو جو جلد بگڑ جاتا ہو جیسے گوشت اور تر میوہ کذا فی التبیین تو ان کی چوری میں گو بقدر نصاب ہوں قطع نہیں ولابد من کون المسروق متقوما مطلقا فلا قطع بسرقة خمر مسلم مسلما کان السارق او ذمیا وکذا الذمی اذا سرق من ذمی خمرا وخنزیرا ومیتة لا یقطع لعدم تقومها عندنا کذا فی البناية اور ضرور ہے کہ مسروق کا مال متقوم ہونا مطلقا یعنی ہر دین والے کے نزدیک مال متقوم ہو تو قطع نہیں مسلمان کی شراب چرالینے سے خواہ سارق مسلم ہو یا ذمی اور اسیطرح جب ذمی دوسرے ذمی سے شراب یا سور یا مردار کو چرائے تو قطع نہیں اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مال متقوم نہیں ہمارے یعنی اہل اسلام کے نزدیک اسی طرح کو بنایہ میں مذکور کیا ہے م حلبی نے کہا کہ شارح کی عبارت باوجود تطویل اس صورت کو شامل نہیں جب مسلم ذمی کی شراب چرائے تو اگر یوں کہتا کہ لا قطع بسرقة خمر یعنی قطع نہیں شراب کی چوری سے تو حصر و شامل ہوتا فی دار العدل فلا یقطع بسرقة فی دار حرب او بغی یعنی چوری دار العدل یعنی دار الاسلام میں ہو تو قطع نہیں دار الحرب یا دار البغی کی چوری سے کذا فی البدائع تو اگر بعض تجار مسلمین نے بعض کا مال دار الحرب میں چرایا پھر جب دار الاسلام میں آئے تو چور گرفتار ہو کر امام اسکا ہاتھ نکاٹیگا کذا فی البحر من حرز بمرة واحدة اتحد مالکه ام تعدد یعنی چوری ہوئی ہو مکان محفوظ سے یکبارگی خواہ مال کا مالک ایک ہو یا چند مالک ہوں م حرز یعنی حفاظت کا مکان دو قسم ہے ایک حرز بنفسه دوسرا حرز بغیره حرز بنفسه وہ مکان ہے جو حفاظت مال کیواسطے بنا ہو اور اسمیں جانا بلا اذن مالک ممنوع ہو چنانچہ گھر اور دوکان اور خیمہ اور خزانہ اور صندوق اور حرز بغیرہ وہ مکان ہے جو حفاظت مال کے واسطے نہیں بنا مگر وہاں نگہبان موجود ہو چنانچہ مسجد اور راہ اور میدان اور تینہ میں سے کہ اگر جنگل کے مدفون مال کو چرایا تو اسمیں قطع ہے کذا فی البحر اور یکبارگی کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بعض مال کو گھر سے نکالا پھر دوسری بار داخل ہو کر باقی کو نکالا تو قطع نہیں بشرطیکہ اطلاع مالک یا اغلاق باب یا اصلاح نقب کا درمیان میں تخلل واقع ہوا ہو اور اگر ان امور کا تخلل نہیں واقع ہوا اور بار دوسرے بار میں نکالا تو گویا ایک ہی چوری ہے تو البتہ قطع ہوگا کذا فی المجموع عن السراج اور اتحاد اور تعدد مالک سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص نے بقدر نصاب جماعت کا مال چرایا تو قطع ہے اور اگر دو شخصوں نے بقدر نصاب ایک کا مال چرایا تو دونوں پر قطع نہیں اور اعتبار نصاب کا سارق کے حق میں ہے نہ مالک کے حق میں بشرطیکہ حرز واحد ہو کذا فی البحر عن البحر لا شبهة ولا تاویل فیه وثبت ذلک عند الامام کما سیتضح یعنی نہ شبہہ ہو اس میں نہ تاویل اور یہ ثابت ہوا ہو امام کے نزدیک چنانچہ یہ عنقریب واضح ہوگا م شبہہ کی قید سے وہ شخص نکل گیا جس نے اپنے محرم کے گھر سے مال کو نکالا اور تاویل کی قید سے مصحف کی چوری نکل گئی کہ اسمیں قطع نہیں اسواسطے کہ اسمیں تلاوت کرنے کی تاویل ممکن ہے یعنی سارق کہہ سکتا ہے کہ میں نے چرایا نہیں بلکہ پڑھنے کے واسطے لیا فیقطع ان اقر بها مرة والیه رجع الثانی طائعا جب تعریف سرقہ کی معلوم ہوئی تو واضح ہو کہ سارق کا قطع کیا جائیگا اگر اوس نے ایکبار چوری کا اقرار کیا بلا جبر اور ابو یوسف نے ایکبار کے اقرار کے طرف رجوع کیا اور اول وہ دوسرے قائل ہیں کہ دو مجلسوں میں دو بار کے اقرار سے چوری ثابت ہوتی ہے فاقراره بها مکرها باطل ومن المتاخرین من افتی بصحته ظهيرية زاد القهستانی معزیا لخزانة المفتين وحل ضربه ليقر وسنحققه تو چور کا اقرار کرنا سارق کا جبر اور زبردستی سے باطل ہے اور بعض متاخرین نے صحت اکراہ کا فتویٰ دیا ہے کذا فی الظہیریہ اور قہستانی نے خزانة المفتین کیطرف نسبت کر کے اتنا اور زیادہ کہا ہے کہ سارق کا مارنا بھی حلال ہے تاکہ وہ اقرار کرے چوری کا اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے او شهد رجلان اور قطع یہ ہوگا اگر دو مرد گواہی دیں چوری کی م مصنف نے دو مردوں کی قید اسواسطے لگائی کہ عورتوں کی گواہی اسمیں مقبول نہیں اور اقرار اور شہادت میں حصر کرنے حجت سے اشارہ کیا کہ شہادت علی الشہادة سے اور قسم کے انکار سے قطع نہیں اگرچہ ضمان مال ہے کذا فی النہر ولو عبدا شرط حضرة مولاه ولا تقبل علی اقراره ولو بحضرته اور اگر سارق غلام ہو تو حضور اوسکے مولےٰ کا شرط ہے شہادت کی اور گواہی مقبول نہیں غلام کے اقرار پر اگرچہ مولے کے سامنے ہو م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جب گواہوں نے گواہی دی عبد ماذون کی دس درہم یا زیادہ کی چوری کی تو اگر اوسکا مالک موجود ہے تو بالاتفاق قطع ہے اور اگر مال قائم ہے تو صاحب مال کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مولےٰ غائب ہو تو امام کے نزدیک قطع نہیں اور سرقہ کا ضمان ہے اور اگر شاہدوں نے کمتر نصاب کی گواہی دی تو قاضی مال دینے کا حکم کرے نہ قطع کا خواہ مولےٰ موجود ہو یا نہ ہو

فسألهما الامام کیف هی و این هی وکم هی وما هی ومتی هی وممن سرق وبیّنا احتیالا للدرء اور سوال کرے امام گواہوں سے کہ کیونکر چوری ہوئی اور کہاں ہوئی اور

کتنی چوری ہوئی اور ہیں دو سوال یاد رہ گئے ذکر نہیں کہ چوری کسکو کہتے ہیں اور کب ہوئی اور کس شخص کی چوری کی اور دونوں گواہ ان سوالات کا جواب بیان کریں
سو فوائد مثل الدین کی حیلہ جوئی کے واسطے ہیں ہم کیفیت سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید چپکے نقب دیا ہو گھر میں اور بدون دخول لمبہ ڈال کر چوری کی ہو تو اسمیں قطع نہیں
ظاہر الروایۃ میں ہے اسلئے کہ جس شخص اکھاڑ ہو اس چور اور مکان کا سوال اس احتمال سے ہے کہ دار الحرب میں چوری کی ہو یا سو کا اہل دار الاسلام میں چور آیا کہ جس میں قطع نہیں
اور مقدار سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید نصاب سے کم ہو اور حقیقت سرقہ کا سوال اسواسطے ہے کہ شاید مسترق کلام یا استراق رکوع اور سجود مسروق ہو ان
اور اسکو چوری کے طرف منسوب کیا ہو اور تاکہ غصب اور قطاع الطریق سے احتراز ہو اور زمان سرقہ کا سوال تقادم کے احتمال سے ہے اسواسطے کہ حدود خالص
میں تقادم یعنی مدت گذرنا مبطل شہادت ہے اور صاحب مال کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید مالک محرم یا زوجہ ہو سارق کی ویحبسہ حتی یسأل عن
الشهود لعدم الكفالة في الحدود اور بعد شہادت مذکورہ کے حاکم اس سارق کو تا شاہدوں کی عدالت دریافت کرے حبس کرے اسلئے کہ متہم ہو گیا اور ضامن لینا
ہو حدود میں یعنی حدود میں ضامن ضامنی جائز نہیں تو تا تحقیق عدالت شہود متہم کو محبوس کرنا چاہیئے تا بھاگ نہ جاوے ویسأل المقر عن الکل الا الزمان وما فی الفتح
الا المکان تحریف فہا اور حاکم چوری کے اقرار کرنے والے سے جمیع امور مذکورہ کا سوال کرے سوائے زمان کے اور یہ جو فتح القدیر میں ہے کہ مقر سے مکان کا بھی سوال کرے
یہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق ہم کہتے ہیں کہ زمان کا سوال اسواسطے نہیں کہ تقادم مانع اقرار کا نہیں اور فتح القدیر کے بعض نسخوں میں ہے کہ سوائے مکان کے اتی شروط ہی
سوال کرے تو گویا یہ تحریف ہو حق یہ ہے کہ مکان سے بھی سوال کرے کہ شاید دار الحرب میں چوری کی ہو کذا فی النہر ہم نے جو کہا کہ زمان سے بھی سوال کرے یہ قسم اس سے
کہ شاید مقر نے اپنی طفلی کی حالت میں چوری کی ہو ویصح رجوعہ عن اقرارہ بہا وان ضمن المال وکذا الرجم احدہم اوقال ہو مالی او شہد الی اقرارہ
بما ہو مجحد او سکت فلا قطع شرح وہبانیہ اور صحیح ہے رجوع کرنا مقر کا اپنی چوری کے اقرار سے اگرچہ اسحالت میں ضامن ہوگا مال مسروق کا اور اسیطرح رجوع
صحیح ہے اگر سب چوروں میں ایک نے اقرار سے رجوع کیا یا یوں کہا کہ وہ میرا مال ہے یا دو گواہوں نے اسکی چوری کے اقرار پر گواہی دی اور وہ منکر ہے یا ساکت ہے
تو قطع نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ ہم محیط میں مذکور ہے کہ دو شخصوں نے چوری کا اقرار کیا پھر ایک شخص اقرار سے پھر گیا تو قطع دونوں سے ساقط ہو گیا اسیطرح اگر بعد ثبوت
شرکت کی چوری میں ایک سے حد ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی ساقط ہوگی اسواسطے کہ شرکت برابر کی چاہتی ہے کذا فی النہر فان اقر ثم ہرب فان فی خروجہ لا یتبع
بخلاف الشاہد کذا نقلہ المصنف عن الظہیریۃ ونقلہ شارح الوہبانیۃ بلا قید الفوریۃ پھر اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا پھر بھاگ گیا اگر فورا
بھاگا بعد اقرار کے تو اسکا پیچھا نہ کیا جاوے بخلاف شہادت کہ اسکے بعد اگر بھاگیگا تو گرفتار کیا جائیگا اسیطرح نقل کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ظہیریہ سے اور شارح
وہبانیہ نے اسکو بلا قید فوریت نقل کیا تو ظاہر اتفاقی ہوئی دونوں نقلوں میں ہم کہتے ہیں کہ صاحب الفوائد سے نقل کی کہ مصنف کو یوں تعبیر کرنا بہتر تھا فان اقر
ثم ہرب ولو فی فورہ یعنی چوری کا اقرار کیا پھر بھاگا اگرچہ فی الفور بھاگا ہو اسکا پیچھا نہ کیا جاویگا اس تعبیر سے ثابت ہوتا ہے کہ رجوع بعد الفور سے بھی قطع نہیں ہوتا
کہ اسکا بھاگنا اسکے رجوع قولی کے برابر ہے اور رجوع صریح لفظوں میں حکم مختلف نہیں فی الفور اور تراخی میں تو اسوقت میں شرح وہبانیہ کی نقل میں کچھ بیجا نہ
نہیں اور فتاوی عالمگیریہ میں بھی کچھ موافق صاحب الفوائد کے وان فی فورہ یعنی اس مسئلہ میں منقسما ولا قطع بنکولہ واقرار مولی علی عبدہ بشاہد
وان لزم المال لا اقرارہ علی نفسہ اور قطع نہیں سارق کو قسم کہانے سے انکار کرنے سے اور مولی کے اقرار کرنے سے اپنے غلام کی چوری پر اگرچہ مال کا دینا لازم ہو یعنی دیتم
اقرار کرنے ہم جب رجوع سے انکی قسم کہانی تو گویا مال کا اقرار کیا اور مولے کا اقرار موجب مطالبہ ہے والسارق لا یفتی بعقوبتہ لانہ جور تجنیس وعزاہ
القہستانی للواقعات معللا بانہ خلاف الشرع وسلمہ فی السراجیۃ اور فتوی نہیں سارق کی عقوبت اور ضرب پر تاچوری کا اقرار کرے اسلئے کہ
ظلم ہے اور قہستانی نے اسکو واقعات کی طرف نسبت کیا ہے اسطرح دلیل لاکر کہ اسکا خلاف شرع ہے اور سراجیہ میں ہے وتقل عن التجنیس عن
عصام انہ سئل عن سارق ینکر فقال علیہ الیمین فقال الامیر سارق ویمین ہاتوا بالسوط فما ضربہ عشرۃ حتی اقر فاتی بالسرقۃ
فقال سبحان اللہ ما رأیت جورا اشبہ بالعدل من ہذا اور تجنیس سے منقول ہے کہ عصام بن یوسف سے سوال ہوا ایسے سارق سے جو چوری کا منکر ہو تو جواب دیا
کہ اس پر قسم ہے تو امیر بلخ نے کہا سارق اور قسم یعنی سارق کو جھوٹی قسم کا کیا خوف ہوگا کوڑا لاؤ سو کوڑا منگوا کر اسکو دس کوڑے نہ مارے تھے کہ اس نے چوری کا اقرار

کیا سرچوری کا مال دیا تو عصام نے کہا سبحان اللہ یہ تو کوئی ظلم مشابہ بعدل اس سے زیادہ تر نہیں دیکھا کذا فی المنح وفی اکراہ البزازیۃ من المشائخ من افتی بصحۃ اقرارہ بھا مکرھا اور بزازیہ کی کتاب الاکراہ میں ہے کہ بعض مشائخ نے چوریکا اقرار زبردستی کروانے کی صحت کا فتویٰ دیا ہے یعنی ضمان کے حق میں نہ قطع کے حق میں وعن الحسن یحل ضربہ حتی یقر مالم یظھر العظم اور حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ ضرب سارق کی حلال ہے یہاں تک کہ چوری کا اقرار کرے بشرطیکہ اتنی ضرب نہو جس سے ہڈی کھلجاوے ونقل المصنف عن ابن العز الحنفی انہ علیہ الصلوۃ والسلام امر الزبیر بن العوام بتعذیب بعض المعاھدین حین کتموا کنز حیی بن اخطب ففعل فدلھم علی المال قال وھو الذی یسع الناس علیہ العمل والا فالشھادۃ علی السرقۃ نادرۃ لا توجد اور مصنف نے اپنی شرح میں قاضی القضاۃ ابن العز حنفی سے نقل کیا کہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو بعض معاہدین کے مارنیکا حکم دیا جب انہوں نے حیی بن اخطب کا گنج کا خزانہ چھپا ڈالا تھا حالانکہ اسی مال پر معاہدہ ہوا تھا پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے اسکو مارا تو اس نے بتایا کہا قاضی مذکور نے کہ یہہ وہ حدیث مروی ہے جسمیں لوگونکو وسعت ہے اور اسی پر عمل ہے اور نہیں تو چوریوں پر گواہی کا ہونا نہایت قلیل الوجود امر ہے کذا فی المنح ثم نقل عن الزیلعی فی آخر باب قطع الطریق جواز ذلک سیاسۃ واقرہ المصنف تبعا للبحر وابن الکمال زاد فی النھر ینبغی التعویل علیہ فی زماننا لغلبۃ الفساد ویحمل ما فی التجنیس علی ما قبلہ پھر مصنف نے باب قطع الطریق کے آخر میں اسکا جواز بطریق سیاست کے نقل کیا اور مصنف نے اس قول کو باتباع صاحب بحر اور ابن کمال کے ثابت رکھا نہر الفائق میں اتنا زیادہ ہے کہ سارق شکری جواز عقوبت پر بھروسا کرنا ہمارے زمانہ میں لائق اور سزاوار ہے بسبب غلبہ فساد کے اور جو تجنیس میں عقوبت سارق کو ظلم کہا ہے وہ علماء سابقین کے زمانے پر محمول ہے یعنی اسوقت اتنا فساد غالب نہ تھا تو عقوبت کی چنداں حاجت نہ تھی ھم مصنف نے آخر باب قطع میں قول مذکور یوں نقل کیا ہے کہ زیلعی نے تصریح کی ہے کہ عند التکرار قتل کرنا بطریق سیاست ہے اور از قبیل سیاست سے جو فقیہ ابوبکر اعمش سے منقول ہے کہ اگر مدعا علیہ چوریکا انکار کرے تو امام کو جائز ہے کہ اپنے ظن غالب پر عمل کرے سو اگر اسکا گمان غالب ہو کہ وہ سارق ہے اور مال مسروق اسکے پاس ہے تو اسکو مار اور بیچ عقوبت کرنا بظن غالب جائز ہے چنانچہ اگر امام فاسقوں کے پاس شراب کی مجلس میں اسکو بیٹھا دیکھے اور چنانچہ اگر سارق چور کے ساتھ چلتا دیکھے اور فقہا نے ظن غالب سے قتل نفس کو جائز کہا ہے چنانچہ کوئی شخص کسیکے پاس میان سے تلوار کھینچے آوے اور اسکو گمان غالب ہو کہ مجھکو قتل کریگا کذا فی المنح ثم نقل المصنف قبلہ عن القنیۃ لو کسر سنہ او ید اوضمن الشاکی ارشہ کالمال لو حصل ذلک بسقوطہ من الجدار او مات بالضرب لیلد دیہ پھر مصنف نے قبل زیلعی کے قول کے قنیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر حاکم کے پاس ناحق شکایت کی مدعی نے کسی شخص کی پھر حاکم نے اسکو مارا اور اسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا تو مدعی شکوہ کرنیوالا اس دانت یا ہاتھ کی دیت کا ضمان دیگا مانند مال کے یہ ضامن ہوگا اگر یہہ حاصل ہوا اسکی دیوار کے گر پڑنے سے یعنی اگر قیدخانہ کی دیوار پر چڑھا بھاگنے کیواسطے اور اسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا یا وہ شخص ضرب کے صدمہ سے مر گیا تو مدعی الشر کرنیوالا اسکا ضامن ہوگا سو سطلی کہ ایسی مرجانا قلیل الوجود ہے تو ہلاکی اس شر کا غالبا اسکا سبب نہیں ہو سکتی کذا فی المنح شرحا وعن الذخیرۃ لو جمع السطح لیفر خوف التعذیب فسقط فمات ثم ظھرت السرقۃ علی ید آخر کان للورثۃ اخذ الشاکی بدیۃ ابیھم وبما غرمہ للسلطان لتعدیہ فی ھذا التسبب سیجئ فی الغصب اور مصنف نے شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر چوریکا دعویٰ کیا اور سلطان کے پاس اسکو گرفتار کرایا اور ایکبار مار دلائی پھر قیدخانہ میں قید کروایا تو اگر وہ قیدخانہ کی چھت پر چڑھ گیا تا کہ مار کے خوف سے بھاگ جاوے سو اگر وہ گر پڑا اور مر گیا پھر چوری کا مال دوسرے شخص کے پاس ظاہر ہوا تو اسکے وارثوں کو اپنے باپکا خون بہا اور جو مال سلطان کو اسنے ڈانڈ دیا تا لشکر کر نیوالے سے لینا جائز ہے بسبب اسکی تعدی کے اس تسبب میں یعنے یہ کچھ ہوا اسکی سبب سے ہوا کذا فی المنح اور اسکا ذکر کتاب الغصب میں آویگا قضی بالقطع ببینۃ او اقرار فقال المسروق منہ ھذا متاعہ لم یسرقہ منی وانما شہدت او قال شہدت شہودی بزور او اقر ہو بباطل او ما اشبہ ذلک فلا قطع حکم کیا قاضی نے ہاتھ کاٹنے کا بسبب گواہی یا اقرار کے پھر مسروق منہ یعنی صاحب مال نے کہا کہ میرے گواہوں نے جھوٹی گواہی دی یا سارق نے باطل اقرار کیا یا مانند ان اقوال کے کچھ اور کہا تو قطع نہیں ھم بعض علما کا قول ہے کہ مدعی علیہ کو تعزیر چاہیے اگر مدعا علیہ نیکوکار مشہور ہو کذا فی الظہیریہ وندب تلقینہ کیلا یقر بالسرقۃ اور امام کو مستحب ہے تلقین سارق کی تا کہ چوریکا اقرار نکرے ھم یہہ

بعض عبداللہ کے دستی ہیں چنانچہ روایت ہو کہ ایک سارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو گرفتار ہو آیا تو فرمایا کہ اسکی چوری کا ہر تنا بہ شبہ گمان
کرتا ہوں کہ اسنے چوری کی ہو کذا فی البحر کما لا قطع لو سرق کافر مال مسلم یا ذمی حربیہما ای الکافر والمسلم ظہیریۃ چاہیے اگر گواہی دی
کافر نے ایک کافر اور ایک مسلمان کی چوری پر تو قطع نہیں دونوں کے حق میں یعنے کافر اور مسلم دونوں کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا کذا فی الظہیریۃ تشارک جمع اصاب
کل قدر نصاب قطعوا وان اخذ المال بعضہم استحسانا سدا لباب الفساد ولو فیہم صغیر او مجنون او معتوہ او محرم لم یقطع
شریک ہوا ایک گروہ چوروں کا اور ہر ایک کو حصہ میں بقدر نصاب کے آیا تو سب کے ہاتھ کاٹے جاینگے اگرچہ اُس مال کو ان میں سے بعض نے چرایا ہو بنابر استحسان کے فساد کا
دروازہ بند کرنیکے واسطے اور اگر چوروں کے گروہ میں صغیر یا مجنون یا معتوہ ہو یا صاحب مال کا ذی رحم ہو تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا ہم سب کا ہاتھ ہو وقت
جاویگا جب جماعت چوروں میں اصل ہو کذا فی الہدایۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر بعضے اندر جاویں اور حصے میں سب شریک ہوں تو اوسیکا ہاتھ کاٹا جاویگا جو اندر
گیا اگر وہ بعینہ معلوم ہوا اور اگر معلوم نہ ہو تو سب کا ہاتھ کاٹا جائیگا یہاں تک کہ وہ کریں کذا فی الخلاصۃ وشرط القطع حضورہما ہنا ایضا
وقت القطع کحضور المدعی بنفسہ حتی لو غابا او ماتا لا یقطع وهذا فی کل حد سوی الرجم وفیہ تردد قالت نقل المصنف
فی الباب الاول تصحیح خلافہ فتنبہ اور شرط ہے قطع کے واسطے حاضر ہونا چوری کے دونوں گواہوں کا قطع کرنیکے وقت جیسے حضور مدعی بذاتہ خود
شرط ہے یہانتک کہ اگر دونوں گواہ بوقت قطع غائب ہوں یا مرگئے ہوں تو قطع نہیں اور یہی حکم ہے ہر حد میں سوای رجم کے اور قصاص کے کذا فی البحر
میں کہتا ہوں مصنف نے اسکے باب میں اسکی مخالف کی تصحیح نقل کی ہے یعنے شرح منتقی سے قطع میں عدم حضور شہود کی تصحیح منقول کی ہے سو آگاہ رہنا چاہیے
رجم کا مخالف سابق کے ہو اسواسطے کہ حد زنا میں مذکور ہو چکا کہ جب شاہد غائب ہوں تو حد ساقط ہے ولا یقطع بساج وقنا وآبنوس بعنوان الباب فی
عود ومسک وادہان وورس وزعفران وصندل وعنبر وفصوص خضر ای زمرد ویاقوت وزبرجد ولؤلؤ ولعل وفیروزج و
اناء وباب غیر مرکب ولو متخذ من خشب اور ہاتھ نہ کاٹا جائیگا ساگون اور قنا اور آبنوس اور اگر اور مشک اور تیل اور ورس اور زعفران اور صندل
اور عنبر اور سبز نگینوں جیسے زمرد کے اور یاقوت اور زبرجد اور موتی اور لعل اور فیروزہ اور برتن اور غیر مرکب دروازہ کی چوری سے اگرچہ برتن اور دروازہ
لکڑی کا بنا ہو ہم اور دروازہ مرکب کی چوری کو قطع نہیں کذا فی شرح الملتقی بشرطیکہ ایک آدمی سے اوٹھ سکتا ہو ہر چند لکڑی کی چوری میں قطع نہیں لیکن ساگون
اور آبنوس وغیرہ کو اسمیں قطع ہے اسلیے کہ یہ چیزیں منزل میں بعد امکان محفوظ میں رکھی جاتی ہیں اور دار الاسلام میں مباح الاصل نہیں ملتی ہیں تو قائم مقام چاندی
سونیکی ہو گئیں اور منح الغفار میں ہو کہ ساج یعنی ساگون ایک قسم کا درخت ہے جسکے اوپر سخت ہوتی ہے اور لکڑی اسکی سخت ہوتی ہے مانند پتھر کے اور ساگون اور
آبنوس سوای ہندکے کہیں پیدا نہیں ہوتا اور قنا جمع ہے قناۃ کی یعنی نیزہ اور برچھی کی لکڑی اور زبرجد سبز ہوتا ہے یاقوت سبز مشابہ بحر الجواہر میں ہے کہ زبرجد اور
زمرد صاحب تذکرہ وغیرہ اور صاحب بحر کے نزدیک ایک ہی چیز ہے اور صاحب [illegible] کے نزدیک دو جوہر مختلف الحقیقت ہیں ولکن ایکل ما ہو من
غیر الاموال والحیوان ولا یوجد فی دار العدل مباحا [illegible] حاصل [illegible] فیہ هذا هو الاصل [illegible] قطع ہے ہر ایک مال کی چوری میں جو
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ولا یقطع بما یوجد تافہا مباحا فی دار الاسلام [illegible] لا بخشب لا یحرز عادۃ قطع نہیں [illegible] حقیر چیز کی چوری [illegible] دار الاسلام میں مباح پائی
جاتی ہے [illegible] مکان محفوظ [illegible] لکڑی کو محفوظ مکان میں رکھنے کی عادت ہو جیسے ساگون یا آبنوس وغیرہ یا وہ لکڑی
جو کھودنے سے قیمتی ہو گئی ہو تو اسکی چوری میں قطع ہے کذا فی البحر فتح القدیر میں ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں شیٔ ادنیٰ یعنی حقیر چیز میں قطع نہ تھا [illegible] بحشیش ونحوہ وسمک ولو ملحا وطیر ولو بطا ودجاجا وکذا

غایۃ اور قطع نہین کہا ہی اور نرقل اور مچھلی اور چڑیون کی چوری سے اگرچہ مچھلی خشک نمکین ہو اور اگرچہ چڑیا بط یا مرغی مرغابی ہو کذا فی غایۃ البیان وصیدًا والزرنیخ و
المغرۃ والنورۃ زاد فی المجتبی والاشنان والفحم والملح والخزف والزجاج لسرعۃ التکسر اور قطع نہین ہڑتال اور گیرو اور چونہ کی چوری سے اور مجتبی مین اتنا
زیادہ کہا ہی اور اشنان اور کوئلا اور نمک اور سفالی اور شیشہ کی چوری سے اوسکے جلد ٹوٹ جانیکے سبب سے ولا بما یتسارع فسادہ کاللبن واللحم ولو قدیدًا والکل
ھیّا للاکل والخبز الا فی ایام القحط لا تقطع لطعام مطلقًا شمنی اور نہ اوس چیز کی چوری سے قطع ہے جو جلد سڑ جاتی ہو جیسے دودھ اور گوشت اگرچہ خشک گوشت
اور جو چیز کہ ابال کر واسطے طیار کیگئی ہو جیسی روٹی تو اوسمین قطع نہین اور قحط کے دنون مین قطع نہین کسی طعام کی چوری سے مطلقًا کذا فی الشمنی ھم اور نرانی کی دو
طعام پختہ مین قطع نہین اور غیر پختہ جیسا کہ گیہوں مین قطع ہی اور قحط مین پختہ اور خام کسیمین قطع نہین ہو اسلئے کہ حادثہ ضرورت ہے اضطرار کی بہوک مین قطع نہین اور عمر رضی
عنہ سے منقول ہے کہ قحط کے سال قطع نہین کذا فی الفتح والبحر والفاکھۃ رطبۃ والثمر علی شجر والبطیخ والکل مالا یبقی حولًا اور قطع نہین تر میوونکی چوری سے اور درخت
کے پہل سے اور خربوزے سے اور ایسی ہر چیز کی چوری سے جو سال بھر باقی نہین رہتی ھم تر میوہ کی قید سے خشک میوہ نکل گیا تو خشک انگور اور خشک کھجور کی چوری سے
قطع ہے کذا فی البحر والزرع لم یحصد لعدم الاحراز اور جو کہیت کہ ہنوز کاٹا نہین گیا اوسکی چوری سے قطع نہین بسبب عدم احراز کے یعنی مکان محفوظ مین نہین کہا
گیا کہ بیر نہ اور سپارہ ... والاشربۃ المطربۃ ولو الاناء ذھبًا اور شربہ مسکرہ کی چوری سے قطع نہین اگرچہ برتن اوسکا سونیکا ہو ھم شربہ مسکرہ سے وہ پینے کی چیزین
مراد ہین جو نشا کرتی ہون اگرچہ مسکر سونیکے برتن مین ہو اسلئے کہ برتن تابع ہے یہان نہ مقصود بالذات اور شربہ مسکرہ مین اسواسطے قطع نہین کہ بعضی تو
حرام ہین تو لینا اوسکا بہا دینے پر محمول ہوگا اور بعضونکی اباحت مین خلاف ہے تو شبہہ پیدا ہوا سقوط قطع مین والات اللھو ولو طبل الغزاۃ فی الاصح لان
صلاحیتہ للھو صارت شبہۃ غایۃ اور باجونکی چوری مین قطع نہین اگرچہ غازیونکا طبل ہو قول اصح مین اسواسطے کہ اوسکا لہو اور لعب کے لائق ہونا موجب
شبہہ کا ہوگیا کذا فی غایۃ البیان ھم آلات لہو یعنی باجے جیسے دف اور طبل اور بربط اور بانسری کی کچھ قیمت نہین صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے
تو اوسکے توڑنیوالے پر ضمان نہین اور امام اعظم کے نزدیک اگرچہ اونکی قیمت ہے لیکن چورانا اونکا توڑ ڈالنے پر محمول ہوگا بنا بر نہی عن المنکر کے کذا فی المنح والصلیب
ذھبًا وفضۃ والشطرنج والنرد لتاویل الکسر نھیًا عن المنکر اور سونے یا چاندی کی چلیپا اور شطرنج اور نرد کی چوری سے قطع نہین نہی عن المنکر کی تاویل سے
یعنی اوسکا لینا توڑنے پر محمول ہوگا ھم صلیب یعنی چلیپا مثلث ہے جسکو نصاری اپنا قبلہ بناتے ہین اور بعضونے کہا کہ چلیپا دو لکڑیاں ہین ایک کو دوسری پر ختم کرتے ہین
اسطرح جسطرح نصاری کا گمان ہی کہ عیسی علیہ السلام کو ایسی چیز پر سولی دیا تھا لہذا اوسکو متبرک جانتے ہین اور شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اور مہملہ سے بھی پڑھنا جائز ہی اور نرد
بفتح نون ایک کھیل ہے جسکو اہل فرنگ کھیلتے ہین کذا فی الطحطاوی وباب مسجد او دار لانہ حرز لا محرز اور قطع نہین مسجد اور گھر کے دروازہ کی چوری سے اسلئے
کہ دروازہ غیر کی حفاظت کیواسطے ہی خود محفوظ نہین والمصحف والصبی الحر ولو محلّیین لان الحلیۃ تبع اور مصحف اور آزاد صغیر کی چوری سے قطع نہین اگرچہ مصحف
یا صغیر زیور دار ہون اسواسطے کہ زیور تابع ہے اور تابع کا اعتبار نہین ھم مصحف مین اسواسطے قطع نہین کہ شاید تلاوت کے واسطے لیا ہو اور اگر سارق جاہل ہو تو سیکھنے کا احتمال
ہے اور صغیر حر کی چوری مین یہ احتمال ہے کہ شاید چپ کرنے کیواسطے یا اوسکے دینیکو اسلئے اوسکو لیا ہو کذا فی المنح وعبد کبیر یعبّر عن نفسہ ولو نائمًا او مجنونًا
او اعجمیًا لانہ اما غصب او خداع اور اوس غلام کبیر کی چوری سے قطع نہین جو باتمیز ہی یعنی اپنا حال بیان کر سکتا ہی اگرچہ اوسکے لینے کے وقت وہ سوتا ہو یا مجنون
اور اندھا ہو اسواسطے کہ عبد کبیر کا لینا یا غصب یا فریب بنا ہی سرقہ نہین جو قطع لازم آوے ھم عبد کبیر سے ممیز غلام مراد ہی جو اپنا حال بیان کر سکتا ہو بالغ ہو یا نابالغ
کذا فی البحر ودفاتر غیر الحساب لان ما فیہا ان شرعیۃ ککتب تفسیر وحدیث وفقہ فکمصحف والا فکطنبور اور سوای حساب کے اور اوراق لکہے ہوئے کی چوری
سے قطع نہین اسواسطے کہ اگر وہ شرعی ہین جیسے تفسیر اور حدیث اور فقہ کی کتابین تو وہ حکم مین قرآن کے مانند ہین یعنے باحتمال تلاوت قطع ساقط ہے اور اگر کتب شرعیہ
نہین تو طنبور کے حکم مین ہین یعنے باحتمال نہی عن المنکر اونمین بہی قطع نہین ھم شارح نے باتباع ماتن کتب غیر شرعیہ کو طنبور کے مانند کہا لیکن قہستانی نے کہا کہ کتب شعر
اور دواوین اور کتب حکمت مین قطع ہے اور صاحب بحر اور نہر نے کہا کہ اگر سحر کی کتب کا سارق ہو تو اوسکا ہاتھ کاٹا جائیگا بخلاف العبد الصغیر ودفاتر
الحساب لماضی حسابھا لان المقصود ورقھا فیقطع ان بلغ نصابًا اما المعمول بھا فالمقصود علم ما فیھا وھو لیس بمال فلا قطع بلا فرق

ہین دَفاتِرُ التُّجّارِ وَدِیوانُ الدَّفاتِرِ فَاِنَّہ یُقطَعُ یعنی بنا بر کرانے سوداگر کی چوری کی اور اون حساب دفتروں کی چوری کی جنکے حساب کتاب سے فراغت ہو چکی کہ اس چوری مین قطع ہی اسواسطے
کہ ایسے دفترون سے مقصود بالذات ورق ہین حساب کا دریافت کرنا تو قطع ہو گا اگر اوراق کی مالیت بقدر نصاب ہو جاوے اور جو دفتر کہ جنکے حساب سے ہنوز فراغت
نہین ہوئی جنکے موجب دینا باقی ہو تو اونکے لینے سے اونکا حساب دریافت کرنا مقصود ہی اور یہہ دریافت کرنا مال نہین ہی تو لہذا قطع نہین اونکی چوری مین بلا فرق سوا کے
اور کچہری اور اوقاف کی ہین کہ کذا فی النہر یعنی خواہ سوداگرون کی بہیان ہون یا حاکم کی کچہری یا اوقاف کی بہیان ہون کسی مین قطع نہین در صورت عدم فراغت حساب اور
بصورت تعین اوراق کی مالیت بسبب غیر مقصود ہونیکے ساقط الاعتبار ہی وَکَلبٍ وَفَہدٍ وَلَو عَلَیہِ طَوقٌ مِن ذَہَبٍ عَلَی الظَّاہِرِ لِاَنَّہ تَبَعٌ اور قطع
نہین کتّا اور چیتے کی چوری سے اگرچہ اوسکی گردن مین سونیکا طوق ہو سارق کو اسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ طوق تابع ہی تو ساقط الاعتبار ہی وَلَا بِخِیانَۃٍ فِی وَدِیعَۃٍ
و نَہبٍ اَی اَخذٍ قَہرًا وَاختِلاسٍ اَی اختِطافٍ لِانعِدامِ الرُّکنِ اور قطع نہین امانت مین خیانت کرنے سے اور غارتگری سے یعنی زبردستی لینے اور دست
برد سے یعنی جھپٹا مارنے سے بسبب نہ پائے جانے رکن کے یعنی خیانت مین حرز نہیں اور نہب اور اختلاس مین چھپ کر لینا موجود نہین پہر جب رکن سرقہ نہوا تو قطع کیونکر ہو نہب اور
اختلاس علانیہ لینے مین دونون برابر ہین لیکن اختلاس مین جھپٹ کر اوچک لینا داخل ہی اور نہب مین داخل نہیں جامع ترمذی مین حدیث مرفوع ہی کہ لیس علی خائن ولا منتہب ولا مختلس
قطع کذا فی البحر وَنَبشٍ لِقَبرٍ وَلَو کانَ القَبرُ فِی بَیتٍ مُقفَلٍ فِی الاَصَحِّ اَو کانَ الثَّوبُ غَیرَ الکَفَنِ وَکَذا لَو سَرَقَ مِن بَیتٍ فِیہِ قَبرٌ اَو مَیِّتٌ لِتَاَوُّلِہ
بِزِیارَۃِ القَبرِ اَوِ التَّجہِیزِ لِلاِذنِ بِدُخُولِہ عادَۃً وَلَوِ اعتادَہ قُطِعَ سِیاسَۃً اور نہ قبر کہودنے سے یعنی کفن چور پر جو بعد دفن کے مردے کا کفن چُرا وے قطع نہین
اگرچہ قبر مقفل کوٹھری مین ہو بقول اصح یا جس کپڑے کو قبر سے چُرایا غیر کفن ہو یا اگر اوسکو چُرایا اوس کوٹھری سے جسمین قبر یا مردہ ہی بسبب دلیل ہونے اوسکے دخول کی واسطے
زیارت قبر یا تجہیز میت کے اور بسبب اجازت اوسکے دخول کے بنابر عادت کے اور اگر اوسکی عادت پڑ گئی ہو کفن چورانے کی تو قطع کیا جاویگا بنابر سیاست نہ بنابر حد کے
وَمالِ عامَّۃٍ اَو مُشتَرَکٍ وَحُصُرِ مَسجِدٍ وَاَستارِ کَعبَۃٍ وَمالِ وَقفٍ لِعَدَمِ المالِکِ بحر اور قطع نہیں بیت المال کے مال اور مشترک مال چُرانے سے اور مسجد
کی چٹائیاں اور کعبہ کے غلاف اور وقف کا مال چرانے سے بسبب نہونے مالک کے علامہ مفتی ابو السعود نے کہا کہ مال وقف کی یہہ تعلیل عدم قطع مین عجیب ہی اسواسطے کہ خود صاحب بحر نے
تصریح کی ہی کہ قطع بوجہ محافظ کی ملک ہوتا ہی اور قنیہ مین متولی وقف کو بیان کیا ہی جب وقف کا مال چوری ہو جاوے وَمِثلِ دَینِہ وَلَو دَینُہ مُؤَجَّلًا اَو
زائِدًا عَلَیہِ اَو اَجوَدَ لِصَیرُورَتِہ شَرِیکًا اور قطع نہین اپنے دین کے مانند کی چوری سے اگرچہ اسکا دین مؤجل ہو یا مسروقہ دین سے زائد ہو یا بہتر ہو اوس سے بسبب
ہوجانے سارق کے شریک اسی تعلیل ہی زیادہ اور مثلا چور زائد کی مثلا زید کے من بہر گیہون قرض تہے خالد پر سو زید نے دس گیہون اوسکے چرائے تو زید خالد کا شریک
ہو گیا لہذا قطع نہین اِذا کانَ مِن جِنسِہ وَلَو حُکمًا بِاَن کانَ لَہ دَراہِمُ فَسَرَقَ دَنانِیرَ وَبِعَکسِہ ہُوَ الاَصَحُّ لِاَنَّ النَّقدَینِ جِنسٌ واحِدٌ حُکمًا صورت
مذکورہ مین قطع ثابت نہین جب کہ مسروق مجانس یا ہمجنس ہو دین کا اگرچہ مجانست حکمی ہو اسطرح پر کہ سارق کے اوسپر دراہم قرض تہے سو اوس نے دنانیر کو چرالیا یا
اسکے بالعکس یہی قول صحیح ہی اسواسطے کہ چاندی سونا جنس واحد ہین حکما بِخِلافِ العَرضِ وَمِنہُ الحُلِیُّ فَیُقطَعُ بِہ ما لَم یَقُل اَخَذتُہ رَہنًا اَو قَضاءً بخلاف
اسباب اور زیور کے اور اسمین زیور بہی داخل ہی تو اسباب اور زیور کی چوری سے قطع کیا جاویگا جب تک صاحب دین یوں نہ کہے کہ مینے اسکو بطریق رہن کے لیا یا بطور قضاء حق کے
وَاَطلَقَ الشّافِعِیُّ اَخذَ خِلافِ الجِنسِ لِلمُجانَسَۃِ فِی المالِیَّۃِ قالَ فِی المُجتَبٰی وَہُوَ اَوسَعُ فَیُعمَلُ بِہ عِندَ الضَّرُورَۃِ اور امام شافعی نے خلاف جنس
کے لینے کو مطلق کہا ہی مالیت مین مجانس ہونیکے سبب یعنی چاندی سونا اور گیہون اور اناج ایک ہی جنس ہین مال ہونیکے طرح سے مجتبی مین کہا کہ اس قول مین بڑی وسعت ہی
تو ضرورت کے وقت اوسپر عمل کرنا چاہیے اگرچہ ہمارا مذہب نہیں ہی اسواسطے کہ انسان معذور ہی ضرورت کے وقت اسپر عمل کرے کذا فی المنح عن المجتبی بِخِلافِ سَرِقَتِہ
مِن غَرِیمِ اَبِیہِ اَو غَرِیمِ وَلَدِہِ الکَبِیرِ اَو غَرِیمِ مُکاتَبِہ اَو غَرِیمِ عَبدِہِ المَاذُونِ المَدیُونِ فَاِنَّہ یُقطَعُ لِاَنَّ حَقَّ الاَخذِ لِغَیرِہ بخلاف اوسکے چرانے
اپنے باپ کے قرضدار سے یا اپنے بالغ بیٹے کے قرضدار یا اپنے مکاتب کے قرضدار یا اپنے عبد ماذون مدیون کے قرضدار سے کہ اسکا ہاتہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ قرض لینے کا حق غیر شخص کے
واسطے ہی وَلَو سَرَقَ مِن غَرِیمِ اِبنِہِ الصَّغِیرِ لا کَما لَو سَرَقَ شَیئًا قُطِعَ فِیہِ وَلَم یَتَغَیَّر فَاِن تَبَدَّلَ العَینُ اَوِ النِّسبَۃُ قُطِعَ عَلٰی ما فِی المُجتَبٰی اور اگر اپنے ولد
صغیر کے قرضدار سے چوری کی تو قطع نہین جیسا کہ اوس چیز کی چوری مین قطع نہین جسکی چوری سے ایکبار قطع ہو چکا اور وہ چیز متغیر نہین ہوئی اسطرح جو ہوا اور اگر اوسکی ذات بدلگئی

یا سبب بدل گیا ہو تو قطع کیا جائیگا اور قطع ہوگا کذا فی المجتبیٰ ہم تبدیل ذات کی یہ صورت ہے کہ ایک سوت کی چوری کی قطع ہوا پھر سوت کا کپڑا بن لیا اوسکو پھر چرایا تو پھر [illegible]
مذکور لے وہ کپڑا چرایا تو قطع ہوگا اور تبدیل سبب کی یہ صورت ہے کہ مال مسروق کے بعد قطع کے مالک نے بیچ ڈالا پھر اوسکو مول لیا پھر سارق نے دوبارہ چرایا تو
دوسری بار قطع ہوگا کذا فی الفتح [illegible]
بر ضاعۃ [illegible] فسقط [illegible] زیلعی یہ چوری کسی چیز کی ایسے قرابتدار سے کی جو محرم ہے بلا رضاعت کے تو اگر قرابتدار کا محرم ہونا رضاعت کے سبب ہو تو نسب
سبب سے ہو تو اوسکی چیز چرانے سے قطع کیا جاویگا جیسے چچا کی بیٹی رضاعی بہن ہو تو وہ قرابتدار ہے باعتبار نسب کے اور محرم ہے باعتبار رضاعت کے نہ باعتبار نسب
کذا فی شرح [illegible] ساقط ہو گیا [illegible] زیلعی نے کہا کہ رضاعی باپ یا بیٹا یا بھائی کے مال چرانے سے قطع ہوگا اور اوسکے اخراج کی ہو اور
مال کی قید کی کچھ حاجت نہیں [illegible] محرم میں یہ لوگ داخل نہیں عینی نے جواب دیا کہ قرابت نسبی اور محرمیت رضاعی کا جمع ہونا ممکن ہے اور یہی حق ہے
کہ قرابت نہیں ہوتی مگر نسبی اور محرم کبھی رضاعی بھی ہوتا ہے تو اوسکے اخراج کی حاجت ہوئی تو گویا یوں کہا کہ محرم نسبی کذا فی النہر [illegible]
[illegible] قریب محرم سے چرائیں قطع نہیں ہوگا اگر مال مسروق
اوسکے پاس کسی غیر شخص کا ہو [illegible] اور اگر ایک محرم نسبی کا مال اوسکے غیر کے گھر سے چرایا تو قطع کیا جاویگا باعتبار حرز اور عدم حرز کے ہم محرم نسبی کا گھر [illegible]
میں [illegible] باعتبار [illegible] ان لوگوں کے مال میں چوری نہیں بعد قطع نہیں خواہ وہ مال محرم کا ہو یا غیر کا اور غیر محرم نسبی کے گھر وسکے گھر میں جو [illegible]
کر [illegible] بدون اجازت صاحب خانہ جائز نہیں [illegible] باعتبار حرز کے قطع ہی خواہ وہ مال غیر کا ہو یا سارق کے محرم [illegible]
[illegible] دیت [illegible] اور [illegible] کے مال کے
مطلقاً یعنی برابر ہو کہ دائی کا مال اوسکے گھر سے چرایا ہو یا اوسکے غیر کے گھر سے بہر صورت قطع کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنی دائی محرم نسبی نہیں جو قطع ساقط ہو جائے
عدم حرز کے شرح کہا [illegible] مرتضیٰ [illegible] بدون [illegible] کہا کہ چونکہ [illegible] وہ باقی ہے تو اوسکو [illegible]
بدون [illegible] اور [illegible] کیا تو اوسکو [illegible] آتی ہیں تو مصنف کا الحاق [illegible]
[illegible] اور قطع نہیں
زوجہ کے مال چرانے سے اگرچہ عورت یہ حکم قطع کے نکاح کیا ہو کہ لئے ہو پہلے کسی مرد نے عورت اجنبی کا مال چرالیا اور چوری ثابت ہوئی اور قاضی نے قطع کا حکم
اور اوسکے بعد سارق نے اس عورت سے نکاح کر لیا تو بھی قطع ساقط ہو جائے [illegible] زوجین کا [illegible]
[illegible] اور قطع نہیں اپنی زوجہ کے مال چرانے سے اگرچہ زوجہ کے گھر سے ہو [illegible] کہ زوجین کے مال میں بے تکلفی کا ہونا مانع قطع ہے کذا فی الفتح [illegible]
[illegible] اور [illegible] الاذن [illegible] اور [illegible] اپنے مالک یا اوسکی زوجہ کے مال سے یا اپنی مالکہ کے زوج کے
مال سے قطع نہیں بسبب آنے کی اجازت کے [illegible] جاری ہو کہ گھر میں غلام کا آنا اگر ممنوع نہیں ہو تو بلا اجازت ہوتی ہو تو [illegible]
[illegible] اور قطع نہیں اپنے عبد مکاتب اور ختن اور صہر کے مال چرانے سے ہم زوجہ کے محرم نسبی کو صہر کہتے ہیں چنانچہ سسر اور سالا اور محرم
نسبی کے زوجہ کو ختن کہتے ہیں چنانچہ داماد اور [illegible] کا زوج [illegible]
ایضاً اور قطع نہیں غنیمت کے مال چرانے سے اگرچہ سارق کا حصہ نہیں ہو سواسطے کہ وہ مباح الاصل ہے تو شبہ ہوگیا کذا فی غایۃ البیان [illegible]
[illegible] اور قطع نہیں حمام کی چوری سے جو تھیں [illegible] جاری ہو [illegible]
وقت دخول قطع نہیں اگر دن کی دوکان سے اور کاروان سرا میں چوری کی [illegible] المجتبیٰ لیکن مصنف نے [illegible] صاحب کنز اور حاوی کے حمام [illegible]
کذا فی الفتح [illegible] اور قطع نہیں اوس گھر کی چوری سے جس میں داخل ہونے کا اذن
ہو کیا چنانچہ دوکان اور کاروان سرا [illegible] اور اگر [illegible] کے غیر شخص داخل ہوا اور [illegible] چوری کی تو اوس پر [illegible] قطع کیا جاویگا [illegible] اگر

دوکان اور سرائیں اگر چوری کریگا تو قطع ہے یہ اسلئے کہ یہ مکانات حفاظت کے واسطے بنتے ہیں اور اذن دخول کا نقطہ ذکر ہو نہ رہا کذا فی السراج واعلم انہ لا یعتبر الحرز بالحافظ مع وجود الحرز بالمکان لانہ اقوی فلا یعتبر الحافظ فی الحمام لانہ حرز ویعتبر فی المسجد لانہ لیس بحرز یہ معنی
اور معلوم کرو کہ حفاظت نگہبان کی باوجود حفاظت مکان کے معتبر نہیں ہے اسلئے کہ حرز مکانی قوی تر ہے نگہبان کی حرز سے تو نگہبان معتبر نہیں حمام میں اسواسطے کہ وہ حرز ہے
اور حرز نگہبان کا مسجد میں معتبر ہے اسواسطے کہ وہ حرز نہیں یعنی اموال کی حفاظت کے واسطے مسجد نہیں بنی ہے اسیکا فتوی ہے کذا فی الفتح یعنی حمام
میں غیر وقت دخول کی چوری سے قطع ہے صاحب مال اپنے مال کے پاس ہو یا نہ ہو اور مسجد میں اگر مالک بیدار مال کے پاس ہو تو قطع نہیں اور یہی حکم ہے راہ اور جنگل کا وکلما
کان حرزا لنوع فہو حرز للانواع کلہا فیقطع بسرقۃ لؤلؤ من اصطبل علی المذہب وقیل حرز کل شیء معتبر بمثلہ والاول ہو
المذہب عندنا یعنی لکن جزم الفہستانی بان الثانی ہو المذہب فتنبہ اور جو مکان کہ حرز ہو ایک قسم مال کا وہ بالکل اقسام کے مال کا حرز ہے تو قطع
کیا جاویگا بسبب تیلی چوری کے اصطبل بنا بر صحیح مذہب کے اور بعضوں نے کہا کہ حرز ہر شی کا معتبر اوسکے مماثل کے حرز سے ہے اور پہلا قول ہمارا مذہب ہے کذا فی المجتبی لیکن قہستانی نے
یقین کیا ہے کہ ثانی مذہب صحیح ہے تو خبردار ہو جاؤ مترجم شارح نے انکا ذکر بیان دونوں قولوں کی تصحیح ہوئی ہے تو قول ثانی کے بموجب اصطبل سے موتی چرانے میں قطع نہیں ہے اسلئے
کہ اصطبل گھوڑوں کا حرز ہے نہ جواہرات کا ولا یقطع قفاف ہو من یکثر فی الدراہم بین اصابعہ اور قطع نہ کیا جاوے قفاف یعنی جو دراہم کو اپنی انگلیوں کے
اندر دبا کر چرا لیوے مصنف نے باتباع صاحب بحر اپنی شرح میں کہا کہ قفاف وہ ہے جسکو دراہم پرکھنے کیواسطے دئیے جاویں وہ بدون اطلاع مالک کچھ ان میں سے چھپا لے ونباش للعامۃ
ہو من یتبع النقود ولا یتعلق بالابواب مالا یفتحہ اور نباش بالفارسی وہ شخص ہے جو دروازوں کے قفل کھولنے کیواسطے آلات طیار رکھے اذا دخل حانوتا او دارا
وخلا البیت من احد فلو فیہ احد وہو لا یعلم بہ فیقطع یعنی قطع کیا جاوے جبکہ وہ دوکان یا گھر کے قفل دروازے کو جسمیں گھسنے اور گھر میں کوئی
نہو اور اگر گھر میں کوئی ہوا اور وہ نہ جانتا ہو تو قطع کیا جاویگا کذا فی الشمنی مترجم وہیں قفل کا کھولنے والا مجاہر ہے مختفی نہیں اور اسیطرح جو جانتا ہو کہ گھر میں کوئی
ہو وہ بھی مجاہر ہے اور شرط قطع خفیہ ہے منح الغفار میں ابی یوسف سے منقول ہے کہ جب گھر کا دروازہ کھلا ہو مقفل نہو پھر اسمیں سارق چھپکر داخل ہوا اور اسباب چرا وے
تو قطع کیا جاویگا اور اگر دروازہ کھلا ہو پھر دن کو گھسکر چرا وے تو قطع نہیں ویقطع لو سرق من السطح لانہ حرز شرح وہبانیہ اور قطع کیا جاویگا
اگر چھت پر سے بقدر نصاب چرا وے اسواسطے کہ چھت بھی حرز ہے کذا فی شرح الوہبانیہ بشرطیکہ چھت پر چڑھکر چرا وے اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے ہے کہ اگر گر پڑا دیوار پر سے یا
راہ گیروں اور کوچہ سے اسکو کھینچ لے تو قطع نہیں او من المسجد اراد بہ کل مکان لیس بحرز کسوق وطریق والصحراء ودخل المتاع عندہ ای
بحیث یراہ ولو الحافظ نائما فی الاصح یا مسجد سے چرا دے اور حالانکہ اسباب کا مالک اوسکے پاس یعنی اسجگہ میں ہے جہاں سے اسکو دیکھتا ہو اگرچہ حافظ سوتا ہو قول اصح میں
مصنف نے مسجد سے ہر مکان کا ارادہ کیا جو حرز نہیں تو مسجد اور قصد راہ اور میدان کو بھی شامل ہے مترجم مالک متاع سے حافظ مراد ہے مالک ہو یا نہو اور پاس ہونا
عام ہے کہ اوسکے سر کے نیچے ہو یا پہلو کے یا آگے رکھا ہوا ور حافظ سوتا ہو ہو اسطرح کہ ا سے حافظ گنا جاتا ہے اور یہی قول اصح ہے کذا فی المجتبی لا یقطع لو سرق
ضیف ممن اضافہ لانہ دلو من بعض بیت الدار او من صندوق مقفل لاختلال الحرز نہ قطع کیا جاویگا اگر مہمان نے چرایا ہے کا مال جسنے اوسکی مہمانی کی اگرچہ کسی
کوٹھری سے چرایا ہو یعنی جسمیں مہمان نہیں ہوئی یا صندوق مقفل سے چرایا ہو بسبب برہم ہونے حرز کے یعنی گھر سب کوٹھریوں کے ساتھ حرز واحد ہے تو دخول کے اذن
اوسکی سب کوٹھریوں کا حرز جاتا رہا او سرق شیئا ولم یخرجہ من الدار لشبہۃ عدم الاخذ بخلاف الغصب یا کوئی چیز چرائی اور گھر سے باہر نہیں
نکالی تو قطع نہیں بسبب شبہہ عدم اخذ کی بخلاف غصب کے مترجم چونکہ تمام گھر حرز واحد ہے تو بدون اخراج چوری ثابت نہیں ہوتی بخلاف غصب کے کہ اسمیں گھر سے نکال لیجانا شرط
نہیں یعنی بمجرد غصب کے غاصب پر ضمان واجب ہو گیا اگرچہ اوسنے گھر سے باہر نہیں نکالا اور اس مسئلہ میں گھر سے مراد چھوٹا گھر ہے اسلئے کہ بڑے گھر کا حکم بعد اسکے مذکور
ہوتا ہے وان اخرجہ من حجرۃ الدار المتسعۃ جدا الی صحنہا او اغار من اہل الحجرۃ علی حجرۃ اخری لان کل حجرۃ حرز ثانیا اور اگر سارق نے مال کو بہت
بڑے گھر کے حجرے سے اوسکے صحن تک نکالا یا غارتگری کی بعض اہل حجرہ نے دوسرے حجرہ والے پر تو قطع ہوگا یہ اسلئے کہ ہر حجرہ باعتبار اوسکے ساکن کے علیحدہ حرز ہے مترجم
حجرات سے مکانات اور منازل مراد ہیں جنکے رہنے والوں کو اوسکے گھر کے صحن کی حاجت نہو بلکہ صحن کسی طرح منتفع ہوتے ہوں جیسے راہ اور میدان سے کذا فی الفتح

طحطاوی نے کہا مراد اغارت سے اخذ بالسرعت ہے اور مطلب یہ ہوا ولو نقب فدخل او القی کذا رأیتہ فی نسخ المتن والشرح باو وصوابہ بالواو کما فی الکنز
شیئا فی الطریق یبلغ نصابا ثم اخذہ قطع لان الرمی حیلۃ یعتادہا السراق فاعتبر الکل فعلا واحدا یا سارق نے نقب یعنی کونہل لگایا اور پھر گھر میں
داخل ہوا اور کوئی چیز بقدر نصاب راہ میں ڈال دی پھر نکل کر وہ چیز لی تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ چیز کا پھینکدینا ایک تدبیر ہے جسکی چوروں کو عادت ہوتی ہے تو نقب
بسبب فعال یعنے نقب دینا اور داخل ہونا اور چیز کا پھینکدینا اور پھر اوٹھالینا ایک ہی فعل معتبر ہے شارح کہتا ہے اسیطرح میں نے اس کتاب کے متن اور شرح کے نسخوں میں
او القی بلفظ او دیکھا اور ٹھیک واو ہے چنانچہ کنز میں ہے لہذا مترجم نے واو کا ترجمہ کیا نہ او کا مترجم حموی نے کہا کہ شرط قطع یہ ہے کہ پھینکنے کے بعد چیز منظر آتی ہو اور اگر
نظر نہ آتی ہوگی تو قطع نہیں اگرچہ پھر اسکو پا جاوے اسواسطے کہ وہ تباہ ہو سکنے کے ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یاخذہ او اخذہ غیرہ فھو مضیع لا سارق مترجم اور اگر
پھینکنے والے نے اسکو نہ لیا یا غیر شخص نے اسکو لیا تو پھینکنے والا ضائع کرنیوالا ہے نہ سارق یعنی تو اسپر ضمان واجب ہوگا نہ قطع او حملہ علی دابۃ فساقہا
واخرجہا او علق رسنہ فی عنق کلب و زجرہ لان سیرہ یضاف الیہ یا مال مسروق کو جانور پر لادا پھر اسکو ہانکا اور اسکو خارج کر دیا حرز سے یا مال مسروق
کی رسی کتے کی گردن میں معلق کر دی اور کتے کو ڈانٹا اور للکارا کہ وہ نکل گیا تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ جانور اور کتے کا چلنا اور نکلنا اس شخص کیطرف منسوب ہوگا
حاصل یہ کہ اگر جانور کو ہانکا اور خارج نہ کیا بلکہ وہ خود نکل گیا اور اسیطرح کتا بدون ڈانٹنے کے آپ نکل گیا تو اسپر قطع نہیں اسواسطے کہ خروج اسکا آدمی کیطرف منسوب
نہیں کذا فی البحر او القاہ فی الماء فاخرجہ بتحریک السارق للماء یا مال مسروق کو پانی میں ڈالدیا پھر اسکو سارق کی حرکت دینے سے حرز کے اندر سے نکالا تو قطع
کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنی اسطرح نکالنا سارق ہی کیطرف منسوب ہوگا مترجم صورت اسکی یہ ہے کہ گھر کے اندر نہر تھی اور اسکا پانی کم بہتا تھا سارق نے مال اس نہر میں
ڈال کر پانی کو زور سے ہلا دیا تو مال باہر گھر سے نکل گیا کذا فی المنح او لا بتحریکہ بل اخرجہ قوۃ جریہ علی الاصح لانہ اخرجہ بسببہ زیلعی یا نہ نکالا
مال کو اپنی تحریک سے بلکہ پانی کے زور سے بہنے نے اسکو باہر کر دیا تو بھی قطع ہے بنا بر اصح قول کے اسواسطے کہ اسکا باہر کر دینا سارق ہی کے سبب ہوا کذا فی
شرح الزیلعی متعلق فی الکل یا ذکرنا سارق کا ہاتھ کاٹا جاویگا جمیع مسائل مذکورہ میں بسبب ان وجوہ کے جنکو ہمنے ذکر کیا مترجم قطع جزا ہے وان اخرجہ ... مایدری
ویشکل علی الاخیر ما قالوا لو علقہ علی طائر فطار الی منزل السارق لم یقطع فلیتامل واللہ اعلم جزم الحدادی وغیرہ بعدم القطع اور بنا بر
اخیر مسئلہ کے مشکل ہوتا ہے وہ مسئلہ جسکو فقہا نے کہا ہے کہ اگر سرقہ کو چڑیا کی گردن میں لٹکا دیا سو چڑیا اڑ کر سارق کے گھر میں پہنچی تو قطع نکیا جاویگا تو واللہ اعلم آیندہ مسئلہ حدادی
وغیرہ نے مسئلہ اخیرہ میں عدم قطع کا یقین کیا ہے مترجم جیسے چڑیا کا اوڑنا اور سارق کے گھر میں پہونچنا سارق کیطرف منسوب نہوا تو چاہیے کہ پانی کی حرکت سے باہر نکلنا بلاحرکت
سارق کے بھی سارق کیطرف منسوب نہو وان نقب ثم ناولہ آخر من خارج الدار او ادخل یدہ فی بیت واخذ و یسمی اللص الظریف اور اگر
نقب یا پھر گھر میں گھسکر مال مسروق دوسرے آدمی کو دیا جو گھر سے باہر ہی یا نقب کے باہر ہی کوٹھری میں ہاتھ ڈالا اور مال لیا تو قطع نہیں اور ایسے شخص کو لص ظریف یعنی ظریف چور
کہتے ہیں کہ چوری کو ترکیب ... اور اگر گرفتار ہو تو قطع لازم نہ آوے مترجم پہلی صورتمیں دونوں پر قطع نہیں اسواسطے کہ داخل پر اخراج صادق نہیں دوسرے شخص کے لیے ہتک
اور خارج پر ہتک حرز ثابت نہیں تو سرقہ کسی پر صادق نہ آیا اور دوسری صورت میں بھی ہتک حرز بسبب عدم دخول کے صادق نہیں کذا فی المنح ولو وضعہ فی
النقب ثم خرج واخذہ لم یقطع فی الصحیح مترجم اور اگر مال کو پہلے نقب میں رکھدیا پھر نکل کر لیلیا تو قطع نہیں صحیح قول میں کذا فی الشمنی او طر ای شق صرۃ
خارجۃ من نفس الکم فلو داخلہ قطع وفی الحل بعکسہ اور اگر چیر ہمیانی کو جو آستین کی ذات سے باہر ہے اور درہم کو لیا تو قطع نہیں اور اگر ہمیانی آستین کے
اندر ہو تو اسکے چیرنے سے قطع کیا جاویگا اور ہمیانی کھولنے میں بالعکس حکم ہے یعنی ہمیانی خارج کے کھولنے میں قطع ہے نہ داخل کے کھولنے میں طر سے شق ہے لہذا ہم نے طر
کا ترجمہ چیرنا اور صرہ سے مراد ہمیانی ہے کذا فی الطحطاوی او سرق من مراع او من قطار بکسر القاف الابل علی نسق واحد بعیرا او حملا علیہ لا یقطع
لان السائق والقائد والراعی لم یقصدوا الحفظ یا اونٹوں کی چراگاہ یا قطار سے ایک اونٹ کی چوری کی یا اوسپر لدے ہوئے بوجھ کی چوری کی تو قطع نہیں
اسواسطے کہ قطار ہانکنے والا اور کھینچنے والے سے اور چراگاہ کے چرانے والے سے نگہبانی مقصود نہیں ہوتی جو ہتک حرز متحقق ہو بلکہ سائق اور قائد سے قطع مسافت اور نقل
متاع مقصود ہے اور راعی سے چرانا مقصود ہے مترجم شارح نے کہا کہ قطار بکسر قاف وہ اونٹ ہیں جو نسق واحد پر ہوں مترجم قطار بکسر قاف ہے چنانچہ قاموس اور منتخب اللغات

اور حموی اور شرح عینی میں ہی کذا فی الطحطاوی وان کان معہا حافظا وشق الحمل فاخذ منہ او دس یدہ فی جوالق الجمل فیہ متاع ورب یحفظہ
او نائم علیہ او بقربہ او ادخل یدہ فی صندوق غیرہ او فی جیبہ او کمہ فاخذ المال قطع فی الکل والاصل ان الحرز ان امکن
ہتکہ بدخولہ والا فبادخال الید فیہ والاخذ منہ اور اگر قطار کے ساتھ کوئی حافظ ہو یا اونٹ اور گون کو چیرے اور اس میں سے جو کچھ یا اونٹ کی خرجی کو جو اونٹ
جسمیں اسباب ہے اور حالانکہ مالک اسکی نگہبانی کرتا ہے یا اسپر سوتا ہی یا اوسکے پاس ہی یا اپنا ہاتھ سارق نے غیر کے صندوق میں یا اوسکی جیب میں یا اوسکی آستین
میں ہر حال کو اسمیں سے لیا تو قطع کیا جاویگا ان سب صورتوں میں اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ اگر حرز ایسا ہو جسمیں گھسنا انسان کا ممکن ہو جیسے گھر ہو تو ہتک حرز اسکے
دخول سے معتبر ہے اور اگر ایسا ہو کہ اسمیں دخول ممکن نہیں جیسا کہ گون اور خرجی اور صندوق اور جیب اور آستین تو ہتک حرز اسمیں ہاتھ ڈالنے اور اسکے مال لینے سے
معتبر ہے جوالق بضم جیم خرجی کو کہتے ہیں اور جمع اسکی جوالق اور جوالیق اور جوالقات ہے بفتح جیم **فروع** مسائل محمد شارح کے متن نسقطا منصوبا لم یقطع
ولو ملفوفا ادق فسقط الاخر قطع یعنی کوئی خیمہ کو چرایا تو قطع نکیا جاویگا اور اگر خیمہ کی بیچ میں لپٹا ہوا ہو یا اوسکے خیمہ کے اندر ہو تو قطع کیا جاویگا کذا فی فتح القدیر
اسواسطے کہ پہلی صورت میں خیمہ خود حرز ہے مگر محرز نہیں اور باقی صورتوں میں محرز ہے سرق من حرز شاۃ لا تبلغ نصابا فتبعتہا اخری لم یقطع سارق نے حرز سے بکری
چرائی جو نصاب نہیں پہنچتی تھی نکال لیا اور پھر دوسری بکری اسکے پیچھے چلی گئی اور نصاب پوری ہو گئی دونوں کے ملنے سے تو قطع نکیا جاویگا اسلئے کہ جسکو اوسنے نکالا تھا وہ بقدر
نصاب نہ تھی اور دوسری کا نکلنا اوسکے طرف منسوب نہیں سرق مالا من حرز فدخل اخر وحمل السارق بامعہ قطع المحمول فقط سارق نے چرایا مال کو حرز
سے پھر دوسرا اندر گیا اور سارق اوسکو مع اپنے ساتھ کا مال اٹھا لایا تو وہی فقط قطع کیا جاویگا لا ذیر الا کذا فی السراج قال انا سارق ھذا الثوب
قطع وان اضاف لکونہ اقرارا بالسرقۃ وان نون ونصب الثوب لا یقطع لکونہ عدۃ لا اقرارا درر وتوضیحہ اذا قیل ھذا قاتل زید یعماہ انہ
قتلہ واذا قیل قاتل زیدا معناہ انہ یقتلہ والمضارع یحتمل الحال والاستقبال فلا یقطع بالشک کہا کہ میں اس کپڑے کا سارق ہوں تو قطع کیا
جاویگا اگر اوسنے سارق کے لفظ کو ہذا الثوب کے طرف مضاف کیا اسطرح کہ سارق کی تنوین کو حذف کر دیا اور ثوب کو مجرور کیا ہو اسلئے قطع ہو گا کہ یوں کہنا چوری کا اقرار
ہے اور اگر سارق کو تنوین کے ساتھ کہا اور ثوب کو منصوب بولا تو قطع نکیا جاویگا اسواسطے کہ یہ وعدہ ہے چوری کا اقرار نہیں اور توضیح اسکی یوں ہے کہ جب
یوں کوئی بولا کہ ہذا قاتل زید تو مطلب اسکا یہ ہے کہ اوسنے زید کو قتل کر ڈالا اور جب کوئی یوں بولا کہ ہذا قاتل زیدا تو مطلب یہ ہے کہ زید کو یہ قتل کریگا یا
کرتا ہے اور مضارع حال اور استقبال کو محتمل ہے اور معلوم نہیں کہ کون مراد ہے تو قطع نکیا جاویگا شک سے خلاصہ فرق اضافت اور عدم اضافت کا یہ ہے کہ اضافت
میں اسم فاعل بمعنی ماضی ہوتا ہے تو گویا اسنے یوں کہا کہ سرقت ہذا الثوب تو یہ اقرار ہوا سرقہ ماضیہ کا اور عدم اضافت میں اسم فاعل بمعنی مضارع ہوتا ہے تو گویا یوں
کہا اسرق ہذا الثوب اسواسطے کہ اعمال اسم فاعل کا دلالت کرتا ہے کہ قائل نے ماضی کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ جب ماضی کے معنے میں ہوتا ہے تو عمل نہیں کرتا مگر کسائی
اور ہشام کے مذہب میں کذا فی البحر قلت وفی شرح الوہبانیۃ ینبغی الفرق بین العالم والجاہل لان العوام لا یفرقون الا ان یقال یجعل شبہۃ لانہ
اختلف فیہ بعض شارح کہتا ہے اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ عالم اور جاہل کے درمیان فرق کرنا لائق ہے اسواسطے کہ عوام عرب جو مسائل نحو سے ناواقف ہیں ترکیب
یعنی نصب اور اضافت میں کچھ فرق نہیں کرتے ہیں مگر یہ کہ اسکو حد ثالث کا شبہہ قرار دیجیے اور اسمیں بعد یعنی دوری ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید وجہ بعد یہ ہے کہ اسطرح
تو شبہہ لشبہہ کا اعتبار کرنا لازم آتا ہے اسواسطے کہ عدم ایجاب قطع کا عالم پر قول نحو کے شبہہ سے ہوا جو شک سے پیدا ہوا تو اگر جاہل میں اسکا اعتبار کیجیے تو عدم قطع اس شبہہ سے
ہو گا کہ جاہل کا کلام عالم کے کلام سے مشابہ ہے وللامام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد درر وھذا ان عاد واما قتلہ ابتداء فلیس
من السیاسۃ فی شیء نہر امام کو جائز ہے قتل کرنا چور کا بنا بر سیاست کے بسبب اوسکے فساد ڈالنے کے زمین میں کذا فی الدرر اور یہ جواز قتل اسوقت ہے جب مکرر چوری کرے اور
اول ہی بار کی چوری میں قتل کرنا سیاست شرعیہ میں کسیطرح داخل نہیں کذا فی النہر حموی نے سراج سے نقل کیا کہ جب سہ بار یا چہار بار چوری کرے تو امام کو اسکا قتل کرنا بطور سیاست
دفع فساد کے واسطے جائز ہے حموی نے کہا کہ یہ جو ہمارے زمانہ کے حاکم پہلی ہی بار کی چوری میں قتل کر ڈالتے ہیں سیاسۃ سمجھکر سو جور اور ظلم اور جہالت ہے کیونکہ سیاست شرعیہ منقطع
شرعی سخت حکم سے عبارت ہے قلت وقد قدمنا عنہ عن البحر فی باب الوطی الموجب للحد ان التقیید بالامام یفہم انہ لیس للقاضی الحکم بالسیاسۃ

فلیحفظ شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہین نہر الفائق سے بحر الرائق کا قول باب الوطی الموجب للحدین کہ قید لگانا امام کا منہم ہے کہ قاضی کو حکم سیاست کرنا جائز نہین تو اسکو یاد رکہنا چاہئے طحطاوی نے کہا ہم بہی اسی مقام مین کو ذکر کر چکے ہین لیکن کتابہ قاضیکو اکثر احکام سیاست کے کرنا جائز ہین واللہ سبحانہ اعلم

باب كيفية القطع واثباته یہہ باب ہے کیفیت قطع اور اوسکے اثبات کے احکام مین تقطع یمین السارق من زندہ ہو مفصل الرسغ وتحسم وجوبا وعند الشافعی ندبا فتح کاٹا جاوے سارق کا داہنا ہاتھ اوسکے بند دست یعنی پہنچے سے اور داغا جاوے گرم تیل سے بنا بر وجوب کے اور امام شافعی کے نزدیک داغنا بنابر استحباب کے ہے کذا فی فتح القدیر ہم مطلق ہاتھ کا کاٹنا تو نص قرآنی سے ثابت ہوا اور داہنے ہاتھ کی تعیین عبد اللہ بن مسعود کی قرارت سے ہے یعنی فاقطعوا ایمانہما سے اور یہہ قرارت مشہور ہے تو اطلاق آیت کی تقیید اس قرارت سے صحیح ہے اور داہنے کا کاٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہے اور پہنچے سے کاٹنا متوارث بجائے متواتر ہے جسمین سند مخصوص کے طلب کرنیکی احتیاج نہین اگرچہ دار قطنی وغیرہ مین اسمضمون کی احادیث بہی مروی ہین اور قطع اصابع پر اکتفا کرنا جیسے نقل شاذ ہے اور خارجیون کا قول کہ ہاتھ کو مونڈہے سے کاٹنا چاہئے مخالف اجماع ہے اور داغنا تو حدیث سے ثابت ہے حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سارق پکڑ آیا جسنے شملہ چورایا تہا تو حضرت نے فرمایا کہ مین نہین گمان کرتا کہ اسنے چوری کی ہو سارق نے کہا ہان پہر ارشاد ہوا کہ لیجاؤ اسکو اور اسکو قطع کرو اور اسکو داغو پہر اسکو میرے پاس لاؤ سو قطع ہوا اور داغا گیا پہر اسکو حضرت کے پاس لائے تو فرمایا کہ توبہ کر سو اوسنے توبہ کی فرمایا اللہ تعالی تیری توبہ قبول کرے حاکم نے کہا کہ یہہ حدیث صحیح بشرط مسلم ہے اور اسکو ابو داؤد نے مراسیل مین اور قاسم بن سلام نے غریب الحدیث مین بہی روایت کیا ہے اور دار قطنی نے بہی قطع ید اور داغنے کی روایت کی ہے اور مغرب وغیرہ مین ہے کہ حسم یعنے داغنا عبارت ہے گرم تیل مین ہاتھ ڈبونے سے اور فائدہ داغنیکا یہہ ہے کہ خون بند ہو جاوے اور شافعی اور احمد کے نزدیک گلے مین ہاتھ لٹکانا یعنی بعد قطع اور داغ کے مسنون ہے اسواسطے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکا حکم کیا چنانچہ ابو داؤد اور ابن ماجہ مین مروی ہے اور ہمارے نزدیک یہہ امام کی تجویز پر موقوف ہے اور حضرت کا حکم تعلیق پر قطع مین ثابت نہین کہ تعلیق سنت ہو کذا فی فتح القدیر مصنف نے شرح مین کہا کہ اسمین اعتراض ہے کہ جب فرمانا ہوا تو مسنون ہونا ثابت ہوا واللہ اعلم الا فی حر وبرد شدیدین فلا یقطع لان الحد زاجر لا متلف ویحبس لیتوسط الامر مگر سخت گرمی اور سردی مین قطع نکیا جاویگا ہلاک ہونیکے خوف سے اسواسطے کہ حد قطع زاجر ہے نہ تلف کر دینے والی اور سارق مقید رہیگا تا اعتدال پہر قطع ہوگا وثمن زیتہ ومؤنتہ کاجرۃ حداد ودہن کلفۃ حسم علی السارق عندنا لتسببہ بخلاف اجرۃ المحضر للخصوم ففی بیت المال وقیل علی المتمرد شرح وہبانیہ قلت وفی قضاء الخانیۃ ہو الصحیح لکن فی قضاء البزازیۃ وقیل علی المدعی ہو الاصح کالسارق اور تیل کی قیمت اور اوسکے مصارف جیسے ہاتھ کاٹنے والے کی اجرت اور داغنے کی کلفت یعنی لکڑیون کی قیمت اور تیل جوش کرنیکی برتن کی اجرت سارق پر ہے ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہی سبب پڑا ہے ان مصارف کا بخلاف مدعی اور مدعا علیہ کے محضر کی اجرت کے کہ وہ بیت المال سے متعلق ہے اور بعضون نے کہا کہ متمرد سرکش پر ہے کذا فی شرح الوہبانیہ شارح کہتا ہے اور خانیہ کی کتاب القضا مین ہے متمرد پر اجرت محضر کی ہی صحیح ہے لیکن بزازیہ کی کتاب القضا مین ہے اور ایک قول یہہ ہے کہ اجرت محضر کی مدعی پر ہے اور یہی قول اصح ہے جیسے سارق پر ہے قطع ید مین ورجلہ الیسری من الکعب ان عاد اور سارق کا بایان پاؤن کاٹا جاویگا ٹخنے سے اگر وہ دوسرے بار چوری کرے فان عاد ثالثا لا وحبس حتی یتوب ای تظہر امارات التوبۃ شرح وہبانیہ پہر اگر تیسرے بار چوری کرے تو قطع نہوگا اور قید کیا جاویگا اور اسکو مار سے بہی تعزیر دیجاویگی یہان تک کہ توبہ کرے یعنی آثار توبہ کے ظاہر ہون نہ فقط زبانی توبہ کذا فی شرح الوہبانیہ ہم سرقہ ثانیہ مین بایان پاؤن کاٹنا حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اور کعب سے کاٹنا اکثر اہل علم کے نزدیک اور امیر المؤمنین عمر فاروق کا فعل ہے اور سرقہ ثالثہ اور رابعہ مین قطع نکرنا امیر المؤمنین علی مرتضی کے قول سے ثابت ہے محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین یون روایت کی اخبرنا ابو حنیفۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمۃ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جب سارق چوری کرے تو مین اسکا داہنا ہاتھ کاٹون پہر اگر دوبارہ چوری کرے تو اسکا بایان پاؤن کاٹون پہر اگر تیسرے بار چوری کرے تو اوسکو قید مین رکھون یہانتک کہ تا آخر اوس سے پیدا ہون مجھکو حیا آتی ہے اللہ سے کہ مین سارق کو ایسا کرکے چہوڑون کہ نہ اوسکے ہاتھ رہے جس سے کہاوے یا استنجا کرے اور نہ پاؤن رہے جس سے چلے اور دار قطنی

اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا صحابہ کرام سے تو صحابہ نے اجماع کیا اس
قول علی مرتضیٰ پر وغیر ذلک من الآثار کذا فی فتح القدیر وما ذکر یقطع ثالثا ورابعا ان صح یحمل علی السیاسۃ او نسخ اور یہ جو روایت ہے کہ تیسری بار
اور چوتھی بار کی چوری میں بھی قطع کیا جائے اگر وہ روایت صحیح ہے تو سیاست پر محمول ہے یا منسوخ ہے پھر امام شافعی کے نزدیک تیسری بار کی چوری میں بایاں ہاتھ
کاٹا جاویگا اور چوتھی بار کی چوری میں داہنا پاؤں کاٹا جاویگا بدلیل حدیث ابی داؤد و بروایت جابر خلاصہ مضمون اسکا یہ ہے کہ ایک سارق کی چار بار کی چوری میں
چاروں ہاتھ پاؤں کاٹے گئے پھر جب پانچویں بار اسنے چوری کی تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکے قتل کر ڈالنے کا امر فرمایا چنانچہ وہ مقتول ہوا
نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے مصعب بن ثابت ہمارے نزدیک ضعیف ہے ہر چند مضمون اس حدیث کا طرق کثیرہ سے ثابت ہے لیکن کوئی سند طعن سے خالی نہیں
طحاوی نے کہا کہ ان آثار کو ہم نے تتبع کیا کسی کی سند اصل نہیں پائی اور عقل سے بھی نہایت بعید ہے کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سارق کے چاروں ہاتھ
پاؤں قطع ہوتے اور صحابہ کرام سکو جانتے اور علی مرتضیٰ کی خلافت میں کوئی اسکو ذکر کرتا اور مشورہ کے وقت اسکے خلاف پر اجماع صحابہ ہوتا تو علی مرتضیٰ کا اسکے
مخالف عمل کرنا اور روایات مذکورہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہے یا سیاست پر محمول ہے یعنی یہ حکم بطریق حد شرعی نہیں بلکہ بطریق سیاست ہے مانند قتل سارق کے کذا فی فتح القدیر
اور الحقائق میں کہا کہ سیاست پر محمول ہونے کی یہ دلیل ہے کہ پانچویں بار کی چوری میں قتل کا حکم ہے یعنی قتل سارق بطریق سیاست کے نزدیک بطریق حد کے کسی طرف قا
وان کان ابہامہ الیسریٰ مقطوعۃ او شلاء او اصبعان منہا سواہا سوی الابہام او رجلہ الیمنیٰ مقطوعۃ او شلاء لم یقطع لانہ اہلاک بل یحبس
لیتوب چنانچہ جسنے چوری کی اور حال یہ کہ اسکے ہاتھ کا بایاں انگوٹھا مقطوع یا شل ہے یا سوا بائیں انگوٹھے کے اسکے ہاتھ کی دو انگلیاں مقطوع یا شل ہیں یا اسکا
داہنا پاؤں مقطوع یا شل ہو تو کچھ قطع نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ اسحالت میں داہنا ہاتھ یا بایاں پاؤں کاٹنا اسکا درحقیقت ہلاک کرنا ہے بلکہ ایسے سارق کو قید کرنا چاہیے
تاکہ توبہ کرے ہم ان مسائل میں قطع بدون گرفت اور رفتار کی منفعت کا فوت کرنا ہے کیونکہ عادۃ چلنے کا اثر بھی پر ہے اور انگوٹھے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک انگلی سوا
ابہام مقطوع یا شل ہوگی تو قطع ہوگا اسواسطے کہ اسکے فوت ہونے سے گرفت میں خلل نہیں ہوتا اور بائیں ہاتھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر داہنا ہاتھ شل یا انقص
الاصابع ہوگا تو ظاہر الروایۃ میں مقطوع ہوگا کذا فی الفتح جلبی نے کہا ہے کہ ان صورتوں میں بایاں اور داہنا پاؤں اسواسطے قطع نہ ہوگا کہ یہ محل قطع نہیں ہمارے نزدیک اور
داہنا ہاتھ اسواسطے قطع ہوگا کہ جب ایسا ہاتھ بیکار ہے تو گرفت مقصود نہ ہوگی اور یہ ہلاک ہے اور اگر داہنا یا بایاں پاؤں شل ہوگا تو ہاتھ پاؤں کا ایک طرف سے کاٹنا
لازم آویگا اور یہ بھی ہلاک ہے ولا یضمن قاطع الید الیسریٰ لو عمدا فی الصحیح اذا امر بخلافہ لانہ اتلف واخلف من جنسہ ما ہو خیر
منہ وکذا لو قطعہ غیر الحداد فی الاصح اور ضمان نہ دیگا بائیں ہاتھ کا کاٹنے والا اگرچہ اوسنے عمدا کاٹا ہو قول صحیح میں کذا فی النہر جب کہ قاطع کو اسکے برخلاف
حکم ہوا ہو اسواسطے کہ اوسنے تلف کیا اور اسکے عوض ایسا جو ٹکڑا اوس سے بہتر ہے یعنی داہنا ہاتھ اسیطرح ضمان نہیں اگرچہ اوسنے بائیں ہاتھ کو کاٹا ہو
اصح میں یعنی قاضی نے حداد کو قطع کا حکم دیا اور غیر حداد نے قطع کر ڈالا اور قبل حکم کاٹ لیا ... ضمان اسپر لازم نہیں تو اگر عمدا کیا ہو تو تعزیر دیا
جائیگا ولو قطعہ احد قبل الامر والقضاء وجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء وسقط القطع عن السارق سواء قطع یمینہ او
یسارہ اور اگر کسی نے ہاتھ کاٹا قبل حکم اور قضا کے تو قصاص واجب ہے عمد میں اور دیت واجب ہے خطا میں اور سارق سے قطع ساقط ہو جائیگا خواہ اسکا داہنا ہاتھ
قطع ہوا ہو یا بایاں وقضاء القاضی بالقطع کالامر علی الصحیح فلا ضمان کافی اور قطع میں قاضی کی قضا مانند حکم کے ہے بنا بر قول صحیح کے تو بعد
قضاء قاضی بھی قاطع پر ضمان نہیں کذا فی الکافی وفی السراج سرق فلم یؤخذ حتی قطعت یمینہ قصاصا قطعت رجلہ الیسریٰ اور سراج
میں ہے کہ ایک شخص نے چوری کی سو چور پکڑا اوس سے مواخذہ نہ ہوا یہاں تک کہ اسکا داہنا ہاتھ قصاص میں کاٹا گیا تو اوسکا بایاں پاؤں کاٹا جاویگا ہم قصاص کی
قید سے احتراز ہوا ہے اسکے قطع سے یعنی اگر سرقہ میں اسکا قطع ہوا تو اب دوسری بار قطع ہوگا کہ اتحاد جنس کے کہ لئے التداخل وطلب المسروق منہ المال القطع
علی الظاہر شرط القطع مطلقا ای اقرار او شہادۃ علی المذہب لان الخصومۃ شرط لظہور السرقۃ اور طلب کرنا مال کا قطع کی شرط ہے مطلقا
اقرار سارق میں اور شہادت میں بنا بر مذہب قوی کے طلب مال اسواسطے شرط ہوئی کہ خصومت چوری کے ظاہر ہونے کی شرط ہے اور طلب قطع ظاہر الروایۃ میں شرط قطع نہیں کہ لئے

البحر ہے اسلئے کہ وجوب قطع خالص حق اللہ ہے و لہذا اگر مالک قطع کو معاف کردے تو وجوب نہیں گر سکتا ہے بلکہ حق اللہ ہے اور طلب عبد مشروط ہوئی و کذا حضور المالک ای المسروق منه عند الاداء والشهادة وعند القطع لاحتمال ان یقرّ له بالملك فیسقط القطع لا حضور الشهود علی الصحیح نہر عن المنطوق وافره المصنف قلت لكنه خالف ما قدمنا فتدبر وقد حرر فی الشرنبلالیة ما یفید ترجیح الاول فتأمل اور درمیان میں ولم یحضر مسروق منه یعنی مالک یا قابض مال کا شرط ہے واسطے گواہی اور شہادت اور قطع کیوقت میں اس احتمال سے کہ شاید وہ سارق کی ملک کا اقرار کرے تو ساقط ہو جاوے قطع سارق سے شرط نہیں حضور گواہوں کا قطع کیوقت بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح المنظومة نہر اور ثابت کیا ہے اسکو مصنف نے یعنی شرح میں شارح کہتا ہے لیکن عدم اشتراط شہود مخالف ہے کلام کے جسکو ہمنے باب سے پہلے ذکر کیا ہے متن اور شرح دونوں میں تو بحث مرالاتے تحریر ہے اور البتہ شرنبلالیہ میں ایسی تحریر کی ہے جو قول اول کی ترجیح کی مفید ہے یعنی اشتراط حضور کی سو آمین تامل کرے شرنبلالیہ میں فتح القدیر سے نقل کی کہ قطع نہیں بدون حضور مسروق منه اور شاہدین کے سو اگر غائب ہوں شاہد یا مرجاویں تو قطع کیا جاویگا نہیں یا فی الفتح اور اسیطرح اگر ایک شاہد غائب ہوگا یا مرجاویگا ظاہر الروایۃ میں انتہی ماتے شرنبلالیہ شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا اسکا یہ معنی فہم فیق ہے تو یہاں معتمد علیہ قول کو تلاش کرنا چاہیے فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیریہ میں ہے کہ جب دو شاہد جوری کی گواہی دیں پھر غائب ہو جاویں بعد ظہور عدالت کے یا مرجاویں قبل قضا کی یا بعد قضا جاری کرنیکے قبل ہو دو لو صور توں میں قاضی نہ قضا کرے نہ جاری کرے امام اعظم کے نزدیک اول قول میں اور قول اخیر امام کا یہ ہے کہ قضا کرے اور جاری کرے انتہی تو اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ قول معتمد علیہ عدم حضور شاہدین ہے اسواسطے کہ مجتہد کا قول معتبر وہی ہوتا ہے جو قول اخیر ہے چنانچہ شارح شرح ملتقی میں جو فتح تمام اسکو بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں قول اخیر امام کا عدم اشتراط حضور شاہدین میں اور موافقت قول صاحبین کی بدائع سے نقل کی ہے متفرع علی قوله وطلب المسروق الخ فقال فلو اقر انه سرق مال الغائب توقف القطع علی حضوره ومخاصمته پھر مصنف نے اپنے قول یعنی شرط الطلب مسروق منه پر متفرع کیا سو یوں کہا تو اگر سارق نے اقرار کیا کہ اوسنے فلانے غائب شخص کا مال چوریا ہے تو قطع موقوف رہیگا اوسکے حاضر ہونے اور جھگڑا کرنے پر وکذا لو قال سرقت هذه الدراهم ولا ادری لمن هی او لا اخبرك من صاحبها لا قطع لانه یلزم من جہالته عدم طلبه اور اسیطرح اگر سارق نے کہا کہ میں نے یہ دراہم چوری کئے ہیں اور میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ کسکے ہیں یا یوں اقرار کیا کہ میرے یہ دراہم چوری کیے ہیں اور تجھکو میں نہیں بتاتا کہ کون اسکا مالک ہے تو قطع نہیں ہے اسواسطے کہ نادانستگی مالک سے اسکی عدم طلب لازم ہے حالانکہ طلب مالک شرط قطع ہے ولكل من له ید صحیحة ملك الخصومة ثم قطع علیه بقوله کمودع وغاصب ومرتهن ومتول واب ووصی وقابض علی سوم الشراء وصاحب ربا بان باع درهما بدرهمین وقبضهما فسرقا منه لان الشراء فاسد بمنزلة المغصوب بخلاف معطی الربا لانه بالتسلیم لم یبق له ملك ولا ید یعنی اور جسکا کہ قبضہ صحیح ہے مال پر وہ مالک ہے خصومت کرنیکا اوس مال کے چرانیوالے سے پھر اس اصل پر مصنف نے اپنا یہ قول متفرع کیا ہے اما ستدار اور غاصب اور مرتہن اور مسجد کا متولی اور باپ صغیر کے مال میں اور وصی اور جسنے مبیع پر قبضہ کیا بالعکس خرید کے نرخ پر اور رباخ لینے والا اسطرح کہ اوسنے ایکدرم کو بعوض دو درم بیچا اور دونوں درم پر قبضہ کر لیا پھر اوسکے پاس سے دونوں چوری گئے اسواسطے کہ فاسد خرید بمنزلہ مغصوب کے ہے بخلاف بیاج دینے والے کہ خصومت کا مالک نہیں ہے اسلئے کہ بسبب تسلیم مال کے اسکی ملکیت اور قبضہ باقی نہ رہا کذا فی الشمنی ہم عاب عجب نہایت کے صاحب نہر نے صحیح ہے شارح نے تصویر کی یوں ایک دودرم کی مثال دی حالانکہ ہم نصاب نہیں ہے اسواسطے کہ دو درم نصاب سرقہ نہیں اور مصنف کی تصویر خوب ہے یعنی دس درم کو بیس درم سے بیچا پھر وہ چوری ہو گئے تو سارق کا ہاتھ منقطع ہوگا ہمارے نزدیک صاحب ربا کی خصومت سے کذا فی المنح ولا قطع بسرقة اللقطة حاشیہ اور قطع نہیں لقطہ چرانے سے کذا فی الخانیہ ہم طحطاوی نے کہا کہ خانیہ میں سرقہ لقطہ سے عدم قطع مذکور نہیں بلکہ صاحب بحر نے اوسکی عبارت پر متفرع کیا ہے خانیہ کا یہ مضمون ہے کہ اگر کسی نے لقطہ یعنی پڑی ہوئی چیز کو اوٹھایا پھر اوسکے پاس سے وہ چیز جاتی رہی سو اسکو غیر کے ہاتھ میں پایا تو یہ مرد اوس شخص سے خصومت نہیں کرسکتا ہے اسواسطے کہ شخص ثانی لقطہ لینے کی ولایت میں اول شخص کے مانند ہے صاحب بحر نے کہا تو لائق ہے کہ ملتقط کی طلب سے قطع نہو ومن لا ید له صحیحة فلا یملك الخصومة کسارق سرق منه بعد القطع لم تقطع بخصومة احد ولو مالكا لان یده غیر صحیحة كما یأتی انفا اور جسکا قبضہ صحیح نہیں مال پر تو وہ مطالبہ اور خصومت کا مالک نہیں جیسا کہ

سارق کے پاس سے مال چوری ہو گیا اور قطع کیا گیا تو سارق ثانی کا ہاتھ قطع ہوگا کیونکہ خصومت سی اگرچہ مال کا مالک جو مطالبہ ہو اسلئے کہ مرکزہ تعمیر کا غیر صحیح ہے
پنانچہ ہر ایک کو یہی اختیار ہے ویقطع بطلب المالک ایضا لو سرق منہم ای من الثلثۃ اور قطع ہوگا مالک کے بھی مطالبہ سے اگر ان تینوں کے پاس سے چوری کی گئی
یعنی امانتدار اور غاصب اور صاحب ربوا اسلئے کہ سیلم ہے یعنی اور صاحب سود، مصنف نے ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ ہر ایک ان میں والا بھی مطالبہ کر سکتا ہے جانا کہ
سارق نے تینوں سے اور صاحب بر اور مصنف نے ابھی ذکر کیا ہے کہ معطی ربوا مطالبہ نہیں کر سکتا اسواسطے کہ تسلیم کر دیکا ہے قبضہ اور سکتا ہی نہیں والشراء کذا فی
ہے مطالبہ سے مرتہن کے غائب ہونے کے ساتھ مانع ولو

السرقۃ ثانیا وبطلب السارق لو سرق منہ
سارق بعد القطع لسقوط عصمتہ یعنی نہیں مالک کے مال مسروق طلب کرنے سے یا سارق کے طلب سے اگر سارق کے پاس سے چوری ہو گئی بعد قطع کے بسبب ساقط
ہونے عصمت اس مال کے یعنی بعد قطع کے وہ مال غیر متقوم ہے سارق کے حق میں ولہذا اسپر ہلاک کرنے سے ضمان واجب نہیں کذا فی البحر بخلاف ما اذا
سرق الثانی من السارق الاول قبل القطع او بعدہ درئ بشبہۃ فان لہ ولرب المال القطع لان سقوط التقوم ضرورۃ القطع ولم توجد
فصار کالغاصب فتح بعد القطع ہل للاول الاسترداد فیہ روایتان واختار الکمال نعم للمالک بخلاف اس کے جب سارق نے سارق اول
سے چوری کی قبل قطع کے یا بعد قطع جاتی رہا کسی شبہ کے تو اسواسطے کہ سارق اول کو اور صاحب مال کو مطالبہ قطع کا ہے اسواسطے کہ تقوم مال کا ساقط بضرورت قطع تھا
سو یہاں موجود نہیں تو سارق مانند غاصب کے ہو گیا استحقاق طلب میں پھر قطع ہو جانے کے بعد سارق اول کو سارق ثانی سے مال کا پھیر لینا جائز ہے یا نہیں اسمیں
دو روایتیں ہیں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر نے مالک کو مال کا پھیر دینا پسند کیا ہے اسواسطے کہ اول اور ثانی دونوں خائن ہیں اور اگر مالک موجود نہو تو
قاضی اس مال کو حفاظت میں رکھے جیسے غائب شخصوں کا مال محفوظ رکھتا ہے کذا فی الفتح سرق شیئا وردہ قبل الخصومۃ عند القاضی الی مالکہ ولو حکما
کاصولہ ولو فی غیر عیالہ او ملکہ ای المسروق بعد القضاء بالقطع ولو بہبۃ مع قبض او ادعی انہ ملکہ وان لم یبرہن للشبہۃ او
نقصت قیمتہ من النصاب بنقصان السعر فی بلد الخصومۃ لم یقطع فی المسائل الاربع کچھ چیز چرائی اور قاضی کے پاس نالش ہونے سے پہلے مالک کو
پھیر دی اگرچہ مالک حکمی ہو جیسا کہ مالک کے اصول اگرچہ مالک کی عیال میں داخل ہوں یا بعد حکم ہو جانے قطع کے سارق نے مال مسروق کا مالک ہوا اسکو دیا اگرچہ تملیک ہبہ
مع القبض سے کر دی ہو یا سارق نے اس مال کے مالک ہونیکا دعوی کیا اگرچہ یہ دعوی گواہی سے ثابت نکیا ہو مگر قطع نہیں بسبب شبہہ پڑنے کے یا قیمت مسروق کی گھٹ گئی نرخ کے
کم ہو جانے سے مطالبہ کے شہر میں قطع نہوگا ان چاروں مسئلوں میں اقر انہما سرقا نصابا ثم ادعی احدہما شبہۃ مسقطۃ للقطع لم یقطعا فی باقرارہما
لانہ لو اقر انہ سرق ہو وفلان فانکر فلان قطع المقر کقولہ قتلت انا وفلان اقرار کیا دو شخصوں نے سرقہ نصاب کا پھر دعوی کیا ایک سارق نے ایسے شبہ کا جو قطع کو
ساقط کرتا ہے تو دونوں پر قطع نہوگا مصنف نے قید لگائی دونوں کے اقرار کی اسواسطے کہ اگر ایک سارق یوں اقرار کریگا کہ میں نے چوری کی اور فلانے شخص نے اور فلانا اسکا
منکر ہو تو مقر پر قطع ہے جیسا اس قول کے کہ میں نے قتل کیا اور فلانے نے اور فلانا منکر ہے تو فقط مقر پر قصاص ہوگا قسم سرقہ نصاب سے جنس مراد ہے اسواسطے کہ اگر دونوں پر
قطع نہیں تو شبہ سرقہ بقدر دو نصاب سے ہو کذا فی البحر ولو سرقا وغاب احدہما وشہدا ای شہدا اثنان علی سرقتہما قطع الحاضر لان
شبہۃ الشبہۃ لا تعتبر اور اگر دو شخصوں نے چوری کی اور ایک ان میں سے غائب ہو گیا اور دو شخصوں نے گواہی دی انکی چوری پر تو سارق حاضر قطع کیا جاویگا
اسواسطے کہ شبہۃ الشبہہ معتبر نہیں ہم سے اس احتمال سے قطع ساقط نہیں ہو سکتا کہ شاید جب غائب سارق آوے تو کوئی شبہ حاضر سارق کیواسطے بیان کرے کیونکہ
یہ شبہہ الشبہہ ہے اور مسقط قطع شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ ولو اقر عبد مکلف بسرقۃ قطع ورد السرقۃ الی المسروق منہ لو قائمۃ اور اگر مکلف غلام نے چوری کا
اقرار کیا تو قطع کیا جاویگا اور مال مسروق مالک کو پھیر دیا جاویگا اگر مال قائم ہو ہم قطع ہو اسواسطے کہ اقرار عبد کا اپنی ذات پر صحیح ہے حدود اور قصاص میں مکلف
کی قید اسواسطے لگائی کہ مدہوش کا اقرار پر قطع نہیں اور اگر مال ہلاک ہو گیا ہو تو قطع ہوگا لا ضمان کما لو قامت علیہ بینۃ بذلک لکن بشرط حضرۃ مولاہ
عندا قامتہا خلافا للثانی لا عند اقرارہ لعدم اتہامہ چنانچہ قطع ہو سب پر اگر قائم ہوں گواہ اسکی چوری پر لیکن بشرط موجود ہونے اوسکے مالک

شاہدوں کی گواہی کے وقت خلافاً لابی یوسف اور شرط نہیں موجود ہونا مالک کا خلام کے اقرار حد کے نزدیک بالاتفاق ولا غرم علی السارق بعد ما قطعت یمینہ
ھذا لفظ الحدیث دراہ و غیرھما ورواہ الکمال بعد قطع یمینہ اور تاوان نہیں سارق پر بعد قطع ہونے اوسکے داہنے ہاتھ کے یعنی در صورتیکہ موجود نہو
مال یہ الفاظ حدیث کے ہیں کذا فی الدرر وغیرہا اور کمال الدین نے بحدیث بایں لفظ روایت کی کہ لاغرم علی السارق بعد قطع یمینہ ہم متن کی روایت حدیث بالمعنی
ہی اسواسطے کہ مصنف مجتہد ہے اور حدیث بالمعنی روایت کرنا عارف لغت کو جائز ہی فتح القدیر میں اس حدیث کو کمال الدین بن ہمام نے دار قطنی سے روایت کیا اور نسائی
میں حدیث مرفوع بایں لفظ ہی لا یغرم صاحب سرقۃ اذا اقیم علیہ الحد اور بزار کی حدیث بایں لفظ ہی لا یضمن السارق سرقتہ بعد اقامۃ الحد لیکن نسائی کی حدیث ضعیف
اور منقطع ہے واللہ تعالیٰ اعلم ویرد العین لو قائمۃ وان باعہا ووہبہا لبقائہا علی ملک مالکہا اور مالک کا مال پھیر دیا جاوے اگر موجود ہو اگرچہ سارق نے اوسکو
بیع یا ہبہ کر دیا ہو بسبب باقی رہنے مال کے اوسکے مالک کی ملک پر ولا فرق فی عدم الضمان بین ھلاک العین واستھلاکھا فی الظاہر من الروایۃ لکنہ
یفتی باداء قیمتہا دیانۃ سواء کان الاستہلاک قبل القطع او بعدہ کا مجتبی اور کچھ فرق نہیں عدم ضمان میں درمیان ہلاک ہو جانے مال مسروق یا
اوسکے ہلاک کر ڈالنے کے ظاہر الروایۃ میں لیکن سارق کو فتویٰ دیا جاوے اوسکی قیمت کے ادا کرنیکا اور برابر ہی کہ استہلاک قبل قطع کے ہو یا بعد قطع کے کذا فی المجتبی وفیہ
لو استہلکہ المشتری منہ او الموہوب لہ فللمالک تضمینہ اور مجتبی میں ہے کہ اگر سارق سے خرید کر نیوالے نے یا موہوب لہ نے اوسکو ہلاک کیا تو مالک
مال کو ضمان لینا مشتری یا موہوب لہ سے جائز ہی ہم ور مشتری سارق سے اپنا پھیر لے ثمن یا ولو قطع لبعض السرقات لم یضمن شیئا وقالا یضمن ما
لم یقطع فیہ اور اگر بعض چوریوں کی جزا میں قطع ہوا تو باقی چوریوں میں سے کسیکا ضمان نہیں اور صاحبین نے کہا ضمان لیا جاویگا اوس مال کا جسمیں قطع نہیں ہوا ہم
امام کی دلیل یہ ہے کہ جمیع سرقات میں قطع واحد بنابر حق اللہ کے واجب ہے اسواسطے کہ بنای حدود تداخل پر ہی اور خصومت شرط ظہور ہی قاضی کے نزدیک تو
جب کیا سرقہ کے طرف سے قطع ہوا تو سب کے طرف سے قطع ہو چکا جوایک شخص کا چند بار مال چورایا ہو یا چند شخصوں کا کذا فی البحر سرق ثوبا فشقہ نصفین ثم اخرجہ
وقطع ان بلغت قیمتہ نصابا بعدہ مالم یکن اتلافا بان ینقص اکثر من نصف القیمۃ فلہ تضمین القیمۃ فیملک مستندا الی وقت الاخذ فلا
زیلعی کپڑا چورایا پھر اوسکو چیر کر گھر میں اودو آدھا کیا پھر اوسکو گھر سے نکالا تو قطع کیا جاویگا اگر اوسکی قیمت بقدر نصاب کے پہونچی بعد پھاڑنیکے تا وقتیکہ پھاڑنا
تلف کر ڈالنیکا موجب نہو بایطور کہ اوسکی نصف قیمت سے اکثر کم ہوجاوے تو اسوقت میں مالک کو اوسکی قیمت کا ضمان لینا جائز ہے تو ضمان دیکر سارق مالک ہوگا اوس
کپڑیکا چوری کے وقت سے بطریق استناد کے پھر جب مالک ٹھہرا تو قطع نہیں کذا فی الزیلعی ہم ملخصا جوسے کیا اور اگر گھر سے نکالا کپڑا پھاڑ کر تو قطع ہوگا اگرچہ اوسکی قیمت بعد
نصاب نرہی ہو بعد چیرنے کے وهل یضمن نقصان الشق مع القطع صحح الخبازی لا وقال الکمال الحق نعم اور کیا پھاڑ ڈالنے کا نقصان قطع کے ساتھ
ہو سکتا ہی یعنی در صورت تنصیف اور عدم اتلاف خبازی نے عدم ضمان کی تصحیح کی ہے اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ وجوب ضمان حق ہو ومتی اختار
تضمین القیمۃ یسقط القطع لما مر اور جب مالک نے تضمین قیمت اختیار کی تو قطع ساقط ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی ضمان میں وقت اخذ سے مالک ہوجائیگا سارق
پھر قطع کیونکر ہو ولو سرق شاۃ فذبحہا فاخرجہا لا لما مر انہ لا قطع فی اللحم وان بلغ لحمہا نصابا بل یضمن قیمتہا اور اگر بکری چورائی پھر
گھر میں اوسکو ذبح کر ڈالا پھر اوسکو گھر سے باہر نکالا تو قطع نہیں اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ گوشت میں قطع نہیں اگرچہ گوشت اوسکا بقدر نصاب کے پہونچے بلکہ
اوسکی قیمت کا ضمان دیگا ولو فعل ما سرق من الحجرین دراہم او دنانیر وھو قدر نصاب وقت الاخذ دراہم ودنانیر قطع ورد وقالا لا یرد لتقوم
الصنعۃ عندھما خلافا لہ اور سارق نے جس چاندی اور سونیکو چورایا اور حالانکہ وہ بقدر نصاب کے چوری کے وقت تھا اوسکے دراہم اور دنانیر اگر بنائے تو قطع
کیا جاویگا اور وہ مالک کو پھیر دیئے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ پھیر دینا نہوگا بسبب تقوم صنعت کے صاحبین کے نزدیک بخلاف امام کے ہم صاحبین
کے نزدیک صنعت سے ذات اور نام بدل گیا ہوا اسواسطے کہ چاندیکا نام درہم ہوگیا اور سونیکا نام دینار ہوگیا اور امام اعظم اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صنعت کا بدلنا
شرعاً معتبر نہیں بدلیل عدم تغیر حکم ربوا یعنی اگر چاندیکا برتن دس درہم وزن کا بیچا جاوے گیارہ درہم کو تو جائز نہیں پس جیسا ذات ویسی ہی باقی رہی جیسی تھی
تو قطع ہوگا اور مالک کو پھیر دیا جاویگا علاوہ اوسکے درہم اور دینار میں چاندی سونیکا نام بھی باقی ہی اور اوسکے ساتھ دوسرا نام حادث ہو گیا فتامل کشف المجالس لو

يعلم اوابي ذالكان يباع وزنا وكذالك وان عدّ افي السارق اتفاقا حنيفہ اور تانبا وغیرہ لو اگر اسکو چورایا اور اوسکے برتن بنا کے سو اگر وزنی
کتا ہو تو بسیط کا حکم ہے یعنی قطع ہو اور مالک کو پھیر دیا اور اگر بطریق شمار کے بکتا ہو تو وہ سارق کا ہو باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الاختیار ہے سوا کہ
حالت جدید پیدا ہوئی بنابر قول اول درہم اور تیر کے ولو صبغه احمر اوخطه المخلفة اولت السويق نقطع لا اد ولا ضمان اور اگر سارق نے کپڑے کو
سرخ رنگ کردیا یا کپڑے کو پیشانی پر ستو کو گھی یا شہد میں لت پت کیا کذا فی الطحطاوی پھر سارق قطع کیا گیا تو تاوان نہیں ہے ۔ واذا وکل اوصبغه بعد القطع
بالجر خلافا لمابي الاختيار اور ہیئت حکم یہ ہے اگر کپڑے کو بعد قطع کے رنگیں کریگا کذا فی العرملا لما فی الاختیار ولو صبغه اسود كرد لان السواد نقصان
خلاف الثانی وهو اختلاف زمان لا برهان اور اگر سارق کپڑے کو سیاہ رنگیگا تو مالک کو پھیر دیا جاویگا ہو سکتا کہ سیاہی نقصان ہے بخلاف ابی یوسف کے
کہ اونکے نزدیک سیاہی موجب نقصان نہیں اور یہ اختلاف زمان کا ہے اختلاف دلیل کا نہیں امام کے وقتیں سیاہی نقصان میں داخل تھی اور ابی یوسف کے وقت میں
موجب خوشنمائی اور خوبی تھی اسواسطے کہ خلفاء عباسیہ پوشاک سیاہ پہنتے تھے ترمیم بتمتی ثانی ولا يد سلطان ليس لسلطان آخر قطعها اذ لا ولاية له
على من ليس تحت يده فليحفظ هذا الاصل يعني کسی ایک سلطان کی حکومت میں تو دوسرے سلطان کو اوسکا قطع کرنا نہیں پہونچتا ہے اسلئے کہ جو شخص اسکے تحت اختیار
نہیں ہے سرقہ کیوقت اوسپر اوسکی ولایت اور حکومت نہیں تھی اس اصل کو یاد رکھنا چاہئے کذا لخ الدر رحمہ مترجم کہتا ہے کہ جب ایک شہر میں چوری کرے تو اوراختیار دیگر
اوسپر قائم کرنا نہیں ہوسکتا کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم فقط حدود میں جاری ہے یا جمیع امور میں اسکی تصریح تلاش کرنا چاہئے ۔ اوکان للسارق کفا
واحد قيل يقطعان وقيل لا قيل بقرت الاصلية والاصح الاقتصار على قطع القطع الزائد لانه غير مستحق للقطع والا تكن مميزة
قطعتا هو المختار لانه لا يمكن من اقامة الواجب الا بذلك ہے جب سارق کی دو ہتھیلیاں ہوں ایک تو بعض نے کہا دونوں قطع کیا جائینگے
اور بعض نے کہا کہ اگر اصلی ہتھیلی ممتاز ہوا اور فقط اوسیکا کاٹ ڈالنا ممکن ہو تو اصلی کاٹی جاویگی اسواسطے کہ زائد مستحق قطع نہیں اور اگر اصلی
زائد سے ممتاز نہو تو دونوں قطع کیا جاویں یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ حاصل نہیں ہوتی اقامت واجب کی مگر اسیطرح کذا فی الشرح واللہ اعلم

باب قطع الطريق

وهو السرقة الكبرى یہ باب ہے قطع طریق یعنی رہزنی کے احکام میں اور یہہ سرقہ کبری ہے اور جو اول مذکور ہوا وہ سرقہ صغری ہے اور چونکہ سرقہ کبری
اکثر وقوع ہوتا ہے اسکو مقدم کیا گیا ہے اور ہر چند قطع طریق صلوۃ ہوتا ہے الطریق حقیقہ تو اسکو سرقہ کہنا بنا بر مجاز کے ہے کہ ایک نوع کا اخفا اسمیں بھی ہے یعنی اخفا حاکم اور اوسکے
امنون سے اور شرائط قطع طریق سے یہہ ہے کہ قطاع الطریق ما قوت وشوکت ہوں یا ایک ہی آدمی ایسا ہو اور یہہ کہ قطع طریق شہر سے باہر ہو تو شہر میں یا دو شہروں
کے درمیان میں قطع طریق نہیں بخلاف ابی یوسف کے کہ اسکے نزدیک شہر کے اندر رات کے وقت متحقق ہے اور یہی پر فتوی ہے لوگوں کی مصلحت کے واسطے کذا فی العینی
اور یہہ شرط ہے کہ دار الاسلام میں ہو اور یہہ کہ ماخوذ بقدر نصاب ہو اور یہہ کہ قطاع الطریق صاحب اموال کے ذی رحم نہوں اجنبی ہوں اور یہہ کہ قطاع الطریق اونمیں
بوجوب قطع کے اہل ہوں لہذا اگر عورت ہوگی تو صحیح قول یہہ ہے کہ قطع نہیں اور یہہ شرط ہے کہ قبل توبہ کرنے کے گرفتار ہوں تو اگر بعد توبہ گرفتار ہوں گے تو مال مالکوں کو پھیر
دیا جاویگا اور اون سے حد ساقط ہوجاویگی بالاتفاق کذا لخ الطحطاوی من البحر والبهر والمنح المنتقى من قصدنا ولو في المصر ليلا انه يفتى وهي معصوم علي
شخص معصوم ولو حميا جس نے کہ قطع طریق کا قصد کیا اگرچہ شہر میں رات کو قصد کیا یہی قول ابی یوسف پر فتوی ہے حالانکہ قصد کرنیوالا معصوم ہے محفوظ الدم
شخص محفوظ الدم والمال پر رہزنی کا قصد کرے اگرچہ دونوں ذمی ہوں مترجم کہتا ہے معصوم ہو یعنی مستامن نہ ہو کہ بحکم شرع اونکا خون محفوظ ہے خواہ آزاد ہو یا غلام
عصمت کی قید سے کافر حربی نکل گیا سو اگر حربی دار الاسلام میں قطع طریق کریگا تو وہ مستامن کفار میں داخل ہے جسکا بیان کتاب الجہاد میں آ چکا اور اگر قطع طریق
مستامن پر کریگا تو اسکی حد میں اختلاف ہے کذا لخ المنح فلو على المستامنين فلا حد لا تو اگر قطاع الطریق نے مستامن کفار پر رہزنی کی تو حد نہیں ہے اسواسطے کہ بسبب
حربی ہونیکے اسکا مال مباح ہے اور عصمت اسکی دائمی نہیں کذا فی المنح والكافي فاخذ قبل اخذ شيء وقتل نفس حبس هو المراد بالنفي في الاية بقطع
طریق گرفتار ہوا قبل لینے کسی چیز کے اور قبل قتل کرنے جان کے تو قید کیا جاوے اور نفی من الارض سے قید کرنا مراد ہے آیت قرآنی میں مترجم نفی من الارض سے
مثل اسواسطے مراد ہوا کہ اگر اسکی نفی جمیع ارض ہی مراد ہو تو یہہ نہیں ہوسکتا جبتک کہ وہ زندہ ہو اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر میں نکالدینا مراد ہو تو اس سے

باب قطع الطريق

واما الاولون
بعد وجوب
الحد فلا يسقط
عنه

مقصود حاصل نہیں یعنی دفع اذیت آدمیوں سے اور اگر دار الاسلام سے دار الحرب کو نکالدینا مراد لیجئے تو یہہ پیدا ہوسکے ارتداد کا خوف ہے تو ثابت ہوا کہ نفی من جمیع الارض مراد یہی ہے طرح پر کہ اوسکو ایک مکان میں بند کیجئے تا ہمیشہ اہل ارض اوسکے شر سے محفوظ رہیں بجز موضع حبس کے اسطرح کہ محبوس کو خارج من الدنیا بولتے ہیں وظاہر کہ ان المراد تنویع الاجزیة علی الاحوال کما تقرر فی الاصول اور ظاہر ہوکہ آیت قرآنی میں تقسیم جزاؤں کے احوال پر مراد ہی چنانچہ کتب اصول میں ثابت ہوچکا ہو ہم قطاع الطریق کی جزا قرآن مجید میں قتل کرنا یا سولی دینا یا ہاتھ پاؤں کا کاٹنا یا نفی یعنی حبس مذکور ہے تو اگر آیت کے اطلاق پر عمل کیجئے تو سخت گناہ کی ہلکی جزا اور ہلکی گناہ کی سخت جزا جائز ہوسکتی ہے اور یہہ امر قواعد شرع اور عقل کے مخالف ہے تو واجب ہوا تقسیم جزا کا قائل ہونا سخت گناہ کی سخت جزا اور ہلکی کی ہلکی اسواسطے کہ برابری عقوبت کی باوجود تفاوت جنایت کے حکمت کے مخالف ہو اور یہہ کیونکر نہو حالانکہ محمد بن الحسن نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہو کہ ابی بردہ کے لوگوں نے قطاع الطریقی کی تو جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے یہہ حد لیکر کہ جس نے قتال کیا اور مال لیا اور جس نے قتال کیا اور مال نہیں لیا وہ قتل کیا جائے اور جس نے مال لیا اور قتل نہیں کیا اوسکے ہاتھہ پاؤں کاٹے جاویں جانب خلاف سے اور جو مسلمان ہوکر آوے تو اسلام اوسکے گناہ گذشتہ کو گرادیا اور عطیہ کی روایت میں ابن عباس سے یون ہو کہ جس نے ڈرایا اور قتل نہیں کیا اور مال نہیں لیا وہ نفی کیا جائے کذا فی الفتح والمطلب اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور لیث اور اسحق اور اصحاب احمد کا اور ابو ثور اور داؤد ظاہری کے نزدیک امام کو اختیار ہے اطلاق آیت پر عمل کرنیکا بعد التعزیر لمباشرته منکر الاخافة لیس حتی یتوب لا بالقول بل بظهور سیماء الصلحاء او یموت رہزن کو محبوس کیا جاوے بعد تعزیر کے مخالف شرع ڈرانیکے سبب سے یہان تک توبہ کرے نہ فقط زبانی توبہ بلکہ علامت صالحین کے ظہور سے یا مرجاوے قید میں اگر آدمی توبہ ظاہر نہوں ہم مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ متون فقہ میں تعزیر مذکور نہیں مگر ملا مسکین نے شرح کنز میں تصریح کی ہو بسبب ڈرانے اور منکر یعنے نحو کے اور صاحب کفایہ نے مرتاشی سے اسیطرح نقل کیا ہو چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہے انتہی وان اخذ مالا معصوما بان یکون لمسلم او ذمی کامر واصاب کلا نصاب قطع یدہ ورجلہ من خلاف ان کان صحیح الاطراف لئلا یفوت نفعہ وھذہ حالة ثانیة اور اگر رہزن نے مال معصوم لیا اسطرح کہ وہ مال مسلم یا ذمی کا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور پہونچا مال ہر شخص کو بقدر نصاب کے تو اوسکا ایک ہاتھہ اور ایک پاؤن قطع کیا جاوے جانب مخالف سے بشرطیکہ اوسکے ہاتھہ پاؤن صحیح سالم ہون تا کہ اوسکی منفعت حاجات انسانی کی نہ فوت ہون اور یہہ دوسری حالت ہے ہم مخالف سے یہہ مراد ہی کہ داہنا ہاتھہ اور بایان پاؤن کاٹنا چاہیئے تا رفع حاجت ہوسکے اور صحیح الاطراف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اوسکا بایان ہاتھہ اور داہنا پاؤن مقطوع یا شل ہوگا تو قطع نہوگا اور نصاب کی قید سے معلوم ہوا کہ اقل نصاب میں قطع نہیں کذا فی المنح وان قتل معصوما ولم یاخذ مالا قتل ھذہ حالة ثالثة حدا لا قصاصا فلذا لا یعفو ولی ولا یشترط ان یکون القتل موجبا للقصاص لو جعل به جزاء محاربة للہ تعالی بمخالفة امرہ وھذا الحد یستغنی عن تقدیر مضاف کالاخیر اور تیسری حالت یہہ ہے کہ اگر قتل کرے شخص معصوم کو اور مال نہ لے تو وہ بنابر حد کے قتل کیا جاویگا نہ از روی قصاص کے تو ولی مقتول اوسکو معاف نہیں کرسکتا اور شرط نہیں ہے کہ قتل کرنا قاطع طریق کا موجب قصاص ہو یعنی مباشرت آلہ اور قطاع الطریق کا قتل کرنا شرط نہیں بلکہ ایک شخص کا قتل کرنا سبکے قتل کیواسطے کافی ہو بسبب ایجاب قتل کے اللہ تعالے کی لڑائی کے بدلے اللہ تعالی کی لڑائی سے اسکی نافرمانی مراد ہو اور اس تقریر سے تقدیر مضاف کی حاجت آیت قرآنی میں چنانچہ مخفی نہیں ہم آیہ قرآنی یعنی (انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ) میں مضاف کو اکثر علما محذوف مانتے ہیں یعنی یحاربون اولیاء اللہ یا یحاربون عباد اللہ ہو اسلئے کہ محاربہ خدا سے ممکن نہیں شارح نے کہا جب محاربہ کو بمعنی مخالفت امر کے کہا بطریق اطلاق اسم مسبب سبب پر تو تقدیر مضاف کی کچھہ حاجت نہ رہی والحالة الرابعة ان قتل واخذ المال خیر الامام بین ستة احوال ان شاء قطع من خلاف ثم قتل او قطع ثم صلب او فعل الثلثة او قتل وصلب او قتل فقط او صلب فقط کذا فصله الزیلعی اور چوتھی حالت یہہ ہے کہ اگر رہزن قتل کرے اور مال بھی لے تو امام مختار ہو جزا دینے میں جیسطرح پر اگر چاہے ہاتھہ پاؤن جانب مخالف سے قطع کرے پھر اوسکو قتل کرے یا چاہے قطع کرکے پھر سولی دے یا قطع اور قتل اور سولی تینون عمل میں لاوے یا قطع کرے اور سولی دے یا فقط قتل کرے یا فقط سولی دے اسیطرح زیلعی نے تفصیل کی شرح کنز میں ہم وجہ حصر یہہ ہے کہ وہ الاثنین میں قطع اور قتل اور سولی تو امام کو اختیار ہے کہ اول اور ثانی میں یا اول اور ثالث میں جمع کرے یا ثانی پر اقتصار کرے یا ثالث پر یا ثانی اور ثالث میں جمع کرے یا حالات ثلثہ کو جمع کرے ثم یصلب حیا فی

حتی ولیقیف ... سولی پر زندہ چڑھا دے یہ قول اصح ہے اور سولی پر چڑھانے کی کیفیت جو ہدایہ میں مذکور ہے جوہرہ نیرہ میں کیفیت سولی پر چڑھانے کی
یہ لکھی ہے کہ ایک لکڑی زمین میں گاڑی پھر اوسکے اوپر ایک اور لکڑی عرضاً باندھی اور اوسپر رہزن اپنے دونوں پانوں رکھے دوسری لکڑی پر تیسری لکڑی
اور باندھے ... اوسکے دونوں ہاتھ اوسکے باندھے پھر برچھی سے اوسکی بائیں چھاتی میں کونچا اور برچھی سے اوسکا پیٹ خوب ہلا دے یہان تک کہ مرجاوے کذا فی
النہر ویبعج بطنہ برمح تشہیراً له ویخضخضه به حتی یموت اور اوسکا پیٹ برچھی سے پھاڑے اوسکی تشہیر کو واسطے اور اوسکو برچھی سے ہلا دے تاکہ مر جاوے ویترک
ثلثة ایام من موته ثم یخلی بینه وبین اهله لیدفنوه لا اکثر منها علی الظاهر وعن الثانی یترک حتی یتقطع اور موت کے بعد تین دن تک اوسے
سولی پر چھوڑا جاوے پھر اوسکے قرابت والون میں تخلیہ کیا جاوے تاکہ اوسکو دفن کرین نہ تین روز سے زیادہ سولی پر رہے بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے
کہ بدبو سے لوگونکو تکلیف ہوگی اور ابی یوسف سے مروی ہے کہ وہین رہے یہانتک کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑے وبعد اقامة الحد علیه لا یضمن ما فعل من اخذ المال والقتل
والجرح زیلعی اور اوسپر حد قائم کرنیکے بعد ضمان نہین اوسکے فعل کا یعنی اخذ مال اور قتل اور زخم لگانیکا کذا فی الزیلعی مگر ضمان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ مال اگر موجود
باقی نہین اور اگر باقی ہوگا تو مالک کو دیا جاویگا کذا فی الملتقی وتجری الاحکام المذکورة علی الکل بمباشرة بعضهم الاخذ والقتل والاخافة اور
احکام مذکورہ سب قطاع الطریق پر جاری ہونگے اگرچہ بعضے لوگون کے مال لینے اور قتل کرنے اور ڈرانے سے یعنی اگرچہ یہ افعال قطع طریق بعضے لوگ کرین اور باقی کھڑے
رہین یا مدد کرین لیکن حبس اور تعزیر اور قطع اور قتل اور صلب سب پر جاری ہوگا علی حسب الاحوال المفصلة وحجر فی حقها کالعصا ... اور پتھر اور لاٹھی اور تلوار
مانند تلوار کے ہے یعنی ہر چند امام اعظم کے نزدیک پتھر اور لاٹھی کے قتل سے قصاص نہین لیکن یہان پھر صورت قتل ہوگا اسواسطے کہ یہ جزا قطاع الطریق قصاص نہین
جو لاٹھی اور تلوار مین فرق کیا جاوے بلکہ یہ جزا محاربہ خدا اور رسول سے بجا بر تبکہ والحالة الخامسة ان انتهی الی الجرح اخذ قطع من خلاف
وهدر جرحه لعدم اجتماع قطع وضمان اور پانچوین حالت یہ ہے کہ اگر زخمی کرنیکے ساتھ مال کا لینا بھی ہے تو ہاتھ پانون جانب مخالف سے قطع کئے جاوین
اور زخم کا خون بہا باطل ہے بسبب جمع ہونے قطع اور ضمان کے وان جرح فقط ای لم یقتل ولم یاخذ نصاباً قال الزیلعی ولو کان مع هذا الاخذ
قتل فلا حد ایضاً لان المقصود هنا المال ... اور اگر فقط زخمی کیا یعنی نہ قتل کیا اور نہ بقدر نصاب مال لیا تو حد نہین زیلعی نے کہا اور اگر تھا
لینے کے ساتھ یعنی کمتر از نصاب لینے کے ساتھ قتل ہو تو بھی حد نہین اسواسطے کہ مقصود یہان مال کا لینا ہے نہ قتل کرنا اور یہ مسئلہ عجائبات سے ہے اور یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ
ایسا نہ کہا کہ فقط قتل موجب حد ہے پھر یہان کیون حد نہوئی باوجود زیادتی جنایت یعنی قتل کیا اور مال بھی لیا خلاصہ جواب کا جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا وہ یہ ہے کہ
در صورت اخذ مال قطاع الطریق کا قصد مال لینے کے طرف غالب ہے قتل میں تبعیت ہوا بخلاف اس صورت کے جبکہ فقط قتل کیا بلا اخذ مال اسواسطے کہ صاف ظاہر
ہو گیا کہ اونکا مقصود قتل تھا نہ مال لہذا یہان حد واجب ہوئی فوائد ظہیریہ مین اس مسئلہ کو غرائب مین شمار کیا اسواسطے کہ زیادتی ہر جنایت موجب خفت ہوئی
کذا فی الطحطاوی عن البحر او قتل عمداً او اخذ المال فتاب قبل مسکه ومن تمام توبته رد المال ولو لم یرده قیل لا حد یا رہزن نے قتل کیا
عمداً اور مال لیا پھر توبہ کی قبل گرفتار ہونیکے تو حد نہین اور اوسکی تمامی توبہ سے مال کا پھیر دینا ہے حاکم کے گرفتار کرنیسے پہلے کذا فی المبسوط والمحیط اور اگر مال نہ
پھیریگا بعضون نے کہا تو بھی اوسپر حد نہین کذا فی النہر عن البدائع او کان منهم غیر مکلف او اخرس او کان ذا رحم محرم من احد المارة او شریک مفاوض
یا قطاع الطریق مین کوئی شخص غیر مکلف ہو یا گونگا ہو یا کسی راہ چلنے والے کا رہزن قرابتدار محرم ہو یا شریک مفاوض ہو تو کسی پر حد نہین اسواسطے کہ جب ایک شخص سے
بسبب عدم تکلیف یا گونگے ہونے یا محرمیت یا شرکت مالی کے حد ساقط ہوئی تو باقی سے بھی ساقط ہوگی بسبب اتحاد جنایت کے کذا فی النہر او قطع بعض
المارة علی بعض یا قطع طریق کیا بعضے راہ چلنے والون نے بعض پر آپس مین تو حد نہین بسبب اتحاد حرز کے تو قافلہ بمنزلہ دار واحد کے ہو گیا او قطع شخص الطریق
لیلاً ونهاراً فی مصر او بین مصرین یا رہزنی کی ایک شخص نے رات کو یا دن کو شہر کے اندر یا دو شہرون کے درمیان مین تو امام اور محمد کے نزدیک حد نہین بسبب
عدم شرط قطع طریق وعن الثانی ان قصده لیلاً مطلقاً ونهاراً بسلاح فهو قاطع وعلیه الفتوی مجرد واقره المصنف اور ابو یوسف سے مروی ہے
کہ اگر اوسنے قطع طریق کا قصد کیا رات کو کسیطرح اور دن کو ہتھیار کے ساتھ تو وہ شخص قاطع طریق ہے تو حد اوسپر جاری ہوگی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر والدر المختار

بہی اسکو اپنی شہر میں مسلم رکہا ہو فلاصۃ جواب المسائل الست تو حاصل یہہ جواب مسائل ستہ مذکورہ کا ہم اگر مسائل مذکورہ میں ساقط ہو گئی لیکن جو ولی ہا کا
مواخذہ ہو گا کذا فی الخلاصہ یعنی قتل عمد میں قصاص ہے اور خطا میں دیت مال میں رد مال ہو اگر قائم ہو اور اگر قائم نہو تو ضمان ہو کذا فی المنح وللولی القود فی العمد اذا لا دیۃ فی غیرہ
او العفو فیہما اور مسائل مذکورہ میں ولی مقتول کو جائز ہو قصاص لینا قتل عمد میں یا خون بہا لینا غیر عمد میں یا عمد اور غیر عمد میں معاف کر دینا العبد فی حکم قطع
الطریق کغیرہ وکذا المرأۃ فی ظاہر الروایۃ فتح لکنہا لا تصلب شمنی اور عبد قطع طریق کے حکم میں مثل آزاد کے ہو اور اسیطرح عورت ظاہر الروایۃ میں
مرد کے ہو کذا فی فتح القدیر لیکن عورت سولی پر نہ چڑہائی جاویگی کذا فی المجتبی وفی السراجیۃ والذین فیہم امرأۃ فباشرت الاخذ والقتل قتل الرجال دونہا
ہو المختار اور فتاوی سراجیہ اور درر میں ہے کہ قطاع الطریق کے گروہ میں ایک عورت بہی تہی مال لیا اور قتال کیا تو مرد قتل کیے جاوینگے نہ عورت یہی قول مختار ہو عشر نسوۃ
قطعن واخذن وقتلن قتلن وضمن المال مثلاً دس عورتون نے قطع طریق کیا اور مال لیا اور قتل کیا تو قصاصاً قتل کیجاوینگی اور مال کا ضمان دینگی ہم حسب قتل بنا بر
قصاص ہے نہ بنا بر حد کے بدلیل ضمانت کے اور یہہ توجیہہ قول مختار پر مبنی ہے نہ ظاہر الروایت پر وجوز ان یقاتل دون مالہ وان لم یبلغ نصابا ویقتل من یقاتلہ
علیہ لاطلاق الحدیث من قتل دون مالہ فہو شہید فتح اور جائز ہو کہ مقاتلہ کرے انسان اپنے مال کی حفاظت کے واسطے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ پہنچا ہو اور قتل کرے
اسکو جو اوس سے اوسکے مال پر مقاتلہ کرتا ہو بدلیل اطلاق اس حدیث کے کہ جو قتل کیا جاوے اپنے مال کے سوا یعنی اپنے مال بچانے میں مارا جاوے تو شہید ہو کذا فی فتح القدیر ہم
نسائی میں مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اوس نے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس میرا مال چھیننے کو
آوے حضرت نے فرمایا کہ اسکو تذکیر کر اللہ تعالی کے نام سے یعنی یون کہہ کہ خدا کے عذاب سے ڈر میرا مال ناحق مت چھین اوس نے کہا کہ اگر وہ پند پذیر نہو تو فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگون
سے استعانت کر اوس نے کہا کہ اگر کوئی مسلمان میرے پاس نہو تو فرمایا تو سلطان اور حاکم سے استعانت کر اوس نے کہا اگر حاکم دور ہو مجہ سے فرمایا قاتل دون مالک یعنی مقاتلہ
کر اپنا مال بچانے کے واسطے یہانتک کہ یا تو شہید ہو جاوے یا تو اپنا مال بچا پاوے کذا فی تیسیر الوصول بحر الرائق میں ہو کہ سارق جب کسی کے گہر میں گہسے اور اسباب کو نکالے تو اسکو
قتل کرنا جائز ہو جبتک کہ سارق کے پاس متاع ہو یہی حکم بدلیل حدیث قاتل دون مالک اور اگر سارق متاع پہینکدے تو صاحب مال کو اوس سے مقاتلہ جائز نہیں ہو اسلیے کہ حدیث
مذکور اسکو شامل نہیں اور سراجیہ میں ہے کہ سارقون نے لوگون کا مال لیا اور لیچلے اور مالکان مال نے اور لوگون سے مدد چاہی سو اونہون نے سارقون کا پیچہا کیا تو اگر مال کے
مالک ساتہہ ہون یا ساتہہ نہون لیکن مدد گار لوگ اونکے مال کو پہچانتے ہون اور چورون سے چہین سکتے ہون تو ان مدد گارونکو مقاتلہ کرنا مال چہین لینے کے واسطے درست ہے
اور اگر مالک ساتہہ نہون اور مدد گار اونکے مال کو نہ پہچانتے ہون اور نہ چہین سکتے ہون تو انکو مقاتلہ کرنا جائز نہیں کذا فی المنح ومن تکرر الخنق بکسر النون منہ
فی المصر ای خنق مرارا ذکرہ مسکین قتل بہ سیاسۃ لسعیہ بالفساد وکل من کان کذلک یدفع شرہ بالقتل اور جس شخص سے گلا گہونٹنا اور
پہانسی دینا شہر میں مکرر ہوا ہو یعنی بارہا یہہ حرکت کی ہو تو وہ اس جرم میں قتل کر ڈالا جاوے بطریق سیاست کے بسبب فساد پہیلانیکے اور جو شخص کہ ایسا مفسد ہو اوسکا شر
قتل کر ڈالنے سے دفع کیا جاوے والا بان خنق مرۃ لا لانہ کالقتل بالمثقل وفیہ القود عند غیر ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور اگر ایسا نہو یعنی ایک ہی بار اوسنے
پہانسی دی ہو تو بطریق سیاست اوسکا قتل جائز نہیں ہو اسلیے کہ پہانسی سے مارنا بہاری چیز سے قتل کرنے کے برابر ہو اور اوس میں قصاص ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی
کے سوا اور علماء کے نزدیک یعنی صاحبین وغیرہما کے نزدیک اور امام کے نزدیک اوس میں دیت ہو کذا فی المنح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

كتاب الجہاد

یہہ کتاب ہو جہاد کے احکام میں اور اس کتاب کو کتاب السیر اور کتاب المغازی بہی کہتے ہیں سیر بکسر اول وفتح ثانی جمع ہو سیرۃ کی بکسر اول وسکون ثانی سیرۃ بالکسر نتیجہ ہو سیر و سفر
دو قسم ظاہری اور معنوی تو اعتبار قسم ثانی کے سیر مبنی طریقہ کے مستعمل ہے غلبہ اطلاق سیر نیک ہو یا بد چنانچہ بولتے ہیں کہ فلان محمود السیرۃ اور فلان مذموم السیرۃ ہے اور اہل شرع
کی زبان میں جنگ کفار اور اوسکے متعلقات میں سیر مستعمل ہے جیسے مناسک حج میں اسواسطے کہ لڑائی اور جہاد کو سیر اور سفر لازم ہو اور مغازی جمع ہو مغزاۃ کی
اور مغزاۃ اور غزاۃ اور غزوہ بمعنی جنگ ہو کذا فی الفتح والمنح اور فتاوی عالمگیریہ میں ہو کہ اباحت جہاد کی دو شرطیں ہیں اول یہہ کہ کفار اسلام کو نہ قبول کرتے ہون اور
اہل اسلام نے اونکو ایمان کی دعوت دی ہو اور اون سے عہد صلح کا نہ کیا ہو اور شرط ثانی یہہ ہے کہ قتال کرنیسے قوت اور شوکت اور غلبہ اہل اسلام متوقع ہو اپنے جہاد اور تخمین کے موافق
یا جسکی رای اور جہاد پر اعتقاد اور اعتماد ہو اوسکی تجویز کے موافق اور اگر غلبہ مسلمین کی قتال میں امید نہو تو لڑنا حلال نہیں اسواسطے کہ وہ اوس وقت اپنی جان کو

جہاد کو بعد ایمان کے افضل فرمایا ہے ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کون عمل افضل ہے فرمایا اللہ اور اوسکے رسول کے ساتھ ایمان لانا سوال ہوا کہ اسکے بعد کون افضل ہے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ سوال ہوا کہ پھر کون افضل ہے فرمایا حج مقبول تو اس حدیث میں صلوۃ اور زکوۃ ایمان کے لفظ میں داخل ہیں بطریق عموم مجاز کے تو دونوں حدیثوں میں کچھ معارضہ باقی نہ رہا اور سوا اسکے اسمیں کچھ تردد کا مقام نہیں کہ صلوۃ خمسہ پر مواظبت کرنا اونکے اوقات مستحبہ میں افضل ہے جہاد سے اسواسطے کہ نماز فرض عین ہے اور بار بار واجب ہوتی ہے بخلاف جہاد کے اور اسواسطے کہ جہاد فرض نہیں ہوا مگر شیوع ایمان اور اقامت صلوۃ کے واسطے تو مقصود بالغیر اور حسن لغیرہ ہوا بخلاف ایمان اور نماز کے کہ وہ مقصود بالذات اور حسن لعینہا ہیں چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث صحیح میں صاف مصرح ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اوسکی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کوئی عمل درجات آخرت کی طلب میں بعد نماز مفروضہ کے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہیں بالجملہ احادیث صحیحہ فضائل جہاد میں بکثرت ہیں ازانجملہ حاکم نے بخاری کی شرط پر عمران بن حصین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہونا مرد کا صف میں فی سبیل اللہ افضل ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ستر برس کی عبادت سے اور ابوداود میں انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد جاری ہے جب سے کہ مجھکو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا یہانتک کہ میری پچھلی امت دجال سے لڑیگی اسکو باطل نکریگا ظالم کا ظلم اور نہ عادل کا عدل انتہی اور جب یہ حکم ہے تو جہاد کا نسخ بعد زمان رسالت متصور نہیں کذا فی فتح القدیر جامع ترمذی میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں بقدر فواق ناقہ تاکہ اللہ کا دین بلند ہو تو اوسکے واسطے جنت واجب ہوئی اور سوای ابوداود کے صحاح ستہ میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کون عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے فرمایا کہ تم اوسکو نکرسکوگے پھر صحابہ نے دو یا تین بار یہی سوال کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ایسے صائم اور قائم اور قانت بآیات اللہ کے مانند ہے جسکے صیام اور صلوۃ میں فتور نہیں واقع ہوتا یہانتک کہ مجاہد اپنے گھر پلٹ آوے یعنی جو تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات نماز اور قرآن میں بسر کرے اور کبھی آرام نکرے وہ البتہ مجاہد کے برابر ثواب میں ہو سکتا ہے سو یہ امر آدمی سے متصور نہیں اور ترمذی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آنکھوں کو آگ نلگیگی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی اور وہ آنکھ جو حراست فی سبیل اللہ میں جاگی اور مسلم اور نسائی میں ابومسعود بدری سے مروی ہے کہ ایک مرد ناقہ مخطومہ لایا اور بولا کہ یہ جہاد کے واسطے ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھکو اسکے عوض قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں مخطومہ ملینگی اور صحیحین وغیرہما میں زید بن خالد سے روایت ہے کہ جسنے سامان درست کر دیا غازی فی سبیل اللہ کا البتہ اوسنے خود جہاد کیا اور جو غازی کے اہل و عیال کی بھی خبرگیری کریگا وہ بھی غازی ہے اور ابوداود میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد واجب ہے تم پر ہر سردار نیکوکار و بدکار کے ساتھ اور نماز واجب ہے تم پر ہر مسلمان نیکوکار و بدکار کے پیچھے اگرچہ کبائر گناہ کرتا ہو اور صحیح مسلم وغیرہ میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مر گیا اور اوسنے جہاد نکیا اور جہاد کرنیکا اپنے دلمیں بھی خیال نکیا وہ شعبہ نفاق پر مر گیا اور صحیحین وغیرہما میں ابوموسی سے روایت ہے کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ مرد لڑتا ہے اظہار شجاعت کیواسطے یا لڑتا ہے حمیت کے واسطے یا اپنی نمود کیواسطے لڑتا ہے انمیں کون فی سبیل اللہ ہے فرمایا جو قتال اسلئے کرے کہ کلمۃ اللہ یعنی دین خدا کا بلند ہو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے اور ابوداود میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور حالانکہ متاع دنیا کی خواہش کرتا ہے یعنی غنیمت کے مال کا آرزومند ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اسکو کچھ ثواب نہیں پھر سائل نے تین بار یہی سوال کا اعادہ کیا حضرت ہر بار یہی فرماتے تھے کہ اوسکو کچھ ثواب نہیں کذا فی تیسیر الوصول ہو فرض کفایۃ کل ما فرض لغیرہ فهو فرض کفایۃ اذا حصل المقصود بالبعض والا ففرض عین ولعلہ قدم الکفایۃ لکثرتہ جہاد فرض کفایہ ہے یعنی بعضوں کے جہاد کرنیسے باقی لوگوں سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے شارح کہتا ہے جو چیز اپنے غیر کیواسطے مفروض ہوئی وہ فرض کفایہ ہے جب بعض کے کرنیسے مقصود حاصل ہو جاوے اور اگر ایسا نہو یعنی جو بذات خود فرض نہو غیر کی جہت سے یا ہر چند مفروض لغیرہ ہے لیکن بعض کے کرنے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا تو وہ فرض عین ہے اور شاید کہ مصنف نے فرض کفایہ کو مقدم کیا فرض عین پر بسبب اسکی کثرت کے یہ کلام دو امر کا مفید ہے ایک تو جہاد کا فرض ہونا اور دوسرے فرض کفایہ ہونا دلیل فرضیت جہاد کی قوارع قطعیہ ہیں قال اللہ تعالی قاتلوا المشرکین کافۃ و قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر و کتب علیکم القتال و قاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ لڑو مشرکوں سب سے اور فرمایا کہ قتال کرو اون سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ کا اور پچھلے دن کا یعنی قیامت اور فرمایا کہ فرض کیا گیا تمپر قتال اور فرمایا کہ قتل کرو انکو یہانتک کہ فتنہ یعنی کفر کا فتنہ نہ باقی رہے اور سب دین اللہ کا ہو جاوے اگر کوئی کہے کہ ان آیات کا عموم مستفاد ہے

محصور ہے اور عام مخصوص منہ البعض ہو جاتا ہے تو اسپر فرضیت ثابت نہیں ہوتی اور سکے جواب یہ ہے کہ رسع صبی اور مجنون کا عقل سے ثابت ہے تو ایسی تخصیص عام
ظنی نہیں ہوتا اور عورت اور مریض شریعت کے مخاطب نہیں جہاد میں اسلئے کہ خطاب جہاد وانہیں لوگوں سے ہو جو لیاقت محاربہ رکھتے ہیں اور جہاد کا فرض کفایہ
ہونا اسوجہ سے ہے کہ وہ فرض لعینہ نہیں کیونکہ فی نفسہ فساد ہے بلکہ لغیرہ فرض ہے یعنی دین الہی کے غالب کرنے کے واسطے اور بندگان مسلمین کے اوپر سے دفع شر کے لیے فرض ہوا
توجب کہ یہ غرض بعض لوگوں کے کرنے سے حاصل ہو گا تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاویگا چنانچہ نماز جنازہ اور رد سلام کا جواب اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیات قرآنی سے تو جہاد فرض
عین معلوم ہوتا ہے تو اسکے فرض کفایہ ہونے پر اور نیز ہر سہ عدول کرنیکی کیا وجہ ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ موجب عدول یہ آیت قرآنی ہے لا یستوی القاعدون من
المومنین غیر اولی الضرر والمجاہدون الی قولہ وکلا وعد اللہ الحسنی یعنی حق تعالے نے فرمایا نہیں برابر والے مومنین سوای اہل ضرر کے اور مجاہدین برابر نہیں
پھر آخر آیت میں فرمایا اور ہرایک سے اللہ تعالے نے نیکی کا وعدہ کیا ہے تو اگر جہاد فرض عین ہوتا تو قاعدین سے نیکی کا وعدہ نہوتا بلکہ وہ مستحق عذاب ہوتے اور بروایت صحیح
ہوا ہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بعضی لڑائی میں تشریف نہ لیجاتے تھے اگر فرض عین ہوتا تو تخلف حضرت کا ممکن نہ تھا کذا فی البحر محتاج ذو قہستانی سے نقل کیا کہ اگر
مسلمین کے ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر نے جہاد کیا تو واجب سب سے ساقط ہو گیا اگرچہ کسی گروہ نے بھی جہاد نکیا ہو اور اگر ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر لوگوں نے جہاد نہیں کیا
تو سب پر واجب ہوگا اور اگر ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے جہاد کر لینے کا گمان کیا اور دوسرے گروہ نے عدم جہاد کا گمان کیا تو دوسرے گروہ پر واجب ہوگا نہ اول گروہ پر ہوتا ہے
کہ مدار وجوب کا یہاں ظن پر ہے کیونکہ غیر کے فعل اور عدم کا علم قطعی ایسے امور میں متعسر ہے ابتداءً وان لم یبدؤنا بہ واما قولہ تعالی فان قاتلوکم فاقتلوہم
وتحریمہ فی الاشہر الحرم منسوخ بالعمومات کاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم جہاد فرض ہے پہلے یہاں اگرچہ کفار نے ہم سے لڑائی کی ابتدا نکی ہو اور
وہ جو آیت قرآنی ہے کہ اگر کافر تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو اور تحریم جہاد کی بزرگ مہینوں میں یعنی رجب اور ذولقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم میں سو منسوخ ہے عمومات آیات
چنانچہ یہ آیت کہ لڑو مشرکین سے جسوقت اور جہاں اونکو پاؤ بواسطے کہ لفظ حیث کا زمان اور مکان دونوں میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی الکافی الی ان قام بہ البعض
ولو صبیۃ او نساء فسقط عن الکل جہاد فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعضے لوگ سب کو قائم کریں اگرچہ وہ لوگ غلام یا عورتیں ہوں تو سب سے ساقط ہو جاتا ہے ہم بعض کے جہاد
سے وقت کل سے فرضیت ساقط ہوتی ہے جب کفایت حاصل ہو اور اگر بعض کا جہاد مع کفار عین کافی نہو تو کفار سے اقرب فالاقرب پر جہاد فرض ہے سو اگر کفایت نہوتی ہو
بدون تمام مسلمین کے تو تمہین جہاد فرض عین ہو جاویگا مثل صوم اور صلوٰۃ کے کذا فی النہر وان لم یقم بہ احد اثم ذممن مالا حیوا بترکہ ای اثم الکل من
المکلفین اور اگر جہاد کو کسی نے قائم نکیا کسیوقت میں تو اسکے ترک کرنے کے سبب گنہگار ہونگے یعنی سب قابل مسلمان گنہگار ہونگے ہم یعنی ہر زمانہ میں اگر بعض مسلمین جہاد
نکریں تو سب عاصی ہونگے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی زمانہ میں جہاد کرینگے تو ہر وقت کے مسلمین گنہگار ہونگے وما قیل یلزم ان فرضیتہ تسقط عن
اہل الہند بقیام اہل الروم مثلا بل یفرض علی الاقرب فالاقرب من العدو الی ان تقع الکفایۃ فلو لم تقع الا بکل الناس فرض عینا
کصلوٰۃ وصوم ومثلہ الجنازۃ والتجہیز وتمامہ فی الدرر اور کہیں ایسا نہ غلط سمجھو کہ فرضیت جہاد اہل ہند سے ساقط ہو جاتی ہے اہل روم کے جہاد
کرنے سے مثلاً بلکہ جہاد فرض ہے اوسپر جو زیادہ تر قریب ہے دشمن یعنی کفار سے پھر اوسکے بعد اوسپر جو اون سے اقرب ہو یہاں تک کہ کفایت حاصل ہو یعنی غیر کی مدد کی حاجت نرہے
کفار منہزم ہو جاویں سو اگر کفایت نہ حاصل ہوتی ہو بدون سب آدمیوں کے تو اوسوقت میں سب پر جہاد فرض عین ہو جاویگا مانند صلوٰۃ اور صوم کے اور جہاد کی مانند ہے نماز جنازہ
اور تجہیز میت اور اوسکا بیان پورا درر میں ہے یعنی اگر ایک مسلمان شہر کے کنارے مرگیا تو اوسکے پڑوسیوں اور اہل محلہ پر اوسکی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ فرض ہے مگر
بعید ہو اور اگر اوس میت کے قریب دوسرا محلہ ہو اور وہاں کے لوگ جانتے ہوں کہ اہل محلہ میت اوسکے حقوق ادا نہیں کرتے یا عاجز ہیں تجہیز و تکفین سے تو دوسرے محلہ والوں پر فرض ہوگا اور اگر
یہ بھی کاہلی کرینگے یا عاجز ہونگے تو تیسرے اہل محلہ پر تجہیز میت فرض ہوگی علی ہذا القیاس جسم محلہ پر الاقرب فالاقرب فرض ہوگی لا یفرض علی صبی وبالغ لہ ابوان او
احدہما لان طاعتہما فرض عین وقال صلی اللہ علیہ وسلم للعباس بن مرداس لما اراد الجہاد الزم امک فان الجنۃ عند رجل امک سراج
جہاد فرض نہیں صبی پر اور نہ اوس بالغ پر جسکے ماں باپ یا ایک کوئی اون میں سے زندہ ہو اسلئے کہ اطاعت والدین کی فرض عین ہے تو فرض کفایہ کیواسطے فرض عین ترک نہوگا اور فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سے جب اوسنے جہاد کا ارادہ کیا تو ماں کے پاس رہ کہ بہشت تیری ماں کے قدم کے پاس ہے کذا فی السراج ہم جہاد

جانا درصورت ناخوشی والدین حرام ہی اسواسطے کہ اونکی اطاعت اوسپر فرض عین ہی اور جہاد فرض عین نہیں صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہی کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگنے آیا فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں بولا ہان زندہ ہیں فرمایا انھین مین جہاد کر اور ابن مسعود کی حدیث جو مذکور ہو چکی اسمین بر والدین جہاد پر
مقدم ہے اور ابو داؤد میں ابو سعید خدری سے مروی ہو کہ ایک شخص نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے طرف ہجرت کی یمن کے ملک سے تو فرمایا کہ یمن میں کوئی تیرا ہے
اوس نے کہا ہان والدین ہیں فرمایا تجھکو اون دونون نے اذن دیا ہے بولا نہیں فرمایا تو پلٹ جا اور اون سے اجازت مانگ اگر وہ اجازت دین تو جہاد کر ورنہ اجازت نہ دین تو اونکے ساتھ نیکی اور
خدمت گزاری کر کذا فی الفتح بحر الرائق میں ہے کہ اصول کے سوا اور اہل وعیال اگر مرد کے جہاد کرنیکو مکروہ جانین تو اگر اونکے ضائع ہونیکا خوف ہو تو بدون اونکی اجازت کے
خروج نکرے وفیہ لا یحل سفر فیہ خطر الا باذنہما وما لا خطر فیہ یحل بلا اذن ومنہ السفر فی طلب العلم اور سراج میں ہے کہ جس سفر میں ہلاکی کا خوف
ہو مثل جہاد اور سمندر کا سفر کذا فی حاشیۃ الجلبی تو اوسمین جانا حلال نہیں بدون اذن والدین کے اور جس سفر میں خطرہ نہیں وہ بدون اذن کے حلال ہے اور سفر واسطے
طلب علم کے سفر کرنا داخل ہے اور اسیطرح ہو تجارت اور حج کا سفر کذا فی البحر وعبد وامرأۃ لحق المولی والزوج ومفادہ وجوبہ لو امرہا الزوج بہ فتح و
علی عدم المزاحمۃ نہر قلت تعلیل الشمنی بضعف بنیتہا یفید خلافہ قال فی البحر انما یلزمہا امرہ فیما یرجع الی النکاح وتوابعہ اور جہاد فرض نہیں
غلام اور عورت پر بسبب بعض ہونے حق مولے اور زوج کے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہی واجب ہونا جہاد کا عورت پر اگر عورت کا زوج اوسکو جہاد کا امر کرے کذا فی الفتح اور غیر
منکوحہ پر واجب ہونا تعلیل مذکور سے نکلتا ہے کذا فی النہر شارح کہتا ہے اور تعلیل شمنی کی بوجہ ضعیف جسم عورت اوسکے مخالف کی مفید ہی یعنی عدم وجوب کی اگرچہ زوج بھی امر کرے
بحر الرائق میں کہا کہ عورت پر زوج کا امر لازم الاتباع نکاح اور توابع نکاح کے متعلقات میں ہے یعنی اور جہاد متعلقات نکاح سے خارج ہے تو عورت پر امتثال اوسکا لازم نہیں تو وجوب جہاد
بھی نہیں ہم تعلیلات مذکورہ پر وجوب اور عدم وجوب کو مستفاد کرنا بیموقع ہے اسواسطے کہ عدم وجوب تو ثابت بانی میں محیط سے منصوص ہے خلاصہ یہ کہ یون ہے کہ جہاد حرہ عورت پر واجب نہیں
خواہ منکوحہ ہو یا نہو اسواسطے کہ عورت سر سے قدم تک واجب الستر ہے اور جہاد میں گاہی کشف عورت ہو جاتا ہے چنانچہ محیط میں ہے تو مزوجہ کی خصوصیت نہیں جیسا بعضون نے
گمان کیا ہے کذا فی الطحطاوی واعمی ومقعد ای اعرج فتح اور جہاد فرض نہیں اندھے اور لنگڑے پر کذا فی الفتح ہم فتح القدیر میں مقعد بمعنی اعرج نے لولان اوب سے منقول
ہے اور جوہری سے مقعد کو نقل کیا کہ مقعد وہ ہے جسکو بیماری نے چلنے پھرنے سے بٹھا دیا واقطع لیدیہ ہم اور جہاد واجب نہیں مقطوع الید پر بسبب عاجز ہونے اندھے اور لنگڑے
اور دست بریدہ کے ہم مقعد ومریض اعمی اور اعرج اور مریض اور ضعفا کا قرآن مجید میں صریح ہے اسواسطے کہ مدار تکلیف قدرت پر ہے نہر فائق نے کہا اسمین اشعار ہے کہ جو شخص
عاجز ہو جاوے کسی سبب سے اوسپر فرض نہیں چنانچہ اختیار میں اسکے طرف اشارہ کیا ہے ومدیون بغیر اذن غریمہ بل وکفیلہ ایضا ولو بامرہ تجنیس لو بالنفس
فی ہذا فی الحال اما المؤجل فلہ الخروج ان علم رجوعہ قبل حلولہ ذخیرہ اور فرض نہیں قرضدار پر بلا اذن قرضخواہ کے بلکہ اوسکے ضامن
بلا اذن بھی اگرچہ وہ قرضدار کے اذن سے ضامن ہوا ہو کذا فی التجنیس اگرچہ ضامن مال کا نہو بلکہ حاضر ضامن ہو تو بھی بلا اذن اوسکے جہاد کرنا فرض نہیں اور یہ یعنی اذن قرضخواہ یا
ضامن کا فی الحال کے قرض ادا کرنیکی شرط ہے اور جو وعدے کے قرض مین تو اوسکو جہاد کیواسطے جانا جائز ہے اگر اوسکا پلٹ آنا قبل مدت ہو سکنے کے معلوم ہو کذا فی الذخیرہ
ہم صحیح مسلم میں عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے دین کے وعالم لیس فی البلدۃ افقہ
منہ فلیس لہ الغزو لما فیہ من ضیاعہم سراجیہ وفی البزازیہ السفر ولا یخفی ان المقید یفید غیرہ بالاولی اور اوس عالم پر فرض نہیں جس سے
زیادہ فقیہ شہر میں نہیں تو اوسکو جہاد کرنا جائز نہیں لوگون کے ضائع ہونیکے سبب سے کذا فی السراجیہ یعنی بسبب اہل شرع کا شہر میں بطور تحقیق کے نہ ہونیوالا ازمانہ
وہان کے اہل اسلام ضائع ہو جاوینگے بسبب جہالت کے اور بزازیہ میں ہر سفر کو عام کہا ہے یعنی ایسے عالم کو کوئی سفر کرنا جائز نہیں اور پوشیدہ نہیں ہے کہ مقید غیر مقید کا
بطریق اولے مفید ہے ہم منتہی مراد سفر لغت ہے جہاد کیواسطے وجہ افادہ کی یہ ہے کہ جب جہاد کا سفر باوجود فرض کفایہ ہونیکے ممنوع ہوا تو غیر جہاد کا سفر جو فرض
نہیں ہے بطریق اولے ممنوع ہوگا طحطاوی نے کہا غیر جہاد کو سفر کو لازم نہیں کہ غیر فرض ہو بلکہ گاہی غیر جہاد کا سفر فرض عین ہو جاتا ہے چنانچہ حج منفرد فرض کا سفر
وفرض عین ان ہجم العدو فیخرج الکل ولو بلا اذن ویأثم الزوج ونحوہ بالمنع ذخیرہ اور جہاد فرض عین ہے بشرطیکہ دشمن یکبارگی ہجوم کرین تو سب
اہل اسلام نکلین اگرچہ اہل حقوق کی اجازت نہو اور زوج اور مانند اوسکے جیسے باپ اور بیٹا اور قرضخواہ گنہگار ہوگا اس حالت میں جہاد کے منع کرنیسے کذا فی الذخیرہ

ہم وشمن عام ہو کر ہو یا نہ ہو مشائخ نے شرح ملتقی میں کہا کہ اگر دار الاسلام کے کسی شہر پر کفار ہجوم کریں تو اگر وہاں کے گرد پیش کے قریب لوگ وہیں پڑے رہیں تو اون کی حق پر
جہاد فرض عین ہے اور اونکے سوا اور دور والوں پر فرض کفایہ ہے لیکن جب وہ یک لخت عاجز ہوں یا کاہلی کریں تو دور والوں پر بھی فرض ہو جاتا ہے اسیطرح شدہ شدہ
درجہ بدرجہ تمام اہل مشرق اور مغرب سب پر فرض عین ہوگا اور جو بلا عذر اپنے وطن میں بیٹھا رہیگا وہ گنہگار ہوگا اور گناہ نہیں نادانستگی میں اسواسطے کہ انسان مخاطب نہیں
نادانستہ کا نہیں اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ فرض عین ہونیکی شرط یہ ہے اور امام خاص ہی بیان ہے کہ جو لوگ انکو خبر پہونچی نہیں تو تکلیف مالا یطاق ہے اور جو اسکو یہ سب
سب اہل مشرق و مغرب پر واجب ہے جسکو خبر ہوا اور بزازیہ میں ہے کہ مسلمان عورت قید ہوگئی مشرق میں تو اہل مغرب پر اوسکی تخلیص واجب ہے جبتک کفار دار الحرب میں داخل
ہو گئے ہوں اسواسطے کہ دار الاسلام مکان وجہ تکمیل ہے کذا فی العمادیہ ولا بد لفرضیتہ من قید الخ ای من الاستطاعۃ فلا یخرج المریض المدنف
اما من یقدر علی الخروج دون الدفع ینبغی ان یخرج لتکثیر السواد لان فیہ ارھابا اور فرد ہے جہاد کا فرض عین ہونیکے واسطے دوسری قید یعنی استطاعت
اور قدرت تو خروج نکرے بہت بیمار اور جو شخص کہ خروج پر قادر ہو نہ دفع کفار پر تو اوسکو بھی نکلنا چاہئے جہاد پر تاکہ اسکے واسطے کثرت سیاہی سے کفار کو وحشت اور خوف
ہو کذا فی الفتح وفی السراجیۃ وشرط لوجوبہ القدرۃ علی السلاح لا امن الطریق فان علم انہ اذا حارب قتل وان لم یحارب اسر لم یلزمہ
القتال اور سراجیہ میں ہے کہ ہتھیار پر قادر ہونا وجوب جہاد کیواسطے شرط ہے نہ امن راہ کا پھر اگر سمجھا کہ جنگ کریگا تو مارا جاویگا اور جنگ نکریگا تو قید ہو جاویگا تو اوسپر قتال
لازم نہیں وتقبل خبر المستنفر ومنادی السلطان ولو کان کل منھما فاسقا لانہ خبر یشتہر فی الحال ذخیرۃ اور مقبول ہے خبر دینا مستنفر اور
سلطان کے منادی کا اگرچہ ہر ایک اون دونوں میں سے فاسق ہو اسواسطے کہ ہجوم کفار کی خبر فی الحال مشہور ہو جاتی ہے تو مزید تفتیش کی حاجت نہیں کذا فی الذخیرہ
مستنفر وہ ہے جو نفیر عام سناوے نفیر یعنی خروج سنانے پر بسبب ہجوم کفار کے سبیل کے نکلنے اور جہاد کرنیکو وکرہ الجعل ای تحمیل المال من الناس لاجل الغزو
مع الفیء ای مع وجود شیء فی بیت المال درر وصدر الشریعۃ ومفادہ ان الفیء ھنا یعم الغنیمۃ محیطہ اور مکروہ ہے جعل یعنی لوگوں سے مال کا
لینا غازیوں کے واسطے باوجود ہونے فی کے یعنی باوجود ہونے کسی شے کے بیت المال میں کذا فی الدرر وشرح الوقایہ اور اس سے مستفاد ہوا کہ فی یہاں غنیمت کو شامل ہے تو اسکو
یاد رکھنا چاہیے ھم فی اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج اور جزیہ اور غنیمت وہ مال ہے جو قتال سے حاصل ہو مفاد اسکا یہ ہے کہ جب تک
بیت المال میں کوئی مال موجود ہو تو حاکم کو رعیت سے مال لینا جہاد کیواسطے مکروہ ہے اسواسطے کہ اسکی کچھ ضرورت نہیں اور بیت المال اسی ہی مصارف کیواسطے ہے نہ سلطان کے عیش
اور آرام کے واسطے جیسا ظالم حاکم سمجھتے ہیں ذالا لا یکرہ لدفع الضرر الاعلی بالادنی اور اگر بیت المال بالکل خالی ہو تو مکروہ نہیں بسبب دفع کرنے ضرر کے کمتر ضرر سے ھم
اعلی ضرر سے مراد تعدی ضرر کفار ہے اور کمتر ضرر سے مراد مالداروں سے مال لینا بقدر اونکے مقدور کے تا محتاج غازیوں کا سامان جہاد ہو فان حاصرناھم دعوناھم
الی الاسلام فان اسلموا فیھا والا فالی الجزیۃ لو محلا لھا کما سیجیء فان قبلوا ذلک فلھم مالنا من الانصاف وعلیھم ما علینا من الانصاف
فخرج العبادات اذ الکفار لا یخاطبون بھا عندنا ویؤیدہ قول علی رضی اللہ عنہ انما بذلوا الجزیۃ لتکون دماؤھم کدمائنا واموالھم کاموالنا
اگر ہم اہل اسلام کافروں کو گھیریں تو اول ہم انکو مسلمان ہونیکی طرف بلاویں سو اگر وہ اسلام قبول کریں تو کیا خوب بات ہے اور اگر اسلام نہ قبول کریں تو جزیہ کیطرف بلاویں
یعنی جزیہ دینیکی طرف بشرطیکہ وہ محل جزیہ ہوں چنانچہ اسکا ذکر آویگا یعنی اگر وہ اہل کتاب یا آتش پرست یا عجم کے بت پرست ہوں نہ عرب کے مشرک یا مرتد
سو اگر وہ جزیہ دینا قبول کریں تو در صورت مظلومی اونکے واسطے انصاف ہوگا جو انصاف ہم اہل اسلام کے واسطے ہوتا ہے اور در صورت اونکے ظلم کرنیکے اونسے انتقام لیا جاویگا جیسا
ہم اہل اسلام سے انتقام لیا جاتا ہے تو اس بیان سے عبادات نکل گئیں اسواسطے کہ کفار مخاطب عبادات نہیں ہمارے نزدیک اور مؤید اسکا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ لوگ
تو جزیہ اسواسطے دیتے ہیں کہ اونکے خون ہمارے جیسے خون ہو جاویں اور اونکے مال ہمارے سے مال ہو جاویں ھم قول مرتضوی امام شافعی کی مسند میں بروایت محمد بن حسن
شیبانی مروی ہے کذا فی الفتح شرح طحاوی میں ہے کہ جب کفار اسلام قبول کریں تو اونکے اموال سے تعرض نہ ہوگا اور انکی اراضی سے خراج نلیا جاویگا بلکہ وہ مثل
مانند اور اہل اسلام کے اونکا حکم ہوگا کہ دار الاسلام میں اگر اقامت کریں اسواسطے کہ مسلمان کا رہنا دار الحرب میں مکروہ ہے کذا فی العالمگیری ولا یحل لنا ان نقاتل
من لا تبلغہ الدعوۃ الی الاسلام وھی وان اشتھرت فی زماننا شرقا وغربا لکن لا شک ان فی بلاد اللہ من لا شعور لہ بذلک

يعني لو بلغه الاسلام كالجزية تفي القتال نهاية لا ينبغي قتالهم حتى يدعوهم الى الجزية نص عليه كما نقله المصنف اور حلال نہین ہمکو لڑنا اون کافرون سے
جنکو اسلام کی دعوت نہین پہونچی اور وہ دینی دعوت اسلام اگرچہ ہماری زمانہ مین مشہور ہوگئی ہی مشرق اور مغرب مین لیکن اسمین شک نہین کہ بلاد ضلالت مین ایسے کافر بھی
ہین جنکو مطلق اسکا شعور نہین ہے دعوت اسلام سے خبر نہین پائی اور بھی یہ بات کہ اگر اسلام کی خبر اونکو پہنچی نہ جزیہ دینے کی تو تاتارخانیہ مین ہے کہ اون سے لڑنا نہ چاہئے اور نہین تک
کہ امام اون سے جزیہ دینے کی درخواست کرے کذا فی النہر بر خلاف منقول مصنف کے ہم سے مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ دعوت اسلام اسواسطے واجب ہی تا کفار معلوم کرین
کہ ہم دین کے واسطے لڑتے ہین نہ مال غیرہ کی طمع سے شاید کہ اسطرح وہ اسلام قبول کرین اور قتال کی نوبت نہ آوے اور قبل دعوت قتال کرنا گناہ ہی لیکن ضمان نہین بسبب عدم عاصم
یعنی دین اور احراز بالدار اور دعوت عام ہے حقیقی ہو یعنی زبان سے کہنا یا دعوت حکمی یعنی شرق و غرب مین مشہور ہو جانا کہ اہل اسلام کسواسطے لڑتے ہین تو یہ شہرت قائم مقام
دعوت ہی چنانچہ سیر کبیر اور بدایع مین مصرح ہی لیکن مترجم خلاف مصنف اور صاحب نہر فقط اشتہار پر ہی اور صاحب نہر بھی تابع ہی صاحب فتح القدیر کا تو اصل کلام
نقل کرنا چاہیے فتح القدیر مین مجملا دعوت حقیقی اور حکمی نقل کرکے کہا کہ اسمین شک نہین کہ اللہ تعالی کے بلاد مین وہ لوگ بھی ہین کہ جنکو اسکی خبر اور شعور نہین تو دعوت
اسلام کرنا وہان واجب کا یہان گمان اسکا ہو کہ انکو اسلام کی خبر نہین پہونچی اور جہان خبر پہونچی تو وہان دعوت کرنا مستحب ہوگا ويدعو ندبًا من بلغته الا اذا تضمن
ذلك ضررًا ولو بغلبة الظن بان يستعدوا او يتحصنوا فلا يفعل فتح اور ہم دعوت الی الاسلام کرین بطریق استحباب کے انکو جنکو اسلام کی خبر ہوگئی ہو مگر
جبکہ وہ دعوت الی الاسلام متضمن ضرر ہو گو بظن غالب ہو اسطرح کہ وہ سامان درست کرکے مستعد ہو جاوین یا قلعہ کے اندر ہو جاوین تو ایسی جگہہ دعوت کرنا مستحب نہین
کذا فی الفتح اور دلیل استحباب دعوت وہ حدیث ہی جو صحیحین مین ابن عون سے ہے عبداللہ بن عون نے کہا کہ مینے نافع کو لکہا اور دعا قبل القتال کا سوال کیا سو نافع نے کہا کہ یہ اول
اسلام مین تہا اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر دوڑ کی اور وہ غافل تہے اور اونکے جانور پانی پی رہے تھے تو اونکے لڑنے والون کو قتل کیا اور اونکی ذریت
کو گرفتار کیا اور حضرت نے اوسی روز جویریہ کو پایا مجہسے یہ حدیث عبداللہ بن عمر نے کہی وہ اوس لشکر مین تہے ثم لا تقاتل من امتنع بل نستعين بالله ونحاربهم بنصب
المجانيق وحرقهم وغرقهم وقطع اشجارهم ولو مثمرة وافساد زروعهم الا اذا غلب على الظن ظفرنا فيكره فتح اور اگر جزیہ دینا بھی قبول نکرین تو ہم اہل اسلام
مدد مانگین اللہ تعالی سے اور اون سے لڑنے لگین مجانیق کو قائم کرکے اور اونکو پانی مین ڈبو کر اور اونکو آگ مین جلاکر اور اونکے درختون کو کاٹ کر اگرچہ پہلدار درخت ہون
اور اونکی کہیتون کو اجاڑ کر مگر جب کہ ظن غالب ہو ہماری فتح ہونیکا تو درختون اور کہیتون کا خراب کرنا مکروہ ہی اسواسطے کہ وہ مسلمانون کے کام مین آوینگے کذا فی الفتح
هم مجانیق جمع ہی منجنیق بالفتح کی وہ ایک آلہ ہے جس سے بڑے بڑے پتہر پہینکا کرتے ہین اور یہ ترتیب جنگ کی احادیث صحیحہ مین مصرح ہی کہ جب افسران عساکر اسلام کو حکم لکہا جاتا
مسلم اور ابوداود اور ترمذی مین بریدہ سے مروی ہی کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسیکو لشکر یا جماعت کا سردار مقرر فرماتے تھے تو خاص اسکی ذات کو اللہ تعالی سے
ڈرتے رہنے کی وصیت فرماتی اور ساتھی مسلمانون کیواسطے بہلائی کی وصیت فرماتے تہے پہر فرماتے تہے لڑو بسم اللہ فی سبیل اللہ قتل کرو جو منکر ہو اللہ کا اور غنیمت کا
مال نہ چراؤ اور قول کرکے خلاف قول نکیجیو اور ناک کان غیرہ نہ کاٹیو اور طفل صغیر کو نہ قتل کیجیو اور نہ بڈہی کو پہر جب تو اپنے مشرک دشمن سے ملے تو اونکو تین خصلتون کی طرف بلا سو اگر
وہ مان جاوین تیرا قول تو قبول کر اون سے اور رک جا اون کے لڑنے سے اونکو اسلام کیطرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اون سے اور باز رہ اون سے پہر اون سے نقل مکان کی
درخواست کر کہ اپنے ملک سے نکلکر مہاجرین کے ملک مین آ رہین اور اون سے خبر کردے کہ اگر وہ یہ ہجرت کرینگے تو اونکے واسطے وہ ہی جو مہاجرین کے واسطے ہے اور اون پر وہ جو مہاجرین پر ہے
سو اگر وہ نقل مکان کرنا قبول کرین تو اونکو خبر کردے کہ وہ صحرای مسلمین کے طرح ہونگے اون پر حکم خدا جاری ہوگا جیسے کہ مومنین پر جاری ہوتا ہے اور غنیمت اور
فی سے اونکو حصہ نہ ملیگا تاوقتیکہ مسلمین کے ساتھ شریک ہوکر جہاد نکرینگے اور اگر وہ اسلام کو نہ قبول کرین تو اون سے جزیہ دینے کا سوال کر سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر
اور اون سے باز رہ اور اگر جزیہ دینا بہی نہ قبول کرین تو اللہ تعالی سے مدد مانگ اون پر چڑہائی کی اور لڑنا شروع کر الحدیث کذا فی تیسیر الوصول ونرميهم بنبل و
وان تترسوا ببعضنا ولو تترسوا ببني مسلم ذلك النبي ونقصدهم اي الكفار اور اہل اسلام لڑین اور تیر وغیرہ پہینکا کرین اگرچہ کفار اپنے
مسلمانونکو سپر بناوین یعنی اپنے آگے کہڑا کرین تا اس تدبیر سے بچ جاوین تو بہی ہم انکو مارینگے اور اس قتال مین ہم کفار ہی کے مارنیکا قصد کرینگے نہ مسلمان کا اور
اگر کفار پیغمبر کو سپر کرین تو اوس نبی سے سوال کیا جاوے کہ یا حضرت کیا حکم ہی ہم لڑین یا نہ لڑین هم رمی لغت عرب مین دور سے پہینکنا تیر کو کہتے ہین خواہ دور کا پہینکنا

ن یعنی تحصنوا
ط بنی مصطلق
۱۲ الب لاسلام کے
ع بہر سے پہرن
زیر حفظ کرکے
ابن تمام بہی علی بہیر کا
وہو ظاہر جسکو
ذکر کرین یہان نزول
عیسی علیہ السلام کے
بعد یہ صورت ہوسکتی
ہے ۱۲

کے اور منجنیق ہو خواہ بندوق اور توپ اور اولین وما اصیب منہم ای من المسلمین لا دیۃ فیہ ولا کفارۃ لان الفروض لا تقرن بالغرامات
اور جو مسلمان ان کفار کی سپر بنانے سے قتل ہو جاویں تو ان میں نہ دیت ہے نہ کفارہ اسواسطے کہ قتال کفار فرض ہے اور فرائض ضمان سے مقرون نہیں ہوتے ہم لڑائی
میں آواز بلند کرنا مستحب نہیں اور مکروہ بھی نہیں اگر ایسی ترغیب و تحریص کا فائدہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور مجاہدین کو دار الحرب میں تحفے پڑنا مستحب ہے اور ایسے
لا الہ الا اللہ وغیرہ ان سے کہ پڑھو تو تاخیر سے کا ذکر کہہ پوچھ کرتا ہے پھر جاوے جیسے سوچھو کہ تو پڑنا نمازی کو سنت ہے رعب اور دہشت کے واسطے کذا فی البحر خانیہ
ہے کہ مسلمانوں کو لڑنا نہیں کہ جب بارہ ہزار ہوں تو فرار کریں اگرچہ کفار زیادہ ہوں ہم اسواسطے کہ حدیث ترمذی میں وارد ہے کہ بارہ ہزار قلت سے
مغلوب نہیں ہوتے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ یہ عدم فرار سوقت ہے کہ جب سب لوگ متفق الکلمہ ہوں اور اگر اختلاف ہو تو دو چند کا اعتبار ہے ولو فتح الامام بلدۃ و
بہا مسلم او ذمی لا یحل قتل احد منہم ولو اعتزل واحد منہم حل قتل من بقی لجواز کون المخرج ہو ذلک فتح (?) اگر امام نے دار الحرب کا
کوئی شہر فتح کیا جس میں ایک مسلمان یا ذمی ہو تو ان میں سے کسی کا قتل کرنا حلال جائز نہیں اور اگر ایک کوئی شخص ان میں سے نکال لیا تو اسوقت میں باقی لوگوں کا
قتل کرنا حلال ہے اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان یا ذمی ہو کذا فی فتح القدیر ونہینا عن اخراج ما یجب تعظیمہ ویحرم الاستخفاف بہ
کالمصحف وکتب فقہ وحدیث وامرأۃ ولو عجوزا للمداواۃ ہو الاصح ذخیرۃ والمراد بالنہی ما فی مسلم لا تسافروا بالقرآن فی ارض العدو
اور ہم ممنوع ہیں ایسی چیزوں کو لیجانے سے جسکی تعظیم واجب ہے اور اسکا استخفاف اور بے ادبی حرام ہو چنانچہ مصحف اور کتابیں فقہ اور حدیث کی اور عورت کا اخراج ممنوع ہے
اگرچہ عورت بڑھی ہو دوا کرنے کے واسطے یہی قول صحیح ہو کذا فی الذخیرۃ اور مصنف نے نہی سے صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر میں قرآن کو نہ لیجاو دشمن کی زمین
میں ہم وبیل اگرچہ قرآن میں خاص ہے لیکن علت عامہ نے فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھ لاحق کر دیا الا فی جیش یؤمن علیہ فلا کراہۃ لکن اخراج العجائز
والاماء اولی یعنی مگر اس بڑے لشکر میں قرآن وغیرہ کا لیجانا ممنوع اور مکروہ نہیں جسمیں امن حاصل ہو لیکن بڑھی عورتوں اور لونڈیوں کا ساتھ لیجانا کام کے واسطے
بہتر ہو … اور حرب کے لیجانے کو جنگ … اور علماء نے امام کا قول نقل کیا کہ کم تر لشکر چار سو ہے اور کمتر … واذا دخل مسلم الیہم بامان جاز
حمل المصحف معہ اذا کانوا یوفون بالعہد لان الظاہر عدم تعرضہم ہدایہ اور جب مسلم دار الحرب میں ان سے امان لیکر جاوے تو مصحف کا ساتھ
لیجانا جائز ہے بشرطیکہ وہ عہد کو پورا کرتے ہوں اسواسطے کہ ظاہر وہ متعرض نہوں گے کذا فی الہدایہ ونہینا عن غدر وغلول ومثلۃ بعد الظفر بہم اما قبلہ
فلا بأس بہا اختیار اور ہم ممنوع ہیں عہد شکنی اور خیانت اور ناک اور کان کاٹنے … سے … اور … کے کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الاختیار ہم نقض
کی یہ صورت ہے کہ مثلا ہم سے اور ان سے عہد ہو گیا … یہانتک کہ ان کو اطمینان ہوا تو اب اوس سے لڑنا جائز نہیں کہ عہد شکنی حرام ہے اور عین لڑائی
کیوقت فریب کرنا اور دھوکہ دینا جائز ہے مثلا … ہم نے ایسی حرکت کی کہ ان کو معلوم ہوا کہ آج لڑائی ہوگی سو وہ مطمئن ہو گئے پھر ہم نے ان پر حملہ کیا یا …
کسی اور سمت چلے گئے اور کافر غافل ہو گئے پھر ناگہاں ان پر ٹوٹ پڑے اور چھاپہ مارا وعلی ہذا القیاس … فتح القدیر میں ہے کہ حالت قتال
مبارزت میں ہاتھ مارا سو کافر کا کان کاٹا یا ہاتھ اور آنکھ پھوڑ دی … ناک اور ہاتھ کاٹے تو یہ جائز ہے پس حالت قتال کی قید سے معلوم ہوا کہ
کافر کو گرفتار کر لیا تو اسکو مثلہ کرنا یعنی ناک کان ہاتھ کاٹنا جائز نہیں اور اختیار شرح مختار سے نکلتا ہے کہ اگر ہنوز جنگ قائم ہے تو جائز ہے وقتل امرأۃ و
غیر مکلف وشیخ فان لا صیاح ولا نسل لہ فلا یقتل … اور ہم ممنوع ہیں عورت اور غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون اور نہایت کہنسال
بڈھے کے قتل کرنے سے جسکو چیخنے کی بھی طاقت ہو جنگ کے وقت کذا فی البحر … ہو تو ایسا بڈھا بھی قتل کیا جاوے … شرح مختار
میں کہا کہ شیخ فانی کامل العقل حالت ارتداد میں مقتول ہوا … وہ مقتول نہوگا کہ مجنون میں اصل ہے … متعبد وزمن
وراہب اہل کنائس لم یخالطوا الناس اور ہم ممنوع ہیں کافر … خستہ حال … تارک الدنیا …
عبادت خانہ والے لوگ جو آدمیوں سے ملتے نہیں ان سب کے قتل کرنے سے ہم ہو اسواسطے کہ اہل اسلام کو ان سے کچھ ضرر نہیں … ہندوستان کے … جوگیوں کا …
… گروہ بستی … بکونہ احدہم ملکا او معافیا او ذا رأی او مکی فی الحرب … کوئی بادشاہ … ہو …

صاحب تدبیر یا صاحب رائے ہو تو قتل کیا جائیگا یعنی عورت یا صغیر یا مجنون یا پیر فرتوت یا اندہا یا لنگڑا یا طویل المرض یا بیہوش یا راہب یا اہل کنیسہ بادشاہ ہوگا تو قتل کیا جاویگا اور اگر ان میں سے کوئی قتال کرتا ہوگا تو مارا جاویگا لیکن صغیر اور مجنون فقط قتال ہی کیوقت مارے جاوینگے نہ بعد قتال کے اور عورتیں اور راہب وغیرہ بعد قتال کے گرفتار ہونیسے بھی مقتول ہونگے اور بادشاہ عورت بہر صورت مقتول ہوگی قتال کریں یا نکریں اور اسیطرح لڑکا یا معتوہ اگر بادشاہ ہوگا تو مطلقا مقتول ہوگا اسواسطے کہ بادشاہ کی قتل میں کفار کی کسر شوکت ہے اور پیر فرتوت صاحب تدبیر جنگ بہی مقتول ہوگا اسواسطے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے درید بن الصمۃ کو کہ لشکر ہوازن کا صاحب تدبیر تہا قتل کیا حالانکہ اوسکی عمر ایکسو بیس برس کی تہی کذا فی فتح القدیر ولو قتل من لا یحل قتلہ ممن ذکر فعلیہ التوبۃ والاستغفار فقط کسائر المعاصی لان دم الکافر لا یتقوم الا بالامان ولو یجد لهم لا یترکونهم فی دار الحرب بل یحملونهم تکثیرا للنسل وتمامہ فی السراج الوہاج یعنی اور اگر کسی مسلمان نے قتل کر ڈالا اوسکو جسکا قتل حلال نہیں منجملہ اشخاص مذکورین کے تو اوسپر فقط توبہ اور استغفار لازم ہے چنانچہ سب معاصی پر توبہ لازم ہی ہے اسواسطے کہ کافر کا خون متقوم اور محفوظ نہیں مگر پناہ دینے سے حالانکہ وہ یہاں موجود نہیں ہے لہذا دیت وغیرہ قاتل پر نہیں ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ جنکا قتل روا جائز نہیں اونکو اہل اسلام بعد فتح کے دار الحرب میں نہ چھوڑ آویں بلکہ دار الاسلام میں اوٹھا لاویں تکثیر نسل کے بہ نیت کے واسطے اور پورا بیان اسکا سراج وہاج میں ہے اور آگے آویگا ختم سراج وہاج کی پوری تقریر یہ ہے کہ جنکا قتل جائز نہیں اگر اہل اسلام کو قدرت ہو تو اونکو دار الاسلام میں گرفتار کر لاویں اور دار الحرب میں اونکو نہ چہوڑیں اسواسطے کہ جب وہ وہاں رہیں تو اون سے اہل حرب کی اولاد ہوگی اور یہی حال ہے اطفال کا کہ انکے رہنے سے کفار کو قوت ہوگی اور انکے لانے میں مسلمین کو فائدہ ہے اور اسیطرح معتوہ اور اعمی اور لنگڑا اور مفلوج اور مقطوع الید والرجل دار الحرب میں نہ چہوڑے جاویں کہ اون سے اولاد ہوگی اور کفار کا گروہ زیادہ ہوگا اور پیر فرتوت جو قتال پر قادر نہیں اور تدبیر بہی نہیں کر سکتا اور نہ اوس سے نسل ہونی ممکن ہے تو اسکو چاہیں لاویں اور چاہیں وہیں چہوڑ آویں کہ کفار کا اسمیں کچہ فائدہ نہیں اور یہی حکم ہے بہت بڑہیا کا کذا فی السراج الوہاج **فرعان** دو مسئلے ملحق مسائل کے الاول لا بأس بحمل رأس المشرک لو فیہ غیظهم او فراغ قلبنا وقد حمل ابن مسعود رأس ابی جہل والقاہا بین یدیہ علیہ الصلوۃ والسلام فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر هذا فرعونی وفرعون امتی کان شرہ علی وعلی امتی اعظم من شر فرعون علی موسی وامتہ ظہیریہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ ڈر نہیں مشرک کے سر اوٹہانے میں یعنی برچہی وغیرہ پر اگر اسمیں کفار کو رنج اور غصہ آوے یا ہمارے دل کی اسمیں تسکین ہو اور البتہ عبد اللہ بن مسعودؓ ابو جہل کا سر اوٹہا لایا تہا اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈالدیا تہا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ اکبر یہہ میرا فرعون اور میری امت کا فرعون ہے کہ اسکا شر مجہ پر اور میری امت پر عظیم تر تہا موسی اور اونکی امت پر فرعون کے شر سے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام کو پرورش کیا تہا اور ڈوبنے کیوقت ایمان کا اقرار کیا تہا بخلاف ابو جہل ملعون کے کہ ابتدا سے انتہا تک سرور عالم اور امت کی ایذا رسانی سے باز نہیں رہا اور مرتے دم تک کفر پر مصر تہا الثانی لا بأس بنبش قبورهم طلبا للمال تاتارخانیہ وعبارۃ الخانیۃ قبور الکفرۃ تنبش الذہب ہو دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اونکی یعنی اہل حرب کی قبریں کہودنے میں مال نکالنے کے واسطے اور خانیہ کی عبارت یہ ہے کہ کفار کی قبور کہودنے میں کچھ مضائقہ نہیں تو یہہ عبارت ذمی کو بہی عام ہے بخلاف اول عبارت کے ولا یحل للفرع ان یبدأ اصلہ المشرک بقتل کما لا یبدأ قریبہ الباغی اور حلال نہیں شاخ کو کہ اپنی مشرک جڑ کی قتل میں ابتدا کرے چنانچہ حلال نہیں اپنے قرابتدار باغی کا قتل کرنا خواہ اصل ہو یا نہو ہم اصول عام ہیں باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے ذکور ہوں یا اناث اصل کی قید سے فرع نکل گئی تو باپ کو مشرک بیٹے کا قتل جائز ہے جنگ میں اور اسیطرح چچا اور ماموں اور بہائی مشرک کا قتل درست ہے کذا فی المنح و یمتنع الفرع عن قتلہ بان یشغلہ لاجل ان یقتلہ غیرہ فان فقد قتلہ اور باز رہے فرع اصل کے قتل سے اسطرح کہ اسکو چہوڑ دے بلکہ مشغول رکہے تا کوئی غیر شخص اسکو قتل کر ڈالے اور اگر غیر شخص وہاں مفقود ہو تو خود اسکو قتل کرے کذا فی النہر ولو قتلہ فہدر لعدم العاصم اور اگر فرع نے اصل کے قتل میں ابتدا کی تو اسکا خون باطل ہے بسبب عدم عاصم کے یعنی ایمان یا امان نہیں جو خون کو بچا دے ولو قصد الاصل قتلہ ولا یمکن دفعہ الا بقتلہ قتلہ بلا تردد للدفع مطلقا اور اگر مشرک والدین نے مسلم اولاد کے قتل کا ارادہ کیا اور اسکا دفع کرنا بدون اسکے قتل کے ممکن نہیں تو اب اونکو قتل کرے اسواسطے کہ اپنا بچانا اور اونکا روکنا درست ہے خواہ والدین مشرک ہوں یا مسلم کیونکہ اپنا بچانا فرض ہے اور یہاں کوئی صورت بچانے کی نہیں سوائے قتل کے لہذا اسوقت قتل والدین جائز ہے کذا فی البدائع وجوز الصلح علی ترک الجہاد معهم بمال منهم او منا لو خیرا لقولہ تعالی وان جنحوا للسلم فاجنح لہا اور ترک جہاد پر صلح کرنا

کا فروخت کرنا۔ و مثال اونکا لینا اونسے بھی جائز ہو اگر اسمین مصلحت ہو اور مسلمانون کو حاجت ہو بدلیل قول اللہ تعالی کے کہ اگر کفار صلح کیطرف جھکین تو تو بھی اونکیطرف
جھک جا یہ آیت مطلق ہے لیکن بالاجماع صلح بقید مصلحت مقید ہے تو اگر صلح مین مصلحت نہو تو بالاتفاق جائز نہین کذا فی الفتح ونبذ الیھم ای نقض الصلح قبل انقضاء المدۃ
ان نقض خیرا لفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام باھل مکۃ اور جب صلح کو پھیر دین یعنی صلح توڑ دین تو اونکا اعلام اور اطلاع کر دین کافرونکو حرام ہے عہدشکنی
کیواسطے اگر صلح توڑنا اون سے اسلام کیواسطے بہتر ہو بدلیل فعل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ اہل مکہ سے نقض صلح ثابت ہوا ہے ضرور ہے جب تک صلح کی مدت باقی ہو اور اگر
مدت گذر گئی تو صلح خود باطل ہو گئی اعلام کی کچھ حاجت نہین اور اگر مال لیکر صلح کی ہو اور ہنوز مدت باقی ہو تو اوسکے حساب مال پھیر دینا چاہیے اور اگر بسبب صلح کے بعض
کافر دار الاسلام مین آگئے ہون یا بسبب اطمینان صلح کے دار الحرب کے حصون اور قلاع کو توڑ ڈالا ہو تا وقتیکہ کفار اپنے ملک مین نہ پہنچ لین یا اپنی مکانات کو
نہ بنا لین تب تک اون سے لڑنا جائز نہین کہ عہدشکنی ہے اور یہ جو اہل مکہ کا نقض صلح شارح نے ذکر کیا باتباع صاحب النہر وغیرہ ہے بلکہ اوسی طرح قول اللہ
یعنی در صورت خیانت کفار اوس سے استدلال کرتا ہو اور یہ کہ فتح القدیر مین مذکور ہے کہ جمیع کتب سیر اور مغازی مین مصرح ہے کہ نقض صلح کا اعلام حضرت
علیہ الصلوۃ والسلام کیطرف سے نہین ہوا بلکہ اہل مکہ نے قبل گذرنے مدت صلح کے عہدشکنی کی تو ناگہان لشکر اسلام نے فتح کر لیا کذا فی الطحطاوی وقاتلھم بلا نبذ
ان خان ملکھم ولو بقتال ذی منعۃ باذنہ ولو بلا اذنہ انتقض حقھم فقط اور ہم اون کافرون کا بلا اعلام نقض صلح کے ساتھ قتال کرین
اونکے بادشاہ کی خیانت اگرچہ خیانت صاحب قوت کے قتال سے ہو کہ باجازت بادشاہ اور اگر اوسکے بدون اذن کے بعضے کافرون نے قتال کیا ہو تو فقط اونہین
لوگون کے حق مین صلح ٹوٹ جاویگی یعنی وہ مارے جاوینگے اور گرفتار لوگ لونڈی غلام ہونگے اور اگر مقاتلین صاحب قوت اور شوکت نہونگے تو اونکے حق مین نقض صلح نہین
کذا فی الفتح ونصالح المرتدین اذا غلبوا علی بلدۃ وصارت دارھم دار حرب لو خیرا بلا مال اور ہم اہل اسلام صلح کرین مرتدون سے بلا اخذ مال جبکہ وہ
غالب ہو جاوین کسی شہر پر اور اونکا مکان دار الحرب ہو جاوے اگر اون سے صلح کرنا خیر اور مصلحت ہو اور یہی حکم ہے مشرکین حربیون اور اہل ذمہ کا جبکہ وہ نقض عہد کرین
کذا فی البحر ولا ینبغی الا بلدۃ الا لان فیہ تقریر المرتد علی الردۃ وذلک لا یجوز فتح اور اگر غالب نہوئے ہون کسی شہر پر تو ہم صلح کرینگے اسواسطے
کہ صلح کرنے مین مرتدون کو ارتداد پر قائم رکھنا ہے اور یہ جائز نہین کذا فی الفتح وان اخذ المال منھم لا یرد لانہ غیر معصوم بخلاف اخذنا من البغاۃ
فانہ یرد بعد وضع الحرب اوزارھا فتح اور اگر صلح مین مرتدون کے مال لیا تو اونکا پھیر دینا نہ چاہیے اسواسطے کہ وہ معصوم نہین بخلاف باغیون سے مال لینے کے
کہ وہ پھیر دیا جاویگا بعد لڑائی ہو چکنے کے اسواسطے کہ اونکا مال معصوم ہے کذا فی الفتح والمرتجع فی الزیلعی وحرم ان نبیع منھم ما فیہ تقویتھم علی الحرب کحدید
وعبید وخیل ولو بعد صلح اور ہم زیلعی میں ہے کہ حرام ہے ہمکو کافرون کے ہاتھ وہ چیز بیچنا جس میں اونکو قوت حاصل ہو لڑائی پر جیسے لوہا اور غلام اور گھوڑے ولا نحملہ
الیھم ولو بعد صلح لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نھی عن ذلک وامر بالمیرۃ وھی الطعام والقماش فیجوز استحسانا اور اونکی تقویت کی
چیز کو ہم لاد کر لیجاوین بطریق تجارت اہل حرب کیطرف اگرچہ بعد صلح کے ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیسے یعنی سلاح کی بیع منع فرمایا کذا فی البیہقی عن
عن عمران بن حصین اور حکم دیا میرہ کا یعنی طعام اور قماش کے بیچنے کا تو یہ جائز ہے بطریق استحسان کے ثمامہ بن اثال جب مسلمان ہوا اہل مکہ نے اوسے کہا کہ تو بیدین ہو گیا
اوسنے کہا کہ بیدین نہین ہوا مین اسلام لایا ہون اور محمد کی میں نے تصدیق کی ہے اب تمکو ایک دانہ گیہون کا ملک یمامہ سے نہ ہوئیگا بدون حکم حضرت علیہ الصلوۃ والسلام
کے پھر کفار مکہ پر نہایت تنگی ہوئی انکی حضرت کی خدمت میں التجا کی حضرت نے ثمامہ کو کہا کہ اناج وہان جایا کرے کذا فی الفتح عن البیہقی ولا یقتل من امنہ حر او حرۃ
ولو فاسقا او اعمی وذمیا او صبیا او عبدا اذن لھما فی القتال اور نہ قتل کیا جاوے وہ کافر حربی جسکو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امان دی اگرچہ امان دینے والا
فاسق یا اندھا یا نہایت بڈھا یا وہ لڑکا یا غلام ہو جن دونون کو لڑنے کی اجازت ہوئی ہو ابو داؤد مین مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون
تتکافأ دماؤھم ویسعی بذمتھم ادناھم یعنی مسلمانون کے خون برابر ہین اور سعی کرتا ہے انکی ذمہ داری کی ادنی اونکا یعنی اقل یعنی ایک مسلمان کذا فی الفتح امان یعنی بچاؤ ملنا ہے
ازالہ خوف سے حاصل ہوا تاکہ کافرونکو امان ہو یا اہل شہر یا اہل قلعہ کو اور حکم امان ثبوت امن ہے کافر کیواسطے قتل سے اور گرفتاری سے اور اوسکا مال لوٹنے سے لیکن اگر اوسکے پاس
مسلمان قیدی ہوگا تو چھین لیا جاویگا کذا فی الفتح ارفانہ اور صفت امان یہ ہے کہ وہ عقد غیر لازم ہے اگر اوسکے توڑنے مین مصلحت ہو تو توڑنا جائز ہے کذا فی الدر المنتقی

بایّ لغۃٍ کان الامان و ان کانوا لا یعرفونہا بعد معرفۃ المسلمین ذلک بشرط سماعہم ذلک من المسلمین فلا امان لو کان بالبعد منہم امان صحیح ہے کسی بولی میں ہو اگرچہ کفار اوس بولی کو نہ سمجھتے ہوں بعد دریافت کرنے مسلمانوں کے اس امان کو بشرط سننا کفار کے اونکو مسلمانوں سے تو امان نہیں اگر کفار دور ہوں ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر کافروں نے مسلمانوں کی امان دینے کی آواز نہیں سُنی تو امان نہیں اونکا قتل اور گرفتاری جائز ہے اور اگر مسلمانوں نے ایسے مکان سے پکارا کہ کافر سن سکیں لیکن بظن غالب معلوم ہوا کہ انہوں نے سونے کے سبب یا لڑائی کی ہیبت سے نہیں سنا تو یہ امان ہے اور سب کی سماعت شرط نہیں بلکہ اکثر کی سماعت سب کے حق میں کافی ہے و یصح بالصریح کامنتم او لا باس علیکم اور امان صحیح ہے صریح لفظ سے مثل اس کے کہ میں نے امان دی یا تم پر کچھ خوف اور تنگی نہیں اور اسیطرح تم نڈر رہو یا میں نے تم سے صلح کی یا آؤ بات سنو یا تم پر خدا کا عہد ہے یا خدا کا ذمہ ہے کذا فی المنح وبالکنایۃ کقولہ اذا اظنہ آمنا اور امان صحیح ہے کنایہ سے جیسے یوں کہنا کہ آ جسکو کافر امان گمان کرے ہم عالمگیری میں ہے جب مسلم نے کافر سے کہا آ میں تجھکو قتل کر دوں سو کافر نے صرف آ سنا اور اسکو سمجھا اور آخر کلام یعنی قتل کرنا نہ سنا یا سنا لیکن نہ سمجھا تو یہ امان ہے اور اگر آخر کلام بھی سنا اور سمجھا تو امان نہیں اور ایسے ہی یوں کہنا کہ اگر تجھکو لڑنے کا ارادہ ہے یا آ اگر تو مرد ہے یا آ تو دیکھ کہ میں تیری ساتھ کیا کرتا ہوں تو اسمیں بھی یہی تفصیل مذکور ہے وبالاشارۃ بالاصبع الی السماء اور امان صحیح ہے آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کرنے سے ہم اشارہ مذکور کا مطلب یہ ہے کہ میں نے تجھکو آسمان کے معبود کا ذمہ دیا کذا فی المنح خواہ یہ طرز کلام مسلمین اور کفار میں مروج ہو یا نہو کذا فی العالمگیریۃ و لو نادی المشرک بالامان صح لو ممتنعا اور اگر مشرک نے امان پکاری تو صحیح ہے اگر وہ ممتنع ہو خواہ مسلمین نے اجابت کی ہو یا سکوت کیا ہو اور اگر مشرک ایسے مقام میں ہو کہ وہ ممتنع نہیں اور حالانکہ وہ اپنی تلوار یا برچھی کھینچے ہوئے ہے تو وہ مال غنیمت ہے کذا فی الطحاوی عن البحر و صح طلبہ لذراریہ لا لنفسہ اور صحیح ہے امان مانگنا کافر کا اپنی اولاد کے واسطے نہ اپنی ذات کے واسطے ہم جانتے ہیں کہ شارح یہاں چوک گیا بحر الرائق کی عبارت میں تامل کرنے سے وہ عبارت یہ ہے لو طلب الامان لاہلہ لا یکون ہو آمنا بخلاف ما اذا طلبہ لذراریہ فانہ یدخل تحت الامان انتہی یعنی اگر کافر نے اپنے اہل کے واسطے امان مانگی تو اسکو خود امان نہو گی بخلاف اوسکے جب اپنی اولاد کے واسطے امان مانگے گا تو وہ بھی امان میں داخل ہوگا تو یہ عبارت اس عبارت میں صریح ہے کہ امان کا طلب کرنا اپنی اہل اور اپنی اولاد کے واسطے صحیح ہے مگر پہلی صورت میں طالب امان میں داخل نہیں اور دوسری صورت میں داخل ہے بخلاف شارح کی عبارت کہ انہی فی الواقع شارح علامہ سے بنا بر تصریح کے غلط فہمی ہو گئی کہ کتب معتبرہ اوسکے مخالف ناطق ہیں چنانچہ نہر الفائق کی یہ عبارت ہے لو طلب الامان لاہلہ لا یکون آمنا بخلاف ذراریہ انتہی والتقدم علیہ اکثر و یدخل فی الاولاد اولاد الابناء لا اولاد البنات اور داخل ہوا اولاد کی امان میں بیٹوں کی اولاد یعنی پوتے نہ بیٹیوں کی اولاد یعنی نواسے ولو غار علیہم عسکر آخر ثم بعد القسمۃ علموا بالامان فعلی القاتل الدیۃ و علی الواطی المہر والولد حر مسلم تبعا لابیہ و ترد النساء والاموال الی اہلہا یعنی بعد ثلث حیض اور اگر ایک لشکر مسلمین نے کسی شہر کے کفار کو امان دی پھر دوسرے لشکر نے اوسپر غارتگری کی پھر غنیمت بٹ جانے کے بعد اونکو امان دینے کا حال معلوم ہوا تو جس نے قتل کیا اوسپر خون بہا ہے اور جس نے کہ عورتوں سے صحبت کی اوسپر مہر لازم ہے اور جو اولاد پیدا ہوئی وہ حر مسلم ہوگی باپ کی تبعیت سے اور عورتیں اور مال اون لوگوں کو پھیر دیئے جاویں یعنی عورتیں کسی معتمد کے پاس رکھی جاویں پھر بعد منقضی ہونے تین حیض کے پھیر دیجاویں کذا فی العالمگیریۃ و ینقض الامام الامان لو بقاؤہ شرا و یعاقب بلا مصلحۃ یؤدب اور توڑ دے امام امان کو اگر اسکا باقی رہنا برا ہو اہل اسلام کے حق میں خواہ آپ امان دی ہو یا کسی مسلم نے اور بلامصلحت امان کا دینے والا تعزیر دیا جاوے ہم اور نقض امان میں خبر آگاہ کر دینا کفار کو ضرور ہے کذا فی النہایۃ و بطل امان ذمی الا اذا امرہ بہ مسلم شمنی اور ذمی کا امان دینا باطل ہے مگر جب کہ مسلم نے اسکو امان دینے کا امر کیا ہو تو صحیح ہے کذا فی الشمنی ہم زیلعی اور بحر اور نہر اور عالمگیری میں ہے کہ امیر لشکر جب امر کرے ذمی کو تب امان صحیح ہے تو اطلاق شمنی کا مقید ہے امیر کے تو ظاہر اعتبار امیر کا امر کافی نہیں و اسیر و تاجر و من اسلم ثمہ و عبد محجور عن القتال و صحح محمد امان العبد و فی الخانیۃ خدمۃ المسلم مولاہ الحربی امان لہ اور باطل ہے امان دینا مسلم محبوس اور سوداگر اور ایسے ہی صغیر اور غلام کا جنکو قتال کی اجازت نہیں اور صحیح جانا ہے محمد بن حسن نے غلام کا امان دینا اور خانیہ میں ہے کہ خدمت کرنا مسلم کا اپنے حربی مولی کی امان اوسکے واسطے و مجنون و صبی و من اسلم ثمہ ولو ہاجر الینا لانہم لا یملکون القتال اور مجنون اور اوس شخص کی امان باطل ہے جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اوس شخص کا جو مسلمان ہو اور ہجرت نہیں کی ہو اسواسطے کہ یہ اشخاص مذکور قتال کے مالک نہیں ہم امان مخصوص ہے خوف کے محل میں اور یہ شخص قتال نہیں کر سکتا اسکی امان کا بھی نفع ہے اور نہ کہ اہل اسلام پر ولایت نہیں جو اسکی امان صحیح ہو اور مسلم اسیر اور مسلم تاجر جو دار الحرب میں ہو اور وہ شخص دار اسلام کا جو کفار کی امان میں ہے تو اسکا امان دینا بھی

باب المغنم وقسمته

یہ باب غنیمت اور اسکی بانٹنے کے بیان میں قاموس میں ہے کہ مغنم اور غنیم اور غنیمت اور غنم بالضم کذا فی الجوہرة النیرة
مباح ہوتی ہے اور غنم بالضم اور غنم بالفتح اور غنم بفتحتین اور غنیمت عبارت ہے ایسی چیز کے پانے سے بدون محنت کے کذا فی الفتح وفی المغرب الغنیمة ما نیل من الکفار عنوة و
الحرب قائمة فتخمس واربعة اخماسها للغانمین والفئ ما نیل منهم بعد ما تضع الحرب اوزارها وهو لکافة المسلمین مغرب میں ہے کہ غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہو بسبب غلبہ کے
اور لڑائی ہنوز موجود ہو تو اسمیں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نکالا جاویگا اور باقی حق غازیوں کا ہے اور فئ وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہو بعد لڑائی ہو چکنے اور
دار الاسلام ہو جانے کے جیسے زمین کا خراج اور وہ سب مسلمانوں کا حق ہے نہ فقط غازیوں کا کذا فی الفتح اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ غنیمت اسکا نام ہے جو کافروں سے حاصل ہو
غازیوں کی قوت اور کفار کے مقہور اور مغلوب ہونے سے اور فئ وہ ہے جو کفار سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج زمین کا اور جزیہ غنیمت میں خمس ہے فئ میں نہیں اور جو کفار کو
بطریق تحفہ یا ہدیہ یا رشوت کے ملا ہو وہ غنیمت نہیں ہے فقط اخذ کی ملک ہے اذا فتح الامام بلدة صلحا اجری علی موجبه وکذا امر ہی
ہی کا امراء واراضیها ابقی مملوکة لاهلها جب امام کسی شہر کو فتح کرے بطریق صلح کے نہ لڑائی کے تو موجب صلح کے عمل کیا کرے اور اسیطرح اسکے بعد حاکم بھی عمل
جاری کرین اور زمین انکی کفار کی ملک میں باقی رہیگی امام قہستانی نے لکھا کہ صلح کا اعتبار خراجی عشری ہونے پر ہے تو اگر وہان کا پانی خراجی ہے تو خراج پر امام صلح کرے اور اگر
عشری ہو تو عشر پر صلح کرے اور اس صلح کا تغیر جائز نہیں کہ بجای نقض عہد ہے کذا فی العطاء ولو فتحها عنوة بالقهر قسمها بین الجیش ان شاء او اقر
اهلها علیها بجزیة علی رؤسهم وخراج علی اراضیهم اور اگر امام نے بطور قہر اور غلبہ شہر کو فتح کیا تو اوسکو اختیار ہے کہ درمیان غازیوں کے بانٹ دے اور اگر وہ چاہے تو
اسکے لوگون کو برقرار رکھے اور انکی ذاتوں پر جزیہ باندھکر اور انکی زمینوں پر خراج یعنی محصول مقرر کرکے اگر امام نے اراضی کو غازیوں میں تقسیم کیا جیسا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا تو زمین غازیوں کی ملک ہو جاویگی اور اسپر عشر معین ہوگا نہ خراج اور اگر بعد فتح کے وہان کے کفار کو برقرار رکھا بطور احسان کے جیسا کہ امیر المومنین
عمر رضی اللہ عنہ نے ملک عراق میں کیا کہ اونکے گھر اور انکی زمین کو انہیں کے تصرف میں رہنے دیا جزیہ اور خراج لیکر اور غازیوں میں تقسیم نہیں کی تو کفار جس طرح فتح سے پہلے
اوس زمین کے مالک تھے ویسے ہی مالک رہینگے کذا فی الفتح اور کفار پر اونکی رقاب اور زمین کا احسان کرنا بدون مال منقول کے مکروہ ہے بلکہ اتنا مال دینا چاہیے کہ خود کھاوین اور کھیتی کرین یہانتک
کہ غلہ پیدا ہو اور کافرونکو چھوڑنا بدون زمین اور مال کے یا فقط مال منقول دینا جائز نہیں کہ اہل اسلام پر ثقیل گذرے اور امام مالک کے موطا میں امام اسلم سے روایت ہے کہ عمر فاروق
رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر پچھلے مسلمانوں کی محتاجی کا خیال نہ ہوتا تو جس گاؤں کو مسلمان فتح کرتے تو میں اوسکو درمیان انکے تقسیم کر دیتا حصہ حصہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
خیبر کو حصہ حصہ تقسیم کر دیا اس روایت کے ظاہر سے معلوم ہوا کہ سب خیبر کو تقسیم کیا حالانکہ ابو داؤد میں بروایت صحیح ثابت ہے کہ خیبر کو نصفین تقسیم کیا نصف اپنی حاجتوں اور نصف
مسلمین کے درمیان بین المسلمین میں اشارہ تقسیم فرمائی یعنی ہر سہم میں سو مردوں کے حصے اونکے کذا فی الفتح ملخصا فالاول اولی عند حاجة الغانمین اور اول یعنی
لشکر میں بانٹ دینا بہتر ہے غازیوں کی حاجتمندی کے وقت او حذر تاهم منها وانزل بها قوما غیرهم ووضع علیهم الخراج والجزیة لو کانوا کفارا اوان مسلمین
ووضع علیها العشر لا غیر یا کافروں کو وہاں سے نکالدے اور دوسرے اور قوم کو بساوے اور ان پر خراج اور جزیہ مقرر کرے اگر وہ قوم کافر ہو اور اگر وہ مسلمان ہون تو ان پر عشر مقرر
کرے کچھ اور ہو فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر مسلمان کو وہاں کا دے چاہے ان پر عشر مقرر کرے چاہے خراج کذا فی الفتاوی تجہا عشر ہی مقرر کرنا الیق بقواعد فقہ ہے واللہ تعالی اعلم وقتل
الاساری ان شاء ان لم یسلموا او استرقهم او ترکهم احرارا ذمة لنا الا مشرکی العرب والمرتدین کما سیجئ اور قتل کرے قیدیونکو اگر امام چاہے بشرطیکہ
مسلمان نہ ہو گئے ہوں یا انکو لونڈی غلام بنا دے یا انکو آزاد ذمی بنا کر چھوڑ دے سوای مشرکین عرب اور مرتدین کے کہ انکا ذمی ہونا جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہوگا ذمة لنا ای حقا واجبا لنا علیهم من الجزیة والخراج یعنی اہل ذمہ پر ہمارا حق واجب ہے از قسم جزیہ اور خراج ہو اسلئے کہ ذمہ بمعنی حق اور امان اور عہد ہے اور اہل ذمہ کو اہل ذمہ
کہا ہے اسلئے کہ وہ مسلمین کے عہد اور امان میں داخل ہیں ومن منعه وای اطلاقهم مجانا ولو بعد الاسلام ابن کمال لتعلق حق الغانمین وجوزه الشافعی
لقوله تعالی فاما منا بعد واما فداء ولنا انه نسخ بقوله تعالی اقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم منع ہے اور حرام ہے کافرون پر احسان کرنا یعنی انکو مفت چھوڑنا
اگرچہ بعد گرفتاری اور اوسکے مسلمان ہونیکے انکو چھوڑ دے کذا ذکر ابن کمال بسبب متعلق ہو جانے غازیوں کے حق کے یعنی بعد فتح کے غازی کا فروں کے مالک ہو گئے اب مفت چھوڑنا
انکی حق تلفی ہے اور امام شافعی نے انکا مفت چھوڑنا جائز رکھا ہے بدلیل اس آیت کے کہ اما منا بعد واما فداء یعنی لڑائی کے بعد احسان کرو یا فدیہ لو یعنی کچھ مال لیکر

چھوڑ دو علما نے اسکا جواب دیا ہے کہ آیت مذکورہ منسوخ ہے اس آیت سے کہ فاقتلوا المشرکین یعنی مشرکوں کو قتل کرو جہاں انکو پاؤ کذا فی شرح المجمع اور دلیل نسخ کی یہ ہے کہ من اور فدا سورہ محمد
میں مذکور ہے اور یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہے اور آیت سیف یعنی اقتلوا المشرکین سورہ براءۃ میں نازل ہوئی اور یہ پچھلی سورہ ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی اور جنگ بدر
میں جو فدیہ لیکر کافروں کو چھوڑا تھا اوسپر عتاب ہوا تھا اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیت سیف سے فقط قتل ثابت ہوتا ہے تو چاہیے کہ استرقاق اور ذمی کرنا بھی جائز نہو اسکا جواب یہ ہے
کہ استرقاق وغیرہ میں نص بلا نسخ موجود ہے بخلاف من اور فدا وغیرہ کے واللہ اعلم وحرم فداءهم بعد تمام الحرب اما قبله فيجوز بالمال لا بالاسير المسلم درر
وص كذا السابقة وقالا يجوز وهو اظهر الروايتين عن الامام شمنی اور حرام ہے فدیہ لینا اون سے بعد تمام ہونے لڑائی کے اور قبل تمامی جنگ مال کا فدیہ لینا جائز ہے نہ
قیدی مسلمان کا فدیہ کذا فی الدرر وشرح الوقایہ یعنے اگر مسلمان کافروں کے پاس گرفتار ہو تو کافر کو چھوڑنا اوس مسلمان کے عوض قبل از جنگ بھی امام کے نزدیک درست نہیں اور صاحبین نے
کہا کہ جائز ہے اور وہ یعنی جواز فداء اسیر مسلم ظاہر تر ہے امام کی دو روایتوں سے کذا ذکرہ الشمنی یعنے امام سے جواز اور عدم جواز دونوں مروی ہے لیکن جواز ظاہر الروایۃ
ہے اور صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا مذہب ہے اسواسطے کہ تخلیص مسلم کی بہتر ہے کافر کے قتل سے واتفقوا انه لا يفادى بنساء وصبيان وخيل وسلاح
الا لضرورة ولا باسير اسلم بمسلم الا اذا امن على اسلامه اور امام اور صاحبین اسپر متفق ہیں کہ عورتوں اور لڑکوں اور گھوڑوں اور ہتھیار کے عوض فدیہ
نہ لیا جائے مگر ضرورت کے وقت اور نہ اوس قیدی کے عوض جو مسلمان ہوگیا ہو مسلم اسیر لیا جاوے مگر یہ صورت جائز ہے جب کہ اسیر مسلم کے کافر ہو جانیکا خوف نہو ہم لڑکوں کا فدیہ
اسواسطے جائز نہوا کہ وہ بالغ ہو کر مسلمانوں سے لڑینگے اور عورتوں سے نسل پیدا ہوگی وعلی ہذا القیاس گھوڑوں اور ہتھیار لڑائی کے عمدہ سامان میں
کہا شامی نے کہ منع محمول ہے دراہم اور دینار کے لینے پر ورنہ لڑکا نابالغ کے عوض مسلمان کا لینا بقول صاحبین جائز ہو تو لڑکوں کو نہیں کیونکر منع ہوگا واللہ اعلم وحرم
ردهم الى دارهم ثابت فی نسخ الشرح تبعا للهداية دون المتن تبعا لابن كمال للعلم به من منع المن بالاولى اور حرام ہے پھیر بھیجنا کافروں کا دار الحرب
میں شارح کہتا ہے کہ یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے ہدایہ کے موافق اور متن کے نسخوں میں موافق ابن کمال کے ہے اسواسطے کہ دار الحرب کا پھیرنا تو منع احسان سے بطریق
اولی معلوم ہے مترجم کہتا ہے کہ اسیر کا رہا کرنا یا بعوض ہے تو وہ فدا میں داخل ہے یا بغیر عوض ہے تو وہ من میں داخل ہے اور وجہ اولویت کی یہ ہے کہ من عبارت ہے کافر کے
چھوڑ دینے سے بلا اخذ شیٔ پھر جب یہ حرام ہوا تو رد کرنا بطریق اولی حرام ہوگا اسواسطے کہ اسمیں من ہے زیادتی کے ساتھ یعنی دار الحرب میں پہنچا دینا وحرم عقر
دابة شق نقلها الى دارنا فتذبح وتحرق بعده اذ لا يعذب بالنار الا ربها اور حرام ہے کونچیں کاٹنا اوس جانور کا جسکا دار الاسلام میں لے آنا شاق ہو
تو اوسکو ذبح کرڈالے اور ذبح کے بعد جلا دے اسواسطے کہ جاندار کو آگ سے جلانا جائز نہیں سوا خدا تعالی کے كما تحرق اسلحة وامتعة تعذر نقلها وما لا يحرق
منها كالحديد يدفن فی موضع خفی وتكسر اوانيهم وتراق ادهانهم مغايظة لهم جیسے جلائی جاتے ہیں اونکے ہتھیار اور اسباب جنکا نقل کرنا دار الاسلام
کی طرف دشوار ہو اور جو چیز نہ جل سکے اونمیں سے جیسا کہ لوہے کے ہتھیار وغیرہ تو وہ گاڑ دیے جاویں پوشیدہ مکان میں اور اونکے برتن توڑ دیے جاویں اور اونکے
تیل پھینک دیے جاویں اونکی رنج رسانی اور دل سوزانی کیواسطے ويترك صبيان ونساء منهم شق اخراجها بارض خربة حتى يموتوا جوعا وعطشا
للنهى عن قتلهم ولا وجه لابقائهم اور اونکے لڑکے اور عورتیں جنکا نکالنا دار الحرب سے شاق ہو ویران زمین میں چھوڑ دیے جاویں تاکہ وہ بھوک اور پیاس سے
مر جاویں بسبب منع ہونے اونکے قتل کے اور دار الحرب میں اونکے باقی رکھنے کی کوئی وجہ نہیں یعنی اگر اونکو باقی رکھیں تو لڑکے جوان ہوکر مسلمانوں سے لڑینگے اور عورتوں
سے نسل پیدا ہوگی فتح القدیر میں محقق نے کہا کہ اسطرح سے مارنا تو قتل سے بھی سخت تر ہے لیکن اضطرار شدید کیوجہ سے جائز ہوگا اضطرار یہ ہے کہ اونکو لانیکے واسطے
بار برداری نہو ونجد المسلمين حية او عقربا فی رحالهم ثمة ای فی دار الحرب ينزعون ذنب العقرب وانياب الحية قطعا للضرر عنا بلا
ابقاء للنسل تاتارخانية مسلمانوں نے سانپ یا بچھو کو اونکے کجاووں میں وہاں پایا یعنی دار الحرب میں تو بچھو کا ڈنک اور سانپ کے دانت نکال ڈالیں تاکہ مسلمانوں کو ضرر نہ پہنچے
ہو اونکو قتل کریں تاکہ اونکی نسل باقی نہ رہے کفار کو ضرر کیواسطے کذا فی التاتارخانیہ وفيها مات فينا مسلمات ثمه واهل الحرب يجامعون الاموات
يحرقن بالنار اور تاتارخانیہ میں ہے کہ مسلمان عورتیں دار الحرب میں مرگئیں اور اہل حرب کی عادت یہہ ہو کہ مردوں سے جماع کرتے ہوں تو اونکو آگ سے جلادیں حموی نے
کہا ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم موقت ہے جبتک مخفی زمین میں دفن نہو سکے اور مدت مدید دفن کو نہ گذر گئی ہو ورنہ جلانا جائز نہیں ولا تقسم غنيمة ثمه الا اذا قسم حيث

احتیاجاً الی الحمل فلا یتفرقوا وتحصل لهم نصیحة ارباب الامر للامام حمولۃ اور اگر تقسیم کرنیکا سبب وہاں یعنی دار الحرب میں مجرد کہ امام قسمت کی جہاد
او مصیحت سے سب جا سپاہی مار رہے تو قسمت صحیح ہوگی یا قسمت کی۔ روایت کی اس بات کے واسطے کہ وہاں سے لشکر کی امام سکے پاس بار برداری ہو واد
اتوا مل یحملونہا بکرا المثل د واتیان بادا الحدد ملو حالی لوقسمہا قسمۃ ایداع لیحملوہا الی دار الاسلام ثم یرتجعہا منہم فیقسمہا پھر اگر
بار برداری غنیمت کا اسکو پاس تو اول پر امام ہر کو حراست میں رکھے یا ہر کرے نہیں و دو روایتیں ہیں جواز ہر ایک روایت میں اور عدم جواز دوسری روایت
میں ہے اور عدم جواز اس کے بھی کیونکہ اتنی قسمت کر ناممتنع ہو تو اگر یہہ حال ہو کہ اگر بانٹ دی تو ہر شخص اپنے حصے کو اوٹھا لیجا سکتا ہو تو غنیمت کو بانٹ دیوے
لیکن اگر قادر ہو تو یہ صورت ہے جسکا بیان کرنا اتفاق ہے اور اسکا حکم اول مذکور ہو چکا یعنی دواب کا ذبح کرنا اور جلانا اور عورتوں کو اور لڑکوں کو
دریں میں چھوڑ دینا ولا یجوز بیع الغنیمۃ قبل القسمۃ لانہ لا ملک للامام ولا لاحد قبلہا انما لہ حق تملک الطعام حادمنا اور دار الاسلام میں غنیمت کو قبل
قسمت کے امام کو بیچنا جائز ہے اور اسکے غیر کو بھی قبل قسمت ہول اور اسکے واسطے جائز نہیں لیکن اگر کسی حیز کو کہا نیکے واسطے بیچے تو جائز ہے کہ اتی الجوہرۃ و در
البیع تو وتر و تعالی العساکر یان ہم یکن وقت قسمۃ للغنیمۃ حاجیہ اور لشکر مردود کرے کہ قبل قسمت رائج ہوئی ہو واسطے دور کرنے فساد کے اور اگر
ردو کرنا ممکن ہو تو اسکی قیمت غنیمت میں داخل کرے کہ لے الکافی وداذا لحقہم المدد کما یجالی لاسوق الا دیجی الا دمن لا اسہم منہم بلا قتال یا ان
قاتلوا شارکوہم اور جو مدد دار لشکر غازیوں کے پاس دار الحرب میں ملکر تو وہ غازیوں کے برابر استحقاق غنیمت میں ہونگے اور حربی اور جو مدد کرنیوالے مسلمان
جو ابد قتال کے اور اگر بازاری وغیرہ کار و بیوپار لڑائی کرینگے تو وہ بھی غازیوں کے شریک ہونگے غنیمت میں ہم بازاری کو حقیقۃ بدون قتال کے حصہ سبب کہ اسکا
وہاں جانا قتال کی نیت سے نہیں بحر الرائق میں کہا تو یہی ہے کہ اگر عورت دار الحرب میں جاوے واسطے روٹی کی خدمت کے واسطے یا غلام جاوے میاں کی خدمت کے
واسطے اور قتال نکرے تو اسکے واسطے کچھ نہیں کذا فی الامتیار اور فتح القدیر میں ہے کہ اسیطرح گھوڑے کے سائیس کا کچھ حصہ نہیں ولا من مات منہم قبل
او بعد ولو مات بعد احرازہا بدار الاسلام او بعد الاخراج الی دار الاسلام فنصیبہ لورثتہ لانہ ملکہ تام حاصلہ اور اوس غازی کا حصہ نہیں جو دار الحرب میں بعد تقسیم
قسمت یا بیع ہونے سے پہلے مر گیا اور اگر وہ مرگیا قسمت کے بعد یا دار الاسلام میں لوٹ آنے غنیمت کے دار الاسلام میں تو اوسکے حصے میں ارث جاری ہوگا یعنی اوسکے وارث لیں
اسلئے کہ وہ بعد پہونچنے کے سبب کہ ہو جاوے اسکی ملکیت پکے کہ الی التاتارخانیہ ولہا اذا ادعی رجل صنوۃ الوقعۃ ومن ھو وقد تمت ثم انتقل صحیحاً او
لیتوس لعلہ حصلہ من بیت المال اور تاتارخانیہ میں ہے کہ دعوی کیا اگر ورثے لڑائی میں حاضر ہونگا اور اسکو گواہوں سے ثابت کیا اور حالانکہ غنیمت کی تقسیم ہو چکی
تو قسمت شکستی ہوگی سا کہ اتحسان کے اور بقدر اوسکے حصے کے بیت المال سے اوسکو عوض دیا جاویگا دماولی الی الحرمن قیاس الوقف علی الغنیمۃ وما فی البحر حملا
علی الوقف اور بحر الرائق میں جو وقف کا قیاس غنیمت پر لوا دسکو رد کیا ہے نہر الفائق میں اور اسکو بھی اسی کتاب کی کتاب الوقف میں تحریر کیا ہے رہم صاحب بحر نے
کہا کہ اگر مستحق وقف مرگیا بعد غلہ پیدا ہونے اور اوس کے قبل از قسمت لو اوسکے حصے میں وراثت ہوگی جیسے غنیمت لو الا حرار میں ورثہ ہوتی ہے صاحب
کے کہا ہا اور اور حرین میں صاحب محیط کے فوائد سے منقول ہے کہ امام اور موذن کا حصہ وقف میں سے جو ہوں قبضہ مر گیا تو حصہ ساقط ہوگا اسلئے کہ یہ حکم صلہ
ہے اور قول ضعیف ہے کہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ بحکم اجرت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وقف کا قیاس غنیمت پر صحیح ہے ولا باس بان یعلف العسکر
لا میر الا منام فیہا ای فی دار الحرب یتناول فی دار الحرب ویطعم ما وجدوہ ویستعملوا الحطب ویدھنوا بالدھن ویوقحوا بہ الدابۃ کذا اطلق الکل قسمۃ لا بقسمۃ العسکر وقید فی الوقایہ الشرح کما
وہو الحق دقید الکل فی الظہیریۃ بعدم نہی الامام عنہ وان نہی لم یجز ویستعمل تعلیفۃ المتولیہ اور لفظ عاریہ کہ غیر کو جائز ہے منع ہو اسمیں
یعنی دار الحرب میں جانوروں کے چارہ اور طعام اور لکڑی اور ہتھیار اور تیل سے بدون قسمت کے مصنف نے اس میں ہر ایک انتفاع کو مطلق رکھا تابع کیسر اور وقایہ پر
تنبیہ کے اسکو مقید بحاجت کیا اور یہی حق ہے اور سب اشیاء مذکورہ کو ظہیریہ میں مقید کیا ساتھ منع کرنے امام کے اوسکے کہانے اگر اس سے مراد مال
استعمال ہے ان سب چیزوں کے مناسب ہو تو اگر امام نے اشیاء مذکورہ کے استعمال سے منع کر دیا تو استعمال نہ کرے تو لائق ہے مقید ہونا اوسکی عدم نہی کی جیسے بحر کے علاوہ ہے
الرائق میں نقل کیا اور یہ بات ہے کہ یہی امام کو حق حاجت مقید کیا ہے اسلئے کہ حاجت کرنیوالوں کو بانٹ کر اوسکو دینی حاجت ہوگی تو اوسکے منع کرنے پر عمل ہوگا

وبلا بيع ولا تمول فلو باعوه ردوا ثمنه فان قسمت تصدق به لو غنيا وفقيرا اور غازيونكو انتفاع جائز ہے بدون بیع اور عدم تمول کے تو اگر قبل قسمت کے بیچ کر غازی
نے بیچا ہو تو اوسکی قیمت کو غنیمت مین پھیر دے پھر اگر غنیمت کی قسمت ہوگئی ہو اور اوسکے بعد بیع واقع ہوئی ہو تو اوسکی قیمت کو خیرات کرے اگر وہ غنی ہو اور اگر محتاج
ہو تو خود کہا لے کذا فی المنح عن البحر ومن دخل منا ما لا يملكه اهل الحرب كصيد وعسل فهو مشترك فيتوقف بيعه على اجازة الامير فان هلك
والثمن انفع اجازه والا رده للغنيمة پھر اور جو دار الحرب مین ایسی چیز کو پاوے جسکے کفار مالک نہیں جیسا کہ شکار اور شہد تو وہ مشترک ہے سب غازیون مین تو
اوسکی بیع موقوف رہیگی امیر کی اجازت پر پھر اگر بلا اجازت بیع ہوئی اور مبیع ہلاک ہوگئی یا اوسکی قیمت انفع تر ہو تو امیر بیعکو جائز رکہے اور اگر مبیع قائم ہو یا قیمت انفع
نہو تو بیعکو غنیمت مین پھیر داخل کرے یعنی بیعکو فسخ کرکے کذا فی البحر ولا يحل الخروج منها الا برضاهم اور بعد نکلنے کے دار الحرب سے ہتیار مذکور سے فائدہ لینا
جائز نہیں مگر سب غازیون کی رضامندی سے ومن اسلم منهم قبل مسكه عصم نفسه وطفله وكل مال معه فان كانوا اخذوا احرز نفسه
فقط اور کافرون سے جو شخص کہ مسلمان ہوگیا اپنی گرفتار ہونیسے پہلے تو اوس نے اپنی جان اور اپنی اطفال صغیر اور اپنے ساتہہ والے مال کو بچا یا سو اگر غازیون نے اطفال اور مال کو
لیا ہو تو اوسکے مسلمان ہونیسے پہلے تو فقط اوسکی ذات اسلام سے محفوظ رہیگی او ما اودعه معصوما ولو ذميا فلو عند حربي ففيء یا وہ مال محفوظ رہیگا جسکو
امانت سونپا ہے شخص محفوظ الدم کے پاس اگرچہ امانتدار ذمی ہو اور جو امانت دار کافر حربی ہو تو وہ مال غنیمت ہے كما لو اسلم ثم خرج الينا ثم ظهرنا على الدار فماله ثمة
فيء سوى طفله لتبعيته جیسا کہ اگر کافر دار الحرب مین مسلمان ہو پھر دار الاسلام کے طرف وہ نکل آیا پھر مسلمان غالب ہوئے دار الحرب پر تو اوسکا مال وہان غنیمت ہے
سوا اوسکے طفل صغیر کے بسبب اوسکے تابع ہونیکے اسلام پدری کے لا ولده الكبير وزوجته وحملها وعقاره وعبده المقاتل وامته المقاتلة وحملها
لانه جزء الام اور جو کافر قبل گرفتاری کے دار الحرب مین مسلمان ہوا تو اوسکا بالغ بیٹا اور اوسکی زوجہ اور اوسکا حمل اور اوسکی زمین اور اوسکا لڑنیوالا غلام اور اوسکی لڑنیوالی لونڈی
اور اوس کا حمل محفوظ نرہیگا اسواسطے کہ حمل مان کا تابع ہے ہم تو اگر اوسکا غلام یا لونڈی قتال نکرینگے تو اوسکے مال محفوظ ہین اصل رہینگے ومن دخل دارنا
بغير امان فاخذه احدنا فهو وما معه فيء لكل المسلمين سواء اخذ قبل الاسلام او بعده وقالا لاخذه خاصة وفي الخمس روايتان
قنیہ کافر حربی بدون امان کے دار الاسلام مین داخل ہوا پھر کسی مسلمان نے اوسکو گرفتار کرلیا تو وہ اور اوسکے ساتہہ کا مال غنیمت ہے مسلمانون کے واسطے خواہ گرفتاری سے پہلے مسلمان
اسلام لایا ہو یا بعد اوسکے اور صاحبین نے کہا کہ وہ گرفتار کرنیوالے کی غنیمت ہے خاصکر اور جو خمس ہے اوس مین دو روایتین ہین امام اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح عن القنية وفيها استأجره
لخدمته سفرا فغزا بفرس المستأجر وسلاحه نسهمه بينهما الا اذا شرط في العقد انه للمستأجر اور قنیہ مین ہے کہ لوگون نے کہا ایک شخص کو اپنے سفر
کی خدمت کے واسطے سو نوکر نے جہاد کیا مستاجر کے گہوڑے اور ہتہیار سے تو اوسکا حصہ غنیمت کا دونون کے درمیان منقسم ہوگا مگر جب وقت عقد کے شرط کی
ہو کہ غنیمت کا حصہ مستاجر کے واسطے مخصوص ہے

فصل في كيفية القسمة

یہہ فصل ہے کیفیت قسمت مین یعنی غنیمت غازیون مین کیونکر قسمت ہو قسمت عارض ہے
نصیب شایع کو محل معین مین کردینے سے کذا فی المنح المعتبر في الاستحقاق لسهم فارس وراجل وقت المجاوزة اي الانفصال من دارنا وعند
الشافعي وقت القتال معتبر مستحق ہونے مین سوار اور پیدل کے حصے مین مجاوزت کا وقت ہے یعنے دار الاسلام سے جدا ہونیکے وقت اگر سوار تہا تو سوار کا حصہ پاویگا اور
اگر پیدل تہا تو پیدل کا حصہ پاویگا اور امام شافعی کے نزدیک لڑائی کا وقت معتبر ہے بحر الرائق مین تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ امام کو لائق ہے کہ جب دخول دار الحرب کا
ارادہ کرے تو لشکر کو ملاحظہ کرے اور سوار اور پیدل کا شمار کرے اور انکے نام لکہے سو جسکا نام سوار وہین لکہا پھر اوسکا گہوڑا مرگیا لڑنے کو پہونچنے کے قبل تو وہ سوار کے
سہم کا مستحق ہوگا اور اگر بیچ کریگا تو مستحق نہوگا کذا فی المنح فلو دخل دار الحرب فارسا فنفق او مات فرسه استحق سهمين ومن دخل راجلا
فشرى فرسا استحق سهما تو اگر غازی دار الحرب مین سوار داخل ہوا پھر اوسکا گہوڑا مرگیا تو دو حصے کا مستحق ہوگا اور جو وہان پیدل گیا پھر اوس نے وہان گہوڑا
مول لیا تو ایک ہی حصے کا مستحق ہوگا باعتبار وقت انفصال کے ہم امام اعظم اور زفر کے نزدیک سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ اور اکثر
اہل علم کے نزدیک سوار کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ صاحبین وغیرہما کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ مین سواے نسائی کے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے
مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گہوڑے کے دو حصے مقرر فرمائے اور اوسکے صاحب کے لیے سوار کا ایک حصہ اور امام اعظم کی طرف سے یہہ جواب ہے کہ سوار کو ایک

وہ حدیث ہی جو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کے واسطے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کے واسطے ایک حصہ علاوہ اسکے بہت احادیث سے دو سہم سوار کے ثابت ہیں جنکی تفصیل فتح القدیر میں موجود ہے پھر جب سوار کے تین سہم اور دو سہم میں تعارض ہوا تو امام اعظم نے دو سہم کو وجوب پر محمول کیا اور تین سہم کی روایت کو تنفیل یعنی انعام پر محمول کیا اسواسطے کہ جمع بین الروایات اولٰی ہے ایک کے ابطال سے اگرچہ کوئی اقوی ہو اور کوئی قوی اور یوں کہنا کہ بخاری کی حدیث اصح ہے غیر بخاری کی حدیث سے اگرچہ راوی اسکے ثقات ہوں یا زیادہ راوی ہوں جیسے بخاری نے روایت کی ہے سو دعوی ہے دلیل ہے اسکو ہم نہیں مانتے کذا فی الفتح ولا یسہم لغیر فرس واحد صحیح کبیر صالح للقتال فلو مریضا فان صح قبل الغنیمۃ استحقہ استحسانا لا لو مہرا فکبر مثل رخاء لیہ اور حصہ نہ دیا جاویگا سوای ایک گھوڑے کے جو تندرست جوان لڑائی کے لائق ہو تو اگر گھوڑا بیمار ہو کر تندرست ہو جاوے قبل غنیمت ملنے کے تو وہ اپنے سہم کا مستحق ہوگا بنا بر استحسان کے اور اگر بچھیرا ہو اور دار الحرب کے طول جنگ اور اقامت سے جوان ہو جاوے تو گھوڑے کا حصہ نہ دیا جاویگا وکان الفرق حصول الارہاب بکبیر مریض لا المہر اور گویا کہ فرق دونوں صورتوں مذکورہ میں حصول تخویف ہے جوان بیمار گھوڑے سے نہ بچھیرے سے ولو ہلک فرسہ قبل دخولہ او ذکرہ اجرا ونفرا دخل راجلا ثم اشتراہ فلہ سہمان اور اگر غازی کا گھوڑا غصب کیا یا وہ شخص اوس پر سوار ہو گیا یا گھوڑا بھاگ گیا اور مالک اوسکا پیدل داخل ہوا دار الحرب میں پھر اوس نے اپنی گھوڑے کو پایا تو اوسکو دو حصے ملیں گے بسبب رہنے کے لا کراجرہ ولو باعہ تمام القتال فانہ یسقط فی الاصح لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ ثم داخل المصنف لکن نقل فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرۃ والتبیین ما یخالفہ وفی القہستانی لو باعہ فی وقت القتال فراجل علی الاصح وبعد القتال فارس بالاتفاق انتہی فتنبہ ولیحفظ ہذا العین خوف الخطاء فی الافتاء والقضاء دو حصے پاویگا اگر اوس نے گھوڑے کو بیچ ڈالا اگرچہ اوس نے لڑائی ہو جانیکے بعد بیچی ہو تو البتہ اوسکا حصہ ساقط ہو جاویگا قول اصح میں اسواسطے کہ بیچنے سے ظاہر ہو گیا کہ اوسکی نیت سوداگری کی تھی نہ جہاد کی کذا فی الفتح اور مصنف نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہے لیکن شرنبلالیہ میں جوہرہ اور تبیین سے اسکے مخالف منقول ہے اور قہستانی میں ہے کہ اگر غازی نے گھوڑا بیچا لڑائی کے وقت تو وہ پیادہ ہے بنا بر قول اصح کے اور لڑائی کے بعد بیچ کرنے سے وہ سوار ہے بالاتفاق انتہی تو خبردار رہنا اور اس قید کو یاد رکھنا چاہئے بخوف خطا کاری افتا اور قضا میں مصنف نے اپنی شرح میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر گھوڑا بیچا لڑائی کے بعد تو اوسکا حصہ ساقط نہیں ہوتا بعض کے نزدیک اور اصح یہ ہے کہ ساقط ہوتا ہے اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ اوسکا قصد تجارت کا تھا انتہی وفی المنح حلبی نے کہا کہ یہ نقل فتح القدیر سے غلط ہے فتح القدیر کی عبارت یہ ہے ولو باعہ بعد الفراغ من القتال لا یسقط سہم الفارس بالاتفاق وکذا اذا باعہ حال القتال لا یسقط عند البعض قال المصنف الاصح انہ یسقط لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ انتہی اور یہی مطلب تبیین اور جوہرہ اور قہستانی کا تو شارح کا استدراک کرنا اور خبردار ہونے اور حفظ کا امر کرنا صحیح ہے انتہی قول الحلبی ملخصا اور یہ کہنا کہ شارح کا استدراک حق ہے کہ اوس استدراک سے اوس خطا پر آگاہ کر دیا جو مصنف سے واقع ہوئی اور خبردار ہونے کا امر کرنا اس مقام پر شبہ کی سے خالی نہیں اور اوپر کہنا کا اوسپر تنبیہ کی طرف راجع ہو واللہ اعلم ولا یسہم لعبد وصبی وامرأۃ وذمی ومجنون باقا معتوہ ومکاتب وانما یرضخ لہم قبل اخراج الخمس عندنا اذا باشروا القتال او کانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی او تداوی الجرحی او دل الذمی علی الطریق اور غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوے غلام اور صغیر اور عورت اور ذمی اور مجنون اور بیہوش اور مکاتب کو اور اونکو کچھ تھوڑا سا دیا جاوے قبل نکالنے خمس کے ہمارے نزدیک جبکہ وے لوگ لڑائی لڑیں یا عورت بیماروں کی خدمت گذاری کرے یا زخمیوں کا علاج کرے یا کافر ذمی راہ بتا دے [illegible] الا استعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ الصلوۃ والسلام بالیہود علی الیہود ورضخ لہم اور دلالت ذمی سے مستفاد ہوا مدد چاہنا کافر سے حاجت کے وقت اور البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد چاہی تھی یہودیوں سے یہودیوں پر اور انکو کچھ عطا کیا تھا اور واقدی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ دس یہودی لڑنے گئے اہل خیبر سے لڑنے کے واسطے اور جنگ حنین میں صفوان بن امیہ سے اعانت کی تھی اور وہ مشرک تھا کذا فی الفتح ولا یبلغ بہ السہم الا فی الذمی اذا دل فلہ ذلک لانہ کالاجرۃ اور نہ پہنچاوے انکی عطا بقدر حصہ کے یعنی غازی کے حصہ کے برابر نہ دینا چاہئے مگر ذمی میں جب وہ راہ بتا دے تو سہم سے زیادہ کی جاوے اسواسطے کہ عطا بعوض دلالت اجرت کے مانند ہے تو دینا چاہئے جتنا

گہوڑا والبراذین خیل العجم والعتاق بکسر العین جمع عتیق کرام خیل العرب والہجین الذی ابوہ عربی وامہ عجمیۃ والمقرف عکسہ
قاموس میں ایسا ہی ہے اور براذین جمع برذون یعنی عجمی گہوڑے اور عتاق بکسر عین جمع عتیق یعنی عمدہ گہوڑے عرب کے اور ہجین وہ گہوڑا جسکا باپ عربی ہو اور ماں اوسکی
عجمی اور مقرف اسکے برعکس یعنی جسکا باپ عجمی ہو اور ماں اوسکی عربی کذا فے القاموس یہ گہوڑے سب برابر ہیں سوار کا حصہ پانے میں اور بعض علما کے نزدیک حصہ گہوڑے کا
فقط عربی گہوڑے میں منحصر ہے مصنف اور شارح نے اوسکا رد کر دیا کہ گہوڑوں کا تفرقہ کرنا بے دلیل ہے اسواسطے کہ رباط مضاف ہے جنس خیل کیطرف قال اللہ تعالے
(ومن رباط الخیل) اور خیل سب گہوڑوں کو کہتے ہیں اور اسواسطے کہ اگرچہ عربی گہوڑا طلب اور ہرب میں قوی تر ہو لیکن عجمی گہوڑا جفاکش اور باگ موڑنے میں نرم تر ہے
تو ہر ایک میں جدی جدی منفعت ہے لا یسہم للراحلۃ والبغل والحمار لتعدم الارہاب حصہ نہ پاویگا اونٹ اور خچر اور گدہے کا بسبب عدم رعب اندازی
کے یعنی یہ جانور جہاد کے لائق نہیں اور اسمیں نص بھی وارد نہیں باوجودیکہ عہد اسلام میں اونٹ اور گدہے اور خچر جہاد میں بکثرت ہوتے تھے لیکن کسیکا حصہ منقول
نہیں والخمس الباقی یقسم اثلاثا عندنا للیتیم والمسکین وابن السبیل اور غنیمت کا باقی خمس یعنی پانچواں حصہ ہمارے نزدیک تین تہائی بانٹا جاتا
یتیم اور مسکین اور مسافر کو اور یتیم وہ نابالغ ہے جسکا باپ مرگیا اور بعد بالغ ہونیکے اوسکو یتیم نہیں کہتے ویجوز صرفہ لصنف واحد اور جائز ہے صرف کرنا
خمس کا ایک ہی قسم میں کذا فے الفتح ہم تو اقسام ثلثہ کا ذکر کرنا واسطے بیان مصارف کے ہے یعنی خمس یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہے خواہ تینوں کو دے خواہ ایک
قسم کو وفی المنیۃ لو صرفہ الی الغانمین لحاجتہم جاز وقد حققتہ فی شرح الملتقے اور منیہ میں ہے کہ اگر خمس کو غازیوں پر صرف کرے بسبب اونکی حاجتمندی کے
تو جائز ہے اور البتہ میں نے اسکو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی میں ہم شرح ملتقے کا یہ مضمون ہے کہ غنیمت کا خمس باقی مثل معدن اور رکاز کے محتاج یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق
ہے تو ہمارے نزدیک یہہ تینوں مال تین تین حصے کرکے اقسام ثلثہ پر قسمت کیجاوینگے سوا اونکے اور کسیکا دینا جائز نہیں اقسام ثلثہ میں سبکو دے یا بعض کو بشرطیکہ غنی نہوں
محتاج ہوں وقدم فقراء ذوی القربی من بنی ہاشم منہم ای من الاصناف الثلثۃ علیہم لجواز الصدقات لغیرہم لا لہم اور خمس دینے میں
محتاج قرابتدار بنی ہاشم جو منجملہ اصناف ثلثہ ہیں مقدم کیے جاوینگے یتیم اور مسکین اور مسافر پر بسبب جائز ہونے صدقات کے غیر بنی ہاشم کو واسطے نہ بنی ہاشم کے واسطے یعنی بنی
ہاشم کا یتیم اور یتیموں پر مقدم ہے اور بنی ہاشم کا مسکین اور مسکینوں پر اور اونکا مسافر اور مسافروں پر نہر الفائق میں کہا کہ ذوی القربی سے مراد بنی ہاشم اور بنی
مطلب ہیں فقرا اور اونکا استحقاق فقط قرابت سے نہیں بلکہ نصرت کے سبب سے ہے یعنی آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھہ ہمکلامی مونست اور مصاحبت
کی نصرت نہ قتال کی نصرت اور ایسی نصرت بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سوا مفقود ہے ولہذا اونکی عورتوں کو بھی حصہ ملتا تہا پہر حضرت کی موت سے ساقط
ہوگیا بسبب باقی نہ رہنے علت کے یعنی نصرت مذکورہ کے تو اب بنی ہاشم اور بنی مطلب خمس کے مستحق ہونگے بسبب احتیاج کے ولاحق لاغنیائہم عندنا اور خمس میں کچہہ
حق نہیں بنی ہاشم کے مالداروں کا ہمارے نزدیک اسواسطے کہ خلفاء اربعہ راشدین نے خمس کو اسیطرح اصناف ثلثہ پر تقسیم کیا اور ذوی القربی کو کچہہ نہیں دیا
اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ای گروہ بنی ہاشم حق تعالے نے تمہارے واسطے لوگوں کا میل یعنی زکوۃ کو مکروہ کہا اور اوسکے عوض میں
خمس کا خمس تمکو دیا تو معلوم ہوا کہ خمس الخمس عوض ہے زکوۃ کا اور زکوۃ کا مستحق نہیں مگر محتاج تو اسیطرح خمس کا مستحق نہیں مگر محتاج اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے
جو اونکو خمس دیا تہا تو بسبب نصرت ہمکلامی اور مصاحبت کے دیا تہا اور خلفاء راشدین نے جو اونکو نہ دیا تو اسواسطے کہ ذوی القربی سے جان معدوم کانہ استحقاق کا
اور ہمارے نزدیک انحصار کرنا ... پر جائز ہے یا اونکو غنی جان کر نہ دیا اور مقدم کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد
مناف ہیں اور عبد مناف کے چار بیٹے تہے ہاشم اور عبد شمس اور مطلب اور نوفل چنانچہ عثمان بن عفان عبد شمس کی اولاد میں ہیں اور جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد
میں جب کفار قریش نے آپسمیں عہد کیا کہ بنی ہاشم کے ساتھ نہ بیٹھیں اور نہ اون سے کلام کریں تاوقتیکہ وہ حضرت کو ہمیں قتل کرنیکے واسطے نہ دیں تو بنی مطلب نے بھی عہد کیا
کہ ہم آنحضرت کے مددگار رہینگے سوا نوفل کی اولاد اور عبد شمس کی اولاد قریش کے شریک ہوئے اور بنی ہاشم حضرت کے شریک ہوئے یہانتک کہ تین برس تک
پہاڑ کی گہاٹی میں حضرت کے ساتھ قید رہے کمال مشقت اور تکلیف کے ساتھ چنانچہ کتب سیر میں یہ قصہ مفصل موجود ہے سنن ابو داؤد میں جبیر بن مطعم سے
مروی ہے کہ جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فتح خیبر کے بعد ذوی القربی کا حصہ فقط بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہ دیا تو

میں آ۔ عثمان بن عفان حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ بنی ہاشم کی فضیلت کے ہم منکر نہیں ہیں اسواسطے کہ حق تعالیٰ نے آپکو بنی ہاشم میں پیدا کیا سو کیا وجہ ہے
کہ ہمارے بھائیوں بنی مطلب کو آپ نے دیا اور ہمکو چھوڑا اور قرابت ہماری اور انکی آپکے ساتھ ایک ہی طرح ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور بنی مطلب
جدا نہوئے کفر میں اور نہ اسلام میں اور ہم اور وہ تو شے واحد ہیں اور اپنی انگلیوں کو آپنے قینچی کیا یعنی حضرت نے اشارہ کیا انکی نصرت کا یعنی موافقت
اور موافقت کی نصرت جاہلیت میں جب کفار قریش نے مہاجرت کا عہد کیا تھا اسواسطے کہ انکی نصرت قتال کی تھی کذا فی المنح والنہر والطحاوی اور امام شافعی
احمد کا یہ مذہب ہے کہ خمس الخمس میں غنی اور فقیر ذوی القربے کے برابر ہیں اور امام مالک کے نزدیک امام مختار ہے چاہے انکو دے چاہے غیروں کو دے یا سبکو دے چاہے بعض کو چاہے
غیر ذوی القربے کو دے اھ اور اہل مقصد کیلئے کی کتب مبسوطہ شرح عینی ہدایہ اور فتح القدیر میں مفصل ہیں وما نقلہ المصنف عن الطحاوی ما فی الحاوی
یقینیہ ہی تصحیح الصرف الی الاغنیا ثم نظر فیہ الی الاغنیا اھ جو مصنف بحرالرائق سے یہہ نقل کیا ہی کہ البتہ جو قول کہ حاوی قدسی میں ہی وہ مفید ہے ترجیح صرف کا
اغنیا و ذوی القربے کے واسطے ہمیں اعتراض کیا ہی نہر الفائق میں کہ حاوی قدسی میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ خمس صرف کیا جاوے ذوی القربے اور یتامی اور
مساکین اور ابناء سبیل میں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں بحرالرائق میں کہا کہ یہہ اسکا مقتضی ہی کہ اغنیا ذوی القربے کے دینے پر فتوے ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہمیں نظر ہے بلکہ ہمیں تنکے دینے کی ترجیح ہے غایۃ الامر یہہ ہے کہ صاحب حاوی نے عطاء ذوی القربے میں شرط فقر سے سکوت
کیا ہے لیکن خمس میں شرط ہونا فقر کا معلوم اور مشہور ہے کذا فی النہر وذکر اللہ تعالیٰ للتبرک باسمہ فی ابتداء الکلام اذ الکل للہ اور ذکر اللہ تعالیٰ
کے نام پاک کا شمار خمس میں کیے ہیں اس سے برکت لینے کیواسطے ہی ابتداء کلام میں اسواسطے کہ ہر چیز خدا کی مملوک ہی خمس کی کچھ خصوصیت نہیں ہے قرآن مجید میں ارشاد
ہوا (وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ) یعنی معلوم کرو کہ جو کچھ غنیمت
میں حاصل کرو تو اسکا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کیواسطے ہے اور واسطے رسول کے اور ذوی القربے اور یتامے اور ابن سبیل کیواسطے مصنف نے اس آیت کی تفسیر سے
آگاہ کر دیا فتح استفادہ کیواسطے اسلیئے کہ طبرانی میں ابن عباس سے منقول ہے کہ ذکر اللہ جل جلالہ کا افتتاح کلام ہے اسواسطے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے وہ خدا ہی کا
ہے سیمیں یہ دو بالواو لیکے قول کا اثر ذکر خدا تعالیٰ سیدۃ اللہ بجاہ حضرت ہی اگر وہ ترتیب مراد نہیں تو مساجد میں صرف ہو کذا فی النہر وسھمہ علیہ الصلوۃ
والسلام سقط بموتہ لانہ حکم علق بمشتق وھو الرسالۃ کالصفی الذی کان صلی اللہ علیہ وسلم یصطفیہ لنفسہ اور حصہ رسول
علیہ الصلوۃ والسلام کا آپ کی موت سے ساقط ہو گیا ہے اسواسطے کہ وہ حکم مشتق پر معلق ہے یعنی رسالت پر یعنی وصف رسالت علت ہی حکم کی اور حالانکہ بعد حضرت کے
کوئی رسول نہیں چنانچہ صفی ساقط ہو گیا آپ کی موت کے بعد صفی وہ جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام اپنے واسطے پسند کر لیتے تھے غنیمت سے قبل قسمت اور اخراج خمس کے
چنانچہ تلوار یا زرہ یا لونڈی اور امام شافعی کے نزدیک حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا خلیفہ کیواسطے ہی اور جو دلیل سقوط کی مذکور ہو چکی وہ اون پر حجت
ہی بحر الرائق میں کہا کہ ہر چند رسالت آپکی موت کے بعد منقطع نہیں چنانچہ علماء کبار نے مذکور کیا ہی لیکن وصف رسالت میں آپکا کوئی خلیفہ نہیں ہی اسواسطے کہ آپکے
بعد کوئی رسول نہیں اور یہہ مطلب نہیں کہ رسالت آپ کی موت کے بعد منقطع ہو گئی جیسا کہ بعض الفقہاء نے مخالف اجماع کے گمان کیا بلکہ حکم منعدم ہو گیا
بسبب معدوم ہونے اسکی علت کے ومن دخل دارھم باذن الامام او منعۃ ای قوۃ فاغار خمس ما اخذ والا لا لانہ غنیمۃ والا لا لانہ اختلاس اور جو شخص
گیا دار الحرب میں امام کی اجازت سے یا قوت سے پھر مال لایا غارتگری سے تو خمس لیا جاویگا اوس سے جو کہ وہ لوگ لائے ہیں اسواسطے کہ وہ غنیمت ہے اور اگر امام سے حکم نہیں لیا یا قوت
اور شوکت سے دار الحرب میں نگیا اور کچھ مال لایا تو انسے خمس نہیں اسواسطے کہ وہ چھپا مارنا اور لے بھاگنا ہے حاصل یہ ہے کہ جس میں قہر اور غلبہ اور قوت ہو اس میں
خمس ہے اور جس میں غلبہ نہیں انمیں خمس نہیں یا شوکت جانے میں تو قوت کا ہونا صریح ہی اور امام کے اذن میں اسواسطے قوت ہوئی کہ جب امام نے اذن دیا تو اسکی
مددگاری کا التزام کیا تو یہہ امر بحکم قوت ہوا وفی المنیۃ لو دخل اربعۃ خمس ولو ثلثۃ لا اور منیہ میں ہے کہ اگر چار شخص دار الحرب میں گئے اور کچھ مال لائے تو انسے
خمس لیا جاویگا اور اگر تین شخص گئے تو نہیں قال الامام ما اصبتم لا اخمسہ فلو لہم منعۃ لم یجز ذلک والاجاز امام نے کہا کہ جو مال تم دار الحرب سے لاؤ گے
میں اوسکا خمس نہوگا تو اگر غازی باقوت ہوں تو جائز نہیں اور اگر انکو قوت اور شوکت نہیں تو جائز ہی وندب للامام ان ینفل وقت القتال حثا وتحریضا

فینفل بان یقول من قتل قتیلا فله سلبه اھ اما لا قتیلا انفل به منه اور امام کو مستحب ہے کہ انعام دینے کا وعدہ کرے لڑائی کے وقت ترغیباً یعنی رغبت دلانے کے واسطے تو
یون کہے کہ جو شخص قتل کریگا کسی مقتول کو تو اوسکے واسطے اسباب ہے اوسکا زندہ کافر کو مقتول کہا باعتبار اوسکے قریب قتل کے ہے نفل بفتحتین لغت مین بمعنی زیادہ کے
غنیمت سے ہے یہ نفل ہوئی اسواسطے کہ اس امت پر اور حلال چیز و نیز غنیمت زیادہ ہوئی کیونکہ اور امتون پر غنیمت حلال نہ تھی اور اصطلاح شرع مین نفل وہ ہے جسکو
امام بعض غازیون کے واسطے مخصوص کردے کذا فی المحیط اور انعام مین وقت قتال کی قید لگا کے یہ اشارہ کیا کہ قبل قتال بطریق اولی جائز ہے اور بعد قتال کے
جائز نہیں او یقول من اخذ شیئا فہو له وقد یکون بدفع المال او غیر مال یا امام یون کہے کہ جو غازی کسی چیز کو لیگا وہ اوسکی ہے اور کاہے تنفیل
مال دینے سے ہوتی ہے یا مال کی ترغیب خواہ وہ مال امام کے پاس ہو یا مقتول کا اسباب ہو فالتحریض نفسه واجب للامر به واختیارا لا دعی للمقصود
مندوب جو ترغیب ہے نفسہ واجب ہے اوسکے امر کے سبب سے اور انعام مین اوسکا اختیار کرنا مستحب ہے جو زیادہ تر باعث مقصود اور شوق انگیز ہو ولا یخالفه تعبیر
القدوری بلا باس لانه لیس مطردا لما ترکه اولی بل یستعمل فی المندوب ایضا قال المصنف ولذا عبر فی المبسوط بالاستحباب اور استحباب
تنفیل کے مخالف نہیں تعبیر کرنا قدوری کا لا باس کرکے اسواسطے کہ لفظ لا باس کا فقط ترک اولی کو مطرد نہیں بلکہ لا باس مستحب مین بھی مستعمل ہوتا ہے ویسا کہا ہے مصنف نے
اپنی شرح مین اور اسیواسطے مبسوط مین تنفیل کو مستحب کہا ہے ویستحق الامام لو قال من قتل قتیلا فله سلبه اذا قتل هو استحسانا اور انعام کا امام
مستحق ہوگا اگر اوسنے یون کہا کہ جو کسی مقتول کو ماریگا تو اوسکے واسطے ہے اوسکا اسباب ہے جب امام ہی قتل کرے بنابر استحسان کے ہے قیاس مین اسواسطے جائز نہین
کہ اس قول سے امام اپنی ذات کا انعام دینے والا ہوا تو متہم ہوگا اور استحسان مین اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قول قضا نہیں تو در صورت عدم تخصیص تہمت نہیں
بخلاف ما لو قال منکم او قال من قتلته انا فلی سلبه فلا یستحقه الا اذا عمم بعده کا ظہیریه بخلاف سابق یہہ ہے اگر امام نے کہا
کہ جو شخص تم مین سے ماریگا یا یون کہا کہ جسکو مین قتل کردون تو اوسکا اسباب میرا ہے سو امام اس قول سے اوسکے اسباب کا مستحق نہوگا مگر اوسوقت مستحق ہوگا جب
تعمیم کرے بعد اس تخصیص مذکور کے کذا فی الظہیریه ہم پہلی صورت مین اسواسطے مستحق نہوا کہ انعام کو غازیان مخاطب کے واسطے خاص کریگا اور دوسری صورت مین اسیسبب
سے مستحق نہوا ویستحقه مستحق سہم او رضخ فمن لا شئی له کذمی او خیرة اور انعام کا مستحق ہو سہم یا رضخ کا حقدار تو انعام عام ہوگیا ذمی وغیرہ کو ولذا
ای للتنفیل انما یکون فی مباح القتل فلا یستحقه بقتل امرأة ومجنون ونحوهما ممن لم یقاتل اور تنفیل تو مباح القتل ہی کے مارنے مین ہوتی
ہے تو اسکا مستحق نہوگا عورت اور مجنون اور اونکے مانند کے قتل سے منجملہ اون لوگون کے جنہون نے قتال نہین کیا وسماع القائل مقالة الامام لیس بشرط فی
استحقاقه ما نفله اذ لیس فی الوسع اسماع الکل اور ساعت قائل کی امام کے کلام کو شرط نہیں اوسکے استحقاق تنفیل مین اسواسطے کہ سب لشکر کو سنانا انسان
کے مقدور مین نہیں یعنے اظہار خطاب البتہ ہو سکتا ہے سو پایا گیا کذا فی المنح ویعم کل قتال فی تلک السنة ما لم یرجعوا وان مات الوالی او عزل
ما لم یمنعه الثانی نهر اور تنفیل مذکور شامل ہے اس سال کی ہر لڑائی کو جبتک غازی نہ پلٹ آوین اگرچہ والی مرجاے یا معزول ہو جبتک دوسرے والی نے
اوسکو منع کر دیا ہو کذا فی النہر یہہ اوسوقت ہے جب تنفیل قتال کے وقت نہوئی ہو اور اگر عین حالت قتال مین ہوئی ہو تو اوسی لڑائی تک مقید رہیگی کذا فی
البحر وکذا تعم کل قتیل لانه نکرة فی سیاق الشرط وهی تعم اور اسیطرح تنفیل شامل ہے ہر مقتول کو اسواسطے کہ لفظ قتیل کا نکرہ ہے شرط کی بحث مین اور وہ
شرط نظر مین ہے لینے من قتل قتیلا فله سلبه مین ہم حلبی نے تحریر سے نقل کیا کہ عموم نکرہ نفی مین ضروری ہے اور سیاق شرط مین عام نہیں ہوتا مگر مین علاوہ
اسکے من قتل قتیلا اور ان قتلت قتیلا مین کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا اسواسطے کہ دونون مثالون مین قتیل نکرہ ہے سیاق شرط مین کما لا یخفی بخلاف
ان قتلت قتیلا بخلاف اس قول کے کہ امام نے غازی سے کہا کہ اگر تو مقتول کو ماریگا تو اوسکا اسباب تیرا ہے تو یعنے اگر ایک غازی سے یہہ خطاب کیا اور
اوسنے دو کافر کو مارا تو اوسکو اول مقتول کا اسباب ملیگا فقط اور اگر واسطے العموم اسیطرح لشکر سے خطاب کیا کہ اگر کوئی تم مین سے کسی قتیل کو ماریگا
تو اوسکو اوسکا اسباب ملیگا پھر ایک نے دو یا تین کو قتل کیا تو سبکے اسباب کا مستحق ہوگا اور یہہ استحسان ہے کذا فی البحر ولو قال ان قتلت ذلک الفارس
فلک کذا فیہ وان قطعت رأس اولئک القتلی فلک کذا صح قنیه اور اگر امام نے یون کہا کہ اگر تو اوس سوار کو قتل کرے تو تیرے

اور اگر ایسا ہو تو یہ صحیح نہیں اور اگر یوں کہا کہ اگر تو ان متقدمین کا سر کاٹے تو تیرے واسطے ایسا کچھ ہے تو صحیح ہے کذا فی التبیین قاضی خان نے کہا کہ پہلی
صورت از قسم جہاد ہے تو وہ اجرت کا مستحق نہ ہوگا جیسے امامت اور اذان کی اجرت جائز نہیں بخلاف دوسری صورت کے اس واسطے کہ مقتول کا سر کاٹنا
از قسم جہاد نہیں تو اجارہ و شرط صحیح ہوگا حموی نے شرح کنز میں کہا کہ تعلیل قاضی خان متقدمین کے قول پر مبنی ہے کہ اجارہ طاعات پر صحیح نہیں۔ و فی نقل
السریۃ ہی قطعۃ من الجیش من اربعۃ الی اربعمائۃ مأخوذۃ من السری وہو النفیس لانہم [illegible] العسکر [illegible]
وسمیت [illegible] اور اگر امام نے سریہ بھیجا اور نفل [illegible] غنیمت کے انعام کا وعدہ کیا اور اس قول کو لشکر نے سنا [illegible]
سے انعام ثابت ہے بنا بر استحسان کذا فی الظہیریہ تو سریہ عبارت قطعہ لشکر سے یعنی چند لوگ لشکر کے چار سے چار سو تک [illegible]
فی الدر [illegible] باعتبار [illegible] استعمال میں [illegible] وجاز التنفیل بالکل والقدر منہ لسریۃ لا لعسکر والعزیۃ فی الدلائل اور تنفیل
جائز ہے کل غنیمت سے یا اس کے برابر [illegible] سریہ کو نہ لشکر کو [illegible] مذکور ہے [illegible]
[illegible] اور [illegible] نہیں مگر [illegible] بحر الرائق میں
فتح القدیر سے نقل کیا کہ سریہ اور لشکر عدم جواز تنفیل کل میں برابر ہیں بسبب بطلان سہمین منصوصین کے اور [illegible] حواشی سے مذکور ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی
لا ینفل بعد الاحراز ہنا ای بدارنا الا من الخمس لجوازہ لصنف واحد کما مر اور امام تنفیل نہ کرے بعد جمع ہو جانے غنیمت کے دار الاسلام میں مگر
خمس سے تنفیل بعد الاحراز بھی صحیح ہے بسبب جائز ہونے صرف خمس کے ایک قسم میں چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب صرف خمس کا محتاج کے واسطے ہو تو محتاج
مقاتل کے واسطے بطریق اولیٰ جائز ہوگا کذا فی الفتح وغیرہ والسلب ما معہ من مرکبہ وثیابہ وسلاحہ وکذا ما علی مرکبہ من الآلۃ [illegible]
اور سلب مقتول کا وہ چیز ہے جو اس کے ساتھ ہے یعنی اس کی سواری اور کپڑے اور ہتھیار اور اسی طرح وہ چیز جو اس کی سواری پر ہے [illegible]
[illegible] ہم سلب بعض [illegible] منسوب کرتے [illegible] والتنفیل حکمہ قطع حق الباقین لا الملک قبل الاحراز بدار الاسلام اور حکم
تنفیل کا قطع ہونا ہے باقی لشکر کے حق کا نہ ملک کا قبل احراز دار الاسلام کے ہم جب باقی لشکر کا حق منقطع ہوا تو جب مال کو بعد تنفیل کے پاوے [illegible]
نہیں جاری ہوگی اگرچہ مورث دار الحرب میں مر جاوے اور یہ جو کہا کہ مالک ہونا تنفیل کا حکم نہیں تو مطلب یہ ہے کہ ملک کامل نہیں اور اگر ملک مطلق نہ ہوتی تو
[illegible] وراثت کیونکر جاری ہوتی کذا فی شرح الملتقی اور یہ مذہب شیخین کا ہے اور محمد اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مجرد تنفیل سے ملک ثابت ہو جاتی ہے کذا فی الفتح فلو قال
الامام من اصاب جاریۃ فہی لہ فاصابہا مسلم فاستبرأہا لم یحل لہ وطؤہا ولا بیعہا کما لو اخذہا المتلصص ثمہ واستبرأہا لم تحل لہ
[illegible] اگر تنفیل میں ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہیں تو اگر امام نے یوں کہا کہ جو لونڈی کو پاوے تو وہ اسکی ہے پھر اسکو ایک مسلمان نے
پایا پھر اسکو استبرا کیا یعنی دار الحرب میں تو اسکو اسکی وطی اور بیع حلال نہیں جیسے کسی مسلم نے دار الحرب میں عورت کو پکڑ لیا بطور رخنہ اور استبرا کیا تو اسکو
وطی حلال نہیں باجماع شیخین اور محمد کے یہاں تک کہ اسکو دار الحرب سے نکال لاوے اور استبرا کرے کذا فی الطحاوی عن الشلبی عن الاتقانی والسلب للکل ان لم ینفل
لحدیث لیس لک من سلب قتیلک الا ما طابت بہ نفس امامک فحملنا حدیث السلب علی التنفیل اور اسباب مقتول کا سب لشکر کا حق
ہے نہ فقط قاتل کا اگر امام نے انعام نہ مقرر کیا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ تجھکو اپنے مقتول کے اسباب سے کچھ حق نہیں مگر جب تیرے امام کا دل تجھکو چاہے تو ہم نے
حدیث سلب کو تنفیل پر محمول کیا یعنی حدیث من قتل قتیلا فلہ سلبہ کی محتمل ہے کہ ہر قاتل اپنے مقتول کے اسباب کا مالک ہو اور تنفیل کی بھی محتمل ہے تو ہم نے
اسکو تنفیل ہی پر محمول کیا بنظر حدیث اول کے تا دونوں حدیثوں میں تعارض باقی نہ رہے حدیث اول میں حبیب بن مسلمہ سے خطاب ہے ہر چند یہ حدیث ضعیف
ہے لیکن بسبب کثرت طرق کے مرتبہ حسن کو پہنچ گئی ہے کذا فی الفتح قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود سئل ہل یحل وطء الاماء المشتراۃ
من الغزاۃ الآن حیث وقع الاشتباہ فی قسمتہم بالوجہ المشروع فاجاب لا یوجد فی زماننا قسمۃ شرعیۃ لکن فی سنۃ ۹۴۸
وقع التنفیل الکلی فبعد اعطاء الخمس لا یبقی شبہۃ انتہی [illegible] شارح کہتا ہے اور مفتی روم شیخ الاسلام ابو السعود کے معروضات میں

مرقوم ہو کہ کیا حلال ہے جماع اون لونڈیون کا جو خرید کیجاتی ہین اغازیون سے جبکہ واقع ہوا ہی اشتباہ غازیون کی قسمت مین بوجہ شرعی تو جواب اس سوال کا دیا
مفتی ممدوح نے کہ ہمارے زمانے مین قسمت شرعی موجود نہین لیکن سنہ ۹۴۸ مین سلطان روم کیطرف سے تنفیل کلی واقع ہو گئی ہے سو بعد خمس دینے کے شرع کی
شبہہ حرمت کا باقی نرہا انتہے کلام المفتی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم تنفیل کلی سے یہہ مراد ہے کہ جو غازی کو ئی چیز پاوے وہ مالک ہی اوسکا اور کل غنیمت کی تنفیل
بعضون کے واسطے مراد نہین اور عنقریب بیان کور ہو چکا فتح القدیر سے کہ تنفیل کل کے نہ لشکر کے واسطے جائز ہی نہ سریہ کیواسطے تو معلوم ہوا کہ جواب مفتی ممدوح کا
صحیح نہین اور بالفعل اہل روم کے خمس دینے کو تحقیق کرنا چاہیئے ظاہر ایہہ ہے کہ خمس نہین دیتے تو شبہہ موجود رہی علاوہ اسکے یہہ جواب اوسوقت مسلم ہو جب تنفیل مذکور ہماری
زمانے تک باقی رہی ہو حالانکہ مذکور ہو چکا کہ وہ رجوع حاکم سے منقطع ہو جاتی ہی تو امام سابق کی تنفیل امام لاحق پر بطریق اولے جائز ہو گی مگر اوسوقت جب
سلطان متاخر بہی تنفیل مذکور کو قائم رکہے واللہ سبحانہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب استیلاء الکفار علی بعضہم بعضا وعلے اموالنا

یہہ باب ہے غلبہ کفار کے احکام مین بعضون کے بعضون پر یا ہمارے مالون پر ہم حلبی نے کہا کہ علی بعضہم بعضا کی ترکیب فاسد ہی یون کہنا صواب تہا کہ بعضہم علی بعض
اذا اسبی کافر کافر آخر بدار الحرب اخذہ ما لہ ملکہ لاستیلائہ علی مباح ہم جب گرفتار کیا ایک کافر نے دوسری کافر کو دار الحرب مین اور اوسکا مال چہین
لیا تو وہ مالک ہو گیا اوسکا سبب غالب ہونے کے مباح چیز پر ہم شرح ملتقی مین کہا کہ اطلاق دار الحرب کا اسکا مقتضی ہے کہ احراز دار مالک سے شرط نہین تو اگر کفار ترک
اور ہند کفار روم پر غالب ہون اور رومیون کو ہند مین بکو لیجاوین تو وہان کفار ترک کی بہی ملک ثابت ہو گی کفار ہند کے مانند کفار کی نفوس اور اموال
دار الحرب مین مباح ہین اور استیلاء علی المباح ملک کا سبب ہے مانند استیلاء علی الصید کے ولو سبی اہل الحرب اہل الذمۃ من دارنا لا یملکونہم لانہم احرار ہم
اور اگر گرفتار کر لیگئے کافر حربی ذمیون کو دار الاسلام سے تو اونکے مالک نہونگے سواسطے کہ ذمی دار الاسلام مین آزاد ہین اور آزاد استیلا سے مملوک نہین ہوتا اور ذمیون کے
اموال مثل اموال مسلمین کے اونکے مملوک ہو جاتے ہین وملکنا ما نجدہ من ذلک السبی للکافر ان غلبنا علیہم اعتبارا بسائر املاکہم اور ہم
اہل اسلام مالک ہونگے جو ہم پاوینگے اوس بندی کافر سے اگر ہم اونپر غالب ہون باعتبار اونکی باقی املاک کے یعنے اگر ایک کافر حربی نے دوسرے کافر حربی کو گرفتار
کیا پہر مسلمین اونپر غالب ہوئے تو اوس بندی کے مالک ہونگے جیسے حربیونکے اموال کے مالک ہوتے ہین فتاوی قاضیخان مین ہے کہ اگر کافر حربی دار الاسلام مین اپنے
ولد کو بیچے تو باتفاق روایات جائز نہین اور اگر مسلم دار الحرب مین جا کر حربی کا ولد مول لے اسمین اختلاف ہی امام سے ایک روایت یہہ ہے کہ جائز ہی او حسن کی روایت
امام سے یہہ ہے کہ یہہ بیع باطل ہے اور یہی صحیح ہی پہر جب بیع دار الحرب کی جائز نہوئی بموجب قول جمہور کے تو اگر مشتری دار الاسلام مین نکال لایا اسمین اختلاف ہے
بعضون نے کہا کہ نکال لانیسے مالک ہو گا اسواسطے کہ بیع اگرچہ باطل ہے لیکن جب اوسنے بجبر نکالا تو اوسکا مالک ہو گیا بسبب قہر اور زبردستی کے اور بعضون
نے کہا کہ وہ معزول ہی اور بعضون نے یعنی کرخی نے کہا کہ اگر بائع کے نزدیک بیع جائز ہی تو مشتری بسبب اخراج دار الاسلام کے مالک ہو گا خواہ خوشی سے اسکو
لایا ہو یا جبر سے اور اگر بائع کے نزدیک بیع جائز نہیں تو اگر زبردستی سے لایا تو مالک ہی اور اگر وہ بخوشی آیا تو مالک نہین اور صحیح قول یہہ ہے کہ اگر اوسکو زبردستی
سے نکال لایا تو مالک ہو گا اور اگر اوسکو بخوشی لایا تو مالک نہو گا خواہ بائع جوازبیع کا معتقد ہو یا نہو واللہ اعلم وان غلبوا علی اموالنا ولو عبدا مؤمنا واحرزوہا
بدارہم ملکوہا لان الاستیلاء علی مباح لما ان الصحیح من مذہب اہل السنۃ ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحۃ رای فقہا
المعتزلۃ بل لان العصمۃ من جملۃ الاحکام الشرعیۃ وہم لم یخاطبوا بہا فبقی فی حقہم مالا غیر معصوم فیملکونہ کذا حققہ صاحب
المجمع فی شرحہ اور اگر کفار غالب ہوئے ہمارے اموال پر اگرچہ منجملہ ہمارے اموال کے عبد مؤمن ہے اور اموال کو دار الحرب مین لیگئے تو اونکے مالک ہونگے بسبب استیلا علی
المباح کے ہواسطے کہ اہل سنت کا صحیح مذہب یہہ ہے کہ اشیا مین اصل توقف ہی اور اباحت معتزلہ کا مذہب ہے بلکہ کفار ہمارے اموال کے مالک ہو گئے اسواسطے کہ عصمت یعنے
وجوب حفاظت اموال منجملہ احکام شرعیہ کے ہی اور کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین تو ہمارے اموال اونکے حق مین مال غیر محفوظ باقی رہی تو وہ مالک اوسکے ہو گئے چنانچہ
اوسکی تحقیق صاحب مجمع نے اپنی شرح مین کی ہی ہم اشباہ مین مذکور ہی کہ اصل اشیا مین اباحت ہی اوسوقت تک کہ دلیل اوسکے خلاف پر قائم ہو اور یہہ مذہب امام شافعی کا
یا اصل تحریم ہی تا وقتیکہ اباحت پر دلیل دلالت کری اور شافعیون نے اسکو امام اعظم کیطرف نسبت کیا ہی اور بدائع مین کہا کہ مذہب مختار یہہ ہی کہ افعال

میں قبل شرع کے کچھ حکم نہیں اتھے اور مصنف کی طرح مشائخ میں سے کہ ہیں کہ اشیا میں اباحت ہے بعض حنفیون کے نزدیک اور یہی بین کرخی ہے اور بعض اصحاب حدیث نے کہا کہ اصل اشیا میں توقف ہی یا یہہ معنی کہ واقع میں اشیا کے واسطے اباحت یا تحریم کا حکم ضرور ہے لیکن ہم اوسپر واقف نہیں ہو سکتے عقل سے بدون بیان شرع کے اور ہدایہ کی فصل حداد میں مذکور ہے کہ اصل اشیا میں اباحت ہے طحاوی نے کہا کہ شاید صاحب ہدایہ یہاں بعض اہل مذہب کی رای پر چلا ہو نہ بہ امام شافعی جیسا ثابت ہوا تو شارح کو نسبت کرنا اباحت کے قول کو معتزلہ کیطرف مناسب تھا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہیں ہیں یہہ قول غیر صحیح ہے اور قول اصح یہہ ہے کہ وہ مخاطب باحکام شرعیہ ہیں بنا بر ادا اور اعتقاد کے اور یہہ جو کہا کہ جب کفار مخاطب احکام شرعیہ کے نہوئے تو اونکے حق میں مال غیر معصوم باقی رہا یعنی تو اونکے واسطے مباح ہوا تو اسوقت میں قول بالا باحت کیطرف رجوع ثابت ہوا تو شارح جسکا منکر تھا اوسیکا قائل ہو گیا ویفترض علینا اتباعہم اور ہم پر فرض ہے اونکا پیچھا کرنا یعنی کفار کا پیچھا اور اون سے لڑنا اموال چھوڑانیکے واسطے فرض ہے تاوقتیکہ وہ دار الاسلام میں ہیں اور جب دار الحرب میں چلے گئے تو فرض نہیں بلکہ مستحب ہے اور اگر اولاد کو پکڑ لیگئے تو مطلقا اونکا پیچھا کرنا فرض ہے کذا فی النہر عن البحر عن المحیط فان اسلموا فالکل لہم اور اگر کفار مسلمان ہو گئے تو اونکی ملک ثابت ہو گئی یعنے کفار مسلمین کے اموال لیکر دار الحرب میں جا کر مسلمان ہو گئے تو وہ مالک اموال کے ہو گئے اما حالہ اموال اور ہے نہیں لینگے کذا فی النہر عن شرح الطحاوی وان غلبنا علیہم ای بعد ما احرزوھا بدارہم اما قبلہ فہو لملاکہا مجانا مطلقا اور اگر ہم غالب ہوئے اونپر بعد اسکے کہ کفار اموال کو دار الحرب میں لیگئے اور قبل دار الحرب کے پہنچنے کے تو اموال مذکورہ اونکے مالکون کو مفت ملینگے ہر طرح سے خواہ قبل قسمت اونکو پایا ہو خواہ بعد قسمت کے فمن وجد ملکہ قبل القسمۃ بین المسلمین لا بین الکفار کما حققہ فی الدرر فہو لہ مجانا یعنی اگر ہم غالب ہوئے کافرون پر تو جو مسلمان اپنا مال مملوک پاوے قبل تقسیم بین المسلمین کے نہ کفار کے درمیان چنانچہ اسکو درر میں محقق کیا ہے تو وہ مال بغیر مال کو مفت ملیگا بدون کسی چیز کے وان وجدہ بعدہا فہو لہ بالقیمۃ جبرا للضررین بالقدر الممکن اور اگر صاحب مال نے اسکو بعد قسمت بین المسلمین کے پایا تو اسکو بعوض قیمت کے ملیگا تا بقدر ممکن دونون نقصان جبر ہو جاوین یعنی مالک قدیم کی ملک بلا رضامندی کے زائل ہو گئی تو یہہ نقصان ہوا اور اسکے لینے کا اسکو حق ہے لیکن بعد قسمت کے مفت لینے سے اسکا ضرر ہو جسنے اسکو اپنے حصے میں پایا لہذا اس مال کو بقیمت لینا چاہیے تا جانبین کی حق تلفی نہو یہہ دلیل عقلی ہے اور اسکے موافق کنز الدقائق میں حدیث منقول ہے ولو کان مثلیا فلا سبیل لہ علیہ بعدہا اذ لو اخذہ اخذہ بمثلہ فلا یفید الذی اشتراہ بہ ولو فیکما اخذہ مجانا کما مر اور اگر مالک قدیم کا مملوک مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی تو اوسکے واسطے کوئی راہ لینے کی نہیں اوسپر بعد قسمت کے ہے اسواسطے کہ اگر اسکو لیگا تو بعوض اسکی مثل کے لیگا مثلا گیہون عوض گیہون کے لیگا تو اسکی خرید میں کچھ فائدہ نہیں اور جو شخص اپنا مثلی مال قبل قسمت کے پاوے تو اوسکو مفت لے چنانچہ منقریب گذرا وبالثمن الذی اشتراہ بہ لو اشتراہ منہم تاجر ای من العدو واخرجہ الی دارنا وبقیمۃ العرض لو اشتراہ بہ اور مالک قدیم بعوض اوس قیمت کے لے جسقیمت سے سوداگر نے اوس سے مول لیا یعنی دشمن سے خرید کیا اور اسکو ہماری دار الاسلام میں نکال لایا اور بقیمت جنس کے لے اگر سوداگر نے بعوض جنس کے خرید کیا ہو وبالقیمۃ لو وھبہ منہم زاد فی الدرر او ملکہ بعقد فاسد اور بعوض قیمت کے اگر کفار سے اوس نے بطریق ہبہ کے پایا ہو درر میں اتنا زیادہ کہا ہے … قیمت کے لکن فی البحر شراہ بخمر او خنزیر لیس لمالکہ اخذہ باتفاق الروایات وکذا لو اشتراہ بیعا فاسدا لعدم الفائدۃ فلو بالف قدرا او ادنی وصفا فلہ اخذہ لانہ یفید ولیس ربوا لانہ فداء لکن بحر الرائق میں ہے کہ جب کیا ایک شخص نے مال مذکور کو کفار سے بعوض شراب یا سور کے تو اوسکے مالک کو اوس کا لینا باتفاق روایات جائز نہیں اور اسیطرح اگر اسکو بعوض اوسکی مثل کے بوعدہ ادای قیمت خرید کیا یا بعوض اوس چیز کے خرید کیا جو مقدار اور وصف میں اوسکے مثل ہے خواہ بیع صحیح خرید کیا خواہ بعقد فاسد تو جائز نہیں بسبب عدم فائدہ کے سو اگر بعوض اوس مقدار کے خرید کیا یا بعوض ناقص جنس کے خرید کیا تو مالک کو اوسکا لینا جائز ہی ہو اسواسطے کہ یہہ خرید مفید ہے اور یہہ بیاج نہیں اسلیے کہ یہہ فدیہ ہے یعنی مثلی کی مساوات یہان بیاج میں داخل نہیں اسواسطے کہ مالک نے اپنی مال کو غلامی کیا تو یہہ فی الحقیقۃ فدیہ ہے فرع کذا فی النہر عن البحر وان فقئت عینہ وقطع یدہ واخذ مشتریہ ارشہ ای

فقالها المشتري فيأخذه بكل الثمن إن شاء لأن الأوصاف لا يقابلها شيء منه یعنی مالک کو جائز ہے کہ اپنے مال کو سوداگر سے بقیمت لیلے اگرچہ اسکی مملوک کی
آنکھ پھوڑ دی گئی ہو یا اوسکا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہو اور یہ ہاتھ اوسکے مشتری تاجر کے پاس کاٹا گیا ہو یا خود مشتری نے اوسکی آنکھ پھوڑی ہو تو مالک اسکو کل قیمت سے
لے اگر چاہے اسواسطے کہ اوصاف کے مقابل کچھ قیمت نہیں پڑتی والقول للمشتري في مقداره أي الثمن بيمينه عند عدم البرهان لأن البينة
مثبتة ولو برهنا فبينة المالك أيضا خلافا للثاني نهر اور معتبر قول مشتری کا ہے قیمت کے مقدار میں اوسکے قسم کہانیکے ساتھ گواہ نہونیکے وقت اور
اگر کوئی گواہ اوس نے دیگا تو اوسکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہ بیان کرنے والے ہیں اور اگر دونوں گواہ لادیں تو مالک کے بھی گواہ اوسمیں بخلاف
ابو یوسف کے کذا فی النہر علامہ ... نے کہا کہ ایک نسخہ میں یوں عبارت ہے فبينة المالك أيضا اور یہی نسخہ اولے ہے وإن تكرر الأسر والشراء
بأن أسر ثانيا وشراه آخر أخذ المشتري الأول من الثاني بثمنه لو وجد الأسر على ملكه فكان الأخذ له ثم يأخذ المالك القديم
بالثمنين إن شاء لقيامه عليه بهما وقيل الأخذ الأول لا يأخذه القديم كيلا يضيع الثمن اور اگر گرفتاری اور خرید کر رہونی سطرح پر کہ
دوسرے بار مثلا غلام گرفتار ہوا اور دوسرے مشتری نے اسکو خرید کیا تو مشتری اول اسکو مشتری ثانی سے لے بعوض اوسکی قیمت کے بسبب دوسری گرفتاری کے مشتری
اول کی ملک پر تو اوسکو لینا مقدم ہوا پھر مالک قدیم اسکو دونوں قیمتیں دیکر لے اگر چاہے اسواسطے کہ غلام مشتری اول کو دو قیمتوں پر پڑا اور مشتری اول سے
پہلے مالک قدیم مشتری ثانی سے نلے تا مشتری اول کی قیمت نہ ضائع ہو ولا يملكون حرنا ومدبرنا وأم ولدنا ومكاتبنا لحريتهم من وجه
فيأخذها مالكه مجانا لكن بعد القسمة يؤدي قيمته من بيت المال اور کفار مالک نہیں ہوتے ہمارے حر اور ہمارے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے
بسبب آزاد ہو جانیکے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے ایکطرح سے تو اوسکو اسکا مالک مفت لیلے بلا عوض لیکن بعد قسمت بین المسلمین اسکی قیمت بیت المال سے ادا
کیجائیگی حر وغیرہ اسواسطے مملوک کفار نہوئے کہ معصوم بنفسہ ملک کا محل ملک میں ہوتا ہے یعنے مال مباح میں اور حر معصوم بنفسہ ہے اور اسیطرح مدبر وغیرہ میں وجہ
حریت ثابت ہے اور اگر تاجر کافروں سے حر وغیرہ کو مول لے تو مالک اوس سے بلا عوض لے کذا فی المنح ونملك عليهم جميع ذلك بالغلبة لعدم العصمة
اور ہم اہل اسلام کفار پر مستولی ہوکر اونکے مدبر اور ام ولد اور مکاتب سبکو مالک ہونگے بسبب غلبہ کے بواسطے عدم عصمت کے ولو ند إليهم دابة ملكوها لتحقق الاستيلاء
إذ لا يد للعجماء اور اگر کافروں کی طرف اہل اسلام کا کوئی جانور بہاگ گیا تو وہ اوسکے مالک ہونگے بسبب ثابت ہونے استیلا کے دار الاسلام سے نکلتے ہی اسواسطے کہ جانور
کیواسطے اپنی ذات پر تصرف نہیں کہ دار الاسلام سے نکلنے کیوقت ظاہر ہوا اور ملک کفار کا مانع ہو وإن أبق إليهم قن مسلم فأخذوه قهرا لا خلافا
لهما لظهور يده على نفسه بالخروج من دارنا فلم يبق محلا للملك اور اگر دار الاسلام سے کفار کے لونڈی یا غلام مسلمان بہاگ نکلا سو اونہوں نے اوسکو
بزور پکڑ لیا تو مالک نہونگے بخلاف مذہب صاحبین کے بسبب ظاہر ہونے تصرف غلام کی اپنی ذات پر ہماری دار الاسلام سے نکلنے کے سبب سے تو وہ محل ملک باقی نرہا ہم جب
تک غلام دار الاسلام میں تھا تو اوسکا تصرف اپنی ذات پر ساقط الاعتبار تھا بسبب تحقق مولے کے تصرف کے تا ہوا اوسکے انتفاع پر قادر ہوا اور
خروج دار الاسلام سے مولی کا تصرف اوسپر زائل ہو گیا تو اوسکا تصرف اپنی ذات پر ظاہر ہوا تو وہ معصوم بنفسہ ہو گیا لہذا وہ محل ملک باقی نرہا پھر جب
کفار کی ملک اوسپر ثابت نہوئی امام کے نزدیک تو مالک قدیم اسکو مفت لیگا خواہ وہ موہوب ہو خواہ کسی نے اسکو خرید کیا ہو خواہ مغنوم قبل از قسمت ہو اور
بعد قسمت کے اوسکا عوض بیت المال سے ادا کیا جائیگا کذا فی البحر شارح نے قہر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غلام کو بلا قہر کفار لیں گے تو باتفاق اور صاحبین کے مالک
نہونگے بخلاف ما إذا أبق إليهم بعد ارتداده فأخذوه ملكوه اتفاقا بخلاف اوسکے جب غلام اونکی طرف بہاگ جائیگا بعد اپنے مرتد ہونیکے
پھر کفار اسکو پکڑیں تو باتفاق مالک ہونگے ولو أبق ومعه فرس أو متاع فاشترى رجل ذلك كله منهم أخذ المالك العبد مجانا لما مر
أنهم لا يملكونه وأخذ غيره بالثمن لأنهم ملكوه اور اگر غلام دار الحرب میں بہاگ گیا اور اوسکے ساتھ گہوڑا یا اسباب تھا پھر اگر کسی نے یہ سب اون سے مول
لیا تو مالک قدیم غلام کو مفت لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ کفار غلام کے مالک نہیں ہوتے اور غلام کے سوا اور چیز کو قیمت سے لے اسواسطے کہ کفار اوسکے مالک ہو چکے
وعتق عبد مسلم أو ذمي لأنه يجبر على بيعه أيضا زيلعي شراه مستأمن ههنا وأدخله دارهم إقامة لتباين الدارين مقام الإعتاق

كالو استولوا عليه وادخلوه دارهم ثم أتى منهم [illegible] آزاد ہوگا وہ غلام مسلمان یا غلام ذمی اسواسطے کہ غلام ذمی کی بھی بیع پر جبر کیا جائیگا
كذا في شرح الزيلعي وہ غلام آزاد ہوگا جسکو کافر مستأمن نے دار الاسلام میں خرید کیا اور دار الحرب میں داخل کیا بسبب قائم کرنے تباین دارین کے مقام اعتاق کے
یعنی بسبب [illegible] آزاد ہوگا اگر کفار غالب ہوئے غلام پر دار الاسلام میں اور اسکو دار الحرب میں داخل کریں پھر وہ وہاں سے ہماری طرف دار الاسلام میں بھاگ
آوے امام کے نزدیک غلام دار الحرب میں داخل کرنیسے ہوا اسواسطے آزاد ہوا تا مسلم کا ذلت سے غلامی کی [illegible] لہذا شرط یعنی تباین دارین کو علت کے
قائم مقام کیا یعنی اعتاق کے قيد بالمستأمن لانه لو اشتراه حربي لا يعتق عليه اتفاقا لانه حق استرداده [illegible] مصنف نے مستأمن کی قید لگائی ہے اسلئے
کہ اگر اسکو کافر حربی خرید کریگا تو وہ آزاد نہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اوسکے حق استرداد کے باقی رہنے کے سبب سے كذا في النهر طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق اور
نہر الفائق میں لو اشتراہ کے مقام میں لو اسرہ ہے یعنی اگر حربی نے عبد مسلم کو گرفتار کیا اور مترجم کہتا ہے جو نہر الفائق کے طرف رجوع کیا تو طحطاوی کے
موافق پایا چنانچہ اوسکی عبارت حاشیہ پر مرقوم ہے وكعبد لهم أسلم ثمة فجاءنا أي إلى دارنا أو إلى عسكرنا ثمة أو اشتراه مسلم أو ذمي أو حربي
منه أو عرضه على البيع وإن لم يقبل المشتري بحر چنانچہ حربیوں کا وہ غلام آزاد ہوجاتا ہے جو دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر ہمارے پاس آیا یعنی ہماری
طرف دار الاسلام میں آیا یا اوس لشکر اسلام میں آیا جو دار الحرب میں وارد ہے یا اوسکو مسلمان یا ذمی یا حربی نے دار الحرب میں خرید کیا یا حربی نے اسکو بیع کے واسطے
پیش کیا اگرچہ مشتری نے اوسکی بیع نہ قبول کی ہو كذا في البحر او طحطاوی علیہم ففي هذه التسع الصور يعتق العبد بلا إعتاق ولا ولاء لأحد
عليه لأن هذا إعتاق حكمي [illegible] اہل اسلام غالب ہوئے حربیوں پر تو ان نو صورتوں میں غلام مذکور آزاد ہوجائیگا بدون آزاد کرنیکے اور کسیکو
حق ولا اوس پر نہوگا اسواسطے کہ یہہ عتق حکمی ہے كذا في الدر [illegible] نو صورتیں مستأمن کی خرید سے آخر تک ہیں حلبی نے کہا بلکہ گیارہ صورتیں ہیں اسلئے
کہ خرید کرنا مستأمن کا دو حال سے خالی نہیں یا اوس نے عبد مسلم کو خرید کیا یا ذمی عبد کو اسیطرح استیلاء کفار عبد مسلم پر واقع ہوا ہو یا عبد ذمی پر في
الزيلعي لو قال الحربي لعبده أحدا [illegible] انت حر لا يعتق عند ابي حنيفة لانه معتق ببيانه مسترق ببنانه اور ترجمہ زیلعی ہے اگر
حربی نے اپنے غلام سے کہا [illegible] کہ تو آزاد ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد ہوا اوسکے بیان سے اور مملوک ہوگیا اوسکے ہاتھ پکڑنے
یعنی [illegible] ملک استیلاء جدید سے اوسکی ملک ثابت ہوگئی استیلاء جدید سے مراد اوسکا ہاتھ پکڑنا ہے دار الحرب میں واللہ تعالی اعلم

باب المستأمن

أي الطالب للأمان یہہ باب مستأمن یعنے امان مانگنے والے کے احکام میں ہے اور چونکہ طلب امان دون استیلاء کے ہوتی ہے لہذا اسکو باب الاستیلاء کے بعد ذکر کیا ہے
يدخل دارهم بأمان مسلما كان او حربيا مستأمن وہ جو غیر کے ملک میں پناہ لیکر جاوے خواہ مستأمن مسلمان ہو یا حربی یعنے مسلم دار الحرب میں اہل
حرب سے امان لیکر جاوے یا کافر حربی دار الاسلام میں اہل اسلام سے پناہ لیکر آوے تو انکو مستأمن کہتے ہیں دخل مسلم دار الحرب بأمان حرم تعرضه لشيء من
دم ومال [illegible] اذ المسلمون عند شروطهم داخل ہو مسلم دار الحرب میں امان لیکر تو اوسپر حرام ہوگا کافروں کی ہر چیز سے تعرض کرنا خون اور مال
اور شرمگاہ سے اسواسطے کہ اہل اسلام اپنی شرطوں کے نزدیک قائم رہتے ہیں یعنی مستأمن حربیوں کا خون کرنا یا انکا مال لوٹ لینا یا انکی عورتوں سے قربت کرنا جائز
نہیں حرام ہے فلو اخرج الينا شيئا ملكه ملكا حراما للغدر فيتصدق به وجوبا سو اگر مسلم مستأمن دار الحرب سے ہماری طرف دار الاسلام میں کوئی چیز
نکال لایا تو اوسکا مالک ہوگا ملک حرام بسبب غداری کے تو اوسکو خیرات کردے [illegible] وجوب کے اسواسطے ہوا کہ بسبب اخراج کے مال [illegible] اور
مستأمن [illegible] کی جہت سے [illegible] اور تصدق ثابت ہوا [illegible] اگر جاریہ ہوگی تو اوسکی وطی حلال نہیں اگرچہ اسکو دار الاسلام میں نکالا
اور جو شخص ایسی جاریہ کو مستأمن سے خرید کرے اسکو بھی وطی حلال نہیں بسبب قائم ہونے خبث کے ملک [illegible]
یعنی اگر مشتری جانتا ہو کہ بائع اسکا مالک ہوا ہے [illegible] اسواسطے کہ [illegible] اموال میں متعدد [illegible] گزارش کہ [illegible] میں
ہو مطلع کہ مورث کا مال وارث کو حلال ہے اگرچہ وارث اوسکے مال کی حرمت کو جانتا ہو اور ظہیریہ میں حلت مال مورث [illegible] کہ وارث اوسکا مال
جانتا ہو تب اوسکو مال مورث کا حلال ہے یعنی اگر جانتا ہو کہ فلاں مال فلاں شخص کا مورث نے غصب کیا ہے یا رشوت میں لیا ہے تو حلال نہیں كذا في الطحطاوی

عن المحوی قید بالاخراج لانه لو غصب منهم شیئا رده علیهم وجوبا مصنف نے اس مین اخراج کی قید لگائی ہو اسواسطے کہ اگر دار الحرب مین کافرون کی
کوئی چیز غصب کریگا تو اوسکو پھیر دینا بروجوب ہے تاوقتیکہ وہ دار الحرب مین ہے اور یہی حکم ہے چوری اور غارتگری کا بخلاف الاسیر فیباح له التعرض
وان اطلقوه طوعا لانه غیر مستامن فهو کالمتلصص بخلاف اوس مسلم کے جو دار الحرب مین گرفتار اور مقید ہے تو اوسکو اونکی جان اور مال سے
متعرض ہونا مباح ہے اگرچہ کفار نے اوسکو بخوشی چھوڑ دیا ہو اسواسطے کہ وہ مستامن نہین تو وہ متلصص کے مانند ہے یعنی جو دار الحرب مین چھپ کر جاوے فانه یجوز
له اخذ المال وقتل النفس دون استباحة الفرج لانه لا یباح الا بالملك سو مسلم مقید کو جائز ہے حربیون کا مال لینا اور جان کا قتل کرنا سوا اباحت
شرمگاہ کے اسواسطے کہ حربیات کا جماع حلال نہین مگر بملک سے اور ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہین اور ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہے
الا اذا وجد امراته المأسورة او ام ولده او مدبرته لانهم ما ملکوهن بخلاف الامة مسلم مستامن کو اباحت شرمگاہ حلال نہین مگر
اوسوقت حلال ہے جب اوس نے دار الحرب مین اپنی زوجہ گرفتار یا اپنی ام ولد یا مدبرہ کو پایا ہو اسواسطے کہ کفار اونکے مالک نہین ہوئے بخلاف لونڈی کے کہ
وہ گرفتاری سے اونکی مملوک ہو جاتی ہے تو اوسکی وطی بھی حلال نہین لم یطأهن اهل الحرب اذ لو وطئوهن تجب العدة للشبهة زوجہ اور ام ولد اور
مدبرہ اوسوقت حلال ہین جب کہ اون سے اہل حرب نے وطی نکی ہو اسواسطے کہ اگر اونہون نے اون سے وطی کی ہوگی تو عدت واجب ہوگی بسبب شبہ ملک کے فان ادان
حربی دینا ببیع او قرض او بعکسه او غصب احدهما صاحبه وخرجا الینا لم نقض لاحد بشئ لانه ما التزم حکم الاسلام فیما مضى
بل فیما یستقبل پھر اگر حربی نے مسلم مستامن کو مدیون کیا خواہ دین بواسطے بیع ہو یا قرض کے یا اسکے بالعکس یعنی مستامن نے حربی کو مدیون کیا یا ایک نے
دوسرے کا مال غصب کیا اور دونون ہماری طرف دار الاسلام مین نکل آئے دار الحرب سے تو ہم اہل اسلام کسی شخص کو واسطے کسی چیز کا حکم نکرینگے ہو اسواسطے کہ م
ستامن نے حکم اسلام کا زمان گذشتہ مین التزام نہین کیا بلکہ زمان آیندہ مین التزام کیا ہے اور ادانت مین تو اسواسطے حکم نہوگا کہ ادانت دار الحرب مین واقع ہوئی وہان
حکومت اسلام جاری نہین جو قاضی اسمین کچھ حکم کرے اور وقت قضا بھی حربی مستامن پر ولایت اسلام نہین ہے اسواسطے کہ اوس نے زمان گذشتہ مین التزام
احکام نہین کیا بلکہ آیندہ مین کیا ہے اور غصب مین اسواسطے حکم نہین کہ دار الحرب غلبہ اور قہر کا ملک ہے جو ایک شخص دوسرے کے مال پر غالب ہوا مالک ہو گیا بحر
مین ہے کہ دین سے یہان عام مراد ہے جو خرید فروخت اور قرض کو شامل ہے اگرچہ صاحب قاموس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ لغت مین قرض کو دین نہین کہتے ہین اسلئے کہ فقہا نے
تصریح کی ہے کہ دار الحرب کے قرض کا بھی یہی حکم ہے ویفتى المسلم برد المغصوب زیلعی زاد الکمال وبرد الدین ایضا دیانة لا قضاء لانه غدر
اور مسلم کو رد مغصوب کا فتوی دیا جائیگا کذا فی شرح الزیلعی کمال الدین محقق نے اتنا زیادہ کہا ہے اور قرض کے پھیر دینے کا فتوی دیا جائیگا باعتبار دیانت نہ قضا کے
دیانة اسواسطے فتوی ہوگا کہ عدم ادای دین دغا بازی ہے اھ یعنی قاضی بجبر حکم نکریگا بلکہ مسئلہ شرعی بیان کر دیگا وکذا الحکم یجری فی حربیین فعلا ذلک
ای الادانة والغصب ثم خرجا مستامنا لما بینا اور ایسا ہی حکم جاری ہے اون دو حربیون مین جنہون نے وہ کیا یعنی ادانت اور غصب دار الحرب مین کیا پھر دار الاسلام
مین اکر مستامن ہوئے بنظر اوس دلیل کے جسکو ہمنے بیان کیا یعنی دونون مین قاضی اسلام کچھ حکم نکریگا ہو اسواسطے کہ اونہون نے التزام احکام اسلام استقبال مین کیا
نہ ماضی مین خرج حربی مع مسلم الی العسکر فادعى المسلم انه اسیره وقال الحربی کنت مستامنا فالقول للحربی الا اذا قامت قرینة
تحکم بها مثل ان کان مغلولا او مکتوفا عملا بالظاهر جس حربی نکلا دار الحرب سے مسلمان کے ساتھ لشکر اسلام کی طرف پھر مسلم نے دعوی کیا کہ وہ میرا قیدی ہے اور حربی نے کہا کہ مین
مستامن تہا تو حربی ہی کا قول معتبر ہوگا مگر اوسوقت مسلم کا قول مقبول ہوگا جب کوئی قرینہ قائم ہو اوسکی گرفتاری پر چنانچہ اوسکی مشکین بندہی ہو یا اوسکے
گلے مین طوق پڑا ہو بنا ظاہر حال پر عمل کرنے سے کذا فی البحر وان خرجا الینا مسلمین قضی بینهما بالدین لوقوعه صحیحا بالتراضی
واما الغصب فلا لما مر انه ملکه اور اگر دو حربی نکل آئے دار الاسلام مین مسلمان ہو کر اور اونہون نے مقدمہ رجوع کیا قاضی کیطرف تو اون دونون
اوس دین کا حکم کیا جاویگا بجہت واقع ہونے دین کے صحیح بسبب رضامندی طرفین کے اور غصب مین تو حکم نہوگا ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ دار الحرب مین غصب کرنیسے
غاصب مالک ہو جاتا ہے اسواسطے کہ دار الحرب دار القہر ہے قتل احد المسلمین المستامنین صاحبه عمدا او خطأ تجب الدیة لسقوط القود ثمه کالحد

ی تمالہ وفیہما التعذر والعیاذ علی العاقلۃ مع تباین الدارین دو مسلمان مستامن ہیں ایک نے دوسرے اپنے ساتھی کو قتل کیا قصدا یا چوک کر تو دیت لازم
ہوگی بسبب اسکے کہ تو ہوئی قصاص کے وہان یعنی دارالحرب میں مانند حد کے دیت واجب ہوگی قاتل کے مال میں دونوں صورتوں عمد اور خطا میں بسبب دشوار ہونے حفاظت
اہل محلہ پر باوجود اختلاف دارین کے یعنی اہل محلہ پر جو قتل خطا میں دیت واجب ہوتی ہے تو اس سبب سے کہ انہوں نے بچایا نہیں قصور کیا سو یہاں تباین دارین سے متصور
نہیں لہذا قاتل ہی کے مال سے دیت دلائی جائیگی والکفارۃ ایضا فی الخطأ لاطلاق النص اور کفارہ بھی واجب ہوگا قتل خطا میں بسبب اطلاق نص کے
یعنی نص قرآنی میں بلا قید دارالحرب اور دارالاسلام کے ارشاد ہوا ہے کہ جو مومن کو چوک کر مارے تو مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور دیت مسلمہ مقتول کے وارثوں کو
وفی قتل احد الاسیرین الآخر کفر فقط کما مر بلا دیۃ فی الخطأ اور دو قیدی مسلمان ہیں ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں میں فقط کفارہ دے بلا گذشت
بدون دیت کے قتل خطا میں ہے سقوط دیت کی وجہ قتل عمد میں مذکور ہوگی ولا شیء فی العمد اصلا لانہ بالاسر صار تبعا لہم فسقطت عصمتہ المقومۃ
لا المؤثمۃ ولذا یکفر فی الخطأ اور کچھ واجب نہیں قتل عمد میں اصلا نہ کفارہ نہ دیت اسواسطے کہ مسلم بسبب گرفتاری کے اہل حرب کا تابع ہو گیا تو ساقط ہو گئی اسکی عصمت
مقومہ نہ عصمت مؤثمہ تو اسیواسطے قتل خطا میں کفارہ دے نہ عمد میں صاحب عصمت مقومہ یعنی قیمت ٹھیرانیوالی وہ ہی جو موجب مال ہو تعرض کے نزدیک اور
عصمت مؤثمہ وہ ہی جو موجب گناہ کی ہو عند التعرض کذا فی المنح کقتل مسلم اسیرا ومن اسلم ثمۃ ولو ورثتہ المسلمون ثمۃ فیکفر فی الخطأ
فقط لعدم الاحراز بدارنا یا جیسے مسلم قتل کرے نہیں قیدی مسلم کو یا اسکو جو دارالحرب میں مسلمان ہوا اگرچہ مقتول کے مسلمان وارث وہاں موجود ہوں
دیت واجب نہیں تو فقط قتل خطا میں کفارہ دے بسبب عدم احراز دارالاسلام کے ہم عصمت مقومہ جو انسان کی قیمت کو ثابت کرے اسطرح پر کہ جو چیز عصمت
کرے تو اوسپر قصاص لازم آوے یا دیت یہ ہماری نزدیک بسبب احراز دارالاسلام کے ثابت ہے نہ بسبب اسلام کے کذا فی الطحطاوی عن العلامہ نوح **فصل فی استیمان**
الکافر یہ فصل ہے کافر کے امان طلب کرنے میں جب مستامن مسلم سے فراغت پائی تو مصنف نے احکام کافر مستامن کے شروع کئے لا یمکن حربی مستامن فینا سنۃ
لئلا یصیر عینا لہم وعونا علینا نہ رہنے پاوے حربی مستامن ہم میں یعنی دارالاسلام میں ایک سال تاکہ وہ ان کا جاسوس اور ہماری ضرر رسانی کر اور انکا
مددگار نہو جاوے ہم حربی کا ہمیشہ رہنا دارالاسلام میں جائز نہیں مگر بسبب رقاق یا جزیہ تاکہ وہ ان کا جاسوس نہو اور مسلمین کے ضرر میں انکا مددگار نہو گرچہ
مدت اوسکو رہنے دینا البتہ جائز ہے اسواسطے کہ بالکل نہ آنے دینے میں سد باب تجارت ہے لہذا دونوں مدتوں میں حد فاصل ایک سال کو قرار دیا کہ اس مدت میں
جزیہ واجب ہے کذا فی المنح وقیل لہ ای للامام ان اقمت سنۃ قید اتفاقی لجواز توقیت ما دونہا کشہر او شہرین درر لکن ینبغی ان
لا یلحقہ ضرر بتقصیر المدۃ جدا فتح وضعنا علیک الجزیۃ اور حربی سے کہا جاوے بادشاہ اسلام کی طرف سے کہ اگر تو دارالاسلام میں ایک سال رہیگا
تو ہم تجھ پر جزیہ رکھینگے شارح نے کہا ایک سال رہنے کی قید اتفاقی ہے بسبب جواز توقیت کمتر از سال کے جیسے ایک مہینہ یا دو مہینے کذا فی الدرر لیکن لائق یوں ہے
کہ اوسکو ضرر نہ پہنچے نہایت کم مدت مقرر کرنے سے کذا فی الفتح ہم جزیہ مقرر کرنا سال بھر ٹھیرنے پر موقوف نہیں بلکہ اگر امام نے ایک مہینہ رہنے کی اجازت دی
تھی اگر وہ مہینہ رہیگا تو ذمی ہو جائیگا جزیہ اوسپر لازم آویگا فان مکث سنۃ بعد قولہ فہو ذمی ظاہر المتون ان قول الامام لہ ذلک شرط لکونہ
ذمیا فلو مکث سنۃ او سنتین قبل القول فلیس بذمی وبہ صرح العتابی وقیل نعم وبہ جزم فی الدرر تبعا لما فی الفتح والاول اوجہ پس اگر
حربی دارالاسلام میں سال بھر بعد قول امام کے ٹھیرے تو وہ ذمی ہے ظاہر عبارت متون سے یہ ہے کہ امام کا یہ قول اسکے ذمی ہونیکی شرط ہے تو اگر حربی ایک سال
یا دو سال دارالاسلام میں ٹھیریگا قول امام سے پہلے تو وہ ذمی نہیں اور یہی عتابی نے تصریح کی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بدون قول امام کے بھی ذمی ہوگا
اور اسی قول پر یقین کیا ہے درر میں تبع الفتح القدیر میں کہا کہ قول اول دلیل سے موافق تر ہے ولا جزیۃ علیہ فی حول المکث الا بشرط اخذہا منہ فیہ اور
حربی پر جزیہ نہیں پہلے سال کی اقامت میں مگر اوس سے شرط کر لینے میں سال کے اندر جزیہ لینے کے یعنی اگر یوں کہدیا ہو کہ اگر تو اس سال رہیگا تو تجھ پر جزیہ دینا لازم
آویگا تب تو لینا درست ہے ورنا نہیں اسواسطے کہ وہ دوسرے سال میں ذمی ہوا ہے نہ اول سال میں اور جزیہ دینا بعد ذمی ہونیکے لازم ہے نہیں آیا مصنف نے
ذمی کے احکام شروع کئے فاذا صار ذمیا یجری القصاص بینہ وبین المسلم ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ اذا اتلفہ اور جب کہ حربی

ذمی ہوگیا تو قصاص جاری ہوگا اوسکے درمیان اور مسلم کے درمیان اور مسلم اوسکی شراب اور سوٗر کی قیمت کا ضمان دیگا جب کہ مسلم اسکو تلف کر ڈالیگا ویجب الدیۃ
علیہ اذا قتلہ خطاً اور مسلمان پر خون بہا دینا واجب ہوگا جب کہ ذمی کو چوک کر مار ڈالیگا ویجب کف الاذی عنہ وتحرم غیبتہ کالمسلم فتح اور واجب ہے
اوسپر تکلیف اور ایذا اوکو پہنچانا اور اوسکی غیبت کرنا حرام ہے مسلمان کے مانند کذا فی فتح القدیر وفیہ لو مات المستامن فی دارنا وورثتہ ثمہ وقف مالہ لھم
ویاخذہ ببینۃ وتوین اھل الذمۃ تکفیل ولا یقبل کتاب ملکھم اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کافر مستامن دار الاسلام میں مرگیا اور اوسکو وارث
دار الحرب میں ہیں تو اوسکا مال اونکو واسطے رکھہ چھوڑا جاویگا اور اوسکے وارث مال کو گواہ لاکر پاوینگے اور اگر اونکی وراثت کے گواہ اہل ذمہ ہوں تو ضمانت
لیکر اونکو مال ملیگا اور حربیوں کے بادشاہ کا خط اس امر میں مقبول نہیں واذا اراد الرجوع الی دار الحرب بعد الحول ولو لتجارۃ او لقضاء حاجۃ
کما یفیدہ الاطلاق فھو منع لان عقد الذمۃ لا ینقض فمعاداہ منع الذمی ایضا اور جب کافر مستامن دار الحرب کی طرف پھر جانیکا ارادہ کرے بعد
ایک سال کے تو منع کیا جاویگا اگرچہ تجارت یا حاجت روائی کے واسطے جاتا ہو چنانچہ اطلاق روایات سے یہ مفید ہوتا ہے کہ اسی واسطے روکا جاویگا
کہ عقد ذمہ بعد منعقد ہونے کے منقوض نہیں ہوتا اور اس تعلیل سے مستفاد ہوا ذمی کا منع کرنا بھی دار الحرب کے جانے سے ہم طوطاوی نے کہا منع ذمی بحث ہے
صاحب بحر کی حالانکہ یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری میں مصرح ہے یعنی تو قیاس کی کیا حاجت ہے ثما یمنع لو وضع علیہ الخراج بان الزم بہ واخذ منہ عند
حلول وقتہ لان خراج الارض کخراج الرأس بسبب روکا جاتا ہے حربی مستامن دار الحرب کے جانے سے اگر اوسپر خراج زمین کا مقرر کیا جاوے اسطرح
کہ خراج اسکو لازم کیا گیا ہو اور خراج اوس سے لیا جاتا ہو اوسکے وقت آنیکے نزدیک ہو اسلئے کہ زمین کا محصول گردن کے محصول کے برابر ہے ذمی ہو جائیگا
یعنی جب مستامن نے دار الحرب میں زمین مول لی یا غیر کی زمین میں زراعت کی تو اوسپر خراج لازم آیا تو وہ اس سے ذمی ہوگیا جیسے جزیہ سے ذمی ہوتا ہے لہذا دار الحرب
میں نہ جانے پاویگا اوصاد لھا ای المستامنۃ الکتابیۃ زوج مسلم او ذمی لتبعیتہا لہ وان لم یدخل بہا تاتارخانیہ کتابیہ کیونکہ مسلم یا ذمی زوج کیا
یعنی دار الاسلام میں اوس نے مسلم یا ذمی سے نکاح کیا تو اب دار الحرب میں نہ جانے پاویگی بسبب تابع ہونے زوجہ کے زوج کے واسطے اگرچہ زوج نے اوس سے قربت نہ کی ہو لا عکسہ
لامکان طلاقہا لعکس اسکے یعنی کافر مستامن اگر ذمیہ سے نکاح کرے تو ذمی نہیں ہوتا اوسکی طلاق دینے کے امکان سے یعنی مرد زوجہ کو طلاق دیکر اپنے ملک میں
جا سکتا ہے بخلاف عورت کے کہ وہ مالک طلاق کی نہیں ولو نکحہا ھنا نطالبتہ بمھرھا فلھا منعہ من الرجوع تاتارخانیہ اور اگر مستامن نے ذمیہ سے دار الاسلام
میں نکاح کیا سو زوجہ اوس سے اپنا مہر مانگا تو اوسکو اوسکا روکنا دار الحرب کے جانے سے پہونچتا ہے کذا فی التاتارخانیہ فلو لم یقف حتی مضی الحول یتبغی صیرورتہ
ذمیا علی ما مر من الدرر سو اگر مستامن نے مہر دیا یہاں تک کہ ایک سال گذر گیا تو اوسکا ذمی ہو جانا سزاوار ہے بنابر اوس روایت کے جو درر سے مذکور ہوچکی
یعنی امام کا یوں کہنا مستامن سے کہ اگر تو سال بھر رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ مقرر کرینگے ذمی ہونیمیں شرط نہیں بلکہ اقامت یکساں بہ ثبوت ذمیت میں کافی ہے بدر منتقیٰ
وسنہ علم حکم الدین الحادث فی دارنا اور مسئلے کے حکم سے معلوم ہوگیا اوس دین کا حکم جو دار الاسلام میں حادث ہوا یعنی صاحب دین کو مدیون کا
روکنا دار الحرب کے جانے سے جائز ہے اور اگر سال بھر اوسی میں ٹھہریگا تو ذمی ہو جائیگا فان رجع المستامن الیہم ولو لغیر دارہم حل دمہ لبطلان
امانہ پھر اگر مستامن پھر گیا حربیوں کی طرف اگرچہ دوسرے دار الحرب میں گیا ہو تو اوسکا خون بعود داخل ہونے دار الحرب کے حلال ہے بسبب باطل ہوجانے اوسکی امان کے
تو وہ حربی ہوگیا وان ترک ودیعۃ عند معصوم مسلم او ذمی او دینا علیہما فاسر او ظھر وا علیہم فقتل ولم یظھر وا علیہم قتل او
منعقد دینہ وسلمہ وما غصب منہ ووجب مال اجرھا السبق یدہ پھر اگر مستامن دار الحرب میں پھر گیا اور امانت کو شخص معصوم یعنی مسلم یا ذمی کے پاس چھوڑ
گیا یا دونوں پر اپنا دین چھوڑ گیا پھر بدون فتح ہونی دار الحرب کے گرفتار ہوا یا غلبہ حاصل ہوا اہل حرب پر سو اسکو گرفتار کیا مسلمین نے یا اوسکو قتل کیا بعد غالب ہونے
کے تو اوسکا دین اور بیع سلم کا راس المال اور جو مال کہ اوس سے غصب کیا اور کرایہ اوس ذات کا جسکو اوس نے اجارہ دیا تھا ساقط ہوگیا بسبب معدوم ہونی قبضہ
امانت دار وغیرہ کے جو مدیون وغیرہ پر اثبات ید بسبب مطالبہ کے تھا اور مطالبہ تو بسبب گرفتاری یا قتل دائن کے ساقط ہوا اور مدیون وغیرہ کا ید اوس سے
پہلے سبقت رکھتا ہے تو اوسکو مخصوص ہوگا لہذا دین وغیرہ ساقط ہوگا اور غنیمت نہوگا کذا فی البحر وصار مالہ کودیعتہ وما عند شریکہ ومضاربہ وما فی

جیسا کہ فی داری فیہا اور مال اوسکا جو کہ اوسکی امانت اور جو مال کہ اوسکے شریک یا مضارب کے پاس اور جو اوسکے گھر میں ہے دار الاسلام کے اندر غنیمت ہوجائیگا یعنی جو تمام
کہ مال مذکور اوسکے قبضہ میں ہے تقدیرا کیونکہ امانت دار وغیرہ کا قبضہ قائم مقام صاحب امانت کے ہے تو امانت وغیرہ غنیمت ہوجائیگی اوسکی ذات کی تبعیت واسطے
فی المحیط و کذا فی الجوہرۃ النیرہ و تبیین بدلا کذا فیہ اور خلاف روایت ہے اوسکے رہن میں اور بحر الرائق میں ترجیح دی ہے کہ وہ رہن ہی کیونکہ اسکی ہی بعوض اسکے
دین تمام ہوئیہ قول ہے ابو یوسف کا اور محمد کے نزدیک مرہون بیچا جاے اور اوس سے مرتہن کا دین ادا کیا جاے اور جو رہا وہ ہی ادا ہی بین سے وہ میت ہے بعلین
صاحب بحر نے محمد کے قول کو ترجیح دی ہے اور مصری نے صاحب نہر کی ترجیح کو رد کیا ہے کہ انہ لطحاوی نے ذکر کیا ہے ... اسم لو بعث من یاخذ الودیعۃ والقرض
وجب التسلیم الیہ انتہی اور سر احمدی ہے کہ اگر مستامن کرنے کسی شخص کو دار الحرب سے بہیجا تو اوسکو امانت اور قرض کا سپرد کرنا
واجب ہے انتہی کا یعنی ہو اسطے کہ اوسکا مال غنیمت نہیں ہوتا مگر اوسکی گرفتاری یا قتل سے سو ہونہ حاصل ہین وعلیہ یتوقف منہ دیتہ ہذا لو
مات وودیعتہ فینا اور بنابر وجوب تسلیم ودیعت اور قرض کے تو ادا کیا جائیگا اوسکے مال سے دین وسکا براو نے حالت دار الاسلام میں مستامن قرض لیا اوکی
سے اگرچہ اوسکی ودیعت غنیمت ہوگی طحاوی نے کہا ہے بحث ہے صاحب بحر کی نہ روایت مذہب وان قتل او مات فقط بلا غلبۃ علیہم فدینہ و
قرضہ ودیعتہ لورثتہ لان نفسہ لم تصر مغنومۃ فکذا مالہ کالو ظہر علیہ فہرب نمالہ لہ اور اگر مستامن مذکور بعد رجوع دار الحرب کے قتل
کیا گیا ہو اون گرفتاری کے یا فقط مرگیا بدون غالب ہونے مسلمین کے دار الحرب پر تو اوسکا دین اور قرض اور امانت اوسکے وارثون کے واسطے ہی اسواسطے کہ ذات اوسکی
مغنوم نہین ہوئی تو اسیطرح اوسکا مال بہی غنیمت نہین ہوا چنانچہ اگر وہ گرفتار ہوا پہر بہاگ گیا تو اوسکا مال اوسیکو واسطے ہی کیونکہ اوسکی گرفتاری اوسکے
بہاگ جانے سے باطل ہوگئی ہم خلاصہ بیان یہ ہے کہ بیان پانچ صورتین ہین تین صورتون میں تو اوسکا دین ساقط ہی اور اوسکی امانت غنیمت ہی ۱ دار الحرب پر غالب
ہونے اور اوسکے گرفتار کرنے سے ۲ دار الحرب پر غالب ہونے اور اوسکے قتل کرنے سے ۳ بدون غلبہ دار الحرب اوسکی گرفتاری کے اور دو صورتون مین اوسکا مال
غنیمت نہین بلکہ بطور سابق قائم رہیگا اگر وہ زندہ ہی تو آپ ورنہ تو اوسکے وارث لینگے ۱ اوسکے گرفتار ہونے سے پہر بہاگ جانے سے ۲ اوسکے مقتول ہونے سے
بدون غلبہ مسلمین دار الحرب پر یا اوسکے مرجانے کذا فی النہر حربی ہنا لہ ثمہ عرس ثمۃ واولاد ودیعۃ عند معصوم وغیرہ فاسلم ہنا او صار ذمیا
ثم ظہرنا علیہم فکلہ فئ لعدم یدہ وولایتہ وکذا لو سبی طفلہ الینا فہو فئ مسلم ایک حربی یہان دار الاسلام مین ہو جسکی وہان دار الحرب میں
جورو اور اولاد اور امانت ہی کسی شخص معصوم یا غیر معصوم کے ساتہ پہر وہ یہان دار الاسلام مین مسلمان ہوگیا یا ذمی ہوگیا پہر ہم اہل اسلام اہل حرب پر غالب ہوئے
تو اوسکی زوجہ اور سارا اولاد اور امانت سب غنیمت ہی بسبب نہونے اوسکے قبضے اور ولایت کے اور اگر اوسکا طفل دار الاسلام مین گرفتار ہو آیا تو وہ مملوک
مسلم ہو گا طفل مسلمان نہیں ہوگا باپ کی تبعیت سے ہو اسطے کہ دونون ایک ملک مین مجتمع ہوے بخلاف اون اطفال کے جو دار الحرب مین ہین کہ وہ اسلام مین تابع
نہ ہونگے بسبب تباین دارین کے وان اسلم ثمہ فجاء فظہرنا علیہم فطفلہ حر مسلم لاتحاد الدار اور اگر حربی نے دار الحرب مین مسلمان ہو پہر یہان
دار الاسلام مین آیا پہر اہل اسلام کا اہل حرب پر غلبہ ہوا تو اوسکا طفل صغیر حر مسلم ہی اپنے باپ کی تبعیت سے بسبب متحد ہونے دار کے یعنی جب اوسکا باپ مسلمان ہوا تہا
تو دونون دار الحرب مین واقع تہی کذا فی النہر فا ودیعتہ مع معصوم لہ لان یدہ کیدہ محترمۃ اور امانت اوسکی شخص معصوم کے ساتہ اوسیکو واسطے
ہی اسواسطے کہ قبضہ امانتدار معصوم کا صاحب امانت کے قبضہ کے مانند محترم ہی یعنی بسبب اسلام کے وغیرہ فئ لو غصبہا مسلم لعدم النیابۃ اور
سوای امانت کی اور مال اوسکا غنیمت ہی اگرچہ اوسکی کسی چیز کو مسلم اور ذمی نے غصب کیا ہو بسبب عدم نیابت کے کذا فی النہر اسواسطے کہ غاصب کا قبضہ صحیح نہین جو کہ
قبضہ کے قائم مقام ہو وللامام حق اخذ دیۃ مسلم لاولی لہ اصلا اور امام کو واسطے اوس مسلمان کی دیت کے لینے کا حق ہی جسکا کوئی ولی وارث نہ
ہو کہ بعض عقوبہ ہی کہ اوسکا خون بہا لیکر بیت المال میں رکھی و لا قتل خطا کا حکم معلوم ہے ولہذا کفارہ مذکور نہ کیا ہو اسواسطے کہ جنایات مین مذکور ہوگا ودیۃ
مستامن اسلم ہنا من قاتلہ خطا لقتلہ نفسا معصومۃ اور امام کو اوس مستامن کی دیت کے لینے کا حق ہی جو یہان دار الاسلام مین مسلمان ہوا
اوسکے قاتل سے یعنی خون بہاے قتل خطا مین بسبب قتل کرنے قاتل کے نفس معصوم الدم کو یعنی مستامن کا ولی دار الحرب مین کالعدم ہے لہذا امام اوسکا

خون بہا لیگا اسواسطے کہ امام اوسکا ولی ہے جسکا کوئی ولی نہیں وفی العمد له القتل فیہما ایضاً اوالدیة صلحا لا العفو نظراً لحق العامة اور لا وارث مسلم
اور ستامن مسلم کے قتل عمد مین امام کو قاتل کا قتل جائز ہے بنا بر قصاص کے یا خون بہا لینا بطور صلح کے نہ معاف کرنا بنظر حق عامہ مسلمین کے یعنی اگر دیت بیت المال
مین داخل ہوگی تو سب اہل اسلام کو حصہ ملیگا تو خون معاف کردینے مین اونکی حق تلف ہے حربی او مرتد او من وجب علیه قود التجأ بالحرم لا یقتل
بل یحبس عنه الغذاء لیخرج فیقتل لان من دخله فهو امن بالنص وسیجئ فی الجنایات حربی یا مرتد جسپر قصاص واجب ہوا جو بیا
بیت اللہ کے حرم مین تو حرم کے اندر وہ مقتول نہوگا بلکہ اوسکا کھانا روکا جائیگا یعنی اسکو کوئی کھانا پینا مطلقاً نہ دیگا تا وہ حرم سے باہر نکلے عاجز ہوکر پھر حرم کے
باہر قتل کیا جاے اسواسطے کہ جو شخص حرم مین داخل ہوا وہ امن مین ہوگیا بموجب نص قرآنی کے یعنی (ومن دخله کان امنا) اور یہ مسئلہ آگے کتاب الجنایات
مین آویگا لا تصیر دار الاسلام دار حرب الا بامور ثلثة باجراء احکام اهل الشرک وباتصالها بدار الحرب وبان لا یبقی فیها مسلم او
ذمی امنا بالامان الاول علی نفسه دار الاسلام دار الحرب نہین ہوتا مگر تین امور کے پائے جانے سے ۱ اہل شرک کے احکام جاری ہونے سے ۲ اور اوسکے
متصل ہونے سے دار الحرب کے ساتھ ۳ اور اسے کہ وہان مسلم یا ذمی بے ڈر شرک نہ باقی رہے اپنی ذات پر امان اول سے ہم اہل شرک سے سب اہل کفر مراد ہین یعنے
اہل کفر کے احکام علی الاعلان بلا دغدغہ جاری ہون اور حکم اسلام وہان نہ جاری ہو اور اتصال دار الحرب سے مراد ہے کہ دونون کے درمیان مین بلاد اسلام کا کوئی
شہر نہ واقع ہو اور امان اول سے وہ امان مراد ہے جو ثابت تھی قبل غالب ہونے کفار کے مسلم کو اسلام کے سبب سے اور ذمی کو عقد ذمہ کے جہت سے اور اس مسئلہ کی
تین صورتین ہین یا اہل حرب کسی شہر پر بلاد اسلام سے غالب ہوجائین یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہوکر احکام کفر جاری کرین یا اہل ذمہ عہد توڑکر اپنے ملک پر غالب ہوجائین
توان سب صورتون مین وہ ملک دار الحرب نہوگا امام اعظمؒ کے نزدیک مگر شرائط مذکورہ ثلثہ سے اور صاحبینؒ کہا کہ فقط ایک ہی شرط سے دار الاسلام دار الحرب ہوجاتا ہے
یعنی احکام کفر کے ظاہر کرنیسے اور یہی قول قیاس کے موافق ہے کذا فی العالمگیریة عن السراج الوہاج طحطاوی نے کہا جب دار الاسلام دار الحرب ہوگیا تو وہان حدود اور قصاص
نہ جاری ہوگا اور مسلم کو اہل حرب کی جان اور مال کا متعرض ہونا حلال ہے سوائے ملک فروج کے اور احکام مذکورہ منعکس ہوجائینگے جب دار الحرب دار الاسلام
ہوجائیگا ودار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اهل الاسلام فیها کجمعة وعید وان بقی فیها کافر اصلی وان لم تتصل بدار
الاسلام درر وهذا ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح فکانه ترکه لمجی بعضه ووضوح باقیه اور دار الحرب دار الاسلام ہوجاتا ہے
احکام اسلام کے جاری کرنے سے اوسمین چنانچہ نماز جمعہ اور عید اگرچہ وہان کافر اصلی باقی رہے اور گو وہ ملک دار الاسلام سے متصل ہو کذا فی الدرر اور یہ
عبارت یعنی حربی وغیرہ کے دخول حرم سے آخر تک متن کے نسخون مین ثابت ہے اور مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہے سو گویا مصنف نے اسکو شرح مین ترک کر دیا
بسبب آنے بعضے مضمون کے اور واضح ہونے باقی کلام کے یعنے دخول حربی کا حرم مین کتاب الجنایات مین آویگا اور باقی مضمون واضح ہے طحطاوی نے کہا اوسکے واضح
ہونے مین بحث ہے ہم شرح ملتقی مین شرنبلالیہ سے منقول ہے کہ قاری ہدایہ سے سوال ہوا دریای شور یعنی سمندر کہ وہ دار الاسلام ہے یا دار الحرب سے
جواب دیا کہ وہ کسی مین داخل نہین کہ وہان کسیکا قہر اور حکومت نہین طحطاوی نے کہا کہ ہم نکاح کافر کے باب مین مذکور کرچکے ہین کہ دریای شور دار الحرب
مین داخل ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود کے حاشیہ مین بعد ذکر جواب قاری ہدایہ کے مذکور ہے شرح نظم ہاملی سے کہ بحر ملح کا سطح دار الحرب کے حکم مین ہے انتہے تو معلوم
ہوا کہ جو قاری ہدایہ نے مذکور کیا وہ اوسکی بحث ہے تو نص مقدم ہے اوسپر اور استروشنی نے اپنی فصول مین ابو الیسر سے مذکور کیا کہ دار الاسلام دار الحرب نہین
ہوتا جبتک وہ سب امور باطل نہوجائین جنکی جہت سے وہ دار الاسلام ہوا تھا اور اسبیجابی نے اپنی مبسوط مین اسیطرح مذکور کیا ہے اور امام ناصر الدین نے
منشور مین ذکر کیا کہ دار الاسلام بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے دار الاسلام ہوا ہے تو جبتک کوئی چیز علائق اسلام سے باقی رہیگی تو جانب اسلام کو ترجیح دیجاویگی کذا فی
حاشیة الطحطاوی اور ملتقط مین مذکور ہے کہ جو بلاد کہ کفار کے ہاتھ مین ہین بلاشک وہ بلاد اسلام ہین نہ بلاد حرب اسواسطے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہین اور اسواسطے کہ
کفار نے اوسمین احکام کفر کے بھی جاری نہین کئے بلکہ اہل اسلام قاضی ہین اور جس شہر مین اونکی طرف سے حاکم مسلمان ہے تو اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید
قضاة جائز ہے بسبب استیلاء مسلم کے اور کفار کی اطاعت ایسے ہے سو اعدہ ہے یا مخادعہ ہو اور جن شہرون پر کفار حاکم ہین تو مسلمین کو اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور ایسی کی

دار الاسلام کب [illegible] دار الحرب [illegible]

باب العشر والخراج والجزیۃ

رہنا ہے پس ایک شخص فاسق ہو سکتا ہے اور اہل اسلام کو واجب ہے کہ کفار سے درخواست کریں کہ پھر مسلمان ہو جاویں کذا فی الفصول العمادیۃ **باب العشر والخراج والجزیۃ** یہ باب ہے عشر اور خراج اور جزیہ کے احکام میں جب مصنف نے اسکو ذکر کیا جس کا فرستادہ ذمی ہو جاتا ہے تو اوسکے بعد وظائف مالیہ کو ذکر کیا جو ذمی پر ذمی ہونیکے بعد لازم آتے ہیں یعنی زمین کا خراج اور سر کا خراج اور چونکہ خراج ارض اور خراج راس کی تفریعات میں کثرت تھی لہذا اونکو دو باب میں مذکور کیا اور خراج ارض کو مقدم کیا ہے اسواسطے کہ اوسی میں گفتگو ہے پھر خراج کے ساتھ عشر کو بھی ذکر کر دیا تا وظیفہ ارض کی تکمیل اور تتمیم ہو جاوے اور ذکر عشر کا خراج پر اسواسطے مقدم کیا کہ اوسمین عبادت کا مضمون ہے بخلاف خراج کے کہ وہ عقوبت ہے عشر بضم عین لغت میں عبارت ہے واحد من عشرۃ یعنی دسواں حصہ اور خراج بالفتح وہ ہے جو زمین یا غلام کی پیداوار سے خارج ہو اور جسکو بادشاہ وظیفہ ارض اور راس کیواسطے لے وہ بھی خراج ہے پھر مصنف نے تحدید اور تعیین عشری اور خراجی زمین کی اول شروع فرمائی ہے اسواسطے کہ اسطرح ضبط احکام آسان ہے کذا فی منح الغفار حاکم اسلام پر واجب ہے کہ جب اسکو عشر اور خراج اور جزیہ ملے تو اوسکے مستحقین پر صرف کرے ورنہ اوسکا وبال اوسکی گردن پر ہے اور اگر عشر اور خراج خلاف شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو اوسکو حلال جانکر لے وہ کافر ہے اور ہمارے زمانے کے حاکم فاسق اور ظالم ہیں اسواسطے کہ وہ خراج وغیرہ کو خلاف شرع خرچ کرتے ہیں یعنی ملک کی محصول کو اپنے باپ کا مال سمجھتے ہیں اور اہل استحقاق کو محروم کرکے اوسکو بیہودہ اپنی عیش اور آرام میں صرف کرتے ہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی ارض العرب وھی من حد الشام والکوفۃ الی اقصی الیمن وما اسلم اھلہ طوعا او فتح عنوۃ وقسم بین جیشنا والبصرۃ ایضا باجماع الصحابۃ عشریۃ لانہ الیق بالمسلم زمین عرب اور شام اور کوفہ کی حد سے منتہای یمن تک ہے اور جس ملک کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہوئے یا جو ملک بزور اور شوکت اسلام فتح ہوا اور اوسکی زمین لشکر اسلام میں تقسیم ہوگئی اور بصرہ بھی باجماع صحابہ کرام عشری ہے اسواسطے کہ دسواں حصہ لینا مسلمان کے لائق تر ہے مترجم کہتا ہے کہ عرب عبارت ہے زمین حجاز اور تہامہ اور یمن اور مکہ اور طائف اور بادیہ یعنی جنگل سے اور غیر کرمی نے کہا کہ تہامہ مکہ اصل ہے تہامہ بکسر اول وہ زمین ہے جو نجد سے نیچی ہے اور نجد اونچی زمین کا نام ہے اور حجاز اس زمین کا نام ہے جو تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز اور فاصل ہے عرب کو جزیرہ بھی اسواسطے کہتے ہیں کہ بحر حبش اور بحر فارس اور فرات اسکو محیط ہے اور عرب کی حد طول میں عدن سے عراق تک اور عرض میں جدہ سے شام تک ہے زمین عرب کی عشری اسواسطے ہوئی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام اور خلفاء راشدین سے منقول نہیں کہ وہاں کسی نے خراج لیا ہو اور جیسے عرب کی رقیت جائز نہیں ویسے ہی اونکے ملک سے خراج درست نہیں وکذا بستان مسلم او کرمہ کان دارہ درر وفی باب العاشر ما تقوم من ھذا وھو فی شرح الملتقی اور اسیطرح مسلمان کا باغ اور انگور اور مکان جہان اوسکا گھر تھا عشری ہے کذا فی الدرر اور باب العاشر میں اسکا ذکر یہاں سے زیادہ تر گذر گیا اور ہم نے اسکو تحریر کیا ہے شرح ملتقی میں ہم شرح ملتقی میں معراج سے لیکر مذکور ہے کہ جو گھر باغ بنایا گیا اگر گھر ذمی کا ہے تو اوسمیں خراج ہے مطلقا اور اگر مسلمان کا ہے سو اگر اوسنے خراج کے پانی سے سینچا تو اوسمیں خراج ہے اور اگر عشر کے پانی سے سینچا تو عشر ہے اور اگر مسلم یا ذمی نے اوسکو کبھی خراج کے پانی سے سینچا اور کبھی عشر کے پانی سے تو مسلم پر عشر ہے اور ذمی پر خراج کذا فی المجتبی والقہستانی وسواد قری العراق وحدہ من العذیب بضم ففتح قریۃ من قری الکوفۃ الی عقبۃ حلوان بن حمران بضم فسکون قریۃ بین بغداد وھمدان عرضا اور سواد قریات عراق اور عراق کے ملک کی حد عذیب سے ہے عقبہ حلوان بن عمران تک عرض میں عذیب بضم عین مہملہ وفتح ذال معجمہ ایک گانون کا نام ہے قریات کوفہ سے اور عقبہ حلوان بضم حا وسکون لام ایک گانون ہے بغداد اور ہمدان کے درمیان ہے نہایہ میں ہے سواد عراق سے قریات عراق مراد ہیں اونکو سواد کہا بسبب اونکی اشجار اور زراعت کی سبزی کے عرب سبز کو سیاہ بولتے ہیں اسواسطے کہ سبز دور سے سیاہ نظر آتا ہے تو کلام شارح کا بحذف حرف تفسیر ہے اور نہایۃ میں ہے اور عراق سے مراد عراق عرب ہے جسمین کوفہ اور بصرہ اور بغداد اور نجف اور کربلا واقع ہیں اور شرح ملتقی وغیرہ میں کہا کہ عذیب بنی تمیم کے پانی کا نام ہے قریب کوفہ کے اور شاید کہ اوسی کے کنارے پر گانون آباد ہو پس عذیب دونوں قولوں میں خلاف نہ رہا ومن العلث بفتح فسکون فمثلثۃ قریۃ شرقی دجلۃ موقوفۃ علی العلویۃ وما قیل من الثعلبیۃ بفتح فسکون غلط مصحف عن المغرب الی عبادان بالتشدید حصن صغیر وسط البحر المالح لیس وراءہ عبادان قریۃ مستعملۃ طولا اور سواد عراق کی علث سے ہے عبادان تک طول میں علث بفتح عین مہملہ وسکون

لام ہے نام ایک شہر قریب ہی دجلہ کے مشرق کی جانب ساتہ علویہ پر موقوف ہے اور وہ جو بعض نے یعنی شارح وقایہ وغیرہ نے کہا ہے کہ طول عراق کا ثعلبیہ سے اول ہے کون
ثانی سے ہے مصنف نے سہو سے اپنی شرحین نقل کیا کہ غلط ہے عبادان بتشدید ثانی قلعہ صغیرہ ہے دریای شور کے کنارے پر مثل مین مارہ ہے عبادان کے پرے کوئی قریہ نہین
یعنی بلکہ دریا ہے کذا فی المستصفی طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ عبادان بوزن صیغہ تثنیہ شہر ہے دریای فارس پر متصل بصرہ وبالایام اثنان وعشرون
یوما ونصف وعرضہ عشرۃ ایام سیرا ہے اور طول عراق کا باعتبار ایام کے ساڑھے بائیس دن کی راہ ہے اور عرض اوسکا دس دن کی راہ ہے کذا فی الشرح
ھم بحرالرائق مین شرح وجیز سے منقول ہے کہ سواد عراق کا طول ایک سو ستر فرسنگ کا ہے اور عرض اسی فرسنگ کا اور حساب اوسکی زمین کی چھتیس لاکھ جریب ہے کذا فی
المنح وما فتح عنوۃ ولم یقسم بین جیشنا الا مکۃ سواء اقر اھلہ علیہ او نقل الیہ کفار اخر او فتح صلحا خراجیۃ لانہ الیق بالکافر اور جو ملک
کہ بشوکت اسلام فتح ہوا اور لشکر اسلام کے درمیان تقسیم نہوا سوای مکہ معظمہ کے خواہ وہان کے لوگ اوس ملک پر ثابت اور قائم رکھے گئے یا اوس ملک کیطرف اور کفار بلا کر بسائے
گئے یا جو ملک بطور صلح کے مفتوح ہوا وہ خراجی ہے اسواسطے کہ خراج کافر سے مناسب تر ہے ھم سواد عراق پر امیر المؤمنین فاروق اعظم نے صحابہ کرام کے سامنے خراج
مقرر کیا چنانچہ کتب سیر مین مشہور ہے نقل روایت کی اسمین حاجت نہین اور اسیطرح بعد فتح مصر اور شام کے خلافت فاروقیہ مین خراج مقرر ہوا خراج کافر سے اسواسطے
مناسب ہوا کہ وہ متضمن عقوبت ہے اور اسمین تغلیظ ہے ولہذا خراج بجبر لیا جاتا ہے اگرچہ کافر نے اوسمین زراعت نکی ہو کیونکہ خراج عین ارض سے متعلق ہے بخلاف عشر کے
کہ وہ عین خارج سے متعلق ہے تو بدون زراعت کے تقاضا عشر کا نہین اور ہر چند مکہ معظمہ بزور فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے لیکن وہ عشری ہے
نہ خراجی اسواسطے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے وہان سے خراج نلیا اور شاید کہ وجہ عدم خراج یہہ ہو کہ وہان زراعت نہین ہوتی واللہ اعلم وارض السواد مملوکۃ
لاھلھا یجوز بیعھم وتصرفھم فیہا ھدایہ وعند الائمۃ الثلثۃ ھی موقوفۃ علی المسلمین فلم یجز بیعھم فیہا ھم اور سواد عراق کی زمین مملوک ہے وہان کے
لوگون کی انکو بیع کرنا اور اسمین تصرف کرنا مانند ہبہ اور وصیت اور اجارہ اور وقف کے جائز ہے کذا فی الہدایۃ اور باقی تینون اماموں کے نزدیک وہ زمین مسلمانون پر
وقف ہے تو وہان کے لوگون کی بیع اونکے نزدیک جائز نہین کذا فی المنح ھم اور عراق کے حکم مین وہ ملک ہے جو بزور اسلام فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے یا جو
ملک بصلح فتح ہوا اور اوس کی اراضی پر خراج مقرر ہوا تو وہان کے زمیندار اپنی اراضی کے مالک ہین بیع اور ہبہ وغیرہ اونکو جائز ہے اور ارث اسمین جاری ہے یہانتک
کہ کوئی شخص اوس زمین مین باقی نرہے تب اوسکی ملکیت بیت المال کے طرف منتقل ہوگی کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی تو معلوم ہوا کہ اکثر قریات ہندوستان کے زمیندار
اپنی زمین کے شرعا مالک ہین اونکی بیع اور ہبہ وغیرہ نافذ ہے اسواسطے کہ جب ہندوستان فتح ہوا تو یہان کے لوگون پر ثابت رکہا گیا خراج لیکر ویجب الخراج فی ارض
الوقف الا المشتراۃ من بیت المال اذا وقفھا مشتریھا فلا عشر فیھا ولا خراج شرنبلالیہ معزیا للبحر وکذا لو لم یوقفھا کما ذکرتہ فی شرح الملتقی
اور خراج واجب ہے وقف کی زمین مین مگر اوس وقفی زمین مین خراج نہین جو بیت المال سے خرید ہوئی جب کہ اسکو وقف کیا اوسکے مشتری نے تو نہ اوسمین عشر ہے
نہ خراج کذا فی الشرنبلالیہ ناقلا عن البحر اور اسیطرح اسمین عشر اور خراج نہین اگر مشتری نے اوسکو وقف نکیا چنانچہ یہی اسکو شرح ملتقی مین مذکور کیا ہے ھم بیت المال
کی اراضی بیچنا سلطان کو جائز نہین مگر اس شرط سے کہ جب سلطین کو معاذ اللہ حاجت شدیدہ واقع ہو کذا فی الطحطاوی عن التحفۃ المرضیۃ والصبی والمجنون لو کانت ارضہ
خراجیۃ والعشر لو عشریۃ درر ومر فی الزکوۃ اور خراج واجب ہے وقف اور صغیر اور مجنون کی زمین سے اگر وہ زمین خراجی ہو اور عشر واجب ہے اگر وہ عشری ہو
کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ کتاب الزکوۃ مین مذکور ہو چکا وقالوا اراضی مصر والشام خراجیۃ ھم اور فقہا نے کہا ہے کہ زمین مصر و شام کی خراجی ہین ھم ہدایہ مین ہے
کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مصر پر خراج مقرر کیا جب کہ اوسکو عمرو بن العاص نے فتح کیا اور اسیطرح باجماع صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم شام پر خراج مقرر ہوا کذا فی المنح وفی
الفتح الماخوذ الان من اراضی مصر اجرۃ لا خراج الا تری انھا لیست مملوکۃ للزراع کانہ لموت المالکین شیئا فشیئا بلا وارث فصارت
لبیت المال وعلی ھذا فلا یصح بیع الامام ولا شراءہ من وکیل بیت المال لشیء منھا لانہ کولی الیتیم فلا یجوز الا للضرورۃ والعیاذ باللہ
زاد فی البحر او لرغبۃ فی العقار بضعف قیمتہ علی قول المتاخرین المفتی بہ قلت وسیجی فی باب الوصی جواز بیع عقار الصبی فی
سبع مسائل اور فتح القدیر مین ہے کہ جو حاصل ہوتا ہے مصر کی اراضی سے وہ اجرت ہے نہ خراج کیا تو نہین جانتا کہ اراضی مذکورہ زراعت کرنے والون کی ملک نہین

گویا عدم ملکیت اوسکی بسبب جاننے وارث کے مالک نہ ہونے کے اور جب بہ وارث مفقود ہو تو اب بیت المال کی ہوگئی اور جب یہ ہے تو یہ زمین جیسا امام کا اس اراضی کو امداد حاکم کا قبضہ کرنا بیت المال کے وکیل سے کسی زمین کو بیچنا ہے اسواسطے کہ امام اور سلطان بیت المال کے ملک میں یتیم کے ولی کے مانند ہے تو اوسکی بیع اور شرا جائز نہیں مگر بسبب ضرورت کے والعیاذ باللہ یعنی ان میں تا زبادہ کہا ہے یا زمین کی خرید میں رغبت زیادہ ہوگئی ہو اوسکی دونی قیمت ہوجانے سے تو اوسکی بیع جائز ہے بموجب قول متاخرین کے جو مفتی بہ ہے میں کہتا ہوں باب الوصیت میں آویگا اراضی مصر کی بیع کا جائز ہونا سات صورتوں میں ہم بیت المال کا وکیل دوسے جسکو سلطان نے بیت المال کی خبرگیری پر وارو وغیرہ کیا شرح ملتقی میں کہا کہ عشری اور خراجی کے سوا یہاں ایک تیسری قسم زمین ہے جسکو اراضی مملکت اور اراضی حوزہ کہتے ہیں یعنی زمین سلطانی وہ اراضی ہے جسکے مالک مرگئے بلا وارث اور اوسکی ملک بیت المال کے طرف راجع ہوئی یا جو ملک بزور لشکر اسلام فتح ہوا اور بہ اہل اسلام کی ملک میں تا قیامت باقی رکھا گیا اور اس اراضی کا حکم تاتارخانیہ میں یوں مذکور ہے کہ سلطان کو جائز ہے کہ وہ اراضی زراعت کرنے والوں کو دیدے اس طریق سے مزارعین کو انکو قائم مقام کرے زراعت اور خراج کے دینے میں یا زمین انکو اجارہ دے خراج کے برابر تو جو اونسے حاصل ہو وہ خراج ہی امام کے حق میں پھر اگر مقدار موتو وہ خراج موظف ہے اور اگر بعض خارج ہو تو خراج مقاسمہ ہے اور مزارعین کے حق میں تو فقط اجرت ہے نہ عشر نہ خراج انتہی ملخصا التاتارخانیہ اگر کوئی کہے کہ بیع زارعین کا بعض خارج سے جائز نہیں کیونکہ اجارہ فاسد ہے بسبب جہالت کے اوسکا جواب یہ ہے جو مذکور ہوچکا کہ ماخوذ امام کے حق میں خراج ہے اور مزارعین کے حق میں اجرت نفسہ اور عدم صحت خراج حقیقۃً و حکماً پھر جب اراضی مذکورہ وہ طرح پر مزارعین کو دی تو اس اراضی میں انکو بیع اور تصرف کرنا جائز نہیں اور وراثت بھی جاری نہیں کذلک الحکایۃ ونحوہا وافتی مفتی دمشق فضل اللہ الرحمی بان غالب اراضینا سلطانیۃ لانقراض ملاکہا فالت لبیت المال فتکون فی ید زراعہا کالعاریۃ انتہی اور بیہ بسبب وہ افتی دمشق فضل اللہ رومی نے کہ اکثر ہماری اراضی سلطانی ہے بسبب مالک مرجانے اون کی الکوں کے تو وہ بیت المال کے طرف راجع ہوئین سو اوسکے کاشتکاروں کے ہاتھ میں عاریت کے مانند ہیں انتہی وفی النہر عن الواقعات لواراد السلطان شراءہا لنفسہ یامر غیرہ بیعہا ثم یشتریہا منہ لنفسہ انتہی اور نہر الفائق میں واقعات سے منقول ہے کہ اگر سلطان بیت المال کی زمین کی خرید کا ارادہ کرے تو اپنی غیر کسی شخص کو مثلاً وکیل بیت المال کو امر کرے اوسکے بیچ ڈالنے کا پھر اوسکو اوسکے مشتری سے خرید کرے اپنے واسطے انتہی ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف ہے قول سابق کے کہ امام کو بیت المال کے وکیل سے بھی خرید کرنا جائز نہیں مگر یہہ کہ اوسکو اوس حالت پر محمول کیجئے جب سابق کو ضرورت شدید پیش آوے واذا لم یعرف الحال فی الشراء من بیت المال فالاصل الصحۃ وبہ عرفت صحۃ وقف المشتراۃ من بیت المال وان شروط الواقفین صحیحۃ وانہ لاخراج علی اراضیہا اور جب حال معلوم نہ ہو بیت المال سے خرید کرنیکا یعنی بوقت شراء مجوز بیع شرعاً حاصل تھا یا نہ تھا تو اصل یہاں صحیح ہونا خرید کا ہے اور بسبب اس صحت کے معلوم ہوگئی صحت وقف اوس زمین کی جو بیت المال سے خرید ہوئی اور یہہ کہ شروط واقفین کی صحیح ہیں اور یہہ کہ اوس اراضی موقوفہ پر خراج نہیں ہم بحسب شروط واقفین کی صحیح ہوئین تو اوسکے بموجب عمل کرنا واجب ہوگا اور یہہ جو مشہور ہے تو ہم کہا ہے کہ اراضی مذکورہ بیت المال کے حکم پر باقی ہے سو غیر صحیح ہے وموات احیاہ ذمی باذن الامام او دفع لہ کما مر خراجی اور جس لاوارث افتادہ زمین کو ذمی نے بحکم امام آباد کیا یا امام نے اوسکو بطور عطاء دیا جیسے مذکور ہوچکا وہ خراجی ہے ولو احیاہ مسلم اعتبر قربہ مما قارب الشیء یعطی حکمہ اور اگر زمین افتادہ کو کسی مسلم نے آباد کیا تو اوسکا قرب معتبر ہوگا کیونکہ جو شی کے قریب ہوتا ہے اوسکو اوسیکا حکم دیا جاتا ہے ہم اگر وہ زمین خراجی کے قریب ہے تو وہ بھی خراجی ہے اور اگر عشری کے نزدیک ہے تو عشری ہے اور یہہ مذہب ابو یوسف کا ہے پس کھیت ہے کسے کے میدان میں مسافرخانہ منتقع ہوتا ہو اگرچہ وہ کسی ملک میں نہو یعنی اوسکو بسبب نیکے وہاں مٹی ڈالنا اور گھوڑا باندھنا درست ہی کذا فی المنح وکل منہا ای العشریۃ والخراجیۃ ان سقی بماء العشر اخذ منہ العشر الا ارض کافر تسقی بماء العشر فلا کافر لا یبتدأ بالعشر اور دونو قسمین یعنی زمین عشری اور خراجی اگر عشر کے پانی سے سینچی جاوے تو اوس سے عشر لیا جاویگا مگر کافر کی زمین جو عشر کے پانی سے سینچی جاوے خراج ہی لیا جاویگا نہ عشر اسواسطے کہ کافر سے عشر ابتدا نہیں لیا جاتا بالاتفاق وان سقی بماء الخراج اخذ منہ الخراج لان النماء بالماء اور اگر زمین سینچی جاوی خراج کے پانی سے تو اوس سے خراج لیا جاویگا اسواسطے کہ افزونی کھیت کی پانی سے ہے ہم ہم عمدۃ نوح نے فرمایا کہ یہہ تفصیل بعد اموات یعنی افتادہ

زمین مین جاری ہو دالا تقسیم اراضی کی باعتبار اوسکی ذات کے عشری اور خراجی کیطرف ہو چکی قطع نظر پانی سے تو زمین افتادہ غیر مزروعہ کو تین سینچے پانی کو عشری اور خراجی کر موصوف نہین کر سکتے اور مصنف نے یہہ قول مخالف کہا قول سابق کے یعنی اول قرب کو معتبر کہا موجب قول ابو یوسف کے اور حالانکہ وہی مختار ہے پس پانی کو مذکور کیا موجب قول محمد کے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وهو ای الخراج نوعان خراج مقاسمة ان کان الواجب بعض الخارج کالخمس ونحوہ وخراج وظيفة ان کان الواجب شيئا في الذمة يتعلق بالتمكن من الانتفاع بالارض اور وہ یعنی خراج دو قسم ہے ایک خراج مقاسمہ ہے اگر واجب بعض خارج ہو جیسے پانچوان حصہ یا نصف یا مانند اسکے اور دوسری قسم خراج وظیفہ ہے اگر واجب کوئی چیز معین ہو ذمہ پر جو متعلق ہو بسبب قادر ہونے کے زمین کے انتفاع پر اہل ہند خراجکو محصول اور لگان کہتے ہین اور خراج مقاسمہ کو بٹائی اور خراج وظیفہ کو جمعی کہتے ہین خراج مقاسمہ خارج یعنی کہیت کی پیدائش سے متعلق ہے نہ قدرت انتفاع سے یہان تک کہ اگر زراعت کہیت نہ ہوویگا تو اوسپر کچھہ بٹائی واجب نہوگا بخلاف خراج وظیفہ خلاصہ یہہ ہے کہ خراج مقاسمہ بحکم عشر ہے لیکن مصرف اوسکا خراج کذا فی شرح الملتقی کما وضع عمر رضی الله عنه علی السواد لكل جريب هو ستون ذراعا في ستين بذراع كسرى سبع قبضات وقيل المعتبر في كل بلدة عرفهم وعرف مصر التقدير بالفدان فيه وعلى الاول المعول جیسا کہ خراج وظیفہ مقرر فرمایا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے سواد عراق پر ہر جریب کے واسطے جریب عبارت ہے شصت در شصت گز سے یعنی ساٹھہ گز طول اور ساٹھہ گز عرض کسری کے گز سے جو سات قبضہ کا گز ہے اور بعضون نے کہا جریب ہر شہر کا رواج معتبر ہے اور مصر کا رواج اندازہ کرنا ہے فدان سے کذا فی الفتح اور اعتماد قول اول پر ہے کذا فی البحر ہم ہر ملک کے رواج کا قائل صاحب کافی وافضل اور صاحب محیط ہے اور قول اول سہو ہے واسطے صحیح اور معتمد ہوا کہ اگر ہر ملک کا رواج معتبر ہو خراجین تو لازم آتا ہے اتحاد خراجکا باوجود اختلاف مقادیر ہندوستان مین مساحت زمین کی بیگہہ کے حساب سے ہوتی ہے ہر بیگہہ ساٹھہ گز قطع طول مین اور اسیقدر عرض مین ہوتا ہے اور قطعے گز تخمینا تہائی زائد ہے کسری کے گز سے یبلغه الماء صاعا من بر او شعير ودرهما عطف على صاعا من اجود النقود یعنی فاروق اعظم نے ہر ایک اوس جریب مین جہان پانی پہنچتا ہے ایک صاع گیہون یا جو اور ایک درہم نہایت کہرا مقرر کیا کذا فی الزیلعی درہما کا عطف صاع پر ہے جس پانی پہنچنے سے مراد یہہ ہے کہ وہ زمین لائق زراعت کے ہو صاع سے مراد وہ صاع ہے جو آٹھہ رطل کا ہوتا ہے اور لکہنؤ کے سیر سے ایک صاع تخمینا تین سیر اور ایک پاؤ کا ہے بحر الرائق مین کہا جو اناج کہیت مین بویا جاوے اوس سے ایک صاع لیا جاویگا گیہون ہون یا جو مسور ہو یا جوار اور یہی صحیح ہے نہتے اور درہم وہ درہم مراد ہے جو دس درہم سات مثقال کے برابر ہون تو ایکدرہم تین ماشہ اور ایک رتی اور خمس رتی چاندی کا ہوا خلاصہ یہہ ہوا کہ فلان قدر قیمت فی بیگہہ تخمینا تین سیر کچھہ اناج اور پانچ آنہ محصول زمین کا مقرر ہوا وفي جريب الرطبة خمسة دراهم اور رطبہ کی ہر جریب مین پانچ درہم خراج مقرر ہوا نہر الفائق مین ہے کہ اہل مصر رطبہ کو برسیم اور قرط کہتے ہین اور غایہ مین ہے کہ رطبہ قضب کا نام ہے جب تک وہ تر رہے اور جوہری نے تفسیر قضب پر قسمدار کیا اور مغرب مین ہے رطبہ بفتح را اور بسبب طلب ہو جمع اوسکی رطاب اور کتاب العشر مین ہے کہ بقول غیر رطاب مین بقول جیسے گندنا اور رطاب ککڑی کہیرا اور خربوزہ اور بنگن اور بجالہ ہوا اور کتب لغت مین قول اول ہی مذکور ہے انتہی کلام النهر ہم رطبہ اور قضب کے فارسی مین سپست کہتے ہین وہ نباتات ہے نیل کے مانند گھوڑی اوسکو کہاتی ہین او نظاہر تفسیر کتاب العشر کی فقہ مین زیادہ تر لائق اعتماد کے ہوگی والله تعالى اعلم وفي جريب الكرم او النخل متصلة ضعفها اور ہر جریب انگور اور نخلستان مین یعنی درخت باہم متصل ہون اوسکا دونا خراج ہے یعنی فی جریب دس درہم جسکے تخمینا تین روپئے ہوتے ہین شارح نے کہا کہ اتصال اشجار کی انگور اور کہجور درختون مین یہہ ہے کہ بیچ زمین کے گردا گرد احاطہ ہوا ور اوسمین ایسے گہنے درخت انگور کے ہون جسکے نیچے زراعت نہو سکے اور اوسکو زبان عرب مین کرم بولتے ہین کذا فی النہر وما بقی اي وما بقي فيه توظيف عمر كزعفران وبستان وهو كل ارض يحوطها حائط وفيها اشجار متفرقة يمكن الزرع تحتها فلو ملتفة اي متصلة لا يمكن زرعها فهو كرم طاقته اور ماسوای اقسام مذکورہ کے جسمین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی توظیف اور تعیین نہین جیسا کہ زعفران اور بوستان بقدر اوسکی طاقت کے خراج ہے شارح نے کہا بوستان اوس زمین کا نام ہے جسکے گرد احاطہ ہوا ور اوسمین متفرق درخت ہون اور زراعت اونکے نیچے ممکن ہو اور اگر ایسے درخت پیہان ہون یعنی ایسے متصل ہون جسکی زمین کی زراعت ممکن نہو وہ کرم ہے ونهاية الطاقة نصف الخارج لان التنصيف عين الانصاف فلا يزاد عليه في خراج المقاسمة ولا في الموظف على مقدار ما وظفه عمر رضي الله تعالى عنه وان طاقته على الصحيح كافي اور نہایت طاقت نصف خارج

اسواسطے کہ تضعیف یعنی دونا لینا بھی انصاف ہو تو نصف خارج سے زیادہ نکیا جاوے بنائی کے محصول میں اور نہ کبھی محصول میں زیادتی چاہیے اس مقدار سے جسکو امیر المومنین
عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مقرر فرمایا اگرچہ زمین خراج فاروقی سے زیادہ کی طاقت رکھتی ہو بنابر قول صحیح کے کہ مشائخ نے کہا کہ خراج فاروقی سے زیادہ لینا روا
جائز نہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے عاملوں سے پوچھا کہ شاید تمنے زمین پر زیادہ محصول مقرر کیا جسکی اسکو طاقت نہیں اونہوں نے کہا نہیں بلکہ جو مقدار
طاقت کی ہے اس سے کم ہے اور اگر ہم اس سے بھی زیادہ مقرر کرتے تو بھی اسمیں گنجائش تھی تب تو اس سے ثابت ہوا کہ باوجود طاقت اور گنجائش کے بھی زیادہ لینا جائز
نہیں اسواسطے کہ فاروق عادل نے باوجود طاقت اور گنجائش کے بھی زیادہ لینا تجویز نکیا اور یہی قول امام اعظم کا صحیح ہے چنانچہ کافی میں موجود ہے تو جو زمین کہ بعد
فاروق کے فتح ہوئی سو اگر اسمیں گیہوں یا جو پیدا ہوتے ہوں اور حاکم چاہے کہ دو سیر فی جریب درہم مقرر کرے باوجود طاقت اور گنجائش کے تو ہرگز جائز نہیں
کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہہ نص صریح ہے اوس محصول کے حرام ہونے پر جسکو ہمارے زمانہ کے ظالمین خراج فاروقی سے زیادہ لیتے ہیں اور اگر یہہ بے ظلم کبھی
کم ہو کر ستا بہرہ ہو گئی سے خراج یہ باقی نرہی تو بھی ابرت کی زیادتی طرح سے جائز نہیں چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا وینقص مما وظف علیہا ان لم تطق
بان لم یبلغ الخارج ضعف الخراج الموظف ینقص الی نصف الخارج وجوبا وجوازا عند الاطاقۃ وینبغی ان لا یزاد علی النصف ولا ینقص
عن الخمس حدادی اور کم کر ڈالا جاوے اس خراج سے جو زمین پر مقرر ہو گیا اگر زمین کو اسکی طاقت نہو اسطرح پر کہ زمین کا غلہ خراج موظف کو دو چند نکرے اور سے پہونچے
تو خراج گھٹایا جاوے نصف خارج تک بنابر وجوب کے اور بنابر جواز کے طاقت کیوقت اور لائق یون ہے کہ زیادہ نلیا جاوے نصف خارج سے اور کم نکیا جاوے خمس سے کذا
ذکرہ الحدادی یعنی اگر مثلا دس سیر فی جریب غلہ پیدا ہو تو محصول پانچ سیر سے زیادہ نلے اور دو سیر سے کم نکرے اور یہہ حکم بنائی کا ہے کذا فی الحلبی عن البحر وفیہ
لو غرس بارض الخراج کرما او شجرا فعلیہ خراج الارض الی ان یطعم اور اسمیں یعنی جوہرہ حدادی میں ہے کہ اگر ایک شخص خراج کی زمین میں انگور بوئے
یا کوئی اور درخت پہلدار تو اوس زمین کا خراج واجب ہے یہانتک کہ انگور وغیرہ کہانے کے لائق ہو ہم خراج زمین سے خراج زراعت مراد ہے یعنی ایک صاع اور ایک درہم
وکذا لو قلع الکرم وزرع الحب فعلیہ خراج الکرم اور اسیطرح اگر انگور کو اوکھاڑے اور اناج بوئے تو اوس پر انگور کا خراج واجب ہے اور یہہ پیشہ انگور کا
خراج واجب ہوگا اسواسطے کہ اوس نے اعلی کو چہوڑکر ادنی کو اختیار کیا فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جو شخص اخس الامرین کی طرف انتقال کریگا بدون عذر کے اوس پر اعلی کا خراج
واجب ہوگا جیسے زعفران چہوڑکر مثلا باجرا بووے اور اس مسئلہ کو دریافت کرنا چاہیے پر اسکا فتوی ندینا چاہیے تا حاکم ظالم لوگوں کے مال نہ چہین لیں یہہ جسکا مال
ظلم سے لیا چاہیں گے تو اوسیپر رکہیں گے کہ اوس نے مثلا انگور یا زعفران کی زراعت چہوڑکے جوار یا باجرا بویا اور اوس سے خراج زعفران اور انگور کا لیں گے فاذا
اطعم فعلیہ قدر ما یطیق ولا یزید علی عشرۃ دراہم ولا ینقص عما کان اور جب کہ انگور کہانے کے لائق ہو تو اوسپر خراج لازم آویگا بقدر اوسکی
طاقت کے اور نہ زیادہ کرے دس درہم پر اور نہ کم کرے اوس محصول سے جو اوس زمین پر قبل انگور بونے کے تہا طحطاوی نے کہا اوشا مسئلہ اسلئے ہے کہ جریب
تو بہتر یون تہا کہ بعد ان یطعم کے ذکر کرتا وکل ما یمکن الزرع تحت شجرۃ فبستان وما لا یمکن فکرم اور جہان زراعت ممکن ہو درخت کے نیچے وہ بستان
اور جہان ممکن نہو وہ کرم ہے یہہ مضمون گذر ہو چکا واما الاشجار التی علی المسناۃ فلا شیء فیہا انتہی اور جو درخت کہ پانی کے بان پر ہوتے ہیں اونپر
کچھ خراج نہیں انتہی فی الجوہرۃ والحدادی مسناۃ بضم میم وتشدید نون جامع اللغۃ میں کہا کہ وہ عرم ہے یعنی جو سیلاب کے تہمنے کے واسطے بنایا جاوے کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ
الخانیۃ قوم اشتروا ضیعۃ فیہا کروم وارض فشری احدھما الکرم والآخر الارض وارادوا قسم الخراج فلو علما کما کان قبل الشراء
والا کان علی ما کان جملۃ فان لم تعرف الکروم بالارض وما فیستوی بقدر الحصص اور خانیہ کی کتاب الزکوۃ میں مذکور ہے کہ ایک قوم نے ایک قریہ خرید کیا جسمیں
انگور اور زمین ہے سو ایک شخص نے انگور کے باغ مول لیے اور دوسرے نے اراضی مول لی اور دونوں نے قسمت خراج کا ارادہ کیا تو اگر خراج معلوم ہے یعنی انگور کا
خراج علیحدہ اور اراضی کا خراج علیحدہ معلوم ہو تو ویسا ہی خراج باقی رہیگا جیسا خرید کرنے سے پہلے تہا اور اگر انگور اور زمین کا خراج جدا جدا معلوم نہو تو خراج
وہاں کا مجمل اور مجموعہ رہیگا سو اگر انگور سوا انگور کے کچہہ اور نام سے مشہور نہوں تو خراج کی تقسیم ہوگی بقدر حصون کے یعنی کوئی شخص انگور کو اراضی نہ جانتا ہو
اور اراضی کو انگور نجانتا ہو تو مجموع خراج قریہ کا بقدر اونکے حصون کی قسمت پذیر ہوگا کذا فی الحلبی من الخانیۃ قریۃ خراجہم متفاوت فطلبوا التسویۃ

اِن لم یُعلَم قدرُہ لا ابتداءً اعتبر ترک علیٰ ما کان ایک قریہ ہو کہ وہان کے لوگون کا خراج مختلف ہو کسی پر کم اور کسی پر زیادہ پہر اہل قریہ نے خراج برابر کرنیکی درخواست کی اگر مقدار خراج کی ابتدا سے معلوم نہو کہ برابر تہا یا کم و بیش تو بطور سابق چہوڑا جاویگا و لا خراج اِن غلب الماء علیٰ ارضہ او انقطع الماءُ او اصاب الزرع آفاتٌ سماویۃ کغرقٍ وحرقٍ وشدۃ برد الّا اذا بقی من السنۃ ما یمکن الزرع فیہ ثانیًا اور محصول نہین اوس کشتکار پر جسکی زمین پر پانی غالب آیا یا پانی وہان سے منقطع ہو گیا یا کہیت کو آسمانی آفات پہنچین جیسے کہیتی کا ڈوبنا یا جل جانا یا زیادتی سردی کی برف ریزی سے مگر ہان البتہ محصول ہوگا جبکہ ان آفات کے بعد سال بہر سے بقدر مدت باقی رہی جسمین دوسرے بار زراعت ہو سکے فتح القدیر مین کہا فتوی اس پر ہے کہ اگر بعد آفات مذکور کے سال مین تین مہینے باقی رہین تو خراج ساقط نہوگا اور آفات سماویہ سے وہ مراد ہے جسکو انسان دفع نکر سکے فتاوی خیریہ مین کہا کہ بزازی نے ٹڈی کو بہی غرق اور حرق کے ساتھ ملحق کیا ہے اسواسطے کہ اوسکا دفع کرنا نہین ہو سکتا اور شک نہین کہ کہیت مین کیڑا لگنا اور چوہا اور بندر اور چینٹا بہی اسیطرح ممکن الدفع نہین لیکن ہمارے اکثر علماء نے بندر اور درندے جانور اور افعی مین عدم سقوط کی تصریح کی ہے اور کچہ فرق نہین خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ اور عشر مین اور زراعت کے مانند رطبہ اور کرم اور باغ لگانے مین اور یہی قول یعنی سقوط خراج با آفات مذکورہ انصاف سے قریب تر ہے اور ظلم سے دور تر ہے اور فتاوی عالمگیری مین وجیز کردری سے منقول ہے کہ ملوک عجم یعنی نوشیروان کا کیا خوب طریقہ تہا کہ جب مزارع کی زراعت اوسکے وقت مین آفت رسیدہ ہوتی تہی تو اوسکو بیج وغیرہ مصارف اپنی خزانے سے دیتے تہے اور کہتے تہے کہ ہم اپنی رعیت کشتکار کے نفع مین شریک ہین تو ہم اوسکے نقصان مین کیون نہ شریک ہون تو بادشاہ اسلام اس نیک خصلت مین سزاوار تر ہے انتہی بحر الرائق مین کہا کہ اگر بادشاہ مزارع کو کچہ نہ دے تو لا اقل یہ کہ اوس سے خراج کا دعوی نکرے اما اذا کانت الآفۃ غیر سماویۃ ویمکن الاحتراز عنہا کأکل قردۃٍ وسباعٍ ونحوہا کالانعام والفارۃ والدودۃ فیجب وہلاک الخارج بعد الحصاد لا یسقط وقبلہ یسقط اور جب کہ آفت آسمانی نہو اور اوس سے بچ رہنا ممکن ہو جیسے بندر اور درندے جانور اور ڈھور کا مانند کہیتی کہا جانے سے جیسے چوپایہ جانور اور چوہا اور کیڑا کذا فی البحر یا ہلاک ہو گیا غلہ کہیت کاٹنے کے بعد تو خراج ساقط نہوگا اور قبل کہیت کاٹنے کے اگر غلہ تلف ہوگا تو خراج ساقط ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ باقی نہو جس سال مین اتنی مدت باقی ہو جسمین دوبارہ کہیتی ہو سکے چنانچہ یہ قید کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہے نہر الفائق مین کہا کہ کیڑی کو آفت سماوی مین داخل کرنا مسلم نہین بلکہ یہ آفت آسمانی ہوتین تر دو کرنا لائق نہین اسواسطے کہ اوس سے احتراز ممکن نہین ولو ہلک بعضہ اِن فضل عما انفق شیءٌ اُخِذ منہ مقدار ما بیّناہ مصنف سراج وتمامہ فی الشرنبلالیۃ معزیًا للبحر اور اگر تمام غلہ ہلاک ہوا بلکہ بعض ہلاک ہوا تو اگر کچہ غلہ فاضل پڑی خرچ سے تو اوس سے خراج لیا جاوے اوس قدر جسکو ہمنے بیان کیا کذا ذکر المصنف فی شرحہ عن سراج الوہاج اور پوری بحث اسکی شرنبلالیہ مین ہے بحر الرائق سے عم منح الغفار مین سراج وہاج سے منقول ہے کہ اگر بعض خارج ہلاک ہوا تو محمد نے کہا کہ اگر غلہ خراج کا دونا باقی رہا اسطرح پر کہ فی جریب ایک درہم اور دو صاع کے باقی رہا تو خراج واجب ہے اور اگر مقدار خراج سے کم باقی رہا تو نصف واجب ہے ہمارے مشائخ نے کہا اسمین صواب یہ ہے کہ اول یہکو دیکہنا چاہیے کہ مزارع کا اس کہیت مین کتنا خرچ ہوا پہر غلہ کی پیدائش کو دیکہنا چاہیے تو پہلے غلہ سے مزارع کے خرچ کو مجرا کرے پہر اگر کچہ بچے تو اوس مین سے وہ مقدار خراج لی جسکو ہمنے بیان کیا یعنے نصف سے قال وکذا الحکم فی الاجارۃ فی الارض المستأجرۃ شرنبلالیہ مین کہا اور یہی حکم ہے اجارہ ارض مستاجرہ مین ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین مذکور ہے کہ حکم اجارہ مخالف حکم خراج ہے اسواسطے کہ بقدر استیفا اجرت لیجاتی ہے بخلاف خراج کے تو اجارہ کو خراج کے ساتھ ملحق کرنا ظاہر صحیح نہین فاِن عطّلہا صاحبہا وکان خراجہا موظفًا او اسلم صاحبہا او اشتری مسلمٌ من ذمی ارض خراجٍ یجب الخراج پہر اگر خراجی زمین کو اوسکے مالک نے معطل رکہا نہ بویا اور اوس زمین کا خراج موظف یعنی جمعی تہا یا اوس زمین کا مالک مسلمان ہو گیا یا مسلمان نے ذمی سے زمین خراج کی مول لی تو ہر صورت مین خراج واجب ہے ہم مصنف نے نسبت تعطیل سے اشارہ کیا کہ صاحب ارض زراعت پر قادر تہا اور اوسنے زراعت کی تو تقصیر اوسکی ثابت ہوئی لہذا خراج اوسپر لازم آیا اور اگر مالک زراعت کرنیسے عاجز ہو بسبب اپنے یا طاقت ہونیکے یا بسبب ان اسباب کے تو حاکم کو چاہیے کہ اسکی زمین کسی شخص کو بٹائی پر دیوے اور مالک کی حصے سے خراج لیکر باقی مالک کیواسطے رکہے اور اگر حاکم چاہے زمین کو اجارہ پر دیوے اور خراج جتنی ہے اوسیسے لیوے یا بیت المال کے مال سے زراعت کراوے یا اگر اس سے کچہ نہو سکے تو زمین کو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت سے خراج لیوے اور یہ حکم بلا خلاف ہے کذا فی البحر اور خراج لینے کے

بسبب جو تغیب باقی رہے وہ مالک کو دیوے اور بعد بیع کے مشتری سے خراج لیا کرے کذا فی النہر الفائق مسلمان پر ابتداءً خراج نہیں لیکن بقاءً ہے اس واسطے
کہ صحابہ کرام نے زمین خراج کی مول لی تھی اور اسکا خراج دیا کرتے تھے کذا فی فتح القدیر ولو منعہ انسان من الزراعۃ او کان الخراج خراج
مقاسمۃ لا یجب شیء منہما اور اگر ذمی کو زراعت کرنے سے کسی انسان نے روکا یا خراج بٹائی کا خراج تھا تو کوئی چیز واجب نہیں کذا فی السراج اس واسطے کہ
روکنے سے اسکی عاجزی ثابت ہوگئی اور بٹائی کا خراج بدون پیدائش کے لازم نہیں وقد علمت ان السلطان ذمن ادائہ فیصیر اجرۃ لانہا
شاء بعمل الا ان من الاخذ من الفلاح وان لم یزرع ویسمی ذلک ولاحاد واجارۃ علی التکلی فی بلدۃ معینۃ بقدر دار و دین
الا انا نجح حرام بلا شبہۃ فما درنمکو معلوم ہوچکا کہ جو حاصل ہے باج اراضی مصر کے اجرت ہونا خراج سو جو کہ اب جو وہ ہے کشتکار سے لینے کا اگرچہ وہ بوئے
اور یہ بدعت ہے اور کاشتکار پر جبر کرنا ایک شہر معین کے رہنے پر کہ لیئے گھر کو آباد رکھو اور اس میں زراعت کرو سو حرام ہے بلا شبہہ کذا فی النہر
نحو فی الشرنبلالیۃ معزیا للبحر حیث قال وتقدم ان مصر الآن لیست خراجیۃ بل بالاجرۃ فلا شیء علی من لم یزرع ولم یکن مستاجرا
ولا حبر علیہ ہر نسیب انما یفعلہ الظلمۃ من الاضرار بہ حرام خصوصا اذا اراد الاشتغال بالعلم اور مانند نہر الفائق کے شرنبلالیہ
ہے بحر الرائق کی طرف نسبت کر کے چنانچہ یوں کہا ہے اور مقدم مذکور ہوچکا کہ اراضی مصر کی بالفعل خراجی نہیں بلکہ باجرت ہے تو کوئی چیز اوسپر واجب نہیں جس
نے اسمیں زراعت نکی اور حالانکہ وہ مستاجر نہیں یعنی در صورت مستاجری اور تمکن کے اجرت واجب ہوگی اور اوسپر جبر نہیں اوسکے سبب جو حکام ظالم
اسکو ضرر پہونچاتے ہیں وہ حرام ہے خصوصا جب کہ طالب اشتغال علم کا ارادہ کرے وقال الوزیر ان الاخص فادر اهل الاعلی کن عفران تعلیم خراج الاعلی
وہذا یعلم ولا یفتی بہ کیلا یجتری الظلمۃ علماء نے کہا کہ اگر خراج کی مکتر چیز عمدہ تر پر قادر ہو کر جیسا کہ زعفران چھوڑ کر جو بووے تو اوسپر عمدہ چیز کا
خراج واجب ہے اور اس مسئلہ کو دریافت کیجیے اسکا فتوی نہ دیجیو تاکہ حکام ظالمین لوگوں کے اموال پر جرأت نکریں لیئے اگر حاکم ظالم اسکا فتوی پائیگا تو انکو
مال لینے کا یہ حیلہ ملیگا کہ اسنے مثلا زعفران چھوڑ کر جو بویا اور اوس سے زعفران کا محصول ناحق لیگا اور یہ بیچ ظلم ہے باع ارضا خراجیۃ ان
بقی من السنۃ مقدار ما یتمکن المشتری من الزراعۃ فعلیہ الخراج والا فعلی البائع عنایۃ بیچا خراجی زمین کو اگر سال سے اتنی مدت باقی ہے
جسمیں مشتری زراعت کرنے پر قادر ہے تو مشتری پر خراج ہے اور نہیں تو بائع پر کذا فی العنایۃ ہم فتح القدیر میں مذکور ہوچکا کہ ان زراعت میں تین مہینے
تو سی ہو ولا یؤخذ العشر من الخارج من ارض الخراج لانہما لا یجتمعان خلافا للشافعی اور نہ لیا جاوے عشر خراجی زمین کے غلہ سے اس واسطے کہ
امام صاحب کے نزدیک بموجب حدیث کے عشر اور خراج مجتمع نہیں ہوتے بخلاف امام شافعی کے کذا فی الفتح ولا یتکرر الخراج بتکرر الخارج فی سنۃ لو موظفا
لان عمر رضی اللہ عنہ لم یوظفہ مکررا بخلاف المقاسمۃ لتعلقہ بالخارج حقیقۃ اور دو بار خراج نہیں لیا جاتا دو بار غلہ پیدا ہونے سے ایک سال میں اگرچہ خراج
اور اگر جسمے خراج ہو مثل عشر کہ بٹائی کا خراج ہو تو دو بار لیا جاویگا بسبب تعلق ہونے بٹائی کے خارج پر فی الحقیقۃ یعنی تو جسبار غلہ پیدا ہوگا بانٹ دیا
جاویگا کالعشر فانہ یتکرر بٹائی کا خراج عشر کے مانند مکرر ہوتا ہے زراعت کی مکرر ہونے سے ترک السلطان او نائبہ الخراج لرب الارض او وہبہ لہ ولو
بشفاعۃ جاز عند الثانی وحل لہ لو مصرفا والا تصدق بہ بہ یفتی وما فی الحاوی من ترجیح حلہ لغیر المصرف خلاف المشہور
سلطان یا اوسکے نائب نے خراج چھوڑ دیا زمیندار کو یا اوسکو بخش دیا اگرچہ کسی کی سفارش سے چھوڑا یا بخشا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور زمیندار کو حلال
ہے اگر وہ خراج کا مستحق ہو مثلا غازی ہو یا قاضی یا مفتی یا مدرس ہو اور اگر صاحب زمین خراج کا مصرف نہو تو وہ خراج کو خیرات کر دے اسی پر فتوی ہے اور جو قول کہ
حاوی قدسی میں ہے غیر مستحق کی بھی حلت کی ترجیح میں سو قول مشہور کے خلاف ہے کذا فی النہر ولو ترک العشر لا یجوز اجماعا ویخرجہ بنفسہ للفقراء
سراج خلافا لما فی قاعدۃ تصرف الامام منوط بالمصلحۃ من الاشباہ معزیا للبزازیۃ فتنبہ اور اگر سلطان عشر چھوڑ دے عشری زمین کے مالک کو
تو یہ جائز نہیں باتفاق صاحبین کے اور مالک اسکو آپ نکالے فقیروں کے واسطے کذا فی السراج بخلاف اوس قول کے جو اشباہ کے اوس قاعدے میں ہے جسکو بزازیہ کی طرف
نسبت کر کے کہ تصرف امام کا مصلحت سے متعلق ہے سو آگاہ رہنا اور المنتقی میں کہا بزازیہ میں ہے کہ زمین عشری کے مالک پر عشر کا چھوڑنا جائز ہے خواہ وہ غنی ہو

یغیر لیکن اگر وہ غنی ہو تو سلطان عشر کا ضامن ہووے خراج کے بیت المال سے صدقات کے بیت المال کو اور اگر وہ تقصیر تو ضمانت نہیں انتہی یہہ میں نے برجندی
میں دیکھا مصرف جزیہ میں اور اسیطرح اگر عشر مقاتلین کو امام دے تو جائز ہی ہو واسطے کہ عشر مقاتلین کی قوت سے حاصل ہوا انتہی چلپی نے کہا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
کہ یہہ روایت رافع اختلاف ہی یعنی عشر کا چھوڑنا جو منع ہے تو اون پر منع ہی جو مقاتل اور غازی نہیں اور بزازیہ میں جو جواز کا قول ہے تو مقاتلین پر
محمول ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی النہر یعلم من قول الثانی حکم الاقطاعات من اراضی بیت المال اذ حاصلھا ان الرقبۃ لبیت
المال والخراج لہ وحینئذ فلا یصح بیعہ ولا ھبتہ ولا وقفہ نعم لہ اجارتہ تخریجا علی اجارۃ المستاجر اور نہر الفائق میں ہی کہ ابو یوسف کے
قول سے یعنی جواز ترک خراج یا اوسکے ہبہ کرنے سے مصرف خراج کو اسطرح معلوم ہوتا ہی بیت المال کی اراضی کی معافی کا حکم ہو واسطے کہ معافی کا حاصل
یہہ ہی کہ رقبہ زمین بیت المال کا مملوک ہی اور محصول زمین کا معافیدار کے واسطے ہی اور اس صورت میں تو بیع صحیح نہیں معافیدار کی بیع اور نہ اوسکا ہبہ اور نہ اوسکا
وقف ہاں اوسکو جائز ہے اجارہ بنا بقیاس اجارہ مستاجر ہم اقطاعات کو بعضی عرف میں انعام کہتے ہیں اور بعضے اوسکو برآور صلہ بولتے ہیں اور صورت
اوسکی یہہ ہے کہ بادشاہ قطعہ ارض خراجیہ کو بعضے لوگون کو عطا کرے کہ وہ اوس سے فائدہ پاوین تو یہہ جائز ہی بشرطیکہ منعم علیہ یعنی جسکو کہ بادشاہ نے
عطا کی وہ مصرف خراج ہو ابو یوسف کے نزدیک کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہندوستان کے عرف میں اقطاعات کو معافی کی زمین اور ایمہ اور ملک اور معاش
بولتے ہیں اور جسکو وہ زمین ملی اوسکو معافیدار اور ایمہ دار اور ملکی کہتے ہیں اراضی معافیہ کا بیچنا اور وقف کرنا اسواسطے جائز نہیں کہ وہ معافیدار کی مملوک
نہیں ہے اسکو فقط خراج میں اختیار ہی نہ رقبہ ارض میں ومن الحوادث لو اقطعہا السلطان لہ ولاولادہ ونسلہ وعقبہ علی ان من مات منھم انتقل
نصیبہ الی اخیہ ثم مات السلطان وانتقل من اقطع لہ السلطان فی زمان سلطان اخر ھل یکون لاولادہ لم ارہ ومقتضی
قواعدھم الغاء التعلیق بموت المعلق فتدبرہ اور نئے حوادث فتوی میں یہہ ہے کہ اراضی کو اگر معاف کردیا سلطان نے اوسکو اور اوسکی اولاد کو اور اوسکی
نسل اور ذریت بنسل باندھ کر اس شرط پر کہ اوسکی اولاد سے جو مرے اوسکا حصہ اوسکے بھائی کو پہونچے پھر معاف کرنیوالا سلطان مرگیا اور جسکے واسطے
معافی ہوئی وہ دوسرے سلطان کے زمانہ میں منتقل ہوا کیا وہ معافی اوسکی اولاد کے واسطے ہوگی صاحب نہر نے کہا کہ اس مسئلہ کو میں نے فقہا کے کلام میں نہیں دیکھا
اور مقتضی اونکے قواعد کا تعلیق کا لغو کرنا ہی تعلیق کرنے والے کی موت سے سو اسکو غور کر تم تعلیق سے یہہ قول مراد ہے کہ جو اوسمیں سے مرے اوسکا حصہ اوسکے
بھائی کی طرف منتقل ہو اور تعلیق کرنیوالے سلطان سے مراد ہی طحطاوی نے کہا ظاہر اسکا یہہ حکم ہے کہ وہ اراضی اوسکی اولاد کے واسطے ہی اسواسطے کہ اوسکی
اولاد بالاصالت معافیدار ہے نہ بطریق تعلیق کے ولو اقطعہ السلطان ارضا مواتا او ملکہا السلطان ثم اقطعہا لہ جاز وقفہ لہا اور اگر سلطان نے
زمین افتادہ ایک شخص کو معاف کردی یا بادشاہ زمین کا مالک ہوا پھر اوسنے ایک شخص کو معاف کردی تو اوسکو وقف کرنا اوس زمین کا جائز ہی ہم زمین افتادہ کی
معافی سے یہہ مراد ہی کہ ایک شخص نے زمین مذکورہ کو آباد کیا باذن سلطان اور ملک سلطان سے مراد یہہ ہے کہ سلطان نے زمین مذکور کو اپنے واسطے آباد کیا وقف کرنا
اس شخص کا اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ زمین مذکورہ کا مالک ہو گیا بملک حقیقی تو اوسکو جمیع تصرفات مالکانہ جائز ہوئے وفی الارصاد من السلطان لیس
بایقاف البتۃ اور ارصاد سلطان کا وقف کرنا نہیں ہی البتہ انتہی ما فی النہر سید حموی نے کہا کہ ارصاد اس سے عبارت ہی کہ جو لوگ کہ بیت المال کے
مستحق ہیں اونکے واسطے بیت المال میں سے بقدر اونکے حصے یا بعض حصے کے جدا کر دینا سو یہہ جائز ہے اسکا نقض باتفاق جائز نہیں اور یہہ جو حکم
وزرا و مصر علما اور قرا اور یتامی اور بیوہ اور بناء مساجد اور موذن اور امام اور خطیبوں کے واسطے ارصاد مقرر ہو اوسکا نقض ہرگز جائز نہیں
اسواسطے کہ یہہ لوگ بیت المال کے مصارف سے ہیں اور بیت المال فقط مصالح مسلمین کے واسطے ہے اور ہرگز مصلحت نہیں ارزاق مستحقین بیت
المال کے قطع کرنے میں اور ابن عبد السلام اور اکمل الدین اور بلقینی اور ابن جماعہ کا اسی پر فتوی ہے انتہی اور شیخ عیسی حنفی نے اپنے رسالہ متعلقہ ارصاد
میں کہا کہ اراضی بیت المال کی مساجد وغیرہ سلطان نور الدین شہید نے اول وقف کی اور ابن عصرون سے اسکا استفتا ہوا سو اونہوں نے اسکے جواز کا
فتوی دیا اور مذاہب اربعہ کے علما اونکے ساتھ متفق ہوئے اور ابن عصرون اور اونکے موافقین نے یہہ ارادہ نہیں کیا کہ یہہ وقف حقیقی ہی اسواسطے کہ وقف

اگر زمانہ مالک سے صحیح نہیں یعنی سلطان بیت المال کا مالک نہیں جو اسکا وکیل صحیح ہو بلکہ علماء مذکورین نے اسکو ارصاد معلوم کیا یعنی بعض بیت المال اوسکو مستحق کے واسطے علیحدہ ہوگیا اور بکو لیسے ہی رقت پہونچ جائے اس واسطے کہ فقہا اور مفتیان کا جو پہونچا بادشاہوں تک اور ایسا ہی ادن سے لینا مقدر ہے کذا فی حاشیۃ البحر للطحاوی و فی الاشباہ قبیل القول فی الدین افتی العلامۃ قاسم بتصحیح اجارۃ المقطع لہ وان للامام ان یخرجہ متی شاء اور اشباہ میں قبل گفتگو دین کے ہی کہ علامہ قاسم نے اجارہ معافیدار کی صحت کا فتوی دیا اور یہ کہ امام کو جائز ہے کہ معافی دار کو جب چاہے خارج کردے یعنی اراضی کو ضبط کر لے ہم و یہ صحت اجارہ جب ہے کہ معافیدار اقطاع اراضی کا مالک ہو تو وہ مستاجر کے مانند ہو مستاجر کے اور مستاجر کو اجارہ دینا درست ہی اسیطرح معافیدار کو بھی جائز ہے وقیدہ ابن نجیم بغیر الموات اما الموات فلیس للامام اخراجہ عنہ لانہ ملکہ بالاحیاء فلیحفظ اور معافیدار سے زمین کے نکال لینے کو ابن نجیم صاحب اشباہ نے غیر زمین افتادہ کے مقید کیا ہی اور زمین افتادہ میں تو سلطان کو اوسکا نکال لینا معافیدار سے جائز نہیں اسواسطے کہ زمین افتادہ کا بسبب آباد کرنیکے وہ مالک ہو جاتا ہی تو یہ یاد رکھنا چاہیے ہم والی ملک کو لازم ہی کہ تحصیل خراج پر ایسے شخص کو مقرر کرے جو رعایا پر آسانی کرے اور خراج لینے میں انصاف کرے اور جتنا غلہ پیدا ہوا اوسکے موافق خراج لے یہانتک کہ پورا خراج آخر غلہ تک حاصل کرے یعنی خراج بقدر غلہ لے یہانتک کہ اگر زمین میں غلہ ربیع اور غلہ خریف دونوں ہوتے ہوں تو تخمین کرے اگر دونوں فصلون میں برابر غلہ ہوتا ہو تو آدھا محصول ربیع میں لے اور آدھا خریف میں اور اسیطرح ساگ اور ترکاری کو خود کرے اگر پانچ بار کاٹی جاتی ہو تو ہر بار پانچواں حصہ لے اور اگر چار بار کاٹی جاتی ہو تو چار بار لے وعلی ہذا القیاس جسپر عشر اور خراج ہو اور وہ مرجاوے تو اوسکے ترکہ سے لے اور خراج لینا چاہیے علم تیار ہونیکے وقت علی اختلاف البلدان اور صاحب اراضی کو حلال نہیں غلہ کھانا بدون ادای خراج کے اور اسیطرح عشری زمین کا غلہ کھانا جائز نہیں بدون ادای عشر کے اور اگر کھایا تو ضمان دینا ہوگا اور ارض خراج کا غلہ حبس کرنا سلطان کو جائز ہے محصول لینے کے واسطے کذا فی العالمگیریۃ **فصل فی الجزیۃ** یہ فصل ہے جزیہ کے احکام میں ہی لغۃ الجزاء لانہا تجزئ عن القتل والجمع جزی کاللحیۃ ولحی وہی نوعان جزیہ لغت میں بمعنی جزا ہے اسواسطے کہ جزیہ جزا واقع ہوا ہے قتل سے یعنی جزیہ قتل کا ازکا بدلا ہے اگر جزیہ نہ دیتا تو قتل کیا جاتا اور جزیہ کی جمع جزی ہے بضم اول و فتح ثانی جیسا کہ لحیہ کی جمع لحی ہے اور وہ یعنی جزیہ دو قسم جزیہ صلحی اور جزیہ قہری الموضوعۃ بالتراضی والصلح لا یقدر ولا یغیر تحرزا عن الغدر جو جزیہ کہ متعین ہوا بطور صلح کے اوسمیں تقدیر اور تغییر نہیں عہد شکنی سے بچنے کے واسطے ہم یعنی جو جزیہ کہ تراضی کے ساتھ معین ہوا ہو اوسکو بدل ڈالنا عہد شکنی ہی اور یہ جو کہا کہ اوسمیں تقدیر نہیں یعنی تقدیر کیا ہوا نہیں والا وہ تو پہلی مقدر ہوا ہی وما فرض بعد ما قہروا واقروا علی املاکہم یقدر فی کل سنۃ علی فقیر معتمل یقدر علی تحصیل النقدین بای وجہ کان ولو بائع ونکلی صحتہ فی اکثر السنۃ ہدایہ اثنا عشر درہما فی کل شہر درہم اور جو جزیہ کہ ٹھیرایا جاوے کافروں کے مغلوب ہونے اور املاک پر اونکو قائم رکھنے کے بعد محتاج کاسب پر جو تحصیل نقدین پر قادر ہو کسب سے قدرت ہو کذا فی البنایہ اور تندرست رہنا ہو اکثر سال میں وجوب جزیہ کے واسطے کافی ہے کذا فی الہدایہ بارہ درہم اوسپر مقرر کیے جاوین ہر مہینے میں ایک درہم یعنی تخمینا یا ہر تین مہینا وعلی متوسط الحال ضعفہ فی کل شہر درہمان اور متوسط الحال پر جو کہ نہ فقیر ہو نہ غنی اوسپر اوسکا دو چند مقرر کیا جاوے ہر مہینے میں دو درہم اور ہر سال میں چوبیس درہم وعلی المکثر ضعفہ فی کل شہر اربعۃ دراہم وہذا التسہیل لا لبیان الوجوب لانہ باول الحول بنایہ اور غنی کثیر المال پر اوسکا دو چند ہر مہینے میں چار درہم اور یہ بیان ہر مہینے کا واسطے آسانی کے ہی تو اسی بیان وجوب کا اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا ابتدای سال میں ہوتا ہے کذا فی البنایہ ہم پہلی وجوب ابتدای سال میں ہو وہ وجوب اوس سال جزیہ من ملک عشرۃ الاف درہم فصاعدا غنی ومن ملک مائتی درہم فصاعدا متوسط ومن ملک مادون ...

... الاعتماد عجرد اعتبار ابو جعفر العرف وہو الاصح تتارخانیہ اور جو

... متوسط الحال ہے اور جو دو سو درہم سے کمتر کا مالک ہو یا کسی چیز کا مالک نہو وہ فقیر اور محتاج ہی یہہ قول ہے کرخی کا اور یہہ احسن الاقوال ہے اور اسی پر اعتماد ہی کذا فی البحر اور ابو جعفر طحاوی نے عرف کو معتبر رکھا ہی اور یہہ قول صحیح تر ہی کذا فی

التاتارخانیہ یعنی ہر شہر کا عرف معتبر ہو سو جسکو اہل شہر غنی یا متوسط یا فقیر کہتے ہوں وہی معتبر ہے فتاوی عالمگیری میں اسکو صحیح کہا اور اختیار میں اسکو مختار
کذا فی الطحطاوی ویعتبر وجود ہذہ الصفات فی اٰخر السنۃ فتح لانہ وقت وجوب الاداء نہر اور وجود ان صفات کا علی اختلاف القولین
آخر سال میں معتبر ہے کذا فی فتح القدیر یہ اسواسطے کہ آخر سال وجوب ادا کا وقت ہے کذا فی النہر وتوضع علی کتابی یدخل فی الیہود السامرۃ
لانہم یدینون بشریعۃ موسیٰ علیہ السلام وفی النصاریٰ الفرنج والارمن واما الصابئۃ ففی الخانیۃ تؤخذ منہم عندہ خلافًا لہما اور
مقرر کیا جاوے جزیہ اہل کتاب پر یہودیوں میں قوم سامرہ داخل ہے اسواسطے کہ وہ شریعت موسیٰ علیہ السلام پر چلتے ہیں اور نصاری میں فرنگی اور ارمنی داخل
ہیں اور خانیہ میں ہے کہ قوم صابئی سے امام اعظم کے نزدیک جزیہ لیا جاوے نہ صاحبین کے نزدیک اھ کتابی عربی ہو یا عجمی بہر صورت اوسپر جزیہ ہے اور صابئی امام کے
نزدیک منجملہ نصاری ہیں اور صاحبین کے نزدیک ستارہ پرست ہیں حلبی نے کہا ظاہر کلام نقایہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ صابئی منجملہ عرب ہیں اسواسطے کہ اگر وہ عجمی ہیں
تو امام اور صاحبین کا وجوب جزیہ میں اونپر خلاف نہوتا اسواسطے کہ عجمی پر بہر صورت جزیہ لازم ہے کتابی ہو یا مشرک ووثنی عجمی ای غیر عربی لوضعہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام علی مجوس ہجر اور مجوس آتش پرست ہیں اگرچہ مجوسی عربی ہوں بسبب مقرر کرنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہجر کے مجوسیوں پر ہجر بفتحتین
یمن میں ایک شہر کا نام ہے اور وہ عرب میں داخل ہے ووثنی عجمی لجواز استرقاقہ فجاز ضرب الجزیۃ علیہ اور عجمی بت پرست پر بسبب جائز ہونے اوسکے
استرقاق اور مملوک بنانے کے اوسپر جزیہ بھی جائز ہوا اسم عجمی خلاف عربی ہے وثن وہ ہے جو دیوار میں منقوش ہو اور اوسکا جثہ نہو اور صنم اوسکا نام ہے جو بصورت
انسان ہو اور نصب وہ ہے جسکا نقش ہو نہ صورت کذا فی المنح البحر الرائق میں کہا وثن وہ ہے جسکا جثہ ہو خواہ وہ لکڑی کا بنا ہو یا پتھر یا چاندی یا جوہر کا اور شرح ملتقی
میں ہے کہ وثن وہ ہے جسکی صورت ہو آدمی کی صورت کے مانند اور صنم صورت بلا جثہ ہے کذا فی الطحطاوی لا علی وثنی عربی لان المعجزۃ فی حقہ اظہر فلم یعذر
جزیہ نہ مقرر کیا جاوے عربی بت پرست پر اسواسطے کہ معجزہ اوسکے حق میں ظاہر تر ہے تو وہ معذور نہوا اھ حق عرب میں معجزہ اسواسطے اظہر ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم اونہیں میں پیدا ہوئے اور قرآن مجید اونہیں کی زبان میں اوترا تو وہ اوسکے معانی اور نکتوں کے زیادہ تر واقف ہوئے تو کفر اونکا سخت ہوا لہذا اونپر سخت
حکم ہوا کہ اونسے کچھ مقبول نہیں یا اسلام لاوین یا مقتول ہوں اور ہرچند اہل کتاب عرب سے زیادہ تر عارف ہیں حقیقت اسلام کے لیکن اونمیں قیاس ترک کیا گیا بسبب
نص قرآنی کے کہ اہل کتاب سے اخذ جزیہ کا حکم ہوا ہے عرب سے اور عربی سے مراد عربی الاصل ہے تو اہل کتاب اس قید سے خارج ہوگئے اگرچہ وہ عرب میں رہتے ہوں اسواسطے
کہ وہ عربی الاصل نہیں ومرتد فلم یقبل منہما الا الاسلام او السیف اور جزیہ نہیں مرتد پر تو کافر عربی اور مرتد سے کچھ مقبول نہیں سوای اسلام یا
تلوار کے یعنی مسلمان ہوں یا مقتول ہوں اور چونکہ مرتد نے اسلام سے مطلع ہوکر کافر ہوگیا لہذا اوس سے اور عربی سے غیر اسلام یا تلوار کے کچھ مقبول نہیں ولو ظہرنا
علیہم فنساءہم وصبیانہم فیء اور اگر ہم غالب ہوں کفار عرب یا مرتدین پر تو اونکی عورتیں اور لڑکے غنیمت ہیں مگر یہ کہ نساء اور صبیان مرتدین مسلمان ہونے پر مجبور کیے جاوینگے
بخلاف نساء اور صبیان مشرکین عرب کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولا جزیۃ علی امرأۃ وصبی ومکاتب وعبد ومدبر وابن ام ولد اور صغیر نابالغ اور عورت اور غلام اور مکاتب اور مدبر
اور ام ولد کے لڑکے پر جزیہ نہیں اھ ہدایہ میں وارد ہے کہ ام ولد پر جزیہ نہیں اور حالانکہ یہ غیر مناسب ہے کیونکہ جب نساء احرار پر جزیہ نہوا تو ام ولد پر کیونکر ہوگا تو مراد وہاں
ام ولد ابن ام ولد ہے کذا فی المنح وزمن من الزمن زمانۃ نقص بعض اعضائہ وتعطل قواہ فدخل المفلوج والشیخ العاجز اور زمن پر جزیہ نہیں زمن
مشتق ہے زمن بمعنی زمانہ سے یعنی جسکے بعض اعضا ناقص ہوگئے یا اوسکے قوی بیکار ہوگئے تو اس سے فالج زدہ اور عاجز بوڑھا زمن میں داخل ہوگیا واعمی وفقیر
غیر معتمل وراہب لا یخالط الناس لانہ لا یقتل والجزیۃ لاسقاطہ اور اندھے اور محتاج غیر کاسب اور نصاری کے اوس درویش پر جو لوگوں سے نہیں ملتا اوس پر
جزیہ نہیں اسواسطے کہ درویش نصرانی قتل نہیں کیا جاتا اور جزیہ لازم ہے اسقاط قتل کیواسطے وجزم الحدادی بوجوبہا ونقل ابن الکمال انہ القیاس ومفادہ
ان الاستحسان بخلافہ فتامل اور حدادی نے یقین کیا ہے واجب ہونے جزیہ کا راہب یعنی درویش نصرانی پر اور ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح میں نقل کیا ہے
کہ یہی قیاس ہے اور قیاس کہنے سے مستفاد یہ ہوا کہ استحسان بخلاف قیاس ہے سو اسکو تامل کرو برجندی نے فتاوی قاضی خان سے نقل کیا کہ راہب اور قسیس سے جزیہ
لینا ثابت ہے ظاہر الروایۃ میں اور ایک روایت محمد سے یہ ہے کہ جزیہ نہ لیا جاوے انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ مصنف نے غیر ظاہر الروایہ کو اختیار کیا کذا

فی الحالات من الحری والیبت ای الاهلیة للجزیة وعدمها وقت الوضع فمن افاق او عتق او بلغ او برئ بعد وضع الامام لم توضع علیه اور
جزیہ کی اہلیت اور عدم اہلیت کا اعتبار امام کے مقرر کرنے کے وقت ہوگا یعنی جو مجنون کہ ہوش میں آیا یا غلام آزاد ہوا یا صغیر بالغ ہو گیا یا بیمار تندرست ہوا بعد وضع
امام کے تو اوس پر جزیہ نہ رکھا جائیگا اور یہہ مراد نہیں کہ بعد وضع امام کے اوس پر جزیہ مقرر نہ ہوگا باوجود اہلیت کے بلکہ مراد یہہ ہے کہ اوس سال مقرر نہ ہوگا بلکہ سال
آئندہ میں مقرر ہوگا کذا فی العالمگیریة عن قاضی خان بخلاف الفقیر اذا ایسر بعد الوضع حیث توضع علیه لان سقوطه بالعجز وقد زال العجز
بخلاف فقیر کے جب وہ مقدور والا ہو گیا بعد جزیہ مقرر کرنیکے ہو واسطے جزیہ اوس پر مقرر کیا جائیگا کیونکہ اوسکا سقوط تھا عاجز ہونیکے سبب سے اور رفع اوسکا
اور اوسکا عجز زائل ہو گیا کذا فی الاختیار وهی ای الجزیة لیست رضیً منا بکفرهم کما طعن الملحدة بل انما هی عقوبة لهم علی اقامتهم علی الکفر
فاذا جاز امهالهم للاستدعاء الی الایمان بدونها ففیها اولی وقال تعالی حتی یعطوا الجزیة عن ید وهم صاغرون واخذها علیه الصلوٰة
والسلام من مجوس هجر ونصاری نجران واقرهم علی دینهم اور وہ یعنی جزیہ لینا رضامندی اہل اسلام کی نہیں اونکے کفر پر جیسا کہ ملحدوں نے طعن دیا ہے
بلکہ جزیہ تو اونکے لئے عقوبت اور عذاب ہے بسبب اونکے قائم رہنے کے کفر پر پھر جب کہ مہلت دینا کافروں کا ایمان کی طرف بلانیکے واسطے بدون جزیہ کے
جائز ہوا تو جزیہ لیکر مہلت دینا بطریق اولیٰ جائز ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا یہاں تک کہ کفار جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہوکر اور رسول علیہ الصلوٰة
والسلام نے ہجر کے مجوسیوں اور نجران کے نصاریٰ سے جزیہ لیا اور اونکو اونکے دین پر رہنے دیا یعنی اونکو مہلت دی تا محاسن اسلام دیکھکر مسلمان ہوں اگر
شارح نے یہہ جواب دیا اوس سوال کا جو منح الغفار میں اسطرح مذکور ہے کہ اگر تم کہو کہ کفر معصیت ہے تو اونکے قائم رکھنے پر روپیہ لینا کیونکر جائز ہوگا اور اگر
جائز ہو تو چاہیے کہ زانیوں سے عوض زنا کے اور اسیطرح اور معاصی کے عوض مال لینا جائز ہو خلاصہ جواب یہہ ہے کہ جزیہ لینا رضا بالکفر نہیں بلکہ عقوبت
اور ازالہ اوس امر کا ہے جو کفر ہے اور جزیہ لینے کے جواز پر قرآن اور حدیث دال ہے ثم فرع علیه بقوله تسقط بالاسلام ولو بعد تمام السنة پھر مصنف نے جزیہ کے
عقوبت ہونے پر اپنا یہہ قول متفرع کیا تو جزیہ ساقط ہوتا ہے ذمی کے مسلمان ہونے سے اگرچہ بعد تمامی سال کے اسلام لاوے حلبی نے کہا کہ بعدیت بیان مقارنت پر محمول ہے
کہ اگر مسلمان ہوا سال کے بعد تو سقوط جزیہ کا بسبب اوسکے ادا کے ہوگا نہ بسبب اسلام کے وتسقط المعجل لسنة لا لسنتین یرد علیه سنة خالصة لا
ساقط ہوگا پیشگی جزیہ ایک سال کا نہ دو سال کا سوا ایک سال کا اوسکو پھیر دیا جائیگا کذا فی الخلاصة یعنی اگر ابتدا ہی سال میں جزیہ دیا پھر اوسی سال میں وہ مسلمان ہوا تو اوسکو
جزیہ نہ پھیر دیا جائیگا اور اگر دو سال کا جزیہ پیشگی دیا ہے تو ایک سال کا اوسکو پھیر دیا جائیگا اسواسطے کہ اوس پر وجوب ثابت نہ تھا کذا فی الحلبی ای والموت والتکرار
المتداخل کما سیجیٔ اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب موت اور تکرار سال کے اسواسطے تداخل کے چنانچہ ذکر تداخل کا عنقریب آئیگا والعمی والزمانة وصیرورته
فقیرا او مقعدا او شیخا کبیرا لا یستطیع العمل اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب اندھا ہونیکے اور ناقص الاعضا ہو جانیکے اور ہو جانے ذمی کے فقیر یا اپاہج
یا پیر فرتوت کہ کام نہیں کرسکتا ثم بیّن التکرار فقال واذا اجتمع علیه حولان تداخلت والاصح سقوط جزیة السنة الاولی بدخول
السنة الثانیة زیلعی لان الوجوب باول الحول بعکس خراج الارض پھر مصنف نے تکرار کو بیان کیا سو یوں کہا اور جب ذمی پر دو سال
مجتمع ہوں تو جزیہ متداخل ہو جائیگا یعنے ایک سال کا جزیہ چند سال کو کفایت کریگا اور پہلے سال کے جزیہ کا ساقط ہونا دوسرے سال کے آنے
سے قول اصح ہے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا اول سال میں ہوتا ہے خراج زمین کے بالعکس کہ وہ آخر سال میں واجب
ہوتا ہے یعنی جب وجوب جزیہ اول سال سے ہوا تو دوسرے سال کے داخل ہونے سے تکرار لازم ہوئی ویسقط الخراج بالموت فی الاصح حاوی
وبالتداخل کالجزیة وقیل لا یسقط کالعشر وینبغی ترجیح الاول لان الخراج عقوبة بخلاف العشر بحر قال المصنف وعزاه
فی الخانیة لصاحب المذهب فکان هو المذهب اور ساقط ہوتا ہے خراج قول اصح میں کذا فی الحاوی اور ساقط ہوتا ہے تداخل سے
جزیہ کے مانند اور قول ضعیف میں ساقط نہیں ہوتا مانند عشر کے اور لائق ترجیح دینا قول اول کا ہے اسواسطے کہ خراج عقوبت ہے بخلاف عشر کے
کہ وہ عبادت ہے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور خانیہ میں سقوط بالموت کو امام مذہب صاحب مذہب کے طرف نسبت کیا تو

یہی توی مذہب جیاہم محل حتوف وہ یہ جب خراج کہ زمین ہو جاوے بسبب جزیہ سے زمین کے زرہیت سی سو اگر کرار بسبب جزی کے نہو تو بالاتفاق خراج لیا جائیگا
کذا فی البحر صدر الاسلام کی کتاب العشر والخراج مین سقوط اور عدم سقوط مین دو روایتین امام عظم سے نقل کی ہین اور قول صحیح یہ ہے کہ خراج لیا جائیگا کذا فی التاتارخانیہ
عن المحیط تو قول معتمد علیہ عدم سقوط ہوا اور یہ حکم خراج موظف مین ہے اور خراج مقاسمہ تو مین خارج سی متعلق ہے مانند عشر کے کذا فی الطحطاوی و فیہا لا یحل
اکل الغلۃ حتی یوئدی الخراج اور خانیہ مین ہے کہ حلال نہین غلہ کا کہانا تاوقت ادای خراج ہم اور یہی حکم ہے عشر کا چنانچہ باب الخراج کے آخر مین عالمگیری
سی ہے جسمین اوسکو اور عدم سقوط خراج کو نقل کیا ہے ولا تقبل من الذمی لو بعثہا علی ید نائبہ فی الاصح بل یکلف ان یاتی بنفسہ فیعطیہا
قائما والقابض منہ قاعد اھ ہدایہ اور ذمی سے جزیہ قبول نکیا جاوے اگر اوسکو اپنی نائب کے ہاتھ بہیجی قول اصح مین بلکہ اوسکو حکم کیا جاوی کہ آپ لا دی
سو اوسکو کہڑا ہو کر دے اور ذمی سے لینے والا بیٹہہ کر لے کذا فی الہدایۃ و یقول اعط یا عدو اللہ و یصفعہ فی عنقہ لا یا کافر و یاثم القائل
ان آذاہ بہ قنیہ اور جزیہ کا لینے والا ذمی سی کہے ای دشمن خدا کے دی اور اوسکی گردن مین دہپ ماری اور اوسکو یا کافر نکہے اور یا کافر کہنے والا گنہگار
ہوگا اگر اوسکو اس قول سے تکلیف ہوگی کذا فی القنیہ ولا یجوز ان یحدث بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت نار ولا مقبرۃ ولا صنما حاوی
فی دار الاسلام ولو قریۃ فی المختار فتح اور جائز نہین ذمیکو کہ نیا بنا دی بیعہ اور نہ کنیسہ اور نہ صومعہ اور نہ آتشکدہ اور نہ قبرستان اور نہ صنم کذا فی الحاوی
دار الاسلام مین اگرچہ دار الاسلام کی قریہ مین احداث کری تو بہی جائز نہین قول مختار مین کذا فی الفتح ہم اصل لغت مین عبادتخانہ یہود اور نصاری کو مطلقا بیعہ کہتے ہین
پہر غلبہ استعمال سے عبادت خانہ یہود کو کنیسہ کہتے ہین اور عبادتخانہ نصاری کو بیعہ بولتی ہین اور دیر کا لفظ نصاری کے واسطے مخصوص ہے اور صومعہ وہ عبادتخانہ ہے
جس کا سر لنبا بنایا جاوے تاکہ خلق سی منقطع ہو کر اوسمین عبادت کیجاوے کذا فی النہر ہندوستان مین نصاری اپنے عبادت خانہ کو گرجا کہتے ہین و یعاد المنہدم ای
لا ما ہدمہ الامام بل ما انہدم اشباہ فی آخر الذکاح برفع الطاعون اور ویسا منہدم عبادتخانہ دوبارہ بنایا جاوے یعنی نہ وہ عبادتخانہ جسکو امام
نے ڈہایا بلکہ وہ بنایا جاوے جو خود بخود منہدم ہو گیا چنانچہ اشباہ کی دفع وبا کی دعا کے اخیر مین مذکور ہے ہم مصنف کے کلام سی معلوم ہوا کہ معابد قدیمہ سے تعرض نکیا جاوے
اور جو قدیم گرجاوے اوسکا اعادہ جائز ہے کذا فی النہر من غیر زیادۃ علی البناء الاول ولا یعدل عن النقض الاول ان کفی وتمامہ فی شرح
الوہبانیہ اعادہ منہدم جائز ہے بدون زیادہ کرنیکے پہلی عمارت پر اور بنا ونکرا جاوے پنجہ شکست اول سے اگر وہ کافی ہو اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ
مین ہے ہم اگر بناء اول سے عدول ہو بارجود کفایت کے تو اسمین بناء ثانی کی زیادتی ہے اول پر کذا فی النہر شرح وہبانیہ مین مذکور ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے
منع زیادتی کی تو اس سے معلوم ہوا کہ جو کچی اینٹ سی بنا ہو اوسکو پکی اینٹ سی نہ بناوے اور جو پکی اینٹ سے ہو اوسکو پتھر سے نہ بناوے کذا فی الطحطاوی وانما
القدیمۃ فتترک مسکنا فی القریۃ ومعبدا فی المصلحۃ بحر خلافا لما فی القہستانی فتنبہ اور معابد قدیمہ تو رہنی کیواسطے چہوڑ دیجائین
بلاد مفتوحہ مین اور عبادت کے واسطے چہوڑی جائین بلاد صلحیہ مین کذا فی البحر یہ قول مخالف ہی قہستانی کے سو خبردار رہنا علامہ حلبی نے کہا قہستانی مین جو ہے
منقول ہی کہ جو بلاد صلح سی قابو مین آوی اوسکے کل معابد منہدم کیے جائین جمیع روایات مین ویمیز الذمی عنا فی زیہ بالکسر لباسہ وہیئتہ ومرکبہ
وسرجہ وسلاحہ اور ممتاز و جدا کیا جاوے ذمی اہل اسلام سے اپنی لباس اور ہیئت مین اور اپنی سواری اور زین اور ہتہیار مین شارح نے کہا زی بالکسر
ہی لباس اور ہیئت سی اور نووی نے شرح مسلم مین کہا کہ زی بالفتح ہی کذا فی الطحطاوی فلا یرکب خیلا الا اذا استعان بہم الامام فحارب
وذب عنا ذخیرہ و حاذ یعلل کحمار تاتارخانیہ تو ذمی سوار نہو گہوڑے پر مگر اوسوقت جب امام اون سی مدد چاہے لڑائی کے واسطے اور واسطے حمایت
کفار کے مسلمین سے کذا فی الذخیرہ اور جائز ہے ذمیکو سوار ہونا خچر کا مانند گدہے کے کذا فی التاتارخانیہ وفی الفتح ہذا عند المتقدمین والمختار
المتاخرین انہ لا یرکب اصلا الا لضرورۃ وفی الاشباہ والمعتمد ان لا یرکبوا مطلقا ولا یلبسوا العمائم وان رکب لحمار لضرورۃ
نزل فی المجامع اور فتح القدیر مین ہے کہ یہ یعنی خچر اور گدہے پر سوار ہونا متقدمین کے نزدیک ہے اور متاخرین نے یہ قول مختار کیا ہے کہ ذمی
ہرگز سوار ہی نہو مگر بسبب ضرورت کے یعنی سفر یا مرض مین اور اشباہ مین ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ اہل ذمہ مطلقا نہ سوار ہون اور پگڑیان نہ باندہین

ملاحظہ پیراگراف ... [illegible]

اور اگر ذمی سوار ہو گیا بسبب ضرورت کے تو مجامع مسلمین میں سواری سے اتر پڑے اور ترکیب میں جاتا کاف کالبرذعة فی مقدمه مؤخرته الرمانة
اور سوار ہو ایسے زینوں پر جو پالانوں کے مانند ہیں پشم آگند جیسے لگے گدی ہو مانند انار کے اور محل رکوب ذمہ سے استعانت امام ہو یا ضرورت تو اجازت
اور عدم جواز رکوب میں [illegible] نے کہا کالبرذعة بحذف [illegible] تفسیر [illegible] کالبرذعة [illegible] کے تفسیر ولا یعمل
بسلاح اور نہ کام کرے ہتھیار باندھ کر اس واسطے کہ ہتھیار کے استعمال میں عزت ہے کذا فی الہدایة ویظہر الکستیج فارسی معرب الزنار من صوف
او شعر اور ذمی ظاہر رکھے کستیج کو کستیج لفظ فارسی سے معرب یعنی زنار صوف یا بال کا ہو ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دو تاگا ہو موٹا انگلی کے برابر جسکو ذمی اپنی میانہ
کپڑوں کے اوپر باندھے بلاتزیین کذا فی الینابیع من المغرب وہل یلزم تمییزہم بکل العلامات خلاف اشباہ والصحیح ان تنوا علیہ ذلك وکذا
نقل الشروط [illegible] اور کیا لازم ہے تمیز ذمیوں کی جمیع علامات سے اس میں خلاف ہے کذا فی الاشباہ اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر امام نے شہر کو بطور غلبہ فتح کیا ہو
تو اسکو یہ جائز ہے اور اگر بصلح فتح ہوا ہو تو شرط کے موافق عمل کرنا چاہیے کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضوں نے کہا کہ اہل ذمہ کی تمیز تین علامات سے ہو [illegible]
نے کہا نصرانی میں ایک علامت کافی ہے اور یہودی میں دو اور مجوسی میں تین اور اسی پر بعضوں کا فتوی ہے کذا فی العطایا من الذخیرة ویعلم من لبس [illegible]
ولو [illegible] علی الثیاب [illegible] فی [illegible] فی الاشباہ کما [illegible] واما انکوت طویلة سود اور منع کیا جاوے کہ [illegible]
آسمانی یا زرد رنگ [illegible] کذا فی البحر الرائق میں ہے اور یہی قول بر صاحب اشباہ نے اعتماد کیا [illegible]
[illegible] اور ذمی کی ٹوپی [illegible] سیاہ ہوتی ہے ومن ذلك الابریسم والثیاب الفاخرة المختصة باہل العلم والشرف [illegible]
رفیع [illegible] اور منع کیا جاوے ذمی ریشم کے زنار سے [illegible] اور ایسا لباس جو اہل علم و شرف کو مخصوص ہے [illegible]
رفیع اور چادریں باریک [illegible] شاید [illegible] قرآن اور اہل علم سے [illegible]
کشادہ آستین لباس [illegible] ومن استکتابہ ومباشرتہ بکونہ معظما عند المسلمین وتمامہ فی الفتح اور منع کیا جاوے [illegible]
لکھانے اور کام کی مباشرت سے [illegible] فتح القدیر میں [illegible]
[illegible] اسلاح [illegible] تنخواہ [illegible]
الصغار فیما یکون بینہ وبین المسلمین فی کل شیء وعلیہ فیمنع من القعود حال قیام المسلم عندہ کذا فی البحر [illegible]
کہ لازم کی جاوے ذمی کو ذلت اور حقارت [illegible] موجب تو منع کیا جاوے
[illegible] سے سلام [illegible] کے وقت [illegible]
علیك اور حرام ہے تعظیم اور توقیر اسکی اور مکروہ ہے اس سے مصافحہ کرنا اور اسکو پہلے سلام نہ کیا جاوے مگر بسبب حاجت کے اور اسکے سلام کے جواب میں وعلیك
زیادہ نہ کہا جاوے [illegible] کھڑا ہونا تعظیم محرم میں داخل ہے ذخیرہ میں ہے کہ جب یہودی حمام میں گیا اگر خادم مسلم نے اسکی خدمت کی
فلوس کی طمع سے یا اس نیت سے کہ اسکا دل اسلام کی طرف مائل ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر خدمت کی اسکی تعظیم کے واسطے بلانیت مذکورہ تو مکروہ ہے اور اسی
طرح اگر مسلم ذمی کو [illegible] کھڑا ہو گیا بطمع اسکے اسلام لانے کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اسنے تعظیم کے واسطے قیام کیا بلانیت مذکورہ یا بسبب اسکی مالداری کے کھڑا
ہو گیا تو مکروہ ہے وتحقیق حلیتہ فی المرد ویجعل علی دارہ علامة وتمامہ فی الاشباہ من احکام الذمی [illegible]
سر راہ میں دب کر چلے اور اسکے گھر پر کچھ علامت [illegible] احکام ذمی میں اشباہ [illegible]
واسطے مغفرت کی دعا کرے اور تضرع کرے جیسے مسلمین سے تضرع کرتا ہے وفی شرح الوہبانیة للشرنبلالی ویمنعون من استیطان مکة
والمدینة لانہما من ارض العرب قال علیہ الصلوة والسلام لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل لتجارة جاز ولا یطیل وانما
دخول المسجد الحرام تذکر فی السیر الکبیر [illegible] فی الجامع الصغیر علامتہ والسیر الکبیر اخر تصنیف محمد رحمہ اللہ تعالی فالظاہر

انه اوکد فیه ما استقر علیه الحال انتہی اور نہایہ کی شرح وحیفیہ میں ہے اور کفار ذمی وغیرہ جائیں مکہ اور مدینہ کے وطن بنانے سے اسواسطے کہ
حرمین شریفین عرب کی زمین ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمع نہوں عرب کی زمین میں دو دین اور اگر ذمی وہاں سوداگری کے واسطے جاوے تو جائز
ہے اور وہاں زیادہ قیام نکرے اور مسجد الحرام میں اوسکا جانا سو سیر کبیر میں تو منع مذکور ہے اور جامع صغیر میں عدم منع ثابت ہے اور سیر کبیر کی تصنیف محمد بن
حسن رحمہ اللہ کی تو ظاہر یہ ہے کہ سیر کبیر میں اوسی قول کو ذکر کیا ہے جو آخر الامر میں ثابت ہو گیا تھا یعنی منع دخول راجح ہے وفی الخانیة ویمیز نساؤهم لا عبیدهم
بالکستیج اور خانیہ میں ہے اور امتیاز کی جاوے ذمیون کی عورتوں میں نہ اونکے غلامون میں زنار سے ہم اونکی عورتون کے گلون میں لوہے کے طوق ڈالی
جائیں اور اونکی ازار میں سیلات کی ازارون سے مخالف ہون کذا فی الاختیار والذمی اذا اشتری دارا اراد ان یتخذها فی المصر لا ینبغی ان تباع منه فلو اشتری
یجبر علی بیعها من المسلم وقیل لا یجبر الا اذا کثرت در اور ذمی نے جب مکہ کہ گہر مول لیا یعنی اوسکے مول لینے کا ارادہ کیا شہر میں تو اوسکے ہاتھ
بیع کرنا لائق نہیں سو اگر اوسنے مول لیا تو اوسپر جبر کیا جاوے اوسکے بیچڈالنے پر مسلم کے ہاتھ اور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع پر جبر اور زبردستی نہیں مگر جب کہ بکثرت گہر
خرید کیا ہو کذا فی الدرر قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود من کتاب الصلوة سئل عن مسجد لم یبق فی اطرافه بیت احد من المسلمین
واحاط به الکفرة فکان الامام والمؤذن فقط لاجل وظیفتهما یذهبان الیه فیؤذنان ویصلیان به فهل تحل لهم الوظیفة فاجاب بقوله
تلک البیوت یاخذها المسلمون بقیمتها جبرا علی الفور وقد ورد الامر الشریف السلطانی بذلک ایضا فالحاکم لا یؤخر هذا الاصلاح کتبه
اور مفتی ابو السعود کے معروضات میں کتاب الصلوة میں وارد ہے کہ اون سے سوال ہوا اوس مسجد کا کہ اوسکے گردپیش کسی مسلمان کا گہر باقی نہیں رہا اور اوسکو کافرون نے
گہیر لیا سو امام اور مؤذن وہاں جایا کرتے ہیں اپنے مہینے پانے کیواسطے سو وہاں اذان دیتے اور نماز پڑہتے ہیں تو اونکو مہینہ یا سالانہ حلال ہے یا نہیں سو مفتی
موصوف نے یون جواب دیا کہ اون گہرون کو اہل اسلام قیمت دیکر زبردستی سے فورا لیلیں اور البتہ امر شریف سلطانی بہی اسی باب میں وارد ہوا ہے تو حاکم کو
ہرگز تاخیر نکرے ہم شارح جواب میں ہے بقدر مناسب مقام ذکر کیا اور سوال مذکور کا جواب کہتے ہے کہ امام اور مؤذن مستحق وظیفہ ہیں کہ اپنے کام پر مستعد اور قائم
ہیں کذا فی الخطاب وفیها من الجهاد وبعد ان ورد الامر الشریف السلطانی بعدم استخدام الذمیین للعبید والجواری لو استخدم ذمی عبدا
وجاریة ماذا یلزمه فاجاب یلزمه التعزیر الشدید والحبس کذا فی الخانیة وغیرها ویؤمرون بما کان استخفافا لهم ولذا تمیز دورهم
عن دورنا انتهی فلیحفظ ذلک اور مفتی ممدوح کے معروضات میں کتاب الجہاد میں ہے اور بعد وارد ہونے امر شریف سلطانی کے غلامون اور لونڈیون کو خدمت کرنے
ذمیون کا اگر ذمی خدمت لے غلام یا لونڈی سے اوسپر کیا لازم ہے تو مفتی موصوف نے جواب دیا کہ اوسپر تعزیر شدید اور قید کرنا لازم ہے سو خانیہ وغیرہا میں ہے کہ ذمیون
اور ذمیون کو وہ امر کیا جاوے جسمین اونکی ذلت ہو اور اسیطرح جدائی کی جاوے اونکے گہرونکی ہمارے گہرون سے انتہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے یعنی جب کہ ذمیون کو استخفاف ہو
تو استخدام میں اونکی تعظیم ہوتی ہے لہذا اوپر تعزیر شدید لازم آوئیگی ولو اتخذ اهل الذمة دورا فیما بین المسلمین لیسکنوا فیها فی المصر جاز لعود
نفعه علینا ولیروا تعاملنا فیسلموا بشرط عدم تقلیل الجماعات بسکناهم شرطه الامام الحلوانی اور اگر اہل ذمہ گہرونکو کرایہ لیں مسلمانون کی
آبادی کے اندر تاکہ اوسمین رہین شہر میں تو جائز ہے بسبب عائد ہونے اوسکی منفعت کے مسلمین پر کرایہ پانے سے اور تاکہ اہل ذمہ اہل اسلام کی حسن معاشرت کو دیکہیں تو اسلام
قبول کریں بشرطیکہ کم نہوں جماعات مسلمین کے اونکی سکونت سے یہ شرط عدم تقلیل کی امام حلوانی نے کی ہے فان لزم ذلک من سکناهم امروا بالاعتزال
عنهم والسکنی بناحیة لیس فیها مسلمون وهو محفوظ عن ابی یوسف بحر عن الذخیرة سو اگر اونکے رہنے سے تقلیل جماعات لازم آوے تو اون کو
مسلمین سے علیحدہ ہونیکا اور اوس کنارے میں سکونت کرنے کا حکم کیا جاوے جسمین مسلمین نہ رہتے ہون اور یہی قول ابی یوسف سے محفوظ ہے کذا فی البحر عن الذخیرة وفی
الاشباه واختلف فی سکناهم بیننا فی المصر والمعتمد الجواز فی محلة خاصة انتهی واقره المصنف وغیره لکن رده شیخ
الاسلام جوی زاده وجزم بانه فهم خطأ فانه فهم من الناحیة المحلة ولیس کذلک فقد صرح التمرتاشی فی شرح الجامع الصغیر
بعد ما نقل عن الشافعی انهم یؤمرون ببیع دورهم فی امصار المسلمین وبالخروج عنها وبالسکنی خارجها لئلا یکون لهم محلة

جماعۃ تتقاعد عن السوق بالمراۃ ای الستر المذکور عن الاختیار ان یکون لھم فی المصر علی ناحیۃ یسکنونا ولھم منعۃ عارضۃ لمنعۃ
المسلمین فاما اسکناھم بینھم وھم مستھونون فلا کذا فی فتاوی الاسکوبی فلیحفظ اور اشباہ میں ہے اور خلاف واقع ہے ذمیون کی
سکونت میں اہل اسلام کے اندر شہر میں اور جواز سکونت محلہ خاص میں قول معتمد ہی آنکھ اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے لیکن شیخ الاسلام حموی نے اوسکے
انکار کیا ہے اور اسپر یقین کیا ہے کہ صاحب اشباہ نے غلط سمجھا ہے اسلئے کہ او نھون نے محلہ سمجھا ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ تمرتاشی نے جامع صغیر کی شرح
مین بعد نقل کرنے امام شافعی سے اس قول کو کہ ذمیون کو اپنے گھر بیچنے کا اہل اسلام کے شہر مین اور وہان سے نکلجانے کا اور خارج شہر کر رہنے کا حکم کیا جاوے
تاکہ اونکے واسطے ایک محلہ خاص ہو نسبی ہے تمرتاشی نے نقل کرکے تصریح کی ہے کہ مراد یعنی منع سکونت امصار سے ہے کہ اونکے واسطے شہر مین ایک محلہ مخصوص
ہو جسمین وہ سکونت کرین اور حالانکہ اونکے واسطے وہان جماعت باشوکت اور عزت ہو جماعت مسلمین کے مانند اور سکونت اہل ذمہ کی جسمین ہے اور حالانکہ وہ شہر
اور ذلیل ہون سو اسکا منع نہیں کذا فی فتاوی الاسکوبی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے مترجم خلاصہ یہ ہے کہ اہل ذمہ اگر اہل اسلام مین گم ہوکر رہین تو منع نہین اگرچہ
خاص محلہ میں رہین لیکن اگر با جماعت اور قوت ہون چنانچہ تمرتاشی نے ذکر کیا یا اونکی سکونت سے تقلیل جماعت مسلمین لازم آوے جیسے کہ صاحب تنویر وغیرہ نے تصریح
کی ہے تو منع کیجاوینگے اور صاحب اشباہ نے جو سکونت محلہ خاص کے جواز کو معتمد کہا ہے تو اسپر محمول ہے کہ جب اونکو قوت اور شوکت نہو تو تمرتاشی کے قول کے
مخالف نہوا واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وینتقض عہدھم بالتغلب علی موضع للحراب او باللحاق بدار الحرب زاد فی الفتح او بالامتناع من قبول
الجزیۃ او بجعل نفسہ طلیعۃ للمشرکین بان یبعث لیطلع علی اخبار العدو فلو لم یبعثوہ لذلک لم ینتقض عہدھم وعلیہ یحمل کلام المحیط
اور ذمیون کا عہد ٹوٹ جائیگا اگر غالب ہوئے کسی ایک مکان پر لڑائی کے واسطے یا دار الحرب میں جا کر ملنے سے فتح القدیر میں اسقدر زیادہ کہا ہے یا عہد شکنی ہوگی جزیہ قبول
کرنے سے انکار کرے یا مشرکین کا جاسوس بنا دے اسطور پر کہ ذمی دار الحرب میں بھیجا جاوے جاسوس ہو کر تا اخبار دشمن پر مطلع ہو سو اگر اہل حرب اوسکو اسکے واسطے نہ بھیجیں
تو اونکا عہد نہ ٹوٹیگا اور اسی تفصیل پر کلام محیط کا محمول ہے مترجم کہتا ہے کہ اگر ذمی مشرکین کو عیوب مسلمین کی خبر پہنچاوے تو یہ نقض عہد نہیں صاحب بحر نے رد کیا اور
سے وہ تاویل کی کہ یہ اوس صورت پر محمول ہے جب اہل حرب نے اوسکو جاسوسی کے واسطے نہ بھیجا ہو اور صاحب نہر اسی پر ہے اور شارح نے ہدایہ کی تائید کی ہے
کذا فی الملتقط وصار الذمی فی ھذہ الاربع الصور کالمرتد فی کل احکامہ الا انہ لو اسر یسترق والمرتد یقتل ولا یجبر علی قبول الذمۃ و
المرتد یجبر علی قبول الاسلام اور ہوگیا ذمی ان چارون صورتون مین مرتد کے مانند اوسکے کل احکام مین مگر یہ کہ اگر ذمی گرفتار ہوگا تو غلام بنایا جائیگا اور مرتد
گرفتاری کے بعد قتل ہوگا اور ذمی پر قبول جزیہ کے واسطے جبر نہوگا اور مرتد پر قبول اسلام کیواسطے جبر ہوگا لا ینتقض عہدہ بقولہ نقضت العہد زیلعی
بخلاف الامان الحربی فانہ ینتقض بالقول بحر نہ ٹوٹیگا اوسکا عہد اوسکے یون کہنے سے کہ میں نے عہد کو توڑا کذا فی شرح الزیلعی بخلاف حربی کی امان
کے کہ وہ ٹوٹ جاتی ہے قول مذکور سے کذا فی البحر ولا بالاباء عن اداء الجزیۃ بل من قبولھا کما مر ونقل العینی عن الواقعات قتلہ بالاباء عن الاداء
قال وھو قول الثلثۃ لکن ضعفہ فی البحر اور ذمی کا عہد نہیں ٹوٹتا ادائے جزیہ کے انکار سے بلکہ عہد ٹوٹتا ہے قبول جزیہ کے انکار سے چنانچہ فتح القدیر
میں ذکر ہوچکا اور عینی نے واقعات سے ذمی کا قتل کرنا بسبب انکار ادائے جزیہ کے نقل کیا ہے کہا اور یہی قول ہے تینون اماموں کا لیکن اس قول کو ضعیف
کہا ہے بحر الرائق میں اسوجہ سے کہ درایت اور روایت کے مخالف ہے ولا بالزنی بمسلمۃ وقتل مسلم وافتان مسلم عن دینہ وقطع
الطریق اور عہد ذمی کا نہیں ٹوٹتا مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرنے سے اور مسلمان کے قتل کرڈالنے سے اور مسلمان کو اوسکے دین سے بہکا
دینے اور قطع الطریق سے ہم ہوا اسواسطے کہ زنا سے حد لازم ہوتی ہے اور قتل سے قصاص لازم آویگا اور ذمی مرنے کا فائدہ بعد قصاص کے بیت
کہ اسکی اولاد مال اور یتیم ہوگی اور اوسکا مال غنیمت نہوگا وسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لان الکفر المقارن لا یمنعہ فالطاری لا یرفعہ
فلو سب مسلم قتل کما سیجیئ اور نہیں ٹوٹتا عہد ذمی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام دہی گوئی سے اسواسطے کہ کافر ہونا ذمی کا جو ابتدا
عہد کے منع عہد کا نہیں تو جو کفر کہ طاری ہوا بسبب دشنام کے وہ عہد کا رافع نہوگا پھر اگر دشنام مسلم سے صادر ہو تو وہ مقتول ہوگا چنانچہ بیان آوے گا

اور یہہ کلام شیخ شاہین نے ذخیرہ سے بتفصیل ہمین نقل کی ہے کہ اگر ذمی نے اپنے اعتقاد کے موافق یون کہا کہ آنحضرت رسول نہتھے یا انہون نے یہود یون کو
ناحق قتل کیا یا حضرت کے طرف نسبت کذب کی تو بعضے علما کے نزدیک اوسکا عہد نہین ٹوٹتا اور اگر ذمی نے ایسے خلاف اعتقاد ذکر کیا اسطرح کہ حضرت
کے طرف زنا کی نسبت کی یا آپ کے نسب مین طعنہ کیا تو عہد ٹوٹے گا انتہی اور یہہ محمول ہے عدم اعلان پر کذا فی الطحطاوی ویؤدب الذمی ویعاقب

علی سبہ دین الاسلام او القرآن او النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاوی وغیرہ قال العینی واختیاری فی السب ان یقتل انتہی و
تبعہ ابن الہمام قلت وبہ افتی شیخنا الخیر الرملی وہو قول الشافعی اور ذمی تعزیر دیا جاوے اور ادب دیا جاوے دین اسلام یا قرآن یا نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی بدگوئی پر کذا فی الحاوی وغیرہ علامہ عینی نے کہا اور میرے نزدیک قول مختار بدگوئی مین یہہ ہے کہ وہ قتل کیا جاوے اور تابع ہوا عینی کا ابن ہمام صاحب
فتح القدیر مین کہتا ہون اور اسیکا فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور یہی قول ہے امام شافعی کا اھ بحر الرائق مین کہا کہ ابن ہمام نے یہان بحث بخلاف
اہل مذہب کے کی ہے عینی کا تابع ہوکر اور علامہ قاسم نے تصریح کی ہے کہ ابن ہمام کی ابحاث مخالفہ پر عمل نکرنا چاہیئے ہان یہہ البتہ ہے کہ مومن کا دل سب سنے مین
قول مخالف کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن ہمکو اتباع مذہب اوجب ہے ثم رأیت فی معروضات المفتی ابی السعود انہ ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا
القائلین بقتلہ اذا ظہر انہ معتادہ وبہ افتی پھر مین نے مفتی ابو سعود کے معروضات مین دیکھا کہ البتہ امر سلطانی وارد ہوا ہے ہمارے ان علما کے اقوال پر عمل کرنیکا
جو قائل ہین ذمی کے قتل کرنے کے جبکہ ظاہر ہوجاوے کہ بدگوئی اوسکی عادت ہے اور اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ممدوح نے اھ طحطاوی نے شرح ملتقی سے نقل کیا کہ
جب ذمی علی الاعلان بدگوئی کرے یا اوسکی یہی عادت ہو تو اوسکو قتل کرنا چاہیئے اگرچہ عورت ہو ثم افتی فی بکر الیہودی قال لبشر النصرانی نبیکم عیسی ولد
الزنا بانہ یقتل لسبہ الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انتہی پھر مفتی ابو سعود نے بکر یہودی کے بشر نصرانی سے یون کہنے مین معاذ اللہ کہ تمہارا نبی
عیسی ولد الزنا ہے یہہ فتوی دیا کہ وہ قتل کیا جاوے بسبب اسکے گالی دینے کے حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو انتہی قتل کا فتوی دیا بسبب اعلان سب کے قلت ویؤیدہ
ان ابن کمال باشا فی احادیثہ الاربعینیۃ فی الحدیث الرابع والثلثین یا عائشۃ لاتکونی فاحشۃ ما نصہ والحق انہ یقتل عندنا اذا
اعلن بشتمہ علیہ الصلوۃ والسلام صرح بہ فی سیر الذخیرۃ حیث قال واستدل محمد لبیان قتل المرأۃ اذا اعلنت بشتم الرسول
بما روی ان عمیر بن عدی لما سمع عصماء بنت مروان تؤذی الرسول فقتلہا لیلا مدحہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک انتہی فلیحفظ
کہتا ہے مین کہتا ہون اور مفتی ممدوح کے فتوی کا یہہ مؤید ہے کہ ابن کمال باشا نے اپنی چہل حدیث مین چونتیسوین اس حدیث کے اندر یعنی یا عائشۃ لاتکونی فاحشۃ
مین جو اسطرح تصریح کی ہے اور حق یہہ ہے کہ ذمی قتل کیا جاویگا ہمارے نزدیک جبکہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کو ظاہر کرے تصریح کی ہے اس مسئلہ کی
ذخیرہ کی کتاب السیر مین چنانچہ یون کہا ہے اور امام محمد نے واسطے بیان قتال کرنے عورت کے جبکہ وہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کا اعلان کرے استدلال
کیا ہے اس روایت سے کہ عمیر بن عدی نے جب کہ سنا عصما بنت مروان سے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو ایذا دیتی ہے تو اوسکو قتل کر ڈالا رات مین تو رسول
علیہ الصلوۃ والسلام نے اوسکے قاتل کی مدح کی انتہی ما فی الذخیرۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھم خلاصہ یہہ ہوا کہ ذمی مقتول نہوگا حضرت کی بدگوئی سے مگر جبکہ اسکو
بدگوئی کی عادت ہوگئی ہو کما فی المعروضات یا وہ اعلان کرتا ہو کما فی الذخیرۃ تو عدم قتل کی روایت عدم اعتیاد یا عدم اعلان پر محمول ہے تو اب دونون قولون

مین تعارض باقی نرہا واللہ تعالی اعلم ویؤخذ من مال بالغ تغلبی وتغلبیۃ لا من طفلہم الا الخراج ضعف زکوتنا مما تجب فیہ الزکوۃ
المعہودۃ بیننا لان الصلح وقع کذلک اور لیا جائیگا بالغ تغلبی اور تغلبیہ کے مال سے نہ انکے اطفال سے سوائے خراج کے اہل اسلام کی زکوۃ کا دونا لیا
جائیگا باحکام متعلقہ زکوۃ اوس مال سے جسمین زکوۃ مقرری بین المسلمین واجب ہوتی ہے ہو اسواسطے کہ صلح اوس قوم سے اسیطرح پر واقع ہوئی تھی ھم تغلبی بکسر لام
منسوب ہے تغلب بن وائل بن ربیعہ کے طرف وہ عرب کی ایک قوم ہے جو جاہلیت مین نصرانی ہوگئی تہی اور روم کے متصل سکونت اختیار کی تہی جب زمانہ اسلام کا
آیا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اون سے جزیہ طلب کیا انہون نے جزیہ دینے کا انکار کیا عار سمجھکر اور بولے کہ ہم لوگ بھی عرب ہین ہم سے
بھی زکوۃ لیجئے جیسے اور عرب سے زکوۃ لیتے ہو فاروق اعظم نے فرمایا کہ مشرک سے ہم زکوۃ نہین لیتے تو بعضے لوگ اوس قوم کے روم کو بھاگ گئے

له ای عادت ہو اور ذمی کے دالی ۱۲
عه صواب یہہ ہے کہ ترجمہ یون کیا جائے کہ تغلبی بفتح لام ولام مکسور بھی آیا ہے ... تغلب بکسر لام کیطرف منسوب ہے ... نجون ۱۲

سے ستمار بن مرہ نے کہا یا امیر المومنین یہ لوگ بڑے لڑنے والے ہیں اور عرب ہیں جزیہ دینے سے ننگ و عار کرتے ہیں سو تم کچھ لو اور ان سے جزیہ بنام
زکوٰۃ بھی لو سو بیان ہے ان پر تقسیم کیا اور زکوٰۃ کا دونا اون پر مقرر کیا پھر اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا اونکے بعد فقہا کا کذا فی النہر والبحر اور جبکہ صلح دونی
زکوٰۃ پر ہوئی تو اونکے عورتوں اور بچوں اور مجانین اور معتوہین پر کچھ لازم نہیں کیونکہ زکوٰۃ اونپر واجب نہیں کذا فی الدر المنتقی بخلاف خراج کے کہ وہ طفل وغیرہ پر لازم
ہوا اس سبب سے کہ وہ زمین کا وظیفہ ہے عبادت نہیں کذا فی البحر اور جب دونی زکوٰۃ پر دونی زکوٰۃ واجب ہوئی تو چالیس بکریوں میں سے دو بکریاں اور ایک سو بیس
بکریوں میں سے چار بکریاں علے ہذا القیاس اونٹ سو کذا فی الفتح ولا توخذ من موالیہ ای معتق التغلبی فی الجزیۃ والخراج لمعتق القرشی وحدیث
مولی القوم منہم مخصوص بالاجماع اور لیا جائیگا اوسکے موالے سے یعنی تغلبی کے آزاد غلام سے جزیہ اور خراج جیسے قریشی کے آزاد غلام
مانند اور مولی القوم منہم کی حدیث بالاجماع مخصوص ہے یعنی یہ جو حدیث ہے کہ آزاد غلام قوم کا اوسی قوم میں داخل ہے سو یہ مخصوص ہے کیونکہ صدقہ ہی لینے
جس قوم کو منع ہے لینا درست نہیں تو اوسکے آزاد غلام پر بھی لینا جائز نہیں ومصرف الجزیۃ والخراج ومال التغلبی وھدیتہم للامام وانما یقبلہا
اذا وقع عندہم ان قتالنا للہ لا للدنیا جوہرۃ وما اخذ منہم بلا حرب ومنہ ترکۃ ذمی وما اخذہ عاشر منہم ظہیریۃ مصالحنا خبر
مصرف اور مصرف جزیہ اور خراج کا اور تغلبی کے مال کا اور اوس مال کا جسکو کفار نے سلطان کو بطریق تحفہ دیا ہو اور اوس مال کا جو کافرون سے بدون لڑائی
لیا گیا اہل اسلام کے مصالح ہیں سلطان کفار کا تحفہ اوسوقت قبول کرے جب کہ اونکے نزدیک ثابت ہو جاوے کہ ہمارا لڑنا دین کے واسطے ہے نہ دنیا کی
تحصیل کے واسطے کذا فی الجوہرہ اور مال بلا حرب میں اوس ذمی کا ترکہ داخل ہے جسکا کوئی وارث نہیں کذا فی الحموی اور وہ مال جسکو عاشر کفار سے
کذا فی الظہیریہ شارح نے کہا مصالحنا خبر ہے مصرف کی ہم مصالح جمع ہے مصلحت کی یعنی جسکی منفعت اسلام کیطرف عائد ہو کذا فی القہستانی اہل نجران کا مال
اور جس مال پر کہ اہل حرب نے صلح کی ترک قتال پر دار الحرب میں لشکر اسلام کے داخل ہونے سے پہلے مال بلا حرب میں داخل ہے کذا فی البحر کسد ثغورنا
وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح مصالح اہل اسلام کے چنانچہ دار الاسلام کی سرحدوں کی
حفاظت کرنا اور پکا پل اور لکڑی کا پل بنانا اور علما اور متعلمین کو بقدر کفایت دینا کذا فی التجنیس اور متعلمین کے لفظ سے طالب علم بھی مصرف میں داخل ہو گئے
کذا فی الفتح ہم سد بالفتح والضم مضبوط کرنا اور ثغر بالفتح وسکون غین معجمہ عبارت ہے موضع مخافت بلاد سے تو سد ثغور سے مراد یہ ہے کہ اون لوگون پر صرف
کرنا چاہیے کہ جو اوس محل خوف کی محافظت کرتے ہیں جو فاصل ہے دار الاسلام اور دار الحرب کے درمیان میں اور علما سے مراد مفسرین اور محدثین ہیں اور
ظاہرا علما سے مراد وہ ہیں جو علوم شرعیہ کی تعلیم کرتے ہیں تو صرف اور نحو وغیرہ بھی اوسمین شامل ہے کذا فی الحموی عن البرجندی نہر الفائق میں خانیہ سے منقول
ہے کہ رازی سے سوال ہوا کہ بیت المال میں اغنیا کا بھی حصہ ہے جواب دیا کہ نہیں مگر جب کہ غنی عالم یا قاضی ہو اور فقہا کا اسمین حصہ نہیں مگر اوس فقیہ کا
حصہ ہے جو لوگونکو فقہ اور قرآن کی تعلیم کیا کرتا ہے والقضاۃ والعمال وکتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل اور بقدر کفایت قاضیوں
اور عاملوں کے جیسے قاضیوں کے کاتب اور تقسیم کے گواہ یعنی قسمت بین الورثہ اور شرکا کے شاہد اور سواحل دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے والے کذا فی
العطایا ورزق المقاتلۃ وذراریہم ای ذراری کل من ذکر مسکین واعتمدہ فی البحر قائلا وھل یعطون بعد موت آبائہم حالۃ الصغر
لم ارہ اور عمیر روزی مقاتلین مجاہدین کی اور اونکی ذریت کی یعنی محافظین حدود اور علما اور قضاۃ اور عمال اور مقاتلین جمیع مذکورین کی ذریت کی کذا فی
شرح مسکین اور اسی پر اعتماد کیا بحر الرائق میں یون کہہ کر اور کیا اونکی ذریت کو روزی دیجاوے اونکے باپون کے مرجانے کے بعد حالت طفلی میں تو اسکا حکم
کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم ملا علی نے شیخ عیسی صفتی کے رسالہ سے نقل کیا کہ ابو یوسف نے کہا کتاب الخراج میں کہ جو شخص بیت المال کا مستحق ہو اور
اوسکے واسطے اوسکا استحقاق بیت المال میں مفروض ہو گیا تو اوسکی ذریت کے واسطے بھی مفروض ہوگا اوسکی تبعیت سے اور اوسکی موت سے ساقط نہو گا
مصاحب جامع نے کہا تو یہ اشیر کہ علما اور فقہا اور مقاتلین کی ذریت اور جو مستحق بیت المال ہو اوسکی ذریت کا حصہ معین کیا جاوے اور جو اونکی اولاد کے
واسطے مفروض ہوا وہ اونکی موت سے ساقط نہیں ہوتا وانما ہنا تمت مصارف بیت المال ثلثۃ ہذا مصرف جزیۃ وخراج ومصرف

زکوۃ وعشر مر فی الزکوۃ ومصرفہ خمس ورکاز مر فی السیر وتبقی رابعۃ وہی لقطۃ وترکۃ بلا وارث ودیۃ مقتول بلا ولی ومصرفہا
لقیط فقیر وفقیر بلا ولی اور بیان یہ کہ تمام ہوچکے تین قسم بیت المال کے مصارف سو پہلے مصرف جزیہ اور خراج کا ہے اور زکوۃ اور عشر کا مصرف کتاب
الزکوۃ مین مذکور ہوچکا اور مصرف خمس اور رکاز گذر گیا کتاب السیر مین یعنی کتاب الجہاد کی فصل قسمت غنیمت مین مذکور ہوچکا باقی رہا چوتھی قسم کا بیت المال یعنی لقطہ
مال اور ترکہ بلا وارث اور خون بہا اوس مقتول کا جسکا کوئی ولی نہین اور مصرف اسکا لقیط محتاج اور فقیر بلا ولی ہے یعنی انکے نفقات اور انکی معالجات اور انکے
مرنے کی تکفین اور انکی جنایات کی دیت مین صرف کیا جاویگا کذا فی النہر وعلی الامام ان یجعل لکل نوع بیتا یخصہ اور بادشاہ پر لازم ہے کہ ہر قسم مال کا ایک
ایک گھر بنا دے کہ وہ گھر اسی مال کے واسطے مخصوص ہو یعنی ایک بیت المال جزیہ اور خراج کا اور دوسرا عشر اور زکوۃ کا اور تیسرا خمس اور رکاز کا اور چوتھا لقطات
اور لاوارث ترکات اور لاوارث کی دیت کا اور فائدہ چار خزانے کرنے کا یہ ہے کہ ایک قسم کا مال دوسری قسم مین مخلوط نہو جاوے اسواسطے کہ ہر قسم کا حکم علحدہ ہے
کذا فی البحر ولہ ان یستقرض من احدہا لیصرفہ للآخر اور جائز ہے بادشاہ کو کہ قرض لے ایک بیت المال سے تا اوسکو صرف کرے دوسرے بیت المال کے
مصرف مین ہم پھر جب اوس قسم کا مال آوے تو جس بیت المال سے قرض لیا تھا اوسمین پھیر دے مگر جب کہ مال مصروف از قسم صدقات اور خمس کے ہوا اور اہل خراج پر صرف
کیا ہو اور حالانکہ وہ محتاج ہین تو پھیر دینا کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ فقرا اہل خراج مستحق صدقات ہین اپنی محتاجی کے سبب کذا فی البحر والنہر ویعطی بقدر
الحاجۃ والفقہ والفضل فان قصر کان اللہ علیہ حسیبا زیلعی اور دے بقدر حاجت اور بمقدار فقہ اور فضیلت کے سو اگر اسمین بادشاہ قصور کریگا
تو حق تعالی اوس سے حساب کا لینے والا ہے کذلک شرح الزیلعی ہم قنیہ مین ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اہل اسلام کو برابر دیتے تھے اور عمر فاروق اونکو بمقدار
حاجت اور بمقدار فقہ اور فضیلت کے عطا فرماتے تھے اور عمل کرنا فاروق اعظم کے فعل پر ہمارے زمانے مین احسن ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وفی الطحطاوی المراد بالحافظ
فی حدیث لحافظ القرآن مائتا دینار ہو المفتی الیوم اور حاوی قدسی مین ہے کہ حافظ سے مراد اس حدیث مین کہ حافظ قرآن کیواسطے دوسو دینار ہین
مفتی ہے اسواسطے کہ جو صحابہ کرام کے زمانے مین حافظ قرآن ہوتا تھا وہ احکام کا بھی عالم ہوتا تھا بخلاف اسوقت کے کذا فی الطحطاوی ولا شیء لذمی فی بیت
المال الا ان یہلک لضعفہ فیعطیہ ما یسد جوعتہ اور کچھ حق نہین ذمی کے واسطے بیت المال مین مگر یہ کہ وہ ہلاک ہوتا ہو بسبب ضعف کے تو اتنا اوسکو
بیت المال سے دے جس سے یکبارگی گرسنگی دفع ہو ومن مات ممن ذکر فی نصف الحول یحرم من العطاء لانہ صلۃ فلا تملک الا بالقبض
بیت المال سے جسکا ذکر ہوچکا نصف سال مین مر گیا محروم رہا عطا سے اسواسطے کہ عطا صلہ ہے یعنی صدقہ اور احسان ہے تو وہ مملوک نہین ہوتا بدون قبض
کے ہم حموی کی شرح مین ہے کہ رزق اور عطا متقارب المعنی ہین مگر فقہا نے دونون مین فرق کیا ہے سو جو اہل لشکر کو بطور مشاہرہ دیا جاوے اوسکو رزق
کہتے ہین اور جو بطریق سالانہ بخشش ماہی کے دیا جاوے اوسکو عطا کہتے ہین اور فتح القدیر مین ہے کہ عطا وہ ہے کہ جو مستحقین بیت المال کے نام پر کچہری
مین لکھا جاوے چنانچہ جاگیر ہمارے عرف مین لیکن جاگیر ماہانہ ہے اور عطا سالانہ واہل العطاء فی زماننا القاضی والمفتی والمدرس
اور اہل عطا یعنی سالانہ وار ہمارے زمانے مین قاضی اور مفتی اور مدرس ہین کذا فی شرح الوقایہ ہم بحر الرائق کی عبارت مین مثل القاضی والمفتی والمدرس
اور یہی بہتر ہے کہ مقاتلین وغیرہم کو بھی شامل ہے وکرہت فی آخرہ او بعد تمامہ کما صححہ اخی زادہ لا یستحب الصرف الی قریبہ لانہ اوفی
تعبہ فیندب الوفاء لہ اور اگر اہل عطا مر گیا آخر سال مین یا بعد تمام ہوجانے سال کے چنانچہ اخی زادہ نے اسکی تصحیح کی ہے تو مستحب ہے عطا کا
صرف کرنا اوسکے قریب کی طرف اسواسطے کہ اوس نے اپنی محنت کشی کو پورا کر دیا تو عطا کا بھی پورا کر دینا اوسکے واسطے مستحب ہوا یعنی میت کے
وارثون کو دیکر ہم استحباب صرف علامہ عینی اور شارح مجمع کا مختار ہے اور مسکین نے وجوب صرف کو اختیار کیا ہے محقق ابن ہمام نے کہا کہ دلیل اسکی
مقتضی ہے کہ اوسکے وارثون کو دینا واجب ہوا اسواسطے کہ حق متأکد ہوگیا سال کے اندر اتمام عمل سے چنانچہ سہم غازی کا موروث ہوتا ہے
بعد احراز دار الاسلام کے بسبب تأکد ہونے حق کے اسوقت مین اگرچہ اوسکی ملک ثابت نہین کذا فی الطحطاوی ومن تعجلہ ثم مات او عزل
قبل الحول قیل یجب رد ما بقی وقیل لا کالنفقۃ المعجلۃ زیلعی اور جو سالانہ پیشگی لے پھر مر جاوے یا معزول ہو عمل سے سال سے پہلے بعض نے

نعم ارزاق و عطا دیا کرے

لیا بمقدر سال مین سے باقی رہا اور نا حساب مین بیبر دیا اور بعض نے کہا بیبر دینا واجب نہین نفقہ معجلہ کے مانند شیخین کے نزدیک خلافا لمحمد کذا فی النہر عن الزیلعی والمؤذن والامام اذا کان لہما وقف ولم یستوفیا حتی ماتا فانہ یسقط لانہ کالصلۃ وکذا القاضی وقیل لا یسقط لانہ کالاجرۃ کذا ثابت فی نسخ الشرح ساقط من نسخ المتن ھنا وتمامہ فی الدرر وقد لخصناہ فی الوقف اور مؤذن اور امام مسجد کا جب کہ وقف اونکے واسطے ہو اور اونکو پورا سال نگذرا اور وہ مرگیا تو وہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ صدقہ اور احسان کے ہے اور یہی حکم ہے قاضی کا اور قول ضعیف یہہ ہے کہ وہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ بجای اجرت کے ہے اور یہ مسئلہ مصنف کی شرح کے نسخوں مین ثابت ہے اور متن کے نسخون سے ساقط ہے اور پورا بیان اسکا درر و غرر مین ہے اور ہمنے کتاب الوقف میں ہے اسکو ملخص بیان کیا ہے ہم اور اگر امام اور مؤذن کے واسطے اجرت معین ہو تو وہ موت سے ساقط نہین ہوتی درر و غرر مین صدر الاسلام طاہر بن محمود کے فوائد سے مذکور ہے کہ ایک گاؤن میں امام مسجد پر زمین وقف ہے سو امام نے اوس کا غلہ لیکر بعد کٹنے کے لیا اور اوس گاؤن سے چلا گیا تو باقی سال کا حصہ اوس سے مسترد نہوگا اور امام کو باقی سال کا حصہ کہنا جائز ہے اگر وہ محتاج ہو اور یہی حکم ہے طلبۂ علم اور مدرس کا کذا فی البحر۔

باب المرتد

یہہ باب ہے مرتد کے احکام مین جب مصنف نے کفر اصلی کے احکام سے فراغت پائی تو کفر طاری کے احکام شروع کیے کفر اصلی سے مراد یہہ ہے کہ اوس پر ایمان مقدم نہوا ہو بعد بلوغ کے اور کفر طاری وہ ہے جس پر ایمان مقدم ہوا ہو ھو لغۃ الراجع مطلقا وشرعا الراجع عن دین الاسلام مرتد لغت مین پھر جانیوالیکو کہتے ہین مطلقا خواہ ایمان سے پھرے یا غیر ایمان سے اور اصطلاح شرع مین دین اسلام سے پھر جانیوالیکو مرتد کہتے ہین ورکنہا اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان بعد الایمان اور ردت یعنی ارتداد کا رکن جاری کرنا ہے کلمۂ کفر کا زبان پر بعد ایمان کے ہم یہ بنا بر ظاہر کی تعریف ہے اور ارتداد قلبی تکلم لسانی پر موقوف نہین چنانچہ حق تعالی کو صفت نالائق سے موصوف اعتقاد کرے یا بعد مدت کے کافر ہو جانیکا قصد کرے کذا فی الطحطاوی وھی تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ تعالی مما علم مجیئہ ضرورۃ اور وہ یعنی ایمان عبارت ہے سرور عالم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تصدیق سے ہر چیز مین جسکو حضرت لائے اللہ تعالی کی طرف سے جسکا لانا بالیقین معلوم ہو چکا یعنی ضروریات دین محمدی کو دل سے ماننا یہی حقیقت ہے ایمان کی اور ضروریات سے مراد وہ ہے جسکو عوام بھی جانتے ہین بلا احتیاج نظر و استدلال چنانچہ وحدانیت خدا و ثبوت انبیا و بعثت و جزا و وجوب صلوۃ و زکوۃ و حج وغیرہ کذا فی حاشیۃ الحلبی وھل ھو فقط او ھو مع الاقرار قولان واکثر الحنفیۃ علی الثانی والمحققون علی الاول اور کیا ایمان فقط تصدیق قلبی سے عبارت ہے یا تصدیق مع الاقرار سے اسمین دو قول ہین اور اکثر حنفیہ قول ثانی پر ہین اور علما محققین قول اول پر ہم محققین سے مراد اکثر ماتریدیہ اور اشاعرہ ہین اور خوارج کے نزدیک ایمان عبارت ہے تصدیق مع الاطاعۃ سے پس اونکے نزدیک گناہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور کرامیہ کے نزدیک فقط تصدیق زبانی کا نام ایمان ہے سو اگر تصدیق لسانی تصدیق قلبی کے مطابق ہے تو وہ مؤمن ناجی ہے والا مؤمن مخلد فی النار ہے والاقرار شرط لاجراء الاحکام الدنیویۃ بعد الاتفاق علی انہ یعتقد متی طولب بہ اتی بہ فان طولب بہ فلم یقر فھو کفر عناد اور محققین مذکورین کے نزدیک ایمان کا اقرار کرنا شرط ہے احکام دنیویہ کے جاری کرنیکو واسطے اونکے متفق ہونیکے بعد اسپر کہ مؤمن اسکا اعتقاد رکہے کہ جب کوئی اوس سے ایمان کا مطالبہ کریگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا سو اگر اوس سے ایمان کا مطالبہ ہوا اور اوسنے اقرار نکیا تو اوس کا یہہ عدم اقرار اور چپ رہنا کفر عناد ہے ہم احکام دنیویہ سے مراد نکاح اور قبول شہادت اور صحت قضا اور تغسیل اور تکفین اور نماز جنازہ اور مقابر مسلمین مین دفن کرنا ہے پھر اگر وہ مرگیا اور اوسنے ایمان کا اقرار نکیا اور اوسکے دل مین یہہ تھا کہ جو کوئی اوس سے پوچھیگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا تو وہ خدا کے نزدیک مؤمن ناجی ہوگا لیکن اسلام کے احکام دنیویہ اوسپر جاری نہونگے ہم اور محققین کا اسپر اجماع ہے کہ ترک عناد شرط ہے ایمان کی اور ترک عناد سے مراد یہہ ہے کہ جب اوس سے ایمان کا مطالبہ ہو تو وہ اوسکا اقرار کرے سو اگر بعد مطالبہ اوسنے اقرار نہ کیا تو یہہ عدم اقرار کفر عناد ہے اعتقاد سابق اسکو مفید نہوگا باقی رہا یہہ کہ اگر اسکا معتقد نہو یعنی خالی الذہن ہو یا اسکا معتقد ہو کہ مطالبہ کرنے سے ایمان کا اقرار نکریگا لیکن مطالبہ کے وقت اقرار کرے تو یہہ اقرار کیا کافی ہوگا بنظر حصول مقصود کے یا کافی نہوگا بنظر اعتقاد سابق کے کذا فی حاشیۃ الحلبی طحطاوی نے کہا ظاہر اجواب یہہ ہے

کہ جب اوس نے اقرار کیا تو اوسکے ایمان مین کچھ شک نہین اور قبل اقرار کے در صورت ثانی کافر ہوگا اسواسطے کہ اوس نے اپنی نسبت مین اقرار
ایمانی سے انکار کیا اور پہلی صورت مین شرط کرنا اعتقاد کا مقتضی کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم قال المصنف وفی الفتح من ھزل بلفظ کفر ارتد وان
لم یعتقدہ للاستخفاف فھو ککفر العناد مصنف نے کہا اور فتح القدیر مین ہے کہ جسنے مسخراپن اور خوش طبعی کی بلفظ کفر اگرچہ معتقد کفر نہو
وہ مرتد ہوگیا بسبب خفیف جاننے کے تو وہ کفر عنادی کے مانند ہے ھم فتاوی خیریہ مین بحر الرائق سے منقول ہے کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرے باعتبار ہزل کے
وہ کافر ہے سبکے نزدیک اور اوسکے اعتقاد کا کچھ اعتبار نہین اور جسنے باعتبار خطا یا اکراہ کے اوس کا تکلم کیا وہ سبکے نزدیک کافر نہین اور
جسنے معلوم کرکے قصداً تکلم کیا وہ بھی بالاتفاق کافر ہے اور جو کلمہ کفر کو بخوشی بولا لیکن اوسکے کفر ہونے سے جاہل ہے تو اسمین اختلاف ہے
والکفر لغۃ الستر وشرعاً تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء مما جاء بہ من الدین ضرورۃ اور کفر لغت مین بمعنے اخفا کے ہے اور شرع
مین عبارت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب سے کسی چیز مین جسکو آپ لائے منجملہ دین کے بالیقین بلاتردد یعنی ضروریات دین مین سے ایک چیز کا
انکار کرنا کفر ہے مثلاً جو فرضیت زکوۃ یا حج کا منکر ہو یا ظہر کی مثلاً چار رکعت فرض کو نمانے وہ کافر ہے والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت
بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشیء منھا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجیء قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیء منھا
اور کلمات کفر کے فتاوی مین مشہور ہین بلکہ اونکی جداگانہ تالیف ہوئی ہے رسائل مین باوجودیکہ کفر کا فتوی دیا نہین جاتا بسبب کسی چیز کے اونمین سے
مگر اوسمین جسپر فقہا کا اتفاق ہے چنانچہ آویگا بحر الرائق مین کہا کہ مین نے اپنی ذات پر لازم کرلیا ہے کہ مین فتوی نہ دونگا کسی چیز پر اونمین سے یعنی جسمین
فقہا کا اختلاف ہے اسواسطے کہ مومن کو کافر کہنا بلا ریب قطعی خطرناک ہے فائدہ بعضی موجبات کفر فتاوی عالمگیری اور طحطاوی سے مترجم نقل کرتا ہے
تا اہل اسلام اوس سے کنارہ کرین جو شخص کہے کہ مین صفت اسلام کی نہین جانتا وہ کافر ہے اوسکا صوم اور صلوۃ اور عبادت اور نکاح صحیح نہین اور اوسکی
اولاد ولد الزنا ہے جو شخص حق تعالی کو بصفات ناقصہ موصوف کرے یا اوسکے کسی نام مقدس یا اوسکے کسی حکم سے مسخراپن کرے یا اوسکے وعدہ اور وعید کا
انکار کرے یا اوس کا کوئی شریک یا فرزند یا زوجہ ٹھیراوے یا اوس علیم اور قدیر کے طرف جہل یا عجز یا نقصان کی نسبت کرے وہ کافر ہے جو کہے کہ اگر خدا مجھکو
اس کام کا امر کرے تو مین نکرون وہ کافر ہے جو شخص بعض انبیا علیہم السلام کا مقر نہو یا کسی سنت کو سنن مرسلین سے پسند نکرے وہ کافر ہے جو خضر اور ذوالکفل
کی نبوت کا منکر ہو وہ کافر نہین بسبب اختلاف کے اونکی نبوت مین جو شخص کہے کہ اگر فلانا شخص نبی یا رسول اللہ ہو تو بھی اوسکا ایمان نلاؤن وہ کافر ہے رافضی جو
شیخین کو برا کہے یا لعنت کرے تو وہ کافر ہے اور اگر علی مرتضی کو ابی بکر صدیق سے افضل کہے تو کافر نہین مبتدع ہے قذف عائشہ صدیقہ کا کفر ہے بخلاف اور
ازواج طاہرات کے کہ اونکا قاذف کافر نہین لیکن مستحق لعنت ہے خلافت شیخین کا منکر بقول صحیح کافر ہے رافضیون کا یہہ قول کہ دنیا مین اموات رجعت
کرینگے یا جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کی کہ علی مرتضی کو چھوڑ کر محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو وحی پہونچائی یہہ صاف کفر ہے یہہ لوگ دین اسلام سے خارج ہین اور
مرتدین مین داخل ہین حدیث متواتر کا منکر کافر ہے اور حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کافر نہین اور اسیطرح خبر واحد کا منکر کافر نہین بلکہ بسبب ترک
قبول کے مستحق ملامت کا اور اونکو عیب لگانا کفر ہے جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا قرآن مین سے کسی آیت کا منکر ہو یا مسخراپن اور بے ادبی کسی آیت سے کرے وہ کافر ہے
جو قرآن کو دف وغیرہ کی گت پر پڑھے وہ کافر ہے ایک شخص نے کہا دوسرے سے کہ نماز پڑھ اوس شخص نے جواب دیا کہ اسکو کون سر پر اوٹھاوے یا بولا کہ تمہارے
واسطے لوگ نماز پڑھتے ہین یا بولا کہ تو نے نماز پڑھ کے کیا کیا یا یون بولا کہ نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا برابر ہے یہہ سب کفر ہے جو شخص کہے بطور
استخفاف اور طنز کے کہ مینے بہت نماز پڑھی ہماری کوئی حاجت روا نہوئی تو وہ کافر ہے جو شخص کہے کہ نماز مجھکو سزاوار نہین یا حلال مجھکو سزاوار
نہین یا نماز کو مینے طاق پر رکھ دیا وہ کافر ہے جو شخص بلا سبب عالم یا فقیہ کو گالی دے اوسپر خوف ہے کفر کا ایک جاہل نے کہا کہ یہہ جو علما کہتے ہین
داستان سیکھتے ہین یا علماء ہوائی کہتے ہین یا یون کہا کہ سے تزویر سے وہ کافر ہے اگر فقیہ نے مسئلہ بیان کیا یا حدیث صحیح کی روایت کی دوسرے نے
کہا یہہ کچھ نہین یا یون بولا کہ یہہ بات کسی کام آتی ہے درم چاہیے کہ موجب حشمت اور عزت ہے علم کسکے کام آتا ہے سو یہہ قول کفر ہے جو شخص اوسکو مکان پر

ف بعض باتون کے کہنے سے کافر ہو جاتا ہے اونکا ذکر

طلوع ہو جنین کے اور اوسکے ساتھ چند لڑکے ہون اور اوس سے مسئلہ پوچھتے ہون اور اوسپر ہنسی کرتے ہون اور اوسکو تکیون سے مارتے ہون تو سب کافر ہو جاوینگے
شرع کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنے سے اور اگر فسیم ایکا فتوی کو کہا لا وی اور وہ فتوی کو زمین پر ڈال دے تو وہ کافر ہے جو شخص حرام کو حلال اعتقاد
کرے یا حلال کو حرام جانے وہ کافر ہے لیکن اگر بادار پہلا اعتقاد حلت حرام کو حلال کہے اور کسی کا مال یک جا ہی یا جہالت سے کہو تو وہ کافر نہین اور اصل یہ ہے کہ جو
حرام کو حلال اعتقاد کرے سو اگر وہ حرام لغیرہ ہے جیسا غیر کا مال تو وہ کافر نہیں اور اگر حرام لعینہ ہے سو اگر اوسکی دلیل قطعی ہے تو وہ کافر ہے اور نہین تو نہین
مرتکب معاصی سے کسی نے کہا کہ توبہ کر اوس نے جواب دیا کہ مین نے کیا کیا ہے کہ توبہ کرون وہ کافر ہے جو شخص پیالہ خمر کے پینے کے وقت یا زنا کرنے کے
وقت یا قمار کھیلتے وقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہے اذکار اور اذان سے تمسخر اور بے ادبی کرنا کفر ہے جو قیامت اور جنت اور نار اور میزان اور صراط
اور نامہ اعمال اور بعد موت کے زندہ ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہے اور اگر بعینہ ایک مردے کے بعث کا منکر ہو وہ کافر نہین ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ
تمکو سیدہا جانا بہی ہے اوس نے کہا کہ اوس جہان کو کون جانتا ہے وہ کافر ہے جو کسی تمسخر کلمہ کفر سکہا دے وہ کافر ہے اگرچہ ازراہ لہو و لعب سکہا دے
اور اسیطرح اگر غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تاکہ وہ اپنے زوج سے جدا ہو جاوے یہ بہی کفر ہے جو شخص مجوسی کی ٹوپی اپنے سر پر رکہے وہ کافر ہے بقول صحیح
الا بضرورت دفع گرما اور سرما کفر نہین اور اپنی کمر پر زنار باندہنے سے کافر ہوتا ہے مگر جب جنگ مین بطور خدعہ کے یا جاسوسی کے باندہے تو کفر نہین جو مشرکین کی
عید مین بطریق تعظیم جاوے تو کافر ہوتا ہے مترجم کہتا ہے جیسا مشرکین یعنی کفار کے میلے جیسا ہولی دوالی بسنت نوروز وغیر ذلک کافر ہوتا ہے اور اپنی مجوسیون کے
نوروز مین جلنے تہے اونکے اعمال کی موافقت کے سبب اوس دن مین اور اوس چیز کو خرید کرنے سے نوروز مین جسکو قبل اسکے نہ خریدتا تہا تعظیم نوروز
کے واسطے کہانے اور پینے کے اور کافر ہوتا ہے اوس دن مشرکین کو تحفہ دینے سے اگرچہ انڈا ہی ہو بطریق اوسکی تعظیم کے اور کافر ہوتا ہے تحسین
امر کفار سے بالاتفاق تو اگر کہے کہ کہانے کے وقت کلام نکرنا یا حالت حیض مین عورتونکے پاس نہ لیٹنا بہتر فعل ہے مجوسیونکا تو وہ کافر ہے شیخ ابو منصور
ماتریدی نے کہا کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے وہ کافر ہے اور بعضون نے کہا کہ کافر نہین خطیبون کا القاب سلاطین مین یون کہنا عادل افضل
شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ علی الاطلاق جائز نہین ہے اسواسطے کہ بعضی الفاظ کفر ہین اور بعض معصیت اور کذب ہین اور شہنشا
خصائص سے باری تعالی ہے بلا وصف عظیم ہے عورات مسلمین اطفال کے چیچک نکلنے کیوقت جو ہوائی کو پوجتی ہین اور اوس سے شفا چاہتی ہین کافر ہوجاتی ہین نکاح اونکا
ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اونکے شوہر بہی اس فعل سے راضی ہون تو وہ بہی کافر ہوجاتے ہین جو شخص کہے کہ اس زمانے مین بدون خیانت اور دروغگوئی کے گذارا
نہین ہوتا یا یون کہے کہ جب تک خرید فروخت مین تو جہوٹ نہ بولیگا روٹی کہانیکو نپاویگا اس کلام سے کافر ہوجاتا ہے جسنے کافر ہونیکا عزم کیا اگرچہ سو برس کے بعد تو وہ
فی الحال کافر ہوگیا جسنے اپنی زبان سے کلمہ کفر بخوشی کہا بغیر جبر کے اور اوسکا دل ایمان پر ہے وہ کافر ہے اللہ کے نزدیک مومن نہین جس قول اور فعل کے کفر ہونے مین
علما کا اتفاق ہی ہو تو اوسکے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ کا امر کیا جاوے بطریق احتیاط کے اور اگر ازراہ خطا وہ قول یا فعل صادر ہوا ہو تو تجدید نکاح اور رجوع کی
حاجت نہین کذا فی العالمگیریہ والشرائط وشرائط صحتہا العقل والصحو والطوع فلا تصح ردة مجنون ومعتوہ وموسوس وصبی لا یعقل و
سکران ومکرہ علیہا واما البلوغ والذکورة فلیسا بشرط اور صحت ارتداد کی شرطین عقل اور ہوشیاری اور خود مختاری ہے تو صحیح نہین
مرتد ہونا مجنون اور بیہوش اور وسوسی اور طفل نافہم اور مست کا اور جبر اور زبردستی سے جو مرتد ہوئے کے واسطے اور بالغ ہونا اور مرد ہونا ارتداد کی شرط نہین
کذا فی البدائع وفی الاشباہ لا تصح ردة السکران الا الردة بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ یقتل ولا یعفی عنہ اور اشباہ مین ہے کہ صحیح
نہین مرتد ہونا مست کا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کا ارتداد صحیح ہے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جاویگا اور اوسکا قصور معاف نہوگا بحر الرائق مین قید لگائی
ہے کہ انکا سکر حرام چیز سے ہو اور اوسنے اپنی خوشی بلا جبر اسکو استعمال کیا ہو ورنہ وہ مجنون کے مانند ہے من ارتد عرض الحاکم علیہ الاسلام استحبابا
علی المذہب لبلوغہ الدعوة جو شخص مرتد ہو جاوے حاکم اوسپر اسلام عرض کرے یعنی اوس سے اسلام قبول کرادے بطریق استحباب کے بنابر صحیح مذہب کے اسواسطے
کہ اوسکو دعوت اسلام کی پہونچ گئی ہے یعنی جسکو دعوت پہونچ گئی اوسپر عرض اسلام واجب نہین وتکشف شبہتہ بیان لثمرة العرض اور اوسکا

شبہ دور کیا جاوے یہ بیان ہی ثمرہ عرض کا یعنی عرض اسلام کا فائدہ یہی ہے کہ اگر اوسکو کوئی شبہہ پڑ گیا ہو تو دفع کیا جاوے ویحبس وجوبًا وقیل ندبًا ثلثة
ایام یعرض علیه الاسلام فی کل یوم منها خانیہ اور مرتد قید کیا جاوے بنا بر وجوب کے تین دن اور قول ضعیف میں حبس بنا بر استحباب کے ہے تینون دنون میں
ہر روز اوسپر اسلام عرض کیا جاوے کذا فی النہایة ان استمهل ای طلب المهلة والا قتله من ساعته الا اذا رجی اسلامه بدائع حبس تین دن کا اوس
وقت ہے جب کہ مرتد مہلت چاہے اور اگر مہلت نہ مانگی تو فی الفور حاکم اوسکو قتل کر ڈالے یعنی بعد عرض اسلام و کشف شبہہ کے مگر صورت قتل میں جلدی نکرے
جب کہ اوسکا مسلمان ہونا متوقع ہو کذا فی البدائع وکذا لو ارتد ثانیا لکنه یضرب وفی الثالثة یحبس ایضا حتی یظهر علیه التوبة فان عاد
فکذلك تاتارخانیه قلت لکن نقل فی الزواهر عن الخجندی وفی الخانیة معزوا للبلخی ما یفید قتله بلا توبة فتنبه اور اسیطرح مہلت دیجاویگی
اگر دوسری بار مرتد ہو گا لیکن مارا جائیگا بعد توبہ کے بلا حبس اور تیسری بار کے ارتداد میں ضرب کے ساتھ حبس بھی کیا جایگا یہان تک کہ اوسپر آثار توبہ کے
ظاہر ہوں پہر اگر چوتھی بار ارتداد کی طرف عود کریگا تو یہی حکم ہے یعنی بعد توبہ اور ضرب کے تا ظہور آثار اسلام مقید رہیگا کذا فی المنح عن التاتارخانیہ شارح کہتا ہے
لیکن زواہر میں آمر خجندی و خانیہ سے ابو عبد اللہ بلخی کیطرف نسبت کر کے وہ مضمون نقل کیا ہے جو مفید ہے مرتد مذکور کے قتل کا بلا قبول توبہ ہوا گا اور شامی میں فتح
القدیر میں تاتارخانیہ کے قول کو ظاہر الروایة قرار دیا ہے اور خانیہ کے قول کو روایت نوادر ٹھیرایا ہے اور اختیار میں لکھتے اور مختصر کرخی میں ہے کہ جو چوتھی
بار کہ ارتداد میں امام اوسکو مہلت ندے اگر وہ مہلت مانگے اگر فی الحال اسلام قبول کرے تو بہتر ہے والا اوسکو قتل کرے کذا فی حاشیة الطحطاوی فان
اسلم فیها والا قتل لحدیث من بدل دینه فاقتلوه سو بعد مہلت مذکورہ کے اگر وہ اسلام قبول کرے تو کیا خوب ہے والا امام اوسکو قتل کرے بدلیل
اس حدیث کی کہ جو اپنے دین کو یعنی اسلام بدل ڈالے تو اوسکو قتل کرو رواہ احمد والبخاری کذا فی المنح واسلامه ان یتبرأ عن الادیان سوی
الاسلام او عن ما انتقل الیه بعد نطقه بالشهادتین وتمامه فی البحر اور مسلمان ہونا مرتد کا اسطرح ہے کہ بیزار ہو جاوے سب دینون سے سوا
اسلام کے یا اوس دین سے بیزار ہو جسکی طرف اوس نے انتقال کیا بعد تکلم شہادتین کے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم بحر الرائق میں کہا کہ مرتد کے اسلام میں بعد
شہادتین سوای اسلام کے اور دینون سے بیزار ہونا دار الاسلام میں شرط ہے اور اگر دار الحرب میں مسلم مرتد کو مارنے لگے اور وہ کہے محمد رسول اللہ یا کہے کہ اسلام
میں داخل ہوا یا دین محمدی میں آیا تو یہ دلیل ہے اوسکے اسلام کی ولو اتی بهما علی وجه العادة لم ینفعه ما لم یتبرأ بزازیه اور اگر بطریق
عادت کے تو اوسکو نافع نہیں جب تک سوای اسلام کے اور دینون سے تبرا نکرے کذا فی البزازیة وکره تنزیها قتله قبل العرض بلا ضمان لان
الکفر مبیح للدم اور بدلیل گزشتہ مکروہ تنزیہی ہے اوسکا مار ڈالنا قبل عرض کرنے اسلام کے بدون ضمان کے اسواسطے کہ کفر مباح کرنیوالا ہے اوسکے خون کا
دلیل گزشتہ یہ ہے کہ عرض اسلام بقول صحیح مستحب ہے اور ترک مستحب کا مکروہ تنزیہی ہے نہ تحریمی فتح القدیر میں کہا کہ قاتل قبل العرض پر اگرچہ ضمان نہیں لیکن تعزیر کیجاویگی
اسی طرح قاطع عضو پر تعزیر کیجاویگی باسلام المرتد لان الکفار اصناف خمسة من ینکر الصانع کالدهریة ومن ینکر الوحدانیة کالثنویة ومن
یقر بهما لکن ینکر بعثة الرسل کالفلاسفة ومن ینکر الکل کالوثنیة ومن یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالة المصطفی صلی الله علیه
وسلم کالعیسویة فیکتفی من الاولین بقول لا اله الا الله وفی الثالث بقوله محمد رسول الله وفی الرابع باحدهما وفی الخامس بهما
مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام بدائع واقره مصحح الدرر اور مصنف نے اسلام مرتد کو مقید بقید مذکور اسواسطے کیا کہ سب کافر پانچ
قسم پر ہیں بعضے خالق کے منکر ہیں چنانچہ فرقہ دہریہ اور بعضے وحدانیت کے منکر ہیں چنانچہ مجوسی کہ دو خالقون کے قائل ہیں یعنی یزدان اور اہرمن کے اور بعضے
خالق اور اوسکی وحدانیت کے مقر ہیں لیکن رسالت انبیا کے منکر ہیں جیسے حکما و فلاسفہ اور بعضے خالق اور وحدانیت اور رسالت سبکے منکر ہیں چنانچہ
بت پرست اور بعضے سبکا اقرار کرتے ہیں لیکن عموم رسالت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں چنانچہ فرقہ عیسویہ تو اکتفا کریگا امام اولین یعنی دہریہ اور مجوسیون سے
لا اله الا الله کے کہنے پر اور ثالث یعنی حکما و فلاسفہ سے محمد رسول اللہ کے کہنے پر اور رابع یعنی بت پرستون سے دو میں سے ایک پر یعنی کلمہ توحید یا اقرار رسالت پر اور
خامس یعنی عیسویہ سے دونون قول پر یعنی شہادتین پر کفایت کرے ساتھ تبرا کرنیکے ہر دین سے جو مخالف ہو دین اسلام کے کذا فی البدائع واقره مصحح الدرر علامہ سید

یہاں جسکا دینو انہیں مراد نہیں بلکہ بعضی مراد ہیں اسواسطے کہ جمہور فلاسفہ رسالت انبیا کے قائل ہیں اور عیسویہ سے نصاری مراد نہیں بلکہ ایک قوم ہے یہود کی
جو عیسی اصفہانی یہودی کیطرف منسوب ہے شارح مسایرہ کا قول ہے اور وہ درر کے مخالف ہے یعنے جو عیسوی ہیں اونکی شہادتین ضروری ہے اور انکا اقرار
ہی مجوسیون کے مانند ہے انکار توحید اور رسالت مین حکذا فی حاشیۃ الحلبی وحینئذ فیستفسر من جہل حالہ بل عمم فی الدرر اشتراط التبری
فی کل یہودی و نصرانی ومثلہ فی فتاوی المصنف وابن نجیم وغیرہما وفی رد فتاوی قاری الہدایۃ کذا افتی علماءنا والذی افتی
بہ صحتہ بالشہادتین بلا تبری لان التلفظ بہما صار علامۃ علی الاسلام فیقتل ان رجع مالم یعد اور ہمارے وقت مین یعنی جب معلوم ہوا کہ
کفار باہم قسم قسم کے ہین اور اونکے اسلام کا حکم مختلف ہے تو استفسار کرنا چاہیے جسکا حال معلوم نہو کہ اقسام مذہب مین سے کس دین مین مرتد داخل ہوا بلکہ عام کہا
درر مین مشروط ہونے تبرا کو ہر یہودی اور نصرانی مین اور ایسے مانند ہے مصنف اور ابن نجیم وغیرہما کے فتاوی مین اور فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الردہ مین ہے
کہ ایسا ہی فتوی دیا ہے ہمارے علمانے اور جو مین فتوی دیتا ہون وہ صحت اسلام ہے شہادتین سے بلا شرط تبرا اسواسطے کہ شہادتین کا بولنا اسلام کی علامت
ہوگئی ہے تو قتل کیا جاویگا اگر پھر جاوے در صورت عدم اعادہ اسلام مرتد مین الفصل اکتفا بالشہادتین معمول ہے کذا فی الدر المنتقی واعلم انہ لا یفتی بتکفیر
مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذلک روایۃ ضعیفۃ کما حررہ فی البحر وعزاہ فی الاشباہ الی
الصغری اور ایسکو سلم رکہ فتوی نہ دیا جاویگا اوس مسلمان کی تکفیر پر جسکے کلام کا محمول کرنا اچہے محمل پر ممکن ہو یا اوسکے کفر مین علما کا خلاف ہو اگرچہ یہ خلاف
ضعیف روایت سے ہو چنانچہ بحر الرائق مین اسکو خوب منقح کرکے لکہا ہے اور اشباہ مین عدم تکفیر در صورت اختلاف کو فتاوی صغری کیطرف منسوب کیا ہے مفتی ابو
سعود نے حاشیہ اشباہ مین تصریح کی ہے کہ عدم تکفیر مین روایت ضعیف بھی کافی ہے اگرچہ وہ روایت ہمارے غیر مذہب کی ہو وفی الدرر وغیرہا اذا کان
فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر و واحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ ثم لو نیتہ ذلک فمسلم والا لم ینفعہ حمل المفتی علی خلافہ
اور درر وغیرہ مین ہے جب کہ مسئلہ مین چند وجوہ ہون موجب کفر کی اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہے میل کرنا اوس وجہ کیطرف جو مانع کفر ہے پھر اگر
ایسے شخص کی نیت مین وہی وجہ ہو جو مانع کفر ہے تو وہ شخص مسلمان ہے اور اگر اسکی نیت مین وہ وجہ نہین ہے تو فائدہ نکریگا محمول کرنا مفتی کا اوسکے کلام کو
خلاف [illegible] بہذا الدعاء صباحا ومساء فانہ سبب لعصمۃ من الکفر بوعد الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انی اعوذ
بک من ان اشرک بک شیئا وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم انک انت علام الغیوب اور مسلمانکو لائق ہے ہمیشہ پڑھنا اس دعا کو صبح اور شام
کہ وہ سبب ہے کفر سے محفوظ رہنے کا بموجب وعدہ رسول صادق الامین کے علیہ الصلوۃ والسلام وہ دعا اللہم سے آخر تک ہے یعنی خداوندا مین پناہ مانگتا ہون تیری
تیری اس سے کہ کسی چیز کو مین تیرا شریک ٹھیراؤن جان بوجھکر اور تیری مغفرت چاہتا ہون اوس گناہ کی واسطے جسکو مین نہین جانتا بلاشک تو علام الغیوب ہے
وتوبۃ الیأس مقبولۃ دون ایمان الیأس در مختار اور توبہ ناامیدی کے وقت جب زندگی کی امید نہ ہو مقبول ہے نہ ایمان لانا اوس وقت کا کذا فی
الدرر طحطاوی نے کہا مقبولیت توبہ یاس متفق علیہ نہین بلکہ بعضی علما نے عدم قبول کی تصحیح کی ہے واللہ سبحانہ اعلم وفیہا ایضا شہد نصرانیان علی نصرانی
انہ اسلم وہو ینکرہ لا تقبل شہادتہما وکذا لو شہد رجل وامرأتان من المسلمین وفی النوازل تقبل شہادۃ رجل وامرأتین علی الاسلام
وشہادۃ نصرانیین علی نصرانی بانہ اسلم انتہی اور اسیمین ہے کہ گواہی دی دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہوگیا اور وہ
انکاری ہے تو اونکی گواہی مقبول نہوگی اور اسیطرح اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتون نے منجملہ مسلمین کے اور نوازل مین ہے کہ مقبول ہے گواہی ایک مرد اور
دو عورتون کی اسلام لانے پر اور مقبول ہے گواہی دو نصرانیون کی ایک نصرانی پر اسکی کہ وہ مسلمان ہوگیا انتہی وکل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا
جماعۃ من تکررت ردتہ علی ما مر اور جو مسلمان کہ مرتد ہوگیا تو اوسکی توبہ مقبول ہے مگر چند مرتدین کی قوم مقبول نہین انمین سے ایک وہ ہے جسکا ارتداد
چند بار واقع ہوا جیسا کہ گذشتہ ہے یہ قول غیر معتمد ہوا اور حق یہ ہے کہ اوسکی توبہ مقبول ہے چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہوچکا والکافر بسب نبی من الانبیاء
فانہ یقتل حدا ولا تقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالی قبلت لانہ حق اللہ تعالی والاول حق العبد لا یزول بالتوبۃ اور توبہ مقبول نہین اوس مرتد کی

جو کافر ہوا بسبب گالی دینے کسی نبی کے انبیا میں سے ہو اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا بنا بر حد کے اور اسکی توبہ مقبول نہو گی کسیطرح خواہ خود توبہ کرکے آیا ہو خواہ اسکی
توبہ گواہی سے ثابت ہوئی ہو کذا فی البحر اور اگر حق تعالے کو گالی دی تو توبہ مقبول ہے اسواسطے کہ وہ حق اللہ ہے اور اول یعنی نبی کی گالی حق العبد ہے
جو توبہ کرنے سے زائل نہیں ہوتا اور یہہ جو کہا کہ اوسکی توبہ مقبول نہیں یعنی بسقاط قتل مین مقبول نہین کذا فی الفتح بحر الرائق مین کہا اس قید سے معلوم ہوا کہ خدا
کے نزدیک اوسکی توبہ مقبول ہے چنانچہ فقہانے اسکی تصریح کی ہے ومن شك فی عذابه وکفره کفر وتمامه فی الدرر فی فصل الجزیة معزیا
للبزازیة اور اوسکی توبہ مقبول نہین جو نبی کے گالی دینے والے کے عذاب اور کفر مین شک کرے اور پورا بیان اسکا درر مین جزیہ کی فصل مین بزازیہ سے
نقل کرکے ہے بزازیہ مین ہے کہ ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اہل اسلام کا اجماع ہے اسپر کہ نبی کا گالی دینے والا کافر ہے اور حکم اوس کا قتل ہے اور جو شک کرے
اوسکے عذاب اور کفر مین وہ کافر ہو گیا وکذا لو ابغضه بالقلب فتح واشباه اور اسیطرح وہ مرتد ہے جو نبی کے ساتھہ بغض رکھے دل سے کذا فی
الفتح والاشباه وفی فتاوی المصنف ویجب الحاق الاستهزاء والاستخفاف به لتعلق حقه ایضا اور مصنف کے فتاوی مین ہے اور واجب ہے
الحاق استہزاء اور استخفاف کا ساتھہ گالی کے یعنی جو نبی سے تمسخر کرے وہ بھی مرتد غیر مقبول التوبہ ہے اسواسطے کہ نبی کا حق اس سے بھی متعلق ہو گیا وفیها سئل
عمن قال لشریف لعن الله والدیك ووالدی الذین خلقوك فاجاب بجمع المضاف یعم فیتحقق عمومه خلافا لابی هاشم والامام
الحرمین کما فی جمع الجوامع وحینئذ فیعم حضرة الرسالة فینبغی القول بکفره واذا کفر بسببه لا توبة له علی ما ذکره البزازی وتبعه الدرر
ان نار عون نعم لو لوحظ قول ابی هاشم والامام الحرمین باحتمال العهد فلا کفر وهو اللائق بمذهبنا لتصریحهم بالمیل الی ما لا یکفر اور
اوسی مین یعنی فتاوی مصنف مین سوال واقع ہوا اوسکے حق مین جس شخص نے سید ہاشمی سے کہا کہ لعنت کرے اللہ تیرے باپون کو اور ان باپون کو جو تجھکو اپنی پیدایش کیگئے
تو جواب دیا کہ جمع مضاف عام ہو جاتی ہے تا وقتیکہ عہد نہ ثابت ہو بخلاف ابی ہاشم اور امام الحرمین کے مذہب کے کذا فی جمع الجوامع اور اس وقت مین تو یہہ کلام حضرت
صاحب رسالت کو شامل ہو جائیگا تو اوسکے کفر کا قائل ہونا لائق ہے اور جبکہ کافر ہوا صاحب رسالت کے گالی دینے سے تو اوسکے واسطے توبہ نہین بنا بر اوسکے
جسکو بزازی نے ذکر کیا ہے اور شارحین متون نے اوسپر اتفاق کیا ہے ہان اگر ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ملاحظہ کیا جاے بسبب محتمل عہد کے تو کفر اوسکا
ثابت نہین اور یہی عدم تکفیر ہمارے مذہب کے لائق ہے بسبب تصریح کرنے ہمارے اہل مذہب کے اوس وجہ کیطرف مائل ہونے پر جو مانع تکفیر ہے ھم وجہ مانع کفر احتمال
مین ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ہے کہ جمع مضاف عام نہین ہوتی اور احتمال عہد یہان یہہ ہے کہ والدین اقربین معہود ہین تو صاحب رسالت کا شمول ثابت نہوا
وفیها من نقص مقام الرسالة بقوله بان سبه صلی الله علیه وسلم او بفعله بان ابغضه بقلبه قتل حدا کما مر التصریح به لکن صرح
فی آخر الشفاء بان حکمه حکم المرتد ومفاده قبول توبته کما لا یخفی اور فتاوی مصنف مین ہے کہ جو گھٹاوے مرتبہ صاحب رسالت کا اپنے قول سے
اسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اپنے فعل سے اسطرح کہ اوس محبوب رب العلمین سے بغض رکھے اپنے دل مین تو قتل کیا جاے بنا بر حد کے چنانچہ اسکی
تصریح گذر گئی لیکن قاضی عیاض مالکی نے آخر شفا مین تصریح کی ہے کہ حکم اوسکا مانند حکم مرتد کے ہے تو مستفاد ہوا اوس سے کہ توبہ اوسکی مقبول ہے چنانچہ مخفی نہین
زاد المصنف فی شرحه وقد سمعت من مفتی الحنفیة بمصر شیخ الاسلام ابن عبد العال ان الکمال وغیره تبعوا البزازی والبزازی تبع صاحب السیف المسلول و
عزاه الیه ولم یعزه لاحد من علماء الحنفیة وقد صرح فی النتف ومعین الحکام وشرح الطحاوی وحاوی الزاهدی وغیرها بان حکمه کالمرتد ولفظ
النتف من سب الرسول صلی الله علیه وسلم فانه مرتد وحکمه حکم المرتد ویفعل به ما یفعل بالمرتد انتهی وهو ظاهر فی قبول توبته کما عن
الشفاء فلیحفظ اور یہہ بڑہایا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور مین نے سنا مفتی حنفیہ سے مصر مین یعنی شیخ الاسلام ابن عبد العال سے کہ کمال الدین صاحب فتح القدیر
وغیرہ عدم قبول توبہ مین بزازی کے تابع ہین اور بزازی سبکی کا تابع ہے جو مصنف ہے سیف مسلول کا اور بزازی نے اس قول کو سبکی کیطرف منسوب کیا ہے اور اسکو متاخر
علماء حنفیہ سے کسی عالم کیطرف نسبت نہین کیا اور تصریح کی ہے نتف اور معین الحکام اور شرح طحاوی اور حاوی زاہدی وغیرہ مین کہ حکم اوسکا مانند مرتد کے ہے اور
نتف کی عبارت کا یہہ مطلب ہے کہ جسنے گالی دی اور بدگوئی کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سو وہ مرتد ہے اور حکم اوسکا مانند حکم مرتد کے ہے اور اسکے ساتھہ وہ کیا جاے

ملہ مترجم اول مذہب شافعی کا ... [illegible]

جو مرتد ہونے کے ساتھ کیا جاتا ہے انتہے یعنی امرا میں قتل ہے اور توبہ میں نہیں اور یہہ ظاہر ہے اوسکی توبہ قبول ہونے میں چنانچہ شفا میں مذکور ہو چکا انتہی تو ایسکو
یاد رکہنا چاہیے مع خلاصہ یہہ ہے کہ شاتم مصطفوی کی عدم قبول توبہ کی سند سبکی کیطرف منتہی ہے جو سیف مسلول کا مصنف ہے اور حالانکہ سبکی حنفی المذہب نہیں جو ہمکو تو
معتبر ہے اور سبب یہہ ہے کہ موالی الغرس کے علماء حنفیہ کی تصریحات اوسکے مخالف موجود ہیں واللہ اعلم قلت ظاہر الشفاء ان قولہ یا ابن الخنزیر او یا ابن مائۃ کلب وان
قولہ لہاشمی لعن اللہ بنی ہاشم کذلک وان شتم الملائکۃ کالانبیاء فلیحرر میں کہتا ہوں اور ظاہر شفا اسپر دلالت کرتا ہے کہ یوں کہنا کہ ای خنزیر سور کے بچے یا ای
فرزند سو کتوں کے اور یوں کہنا ہاشمی سے کہ لعن کرے خدا بنی ہاشم پر اوسیطرح کفر ہے اور البتہ شتم ملائکہ انبیاء کی شتم کی مانند ہے تو اسکی تحقیق اور تحریر کرنا چاہیے یعنی کتب
حنفیہ میں تلاش کرنا چاہیے کہ اسکا کیا حکم ہے اوسواسطے کہ قاضی عیاض صاحب شفا مالکی المذہب ہے اسکا قول حنفیوں کے واسطے حجت نہیں ومن حوادث الفتوی مالو حکم
حنفی بکفرہ بسبب شتم نبی ہل للشافعی ان یحکم بقبول توبتہ الظاہر نعم لانہا حادثۃ اخری وان حکم بموجبہ اور حوادث فتوی سے ہے کہ اگر
حنفی المذہب بسبب شتم نبی کے شاتم کے کفر کا حکم دیا تو کیا شافعی المذہب کو جائز ہے کہ اوسکی قبول توبہ کا حکم کرے ظاہر جواب یہہ ہے کہ ہان جائز ہے اسواسطے کہ یہہ دوسرا حادثہ
ہے اور حادثہ ثانیہ ہے اگرچہ شافعی المذہب نے بموجب اوسکے حکم ہی کیا ہو یا سو کذا فی النہر یعنے اسواسطے کہ موجبات کفر اور ارتداد کے متعدد ہیں چنانچہ زوجہ کا جدا ہو جانا اور
عمل کا حبط ہونا تو موجب متعین عدم قبول توبہ میں علماء دہلی نے کہا کہ یہہ سوال اور جواب بزازی وغیرہ کے قول پر مبنی ہے حالانکہ اہل مذہب قبول توبہ کے قائل ہیں جیسا کہ
ذکر ہو چکا قلت ثم رأیت فی معروضات المفتی ابی السعود سئل عن طالب علم ذکر عندہ احادیث نبویۃ فقال اکل احادیث النبی صلی اللہ
علیہ وسلم صدق یعمل بہا فاجاب بانہ یکفر اولا بسبب استفہامہ الانکاری وثانیا بالحاقہ الشین بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ففی کفرہ الاول
عن اعتقاد یؤمر بتجدید الایمان فلا یقتل والثانی یفید الزندقۃ فبعد اخذہ لا تقبل توبتہ اتفاقا فیقتل وقبلہ اختلف فی قبول توبتہ
فعند ابی حنیفۃ تقبل فلا یقتل وعند باقی الائمۃ لا تقبل ویقتل حدا فلذلک ورد امر سلطانی فی سنۃ اربع واربعین وتسعمائۃ لقضاۃ
الممالک المحمیۃ برعایۃ رأی الجانبین بانہ ان ظہر صلاحہ وحسن توبتہ واسلامہ لا یقتل ویکتفی بتعزیرہ وحبسہ عملا بقول الامام
الاعظم وان لم یکن من اناس یفہم خیرہم یقتل عملا بقول بقیۃ الائمۃ ثم فی سنۃ ۹۵۵ تقرر ہذا الامر بانہ ینظر القائل من ای الفریقین ہو فیعمل بمقتضاہ
انتہی ملخصا ولکن التوفیق شارح کہتا ہے پہر میں نے دیکہا مفتی ابو سعود کے معروضات میں ایک سوال جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ ایک طالب علم کے نزدیک احادیث نبوی مذکور ہوئی تو وہ
کہا کیا سب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہیں جن پر عمل کیا جاوے تو مفتی ممدوح نے یہہ جواب دیا کہ وہ کافر ہو گیا اول اپنے استفہام انکاری کے سبب سے اور دوسرے اسکا کفر
ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانے سے سو اوسکے پہلے کفر اعتقادی میں امر کیا جاوے تجدید ایمان کا تو قتل نکیا جاوے اور کفر ثانی اوسکا مفید زندقہ ہے سو بعد گرفتاری
اوسکی توبہ معتبر نہیں بالاتفاق تو قتل کیا جاوے اور قبل اوسکی گرفتاری کے اختلاف ہے اوسکی توبہ مقبول ہونے میں سو امام ابوحنیفہ کے نزدیک توبہ مقبول ہے تو وہ مقتول
نہو گا اور باقی تینوں اماموں کے نزدیک توبہ مقبول نہیں اور مقتول ہوگا بنابر حد کے سو اسی اختلاف کے سبب سے حکم سلطانی وارد ہوا ہے یعنی سلطان روم کا حکم ۹۴۴ھ
میں ممالک محروسہ کے قاضیوں کو ساتھ مراعات کرنے رای جانبین کے اسطرح پر کہ اگر ظاہر ہو مرتد کی صلاحیت اور خوبی اوسکی توبہ اور اسلام کی تو وہ مقتول نہو اور بس
کیجاوے اوسکی تعزیر اور حبس امام اعظم کے قول پر عمل کرنے سے اور اگر وہ شخص اون لوگوں سے ہو جنکی خیر اور نیکو کاری دریافت ہو تو قتل کیا جاوے ائمہ ثلثہ کے قول پر
عمل کرنے سے پہر سنہ ۹۵۵ھ میں مستحکم ہو گیا یہ حکم سلطانی دوسرے حکم کے آنے سے تو قائل کو دیکہنا چاہیے کہ فریقین میں سے وہ کس میں ہے اہل صلاح میں سے یا اہل فسق میں سے
موافق اوسکے عمل کرنا چاہیے انتہے کلام المفتی سو اسکو یاد رکہنا چاہیے اور اس حکم سلطانی سے قبول توبہ اور عدم قبول کا اختلاف بہی دفع ہو گیا علماء دہلی نے کہا کہ تکفیر
علم مذکور کے کفر میں تامل ہے اسواسطے کہ اوسکا کلام محمل حسن پر محمول ہو سکتا ہے یعنی اوسکے کلام کی یہہ مراد ہے کہ اثبات احکام میں عمل نہیں ہوتا مگر حدیث صحیح پر یا کہ
اور یہہ کہ حدیث ضعیف پر عمل نہیں یا یہہ مراد ہے کہ احادیث منسوخہ پر عمل نہیں اور جو حدیث کہ اوس طالب علم نے سنی ضعیف ہے جس سے حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا
یا منسوخ تو اس قصد سے یا اوسکے احتمال سے اوسپر کفر کا حکم نہیں ہو سکتا اور محل استفہام اوسکے قول بین بہا پر ہو یہ صدق پر تو اس احتمال سے الحاق شین بہی نہوا اور
بر تقدیر تسلیم ارتداد زندقہ اوسکا ثابت نہیں ہوتا واللہ اعلم ۱۱ الکافر بسب الشیخین او بسب احدہما فی البحر عن الجوہرۃ معزیا للشہید من سب الشیخین

اوطعن فیہا کثیر لا تقبل توبتہ، وبہ اخذ الفقیہ ابو نصر و ابو اللیث وہو المختار للفتوی انتہی وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف قائلا وہذا
یقوی القول بعدم قبول توبۃ من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وہو الجانب الذی ینبغی التعویل علیہ فی الافتاء والقضاء رعایۃ لجانب
حضرۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی لکن فی النہر وہذا لا وجود لہ فی اصل الجوہرۃ وانما وجد علی ہامش بعض النسخ فالحق بالاصل مع
انہ لا ارتباط لہ بما قبلہ انتہی قلت ویکفینا ما مر من الاثر فتدبر یا جو کافر ہوا بسبب دشنام شیخین یعنی صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو یا دونوں
میں سے ایک کی دشنام اور بدگوئی سے کافر ہوا بحر الرائق میں جوہرہ سے صدر شہید کیطرف نسبت کرکے منقول ہے کہ جس نے شیخین کو بد کہا یا اون دونوں کو طعن کیا کافر ہوگیا
اور توبہ اسکی مقبول نہیں اور اسی قول کو ابو نصر دبوسی اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لیا ہے اور یہی پسندیدہ ہے فتوی دینے کیواسطے انتہی اور اسی قول پر یقین کیا ہے اشباہ میں
اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں یوں کہکر کہ یہہ جو ہے شاتم شیخین کے کفر اور عدم قبول توبہ کی روایت قوی کرتی ہے عدم قبول توبہ شاتم مصطفوی کے
قول کو اور عدم قبول توبہ ایسی جانب ہے جسپر اعتماد کرنا افتا اور قضا میں لائق ہے برعایت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی قول المصنف لیکن نہر الفائق میں ہے اور اسکا
وجود ہی نہیں اصل جوہرہ میں اور عبارت تو جوہرہ کے بعضے نسخے کے حاشیہ پر پائی گئی تھی سو اصل کے ساتھہ ملا دی گئی باوجود اسکے کہ اوس عبارت کو کچھہ ارتباط نہیں
اپنی ما قبل سے انتہی ما فی النہر شارح کہتا ہے اور کفایت کرتا ہے ہمکو جو امر کہ گذر گیا یعنی قبول توبہ اور عدم قبول شاتم مصطفوی میں حکم سلطان روم جو قبل اسکے مذکور
ہوچکا کافی ہے سو غور کرو اور تامل کرو ہم کہتے ہیں شیخین سے تبرا کرنے والا اور طاعن کا کفر بروایت خلاصہ اور بزازیہ اور وہبانیہ بلا شبہہ ثابت ہے کما فی المنح لیکن اوسکی عدم قبول توبہ
کتب مذکورہ میں مذکور نہیں فقط صاحب بحر الرائق نے جوہرہ سے اسکو نقل کیا ہے سو اوسکا حال معلوم ہوچکا کہ اصل کتاب کی وہ عبارت نہیں کسی حاشیہ کی عبارت کو
کتاب میں داخل کر دیا اور یہہ جو مصنف نے عدم قبول توبہ کی تقویت کی ہے اور اسکو قابل اعتماد کے کہا ہے برعایت جانب مصطفوی سو لائق اعتماد کے نہیں کہ عدم قبول توبہ
نصوص مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہوچکا اور نصوص اہل مذہب لائق اعتماد کے ہیں نہ ترجیح مصنف کی اسواسطے کہ وہ ارباب ترجیح میں نہیں اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم
مومنین پر رؤف اور رحیم تھے تو اوس دریائی کرم سے عفو متوقع ہے بعد توبہ کے سید حموی نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ عمر بن نجیم صاحب نہر کی کتابت ہے کہ اوسکے
بھائی صاحب بحر نے عدم قبول توبہ کا فتوی دیا اور [illegible] ہوئی تو پائی نگئی مگر جوہرہ کے حاشیہ پر میں کہتا ہوں اگر جوہرہ کے بعض نسخوں میں روایت مذکور ہوتی
تو بھی حجت نہتی سواسطے کہ ہم سابق ذکر کرچکے ہیں کہ ظاہر مذہب میں شاتم انبیا کی توبہ مقبول ہے خلافا للمالکیۃ والحنابلۃ اور جب یہہ ہوا تو سب شیخین کی عدم قبول
توبہ بلا دلیل ہے بلکہ میری دانست میں کسی امام سے یہہ قول ثابت نہیں انتہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی الدر وصاحب البزازیۃ فانعداہ الی من قال عن فصوص الحکم
للشیخ محی الدین بن العربی انہ خارج عن الشریعۃ وقد صنفہ للاضلال ومن طالعہ ملحد ماذا یلزمہ اجاب نعم فیہ کلمات تباین الشریعۃ وتکلف
بعض المتصلفین لارجاعہا الی الشریعۃ لکنا تیقنا ان بعض الیہود افتراہا علی الشیخ قدس اللہ سرہ فیجب الاحتیاط بترک مطالعۃ تلک الکلمات
وقد صدر امر سلطانی بالنہی فیجب الاجتناب من کل وجہ انتہی فلیحفظ اور مفتی ابو السعود کے معروضات میں مذکور ہے اور وہ سوال ہے جسکا مطلب یہہ ہے کہ جو شخص شیخ
محی الدین بن عربی کی فصوص الحکم کو کہے کہ وہ شریعت سے خارج ہے اور اسکو گمراہ کرنے کیواسطے تصنیف کیا ہے اور جو اسکو مطالعہ کرے وہ ملحد ہے کیا لازم ہے اس قائل پر مفتی
نے یہہ جواب دیا کہ ہاں اوس کتاب میں چند کلمات مخالف شرع ہیں اور بعض اہل تکلف نے اون کلمات کو پھیر پھار کے شریعت کیطرف پہنچایا ہے اور تکلف کیا ہے لیکن ہمکو یقین ثابت
ہو گیا ہے کہ بعض یہود نے اون کلمات کو شیخ قدس اللہ سرہ پر افترا کیا ہے تو واجب ہے احتیاط کرنا اون کلمات کے مطالعہ کو ترک کرکے اور البتہ صادر ہوا ہے حکم
سلطانی اوسکے مطالعہ سے منع کا پس واجب ہے پرہیز کرنا ہر وجہ سے یعنی نہ اسمیں نظر کرے نہ اور کچھ نسبت انتہی [illegible] یاد رکھنا چاہیے کہ شیخ محی الدین بن عربی محمد بن علی
بن محمد حاتمی طائی اندلسی مشہور بابن العربی و بشیخ اکبر پانسو ساٹھہ میں پیدا ہوئے اور چھہ سو اڑتیس میں وفات پائی اور صالحیہ میں دفن ہوئے [illegible] عارف کامل
عارف [illegible] طبقات میں امام [illegible] سے منقول ہے کہ [illegible] مصر میں [illegible] اکثر لوگ [illegible] فیضیاب ہوئے [illegible]
[illegible] قبول کرتے تھے آخر شہر [illegible] کثیر [illegible] دریائے نیل کے پار [illegible] عدم صحت [illegible]
اور فاضل [illegible] سے مروی ہے [illegible] فرمایا کرتے تھے [illegible] اوس شعر [illegible] اوس سے بازمرے خلعیتیں [illegible] کیا کہ [illegible]

رات دن کا ایک مقام مشکل معلوم ہوا بار بار اوسمین فکر کیا اشکال زیادہ ہوتا جاتا تھا پھر حالت قدر تیرے طرف توجہ خالص کی تاکہ یہ مجھپر منکشف ہو تو حقیقت امر مجھپر منکشف ہوئی سو مجھکو ثابت ہوا کہ شیخ کا کشف اس مسئلہ میں محقق ہو گیا لہذا میں اس کتاب فصوص الحکم سے باز رہا انتہی اور بعض عارفین نے شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کے بعد کہا ہے کہ شیخ کی بعض کتب میں اکثر کلمات وحشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہیں جنکے سبب سے اکثر لوگ بدگمان ہو گئے ہیں حالانکہ محققین کاملین نے فرمایا ہے کہ اون کلمات کا جو ظاہر مطلب ہے وہ مراد شیخ نہیں بلکہ مراد شیخ وہ امور ہیں جو متاخرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہیں اونکی اصطلاح مشہور ہو گئی ہے کہ اون امور کی تفسیر الفاظ موہمہ سے کیجاتی ہے تاکہ نااہل کذاب اون امور کا دعوی نکریں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ہم شیخ اکبر قدس سرہ کے کمال عرفانی میں واقف منصف کو تردد نہیں لیکن کلمات وحشت انگیز مخالف شریعت جو اونکی بعض تصانیف میں البتہ جابجا موجود ہیں یا اس سبب سے کہ عارف کتنا ہی کامل ہو خطا و لغزش سے معصوم نہیں چنانچہ طبقات شعرانی سے ظاہر ہے ولی کا کشف بعض مسائل میں خلاف کشف شیخ ثابت ہوا یا اس سبب سے کہ بنای کلام شیخ اصطلاح قوم پر ہے ناواقف اصطلاح اون کو مخالف شریعت سمجھتا ہے اور در واقع میں مخالف نہیں یا اس سبب سے کہ معاندین یہود نے شیخ کے کلام میں گمراہی مسلمین کیلئے کچھ کلمات مخالفہ شریعت درج کر دئے ہیں چنانچہ بشہادت شیخ الاسلام مفتی ابو السعود کے معلوم ہو چکا اور عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی بھی اسکے معترف ہیں چنانچہ اونکی تصانیف سے ظاہر ہے جب یہ ثابت ہوا تو ہر شخص کو مطالعہ اون کلمات کا جائز نہیں خصوصا کم علم ناآشنای عرفان کے حق میں اونکا دیکھنا سم قاتل ہے اور یہ جو بعض اہل تصوف کہتے ہیں کہ مخالفت شریعت کی کچھ مضر نہیں شریعت عوام کیلئے ہے اہل حقیقت کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے یہ قول مناجات اور الحاد ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف میں فرمایا کہ کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ یعنی جس حقیقت کو شریعت رد کرے وہ کفر اور زندقہ ہے اور طبقات شعرانی میں خود کلام شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا منقول ہے کہ جو شخص شرائع انبیا میں سے ایک حکم کا باطل ہونا اوسکے واسطے مقام معرفت میں صحیح نہیں سو جو شخص کہ معرفت کا مدعی ہوا اور شریعت محمدیہ میں سے ایک حکم اوس پر مشکل ہو وہ کاذب ہے حق تعالی ہمکو اور مسلمانونکو فہم صحیح عطا کرے اور افراط اور تفریط سے بچاوے آمین

وقد اثنی صاحب القاموس علیه فی سؤال رفع الیه فیه فقال اللهم انطقنا بما فیه رضاك الذی اعتقده وادین الله به انه کان شیخ الطریقة حالا وعلما وامام الحقیقة حقیقة ورسما ومحیی رسوم المعارف فعلا واسما ... اذا تغلغل فکر المرء فی طرف ... من علمه غرقت فیه خواطره ... اور البتہ تعریف کی ہے صاحب قاموس نے شیخ اکبر کی اوس سوال میں جو اونکی پاس بھیجا گیا شیخ اکبر کے باب میں سو یون کہا ہے کہ الہی ہمکو گویا کر اوس چیز میں جسمین تیری رضامندی ہے جو اعتقاد کہ میں رکھتا ہون اور جس اعتقاد سے کہ میں حق تعالی کی عبادت کرتا ہون وہ یہ ہے کہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ شیخ طریقت تھا حال اور علم کی راہ سے اور امام حقیقت تھا باعتبار حقیقت اور رسم کے یعنی اہل حقیقت کا زینت دینے والا تھا اور آثار شکستہ معارف کا زندہ کرنے والا تھا باعتبار فعل اور اسم کے جب کہ فکر مرد کی غرق ہو دریای علم کے کنارہ سے تو ڈوب جاتی ہیں اوسمین خطرات اوسکے یعنی اوسکے فہم سے عاجز ہو جاتے ہیں ... اللآلی و سحاب تتقاصر عنه الانواء کانت دعوته تخرق السبع الطباق وتفرق برکاته فتملا الآفاق وانی اصفه وهو یقینا فوق ما وصفته و ناطق بما کتبته وغالب ظنی انی ما انصفته ... وما علی اذا ما قلت معتقدی ... دع الجهول یظن الجهل عدوانا والله والله والله العظیم ومن اقامه حجة لله برهانا ان الذی قلت بعض من مناقبه ... ما زدت الا لعلی زدت نقصانا الی ان قال ومن خواص کتبه انه من واظب علی مطالعتها انشرح صدره لفك المعضلات وحل المشكلات ... وہ سیلاب عظیم ہے جسکو ڈول گدلا نہیں کرتے اور بادل ہے جس سے ستارے بعید ہو جاتے ہیں یعنی چھپ جاتے ہیں ستارون سے مراد اونکے زمانہ کے اہل عرفان ہیں اونکی دعا سات آسمانونکو پھاڑ دیتی تھی یعنی مستجاب الدعوہ تھے اور برکتیں اونکی منتشر تھیں سو بھر گئے کنارے دنیا کے پر تھے اور البتہ میں اونکی صفت کرتا ہون اور وہ یقینا میرے بیان کرنے سے بالا ہیں اور جو میں نے اونکی تعریف لکھی ہے اوسکا میں گویا ہون یعنی تحریر مطابق تقریر کے ہے اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ میں نے انصاف نہیں کیا یعنی اوسکا حق وصف ادا نہیں کیا اور کچھ مجھپر حرج نہیں جبکہ میں اپنا اعتقاد بیان کرون اور دور کر اوس جاہل کو جو جہالت گمان کرتا ہے ... قسم ہے اللہ عظیم اور اوسکی قسم جسنے شیخ اکبر کو حجۃ اللہ اور برہان کر کے قائم کیا ہے کہ بیشک جو میں نے اونکی تعریف کی ہے وہ قدر قلیل ہے اونکے مناقب و فضائل سے میں نے زیادہ نہیں کیا ... مگر اوس خوف سے کہ ... میں متعصبان کی ... کامل کی اونکی تصنیفات کاملین کرنا در حقیقت اوسکی مقصود ...

صاحب طریقت نے کہا کہ اونکی کتابوں کے خواص سے یہ ہے کہ اونکا جو مطالعہ ہمیشہ کیا کرے اوسکا سینہ کھل جاتا ہے تک مسئلہ اور حل مشکلات کے رسالہ وقد اثنی علیہ الشیخ العارف عبد الوهاب الشعرانی سیما فی کتابه تنبیه الاغبیاء علی قطرة من بحر علوم الاولیاء فعلیك به وبالله التوفیق اور البتہ شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کی شیخ عارف عبد الوہاب شعرانی نے اپنی اکثر تصانیف میں خصوصا اپنی اوس کتاب میں جسکا نام تنبیہ الاغبیا علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء ہے سو تو لازم پکڑ اوس کتاب کو و باللہ التوفیق ہم عبد الوہاب شعرانی ولی کامل دیار عرب میں مشہور کثیر التصانیف ہیں والکافر بسبب اعتقاد السحر لاتوبة له اور جو کافر ہی بسبب اعتقاد کرنے اباحت سحر یعنی جادو کے اوسکی توبہ مقبول نہیں ہم حاشیہ شلبی میں ہے کہ سحر وہ قول ہے جس سے تعظیم غیر اللہ ہو اور تقدیرات اور تاثیرات اوس کے طرف منسوب ہوں اور شیخ صالح نے کہا کہ سحر امر خارق عادت کا اظہار ہے نفس شریر خبیث سے بمباشرت اعمال مخصوصہ کے اور ابن ہمام نے کہا کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے زیادہ کہ سحر کے حقیقت اور تاثیر ہے ایلام اجسام میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ سحر کی کچھ حقیقت نہیں بجز خیال بندی کے اور سحر کا سیکھنا اور سکھانا بلا اختلاف اہل علم کے حرام ہے اور اوسکو مباح اعتقاد کرنا کفر ہے اور ہمارے اصحاب اور امام مالک اور احمد سے منقول ہے کہ ساحر کافر ہو جاتا ہے سحر کے سیکھنے اور کرنے سے خواہ اوسکو حرام جانے یا نہ جانے اور اوسکو قتل کرنا چاہیے کذا فی المنح عن الفتح اور تبیین المحارم میں امام ابو منصور ماتریدی سے منقول ہے کہ سحر کو مطلقا کفر کہنا خطا ہے بلکہ اوسکی حقیقت سے بحث کرنا واجب ہے سو اگر سحر میں اوس چیز کا رد ہو جو ایمان کی شرط میں لازم ہے تو وہ البتہ کفر ہے والا کفر نہیں پھر جو سحر کہ کفر ہے اوس میں مرد مقتول ہوگا نہ عورتیں اور جو سحر کفر نہیں اور اوس میں اہلاک نفس ہے تو اوس میں قطاع الطریق کا حکم ہے اور اوس میں مرد اور عورتیں برابر ہیں مقتول ہونگے بسبب کوشش کرنے فساد فی الارض کے اور مقبول ہے توبہ ساحر کی اس واسطے کہ ساحرین فرعون جب ایمان لائے تھے تو اونکا ایمان صحیح تہا اور عدم قبول توبہ کا قول غلط ہے انتہی اور عدم قبول توبہ کا قول احکام دنیا کے حق میں محمول ہے اور احکام آخرت کے حق میں تو بلا شبہ توبہ مقبول ہے ایک قسم کا سحر دفع سحر جس سے مرد عورت کی قربت پر قادر نہیں ہوتا تفسیر ابن عادل میں وہب بن منبہ کی کتاب سے منقول ہے کہ جو شخص بیری کے سات پتے سبز لے اور اونکو دو پتھروں کے درمیان کچلے پھر اوسکو پانی میں گھولکر آیۃ الکرسی اوس پر پڑھے پھر اوس میں تین چلو لیکر غسل کرے تو اوسکی بستگی انشاء اللہ تعالے دفع ہو جاوے کذا فی حاشیة الطحطاوی ولو امرأة فی الاصح لسعیها فی الارض بالفساد ذکره الزیلعی اگرچہ معتقد سحر کی عورت ہو قول اصح میں بسبب اوسکی سعی کرنے کے فساد فی الارض کے زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے اور غیر اصح منتقی کا قول ہے کہ ساحرہ مقتول نہوگی بلکہ حبس کیجاویگی اور مرتدہ کے مانند اور یہاں کی زیلعی نے اپنی شرح میں کہا کہ اوسکے سحر کا کفر غیر کو متعدی ہوا بخلاف مرتدہ اور حربیہ کے ثم قال وکذا الکافر بسبب الزندقة لاتوبة له وجعله فی الفتح ظاهر المذهب لكن فی خط الخانية الفتوى علی انه اذا اخذ الساحر والزندیق المعروف الداعی قبل توبته ثم تاب لم تقبل توبته ويقتل ولو اخذ بعدها قبلت پھر زیلعی نے کہا اور اسیطرح جو کافر ہو بسبب زندقہ کے اوسکی توبہ مقبول نہیں اور عدم قبول توبہ کو فتح القدیر میں ظاہر مذہب قرار دیا ہے لیکن خانیہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جب ساحر یا زندیق مشہور جو لوگوں کو زندقہ سکھاتا ہے گرفتار ہوا قبل توبہ کرنے کے پھر اوسنے بعد گرفتاری کی توبہ کی تو اوسکی توبہ مقبول نہیں اور وہ مقتول ہوگا اور اگر بعد توبہ کرنے کے گرفتار ہوا تو اوسکی توبہ مقبول ہے وافاد فی السراج ان الخناق لاتوبة له اور شرح ملتقی میں تصریح کی ہے کہ پھانسی دینے والے کی توبہ مقبول نہیں یعنی جو گلا گھونٹ کر آدمی کو مار ڈالتا ہو چنانچہ کتاب الجہاد سے پہلے مذکور ہو چکا وفی الشمنی الکاهن قیل کالساحر اور شمنی میں ہے کہ کاہن کو بعضوں نے ساحر کے مانند کہا ہے عدم قبول توبہ میں اور فتح القدیر میں کہا کہ بعضوں کے نزدیک کاہن وہی ساحر ہے اور بعضوں کے نزدیک کاہن عراف کو کہتے ہیں جو اٹکل اور تخمین سے خبر دیتا ہے اور بعضوں کے نزدیک کاہن وہ ہے جسکے پاس جن اخبار لاتے ہوں ہمارے علما نے کہا کہ اگر وہ اسکا معتقد ہو کہ شیاطین کہتے ہیں جو وہ چاہتا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر فقط تخییل کا معتقد ہو تو کافر نہیں وفی حاشیة الحموی ان المنافق والداعی الی الالحاد والاباحی کالزندیق اور حموی کے حاشیہ میں ہے جو الحاد کیطرف لوگوں کو بلاتا ہے اور اباحی زندیق کے مانند ہیں یعنی اوسکی توبہ مقبول نہیں اباحی وہ ہے جو ہر چیز کو مباح اعتقاد کرے حرمت کا معتقد نہو وفی الفتح المنافق الذی یبطن الکفر ویظهر الاسلام کالزندیق الذی لایتدین بدین وکذا من علم انه ینکر فی الباطن بعض الضروریات کحرمة الخمر ویظهر اعتقاد حرمته وتمامه فیه اور فتح القدیر میں ہے کہ منافق جو کفر کو چھپاتا ہے اور اسلام کو ظاہر کرتا ہے وہ زندیق کے مانند ہے جو کسی دین کو نہیں مانتا اور اسیطرح وہ شخص زندیق کے مانند ہے جو باطن میں بعض ضروریات دین کا منکر ہے جیسے حرمت خمر کے اور ظاہر میں اوسکی حرمت کا اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور پورا بیان اسکا اوسی میں ہے انتہی ہم نے [illegible] کہا کہ واجب ہے کہ عدم قبول توبہ میں [illegible]

زندیق کے مانند ہو اسواسطے کہ زندیق کے اظہار توبہ پر اطمینان نہیں کیونکہ وہ اپنی اعتقاد عدم تدین کو چھپاتا ہے اور منافق اور اسکے مانند ہی خفا میں اور اونکا حال یون معلوم ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اوسکے طرح سے آگاہ ہو گیا یا اوس نے اپنا عقیدہ کسی اپنے معتقد سے بیان کیا وفیه یکفر الساحر بتعلمه وفعله اعتقد تحریمه اولا ویقتل ولکن فی حظر الخانیة لو استعمله للتجربة والامتحان ولا یعتقد لا یکفر وحینئذ فالمستثنی احد عشر اور فتح القدیر میں ہے کہ کافر ہو جاتا ہے ساحر سحر کے سیکھنے اور کرنے سے اوسکی حرمت کا معتقد ہو یا نہو اور وہ مقتول ہوگا لیکن خانیہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ اگر سحر کو استعمال کرے آزمائش اور امتحان کے واسطے اور اوسکی اباحت کا اعتقاد نرکھتا ہو تو کافر نہیں ہوتا اور اسوقت میں گیارہ قسم مرتد مستثنی ہین یعنی ہر مرتد کی توبہ مقبول ہے سوای گیارہ شخصون کے یعنی جس کا ارتداد کفر ہو اور جس نے انبیا علیہم السلام کو بد کہا اور جس نے صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالی عنہما کو برا کہا اور ساحر اور زندیق اور بہائی دینے والا اور کاہن اور ملحد اور اباحی اور منافق اور بعض ضروریات دینی کا منکر الخ واعلموا ان کل مسلم ارتد فانه یقتل ان لم یتب الا الجماعة المرأة والخنثی ومن اسلامه تبعا والصبی اذا اسلم والمکره علی الاسلام ومن ثبت اسلامه بشهادة رجلین ثم رجعا اور معلوم کر کہ جو مسلمان کہ مرتد ہو گیا وہ قتل کیا جاوے اگر توبہ نکرے مگر چند اشخاص مرتدین پر قتل نہیں اگرچہ توبہ نکرین عورت اور خنثی اور جس کا اسلام بالتبع ہو اور صغیر جبکہ مسلمان ہو جاوے اور جو زبردستی مسلمان کیا گیا ہو اور جس کا اسلام دو مردوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو پھر دونوں گواہ گواہی سے پھر گئے ہون کذا فی المنح من الفوائد الزینیة اسلام بالتبع کی یہ صورت ہے کہ صغیر عاقل کے والدین مسلمان ہوئے پھر صغیر بالغ ہوا اور بعد بلوغ کے اقرار اسلام اوس سے مسموع نہوا تو اگر وہ مرتد ہوگا تو مقتول نہوگا اسواسطے کہ صورۃ اوس سے تصدیق نہیں پائی گئی کہ ارتداد کی تعریف اوس پر صادق آوے کذا فی الحموی اور صغیر کا زبعد اسلام کے اگر مرتد ہوگا تو مقتول نہوگا بلکہ زبردستی اسلام پر قائم کیا جائیگا کذا فی الشرنبلالیہ زاد فی الاشباہ ومن ثبت اسلامه بشهادة رجل وامرأتین انتہی اشباہ میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ جس کا اسلام ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہوا وہ بھی مقتول نہوگا ثم علمنی نے کہا کہ یہ نوادر کی روایت ہے ولو شهد نصرانیان علی نصرانی انه اسلم وهو منکر لم تقبل شهادتهما وقیل تقبل ولو علی نصرانیة تقبل اتفاقا کما فی آخر کراهیة الدرر اور اگر دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر گواہی دی کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے اور حالانکہ وہ منکر ہو تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور قول یہ ہے کہ مقبول ہوگی اور اگر نصرانیہ عورت کے اسلام کی دو نصرانیون نے گواہی دی تو بالاتفاق مقبول ہوگی۔ یہ بیان ہے کتاب الکراہیہ کے آخر میں ہے وجہ دونون روایت میں فرق یہ ہے کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی تو قبول کرنا دونون کی گواہی کا جائز ہوا بخلاف مرتد کے ولیکن نصرانیہ پر جبر کیا جائیگا قبول اسلام پر یہی قول ہے امام کا اور کی روایت یہ ہے کہ ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے اسلام ہو اور دو نصرانیون کی گواہی نصرانی کے اسلام پر مقبول ہے کذا فی آخر کراہیة الدرر اور قاضیخان نے امام کے قول پر مدار کیا ہے کہ عورتون کی گواہی پر قتل نہین اگرچہ قبول اسلام پر جبر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی زاد فی الدر المنتقی والمجنون والمعتوه من ولدته المرتدة بینہما اذا بلغ مرتدا والسکران اذا اسلم وکذا اللقیط لان اسلامه حکمی لا حقیقی اور عدم قتل میں ملحق ہے وہ شخص جس کو مرتدہ نے دار الاسلام میں جنا جبکہ وہ بالغ ہوا مرتد ہو کر مست جب کہ اسلام لایا اور اسیطرح لقیط ہی اسواسطے کہ مسلمان ہونا اسکا حکمی ہے نہ حقیقی وقید فی الحاویة وغیرها المکره بالحربی اما الذمی والمستامن فلا یصح اسلامه انتہی لکن حمله المصنف فی کتاب الاکراه علی ما اذا کان فی الاستحسان بصحته ولیحمل وحینئذ فالمستثنی اربعة عشر حاویہ وغیرہ میں مکرہ علی الاسلام کو کافر حربی کی قید سے مقید کیا ہے کہ ذمی اور مستامن کا اسلام زبردستی سے صحیح نہیں لیکن مصنف نے کتاب الاکراہ میں عدم صحت اسلام کو حربی قیاس پر محمول کیا ہے اور استحسان میں صحیح کہا ہے تو اسکو اوسکے ساتھ ملانا چاہیے تو مستثنی چودہ قسم مرتد ہین یعنی جو مسلمان کہ مرتد ہو جاوے اور توبہ نکرے وہ قتل کیا جائیگا مگر چودہ مرتد مقتول نہونگے عورت اور خنثی اور جس کا اسلام بالتبع ہو اور صغیر جب کہ اسلام قبول کرے اور حربی اور ذمی اور مستامن جبکہ زبردستی مسلمان کئے جائین اور جس کا اسلام دو مردون کی گواہی سے ثابت ہو پھر وہ شہادت سے رجوع کرین اور جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہوا اور وہ نصرانی جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دیں اور وہ نصرانیہ جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دین اور جسکو مرتدہ دار الاسلام میں جنی جبکہ وہ بالغ ہو کر مرتد ہوا اور مست جبکہ اسلام قبول کرے اور لقیط شهدوا علی مسلم بالردة وهو منکر لا یتعرض له لا لتکذیب الشهود العدول بل لان انکاره توبة ورجوع یعنی فیمتنع القتل فقط وتثبت بقیة احکام المرتد کحبط عمل وبطلان وقف وبینونة زوجة لو فیما تقبل توبته والا فیقتل کالردة بسبه علیه الصلوة والسلام کما مر اشباه زاد فی البحر وقد رأیت من یغلط فی هذا المحل وافاد المصنف وحینئذ فالمستثنی اربعة عشر گواہی دی گواہون نے

ایک مسلمان نے ارتداد پر اور وہ منکر ہی تو اوس سے تعرض کیا جائے نہ بسبب تکذیب شہود عدول کے بلکہ اسواسطے کہ اوسکا انکار ارتداد سے ہی توبہ ہے اور رجوع ہی ارتداد سے عدم تعرض سے مراد یہ ہے کہ فقط منکر کا قتل ممتنع ہوگا اور ثابت رہینگے باقی احکام مرتد کے چنانچہ عمل کا حبط ہو جانا اور وقف کا باطل ہو جانا اور زوجہ کا جدا ہونا بشرطیکہ انکار اوس ارتداد میں ہو جسمیں توبہ مقبول ہوتی ہے اور نہیں تو قتل کیا جائیگا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کے ارتداد سے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی الاشباہ بحرالرائق میں اسقدر زیادہ کہا کہ میں دیکھتا ہے کہ جو اس مقام میں خطا کرتا ہے یعنی انکار کو عدم ارتداد پر مطلقا محمول کرتا ہے یعنی عدم قتل کے سوا بقیہ احکام مذکورہ میں بھی اور ثابت رکھتا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں اور اسوقت تو مستثنی چودہ مرتبہ ہیں ہم طحطاوی نے کہا صواب یہ ہے کہ شارح نے عشر کہا ہو اسواسطے کہ عدم قتل منکر سابق کی چودہ صورتون سے زائد ہے وفی شرح الوهبانية للشرنبلالی ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولاده اولاد زنی وما فیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو ارتداد کہ بالاتفاق کفر ہے اوس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے اوسکی اولاد زنا کی اولاد ہے اگر تجدید نکاح نہو اور جس ارتداد کے کفر ہونے میں علما کا اختلاف ہے اوسمیں استغفار اور توبہ اور تجدید نکاح کا امر کیا جائیگا یعنی بنا بر احتیاط کے تجدید نکاح کا فتوی دیا جاتا ہے اور بطلان نکاح کا حکم نہو اور محیط میں قسم ثالث کو زیادہ کیا کہ اگر الفاظ ارتداد از راہ خطا صادر ہوں تو موجب کفر نہیں اور اسمیں تجدید نکاح کا امر نہیں لیکن استغفار اور رجوع کا امر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی ولا یترک المرتد علی ردته باعطاء الجزیة ولا بامان موقت ولا بامان مؤبد ولا یجوز استرقاقه بعد اللحاق بدار الحرب بخلاف المرتدة خانیه اور مرتد چھوڑ نہ دیا جائیگا اپنی ارتداد پر جزیہ لیکر اور نہ امان موقت اور نہ امان دائمی سے اور جائز نہیں اوسکا غلام بنانا بعد لحاق دار الحرب کے بخلاف مرتدہ کے کہ اوسکا استرقاق بعد لحاق دار الحرب کے جائز ہے کذا فی الخانیہ والکفر کله ملة واحدة خلافا للشافعی فلو تنصر یهودی او عکسه ترک علی حاله ولم یجبر علی العود اور جمیع اقسام کفر کی ایک دین اور ملت ہیں بخلاف امام شافعی کے تو اگر نصرانی ہوگیا یہودی یا اوسکا عکس ہوا اوسی حال پر چھوڑا جائیگا اور اوسپر جبر نکیا جائیگا پہلی دین کیطرف عود پر ویزول ملک المرتد عن ماله زوالا موقوفا فان اسلم عاد ملکه وان مات او قتل علی ردته او حکم بلحاقه ورث کسب اسلامه وارثه المسلم ولو زوجته بشرط العدة زیلعی بعد قضاء دین اسلامه وکسب ردته فیء بعد قضاء دین ردته وقالا میراث ایضا ککسب المرتدة اور زائل ہوتی ہے مرتد کی ملکیت اوسکے مال سے زوال موقوف یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہوا تو اوسکی ملک عود کیا اور اگر مرگیا اور حالت ارتداد پر مقتول ہوا یا لحاق دار الحرب کا اوسپر حکم ہوگیا تو حالت اسلام کے اوسکے کسب کا اوسکا وارث مسلم وارث ہوگا اگرچہ وارث اوسکی زوجہ ہو بشرط بقائی عدت کذا فی شرح الزیلعی وراثت ہوگی بعد ادائی دین اسلام کے اور ارتداد کے اور ارتداد کا کسب غنیمت ہے بعد ادائی دین ارتداد کی اور صاحبین نے کہا کہ وہ بھی میراث ہے مرتدہ کی کسب کے مانند ہم حشی ابو یوسف سے روایت کی کہ دین ارتداد کا کسب اسلام سے ادا کیا جائیگا لیکن اگر کفایت نکریگا تو ارتداد کے کسب سے ادا کیا جائیگا بدائع اور ولوالجیہ میں کہا کہ یہی قول صحیح ہے تو متن کی روایت قول صحیح کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وان حکم القاضی بلحاقه عتق مدبره من ثلث ماله وام ولده من کل ماله وحل دینه وقسم ماله ویؤدی مکاتبه الی الورثة والولاء للمرتد لانه المعتق بدائع اور اگر لحاق دار الحرب کا مرتد پر قاضی نے حکم کیا تو اوسکا مدبر ثلث مال سے آزاد ہوگا اور اوسکی ام ولد کل مال سے آزاد ہوگی اور اوسکا دین موجل فی الحال لازم الادا ہوگا اور اوسکا مال وارثون میں قسمت کیا جائیگا اور اوسکا مکاتب بدل کتابت کو اوسکے وارثون کو ادا کریگا اور ولا مرتد ہی کو ملیگی اسواسطے کہ وہی آزاد کرنیوالا ہے کذا فی البدائع لیکن اوسکے وارث ابتداءً ولا کے مالک نہوں گے بلکہ عصبہ بنفسہ اوسکو وراثت میں پائیگا اور اگر ولا میں وارثون کا حق ہوتا تو عورت بھی اوسمیں داخل ہوتی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان لا یصح القضاء به الا فی ضمن دعوی حق العبد نهر اور لائق یہ ہے کہ لحاق دار الحرب کا حکم صحیح نہو مگر دعوی حق العبد کے ضمن میں کذا فی النهر یعنی حکم لحاق قصدا صحیح نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ لحاق موت کی مانند ہے اور موت کا دن داخل تحت قضا نہیں جہان اس بحث کی صاحب بحر نے کہی ہے واعلم ان تصرفات المرتد علی اربعة اقسام فینفذ منه اتفاقا ما لا یعتمد تمام الولایة وهی خمس الاستیلاد والطلاق وقبول الهبة وتسلیم الشفعة والحجر علی عبده الماذون اور معلوم کر کہ تصرفات مرتد کے چار قسم پر ہیں سو اوس کا وہ تصرف باتفاق امام اور صاحبین نافذ ہے جو کمال ولایت پر معتمد نہیں اور وہ پانچ چیزیں ہیں استیلاد اور طلاق اور قبول ہبہ اور تسلیم شفعہ اور تصرف سے باز رکھنا اپنے عبد ماذون کا

ام ہشتبہ دی کی موت ہیرہ کر مرنگی لونڈی اوسکا بیٹا اور وارث اوسکا ہو گیا تو ولد کا نسب مرتد سے ثابت ہوگا اور وہ ولد وارثون کے ساتھ اوسکا وارث ہوگا
اور لونڈی اوسکی ام ولد ہوگی اگر کوئی کہے کہ مرتد کی زوجہ بائن ہو جاتی ہے پھر طلاق اوسپر کیونکر واقع ہوگی اوسکا جواب یہ ہے کہ قوم حرمت سے اما جائز
لازم ہین اور کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکا کہ مبانہ کو طلاق صریح عدت مین لاحق ہوسکتی ہے کذا فی البحر و بطل منه اتفاقا ما يعتمد الملة وهي خمس النكاح
والذبيحة والصيد والشهادة والارث اور مرتد کا پانچ چیز باتفاق باطل ہے جو ملت پر معتمد ہیں یعنی جنکی صحت اعتقاد ملت پر منحصر ہو اور وہ پانچ
چیزین ہین نکاح اور ذبح اور شکار کرنا اور گواہی اور ارث ہم نکاح مرتد کا باطل ہے خواہ مسلمہ سے یا کافرہ اصلیہ یا مرتدہ ہو اسلئے کہ مرتد مستحق قتل ہے اور
امہال اوسکا تامل کے واسطے ہے اور نکاح اوسکی بازرکھیگا اور باطل اوسکی شہادت ہے نہ مخصوص ہوگا اور ارث باطل ہے یعنے مرتد کسی کا وارث نہیں لیکن مرتد وہ
مرتد کا تو وارث کے کسب اسی کے وارث مسلمین وارث ہونگے و يتوقف منه اتفاقا ما يعتمد المساواة وهو المفاوضة اور وہ تصرف اوسکا باتفاق موقوف
ہی جو مساوات دینی پر معتمد ہے اور وہ شرکت مفاوضہ ہی یعنی اگر مسلمان ہوگا تو مفاوضہ کی شرکت نافذ ہو جائیگی اور نہیں تو باطل ہوگی او ولاية متعدية وهو التصرف
على ولده الصغير موقوف رہیگا اوسکا وہ تصرف جو ولایت متعدیہ پر معتمد ہے اور وہ تصرف ہی اپنے ولد صغیر پر و يتوقف منه عند الامام و بطل
عندهما كل ما كان مبادلة مال بمال او عقد تبرع كالمبايعة والصرف والسلم والعتق والتدبير والكتابة والهبة والرهن والاجارة
والصلح عن اقرار وقبض الدين لانه مبادلة حكمية والوصية اور امام کے نزدیک موقوف رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوگا ہر ایک تصرف
جو مبادلہ مال کا ہو ساتھ مال کے یا عقد تبرع ہو جیسا کہ مبایعہ اور صرف اور سلم اور عتق اور تدبیر اور کتابت اور ہبہ اور رہن اور اجارہ اور صلح اقرار سے اور قبض کرنا
دین کا ہے اسلئے کہ دین کا قبضہ کرنا مبادلہ حکمیہ ہے اور وصیت کرنا ہم تمثیل مین مبادلہ حکمیہ اسلئے ہوا کہ دین بالمثل ادا ہی تو قابض دین کا اوس چیز کا بدلہ لینا
ہے جو مدیون کے ذمے پر ثابت ہے و بقي امانة وعقله ولا شك في نظائرها اور باقی رہا اوسکا امان دینا اور دیت کا حکم اور شک نہیں اوسکا باطل ہونا
اسلئے کہ جب اپنی ذات کو امان نہیں دے سکتا تو مرتد بطریق اولی اور چونکہ دیت مناصرت سے متعلق ہے اور مرتد لائق نصرت کے نہیں لہذا اوسکی دیت باطل ہے
واما ايداعه واستيداعه والتقاطه ولقطته فينبغي عدم جوازها اور مرتد کا ایداع اور استیداع اور التقاط اور لقطہ کا عدم جواز لائق ہے کذا فی
البحر ان اسلم نفذ وان هلك بموت او قتل او لحق بدار الحرب وحكم بلحاقه بطل ذلك کلہ اگر مرتد مسلمان ہوا تو جمیع تصرفات موقوفہ نافذ ہونگے
اور اگر ہلاک ہوا موت سے یا قتل سے یا وہ دار الحرب میں جاکر ملا اور اوسکے لحاق پر قاضی کا حکم ہوگیا تو یہ سب باطل ہو جائینگے فان عاد مسلما قبله قبل الحكم
فكانه لم يرتد وكذا لو عاد بعد الموت الحقيقي يعني پھر اگر مرتد دار الحرب سے آیا مسلمان ہوکر قبل حکم لحاق کے تو گویا وہ مرتد ہی نہوا تھا اور چنانچہ اگر مرد کر یعنی
زندہ ہو جاوے بعد موت حقیقی کے تو وہ اپنا مال وارث سے پھیر لیگا کذا فی شرح الرملی ہم جب اوسکا مسلمان ہوکر آنا قبل حکم لحاق کے بجائی عدم ارتداد ہوا
تو اپنی مال کا وہی مالک ہوگا اور مدبر اوسکا آزاد نہوگا اور اوسکا دین مؤجل غیر مؤجل ہوگا اور اوسکا مال جو وارثون کے پاس ہوگا اوسکا ملکیت اوسیمین ہوگی
بلا حکم قاضی و رضای وارث اور اگر وارث نے اوسکا مال تلف کیا ہو تو ضمان دیگا لیکن ارتداد کا حکم فسخ نکاح اور احباط عمل مین جاری رہیگا کذا فی الطحطاوی وان
جاء مسلما بعده وماله مع وارثه اخذه بقضاء او رضى ولو في بيت المال لا لانه في نهر اور اگر دار الحرب سے مسلمان ہوکر آیا بعد حکم لحاق کے
اور حالانکہ مال اوسکا وارث کے پاس موجود ہے تو اوسکو لیگا قاضی کے حکم سے یا وارث کی رضامندی سے اور اگر مال اوسکا بیت المال مین ہے تو اوسکو نہ لے
اسواسطے کہ وہ غنیمت ہی کذا فی النہر ہم بیت المال کے مال سے وہ مال مراد ہے جو ارتداد کے کسب سے حاصل ہوا ہو اور اگر بسبب عدم وارث کے
کسب اسلام کا مال بیت المال میں رکھا گیا ہو تو اوسکو دیا ویگا تو اطلاق شارح کا غیر مناسب ہی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان هلك ماله
او ازاله الوارث عن ملكه لا ياخذه ولو قائما لعجز القضاء اور اگر اوسکا مال ہلاک ہو گیا یا اوسکو وارث نے اپنی ملک سے زائل
کر دیا تو اوسکو نہ پاویگا اگرچہ وہ مال قائم ہو بسبب صحیح ہونے حکم قاضی کے حق وارث مین ولو كان معتقه ومدبره وامهات اولاده اور اوسی کے
واسطے سے اوسکے مدبر اور ام ولد کی ولاء و مكاتبه له ان لو تقيد وان عجز عاد رقيقا له بدا ائم اور مرتد مذکور کا مکاتب اوسی کا ہوگا اگر

مکاتب ہے بدل کتابت ادا کرنے کو نہیں اوکیا اور اگر عاجز ہو ادای بدل کتابت سے تو پھر اوسکا مکاتب ہونا ٹوٹ جائیگا ولا یقضی ما ترک من عبادۃ فی الاسلام
لان ترک الصلوۃ والصیام معصیۃ والمعصیۃ تبقی بعد الردۃ ۔ اور جس مرتد نے حالت اسلام میں ترک کیا ہو اوسکو قضا نہ کرے اسواسطے
کہ ترک صلوۃ اور صیام معصیت ہے اور معصیت باقی رہتی ہے بعد ارتداد کے کذا فی فتاویٰ قاضیخان وما ادی منها فیه یبطل ولا یجب
کہ اسلام میں اداکی وہ باطل ہوگئی ارتداد سے ولا یقضی من العبادات الا الحج لانه بالردۃ صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وهو غنی فعلیه الحج
فقط اور قضا نکی جائینگی عبادتیں سوای حج کے سو سبب یہ ہے کہ مرتد بسبب ارتداد کے کافر اصلی کے برابر ہوگیا ہے جب وہ اسلام لاوے اور غنی ہو تو اوسپر حج واجب
ہے قضا حج سے اعادہ حج کا مراد ہے اسواسطے کہ حج کا وقت تمام عمر ہے بعضے آدمی نے کہا اعادہ حج کا جو معنی ہے اسواسطے کہ اگر اول وقت نماز پڑھ کر مرتد
ہوگیا اور آخر وقت مسلمان ہوا تو اوس نماز کا اعادہ واجب ہے کیونکہ اوسکا وقت ہنوز باقی ہے مانند وقت عمر کے ولا یؤخذ بجنایۃ
القصاص وحد السرقة یعنی للمال المسروق لا الحد کذا فی الخانیة واصله انه یؤخذ بحق العبد واما غیره ففیه تفصیل۔ مسلم نے کسی
لیا یا ایسا فعل کیا جس سے قصاص واجب ہو یا مرتکب سرقہ ہوا مراد اس سے مال مسروق ہے نہ حد کذا فی الخانیہ اور قاعدہ اوسکا یہ ہے کہ مرتد حق العبد میں ماخوذ
ہوگا اور غیر حق العبد میں تفصیل ہے ہم خانیہ میں ہے کہ اگر مسلم پر حد شرب خمر یا حد سکر واجب ہوئی پھر وہ مرتد ہوا پھر مسلمان لایا قبل لحوق دار الحرب کے تو وہ
ماخوذ نہوگا اور اگر مرتد امام کی قید میں محبوس ہے اور اسی کا مرتکب ہوا تو وہ حد خمر اور سکر میں ماخوذ نہوگا اور حدود والقذف میں ماخوذ ہوگا اور اگر مرتد امام کے
پاس محبوس نہیں اور اس کا مرتکب ہوا پھر مسلمان ہوا قبل لحوق دار الحرب کے تو بھی اوس سے مواخذہ نہیں کذا فی المنح او الدیة او اصابه وهو مرتد
فی دار الاسلام ثم لحق وعاد مسلما استحسانا لا یؤخذ به کله یا مسلم موجب دیت کا مرتکب ہوا پھر مرتد ہوا یا مرتکب اشیاء مذکورہ کا ہوا حالانکہ وہ
مرتد تھا دار الاسلام میں پھر وہ دار الحرب میں جاکر ملا اور اہل اسلام سے مدت تک لڑا کیا پھر دار الاسلام میں آیا مسلمان ہوکر تو ان سب چیزوں کا اوس سے مواخذہ
ہوگا یعنی مال اور قصاص اور مال مسروق اور دیت کا ولو اصابه بعد ما لحق مرتدا ثم اسلم لا یؤخذ بشیء من ذلک لان الحربی لا یؤخذ بعد
الاسلام بما کان اصابه حال کونه محاربا لنا اور اگر مرتکب ہوا امور مذکورہ کا بعد لاحق ہونے دار الحرب کے مرتد ہوکر پھر وہ مسلمان ہوا تو امور مذکورہ میں سے
کسی چیز کا مواخذہ اوس سے نہوگا اسواسطے کہ مرتد مذکور حربی کافر ہوگیا اور حربی ماخوذ نہیں ہوتا بعد اسلام کے اون افعال میں جس کا مرتکب ہوا بوقت محاربت
ہونے اہل اسلام سے اخبرت بارتداد زوجها فلها التزوج باخر بعد العدۃ استحسانا کما فی الاخبار من ثقة بموته او بتطليقه ثلاثا و
کذا لو لم یکن ثقة فاتاها بکتاب بطلاقها واکبر رأیها انه حق لا باس بان تعتد وتتزوج مبسوط عورت کو خبر پہونچی اپنے زوج کے مرتد ہوجانیکی
تو اوسکو دوسرے زوج سے نکاح کرلینا جائز ہے بعد عدت کے بدلیل استحسان کے چنانچہ عورتکو دوسرا نکاح جائز ہے مرد معتمد کی خبر کہنے میں زوج کی موت کی
یا اوسکے تین طلاق دینے کی اور اسیطرح اگر خبر معتمد نہوا اور عورت کے پاس اوسکی طلاق کا خط لاوے زوج کیطرف سے اور عورت کو ظن غالب ہوجاوے اوسکے
حق ہونیکا کچھ مضایقہ نہیں کہ وہ عدت میں بیٹھے اور بعد اوسکے نکاح کرلے کذا فی المبسوط والمرتدۃ ولو صغیرۃ او خنثی تحبس ابدا ولا
تجالس ولا تؤاکل حتی تسلم ولا تقتل خلافا للشافعی اور عورت مرتدہ اگرچہ صغیرہ یا خنثی ہو کذا فی البحر ہمیشہ محبوس رہیگی اور ساتھ اوسکے بیٹھا جاوے
اور ساتھ نہ کھلایا جاوے کذا فی الحقائق یہانتک کہ اسلام قبول کرے اور قتل نکیجائیگی بخلاف امام شافعی کے ہم عدم قتل مرتدہ سے ساحرہ مستثنی ہے جو آپ کو اس کا
خالق اعتقاد کرتی ہو کذا فی المحیط امام شافعی کی دلیل قتل مرتدہ میں یہ دلیل ہے کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اوسکو قتل کرو ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسمیں قتل نساء کی نہی
وارد ہے اور وہ کافرہ اصلیہ اور مرتدہ دونوں کو شامل ہے بلکہ امام اعظم نے اپنی مسند میں بروایت ابن عباس عدم قتل مرتدات اور اونکی قید رکھنی اور جبر اسلام
قبول کروانے کی حدیث روایت کی ہے کذا فی الفتح وان قتلها احد لا یضمن شیئا ولو امۃ فی الاصح اور اگر مرتدہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو وہ کسی چیز کا ضامن نہوگا اگر
مرتدہ لونڈی ہو تو قول اصح میں اسواسطے کہ قیمت خون کی اسلام کے سبب سے ہوتی ہے سو وہ زائل ہوگیا لیکن قاتل پر تعزیر ہے کذا فی الولوالجیۃ وتحبس عند مولاها لخدمته
ویطأها مولاها طلب ذلک ام لا فی الاصح وبقولی ضم جمعا بین الحقین اور مرتدہ لونڈی اپنے مولیٰ کے پاس محبوس رکھی جاوے اور اوسکی خدمت کرنیکو وطی سے

حال میں کہ نوادر دے کے جس کو ترکیہ کا اپنے پاس ہو مطالبہ ہی نہو اور وارث کی ہوگا کہ اختیار رہیگا بواسطے جبر کرنے کے دونوں حقوں میں یعنی حق خدا اور حق مولی
ولیس للمرتدۃ التزوج بغیر زوجہا یعنی دفع الامام تسترق ولو فی دار الاسلام ولو افتی بہ حسما لقصدہا السیئ لا باس بہ وتکون قنۃ
للزوج الاستیلاء علیہا یعنی تولی العین انہا ملک المسلمین فیشتریہا من الامام او یصرفہا لہ لو مصرفا اور جائز نہیں مرتدہ کو کہ نکاح کرنا اپنا دوسرے شوہر سے سوائے اسکے
نوادر میں امام سے ایک روایت یہ ہے کہ مرتدہ لونڈی بنائی جائیگی اگرچہ دار الاسلام میں ہو اور اگر فتوی اس روایت پر دیجیوے تو اسکے بری قصد کے استیصال کے
واسطے تو کچھ مضائقہ نہیں اور ہوگی مرتدہ لونڈی اپنے زوج کی بسبب کہ سبب کے کہا فی المجتبی اور فتح القدیر میں ہے کہ وہ غنیمت ہے مسلمانوں کے واسطے تو شاید
کے واسطے تو زوج اوسکو امام سے خرید کرلے یا امام اسکو بخشدے اگر وہ مستحق ہو غنیمت کا مصرف کہ مرتدہ ہوکر اپنے زوج سے بائن ہوجاوے اور امام سے
خرید کرنے سے الا ان کا تسلط ہو اور یہیں تو لونڈی بنانا مستحق لا الی القتل اور صحیح ہے تصرف مرتدہ کا ہو اسکے کہ وہ
مقتول نہیں ہوتی تا لکسابہا مطلقا ولو ماتت او لحقت بدار الحرب ورثہا زوجہا المسلم لو مریضۃ وماتت فی العدۃ کالفار فی طلاق المریض ثلث فی الزواہر لانہ
لا یرث الا من امراتہ بعد قطع لان تاملہ اور کمائی مرتدہ کی مطلقا خواہ اسلام کی کمائی ہو خواہ ارتداد کی اوسکے وارثوں کے واسطے ہے اور اوسکا
زوج مسلم اوسکا وارث ہوگا اگر وہ مریض ہو اور عدت میں مرگئی ہو جیسا کہ طلاق المریض میں گذر گیا میں کہتا ہوں اور زواہر میں ہے کہ زوج اوسکا وارث نہوگا اگر وہ
بیمار نہو اسواسطے کہ وہ مقتول نہیں ہوتی تو فرار نہوئی تو اسکو تامل کرلے مترجم کہتا ہے کہ میں نے تامل کیا جسکا مفہوم ہے کہ باتیں ہیں یا نور اللہ مرقدہ
لکھے اور ایک نسخہ میں یہہ عبارت زائد ہے وترث المرتدۃ زوجہا المرتد اتفاقا یعنی مرتدہ وارث ہوتی ہے اپنے زوج مرتد کی بالاتفاق الثانیۃ ولد
امۃ ولدت ادعاہ فہو ابنہ حر وارثہ لو امتہ مسلمۃ مطلقا ولو کذا لا اقل من نصف حول او اکثر لاسلامہ تبعا لامہ والمسلم
یرث الکافر لا ان مات المرتد او لحق بدار الحرب مرتد کی لونڈی ایک لڑکا جنی اور اوسکا دعوی کیا مرتد نے تو ولد اوسکا بیٹا آزاد ہے اوسکا وارث ہوگا مسلمان
لونڈی میں یعنی اگر مسلمان لونڈی سے پیدا ہو تو مطلقا وارث ہوگا خواہ اوسکو چھ مہینے سے کمتر میں جنی ہو بعد ارتداد کے یا زیادہ میں بسبب مسلمان ہونے اوسکے
اپنی ماں کی تبعیت سے اور مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہے اگر مرتد مرجاوے یا دار الحرب میں جا ملے وکذا لو امتہ المتنصرانیۃ ای الکتابیۃ الا اذا جاءت بہ
لاکثر من نصف حول منذ ارتد وکذا المصنفہ لعلوقہ من ماء المرتد فیتبعہ لقربہ للاسلام بالجبر علیہ والمرتد لا یرث المرتد یہی حکم ہے
اوسکی نصرانیہ لونڈی میں یعنی اگر مرتد کی نصرانیہ یا یہودیہ لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا تو اوسکا وارث ہوگا مگر اوس وقت وارث نہوگا جب کہ پیدا ہو اوسکو چھ مہینے
سے زیادہ ہو جن ابتداے ارتداد سے اور اسیطرح نصف سال کی ولادت میں بھی وارث نہوگا بسبب اسکے علوق اسکے مرتد کی منی سے تو لڑکا مرتد کا تابع
ہوگا بسبب قریب ہونے ولد کے بسلام سے جبر علی الاسلام کے اور مرتد وارث نہیں ہوتا مرتد کا یعنی ملا تابع ہوتا ہے اوسکا جسکا بہتر دین ہے
ماں جو کتابیہ ہے یا باپ مرتد لیکن چونکہ مرتد پر اسلام کیواسطے جبر ثابت ہے تو ولد پر بھی جبر ثابت ہے تو ظاہر حال اوسکا اسلام پر دال ہے لہذا وہ باپکا تابع ہوگا تا انکہ
پھر جب وہ مرتد مرا تو وارث نہوگا کیونکہ مرتد نہیں وارث ہوتا مرتد کا کذا فی الفتح وان لحق بمالہ ای مع مالہ وظہر علیہ فہو ای المال فیء لا نفسہ لان المرتد
لا یسترق اور اگر مرتد دار الحرب میں گیا اپنے مال سمیت جا ملا اور اہل اسلام کا اوسپر غلبہ حاصل ہوا تو اوسکا مال غنیمت ہے نہ اوسکی ذات ہے اسواسطے کہ مرتد لونڈی غلام نہیں بنایا جاتا
فان رجع ای بعد لحوقہ بلا مال ای الحاقہ او لا فی ظاہر الروایۃ وہو الوجہ فتح فلحق ثانیا بمالہ وظہر علیہ فہو لوارثہ لانہ بالحاق صار
لوارثہ فکان مالکا لہ قدیما وحکمہ ما مر انہ لہ قبل قسمتہ بلا شیء وبعدہا بقیمتہ ان شاء ولا یاخذہ لو مثلیا لعدم الفائدۃ مرتدا کا
یعنی پھر دار الحرب سے بلا مال خواہ اوسکے لحوق کا حکم ہوگیا ہو یا نہوا ہو ظاہر الروایۃ میں اور یہی وجہ قوی ہے کذا فی الفتح پھر دوسری بار پلٹ گیا دار الحرب میں
اپنا مال لیکر اور مسلمانوں کا اسپر غلبہ حاصل ہوا تو وہ مال اوسکے وارث کا ہوگا اسواسطے کہ بسبب لحوق دار الحرب کے مال اوسکا اوسکے وارث کے واسطے منتقل ہوگیا تو وہ وارث
پرانا وارث ہوگیا اور حکم اوسکا گذر گیا تو وہ مال اوسکے وارث کا ہے قبل اوسکی قسمت کے مفت اور بعد قسمت غنیمت کے بعوض قیمت کے لے اگر وہ چاہے اور اگر وہ مال
مثلی ہو یعنی کیلی وزنی ہو تو نہ لیوے بسبب عدم فائدہ کے اسواسطے کہ اوسکو لیگا تو مثل دیگا وان قضی بعبدہ لابنہ ثم رجع لحق بدار الحرب لانہ کمکاتبہ

الا ان یقضاء المرتد مسلما فیدفعها او لو اعتقلها الا الاب الذی عاد مسلما فیجعل لان کالوکیل اور اگر ایک شخص دار الحرب میں جا ملا اور اوسکے غلام کی لڑکی
اوسکے لڑکے کے واسطے حکم کر دیا گیا سو لڑکے نے اوسکو مکاتب کیا پھر مرتد آیا مسلمان ہوکر تو بدل کتابت اور ولاء دونوں باپ کے واسطے ہونگے جو مسلمان ہوکر
پھر آیا تو بیٹا وکیل کے مانند قرار دیا گیا عقد کتابت میں مرتد قتل رجلا خطأ فلحق او قتل فدیته فی کسب الاسلام ان کان والا ففی کسب الردة
کذا فی البحر عن الخانیة مرتد نے قتل کیا ایک مرد کو بنابر خطا کے پھر وہ دار الحرب میں جا کر ملا یا مقتول ہوا ارتداد میں تو دیت مرد مقتول کی اسلام کی کمائی میں ہے اگر وہ ہو
اور اگر اسلام کی کمائی نہو تو ارتداد کی کمائی میں اوسکی دیت ہوگی کذا فی البحر عن الخانیة ولکن الواقر بغصب واما لو کان الغصب بالمعاینة او بالبینة فانه
فی الکسبین اتفاقا کذا فی الظہیریة اور ایسا ہی حکم ہے اگر مرتد نے غصب کا اقرار کیا اور اگر ثبوت غصب کا بمشاہدہ یا بگواہی ہو نہ اقرار سے تو وہ دونوں کسب میں
ہے بالاتفاق کذا فی الظہیریة واعلم ان جنایة العبد والامة والمکاتب والمدبر کجنایتهم فی غیر الردة اور معلوم کر کہ جنایت غلام اور لونڈی اور مکاتب
اور مدبر کی اونکی جنایت غیر ارتداد کی کے برابر ہے یعنی مولے مختار ہے چاہے لونڈی اور غلام کا فدیہ دے چاہے اونکو دیوے ڈالے اور مکاتب کی جنایت اوسکے
کسب ارتدادی میں ہے اور جنایت مدبر کی کتاب الجنایات میں آوے گی قطعت یده عمدا فارتد والعیاذ بالله ومات منه او لحق فحکم به ثم جاء
ومات منه ضمن القاطع نصف الدیة فی ماله لوارثه فی المسئلتین لان السرایة حلت محلا غیر معصوم فاهدرت فقید بالعمد
لانه فی الخطأ علی العاقلة مسلم کا ہاتھ عمدا کاٹا گیا پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہوگیا اور اوسی زخم سے مرگیا یا دار الحرب میں جا ملا اور اوسکے لحوق کا حکم ہوگیا پھر دار الاسلام
میں مسلمان ہوکر آیا سو اوسی زخم سے مرگیا تو قاطع نصف دیت کا ضمان دے اپنے مال میں سے مرتد کے وارث کو دونوں صورتوں میں یعنی فقط قطع ید کی دیت لازم
ہوگی نہ جان کی اسواسطے کہ سرایت الی النفس محل غیر معصوم میں حلول کیا تو باطل ہوگئی مصنف نے عمد کی قید لگائی اسواسطے کہ خطا میں عاقلہ پر دیت ہے
وقیدنا بالحکم بلحاقه لانه ان عاد قبله او اسلم هنا ولم یلحق فمات منه بالسرایة ضمن الدیة کاملا لکونه معصوما وقت السرایة
ایضا اور مقید کیا ہمنے لحاق دار الحرب کے حکم کے ساتھ اسواسطے کہ اگر مرتد دار الحرب سے قبل حکم لحاق عود کریگا یا مسلمان ہوا یہاں دار الاسلام میں اور دار الحرب میں
لحوق نہوا پھر مرگیا اوسی قطع سے بسبب سرایت کے تو پوری دیت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہ معصوم الدم ہے سرایت کے وقت بھی جیسے کہ وہ معصوم تھا ثبوت حکم کے وقت
ارتد القاطع فقتل او مات فسری الی النفس فهدر لو عمدا لفوات محل القود ولو خطأ فالدیة علی العاقلة فی ثلث سنین من یوم القضاء
علیهم حانیه ولا عاقلة للمرتد یا قاطع ید مرتد ہوگیا پھر مقتول ہوا یا مرگیا پھر سرایت کی قطع سے جان تک یعنی اوس زخم سے مرگیا تو قصاص باطل ہے اگر قطع عمدا ہو
فوت ہو جانے محل قصاص کے اور اگر قطع بنابر خطا ہو تو دیت عاقلہ پر ہے تین سال کے اندر جس روز سے کہ اونپر حکم ہوا کذا فی الکافی اور مرتد کے واسطے عاقلہ نہیں ہے
خلاصہ یہ ہے کہ عاقلہ پر اسواسطے دیت لازم ہوئی کہ قطع کے وقت وہ مسلمان تھا نہ مرتد لو ارتد مکاتب ولحق وکسب مالا واخذ بماله ولم یسلم فقتل
فبدل کتابته لمولاه وما بقی من ماله لوارثه لان الردة لا تؤثر فی الکتابة اور اگر مکاتب مرتد ہوا اور دار الحرب میں جا ملا اور کچھ مال کمایا اور اپنے
مال کے ساتھ گرفتار ہوا پھر مقتول ہوا تو اوسکا بدل کتابت اوسکے مولی کا ہے اور بدل کتابت دیکر جو مال باقی رہے وہ مکاتب کے وارث کا ہے اسواسطے کہ ارتداد
اثر نہیں کرتا کتابت میں زوجان ارتدا ولحقا فولدت المرتدة ولدا وولد له ای لذلک المولود ولد فظهر علیهم جمیعا فالولدان فیء کالام
والولد الاول یجبر بالضرب علی الاسلام وان حبلت به ثمة لتبعیته لابویه لا الثانی لعدم تبعیته للجد علی الظاهر فحکمه کحکم ابیه
اور زوجہ دونوں مرتد ہوگئے اور دار الحرب میں جا ملے پھر مرتدہ کا بیٹا جنی اور اوس مولود کے بھی ولد ہوا پھر اون سب پر غلبہ حاصل ہوا اہل اسلام کا تو بیٹا اور پوتا
غنیمت ہیں اپنی ماں کے مانند اور بیٹا بزور مسلمان کیا جائیگا اگرچہ اوسکا حمل دار الحرب میں رہا ہو جبر علی الاسلام بہر صورت ثابت ہے باتباع
والدین نہ پوتا یعنی پوتے پر جبر علے الاسلام نہیں بسبب اوسکے نہ تابع ہونے دادا کے ظاہر الروایة میں تو حکم اوسکا حربی کے مانند ہے
ہم ارتداد کا حکم ایک پشت جاری رہتا ہے نہ دو پشت پھر جب پوتا دادا کا تابع نہوا جبر علے الاسلام میں تو پوتا گرفتاری کے بعد غلام بنایا جائیگا
یا اوسپر جزیہ مقرر ہوگا یا قتل کیا جائیگا اور بیٹا یا مقتول ہوگا اسواسطے کہ اصلی مرتد ہے یا اسلام قبول کرے کذا فی المنح عن الفتح وقید بمرتدیهما

لانه لو مات مسلم عن امراته حاملا فارتدت ولحقت فولدت هناك ثم ظهر عليهم اى على اهل تلك الدار فانه لا يسترق ويرث
اباه لانه مسلم ولو لم تكن ولدته حتى سبيت ثم ولدته فى دار الاسلام فهو مسلم تبعا لابيه مرقوق تبعا لامه فلا يرث اباه لرقه
بدائع اور مصنف نے مسئلہ سابقہ مین ارتداد زوجین کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر مسلمان مرگیا اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑکر پھر عورت مرتد ہوگئی اور دارالحرب
مین جا ملی پھر وہان لڑکا جنی پھر اون کے لڑکون پر اہل اسلام کا غلبہ ہوا تو وہ لڑکا غلام نہ بنایا جائیگا اور وہ اپنے باپ کا وارث ہوگا اسواسطے کہ وہ
مسلمان ہے اپنے باپ کا تابع ہوکر اور اگر مرتدہ مذکورہ دارالحرب مین نہ جنی یہان تک کہ گرفتار ہوئی پھر لڑکا جنی دارالاسلام مین تو وہ مسلمان ہے اپنے
باپ کا تابع ہوکر اور مرقوق ہے اپنی ماں کا تابع ہوکر تو وہ اپنے باپ کا وارث نہوگا بسبب اپنی رق کے کذا فی البدائع واذا ارتد صبی عاقل صح
کالاسلام ولا خلاف فی تخلیده فی النار لعدم العفو عن الکفر تلویح اور جب کہ مرتد ہوگیا صبی عاقل تو صحیح ہے بخلاف ابی یوسف کے اور مشایخ
نے اختلاف کیا اوسکے خلود فی النار رہنے مین بسبب نہ معاف ہونے کفر کے کذا فی التلویح یعنی خلاف ابی یوسف کا فقط احکام دنیوی مین ہے نہ اخروی مین کا مسئلہ ... بعد
فان ماتا فلا یرث ابویه الکافرین تفریع علی الثانی ویجبر علیه بالضرب تفریع علی الاول ارتداد صبی عاقل کا صحیح ہے اور اوسکے مسلمان ہونیکا
مانند کہ صحیح ہے بالاتفاق تو وارث نہوگا اپنے کافر مان باپ کا یہہ تفریع ہے ثانی پر یعنی صحت اسلام صبی عاقل پر اور مسلمان ہونے پر زبردستی کی جائیگی مار کر یہہ
تفریع ہے اول پر یعنی صحت ارتداد صبی عاقل پر والعاقل الممیز وهو ابن سبع فاکثر مجتبی وسراجیه ودلیل الذی یعقل ان الاسلام سبب النجاة ویمیز
الخبیث من الطیب والحلو من المر قاله الطرطوسی فی انفع الوسائل قائلا ولم ار من قدره بالسن قلت وقد رأیت نقله
عاقل عبارت ہے ممیز سے اور وہ یعنی طفل باعتبار سات برس یا زیادہ کا ہوتا ہے کذا فی المجتبی والسراجیة اور قول ضعیف یہہ ہے کہ صبی عاقل وہ ہے کہ سمجھے
کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور امتیاز کرتا ہو خبیث اور طیب اور شیرین اور تلخ مین قائل اس قول ضعیف کا طرطوسی ہے کتاب انفع الوسائل مین اور کہا کہ
مین نے اوس تقیید کو نہین معلوم کیا جس نے صبی عاقل کی حد سال سے ٹھیرائی ہو مین کہتا ہون اور تو معلوم کرچکا اوسکی نقل کو مجتبی اور سراجیہ سے
قہستانی کا قول طرطوسی کے قول کا مقوی ہے جو اونے اپنی شرح مین کہا کہ عاقل وہ ہے جو جانے کہ اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے اور قہستانی نے کہا کہ
جو کلمہ توحید کو نقل کرے اور جانے کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور سمجھ خلاف شرک کے ہو انتہے اور سات برس کا لڑکا ان امور کو کچھ نہیں سمجھتا خصوصا اس زمانہ
لغافل البلادی ویؤیده انه عرض علیه الصلوة والسلام الاسلام علی علی وسنه سبع وکان یفتخر به حتی قال سبقتکم الی الاسلام
طرا + غلاما ما بلغت اوان حلمی + وسبقتکم الی الاسلام قهرا + بصارم همتی وسنان عزمی + اور تقدیر سن کا یہہ مؤید ہے کہ رسول علیہ السلام
نے علی مرتضی پر اسلام کو پیش کیا اور حالانکہ عمر اونکی سات برس کی تھی اور مرتضی کرم اللہ وجہہ اسکا فخر کرتے تھے یہان تک کہ فرمایا صحابہ کرام سے
کہ مین نے تم سب سے سبقت کی مسلمان ہونیکے طرف لڑکپن مین جب کہ مین اپنی جوانی کے وقت کو نہ پہونچا تھا اور جلد یا مین تم کو اسلام کے طرف زبردستی
ہمت کی تلوار اور اپنے عزم کی برچھی سے ہم صحیح قول یہہ ہے کہ عرض اسلام کے وقت جناب مرتضوی آٹھ برس کی تھی چنانچہ بخاری نے اسی پر قرار کیا ہے کذا فی
اول من اسلم کی روایات مختلفہ کی توفیق یہہ ہے کہ صبیان مین مرتضی پہلے مسلمان ہوئے اور رجال احرار مین صدیق اکبر اور نساء مین خدیجۃ الکبری اور موالی
زید بن حارثہ اور ورقہ بن نوفل اور بحیرا راہب اور نسطورا قبل البعثۃ دین عیسوی کے متمسک تھے اور رسول خدا کے مومن اور مصدق
اور یہہ تصدیق اونکو آخرت مین مفید ہوگی لیکن وہ لوگ اہل اسلام مین داخل نہین ہو اسواسطے کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ حقیقت مین اول مسلم ابو بکر
علیہ السلام ہین اور ورقہ وغیرہ صحابہ مین داخل نہین ہو اسواسطے کہ صحابی وہ ہے جو بعد رسالت کے یعنی بعد نزول سورۂ مدثر کے رسول اکریم علیہ
السلام کا مصاحب ہو اگرچہ [illegible]
عاقلہ کی بابالغ [illegible]
ملاتیہ ہے کہ ماں زمین واقع ہوا ہے بالاتفاق اور تحریر مین ہے کہ ابو منصور ماتریدی کے نزدیک قول مختار یہہ ہے کہ صبی عاقل ادا ایمان کا مخاطب ہے

تو اگر مر جاویگا بعد اسکے بلا ایمان تو ہمیشہ دوزخ میں رہیگا کذا فی النہر الفائق و فی شرح الوہبانیۃ ے بلا کذبش در پریشان کفر بعضہم + وقیل
ان لا کفر وہو المختار + کذا قول شیٔ للہ قیل بکفرہ + و یا حاضر یا ناظر لیس بکفر + علامہ عبد البر ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ درویش
درویشان کہنے کو بعضوں نے کفر کہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ قول کفر نہیں اور یہی تحقیق اور منقح ہے اور اسیطرح شیٔ للہ کے قول کو بعضوں نے کفر کہا ہے
اور یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں ہے شرح وہبانیہ میں بزازیہ سے منقول ہے کہ رسالہ شرد میں مشہور ہے کہ جو کہے درویش درویشان وہ کافر ہے اسواسطے
کہ معنی اوسکے یہ ہیں کہ جمیع اشیاء مباح ہیں تو لازم آیا کہ حرام بھی مباح ہے حالانکہ اباحت حرام کفر ہے اور یہ تکفیر باطل ہے اسواسطے کہ مطلب قول
مذکور کا یہ ہے کہ مسکنت لمساکین یا فقر الفقراء تو گویا قائل نے یوں کہا کہ ہمکو مسکنت مساکین کا محتاج ہونا یا بسبب فقر فقرا اور اسمیں ایک
شی کی اباحت پر بھی کوئی دلالت نہیں چہ جای اباحت جمیع اشیاء اور شیٔ للہ کے کفر ہونیکی شاید یہ وجہ ہے کہ قائل نے چیز اللہ تعالی کے لئے مانگی حالانکہ
حق تعالی ہر چیز سے غنی ہے سب لوگ اوسکے محتاج ہیں اور لائق یوں ہے کہ اس قول میں عدم تکفیر کو ترجیح دیجئے اسواسطے کہ اسکی تاویل یوں ہو سکتی ہے کہ
قائل کہے کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں شی کو طلب کرتا ہوں اللہ تعالی کے اکرام کے واسطے شارح نے اسکو باختصار نقل کیا شرح وہبانیہ میں اسیطرح ہے
و من قال شیٔ للہ بعض یکفرہ + و یخشی علیہ الکفر بعض یکفر + کذا فی الطحطاوی بعضے لوگ بطور وظیفہ یوں کہا کرتے ہیں یا عبد القادر شیئاً للہ سو چند راجح عدم تکفیر ہے
لیکن خوف کفر سے خالی نہیں چنانچہ بیت وہبانیہ کی اوسپر نص ہے تو ترک اس قول کا لازم ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنے میں اسواسطے کفر نہیں کہ حضور بمعنی
علم ہے اور نظر بمعنی رؤیت ہے قال اللہ تعالی (الم یعلم بان اللہ یری) تو گویا اوسنے حق تعالی کو یوں ندا کی کہ یا عالم یا من یری ے و من یستحل الرقص قالوا
بکفرہ + ولا سیما بالدف یلہو و یزمر + اور جو رقص کو حلال جانے اوسکا کفر علما نے بیان کیا ہے خصوصاً وہ رقص کرنیوالا جو دف پر ناچے اور حالت لادی
ہو قرطبی نے نقل کیا کہ یہ اگ اور ضرب قصب اور رقص حرام ہے امام مالک و شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک اور شیخ الاسلام کرمانی کا فتوی یہ ہے کہ مستحل اس
رقص کا کافر ہے جب معلوم ہوا کہ اس کی حرمت بالاجماع ہے تو لازم آیا کہ اسکا حلال جاننے والا کافر ہو کذا فی الطحطاوی ے و من لولی قال طی مسافۃ یحتوی
بجہول ثم بعض یکفرہ + و اثباتہا فی کل ما کان خارقاً + عن النسفی النجم یروی و ینصر + اور جو ولی کے واسطے طی مسافت جائز کہے وہ جاہل ہے بعضوں نے
اسکی تکفیر کی ہے اور اثبات کرامت کا ہر خارق عادت میں امام نجم الدین نسفی سے مروی اور منصور ہے یعنی نصرت عموم خوارق عادات کی امام محمد نے اس قول سے ثابت
ہے کہ ہم کرامات اولیا کے مومن ہیں اسواسطے کہ یہ قول طے مسافت کو بھی عام ہے مگر جو نص قاطع سے ثابت ہو چکا کہ محال ہے جیسے قرآن کے مانند کلام کا ہونا وہ
البتہ داخل کرامات نہیں چنانچہ کتاب الطلاق کے اندر فصل مراد میں اسکا بیان گزر گیا

باب البغاۃ

یہ باب ہے باغیوں کے احکام میں جب حکم قتال کفار
فرض ہوئی تو حکم قتال مسلمین بغاوت شعار مشروع ہوا البغی لغۃ الطلب و منہ ذلک ما کنا نبغی بغی بلغت عربیہ میں بمعنی طلب ہے اور اسی معنی طلب
یہ آیت ہے ذلک ما کنا نبغ یہ وہ چیز ہے جسکو ہم طلب کرتے تھے ہم صحاح میں ہے کہ بغی عبارت ہے تعدی اور حد سے مجاوزت اور افراط سے وعرفاً طلب ما لا یحل
من جور و ظلم اور عرف میں بغی عبارت ہے اوس چیز کی طلب سے جو حلال نہیں جور اور ظلم سے کذا فی النہر و شرعاً ہم الخارجون عن طاعۃ الامام الحق بغیر حق لو
بحق فلیسوا ببغاۃ و تمامہ فی جامع الفصولین اور شرع میں باغی وہ لوگ ہیں جو خارج ہوں امام حق کی اطاعت سے ناحق اور اگر امام حق پر خروج کریں تو وہ باغی نہیں
اور اسکی تمام تقریر جامع الفصولین میں ہے ہم جامع الفصولین میں ہے کہ جب مسلمین نے ایک امام پر اجماع کیا اور اوسکے سبب سے امن میں ہوگئے پھر ایک جماعت مسلمین نے اوسپر خروج
کیا سو اگر یہ خروج امام کے ظلم کے سبب سے ہوا تو یہ لوگ باغی نہیں باقی مسلمان امام کی اعانت کریں کہ اعانت علی الظلم ہے اور نہ اہل خروج کی اعانت کریں کہ اعانت علی الخروج ہے
اور اگر خروج مسلمین کا بسبب ظلم کے نہو بلکہ بدعوی حقیت اور ولایت کے ہو تو وہ لوگ اہل بغی ہیں مسلمین پر نصرت امام کی واجب ہے قلانسی نے کہا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ
اگر علی مرتضی نہوتے تو ہمکو قتال اہل قبلہ معلوم نہوتا جناب مرتضوی اور اوسکے ساتھی اہل حق تھے اور مخالف اونکے اہل بغی اور ہمارے زمانے میں غلبہ کا اعتبار ہے فرقہ عادلہ اور
باغیہ معلوم نہیں اکثر مطالب تمام ہوئی مختصراً کذا فی الطحطاوی ثم الخارجون عن طاعۃ الامام ثلثۃ قطاع الطریق و علم حکمہم و بغاۃ و یجی حکمہم و خوارج و
ہم قوم لہم منعۃ خرجوا علیہ بتاویل یرون انہ علی باطل کفر او معصیۃ توجب قتالہ بتاویلہم یستحلون دماءنا و اموالنا و یسبون نساءنا و

يكفرون اصحاب نبينا عليه افضل الصلوة والسلام وحكمهم حكم البغاة باجماع الفقهاء كما حققه في الفتح پهر درايت كرنا چاهيے كه لوگ
امام سے خارج ہونیوالے تین قسم ہین ایک قطاع الطریق یعنے اہل خروج بلا تاویل اور بلا شوکت یا بتاویل بلا شوکت اور انکا حکم معلوم ہوگیا اور دوسری قسم بغاة
جو مباح نہیں جانتے جسکو خوارج مباح جانتے ہین اور انکا حکم آتا ہے اور تیسری قسم خوارج اور قوم ہین جنکے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہے امام پر خارج ہوئے
ہین تاویل سے گمان کرتے ہین کہ امام باطل پر ہے باعتبار کفر اور ایسی معصیت کے جو موجب قتال ہے امام کا انکی تاویل سے وہ حلال جانتے ہین ہم اہل اسلام کے
خونون اور مالون کو اور بندی کرتے ہین ہماری عورتون کو اور کافر کہتے ہین ہمارے نبی علیہ افضل الصلوة والسلام کے اصحاب کو اور انکا حکم مانند حکم باغیون کے
ہے باجماع فقہا چنانچہ اسکی تحقیق فتح القدیر مین کی ہے هم فتح القدیر میں ہے کہ جمہور فقہا اور محدثین کے نزدیک خوارج درحکم بغاة ہین اور بعضی محدثین اونکے
کفر کے قائل ہین ابن منذر نے کہا ہین نہین جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا ہو تکفیر خوارج مین اور یہہ مقتضی ہے اجماع فقہا کی نقل کا اور محیط مین کہا
ہے کہ بعضی فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہین کرتے اور بعضے تکفیر کرتے ہین اوس بدعت والے کی جسکی بدعت دلیل قطعی کے مخالف ہو اور صاحب محیط نے اسکو اکثر
اہل سنت کیطرف نسبت کیا ہے اور نقل اول یعنے عدم تکفیر اثبت ہے اور یہہ اسلئے ہے کہ اہل مذہب کے کلام مین اکثر اہل بدعت کی تکفیر واقع ہے لیکن تکفیر اون فقہا کا کلام
ہے جو نہین جو مجتہد ہین ہین اور غیر فقہا مجتہدین کا کلام معتبر نہین اور مجتہدین سے منقول عدم تکفیر ہے اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ تر واقف ہے انتہی
حلبی نے کہا کہ یہہ کلام وجیہ ہے مگر مشکل ہے کہ مقتضی ہے عدم تکفیر اون رافضیون کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہین اور حالانکہ یہہ صریح کفر ہے
طحطاوی نے کہا اسکا جواب ممکن ہے کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے روافض مذکورین کی تکفیر مستثنی ہے اسواسطے کہ انکی تکفیر نص فقہا سے ثابت ہے والله اعلم و
انما لم نكفرهم لكونه عن تاويل وان كان باطلا بخلاف المستحل بلا تاويل كما مر في باب الامامة اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہین کرتے تو اس سبب سے کہ اونکا
قتال اور استحلال تاویل سے ہے اگرچہ یہہ تاویل باطل ہے بخلاف مستحل بلا تاویل کے کہ اوسکی تکفیر صریح ہے چنانچہ کتاب الصلوة کے اندر باب الامامة مین مذکور
ہوچکا والامام يصير اماما بامرين بالمبايعة من الاشراف والاعيان وبان ينفذ حكمه في رعيته خوفا من قهره وجبروته اور امام ہوجاتا ہے امام
دو چیز سے اشراف اور رئیسون کے بیعت کرنے سے اور اس سے کہ اسکا حکم جاری ہوجاوے اسکی رعیت مین اوسکے قہر سے خائف ہوکر اور وجہ یہہ ہے کہ امامت ثابت ہوتی ہے اہل حل اور عقد کی
بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت مین سب اہل اسلام کی بیعت یا عدد معین کی بیعت شرط نہین بلکہ جماعت علما یا جماعت اہل رائے اور تدبیر کی بیعت کافی
ہے كذا في الطحطاوي عن المسايرة فان بايع الناس الامام ولم ينفذ حكمه فيهم لعجزه عن قهرهم لا يصير اماما سو اگر لوگون نے ایک امام سے بیعت کی اور اسکا
حکم نافذ نہوا اور نہین اون سبکے عاجز ہونیکے اونکا مغلوب ہونے سے تو وہ امام نہوگا فاذا صار اماما فجار لا ينعزل ان كان له قهر وغلبة لعوده بالقهر فلا يفيد
وان لا ينعزل به لانه مفيد خانيه وتمامه في كتب الكلام پھر جب کہ ایک شخص بشرط مذکورہ امام ہوا پھر اوسنے ظلم شروع کیا تو معزول کرنے سے معزول نہوگا
اگر اوسکے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہو اسواسطے کہ وہ بسبب قہر اور شوکت کے پھر سلطان ہوجاویگا تو معزول کرنا مفید نہوگا اور اگر اوسکے واسطے قوت حاصل نہین تو
بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا اسواسطے کہ وہ مفید ہے اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام مین ہے فاذا خرج جماعة مسلمون عن طاعته
او طاعة نائبه الذي الناس به في امان وامان وغلبوا على بلدة دعاهم اليه اي الى طاعته وكشف شبهتهم استحبابا پھر جب جماعت مسلمین نے امام کی
اطاعت سے خروج کیا یا اوسکے اوس نائب کی طاعت سے خروج کیا جسکے سبب سے لوگ امان مین ہین كذا في الدرر اور مسلمین مذکورین غالب ہوگئے ایک شہر پر تو امام اونکو اپنی
طاعت کی طرف بلاوے اور اونکے شبہہ کو حل کرے بنا بر استحباب کے نہ بنا بر وجوب کے فان تحيزوا مجتمعين حل لنا قتالهم بدأ حتى نفرق جمعهم اذ الحكم يدار على
دليله وهو الاجتماع والامتناع سو اگر باغیون نے ایک مکان پکڑا اوسمین مجتمع ہوکر تو حلال ہوگیا ہمکو قتال اونکا پہلے یہانتک کہ اونکی جماعت پریشان ہو
اسواسطے کہ حکم قتال کا پھرتا ہے قتال کی دلیل پر اور وہ عبارت ہے اجتماع اور امتناع سے یعنی ظاہر اجتماع اور امتناع اونکا ارادہ قتال کی دلیل ہے لہذا اونکا قتال حلال
اگرچہ وہ قتال کی ابتدا نکرین یہی قول کو خواہر زادہ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے اور قدوری نے نقل کیا کہ قتال شروع کرنا چاہیے تا وقتیکہ وہ
شروع نکرین كذا في البحر ومن دعاه الامام الى ذلك اي قتالهم افترض عليه اجابته لان طاعة الامام فيما ليس بمعصية فرض فكيف فيما هو طاعة بدائع اور جسکو

امام نے اون کو قتال کی طرف بلایا تو اون پر اجابت اوسکی فرض ہے اسواسطے کہ اطاعت امام کی اوس امر مین جو گناہ نہین ہے فرض ہے سو اوسمین کیونکر فرض نہو گی
جو طاعت ہے کذا فی البدائع ❊ اور یہہ جو امام محمد سے مروی ہے کہ زمانہ فتنہ اور فساد مین علیحدہ ہو رہے اپنے گہر مین بیٹھکر سو اوس صورت پر محمول ہے کہ جب
امام نے اونکو نہین بلایا اور بعضے اصحاب کبار کا بیٹھہ رہنا باغیون کے قتال سے اونکی عدم قدرت پر محمول ہے اور بعضون کو کچہہ تردد تہا حلت قتال مین اور
یہہ جو حدیث مین وارد ہے کہ جب دو مسلمان تلوار لیکر سامنا کرین تو قاتل اور مقتول دوزخ مین ہین سو حمیت اور عصبیت کے قتال پر محمول ہے یا ملک گیری اور طلب
دنیا کی قتال پر کذا فی الفتح لو قادرا والا لزم بیتہ درر فی المبتغی لو بغوا لاجل ظلم السلطان ولا یمتنع عنہ لا ینبغی للناس معاونۃ السلطان
ولا معاونتہم اجابت امام کی فرض ہے اگر وہ قادر ہو قتال پر اور نہین تو اپنے گہر مین بیٹھہ رہے کذا فی الدرر اور مبتغی مین ہے کہ اگر چند مسلمین نے بغاوت کی بسبب
ظلم بادشاہ کے اور حال انکہ بادشاہ ظلم سے باز نہین رہتا تو لوگون کو لائق نہین مددگاری سلطان کی اور نہ مددگاری باغی لوگون کی ❊ ولو طلبوا الموادعۃ
اجیبوا الیہا ان خیرا للمسلمین کما فی اہل الحرب والا لا یجابوا ❊ اور اگر باغیون نے صلح کرنا چاہا ترک قتال پر تو اوسکو مان لینا چاہیے اگر صلح کرنا
مسلمین کے واسطے بہتر ہو چنانچہ حربیون کی صلح مین یہی شرط ہے اور اگر اونکے حق مین صلح بہتر نہو تو قبول کرنا نہ چاہیے کذا فی البحر ❊ ولا یوخذ منہم شیء اور اون
کچہہ لینا نچاہیے یعنی نہ ہدیہ نہ مال عوض صلح کے فلو اخذنا منہم رہونا واخذوا منا رہونا ثم غدروا بنا وقتلوا رہوننا لا نقتل رہونہم ولکن
نحبسہم الی ان یہلک اہل البغی او یتوبوا وکذالک اہل الشرک اذا فعلوا مثل ذالک لا نقتل رہونہم ولکن یجبرون علی الاسلام او یصیروا
ذمۃ لنا ❊ پہر اگر ہمنے باغیون سے اول لی اور باغیون نے ہم سے اول لی پہر انہون نے ہمسے عہد شکنی کی اور ہماری اولون کو قتل کیا تو ہم اونکی اولون کو نہ قتل کرینگے
ولیکن اونکو محبوس رکہینگے یہانتک کہ اہل بغی ہلاک ہوجائین یا بغاوت سے توبہ کرین اور یہی حکم ہے کفار کا جب وہ ہماری اولون کو قتل کرین تو ہم اونکی اولون کو
نہ قتل کرینگے ولیکن وہ لوگ بزور مسلمان کیے جائینگے یا ہماری ذمی ہوجائین ❊ اور انکا قتل اسواسطے جائز نہوا کہ وہ ہمارے قابو مین اکر ہماری امان مین ہوگئے
کذا فی البحر ❊ ولو لہم فئۃ اجہز علی جریحہم ای اتم قتلہ واتبع مولیہم والا لا لعدم الخوف ❊ اور اگر باغیون کی جماعت قائم ہو تو امام اونکی زخمیون کو پورا
قتل کر ڈالے اور اونکے بہاگنے والیکا پیچہا کرے اور اگر جماعت اونکی پریشان ہو گئی تو زخمیون کو قتل کرنا اور بہاگی کا پیچہا کرنا نچاہیے بسبب نہ رہنے خوف کے ❊ والامام
بالخیار فی اسیرہم ان شاء قتلہ وان شاء حبسہ حتی یتوب اہل البغی فان تابوا حبسہ ایضا حتی یحدث توبۃ سراجیہ ❊ اور سلطانکو اختیار ہے اونکے
قیدی مین چاہے اوسکو قتل کرے چاہے محبوس رکہے یہانتک کہ اہل بغاوت توبہ کرین سو اگر وہ توبہ کرین تو بہی قیدی کو قید مین رکہے یہانتک کہ وہ بہی توبہ کرے کذا فی السراج ❊ ونقاتلہم
بالمنجنیق والاغراق وغیر ذالک کاہل الحرب ❊ اور ہم اون سے لڑین منجنیق اور غرق کردینے سے اور اسکے سوا اور طریق سے بہی مانند کفار کے ❊ وما لا یجوز
قتلہ من اہل الحرب کنساء وشیوخ لا یجوز قتلہ منہم مالم یقاتلوا ❊ اور جسکا قتل کرنا کفار مین سے جائز نہین چنانچہ عورتون اور بڈہون کا اوسکا قتل باغیون مین
سے بہی جائز نہین تاوقتیکہ وہ نہ لڑتے ہون یعنی اگر باغیونکی عورتین ناچار ہی قتال کرینگے تو اون کا قتال جائز ہے سوای اطفال اور مجانین کے کذا فی البحر ❊ لا نقتل
عادل محرمہ مباشرۃ مالم یرد قتلہ ❊ اور عادل یعنی امام کا مددگار اپنے محرم باغی کو اپنے ہاتہہ سے نہ قتل کرے جبتک محرم نے اوسکے قتل کا ارادہ نہین کیا یعنی
اگر محرم باغی قتل کا ارادہ کرے تو دفع کرنا اوسکا جائز ہے اگرچہ دفع کرنا بقتل ہو بخلاف جنگ کفار کے کہ وہان قتل محرم جائز ہے سوای والدین کے کذا فی البحر ❊
ولم تسب لہم ذریۃ وتحبس اموالہم الی ظہور توبتہم فترد علیہم ❊ اور اونکی ذریت بندی نکیجاے اور اونکے مال محبوس ہون اونکی توبہ ظاہر ہونے تک
سو بعد توبہ اونکو پہیر دیے جائینگے ❊ اور اونکی عورتین بہی بندی نہونگی اسواسطے کہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل مین قتل اسیر اور کشف ستر اور اخذ
مال سے نہی فرمائی اور وہی پیشوا ہین اس باب مین کذا فی المنح ❊ وبیع الکراع اولی لانہ انفع ❊ اور بیچنا اونکی دواب کا بہتر ہے اسواسطے کہ نافع تر ہے کذا فی الفتح ❊ بیع
منفعت یہہ ہے کہ قیمت کا امانت رکہنا آسان ہے بلا صرف ہی والا بیت المال سے دانہ چارہ صرف ہوگا ❊ ولا یقاس علیہ العبید ❊ اور دواب کی بیع پر اونکے غلامون
کی بیع قیاس نکیجاے کذا فی النہر ❊ ونقاتل بسلاحہم وخیلہم عند الحاجۃ ولا ننتفع بغیرہما من اموالہم مطلقا ولو عند الحاجۃ سراجیہ ❊ اور قتال کرین ہم
ہتہیارون اور گہوڑون سے اونکے اور اون دو چیزون کے سوا اونکی اموال سے مطلقا منفعت نہ لیجاے اگرچہ انتفاع وقت حاجت کے ہو کذا فی السراج ❊ خیابہ ترتضوی

! غیروں کے ہتھیار انہوں نے لشکر میں تقسیم کر کے بصرہ میں اور تقسیم بسبب حاجت کے تہی نہ بطور تملیک کے اور فرمایا کہ اونکا مال غنیمت نہیں اور اونکی ذریت بندی نہ کیجائے

ولو قال الباغي تبت والقى السلاح من يده كف عنه ولو قال كف عني لانظر في امري لعلي اتوب والقى السلاح كف عنه ولو قال انا على
دينك ومعه السلاح لا لان دعوى السلاح معه قرينة بقاء بغيه فيقاتل ولا يكف عنه والا لا فتح اور اگر باغی نے کہا کہ میں نے توبہ کی اور ہتھیار
اپنے ہاتھ سے ڈالدیئے تو عادل اوسکے قتال سے باز رہے اور اگر اوس نے کہا عادل سے کہ مجھکو چھوڑ تاکہ میں اپنے امر میں تامل کروں شاید میں توبہ کروں اور ہتھیار پھینک
دیئے تو باز رہے اور اگر باغی بولا کہ میں تیرے دین پر ہوں اور اوسکے ساتھ ہتھیار ہیں تو اوسکے قتال سے نہ باز رہے اسواسطے کہ ہتھیار کا ساتھ رہنا قرینہ
ہے اوسکی بقاء بغاوت کا جبکہ ہتھیار ساتھ نہونگے تو باز رہے اور رہیں تو باز نہ رہے کذا فی فتح القدیر ولو قتله باغ مثله وظهر عليهم فلا شيء فيه لكونه
مباح القتل فلا اثم ايضا اور اگر ایک باغی کو دوسرے باغی نے قتل کیا اور پھر اہل عدل کا غلبہ حاصل ہوا تو اوسکے قتل میں کوئی چیز نہیں نہ قصاص نہ دیت
ہے کیونکہ وہ مباح القتل تھا کذا فی فتح القدیر پس جب قتل مباح ہوا تو اوسکے قتل میں کچھ گناہ بھی نہیں وقتلانا شهداء ولا يصلى على بغاة بل يكفنون ويدفنون
بلا اثم اور ہمارے یعنی اہل عدل کے مقتول شہید ہیں تو اون پر نماز جنازہ پڑھی جاے اور بدون غسل دفن کئے جائیں اور باغیوں کے مقتولوں پر نماز جنازہ
نہ پڑھی جاے لیکن کفن دیئے جائیں اور دفن کیے جائیں کذا فی النہر ویکره نقل رؤوسهم الى الآفاق وكذلك رؤوس اهل الحرب لانها مثلة وجوزه
بعض المتأخرين لو فيه كسر شوكتهم او فراغ قلبنا فتح ومر في الجهاد اور مکروہ ہے اونکے سر اونکے اطراف عالم میں پھرانا اور اسیطرح کفار کے سروں کو نقل کرنا
مکروہ ہے اسواسطے کہ یہ مثلہ ہے اور اسکو بعض متاخرین نے جائز کہا ہے اگر اوسمیں اونکی کسر شوکت ہو یا ہماری تسکین خاطر ہو کذا فی الفتح اور مذکور ہو چکا جہاد میں ولو غلبوا
على مصر فقتل مصري مثله عمدا فظهر على المصر قتل به ان لم يجر على اهله اي المصر احكامهم وان جرى لا لانقطاع ولاية الامام عنهم اور اگر
باغی غالب ہوگئے کسی شہر پر سو ایک شہر والے نے دوسرے شہری کو عمداً قتل کیا پھر اہل عدل کا بادشاہ غالب ہوا اوس شہر پر تو قاتل مذکور بسبب قصاص کے مقتول ہوگا
اگر اہل شہر پر باغیوں کے احکام نہ جاری ہوئے ہوں اور اگر اونکے احکام جاری ہوئے ہوں تو قصاص نہوگا بسبب منقطع ہوجانے امام کی حکومت کے اون پر لیکن
قاتل پر دیانۃً ثابت ہے کذا فی الفتح وان قتل عادل باغيا ورثه مطلقا اور اگر عادل نے باغی کو قتل کیا تو اوسکا وارث ہوگا ہر طرح خواہ باغی کہے کہ میں
حق پر ہوں خواہ کہے میں باطل پر ہوں اسواسطے کہ قتل بحق مانع ارث کا نہیں وبالعكس اذا قال الباغي قتلته وانا على باطل لا يرثه اتفاقا لعدم التشبهة
اور اسکے برعکس یعنی باغی عادل کو قتل کرے جبکہ باغی بولا اوسکے قتل کیوقت کہ میں باطل پر ہوں تو اوسکا وارث نہوگا باتفاق بسبب عدم شبہہ کے ہم باغی اسواسطے
وارث نہوگا کہ اوسکی اپنے نفس پر شہادت سے فاسد کیا اور تاویل فاسد ملحق ہے تاویل صحیح سے جبکہ اوسکے ساتھ قوت ہو کذا فی النہر وان قال انا على حق في الخروج
على الامام واصر على دعواه ورثه اما لو رجع تبطل دیانته فلا ارث ابن کمال اور اگر باغی نے کہا کہ میں حق پر ہوں امام پر خروج کرنے میں اور اپنی
دعوے پر مصر رہا تو عادل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر اس دعوے سے رجوع کریگا تو اوسکی دیانت باطل ہوگی تو وارث نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال رد المحتار ولو دخل باغ
بامان فقتله عادل عمدا لزمته الدية كالمستامن لبقاء شبهة الاباحة ادر فتح القدیر میں ہے اور اگر باغی دار العدل میں داخل ہوا امان لیکر پھر اسکو عادل نے عمداً
قتل کیا تو اوس پر دیت لازم ہوگی جیسے مستامن کے قتل میں بسبب باقی رہنے شبہہ اباحت کے یعنی دیت لازم ہوگی نہ قصاص اسواسطے کہ اوسکی اباحت کا شبہہ
ویکره تحريما بيع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة على المعصية اور مکروہ تحریمی ہے ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے اگر معلوم ہو کہ مشتری اہل فساد سے ہے
اسواسطے کہ یہ گناہ کی مدد ہے اور یہی حکم ہے ہبہ اور وصیت اور اعارہ اور اجارہ دینے ہتھیار کا اور بعضوں کو مکروہ تحریمی کہا ہے جیسا کہ صاحب بحر کی اور اتباع
ساہ اور نقل البحر الرائق اور بعضوں کو شامل ہے کذا فی النہر وبيع ما يتخذ منه كالحديد ونحوه يكره لاهل الحرب لا لاهل البغي لعدم تفرغهم لعمله سلاحا لقرب
زوالهم بخلاف اهل الحرب زيلعي اور اوس چیز کا بیچنا جس سے جنگی ہتھیار بنائے جاتے ہیں جیسے لوہا وغیرہ مکروہ ہے اہل حرب کے ہاتھ نہ اہل بغاوت کے ہاتھ بسبب فرصت نہ ہونے انکی ہتھیار بنانے کے
بسبب قریب زوال ہونیکے بخلاف اہل حرب کے کذا فی الزيلعي قلت وافاد كلامهم ان ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما والا فتنزيها اور میں کہتا ہوں
اور فقہا کے کلام سے ثابت ہوا کہ جسکے سبب سے معصیت قائم ہو جیسا کہ ہتھیار اوسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور جسکے سبب سے گناہ قائم ہو جیسا کہ جاریہ مغنیہ اور کبوتر اڑانے والے ادر

انکور اور جس لکڑی سے باجے بنتے ہین اوسکی بیع مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہر و فی الفتح ینفذ حکم قاضیہم لو عدلا و کا و لو کتب قاضیہم الی قاضینا
کتابا فان علم انہ قضی بشہادۃ عدلین نفذ و الا لا اور فتح القدیر مین ہے کہ باغیون کے قاضی کا حکم نافذ ہی بشرطیکہ وہ عادل ہو نہ باغی اور اگر باغی ہو تو اوسکا
حکم نافذ نہوگا اور اگر باغیون کے قاضی نے ہمارے قاضی کیطرف خط بہیجا سو اگر معلوم ہو کہ اوسنے دو عادلون کی گواہی سے حکم کیا ہی تو وہ حکم نافذ ہوگا اور نہین تو نہین
ثم محل عدم نفاذ حکم قاضی باغی وہ ہی کہ قضاء قاضی جمیع مجتہدین کی رای کے مخالف ہو اسواسطے کہ حکم قاضی کا مجتہدات مین نافذ ہی اگرچہ قاضی عادل کی رای کے
مخالف ہو تو اطلاق شارح کا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی عن النہر والله سبحانہ اعلم و استغفر الله العظیم

کتاب اللقیط

یہہ کتاب ہی لقیط کے احکام مین عقبہ
مع اللقطۃ بالجہاد لعرضیتہما لفوات النفس والمال و قدم اللقیط لتعلقہ بالنفس وہی مقدم علی المال مصنف کتاب اللقیط کو کتاب اللقطہ کے
ساتھہ کتاب الجہاد کے پیچھے لایا اسواسطے کہ جان اور مال دونون معرض ہلاک مین ہین جیسے جہاد مین نفس اور اموال معرض تلف مین ہین اور مقدم کیا کتاب اللقیط
بسبب اوسکے متعلق ہونیکے جان سے اور حالانکہ جان مقدم ہی مال پر ہو لغۃ ما یلقط فعیل بمعنی مفعول ثم غلب علی الولد المنبوذ باعتبار المآل
لقیط لغت مین وہ ہی جو زمین سے اوٹھایا جاوے فعیل بمعنے مفعول ہی پہر اوسکا استعمال غالب ہو گیا ولد مطروح پر باعتبار انجام کے یعنی جو لڑکا پہینکا اور ڈالا گیا
آخر اوسکو کوئی اوٹھالیگا اسواسطے اسکو لقیط کہا و شرعا اسم لحی مولود طرحہ اہلہ خوفا من العیلۃ او فرارا من تہمۃ الریبۃ اور شرع مین لقیط انسان کے
اوس بچہ کا نام ہے جسکے لوگون نے اوسکو پہینکا احتیاجی کے خوف سے یا تہمت زنا سے بچنے کے واسطے مضیعہ آثم و محرزہ غانم اوسکا ضائع کرنیوالا یعنی جو
اوسکو نہ اوٹھاوے وہ گنہ گار ہے اور اوٹھا لینے والا فائدہ پانیوالا ہے یعنی ثواب پاویگا التقاطہ فرض کفایۃ ان غلب علی ظنہ ہلاکہ لو لم یرفعہ و لو لم یعلم
بہ غیرہ ففرض عین و مثلہ رؤیۃ اعمی یقع فی بئر شمنی لقیط کا اوٹھالینا فرض کفایہ ہی اگر ملتقط کو گمان غالب ہو اوسکی ہلاکی کا اگر وہ اوسکو نہ اوٹھاوے اور اگر
لقیط کو کوئی نہ جانتا ہو سوای اوسکے تو اوسکو اوٹھانا فرض عین ہے اور اسکی مانند ہی اندھے کو کوئین مین گرتے دیکھنا کذا فی الشمنی و الا فمندوب لما فیہ
من الشفقۃ و الاحیاء اور اگر اوسکی ہلاکی کا خوف نہو تو اوٹھا لینا لقیط کا مستحب ہے اسواسطے کہ اسمین شفقت اور زندہ رکھنا ہی جان کا مع شفقت اطفال پر فضل اعمال ہے
اور ایک جان کا جلانا سب آدمیون کے جلانیکے برابر ہی حق تعالی نے فرمایا و من احیاہا فکانما احیی الناس جمیعا کذا فی الزیلعی و ہو حر مسلم تبعا للدار الا بحجۃ
رقہ علی خصمہ و ہو الملتقط لسبق یدہ اور لقیط آزاد مسلمان ہی دار الاسلام کی تبعیت سے مگر اوسکی رقیت کی حجت سے خصم پر اور خصم یہان ملتقط ہی بسبب سابق
ہونے اوسکے ہاتہہ کے ہم نے دخل دیا کہ بینہ بدون خصم کے حجت نہین اور مخاصم یہان کوئی نہین شارح جواب دیا کہ مخاصم ملتقط ہی اسواسطے کہ اوسکی رکہنے مین سبقت
ید کے احق ہی تو اوسکا تصرف بدون بینہ زائل نہوگا اور حجت سے یہان بینہ مراد ہی نہ اقرار کذا فی الطحطاوی و ما یحتاج الیہ من نفقۃ و کسوۃ و سکنی
و دواء و مہر اذا زوجہ السلطان فی بیت المال ان برہن علی التقاطہ اور جس چیز کی لقیط کو احتیاج ہی خوراک اور پوشاک اور مکان سکونت
اور دوا اور مہر ہے جب کہ سلطان اوسکا نکاح کر دے وہ بیت المال مین ہی بشرطیکہ ملتقط اوسکا اوٹھا لینا گواہی سے ثابت کرے و لذا کان لہ مال او قرابۃ ففی مالہ
او علی قرابتہ اور اگر لقیط کا مال ہو یا اوسکی کہین قرابت ثابت ہو تو جمیع ضروریات مذکورہ اوسکے مال مین یا اوسکی قرابت والون پر ہین و ارثہ و لو دیۃ فی
بیت المال کجنایتہ لان الغرم بالغنم اور ارث لقیط کی اگرچہ دیت ہو بیت المال مین ہے جیسے اوسکی جنایت بیت المال سے متعلق ہی اسواسطے کہ نقصان بمقابلہ فائدہ کے ہی
ہم تو اگر لقیط محلہ مین مقتول پایا گیا تو اہل محلہ سے دیت لیکر بیت المال مین داخل ہوگی اور اگر لقیط کو کوئی عمدا قتل کرے تو سلطان کو اختیار ہی چاہے قاتل کو قتل کرے چاہے
دیت پر صلح کر لے لیکن سلطان معاف نہین کر سکتا کذا فی المنح اور اگر لقیط سے جنایت صادر ہو گی تو اوسکی دیت بیت المال سے دیجاویگی و لیس لاحد اخذہ
منہ قہرا و ہل للامام الاعظم اخذہ بالولایۃ العامۃ فی الفتح لا و اقرہ المصنف تبعا للبحر و حرر فی النہر نعم لکن لا ینبغی اخذہ الا بموجب اور کسیکو
جائز نہین لینا لقیط کا ملتقط سے زبردستی اور سلطان اعظم کو اوسکا لے لینا بسبب حکومت عامہ کے جائز ہی یا نہین فتح القدیر مین کہا کہ جائز نہین اور ثابت رکہا اس
قول کو مصنف نے اپنی شرح مین باتباع صاحب بحر اور تحریر کی ہی نہر الفائق مین کہ ہان سلطان کو لینا زبردستی جائز ہی لیکن اوسکا لینا لائق نہین مگر بسبب کسی سبب
یہہ کہ ملتقط محافظت کے لائق نہو فلو اخذہ احد منہ الاولی ردہ الیہ الا اذا دفعہ باختیارہ لانہ ابطل حقہ سو اگر لقیط کو کسی نے ملتقط سے زبردستی

لیا اور خصومت کی اور کسی ملتقط اول نے تو اسکو پھیر دیا جاویگا مگر اس صورت میں نہ پھیرا جائیگا جب کہ اول شخص دوسرے کو اپنی خوشی سے دیدے اس واسطے کہ اول نے
اپنا حق آپ باطل کر دیا وهذا اذا اتحد الملتقط فلو تعدد وترجح احدهما كما لو وجده مسلم وكافر تنازعا قضي به للمسلم لانه انفع للقيط كما
ولو استويا فالرأي فيه للقاضي محيط اور یہ یعنی ملتقط سے زبردستی نہ لینا اس صورت میں ہے جب ملتقط ایک ہی ہو اور اگر ملتقط متعدد ہوں اور ایک ترجیح
رکھتا ہو جیسے اگر لقیط کو ایک مسلمان اور ایک کافر نے پایا پھر دونوں نے جھگڑا کیا تو لقیط مسلمان کو دلایا جائیگا اس واسطے کہ مسلم کے پاس لقیط کو نفع ہے کہ وہی
مسلمان ہوگا کذا فی النہایہ اور اگر دونوں ملتقط برابر ہوں اسلام وکفر میں تو اس میں قاضی کی تجویز کو دخل ہے کذا فی البحر ويثبت نسبه من الملتقط
بمجرد دعواه ولو قال الملتقط استحسانا كذا في الكافي والا قياسا كذا في الخانية اور اگر ملتقط نے یا اور کسی نے اسکے نسب کا دعوی کیا تو اسکا نسب ملتقط کو
ثابت ہو جائیگا بمجرد اسکے دعوی کرنے کے بدلیل استحسان بشرطیکہ لقیط زندہ ہو اور اگر زندہ نہ ہوگا تو نسب بدعوی ثابت نہ ہوگا بدون گواہی کے کذا فی الہدایہ
م وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اقرار نسب صغیر کے واسطے ہے اور حق ملتقط کا ابطال ضمنا واقع ہوا بالضرورت ثبوت نسب اور بہت چیزیں ضمنا ثابت ہو جاتی ہیں
ن تعدد کذا فی الجوہرۃ من اثنين مستويين كما لو ادعياه امة مشتركة اور نسب لقیط کا ثابت ہوتا ہے دو یا زیادہ شخصوں کے دعوی سے جیسے مشترک لونڈی کی اولاد
نسب ثابت ہوتا ہے دو شریکوں سے بشرط دعوی ہم دو شخص برابر ہوں جنمیں کوئی مرجح نہیں تو ملتقط کا دعوی خارج سے مقدم ہوگا وعبارة البنية ادعاه
الكثر من اثنين فعن الامام انه يثبت الى الخمسة ظاهرة في عدم قبول دعوى الزائد ولا يشترط اتحاد الام لكن في القهستاني عن
النظم ما يفيد ثبوته من الاكثر فليحرر اور عبارت بنیہ کی یہ ہے کہ لقیط کے نسب کا دو سے زیادہ شخصوں نے دعوی کیا تو امام علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ نسب ثابت
ہوگا پانچ شخص تک ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ پانچ سے زیادہ کا دعوی مقبول نہوا اور شرط نہیں اتحاد ماں کا دعوی مذکور میں کذا فی النہر لیکن قہستانی
میں نظم سے وہ عبارت منقول ہے جو مفید ثبوت نسب ہے پانچ سے زیادہ میں بھی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہئے ہم قہستانی میں نقایہ سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ کے
نزدیک دو سے زیادہ لوگوں میں نسب ثابت ہوتا ہے طحاوی نے کہا کہ عبارت بنیہ اور شرح کی صریح ہے کہ دعوت نسب کی پانچ شخص تک منتہی ہے اور قہستانی کی عبارت
غیر صریح اور لائق یہ ہے کہ صریح ہو نہ غیر صریح ولو ادعته امرأة واحدة ذات زوج فان صدقها زوجها او شهدت لها القابلة او قامت بينة
لو جلا وامرأتين على الولادة صحت دعوتها ١٢ ٢٢ لما فيه من تحميل النسب على الغير اور اگر لقیط کے نسب کا ایک عورت شوہر والی نے دعوی کیا اگر
شوہر نے اسکی تصدیق کی یا دائی جنائی نے اسکی گواہی دی یا بینہ قائم ہوئی ولادت پر اگرچہ گواہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو عورت کا دعوی صحیح ہے
اور اگر ایسا نہیں یعنی زوج وغیرہ نے اسکی تصدیق نکی تو دعوی نسب کا صحیح نہیں اس واسطے کہ اس دعوی میں شخص غیر پر نسب کا ثابت کرنا ہے یعنی زوج پر دلالت
ليس لها زوج فلا بد من شهادة رجلين او اگر عورت مدعیہ کا شوہر نہو تو دو مرد کی گواہی ضرور ہے ثبوت نسب میں ولو ادعته امرأتان واقامت احداهما
البينة فهي اولى به وان اقاماها جميعا فهو ابنهما خلافا لهما الكل من الخانية اور اگر لقیط کا دو عورتوں نے دعوی کیا اور ایک نے گواہ قائم کئے تو وہی اس
ساتھ لائق ترہے اور اگر دونوں عورتوں نے گواہ قائم کئے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک وہ کسیکا بیٹا نہیں یہ سب مسائل ذکر
خانیہ سے منقول ہیں وان ادعاه خارجان ووصف احدهما علامة به اي بجسده لا بثوبه ووافق فهو احق اذا لم يعارضها اقوى منها كبينة الاخرى
مختبة وسبقه من اسلامية وسنة ان اشتبه فيلهما اور اگر لقیط کے نسب کا دو خارج شخصوں نے دعوی کیا اور ایک نے اسکے بدن کی کوئی نشانی بیان کی یعنی
اسکے بدن میں نہ کپڑوں میں تو اور وہ نشان موافق پڑا تو وہی شخص زیادہ مستحق ہے بشرطیکہ کوئی وجہ قوی تر علامت سے معارض اسکی نہو جیسا کہ دوسرے شخص کے
گواہ یا اسکا اثبات ہو تا یا اسکی سبقت قبض یا مسلمان ہونا یا اسکی اتنی عمر ہو کہ اس سے لڑکا ہو سکے بشرطیکہ دونوں مدعیوں نے تاریخ مذکور کی ہو سو اگر اشتباہ واقع
ہو تو لقیط دونوں میں مشترک ہوگا یعنی اگر ایک شخص کا بتایا ہوا نشان موافق پڑا اور دوسرے نے ثبوت نسب کے گواہ گزرانے یا کہ وہ آزاد ہے اور پہلا غلام یا یہ مسلم ہے اور
پہلا کافر تو ان صورتوں میں علامت کا کچھ اعتبار نہوگا ولو ادعى احدهما انه ابنه والاخر انه ابنته فاذا هو خنثى فلو مشكلا فهو لهما والا فلمن اقامه انه ابنه
اور اگر ایک نے دعوی کیا کہ لقیط لڑکا ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ لڑکی ہے پھر دیکھا تو خنثی ہے سو اگر خنثی مشکل ہے تو وہ دونوں کو دلایا جائیگا بسبب عدم ترجیح

اور اگر خنثی مشکل نہین تو اوسکو دلایا جائیگا جو دعوی کرتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے یعنی بشرطیکہ توافق والا دوسرے کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ جب علامت موافق واقع نہو گی تو حکم نہو گا کما فی الظہیریہ متعدد نسخے کہا یون کہنا مناسب ہے الا ان یکون وافق کذا فی الحاوی ولو شہد لمسلم ذمیان وللذمی مسلمان قضی بہ للمسلم تاتارخانیہ اور اگر گواہی دی مسلمان کی دو ذمیون نے اور ذمی کے واسطے دو مسلمانون نے تو لقیط مسلمان ہی کو دلایا جائیگا کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ دونون گواہیان صحت مین برابر ہین لیکن مسلم کو بسبب اسلام کے ترجیح ہوئی ویثبت نسبہ من ذمی لکن ہو مسلم استحسانا فینزع من یدہ قبل عقل الادیان مالم یشہد مسلمان انہ ابنہ فیکون کافرا اور ثابت ہوگا نسب لقیط کا ذمی سے بسبب دعوی نسب کے ولیکن لقیط مسلمان ہے بدلیل استحسان تو ذمی کے ہاتھ سے چھین لیا جائیگا قبل ادیان سمجھنے کے تاوقتیکہ ذمی دو مسلمانون کی گواہی سے ثابت نکرے کہ وہ اوسکا بیٹا ہے پھر جب یہ ثابت کریگا تو اب لقیط کافر ہوگا کذا فی النہر وجہ استحسان کی یہ ہے کہ دعوی ذمی متضمن نسب ہے اور اسمین لقیط کا فائدہ ہے باعتبار میراث کے اور متضمن اسلام مین اوسکا ضرر ہے اور ثبوت نسب کا فرزند ولد کا کافر ہونا ضرور نہین اسواسطے کہ کافر کا بیٹا مسلمان ہوجاتا ہے اپنی ماں کے مسلمان ہوجانے سے تو دعوی ذمی کی تصحیح ہوئی لقیط کی شفقت مین نہ اوسکی مضرت مین کذا فی التتارخانیہ عن المحیط ان لم یکن ای یوجد فی مکان اہل الذمة کقریتہم او بیعة او کنیسة لقیط کو بشرطیکہ اہل ذمہ کے مکان مین نہ پایا گیا ہو چنانچہ ذمیون کے گانون مین یا نصاری کے عبادتخانہ یا یہود کی پرستشگاہ مین والمسئلة رباعیة لانہا اما ان یجدہ مسلم فی مکاننا فیسلم او کافر فی مکانہم فکافر او کافر فی مکاننا او عکسہ فظاہر الروایة اعتبار المکان لسبقہ اختیار اور مسئلہ رباعیہ ہے اسواسطے کہ لقیط کو مسلم نے پایا ہمارے مکان مین یعنی اہل اسلام کی آبادی مین تو وہ مسلم ہے یا کافر نے پایا کافرون کی آبادی مین تو وہ کافر ہے یا کافر نے پایا ہمارے مکان مین یا مسلم نے پایا کافرون کے مکان مین تو ظاہر الروایة مین مکان کا اعتبار ہے بسبب سابق ہونے مکان کے کذا فی الاختیار شرح المختار یعنی مکان مقدم ہے اسواسطے کہ لقیط کا مکان مین ہونا متحقق ہے قبل وضع ید کے اور سبقت ترجیح کی اسباب سے ہے کذا فی النہر ویثبت نسبہ من عبد وہو حر وان ادعی انہ ابنہ من زوجتہ الامة عند محمد وکلام الزیلعی ظاہر فی اختیارہ اور ثابت ہوتا ہے نسب لقیط کا غلام سے بسبب دعوی نسب کے اور حالانکہ لقیط آزاد ہے اگرچہ غلام نے دعوی کیا ہو کہ لقیط اوسکا بیٹا ہے اوسکی اوس بیوی سے جو لونڈی ہے اسواسطے کہ مملوکہ کا ولد کا ہے آزاد ہوجاتا ہے قبل انفصال اور بعد انفصال کے برخلاف عتاق کے یہ قول محمد کا ہے اور زیلعی کا کلام اس قول کے اختیار کرنے مین ظاہر ہے ولو ادعاہ حران احدہما انہ ابنہ من ہذہ الحرة والآخر من الامة فالذی یدعیہ من الحرة اولی لثبوتہ من الجانبین زیلعی اور اگر لقیط کے نسب کا دعوی کیا دو آزادون نے ایک نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اس آزاد عورت سے اور دوسرے نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اس لونڈی سے تو جو شخص دعوی کرتا ہے آزاد عورت سے وہ مقدم ہے اسواسطے کہ ثابت ہونگے دو جانب سے کذا فی الزیلعی یعنی اثبات احکام نسب دو جانب سے متقدم ہے ایک جانب سے وان وجد معہ مال فہو لہ عملا بالظاہر ولو فوقہ او تحتہ او دابة ہو علیہا لا ما کان بقربہ اور اگر لقیط کے ساتھ مال پایا گیا تو اوسکا ہے ظاہر پر عمل کرنے سے یعنی ظاہر حال اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس نے لقیط کو ڈالا تو اوسکے صرف کو یہ مال بھی رکھدیا اگرچہ مال لقیط کے اوپر ہو یا نیچے یا کہ مال جانور ہو جسپر لقیط ہے نہ وہ مال جو اوسکے قریب ہے فیصرفہ الواجد او غیرہ الیہ بامر القاضی فی ظاہر الروایة لانہ مال ضائع تو اوس مال کو پانیوالا یا غیر اوسکا لقیط کی طرف صرف کرے قاضی کے حکم سے ظاہر الروایة مین اسواسطے کہ وہ مال ضائع ہے یعنی اوسکا کوئی محافظ اور مالک نہین تو ایسے مال مین ایسے مصرف کی طرف قاضی کو اختیار ہے کذا فی الفتح ولو قلد القاضی ولاءہ للملتقط صح ظہیریة لانہ قضاء فی فصل مجتہد فیہ فتحول لہ بعد بلوغہ ان یوالی من شاء مالم یعقل عنہ بیت المال خانیہ اور اگر قاضی نے لقیط کی ولا ملتقط کو اسواسطے مقرر کی تو صحیح ہے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ فصل مجتہد فیہ مین قضا ہے یعنی بعض علما کا یہ مذہب ہے کہ ملتقط مستحق کی مانند ہے کذا فی البحر ان لقیط کو جائز ہے کہ اپنے بالغ ہونے کے بعد موالات کرے جس سے چاہے جب تک بیت المال سے اوسکی جانب سے دیت نہ دیگئی ہو کذا فی الخانیہ یعنی اگر دیت بیت المال سے دی گئی ہوگی تو لقیط کو موالات کا اختیار نہین ہے بلکہ اوسکا مال اوسکی موت کے بعد بیت المال مین داخل ہوگا لان الخراج بالضمان ویدفعہ فی حرفة اور ملتقط لقیط کو سپرد کرے تو مناسب ہے جیسا کہ سیکھنے مین کہ مجتبی ... نہر الفائق مین یون مناسب ہے کہنا کہ اوسکو علم سکھاوے اور اگر اوسمین قابلیت علم کی نہو تو پیشہ سکھاوے ویقبض ہبتہ وصدقتہ اور اوسکا ہبہ اور خیرات پر ملتقط قبضہ کرے یعنی اگر لقیط کو کوئی شخص کوئی چیز بطور ہبہ یا خیرات کے دے تو اوسکو ملتقط محفوظ رکھے ولیس لہ ختنہ فلو فعل فہلک ضمن ولو علم الختان

انہ ملتقط فیضمن دفعا للضرر اور جائز نہیں ملتقط کو متنبہ کرنا لقیط کا پھر اگر اوسکو بیچ دیا سو وہ ہلاک ہو گیا تو ملتقط پر مال لازم ہوگا اور اگر متنبہ کرنے والی
جانا کہ وہ ملتقط ہے تو ضامن ہوگا کذا فی الذخیرہ وله نقله حیث شاء وینبغی منعه من مصر الی قریة بحر اور ملتقط کو جائز ہے اوسکا لیجانا جہاں چاہے
اور لائق ہے اوسکا روکنا شہر کے لیجانے سے گانون کیطرف کذا فی البحر اسواسطے کہ گانون میں اوسکی خو بگڑ جاتی ہے ولا ینفذ علی الملتقط علیه نکاح وبیع وکذا اجارة
فی الاصح لان الولایة علیه فی ماله ونفسه للسلطان لحدیث السلطان ولی من لا ولی له اور نافذ نہیں ہے نکاح اور بیع ملتقط کی بانند نہیں اور ایسا ہی
اوسکا اجارہ نافذ نہیں قول اصح میں اسواسطے کہ لقیط پر حکومت اوسکے مال اور جان میں سلطان کے واسطے ہے بسبب اس حدیث کے کہ بادشاہ اوسکا ولی ہے
جسکا کوئی ولی نہیں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو باع او کفل او دبر او کاتب او اعتق او وهب او تصدق وسلم ثم اقر انه عبد لزید لم یصدق
فی ابطال شیٔ من ذلک لانه متهم وتمامه فی الخانیة اگر لقیط نے بعد بلوغ کے بیع کی یا ضمانت کی یا اپنے غلام کو مدبر کیا یا مکاتب کیا یا آزاد کیا یا ہبہ کیا یا صدقہ
دیا اور قبضہ کرا دیا پھر اقرار کیا کہ وہ شخص زید کا غلام ہے تو اوسکی تصدیق نکیجائیگی تصرفات مذکورہ کے ابطال میں اسواسطے کہ وہ اس اقرار میں متہم ہے اور پورا بیان
اوسکا خانیہ میں ہے ونحوه فی الکشف کاللقیط اور شخص مجہول النسب لقیط کے مانند ہے علما دین نے کہا ظاہر اطلاق اسپر دلالت کرتا ہے کہ لقیط کے جمیع احکام مجہول النسب
میں جاری ہیں واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب اللقطة

یہ کتاب ہے لقطہ کے احکام میں ہی بالفتح وتسکن اسم وضع للمال الملتقط یعنی لقطہ
بضم لام وفتح قاف ہے اور سکون قاف بھی جائز ہے یہ اسم مال ملتقط کے واسطے موضوع ہے کذا فی شرح العینی وشرعا مال یوجد ضائعا ابن کمال اور اصطلاح شرعی میں
لقطہ وہ مال ہے جو ضائع پایا جاوے یعنی مال غیر محفوظ جسکا مالک معلوم نہو وفی التاتارخانیة عن المضمرات مال یوجد ولا یعرف مالکه ولیس بمباح
کمال الحربی اور تاتارخانیہ میں مضمرات سے تعریف لقطہ یون ہے کہ وہ مال پایا جاوے اور اوسکا مالک معلوم نہو اور وہ مباح نہو حربی کے مال کے مانند وفی المحیط رفع شیٔ
ضائع للحفظ علی الغیر لا للتملیک اور محیط میں ہے کہ لقطہ عبارت ہے چیز ضائع کے اوٹھا لینے سے حفاظت کے واسطے غیر شخص کے نہ واسطے تملیک کے ہم لقطہ شی مرفوع ہے پس
یہان رفع بمعنی مرفوع ہے اور بہتر یہہ ہے کہ تملیک کے مقام پر تملک ہو کذا فی الطحطاوی وهذا یعم ما علم مالکه کالواقع من السکران وفیه انه امانة لا لقطة
لانه لا یعرف بل یدفع لمالکه اور یہہ تعریف محیط کی اوس مال کو بھی شامل ہے جسکا مالک معلوم ہو جیسا کہ گری چیز مست سے اور اس تعمیم میں یہ خلل ہے کہ مست کی گری چیز
امانت ہے لقطہ نہیں ہے اسواسطے کہ وہ چیز پہچانی نہیں جاتی بلکہ اوسکے مالک کو دیدیجاتی ہے ندب رفعها لصاحبها ان امن علی نفسه تعریفها والا فالترک اولی اور مستحب ہے
چیز کا اوٹھا لینا اوسکے مالک کیواسطے نفس سے اگر اعتماد ہو اپنی ذات پر اوسکی تعریف کرے گا اور اگر اعتماد نہو یعنی شک ہو تعریف اور عدم تعریف میں تو اوسکا
ترک بہتر ہے وفی البدائع وان اخذها لنفسه حرم لانها کالغصب اور بدائع میں ہے اور اگر لقطہ کو اپنے واسطے لیگا تو حرام ہے اسواسطے کہ وہ غصب کے برابر ہے وفا
وجب ای فرض فتح وغیره عند خوف ضیاعها کما مر لان لمال المسلم حرمة کما لنفسه فلو ترکها حتی ضاعت اثم وهل یضمن ظاهر کلام النهر لا و
ظاهر کلام المصنف نعم لما فی الصیرفیة حمار یاکل حنطة انسان فلم یمنعه حتی اکل قال فی البدائع الصحیح انه یضمن اور واجب ہے لقطہ کا اوٹھانا
یعنی فرض ہے کذا فی الفتح وغیرہ اوسکے ضائع ہونیکے خوف کیوقت چنانچہ کتاب اللقیط میں مذکور ہو چکا ہے اسواسطے کہ مسلمان کے مال کیواسطے حرمت ہے جیسے اوسکی جان کی حرمت ہے سو اگر اوسکو چھوڑ دیا
یہان تک کہ وہ مال ضائع ہو گیا تو وہ گنہگار ہوگا اور کیا اوسپر ضمان لازم آویگا یا نہیں ظاہر کلام نہر الفائق یہہ ہے کہ ضمان نہیں اور ظاہر کلام مصنف کا اوسکی شرح میں یہہ ہے کہ
اوسپر ضمان ہو اسواسطے کہ صیرفیہ میں ہے کہ ایک گدہا کسی انسان کے گیہون کہاتا ہے سو اوس شخص نے اوسکو نہ روکا یہانتک کہ وہ کہا گیا بدائع میں کہا قول صحیح یہہ ہے کہ وہ ضمان دیگا
انتہی ومعتمد علیه نہر الفائق کا قول ہے یعنی عدم ضمان چنانچہ فتح القدیر کی آئندہ روایت اسکی مؤید ہے اور مسئلہ حماریہ میں اتلاف مشاہد اور محقق ہے بخلاف ترک لقطہ کہ یہان تلف
غیر مشاہد اور غیر محقق ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ لقطہ ایسے شخص کے ہاتھ میں آوے جو اوس سے زیادہ امین ہو کذا فی الطحطاوی وفی الفتح وغیره لو رفعها ثم ردها الی مکانها
لم یضمن فی ظاهر الروایة اور فتح القدیر وغیرہ میں ہے کہ اگر لقطہ اوٹھا لیا پھر وہین رکھدیا تو ضامن نہوگا ظاہر الروایہ میں اور مقابل ظاہر الروایہ کے قول ہے وصح
التقاط صبی وعبد لا مجنون ومدهوش ومعتوه وسکران لعدم الحفظ منهم اور صحیح ہے لقطہ اوٹھانا لڑکے اور غلام کا نہ مجنون اور مدہوش اور معتوہ اور مست کا
بسبب حفاظت نہونیکے اون سے ہم جب صبی اور غلام لقطہ اوٹھاویگا تو تعریف ولی اور مولے پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فان اشهد علیه بانه اخذه لیرده

علی انه ویکفیه ان یقول من سمعتموه ینشد لقطة فدلّوه علیّ سو اگر اوسنے لقطہ لینے پر شاہد کیا اسطرح کہ اوسنے لقطہ لیا ہے تا اوسکو پہیر دیوے اوسکے
مالک کو اور شاہد کر نیکے واسطے اتنا کہنا بہی کافی ہے کہ جسکو تم سنو کہ لقطہ تلاش کرتا ہے تو اوسکو میرے پاس بہیجدیجیو وعرّفها ای نادی علیها حیث وجدها
وفی المجامع اور تعریف کرتا رہے یعنی اوسپر پکارتا رہے جہان اوسکو پایا اور مجامع ناس مین یعنی مساجد کے ابواب اور بازارون مین اور رستون مین یون پکارتا
رہا کہ مین نے کسیکی چیز پائی ہے جس مین اوسکے مالک کو نہین جانتا تو اوسکا مالک میرے پاس آوے اور اوسکا پتا بتادے کذا فی المنح اور اگر اوسکی تعریف سے عاجز ہو تو دوسرے
شخص کو دے کہ وہ تعریف کرے کذا فی التاتارخانیہ الی ان علم ان صاحبها لا یطلبها او انها تفسد ان بقیت کالاطعمة والثمار یہان تک پکارتا رہے کہ معلوم
ہوجاے کہ اوسکا مالک اب تلاش نکرتا ہوگا یا یہان تک کہ لقطہ سڑ جائیگا اگر باقی رکہا جاے جیسے کہانے کی بعض چیزین یا پہل ہم علم سے مراد ظن غالب ہو علم یقینی نہین
یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المضمرات اور ظاہر الروایہ مین ایک سال کی تعریف ہے مطلقًا کذا فی المبسوط پہر تقدیر سال مین اقوال ہین کہ ہر جمعہ مین یا ہر مہینہ یا ہر ششماہی علی الدوام
تعریف کرے اور تلاش کی قید سے معلوم ہوا کہ جو چیز لائق طلب نہو جیسے کہجور کی افتادہ گٹہلیان یا انار کے چہلکے تو اوس سے فائدہ لینا بلا تعریف جائز ہے لیکن مالک کی
ملک اوس سے زائل نہین ہوتی اسواسطے کہ تملیک مجہول سے صحیح نہین مگر جب پہینکنے کیوقت قوم متعین سے کہا جو اوٹہالے وہ مالک ہے اور یہی حکم ہے التقاط سنابل کا
کانه مجمعه کذا فی الحاوی فکانت امانة لم تضمن بلا تعدٍّ بشرط اشہاد اور تعریف مذکور کے لقطہ ملتقط کے ہاتھ مین امانت ہوگا یعنی بلا تعدی لائق ضمان نہین
فلو لم یشهد مع التمکن منه او لم یعرّفها ضمن ان انکر ربها اخذه للرد وقبل الثانی قوله بیمینه وبه ناخذ حاوی واقره المصنف وغیره
سو اگر ملتقط نے کسیکو گواہ نکیا باوجود اوسکے قادر ہونے کے یا اوسنے تعریف نکی تو ضامن ہوگا اگر اوسکا مالک انکار کرتا ہو پہیر دینے کی نیت سے لینے کو اور قبول کیا ہے
ابو یوسف نے قول ملتقط کا اوسکی قسم کے ساتھ اور اسی قول کو ہم لیتے ہین یعنی یہی مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی اور ثابت رکہا اسکو مصنف وغیرہ نے ہم قول صحیح مین محمد
بہی ابو یوسف کے ساتھ ہین کذا فی الینابیع تو اب صاحبین کے قول پر فتوی ہوا ولو من الحرم او قلیلة او کثیرة فلا فرق بین مکان ومکان ولقطة ولقطة
اگرچہ لقطہ حرم کا ہو یا کم یا زیادہ ہو تو کچہ فرق نہین درمیان ایک مکان کے دوسرے مکان سے اور نہ ایک لقطہ کے دوسرے لقطہ سے ہم لقطہ حل اور حرم کی تعریف مین
کچہہ فرق نہین امام اعظم اور مالک اور شافعی اور احمد کے ایک قول مین اور دوسرا قول امام شافعی کا یہہ ہے کہ ہمیشہ تعریف کرتا رہے یہان تک کہ مالک اوسکا پیدا ہو اسواسطے
کہ صحیحین مین بروایت ابو ہریرہ حدیث مرفوع یون وارد ہے کہ لا تحل ساقطتها الا لمنشد یعنی حلال نہین لقطہ مکہ کا مگر معرف کے واسطے اور اسمین تعریف کی قید نہین
تو دوام ثابت ہوا اوسکا جواب یہہ ہے کہ مطلب حدیث کا یہہ ہے کہ التقاط حلال نہین مگر معرف کو اور اپنے واسطے لینا حلال نہین اور تخصیص مکہ واسطے دفع اس وہم کے
ہے کہ کوئی وہان کی تعریف کو ساقط سمجہے اس سبب سے کہ ظاہرا وہ چیز مسافرون کی ہے جو متفرق ہوگئے تو اب تعریف سے کیا فائدہ کذا فی الفتح اور اسیطرح لقطہ قلیل
اور کثیرہ کی تعریف مین کچہہ فرق نہین قول معتمد مین اور غیر معتمد یہہ قول ہے کہ دو سو درم یا زیادہ کی سال بہر تعریف چاہیے اور دس درم سے زیادہ کی دوسو تک ایک
مہینہ اور دس درم کی سات دن اور تین درم کی تین دن اور ایک درم کی ایک دن تعریف چاہیے کذا فی الحاوی فینتفع الرافع بها لو فقیرا والا تصدق بها
علی فقیر ولو علی اصله وفرعه وعرسه الا اذا عرف انها لذمی فانها توضع فی بیت المال تاتارخانیہ پہر بعد تعریف کے اوٹہانیوالا منتفع ہو لقطہ سے اگر
محتاج ہو اور اگر محتاج نہو تو اوسکو فقیر پر تصدق کرے اگرچہ فقیر اوسکی اصل اور فرع اور زوجہ ہو مگر جب کہ معلوم ہوجاے کہ لقطہ ذمی کا ہے تو وہ بیت المال مین رکہا جائیگا کذا فی
التاتارخانیہ وفی القنیة لو رجا وجود المالک وجب الایصاء اور قنیہ مین ہے کہ اگر وجود مالک کی امید ہو تو اوسکی وصیت کرنا واجب ہے والا واجب نہین
کذا فی البحر فان جاء مالکها بعد التصدق خیر بین اجازة فعله ولو بعد هلاکها وله ثوابها پہر اگر اوسکا مالک بعد تصدق کرنیکے آیا تو وہ مختار ہے
تصدق کی اجازت دینے مین اگرچہ بعد ہلاک لقطہ کے اجازت واقع ہوا اور اوسی مالک کو اوسکے تصدق کا ثواب ہوگا او تضمینه والظاهر انه لیس للوصی والاب
اجازتها یا مالک مختار ہے ضمان لینے مین ظاہر یہہ ہے کہ مالک صغیر کے وصی اور باپ کو اجازت تصدق کا اختیار نہین وفی الوهبانیة الصبی کبالغ فیضمن ان
لم یشهد لا ابیه او وصیه التصدق وضمانها فی مالها لا مال الملتقط اور وہبانیہ مین ہے کہ صغیر بالغ کے برابر ہے تو ضمان اوسپر لازم آویگا اگر اوسنے اوٹہانیکے
وقت شاہد نکیا ہو پہر اوسکے باپ یا وصی کو تصدق کرنا اور لقطہ کا ضمان دینا جائز نہین اپنے مال سے صغیر کے مال سے ولو تصدقه بامر القاضی فی الاصح کان له ان یضمنه

اعتاقہ جاز والامام تولی ذلک لانہ لیس تمکن فی بیت المال العیوب غیر ادیہ ذخیرہ المتقطر لازم ہو اگرچہ اوسنے امر قاضی تصدق کیا ہو چنانچہ اوسکو ضامن ہو کرتا نہیں
یا ادا کیا تو ضمان الملتقط یا الامام نے بھی تصدق کیا ہو اسواسطے کہ یہہ خیرات کرنا ہو غیر کے مال میں بغیر اوسکے اذن کے کذا فی الذخیرہ او یضمن المسکین ان اھلکھا
ولیس لہ ان یرجع بہ علی نہیکہ یا تیمان مالک اوس فقیر سے جسنے اوس کا مال خیرات میں پایا اور دونوں میں سے کسی سے تاوان لے وہ دوسرے سے نہیں لے سکتا فلو العین قائمۃ
اخذہا من الفقیر اور اگر وہ چیز قائم اور موجود ہو تو اوسکو فقیر سے لے ولا شیء للملتقط لمال اوبھیمۃ ادخال من الجعل اصلا الا بالشرط کمن رد کذا
دلہ کذا اولہ اجر مثلہ تاتارخانیہ ہو کا جایتۃ فاسیۃ اور مال یا جانور یا میں گم شدکے ملتقط کو ستہ کچہہ مال عوض التقاط کے ہرگز نہیں مگر اس شرط سے چنانچہ مالک نے
کہا کہ جو اوسکو لاوے اوسکے واسطے اتنا مال ہے تو اوسکو اجرت مثل ملیگی کذا فی التاتارخانیہ جیسے اجارہ فاسدہ میں اجرت مثل ملتی ہو وندب التقاط البھیمۃ
الضالۃ و تعریفہا اما ان یخاف ضیاعہا فیجب وکرہ لو معہا ما تدفع بہ عن نفسہا کقرن لبقرۃ وکدم لابل تاتارخانیہ اور بہولے بہٹکے جانور کا التقاط اور تعریف
مستحب ہو جبکہ اوسکے ضائع ہونیکا خوف نہو پہر اگر خوف ہو تو التقاط واجب ہے اور التقاط مکروہ ہی اگر جانور کے ساتہہ وہ چیز ہو جس سے وہ اپنی جان بچا سکے غیر کو
ہٹا کر جیسے سینگ گائی بیل کے اور دانت ہی کاٹنا اونٹ کیواسطے کذا فی التاتارخانیہ ہم قاموس میں ہے کہ بہیمہ وہ جانور ہو جسکے چار پانون ہوں اگرچہ پانی میں رہتا ہو
یا ہر جانور بی تمیز کا نام بہیمہ ہے تو بموجب تفسیر ثانی کے دواب اور طیور اور اونٹ اور بیل اور بہیڑ بکری اور مرغی اور پالو کبوتر کو لفظ بہیمہ شامل ہے اور یہہ جو حدیث صحیح
میں آیا ہے ہی سے نہی وارد ہی اوسکا جواب مبسوط میں یوں آیا ہی کہ یہہ حکم تہا بسبب غلبہ اہل صلاح کے اور ہمارے زمانے میں تو اہل فساد اور اہل طمع کا غلبہ ہی ہرگز
اطمینان نہیں کہ اہل خیانت اوسکو چہوڑیں تا مالک پاجاوے تو اب اوسکا التقاط ہی فضل ہے تا مومن کا مال محفوظ رہی ولو کان الالتقاط فی الصحراء ان ظن انہا
ضالۃ معاوی اگرچہ التقاط بہیمہ جنگل میں واقع ہو بشرطیکہ اوسکی گمشدگی کا ظن غالب ہو کذا فی ملتقط الحاوی وھو فی الانفاق علی اللقیط واللقطۃ متبرع لقصور
ولایتہ اور ملتقط لقیط اور لقطہ پر خرچ کرنے میں احسان کا کرنے والا ہے بسبب اپنے بقصور ولایت کے یعنی صرف کا تقاضا مالک سے نہیں کرسکتا جیسے غیر کا دین ادا کر دیتا ہو ان
اوسکے امر کے کذا فی البحر الا اذا قال لہ قاض انفق لترجع فلو لم یذکر الرجوع علیہ لا یکون دینا فی الاصح او یصدقہ اللقیط بعد بلوغہ کذا فی المجمع ای یصدقہ
علی ان القاضی قال لہ ذلک لا مازعمہ ابن ملک فھم اگر بہ وقت صرف مذکور دین ہوگا جبکہ ملتقط سے کسی قاضی نے کہا کہ خرچ کر تا پہیر لیوے سو اگر قاضی پہیر لینے کو نہ ذکر کرے
تو اوسکے مالک پر دین نہوگا قول اصح میں یا اوسیو دین ہوگا جبکہ لقیط ملتقط کی تصدیق کرے اپنے بالغ ہونیکے بعد کذا فی المجمع یعنی لقیط اوسکی اسپر تصدیق کرے کہ
قاضی نے اوس سے پہیر لینے کو کہا ہی اور اسکا وہ مطلب نہیں جسکو ابن ملک نے گمان کیا ہے کذا فی النہر وھم ابن ملک شارح مجمع نے تصدیق لقیط کا یہہ مطلب سمجہا ہی کہ
جب قاضی نے انفاق کا حکم نکیا اور ملتقط نے دعوی کیا کہ قاضی نے حکم کیا ہی اور لقیط نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو پہیر لینے کا اختیار ہے کذا فی الطحاوی فتقرر
المدیون رب اللقطۃ وأب اللقیط اوسیدہ او ھو بعد بلوغہ پہر دریافت کرنا چاہیے کہ در صورت رجوع مدیون لقطہ کا مالک ہے اور لقیط کا باپ یا اوسکا مولا یا خود
لقیط بعد البلوغ ہو بالغ ہونے کے وان کان لھا نفع اجرھا باذن الحاکم وانفق علیہا منہ کالضال بخلاف الآبق ویجیء فی بابہ اور اگر لقطہ جانور لائق ہو
انتفاع کے جیسے گم ہوا گہوڑا اور اونٹ تو اوسکو اجارہ دے ملتقط حاکم کے اذن سے اور اوسپر صرف کرے اوسکی اجرت سے بخلاف غلام گریختہ کے کہ اوسکا اجارہ
صحیح نہیں اوسکے بہاگ جانیکے خوف سے اور یہہ عنقریب آتا ہی باب الآبق میں وان لم یکن نفع باعہا القاضی وحفظ ثمنہا ولو الانفاق اصلح امر بہ لان ولایتہ
نظریۃ اختیار فلو لم یکن ثمۃ نظر لم یبعد کونہ کی بیچنا اور اگر جانور میں نفع لائق اجارہ کے نہو چنانچہ بہیڑ بکری میں تو قاضی اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت رکہہ چہوڑے
اور اگر خرچ کرنا اوسپر بہتر ہو مالک کے واسطے تو قاضی ملتقط کو خرچ کرنیکا امر کرے دو تین دن تک باسید ظہور مالک کذا فی البحر عن الہدایہ اسواسطے کہ قاضی کی ولایت نظری ہے یعنی
مال مسلمان کے واسطے ہی سو اگر دوام مال میں مصلحت نہو تو اوسکا امر بالانفاق نافذ نہیں کذا فی الفتح بحثا ولہ منعہا من ربہا لیاخذ النفقۃ فان ھلکت بعد حبسہ
سقطت وقبلہ لا اور ملتقط کو جائز ہے دینا لقطہ کا مالک کو نفقہ لینے کے واسطے پہر اگر لقطہ ہلاک ہوگیا بعد حبس ملتقط کے تو نفقہ ساقط ہوگیا اور قبل حبس کے ہلاکی سے ساقط نہیں
ولا یدفعہا الی مدعیہا جبرا علیہ بلا بینۃ اور ملتقط لقطہ نہدے اوسکے مدعی کو زبردستی بدون گواہی کے یعنی در صورت تعلیق ملتقط کو دینے کا اختیار ہی فان
بین علامۃ حل الدفع بلا جبر وکذا یحل ان صدقہ مطلقا بین اولا ولہ اخذ کفیل الا مع البینۃ فی الاصح نہایہ پہر اگر مدعی نے کوئی علامت

لقطہ کی بیان کی اور موافق پڑی تو دینا جائز ہے بلا جبر اور اسیطرح جائز ہے دینا اگر ملتقط نے مدعی کی تصدیق مطلقا کی خواہ اوس نے علامت بیان کی ہو یا نہ بیان
کی ہو اور جائز ہے ملتقط کو ضامن لینا مدعی سے مگر گواہی کے ساتھہ جائز نہیں قول اصح مین کذا فی النہایۃ التقط لقطۃ فضاعت منہ ثم وجدھا فی ید غیرہ فلا
خصومۃ بینہما بخلاف الودیعۃ مجتبی ونوازل لکن فی السراج الصحیح ان لہ الخصومۃ لان یدہ احق ایک شخص نے لقطہ اوٹھایا سو ضایع ہوگیا اوسکے پاس سے
پہر اوسکو پایا غیر کے ہاتہہ مین تو دونون مین خصومت نہین یعنی ملتقط اول کو مطالبہ نہین بخلاف ودیعت کے کذا فی المجتبی والنوازل لیکن سراج مین صحیح قول یہہ ہے کہ
اوسکو خصومت کرنا درست ہے اسواسطے کہ اوسکا ہاتہہ زیادہ تر حقدار ہے بسبب سبقت کے علیہ دیون ومظالم جہل اربابہا وآیس من علیہ ذلک من معرفتہم
فعلیہ التصدق بقدرہا من مالہ وان استغرقت جمیع مالہ ھذا مذھب اصحابنا لا نعلم بینہم خلافا فالمن فی یدہ عروض لا یعلم مستحقہا
اعتبارا للدیون بالاعیان ایک شخص پر ایسے دیون اور مظالم ہین جنکے لوگ معلوم نہین اور جسپر یہہ دیون اور مظالم ہین وہ اونکی پہچان سے ناامید ہوگیا تو اوسپر تصدق
واجب ہے اوسکے برابر اپنے خاص مال سے اگرچہ اوسکا تمام مال اسمین کہپ جاوے یہہ مذہب ہے ہمارے اصحاب کا ہمین اونکا اختلاف ہمکو معلوم نہین چنانچہ جسکے ہاتہہ مین اسباب جاکر
اور اسباب ہین جنکے مستحق معلوم نہین تو اوسپر تصدق واجب ہے دیون کا اعتبار اسباب پر کرکے ہم مظالم یعنی سرقہ غصب اور اگر اصحاب دیون اور مظالم یا اونکے وارث
معلوم ہون تو بری الذمہ نہوگا دنیا اور آخرت مین بدون اونکو دینے کے اور اسیطرح اگر اونکی معرفت کی توقع ہو تو تصدق جائز نہین اور تصدق سے یہہ مراد نہین
کہ اونکی تصدق کا ثواب اونکے اصحاب کو ہوگا اسواسطے کہ تصدق کیواسطے اونکا اذن ثابت نہین بلکہ مراد یہہ ہے کہ تصدق خدا کے نزدیک ذخیرہ ہے حق تعالی سے امید ہے
کہ اوسکے خصماء مین کو اوسکے سبب سے راضی کردیگا کذا فی الطحطاوی ومتی فعل ذلک سقط عنہ المطالبۃ من اصحاب الدیون فی العقبی مجتبی اور جب کہ یہہ تصدق
کریگا تو اوسپر مطالبہ اصحاب دیون کا آخرت مین ساقط ہوگا کذا فی المجتبی طحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ واللہ اعلم یہہ ہے کہ دیون اور مظالم مذکورہ مال ضایع کی
مانند ہین اور فقرا اوسکے مصرف ہین درصورت نہ معلوم ہونے مستحقین کے اور اداء دین مین حق تعالی کو اوسکی صدق نیت معلوم ہے اور توبہ سے ارتکاب ظلم کا گناہ ساقط
ہوگا واللہ تعالی اعلم وفی العمدۃ وجد لقطۃ وعرفہا ولم یجد ربہا فانتفع بہا لفقرہ ثم ایسر یجب علیہ ان یتصدق بمثلہ اور عمدہ مین ہے کہ
ایک شخص نے پایا لقطہ اور اوسکی تعریف کی اور اوسکے مالک کو نہ دیکہا سو اوس سے منتفع ہوا اپنی محتاجی کے سبب سے پہر مقدور اوسکو ہوا تو واجب ہے اوسپر خیرات کرنا
اوسکے مانند یعنی بعوض اوسکے مات فی البادیۃ جاز لرفیقہ بیع متاعہ ومرکبہ وحمل ثمنہ الی اھلہ ایک شخص مرگیا جنگل مین تو اوسکے رفیق کو اوسکے
اسباب اور سواری کا بیچنا اور قیمت اوسکی اوسکے لوگون کو پہونچانا جائز ہے ہم کہتا ہے یہہ شرط ہے کہ جنگل بعید ہو وطن سے والا بعینہ اوسکا اسباب پہونچانا چاہیے حطب وجد فی
الماء ان لہ قیمۃ فلقطۃ والا فحلال لآخذہ کسائر المباحات الاصلیۃ وہ لکڑی پانی مین پائی اگر وہ قیمت والی ہے تو وہ لقطہ ہے اور اگر قیمتی نہین تو
اوسکے لینے والیکو حلال ہے چنانچہ باقی مباحات اصلیہ کا لینا حلال ہے کذا فی الدرر وفی الحاوی غریب مات فی بیت انسان ولم یعرف وارثہ فترکتہ
کاللقطۃ ما لم یکن کثیرا فلبیت المال بعد الفحص عن ورثتہ سنین فان لم یجدہم فلہ لو مصرفا اور حاوی مین ہے کہ مسافر مرگیا ایک انسان کے گہر مین اور
اوسکے وارث کو نہین جانتا کہ کہان ہے تو اوسکا متروکہ لقطہ کے مانند ہے حکم مین جبتک زیادہ نہو اور اگر زیادہ ہوگا تو بیت المال کے واسطے ہے بعد تلاش کرنے اوسکے وارثون کو
چند سال تک سو اگر وارثون کو نہ پایا تو وہی انسان اوسکو لے اگر وہ مصرف ہو یعنی فقیر ہو ہم کہتا ہے یہہ تقریر اوسکی جو لقطہ کی تشبیہ سے مفہوم ہوا دخلت حمامۃ اخری برجہ وفرخت
بہا اھلی لغیرہ لا ینبغی لہ ان یأخذہا وان اخذ طلب صاحبہ لیردہ علیہ لانہ کاللقطۃ فان فرخ عندہ فان کانت الام غریبۃ لا یتعرض لفرخہا لانہ
ملک الغیر وان الام لصاحب المحضنۃ والغریب ذکر فالفرخ لہ ولو لم یعلم ان بہ برجہ غریبا لا شئ علیہ ان شاء اللہ تعالی کبوتر کے برج مین یعنی
اونکے رہنے کا مکان ہے اوسمین غیر کے پالو کبوتر مل گئے تو لائق نہین صاحب مکان کو اوسکا لینا اور اگر لے تو بواسطے تعریف کے اوسکے مالک کو طلب کرنا اوسکو پہیر دینا چاہیے
کہ وہ لقطہ کی مانند ہے سو اگر غیر کے کبوتر نے بچہ دیا سو اگر ان مسافر ہو تو مالک مکان اوس سے متعرض نہو کہ غیر کی ملک ہے اسواسطے کہ جانور کا بچہ ماں کا تابع ہوتا ہے اور کبوتری
اگر صاحب مکان کی ہے اور کبوتر مسافر تو بچہ مکان والے کا ہے اور اگر اوسکو معلوم نہین کہ اوسکے برج مین غیر کا مسافر کبوتر ہے تو اوسپر کچھہ گناہ نہین انشاء اللہ تعالی قلت فہ
اذا لم یملک الفرخ فان فقیرا اکلہ وان غنیا تصدق بہ ثم اشتراہ وھکذا کان یفعل الامام ملک ہونے مین کہتا ہون اور جب مکان والا مالک بچہ کا نہوا

جبکہ ان مال والون حقداران کا پتہ معلوم نہ ہون

تو اگر وہ فقیر ہو تو اوسکو کہا دے اور اگر غنی ہے تو محتاج کو تصدق کر دے پیر اوس سے خرید کرے مگر جاہیے شمس الائمہ سرخسی نے کہا اسیطرح ہمارے استاد شمس الائمہ حلوانی
کہا کرتے تھے کذا فی السراج عن الظہیریۃ وفی الوھبانیۃ مرّ بثمار تحت اشجار فی غیر امصارٍ لا بأس بالتناول مالم یعلم النہی صریحًا او دلالۃً وعلیہ الاعتماد
اھ وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص میلون پر ہوکر نکلا جو درختون کے نیچے پڑی ہیں شہرون کے سوا دیہات مین تو اوسکے کہانے کا کچھ مضایقہ نہین جبتک نہی صریحًا یا دلالۃً معلوم
ہو اور یہی قول پر اعتماد ہے ہم شرح وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص درختون کے نیچے پڑے پہلون پر ہوکر نکلا تو اگر وہ شہر میں ہو تو اوسکا کہانا درست نہین مگر
اس شرط سے کہ معلوم ہو جاوے کہ اوسکے مالک نے مباح کر دیا ہے خواہ بتصریح اباحت ثابت ہو یا دلالت حال سے ہو اسلئے کہ شہر مین مباح کر دینے کی عادت نہین اور
اگر باغ میں ایسے پہل ہوں جو سالہا سال باقی رہتے ہیں اور سڑتے نہین جیسے اخروٹ اور بادام تو اوسکا لینا جائز نہین جبتک اون کا مالک معلوم ہو اور
ایسے پہل میں جو مدت تک باقی نہین رہسکتے ہم اوسمین خلاف ہے بعضون نے کہا کہ بدون ثبوت اباحت لینا جائز نہین اور بعضون نے کہا کچھ مضایقہ نہین جبتک
صراحۃً یا دلالۃً یا عادۃً نہی معلوم ہو اور اسی قول پر اعتماد ہے اور اگر دیہات اور قریات مین ہو تو اگر پہل باقی رہنے والے ہیں تو اوسکا لینا بدون دریافت اذن
مالک کے جائز نہین اور اگر ایسے ہون جو باقی نہین رہتے جلد سڑ جاتے ہین تو یہ قول بالاتفاق ہے کہ اوسکا لینا درست ہے جبتک نہی معلوم ہو اور اگر پہل درختون
میں ہو تو شہر اور گانوؤن میں کہین لینا درست نہین بلا اذن مالک کے مگر یہ کہ موضع کثیر الثمار ہو اور معلوم ہو کہ ایسی جگہہ بخل نہین کرتے ہین تو اوسکو کہانا
درست ہے لیکن لادنا جائز نہین انتہے ملخصًا کہا المحشی دیکہنے کہ اب تو نے جانا کہ شارح کا کلام مجمل ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے جو ہمنے مذکور کی وذہاب واحد
لقطًا حامت الیہ جاز کجوز وکمثری ذکرہ فی الخزانۃ اور وہبانیہ میں ہے اور سیب انار و کو نہر جاری سے لینا جائز ہے اور اخروٹ میں لینا جائز نہین
ہم نہر جاری کی قید اتفاقی ہے ہو اسلئے کہ ہر پانی کا یہی حکم ہے سیب انار و کا لینا بسبب جلد سڑ جانیکے جائز ہے اور اخروٹ کا نہ لینا بسبب نہ سڑنے کے اور
مالک کیواسطے رکہنا درست ہے اگر قیمتی ہو ورنہ اسواسطے بہی لینا جائز ہے کذا فی الحلبی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الآبق

یہ کتاب ہے آبق یعنی غلام گریختہ کے حکم میں مناسبتہ عرضیۃ التلف والزوال کتاب الآبق کی مناسبت کتاب اللقطہ وغیرہ سے عارض ہونا تلف اور زوال کا ہے لیکن لقیط اور
لقطہ میں حرز من تلف باعتبار ذات کے ہے اور آبق میں باعتبار انتقاء مولی کے ہے نہ باعتبار اوسکی ذات کے والاباق انطلاق الرقیق تمردًا کذا عرفہ
ابن کمال لیدخل الہارب من مؤجرۃ ومستعیرۃ ومودعۃ ووصیۃ اور اباق عبارت ہے بہاگ جانے سے غلام کے چلے جانے سے ازراہ نافرمانی اور سرکشی یہی
تعریف کی ہے ابن کمال نے تاکہ داخل ہے آبق کی تعریف میں وہ غلام جو بہاگ گیا مولی کے مستاجر اور عاریت لینے والے اور امانتدار اور وصی کے
پاس سے ہم موجر بفتح جیم مستاجر اور مودع بفتح دال ہے کذا فی الحلبی اور وہی عام ہے ترکیب ہو یا قاضی کیطرف ہو اخذہ ای اخذ الآبق لمن قدر ضیاعہ
غلام گریختہ کا پکڑ لینا فرض ہے اگر خوف ہو اوسکے ضائع ہونیکا یعنی مولی کے ہاتہ سے اور کہو جانیکا ہو اسلئے کہ پکڑ رکہنے میں مال مسلم کا قائم رکہنا ہے ویحرم لنفسہ لا
لنفسہ اور حرام ہے اوسکا پکڑ لینا اپنی ذات کیواسطے ویندب اخذہ ان قوی علیہ والا فلا ندب کما فی البدائع وحکم اخذہٖ کاللقطۃ اور اوسکا
پکڑ لینا مستحب ہے اگر وہ شخص گرفتار کرنے پر قادر ہو یعنی اوسکے نگاہ رکہنے اور ایصال پر قادر ہو اور اگر عاجز ہو تو استحباب نہین ہو اسلئے کہ بدائع مین ہے کہ اوس کی
گرفتاری کا حکم لقطہ کی مانند ہے فان ادعاہ آخر دفعہ الیہ ان برہن واستوثق منہ بکفیل ان شاء لجواز ان یدعیہ آخر ویحلفہ الحاکم ایضًا
باللہ ما اخرجہ عن ملکہ بوجہ پہر اگر غلام گریختہ کا دوسرے شخص نے دعوی کیا تو اوسکو دیدے اگر اوس نے گواہی سے اپنا دعوی ثابت کیا اور اوس سے ضامن لے اگر چاہے
بسبب جواز اس بات کے کہ شاید اوسکا دوسرا مدعی ہو اور حاکم بہی اوس سے خدا کی یون قسم لے کہ اوس نے غلام کو اپنی ملک سے کسیوجہ سے خارج نہین کیا یعنی نہ ہبہ کیا نہ بیع ہم یہ مسئلہ
اوس اصل پر مبنی ہے جنمیں گواہی اور قسم مجتمع ہو جاتی ہے اسلئے کہ ایک کا مقصود دوسرے کے مقصود کے مغایر ہے کذا فی الطحطاوی یعنی گواہی سے ثبات ملک مقصود ہے اور قسم سے
ابقاء ملک وان لم یبرہن عطف علی ان برہن فاقر العبد انہ عبدہ او ذکر المدعی علامتہ وحلیتہ دفع الیہ بکفیل اور اگر مدعی گواہ نہ لایا اور غلام نے
اقرار کیا کہ وہ اوس کا غلام ہے یا مدعی نے اوسکی علامت یا اوسکی صورت شکل مطابق واقع بیان کی تو اوسکو ضامن لیکر دیدے کہا وان لم یبرہن عطف ہے ان برہن پر
اسکو ان متصلہ نہیں ہوا طحطاوی نے علامہ نوح سے نقل کیا کہ دونو صورت بینہ دفع واجب اور دونو صورت اقرار اور ذکر علامت واجب نہین فان انکر المولی اباقہ یحلف لا ان

يبرهن على اباقه او على اقرار المولى بذلك يعني سو اگر مولے اوسکے بہاگنے کا منکر ہو محنتانہ دینے کے خوف سے تو خدا کی قسم کہاوے کہ وہ نہین بہاگا گرفتار
کرنے والا گواہ لاوے اوسکے بہاگنے پر یا مولے کے بہاگ جانیکے اقرار پر تو اب قسم معتبر نہوگی کذا فی الزیلعی فان طالت المدة ای مدة المجیٔ بانه القاعدو
ولو علم مكانه لئلا ينضرر المولى بكثرة النفقة سو اگر مولے کے آنے کی مدت دراز ہو جاوے تو قاضی اوسکو بیچ ڈالے اگرچہ اوسکا مکان جانتا ہو تا مولے کا ضرر
کثرت خرچ سے وحفظ ثمنه لصاحبه وامسك من ثمنه ما انفق عليه منه اور قاضی اوسکی قیمت کو اوسکے مالک کیواسطے محفوظ رکہے اور جو کچہ پہلے اوسکی
قیمت سے خرچ ہوا اوسپر یعنی اگر بیت المال سے اوسپر خرچ ہوا تو اوتنا اوسکی قیمت سے بیت المال مین رکہے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تہا کہ شارح ثمنه کے لفظ کو
نہ لاتا ہو اسواسطے کہ مصنف کا قول یعنے منہ مغنی ہے وان جاء المولى بعده وبرهن او علم دفع باقي الثمن اليه اور اگر مولے بعد بیع کے آیا اور گواہی سے اپنی
ملک ثابت کی یا علامت بیان کرکے تو باقی قیمت اوسکو دیجاوے م حلبی نے کہا علم بتشدید لام ہے یعنی علامت اور حلیہ مذکور کیا طحطاوی نے کہا قاموس سے یہی مطلب
تخفیف ثابت ہوتا ہے ولا يملك المولى نقض بيعه اي بيع القاضي لانه بامر الشرع حكمه لا ينقض اور مالک نہین ہو مولے اوسکی بیع کے توڑنیکا اسواسطے
کہ بیع قاضی بامر شرع قاضی کے حکم کے مانند نہین ٹوٹتی قلت لكن رأيت في معروضات المرحوم ابي السعود مفتي الروم انه صدر امر السلطان بمنع القضاة
عن اعطاء الاذن ببيع عبيد العسكرية وحينئذ فلا يصح بيع عبيد السباهية فلهم اخذها من مشتريها ويرجع المشتري بثمنه على
البائع واما في عبيد الرعايا فكذلك اذا كان بغبن فاحش والا فللرعايا الثمن وبذلك ورد الامر ايضا انتهى بالمعنى فليحفظ فانه مهم مين
کہتا ہون مین نے دیکہا ابو السعود مرحوم مفتی روم کے معروضات مین کہ صادر ہوا حکم سلطان روم کا قاضیون کے منع کرنے مین اہل لشکر کے غلامون کی بیع کی اجازت
دینے سے اور اسوقت مین تو صحیح نہین سپاہیون کے گریختہ غلامون کی بیع تو اونکو مشتری سے مفت لینا جائز ہے اور مشتری اوسکی قیمت بائع سے پہیرے اور رعایا کے
غلامون مین بہی یہی حکم ہے جب کہ بیع صریح نقصان سے ہوئی ہو اور اگر بیع مین خسارا نہوا ہو تو رعایا کو قیمت دیکر لینا درست ہے اور اسکا بہی حکم سلطانی وارد ہوا ہے
انتہی جواب المفتی بالمعنے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے کہ ضروری ہے ولو زعم المولى تدبيره او كتابته او استيلادها لم يصدق في نقضه الا ان يكون معنا
دلالة منها او يبرهن على ذلك انتهى اور اگر مولے گمان کرے اوسکے مدبر یا مکاتب ہونیکا یا لونڈی کی استیلاد کا تو اوسکی تصدیق نہوگی نقض بیع مین مگر جس صورت مین
ہوگی کہ مولے کے پاس لونڈی کے پیٹ کا لڑکا ہو یا اس گمان پر گواہ لاوے کذا فی النہر واختلف في الضال قيل اخذه افضل وقيل تركه ولو عرف بيته
فايصاله اليه اولى اور بہولے بہٹکے غلام مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ اوسکا لینا افضل ہے اور بعضون نے کہا کہ چہوڑنا افضل ہے اور اگر اوسکا گہر جانتا ہو تو اوس کا
پہونچا دینا بہتر ہے ابق عبد فجاء به رجل وقال لم اجد معه شيئا من المال صدق ولا شيء عليه ایک غلام بہاگا سو اوسکو کوئی مرد پکڑ لایا اور بولا کہ
مین نے اوسکے ساتہہ کچہہ مال نہین پایا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور اوسپر کچہہ نہین ہے وللمن رده خبر لقوله الآتي اربعون درهما اليه من مدة سفر فاكثر وسواء
وللحال ان الراد ولو صبيا او عبدا لكن الجعل لمولاه ممن يستحق الجعل اور جو پہیر لاوے غلام کو مولے کے پاس سفر کی مدت یا زیادہ سے حالانکہ پہیر لانیوالا ان لوگون میں سے
ہے جو محنتانہ کے مستحق ہین اگرچہ پہیر لانے والا صغیر یا غلام ہو لیکن غلام کا محنتانہ اوسکے مولے کا ہے والجعل بالضم ما جعل للعامل على عمله بالکسر اور جعیلہ بروزن کریمہ عبارت ہے اجرت سے
جعل کا ترجمہ محنتانہ کیا مستحق محنتانہ وہ شخص ہے جسپر حفاظت مال مولے واجب نہین اور جو اوسکا خادم نہو اور جس سے مولے نے استعانت نہین چاہی تو شارح نے کہا للمن رده کی خبر
مصنف کا آیندہ قول اربعون درہما ہے قید به لانه لا جعل لسلطان وشحنة وخفير ووصي يتيم وعائله ومن استعان به كان وجد ته في البلد نفعل نعم او كان
في عياله وابن واحد الزوجين مطلقا زيلعي وشريك نتف ووهبانيه ولو الجيه والمستثنى احد عشر مستند نے استحقاق اجرت کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ محنتانہ نہین ہے
بادشاہ کے اور کوتوال اور بدرقہ اور یتیم کے وصی اور یتیم کے عیال دار اور جس سے مولے نے مدد چاہی اسطرح کہ اگر بہاگے غلام کو پاوے تو اوسکو پکڑ لینا سو اوسنے کہا اچہا یا غلام
پہیر لانیوالا مولے کی عیال مین ہو اور احد الزوجین کا بیٹا مطلقا خواہ عیال مین ہو یا نہو کذا فی الزیلعی اور شریک کیواسطے اجر نہین کذا فی النتف والوہبانیہ والولوالجیہ تو استحقاق اجر سے
گیارہ شخص مستثنی ہوئے علامہ طحطاوی نے کہا کہ غیر مستحقین اجر کا حساب اب گیارہ ہوئے کہ احد الزوجین ہین سو دو ہین یعنی زوجہ کا بیٹا زوج کے غلام کو پہیر لاوے یا زوج کا بیٹا زوجہ کے غلام کو لاوے
اور بحر الرائق مین عدم استحقاق کی صورتین ماں اور باپ کو شمار کیا ہے جب وہ فرزند کی عیال مین ہون تو یہہ دو صورتین شارح کے اس قول مین داخل ہین او كان في عياله اربعون درهما

فبطل صلحه فيما زاد عليها ولو بلا شرط استحسانا غلام کے پھیر لانیوالیکو واسطے چالیس درم محنتانہ ہے اگرچہ شرط کی ہو مولے نے محنتانہ کی بنابر استحسان کے پھر جب محنتانہ
چالیس درم ٹھہر گیا تو چالیس سے زیادہ درم پر صلح کرنا باطل ہے ہم قیاس یہ ہے کہ بدون شرط محنتانہ نہو لیکن وجہ استحسان صحابہ کرام کا اجماع ہے اصل محنتانہ پر اگرچہ اوسکی
مقدار میں خلاف ہے نہایہ مدت سفر میں چالیس درم مقرر ہوے اور کمتر میں کمتر تاکہ جمیع روایات مجتمع ہو جاوین کذا فی الطحطاوی عن الحموی فلو رد ذا امته ولها ولد يعقل
الاباق فجعل لا يفرد بجعل اور اگر پھیر لایا لونڈی کو اور اوس کا ایک بیٹا ہے جو باپ کے بھاگنے کو سمجھتا ہے تو دو محنتانے ہیں کذا فی النہر سجعا ولو لم يعقل فجعل واحد عند الثاني
لثبوته بالسنة فلا يقوم لهما عليه از باب المتون چالیس درم محنتانہ لازم ہے اگرچہ غلام کی قیمت چالیس کے برابر نہو ابو یوسف کے نزدیک بسبب ثابت ہونے چالیس درم کے
صحابہ کرام کی نصوص سے تو اسواسطے متون فقہ کے مصنفوں نے ابو یوسف ہی کے قول پر اعتبار کیا ہے ان اشهد انه اخذه ليرده والا لا شيء له محنتانہ
لازم ہے اگر پھیر لانیوالے نے اسپر گواہ کیا ہو کہ اسکو گرفتار کیا ہے پہنچا دینے کے واسطے اور اگر گواہ نہیں کیا تو اوسکے واسطے کچھ نہیں ہے اسواسطے کہ ترک اشہاد دلالت کرتا ہے
کہ اوسنے اپنے واسطے گرفتاری کیا وان رده من اقل منها فبحسابه وقيل يرضخ له برأي الحاكم او يقدر باصطلاحهما به يفتي تتارخانيه بحر اور اگر
پھیر لایا اوسکو واسطے کم مدت سفر سے محنتانہ ہے چالیس کے حساب سے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اوسکو قدر قلیل دینا چاہیے حاکم کی تجویز سے یا اوسکی تقدیر ہو دونون کی رضامندی
سے اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البحر عن التاتارخانیہ ولو من المصر فلا شيء له او بقسطه كما مر اور اگر اوسکو اوسی شہر سے پھیر لایا جسمین مولے رہتا ہے تو اوسکو قدر قلیل
[illegible] غلام کی برابر ہے محنتانہ میں وان ما
[illegible] ید و مدبر یا ام ولد ہے تو پھیر لانیوالیکو اگر
[illegible] من لانه امانة فحتى لو هلك [illegible]

لحاجة نفسه [illegible] خرج ابن مالك عن القنية اور اگر غلام بھاگ گیا پھیر لانیوالیکے پاس سے بعد اوسکے اشہاد متقدم کے تو پھیر لانیوالے پر ضمان نہیں ہے اسواسطے
کہ وہ اوسکے پاس بطور امانت ہے ضمان نہیں اور اگر اوسنے غلام کو اپنی ذاتی کام میں لگایا پھر وہ بھاگ گیا تو ضمان دیگا کذا فی شرح ابن ملك عن القنية وفي
الوهبانية لو انكر المولى اباقه قبل قوله بيمينه ولم يهدر الرد قيمته ما لم يبين اباقه اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر مولے نے اوسکے بھاگنے کا انکار کیا تو اوسکا
قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اور فاسد [illegible] پھیر لانیوالے کی قیمت لازم ہوگی جب تک وہ اوسکا بھاگنا ثابت کرے یعنی گواہی سے یا مولے کے اقرار سے کذا فی الطحطاوی ضمن
لو ابق او مات فيه مع تمكنه منه لانه غاصب اور ضامن ہوگا گرفتار کرنیوالا اگر غلام بھاگ گیا یا مر گیا قبل اشہاد کے باوجود اوسکے قادر ہونیکے اشہاد پر
اسواسطے ضامن ہوگا کہ وہ غاصب ہے ولا جعل له في الوجهين خلافا للثاني في الثاني لان الاشهاد عنده ليس بشرط فيه وفي اللقطة اور اوسکو واسطے
محنتانہ نہیں دونون صورتوں میں یعنی صورت فرار بعد الاشہاد اور صورت ترک اشہاد بخلاف ابو یوسف کے دوسری صورت میں اسواسطے کہ اونکے نزدیک گواہ
کرنا شرط نہیں غلام کے محنتانہ میں اور لقطہ میں ہم طحطاوی نے کہا کہ یہیں اعتراض ہے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک بعد الاشہاد کے بھی بھاگ جانیپر
محنتانہ واجب نہیں تو ترک اشہاد میں بطریق اولے واجب نہوگا بلکہ اونکے نزدیک محنتانہ بدون پہنچا دینے کے واجب نہیں ہے اونکے نزدیک اشہاد شرط نہیں
تو بہتر تھا کہ شارح اپنی قول خلافا للثاني کو یہان سے حذف کرتا اور وانه اخذه ليرده کے قول کے پاس ذکر کرتا اور لقطہ ہے کہ خلافا للثاني وضمن قبله کیطرف راجع ہو اسواسطے کہ وہ
قسم ثاني ہے وان ابق منه [illegible] ولا جعل له بخدمته المكاتب لحريته يدا اور محنتانہ نہیں مکاتب کے پھیر لانے پر بسبب اسکی آزاد ہونیکے تصرف کی راہ سے وجعل عبد الرهن
على المرتهن لو قيمته مساوية للدين او اقل ولو اكثر من الدين فعليه بقدر دينه والباقي على الراهن لان حقه بالقدر المضمون منه اور
رہن کے غلام کا مرتہن پر ہے اگر اوسکی قیمت برابر ہو دین کے یا کمتر ہو اور اگر قیمت زیادہ ہو دین سے تو مرتہن پر محنتانہ ہے بقدر اوسکے دین کے اور باقی محنتانہ راہن پر ہے اسواسطے
کہ اوسکا حق اوسمیں بقدر ضمان کے ہے ہم محنتانہ ہر صورت مرتہن پر ہے خواہ راہن زندہ ہو یا مردہ ہو اسواسطے کہ موت سے رہن باطل نہیں ہو جاتا کذا فی المنح والبحر و
جعل عبد اوصي برقبته لانسان ولخدمته لآخر على صاحب الخدمة في الحال لان المنفعة له فاذا انقضت الخدمة رجع صاحبها على صاحب
الرقبة او بيع العبد فيه اي في الجعل اور محنتانہ اوس غلام کا جسکی گردن کی وصیت ایک انسان کے واسطے ہوئی ہو اور اسکی خدمت کرنیکی وصیت دوسرے

انسان کے واسطے ہوئی ہو صاحب خدمت پر ہی فی الحال ہو اسواسطے کہ منفعت اوسیکے واسطے ہے پہر جب خدمت کی مدت منقضی ہو جاوے تو صاحب خدمت اوسکی گردن کے مالک سے محتاجانہ پہیر لے یا غلام بعد الاجارہ محتاجانہ میں وجعل ماذون مدیون علی من یستقر له الملک فان بیع بدأ بالجعل والباقی للغرماء اور محتاجانہ غلام ماذون مدیون کا ایسے ہی جسکی ملک اوسپر ٹہر جاوے خواہ مولیٰ کی خواہ دائن کی سو اگر وہ بیچا جاوے تو پہلی قیمت سے محتاجانہ دیا جاوے اور باقی قرض خواہون کو ملیگا وجعل ابق جنی خطأ لا فی ید الاخذ علی من سیصیر له چنانچہ واجب ہے محتاجانہ اوس غلام کا جسنے خطا کی راہ سے جنایت کی غیر آخذ کے ہاتھہ مین اوسپر جسکا وہ آخر کو غلام ہوگا خواہ مولے خواہ ورثہ مقتول اور اگر آخذ کے پاس جنایت کریگا تو کسی پر محتاجانہ نہین کذا فی البحر ومغصوب علی غاصبه وابق موهوب علی موهوب له وان رجع الواهب بعد الرد لان زوال ملکه بالرجوع بتقصیر منه وهو ترک التصرف اور غلام مغصوب کا محتاجانہ اوسکے غاصب پر ہے اور غلام موہوب کا موہوب لہ پر اگرچہ واہب نے اوسکو پہیر لیا ہو موہوب کے پہیر دینے کے بعد ہو اسواسطے کہ زوال ملک موہوب لہ کا بسبب رجوع کے اوسکی تقصیر سے ہوا یعنی ترک تصرف سے وجعل عبد صبی فی ماله اور صغیر کے غلام کا محتاجانہ اوسکے مال مین ہے ولا ابق نفقته کنفقة لقطة کا مر اور غلام گریختہ کا خرچ لقطہ کے خرچ کے مانند ہے چنانچہ گذر گیا یعنی اگر گرفتار کرنے والے نے بلا امر قاضی خرچ کیا ہو تو احسان ہے اسکو مالک سے پہیر لے نہین سکتا اور اوسکے اذن سے پہیر لے سکتا ہے بشرطیکہ قاضی نے رجوع کی شرط کر دی ہو وله حبسه لدین نفقته اور غلام کے گرفتار کرنیوالیکو اوسکا حبس کرنا اپنے نفقہ کے دین کے واسطے درست ہے ولا یؤجره القاضی خشیة اباقه ثانیا ولکن یحبسه تعزیرا له وقیل یؤجره للنفقة وبه جزم فی الهدایة والکافی اور غلام گریختہ کو قاضی اجارہ پر نہ دے اوسکے دوبارہ بہاگ جانیکے خوف سے ولیکن اسکو محبوس رکہے باعتبار تعزیر کے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ وہ اسکو اجارہ پر دے نفقہ کے واسطے اور اسی قول اخیر پر یقین کیا ہے ہدایہ اور کافی مین بخلاف اللقطة والضال وقدر فی التاتارخانیه مدة حبسه بستة اشهر ونفقته فیها من بیت المال ثم بعدها یبیعه القاضی کما مر بخلاف لقطہ اور گمہوئے غلام کے کہ اونکو قاضی اجارہ دے اور تاتارخانیہ مین مدت حبس غلام کی چہہ مہینے کے ساتہہ متعین کی ہے اور خرچ غلام کا مدت حبس مین بیت المال سے ہے پہر مدت مذکورہ کے بعد قاضی اوسکو بیچڈالے چنانچہ مذکور ہوچکا کتاب اللقطہ مین یعنی جسقدر بیت المال سے صرف ہوا اوسکو لیکر باقی قیمت کو مالک کیواسطے رکہہ چہوڑے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا ابق بعد البیع قبل القبض للمشتری رفع الامر للقاضی لیفسخ غلام مذکور بہاگ گیا بعد بیع قبل القبض کے تو مشتری کو جائز ہے قاضے سے نالش کرنا تاکہ وہ بیعکو فسخ کرے اسواسطے کہ مشتری رد غلام کے انتظار سے متضرر ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب المفقود

یہہ کتاب ہے شخص مفقود کے احکام مین مناسبت اسکی سابق سے اسی راہ سے ہے کہ غائب اور بے نشان ہونیمین دونون برابر ہین هو لغة المعدوم وشرعا غائب لم یدر حیاته فهو فیتوقع قدومه ام میت اودع اللحد البلقع ای القفر جمعه بلاقع فدخل الاسیر والمرتد لو لم یدر ألحق ام لا مفقود لغت مین بمعنی معدوم ہے اور شرع مین اوس غائب کو کہتے ہین جو معلوم نہین کہ زندہ ہے کہ اوسکا آنا متوقع ہو یا مردہ ہے کہ جنگل میدان کی لحد مین گاڑا گیا بلقع بمعنے قفر ہے یعنی زمین بے نبات اور جمع اسکی بلاقع ہے تو اس تعریف مین اہل حرب کا قیدی اور وہ مرتد داخل رہا جو معلوم نہین کہ دارالحرب مین لاحق ہوا یا نہین ہم مصنف نے باتباع صاحب بحرالرائق جہل مکان مفقود کو اعتبار نہین کیا اس دلیل سے کہ محیط مین مسلم اسیر اہل حرب کو جسکی حیات اور موت معلوم نہین مفقود مین شمار کیا ہے حالانکہ مکان اسکا معلوم ہے یعنی دارالحرب لیکن نقایہ اور اوسکی شرح قہستانی مین تعریف مفقود کی یون کی ہے کہ وہ غائب ہے جسکا اثر معلوم نہین یعنی حیات اور موت اور مکان اوسکا معلوم نہین اور کنز اور فتاوے عالمگیری مین بہی جہل مکان کو شرط کیا ہے اور صاحب بحر نے نص صریح سے جہل مکانی ثابت نہین کیا طحطاوی نے کہا تو معتمد یہی ہے کہ جہالت مکان تعریف مفقود مین ضرور ہے وهو فی حق نفسه حی بالاستصحاب هذا هو الاصل فیه اور وہ یعنی مفقود اپنی ذات کے حق مین زندہ ہے باعتبار استصحاب کے یعنی بنظر حال کے یہی حیات بنظر ظاہر حال کے اصل ہے مفقود کے احکام مین چنانچہ اسی اصل پر مصنف نے قول آیندہ کو متفرع کیا فلا تنکح عرسه غیره ولا یقسم ماله تو نکاح کرے اوسکی زوجہ اوسکے غیر سے اور اوس کا مال وارثون پر تقسیم کیا جاوے قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود انه لیس لامین بیت المال نزعه من ید من بیده ممن امنه علیه قبل ذهابه کما سیجیء فعزیلتحق انه المفتیین مین کہتا ہون اور مفتی ابی السعود کے معروضات مین ہے کہ جائز نہین بیت المال کے امین کو مفقود کا مال نکال لینا اوس شخص کے ہاتہہ سے جسکو

کتاب المفقود

مفقود نے اپنے مال پر امین کیا اپنے چلے جانے سے پہلے چنانچہ بیان کئے گئے اور کرایہ دار نہ لینے ولا تفسیر اجارته اور اسکا اجارہ فسخ کیا جاوے وينصب القاضى من يقبض حقوقه
وكيلا يا خذ حقه كغلاته وديونه المقر بها ويحفظ ماله ويقوم عليه عند الحاجة اور حاجت کیوقت منصوب کرے قاضی اوسکو یعنی وکیل کو جو
مفقود کا حق لیا کرے چنانچہ غلات اور اوسکے وہ دیون جنکے مدیون مقر ہیں منکر نہیں اور محافظت کرے اوسکے مال کی اور قائم رہے اوسپر اسطرح کہ مثلاً
البیت کا کوڑا اور خرمن گاہ میں جمع کرنا یا غلہ کو بھوسی سے جدا کرکے گھروں میں رکھنا تو قیام عام ہوا حفظ سے طحطاوی نے کہا کہ عند الحاجت نصب قاضی کی
مرتبط ہے دلیل ما بعد لہذا ترجمہ اسطرح کیا گیا ولو له وكيل فله حفظ ماله لا تعمير داره الا باذن الحاكم لانه لعله مات ولا يكون وصيا تغير
سو اگر مفقود کے طرف سے کوئی وکیل ہو تو اوسکو اوسکے مال کی حفاظت کا اختیار ہے نہ اوسکے گھر کی تعمیر کا مگر حاکم کے اذن سے اسواسطے کہ شاید وہ مرگیا ہو اور یہ
شخص اوسکا وصی نہیں کذا فی التجنیس لکنه ای هذا الوكيل المنصوب ليس بخصم فيما يدعى على المفقود من دين ووديعة وشركة فى عقار او رقيق
ودين لانه ليس بمالك ولا نائب عنه وانما هو وكيل بالقبض من جهة القاضى انه لا يملك الخصومة بلا خلاف لیکن یہ وکیل منصوب
صاحب خصومت نہیں ہے کہ اوس میں جو مفقود پر دعوی کیا جاوے از قسم دین یا امانت اور شرکت کسی زمین یا غلام وغیرہ میں ہو اسواسطے کہ وکیل مذکور مالک نہیں
اور نہ اوسکا نائب ہو تو قبض مال کا وکیل ہے قاضی کیطرف سے اور وہ خصومت کا مالک نہیں بلا اختلاف ہم قاضی کے وکیل منصوب میں اختلاف نہیں اسواسطے
کہ حکم علی الغائب لازم آتا ہے اور وہ جائز نہیں بلکہ خلاف ہے مالک کے وکیل میں جبکہ تمفن ہیں کہ اوسکے واسطے اوسنے وکیل کیا کہ وہ خصومت کا مالک ہے یا نہیں تو امام کے
نزدیک وہ مالک ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک نہیں کذا فی المنح ولو قضى بخصومته لم ينفذ زاد الزيلعى فى القضاء وتبعه الكمال الا بتنفيذ قاض
آخر لكن فى الخلاصة الفتوى على النفاذ يعنى لو القاضى مجتهدا نهر اور اگر قاضی نے وکیل منصوب کی خصومت کو قاضی نے حکم کردیا تو اوسکا حکم نافذ نہ
ہوگا کیا ہے زیلعی نے کتاب القضاء میں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر اوسکا تابع ہوا ہے کہ حکم مذکور نافذ نہیں مگر دوسرے قاضی کی تنفیذ سے لیکن خلاصہ میں ہے
کہ فتوی اس حکم کے نافذ ہونے پر ہے بلا شرط تنفیذ یعنی اگر قاضی مجتہد ہو یہ منقول کرلے النہر میں عنایہ اور فتح القدیر اور رحلہ میں ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اگر قاضی مصلحت دیکھے
اور اعتقاد کرے تو قضا علی الغائب جائز ہے حموی نے کہا کہ ظاہر کلام علما مذکورین کا یہ ہے کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے یا قاضی غیر حنفی المذہب جو قضا علی
الغائب کا معتقد ہے اور حنفی المذہب تو کیونکر اوسکا اعتقاد کریگا اپنے امام کے مذہب کے مخالف اور اس سے معلوم ہوگیا کہ قضا علی الغائب ہمارے مذہب میں علی الصواب نہیں
اگر اسپر غیر حنفی حکم کریگا تو اوسکے نفاذ میں دو روایتیں مصحح ہیں پھر اگر دوسرا قاضی اوسکو رد کردیگا تو اختلاف جاتا رہیگا اور اگر حنفی اوسکا حکم کریگا تو نافذ
نہوگا ہے اسواسطے کہ اوسکا امام اسکا معتقد نہیں کذا فی الطحطاوی ولا يبيع القاضى ما لا يخاف فساده فى نفقة ولا فى غيرها بخلاف ما يخاف
فساده فانه يبيعه القاضى ويحفظ ثمنه اور نہ بیچے قاضی مفقود کی اوس چیز کو جسکے بگڑ جانے کا خوف نہیں نہ نفقہ میں بیچے نہ اوسکے غیر میں بخلاف اوس چیز کے
کہ جسکے سڑنے اور بگڑنے کا خوف ہے کہ اوسکو قاضی بیچڈالے اور قیمت اوسکی رکھ چھوڑے قلت لكن فى معروضات المفتى ابى السعود ان القضاة والامناء
بيت المال فى زماننا مامورون بالبيع مطلقا وان لم يخف فساده وان طرحنا فله العمل لان القضاة مامورين بعينه نعم اذا امر بقلع
الحش فاء ... ينبغى ان يحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کے معروضات میں ہے کہ قاضی اور بیت المال کے امین سلطان روم کی طرف سے مامور ہیں بیچ ڈالنے کو مطلقا
اگرچہ اسکے بگڑنے کا خوف نہو پھر اگر مفقود زندہ حاضر ہو تو اوسکے واسطے قیمت ہے اسواسطے کہ قاضی اور نہیں اوسکی بیع فسخ کرینگے ہاں جب سلطان صریح حکم دیوے تو
اوسکو فسخ بیع کا اختیار ہے ختم ہوا کلام المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وينفق على عرسه وقريبه ولادا وهم اصوله وفروعه اور خرچ کیا جاوے مفقود کی زوجہ اور ولادت کے قرابت
والوں پر اور وہ اوسکے اصول ہیں اور فروع ہم مع اصول اور فروع کو بشرط احتیاج اور فقر کے نفقہ ملیگا اور زوجہ کو بلا فقر بھی چنانچہ باب النفقات میں مذکور ہوچکا ولا يفرق بينه
وبينها ولو بعد مضى اربع سنين خلافا لمالك اور تفریق نکیجاوے درمیان مفقود اور درمیان اوسکی زوجہ کے اگرچہ بعد گذرنے چار برس کے بخلاف امام مالک کہ امام مالک کے
نزدیک جب وہ چار برس تک مفقود الخبر ہوگیا تو قاضی اوسمیں اور اوسکی زوجہ میں تفریق کردیگا پھر وہ وفات کی عدت بیٹھکر جس سے چاہے نکاح کرلے اسواسطے کہ عمر فاروق نے
یہی حکم کیا تھا اوس شخص میں جسکو جن اوٹھا لیگئے تھے ہماری دلیل یہ حدیث مرفوع ہے کہ امراته امراته حتى ياتيها البيان یعنی مفقود کی عورت اوسکی زوجہ ہے یہانتک کہ

کہ اوسکے پاس خبر پہونچی یعنی موت یا طلاق کی اور علی مرتضے نے کہا کہ وہ عورت مبتلا ہوئی ہے تو اوسکو صبر کرنا چاہیے تا وقتیکہ اوسکی موت معلوم ہو
یا طلاق اور اسواسطے کہ نکاح کا ثبوت معروف ہو چکا اور غیبت فرقت کی موجب نہیں اور موت حیز احتمال میں ہے تو نکاح شک سے زائل نہیں ہو سکتا اور عمر
رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کیطرف آخر کو رجوع کیا ہو کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مفتی ابو السعود نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر امام مالک کے
قول پر موضع ضرورت میں فتویٰ دے یعنی حنفے المذہب تو سزاوار ہے کہ لا بأس ہے۔ ومیّت فی حق غیرہ فلا یرث من غیرہ حتی لو مات رجل عن
بنتین وابنٍ مفقودٍ وللمفقود بنتان وابن والترکۃ فی ید البنتین والکل مقرّون بفقد الابن واختصموا الی القاضی لا ینبغی ان یحرّک
المال عن موضعہ ای لا ینزعہ من ید البنتین خزانۃ المفتیین اور مفقود میت ہے اپنے غیر کے حق میں تو وارث نہوگا غیر سے یہانتک کہ اگر
ایک مرد مر گیا دو بیٹیاں اور ایک مفقود بیٹا چھوڑ کر اور مفقود کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے اور ترکہ متوفی کی دو بیٹیوں کے ہاتھ میں ہے اور سب لوگ مقر
بفقدان ابن میت ہیں یعنی کسیکو اوسکی حیات اور موت اور مکان معلوم نہیں اور اونہوں نے قاضی سے نالش کی تو قاضی کو لائق نہیں کہ مال کو اوسکے
مکان سے جنبش دے یعنی مال کو مورث کی بیٹیوں کے ہاتھ سے نہ نکالے کذا فی خزانۃ المفتیین ولا یستحق ما اوصی لہ اذا مات الموصی بل یوقف قسطہ الی
موت اقرانہ فی بلدہ علی المذہب لانہ الغالب واختار الزیلعی تفویضہ للامام اور مفقود مستحق نہیں اوس مال کا جسکی وصیت ہوئی اوسکے واسطے
جبکہ وصیت کرنیوالا مر گیا بلکہ مفقود کی وراثت کا حصہ ٹہرا رکھا جاوے اوسکے شہر والے ہمعصروں کی موت تک بنابر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی
ہوتا ہے کہ آدمی اپنے سب اقران اور امثال سے زیادہ وہ کمتر زندہ رہتا ہے اور اختیار کیا ہے زیلعی نے تفویض اوسکی امام کے واسطے یعنی حاکم جسوقت مصلحت
دیکھے تو اوسکی موت کا حکم دے اور مقابل ظاہر مذہب گیارہ قول ہیں اور کم از کم تیس سال کی تقدیر ہے بحر الرائق میں کہا تعجب ہے مشائخ سے کہ ظاہر مذہب کے
مخالف کیونکر اختیار کرتے ہیں حالانکہ مقلدین امام اعظم پر اتباع ظاہر المذہب واجب ہے وطریق قبول البینۃ ان یجعل القاضی من فی یدہ المال خصما
عنہ او ینصب قیما تقبل علیہ البینۃ نہر اور طریقہ قبول شہادت کا یہ ہے کہ جسکے ہاتھ میں مفقود کا مال ہے اوسکو قاضی خصم ٹہراوے مفقود کیطرف سے
یا قاضی کسیکو اوسکا کارندہ بنا کر اوسپر گواہی قبول کرے کذا فی النہر قلت وفی اقعات المفتیین لقدری افندی معزیا للقنیۃ انہ انما یحکم بموتہ بقضاء
لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ میں کہتا ہوں اور قدری افندی کی واقعات المفتیین میں قنیہ سے منقول ہے کہ مفقود کی موت کا
حکم قاضی کی قضا ہی سے کیا جاویگا اسواسطے کہ اوسکی موت امر محتمل ہے تو جتبک اوسکے طرف قضاء قاضی منضم نہو گی حجت نہو گی ہم اور دوسرا قول یہ ہے کہ بمجرد
انقضاء مدت بلا قضاء قاضی اوسکی موت کا حکم ہوگا کذا فی القہستانی اور قہستانی قدری افندی کا قول اول ہے اوسکی ترجیح کا مقتضی ہے قدری افندی کا نام عبد القادر
ہے کذا فی الطحطاوی فان ظہر قبلہ قبل موت اقرانہ حیا فلہ ذلک القسط ہے اگر مفقود زندہ ظاہر ہو قبل مرنے اپنے ہمعصروں کے تو اوسکو وہ حصہ وراثت کا
ملیگا جو اوسکے واسطے ٹہرا رکھا گیا ہم اور یہی حکم ہے اگر وہ زندہ ظاہر ہوا بعد مدت قبل حکم قاضی کے اور اگر زندہ ظاہر ہوا بعد اپنی موت کے حکم کے تو ظاہر اوہ
اوس میت کے برابر ہے جو زندہ ہو گیا اور مرتد کے برابر ہے جو مسلمان ہوا تو جو مال کہ وارثوں کے ہاتھ میں باقی ہوگا اوسکو وہ پاویگا اور جو مال صرف ہو گیا اوسکا
مطالبہ نہیں شیخ شاہین نے کہا کہ اوسکی زوجہ اوسکو ملیگی اور اولاد زوج ثانی کو کذا فی الطحطاوی عن المفتی ابی السعود فتاوی عالمگیری تاتارخانیہ میں منقول ہے کہ اگر
مفقود آیا بعد گذرنے مدت کے تو اپنی زوجہ کا وہی احق ہے اور اگر اوسکی زوجہ نے دوسرے سے نکاح کر لیا تو اوسکا اوسپر کچھ اختیار نہیں ویعتد بانہ یحکم بموتہ فی حق مالہ
یوم مضی ذلک ای موت اقرانہ فتعتد منہ عرسہ للموت ویقسم مالہ بین من یرثہ الآن اور بعد موت اقران کے اوسکی موت کا حکم کیا جاوے اوسکے مال کے
حق میں جسدن کہ یہ معلوم ہو یعنی اوسکے اقران کا مرنا تو اوسیدن سے اوسکی زوجہ موت کی عدت میں بیٹھے اور اوسکا مال تقسیم کیا جاوے اون لوگوں کے درمیان میں جو
اوسکی اوسوقت وارث ہیں ہم اور جو اوسکے وارث قبل مدت کے مر گئے اونکو حصہ نملیگا گویا مفقود اب مر گیا اور اسیطرح اوسکی ام ولد اور مدبر آزاد ہونگے ویحکم بموتہ فی
حق مال غیرہ من حین فقدہ فیرد الموقوف لہ الی من یرث مورثہ عند موتہ لما قررنا ان الاستصحاب یصلح حجۃ للدفع لا للاثبات
اور بعد موت اقران حکم کیا جاوے مفقود کی موت کا اوسکے غیر کے مال کے حق میں جسوقت سے کہ وہ گم ہوا تو جو حصہ کہ اوسکے واسطے ٹہرا رکھا گیا تھا وہ پہیر جاوے

موضع ضرورت میں امام مالک کے قول پر فتویٰ دینا مضائقہ نہیں

اون لوگون کے طرف جو اُسکے مورث کے وارث تھے اوسکی موت کے نزدیک ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی علم اصول مین کہ استصحاب یعنی ظاہر حال حجت دافعہ ہی نہ مثبتہ جیسا کہ اوسکی موت کا حکم نہین اوسکے مال کے حق مین گم ہونیکے وقت سے ہو اسواسطے کہ ظاہر حال اوسکی حیات پر دلالت کرتا ہی اور وہ مقتضی ہے عدم نسبت کا ولو کان مع المفقود وارث یحجب به لم یعط الوارث شیئا وان انتقص حقه به اعطی اقل النصیبین ویوقف الباقی اور اگر مفقود کے ساتھہ ایسا وارث ہو جو محجوب ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اوس وارث کو کچھہ نہ دیا جائیگا اور اگر وارث کا حق کم ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اوسکے دو حصون مین سے اوسکو کمتر حصہ دیا جائیگا اور باقی اوٹھا رکھا جائیگا مثلاً ایک شخص مرگیا دو بیٹیان اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا یا پوتی چھوڑ کر اور مال مورث کا اجنبی کے ہاتھہ مین ہے اور سب وارثون نے فقدان ابن پر اتفاق کیا ہے دونون بیٹیون نے میراث طلب کی تو اونکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ اسقدر اونکا حصہ بہر صورت متیقن ہے اور نصف باقی اوٹھا رکھا جائیگا اور اولاد ابن کو کچھہ نملیگا اسواسطے کہ وہ محجوب ہین اگر مفقود زندہ ہو تو وہ میراث کے مستحق نہونگے بسبب اوسکے اور اجنبی کے ہاتھہ سے مال نلیا جائیگا تاوقتیکہ اوسکی خیانت نہ ظاہر ہو کذا فی البحر کالحمل وعزله الفرائض ولا اخذنه القدوری وغیرہ یعنی مانند حمل کے اور حمل اس گفتگو کا زائد ہے لہذا قدوری وغیرہ نے اسکو بیان حذف کیا ہم یعنی اگر حمل کے ساتھہ دوسرا ایسا وارث ہو کہ کسیطرح ساقط نہوتا ہو اور حمل سے متغیر نہوتا ہو تو اوسکو پورا حصہ ملیگا بسبب اوسکے متیقن ہونیکے ہر حال مین چنانچہ اگر مورث نے ایک بیٹا اور حاملہ زوجہ چھوڑی تو زوجہ کو آٹھوان حصہ ملیگا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل سے اوسکا حصہ ساقط ہو جاتا ہو تو اوسکو کچھہ نہ دیا جائیگا اور اگر ایسا وارث ہے جسکا حصہ حمل سے متغیر ہو جاتا ہے تو اوسکو اقل النصیبین ملیگا چنانچہ اگر مورث نے زوجہ حاملہ اور جدہ چھوڑی تو جدہ کو چھٹا حصہ دیا جائیگا اسواسطے کہ اسکو تغیر نہین اور اگر حاملہ اور بہائی کو چھوڑا تو اسکو کچھہ نملیگا اسواسطے کہ بہائی ساقط نہین ہوتا ہی بیٹے سے بلکہ عصبہ ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ حاملہ بیٹی جنے اور ساقط ہو جاتا ہی بیٹی کے سبب سے اور جائز ہی کہ حاملہ بیٹا جنے تو امر دائر ہوا سقوط اور عدم سقوط مین تو اصل استحقاق مشکوک فیہ ہوا لہذا اوسکو کچھہ نملیگا اور حمل کے واسطے ابن واحد کا حصہ اوٹھا رکھا جائیگا اسی قول پر فتویٰ ہی کذا فی النہر والطحطاوی **فرع** مسئلہ تحفہ شارح کا لیس للقاضی تزویج امة غائب ومجنون وعبدهما وله ان یکاتبهما ویبیعهما قاضی کو درست نہین شخص غائب اور مجنون کی لونڈی اور اونکے غلام کا نکاح کر دینا اور اسکو اختیار ہے اونکو مکاتب کرنے اور بیچ ڈالنے مین اور اسیطرح اونکو اجارہ دینے مین کذا فی شرح الملتقی واللہ تعالیٰ اعلم وأستغفر اللہ الحلیم

کتاب الشرکة

یہہ کتاب ہی شرکت کے احکام مین لا یخفی مناسبتها بالمفقود من حیث ان ما ذکر قد یتحقق فی مال المفقود یعنی پوشیدہ نہین مناسبت شرکت کی ساتھہ مفقود کے امانت کی جہت سے بلکہ گاہی شرکت ثابت ہو جاتی ہی مفقود کے مال اور اوسکے مورث کی مرنیکے وقت ہم مصنف کتاب الشرکة کو کتاب المفقود کے بعد لایا دو وجہ کی مناسبت سے ایک وجہ یہہ کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت ہوتا ہی جیسے مفقود کا مال شخص حاضر کے پاس امانت ہوتا ہی اور دوسری وجہ یہہ کہ گاہی مفقود کے مال مین شرکت متحقق ہو جاتی ہے چنانچہ اگر مفقود کا مورث مرگیا زندہ مفقود اور دوسرے وارث کو چھوڑ کر اور یہہ مناسبت انہین دونون مین مخصوص ہے اور پہلی مناسبت عام ہی دونون مین اور آبق اور لقطہ اور لقیط مین اگر لقیط کے ساتھہ مال ہو کذا فی النہر ہی بکسر فسکون فی المعروف لغة الخلط سمی بها العقد لانها سببه شرکت بکسر اول و سکون ثانی بقول معروف لغت مین عبارت ہی خلط سی یعنی دو حصون کو اسطرح ملانا کہ جدائی باقی نہ رہی عقد کا نام شرکت رکھا گیا اسواسطے کہ شرکت مسبب ہے عقد کی طحطاوی نے کہا ضمیر سببہ کی عقد کیطرف راجع ہی اور بعض نسخون مین لانها سببه ہے اور اسمین قلب ہی بلکہ لانه سببها کہنا ٹھیک ہی وشرعا عبارة عن عقد بین المتشارکین فی الاصل والربح جوہرہ اور اصطلاح شرع مین شرکت عبارت ہی عقد بین المتشارکین سے اصل یعنے راس المال اور منفعت مین کذا فی الجوہرہ تو اگر منفعت مین شرکت ہو نہ راس المال مین تو وہ مضاربت ہے اور اگر راس المال مین ہو نہ منفعت مین تو وہ بضاعت ہی کذا فی الطحطاوی وركنها فی شركة العین اختلاطهما اور رکن شرکت کا شرکت العین مین دونون مالون کا ملجانا ہی یعنی دونون مالون مین ایسا اختلاط ہو کہ ایک کی تمیز دوسرے سے متعذر یا متعسر ہو اور اختلاط کی مانند خلط ہی یعنے دونون کا ملانا اور ملانا یکسان ہین حکم مین کذا فی العینی وفی العقد اللفظ المفید له اور رکن شرکت کا شرکة العقد مین وہ لفظ ہی جو عقد کا مفید ہو یعنی ایجاب و قبول رکن ہی چنانچہ یون کہنا ایک شریک نے کہ مین تیرا شریک ہوا فلانی فلانی چیز مین اور دوسرے شریک کا یون کہنا کہ مین نے قبول کیا وشرطها کون الواحد قابلا للشرکة

اور جواز شرکت کی شرط ہونا ایک چیز کا یعنی معقود علیہ کا قابل شرکت کے ہم قابل شرکت کی قید سے وقف معین سے احتراز ہو گیا تو ناظر وقف کو جائز نہیں کہ غیر مستحق وقف کو ساتھ مستحق کے شریک کرے یعنی فهي بان شرکة مِلکٍ وهي ان يملك متعدد اثنان فاكثر عينًا وحفظًا كثوبٍ هبّته الريح في دارهما فانهما شريكان في الحفظ قهستاني اور شرکت دو قسم ہے ایک شرکت ملک کی وہ یہ ہے کہ چند شخص دو ہوں یا زیادہ مالک ہوں ایک چیز موجود کے یا مالک ہوں حفاظت کے چنانچہ ایک کپڑا ہوا نے اوڑا کر دو شخصوں کے گھر میں ڈال دیا تو وہ دونوں شریک ہیں اسکی حفاظت میں کذا فی القہستانی او دینًا وهو الحق فلو ذمّ المديون لاحدهما فللآخر الرجوع بنصف ما اخذ فتح وسيجيء متنًا في الصلح یا چند لوگ مالک ہوں دین کے بنابر اوس قول کے جو حق ہے تو اگر مدیون ایک شریک کو دین ادا کرے تو دوسرے شریک کو نصف دین ماخوذ کا لینا جائز ہے کذا فی الفتح اور یہہ مسئلہ کتاب الصلح کے متن میں آویگا ہم بعضوں نے کہا کہ دین میں شرکت نہیں الا مجازًا اسواسطے کہ دین وصف شرعی ہے کہ ملوک نہیں ہوتا اور حق یہہ ہے کہ شرعًا مملوک ہوتا ہے بدلیل تفریع شارح فان من حيل اختصاصه بما اخذه ان يهبه المديون قدر حصته ويهبه رب الدين حصته وهبانيه اور جو دین کہ شریک نے لیا اوسکے اختصاص کی تدبیر یہہ ہے کہ شریک آخذ کو مدیون بقدر اوسکے حصے کے ہبہ کرے اور مالک دین شریک کو اپنا حصہ ہبہ کرے کذا فی الوہبانیہ ہم ہبہ دین مجاز ہے اسقاط سے ولہذا غیر مدیون کو ہبہ کرنا جائز نہیں بارثٍ او بيعٍ او غيرهما باي سببٍ كان جبريًّا او اختياريًّا ولو متعاقبًا كما لو اشترى شيئًا ثم اشرك فيه آخر منيه چند شریک مالک ہوں بسبب ارث کے یا بیع یا سوای انکے جس سبب کہ ملک حاصل ہو خواہ سبب جبری ہو یا اختیاری اگرچہ ملک متعاقب ہو چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی چیز کو خرید کیا پھر اوسمیں دوسرے شخص کو شریک کر لیا کذا فی المنیہ ہم سوای ارث اور بیع کے منجملہ اسباب ملک ہبہ ہے اور صدقہ اور دو شخصوں کا غالب ہونا حربی کے مال پر یا بہیں سبب کہ دو شخصوں کا مال مل جانا بلا قصد تخلیط یا بقصد اسطرح خلط کرنا کہ تمیز متعذر ہو یا متعسر چنانچہ گیہوں کا جو میں ملا دینا ان سب صورتوں میں شرکت املاک متحقق ہوتی ہے وكلٌّ من شركاء الملك اجنبي في الامتناع عن تصرفٍ مضرٍّ في مال صاحبه لعدم تضمنها الوكالة اور ہر شریک شرکاء ملک سے اجنبی کے مانند ہے اوس تصرف کے امتناع میں جو مضر ہے اوسکے ساتھی کے مال میں یعنی شریک کے حصے میں تصرف مضر کرنا جائز نہیں بسبب متضمن نہونے شرکة الملک کے وکالت کو ہم تصرف مضر کی اسواسطے قید لگائی کہ تصرف غیر مضر جائز ہے چنانچہ مشترک گھر کی چھت پر چڑھنا یا مشترک زمین میں کھیتی کرنا بشرط حصول منفعت در صورت غیبت شریک کذا فی القہستانی فصحّ له بيع حصته ولو من غير شريكه بلا اذنٍ الا في صورة الخلط لمالیہما بفعلهما كحنطةٍ بشعيرٍ وكبناءٍ وشجرٍ وزرعٍ مشتركٍ قهستاني وتمامه في فصل الثلاثين من العمادية وحرّره في فتاوى ابن نجيم تو صحیح ہے بیچنا اپنے حصہ کا اگرچہ غیر شریک کے ہاتھ بیچا ہو بدون اوسکے اذن کے مگر مخلوط کی صورتوں میں غیر شریک سے بیچنا بلا اذن جائز نہیں ہے جب دو شخصوں نے دو مال اپنے فعل اختیاری سے ملا دیئے جیسا گیہوں کو جو سے ملانا اور چنانچہ عمارت اور درخت اور کھیتی مشترک کذا فی القہستانی اور پورا بیان اسکا عمادیہ کی تیسویں فصل میں ہے اور اسیکے مانند ابن نجیم کے فتاوی میں ہے ہم خلط میں فعل شریکین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک شخص خلط کریگا تو وہ دوسرے کے مال کا مالک ہو جائیگا ضمان دیکر شرکت نرہیگی اگر کوئی کہے کہ خلط اور اختلاط کی صورت میں اور انکی غیر میں کیا فرق ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ جب دو شریکوں میں ابتدا سے شرکت ہوئی اسطرح پر کہ دونوں نے گیہوں کو خرید کیا یا وراثت میں پایا تو ہر دانہ گیہوں کا دونوں میں مشترک ہوا تو ہر شریک کو اپنا حصہ شائع بیچنا شریک سے یا اجنبی سے جائز ہے بخلاف خلط اور اختلاط کے کہ اوسمیں ہر دانہ پورا مملوک ہے ایک شخص کا اوسمیں دوسرے کی شرکت نہیں پھر جب اپنا حصہ غیر شریک کے ہاتھ بیچا تو اوسکی تسلیم پر قادر نہوگا مگر حصہ شریک کو مخلوط کرکے لہذا اوسکے اذن پر بیع موقوف ہوگی اور اگر شریک کے ہاتھ بیچیگا تو جائز ہے بسبب قدرت علی التسلیم کے جیسے اجارہ مشاع کا شریک سے جائز ہے اور ظاہر بیان شارح کا مقتضی ہے کہ عمارت اور درخت اور زراعت مشترک من قبیل خلط ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اوسمیں بیع کا موقوف ہونا شریک کے اذن پر اسوجہ سے ہے کہ شریک کو درخت کے اوکھاڑنے سے اور عمارت کے ڈھانے سے ضرر ہوگا کذا فی الطحطاوی وفيها بعد ورقتين ان المشتري لو لم يتمكن فيها بعد ذلك يقتضي كون فيهن جواز بيع البناء او الغرس المشترك في الارض المحتكرة ولو للاجنبي قنية اور ابن نجیم کے فتاوی میں دو ورق کے بعد ہے کہ مزارعوں کی فالیز ہے اسیطرح یعنی اوسکی بیع اجنبی سے جائز نہیں لیکن اوسی کتاب میں اور دونوں کے بعد جواز بیع ہے عمارت اور شجر مشترک کا جو ارض محتکرہ میں قائم ہے اگرچہ اوسکی بیع اجنبی سے کی

[illegible]

تو خبر دار رہنا مبادا شارح نے ناقص کتاب کو پورا آگاہ کر دیا اور اطمینان دل کے لائق وہ قول ہے جو اور کتب معتمدہ کے موافق یعنی بیع بناء و غرس کی اجنبی کو جائز
نہیں کذا فی الطحطاوی فلا یجوز بیعہما الا باذنہ ولو کانت الدار مشترکۃ تو جائز نہیں اشیاء مشترکہ مذکورہ کی بیع بلا اذن شریک کے اگرچہ گھر مشترک
ہو جیسے کہا عدم جواز بیع راجع ہے طرف الیس اور اوسکے ایک طرف دار بینہما باع احدہما بیتا معینا او نصیبہ من بیت معین فللآخر ان یبطل
البیع ایک گھر مشترک ہے دو شریکوں میں ایک شریک نے ایک معین کوٹھری یا اپنا حصہ ایک معین کوٹھری سے بیچا تو دوسرے شریک کو جائز ہے کہ بیع کو باطل
کر دے یعنی ہوا اسلئے کہ بائع کا حصہ بیع میں متحقق نہیں اس احتمال سے کہ شاید قسمت کے وقت جسکو بائع نے بیچا ہے وہ اوسکے شریک کے حصے میں پڑے اور ان
اگر اپنا حصہ بتعیین مکان بیچا تو جائز ہوا وفی الواقعات دار بین رجلین باع احدہما نصیبہ الاخر جاز لانہ لا یخلو اما ان باعہ بشرط الترک
او بشرط القلع او الہدم اما الاول فلا یجوز لانہ شرط منفعۃ للمشتری سوی المبیع فصار کشرط اجارۃ فی البیع ولا یجوز بشرط الہدم
والقطع لان فیہ ضررا بالشریک الذی لم یبع اور واقعات میں ہے کہ ایک گھر مشترک ہے دو مردوں میں اون میں سے ایک نے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ بیچا
تو جائز نہیں ہے اسلئے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا اوسنے بیع کی ہے بشرط ترک کے یعنی جیسا گھر ہے ویسا ہی رہے یا بیع کی ہے بشرط قلع یا ہدم کے پہلی صورت
تو جائز نہیں ہے اسلئے کہ بائع نے مشتری کی منفعت شرط کی ہے سوای بیع کے تو یہ شرط مانند شرط اجارہ کے ہوئی بیع میں اور بشرط ہدم اور قلع بھی جائز نہیں
ہے اسلئے کہ گھر کے گرانے میں اوس شریک کا ضرر ہے جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا ہے مذکور ہے فقط عمارت کی بیع مراد ہے چنانچہ حماویہ میں مصرح ہے اور اگر شریک نے
اپنا تمام حصہ یعنی عمارت کو ساتھ زمین کے بیچا تو اوسکے جواز کا کوئی مانع نہیں کذا فی الحلبی اور اجارہ شرط کرنا بیع میں اسطرح کہ عمارت کا حصہ بیچنے کے
وقت اوسکی زمین کا اجارہ شرط کرے تو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ ادخال ایک عقد کا ہے دوسرے عقد میں وفی الفتاوی اشجار بین قوم باع احدہم نصیبہ
مشاعا ان کان الاشجار قد انتہت اوان القطع حتی لا یضرہا القطع جاز الشراء وللمشتری ان یقطع لانہ لیس فی القسمۃ ضرر اور فتاوی میں ہے
کہ درخت مشترک ہیں ایک قوم میں اون میں سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تعیین بیچا اور حالانکہ درختوں کے کاٹنے کا زمانہ پورا ہو چکا کہ اب مشتری اور شریک کو کاٹنا
ضرر نہیں کرتا تو خریدنا جائز ہے اور مشتری کو کاٹنا درست ہے اسواسطے کہ قسمت میں ضرر نہیں ہم طحطاوی نے کہا قلع مشتری کی بعد تقسیم درست ہوا و یہ حکم
اون اشجار میں ہے جن میں قطع کرنا مقصود ہوتا ہے یعنی جیسے شیشم اور ساکھو اور جن درختوں سے پھل مقصود ہوتا ہے اونکا یہ حکم نہیں وفی النوازل باع نصیبہ
من الشجرۃ بلا ارض بلا اذن شریکہ ان آن اوان انقطاعہا جاز البیع لانہ لا یتضرر المشتری بالقسمۃ وان لم یبلغ فسد للضرر اور نوازل
میں ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ اشجار میں بدون زمین کے بلا اذن شریک بیچا اگر اوسکے قطع کا وقت ہے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ مشتری کو ضرر نہ ہوگا قسمت
اور اگر قطع کا وقت ہنوز نہیں پہونچا تو بیع فاسد ہے بسبب ضرر پانے مشتری کے قسمت سے وفیہا باع بناء بلا ارض علی انہ یترک المشتری البناء فالبیع
فاسد عمادیۃ من الفصل الثلاثین من مسائل الشیوع اور نوازل میں ہے کہ ایک شریک نے عمارت بدون زمین کے بیچی اس شرط پر کہ مشتری عمارت کو
چھوڑے یعنی بدستور سابق قائم رکھے تو بیع فاسد ہے کذا فی العمادیۃ مسائل شیوع کی تیسویں فصل سے طحطاوی نے کہا اشجار اور عمارت کے دونوں مسئلے مکرر ہو گئے مسئلہ
فتاوی میں مذکور ہے اور دوسرا واقعات میں وفی الاختلاط بلا صنع من احدہما فلا یجوز بیعہ الا باذنہ لعدم شیوع الشرکۃ فی کل حبۃ بخلاف نحو
وطاحون وعبد ودابۃ حیث یصح بیع حصتہ اتفاقا کما بسطہ المصنف فی فتاواہ بیع مشترک کی بلا اذن شریک صحیح ہے مگر خلط اور اوس خلط کی
صورتوں میں جو بلا صنعت احد الشریکین کے حاصل ہوا تو اوسکی بیع جائز نہیں مگر باذن شریک بسبب شائع ہونے شرکت کی ہر ہر دانہ میں بخلاف مانند حمام اور چکی اور غلام
جانور مشترک کی اسواسطے کہ اون میں سے اپنا حصہ بیچنا بالاتفاق صحیح ہے چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنے فتاوی میں عدم خلط بلا صنعت کی صورت یہ ہے مثلا
کہ تھیلی پھٹ کر دراہم مل گئے یا گیہوں یا شکر گیہوں یا جو مختلط ہو گئے اور عدم شیوع شرکت عدم جواز بیع کی علت ہے خلط اور اختلاط کی دونوں صورتوں میں چنانچہ مسئلہ خلط کی
اسکی تصریح ہو چکی ثم الظاہر ان التسلیم لیس بقید بل المراد الاخراج عن الملک ولو بہبۃ او وصیۃ وتمامہ فی الرسالۃ المبارکۃ فی الاشیاء المشترکۃ وہی نافعۃ
لمن ابتلی بالافتاء ظاہر یہ ہے کہ مصنف کے قول مذکور میں بیع قید نہیں بلکہ بیع سے مراد اخراج ہے اپنی ملک سے اگرچہ اخراج بسبب ہبہ یا وصیت کے ہوا اور پورا بیان اسکا رسالہ مبارکہ فی

الاشیاء والمشترکہ میں ہے اور وہ رسالہ اوس شخص کو نافع ہے جو مبتلا بافتا ہوا یعنی مفتی کو منفعت ہے یہ رسالہ مبارکہ صاحب نہر الفائق کی تصنیف ہو کذا فی النہر زاد
الوانی محشی الدرر الثلث فقہ ایضاً فراجعہ اور وانی محشی درر غرر نے شفعہ کو بھی زیادہ کیا تھی خلط اور اختلاط پر تو اوسکے طرف مرجعت کرو حاشیہ مذکورہ
کی عبارت کا یہہ مطلب ہی کہ استثنا و صورت خلط اور اختلاط پر یہہ اعتراض وارد ہے کہ مصنف کو لائق تہا کہ استثنا و صورت شفعہ کا بھی اشارہ کرتا ہو اسلیے
کہ اگر دو شخص وارث ہون زمین کے تو ایک وارث کو اپنا حصہ زمین مذکور بغیر شریک سے بیچنا جائز نہیں بلا اذن شریک کذا فی الطحطاوی واما الانتفاع بہ بغیبۃ
شریکہ ففی بیت وخادم وارض ینتفع بالکل ان کانت الارض ینفعہا الزرع والا لا بحر بخلاف الدابۃ ونحوہا وتمامہ فی الفصل الثالث و
الثلثین من الفصولین اور فائدہ لینا چیز مشترک سے اپنی شریک کی غیبت میں سو بیت اور خادم اور زمین میں تو بالکل مشترک سے منتفع ہو اگر زمین کو زراعت
فائدہ کرتی ہو اور اگر زمین کو ضرر ہو زراعت سے تو جائز نہیں کذا فی البحر بخلاف جانور اور اوسکے مانند کے اور اسکا پورا بیان فصولین کی تینتیسوین فصل میں ہے
عم حموی نے کہا جانور مشترک پر سوار نہو بغیر اذن شریک کے اسواسطے کہ سواری مین تفاوت ہوتا ہی یعنی سوار کار کی سواری سے جانور کو تکلیف نہین اور
ناواقف کی سواری سے مشقت ہوتی ہے اور علمانے کہا ہی کہ مشترک لونڈی ایکدن ایک شریک کے پاس رہے اور دوسرے دن دوسرے کے پاس تمت اب چند
مسائل مہایاۃ کے بمناسبت مقام مذکور ہوتے ہین جنکو مفتی ابوالسعود نے سراج سے نقل کیا تھی مہایاۃ عبارت ہے باری مقرر کرنے سے منافع مشترک مین پہلے معلوم کرنا
چاہیے کہ باری باندہنا منافع مشترکہ مین جائز ہے بنابر استحسان کے اور اوسمین قاضی کا جبر جاری ہے قسمت کے مانند مگر یہہ کہ قسمت اقوی ہے استکمال منفعت
مین اسواسطے کہ اوسمین منافع کا اجتماع ہے زمان واحد مین اور مہایاۃ مین اجتماع منافع کا تعاقب ہے اور مہایاۃ باطل نہین ہوتی موت سے تو وہ از قسم اجارہ اور
عاریت نہین کہ اونکا بطلان ہوجاتا ہی موت سے اور جب ایک شریک طالب قسمت کا ہو تو نقض اسکا جائز ہے اور کوئی ایسا عقد نہین جسکا فسخ دوسرے کی
طلب سے جائز ہو سوای مہایاۃ کے اور مہایاۃ تین قسم پر ہے ایک مہایاۃ اوس چیز مین ہے جو اصل کی قسمت کرنے سے بھی حاصل ہے اور جہاں مستعمل سے
مختلف نہین تو یہہ قسم صحیح ہے چنانچہ ایک گہر دو شخصون مین مشترک ہے سو دونون نے آپسمین یہہ قرار دیا کہ بعضے مکان مین ایک رہے اور بعضے مین دوسرا
اسمین بیان مدت کی کچھ حاجت نہین ہر شخص کو جائز ہے کہ آپ اوسمین رہے یا اوتنا مکان اوس گہر کا کرایہ کو دے اور اگر آپسمین یہہ قرار پایا کہ ایک شخص گہر مین
رہے اور دوسرا ایک تو بھی جائز ہے دوسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو اوس شے کے منافع مین ہو جو اصل کی قسمت کرنے سے حاصل نہین ہوسکتی ولیکن
اختلاف پذیر نہین چنانچہ دو غلام مین یون قرار دیا کہ ایک غلام ایک مولی کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے مالک کی خدمت کرے اور یہہ جائز ہے صاحبین کے
قول پر بسبب جائز ہونے قسمت رقیق کے اور امام اعظم اگرچہ جواز قسمت رقیق کے قائل نہین لیکن اونکے نزدیک قسمت فی المنافع جائز ہے اسواسطے کہ جنس واحد
غیر مختلف ہے تیسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو منافع مختلفہ مین ہو چنانچہ سواری کے دو جانورون مین یہہ بات مقرر ہو کہ ایک پر ایک شریک سوار ہو اور دوسرے پر
دوسرا یا دونون جانور دونون شریکون کی سواری مین رہین تو یہہ مہایاۃ جائز نہین بسبب مختلف ہونے منفعت دواب کے اور اسیطرح ایک سواری پر باری باری
سوار ہونا بھی جائز نہین بخلاف عبد واحد کے اسواسطے کہ سوار ہونا مختلف ہے باعتبار حذاقت سوار کے اور خدمت غلام کی مختلف نہین اسواسطے کہ غلام اپنے اختیار سے
خدمت کرتا ہے مالا یطاق کا متحمل نہین ہوتا اور جانور سوار ہونے مین مجبور ہے اور اگر دو شریکون نے ایک نخل یا شجر مین یہہ مقرر کیا کہ ہر شخص ایک جانب کے پھل لیا کرے یا بکری مین
ایک بہن کا ایک شخص دودہ لے اور دوسرے بہن سے دوسرا شریک لے تو یہہ جائز نہین اسواسطے کہ مہایاۃ منافع کے ساتھہ مخصوص ہے اس سبب سے کہ اونکو بقا نہین تو قسمت
ان مین متعذر ہے اور پھل اور دودہ تو ایسے ہین کہ موجود ہین اونمین تو بخوبی قسمت ہوسکتی ہے بعد حصول کے علاوہ اسکے اولاد اور البان متفاوت ہین اور اعیان مین قسمت جائز
نہین الا بتعدیل کذا فی الطحطاوی ملخصا اور طحطاوی نے کہا فصولین کی فصل مذکور مین مذکور ہے کہ مشترک گہر مین ایک شریک رہا دوسرے شریک کی غیبت مین
تو اوسپر حصہ شریک غائب کا کرایہ لازم نہین اگرچہ وہ گہر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اسواسطے کہ سکونت کے حق مین مشترک گہر ہر شریک کا مملوک قرار دیا جاتا ہے علی سبیل الکمال
اسواسطے کہ اگر ایسا نہو تو ہر شریک کا اوسمین داخل ہونا اور بیٹہنا اور اسباب رکہنا ممنوع ہو تو منافع ملک بالکل باطل ہوجاوین اور حالانکہ یہہ جائز نہین پہر جب یہہ ثابت ہوا تو شریک
حاضر اپنی ملک مین ساکن رہا تو اوسپر کرایہ کیونکر ہوگا اسواسطے کہ وہ بتاویل ملک اوسمین رہا وشرکۃ عقد ای واقعۃ بسبب عقد قابلۃ للوکالۃ اھ دوسری قسم شرکت کی

فصل مہایاۃ

عقد کی شرکت ہے یعنی وہ شرکت جو واقع ہو بسبب عقد کے قابل ہو واسطے وکالت کے وذکرہا ای ماہیتہا الایجاب والقبول ولو معنی کما لو دفع لہ الفا وقال
اخرج مثلہا واشتر والربح بیننا اور رکن اوس کا یعنی شرکۃ العقد کی ماہیت اور حقیقت ایجاب اور قبول ہے اگرچہ ایجاب اور قبول لفظے نہو بلکہ معنوی
چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم دئے اور کہا کہ تو بھی اپنے ہزار نکال اور اشیاء تجارت کو مول لے اور نفع ہمارے تمہارے درمیان نصفا نصف ہوگا
پھر دوسرے شخص نے دراہم مذکورہ کو لیا اور اوسنے دراہم اپنے اوس کے ساتھ نکالے تو شرکت منعقد ہو گئی کذا فی البحر وشرطہا ای شرکۃ العقد کون المعقود
علیہ قابلا للوکالۃ فلا تصح فی مباح کالاحتطاب اور شرکۃ العقد کی شرط یہہ ہے کہ ہونا معقود علیہ کا قابل وکالت کے تو صحیح نہیں شرکت امر مباح میں جیسے جنگل
کی لکڑیاں چننا معقود علیہ یعنی جس کام کے واسطے شرکت واقع ہوئی اوسمیں قابلیت وکالت اسواسطے شرط ہوئی تاکہ جس چیز کو دونوں شریک حاصل کریں
دونوں میں مشترک واقع ہو تو فاعل کے واسطے بطریق اصالت کے ہوگی اور شریک کے واسطے بطریق وکالت کے اور یہہ بات مباحات میں حاصل
نہو گی چنانچہ جنگل کی لکڑیاں اور گھاس اور شکار میں اسواسطے کہ توکیل انمیں صحیح نہیں تو مباحات کو جو شخص حاصل کریگا وہی بالخصوص اوس کا مالک ہوگا نہ اوسکا
شریک کذا فی شرح الزیلعی وعدم ما یقطعہا کشرط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لانہ قد لا یربح غیر المسمی وحکمہا الشرکۃ فی الربح اور شرکۃ
العقد کی دوسری شرط نہونا اوس چیز کا جو قاطع ہے شرکت کا چنانچہ شرط کر لینا دراہم معینہ کا منفعت سے ایک شریک کے واسطے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ کبھی منفعت سوا
قدر معین کے نہو اور حالانکہ حکم شرکت کا اشتراک فی المنفعۃ ہے مثلا زید اور خالد شریک ہیں تجارت میں اور زید نے ہزار روپئے دئے اور خالد سے کہا کہ
مجکو دو یا چار روپیہ ماہواری مشاہرہ دیا کرنا تو یہہ شرط ناجائز ہے اور مفسد شرکت اسواسطے کہ شاید کبھی دو یا چار کے سوا منفعت نہو تو خالد منفعت سے بے
نصیب رہا یا مطلق فائدہ نہوا فتاوی عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ شرکۃ العقد کی یہہ شرط ہے کہ فائدہ معلوم القدر ہو سو اگر مجہول القدر ہوگا تو مفسد شرکت
ہے اور یہہ شرط ہے کہ فائدہ جزو شائع ہو فی الجملہ معین یعنی شریک اپنے واسطے نصف منفعت ٹھہرا لے یا تہائی سو اگر دس یا سو درہم کی تعیین ہوگی تو شرکت فاسد
ہو جاوے گی انتہی وہی اربعۃ مفاوضۃ وعنان وتقبل ووجوہ وکل من الاخیرین یکون مفاوضۃ وعنانا کما سیجئ اور شرکۃ العقد چار قسم ہے
ایک مفاوضہ دوسری عنان تیسری تقبل چوتھی وجوہ اور پچھلی دو قسموں سے مفاوضہ اور عنان بھی ہوتی ہے چنانچہ آویگا اور بحر الرائق میں کہا کہ زیلعی نے شرکت کو
چھ قسم کہا ہے اس اعتبار سے کہ یا شرکت بالمال ہے یا شرکت بالاعمال ہے یا شرکت بالوجوہ ہے اور ہر ایک دو قسم ہے مفاوضہ اور عنان اور یہی تقسیم بہتر ہے اور اسیکو طحاوی اور
کرخی نے ذکر کیا ہے اسواسطے کہ چار قسم کہنا جیسا کہ شارح نے کہا ہے اسکا موہم ہے کہ اخیرین یعنی تقبل اور وجوہ میں مفاوضہ اور عنان نہیں ہے انتہی اور عالمگیری میں ذخیرہ
سے بھی اقسام ستہ مذکورہ منقول ہیں فالمفاوضۃ من التفویض بمعنی المساواۃ فی کل شئ اور شرکۃ العقد یا مفاوضہ ہے اور مفاوضہ مشتق ہے تفویض سے
اور تفویض بمعنی مساواۃ ہے یعنی ہر چیز میں برابر ہونا مشتق ہونا مفاوضہ کا تفویض سے دلالت کرتا ہے کہ مزید بھی مزید سے مشتق ہوتا ہے اور یہہ خلاف مشہور ہے کذا فی
شرح الملتقی قاموس میں کہا کہ مفاوضہ عبارت ہے اشتراک سے کل شئ اور مساوات سے لہذا ہدایہ میں کہا چونکہ یہہ شرکت عام جمیع تجارات میں ہے اور تفویض کرتا ہے ہر
شریک دوسرے کو امر شرکت کا علی الاطلاق اسواسطے یہہ عقد مسمی بمفاوضہ ہے لیکن مفاوضہ اصطلاحیہ میں ہر چیز کی مساوات لازم نہیں اسواسطے کہ زیادتی ایک شریک
کی دوسرے پر باعتبار زمین اور اسباب کے مضر شرکت نہیں اور بعضوں نے کہا کہ مفاوضہ مشتق ہے فوض بمعنی انتشار اور اشتہار سے چونکہ یہہ عقد جمیع التصرفات کی انتشار اور
ظہور پر مبنی ہے لہذا اوسکو مفاوضہ کہا تتضمن وکالۃ وکفالۃ لصحۃ الوکالۃ بالمجہول ضمنا لا قصدا شرکت یا مفاوضہ جو مذکور ہوئی وکالت اور کفالت کو متضمن ہے بسبب
صحیح ہونے مجہول کی وکالت کے ضمنا نہ قصدا اور یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ وکالت بالمجہول جائز نہیں تو لازم ہے کہ شرکت مفاوضہ جائز نہو کہ مجہول الجنس کی وکالت کو متضمن ہے
شارح نے اسکا جواب دیا کہ وکالت بالمجہول قصدا البتہ صحیح نہیں لیکن ضمنا صحیح ہے چنانچہ مضاربت صحیح ہے باوجود جہالت کے اسواسطے کہ مضاربت چیز مجہول کی خرید کی توکیل سے
عبارت ہے لیکن درضمن عقد مضاربت وتساویا مالا تصح بہ الشرکۃ اور بشرطیکہ دونوں شریک اوس مال میں برابر ہوں جس سے شرکت صحیح ہے ہم صحت شرکت کی قید
سے مراد عروض اور عقار خارج ہے تو اسکی زیادتی مضر مفاوضہ نہیں وکذا ربحا کما حققہ الوانی اور اسیطرح منفعت میں دونوں برابر ہوں جیسا کہ وانی نے اسکی تحقیق کی
ہے ہم وانی نے حاشیہ درر میں کہا کہ شرکت مفاوضہ عبارت ہے مساوات جمیع متعلقات شرکت سے تو یہہ منفعت کی برابری کو بھی مقتضی ہے ولہذا قہستانی نے اسکا تعرض نہیں کیا کہ فقط

اپنی مختصر مین منجملہ شرائط صحت مفاوضہ کہا ہی کہ دونون منفعت مین برابر ہون بلا تفصیل کذا فی الطحطاوی وتتفاوتا فیما لا یختلف باختلاف الملۃ کالتصرف یستلزم التساوی
فی الدین اور بشرطیکہ دونون شریک برابر ہون تصرف اور دین مین مخفی نہین کہ تصرف مین برابر ہونا مستلزم ہی دین کی برابری کو ھم لہذا زیلعی نے کہا
کہ خلاف فی الدین خلاف فی التصرفات کا ہونا ضروری ہے کہ کافر نے جب شراب اور سور کو خرید کیا تو مسلم اوسکی بیع پر قادر نہین اور شرط مفاوضہ یہہ ہے کہ جمیع مشتریات
شریک کی بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ وہ وکیل ہے بیع اور شراء مین اور اسیطرح مسلم اون دونون کی خرید پر بھی قادر نہین واجازھا ابو یوسف مع اختلاف
الملۃ مع الکراھۃ اور ابو یوسف نے مفاوضہ جائز رکھا ہے خلاف ملت کے ساتھہ بھی کراہت کے ساتھہ اسواسطے کہ کافر عقود جائزہ سے واقف نہین فلا تصح مفاوضۃ و
ان صحت عنانا بین حر وعبد لو مکاتبا او ماذونا وصبی وبالغ ومسلم وکافر لعدم التساوی والا تو شرکت صحیح نہین باعتبار مفاوضہ اگرچہ صحیح ہی باعتبار عنان
درمیان آزاد اور غلام کے اگرچہ غلام مکاتب ہو یا ماذون اور درمیان صغیر و بالغ کے اور مسلم اور کافر کے بسبب برابر ہونے دونون کے اسواسطے کہ حر بالغ بذات
خود تصرف کا مالک ہی اور غلام اور صغیر بلا اذن ولی اور سید مالک نہین و علی ہذا القیاس مسلم اور کافر تصرف مین برابر نہین چنانچہ عنقریب گذر چکا ولا تصح الا
بین صبیین لعدم اھلیتھما للکفالۃ ولا ماذونین لتفاوتھما قیمۃ اور مصنف نے اپنے کلام مین اشارہ کیا کہ شرکت مفاوضہ صحیح نہین درمیان دو لڑکون کے بسبب
اونکی عدم اہلیت کے واسطے کفالت کے اور نہ صحیح ہی درمیان دو ماذون غلامون مین بسبب متفاوت ہونے دونون کے قیمت مین یعنی جب قیمت مین برابر نہون گے تو ضمانت مین برابر نہو گے
حالانکہ مفاوضہ مین ایک شریک کا کفیل ہونا دوسرے شریک کیواسطے ضرور ہی وکل موضع لم تصح المفاوضۃ لفقد شرطھا ولا یشترط ذلک فی العنان
کان عنانا لاستجماع شرائطہ کما ستعرفہ اور جس موضع مین شرکت مفاوضہ صحیح نہو بسبب فقدان اوسکی شرط کے اور حالانکہ وہ شرط مفقود عنان مین شرط
نہین تو وہ شرکت عنان ہوجائیگی چنانچہ مذکور ہوچکا کہ حر اور عبد اور صبی اور بالغ اور مسلم اور کافر مین مفاوضہ صحیح نہین لیکن عنان صحیح ہی اوسکی شرائط کے جمع ہونے سے
چنانچہ شرائط عنان عنقریب واضح ہونگی وتصح المفاوضۃ بین حنفی وشافعی وان تفاوتا تصرفا فی متروک التسمیۃ لتساویھما ملۃ وولایۃ الالزام بالحجۃ
ثابتۃ اور صحیح ہی شرکت مفاوضہ درمیان حنفی اور شافعی کے اگرچہ دونون ذبیحہ متروک التسمیہ مین متفاوت ہین باعتبار تصرف کے بسبب برابر ہونے دونون کے ملت مین
اور ولایت الزام کی دلیل سے ثابت ہی یعنی متروک التسمیہ کے مال غیر متقوم ہونے پر دلیل قائم ہو اور ثبوت حجت کا بوجہ اتحاد ملت اور اعتقاد کے لازم ہی اسواسطے کہ شافعی
المذہب کا یہہ گمان ہی کہ متروک التسمیہ کی خرید شافعی اور حنفی دونون کو درست ہی اور حنفی کا یہہ زعم ہی کہ وہ دونون کو جائز نہین تو دونون تصرف مین برابر ہین اپنے اعتقاد کی
راہ سے بخلاف مسلم اور ذمی کے کذا فی البحر ولا تصح الا بلفظ المفاوضۃ وان لم یعرفا معناھا ای او بیان جمیع مقتضیاتھا ان لم یذکر اللفظ اذ العبرۃ
للمعنی لا للمبنی اور شرکت مفاوضہ صحیح نہین مگر بذکر لفظ مفاوضہ اگرچہ شریکین اوسکے معنے کو نہ جانتے ہون یا اوسکے جمیع مقتضیات کی بیان سے صحیح ہی اگر اوسکے لفظ کو ذکر
نکیا ہو اسواسطے کہ اعتبار معنی کا ہی لفظ کا نہین لفظ مفاوضہ مین مسلم اوسکے معنے کا ہونا اسواسطے شرط ہی کہ صریح محتاج نیت کا نہین اور جمیع مقتضیات کا بیان اسطرح ہی کہ دو حر بالغ
مسلم یا ذمی ہون وہ ایک دوسرے سے یون کہا کہ مین تیرا شریک ہوا اپنے سب مال مین بقدر تیری ملک کے بطریق تفویض عام دونون جانب سے تجارت اور نقد اور نسیہ مین اور ہر ایک شریک
کسی شخص دوسرے کا ضامن ہے کذا فی البحر واذا صحت فما اشتراہ احدھما یقع مشترکا الا طعام اھلہ وکسوتھم استحسانا لان المعلوم بدلالۃ الحال کالمشروط
بالمقال دار او المستثنی ما کان من حوائجہ ولو جاریۃ للوطی باذن شریکہ کما سیجیء اور جبکہ شرکت مفاوضہ باجتماع شرائط مذکورہ صحیح ہوئی سو جس چیز کو کہ ایک شریک
خرید کریگا وہ مشترک واقع ہو گی مگر اپنی اہل و عیال کا طعام اور لباس مشترک نہین بنابر استحسان کے اسواسطے کہ جو چیز کہ بدلالت حال معلوم ہو وہ زبانی شرط کے برابر ہی اور مصنف نے
طعام اور لباس سے مستثنی جمیع حاجات ضروریہ کا ارادہ کیا اگرچہ لونڈی خرید کی ہو وطی کیواسطے اپنے شریک کی اذن سے چنانچہ فصل آیندہ مین آئیگا وطی کی مانند خدمت اور اذن شریک کی
قید اسواسطے لگائی کہ اگر بے اجازت شریک خرید کریگا تو لونڈی مشترک ہوگی وللبائع مطالبۃ ایھما شاء بثمنھما ای الطعام والکسوۃ ویرجع الاخر بما ادی علی المشتری بقدر
حصتہ ان ادی من مال الشرکۃ اور بائع کو قیمت طعام اور لباس کا مطالبہ جائز ہی دونون مین جس سے چاہے کرے خواہ مشتری سے بالاصالۃ خواہ اوسکے شریک سے بالکفالۃ اور دوسرا
شریک مشتری سے بہ حصہ جو اوسنے قیمت ادا کی بقدر اوسکے حصے کے اگر اوسنے شرکت کے مال سے ادا کی ہو گی ھ اور اگر اوسنے غیر شرکت کے مال سے قیمت ادا کی تو رجوع نکریگا اور شرکت مفاوضہ باطل ہو گئی اگر
مال ہو واسطے اوس شخص کے ہو جس سے شرکت صحیح ہی اسواسطے کہ اوس مال کو داخل ہوئے اوسکی ملک مین مال اسکا زیادہ ہو گیا مساوات شرطیہ باقی نرہی اور اگر مال ہو جو غیر جنس شرکت نہین

چنانچہ عرض تو مفاوضہ باطل نہیں کذا فی العطایہ وکل دین لزم احدھما بتجارۃ وغصب واستقراض واستہلاک ودیعۃ وکفالۃ بمال بامرہ لزم الآخر ولو

ترجمہ باقرارہ اور جو دین کہ ایک شریک کو لازم ہوگا بسبب تجارت اور قرض لینے اور غصب اور استہلاک امانت اور مال کی ضامنی ہو کہ مکفول لہ کے امر سے تو دوسرے

شریک کو بھی لازم ہوگا اگرچہ لزوم اسکا شریک کے اقرار سے ہو مگر کفالت بامر کی قید اسواسطے لگائی کہ کفالت بلا امر سے اوسکے شریک پر دین لازم نہیں چنانچہ کفالت

نفس میں وہ بالاجماع لازم نہیں کذا فی العینی وشرحہ الا اذا اقر لمن لا تقبل شہادتہ لہ ولو بمہر ونفقۃ وخلع وجنایۃ وکل ما لا تصح

الشرکۃ فیہ مگر جب شریک نے دین کا اقرار کیا اوس شخص کیواسطے جسکے حق میں اوسکی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع اور زوجہ اگرچہ زوجہ معتدہ ہو تو دین

اوسیکو لازم ہوگا بالخصوص نہ اوسکے شریک کو چنانچہ مہر اور خلع اور جنایات اور وہ چیز جسمیں شرکت صحیح نہیں ہم زیلعی نے کہا کہ دوسرے شریک کو جنایت کی دیت

اور مہر اور خلع اور صلح قتل عمد اور نفقۂ زوجات اور اقارب لازم نہیں اسواسطے کہ یہ دین اون چیزوں کے بدل میں ہیں جسمیں اشتراک صحیح نہیں تو یہ لازم نہیں مگر شریک کو

وفائدۃ اللزوم انہ اذا ادعی علی احدھما فلہ تحلیف الآخر ولو ادعی علی الغائب لہ تحلیف الحاضر علی علمہ ثم اذا قدم لہ تحلیفہ البتۃ

ولو بلیۃ اور فائدہ لزوم دین کا یہ ہے کہ جب مدعی نے دین کا دعوی کیا ایک شریک پر تو اوسکو قسم دینا اوسکے دوسرے شریک پر جائز ہے یعنی درصورت انکار مدعی علیہ اور اگر

مدعی نے شریک غائب پر دعوی کیا تو مدعی کو شریک حاضر کو قسم دینا جائز ہے اوسکے علم پر پھر جب غائب آوے تو مدعی کو اوس سے قسم لینا بالیقین جائز ہے کذا فی البحر حاضر

کے علم پر اسواسطے قسم ہوئی کہ غیر کا فعل ہے نہ اپنا بخلاف غائب کہ اوسپر بالقطع قسم ہے کہ اپنا فعل ہے وبطلت ان وھب لاحدھما او ورث ما تصح فیہ

الشرکۃ کالنقدین ووصل الیہ ولو بصدقۃ او ایصاء لفوات المساواۃ اذ بقاءھا شرط کالابتداء اور شرکت مفاوضہ باطل ہوجاتی ہے اگر ایک شریک نے

ہبہ یا ورثہ میں وہ چیز پائی جسمیں شرکت صحیح ہے مثل نقد وغیرہ کے چنانچہ ہم اسکا ذکر آوینگے اور حالانکہ چیز موہوب اور موروث اوسکے ہاتھ میں پہونچ گئی اگرچہ وصول

بواسطے خیرات اور کسیکی وصیت کے ہوا ہو شرکت باطل ہوگی بسبب فوت ہونے مساوات مالی کے من حیث البقاء اور حالانکہ مساوات بقائی شرط ہے مانند ابتدا کے ہم سو علی کہ

مقصود غیر لازمہ میں بقا در حکم ابتدا ہے ظاہر ہے کہ ظاہر کلام زیلعی کا مقتضی ہے کہ ہر شرکا میں قبضہ ہونا شرط البطلان نہیں بلکہ جب میراث نقدین کی دین ہو لا یبطل

بقبض ما لا تصح فیہ الشرکۃ کعرض وعقار باطل نہیں ہوتی شرکت مفاوضہ اون چیزوں کے قبض سے جسمیں شرکت صحیح نہیں چنانچہ اسباب اور زمین واذا بطلت بما

ذکر صارت عنانا ای تنقلب الیہا اور جب کہ شرکت مفاوضہ باطل ہوگئی بسبب اوسکے جو مذکور ہو چکا تو شرکت عنان ہوگئی یعنی مفاوضہ منقلب ہوکر عنان بن گئی بسبب امکان

اسکی کہ مساوات اوسمیں شرط نہیں کذا فی المنح ولا تصح مفاوضۃ وعنان ذکر فیہما المال الا انہما تقبل و وجوہ بغیر النقدین والفلوس النافقۃ والتبر والنقرۃ

ای ذہب وفضۃ لم یضربا ان جری مجری النقد فی التعامل بہما والا فکعرض اور صحیح نہیں شرکت مفاوضہ اور عنان سوای نقدین یعنی روپیہ اور اشرفی اور فلوس رائجہ

اور سونے چاندی کی ڈلی کے جبکہ بجای نقود معاملہ میں چلتی ہوں اور اگر بجای دراہم اور دنانیر رائج نہوں تو سونے چاندی کی ڈلی اسباب کے مانند ہے شارح نے کہا سوای

نقد وغیرہ کے شرکت مفاوضہ اور عنان صحیح نہیں جنمیں مال مذکور ہوا اور اگر مال مذکور نہیں تو مفاوضہ اور عنان درصورت شرکت تقبل اور وجوہ ہونگی تبر

بالکسر ڈلی اور نقرہ سے سونا اور چاندی غیر مضروب مراد ہے بطریق لف ونشر مرتب وصحت بعرض ہو المتاع قبل النقدین وتحرک قاموس ان باع کل منہما

نصف عرضہ بنصف عرض الآخر ثم عقدا مفاوضۃ او عنانا وھذہ حیلۃ لصحتہا بالعروض اور شرکت اموال صحیح ہے اسباب اگر بیچ کر ہر شخص

دونوں میں سے اپنے نصف اسباب کو بعوض نصف اسباب دوسرے کے پھر دونوں شرکت کو منعقد کریں خواہ شرکت مفاوضہ خواہ عنان اور یہ حیلہ ہے واسطے صحیح ہوجانے

شرکت کے اسباب سے عرض بالفتح عبارت ہے اوس متاع یعنی اسباب سے جو نقدین کے سوای ہے اور بتحریک عرض بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم جب

ایک نے اپنا نصف اسباب دوسرے کے نصف اسباب سے بیچا تو دونوں قیمت میں شریک ہوگئے بشرکت ملک تو جائز نہیں ایک کو دوسرے کے حصے میں

تصرف کرنا پھر عقد ہوا شرکۃ المال شرکۃ العقد ہوگئی اب ہر شخص کو اپنے شریک کے حصہ میں تصرف جائز ہوگیا کذا فی المنح زیلعی نے کہا بیع کرنا بعوض نصف اسباب

شریک کے اتفاقی قید ہے اسواسطے کہ اگر بعوض دراہم بیع کرکے شرکت منعقد کریگا عرض میں بھی تو بھی جائز ہے اور ایک شخص کا بیع کرنا بعوض شرکت کیواسطے کافی

ہے وھذا ان تساویا قیمۃ وان تفاوتا باع صاحب الاقل بقدر ما تثبت بہ الشرکۃ ای کما لو کان قولہ بنصف عرض الآخر اتفاقی اور یہ یعنی نصف

عرض کو نصف عرض سے بیچکر نا اور یہ تب ہی ہے جب دونون کے اسباب برابر ہون قیمت مین اور اگر قیمت مین متفاوت ہون تو کمتر قیمت والا اوس قدر اپنا اسباب
بیع کرے جس سے شرکت ہو جاوے کذا صرح ابن کمال تو مصنف کا یہہ قول کہ نصف عرض شریک سے بیچ کرے اتفاقی ہے ھم مثلا ایک شخص کے اسباب کی ہزار قیمت ہے
اور دوسرے کے اسباب کی دو ہزار قیمت ہے تو صاحب اقل اپنے اسباب کی دو تہائیان بعوض ایک تہائی دوسرے کے اسباب کے بیچکرے تو تمام مال دونون مین
تین ثلث ہو گا دو ثلث صاحب اکثر کے اور ایک ثلث صاحب اقل کا پھر دونون شخص شرکت کو منعقد کرین تو منفعت دونون مین بقدر ملک کے ہو گی کذا فی
المنح اور جسقدر دوسرے کا اسباب زیادہ رہیگا وہ مفسد شرکت نہین ہے واسطے کہ ملک اسباب مبطل شرکت نہین اور نصف عرض کی قید یا اتفاقی ہے یا قصدی تا
مفاوضہ اور عنان دونون کو شامل ہے واسطے کہ مفاوضہ مین تساوی شرط ہے نہ عنان مین کذا فی الطحطاوی ولا تصح بمال غائب او دین مطلقاً
کانت او عنانا لتعذر المضی علی موجب الشرکۃ اور شرکت صحیح نہین غائب مال اور دین سے خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان بسبب تعذر ہونے موجب شرکت پر
یعنی جب دونون مال یا ایک مال حاضر نہو تو دونون منفعت کا ہونا متعذر ہے ھم شلبی نے اتقانی سے نقل کیا کہ وقت عقد کے مال کا ہونا شرکت کی شرط نہین
بلکہ خرید کے وقت مال کا ہونا شرط ہے بسبب حصول مقصود کے واما عنان بالکسر وتفتح اور شرکت عنان کا کسرہ اور فتحہ عین کا بھی جائز ہے ھم اما عنان عطف ہے
اما مفاوضۃ پر یہہ بیان ہے شرکۃ العقد کی نوع ثانی کا عنان سے مشتق ہے یعنی پیش آیا اور سامنا ہوا سو جب ایک شریک نے دوسرے کو اسکا اختیار دیا کہ خرید کرے
جا وے کے سامنے آوے لہذا یہہ شرکت اسی سے بعنان ہوئی یا عنان ماخوذ ہے عنان الفرس سے ہے واسطے کہ ہر شریک نے اپنا بعض مال کی عنان تصرف دوسرے
شریک کو دی ان تضمنت وکالۃ فقط بیان لشرطہا شرکت عنان ہوتی ہے اگر متضمن ہو فقط وکالت کی یہہ بیان ہے اوسکی شرط کا ھم ظاہرا قید فقط کی اسکو
مقتضی ہے کہ ضمن کفالت سے عنان منعقد نہین ہوتی لیکن اگر وکالت اور کفالت کے ساتھ باقی شروط مفاوضہ موجود ہین تو شرکت مفاوضہ ہے والا لائق یہہ ہے کہ عنان
منعقد ہوا اور فقہاء کے اس قول کا کہ عنان کفالت سے منعقد نہین ہوتی یہہ مطلب ہے کہ ذکر کفالت عنان مین شرط نہین اور یہہ نہین کہ عدم کفالت شرط ہے کذا فی
البحر فتصح من اہل التوکیل کصبی ومعتوہ یعقل البیع وان لم یکن اہلا للکفالۃ لکونہا لا تقتضی الکفالۃ تو شرکت عنان صحیح ہے اہل توکیل سے چنانچہ
صغیر اور اوس بالغ کم عقل سے جو بیعکو سمجھتا ہے اگرچہ وہ ضمانت کی لیاقت نرکھتا ہو اسواسطے کہ شرکت عنان ضمانت کی مقتضی نہین ھم اہل توکیل رجال اور نساء اور بالغ
اور صغیر ماذون اور حر اور عبد ماذون اور مسلم اور کافر اور مکاتب سبکو شامل ہے کذا فی العالمگیریہ تو ان سب کو رین مین شرکت عنان صحیح ہے بل الوکالۃ فا
لذا تصح عاما وخاصا ومطلقا ومؤقتا بلکہ شرکت عنان وکالت کی مقتضی ہے اور اسی واسطے عنان صحیح ہے عام اور خاص ہو کر اور مطلق اور موقت ہو کر یعنی چونکہ
عنان وکالت پر مبنی ہے اور وکالت تو عام اور خاص اور مطلق اور موقت ہر طرح صحیح ہے تو عنان بھی اسیطرح صحیح ہے ومع التفاضل فی المال دون الربح و
عکسہ اور عنان صحیح ہے مال کی زیادتی کے ساتھ بلا زیادتی منفعت اور اسکے برعکس یعنی تفاضل منفعت نہ مال مین ھم دونون شریکون کا مال برابر ہو یا کم و بیش
اور نفع دونون مین برابر یا کم و بیش خواہ دونون تجارت کرین یا ایک پھر ہر صورت شرکت عنان صحیح ہے لیکن اگر سب نفع ایک شخص کے واسطے مشروط ہو تو یہہ جائز
نہین کہ یہہ شرکت نرہی قرض ہو گیا اگر عامل کے واسطے نفع مشروط ہوا یا بضاعت ہو گئی اگر نفع صاحب مال کیواسطے مشروط ہوا کذا فی الطحطاوی عن النہر وببعض المال
دون بعض اور شرکت عنان صحیح ہے بعض مال سے نہ بعض آخر سے اسواسطے کہ مساوات عنان مین شرط نہین وبخلاف الجنس کدنانیر من احدہما ودراہم من آخر
اور عنان صحیح ہے مختلف الجنس سے چنانچہ ایک شریک کی اشرفیان اور دوسرے شریک کے روپیے ھم عنان مین تخصیص خلاف جنس کی یہہ ہے کہ شرکت مفاوضہ
یہہ جائز نہین حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ اگر دراہم اور دنانیر قیمت مین برابر ہون تو مفاوضہ جائز ہے والا عنان صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الخزانۃ وبخلاف الوصف
کبیض وسود وان تفاوتت قیمتہما اور عنان صحیح ہے مخالف وصف سے چنانچہ دراہم سفید اور سیاہ سے اگرچہ دونون کی قیمت متفاوت ہو والربح علی ما شرطا اور نفع
دونون شریکون کی شرط کے موافق ہو گا ومع عدم الخلط لاستناد الشرکۃ فی الربح الی العقد لا المال فلم تشترط مساواۃ ولا اتحاد وخلط اور عنان صحیح ہے عدم
خلط دونون مال کے بسبب مستند ہونے نفع کی شرکت کے عقد کیطرف نہ مال کے طرف تو مشروط نہین مساوات اور اتحاد اور خلط ھم عدم مساوات مع التفاضل پر متفرع ہے اور
عدم اتحاد مال بخلاف الجنس والوصف پر متفرع ہے اور عدم خلط مع عدم الخلط پر متفرع ہے وتطالب المشتری بالثمن فقط لعدم تضمنہا الکفالۃ اور فقط مشتری

ف احکام شرکت عنان

رہا بلکہ نہیں لوٹا جائیگا۔ اور اسکے شریک سے بسبب متضمن ہونے شرکت عنان کے ضمانت کو رجوع کریگا ثم یرجع علی شریکه بحصته منه ان ادی من مال نفسه ای مع
بقاء مال الشرکة والا فلا [illegible] لشراء الخاصة لئلا یصیر مستدینا علی مال الشرکة بلا اذنه بحر۔ شریک مشتری قیمت بھرنے کے بعد اپنے شریک سے بقدر حصے
کے لیوے گا اگر مشتری نے قیمت ادا کی ہو اپنے ذاتی مال سے یعنی باوجودیکہ باقی ہے مال شرکت کے اور اگر مال شرکت کا نقد باقی نہیں بلکہ منجملہ اعیان اور اسباب کے ہوگیا ہو
تو خرید کرنا مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہوگا کیونکہ شریک مشتری قرض کرنے والا شرکت کے مال پر بلا اذن شریک کے [illegible] ماحصل یہ ہے کہ اگر ایک
شریک نے کوئی چیز خرید کی اور شرکت کا مال نقد ہنوز موجود ہے تو شریک سے قیمت بھر لیوے بقدر اوسکے حصے کے اور اگر نقد باقی نہیں بلکہ متاع اور قماش شرکت کی
ہی اور مشتری نے دراہم یا دنانیر سے ادھار خرید کی تو خرید فقط مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہے اسواسطے کہ اگر مشترک ہو تو لازم آوے گا کہ اوسکے
شریک کے مال پر قرض کیا اور حالانکہ شریک عنان کو بلا اذن کے ایسا استدانت کا اختیار نہیں کذا فی البحر عن المحیط وتبطل الشرکة بهلاك المالین او احدهما قبل
الشراء ای الهلاك قبل ما لکه قبل الخلط وعلیهما بعده اور باطل ہوجاتی ہے شرکت دونوں مالوں کے ہلاک ہونے یا ایک کے ہلاک ہونے سے قبل خرید کے اور ہلاک
مالک کے مال پر ہوتا قبل خلط کرنے دونوں مالوں کے اور دونوں شریکوں پر ہو بعد خلط کرنے کے وان اشتری احدهما بماله وهلك بعده مال الآخر قبل ان
یشتری به شیئا فالمشتری بینهما شرکة علی ما شرطا ویرجع علی شریکه بحصته منه ای من الثمن لقیام الشرکة وقت الشراء
اور اگر ایک شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی اور بعد اوسکے دوسرے شریک کا مال ہلاک ہوگیا قبل اوسکے خرید کرنے کسی چیز کے تو جو چیز خرید ہوئی وہ شریک کی
دونوں میں بشرکت عقد ہوجاوے گی دونوں کی شرط کے اور شریک مشتری اپنے شریک سے قیمت بھر لیوے اوسکے حصے کے موافق بسبب قائم ہونے شرکت کے خرید کے وقت میں
[illegible] قائم شرکت [illegible] فالمشتری [illegible] وان هلك مال احدهما ثم اشتری الآخر بماله [illegible] صرحا بالوکالة فی
عقد الشرکة [illegible] فالمشتری [illegible] فی اصل المال والربح
[illegible] لبقاء الوکالة [illegible] اور اگر ایک شریک کا مال ہلاک ہوگیا پھر دوسرے شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی تو اگر دونوں شریکوں نے وکالت کی تصریح
کردی عقد شرکت میں اسطرح کہ دونوں نے کہا کہ ہم شریک ہیں اس شرط پر کہ دونوں میں سے جو شخص اپنے مال سے خرید کرے تو وہ چیز مشترک ہو کذا فی النہر وشرح الوقایہ تو جو چیز خرید ہوئی
وہ مشترک ہوگی دونوں میں بموجب انکی شرط کے [illegible] شرکت الملک بسبب باقی رہنے اوس وکالت کے جسکی تصریح ہوچکی ہم ایک
شریک کا مال ہلاک ہونے سے شرکت عقد باطل ہوگئی لیکن وکالت مصرحہ باقی ہے اور خرید ہوئی [illegible] وکالت [illegible] شرکۃ الملک ہوگی سو اب کوئی شریک دوسرے [illegible]
[illegible] فی المنح [illegible] بحصته [illegible] ذکر مجرد الشرکة [illegible] علی الوکالة [illegible] لان الشرکة
لما بطلت بطل ما فی ضمنها من الوکالة [illegible] اور شریک مشتری کی اسکی قیمت کا حصہ بھر لیوے والا یعنی اور اگر دونوں شریکوں نے فقط شرکت کو ذکر کیا [illegible] وکالت [illegible]
[illegible] تو وہ خرید ہوئی چیز [illegible] مخصوص ہوگی [illegible] شرکت جب باطل ہوگئی بسبب [illegible] مال کے تو جو [illegible] وکالت تھی
[illegible] ولا تصح باشتراط دراهم مسماة من الربح لاحدهما لقطع الشرکة کما مر اور فاسد ہے شرکت ایک شریک کو [illegible] دراہم معینہ [illegible]
[illegible] بسبب منقطع ہونے شرکت کے چنانچہ اول باب میں گذر گیا کہ تعیین دراہم [illegible] شرکت [illegible] مثلا ایک شریک نے شرط کی کہ نفع میں سے سو درہم [illegible] باقی کو تقسیم
کریں گے تو یہ [illegible] شرکت کی موجب [illegible] شاید کبھی فائدہ حاصل [illegible] سو درہم [illegible] تو اس صورت میں تمام نفع ایک ہی شخص کے واسطے
[illegible] ولا [illegible] لانه شرط [illegible] بالشرط [illegible]
[illegible] مصنف شرکت فاسد ہوگی [illegible] شرکت [illegible] بسبب [illegible] تعیین دراہم [illegible] فاسد ہے [illegible] شرکت کے شرط فاسد [illegible]
یعنی عدم فساد شرکت بشرط فاسد [illegible] بطلان [illegible] شرکت [illegible] کذا فی البحر ومتن [illegible] قلت [illegible] صدر الشریعة
وابن الکمال بفساد الشرکة میں کہتا ہوں کہ تصریح کی ہے صدر الشریعہ اور ابن کمال نے فساد شرکت کی تعیین دراہم سے [illegible]
نے کہا کہ شارح کا طرز بیان فہم مقصود میں موجب [illegible] کا ہے تو اگر شارح مصنف کی عبارت کے بعد یوں کہتا کہ [illegible]

گئی ہیں اور فقہا کا اس قول سے کہ شرکت فاسد نہیں ہوتی شروط فاسدہ سے صاحب بحر اور مصنف یہہ سمجھے ہیں کہ شرط تعیین دراہم کی باطل ہے نہ شرکت تو خوب
واضح ہو گیا ویکون الربح علی قدر المال اور ہوگا نفع بقدر مال کے یعنی در صورت اشتراط دراہم معینہ ہر شریک کو نفع بقدر مال اسکے ملیگا ہم اسواسطے کہ شرکت
فاسدہ کا یہی حکم ہی ولکل من شریکی العنان والمفاوضۃ ان یستاجر من یتجر لہ او یحفظ المال اور ہر شریک کو عنان اور مفاوضہ کے دو شریکون میں سے
جائز ہی کہ نوکر رکہے اسکو جو تجارت کرے یا مال کی حفاظت کرے ہم اسواسطے کہ یہہ تاجرونکی عادت ہی ویبضع ای یدفع المال بضاعۃ بان یشترط الربح لرب
المال اور ہر شریک کو جائز ہی کہ دیوے مال کو بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال اسکے واسطے مشروط ہو نہ عامل کے واسطے ہم طحطاوی نے کہا بضاعت کے یہہ معنی عرفی
ہیں اور باعتبار لغت کے بامعنی شریک ہی کذا فی القاموس ویودع ویعیر ویضارب لانہا دون الشرکۃ فتتضمنہا اور جائز ہی شریک کو کہ امانت رکہاوے اور عاریت
دیوے اور مال کو بطریق مضاربت کے دیوے اسواسطے کہ مضاربت شرکت سے کمتر ہے تو شرکت اسکو متضمن ہے ویوکل اجنبیا بالبیع والشراء ولو نہاہ المفاوض
الآخر صح نہیہ فتح اور جائز ہی شریک کو کہ شخص غیر کو بیع اور شرا کا وکیل کرے اور اگر اسکو دوسرا شریک مفاوض منع کرے توکیل سے تو اوسکا منع کرنا صحیح ہے
کذا فی البحر ہم تقیید مفاوض کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ ہر شریک کی نہی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الجوہرۃ ویبیع بما عز وہان خلاصہ اور جائز ہے
بیع کرنا شریک کا بعوض عزیز اور ذلیل کے کذا فی الخلاصہ یعنی بعوض قلیل یا کثیر بیع جائز ہی وبنقد او نسیئۃ بزازیہ اور جائز ہی بیع نقد اور ادھار کذا فی
البزازیہ ویسافر بالمال لہ حمل او لا ہو الصحیح خلافا للاشباہ وقیل ان لہ حمل یضمن والا لا ظہیریہ اور جائز ہی ہر شریک کو سفر میں لیجانا
مال کا خواہ اوسکے واسطے حمل ہو یا نہو یہی قول صحیح ہے بخلاف اشباہ اور بعضون نے کہا کہ اگر مال کے واسطے حمل ہے تو شریک پر ضمانت ہی والا نہیں کذا فی الظہیریہ
ہم تفسیر الاحمل لہ میں اختلاف ہی بعضون نے کہا وہ محمول بلا اجرت ہے اور بعضون نے کہا جو ایک ہاتہ سے اوٹہہ سکے کذا فی جامع الفصولین خلاصہ یہہ ہے کہ سفر میں
اختلاف ہی اور صحیح یہہ ہے کہ مطلقا سفر جائز ہی اسواسطے کہ اذن تصرف کا بمقتضای شرکت ثابت ہی اور شرکت علی الاطلاق صادر ہوئی اور حالانکہ مطلق
اپنے اطلاق پر جاری ہی ہم بحثا ہی مگر بدلیل ومؤنۃ السفر والکراء من راس المال ان لم یربح خلاصہ اور خرچ سفر اور کرایہ کا راس المال سے متعلق ہی اگر نفع نہو
تجارت میں کذا فی الخلاصہ ہم عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ شریک کا نفقہ اوسکی ذات اور طعام اور سالن کا راس المال میں سے ہی اور اگر نفع حاصل ہوا ہو تو نفع سے
محسوب ہو ولا یملک الشریک الشرکۃ الا باذن شریکہ جوہرہ مالک نہیں شریک غیر کو شریک کرنیکا مگر اپنے شریک کی اجازت سے کذا فی الجوہرہ ہم اسواسطے کہ شریک نہیں
کر سکتا کہ شی اپنی برابر والی چیز کی متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کی کذا فی الہدایہ ولا الرہن الا باذنہ ویکون ہو العاقد فی حق الدین اور مالک نہیں شریک
رہن کا مگر اپنے شریک کی اذن سے یا کہ راہن وہی عاقد ہو موجب دین میں ہم یعنی شریک نے کوئی چیز مول لی اور بعوض اوسکی قیمت کے کوئی چیز شرکت کے مال سے رہن رکھی تو جائز
ہی اور جیسے رہن جائز نہیں ویسے ہی ارتہان بھی جائز نہیں الا در صورت ولایت عقد کذا فی الطحطاوی عن البحر والنہر وحینئذ یصح اقرارہ بالرہن والارتہان
سراج اور اوس وقت میں یعنی جب کہ راہن وہی عاقد بنفسہ ہوا تو صحیح ہی اوسکا اقرار رہن اور ارتہان کا کذا فی السراج ولا الکتابۃ ولا الاذن بالتجارۃ والتزویج لامۃ
وہذا کلہ لو عنانا اما المفاوض فلہ کل ذلک اور مالک نہیں شریک غلام کے مکاتب کرنیکا اور اوسکو تجارت کے اذن دینیکا اور لونڈی کے نکاح کر دینیکا اور
یہہ سب جو مذکور ہوا اوس وقت ہی جب کہ وہ شریک عنان ہو اور شریک مفاوض کو تو یہہ سب کچہہ جائز ہی ولو فاوض ان باذن شریکہ جاز والا انعقدا عنانا
بحر اور اگر شریک مفاوض غیر کو شریک مفاوض بناوے اگر یہہ اپنی شریک کے اذن سے ہو تو جائز ہی اور نہیں تو شرکت عنان منعقد ہو جاتی کذا فی البحر ہم اسواسطے
کہ عنان کمتر ہے مفاوضہ سے اور شی اپنی کمتر کی متضمن ہوتی ہے ولا یجوز لہما ای عنان ومفاوضۃ تزویج العبد ولا الاعتاق ز
لو علی مال اور جائز نہیں ہے دونون شریکون کو عنان اور مفاوضہ میں تزویج غلام کی اور نہ اوسکا آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ اعتاق بعوض مال کے
ولا الہبۃ ای لثوب ونحوہ فلو بجز فی حصۃ شریکہ وجاز فی نحو لحم وخبز وفاکہۃ اور نہ شریکون کو ہبہ کرنا جائز ہی یعنی کپڑا اور اوس
مانند کو ہبہ کرنا صحیح نہیں اور اگر ہبہ کریگا تو اپنے شریک کے حصہ میں جائز نہو گا اور جائز ہے ہبہ مانند گوشت اور روٹی اور میوہ کے خلاصہ یہہ ہے کہ چاندی
سونا اور اسباب ہبہ کرنا درست نہیں اور ماکولات کا ہبہ درست ہے ولا القرض الا باذن شریکہ اذنا صریحا فیہ سراج اور نہ قرض دینا جائز ہے مگر اپنے شریک کے

اذن ہے ایسا اذن جو صریح ہو قرض میں کذا فی السراج وفیہ اذا قال لہ اعمل برأیک فلہ کل التجارۃ الا القرض والہبۃ اور سراج میں ہے جب کہ ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو اوسکو اس قول سے ہر تجارت جائز ہو سوای قرض دینے اور ہبہ کرنے کے یعنی اس قول سے رہن اور ارتہان اور سفر اور خلط مال اور غیر کے مال سے شرکت کرنا جائز ہے مگر قرض اور ہبہ درست نہیں کذا فی البحر وکذا کل ما کان اتلافا للمال او کان تملیکا للمال بغیر عوض لان الشرکۃ وضعت للاسترباح وتوابعہ وما لیس کذلک لا ینتظمہ عقدہما اور اسیطرح قرض کے مانند جس میں مال تلف ہوتا ہو یا تملیک مال ہو بغیر عوض کے ہو اسواسطے کہ شرکت موضوع ہوئی ہے واسطے طلب منفعت اور لوازم منفعت کے اور جو کام ایسا نہیں اسکو عقد شرکت منتظم نہیں ہے وصح بیع المفاوض ممن ترد شہادتہ لہ کابنہ وابیہ وینفذ علی المفاوضۃ اجماعا اور صحیح ہے شریک مفاوض کی بیع اوس شخص سے جسکی گواہی اوسکے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اوسکا بیٹا اور باپ اور یہہ بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ ہوگی بالاجماع ولا یصح اقرارہ بدین ولا ینفذ علی المفاوضۃ عندہ لا بزازیۃ صحیح نہیں اوسکا اقرار دین کا تو یہہ اقرار نافذ نہوگا مفاوضہ پر امام اعظم کے نزدیک کذا فی البزازیۃ یعنی اگر شریک مفاوض نے مثلا اقرار کیا کہ میں نے اپنے بیٹے یا باپ سے قرض لیا ہے تو یہہ اقرار غیر صحیح شرکت میں جاری نہوگا وفی الخلاصۃ اقر شریک العنان بجاریۃ [illegible] حصۃ شریکہ اور خلاصہ میں ہے کہ اقرار کیا شریک عنان نے ایک لونڈی کا تو جائز نہیں اوسکے شریک کے حصے میں یعنی ایک شریک کے پاس شرکت کی لونڈی ہے اور اوس نے اقرار کیا کہ یہہ لونڈی فلانے شخص کی ہے تو یہہ اقرار اوسکے شریک کے نصیب میں جائز نہیں کذا فی البحر وعن قاضی خان ولو باع احدہما الشیء للآخر بحذ ثمنہ ولا الخصومۃ فیما باعہ او ادانہ اور اگر ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو اوسکی قیمت لینا جائز نہیں اور نہ اوسکی ہبہ اور ادا جس چیز جائز ہو یعنی جس مال کو شریک نے بطریق دین دیا اوسمیں شریک خصومت نہیں کرسکتا وہو ای الشریک امین فی المال فیقبل قولہ بیمینہ فی مقدار الربح والخسران والضیاع والدفع لشریکہ ولو ادعاہ بعد موتہ کما فی البحر مستدلا بما فی وکالۃ الولوالجیۃ کل من حکی امرا لا یملک استینافہ ان فیہ ایجاب الضمان علی الغیر لا یصدق وان فیہ نفی الضمان عن نفسہ صدق انتہی فلیحفظ ہذا الضابط اور دونوں شریک خواہ شریک عنان ہوں یا مفاوضہ کذا فی الطحطاوی مال امین ہیں تو اوسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ مقدار منفعت اور نقصان اور راس المال کے ضائع ہونے اور اپنے شریک کو دینے میں اگرچہ اسکا دعوی کیا ہو شریک کی موت کے بعد چنانچہ بحر الرائق میں بھی وکالت ولوالجیہ سے استدلال کرکے کہ جس شخص نے حکایت کی اوس امر کی جسکے استیناف کا وہ مالک نہیں اگر اوسمیں ایجاب ضمان ہوتا ہو غیر پر تو اوسکی تصدیق نہوگی اور اگر اوس حکایت میں نفی ضمان کی ہو اپنی ذات سے تو اوسکی تصدیق ہوگی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہئے صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا یہہ ہے کہ اگر اپنے شریک کو دینے مال کا دعوی کیا تو اوسکا قول مع الیمین معتبر ہے خواہ یہہ دعوی شریک کی حیات میں ہو یا موت میں اور ظاہر کلام ولوالجی کتاب الوکالۃ میں اسکا مفید ہے اسکے کہا کہ اگر بقبض ودیعت کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مرگیا اور وکیل نے کہا کہ میں نے قبضہ کیا اسکی حیات میں اور وہ چیز ہلاک ہوگئی اور وارث اسکی منکر ہیں یا وکیل نے کہا کہ میں نے ودیعت موکل کو دی تو اسکی تصدیق ہوگی اور اگر قبض دین کے واسطے وکیل کیا تو تصدیق نہوگی یہہ اسلئے کہ وکیل نے دونوں صورتوں میں اوس امر کی حکایت کی جسکے استیناف کا مالک نہیں وکیل بالقبض ودیعت نفی ضمان کی اپنی ذات سے حکایت کرتا ہے لہذا اوسکی تصدیق ہوگی اور وکیل بقبض دین حالی ضمان موکل پر تو اسکی تصدیق نہوگی انتہی ملخصا کما فی المنح ویضمن بالتعدی وہذا حکم الامانات اور ضامن ہوگا شریک بسبب تعدی کی اور یہی حکم ہے امانات کا یعنی امانتدار پر ضمان نہیں مگر تعدی سے وفی الخانیۃ التقیید بالمکان صحیح فلو قال لا تجاوز خوارزم فجاوز ضمن حصۃ شریکہ اور خانیہ میں ہے کہ قید کرنا شرکت کا ساتھ مکان کے صحیح ہے تو اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ خوارزم سے آگے نہ بڑھنا پھر وہ بڑھ گیا اور مال تباہ ہوا تو ضامن ہوگا اپنے شریک کے حصے کا بسبب تعدی کے وفی الاشباہ نہی احدہما عن الخروج [illegible] النسیئۃ اور اشباہ میں ہے کہ ایک شریک نے منع کی اپنے شریک کو شہر کے باہر جانے سے اور ادھار بیچنے سے تو یہہ نہی جائز ہے یعنی اگر اسکے خلاف کریگا اور مال تلف ہو ضامن ہوگا بعض الشریک عنانا او مفاوضۃ یجہل موتہ نصیب صاحبہ علی المذہب والقول بخلافہ غلط کما فی نقل الخانیۃ ویجیء فی الودیعۃ خلافا للاشباہ فیا [illegible] ضامن ہوگا ہی شریک اپنے شریک کے حصہ کا خواہ شرکت عنان یا مفاوضہ کذا فی البحر مرجا بینہ بلا بیان یعنی اگر ایک شخص مرگیا اور اوسنے اپنے شریک کے مال کا جو اسکے پاس ہے حال نہ بیان کیا تو وہ ضامن ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے اور قول اسکے مخالف یعنی عدم ضمان کا قول غلط ہے کما فی نقل الخانیۃ اور کتاب الودیعہ میں اسکی تصریح آویگی بخلاف اشباہ کے کہ اشباہ کی کتاب الامانات میں ہے کہ احد المتفاوضین جب مرگیا اور شریک نے بیان نہکیا اوس مال کا جو اوسکے پاس ہے تو اوسپر ضمان نہیں طحطاوی نے کہا کہ صاحب اشباہ کا کلام مبنی علی الغلط ہے فروع مسائل ملحقہ شتی [illegible] فی المحیط

تلدت ثم حادثتان الاولى نهاه عن البيع نسيئة فباع فاجبت نفاذه في حصته وتوقفه في حصة شريكه فان اجاز فالربح لهما یعنی کہ زمانے
واقع ہوئی پہلا حادثہ یہہ کہ ایک شریک نے دوسرے کو ادھار بیچنے سے منع کیا سو شریک نے ادھار بیع کی تو یہی جواب دیا ہم نے کہ نافذ ہوگا بائع کے حصے میں اور موقوف
ہوئیگا اوسکے شریک کے حصے میں پھر اگر شریک اپنے حصے کی بیع کو جائز رکھے گا تو نفع اوس کا دونوں کے واسطے ہی یعنی اگر جائز نہ رکھے گا تو اوسکے حصے کی بیع
باطل ہے الثانية نهاه عن الاخراج فخرج فربح فاجبت انه غاصب حصة شريكه بالاخراج فينبغي ان لا يكون الربح على الشرط انه هو مقتضاه
فساد الشركة هو دوسرا حادثہ یہہ ہے کہ ایک شریک نے دوسرے کو منع کیا مال کو شہر کے باہر لیجانے سے سو شریک باہر نکلا یعنی مال لیکر پھر اسکو منفعت حاصل ہوئی تو یہی جواب دیا
کہ وہ اپنے شریک کے حصے کا غاصب ہے بسبب اخراج کے تو لائق یہہ ہے کہ نفع موافق شرط کے مشترک نہو تھی اور مقتضی اس حکم کا فساد شرکت ہے کذا فی النہر یعنی اسواسطے کہ شرکت
غصب کے طرف منتقل ہوئی وفيه وتفرع على كونه امانة ما سئل قاري الهداية عمن طلب محاسبة شريكه فاجاب لا يلزم بالتفصيل ومثله المضارب والوصي
والمتولي هم وقضاة زماننا ليس لهم قصد بالمحاسبة الا الوصول الى سحت المحصول اور نہر الفائق میں ہے اور متفرع ہے مال شرکت کے امانت ہونے پر وہ مسئلہ
جس کا سوال ہوا قاری ہدایہ سے کہ جو شخص اپنے شریک سے محاسبہ طلب کرے تو قاری ہدایہ نے جواب دیا کہ شریک پر جواب دینا بتفصیل لازم نکیا جاویگا یعنی چونکہ شریک امین ہے تو نفع
نقصان میں اوسکا قول اجمالا مع الیمین معتبر ہوگا اور شریک کے مانند مضارب یعنی یتیم کا وصی اور متولی وقف ہے کذا فی النہر اور ہمارے زمانے کے قاضیوں کو حساب لینے سے اشخاص مذکورین
سے کچھہ ارادہ نہیں سوائے حرام ملنے کے ہم حلبی نے کہا ہے یہہ عبارت نہر الفائق کی ہے تو شارح کو مناسب تہا کہ لفظ نہر کو لاتا کہ لفظ فیہ کافی ہے اور آخر میں انتہی کہتا وانما
تقبل وتسمى شركة صنائع وتقبل واعمال وابدان اور شرکت تقبل ہے اور اوسکو شرکت صنائع اور شرکت اعمال اور شرکت ابدان بھی کہتے ہیں ہم شرکت تقبل اسواسطے
کہتے ہیں کہ ایک شریک عمل کو قبول کرتا ہے اور اپنے شریک کے اوپر ڈال دیتا ہے اور شرکت صنائع اسواسطے کہتے ہیں کہ اہل حرفہ یہہ شرکت باہم کرتے ہیں اور شرکت اعمال
اور ابدان اسواسطے کہتے ہیں کہ دونوں شخص اپنے ابدان سے عمل کرتے ہیں غالبا اگرچہ دونوں کو عمل کرنا لازم نہیں ان اتفق صانعان خياطان او خياط وصباغ فلا يلزم
اتحاد صنعة ومكان على ان يتقبلا الاعمال التي يمكن استحقاقها یا شرکت تقبل ہے اگر متفق ہوں دو اہل حرفہ یعنی دو درزی یا درزی اور رنگریز اس پر کہ
اون اعمال کو قبول کریں جن کا استحقاق ممکن ہے اور جب خیاط اور رنگریز کی شرکت صحیح ہوئی تو ثابت ہوا کہ اتحاد حرفہ اور اتحاد مکان شریکوں کا لازم نہیں شرکت میں ہم مکان
استحقاق عمل کی قید سے اون اعمال کی شرکت نکل گئی جو غیر مستحق ہیں عقد سے چنانچہ دلالی اور یہہ ضرور ہے کہ عمل حلال ہو نہ حرام اور عمل قبول کرنا دونوں کا شرط نہیں بلکہ اگر
ایک شخص کام لے اور دوسرا کام کرے یا ایک درزی کپڑا لے اور قطع کرکے دوسرے خیاط کو دے سینے کیواسطے تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی ومنه تعليم كتابة وقرآن
وفقه على المفتى به اور منجملہ عمل حلال جسکا استحقاق عقد سے ممکن ہے تعلیم کتابت اور قرآن اور تعلیم فقہ ہے بموجب قول مفتی بہ کے ہم متاخرین کے نزدیک اسپر فتوی ہے کہ
طاعات پر اجرت لینا صحیح ہے بخلاف شركة دلالين ومغنين وشهود محاكم وقراء مجالس وتعازي ووعاظ وسؤال لان التوكيل بالسؤال لا يصح
قنية واشباه بخلاف دلالوں کی شرکت اور گویوں کی شرکت اور محکموں کی گواہوں کی شرکت اور مجالس اور ماتم کو قاریوں کی شرکت اور واعظوں کی شرکت اور سائلین کی شرکت کی اسواسطے سائلین کی
شرکت جائز نہیں کہ سوال کرنے کیواسطے وکیل کرنا صحیح نہیں کذا فی القنیة والاشباه ہم شرکت دلالین اسواسطے صحیح نہیں کہ دلالی کے عمل کا استحقاق بعقد اجارہ صحیح نہیں
بلا بیان مدت کذا فی المجتبی اور مغنی یعنی گویوں کی شرکت اسواسطے صحیح نہیں کہ غنا حرام ہے اور شرکت شہود اسواسطے جائز نہیں کہ گواہی پر اجرت لینا صحیح نہیں اور شرکت
قرآن خوانوں کی مجالس اور ماتم کے مکانوں میں بطریق قراءت زمزمہ یعنی گٹکری سے پڑھنا صحیح نہیں اسواسطے کہ ممکن الاستحقاق نہیں اور شرکت واعظین بھی بسبب
عدم استحقاق کے صحیح نہیں تعازی جمع تعزیت ہے مراد ماتم ہے جو اموات کے واسطے ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ويكون الكسب بينهما على ما شرطا مطلقا
في الاصح لانه ليس بربح بل بدل عمل فصح تقويمه اور ہوگا کسب دونوں شریکوں کے درمیان میں بموجب اونکی شرط کے مطلقا قول
اصح میں اسواسطے کہ کسب نفع نہیں بلکہ عمل کا بدلا ہے تو اوسکی تقویم صحیح ہے ہم اگرچہ عمل بالمناصفہ مشروط ہو اور مال اثلاث یعنی ایک ثلث ایک شریک کے
اور دو ثلث دوسرے شریک کے تو بھی صحیح ہے باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ جو مال کسب سے حاصل ہوتا ہے وہ منفعت میں داخل نہیں اسواسطے کہ منفعت ہوتی
ہے جنس کی اتحاد کے وقت یعنی جب راس المال اور منفعت ایک جنس ہوں اور حالانکہ یہاں دونوں مختلف الجنس ہیں اسواسطے کہ راس المال یہاں عمل ہے اور

منفعت مال ہی تو یہ مال عمل کا بدلہ ہوا اور مال تقویم شرعی ہی یعنی مال قلیل کی تقویم مال کثیر سے صحیح ہی چنانچہ ایک شخص کو مزدوری پر اجرت مثل سے زیادہ دیکر
شرکۃ الوجوہ کرا اوسمین کے اور زیادتی منفعت کی صحیح نہیں بموجب قیاس کے چنانچہ آگے ہوگا کذا فی السراج وکل ما تقبله احدهما یلزمهما وعلی هذا الاصل
ینبغی ان یکون کل واحد منهما بالعمل ویطالب کل منهما بالاجر ویبرأ دافعها بالدفع الیهما او الی احدهما اور جس کام کو ایک شریک قبول کریگا خود دونوں پر
لازم ہوجائیگا اور بموجب اسی قاعدہ کے تو مطالبہ عمل کا کیا جائیگا ہر شریک سے اور ہر شریک مزدوری کا مطالبہ کریگا اور بری الذمہ ہوگا مزدوری کا دینے والا ایک
شریک کو دیکر والحاصل من اجر عمل احدهما بینهما علی الشرط ولو الآخر مریضا او مسافرا او امتنع عمدا بلا عذر لان الشرط مطلق العمل لا
عمل القائل الا تری ان القصار لو استعان بغیره او استاجره استحق الاجر کذا فی البحر الرائق اور جو مزدوری ایک شریک کے کام کرنے سے حاصل ہوگی وہ دونوں
میں تقسیم ہوگی بموجب شرط کے اگرچہ دوسرا شریک بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عمداً بلا عذر عمل سے باز رہا ہو اسواسطے کہ شرط مطلق عمل ہے کسی شریک کا عمل ہونا بالخصوص
قبول کرنیوالے شریک کا عمل کیا تو نہیں جانتا کہ دھوبی اگر امداد چاہے غیر شخص سے یا اسکو مزدوری پر لگا دے تو اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی الخزانۃ واما شرکۃ
الوجوہ فهذا ایضا نوع من شرکۃ العقد اور یا شرکۃ الوجوہ یہ بھی چوتھی قسم ہے شرکۃ العقد کی اقسام کی ہم شرکۃ الوجوہ ہوا واسطے اسکا نام ہوا کہ اوسکا رواج بغیر
بدون وجاہت کے نہیں ہوتا یعنی جس شخص کی وجاہت اور اعتبار لوگوں میں ہوتا ہی اوسکے ہاتھ ادھار بیچتے ہیں کذا فی النهایۃ عقدا بلا مال علی ان یشتریا و
اوان یبیعا بوجوههما ای بسبب جاههما ویبیعا فما حصل بالبیع یدفعان منه ثمن ما اشتریا بالنسیئة وما بقی بینهما اور شرکت وجوہ یہ ہے کہ
دونوں شریک بدون مال کے اس شرط پر کہ دونوں شخص ایک قسم یا چند اقسام کی چیزیں خرید کریں اپنی وجاہت اور اعتبار سے اور بیچیں سو بیچنے سے جو حاصل ہو
اوسمیں سے قیمت اوسکی دیں جسکو ادھار خرید لیا اور جو باقی رہے بعد ادا کے تقسیم کرلیں وہ دونوں منقسم ہم شرکۃ الوجوہ بیشک کہ دو شریک ہوں اور اونکے پاس مال
نہیں لیکن لوگوں میں اونکی وجاہت ہے سو دونوں کہیں کہ ہم شریک ہوئے اسپر کہ ادھار مول لیں اور نقد بیچیں اس شرط پر کہ جو حق تعالی نفع دیوے وہ ہمارے بیچ میں تقسیم ہو
بموجب اسی اسی شرط کے کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع ویکون کل منهما من التقبل والوجوہ عنانا ومفاوضۃ ایضا بشرطه السابق اور ہر ایک قسم تقبل اور
وجوہ کی عنان ہوتی ہے اور مفاوضہ بھی موافق اپنی شرط سابق کے ہم شرکت تقبل میں مفاوضہ اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک لفظ مفاوضہ یا معنی مفاوضہ ذکر کریں اس
شرط سے کہ دونوں اہل حرفہ کام کو قبول کریں اسمیں جو اعمال ہیں برابر اور نفع اور نقصان میں متساوی ہوں اور ہر شخص دوسرے کا ضامن ہو مطلقا شرکت میں اور
اگر عمل اور اجرت میں کمی بیشی ہو تو شرکت عنان ہوگی اور شرکت وجوہ میں مفاوضہ اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک اہل کفالت ہوں اور جو چیز خرید کریں وہ دونوں میں
نصفا نصف ہو اور ہر شخص پر اوسکی نصف قیمت ہو اور نفع میں دونوں برابر ہوں اور لفظ مفاوضہ ذکر کریں یا اوسکی مقتضیات کو تو تمام امور مبیعات میں وکالت
اور کفالت متحقق ہوگی اور اگر کوئی ان شرطوں میں سے فوت ہو تو شرکت عنان ہوجائیگی کذا فی العالمگیریۃ عن الفتح والمحیط واذا اطلقت کانت عنانا اور اگر شرکت
تقبل یا وجوہ مطلق ہو یعنی بلا ذکر مفاوضہ یا عنان تو عنان ہی ثابت ہوگی بسبب رواج عنان کے وتتضمن شرکۃ کل من التقبل والوجوہ الوکالۃ
لاعتبارها فی جمیع انواع الشرکۃ اور ہر ایک شرکت تقبل اور وجوہ سے وکالت کی متضمن ہوگی واسطے معتبر ہونے وکالت کے تمام اقسام شرکت میں والکفالۃ
ایضا اذا کانت مفاوضۃ بشرطها اور شرکت تقبل اور وجوہ کی ضمانت کی بھی متضمن ہوگی جب کہ شرکت مفاوضہ ہو موافق اوسکی شرط کے خلاصہ یہ ہے
کہ شرکت مذکورہ میں وکالت کا ہونا ہر صورت ضرور ہے اور کفالت درصورت مفاوضہ والربح فیها علی ما شرطا من مناصفۃ المشتری او نصف الاثمان
او مثالثته لیکون الربح بقدر الملک لئلا یؤدی الی ربح ما لم یضمن بخلاف العنان کما مر اور شرکۃ الوجوہ میں نفع بقدر
شرط شریکین کے ہوگا خریدی ہوئی چیز میں نصفا نصف ہو یا ثلاثہ یعنی اگر دونوں شریکوں نے آدھوں آدھ خرید کی ہو تو نفع بھی آدھوں آدھ ہوگا اور اگر ایک
شریک نے تہائی خریدی اور دوسرے نے دو تہائیاں تو اسکے موافق نفع ہوگا تا نفع بقدر ملک کے ہو تا اسکے نفع کی طرف نوبت نہ پہونچے
جس کا یہ شخص ضامن نہیں بخلاف اوس شرکۃ العنان کے جو شرکۃ الاموال میں ہوتی ہے کہ اوسمیں زیادتی نفع باوجود کمی مال کے جائز ہے
چنانچہ مذکور ہوچکا ہم خلاصہ یہ ہے کہ نفع شرکۃ الوجوہ میں تابع خرید کی چیز کے ہی اسواسطے کہ نفع بقدر ضمان کے ہوتا ہے اگر کوئی شریک شرکۃ الوجوہ

مین زیادہ نفع شرط کریگا تو شرط باطل ہے تو نفع دونون مین بقدر ضمان کے ہوگا پھر اگر ایک چیز ادھار خریدی اور ہر شخص مثلاً نصف نصف بنصف قیمت کا ضامن ہوا اور ایک شریک نے نصف سے زیادہ دو ثلث نفع شرط کر لیا تو یہہ نفع اوس کا ہوگا جس کا ضمان آپ پر نہین لہذا جائز نہین کذا فی الطحطاوی المحشا وفی الدر لا یستحق الربح الا باحدی ثلث بمال او عمل او تقبل اور در مین ہے کہ نفع کا استحقاق نہین ہوتا مگر بسبب ایک کے تین چیزون مین سے یا مال سے یا عمل سے یا قبول کرنے سے ہم مال سے نفع حاصل ہونا چنانچہ صاحب مال کو حاصل ہوتا ہے مضاربت مین اور عمل سے نفع ہونا چنانچہ مضارب کو ہوتا ہے اور قبول کرنے سے نفع ہونا چنانچہ ایک شخص دوکان پر بیٹھا ہے اور لوگ اوسکو سینے یا رنگنے کا کام دیتے ہین اور وہ اپنے شریک سے کام کرواتا ہے تو نصف اجرت کا وہ مستحق ہی بسبب تقبل اور ضمان کے ان تین چیزون کے سوا نفع لینا شرعین جائز نہین کذا فی الطحطاوی

استحقاق نفع نہین ہوتا مگر تین چیزون سے

فصل فی الشرکة الفاسدة

یہہ فصل ہے شرکت فاسدہ کے احکام مین شرکت فاسدہ وہ ہے جسمین صحت شرکت کی شرائط سے کوئی شرط نہو کذا فی العالمگیریة لا تصح شرکة فی احتطاب و احتشاش و اصطیاد و استقاء و سائر المباحات کاجتناء ثمار من جبال و طلب معدن من کنز و طبخ آجر من طین مباح لتضمنها الوکالة والتوکیل فی اخذ المباح لا یصح یعنی صحیح نہین شرکت مباح لکڑی اور گہاس اور پانی لینے اور شکار کرنے اور باقی مباحات مین چنانچہ پہلون کا چننا پہاڑون سے اور معدن کا طلب کرنا کنز سے اور اینٹ کا پکانا مباح مٹی سے بسبب متضمن ہونے شرکت کے وکالت کو اور حالانکہ مباح چیز کے لینے مین توکیل کرنا صحیح نہین ہم شرکت بلا وکالت نہین ہو سکتی اور اخذ مباحات مین وکالت متصور نہین اسواسطے کہ توکیل عبارت اثبات ولایت تصرف سے اوس چیز مین جسمین موکل کا تصرف ثابت ہے سو یہان حاصل نہین ہوا اسواسطے کہ موکل مباح چیز کا خود مالک نہین تو اپنی جگہہ غیر کی اقامت کا کیونکر مالک ہوگا کذا فی المنح معدن وہ ہے جسکی وضع خدا ہی سے ہو اور کنز وہ ہے جسکی وضع بنی آدم سے ہو اور رکاز دونونکو شامل ہے تو اگر شارح تعداد مباحات مین طلب معدن و کنز جاہلی کہتا تو اچھا تھا عالمگیری کے مانند تو مناسب تھا اسواسطے کہ کنز اسلامی لقطہ ہے نہ مباح اور اگر مٹی اور کنکر مملوک ہون اور دو شخص اونکو خرید کر کے اینٹ اور چونہ پکا دین اور بیچین تو جائز ہے عینی نے کہا یہہ شرکت الوجوہ ہے اور فتح القدیر مین کہا کہ یہہ شرکة الصنائع ہے کذا فی الطحطاوی وما حصلہ احدھما فلہ وما حصلاہ معا فلھما نصفین ان لم یعلم ما لکل اور مباحات مین سے جو ایک شریک حاصل کریگا تو وہی اوسکا مالک ہوگا یعنی بسبب فاسد ہونے شرکت کے اور جسکو دونون ساتھ حاصل کرینگے تو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اگر معلوم نہو کہ ہر شخص نے کتنا حاصل کیا یعنی اگر ہر ایک کی تحصیل معلوم ہو تو اوسکے موافق مالک ہونگے ہم فتاوی خیریہ مین ہے کہ عورت کا زوج اور بیٹا ایک گہر مین رہتے اور علیحدہ علیحدہ کسب کرتے ہین اور حاصل کسب یکجا رکہتے ہین اور تفاوت اور تساوی اور تمیز معلوم نہین تو وہ مال دونون مین برابر ہوگا اور اسیطرح چند بہائی اپنے باپ کی میراث مین سوداگری یا کہیتی کرتے ہین اور مال زیادہ ہوا تو برابر سب مین تقسیم ہوگا اگرچہ کام اور تدبیر مین متفاوت ہون وما حصلہ احدھما باعانة صاحبہ فلہ و لصاحبہ اجر مثلہ بالغا ما بلغ عند محمد وعند ابی یوسف لا یجاوز نصف ثمن ذلک قیل تقدیمہم قول محمد یؤذن باختیارہ نہر وعنایة اور مباحات مین سے جو ایک شخص نے حاصل کیا اپنے ساتھی کی مدد سے تو وہ چیز اوسی شخص کی ہے اور اوسکے ساتھی کے واسطے اجرت ہے اوسکی محنت کی مانند اجرت مثل کتنی کیون نہوجاے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اوس چیز کی نصف قیمت سے اجرت زیادہ نہوگی بعضون نے کہا مقدم لانا فقہا کا محمد کے قول کو اوسکے مختار اور مفتی بہ ہونے پر آگاہ کرتا ہے کذا فی النہر والعنایہ ہم حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ قول محمد فتوی کے واسطے مختار ہے اور غایة البیان مین ہے کہ قول ابو یوسف استحسان ہے

جو چند بھائی اپنے باپ کی میراث مین تجارت کرتے ہین [illegible]

والربح فی الشرکة الفاسدة بقدر المال ولا عبرة بشرط الفضل فلو کل المال لاحدھما فللآخر اجر مثلہ کما لو دفع دابة لرجل لیؤجرھا والاجر بینھما فالشرکة فاسدة والربح للمالک وللآخر اجر مثلہ وکذلک السفینة والبیت اور شرکت فاسدہ مین نفع بقدر مال کے ہے اور اعتبار نہین زیادہ لینے کی شرط کا سو اگر سب مال ایک شریک کا ہے تو دوسرے شریک کو اوسکی محنت کے مانند اجرت ملیگی چنانچہ ایک شخص نے اپنا جانور ٹٹو یا بیل دوسرے مرد کو دیا تا اوسکو کرایہ چلاوے اور اجرت دونون مین مشترک ہے تو یہہ شرکت فاسد ہے اور تمام نفع مالک کا ہے اور دوسرے مرد کے واسطے اجرت مثل ہے اور یہی حکم ہے ناؤ اور گہر کا ہم تتمہ مین ہے کہ ایک شخص ناؤ کا مالک ہے اور اوس نے اپنے ساتھ چار شخص شریک کیے اس شرط پر کہ ناؤ کو چلاوین جو فائدہ ہو اوس مین سے پانچوان حصہ مالک کا اور باقی چارون مین برابر تو یہہ شرکت

فاسد ہے اور حاصل کا مالک وہ صاحب کشتی ہے اور اوسپر ملاح کی اجرت مثل ہے ولو لیبیع علیہا البر فالربح لرب البر وللآخر اجر مثل الدابۃ ولو لاحدہما بغل وللآخر بعیر فالاجر بینہما علی مثل اجر البغل والبعیر فہ اور اگر ایک شخص نے اپنا جانور دوسرے کو دیا تا کہ وہ اوسکے اوپر گیہوں لاد کر بیچے تو نفع گیہوں کے مالک کا ہے اور دوسرے کو جانور کی اجرت مثل ملیگی اور اگر ایک شخص کا خچر ہے اور دوسرے کا اونٹ تو اجرت دونوں میں منقسم ہوگی خچر اور اونٹ کی اجرت کی نسبت کذا فی النہر صاحب نہر نے کہا اسواسطے شرکت فاسد ہے کہ جانور کی منفعت مال شرکت ہونیکی لیاقت نہیں رکھتی وتبطل الشرکۃ ای شرکۃ العقد بموت احدہما علم الآخر او لا لانہ عزل حکمی اور باطل ہو جاتی ہے شرکت یعنی شرکۃ العقد ایک شریک کے مرنیسے دوسرے شریک نے اوسکی موت معلوم کی ہو یا نہ ہو اسواسطے کہ موت عزل حکمی ہے تو علم اوسمین شرط نہیں موت سے شرکت اسواسطے باطل ہوگی کہ شرکت مین وکالت ضروری ہے اور موت سے وکالت باطل ہو جاتی ہے کذا فی المنح ولو حکما بان قضی بلحاقہ مرتدا موت سے شرکت باطل ہوتی ہے اگرچہ موت حقیقی نہو حکمی ہو اسطرح پر کہ ایک شریک کے لحوق دار الحرب بر حالت ارتداد مین قاضی کا حکم ہو گیا ہو وتبطل ایضا بانکارہا وبقولہ لا اعمل معک فتح اور شرکت باطل ہوتی ہے شرکت کے انکار سے اور یون کہنے سے کہ مین تیرے ساتھ کام نہین کرتا کذا فی الفتح وبفسخ احدہما ولو المال عروضا بخلاف المضاربۃ ہو المختار بزازیۃ خلافا للزیلعی اور شرکت باطل ہوتی ہے ایک شریک کے فسخ کر ڈالنے سے اگرچہ مال شرکت عروض ہو نہ نقد بخلاف مضاربت کے کہ وہ فسخ کرنیسے فسخ نہین ہوتی اگر مال عروض ہو اور یہی قول مختار ہے کذا فی البزازیہ بخلاف زیلعی کے کلام زیلعی کے کلام سے نکلتا ہے کہ جب مال عروض ہو تو فسخ جائز نہین ویتوقف علی علم الآخر لانہ عزل قصدی اور فسخ شرکت موقوف ہے دوسرے شریک کے علم پر اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہے نہ حکمی ہم طحطاوی نے کہا تینون طرح کا فسخ علم پر موقوف ہے یعنی فسخ انکار سے اور علیحدہ عدم عمل کا فسخ اور فسخ صریح وبجنونہ مطبقا فالربح بعدہ ان العامل للکل لکنہ یتصدق بربح مال المجنون تاتارخانیہ اور شرکت باطل ہوتی ہے شریک کے جنون مطبق ہونیسے اور فسخ شرکت کے بعد کا نفع عامل کے واسطے ہے لیکن وہ خیرات کر دے مجنون کے مال کی منفعت کو کذا فی التاتارخانیہ ہم ظاہرا شرکت فسخ ہونیکا حکم نہین بلا اطباق جنون اور اطباق جنون کی مدت ایک مہینہ ہے یا چھ مہینے علی اختلاف القولین کذا فی الطحطاوی ولم یزک احدہما مال الآخر بغیر اذنہ فان اذن کل وادیا معا او جہل ضمن کل نصیب صاحبہ وتقاصا او رجع بالزیادۃ اور نہ زکوۃ دے ایک شریک دوسرے شریک کے مال کی بدون اوسکے اذن کے پھر اگر ہر شریک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوۃ دینے کا اذن دیا پھر دونون نے ساتھ ہی زکوۃ دی یا تقدیم او رتاخیر معلوم نہوئی تو ہر شریک حصہ شریک ثانی کا ضامن ہے اور دونون باہم مجرا کرلین یا زیادتی کو پھیر لے یعنی اگر شرکت مفاوضہ ہو یا شرکت عنان مین دونون کا مال برابر ہو تب تو باہم مجرا کرلین اور اگر شرکت عنان ہو جسمین دونون مال کم و بیش ہون تو زیادہ مال والا مقدار زیادت کو شریک سے پھیر لے وان ادیا متعاقبا کان الضمان علی الثانی علم باداء صاحبہ او لا کالمامور باداء الزکوۃ او الکفارۃ اذا دفع للفقیر بعد اداء الآمر بنفسہ لان فعل الآمر عزل حکمی فیہ لا یشترط العلم خلافا لہما اور اگر دونون شریکون نے زکوۃ آگے پیچھے ادا کی تو دوسری دینے والے پر ضمان ہوگا خواہ ثانی کو اپنے شریک کی ادا کرنے کا علم ہو یا نہو جیسی ادا زکوۃ اور کفارہ کا مامور جب کہ فقیر کو دی بعد ادا کرنے آمر کے بذات خود ضامن ہوتا ہے اسواسطے کہ آمر کا فعل عزل حکمی ہے اور حکمی مین علم شرط نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے مذہب کے کہ اون کے نزدیک ضمان نہین درصورت عدم علم ہم درصورت تعاقب ثانی ادا کرنے والے پر اسواسطے ضمان واجب ہوا کہ اوسنے ادا کیا امر کا اور یعنے فرض کا ساقط کرنا امر یہی ہے اسواسطے کہ جب آمر نے اول زکوۃ دی تو اوس پر سے فرض ساقط ہو گیا پھر مامور کے دینے سے کچھ ساقط نہوا تو وہ آمر کا مخالف ہوا لہذا اوسپر ضمان لازم آیا خواہ اوسکو اسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ آمر کے ادا سے مامور حکما معزول ہو گیا بسبب فوت ہونے محل کے اور یہ مختلف نہین ہوتا علم اور جہل سے جیسے بیع عبد کا وکیل موکل کے آزاد کر دینے سے معزول ہو جاتا ہے اوسکو عتاق کا علم ہو یا نہو کذا فی المنح لشریکی المفاوضۃ اذا اشتری احدہما امۃ باذن الآخر صریحا فلا یکفی سکوتہ لیطأہا فہی لہ لا شرکۃ بلا شیء لتضمن الاذن بالشراء الوطی الہبۃ اذ لا طریق لحلہا الا بالہبۃ لحرمۃ وطی المشترکۃ وہبۃ المشاع فیما لا یقسم جائزۃ ولا یلزمہ نصف الثمن ایک شریک مفاوض نے لونڈی خریدی دوسرے شریک کے صریح اذن سے تو کافی نہوگا چپ رہنا اسواسطے خریدی کہ اوس سے قربت

کر ہی تو وہ لونڈی اوسیکی ملک خاص ہو گی نہ شرکت کی صفت مملوک مشتری ہو گی اسواسطے کہ وطی کے واسطے خرید کا اذن دینا ہبہ کا متضمن ہی اسواسطے کہ وطی
حلال ہونیکا کوئی طریقہ نہیں سوای ہبہ کے جیسے حرام ہونے مشترک لونڈی کی وطی کے اور ہبہ مشاع کا اوس امر میں جسمیں تقسیم نہیں ہو سکتی جائز ہے
اور صاحبین نے کہا کہ شریک مشتری کو نصف قیمت دینا لازم ہے وللبائع والمستحق اخذ کل بثمنها وعقرها المتضمن المفاوضة للكفالة اور
لونڈی کے بائع اور مستحق کو جائز ہی لونڈی کی قیمت اور اوس کا مہر مثل لینا ہر شریک سے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے ضمانت کو ہم بیان لف ونشر مرتب ہے
یعنی بائع ہر شریک سے قیمت اوسکی لیسکتا ہی اور مستحق مہر مثل ومن اشتری عبدا مثلا فقال له آخر اشركني فيه فقال فعلت ان قبل القبض
لم یصح وان بعدہ صح ولزمہ نصف الثمن وان لم یعلم بالثمن خیر عند العلم بہ اور جسنے مثلا ایک غلام خرید کیا تو غیر شخص نے اوس سے کہا کہ مجھکو شریک
کرلے سو مشتری نے کہا کہ میں نے یہہ کام کیا یعنی شریک کیا اگر یہہ قول قبل قبض کے ہے تو صحیح نہیں اور اگر بعد قبض کے ہے تو صحیح ہی اور اوسکو نصف
قیمت لازم ہی اور اگر دوسرے کو قیمت معلوم نہیں تو وہ مختار ہی قیمت معلوم ہونیکے وقت چاہے لے چاہے نہ لے ہم قبل القبض شرکت اسواسطے صحیح
نہو گی کہ بیع منقول کی قبل القبض جائز نہیں ولو قال اشركني فيه فقال نعم ثم لقيه آخر وقال مثله واجيب بنعم فان كان القائل
عالما بمشاركة الاول فله ربعه وان لم يعلم فله نصفه لكونه مطلوبه شركته في كامله وحينئذ خرج العبد من ملك الاول
اور اگر غیر شخص نے کہا کہ مجھکو شریک کرلے مثلا غلام کی خرید میں سو مشتری نے کہا ہاں تجھکو شریک کیا پھر مشتری کو دوسرا شخص ملا اور اوس نے بھی ایسا ہی
کہا یعنی شرکت کی درخواست کی اور جواب دیا گیا کہ ہاں تو بھی شریک ہی تو اگر قائل ثانی مشارکت شخص اول کو جانتا ہی تو وہ چوتھائی کا مالک ہی اور اگر اوسکو
مشارکت کا علم نہیں تو نصف کا مالک ہوگا اسواسطے کہ قائل ثانی کو پورے غلام کی شرکت مطلوب ہے اور اسصورت میں غلام نکل جائیگا اول کی ملک سے ہم قائل ثانی درصورت
علم مشارکت اسواسطے چوتھائی کا مالک ہوگا کہ ایجاب اول سے نصف غلام قائل اول کا ہو گیا تھا اور نصف مشتری کا تو ایجاب ثانی سے مشتری مشارکت نہیں کرسکتا
مگر اپنے نصف میں تو نصف النصف ربع ہوا اور قائل ثانی درصورت عدم علم مشارکت اسواسطے نصف کا مالک ہوگا کہ قائل ثانی کو غلام میں شرکت کاملہ مطلوب ہے حالانکہ ایجاب
اول سے نصف عبد میں قائل اول کو شریک کرچکا تو نصف باقی قائل ثانی کا ہوگا اب مشتری اول کی غلام میں کچھ بھی ملکیت باقی نہ رہی کذا فی المنح ما اشتریت الیوم من انواع التجارة فهو بيني و
بينك فقال نعم جاز مثلا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو میں آج خرید کروں تجارت کی اقسام سے سو وہ مجھمیں اور تجھمیں مشترک ہی سو دوسرے نے کہا ہاں تو یہہ جائز ہی کذا فی الاشباه
ذکر یوم اور وقت شرط نہیں اور ایک شخص دوسرے کا حصہ بیع نہیں کرسکتا بدون اوسکی اجازت کے اسواسطے کہ دونوں خرید میں شریک ہوئے ہیں بیچنے میں نہیں کذا فی البحر وفيما تقبل ثلثة عملا بلا عقد
شركة فعمله احدهم فله ثلث الاجر ولا شيء للآخرين اور اشباہ میں ہے کہ تین شخصوں نے ایک کام کرنا قبول کرلیا بلا عقد شرکت سو ایک شخص نے وہ عمل پورا کردیا تو اوسکو تہائی مزدوری ملیگی اور
باقی دو شخصوں کو کچھ نہ ملیگا چونکہ وہ باہم شریک نہ تھے تو ہر شخص پر ثلث عمل لازم تھا اسواسطے کہ ہر شخص تہائی کام تہائی مزدوری کے عوض مستحق تھا سو جب کہ ایک شخص نے پورا کام کردیا تو دو ثلث عمل اوسنے
بطور احسان کے کئے لہذا مستحق مزدوری کا نہوگا ابن عابدین نے کہا یہہ حکم باعتبار قضا کے ہی لیکن باعتبار دیانت کے اوسکو پوری مزدوری دینا مناسب ہے جبکہ اون کا کام لینا بطور رضا کے نہو اسواسطے کہ ظاہر
حال عامل یہہ ہے کہ اوسنے تمام کام اس امید پر کیا کہ پوری مزدوری پاویگا فروع مسائل تحفہ شارح کے القول لمنكر الشركة قول معتبر شرکت کے منکر کا ہی ہم اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا
کہ یہہ میرا شریک مفاوض ہے اور وہ شخص منکر ہی اور مال منکر کے قبضہ میں ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوا اور مدعی پر گواہ لانا لازم ہی کذا فی الفتح برهن الورثة على المفاوضة لم تقبل
حتى يبرهنوا انه كان مع الحي في حيوة الميت گواہ لائے وارث شرکت مفاوضہ کے تو مقبول نہیں جبتک اسپر گواہ نہ لاویں کہ مال مشترک شریک زندہ کے پاس تھا شریک میت کی زندگی میں اسواسطے کہ
مقتضی مفاوضہ کا نہیں بلکہ ممکن ہی کہ مال ہلاک ہو گیا ہو تو اسکا ثابت ہونا ضرور لازم ہی کہ یہہ مال مشترک ہی بعد اسکے نصف مال کا حکم ہو گا برهنوا على الارث والحي على المفاوضة قضي له بنصفه
ہم وارثوں نے گواہ لائے میت کی وراثت پر اور شریک زندہ نے گواہ گذرانے شرکت مفاوضہ پر یعنی میت میرا شریک مفاوض تھا تو شریک زندہ کو نصف مال میت کا دلایا جائیگا کذا فی
الفتح تصرف احد الشريكين في البلد والآخر في السفر واراد القسمة فقال ذو اليد قد استقرضت الفا فالقول له ان المال في يده تصرف کیا ایک
شریک نے شہر میں اور دوسرے نے سفر میں اور کسی شریک نے قسمت کا ارادہ کیا تو قابض مال نے کہا کہ میں نے تو ہزار درہم قرض لئے تھے یعنی شرکت نہیں جو کہ مال قسمت ہو
تو اوسی کا قول معتبر ہے اگر مال اوسکے ہاتھ میں ہی ہم اور دوسرے کو ہزار درہم لینا جائز ہی کذا فی المنح حلبی نے کہا ذو الید کہنے سے بعد قبض مال کی شرط کی کچھ ہم

حاجت نہیں ہے تو دو اگر ما قبلہ علی امرتہ ودد فعوہ لاحدھما لیحفظہ فدفنہ فی المراب ای یحیۃ خلیفہ فقط چند لوگون نے انگور کا باغ خریدا پھر اوسکا بیچ حاد
ادس کی قیمت آپس مین ایک شخص کو دی حفاظت کے واسطے سو اوس نے مال کو مٹی مین گاڑ دیا پھر تلاش کیا تو مال نہ پایا تو اوس شخص فقط قسم لیجائیگی یعنی ضمان اوس پر نہیں کہ دو
ابن ہے ذلا اخرما ما اقرضہ نصفہ وعقد الشرکۃ فی الکل فشری امتعۃ فطلب رب المال حصتہ ان لم یقدر لتفیتہ اخذ المثلہ بقیمتہ الوقت ایک شخص
دوسرے کو کچھ مال بالنصف اوسکو قرض دیا اور کل مال میں شرکت منعقد کی سو دوسرے شخص نے تجارت کا اسباب خرید کیا پھر مال کے مالک نے اپنا حصہ طلب کیا یعنی اپنے
قرض کا تو اگر انی الحطا اور ذوالرو مال سکے اور نقد حاصل ہونے کا صبر نہ کرے تو اسباب کو سے فی الحال کی قیمت یعنی وقت طلب کی قیمت لی خرید کی موجب بقیمہا مثا
علی دابۃ فی الطریق سقطت فاذن لحدھما بعینہ الاحر خوفا من ہلاک المتاع او النقیصہ ہی جمعیتہ فنیہ دو شخصون کا اسباب شترک ایک جانور پر
بہار راہ مین وہ جانور گر پڑا تو ایک شریک نے دوسرے شریک کی غیبت مین دوسرا جانور کرایہ کیا اسباب ضائع ہونے یا نقصان کے خوف سے تو اپنے شریک سے بقدر اوسکے
حصہ کے کرایہ لے لیگا کذا فی القنیہ دابۃ مشترکۃ قال البیطار ون لابد من کیہا فکواہا الحاضر کعیۃ منہ ایک جانور شترک بیمار ہو سب جانور کے پیروں نے کہا کہ داغ
دو تو ایک نے دوسرے کی غیبت مین داغ دلایا اور جانور ہلاک ہو گیا تو حاضر پر ضمان نہیں کذا فی الجامع دار مین اثنین سکن احدھما وحرق
او خربہا المتکلی ضمن ایک گھر دو شخص مین مشترک ہو ان مین ایک شریک نے سکونت کی اور وہ منہدم ہو گیا اگر اوسکی سکونت کی سبب سے منہدم گیا تو ساکن پر ضمان ہو حصہ شریک
کا اور غیر مقسوم مین شریک کو بقدر اپنے حصے کے سکونت کرنا جائز ہے جبکہ چاہے اور مقسوم مین سوای اپنے حصے کے سکونت جائز نہین کذا فی الطحطاوی طاحونۃ مشترکۃ
قال احدھما المساکن علیہما انقال لہذہ العمارۃ تکلفنی اکثر من بعمارتک فمرھا لم یرجع جواہر الفتاوی پن چکی شترک ہو دو مین سے ایک شریک نے کہا کہ
دوسرے شریک کو کہ پن چکی مرمت کرو سو اوس نے کہا کہ یہی عمارت مجھکو کافی ہے مین تیری عمارت کا محتاج نہیں ہون آخر اوسکو تعمیر کیا تو اپنے شریک سے تعمیر کا خرچ نہیں لے سکتا کذا فی جواہر الفتاوی رحی فلو مشترک سو یہ خرچ میں شناخت
اراد ہو دنی السراجیۃ طاحونۃ مشترکۃ انفق احدھما فی عمارتہا فلیس متطوع ولو انفق علی عبد مشترک لہ ادی خراج کرم مشترک فہو متطوع
انکار ہے من المصنف اور سراجیہ مین ہے مشترک پن چکی کی عمارت مین ایک شریک نے خرچ کیا تو وہ محسن نہیں یعنی شریک سے اوسکے حصے کے موافق لیگا اور اگر غلام مشترک پر خرچ کیا
یا انگور مشترک کا خراج ایک شریک نے ادا کیا تو وہ محسن ہے یہ سب مسائل مذکورہ مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین قلت الضابطۃ ان کل من اجبر ان یفعل
مع شریکہ اذا فعلہ احدھما بلا اذن فہو متطوع ذکرہ الشارح کہتا ہے مترجم کہتا ہون ایک قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جس چیز مین ایک شریک اپنے شریک کے ساتھ کام کرنے پر مجبور ہو سکتا ہو
جب ایک شریک وہ کام کریگا دوسرے شریک کی بلا اذن تو وہ محسن ہے اور اگر اوس کام مین شریک پر جبر نہیں تو فاعل محسن نہیں ہے ہم در صورت جواز جبر شریک علی القاضی کسی الشی الذی یکسب
ہو تو قاضی سے دریافت شریک ثانی سے وہ کام کراوسی پھر باوجود اسکے جبکہ وہ شئی الشی نکی تو وہ تمیز وغیرہ مین مضطر ہو یعنی شریک سے نصف خرچ لا موی تب
اور در صورت عدم جواز جبر اگر ایک شریک تعمیر وغیرہ کریگا بلا اذن تو محسن ہوگا کب وہ اپنے مال بچانے کو وہ بھی مضطر ہو تو اپنے شریک سے نصف خرچ لیگا وہ دعوی کریگا اور بینہ مسلم
فروع مذکورہ کو شامل ہے سوای مسئلہ سراجیہ اور ظاہر اجبار الفتاوی کا مسئلہ متعدی ہو یعنی کہ قاعدہ مذکورہ کی اور نظایر کے موافق ہے جیسا کہ سابق مین یہ
معمول ہے جب بحکم قاضی خرچ کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولا یجبر الشریک علی العمارۃ الا فی ثلثۃ وصی ناظر دم دار تعذر قسمتہا کرنی نہر وبئر قناۃ ورد دی
سفینۃ بیعبۃ وحائط لا یقسم اساسہ فاذا کان الحائط تحتمل القسمۃ ویبنی کل واحد فی نصیبہ السترۃ لم یجبر الآخر وکذا کل ما لا ینقسم
کحمام وحان وطاحونۃ وتمامہ فی متفرقات قضاء البحر والعینی والاشباہ اور شریک پر عمارت کیواسطے زبردستی نہیں کی جاتی مگر تین صورتون مین وصی متیم و ناظر وقف اور تقسیم کی
ضرورت مین چنانچہ صلاح نہر اور کاریز اور کنوئین اور رہٹ اور بعینہ کشتی کی مرمت اور ادس دیوار کی مرمت جسکی بنیاد منقسم نہیں ہو سکتی سو اگر دیوار قسمت کا
محتمل ہو یعنی طویل ہو اور ہر شریک اپنے حصے مین پردہ کر سکتا ہو تو اوسکی مرمت مین شریک ثانی پر جبر کیا جائیگا اور اگر دونون شریک دیوار
پر دہ ہو سکتا ہو تو شریک ثانی پر تعمیر کیلئے جبر ہوگا اور اسیطرح کا حکم ہے التفصیل ہر ایک اوس چیز مین ہے جو قسمت پذیر نہیں چنانچہ حمام اور خانقاہ
اور پن چکی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات اور عینی اور اشباہ مین ہے ہم خانیہ مین ہے کہ ایک دیوار شترک جو دو شریک و صغیر
کے دو گھرون کے درمیان مین اور اوس دیوار پر دیوارین ہین وہ بوجہ کہ خوف ہو ہے سقوط کا اور ہر ایک کا دعوی ہے کہ وہ ایک وصی فی دیوار کی مرمت طلب کی

اور دوسرا وصی اسکو نہین مانتا تو قاضی وہان امین کو بھیجکر اوسکو دیکھے کہ اگر ترک مرمت مین خوف ہلاکا ضرر معلوم کرے تو زبردستی جبرا ہو اور جامع الفصولین مین ہے
کہ پن چکی اور حمام اگر منہدم ہو کر جنگل ہو گیا تو اوسکی تعمیر مین جبر نہین زمین کو دونو شریک تقسیم کر لین اور اگر عمارت قائم ہو اور کچھ منہدم ہو تو جو شریک مرمت کرنا چاہے
اوسپر زبردستی جاہئے اور اگر محتاج ہو تو دوسرا شریک مرمت کرے اور نصف خرچ اوسپر دین ہوگا کذا فی الطحطاوی و فی غصب المجتبی زرع بلا اذن شریکہ فدفع
لہ شریکہ نصف البذر لیکون الزرع بینہما قبل النبات لم یجز وبعدہ جاز وان اراد قلعہ یقاسمہ فیقلع من نصیبہ ویضمن الزارع
نقصان الارض بالقلع والصواب نقصان الزرع ہے اور مجتبی کی کتاب الغصب مین ہے کہ زراعت کی بلا اذن شریک کے سو اوسکو شریک نے اوسکو آدھا بیج دیا تا
کہ کھیتی دونو مین مشترک ہو اگر کھیتی جمنے سے پہلے بیج دیا تو جائز نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ معدوم ہے اور بعد کھیت جمنے کے جائز اور اگر شریک غیر زارع نے کھیت
اوکھاڑنیکا ارادہ کیا تو اوسکو باہم تقسیم کرلے پہر اوسکا اوکھاڑ ڈالے اپنے حصہ سے اور زراعت کرنیوالا نقصان زمین کا ضمان دے جو نقصان کہ اوکھاڑنے
سے ہوا اور ٹھیک یہہ ہے کہ نقصان زراعت کا ضمان دے تمام طحطاوی نے کہا قول اخیر شارح کا ہے اسواسطے کہ عبارت مجتبی لفظ بالقلع پر منتہی ہو گئی چنانچہ مین نے
مجتبی کے نسخہ معتمدہ مین اسیطرح پایا ہے اور تصویب شارح کی بلا وجہ ہے اسواسطے کہ غاصب یہی شریک ہے جسنے بلا اذن اپنے شریک کے کھیتی کی انتہی ملخصا و فی قسمۃ الاشباہ
المشترک اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ فان احتمل القسمۃ لا یجبر و قسم والا بنی ثم آجر لیرجع و تمامہ فی شرح المنظومۃ المحبیۃ اور اشباہ
کی کتاب القسمہ مین ہے کہ مکان مشترک جب منہدم ہو جائے اور ایک شریک اوسکی مرمت سے انکار کرے تو اگر وہ مکان قابل قسمت ہے تو اوسکی تعمیر مین شریک پر جبر نہین اور
اوسکی تقسیم کیجاوے تاکہ دوسرا شریک اپنی جگہ درست کرے اور اگر مکان قابل تقسیم نہو تو دوسرا شریک اوسکو بناوے پہر قاضی کے حکم سے کرایہ پر اوسکو اٹھائے تا نصف خرچ
حاصل کرے اور پورا اسکا بیان شرح منظومہ محبیہ مین ہے کتاب الشرکۃ بحر الرائق مین ہے باع شریک نصیبہ من الحصن ولو بلا اذن شریکہ فان تاطرہ فیما عدا الخلط
والاختلاط لا یجوز ذلک البیع والتفاصیل اور منظومہ محبیہ مین ہے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شخص سے بیچا اگرچہ بلا اذن شریک کے بیع کی ہو مگر
صورت خلط اور اختلاط اسکے سوا میں [illegible] جائز رکھی گئی [illegible] شریک [illegible] جو اول ابتدا میں مذکور ہو چکا فتاوی الشریک لو باعہا
[illegible] فرس و ابتاعہا فذلک منہ لاجنبی وسلمہا وکان ذا بغیر اذن الشرکا فان بناہا و اشتری الشریک اوعت
اشتری منہ علی ما قد ذکرنا پس بیان شریک اگر اپنا حصہ گہر مین بیچے اور شخص اجنبی اوس سے مول لے اور گہوڑا ہلاک ہو جاوے اور یہہ بیع بغیر اذن
شریک ہوئی ہو تو جب [illegible] کو اختیار ہے کہ شریک سے ضمان لیوے اوس سے جس سے اوسنے خرید کیا ہے در صورت اذن شریک تضمین
نہین اور شریک پر ضمان [illegible] اوسنے گہوڑا مشتری کو تسلیم کر دیا ہو اور اگر مشتری نے بلا تسلیم بائع اوسکو لیا ہو تو فقط مشتری پر ضمان ہے
کذا فی الفواکہ البدریہ [illegible] اشتری [illegible] لہ من اجرۃ وکان [illegible] لنا ذلک فی تعمیرہا و بالبناء فلا رجوع
[illegible] المستاجر [illegible] اور اگر ہر شریک نے اپنا حصہ حمام کا دوسرے کو اجارہ پر دیا اور ایک شخص نے دونو شریکون سے اوسکو
مستاجر کرا اوسکی تعمیر اور بنا بیکی اجازت دیدی [illegible] جائز نہین [illegible] تعمیر کا خرچ مانگنا دوسرے شریک سے [illegible] اجازت نہین دی [illegible] نے کہا شارح نے
حاشیہ پر یہہ عبارت یہان لکھی ہے قلت [illegible] ظاہر کلام مذکور یہہ ہے کہ مستاجر اول
دینیوالے شریک سے مرمت کا خرچ لیگا [illegible] باقی رہی کہ تمام خرچ اوس سے لیگا یا بقدر اوسکے حصہ کے تو اوسکو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہئے طحطاوی نے کہا کہ
یہی عبارت بعض نسخ در المختار کے اندر مرقوم ہے اور آخر مین اوسکی لفظ منہ ہے تو یہہ قرینہ ہے کہ یہہ عبارت حاشیہ کی ہے اسواسطے کہ عادت مصنفین یہہ ہے کہ حاشیہ
کے اختتام کے بعد منہ لکہتے ہین [illegible] لو احد من الشریکین سکن فی الدار مدۃ مضت من الزمن فلیس للشریک ان یطالبہ باجرۃ السکنۃ
ولا المطالبۃ بانہ یسکن مثل الاول لکنہ ان کان فی المستقبل یطلب تہایؤ الشرکا یجاب فافہم ودع التشکیکا دو شریکون
مین سے ایک شریک رہا گہر مین ایک مدت تک جو گذر گئی زمانہ سے تو دوسرے شریک کو کرایہ مانگنا جائز نہین اور نہ اسکا اوسکو مطالبہ ہے کہ اوتنے دنون رہے زمان اول
کی برابر لیکن اگر زمان مستقبل مین شریک سے مطالبہ سکونت کا بطور مہایاۃ کرے تو قبول کیا جاویگا سو اسکو سمجھ لے اور چھوڑ تشکیک کو ختم [illegible] چند مسائل شرکت

فتاویٰ عالمگیری سے نقل کرتا ہوں کہ باپ اور بیٹے نے ایک حرفہ سے مال حاصل کیا اور بیٹے اوسکے پاس کچھ مال نہ تھا تو یہ مال باپ ہی کا ہے اگر بیٹا اوسکی عیال میں ہو اسلئے کہ بیٹا معین ہے باپکا اور اسیطرح اگر زوج بی بی کے پاس مال نہ تھا اور دونوں نے اپنی سعی سے مال کثیر جمع کیا ہو تو وہ مال زوج ہی کا ہے زوجہ اوسکی معین اور مددگار ہوگی ہاں اگر زوجہ کا علحدہ پیشہ ہوگا تو اوسکی مالک وہی ہوگی دو شخصوں کا جو دین کہ ایک شخص پر واجب ہے کا سبب اور حقیقۃ ہوا کہ وہ دین دونوں میں مشترک ہوگا تو جب ایک شریک دین میں سے کچھ حاصل کریگا تو دوسرے شخص کو اوسمیں مشارک ہونا جائز ہے اور جو دین دو شخصوں کا دو سبب مختلف سے ہو تو وہ مشترک نہیں تو اگر ایک شخص کچھ حاصل کریگا تو دوسرا اوسمیں شریک نہیں ہو سکتا ایک اونٹ دو میں مشترک ہے پہر ایک شریک اوسپر کچھ لاد کر بستی سے چلا اپنے شریک کے اذن سے پہر اونٹ راہ میں گر پڑا اوس شریک نے اوسکو حلال کر ڈالا تو اگر اوسکی زندگی کی امید تہی تو وہ ضامن ہے اور اگر امید نہ تہی تو ضامن نہیں اور اگر غیر شریک اوسکو حلال کریگا تو بہر صورت اوسپر ضمان ہے امید ہو یا نہو یہی قول اصح ہے اور یہی حکم ہوگا بکری چرانیوالے کا کہ درصورت قطع امید حیات اوسکو ذبح کرنے میں ضمان نہیں اور غیر شخص کے ذبح میں ضمان ہے مطلقا طعام اور دراہم دو شریکوں میں مشترک ہیں سو شریک حاضر نے شریک غائب کے پیچھے نصف طعام اور دراہم کو صرف کیا محمد نے کہا میں امید رکھتا ہوں کہ کچھ مضائقہ نہیں فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول ہمارا مختار ہے اور کیلی اور موزون مشترک سے اپنا حصہ لینا شریک کی غیبت میں جائز ہے ایک گہر میں دو شریک رہتے ہیں تو اگر ایک شریک چہت پر چڑہا ہو تو دوسرا اوسکو روک نہیں سکتا اسواسطے کہ وہ اپنے حق میں متصرف ہے اگر ایک وارث نے ترکہ مشترکہ سے تجارت کی اور نفع حاصل کیا تو یہ نفع فقط اوسیکا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجکو ہزار درم قرض دے میں تجارت کروں نفع میں سے اور تو شریک ہے پہر اوسنے قرض دیا اور فائدہ حاصل ہوا تو تمام نفع مستقرض کا ہے نہ مقرض کا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوقف

یہ کتاب ہے وقف کے احکام میں ہم محاسن وقف کے ظاہر ہیں کہ اوسمیں انتفاع طبقات محبوبین ہے منجملہ اپنی اولاد یا محتاجین کے اور عمل صالح کی ادامت ہے کہ بعد موت کے بہی اوسکا ثواب جاری ہے امام شافعی نے فرمایا کہ میری دانست میں اہل جاہلیت میں وقف نہتا یہ خصلت حمیدہ اہل اسلام سے جاری ہوئی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سات باغ مدینہ میں وقف فرمائے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کی اوقات اب تک باقی ہیں اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے اوقاف مشہور ہیں کذا فی الاسعاف مناسبتہ للشرکۃ ادخال غیرہ معہ فی مالہ غیر انہ ملکہ باق فیہا لا فیہ مناسبت وقف کی شرکت سے اپنے مال میں غیر کا داخل کرنا ہے اپنے ساتھہ مگر اتنا فرق ہے کہ مالک کی ملک شرکت میں باقی ہے نہ وقف میں ہم غیر کا ادخال شرکت میں تو ظاہر ہے کہ شریک مالک کے ساتھہ تصرف اور نفع میں داخل ہے لیکن اپنے ساتھہ غیر کا داخل کرنا اقسام وقف میں لازم نہیں مگر جبکہ اپنی ذات اور غیر پر وقف کرے تو اگر شارح صاحب نہر الفائق وغیرہ کی تبع یوں کہتا کہ مناسبت وقف کی شرکت سے اس اعتبار سے ہے کہ مقصود دونوں سے اوس مال کا انتفاع ہے جو اصل مال پر زائد ہو لیکن شرکت میں اصل مال صاحب مال کی ملک میں رہتا ہے اور وقف میں اکثر کے نزدیک اوسکی ملک سے نکل جاتا ہے تو خوبتر اور واضح ہوتا کذا فی الطحطاوی هو لغة الحبس وقف لغت میں بمعنی حبس یعنی بند کرنا اور روکنا ہے ولہذا موقف الحساب اوس مکان کو کہتے ہیں جہاں لوگ قیامت میں حساب کیواسطے محبوس ہونگے وقف مصدر ہے بمعنی موقوف اسلیے اوسکی جمع اوقاف ہے وشرعا حبس العين على حكم ملك الواقف والتصدق بالمنفعة ولو في الجملة اور اصطلاح شرع میں وقف عبارت ہے حبس عین سے وقف کرنیوالے کی ملک کے حکم پر اور خیرات کرنی منفعت سے اگرچہ تصدق فی الجملہ ہو ہم یہ تعریف وقف کی امام کے مذہب پر ہے شارح نے قید حکم باتمام شرح زیادہ کی اور یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ تصریح ہے قہستانی کی امام کے نزدیک رقبہ مملوک ہے واقف کا حقیقۃً نہ حکما اور قید فی الجملہ جواب ہے فتح القدیر کا صاحب فتح القدیر نے کہا کہ تعریف وقف پر اتنی عبارت زیادہ کرنا چاہئے او صرف منفعتها الی من احب یعنی اوسکی منفعت کا صرف کرنا جسپر چاہے اسواسطے کہ اغنیا کیطرف صرف کرنا بلا قصد قربت وقف میں صحیح ہے بشرطیکہ اوسکو آخر میں قربت دائمی ہو لیکن قبل انقراض اغنیا وقف ثابت ہے بلا تصدق اور مقصد زیادہ کرنے کی تعریف جامع ہوجاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ تصدق فی الجملہ مراد ہے واسطے اسپر محیط کی عبارت کی دلالت کرتی ہے کہ اگر اغنیا پر وقف کرے تو جائز نہیں اسلئے کہ قربت نہیں بخلاف اسکے کہ اگر اوسکے آخر میں محتاجین کیواسطے مقرر کرے تو قربت ثابت ہوگی فی الجملہ کذا فی الحلبی والاصح انه عنده جائز غير لازم كالعارية اور یہ قول اصح ہے کہ امام اعظم کے نزدیک وقف جائز ہے لازم نہیں جیسے عاریت یعنی واقف کو ابطال وقف کا اختیار ہے وعندهما هو حبسها على

حکم ملک الله تعالیٰ وصرف منفعتها علی من احبّ ولو غنیًّا فیلزم فلا یجوز له ابطاله ولا یورث عنه وعلیه الفتوی ابن کمال وابن الشحنة
اور صاحبین کے نزدیک وقف عبارت ہے عین کے حبس کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ملک کے حکم پر اور اوسکی منفعت کے صرف کرنے سے جسپر چاہے اگرچہ موقوف علیہ غنی ہو پس جب واقف کی
ملک سے خارج ہوا تو وقف لازم ہوگیا تو واقف کو اوسکا باطل کردینا جائز نہیں اور اوسکا وارث اوسکو وراثت میں نپاویگا اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے
کذا صرح ابن کمال وابن الشحنة وسببه ارادة محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب وفی الآخرة بالثواب اور سبب وقف کا ارادہ کرنا ہے محبوب ملی اور پسندیدہ
جانی کا دنیا میں دوستون کے اندر اور آخرت میں ثواب حاصل کرنے سے یعنی بالنیة من اهلها لانه مباح بدلیل صحته من الکافر یعنی حصول ثواب وقف
اوس شخص کی نیت سے ہوتا ہے جو اہل ہے نیت کا یعنی مسلمان عاقل بالغ ہو اسواسطے کہ وقف کرنا مباح ہے بدلیل صحیح ہونے وقف کے کافر سے یعنی جب کافر کا وقف صحیح ہوا گرچہ وقف فی نفسہ
عبادت نہیں تو ثواب نیت سے ہوگا نہ اصل وقف سے وقد یکون واجبًا بالنذر فیتصدق بها او بثمنها ولو وقفها علی من لا یجوز له الزکوٰة جاز فی
الحکم ویبقی نذره وبهذا عرفت صفته اور وقف کرنا کبھی واجب ہوتا ہے نذر کرنے سے تو چیز موقوف کو تصدق کرے یا اوسکی قیمت کو اور اگر اوسکو وقف کیا اوسپر
جسکو زکوٰۃ دینا جائز نہیں تو حکم میں وقف جائز ہوگا اور نذر باقی رہیگی اور اس تقریر سے صفت وقف کی معلوم ہوگئی م صفت وقف کی یہ ہے کہ وہ مباح اور قربت
اور فرض ہوتا ہے مباح وہ وقف ہے جو بلا قصد قربت ہو لہذا ذمی سے وقف صحیح ہے اور اوسکو کچھ ثواب نہیں اور وقف قربت بقصد عبادت ہوتا ہے مسلم سے اور وقف
فرض منذور ہے چنانچہ یون کہا کہ اگر میرا ولد آوے تو مجھپر اس گھر کا وقف کرنا مسافرون پر لازم ہے پھر اگر نذر کرنیوالا اپنے اصول اور فروع پر وقف کریگا تو وقف
جائز ہوگا لیکن نذر ادا نہوگی کذا فی البحر اور یہ جو شارح نے کہا کہ اوسکو تصدق کرے یا اوسکی قیمت کو تو مسئلہ نذر بالوقف کو اوس مسئلہ کے ساتھ مخلوط کردیا جب
صیغہ وقف کا نذر ہو حالانکہ دونون کا حکم مختلف ہے نذر بالوقف کا حکم تو ابھی معلوم ہوچکا اور صیغہ وقف کے نذر ہونیکا بحر الرائق میں یہ حکم ہے کہ اگر بحکم عرف
یا قائل کے پوچھنے سے وقف ثابت ہو تو وہ وقف ہے اور اگر وہ کہے کہ مینے صدقہ کا ارادہ کیا تو وہ نذر ہے اوسکو تصدق کرے یا اوسکی قیمت کو اور اگر کچھ نیت
نہو تو وہ میراث ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحکمه مرّ فی تعریفه اور حکم وقف کا گذر گیا اوسکی تعریف میں م حکم یعنی اثر مرتب جو تعریف میں مذکور ہوا سو
تصدق ہے منفعت کا ومحلّه المال المتقوّم اور وقف کا محل مال متقوم ہے جو قابل وقف ہو طحطاوی نے لکھا مال سے وہ مال مراد ہے جو واقف کا مملوک ہو وقف کرنیکے
وقت تو اگر زمین کو غصب کرکے وقف کیا پھر اوسکو خرید لیا مالک سے تو صحیح نہیں ورکنه الالفاظ الخاصة کارضی هذه صدقة موقوفة مؤبدة علی
المساکین ونحوه من الالفاظ کموقوفة لله او علی وجه الخیر او البر واکتفی ابو یوسف بلفظ موقوفة فقط قال الشهید ونحن نفتی به للعرف
اور رکن وقف کا الفاظ مخصوصہ ہیں چنانچہ یون کہنا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ دائمی ہے مساکین پر اور مانند ان الفاظ کے چنانچہ یون کہنا کہ یہ زمین
خدا کیواسطے موقوف ہے یا علی وجہ الخیر یا علی وجہ البر موقوف ہے اور ابو یوسف نے فقط بلفظ موقوف اکتفا کی ہے یعنی اگر اسیقدر کہے کہ یہ زمین یا یہ باغ موقوف
ہے بلا ذکر محتاجین اور بلا قید دوام تو کافی ہے صدر شہید نے کہا کہ ہم اسی قول کا فتوی دیتے ہیں بسبب عرف کے م الفاظ کو رکن اسواسطے کہا کہ اگر وقف
مع الشرائط لکھے بلا تلفظ تو وقف صحیح نہیں بالاتفاق کذا فی القهستانی اور شرح ملتقی میں ہے کہ طرفین کے نزدیک وقف صحیح نہیں جب تک اوسکو اپنے ہاتھ سے
لکھے اور شاہدون کو اوسکے مضمون پر گواہ نکرے اور انہی مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے کہ مجرد لفظ وقف بلا ذکر دوام اور جہت مصرف کافی ہے اور اکثر
علمائے محمد کے قول پر فتوی دیا اشتراط التسلیم میں کذا فی الطحطاوی وشرطه شرط سائر التبرعات کحریة وتکلیف اور شرط وقف کی وہ ہے جو باقی تبرعات
کی شرط ہے چنانچہ آزادی اور تکلیف تو غلام اور صغیر اور مجنون کا وقف صحیح نہیں وان یکون قربة فی ذاته اور شرط وقف یہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو م تو مسلم یا
ذمی کا وقف نصاری یا یہود کے معبد اور فقراء اہل حرب پر صحیح نہیں اور غنی پر وقف کرنا قربت ہے اسواسطے کہ ذخیرہ میں ہے کہ تصدق علی الغنی میں ایکطرح کی قربت
ہے کمتر قربت فقیر سے معلومًا منجزًا لا معلقًا الا بکائن شرط وقف کی یہ ہے کہ معلوم ہو نہ مجہول منجز ہو نہ معلق کسی شرط پر مگر معلق بشرط موجود جائز ہے م تو
اگر اپنی کچھ زمین وقف کی بلا تعیین تو صحیح نہیں یا یون کہا کہ یہ زمین فقرا یا میری قرابت والون پر وقف ہے تو باطل ہے بسبب شک کے کذا فی العالمگیریہ اور
اسیطرح وقف زمین باستثناء اشجار صحیح نہیں بسبب عدم تعیین وقف اور اگر بولا کہ اگر میرا بیٹا مر تو میرا گھر وقف ہے مساکین پر تو صحیح نہیں بسبب تعلیق کے اور اگر

یون کہا کہ اگر یہ کہے میری املاک پر میں جاہر ہوا کہ وقف تمام ہو جائے گا تو مشکل کا مالک تھا تو وقف صحیح ہوگا اسواسطے کہ تعلیق محض شرط موجود پر ہو ولا مضافا ولا موقتا ولا بخیار
شرط یہ وقف کی شرط ہے کہ مضاف ہو اور موقت ہو اور خیار شرط ہو ختم اضافت وقف اسطرح کہ میرا گھر وقف ہو کل یا پرسوں جلبی تمنا کہ عدم اضافت کو شرط وقف کی کہنا
غلط ہو اسواسطے کہ بحر الرائق میں جامع الفصولین سے صحت اضافت منقول ہو ولا ذکر معہ اشتراط بيعه وصرف ثمنه لحاجته فان ذكره بطل وقفه بزازیہ اور شرط
یہ ہو کہ وقف کے ساتھ اوسکی بیع کو اور اوسکی قیمت صرف کرنے کو اپنی حاجت میں ذکر نہ کرے اور اگر ذکر کریگا یعنی اسطرح کہ یہ زمین وقف ہو لیکن اگر مجکو حاجت ہوگی
تو بیچکر میں اوسکی قیمت صرف کروں گا تو وقف اوسکا باطل ہو کذا فی البزازیہ وفی الفتح لو وقف المرتد فقتل او مات او ارتد المسلم بطل وقفه اور فتح القدیر
میں ہے کہ اگر مرتد نے وقف کیا پھر وہ مقتول ہوا یا مرگیا یا مسلمان نے وقف کرنے کے پیچھے مرتد ہوگیا تو اوسکا وقف باطل ہو ختم وقف مرتد میراث ہو جائیگا خواہ وہ مقتول ہو یا اپنے
ارتداد پر مرجائے یا مسلمان ہو لیکن بعد اسلام کے اعادہ وقف صحیح ہوا ور مرتد کا وقف کرنا صحیح ہو اسواسطے کہ وہ مقتول نہیں ہوتی کذا فی البحر ولا یصح وقف مسلم
او ذمی علی بیعة او حربی قيل او مجوسی اور صحیح نہیں وقف کرنا مسلم یا ذمی کا عیسائی یا حربی پر اور بعضوں نے کہا یا مجوسی پر ختم صحیح عیسائی کو یہ ہے کہ جمیع
معابد کفار اور یہی معابد کفار کا وقف عہد اسلام میں باطل ہو اور اگر زمانہ جاہلیت میں یعنی حربی ہونیکے وقت وقف کیا تو صحیح یہ ہے کہ بعد ذمی ہونیکے اور مسلمان
تعرض نہیں اور قول معتمد یہ ہے کہ مکان مجوس پر وقف جائز ہو کذا فی البحر وبجوازه صرح فی الاسعاف حيث قال علی ان من اسلم من ولدی او انتقل الی
غیر النصرانیة فلا حق له لزم شرطه على المذهب اور جائز ہو وقف کرنا ذمی پر اسواسطے کہ وہ قربت ہے ولہذا اسکو صدقہ اور نذر اور کفارہ دینا جائز

ان ہو جاتا ہے یا نصرانیت سے سوا اور دین کی طرف انتقال کرے تو اوسکو کچھ حق نہ
ہوگا یہ شرط مذہب میں مختار ہو کذا فی الحصکفی والملک یزول واعلم ان الموقوف
مجتہد فیہ وصورته ان یسلمه الی المتولی ثم یظهر الرجوع ... معلن المنة
ہوتی ہے موقوف ہے ایک امر پر منجملہ چار امور کے جو کہ ... کر ... مستقر ہیں

اینان آویگا اور قاضی کے حکم کرنے سے جو بادشاہ کی طرف سے مقرر ہو کہ حکم کے حکم سے حاکم قاضی کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ زوال ملک مجتہد فیہ مختلف فیہ ہو اور
صورت اوسکی یہ ہو کہ جب متولی کو وقف تسلیم کردے پھر اپنا رجوع ظاہر کرے یعنی کہے کہ اب یہ وقف نہیں کذا فی مسکین المفتی عن اللہ ... بعد تسلیم
متولی کے لزوم کا حکم کرے ختم مصنف نے لزوم وقف کو زوال ملک کے ساتھ قید کیا اسواسطے کہ زوال ملک کو لزوم وقف لازم ہو اور قضا کی احتیاج امام کے مذہب پر ہو
اسواسطے کہ وقف میں اختلاف نہیں بخلاف لزوم کے ... میں ہو کہ امام کے نزدیک لازم نہیں اور صاحبین کے نزدیک لازم ہو تو اصح ہے اور راجح نہیں اور ترجیح
دلیل کے اور فقہا نے صاحبین کے مذہب کو اسواسطے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اوقاف سے بکثرت استدلال کیا ہو اور ابو یوسف اول امام کے قول پر تھے جب
ہارون الرشید کے ساتھ حج کیا اور مدینہ طیبہ اور اوسکے نواح میں اوقاف صحابہ کرام کے دیکھے تو امام کے مذہب سے رجوع کیا اور لزوم وقف کا فتوی دیا خلاصہ
یہ ہو کہ مشائخ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دیکر اسپر فتوی دیا ہو علاوہ اسکے فقہا نے تصریح کی ہو کہ جب قاضی نے رشوت لی تو اسکا حکم نافذ نہیں ہوتا اور ہمارے زمانہ میں
قاضی رشوت سے خالی نہیں تو اسوقت میں لزوم وقف نہیں ہو سکتا مگر صاحبین کے قول پر کذا فی البحر ... ان البينة تقبل بلا دعوى اور اگر اوسکے
گواہی مقبول ہو بلا دعوی یعنی اسواسطے کہ حکم وقف کا تصدق ہے محصول کا اور وہ حق تعالی کا حق ہو اور تحریر قواعد میں قضا بالشهادة بلا دعوی صحیح ہو کذا
فی المحیط ثم حمل القضاء باللزوم قضاء على الكافة فلا تسمع فيه دعوى ملك آخر ووقف آخر ولا تسمع افتى ابو السعود مفتی الروم بلا
دعوى جزم فی المنظومة المحبية وتبعه المصنف هنا على القيل بابطاله لكنه نقل بعده عن البحر المعتمد التام وصححه فی الفواکه البدرية وبه
افتى الحصكفي ... قضا بالوقف حکم ہو سب پر کہ اوسمیں دوسرے ملک یا دوسرے وقف کا دعوی مسموع نہیں ... لوگوں پر حکم نہیں کہ دعوی مذکور مسموع ہو
ابو السعود مفتی روم نے قول اول یعنی عدم کا فتوی دیا اور اسی قول پر منظومہ محبیہ میں یقین کیا اور اسکی ترجیح مصنف نے دی تا وقف ابطال کے حیلوں سے محفوظ رہے
لیکن مصنف نے اپنی شرح میں اس کلام کے بعد بحر الرائق سے نقل کیا کہ قول ثانی یعنی جواز سماع دعوی معتمد ہو اور اسکو فواکہ بدریہ میں تصحیح کی ہو اور [illegible]

مستثنی دا یہ او بالموت اذا علق بہ ای بموتہ کاذا مت فقد وقفت داری علی کذا فالصحیح انہ کوصیۃ تلزم من الثلث بالموت لا قبلہ ولو لوارثہ
وان ردوہ لکنہ یقسم کالثلثین بالملک زائل ہوتی ہو واقف کی موت سے جبکہ وہ اپنی موت پر وقف کو معلق کرے اسطرح کہ جب مین مرجاؤن تو اپنا گھر کو فلانے پر وقف کیا تو
صحیح یہ ہو کہ وقف وصیت کی مانند لازم ہوتا ہو ثلث مال سے بسبب موت کے نہ قبل اسکے اگرچہ واقف نے اپنے وارث کیواسطے وقف کیا ہو مگر اوسکو وارثون نے اوسکو جائز نہ کہا ہو لیکن ثلث
تقسیم ہوگا وارثون پر دو ثلث کی مانند نظیر یہ ہو کہ ایک عورت نے گھر کو اپنے مرض الموت مین اپنی بیٹیون پر وقف کیا اور انکے بعد اونکی اولاد پر اور انکی اولاد کی اولاد پر جبتک کہ
نسل باقی رہو بعد اوسکے محتاجون کیواسطے پہر وہ عورت مرگئی اور دو بیٹیان اور ایک بہن وارث چھوڑ گئی اور بہن اوسکو وقف کرنے پر راضی نہین اور میت کا کچھ مال نہین سوا
اوس گھر کے تو وقف جائز ہوگا ایک ثلث مین اور دو ثلث مین تو دو ثلث وارثون مین بقدر اونکے سہام کے تقسیم ہونگے اور ایک ثلث وقف رہیگا تو اوسکا جو کرایہ وغیرہ
ہوگا وارثون پر تقسیم ہوا کریگا بقدر اونکے حصون کے جبتک وارث زندہ رہینگے یعنی بیٹیون پر پہر اونکی اولاد پہر اولاد کی اولاد پر واقفہ کی شرط کی مانند اور وارثون کا
اوسمین حق نہین یعنی اوسکی بہن کا یا اوسکی اولاد کا انتہی بزازیہ کی عبارت یہ ہو قال ارضی ہذہ موقوفۃ علی ابنی فلان فان مات فعلی ولدہ وولد ولدہ ونسلی ولم تجز الورثۃ فہی
ارث بین کل الورثۃ ما دام الابن الموقوف علیہ حیا فان مات صار کلہا للنسل انتہی یعنی ایک شخص نے کہا کہ میری یہ زمین وقف ہو میرے فلانے بیٹے پر پہر جب وہ مرجاوے تو اوسکے
ولد پر اور میری نسل پر اور وارثون نے اوسکو جائز نہ کہا تو وہ ارث ہو سب وارثون مین جبتک کہ ابن موقوف علیہ زندہ رہیگا پہر جب کہ وہ مرگیا تو تمام زمین نسل کیواسطے
ہے انتہی الترجمہ صاحب بحر الرائق نے کہا تہا کہ عبارت بزازیہ کی صحیح نہین اسواسطے کہ ظہیریہ سے مذکور ہوچکا کہ دو ثلث ملک ہین اور ایک ثلث وقف ہو اور اوسکا محصول وارثون
پر تقسیم ہوگا جبتک کہ وارث موقوف علیہ زندہ رہیگا شارح نے اس اعتراض کا جواب قول آیندہ مین دیا فیقول البزازیۃ انہ ارث ای حکما فلا خلل فی عبارتہ
فاعتبروا الوارث بالنظر للغلۃ الوصیۃ وان ردوا بالنظر للغیر ان لو تنفذ لوارثہ لانہا لم تتمحض لہ بل للغیر بعدہ فافہم تو بزازیہ کا یہ قول کہ
ثلث وقف کا ارث ہو یعنی محصول ہو وارث تک پہنچتا باوجود وقف ہونیکے تاحیات موقوف علیہ تا میراث کے منقسم ہوگا تو اب کچھ خلل نہ رہا بزازیہ کی عبارت مین تو فقہانے وارث
کا اعتبار کیا بنظر محصول وقف کے اور وصیت کا اعتبار کیا اگرچہ وارثون نے اوسکو جائز نہ کہا بنظر غیر کے کہ وصیت جاری نہو وارث کیواسطے اسواسطے کہ وصیت یہان
محض وارث کیواسطے نہین ہوئی جو جائز نہو بلکہ غیر وارث کیواسطے بہی ہوئی ہو بعد وارث کے تو سمجہ لے یعنی چونکہ وصیت فقط وارث کیواسطے خالص نہتی لہذا اوسمین دونون
اعتبار کی رعایت کی وارث کا اعتبار بنظر محصول کے کیا اور غیر وارث کا اعتبار بنظر وصیت کے کیا تا وصیت لازم ہوجاوے طحطاوی نے کہا شارح کا رد ظاہر نہین اسواسطے کہ
عبارت بزازیہ مین صریح ہو کہ تمام زمین ارث ہو جبتک ابن موقوف علیہ زندہ ہو اور اوسکی موت کے بعد بالکل نسل کیواسطے ہوجاویگی اور شارح کا جواب حیات ابن تک ہوسکتا ہو لیکن بنظر
نسل نہین ہوسکتا اسلیئے کہ نسل کیواسطے ثلث ہو نہ سب زمین انتہی اوبقولہ وقفتہا فی صحتی او بعد وفاتی مؤبدا فانہ جائز عندہم لکن عند الامام مادام حیا
ہو نذر بالتصدق بالغلۃ فعلیہ الوفاء ولہ الرجوع ولو لم یرجع حتی مات جاز من الثلث یا ملک زائل ہوتی ہو یون کہنے سے کہ مین نے اوسکو وقف کیا اپنی
زندگی مین اور بعد وفات اپنی کے ہمیشہ کو تو یہ جائز ہو امام اور صاحبین کے نزدیک لیکن امام کے نزدیک جبتک وہ زندہ ہو تو وہ تصدق محصول کی نذر ہو تو اوسپر وفای نذر
لازم ہو اور اوسکو اوس سے رجوع کرنا بہی جائز ہو اور اگر اوسنے رجوع نکیا یہان تک کہ وہ مرگیا تو وقف جائز ہوگا ثلث مال سے ش جواز بمعنی مذکور صاحبین کے نزدیک ثابت ہی
لزوم نہین قلت فیفید ہذہ ثبوت الاحر لہ الرجوع مادام حیا غنیا او فقیرا بامر قاض او غیرہ شرنبلالیہ فیقول الدرر لو افتقر یفسخہ القاضی او غیرہ
مستحیل منظور فیہ مین کہتاہون تو ان دو امر یعنی وقف معلق بالموت اور وقف بشرط حیات و بعد حیات مین واقف کو رجوع کرنا جائز ہو جبتک کہ وہ زندہ ہو مالدار
ہو یا محتاج قاضی کے امر سے رجوع کرے یا سوا اوسکے کذا فی الشرنبلالیہ تو درر غرر کا یہ قول کہ اگر واقف محتاج ہو تو قاضی اوسکو فسخ کردے اگر وقف پر قاضی کی
سجل ہو گئی ہو منظور فیہ ہے یعنی مسلم نہین ش اسواسطے کہ فسخ قاضی کی حاجت نہین بلکہ واقف خود فسخ مین مختار ہو اور قید فقر کی بھی کچھ اعتبار نہین اور جیسا
قول مفتی بہ کے وقت کچھ تصرف نہین کرسکتا اور مفتی کو بہی فسخ کا فتوی دینا جائز نہین اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہی کذا نہ کسی قول پر کسی ملے فتوی نہین دیا کذا
فی الشرنبلالیۃ ولا یتم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شیء بما یلیق بہ ففی المسجد بالافراز وفی غیرہ بنصب المتولی وبتسلیمہ
ایاہ ابن کمال اور وقف تمام نہین ہوتا یہان تک کہ مقبوض ہو مصنف نے یون نہ کہا کہ متولی کا مقبوض ہو اسواسطے کہ تسلیم ہر چیز کی اوسکے لائق ہو تو مسجد مین

تسلیم سے اگرچہ تقسیم ہوتی ہی اور غیر مسجد میں متولی مقرر کرنے اور اسکو تسلیم کر دینے سے ہوتی ہی کذا صرح ابن کمال ویتفرع علیہ وقف مشاع یقسم خلافا للثانی اور وقف
تمام نہیں ہوتا یہانتک کہ جدا کر دیا جاوے تو جائز نہیں یعنی وقف کرنا مشاع قسمت پذیر کا بخلاف ابو یوسف رحمہ اللہ وقف کا جدا کر دینا قسمت کے مبنی ہی اشتراط قبض پر سو امام محمد نے قبض کو شرط
کیا ہی تو وقف مشاع یعنی غیر مقسوم کو جائز نہیں رکھا اور امام ابو یوسف نے قبض نہیں شرط کیا تو وقف مشاع جائز رکھا اور خلاف یہ محتمل القسمۃ میں اور غیر محتمل القسمۃ کا وقف
تو بالاتفاق جائز ہی سوا مسجد اور مقبرہ کے کہ انکا وقف باوجود عدم احتمال قسمت بھی تمام نہیں بالاتفاق مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول کو لیا ہی اور مشائخ بخارا نے محمد کے قول کو
لیا اور خلاصہ اور بزازیہ اور درر اور کبیر الشرح مجمع اور تجنیس اور غایۃ البیان میں کہا کہ مشاع میں امام محمد کے قول پر فتوی ہو کذا فی البحر وجعل آخرہ بجہۃ قربۃ لا
تنقطع ہذا بیان شرائطہ الخاصۃ علی قول محمد لانہ کالصدقۃ وجعلہ ابو یوسف کالاعتاق اور آخر وقف کا مقرر کیا جانا اس جہت قربت کیطرف جو کبھی
منقطع نہو یعنی انجام کار وقف موبد دائمی ہو مساکین پر یہ یعنی تسلیم اور افراز اور تابید بیان ہیں وقف کی شرائط خاصہ کا محمد کے قول پر اسلئے کہ وقف انکے نزدیک مثل صدقہ ہی اور
ابو یوسف نے اسکو اعتاق کی مانند قرار دیا ہی هم ابو یوسف سے دو روایتین ہین ایک روایت یہ کہ تابید وقف مین ضروری ہو لیکن ذکر دوام شرط نہیں اور یہی قول صحیح ہی اور دوسری
روایت یہ ہو کہ دوام شرط نہیں اور امام محمد کے نزدیک تصریح تابید ضروری ہو کذا فی الہدایہ والمنح طحطاوی نے کہا مصنف کا طرز بیان مناسب نہیں اسواسطے کہ اول الامر یہ
بر خلاف لزوم وقف نہیں ہوتا اگر تصنیف ہو بیان شرائط مین محمد کے طور پر چلا حالانکہ فتوی صاحبین کے قول پر ہو لزوم وقف مین بالاتفاق واختلف الترجیح والاخذ بقول
الثانی احوط واسہل بحر وفی الدرر وصدر الشریعۃ وبہ یفتی واقرہ المصنف اور محمد اور ابو یوسف کے قول کی ترجیح مختلف ہو اور ابو یوسف کا قول لینا احوط اور
اسہل ہو وقف کی ترغیب کے واسطے اور درر اور غرر اور شرح وقایہ مین ہو کہ اسیکا فتوی ہو اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہو واذا وقفہ بشہر او سنۃ بطل
اتفاقا درر وعلیہ فلو وقف علی رجل بعینہ عاد بعد موتہ لورثۃ الواقف بہ یفتی فتح قلت وجزم فی الخانیۃ بصحۃ الموقت مطلقا فتنبہ واقرہ
الشرنبلالی اور جب وقف مین مہینہ یا سال کا وقت بیان کیا تو باطل ہو بالاتفاق کذا فی الدرر اور بموجب بطلان موقت کے اگر وقف کیا ایک مرد پر معینہ تو اوسکی موت کے
بعد وقف کو وارثوں کی طرف موقوف و رد کیگا اسی پر فتوی ہو کذا فی الفتح مین کہتا ہوں اور خانیہ مین یقین کیا ہو صحت موقت کا مطلقا تو خبردار رہنا اور ثابت رکھا
اسکو شرنبلالی نے هم مسئلہ وقف علی المعین بطلان موقت پر مبنی نہیں ہو سکتا جب تک شخص معین پر وقف کرنا بالاتفاق باطل ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ مسئلہ اس پر مبنی
ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک تابید ہمیشہ شرط نہیں تو موقوف علیہ کی حیات تک وقف رہیگا اور بعد اسکی میراث ہوگا اور خانیہ مین ہو کہ اگر کسی نے اپنے گھر کو ایک دن یا ایک مہینہ یا وقت معین تک
وقف کیا اور اس سے زیادہ کچھ نکہا تو جائز ہوا اور وقف ابدی ہوگا انتہی تو اوسکا قول یعنی عدم زیادت اوس تفصیل کا مشیر ہو جسکو ہلال نے بیان کیا ہو کہ اگر وقت بیان شرط کرے کہ
بعد وقت معلوم کے موقوف میری طرف رجوع کرے تو وقف باطل ہو اور اگر یہ شرط نہیں تو صحیح ہو تو خانیہ کی عبارت مین اطلاق نہیں جسکو شارح نے بیان کیا ہو مگر کہ یہ اطلاق وقت وار
رکھیں اور توفیق عبارات کی یون ممکن ہو کہ بطلان موقت کا قول مطلقا محمد کے قول پر محمول ہو کہ انکے نزدیک تابید لفظی شرط ہو اور صحت موقت مطلقا کا قول ابو یوسف
کی اوس روایت پر محمول ہو جسمین مطلقا اشتراط تابید نہیں آیا اور قول بالتفصیل ابو یوسف کے اوس قول صحیح پر محمول ہو جسمین تابید معنوی ضروری ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی
فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملّک ولا یعار ولا یرہن فبطل شرط واقف الکتب الرہن کما مر فی التدبیر جب وقف باجتماع شرائط اور التمام سو انکے
تمام ہو تو مملوک نہیں ہوتا اور تملیک اوسمین نہیں اور نہ عاریت اور نہ رہن تو کتب کے وقف کرنیوالے کو رہن کا کرنا باطل ہو چنانچہ کتاب التدبیر مین مذکور ہو چکا ولو سکنہ
المشتری او المرتہن ثم بان انہ وقف او لصغیر لزم اجر المثل قنیۃ اور وقف مین مشتری یا مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ یہ وقف ہی یا صغیر کا مملوک ہو تو اجرت مثل
دینا ہوگی کذا فی القنیہ ولا یقسم بل یتہایؤن الا عندہما فیقسم المشاع وبہ افتی قارئ الہدایۃ وغیرہ اور قسمت کیا جاوے وقف مستحقین مین بلکہ ایک اتفاق نوبت
بنوبت اوس سے فائدہ لیں مگر صاحبین کے نزدیک تو غیر مقسوم قسمت ہو اور اسیکا فتوی دیا ہو قاری ہدایہ وغیرہ نے اذا کانت القسمۃ بین الواقف وشریکہ المالک او الواقف
لا المستحقین ان اختلفت جہۃ وقفہا قالہ قارئ الہدایۃ صاحبین کے نزدیک قسمت وقف مشاع صحیح ہو جب کہ قسمت ہو درمیان واقف اور اسکے شریک کے کہ مالک یا دوسرا واقف یا
اسکے ناظر کے نہ بطریق جہت اسکی وقف کی مختلف ہو کما صرح قاری الہدایہ هم یعنی قاضی نے جب کہ جواز وقف مشاع کا حکم کیا اور اسکی قضاء نفذ ہو کر رفع خلاف ہوا متفق علیہ ہوگی
سوا اگر بعضی شرکا طالب قسمت ہوں تو امام کے نزدیک قسمت نہوگی نوبت بنوبت استعمال کرا جاوے اور صاحبین کے نزدیک قسمت ہوگی کذا فی المنح اور اگر جہت وقف مختلف نہیں تو قسمت

احتیاج نہیں اسلیے کہ وہ دونو وقف کا منفعت مستحق ہو ولو وقف نصفه مشاعا كان له ان يقاسمه مع الواقف صدر الشريعة وابن الكمال وبعد موته لورثته ذلك فيفرز
القاضي الوقف من الملك ولهم بيعه به افتى قارئ الهداية واعتمده في المنظومة المحبية اور اگر واقف نے اوس زمین کا نصف وقف کیا جسکے کل کا وہ مالک ہو تو قاضی اسکو
تقسیم کر دیگا باوجود وقف کے کذا صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال اور واقف کی موت کے بعد اوسکے وارثوں کو تقسیم جائز ہے تو قاضی وقف کو ملک سے جدا کر دیگا اور وارثوں کو نصف مملوک کا
بیع کرنا جائز ہوا اور اسیکا فتوی دیا قاری ہدایہ نے اور اسی پر اعتماد کیا ہے منظومہ محبیہ میں ہم انفع المسائل میں مذکور ہے کہ جمع بین الوقف والملک کے قسمت جائز ہے کہ جائز نہیں مگر شرکا کی
تراضی سے کذا فی المنح لا الموقوف عليهم فلا يقسم الوقف بين مستحقيه اجماعا درر وكافي وخلاصه وغيرها لان حقهم ليس في العين وبه جزم ابن نجيم
في فتاواه وفي فتاوى قارئ الهداية هذا هو المذهب لكن بعضهم جوز ذلك اور جو لوگ کہ موقوف علیہم ہیں اونکے قسمت ہو وقف مقسوم نہ ہوگا بین مستحقین کے باجماع امام اور صاحبین
کے کذا فی الدرر والکافی والخلاصہ وغیرہا اسواسطے کہ مستحقوں کا حق عین وقف میں نہیں بلکہ اوسکے محاصل میں ہے اور اسیکا یقین کیا ہے ابن نجیم نے اپنے فتاوی میں اور قاری ہدایہ کے
فتاوی میں ہے کہ یہی مذہب ہے اور بعضے علماء نے قسمت موقوف بین المستحقین جائز رکھی ہے ہم یہ قول غیر معتبر ہے کہ مخالف اجماع ہے کذا فی الطحطاوی ولو سكن بعضهم ولم
يجد الآخر موضعا يكفيه فليس له اجرة ولا له ان يقول انا استعمله بقدر ما استعملته لان المهاياة انما تكون بعد الخصومة قنية
اور اگر بعض مستحقین نے وقف میں سکونت کی اور دوسرے مستحق نے ایسی جگہ نہ پائی جو اوسکو کافی ہو تو اوسکو اجرت لینا مستحق ساکن سے جائز نہیں اور نہ اوسکو یہ کہنا جائز ہے
کہ مکان وقف کو میں استعمال کرونگا بقدر تونے استعمال کیا اسواسطے کہ مہایاۃ یعنی نوبت نوبت استعمال کرنا نہیں ہوتا مگر بعد خصومت کے کذا فی القنیۃ ہم طحطاوی نے کہا یہ
خصاف کی عبارت ہے شارح نے قنیہ کیطرف منسوب کی نعم لو استغله كله احدهم بالغلبة بلا اذن الآخر لزم اجر حصة شريكه ولو وقفا على سكناهما بخلاف
الملك المشترك ولو معدا للاجارة قنية ہاں اگر ایک مستحق نے تمام مکان وقف کو استعمال کیا زبردستی بلا اذن مستحق ثانی کے تو ساکن پر بقدر حصہ شریک کے اجرت
لازم ہوگی اگرچہ وہ مکان دونو کی سکونت کیواسطے وقف ہوا ہو بخلاف ملک مشترک کے کہ اوس میں شریک پر اجرت لازم نہیں اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا ہو کذا فی القنیۃ قلت
ولو بعضه ملك وبعضه وقف يأتي في الغصب میں کہتا ہوں اور اگر کچھ مکان ملک اور کچھ وقف ہو غصب میں آویگا ويزول ملكه عن المسجد والمصلى
بالفعل وبقوله جعلته مسجدا عند الثاني وشرط محمد والامام الصلوة فيه بجماعة وقيل يكفي واحد وجعله في الخانية ظاهر الرواية اور زائل
ہوتی ہے ملک واقف کی مسجد اور عیدگاہ سے اسواسطے فعل سے یعنی علیحدہ کر دینے سے یا اس قول سے کہ میں نے اس مکان کو مسجد کر دیا ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور امام نے اوس میں جماعت
نماز پڑھنا شرط کیا ہے اور دوسرا قول ہے کہ ایک شخص کا بھی نماز پڑھنا کافی ہے اور خانیہ میں اسی قول کو ظاہر الروایت کہا ہے ہم مسجد مخالف ہے مطلق وقف سے اسیکا نزدیک تو
امام اعظم کے نزدیک حکم حاکم اور وصیت کرنا اوسکے واسطے شرط نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک مشاع کا مسجد کرنا جائز نہیں اور محمد کے نزدیک تسلیم متولی اسمیں شرط نہیں مسجد
کے واسطے عمارت بنانا شرط نہیں اسواسطے کہ جائز ہے کہ ایک شخص [illegible] کی زمین میں ہے ان ہے آپ جو عمارت نہیں اور اوسنے لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دی تو ابدا
یا دوام کا لفظ ذکر نکیا لیکن نیت دوام کی ہی وہ مرگیا تو وہ مکان مسجد ہو گیا اوسمیں میراث نہیں کذا فی الدر جسنے مسجد بنائی تو اوسکی ملک جبھی ہے جبتک مسجد کو اوسکی راہ
کے ساتھ اپنی ملک سے جدا کرے اسواسطے کہ وہ خالص اللہ تعالی کیواسطے نہیں ہوتی بغیر جدا کر دینے کے تو اگر اپنے گھر کے درمیان میں مسجد بنادی ہے اور لوگوں کو دخول اور نماز کا
اذن دیا اگر اسکی راہ بھی شرط کی ہے تو سبکے نزدیک مسجد ہو گئی ورنہ امام کے نزدیک مسجد نہیں اور صاحبین کے نزدیک مسجد ہو گئی اور راہ منجملہ حقوق مسجد ثابت ہو جاویگی بلا شرط
نماز اسواسطے شرط ہوئی کہ امام اور محمد کے نزدیک تسلیم ضرور ہوا اور مسجد میں جماعت سے تسلیم ثابت ہوتی ہے بنا بر صحیح روایت کے امام سے اور اسکے ساتھ اذان اور اقامت سے نماز جہری
بھی شرط ہے تو اگر نماز سری بلا اذان واقامت ہوگی تو امام اور محمد کے نزدیک مسجد نہ ثابت ہوگی اور اگر ایک شخص کو امام اور موذن مقرر کیا اور اوسکی تنہا نماز سے مسجد ہو گی
بالاتفاق اور متولی یا قاضی اوسکو اپ کی تسلیم سے مسجد ثابت ہوگی کذا فی العالمگیریہ ملخصا اور چونکہ وقف اور قضا میں ابو یوسف کا قول راجح ہے لہذا مصنف نے اوسکو مقدم کیا
تنویر اور درر اور ملتقی کی متابعت سے یعنی بمجرد قول مسجد ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ محلہ شارح کا اراد اهل المحلة نقض المسجد وبناءه احكم من الاول ان البانی
من اهل المحلة لهم ذلك والا لا بزازيه اہل محلہ نے چاہا مسجد کا توڑنا اور بعد اوسکو بنانا اوس سے محکم تر اول سے تو اگر دوسرا بنانے والا انہیں اہل محلہ سے ہو تو جائز ہے اور وہ نہیں تو نہیں جائز ہے کذا فی
البزازیہ واذا جعل تحته سردابا لمصالحه اي المسجد جاز كمسجد القدس ولو جعل لغيرها او جعل فوقه بيتا وجعل باب المسجد الى طريق وعزله عن ملكه لا [?]

ولہ بیعۃ بیوت بحناحنا (قالما) اور جب کہ مسجد کے نیچے تہ خانہ بنایا مسجد کے مصالح کے واسطے تو جائز ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد کے نیچے ہے اور اگر تہ خانہ مصالح مسجد سوا کسی اور غرض کے واسطے بنایا
اپنے لیے اور اوپر کوٹھری بنائی اور مسجد کا دروازہ راہ کی طرف کر دیا اور راہ اسکو اپنی ملک سے جدا کر دیا تو مسجد نہ ہوگی اور اسکو اسکی بیع جائز ہے اور مرنے کے بعد اسکا وارث ہوگا بخلاف
صاحبین کے رحمہم اللہ امام کا قول ظاہر المذہب ہے اسواسطے کہ اسمیں حق العبد باقی ہے اور جب حق العبد مسجد کے اعلیٰ یا اسفل سے متعلق باقی رہا تو وہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نہ ہوگی کذا فی
الصحاح من البحر کالو جعل وسط دارہ مسجدا واذن للصلوٰۃ فیہ حیث لا یکون مسجدا الا اذا شرط الطریق زیلعی چنانچہ ایک شخص نے اپنے گھر کے درمیان
مسجد بنائی اور اسمیں نماز کا اذن دیا تو وہ مسجد نہ ہوگی مگر جب کہ مسجد کے واسطے راہ بھی شرط کر دے کذا فی الزیلعی فرع مسئلہ لمتہ شارم کالو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ
من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیہ فاذا کان ہذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ہدمہ
ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شیئا منہ مستغلا ولا سکنی بزازیہ اور اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کے واسطے کوٹھری بنائی تو
ضرر نہیں ہے اسواسطے کہ یہ منجملہ مصالح مسجد ہے اور اگر ایسا مکان کا مسجد ہونا پورا ہو گیا تب بنانا چاہا تو منع کیا جائیگا اور اسمیں نماز پڑھنے سے پہلے مسجد اور مکان بنانے کا
ارادہ کیا تو منع کیا جائیگا اور اگر کہیگا کہ میں نے اسکی نیت کی تھی تو اسکی تصدیق نہ ہوگی کذا فی التاتارخانیہ پس جب واقف کا یہ حال ہے کہ بنا نہیں سکتا تو غیر واقف کا بنانا
کیونکر جائز ہوگا تو اسکا گرا دینا واجب ہے اگرچہ عمارت مسجد کی دیوار پر ہو نہ چھت پر اور اس سے کرایہ لینا جائز نہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ منجملہ مسجد کے کوئی تھوڑا مکان کرایہ
یا سکونت کے واسطے مقرر کیا جاوے کذا فی البزازیہ ھ کرایہ لینا سو صورت جائز نہیں اگرچہ مسجد کی عمارت وغیرہ میں صرف ہوا اور یہ جو بعض مسجد کا کرایہ لینا ہے ہے اسواسطے جائز کیا
ہے وہ قول غیر صحیح ہے کذا فی البحر ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعۃ وبہ یفتی حاوی القدسی اور اگر
مسجد کا گرد و پیش منہدم ہو کر ویران ہو گیا اور اسکی کچھ حاجت نہ رہی تو بھی مسجد ہی باقی رہیگی امام اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الحاوی
القدسی یعنی اسکی ملکیت واقف اور وارثوں کیطرف عود نہ کریگی اور اسکا نقل کرنا دوسری مسجد کیطرف جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مسجد علی الدوام کوئی اسمیں نماز پڑھے
یا نہ پڑھے کذا فی النہر الحاوی القدسی وعاد الی الملک ای ملک الیانی او ورثتہ عند محمد اور مسجد منہدم ہو کر پھر طرف ملک کے یعنی بانی یا اسکے وارثوں کو اسکی ملک
عائد ہوگی محمد کے نزدیک وعن الثانی ینتقل الی مسجد آخر باذن القاضی اور امام ابو یوسف سے دوسری روایت یہ ہے کہ وہ نقل ہوگی دوسری مسجد کیطرف قاضی کے اذن سے یعنی اسکا
شکستہ اسباب قاضی کے اذن سے بیع ہو کر قیمت اسکی دوسری مسجد میں صرف ہوگی اور یہ روایت اسعاف کی جا رہی مخالف ہے کذا فی النہر ومثلہ فی الخلاف المذکور
حشیش المسجد وحصرہ مع الاستغناء عنہما اور خلاف مذکور میں مسجد منہدم کے مثل مسجد کی گھاس اور اسکی چٹائیاں جب کہ حاجت نہ رہی یعنی شیخین کے نزدیک باقی رہیں
واپس نہیں اور محمد کے نزدیک واقف کی ملک ہو جاوینگی وکذا الرباط والبئر اذا لم ینتفع بہما فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض الی اقرب مسجد او
رباط او بئر او حوض الیہ تفریع علی قولیہما در اور یہ حکم مسافر خانہ اور کنواں جب ان سے نفع نہ ہو تو صرف کیا جاوے وقف مسجد اور مسافر خانہ اور کنوئیں اور حوض
کا اس مسجد اور مسافر خانہ اور کنوئیں اور حوض کے جو اس سے قریب تر ہے یہ تفریع ہے شیخین کے قول پر کذا فی الدرر ھ عبارت میں لف و نشر مرتب ہے یعنی وقف مسجد اقرب مسجد کیطرف
اور وقف مسافر خانہ اقرب مسافر خانہ کیطرف اور حوض کا وقف اقرب حوض کیطرف صرف ہو وفیہا وقف ضیعۃ علی الفقراء وسلمہا للمتولی ثم قال لوصیہ اعط من غلتہا
فلانا کذا وفلانا کذا لم یصح لخروجہ عن ملکہ بالتسجیل فلو قبلہ صح فلت لکن سیجیئ معزیا للفتاوی موید زادہ ان للواقف الرجوع فی الشروط ولو مسجلا
اور اسمیں ہے کہ ایک شخص نے زمین فقرا پر وقف کی اور متولی کو سپرد کی پھر اس نے اپنے وصی سے کہا کہ اس زمین کے محصول سے فلاں کو اسقدر دینا اور فلاں کو اسقدر تو یہ صحیح نہیں اسواسطے
کہ وہ رجسٹری ہو جانے سے واقف کی ملک سے خارج ہو گئی اور اگر حکم سے پہلے ایسا کہا تو صحیح ہوگی میں کہتا ہوں لیکن آگے فتاویٰ موید زادہ سے منقول ہوگا کہ واقف کو
شروط وقف میں رجوع کرنا جائز ہے اگرچہ وقف مسجل ہو گیا ہو ھ میں کہتا ہوں کہ یہ مدعی حجت پر محمول ہے کما معلوم ہوا کہ شارح نے اسکی تحریر نہیں کی اتحد الواقف والجہۃ وقل
مرسوم بعض الموقوف علیہ بسبب خراب وقف احدہما جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاخر الیہ لانہما حینئذ کشیء واحد وفیہ وقف اور جہت
ایک ہو اور بعض موقوف علیہ کا مرسوم یعنی مشاہرہ یا سالیانہ کم ہو گیا بسبب ویران ہو جانے ایک زمین کے تو حاکم کو جائز ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی اس پر صرف کرے اسواسطے کہ دونوں ایسی
ایک صورت کی جہت میں ھ مصنف نے اپنی شرح میں اتحاد واقف اور جہت کی اسطرح مثال دی ہے کہ ایک شخص نے دو مسجدیں بنائیں اور ہر ایک کے مصالح کے واسطے علیحدہ وقف معین کیا تو اگر

ایک مسجد کے مؤذن کا وظیفہ کم ہوگیا اوسکا وقف کی ویرانی سے تو دوسری مسجد کے وقف کی فاضل آمدنی سے اوسکو حاکم دے سکتا ہے شیخ علامہ رحمہ نے کہا کہ تمام جہت کو اسطرح بھرا کرنا کلام مؤذن کے
مسئلہ کا مخالف ہے اسواسطے کہ مؤذن کے نزدیک اتحاد وقف اور جہت کی یہی مثال دیکھی ہے کہ دو وقف ایک مسجد پر ہوں ایک وقف اوسکی عمارت کے واسطے اور دوسرا وقف اوسکے امام اور مؤذن کے واسطے
کذا فی الطحطاوی وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين او رجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما اوقافا لا يجوز له ذلك اور اگر وقف اور جہت
سے کوئی مختلف ہو اسطرح پر کہ دو شخصوں نے دو مسجدیں بنائیں یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونوں پر اوقاف وقف کیے تو حاکم کو یہ جائز نہیں کہ ایک کا محصول دوسرے
پر صرف کرے ووقف العقار ببقره واكرته بفتحتين وهم عبيده الحراثون صح استحسانا تبعا للعقار اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو بیلوں اور کھیتی
کرنیوالے اپنے غلاموں کے ساتھ وقف کیا تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے زمین کی تبعیت کر کے بفتح اول وثانی جمع اکار ہے یعنی کشتکار ہم اور اسیطرح باقی آلات کشتکاری کا وقف
کرنا زمین کے ساتھ صحیح ہے کذا فی شرح الملتقی وجاز وقف القن على مصالح الرباط خلاصة ونفقته وجنايته في مال الوقف ولو قتل عمدا لا قود فيه
بل تجب قيمته ليشتري بها بدله اور جائز ہے وقف کرنا غلام کا مسافرخانہ کے مصالح کیواسطے کذا فی الخلاصہ اور اوسکا خرچ اور جنایت وقف کے مال میں ہے اور اگر وہ غلام
مقتول ہو عمدا تو اوسمیں قصاص نہیں کذا فی البزازیہ بلکہ قاتل پر اوسکی قیمت دینا واجب ہے تا عوض اوسکے دوسرا خرید کیا جاوے کما صح وقف مشاع قضي بجوازه
لانه مجتهد فيه فللحنفي المقلد ان يحكم بصحة وقف المشاع وبطلانه لاختلاف الترجيح واذا كان في المسئلة قولان مصححان
جاز الافتاء والقضاء باحدهما بحر شرح مصنف چنانچہ صحیح ہے وقف اوس مشاع کا جسکے جواز پر قاضی کا حکم ہو گیا اسواسطے کہ وقف مشاع میں مجتہدوں کا اختلاف
ہے تو قاضی حنفی مقلد کو جائز ہے کہ صحت وقف مشاع کا حکم کرے یا بسبب اختلاف ترجیح صحت اور عدم صحت کے اور جب کہ مسئلہ میں دو قول صحیح ہوں تو کسی ایک قول پر فتوی دینا
مفتی کو اور حکم کرنا قاضی کو جائز ہے کذا فی البحر شرح المصنف ہم بشرطیکہ کوئی قول مفتی بہ نہو والا مفتی بہ سے عدول کرنا جائز نہیں اور جب ایک قول پر فتوی ہو گیا قاضی
حکم کرے تو دوسرے قول پر فتوی نہ ہوگا اور نہ حکم کرے کذا فی الطحطاوی وكما صح ايضا وقف كل منقول قصدا فيه تعامل للناس كفأس وقدوم بل ودراهم
ودنانير اور جیسا کہ صحیح ہے وقف اوس مال منقول کا بھی بالقصد یا بالتبع جسمیں لوگوں کا تعامل جاری ہو گیا یعنی جس منقول کا وقف کرنا مسلمین میں رائج ہو گیا جیسے کلہاڑی
اور بسولہ بلکہ دراہم اور دنانیر ہم گھوڑے اور ہتھیار کی صحت وقف میں صاحبین میں اختلاف نہیں اسواسطے کہ اسمیں احادیث اور آثار وارد ہیں بلکہ انکے غیر میں اختلاف ہے مشہور
یہی ہے کہ محمد کے نزدیک وقف منقول کا بشرط رواج صحیح ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح نہیں اور مجتبی میں یوں منقول ہے کہ محمد جواز وقف منقول میں مطلقا اور ابو یوسف بشرط
رواج اور ظاہر نہر الفائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ وقف منقول ان شہروں میں منحصر ہے جہاں اسکے وقف کا رواج ہوا اور مفتی ابو السعود کے نزدیک انحصار مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی
قلت بل ورد الامر للقضاة بالحكم به كما في معروضات المفتي ابي السعود وكمكيل وموزون فيباع ويدفع ثمنه مضاربة او بضاعة فعلى هذا لو وقف
كرا على شرط ان يقرضه لمن لا بذر له ليزرعه لنفسه فاذا ادرك اخذ مقداره ثم اقرضه لغيره وهكذا جاز خلاصة میں کہتا ہوں بلکہ سلطان کا حکم قاضیوں کو
صحت وقف دراہم اور دنانیر کے حکم کرنیکا وارد ہوا ہے جیسا کہ مفتی ابو السعود کی معروضات میں ہے اور جیسے کہ کیلی اور وزنی کا وقف کرنا تو کیلی اور موزون چیز بیچی جاویگی اور اوسکی
قیمت بطور مضاربت یا بضاعت کسیکو دیجاویگی تو موجب صحت وقف منقول کے اگر کسی نے گیہوں کا ایک کر وقف کیا اس شرط پر کہ متولی اوسکو قرض دے اوس مزارع کو جسکے پاس بیج
نہیں تا کہ وہ بووے اپنے واسطے پھر جب اناج پختہ ہو تو قرضہ اوس سے لیلے پھر وہ اناج دوسرے محتاج مزارع کو قرض دے اور اسیطرح ہمیشہ قرض دیا کرے اور اوسکی دینا ایسا کرے تو یہ
جائز ہے کذا فی الخلاصہ وفيها وقف بقرة على ان ما خرج من لبنها وسمنها للفقراء ان اعتاد ذلك رجوت ان يجوز اور خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے گائے
وقف کی اس شرط پر کہ جو اسکا دودھ اور گھی نکلے وہ فقیروں کو دیجاوے تو اگر وہاں کے لوگ ایسے وقف کرنے کے عادی ہوں تو اسکے جواز کی امید کرتا ہوں وقدر وجنازة وثيابها
ومصحف وكتب لان التعامل يترك به القياس لحديث ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن بخلاف ما لا تعامل فيه كثياب ومتاع وهذا قول محمد وعليه الفتوى
اختيار اور صحیح ہے وقف کرنا دیگ اور جنازہ اور اسکے کپڑوں کا اور مصحف اور کتابوں کا اسواسطے کہ تعامل یعنی رواج مسلمین سے قیاس متروک ہو جاتا ہے بدلیل اس حدیث کے کہ مسلمان جسکو
اچھا جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہے بخلاف اوس منقول کے وقف کے جسکا رواج نہیں چنانچہ کپڑوں اور اسباب کا وقف کرنا کہ وہ جائز نہیں یہ قول ہے محمد کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی
الاختيار شرح المختار ہم جنازہ بالکسر عبارت ہے نعش سے یعنی جسپر میت کو رکھکر دفن کیواسطے لیجاویں اور ثیاب جنازہ وہ ہیں جو نعش پر ڈالی جاویں علامہ نے کہا کہ وقف کتب کا

مطلقاً جائز ہے اگرچہ صرف تحریر بابت کی کتابوں میں نہ ہو وقف میں قیاس یہی ہے کہ زمین کا وقف جائز ہو منقول کا جو اسلئے کہ تابید یعنی ہمیشگی وقف میں شرط ہے منقول میں جائز نہیں جیسے ودخل فی وقف
السفينة بالمتاع اور لاحق کیا ہے بحر الرائق میں کشتی اور جہاز کو جہاز سے بھی عدم جواز وقف میں یعنی بسبب اس عرف کے جلنے کی ہمارے زمانہ میں جہازوں کا وقف۔ جو ہو تو کیسا ہو
امر ہے اسلئے کہ بعض جہاز حرمین شریفین کے لئے ہیں جیسے کہ اسطرح مغربین رفی البزازیہ جاز وقف الابنية على الفراء فيأتم اليه مستنا۔ تو ردد فیہ العینی اور بزازیہ میں
ہے کہ جائز ہے وقف کرنا ان کا نہ بیرون پر سواد ذکور ہو جاوے جائز ہیں پھر اگر وہ بیت میں بعد اسکے مم یہ قید عدم جواز وقف تمام سے مستثنیٰ ہے وفی الدر وقف مصحفاً على
اهل مسجد لقراءة القرآن ان يحصون جاز وان وقف علی المسجد جاز ويقرأ فيه ولا يكون محصوراً على هذا المسجد اور اگر مصحف کو وقف کیا مسجد پر تو جائز ہے اور اسمیں پڑھا جاوے گا اور محصور نہ ہوگا بیچ مصحف اسی مسجد پر کذا فی البحر قنیہ میں ہے کہ ایک مسجد میں
تغییر جمال دلالت کرتی ہے کہ در حالت عدم حصار وقف جائز نہ ہو لیکن منتقی در اوپر کی شرح میں حصار اہل مسجد شرط نہیں اور وقف على المسجد جاز ويقرأ فيه ولا يكون
مصحف موقوف در سرے اہل محلہ کو دینا جائز نہیں وبہ یحرف حکم نقل کتب الاوقاف من محالها للانتفاع بها والفقهاء بذلك مبتلون فان وقفها
على مستحقي وقفه لم يجز نقلها وان على طلبة العلم وجعل مقرها في خزانته التي في مكان كذا ففي جواز النقل تردد انتهى اس سے معلوم ہوا کیا نقل کرنا
کتب اوقاف کا اور دیگر مکانات سے فائدہ لینے کے واسطے اور فقہا اسمیں مبتلا ہیں سو اگر وقف کیا ان کو وقف کیا اپنے وقف یعنی اپنی مسجد یا مدرسہ کے مستحقین پر تو ان کتب کا
دوسری جگہ لیجانا جائز نہیں اور اگر مطلق طالب علموں پر وقف کیا اور بنا کتب کا اپنے خزانہ میں مقرر کیا جو فلانے مکان میں ہے تو جواز نقل میں تردد ہے کذا فی النہر ... سبب
تردد کے جو دو عبارتوں کا جو سابق مذکور ہو چکیں کہ ایک روایت سے جواز نقل معلوم ہوتا ہے اور دوسری سے عدم جواز ... نے کہا کہ فقہا کا یہ قول کہ وقف میں عمل
بالمصلحہ لازم ہے اسکا مقتضی ہے کہ نقل کتب تفسیر جائز نہ ہو کہ فہم طالبوں کا بعد نقل کے متعسر ہو جاتا ہے خصوصاً زیادہ مدت گذرنے سے یا قول کی اوقت سے اور اسکو ورثہ اسکی ملک
میں اکثر ہو جاتے ہیں واللہ اعلم ويبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو اقرب لعمارته كامام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم ثم السراج والبساط
كذلك الى اخر المصالح وتمامه في البحر اور وقف کی آمدنی سے پہلے وقف کی مرمت شروع کیا جاوے بعد اسکے وہ صرف جو عمارت سے نزدیک تر ہے جیسے مسجد کا امام اور مدرسہ کا
مدرس انکو دینا چاہیے بقدر انکی کفایت کے پھر چراغ بتی اور فراشوں کو اسیطرح بقدر کفایت دینا چاہیے آخر مصالح تک یعنی موذن اور ناظر اور تیل اور چٹائیاں اور وضو کا
پانی اور لیجانا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے م یعنی متولی پر ترتیب مذکور کے موافق صرف کرنا واجب ہے اور ابتدا عمارت لازم نہیں مگر جب خوف ہو وقف کی ویرانی کا اور
تعمیر اسی صفت پر جس صفت پر واقف نے وقف کیا تھا اور اس سے زیادہ تعمیر کرنا مستحق نہیں کہ مستحقین کی رضامندی سے کہ وقف کی دیواروں کو سفید یا سرخ کرنا جائز
نہیں اگر واقف نے رنگین نکیا ہو وان لم يشترطه الواقف لثبوته اقتضاء اور صرف عمارت مقدم ہے اگرچہ واقف نے اسکو شرط نکیا ہو کیونکہ ثابت ہے بطور اقتضا
یعنی اسواسطے کہ وقف کا قصد یہ ہے کہ حاصل ہمیشہ صرف ہوتا رہے اور ہمیشگی نہیں ہو سکتی بدون عمارت کے تو شرط عمارت کی اقتضا ثابت ہوئی کذا فی المنح وتقطع الجهات
للعمارة ان لم يخف ضرر بين فتح فان خيف كامام وخطيب وفراش قدموا فيعطوا المشروط لهم واما الناظر والكاتب والجابي فان عملوا زمن
العمارة فلهم اجرة عملهم لا المشروط بحر قال في النهر وهو الحق خلافا للاشباه اور قطع کیجاویگی سب مصارف مستحقین کے ہنگام عمارت میں اگر ضرر کا خوف
نہو کذا فی الفتح سو اگر ضرر کا خوف ہو جیسے امام اور خطیب اور فراش کی تعیم ہوگی سنکر انکا شرط دیا جائیگا اور ناظر اور کاتب اور تحصیلدار اگر عمارت کے زمانہ میں اپنا کام کریں تو انکو اپنے عمل
کی اجرت ملیگی نہ مشروط کذا فی البحر نہر الفائق میں کہا کہ یہی حق ہے خلاف الاشباہ م اشباہ میں کہا کہ انکو بقدر کفایت دیا جائیگا وفيها عن الذخيرة لو صرف الناظر
لهم مع الحاجة الى التعمير ضمن وهل يرجع عليهم الظاهر لا لتعديه بالدفع اور اشباہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر ناظر نے مستحقین پر صرف کیا باوجود حاجت تعمیر کے
تو وہ ضامن ہوا اور کیا ناظر مستحقین سے بعد اسکے پھیر سکتا ہے ظاہر اسکا یہ ہے کہ پھیر نہیں سکتا بسبب اسکی تعدی کے دینے میں وما قطع للعمارة يسقط اصلا ومن حق
الاعظم ہوا عمارت کیواسطے وہ بالکل ساقط ہو جاتا ہے یعنی وقف پر دین نہیں ہوتا اسلئے کہ ہنگام عمارت میں انکا کچھ حق نہیں تو اگر سال آئندہ آمدنی حقوق سے فاضل ہوگی تو انکو
بعوض سال گذشتہ ملیگی کذا فی الاشباہ وفيها لو شرط الواقف تقديم العمارة ثم الفاضل للفقراء والمستحقين لزم الناظر امساك قدر العمارة كل سنة
وان لم يحتج الآن لجواز ان يحدث حدث ولا غلة بخلاف ما اذا لم يشترطه فليحفظ الفرق بين الشرط وعدمه اور اشباہ میں ہے کہ اگر واقف نے وقف میں تقدیم

عمارت شرط کی بعد بچے گا تو سب آمدنی فقرا کا حق ہے کیونکہ اسکو تو ناظر کو لازم ہے کہ کچھ چھوڑ رکھے بقدر عمارت کے ہر سال اگرچہ فی الحال حاجت نہو کہ شاید کوئی حادثہ پیش آوے اور محصول نہو بخلاف اسکے جب کہ واقف نے تقدیم عمارت نہ شرط کی ہو تو ہر سال اوٹھا رکھنا لازم نہیں تو شرط اور عدم شرط کے فرق کو یاد رکھنا چاہئیے وفی الوهبانية لو زاد المتولي دانقا على أجر المثل ضمن الكل لوقوع الإجارة له اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر متولی نے اجرۃ مثل پر ایک دانگ بھی زیادہ کی تو جمیع اجرت کا وہ ضامن ہوگا اسوجہ سے کہ بسبب واقع ہونے اجارہ کے متولی کیواسطے م صورت اسکی یہہ ہے کہ متولی نے ایک شخص کو مسجد میں ایک درم اور ایک دانگ پر مزدوری کو لگایا اور اجرت مثل ایک درم ہے تو متولی کو تمام اجرت اپنے مال سے دینا ہوگا کذا فی شرح الوهبانیة من الضمان اور دانگ ششم حصہ ہے درم کا وفی شرح الملتقی لا عند قوله ویدخل فی وقف المصالح قیم امام خطیب والمؤذن یعبر الشعائر التي تقدم شرطا أم لم يشترط بعد العمارة هي إمام وخطيب ومدرس ووقاد وفراش ومؤذن وناظر وثمن زيت وقناديل وحصر وماء وضوء وكلفة نقله للميضأة فليس مباشر وشاهد وشاد وجاب وخازن كتب من الشعائر فتقديمهم في فرز الحساب ليس بشرعي ويقع الاشتباه في بواب ومزملاتي قاله في البحر قلت ولا تردد في تقديم بواب ومزملاتي وخادم مطهرة انتهى اور وہبانیہ کی شرح شرنبلالی میں اسکو اس قول کے پاس ذکر کیا مصالح وقف میں ناظر اور امام اور خطیب اور موذن داخل ہیں کہ جو شعائر کہ مقدم ہیں واقف نے شرط کیا ہو یا نہ شرط کیا ہو بعد عمارت کے وہ امام اور خطیب اور مدرس اور چراغچی اور فراش اور موذن اور ناظر اور تیل اور قندیل اور چٹائیوں اور وضو کے پانی کی قیمت اور پانی لے آنیکی مزدوری وضو کے برتن میں تو مباشر اور شاہد اور مسجد کا خبرگیر اور محصول کا تحصیلدار اور کتابوں کا خزانچی شعائر وقف میں نہیں ہیں تو انکی تقدیم دفتر حساب میں امر شرعی نہیں بحر الرائق میں کہا کہ دربان اور مزملاتی میں اشتباہ واقع ہوتا ہے کہ یہہ بھی مقدم ہیں یا نہیں میں کہتا ہوں کچھ تردد نہیں دربان اور مزملاتی اور خادم مطہرہ کی تقدیم میں انتہی کلام شرنبلالی م مزملاتی منسوب ہے مزملہ کیطرف مزملہ بروزن معظمہ وہ برتن ہے جس میں پانی سرد ہوا اور مراد یہاں وہ شخص ہے جو اہل مسجد کے پانی پینے کے برتن پانی سے بھرے اور شاد وہ شخص جو خبرگیر مسجد ہو یعنی جو ملازم مسجد رہے پاک صاف رکھنے کیواسطے اور خادم مطہرہ وہ ہے جو اسکو پاک صاف رکھے اور وہ مراد نہیں جو مطہرہ میں پانی بھرے کہ وہ پہلے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی قلت إنما يكون المدرس من الشعائر لو مدرس المدرسة كما مر أما مدرس الجامع فلا لأنه لا يتعطل لغيبته بخلاف المدرسة حيث تقفل أصلا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ مدرس اوسوقت شعائر میں داخل ہوگا اگر مدرسہ کا مدرس ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور جامع مسجد کا مدرس تو شعائر میں داخل نہیں اسواسطے کہ اوسکی غیبت سے تعطل نہیں ہوتا بخلاف مدرس مدرسے کے کہ وہ اوسکی نہونے سے بالکل معطل اور مقفل ہوجاتا ہے م تنبیہ یہ ہے کہ مدرس مدرسہ اوسوقت شعائر میں ہوگا جب ملازم تدریس رہے وقت کی شرط کی تائید اور ہمارے زمانے کے مدرس تو ایسے نہیں ہیں انتہی اور مدرس بصورت ملازمت تدریس مستحق ہوگا مشروط کا خواہ طالبین مشروطین کو تعلیم کرے یا اور طالبین کو وهل يأخذ أيام البطالة كعيد ورمضان لم أره وينبغي إلحاقه ببطالة القاضي واختلفوا فيها والأصح أنه يأخذ لأنها للاستراحة أشباه من قاعدة العادة محكمة وسيجيء ما لو غاب اور کیا مدرس ایام تعطیل جیسے عید اور رمضان میں مشروط لیگا یا نہیں میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا اور لائق ہے الحاق تعطیل مدرس کا قاضی کے تعطل سے اور علما اوسکے لینے میں مختلف ہیں اور قول اصح یہہ ہے کہ قاضی اوسکو لے اسواسطے کہ تعطل کے استراحت کیواسطے ہیں چنانچہ اشباہ میں ہے اسی قاعدہ کے تحت میں العادة محكمة اور آگے آویگا وہ مسئلہ کہ اگر مدرس غائب رہا تو اسکو یاد رکھنا چاہئیے م طحطاوی نے کہا کہ علامہ میری زادہ الحاق کو قنیہ کی اس عبارت سے موید کیا کہ اگر واقف نے ہر روز کی تدریس کچھ معین کیا ہو مدرس نے جمعہ اور منگل کو تعطیل کی تو اوسکو روزینہ حلال نہیں اور اگر ہر روز کیواسطے کچھ مبلغ مقرر نہیں کیا تو لینا حلال ہے اگرچہ اون دونوں دنوں میں درس نکرے بسبب عرف کے بخلاف غیر جمعہ اور منگل کی تعطیل کے کہ اوسکی اجرت لینا حلال نہیں مطلقا خواہ ہر روز کی اجرت معین کی ہو یا نکی ہو ولو كان الموقوف دارا فعمارته على من له السكنى ولو متعددا من ماله لا من الغلة إذ الغرم بالغنم درر اور اگر موقوف گھر ہو تو اوسکی مرمت اوس شخص پر ہے جسکی سکونت کیواسطے وہ موقوف ہوا اگرچہ ساکن متعدد ہوں یعنی اپنے مال سے مرمت کریگا گھر کے کرایہ سے نہیں اسواسطے کہ نقصان عوض منفعت کے ہے کذا فی الدرر ولم يزد في الأصح يعني إنما تجب العمارة عليه بقدر الصفة التي وقفها الواقف اور ساکن گھر کی مرمت زیادہ نکرے قول اصح میں یعنی اوسپر عمارت بقدر اوسی صفت کے واجب ہے جس صفت پر واقف نے اسکو وقف کیا ولو أبى من له السكنى أو عجز لفقره عمر الحاكم أي آجرها الحاكم منه أو من غيره وعمرها بأجرتها كعمارة الواقف ولم يزد في الأصح إلا برضا من له السكنى زيلعي ولا يجبر الآبي على العمارة ولا تصح إجارة من له السكنى بل المتولي أو القاضي اور جسکو واسطے سکونت وقف ہو اگر عمارت بنانا نہ قبول کرے یا اپنی محتاجی سے عاجز ہو تو حاکم اوسکی تعمیر کرے یعنی حاکم اوس گھر کو اوسی

شخص ساکن یا اوسکی غیر کرایہ دیگا اور اوسکو کرایہ سے اوسکی مرمت کرنی ہوگی قیمت کی عمارت کی نہیں اور زیادہ عمارت نکریگا اور اوسکی رضامندی سے جسکو واسطے سکونت ہو کذا فی الطرابلسی و ما یاثر یا
پر زبردستی نہیں عمارت کیواسطے اور جسکے واسطے سکونت ہو اوسکا اجارہ دینا صحیح نہیں بلکہ متولی یا قاضی کا اجارہ دینا صحیح ہے و ترکہ ما بعد التعمیر انما یستحق [illegible] ورعایتہ
للجانبین ہو حاکم اوس گھر کو البتہ تعمیر کیے پیسہ اوسکو جسکے واسطے سکونت ہو رعایت دونوں حقوق کے یعنی تعمیر رعایت حق واقف ہوگی اور پیسہ دینا رعایت حق ساکن ہو یہ واسطے کہ اگر
تعمیر نہو تو سکونت بالکل فوت ہو جاتی فان اجابہ علی من له الاستغلال لانہ لا سکنی له فلو سکن حل تلزمہ الاجرة الظاهر لا لعدم اسنادہ [illegible] گھر کی عمارت
اوس شخص پر واجب نہیں جسکے واسطے گھر کا کرایہ وقف ہوا ہے اسلئے کہ اوسکے لئے سکونت نہیں ہے اگر وہ شخص گھر میں سکونت کرے تو کیا کرایہ اوسپر لازم ہوگا ظاہر جواب یہی ہے کہ اوسپر واجب نہیں
بسبب عدم فائدہ کے یعنی اگر کرایہ اوسپر لازم ہو تو آخر کار یہی اوسکو ملیگا پھر دوبارہ اجرت کا کیا فائدہ ہوگا الا اذا احتیج للعمارة فیاخذها المتولی لیعمرها ولو هو المتولی
ینبغی ان یجبره القاضی علی عمارتها مما علیه من الاجرة فان لم یفعل نصب متولیا لیعمرها مگر اوسوقت کرایہ اوسپر لازم ہوگا جب مرمت کی حاجت ہو تو متولی
اوس سے کرایہ لیکر مرمت کریگا اگر وہ خود ہی متولی بھی ہو تو لائق یہ ہے کہ قاضی اوسپر جبر کرے کہ عمارت کیواسطے اوس کرایہ سے جو اوسپر لازم ہوا ہے بسبب سکونت کے پھر اگر وہ نکرے تو
قاضی دوسرا متولی مقرر کرے تاکہ اوسکی تعمیر کریگا ولو شرط الواقف غلتها له ومؤنتها علیه صح وهل یجبر علی عمارتها الظاهر لا نهر اور اگر واقف نے اپنی گھر کی آمدنی ایک شخص کے
واسطے شرط کی اور اوسکا خرچ بھی اوسپر شرط کیا تو یہ دونوں شرطیں صحیح ہیں اور کیا اوس شخص پر عمارت کیواسطے زبردستی کیجاویگی یا نہیں ظاہر جواب یہ ہے کہ اوسپر جبر نہ کیا جائیگا کذا فی النهر وفی الفتح
لو لم یخل الناظر [illegible] کان هو الوارث لو اراد [illegible] فان المعا
ما یفید [illegible] لے میں نے اسکو نہیں دیکھا اور میری دلیل یہ ہے کہ
جسکے واسطے سکونت وقف ہو اوسکو قاضی [illegible] اوسکی تعمیر کریگا اوسکو وقف کے [illegible] شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر وارث ہی پر سکونت وقف ہو میں نے اسکو
نہیں دیکھا اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں وہ مضمون جو مفید ہو اوسکے استبدال کا اور اوسکی قیمت پھیرنے کا وارث کو یا غیر وارث کو ہم بحر الرائق میں بعینہ عبارت فتح القدیر کی کیا
کہ یہ عجیب ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب وقف ویران ہو جاوے اور لائق انتفاع نرہے تو اوسکا استبدال جایز ہے خواہ زمین ہو خواہ گھر وغیرہ میں منتقی سے منقول ہے کہ ہشام
نے کہا کہ میں نے محمد سے سنا کہتے تھے کہ جب وقف خراب ہو جاوے اسطرح کہ لائق انتفاع مساکین کے باقی نرہے تو قاضی کو جایز ہے کہ اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت سے زمین یا گھر مول لے اور یہ
جایز نہیں سواے قاضی کے اور وقف کا عود کرنا بعد ویرانی کے ملک واقف یا اوسکے وارث کیطرف سو ہم ذکر کرینگے کہ وہ قول ضعیف ہے حاصل یہ ہے کہ موقوف علیہ اسکی تعمیر سے بیکار
کر ہوا اور قاضی بیشک اوسکو کرایہ دیگا اور اوسکو بیچ ڈالے اور ساری قیمت سے زمین یا گھر خرید کرے جو وقف ہو انتہی تو شارح کا یہ قول کہ اگر موقوف علیہ [illegible] وارث ہو اوسکو میں نے نہیں دیکھا ساقط
ہوگیا اسواسطے کہ اوسکا حکم فقط استبدال ہے اور وہ مختلف نہیں وارث اور غیر وارث سے اور فتاوی قاری ہدایہ کا بھی ضعف ظاہر ہوگیا اور تعجب ہے شارح سے کہ اس قسم کا ترکیب [illegible] باوجود
کلام بحر الرائق کے دیکھنے کے علی الخصوص کہ مصنف [illegible] ثابت رکھا ہے کہ انی امبی [illegible] الحاکم او المتولی حانوتا [illegible] ان تعذر اعادة [illegible]
العمارة [illegible] ولا حیلة [illegible] بیاعه فیبیعه [illegible] ثمنه [illegible] حاکم یا متولی کو [illegible] وقف [illegible]
[illegible] کی لکڑی اور [illegible] کو اوسکی قیمت کو اگر وقف کا بعینہ اعادہ متعذر ہو اوسکی عمارت کیطرف اگر حاجت ہو مرمت کی [illegible] اوسکو محفوظ رکھے حاجت وقت کے
واسطے کہ جب اوسکو ضائع ہونیکا خوف [illegible] اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت کو رکھ چھوڑے حاجت کے واسطے بحر الرائق میں ہے [illegible] کر دو جگہ ہے [illegible] اعادہ اور
ان صورت خوف ہلاک و لا یقسم النقض و ثمنه بین مستحقی الوقف لان حقهم فی المنافع لا فی العین اور تقسیم ہو وقف کا [illegible] یا اوسکی قیمت مستحقین وقف کے
درمیان میں اسواسطے کہ اونکا حق منافع وقف میں ہے نہ عین وقت میں یعنی اسواسطے کہ عین میں حق مالک ہے یا حق اللہ تعالی علی اختلاف القولین اور [illegible] معلوم ہوگیا کہ مسجد کی [illegible]
چٹائیوں کی تقسیم مستحقین میں جایز نہیں اور اسیطرح [illegible] میں رمضان کی تعیان [illegible] امام اور موذن کر لینا جایز نہیں بلا اذن مالک کے اور اگر اوسکو [illegible] امام ہو کہ امام اور
موذن بلا اذن [illegible] تو جایز ہے کذا فی الطحطاوی جعل شیئا ای جعل الباقی شیئا من الطریق مسجدا لضیقه ولم یضر بالمارین جاز لانهما للمسلمین کذا عکسه [illegible] ای
[illegible] عکسه وهو اذا جعل [illegible] المسجد ممر لتعارف اهل الامصار فی الجوامع وجاز لکل احد ان یمر فیه حتی الکافر الا الجنب والحائض والدابة [illegible]
یا مسجد کو تھوڑی راہ مسجد میں کر لینا بسبب تنگی مسجد کے جبکہ راہ چلنے والوں کو مضرت نہو تو جایز ہے اسواسطے کہ مسجد اور راہ دونوں مسلمین کیواسطے ہیں چنانچہ بالعکس بھی جایز ہے یعنی

جب مسجد میں گذرگاہ ٹھہرا دیا جائے بسبب تعارف شہروں کے جوامع و مساجد میں اور ہر شخص کو مسجد میں ہو کر چلا جانا جائز ہے یہانتک کہ کافر کو بھی سوائے جنب اور حائض اور جانوروں کے کذا فی الزیلعی مترجم اسکو مخالف
فتاویٰ عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر لوگ ارادہ کریں کہ کچھ مسجد کو مسلمانوں کے واسطے راہ ٹھہرادیں تو صحیح یہ ہے کہ انکو جائز نہیں انتہیٰ اور ہم نے کہا اسمیں کچھ مخالفت نہیں
اسلئے کہ مصنف کا کلام اس مسجد میں ہے جو شہر کے لئے ہیں ہے اور محیط کا کلام اہل محلہ کے مسجد میں ہے کما لو جعل الامام الطریق مسجدا لا عکسہ لجواز الصلوٰۃ فی الطریق لا المرور
فی المسجد چنانچہ جائز ہے ٹھہرانا سلطان کا راہ کو مسجد یا بالعکس یعنی مسجد کو راہ بنانا جائز نہیں بسبب جائز ہونے نماز کے راہ میں نہ مسجد میں چلنا مترجم یعنی جنب اور حائض اور
نفسا اور جانوروں کا چلنا مسجد میں جائز نہیں تو یہ قول منافی ما تقدم نہیں ہے تو خذ ارض کو دار ... بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمۃ کرھا ... ودیا
زمین اور گھر اور دوکان مسجد کے پہلو میں ہے اور وہ مسجد لوگوں پر تنگی کرتی ہو تو اوسکو زبردستی قیمت دیکر لینا جائز ہے کذا فی الدرر والغاریہ مترجم اسواسطے کہ جب عہد اکرام میں تنگی ہوئی تھی
تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے لوگوں کی اراضی اکراہ سے لی اور مسجد میں ملائی اور یہہ اکراہ جائز ہے اور اگر وقف کی زمین مسجد کے پہلو میں ہو تو اوسکا لینا بحکم قاضی جائز ہے کذا فی الفتح
والطحطاوی وجعل الواقف الولایۃ لنفسہ جائز بالاجماع ٹھہرانا واقف کا ولایت وقف کو اپنے واسطے جائز ہے بالاجماع مترجم اسواسطے کہ شرط واقف کی معتبر ہے نصوص کی
مانند اگر کوئی کہے محمد کے نزدیک تسلیم شرط ہے صحت وقف کی پہر قول بالاجماع کیونکر صحیح ہوگا اوسکا جواب یہہ ہے کہ ولایت وقف منافی تسلیم نہیں اسواسطے کہ ممکن ہے کہ واقف اول کسیکو
تسلیم کرے پہر اوس سے لیلیوے اور محتمل ہے کہ تسلیم شرط نہو وقف کی ولایت میں وکذا لو لم یشترط لاحد فالولایۃ لہ عند الثانی وھو ظاہر المذہب نھر خلافا لما نقلہ
المصنف اور اسیطرح اگر واقف کسیکے واسطے ولایت شرط کی ہو تو واقف ہی کے واسطے ولایت ثابت ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی ظاہر المذہب ہے کذا فی النہر بخلاف اوسکے جسکو
مصنف نے نقل کیا ہے مترجم مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ محمد کے قول پر فتویٰ ہے یعنی درصورت عدم شرط ولایت وقف صحیح نہیں ثم لوصیہ ان کان والا فللحاکم
فتاویٰ ابن نجیم وقاری الھدایۃ وسیجی پہر درصورت عدم شرط ولایت وقف کے بعد اوسکے وصی کے واسطے ولایت ہوگی اور اگر وصی نہیں تو حاکم کو بیشک ولایت ہوگی کذا فی فتاویٰ ابن نجیم وقاری الھدایۃ اور
آگے آویگا وینزع وجوبا بزازیہ لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا او ظہر بہ فسق کشرب خمر ونحوہ فتح او کان یصرف مالہ فی الکیمیا
نھر بحثا اور نکال لینا وقف کا بر وجوب ہے کذا فی البزازیہ اگر واقف پر اطمینان نہو یعنی خائن ہو کذا فی الدرر تو غیر واقف سے درصورت خیانت نکال لینا بطریق اولی جائز ہوگا یا متولی
وقف کا عاجز ہو یا اوسکا فسق ظاہر ہو گیا ہو جیسے شراب کا پینا یا مانند اسکے کذا فی الفتح یا متولی اپنا مال کیمیا میں صرف کرتا ہو کذا فی النہر بحثا مترجم خلاصہ یہہ ہے کہ متولی وقف کا امین
اور قادر اور متقی چاہیے اسواسطے کہ مقصود وقف بدون ان صفات کے حاصل نہیں اور اسیطرح جسکو کیمیا کی لت ہو وہ لائق تولیت نہیں کہ سب مال اصل وقف طلب کیمیا میں برباد کریگا
وان شرط عدم نزعہ او ان لا ینزعہ قاض ولا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرع فیبطل کالوصی فلو مامونا لم تصح تولیۃ غیرہ اشباہ اگرچہ واقف
نے اوسکا عدم منع شرط کیا ہو یا یہہ شرط کی ہو کہ متولی کو قاضی اور سلطان نہ نکالے تو بھی نکالنا واجب ہے اسواسطے کہ یہہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے تو باطل ہوگی جیسے وصی خائن یا امور ... سے
نکال لینا جائز ہے سو اگر متولی امین ہو تو اوسکے غیر کی تولیت صحیح نہیں کذا فی الاشباہ مترجم یعنی اگر واقف کے متولی اور ناظر کو بلا ظہور خیانت قاضی معزول کر کے اور دوسرے کو متولی
ٹھہراوے تو اوسکی تولیت صحیح نہیں اور اگر متولی واقف کی جانب سے نہیں تو قاضی کو اوسکا معزول کرنا بلا ظہور خیانت بہی جائز ہے اور دوسرے قاضی کو اوسکا پہر بحال کرنا جائز
نہیں اور خود واقف کو متولی کا معزول کرنا مطلقا جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی وجاز جعل غلۃ الوقف او الولایۃ لنفسہ عند الثانی وعلیہ الفتوی اور جائز ہے
آمدنی وقف کو یا ولایت کو اپنی ذات کیواسطے مقرر کرنا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے مترجم یعنی ایک شخص نے وقف کیا اور تمام یا بعض محصول کو اپنی ذات کیواسطے شرط کیا جب تک
وہ زندہ رہے اور بعد اوسکی موت کے فقیروں کیواسطے ہو تو محمد کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے مشائخ بلخ کا تاکہ وقف کرنے میں لوگ راغب ہوں کذا فی المنح
حموی نے کہا کہ اگر واقف محصول وقف میں یہہ شرط کرے کہ میری طرف سے حج کروایا جاوے یا میری کفارات ایمان یا میرے قرضے دیئے جاویں اور اگلے جاری رہیں اور جو باقی رہے وہ فقیروں میں صرف ہو
تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے جو مشائخ نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے وقف سے کہاتے تھے اور وہ حلال نہیں بدون شرط کے
اسواسطے کہ اسپر اجماع ہے کہ بدون شرط یہہ حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وجاز شرط الاستبدال بہ ارضا اخری حینئذ اور جائز ہے شرط کرنا بدل ڈالنے وقف کا دوسری زمین سے
اوسوقت میں یعنی جب کہ ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہو البحر الرائق میں ہے کہ جواز شرط استبدال بالاجماع ہے اور استبدال کی دوسکو ابو یوسف کا قول مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی اور اسیکا
شرط بیعہ ویشتری بثمنہ ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولی فی شرائطھا وان لم یذکرھا ثم لا یستبدلھا بثالثۃ لانہ

سکی قیمت بالشرط والشرط دخیل فی الاول لا الثانیۃ یا شرط کیا وقف کی بیع کا جائز ہوا اور خرید کر کے اسکی قیمت سے دوسری زمین تو پھر بیع کر کے جیسا تو دوسری زمین بھی پہلی
مانند ہوگی اسکی شرطیں اور قیمت قرار دے سابقہ گو نہ ذکر کیا ہے پھر دوسری زمین کو تیسری زمین سے بدلے امام طحطاوی کہتے ہیں استبدال کا حکم ثابت ہوا تب جیسا کہ ملک اور تیسری بھی زمین میں کی
نہیں۔ دوسری میں واما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکہ الا القاضی درر وشرط فی البحر خروجہ عن الانتفاع بالکلیۃ وکون البدل
عقارا والمستبدل قاضی الجنۃ المفسر بذی العلم والعمل اور بدون شرط زمین وقف کا بدلنا اگرچہ استبدال بعوض مساکین کے واسطے ہو تو بھی اسکا اختیار نہیں
سوا قاضی کے کذا فی الدرر اور بحرالرائق میں بیان استبدال قاضی کے واسطے شرط کیا ہے کہ بالکل جاتا رہے وقف کا انتفاع بالکل اور بدلا عوض کا زمین ہو اور بدلنے والا قاضی جنت یعنی قاضی جو صاحب علم و
عمل ہو۔ شارح نے بحرالرائق کی پانچ شرطوں میں سے دو شرطوں کو ذکر کیا یعنی اتنی آمدنی نہ باقی رہنا جس سے وقف کی مرمت ہو سکے اور بیع میں غبن فاحش نہ ہو اور قاضی عالم با عمل کی قید سے
کیا ہے جیسا اوس حدیث کے جو حاکم نے بریدہ سے روایت کی کہ دو قاضی نار میں ہیں اور ایک قاضی جنت میں جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر اوسی پر حکم کیا سو وہ جنت میں ہے
اور جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر ظلم کیا دانستہ یا حکم کیا بغیر علم کے تو وہ دونوں نار میں ہیں کذا فی الطحطاوی وفی النہر ان المستبدل قاضی الجنۃ فالنفس بہ مطمئنۃ
فلا یخشی ضیاعہ ولو بالدراہم والدنانیر کذا البحر طاعۃ وہی احدی المسائل السبع التی یخالف فیہا شرط الواقف کما بسطہ فی الاشباہ اور
سوا اون سات کے اگر وقف کا بدلنا ہو الا قاضی جنت یہ قرار دیا ... اوسکو ضائع ہو جانیکا خوف نہیں اگرچہ استبدال دراہم اور دنانیر سے ہو ... استبدال کا قاضی جائز ہے
اگرچہ بعد اوس کے استبدال کی شرط کی ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے اون سات مسئلوں سے جن میں شرط وقف کی مخالفت کیجاتی ہے چنانچہ اوسکو اشباہ میں شرح بیان کیا ہے ہم اشباہ
میں کہا کہ شرط وقف کی نص شارع کی برابر ہے واجب العمل ہے لیکن چند مسائل میں ۱ شرط کی واقف نے کہ متولی معزول نہوگی تو قاضی نااہل کے معزول کر سکتا ہے قاضی کو خیار ہے ۲
شرط کی کہ وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دے حالانکہ لوگ ایک سال کے اجارہ میں رغبت نہیں کرتے یا زیادہ کی اجارہ میں فقیروں کا نفع ہے تو قاضی کو مخالفت جائز ہے اگر کو ۳
واقف نے شرط کی کہ میری قبر پر قرآن پڑھا جاوے تو تعیین باطل ہے امام کے قول پر امام طحاوی کہ قبر پر قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مختار محمد کا قول ہے عدم کراہت کا تو تعیین
لازم ہوگی ۴ شرط کی کہ فاضل آمدنی فلانی مسجد کے سائلوں پر تصدق ہو تو قیم یعنی متولی کو غیر مسجد مذکور کے سائلوں کو اور فقیر غیر سائل کو دینا جائز ہے ۵ شرط کی کہ
مستحقین کو آمدنی سے روٹی اور گوشت ہر روز دیا جاوے تو متولی کو نقد دینا جائز ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ فقیروں کو طلب میں قیمت لینا جائز ہے ۶ قاضی کو جائز
ہے کہ امام کے مشروط کو زیادہ کر دے اگر امام کو مقدر کفایت نہ ملتا ہو بشرطیکہ امام عالم متقی ہو ۷ واقف نے عدم استبدال کی شرط کی تو قاضی کو استبدال جائز ہے اگر بہتر ہو
اوسکے حق میں انتہی ملخصا وزاد ابن المصنف فی زواہرہ ثامنۃ وہی اذا نص الواقف ان لا یکون للحاکم وغیرہ من مشارفۃ ... کالوصی جاز الا لنفع الوقف
اور ابن مصنف نے اپنی حاشیہ اشباہ مسمی بزواہر میں آٹھواں مسئلہ زیادہ کیا وہ یہ ہے کہ جب تصریح کی واقف نے کہ کوئی شخص ناظر کا شریک نہو اس وقف میں اور حاکم نے
اوسکو ساتھ شریک کرنے میں اوسکی مصلحت دیکھی تو جائز ہے جیسے وصی کے ساتھ دوسرے کو شریک کرنا جائز ہے اور اسکی نسبت انفع الوسائل کے مؤلف کی تحقیق شرف الغنم اول و
سکون ثانی دو ہم جسکو حفاظت کا امر کسی اور کام کا اور مشارف بھی بمعنی شرف ہے اور مسائل ثمانیہ پر نوان مسئلہ یہ زیادہ کیا کیا کہ جب واقف نے شرط کی کہ مستعدد
زیادہ اجرت پر اجارہ نہ دیا جائے اور حالانکہ اجرت مثل اوس سے زیادہ ہے پس اجارہ واقف نے تنا کہ جائز نہیں یعنی بدون اجرت مثل کے اب دینا جائز نہیں اگرچہ واقف
نے یہ شرط کی ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا لا یجوز استبدال العامر الا فی اربع اور اشباہ میں ہے کہ آباد وقف کا بدلنا جائز نہیں مگر چار صورتوں میں ہم اشباہ میں جابدن تحریر
یوں مذکور ہیں ۱ واقف نے اگر استبدال کی شرط کی ہو ۲ غاصب نے اوسکو غصب کیا اور اوسپر پانی جاری کیا کہ زمین دریا بن گئی کہ لائق زراعت نہ رہی تو متولی اوس سے ضمان لیکر دوسری
زمین اوسکے عوض خرید کرے ۳ غاصب نے زمین وقف غصب کی اور گواہ نہیں ہیں تو غاصب سے قیمت لیکر دوسری زمین خرید کرکے پہلی شرط کے موافق وقف کریں ۴ اگر کوئی
عمدہ زمین کثیر المحصول وقف کے عوض دیتا ہو تو امام ابو یوسف کے مفتی بہ قول پر بدلنا جائز ہے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود انہ فی سنۃ احدی
وخمسین وتسعمائۃ ورد الامر السلطانی بمنع استبدالہ وامر ان یصیر باذن السلطان تبعا لترجیح صدر الشریعۃ انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں
لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات میں یہ ہے کہ ۹۵۱ نو سو اکاون سال میں امر شریف سلطان روم کا منع استبدال وقف میں وارد ہوا اور حکم ہو گیا کہ استبدال باذن
سلطان ہو اگر یہ منع باتباع ترجیح صدر الشریعۃ ہی تھی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ شارح نے اشباہ کے جواز استبدال پر استدراک کیا صدر الشریعۃ نے منع ذکر کیا ہے

کہا کہ ابو یوسف مجوز استبدال ہیں آہ ذکر ہو چکا اور ہم اوسکا فتویٰ نہیں دیتے اور البستہ ہمنے استبدال میں بیشمار فساد دیکھے کہ ظالم قاضیوں نے اسکو حیلہ مقرر کیا ہے اوقاف مسلمین کے
ابطال میں انتہیٰ علاوہ اسکے اگر جائز ہو تو قاضی یا عمل کو جائز ہو سو وہ کبریت احمر سے بھی زیادہ تر عزیز الوجود ہے وفیہا ایضا لو شرط الواقف العزل والنصب وسائر التصرفات
لمن یتولی من اولادہ ولا یداخلہم احد من القضاۃ والامراء وان داخلوہم فعلیہم لعنۃ اللہ ہل یمکن مداخلتہم فاجاب انہ فی سنۃ اربع
واربعین وتسعمائۃ قد حررت ہذہ الوقفیات المشروطۃ ہکذا فالمتولون لو من الامراء یعرضون للدولۃ العلیۃ علی مقتضی الشرع ومن
دونہم رتبۃ یعرضون بامرہم قضاۃ البلاد علی المشروع من المراد لایخالف القضاۃ المتولین ولا المتولون القضاۃ بہذا ورد الامر الشریف
فالواقفون لو ارادوا ای فساد صدر بصدورہ واذا دخلہم القضاۃ والامراء فعلیہم اللعنۃ فہم الملعونون لما تقرر ان الشرائط المخالفۃ للشرع
جمیعہا لغو وباطل انتہی فلیحفظ اور مفتی ابو السعود کی معروضات میں یہہ بھی ہے کہ اگر واقف عزل اور نصب اور باقی تصرفات اسکو واسطے شرط کرے جو اوسکی اولاد سے متولی ہو اور
مداخلت نکرے اوسکی اولاد و اہل تولیت سے قاضیوں اور امیر وغیرہ میں سے کوئی اور اگر مداخلت کریں تو اونپر اللہ کی لعنت ہو کیا اس صورت میں قاضیوں اور امیروں کو دخل کرنا ممکن ہے
تو مفتی مرحوم نے یہہ جواب دیا کہ نو سو چوالیس ہجری میں ایسے وقف مرقوم ہوئے ہیں جنمیں ایسی شروط ہیں تو متولی اگر منجملہ امرا و ارباب وجاہت ہوں تو تصرفات وقفیہ کو ارباب دولت
علیہ سلطانیہ کے آگے پیش کیا کریں اور اگر متولی اونسے کمتر رتبہ ہوں تو اپنی تجویزوں کو قضاۃ بلاد سے پیش کیا کریں اور دونوں امور مشروعہ پر عمل کریں نہ قاضی متولیوں کی مخالفت
کریں نہ متولی قاضیوں کی امر شریف سلطانی اسی پر وارد ہوا ہے جب یہہ معلوم ہو چکا تو اگر وقف کرنیوالے یہہ ارادہ کریں کہ متولیوں سے جو فساد صادر ہو وہ برابر ہوا کرے اور جب کہ
قاضی و امیر مداخلت کریں اور رفع فساد میں تو اون پر لعنت ہو تو یہی واقف ملعون ہیں اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ شرائط مخالف شریعت بالکل لغو و باطل ہیں انتہی کلام
المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے مترجم بحر الرائق میں ہے کہ جب واقف یہہ شرط کرے کہ قاضی اور بادشاہ وقف میں دخل نکرے تو یہہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ اسمیں مستحقین کی مصلحت کی
تضییع اور وقف کی تعطیل ہے تو مقبول نہیں انتہی چونکہ حتی الامکان رعایت شرط واقف اور عدم مداخلت حاکم لازم ہوتی لہٰذا مفتی مرحوم نے توفیق کا حکم کیا یعنی متولی حاکم کی
مرضی سے وقف میں تصرفات کیا کرے اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر متولی حاکم سے اجازت نہ لی تو حاکم کو اوسمیں مداخلت کرنا جائز ہے اور اسپر کچھ گناہ نہیں بلکہ واقف پر گناہ ہے
بنی علی الارض ثم وقف البناء قصدًا بدون الارض ہل یجوز قالوا لایصح وقیل یصح وعلیہ الفتوی ایک شخص نے زمین پر عمارت بنائی پھر عمارت کو وقف کیا
بالقصد بدون زمین کے اگر زمین مملوک ہو کسیکی تو وقف صحیح نہیں اکثر اہل مذہب کے نزدیک کذا فی البحر اور دوسرا قول یہہ ہے کہ صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے سئل قاری الہدایۃ
عن وقف البناء والغراس بلا ارض فاجاب الفتوی علی صحۃ ذلک وصححہ شارح الوہبانیۃ واقرہ المصنف معللا بانہ منقول فیہ تعامل فیعتبر
بہ الافتاء قاری ہدایہ سے وقف کرنے عمارت اور اشجار کا بدون زمین کے سوال ہوا تو جواب دیا کہ اسکے صحیح ہونے پر فتوی ہے اور اسیکو تصحیح دی شارح وہبانیہ نے اور ثابت رکھا ہے
اسکو مصنف نے اپنی شرح میں یہہ دلیل لاکر کہ عمارت اور اشجار مال منقول ہے اور اسکو وقف میں عرف جاری ہے تو اوسکا وقف معتبر ہوگا مترجم قاری ہدایہ کا نام سراج الدین ہے
وہ شاگرد ہیں اکمل کا اور اوستاد ہیں صاحب فتح القدیر کا چونکہ ہدایہ کو اپنے اوستاد سے اٹھارہ بار پڑھا لہذا ملقب بقاری ہدایہ ہوگیا کذا فی الطحطاوی وعن ابی السعود وان کانت
موقوفۃ علی جہۃ کان البناء لہا جاز تبعا اجماعا وان کانت الارض لجہۃ اخری فمختلف فیہ والصحیح الصحۃ کما فی المنظومۃ المحبیۃ اور اگر زمین موقوف ہو
اوسپر جسکے واسطے عمارت معین ہوئی تو جائز ہے وقف عمارت کا بالتبع بالاتفاق اور اگر زمین دوسرے مصرف کیواسطے وقف ہو تو اوسمیں اختلاف ہے اور قول صحیح یہہ ہے کہ اسکا
وقف صحیح ہے کذا فی المنظومۃ المحبیۃ سئل ابن نجیم عن وقف الاشجار بلا ارض فاجاب بصحتہ لو الارض وقفا او لغیر الواقف ابن نجیم سے سوال ہوا وقف
اشجار بلا ارض کی نسبت تو جواب دیا کہ صحیح ہے اگر زمین وقف ہو یا اشجار کسی اور کی ہوں وقف کیا مترجم یہہ قول مفتی بہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا قاری ہدایہ سے وسئل ایضا عن البناء والغراس
فی الارض المحتکرۃ ہل یجوز بیعہ ووقفہ وہل یجوز وقف العین المرہونۃ او المستاجرۃ فاجاب نعم اور اسی سے سوال ہوا کہ عمارت اور اشجار ارض محتکرہ
میں کیا اونکی بیع اور وقف جائز ہے اور کیا جائز ہے وقف کرنا اوس زمین یا گھر کا جسکو گرو کیا ہے یا مستاجر کو اجارہ دیا ہے تو جواب دیا کہ ہاں مترجم ارض محتکرہ وہ عبارت ایسی
زمین موقوف سے جسکی اجرت بطور ماہیانہ یا سالیانہ مقرر ہو گئی ہو فقط واضح رہے کہ اس مسئلہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ زمین موقوف کی عمارت اور
اشجار کا وقف بقول اصح صحیح ہے اور ارض مرہونہ اور مستاجرہ کے جواب میں اجمال ہے تفصیل اوسکی بحر الرائق میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو وقف کیا جو غیر شخص کے

اجارہ بیع تو صحیح ہے اور اجارہ باطل ہوگا یہ حیثیت سے اجارہ منتقض ہوگی یا موجر یا مستاجر میں سے کوئی مرگیا تو صرف وقف میں منتشر ہوگی اور زمین موجود کرا گر وہ ورثا اپنے باپ دادا سے اور اگر
نہ ہو سکیں کہ بنیاد اپنا چھوڑ مرا ہے تو وقف صحیح ہوا اور اگر کچھ مال ادائے دین کیواسطے نہیں تو وہ زمین بیچی جاویگی اور وقف باطل ہوگا اور اگر راہن زندہ ہو تو قاضی اوسکو ادائے قرضہ میں کیواسطے
جبر کریگا اگر اوسکو مقدور ہوگا اور اگر وہ مفلس ہے تو وقف باطل ہے یہ فتاویٰ البزازیہ میں ہے لا یجوز وقف البناء فی ارض عاریۃ او اجارۃ اور بزازیہ میں ہے کہ جائز نہیں وقف عمارت
کا عاریت اور اجارہ کی زمین میں یعنی مستعیر و مستاجر کو جائز نہیں ظاہرا اور کہا بحرالرائق میں ہے کہ جو خصاف نے ذکر کیا وہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ اگر زمین محتکرہ ہو تو جائز ہو واما
حکر الزیادۃ فی الارض المحتکرۃ وفی المنیۃ حانوت لرجل فی ارض وقف فان صاحب الحانوت لا یستاجر الارض باجر المثل ان العمارۃ لو رفعت تستاجر باکثر
مما استاجر امر برفع العمارۃ ویؤجر بغیرہ والا تترک فی یدہ بذلک الاجر ومثلہ فی الخیریۃ اما جرت زیادۃ ونحیلا حکم منیہ میں ابن تعمیل ہو کہ ایک شخص کی دوکان
وقف کی زمین میں اور مالک نے انکار کیا کہ زمین کو اجرت مثل پر دیوے تو اگر عمارت وہان سے ہٹالی جاوے تو اوسکی اجرت زیادہ ہو یا مستاجر کی اجرت سے تو اوسکو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت کا اسباب اوٹھالیجاوے اور
زمین غیر شخص کو اجارہ پر دیجاوے اور اگر عمارت دور کرنے سے اجرت زیادہ نہو تو اوسکو مستاجر کے ہاتھ میں اوسی اجرت پر چھوڑا جائے اور اسکی مانند بحرالرائق میں ہو وفیہ لو
زاد علیہ ان الاجارۃ مشاھرۃ تفسخ عند راس الشہر ثم ان ضرّ رفع البناء لم یرفع وان لم یضر رفع او تیملکہ القیم برضی المستاجر وان لم یرض یبقی
الی ان یتخلص ملکہ محیط اور بحرالرائق میں محیط سے ہو کہ اگر مستاجر کی اجرت سے زیادہ اجرت ہو اگر اوسکا اجارہ ماہواری ہے تو شروع مہینے کے نزدیک اجارہ اوسکا فسخ کیا جائے
بعد اسکے اگر رفع عمارت مضر ہو وقف کو تو نہ اوٹھائی جاوے اور اگر رفع مضر نہو تو اوٹھائی جاوے یا متولی وقف اوسکا مالک ہوجاوے مستاجر کی رضامندی سے اور اگر وہ راضی نہ ہو
تو باقی رکھی جاوے یہانتک کہ اوسکی ملک خالص ہوجاوے کذا فی لو اجارتہ مشاھرۃ وسنۃ طویلۃ والظاہر انہ لا تقبل الزیادۃ دفعا للضرر علیہ ولا ضرر علی
الوقف لان الزیادۃ انما کانت بسبب البناء لا للزیادۃ فی نفس الارض انتہی اب رہی یہ بات کہ اگر مستاجر کا اجارہ بطور سالیانہ ہو یا مدت دراز کا
اجارہ ہو تو ظاہرا یہ ہو کہ یہان زیادتی اجرت مقبول نہ مستاجر کے دفع ضرر کیواسطے اور وقف پر بھی کچھ ضرر نہیں اسواسطے کہ زیادتی کرایہ کی بسبب عمارت کے تھی نہ بسبب زیادتی زمین
کے فی نفسہ انتہی کلام صاحب البحر اما وقف الاقطاعات ففی النہر لا یجوز الا اذا کانت الارض مواتا او ملکا للامام فاقطعہا رجلا واقال واغلب
اوقاف الامراء بمصر انما ہو اقطاعات یجعلونہا مشترا الا صورۃ من وکیل بیت المال اور وقف اراضی معافی کا سو نہر الفائق میں ہو کہ جائز نہیں
مگر اوسوقت جبکہ زمین معافی کی موات ہو یعنی اوسکا کوئی مالک نہو یا حاکم کی مملوک ہو سو حاکم اوسکو کسی شخص کے واسطے معاف کردیا صاحب نہر نے کہا کہ امیرون کے اکثر
اوقاف مصر میں انعامی اراضی ہیں وقف کی گئی الا بیت المال کے وکیل سے اوسکو ظاہر میں مشابہ بخرید کر لیتی ہیں تفصیل اس مقام کی یون ہو کہ وقف ارض یا مالک اصلی
سے ہے اوسکا شرط یہ ہے کہ وہ اوسکا مالک تہا جب سے وہ ملک دار الاسلام میں ہوا اور اوسنے اراضی وہان کی لوگون کے ہاتھ میں رکھی تو یہ وقف بلا تردد صحیح ہے یا وقف ایسے
شخص کی ملکیت اوسکا مالک اصلی سے کسی وجہ سے حاصل کی تو یہ وقف بھی صحیح ہے یا وقف کرنے زمین بطور انعام سلطانی ملی تو اگر زمین مذکور موات یعنی لاوارثی ہو یا حاکم
کی مملوک ہو تو وقف صحیح ہو اور اگر بیت المال کی زمین سلطان نے کسیکو دی تو اوسکا وقف صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ منفعت کا مالک ہو نہ زمین کا اور جب سلطان چاہے اوس سے
نکال لے اور اگر واقف نے بیت المال سے بوجہ مشروع زمین خرید کرلی تو اوسکا وقف صحیح ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکا مالک ہوا اوسکی بیع شرط کی زمین مذکور مرا ماتہ کی
اور اگر بیت المال کی زمین کو سلطان وقف کرے تو آخر کے علامہ قاسم نے فتوی دیا کہ وقف صحیح ہوا اور دوسرا سلطان اوسکو باطل نہیں کرسکتا کذا فی النہر الفائق عن الحموی
عن التحفۃ المرضیۃ وفی الوہبانیۃ وصح ولو وقف السلطان من بیت مالنا لمصلحۃ عمت یجوز ویوجر + قلت وفی شرحہا للشرنبلالی وکذا لصح
بلد فتحت عنوۃ لا صلحا لبقاء ملک مالکہا قبل الفتح اور وہبانیہ میں ہو کہ اگر بادشاہ نے مسلمین بیت المال سے وقف کیا مصلحت عام کیواسطے تو جائز ہے اور سلطان
ثواب دیگا میں کہتا ہون اور وہبانیہ کی شرنبلالی کی شرح میں ہو اور اسیطرح اون دیہات شہر کا وقف اوسکو واسطے صحیح ہو اگر وہ ملک بزور اہل اسلام فتح ہوا ہو نہ بطور صلح کے بسبب باقی
رہنے ملک مالک کے قبل فتح کے جیسا خانیہ میں ہو کہ اگر سلطان نے کسی قوم کو یہ اذن دیا کہ شہر کی زمین میں سے فلانی زمین مسجد کے وقف کیواسطے کر دو کا زمین بنالین تو اگر وہ ملک
بطور فتح ہوا ہو تو اذن سلطان کا نافذ ہو اسواسطے کہ وہ ملک مجاہدین کا مملوک ہو گیا تو اس زمین اور سلطانی جائز ہو اور اگر بصلح فتح ہوا تو مالکان قدیم کی ملک قائم ہو کذا
فی البحر ولا یلتفت القاضی بیع الوقف غیر المسجل لوارث الواقف فان حکم صح وکان حکما ببطلان الوقف لعدم تسجیلہ حتی لو باعہ الواقف او بعضہ او ورثہ

سنه ووقفه لجهة اخرى وحكم بالثاني قبل الحكم بلزوم الاول صح الثاني لوقوعه في محل الاجتهاد كما حققه المصنف وافتى به تبعا لشيخه وشيخ شيخه المولى
الملا ابي السعود ولكن تعقبه في النهر عن القاضي المجتهد فراجعه اجازت دی تو قاضی نے وقف غیر مسجل کی بیع کی تو وقف کی وارث کو سوا اوسنے بیع کی آپ بیع صحیح
اور اجازت قاضی بطلان وقف کا حکم ہوگا بوجہ اسکے مسجل نہو وقف کے یہانتک کہ اگر واقف تمام وقف یا بعض کو بیع کرے یا رجوع کرے تو وقف بیع ہوا اور دوبارہ اوسکو دوسرے
مصرف کیواسطے وقف کرے اور وقف ثانی پر قاضی حکم کردے قبل حکم کرنے لزوم اول کے تو وقف ثانی صحیح ہوگا بسبب واقع ہونے حکم قاضی کے محل اجتہاد میں چنانچہ اسکو محقق کیا ہے
مصنف نے اپنی شرح میں اور اسکا فتوی دیا ہے اپنے استاد اور استاد کی پیروی سے مفتی ابو السعود کی پیروی سے میں کہتا ہوں لیکن عمل کیا ہے اسکو نہر الفائق میں قاضی مجتہد کے حکم پر
سو اوسکی طرف مراجعت کرو خلاصہ یہ ہے کہ وقف مسجل کی بیع میں ہر صورت حکم قاضی اختلاف ہے مصنف نے خلاصہ وغیرہ سے صریح صحت نقل کی کہ اگر وہ قاضی مقلد حنفی المذہب
ہوا اور قنیہ کی روایت اوسکی بطلان بیع میں صریح ہے اور اسیکو علامہ قاسم نے پسند کیا ہے اور یہی قول اولی ہے سوا بابکے واسطے بقول صاحب قنیہ اور امام کا قول یعنی وقف کا لازم نہو
بلا حکم قاضی اگرچہ بعضوں نے اوسکی تصحیح کی ہے لیکن کسی نے اوسپر فتوی نہیں دیا کما فی البحر حالانکہ قاضیوں کو غیر مفتی بہ پر حکم کرنا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اطلق القاضی
البيع لغيره اي لغير الوارث لا يصح بيعه لانه اذا بطل عاد الى ملك الوارث وبيع مال الغير لا يجوز درر يعني بغير طريق شرعي لما في العمادية
باع القيم الوقف بامر القاضي ورأيه جاز اور اگر قاضی بیع وقف کی غیر وارث کو اجازت دے تو اوسکی بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ وقف جب باطل ہوا یعنی قاضی
کی اجازت بیع سے تو وارث کی ملک میں عود کر آیا اور حالانکہ غیر کے مال کو بیچنا جائز نہیں کذا فی الدرر یعنی عدم جواز اوسوقت ہے کہ بغیر طریق شرعی ہو اسواسطے کہ عمادیہ میں ہے
کہ متولی نے وقف بیچا قاضی کے امر اور تجویز سے تو جائز ہے یعنی اسواسطے کہ اشبه بلا نص والدليل واما المسجل لو انقطع ثبوته وارادوا ولاد الواقف ابطاله فقال
المفتي ابو السعود في معروضاته فقد منع القضاة س... انتهى قلت فليحفظ میں کہتا ہوں اور وقف مسجل کا اگر ثبوت منقطع ہوا اور واقف
کی اولاد اوسکا ابطال چاہے تو مفتی ابو السعود نے اپنی معروضات میں کہا کہ ایسے دعوے کے استماع سے قاضی ممنوع ہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے انقطاع ثبوت مسجل کی
یہ صورت ہے کہ مثلا قاضی کے سجل میں یہ مرقوم ہے کہ فلانے شخص نے فلانی زمین وقف کی اور قاضی نے اوسپر حکم کردیا لیکن بسبب طول مدت کے اوسکا ثبوت ہرگز اونہیں ہیں
الوقف في مرض موته كهبة فيه من الثلث مع القبض وقف کرنا اپنی مرض الموت میں مانند ہبہ کے ہے مرض الموت میں یعنی ثلث مال سے معتبر ہے قبض کے
ساتھ فان خرج الوقف من الثلث او اجازه الوارث نفذ في الكل والا بطل في الزائد على الثلث ولو اجاز البعض جاز بقدره
منکو ثلث مال سے نکل آیا یا اوسکو وارث نے جائز رکھا تو کل میں نافذ ہوگا اور اگر ثلث سے نکلا یا وارث نے جائز نرکھا تو تہائی مال سے زائد میں باطل ہوگا اور اگر بعض وارث نے
وقف میت کا جائز رکھا تو بقدر اوسکے جائز ہوگا وبطل وقف مراهق يعني مميز ومريض مديون بمحيط اور باطل ہے وقف کرنا لڑکے قریب بلوغ کا اور اوس مریض کا جو قرض
محیط کا مدیون ہے بخلاف صحيح لو قبل الحجر فان شرط وفاء دينه من غلته صح وان لم يشترط يوفى من الفاضل عن كفايته بلا سرف ولو وقفه على غيره
فغلته لمن جعل له خاصة فتاوى ابن نجيم بخلاف تندرست مدیون کے اگر اوسنے وقف کیا ہو قبل ممنوع التصرف ہونیکے سو اگر اوسنے ادائے دین کی شرط کی ہو وقف کے
محصول سے تو صحیح ہے اور اگر شرط نکی ہو تو دین ادا کیا جاویگا اوس آمدنی سے جو فاضل ہو واقف کی بقدر کفایت سے بلا فضول خرچی اور اگر وقف اپنے سوا اور شخص پر وقف کیا
تو اوسکی آمدنی اوسی شخص کے واسطے مخصوص ہوگی جسکے واسطے واقف نے مقرر کردیا کذا فی فتاوی ابن نجیم قيد بمحيط لان غير المحيط يجوز في ثلث ما بقي بعد الدين لو له وارث والا
اور اگر صحیح بسبب قباحت یا دین کے مجور التصرف ہوا تو وقف اوسکا صحیح نہیں قلت قيد بمحيط لان غير المحيط يجوز في ثلث ما بقي بعد الدين مرض میں مانع صحت وقف ہونا صحیح غیر محجور
ففي كله فلو باعها القاضي ثم ظهر مال يفي به اشترى به ارض بدلها وتمامه في الاسعاف باب وقف المريض میں کہتا ہوں دین میں محیط کی قید لگائی گئی اسلیئے
کہ دین غیر محیط میں وقف جائز ہے اور ثلث مال میں جو بعد ادائے دین باقی رہے بشرطیکہ اوسکے وارث ہوں اور اگر اوسکے وارث نہوں تو اوسکے کل مال میں بعد ادائے
دین وقف صحیح ہوگا پھر اگر قاضی نے وقف کو بیچا اسواسطے ادائے دین کے خواہ دین محیط ہو یا غیر محیط پھر میت وقف کا مال ظاہر ہوا تو قاضی اوس مال سے دوسری
زمین عوض اسکے خریدکرے اور پورا بیان اسکا اسعاف میں ہے وقف مریض کے باب میں وفي الوهبانية ... وان وقف المرهون فافتكه يجوز فان عجز
ردي لا بغيره اي بقاءه فيبطل وللغلة تمهل فليتأمل اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر شی مرہون کو وقف کیا پھر اوسکو چھڑا لیا تو جائز ہے سو اگر مرگیا اور مال چھوڑ کر

جوا ادس میں بویا تو وقف مشتہر ہوگا یعنی اگر وقف بیشتر کا ہو وقف باطل کیا جاویگا اور فقیر کو ہر سال ملت دیکھا ہوا اوس وزن اوا ہوا اور وقف باطل ہو تو شکل کرتا ہے
علم لوگ دے تھا اور واجب ہو شاید کہ سنا کیا تو معلوم ہوا کہ اطر زبانی ثمامہ رہے نہیں اسے مسئلہ کہ تسلی کی جمع وہانیہ میں کی کیو اہل ملت میں بعض علماء کی بحث ہوئی تا نہیں حکم ہوا
ضرور کیا تسلکی فی معروضات المفتی ابی السعود سئل عن تعمیر زاویة وقف بین الدرین هل یصح فاجاب لا یصح ولا یلزم والحال انه
متعین من منکر وسبیل الوقف بعلة انه یشتمل بالذات فیحفظ مر کتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کی معروضات میں سوال ہوا اوس کو کہ مسنے اپنی دو
وقف کیا اور اوس زمین پر ساکن کیا کیا وقف صحیح ہو تو جواب دیا کہ صحیح نہیں اور لازم نہیں ادا تا نہیں کو منع ہو سکا حکم کرتا اور وقف مسجد کو نالیقہ پر شکر جو مشغول ہو ترجیح اسکو
او المفتی تو اسکو ادا کرنا چاہیے ہم بعد منع سلطان روم کی جانب سے جو ہے بعد پندرہ سال کے استماع دعوے منع ہو کہ از لی الملکیات الوقف علی ثلثة انواع ایضا للفقراء
او للاغنیاء ثم الفقراء او یستوی فیه الفریقان کالرباطات والخانات والمقابر وسقایات والقناطر ونحو ذلک کالمساجد والطواحین والمستغلات واحباب الحیل
لانه بطلان الاکرة فلا یجوز لغنی بلا تعمیم او تخصیص فینظر الی الاغنیاء تبعا للفقراء وقفیه وقت میں صورت ہو ایک فقیروں کے واسطے ہو یا مالداروں کیواسطے
بعد اسکے فقیروں کے واسطے یا ادس میں دونوں فریق برابر ہیں چنانچہ مسافرخانہ اور خانقاہ اور قبرستان اور آبدارخانے یعنی پانی کی سبیل اور پل اور اسکی مثل اور جیسے
مسجدیں اور پن چکیاں اور طاس کہ ان چیزوں کے وقف میں فقیر اور غنی برابر ہیں اس مسئلہ کہ انکی طرف سب کی حاجت ہو کیونکہ دوسری یعنی جو دو اکثر دارالشفا میں وقف ہو
تو وہ مالدار کو جائز نہیں بلا تعمیم یا تخصیص کے تو دوسری صورت قبر غنیا بعد سمین فقیر دیگر جو اوس کو داخل ہوجاتے کذا فی التنبیہ هم تعمیم کی یہ صورت ہو کہ وقف کیو کہ یہ وقف
سب بیماروں کیو اسطے وقف میں اور تخصیص یہ کہ ما لست کسی نرمی ہو قلمبند ۔۔۔ اور تعمیم میں بالتبع ق مسئلہ لقطه شاہد کا اقرار تھا
صحیح وانه اخرجه من یده ورثه بعلم خلافه جاز الوقف بعد موت تصادق در حقیقت اقرار کیا وقف وقف صحیح کا اور یہ کہا کہ اوس نے وسکو اپنا
اقبضہ سے خارج کردیا اور وقف کا وارث اوسکو خلاف جانتا ہے یعنی یہ جانتا ہو کہ مورث نے وقف نہیں کیا تو وقف جائز ہو اور وسکو وارث کا دعوی مسموع نہیں دار القضاء
کتاب السرد فی الوهبانیة وتبطل اوقاف اهل ما رتدا به ثم قال الله لمنه لا وقف کیند کہ وہبانیہ میں ہے کہ باطل ہوجاتی ہیں اوقاف مرد کے
انکی مرمت ہونے کی حالت ارتداد کے اوقاف بطریق اولی باطل ہوجائینگے فصل یہ فصل ہی شروط وقف کی مراعات میں فاعلی شرط الواقف فی اجارته فلم یزد القیم
بل القاضی لانه له ولایة النظر لفقیر وخائب وصبی رعایت کیجاتی ہے یعنی واجب الرعایة ہو وقف کی شرط اجارہ وقف میں تو متولی وقف کی شرط سے زیادہ مدت کا اجارہ
نہ دیگا بلکہ قاضی وسکو شرط سے زیادہ دے سکتا ہے اس مسئلہ کہ قاضی کو ولایت نظری ہے فقیر اور غائب اور میت کیواسطے هم مثلا وقف نے شرط کی کہ زمین وقف کا ایک سال سے زیادہ اجارہ
نہ دیوے اور حال یہ کہ مستاجر اتنی مدت کا اجارہ پر رغبت نہیں کرتے اور چند سال کا اجارہ فقیروں کے حق میں فیروز تر تو متولی دو تین سال کا اجارہ نہیں کر سکتا بلکہ قاضی سے
بجہ حال عرض کرے تا وہ مدت اجارہ زیادہ کردے کذا فی البحر فلو اهمل الواقف مدتها قیل تطلق الزیادة للقیم وقیل تقید بسنة مطلقا وبها ای بالسنة یفتی
فی الدار وبثلث سنین فی الارض الا اذا کانت المصلحة بخلاف ذلک وهذا مما یختلف زمانا وموضعا اگر واقف نے مدت اجارہ بیان نہ کی تو بعض نے
کہا زیادتی مدت کی متولی کیواسطے علی الاطلاق باقی رہیگا اور بعضوں نے کہا کہ ایک سال کی مقید ہوگی ہر صورت میں اور اسپر یعنی سال کی مقید پر فتوی ہو گھر کے اجارہ میں اور تین
سال پر فتوی ہو زمین کے اجارہ میں مگر جب کہ مصلحت اسکے مخالف ہو اور یہ یعنی اختلاف مدت اجارہ مختلف ہے باعتبار زمان و مکان کے هم زیادتی مدت اجارہ سے
وقف میں بایں نظر منع ہو کہ ابطال وقف لازم آوے اس مسئلہ کہ جو مستاجر کو مدت دراز تک تصرف مالکانہ کرتے دیکھیگا تو وسکی ملک کا وسکو توہم ہوگا وفی البزازیة لو
احتیج لذلک یعقد عقودا فیکون العقد الاول لازما لانه ناجز والثانی لا لانه مضاف قلت لکن قال ابو جعفر الفتوی علی ابطال الاجارة
الطویلة ولو بعقود ذکره الکرمانی فی الباب التاسع عشر واقره قدری افندی وسیجی فی الاجارة اور بزازیہ میں ہے کہ اگر اسکی یعنی طول مدت اجارہ
کی احتیاج ہو تو چند عقود منعقد کرے تو عقد اول لازم ہوگا اس مسئلہ کہ وہ فی الحال کا عقد ہے اور عقد ثانی لازم نہیں اس مسئلہ کہ وہ مضاف ہو میں کہتا ہوں لیکن فقیہ
ابو جعفر نے کہا کہ اجارہ طویلہ کے ابطال پر فتوی ہے اگرچہ چند عقد ہوں چنانچہ اسکو کرمانی نے انیسویں باب میں ذکر کیا ہے اور قدری آفندی نے اسکو قائم رکھا ہے اور
کتاب الاجارہ میں آویگا هم شارح نے مستند اسکے اگلے کو دیا کہ بزازیہ کی روایت خلاف مفتی بہ ہو دویجوز باجر المثل فان الحی باقل ولو هو المستحق

الاستصلاح بيده او اذا الموقوف غصبه الا بالاقل اشباه اور وقف اجارہ دیا جائے اجرت مثل پر یا اوس سے کمتر اجارہ دینا درست نہیں اگرچہ مستحق ہی مستاجر ہو کذا ذکرہ
قارى الهداية مگر اجرت مثل سے اگر تھوڑا سا کم ہو تو جائز ہے یا جب کہ اوس میں کوئی خواہش نہ کرتا ہو الا بالاقل کذا فی الاشباہ فلو رخص اجره بعد العقد لا يفسخ العقد
للزوم الضرر اور اگر وقف کا کرایہ ارزان ہو جائے بعد عقد کے تو عقد منفسخ نہ ہوگا بالاتفاق کیونکہ ضرر وقف کے سبب سے قبضہ کے ولو زاد اجره على اجر مثله قبل العقد ثانيا به على
الاصح اور اگر اجرت وقف کی گران ہو جائے اوسکی اجرت مثل سے تو بعضوں نے کہا اجارہ کو دوبارہ منعقد کریں لیکن اصح فی الاشباہ لو زاد اجر مثله فی نفسه بلا زيادة
احد فللمتولى فسخها به يفتى وما لم يفسخ فله المسمى اشباہ میں ہے اگر اوسکا اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہوگیا بدون زیادہ کرنے کسی شخص کے تو متولی کو اوسکا فسخ کر دینا
جائز ہے اسی پر فتوی ہے اور جب تک فسخ نہ کریگا تو اوسکو اجر معین ہی ملیگا وقيل لا يعقد به ثانيا كزيادة واحد تعنتا فانها لا تعتبر ويسمى فى الاجارة اور بعضون نے
کہا در صورت زیادتی دوبارہ عقد نہ کریں مثل اوسکے کہ کوئی شخص کروا سطے تکلیف رسانی اور مشقت اندازی مستاجر کے وہ زیادتی معتبر نہیں اور یہ آگے آویگا کتاب الاجارہ میں
المستاجر الاول اولى من غيره اذا قبل الزيادة اور پہلا مستاجر اولی ہے اپنے غیر سے جب کہ زیادتی اجر کو قبول کرے جیسا کہ مبنی ہے قول اول پر جو اصح ہے والموقوف
عليه الغلة او السكنى لا يملك الاجارة ولا الدعوى لو غصبت الوقف الا بتولية او اذن قاضى ولو الوقف على رجل معين على ما عليه الفتوى
عماديه لان حقه فى الغلة لا العين اور جسکو واسطے محصول اور سکونت وقف ہو وہ اجارہ دینے کا مالک نہیں اور نہ دعوی کا مالک ہے اگر اوس سے کسی نے وقف غصب کر لیا ہو
مگر بسبب تولیت یا اذن قاضی کے اگرچہ مرد معین پر وقف ہو بنا بر قول مفتی بہ کے کذا فی العمادیہ اجارہ دینے کا اوسے اسلئے مالک نہیں کہ حق مستحق کا محصول میں ہے نہ عین وقف میں
وهل يملك السكنى من يستحق الاجر فى الوهبانية لا وفى شرحها للشرنبلالى والابن نعم اور کیا سکونت وقف کا وہ شخص مالک ہے جو مستحق ہے اوسکی آمدنی کا
وہبانیہ میں کہا کہ وہ مالک سکونت کا نہیں اور اوسکی شرح شرنبلالی میں کہا اور تنقیح یہ ہے کہ ہاں وہ سکونت کا مالک ہے والموقوف اذا آجره المتولى بدون اجر المثل
لزم المستاجر لا المتولى كما غلط فيه بعضهم تمامه اى تمام اجر المثل اور جب کہ متولی ہو تو مکان کمتر اجر مثل سے اجارہ دے تو مستاجر کو پورا اجر مثل دینا لازم ہوگا
نہ متولی کو جیسا کہ بعضوں نے اسمیں غلط سمجھا ہے کتاب فی کذا وصی خانيه اجر منزل صغير بدون اجرة يلزم المستاجر تمامه اذ ليس لكل منهما ولاية الحط
ولا اسقاط چنانچہ باب اور سطر وصی کے کذا فی الخانیہ اجارہ دیا ابن صغیر کا مکان اجرت کمتر مثل سے تو اپنے مستاجر پر پورا اجر لازم ہوگا اسواسطے کہ ہر ایک کو دونوں میں سے کم کرنے اور
ساقط کرنیکی ولایت نہیں ہم طحطاوی نے تھا کہ اگر شارح بجائے لکل منهما کے لکل منہ کہتا تو متولی کو بھی یہ تعلیل شامل ہوتی وفى الاشباه عن القنية ان القاضى يأمره
بالاستيجار باجر المثل وعليه تسليم زوائد السنين الماضية ولو كان القيم ساكنا مع قدرته على الرفع للقاضى لا غرامة عليه وانما هى على المستاجر
واذا ظفر الناظر بمال الساكن فله اخذ النقصان منه فيصرفه فى مصرفه قضاء وديانة انتهى فليحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ قاضی مستاجر
کو بعوض اجر مثل اجارہ لینے کا امر کرے اور اوس پر سنین ماضیہ کی زیادتیاں لازم ہونگی یعنی در صورتیکہ کم اجارہ اجرة مثل سے اور اگر متولی ساکت رہا ہوگا با وجود اسکے قادر ہونے کے
قاضی کے پاس نالش کرنے پر تو بھی اوس پر تاوان نہیں ہوتا تاوان تو مستاجر ہی پر ہے اور جب کہ ناظر ساکن وقف کے مال کو پا جائے تو اوسکو بقدر نقصان اوس میں لینا جائز ہے پھر اوسکو
صرف کرے وقف کے مصرف میں قضاء بھی اور دیانة بھی انتہی کلام الاشباه تو اسکو یاد رکھنا چاہئے قلت وقيد باجارة المتولى لما فى غصب الاشباه لو آجر الغاصب
ما منافعه مضمونة من مال وقف او يتيم او معد للاستغلال فعلى المستاجر المسمى لا اجر المثل وعلى الغاصب رد ما قبضه لا غير لتاويل العقد انتهى
فليحفظ میں کہتا ہوں کہ مصنف نے وقف میں اجارہ متولی کی قید لگائی اسواسطے کہ اشباہ کی کتاب الغصب میں لکھا ہے کہ اگر غاصب نے اجارہ دیا جسکے منافع کا ضمان غاصب پر ہے
منجملہ مال وقف یا مال یتیم یا اوس مکان کے جو کرایہ کیواسطے مہیا ہے تو مستاجر پر اجر مسمی ہے نہ اجر مثل اور غاصب پر پھیر دینا ہے اوسکا جو اوسنے مستاجر سے لیا نہ سوا اوسکے
بسبب تاویل عقد اجارہ انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے يفتى بالضمان فى غصب عقار الوقف وغصب منافعه او اتلافها كما لو سكن بلا اذن او اسكنه المتولى بلا اجر
كان على الساكن اجر المثل ولو غير معد للاستغلال به يفتى صيانة للوقف وكذا منافع مال اليتيم درر فتوی ہوتا ہے تاوان کا زمین وقف کے غصب اور اوسکے منافع
کے غصب اور منافع تلف کر دینے میں چنانچہ اگر کسی نے مکان وقف میں سکونت کی بلا اذن یا متولی نے اوسکو رکھا بلا کرایہ تو ساکن پر اجر مثل واجب ہوگا اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا
نہو تو بھی اسی پر فتوی ہے وقف کی حفاظت کیواسطے اور یہی حکم ہے مال یتیم کے منافع کا کذا فی الدرر وكذا يفتى بكل ما هو انفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه

ومتى قضى بالقيمة شرى بها عقارًا آخر فيكون وقفًا بدل الاول اور اسیلئے ہم فتوی دیتے ہیں ایک قول پر جو وقف کیا جاوے تو تبادلہ جو سین علما کا اختلاف ہے کذا فی
حاوی القدسی اور جب کہ قاضی زمین وقف کی قیمت کا حکم کرے تو بعوض اوسکے دوسری زمین خرید کرے تو ویسی ہی وقف ہوگی زمین اول کی عوض یعنی اوسکا وقف بدلا اور لفظ وقف
پر موقوف نہیں کذا فی معین المفتی اور اختلاف علما کی یہ صورت مثلا کہ ایک قول میں استبدال وقف در صورت قلت محصول جائز ہے اور دوسرے قول میں جائز نہیں مگر در صورت
فقدان محصول مطلقا تو بعدم جواز پر فتوی دیا جائیگا کہ یہ وقف کرنا فقط اسی سبب باقی رہنا اوسکی ذات کا اور احتمال تلف ہو جانے اوسکی قیمت کے والذی تقبل فیہ الشہادۃ حسبۃ
بدون الدعوی اربعۃ عشر منہا الوقف محل ما فی الاشباہ لان حکمہ التصدق بالغلۃ وہو حق اللہ تعالی اور جن میں گواہی مقبول ہوتی ہے تحصیل ثواب کیواسطے بدون
دعوی کے وہ چودہ مقام ہیں اونمیں سے ایک وقف ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ اثر مترتب وقف کا تصدق ہے محصول کا اور تصدق حق اللہ ہے تو اوسکی گواہی میں دعوی مدعی کی
کچھ حاجت نہیں مترجم چودہ مقامات مذکورہ یہ ہیں وقف طلاق تعلیق طلاق لونڈی کا آزاد ہونا اوسکا مدبرہ ہونا خلع ہلال رمضان نسب حد زنا حد شرب ایلا
ظہار حرمت مصاہرت اسیطرح مولی کے نسب کا دعوی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وتقييد الوقف محل معتبر ان هل تقبل بلا دعوى في الخانية ينبغي لا اتفاقا وفي
شرح الوهبانية للشيخ حسن هذا التفصيل هو المختار وفي التتارخانية ان هو حق الله تقبل والا لا الا بالدعوى فليحفظ باقی رہی یہ بات کہ اگر وقف معین
لوگون پر ہو کیا اونمین گواہی بلا دعوی مقبول ہے یا نہیں خانیہ میں کہا لائق یہ ہے کہ مقبول نہیں بالاتفاق اور شیخ حسن کی شرح وہبانیہ میں ہے اور یہ تفصیل ہی مختار ہے اور تاتارخانیہ
میں ہے کہ اگر وہ حق اللہ ہے تو مقبول ہے اور حق اللہ نہیں تو گواہی بلا دعوی مقبول نہیں سو اسکو یاد رکھنا چاہیے مترجم تفصیل مذکور سے تاتارخانیہ کی تفصیل مراد ہے کہ غیر معین پر مقبول اور
معین پر نہیں قلت لكن بحث فيه ابن الشحنة بما يطول لیکن بحث کی ہے معین یعنی اطلاق قبول شہادت میں عبدالبر بن شحنہ نے مترجم ابن شحنہ نے کہا کہ تفصیل مذکورہ بدی ہے اسواسطے کہ
جب شہادت قائم ہوئی اسپر کہ اس وقف کی قوم معین مستحق ہے تو اوسمین دعوی ضرور ہے البتہ ثابت ہونے اوسکا استحقاق اور استعمال کے اگر یہ آخر کار اوسکی فقرا مستحق ہون بخلاف
اوس گواہی کے کہ فقرا مسجد کے وقف پر قائم ہو کذا فی المنح حلبی نے کہا ضمیر فیہ کی راجع ہے اوس اطلاق کیطرف جو کلام ماتن سے مستفاد ہے نہ تفصیل کیطرف طحطاوی نے کہا شارح کی
عبارت اسکی مخالف موہم ہے وفي المحيط يقبل مطلقا لان الاصل الوقف ماله للفقراء وباشتراط الدعوى لثبوت الاستحقاق لما في الخانية
لو كان له مستحق ولم يدع لم يعط له شيء من الغلة وصرفت كلها للفقراء اور مصنف نے اپنی شرح میں اختلاف مذکور کو دفع کر دیا ہے جو اسکو مقبول ہوتی ہے گواہی کہ
مطلقا اسلئے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ مرجع اوسکا فقیر ہیں اور بلکہ شرط ہوتی ہے دعوی کے واسطے ثابت ہونے استحقاق کے اسواسطے کہ خانیہ میں ہے کہ اگر وہاں مستحق ہوا اور دعوی
نکرے تو اوسکو کچھ غلہ نہ دیا جائیگا اور تمام غلہ محتاجوں پر صرف کیا جائیگا مترجم خلاصہ توفیق مذکور یہ ہے کہ ثبوت اصل وقف محتاج نہیں دعوی کا مطلقا اگر یہ مستحق بدون دعوی کے
غلہ نہ پائیگا اور ثبوت استحقاق میں جو مستحقہ دعوی پر موقوف ہے تو اب ابن وہبان اور ابن شحنہ کے کلام کا خلاف مندفع ہوگیا کذا فی المنح قلت ومفاده انه لو ادعى
المستحق مع انها لا تسمع على المعين بلا تولية كما قدمنا مترجم میں کہتا ہوں فقہ قول سے مستفاد ہوا کہ مستحق دعوی کریگا مستحق غلہ ہوگا باوجود اس بات کے
کہ مستحق کا دعوی مسموع نہیں بنابر قول مفتی بہ کے بدون تولیت کے چنانچہ عنقریب گذر گیا تو غور کر مترجم حلبی نے لکھا جو مذکور ہو چکا وہ یہ ہے کہ در صورت عدم تولی مدعی ہوگا نہ مستحق
با تولیت اور اگر مستحق وقف میں اپنی استحقاق کا دعوی کریگا تو بلا شبہ صحیح ہے محتاج تدبر ہیں وفي الاشباه ولنا شاهد حسبة في اربعة عشر وليس لنا مدع حسبة الا
في دعوى الموقوف عليه اصل الوقف فانها تسمع عند البعض والمفتى به لا الا بتولية فاذا لم تسمع دعواه فالاجنبي اولى انتهى وقدمر فتنبه اور اشباہ
میں ہے کہ ہم حنفیوں کے نزدیک شاہد حسبہ چودہ مقام میں ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور ہمارے نزدیک مدعی حسبہ نہیں مگر موقوف علیہ اصل وقف کے دعوی میں کہ اوسکا دعوی مسموع ہے
بعض کے نزدیک اور قول مفتی بہ میں مسموع نہیں مگر تولیت سے جب موقوف علیہ کا دعوی مسموع نہوا تو اجنبی اوس سے بہتر ہے انتہی کلام الاشباہ اور البتہ مذکور ہو چکا سو آگاہ ہو جا مترجم جو مذکور ہوا اسکو
کا دعوی فاسد ہے اور بیان اصل وقف کا دعوی ہو تو دونو کی مغایرت میں شک نہیں ولیس من دعوى الوقف بيان الواقف ولو الوقف قديمًا في الصحيح بزازية مثلا لكون
اثباتا للمجهول وفي العمادية تقبل اور شرط ہے دعوی وقف میں بیان واقف کا اگرچہ وقف قدیم ہو قول صحیح میں کذا فی البزازیہ تا اثبات مجہول کیواسطے ہو اور عمادیہ میں ہے کہ مقبول ہے
بلا بیان واقف اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر مشائخ بلخ ہیں اور چونکہ وقف میں ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے تو بیان بھی اونہیں کے قول پر فتوی ہوگا کذا فی المنح وتقبل فيه

الشهادة على الشهادة وشهادة النساء مع الرجال والشهادة بالشهرة لاثبات حكمه وان صرحا به اي بالسماع في المختار ولو الوقف على معين

بلا وقاف القديمة عن الاستهلاك بخلاف غيرها ۔ مقبول ہے یعنی وقف میں گواہی پر گواہی دینا اور گواہی عورتوں کی مردوں کے ساتھ اور مقبول ہے شہرت کی گواہی اصل وقف کے اثبات
کے واسطے اگرچہ گواہ اپنی سماعت کی تصریح بھی کریں قول مختار یہی ہے اور گو کہ وقف میں لوگوں پر یہ ہر صورت گواہی مقبول ہے تاکہ اوقاف قدیمہ استہلاک سے محفوظ رہیں بخلاف غیر
وقف کے یعنی جسمیں شہادت بالتسامع جائز ہے جیسا کہ نسب کہ اگر اسمیں گواہ اپنی سماعت کی تصریح کریں گے تو گواہی مقبول نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدرر لا تقبل بالشہرة
لاثبات شرائطه فی الاصح درر وغیرها مقبول نہیں شہرت کی گواہی شرائط وقف کے اثبات کے واسطے قول اصح میں کذا فی الدرر وغیرہا ۔ م ۔ اسی پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریہ
علامہ طحطاوی نے کہا کہ شہادت بالشہرت کی یہ کہ متولی دعوی کرے کہ اس زمین کا وقف ہونا فلانے امر پر معروف اور مشہور ہے اور گواہ بھی یہی گواہی دیں اور شہادت بالتسامع یہ کہ شاہد
کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں بالتسامع کے کذا فی الطحطاوی اور بزازیہ میں ہے کہ شہادت بالتسامع اصل وقف پر مقبول ہے نہ اسکی شرائط پر اسواسطے کہ وقف باقی رہتا ہے قرنا بعد
قرن بخلاف شرائط کے اور جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور موقوف علیہ ہو سو وہ اصل وقف میں ہے اور جو موقوف علیہ صحت وقف نہیں وہ اسکی شرائط میں ہے کذا فی المنح
لکن فی المجتبی المختار قبولها علی شرائطه ایضا واعتمده فی المعراج واقره الشرنبلالی وقواه فی الفتح بقوله یسلك بمنقطع الثبوت المجهولة شرائطه
ومصارفه ما کان علیه فی دواوین القضاة انتهی وجوابه ان ذلك للضرورة والمدعی اعم بحر ۔ لیکن مجتبی میں کہا کہ قبول کرنا شہادت شہرت کا وقف کی
شرائط پر بھی قول مختار ہے اور معراج میں اسپر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے اور فتح القدیر میں اسکو قوی رکھا ہے کہ اس قول سے کہ جس وقف کا ثبوت منقطع ہو اور
اسکی شرائط اور مصارف مجہول ہوں اوسمیں اوسپر عمل کیا جائیگا جو قاضیوں کے دفاتر میں ہو انتہی اور جواب اسکا یہ ہے کہ یہ بسبب ضرورت کے ہے اور مدعا عام تر ہے کذا فی البحر ۔ م ۔ علامہ
تقویت فتح القدیر یہ ہے کہ ہر صورت مذکورہ جب قاضیوں کے دفاتر پر عمل ہوا تو یہی مطلوب ہے ثبوت بالتسامع کا اور جواب بحر الرائق میں یہ ہے کہ دفاتر پر عمل اس ضرورت سے ہوا کہ شرائط
اوسکی مجہول تھیں اور مدعا عام ہے خواہ شرائط مجہول ہوں یا نہوں علاوہ اسکے کلام فتح القدیر کا اوس وقف میں ہے جسکا ثبوت منقطع ہو اور سوا دفتر کے اوسکا حال معلوم
نہو اور بیان گفتگو اوس وقف کی ہے جسکا ثبوت سماعت کی گواہی سے ہے وبیان المصرف کقولهم علی مسجد کذا من اصله لتوقف صحة الوقف علیه فتقبل
بالتسامع ۔ م ۔ اور مصرف وقف کا بیان جیسا کہ یوں کہنا شاہدوں کا کہ یہ زمین فلانی مسجد پر وقف ہے داخل ہے اصل وقف میں بسبب موقوف ہونے صحت وقف کے بیان مصرف پر
تو مصرف میں شہادت بالتسامع مقبول ہے و بعض مستحقیه وكذا بعض الورثة ولا ثالث لهما كما فی الاشباه قلت وكذا لو ثبت اعساره فی وجه
احد الغرماء کما سیجیء فتأمل وقالوا تقبل بينة الافلاس بغيبة المدعي وكذا بعض الاولياء المتساوين يثبت الاعتراض لكل كملا وكذا الامان
والعفو وولاية المطالبة بازالة الضرر العام عن طريق المسلمين والتتبع يقتضي عدم الحصر ۔ م ۔ اور بعض مستحق وقف بجائے کل مستحقین کے ہے اور یہی حکم بعض وار
ثان کا ہے اور ان دو کا تیسرا نہیں یعنی سوا مستحق اور وارث کے ایک شخص بجائے کل کے خصم نہیں ہو سکتا کذا فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور یہی حکم ہے اگر مفلسی مدیون کی ایک قرضخواہ کے
سامنے ثابت ہو جیسا کہ آویگا تو اسکو تامل کر اور فقہا نے کہا ہے کہ افلاس کے گواہ مدعی کی غیبت میں مقبول ہیں اور یہی حکم ہے بعض اولیاء متساوین کا کہ اعتراض نکاح کا حق ہر ایک کو
پورا ثابت ہے اور یہی حکم ہے امان اور قصاص اور ولایت مطالبہ کا ضرر عام دفع کرنیکے واسطے مسلمین کی راہ سے اور تجسس اور تلاش مقتضی ہے عدم حصر کی ۔ م ۔ یہ رد ہے صاحب اشباہ پر
کہ وہ دو کے حصر کا قائل ہے قوله انه ينتصب احد الورثة خصما عن الكل لو في دعوى دين لا عين ما لم يكن بيده فليحفظ ۔ پس معلوم کرنا چاہیے کہ ایک وارث خصم ہوتا ہے سب وارثوں
کیطرف سے اگر دین کے دعوی میں خصومت ہو نہ عین کی دعوی میں تاوقتیکہ وہ عین اسکے ہاتھ میں نہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ينتصب خصما عن الكل اي اذا كان وقف بين جماعة
وواقفه واحد فلو لمتعدد على واحد منهما او وكيله ۔ یعنی بعض مستحق وقف جھگڑا کر سکتا ہے سب کی طرف سے یعنی جب وقف ہوا ایک جماعت کے درمیان میں
اور اوسکا وقف کرنیوالا ایک ہی ہو تو اوسمیں سے ایک مستحق کو یا اوسکے وکیل کو دعوی کرنا ایسی شخص پر یا اوسکے وکیل پر جائز ہے وقيل لا ينتصب فلا يصح القضاء الا
بقدر ما في يد الحاضر ۔ م ۔ اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ بعض مستحق سب کی طرف سے خصومت نہیں کر سکتا سو قاضی کو حکم کرنا صحیح نہیں مگر اسیقدر میں جو حاضر کے ہاتھ میں ہے ۔ م ۔ قائل
اس قول کا قاضی عبد الجبار ہے وهذا اي الانتصاب لبعضهم اذا كان الاصل ثابتا والا فلا ينتصب احدهم خصما وتمامه في شرح الوهبانية ۔ م ۔ اور یہ یعنی بعض مستحقین کا خصم
کرنا اوس وقت ہے جب اصل وقف ثابت ہو اور اگر ثابت نہو تو ایک مستحق خصم نہیں کر سکتا اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے اشترى المتولي بمال الوقف دارا للوقف لا تلحق بالمنازل
الموقوفة ويجوز بيعها في الاصح لان للزومه كلاما كثيرا ولم يوجد ههنا ۔ م ۔ متولی وقف نے مال وقف سے ایک گھر خرید کیا وقف کے واسطے تو یہ گھر منازل موقوفہ سابقہ کے ساتھ

ملا یا جاوے اور کسی نے یہ جو فرمایا کہ قول اصح یہی ہے اس سے یہ کہ اسکو ترجیح ثابت نہیں ہے سالگام تمام اور بیان وہ موجود نہیں مات کل یوم لا امام ولم یستوفیا وظیفتہما من الوقف سقط
لانہ کالصلۃ وکذا القاضی وقیل لا یسقط لانہ کالاجرۃ کذا فی الدر وجعل فی البحر الاخیر ظاہر الروایۃ قال المصنف ثم ظاہر ترجیح الاول لحکایۃ الثانی بقیل وقالت تدخیرم
فی البغیۃ تلخیص القنیۃ بانہ یورث بخلاف رزق القاضی کذا فی وقف الاشباہ وصحح البیہقی مر گیا ہوں اور امام اور مؤذن کہ دو روزینہ اپنا وظیفہ یعنی اپنا اپنا حصہ
وقف سے نہیں پایا تو ساقط ہوگیا مثل قاضی کے اسوجہ سے کہ وظیفہ انکا مثل صلہ اور عطا کے ہے بدون قبض ملک نہیں ہوتا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ساقط نہیں ہوتا اسوجہ سے کہ وہ اجرت کی مانند ہے کذا فی
الدر قیل الی آخرہ وغیرہ اسمیں شرح میں ہے کیا اور ظاہر روایت ترجیح قول اول کا مقتضی ہے یعنی ساقط ہو کیونکہ قول ثانی کے لفظ قیل میں کہتا ہوں کہ بغیۃ تلخیص القنیۃ
میں البتہ یقین کیا ہے اسکا کہ امام اور مؤذن کا وظیفہ موروث ہوتا ہے بخلاف رزق قاضی کے کذا فی وقف الاشباہ ومنتقی النہر ولو حل للامام دار وقف فلم یسکن حتی لا اجرۃ
حتی مات ان اجرہا المتولی سقط وان اجرہا الامام لا عمادیہ اگر امام مسجد کو ایک گھر وقف پر سوا اسنی کرایہ اوس گھر کا برابر پایا یہانتک کہ وہ مر گیا تو اگر وہ گھر متولی
... ساقط ہوگا کذا فی العمادیہ یعنی اسوجہ سے کہ امام کا اجارہ دینا بمنزلہ اسکے قبض کے قرار دیا گیا احل الامام القدر
باقی السنۃ فصار کالجزیۃ وموت القاضی قبل الحول یحل الامام خلفا فی المستر لو فقیرا وکذا
الحکم فی طلبۃ العلم فی المدارس درر امام نے اپنا نکلنے کی نیت کی وقت اور اوس مسجد سے چلا گیا قبل تمام ہونے سال کے تو اوس سے باقی سال کا غلہ سیر لیا جائیگا تو وہ مرگیا جزیہ
اور موت قاضی کی سال کے پہلے اور حلال ہوگا امام کو غلہ باقی سال کا اگر وہ محتاج ہوگا اور یہی حکم ہے طالب علموں کا مدرسوں میں کذا فی الدر یعنی اگر طالب علم غلہ سال بھر کا
مدرسے سے لیکر چلا جاوے تو استرداد نہیں ہم اگر ذمی تمام سال میں مر جاوے تو اوس سے ایام گذشتہ کا جزیہ نہ لیا جائیگا او محتاج ہو کہ یہ مراد ہو کہ اگر اثنا سال میں جزیہ لیکے ذمی یہ
ذمی مسلمان ہو جاوے یا مر جاوے تو وہ یا اوسکا وارث استرداد جزیہ نہیں کرسکتا ونظموا فی الشحنۃ الغیبۃ المسقطۃ للمعلوم المقتضیۃ للعزل ومنہ سے
وما لیس بد منہ ان لم یزد علی ثلث شہور فہو یعفی ویغفر اور ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اوس غیبت کو جو ساقط کرتی ہے مشروط کو اور مقتضی ہے معزولی کو اور سے جملہ نظم کے
یہ ہے اور جو غیبت ناچاری کی ہے اگر تین مہینے سے زیادہ نہ ہو تو وہ معاف اور مغفور ہے سے وقد اطبقوا لا یاخذ السہم مطلقا لما قد مضی والحکم فی الشرع یسفر ادر
اسپر علماء نے اتفاق کیا ہے کہ صورت غیبت ایام گذشتہ کا حصہ مطلقا نہ لے اور یہ حکم شرع میں مسافر کے واسطے ہے هم حصہ نہ لے مطلقا یعنی خواہ سفر ضروری ہو یا غیر ضروری قلت ہذا
کلہ فی سکان المدرسۃ وفی غیر فرض الحج وصلۃ الرحم اما فیہما فلا یستحق العزل والمعلوم کما فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی میں کہتا ہوں اور یہ تمام حکم ساکنان مدرسہ میں ہے
اور فرض حج اور صلہ رحم کے سوا میں ہے اور ان دونوں میں یعنی فرض حج اور صلہ رحم میں تو مستحق عزل اور مشروط کا نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی وفی المنظومۃ المحبیۃ سے
لا یجوز استنابۃ الفقیہ لا ولا المدرس لعذر حصلا + کذاک حکم سائر الارباب + او لم یکن کذاک فی ذا الباب اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ جائز نہیں نائب کرنا
فقیہ اور مدرس کا بسبب عذر کے کہ حاصل ہوا ہے اسطرح حکم ہے باقی ارباب وظائف کا یا عذر نہ ہو تو یہ عدم استنابت بطریق اولی جائز نہ ہوگی سے والمتولی لو وقف اجرا + لکنہ فی
ماذکرہ مثل الی جہۃ تولی الوقف ما جوز ذا ذلک من حیث ... اور متولی نے اگر وقف کا اجارہ دیا لیکن اوس نے تتمہ اجارہ میں یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ کس جہت سے متولی ہوا
ہے وقف کا وقف کی طرف سے یا قاضی کی جانب سے تو اوسنے یہ اجارہ دینا جائز نہیں رکھا جہاں کہیں ہو سے ومثلہ الوصی اذ یخالف حکمہما اذ داخل ما یعرف بالتحصیل التقلید
والنص فیہ + کل التصرفات کیلا یلتبس اور متولی کے وصی ہے اسوجہ سے کہ متولی اور وصی دونوں کا حکم باعتبار تصور کے مختلف ہے بتحصیل تقلید اور نص کے سے تمام کے
بنوع جمیع تصرفات کو اسوجہ سے نص مذکور اجازت دی الاحکام میں اشتباہ نہ ہو هم جامع الفصولین میں ہے کہ کار متولی اور وصی بالتصریح وجہ تولیت اور ایصا کی جائز نہیں اسوجہ سے کہ باپ
وصی اور اوسکے وصی اور قاضی کی جہت سے وصی کے احکام مختلف ہیں قلت لکن للسیوطی رسالۃ سماہا الضیابۃ فی جواز الاستنابۃ ونقل الاجماع علی ذلک
فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے جسکا نام ضیابۃ فی جواز الاستنابۃ رکھا ہے اور جواز نیابت پر اجماع نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ولایۃ
نصب القیم الی الواقف ثم لوصیہ لقیامہ مقامہ قائم کرنا متولی کا واقف کی طرف ہے پھر اوسکے وصی کو بسبب قائم ہونے وصی کے مقام موصی کے ولو جعل علی امر الوقف
فقط کان وصیا فی کل شیء مثلا قال الثانی ولو جعل النظر لرجل ثم جعل آخر وصیا کانا ناظرین ما لم یخصص وتمامہ فی الاسعاف فلو وجد کتابا وقف فی کل
متعلق تاریخ الثانی ... اگر واقف نے ایک شخص کو فقط امر وقف پر وصی کیا تو وہ ہر چیز میں وصی ہوگا بخلاف ابو یوسف کے اور اگر واقف نے محمد نظارت

ایکو وکیل کیا پھر دوسرے کو وصی کیا تو دونو ناظر ہونگے یہ عدم تخصیص اوپر بیان ہوئی اسعاف میں ہے تو اگر وقف کے دو شخص یا پانچ کو کہا ہر ایک کو اپنا متولی کا نام ہوا اور دوسرے
کی نام ہے متاخر ہو تو دونو شخص تولیت میں شریک ہونگے کذا فی البحر الرائق ۞ مسئلہ متعلقہ شارح کا طالب التولیۃ لا یولی الا المشروط لہ النظر لانہ مولی فیرید التنفیذ
طالب تولیت کو درخواست کرنیوالا لیکر تولیت نہ دیجائے سوا اوس شخص کے جسکے واسطے تولیت مشروط ہو چکی ہے اگر بعد شرط کے درخواست کریگا تو دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ متولی ہو چکا اب شرط
کے تو وہ اس درخواست سے تنفیذ شرط کا ارادہ کرتا ہے کذا فی النہر طرطوسی نے کہا طالب تولیت کو اسواسطے تولیت نہ دیجائے کہ حدیث میں نہی وارد ہے فلو مات المشروط لہ بعد
موت الواقف ولم یوص الی احد فولایۃ النصب للقاضی اذ لا ولایۃ لمستحق الا بتولیتہ کما مر جبکہ وہ شخص مر گیا جسکے واسطے تولیت مشروط تھی بعد موت واقف کے اور
اوس نے کسیکے واسطے وصیت نہیں کی تولیت کی تو نصب متولی کی ولایت قاضی کو ہے اسواسطے کہ مستحق وقف کو اسواسطے کہ مستحق کو ولایت نہیں ہوتی مگر اوسکی تولیت سے چنانچہ گذر گیا

ما دام احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف لا یجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق ومن قصدہ نسبۃ الوقف الیہ اور جب تک کوئی شخص تولیت کی لیاقت
رکھتا ہو وقف کے اقارب سے تو متولی بیگانوں سے نہ مقرر کیا جائے اسواسطے کہ وقف کا برادری والا اصلح زیادہ تر شفیق ہے اور اوسکا مقصود بھی ہے کہ وقف کی نسبت اوسکے خاندان کیطرف
بنی رہے ارادہ المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کان التفویض لہ بالشرط عاما صح ولا یملک عزلہ الا اذا کان الواقف جعل لہ التفویض
والعزل ایک متولی نے اپنے غیر شخص کو بجائے خود قائم کرنیکا ارادہ اپنی زندگی اور صحت میں کیا اگر متولی کو تفویض تولیت بسبب شرط کرنے واقف کے عام ہو تو اقامت مذکورہ صحیح ہے اور
متولی مذکور اوسکو معزول کرنیکا بعد اقامت کے مالک نہیں ہے مگر جب کہ واقف نے اوسکے واسطے متولی کرنا اور معزول کرنا دونو مقرر کر دیا ہو طرطوسی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح وصحتہ کو محذوف
کرتا تا تفصیل آیندہ صحیح ہو مانند صاحب اشباہ کے والا فان فوض فی صحتہ لا یصح وان فی مرض موتہ صح وینبغی ان یکون لہ العزل والتفویض الی غیرہ کالایصاء
اشباہ اور اگر متولی نے غیر کو تولیت سپرد کی اپنی صحت میں تو صحیح نہیں اور اگر اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو صحیح ہے اور سزاوار یہ ہے کہ اوسکو عزل اور تفویض غیر کا اختیار
ہو مثل وصیت کرنیکے کذا فی الاشباہ ۞ مثلا باپ کے وصی کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وصی کرے اور اوسکو معزول کرے قال وسئلت عن ناظر معین بالشرط ثم من بعدہ
الحاکم فہل اذا فوض النظر لغیرہ ثم مات ینتقل للحاکم فاجبت ان فوض فی صحتہ فنعم وان فی مرض موتہ لا ما دام المفوض لہ باقیا القیام بمقامہ
وعن واقف شرط مرتبا لرجل معین ثم من بعدہ للفقراء ففرغ عنہ لغیرہ ثم مات ہل ینتقل للفقراء فاجبت بالانتقال صاحب اشباہ نے کہا کہ مجھ سے سوال
اوس ناظر کا جو معین ہوا شرط سے پھر بعد اوسکے حاکم کو اختیار ہے تو جب ناظر مذکور غیر کو نظارت سپرد کر کے پھر مر جائے کیا اوسکی ولایت حاکم کیطرف منتقل ہوگی سو میں نے جواب دیا کہ اگر ناظر
نے اپنی صحت میں غیر کو تولیت تفویض کی تو ہاں حاکم کیطرف انتقال ہوگا اور اگر اوسنے اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو انتقال نہوگا جب تک وہ شخص باقی رہیگا جسکو
ناظر نے تولیت سپرد کی ہے تاکہ قائم ہووے اوس شخص کے بجائے ناظر کے اور مجھ سے سوال ہوا اوس وقف کرنیوالے کا جسنے بترتیب وقف کیا ایک مرد معین کیواسطے پھر بعد اوسکے
فقیروں کے واسطے سو مرد مستحق اپنا حصہ غیر کو حوالہ کر کے کنارہ گیر ہوا پھر مر گیا وظیفہ معلومہ کیا فقیروں کیطرف منتقل ہوگا میں نے منتقل ہونیکا جواب دیا بعد موت مستحق مذکور کے
وفیہا للواقف عزل الناظر مطلقا بہ یفتی ولم ار حکم عزلہ لمدرس وامام ولاھما ولو لم یجعل ناظرا فنصب القاضی لم یملک الواقف
اخراجہ ولو عزل الناظر نفسہ ان علم الواقف او القاضی صح والا لا اور اشباہ میں ہے کہ واقف کو اختیار ہے معزول کرنے ناظر کا مطلقا یعنی خواہ اوسنے
اپنے واسطے عزل شرط کیا ہو یا نکیا ہو اسیپر فتوی ہے اور میں نے نہیں دیکھا حکم معزول کرنے واقف کا اوس مدرس اور امام کو جنکو واقف ہی نے مقرر کیا اور اگر واقف نے ناظر معین
نہیں کیا سو قاضی نے منصوب کیا تو واقف اوسکو اخراج کا مالک نہیں اور اگر ناظر نے اپنی ذات کو معزول کیا اگر واقف یا قاضی کو اوسکا علم ہوا تو عزل صحیح ہے والا نہیں ۞
طرطوسی نے کہا کہ امام اور موذن کے معزول کی تو تصریح ہے بلا شک مدرس کا بھی یہی حکم ہے خانیہ میں ہے کہ جب امام اور موذن بسبب عذر کے چند مہینہ اپنا کام نکریں تو متولی
کو اونکا معزول کرنا اور غیر کو قائم کرنا جائز ہے انتہی لیکن یہ عزل بسبب جنحہ کے ہے اور کلام ہے عدم عذر میں

باع دارا ثم ادعی المشتری من اخر انہا
کانت وقفا او قال وقف علی لم تصح فلا یحلف المشتری مثلا زید نے گھر بیچا پھر اوسکو خالد مشتری نے اور شخص سے بیچا پھر زید نے دعوی کیا کہ میں نے
اوس گھر کو وقف کر دیا تھا یا یوں کہا کہ وہ گھر مجھ پر وقف تھا تو یہ دعوی صحیح نہیں تو قسم نہ لیجاویگی مشتری سے ۞ مشتری کا بیع قید نہیں فتاوی ابن نجیم کے سوال میں
یہ مذکور تھا شارح نے اوسکو ذکر کر دیا اور مشتری پر اسواسطے حلف نہیں کہ حلف صحت دعوی پر مرتب ہوتا ہے ولو اقام بینۃ او ابرز حجۃ شرعیۃ قبلت فیبطل و

للبیع تبیّن أنّ أجر المثل فیه کالتی الملک لو استحق علی المعتمد بنازیہ وغیرها اور اگر بائع نے ذکر کیا کہ قائم کرو اسکو وقف ہونے کا ثبوت شرعی ظاہر کرے تو مقبول
ہوگی قریب باطل ہوگی لہذا مشتری پر اجر مثل لازم ہوگا وقف میں نہ ملک میں دو صورت اوسکی استحقاق کے بقول معتمد کذا فی البزازیہ وغیرہا ہم وقف میں اجرت مثل لازم ہو جاتی
ہے بلا عقد اجارہ بخلاف ملک کے حتی کہ اگر حجت شرعی سے وہ نوشتہ ہوا دیدہ مبیع کے وقف ہونے پر گواہی دی جاوے قضا دو ابن نجیم میں ساتھ کے سوال میں مصرح ہوا اور ظاہر
بیان شارح کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ مکتوب پر عمل کرنا جائز ہے بلا بیان شرعی اور حالانکہ یہ مذہب کے مخالف ہے کہ خط معمول بہ نہیں ہوتا اور خود ابن نجیم نے سوال کے جواب میں
فقط گواہوں پر اقتصار کیا ہے اور ان اشباہ کے بعض محشین نے کہا ہے کہ قاضی کی محفوظ سجل پر عمل کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری حبسه بالثمن منیة
من الاستحقاق اور مشتری کو جائز نہیں روکے رکھنا وقف مذکور کا قیمت لینے کے واسطے کذا فی المنیہ باب الاستحقاق اسواسطے کہ حبس بجائے رہن ہے اور وقف میں
رہن جائز نہیں وهی احدی المسائل السبع المستثناة من قولهم من سعی فی نقض ما تم من جهته فسعیه مردود علیه اور وہ یعنی بیع کر کے وقف کا
دعوی کرنا ایک مسئلہ ہے اون سات مسائل سے جو مستثنی ہیں فقہا کے اس قول سے کہ جو شخص سعی کرے اوسکے توڑنے میں جو اوسکی جہت سے پورا ہو چکا ہو تو اوسکی سعی نامقبول
ہے کذا فی قضاء الاشباه واعتمد فی الفتح والظهیریة انه ان ادعی وقفا محکوما بلزومه قبل والا لا وهو تفصیل حسن اعتمده المصنف فی الاستحقاق لکن
اعتمد الاول فی هذا الکتاب تبعا للکنز وغیره اور فتح القدیر میں اور بحر الرائق میں اسپر اعتماد کیا ہے کہ اگر بائع نے ایسا دعوی کیا کہ مبیع ایسا وقف ہے جسکے لزوم پر
قاضی کا حکم ہو گیا تو دعوی اوسکا مقبول ہے اور نہیں تو نہیں اور یہ خوب تفصیل ہے جسپر مصنف نے باب الاستحقاق میں اعتماد کیا ہے لیکن اس کتاب میں قول اول پر یعنی
الطلاق وقف پر خواہ لزوم کا حکم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مصنف نے اعتماد کیا ہے کنز وغیرہ کے تابع ہوکر ہم تفصیل مذکور یا اوسکے قول پر مبنی ہے اور بقول معتمد حکم باللزوم کی کچھ
حاجت نہیں وفی العمادیة لا تقبل عند الامام وهو المختار وصوبه الزیلعی قال وهو احوط اور عمادیہ میں ہے کہ گواہ مقبول نہیں امام کے نزدیک اور یہی مختار ہے
اور زیلعی نے اسکو تصویب کی ہے اور کہا کہ یہی قول قریب تر احتیاط ہے وفی دعوی المنظومة المحبیة وهذا فی تقریره حقق الله تعالی آمالی کان علی البیع
لو یحرر قلت وقد قدمنا انه یکفی مطلقا للثبوت اصله لاکن للفقراء فتدبر وفی فتاوی ابن نجیم تعویض دعواه وبینته ویبطل البیع اور منظومہ
محبیہ کے کتاب الدعوی میں ہے اور بینہ دعوی وقف کی گواہ مقبول ہونا اوس وقف میں ہے جو حق اللہ ہے اور اگر وقف عبادیہ ہو تو جائز نہیں میں کتاب اون
ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ معتبر اشہادت کا مطلقا اسکی ثبوت ہونے اصل وقف کے کیونکہ اوسکا انجام کار فقیروں کے لیے ہے تو اسکو غور کرے اور ابن نجیم کے فتاوی
میں ہے کہ ان دعوی وقف کا اور گواہی مسموع ہے اور بیع باطل ہوگی الباني للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم
اصلح ممن عینه الباني بانی الاسجد کا مقدم ہے اہل محلہ سے امام اور مؤذن کے مقرر کرنے میں بقول مختار مگر جب کہ قوم نے امام اور مؤذن بانی کے امام اور مؤذن
سے اصلح اور لائق معین کیا یعنی اوس وقت میں تجویز اہل محلہ بہتر ہے اسواسطے کہ اسکی منفعت اہل محلہ کی طرف راجع ہے وصح الوقف قبل وجود الموقوف حتی فلو
وقف علی اولاد زید ولا ولد له او علی مکان هیأه لبناء مسجد او مدرسة صح فی الاصح صحیح ہے وقف کرنا قبل وجود موقوف علیہ کے تو اگر خالد نے
زید کی اولاد پر وقف کیا اور حالانکہ زید کی کوئی اولاد نہیں یا اوس مکان پر وقف کیا جسکو مسجد یا مدرسہ بنانے کے لیے مہیا کیا تو صحیح ہے قول اصح میں وتصرف الغلة
للفقراء الی ان یولد لزید او یبنی المسجد عمادیة وتمامه فی النهر وینبغی انه لو وقفه علی مدرسة یدرس فیها المدرس مع طلبة فدرس فی
غیرها لتعذر التدریس فیها ان تصرف الغلة له لا للفقراء کما یقع فی الروم اور صرف کیا جاوے محصول وقف کا فقیروں پر یہاں تک کہ زید کے اولاد
یا مسجد بنائی جاوے کذا فی العمادیہ نہر الفائق میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ اگر یہ وقف کیا اوس مدرسہ پر جس میں مدرس درس کرتا ہے طالب علموں کے ساتھ سو مدرس
پڑھانے لگا اور مدرسہ میں سوا اوسکے بسبب تعذر درس کے اوس مدرسہ میں تو لائق یہ ہے کہ علوفہ مدرس کو دیا جاوے نہ فقیروں کو جیسا کہ بلاد روم میں رائج ہے ہم تدریس متعذر
ہوئی بسبب منہدم ہو جانے مدرسہ کے یا بعید واقع ہونے آبادی سے **فروع مهمة تحدث للعوام** یہ مسائل ضروریہ ہیں جو فتوی کیواسطے عادت ہوئے ہم شارح علامہ نے
آخر کتاب الوقف میں بکثرت مسائل ملحقہ کو زیادہ کیا اور بعد نصف کتاب کے مسکناہی ایجاز سے نکل کر گل گشت میدان اطناب فقط اسی باب میں پسند کیا امر صاحب
الامام ارضا علی ساقیة لیصرف خراجها الکلفیة ما استغنی عنها لخراب البلد فبعلها وکیل الامام لساقیة هی ملک هل یصح اجاب بعض

الشافعية بان الارصاد على الملك ارصاد على المالك يعني فيصح تجديده بالزام المرصد عليه اداء ما كانت تنفق في الحادث الخ الحوض اذا خرب
صرفت اوقافه في حوض آخر برمقرر کردی بادشاہ نے کوئی زمین ایک نہر پر اوسکا محصول نہر کی درستی اور مرمت کو اسطور صرف ہوا کرے پہر اوس نہر کی حاجت نہ رہی
کے ویران ہو جانے سے سو بادشاہ کے وکیل نے اوسکا خراج اوس نہر کیطرف نقل کیا جو مملوک ہو گیا ہے نقل کرنا صحیح ہو جیسے شافعیون نے جواب یا مملوک پر مقرر کر دینا مالک کے
مقرر کرنا ہے یعنی صحیح ہو تو اوسوقت مین مرصد علیہ یعنی مالک نہر پر اوسکا جاری رکہنا اور صرف کرنا لازم ہو چنانچہ پہلی نہر پر صرف کرنا لازم تہا اسواسطے کہ حاوی مین ہے کہ جب
حوض ویران ہو جاوے تو اوسکے اوقاف کو دوسرے حوض پر صرف کرنا چاہیے سو اسکو غور کرو هم طحطاوی نے تہا حادثے کے مسئلہ مین نقل اوقاف ہے ایک وقف سے دوسرے وقف
کیطرف اور حادثہ مذکورہ مین نقل ہے وقف سے ملک کیطرف دار كبيرة فيها بيوت وقف بيتا منها على عتيقه فلان والباقي على ذريته وعقبه ثم على عتقائه
قال الوقف الى العتقاء هل يدخل من خصه بالبيت في الثاني اختلف الافتاء اخذا من خلاف مذكور في الذخيرة لكن في الخانية اوصى لرجل
بمال وللفقراء والموصى له محتاج هل يعطى من نصيب الفقراء اختلفوا والاصح نعم ایک بڑا گہر ہے جسمین چند مکانات اور کوٹہریان ہین مالک نے اوسمین سے
ایک کوٹہری فلانے اپنے آزاد غلام پر وقف کی اور باقی مکانات کو اپنی ذریت اور پس ماندون پر وقف کیا پہر اونکے بعد اپنے آزاد غلامون پر پہر وقف مذکور بعد مرجانے
ذریت کے آزاد دان کیطرف پہر اکیا اس وقف ثانی مین وہ شخص بہی داخل ہوگا جسکو واقف نے خاص کر دیا تہا ایک کوٹہری دیکر اس سوال کے جواب مین فتوی مختلف ہے باعتبار
اوس خلاف کے جو ذخیرہ مین مذکور ہے لیکن خانیہ مین ہے کہ وصیت کی ایکرو کیواسطے ایک مال کی اور فقیرون کیواسطے وصیت کی دوسرے مال کی اور جس شخص کیواسطے اول وصیت
ہوئی وہ محتاج ہے کیا اوسکو فقیرون کے حصہ سے دیا جائیگا اسمین علما مختلف ہین اور قول اصح یہ ہے کہ ہان اوسکو بہی دیا جائیگا هم ذخیرہ مین مذکور ہے کہ اگر اپنی زمین کا
نصف محصول اپنی محتاج قرابتیون پر مقرر کیا اور نصف ثانی کو مساکین کیواسطے معین کیا سو اوسکی قرابت والے محتاج ہوگئے کیا نصف مساکین سے اونکو دیا جاوے گا یا
نہ بعض نے کہا نہ دیا جائیگا اور یہی قول ہے ابراہیم بن خالد کا اور ابراہیم بن یوسف اور علی فارسی اور ہندوانی نے کہا اونکو بہی دیا جائیگا انتہی ذخیرہ مین کسی قول کی ترجیح نہین لہذا
خانیہ سے استناد کیا کہ دینا اصح ہے استاجر دارا موقوفة فيها اشجار مثمرة هل له الاكل منها الظاهر انه اذا لم يعلم شرط الواقف لا ياكل منها وفي
الحاوي غرس في المسجد اشجارا تثمر ان غرس للسبيل فلكل مسلم الاكل والا فتباع لمصالح المسجد وقف کا گہر کرایہ لیا جسمین پہلدار درخت ہین کیا کرایہ دار کو
اونمین سے کہانا درست ہے ظاہرا جواب یہ ہے کہ جب واقف کی شرط معلوم نہو تو نہ کہاوے اسواسطے کہ حاوی مین ہے کہ واقف نے مسجد مین پہلدار درخت بوئے اگر فی سبیل اللہ وقف کیواسطے بوئے
تو ہر مسلم کو اوسکا کہانا جائز ہے اور نہین تو پہل بیچے جائین ضروریات مسجد کے واسطے قوله شرط الواقف كنص الشارع اي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به فيجب
عليه خدمة وظيفته او تركها لمن يعمل والا اثم لاسيما فيما يلزم بتركها تعطيل الكل من النهر هم تحقیق یہ تہا کہ وقف کرنیوالے کی شرط شارع کی نص کی مانند ہے
یعنی مفہوم اور دلالت اور وجوب عمل مین تو صاحب منصب پر اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا یا وظیفہ چہوڑنا اوس شخص کیواسطے جو خدمت مذکورہ ادا کرتا ہو واجب ہے اگر باوجود عدم
کارگذاری کے وجہ مقرری کو لیگا تو گنہگار ہوگا علی الخصوص اوس خدمت مین جسکے ترک سے تعطیل لازم آوے چنانچہ تدریس مدرس کی ہے هم قول مذکور نہر الفائق سے
منقول ہین هم فتاوی خیریہ مین ہے کہ واقف کی عبارت اگر من قبیل مفسر ہے جو محتمل تخصیص اور تاویل نہین تو اوسپر عمل کیا جاویگا اور جو من قبیل ظاہر ہے اوسکا بہی یہی حکم
ہے اور اگر محتمل ہے لیکن اوسمین قرینہ ہے تو اوسپر بہی عمل ہوگا اور اگر مشترک اور مجمل ہے تو عمل نہوگا لیکن اگر واقف زندہ ہوگا تو اوس سے دریافت کیا جائیگا وفي الاشباه
الجامكية في الاوقاف لها شبه الاجرة اي في زمن المباشرة والحل للاغنياء وشبه الصلة فلو مات او عزل لا يسترد المعجل وشبه الصدقة
لتصحيح اصل الوقف فانه لا يصح على الاغنياء ابتداء وتمامه فيها اور اشباہ مین ہے کہ وظیفہ مشاہرہ اوقاف مین اجرة کے مشابہ ہے بہنگام خدمت گذاری مین اور
اغنیا کیواسطے حلال ہونے مین اور مشابہ ہے صلہ اور عطا کے تو اگر صاحب خدمت مثلا امام یا مدرس مرجاوے یا معزول ہو تو جو پیشگی لیگا وہ نہ پہیر لیا جائیگا اور مشابہ
ہے صدقہ کے واسطے صحیح ہونے اصل وقف کے اسواسطے کہ وقف صحیح نہین مالدارون پر باعتبار ابتدا کے اور پورا بیان اسکا اوسمین ہے هم جامکیہ عطا کی نہیں ہے یعنی
جو وقف مین متعالمین اور غیر متعالمین کے نام پر ثابت ہے لیکن عطا سالیانہ ہے اور جامکیہ ماہیانہ مگر یہان جامکیہ سے وہ مراد ہے جو واقف کی جانب سے مرتب ہو کما فی
الطحطاوي يكره اعطاء نصاب لفقير من وقف الفقراء الا اذا وقف على فقراء قرابته اختيار ومنه يعلم حكم المرتب الكثير من وقف الفقراء

لبعض العلماء الفقراء فلیحفظ اگر وہ ہر ایک بقدر نصاب کے نہ دیوے کہ دینا فقرا کے وقف سے مگر جبکہ واقف نے اپنے قرابتی فقیروں پر وقف کیا تو بقدر نصاب دینا مکروہ نہیں
کذا فی الاختیار اور اسی سے معلوم ہو گیا حکم مرتب کثیر کا فقرا کے وقف سے بعض محتاج علما کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی فقیروں کے وقف سے بقدر نصاب یا زیادہ
محتاج عالم کو دینا جائز نہیں اسواسطے کہ وقف صدقہ ہے تو مشابہ زکوۃ ہے ۔ لیس للقاضی ان یقرر وظیفۃ فی الوقف بغیر شرط الواقف ولا یحل للمقرر الاخذ
الا النظر علی الوقف بأجر مثلہ قنیہ یعنی قاضی کو جائز نہیں کہ کسی کے واسطے وظیفہ مقرر کرے وقف میں بدون شرط واقف کے اور جسکے واسطے قاضی نے مقرر کر دیا اوسکو
لینا حلال نہیں مگر نظارت وقف کے عوض اجرۃ مثل کی قاضی کو جائز ہے کذا فی القنیہ صم یہ اوسوقت ہے جب ضرورت نہو اور اگر ضرورت داعی ہو اور مصلحت مقتضی ہو
تو قاضی کے پاس مرافعہ کیا جاوے اور ضرورت ثابت کیجاوے تو قاضی اوسکو مقرر کرے جو اوسکی اصلاح کرے اور اوسکے واسطے اجرۃ مثل معین کرے یا متولی کو قاضی اجازت دے
کہ وہ مقرر کرے کذا فی البحر ۔ من الولوالجیہ یجوز الزیادۃ من القاضی علی معلوم الامام اذا کان لا یکفیہ وکان عالما تقیا ثم قال بعد ورقتین والخطیب
ملحق بالامام بل ہو امام الجمعۃ قلت واعتمدہ فی المنظومۃ المحبیۃ قاضی کو جائز ہے زیادہ کرنا امام کی وجہ مقرری پر جبکہ اوسکو کفایت کرتی نہو اور وہ عالم
متقی ہو پھر صاحب بحر نے کہا دو ورق کے بعد اور خطیب امام کے ساتھ ملحق ہے بلکہ خطیب خود امام الجمعہ ہے میں کہتا ہوں اور اسی روایت پر اعتماد کیا ہے منظومہ محبیہ میں و
نقل عن المبسوط ان السلطان یجوز لہ مخالفۃ الشرط اذا کان غالب جہات الوقف قری ومزارع فیعمل بامرہ وان غایر شرط الواقف لان
اصلہا لبیت المال اور منظومہ محبیہ کے مصنف نے خواہرزادہ کی مبسوط سے نقل کیا ہے کہ البتہ بادشاہ کو مخالفت شرط کی جائز ہے جبکہ اکثر جہات وقف کی دیہات اور اراضی
زراعت کی ہو تو اوسکے حکم کے موافق عمل کیا جاوے اگرچہ واقف کی شرط کے مغایر ہو اسواسطے کہ دیہات اور اراضی کی اصل بیت المال کی ملوک ہے ۔ یصح تعلیق التقریر
فی الوظائف فلو قال القاضی ان مات فلان او شغرت وظیفۃ کذا فقد قررتک فیہا صح وظائف میں مقرر کرنیکی تعلیق صحیح ہے تو اگر قاضی کہے کہ اگر
فلانا شخص مر جاوے یا فلانا وظیفہ خالی ہو تو میں نے تجھکو اوسمیں مقرر کیا تو یہ تعلیق صحیح ہے ۔ لیس للقاضی عزل الناظر بمجرد شکایۃ المستحقین حتی یثبتوا
علیہ خیانۃ وکذا الوصی جائز نہیں قاضی کو معزول کرنا متولی کا بمجرد شکایت مستحقین کے یہانتک کہ اوسپر خیانت ثابت کریں اور اسیطرح وصی کو معزول کرنا بدون
اثبات خیانت جائز نہیں ۔ الناظر اذا اجر انسانا فہرب وما للوقف علیہ لم یضمن بخلاف ما اذا فرط فی تحصیل الوقف حتی ضاع فانہ ضمن ناظر نے
جب کہ اجارہ دیا کسی آدمی کو سو وہ بھاگ گیا اور مال اوسکے اوپر وقف کا ہے تو ناظر پر ضمان نہیں بخلاف اوسکے جبکہ ناظر نے وقف کی لگان کی محافظت اور خبر گیری
کی یہانتک کہ وہ ضائع ہوئی تو اوسپر ضمان لازم ہے صم اور یہی حکم ہے مسجد کے فرش کا جبکہ نہ جھاڑا گیا اور دیمک اوسکو کھا گئی یا کتب موقوفہ کے داروغہ نے خبر گیری
کی یہانتک کہ دیمک کھا گئی تو اوسپر ضمان ہے اگر اوسکی کچھ اجرت معین ہو کذا فی الصیرفیہ ۔ لا تجوز الاستدانۃ علی الوقف الا اذا احتیج الیہا لمصلحۃ الوقف
کتعمیر وشراء بذر فیجوز بشرطین الاول اذن القاضی فلو بعد منہ یستدین بنفسہ الثانی ان لا تتیسر اجارۃ العین والصرف من
اجرتہا والاستدانۃ القرض والشراء نسیئۃ جائز نہیں استدانت یعنی دین کرنا وقف پر مگر جبکہ اوسکی حاجت ہو وقف کی مصلحت کیواسطے جیسے مرمت
کرنا یا زمین وقف کیواسطے بیج مول لینا تو استدانت جائز ہے دو شرطوں سے شرط اول اذن قاضی ہے سو اگر ناظر وقف دور ہو قاضی سے تو خود بلا اذن قاضی استدانت
کرے دوسری شرط یہ ہے کہ عین وقف کا اجارہ دینا اور اوسکی اجرت سے صرف کرنا ممکن نہو اور یہاں استدانت سے مراد قرض ہے یا ادھار خرید کرنا ہم علیمی نے
کہا صواب یہ ہے کہ شارح بجائے قرض استقراض کہتا اسواسطے کہ قرض عبارت ہے قرض دینے سے اور استقراض قرض لینے سے ۔ وہل للمتولی شراء الامتعۃ
فوق قیمتہا نسیئۃ للعمارۃ ویکون الربح علی الوقف الجواب نعم کیا متولی کو جائز ہے خرید کرنا اسباب کا اوسکی قیمت سے زیادہ کر کے ادھار اوسکی عمارت
کے واسطے اور مقدار زیادت کو وقف پر ڈالنا جواب اسکا یہ ہے کہ ہان متولی کو جائز ہے صم طرطوسی نے کہا منشا اس جواب کا عدم اطلاع حکم سابقین سے
اسواسطے کہ تاتارخانیہ اور قنیہ میں ابو یوسف سے یوں منقول ہے کہ بازار کی قیمت کو متولی وقف سے نہ دے بلکہ اپنے مال سے دے اور اسی پر فتوی ہے ۔ اقر بارض فی
ید غیرہ انہا وقف وکذبہ ذو الید ثم ملکہا صارت وقفا زمین مقبوضہ غیر میں ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ وقف کی زمین ہے اور قابض نے اوسکی تکذیب
کی پھر کسی وجہ سے مقر اس زمین کا مالک ہوا تو وہ زمین وقف ہو جاویگی ۔ یعمل بالمصادقۃ علی الاستحقاق وان خالفت کتاب الوقف لکن

فی حق المقر خاصۃ فلو اقر المشروط لہ الریع او النظر انہ یستحقہ فلان دونہ صح ولو جعلہ لغیرہ لا یستحق آخرالا قرار عمل کیا جائیگا باتیم تصدیق کے بموجب مستحق ہوئے پر اگرچہ یہ مصادقت وثیقہ وقف کے مخالف ہو لیکن یہ عمل فقط مقر کے حق میں مخصوص ہوگا سو اگر اوس شخص نے جسکے واسطے وقف کی آمدنی یا تولیت مشروط ہو اقرار کیا کہ اس آمدنی یا تولیت کا فلاں شخص مستحق ہے میں نہیں تو یہ صحیح ہے اور اگر موقوف علیہ اپنا حصہ غیر کے واسطے مقرر کریگا تو صحیح نہوگا اور آگے کتاب الاقرار کے اخیر میں یہ مسئلہ آویگا ھ اقرار موقوف علیہ کا مخالف وثیقہ وقف کے اس احتمال سے صحیح ہوا کہ شاید واقف نے مقر کے بعد غیر شخص کے واسطے معین کر دیا ہو اور غیر کو اپنا حصہ دینا صحیح اسواسطے نہوا کہ استحقاق مشروط ارث کی مانند ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا و لا یکفی صرف الناظر لثبوت استحقاقہ بل لا بد من اثبات نسبہ و سیجیء فی باب دعوی ثبوت النسب اور کفایت نہیں کرتا صرف کرنا متولی کا واسطے ثابت ہونے استحقاق مستحق کے بلکہ ضرور ہوا وسکے نسب کے اثبات سے اور دعوی ثبوت النسب کے باب میں آگے آویگا ھ صرف کرنا متولی کا بسبب احتمال خطا مثبت استحقاق نہیں متی ذکر الواقف شرطین متعارضین یعمل بالمتأخر منہما عندنا لانہ ناسخ للاول جب واقف نے دو شرطیں متعارض ذکر کیں تو شرط متاخر پر عمل ہوگا ہمارے نزدیک اسواسطے کہ متاخر اول شرط کی ناسخ ہے ھ شرطیں متعارضین جیسا کہ پہلے واقف نے اول استبدال وقف کو ذکر کیا پھر منع کر دیا الوصف بعد الجمل یرجع الی الاخیر عندنا والی الجمیع عند الشافعیۃ ولو بالواو ولو بثم قال الاخیر اتفاقا الکل من وقف الاشباہ وتمامہ فی القاعدۃ التاسعۃ صفت بعد تمام معطوفات کے راجع ہوتی ہے اخیر معطوف کی طرف ہمارے نزدیک اور سب معطوفات کی طرف راجع ہوتی ہے شافعیہ کے نزدیک اگر عطف بحرف واو ہو اور اگر عطف بحرف ثم ہو تو اخیر معطوف کی طرف باتفاق حنفیہ اور شافعیہ راجع ہوتی ہے یہ سب مسائل سابقہ مذکورہ اشباہ کے کتاب الوقف سے منقول ہیں اور پورا بیان اسکا اشباہ کے نویں قاعدہ میں ہے ھ یعنی اگر واقف نے یوں کہا کہ وقفت علی اولادی و اولاد اولادی و اولاد اولاد اولادی الذکور تو ہمارے نزدیک ذکور صفت ہے بطن ثالث کی نہ بطن اول اور ثانی کی بخلاف شافعیہ کے من وقف حال صحتہ وقال علی الفریضۃ الشرعیۃ قسم علی ذکورھم واناثھم بالسویۃ ھو المختار المنقول عن الاخیار کما حققہ مفتی دمشق یحیی بن المنقار فی الرسالۃ المرضیۃ علی الفریضۃ الشرعیۃ ونحوہ فی فتاوی المصنف جس شخص نے وقف کیا اپنی اولاد پر اپنی صحت میں اور یوں کہا کہ میں نے وقف کیا بموجب فریضہ شرعیہ کے تو وارثوں کے ذکور اور اناث پر تقسیم ہوگی یہی قول مختار علما اخیار سے منقول ہے چنانچہ اسکو تحقیق بیان کیا ہے مفتی دمشق یحیی بن منقار نے رسالہ مرضیہ علی الفریضۃ الشرعیہ میں اور اسی کی مانند ہے مصنف کے فتاوی میں ھ طحطاوی نے کہا کہ فریضہ شرعیہ سے شاید اسواسطے تساوی ذکور اور اناث کی ثابت ہوئی کہ یہ سب منجملہ المتساوین فی الدرجۃ والقوۃ کے ارث برابر ہوتی ہے جیسا کہ اولاد مادری میں اور تفاوت بین الابن والبنت تو بسبب عصوبت کے ہے جو بواسطے زوجین کے واللہ اعلم دفیہا متی ثبت بطریق شرعی وقفیۃ مکان وجب نقض البیع ولا اثم علی البائع مع عدم علمہ وللمتولی اجر مثلہ ولو بنی المشتری او غرس فذلک لھما فیتملک منھما بالا نفع للوقف اور تنویر مصنف میں ہے جب کہ بطریق شرعی ثابت ہو موقوف ہونا مکان کا تو اوسکی بیع کو توڑنا واجب ہے اور کچھ گناہ نہیں اوسکو بائع پر اوسکی ناواقفگی کے ساتھ اور متولی کو اجرۃ مثل ہے مشتری سے اور اگر مشتری نے زمین وقف میں عمارت بنائی یا درخت لگایا تو وہ عمارت اور درخت بانی اور غارس کا ہے تو عمارت اور درخت کے ساتھ وہ کرنا چاہیئے جو نافع تر ہو وقف کے واسطے یعنی اگر عمارت اور درخت وقف کیواسطے نافع ہو تو متولی اوسکا متصرف ہو اور اگر مشتری کے اجارہ میں رکھنا انفع ہو تو اوسکے پاس رکھے ھ وفی البزازیۃ معزیا للجامع انما یرجع بقیمۃ البناء بعد نقضہ ان سلمہ المشتری للبائع وان امسکہ لا یرجع بشیء بخلاف ما لو استحق المبیع اور بزازیہ میں جامع سے ہے کہ رجوع کرنا بقیمت عمارت تو بعد شکستگی عمارت کے ہے یعنی بنا منقوض کی قیمت معتبر ہو نہ بنا قائم کی اگر مشتری نے اوسکو بائع کے تسلیم کر دیا ہو اور اگر اپنے پاس رکھا ہو تو مشتری کچھ نہ پاویگا بخلاف اسکے وہ ہے اگر مبیع میں استحقاق ملک غیر ثابت ہو یعنی وہاں مشتری بنا قائم کی قیمت لیگا نہ بنا منقوض کی لو انقطع ثبوتہ فما کان فی دواوین القضاۃ اتبع والا فمن برھن علی شیء حکم لہ بہ والا صرفت للفقراء بالوظائف وجہ بطلانہ بوجہ شرعی فیعود لملک واقفہ او لورثتہ او لبیت المال اگر منقطع ہو ثبوت اوسکا یعنی وقف کا معلوم نہو لبسبب تقادم زمان کے سو جو مصرف قاضیوں کے دفاتر میں مرقوم ہو تو اوسکی پیروی کرنا چاہیئے اور اگر وہاں نہو تو جو شخص گواہ کسی چیز کو

یعنی وقف کیا اپنی اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اور اولاد کی اولاد کی اولاد پر ۱۲

گواہی ثابت کرے تو اوسکا حکم کیا جاوے اور اگر گواہی بھی نہو تو خیر فقراء پر صرف کیا جاوے جبتک کہ وجہ بطلان وقف فقراء پر شرعی ظاہر ہو اور اگر بطلان
وقف فقراء ظاہر ہوا مثلاً یہ کہ اوسکو وقف نے اوسکو اغنیا پر وقف کیا تو وقف مذکور واقف کی ملک میں پھر آویگا اگر وہ زندہ ہو یا اوسکے وارث کی ملک میں اگر
وہ مرگیا ہو یا بیت المال کی ملک میں عود کریگا اگر واقف اور وارث کوئی نہو فلو وقفه السلطان عاما جاز ولو لجهة خاصة فظاهر كلامهم
لا یصح اور اگر وقف کیا بادشاہ نے علی العموم تو جائز ہے اور اگر جہت خاص کے واسطے وقف کیا چنانچہ ایک شخص کی اولاد پر وقف کیا تو ظاہر کلام فقہا سے یہ ہے کہ یہ
وقف تمام نہیں ہے یعنی سلطان کا وقف بیت المال سے عام صحیح ہے نہ خاص اسواسطے کہ خصوصیت مین بقیہ مسلمین کی حق تلفی ہے کذا فی شرح الوہبانیة لو شهد
المتولي مع آخر بوقف مكان كذا على المسجد فظاهر كلامهم قبولها اگر گواہی دی متولی نے دوسرے گواہ کے ساتھ فلانے مکان کے وقف ہونیکی مسجد پر
تو ظاہر کلام علما قبول شہادت پر دلالت کرتا ہے ولا يلزم المحاسبة كل عام ويكتفي القاضي منه بالإجمال لو معروفا بالأمانة ولو متهما يجبره على
التعيين شيئا فشيئا ولا يحبسه بل يهدده ولو اتهمه يحلفه قنية قلت وقدمنا في الشركة أن الشريك والمضارب والوصي والمتولي
لا يلزمون بالتفصيل وأن غرض قضاتنا ليس إلا الوصول للسحت المحصول لازم نہیں محاسبہ متولی کا ہر سال اور قاضی متولی کے محاسبہ اجمالی پر کفایت
کرے اگر وہ امانت میں مشہور ہے اور اگر متہم بخیانت ہو تو اوسپر جبر کرے تعیین مصارف پر اندک اندک اور اوسکو قید نہ کرے بلکہ اوسکو دھمکا دے اور اگر اوسکو
متہم پاوے تو قسم کھلا دے کذا فی القنیہ میں کہتا ہوں اور ہمنے کتاب الشرکۃ میں مقدم ذکر کیا ہے کہ شریک اور مضارب اور وصی اور متولی کو حساب بتانا
بتفصیل لازم نہیں اور ہمارے زمانہ کے قاضیوں کو حساب لینے سے کچھ غرض نہیں سوا حاصل کرنے حرام مال کے لو ادعى المتولي الدفع قبل قوله بلا
يمين لكن أفتى المنلا أبو السعود أنه إن ادعى الدفع من غلة الوقف لمن وقفه كأولاده وأولاد أولاده قبل قوله وإن ادعى الدفع لنحو
الإمام بالجامع والبواب ونحوهما لا يقبل قوله كما لو استأجر شخصا للبناء في الجامع بأجرة معلومة ثم ادعى تسليم الأجرة لم يقبل
قوله قال المصنف وهو تفصيل في غاية الحسن فيعمل به واعتمده ابنه في حاشية الأشباه اگر متولی نے مقدار کو حق دینے کا دعوی کیا تو اوسکا
قول بدون قسم کے مقبول ہوگا لیکن مفتی ملا ابو السعود نے فتوی دیا ہے کہ اگر متولی نے دعوی کیا حق دینے کا غلہ وقف سے اونکو جنکے واسطے وقف ہے چنانچہ اپنی اولاد اور
اولاد کی اولاد کو تو اوسکا قول مقبول ہے اور اگر اوسنے جامع مسجد کے امام یا دربان اور مانند انکے اہل وظائف کے دینے کا دعوی کیا تو اوسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ اگر
ایک شخص کو مزدوری لگایا جامع مسجد کی تعمیر کے واسطے بعوض اجرت مقرری کے پھر دعوی کیا تسلیم اجرت کا تو اوسکا قول مقبول نہیں مصنف نے اپنے فتاوی میں کہا کہ یہ
تفصیل مفتی مرحوم کی نہایت خوبی میں ہے تو اسی پر عمل کرنا چاہئے اور اسی پر مصنف کے بیٹے نے حاشیہ اشباہ میں اعتماد کیا ہے قلت وسيجيء في العارية معزيا للأخي
لو آجر القيم ثم عزل فقبض الأجرة للمنصوب في الأصح میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کتاب العاریۃ میں نقل قول اخی زادہ کہ اگر متولی نے مکان وقف
اجارہ دیا پھر وہ متولی معزول ہوا تو اجرت لینا متولی منصوب کا حق ہے قول اصح میں اسواسطے کہ متولی سابق کا اجارہ دینا وقف کیواسطے تھا اپنی ذات کیواسطے نہ تھا وهل
يملك المعزول مصادقة المستأجر على التعمير قيل نعم قال المصنف والذي ترجح عندي لا اور کیا متولی معزول مالک ہے تصدیق مستاجر کا مرمت پر بعض
نے کہا ہاں مالک ہے مصنف نے کہا اور جو قول میرے نزدیک راجح ہے وہ عدم ملک مصادقت ہے یعنی اگر متولی معزول کہے کہ مین نے مستاجر کو مرمت کرنیکا اور صرف
کرنیکا اذن دیا تھا تو اوسمیں اختلاف ہے علما کا ليس للمتولي أخذ زيادة على ما قرر له الواقف أصلا جائز نہیں متولی کو زیادہ لینا اوس چیز سے جو
واسطے اوسکے واقف نے مقرر کر دیا مطلقا خواہ اجرت مثل کی ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی ويجب صرف جميع ما يحصل من نماء وعوائد شرعية وعرفية لمصالح
الوقف الشرعية اور واجب ہے جو کچھ منافع اور فوائد شرعی اور عرفی حاصل ہوں اون سب کا وقف کے مصارف شرعیہ میں صرف کرنا واجب ہے یہ اوس صورت میں ہے
کہ جب متولی کی اجرت نہ مقرر ہوئی ہو ورنہ العوائد قدیمہ معہودہ کا متولی کو لینا جائز ہے اسواسطے کہ معہود کالمشروط ہے کذا فی الطحطاوی ويجب على الحاكم أمر
المرتشي برد الرشوة على الراشي غب الدعوى الشرعية الكل من فتاوى المصنف قلت لكن سيجيء في الوصايا وتر أيضا أن للمتولي
أجر مثل عمله فتنبه اور واجب ہے حاکم پر رشوت لینے والے پر حکم کرنا رشوت پھیر دینے کا رشوت دینے والے کو بعد دعوی شرعی کے یہ سب مسائل مابقہ فتاوی مصنف سے

منقول ہیں میں کہتا ہوں لیکن کتاب الرسائل میں آویگا اور مذکور بھی ہو چکا ہے کہ متولی کو اپنے عمل کی اجرت مثل لینا جائز ہے تو آگاہ ہو جا کہ علمائے متاخرین نے کہا ہے پس شارح نے
استدراک کیا اوس قول کا کہ متولی کو وظیفہ وقف سے زیادہ لینا جائز نہیں اور حالانکہ بین القولین کچھ منافات نہیں اسواسطے کہ عدم جواز در صورت مقرر کر دینے
واقف کے ہے اور جواز اجرت مثل اوس صورت میں ہے جب کہ قاضی نے متولی کو مقرر کیا ہو چنانچہ بحرالرائق میں مفصلاً مذکور ہے لو وقف لفقراء قرابته لم یستحق مدعیہا
ولو ولیا لصغیر الا ببینة علی فقره وقرابته مع بیان جهتها فاذا قضی له استحقه من حین الوقف علیه فتاوی ابن نجیم اگر وقف کیا
اپنے قرابت والے محتاجوں پر تو قرابت کا مدعی مستحق وقف نہوگا اگرچہ مدعی صغیر کا ولی ہو بدون گواہی کے اپنی محتاجی اور قرابت پر جہت قرابت کے بیان کے ساتھ پھر
جب قاضی کا حکم ہوگا اوسکے استحقاق پر تو وہ مستحق ہوگا وقف کا وقف کرنیکے وقت سے کذا فی فتاوی ابن نجیم وفیها سئل عمن شرط السکنی لزوجته فلانة
بعد وفاته مادامت عزباء فماتت وتزوجت وطلقت هل ینقطع حقها بالتزوج اجاب نعم قلت وکذا الوقف علی امهات اولاده الا من تزوج
او علی بنی فلان الا من خرج من هذه البلدة فخرج بعضهم ثم عاد او علی بنی فلان ممن تعلم العلم فترک بعضهم ثم اشتغل به فلا شیء له الا
ان شرط انه لو عاد فله فلیحفظ خزانة المفتین اور فتاوی ابن نجیم میں ہے کہ سوال ہوا اوس شخص کا حکم جسنے سکونت مکان کی شرط کی اپنی زوجہ فلانی پر
بعد اپنی وفات کے جبتک کہ وہ مجرد بلا نکاح رہے پھر وہ مرگیا اور زوجہ نے دوسرے سے نکاح کیا اور مطلقہ ہوئی کیا منقطع ہو جائیگا اوسکا حق نکاح کرنیسے جواب دیا کہ ہاں
نکاح کرنیسے حق سکونت منقطع ہو جائیگا میں کہتا ہوں اور یہی حکم ہے اپنی امہات اولاد پر وقف کرنیکا اگر جو ام ولد کہ نکاح کرلے اوسکے واسطے حق سکونت نہیں یا وقف کیا
فلانی کی اولاد پر مگر اوسپر نہیں جو نکل گیا اوس شہر سے سو کوئی اونمیں سے شہر سے نکلا پھر پلٹ آیا یا وقف کیا فلانیکی اولاد پر جو اونمیں سے علم حاصل کرے سو اونمیں سے
کسی نے علم سیکھنا ترک کیا بعد اسکے پھر تحصیل علم میں مشغول ہوا تو اوسکو اسوقت مال وقف سے کچھ نہیں مگر یہہ کہ واقف نے یہہ شرط کی ہو کہ اگر شرط مخصوص کیطرف پھر عود کریگا
تو وہ مستحق ہوگا تو اس شرط سے البتہ حقدار ہوگا سو اسکو یاد رکہنا چاہیے کذا فی خزانة المفتین وفی الوهبانیة قضی بدخول ولد البنت بعد مضی سنین
فله غلة الآتی لا الماضی لو مستهلکة اور وہبانیہ میں ہے قاضی کا حکم ہوا ناتی کے داخل ہونیکا بعد گذرنے چند سال کے تو اوسکو آیندہ کا غلہ ملیگا نہ گذشتہ اگر
جملہ صرف ہو گیا ہو یعنے اگر غلہ موجود ہوگا تو ایام گذشتہ کا بھی ملیگا اور نہیں تو آیندہ ملیگا نہ گذشتہ وقف علی بنیه وله ولد واحد فله النصف والباقی
للفقراء ایک شخص نے وقف کیا اپنے بیٹوں پر اور اوسکا ایک ہی بیٹا ہے تو اوسکو نصف ملیگا اور باقی فقیروں کیواسطے ہے یعنی اسواسطے کہ لفظ بنین جمع ہے اور اقل
جمع متعارف اور وصیت میں دو ہیں لہذا بالمناصفہ ہو گیا کذا فی الحلبی وعلی ولده له الکل لانه مفرد مضاف فیعم اور وقف کیا اپنے ولد پر اور اوسکا ایک ہی
بیٹا ہے تو اوسکو کل ملیگا اسواسطے کہ لفظ ولد کا مفرد مضاف ہے تو عام ہوگا للمتولی الاقالة لو خیرا متولی کو اجارہ توڑنا جائز ہے اگر وقف کیواسطے بہتر ہو اقالہ جائز
اوسوقت جائز ہے جب کہ اوس نے خود اجارہ دیا ہو نہ دوسرے متولی نے کذا فی الصغیر فیه احد محمل جواز اقالہ اوسوقت تک ہے جبتک اجرت کو اوس نے نہ لیا ہو اور اگر اجرت
لی تو اقالہ جائز نہیں کذا فی الاشباہ آجر بعرض معین صح وخصصاه بالنقود متولی نے وقف کو اجارہ دیا معین اسباب کی عوض تو صحیح ہے اور صاحبین نے
اجارہ وقف کو نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے للمستاجر غرس الشجر بلا اذن الناظر اذا لم یضر بالارض ولیس له الحفر الا بالاذن ویأذن لو خیرا
دلالة لا للمستاجر وقف کو جائز ہے درخت کا لگانا بدون اذن متولی کے جب کہ درخت بونا زمین کو ضرر نکرتا ہو اور اوسکو حوض وغیرہ کہودنا جائز نہیں مگر اذن سے اور متولی
کہودنیکا اذن دے اگر وقف کے واسطے بہتر ہو والا اذن عرفا ولو بنی مستاجر او غرسه فله مالم ینوه للوقف والمتولی بناؤه وغرسه للوقف مالم
یشهد انه لنفسه قبله اور مستاجر جو عمارت بنا دے یا درخت بو دیوے وہ اوسیکا مملوک ہے جبتک اوس نے وقف کیواسطے اوسکی نیت نکی ہو اور متولی کا عمارت
بنانا اور درخت لگانا وقف ہی کا مملوک ہے جبتک کہ اوس نے قبل تعمیر اور درخت لگانے سے اسپر شاہد نکیا ہو کہ تعمیر وغیرہ اپنی ذات کیواسطے ہے ولو آجر لابنه لم یجز
خلافا لهما کعبده اتفاقا وهذا لو باشر بنفسه فلو القاضی صح وکذا الوصی بخلاف الوکیل اگر متولی نے وقف اجارہ دیا اپنے بیٹے کو تو جائز نہیں
امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے چنانچہ اپنے غلام کو اجارہ دینا باتفاق امام اور صاحبین جائز نہیں اور یہہ حکم مذکور اوسوقت ہے جب متولی نے بذات خود اجارہ
دیا سو اگر قاضی متولی کے بیٹے یا غلام کو اجارہ دیگا تو صحیح ہے اور یہی حکم ہے وصی کا کہ اوسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح ہے

بخلاف وکیل کے کہ اوسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح نہیں وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب
الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبہ او لا کذا فی البزازیہ ای لکونہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس ایک شخص نے وقف کیا اہل حدیث پر تو اسمین
شافعی مذہب داخل نہوگا جبکہ وہ علم حدیث نہ پڑھتا ہو اور حنفی مذہب اہل حدیث مین داخل ہوگا خواہ وہ علم حدیث کی طلب مین ہو یا نہو کذا فی البزازیہ یعنی اسوجہ سے کہ
حنفی مذہب حدیث مرسل پر عمل کرتا ہے اور حدیث واحد یعنی جو حدیث متواتر اور مشہور نہو اوسکو مقدم کرتا ہے قیاس پر بخلاف شافعی المذہب کے کہ وہ حدیث مرسل پر عمل نہین
کرتا اور قیاس کو احادیث احاد پر مقدم رکھتا ہے مترجم حدیث مرسل وہ ہے جسمین صحابی مذکور نہو تابعی یون کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا خلاصہ یہ کہ جب
حنفی کے نزدیک حدیث مرسل پر بھی عمل لازم ہوا اور بمقابلہ احادیث احاد قیاس متروک ہوا تو حنفی کو اہل حدیث کہنا الیق ہوا الحمد للہ اور یہ کہنا ظاہر ا محل اس مسئلہ کا وہ
ہے جب واقف کو تخصیص محدثین کی نیت نہو الا یہ کہ اہل استحقاق محدثین ہی ہون سکے نہ فقہا اسوجہ سے کہ واقف کی مراد معلوم ہوگئی اور در صورت عدم نیت واقف
گفتگو کا مقام ہے کو جانا دون مذہب والے اہل حدیث مین باین معنی کہ اونکا اصول ہے موافق رہنی شیر وطکے حدیث پر عمل کرنا واجب جانا ہے اور حنفی کا عمل کرنا مرسل پر اور
خبر واحد کو قیاس پر مقدم کرنا اوسکی تخصیص کا مقتضی نہین الشیء وجاز علی القبور او کاکفان لا علی الصوفیۃ والعمیان ہو الاصح اور وقف جائز ہے قبرون
اور کفنون پر نہ صوفیون اور اندھون پر یہی قول صحیح ہے مترجم کہتا ہے بحر الرائق مین ہے کہ وقف مین بشرطیکہ اوسکی قبر کے نزدیک قرآن پڑھا جائے باطل ہے لیکن فتویٰ
محمد کے قول پر ہے کہ قرأت عند القبر مکروہ نہین اور صوفیون پر وقف اسوقت جائز نہین جبکہ وہ طریقہ غیر پسندیدہ خلاف شرع پر ہون اسوجہ سے کہ ہر قسم
مین وقف کرنا اونپر قربت نہین اور اگر صوفیہ طریقہ حمیدہ پر ہون تو وقف صحیح ہے اور اسی پر محمول ہے جو اوپر وقف جو شمس الائمہ سے منقول ہے اور اندھون پر اسواسطے
وقف جائز نہین کہ اندھے غنی بھی ہوتے ہین اور محتاج بھی اور اسیطرح کانے اور لنگڑے بھی کذا فی الطحطاوی ولو شرط النظر للارشد فالارشد من اولادہ
فاستویا اشترکا بہ افتی العلامۃ ابو السعود معللا بان افعل التفضیل یشتمل الواحد والمتعدد وہو الظاہر اور اگر واقف نے اپنی اولاد مین سے
تولیت شرط کی ارشد فالارشد کیواسطے یعنی جو زیادہ تر ہوشیار ہو وہ پہلے متولی وقف رہیگا دو فرزند اوسکے برابر ٹھہرے ہوشیاری مین تو دونون
تولیت مین شریک ہون گے اسیکا فتویٰ دیا ہے ملا ابو السعود نے یون استدلال کرکے کہ افعل التفضیل کا صیغہ واحد اور متعدد کو شامل ہوتا ہے اور یہی قول ظاہر
ہے و فی التہذیب عن الاسعاف شرطہا لافضل اولادہ فاستویا فلا ستیہما ولو احدہما اورع والآخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن خیانتہ
انتہی جو حموی اور تنویر الفائق مین اسعاف سے منقول ہے کہ واقف نے تولیت شرط کی اپنی افضل اولاد کیواسطے اور اوسکی اولاد مین سے دو شخص برابر ٹھہرے تو تولیت زیادہ تر
عمر والے کو ملیگی اور اگر ایک فرزند زیادہ پرہیزگار ہو اور دوسرا زیادہ تر دانا ہو امور وقف کا تو دانا تر بہتر ہے بشرطیکہ اوسکی خیانت کا خوف نہو انتہی نقل النہر
عن الجوہرۃ مترجم یہ مسئلہ اگرچہ قول سابق پر تو اشتراک کی تولیت اوسوقت ہوگا جب دونون عمر مین برابر ہون اور نہر الفائق کے ایک نسخہ مین مترجم نے جو دیکھا تو
اولویت عالم کی روایت ظہیریہ کیطرف منسوب پائی نہ جوہرہ کیطرف واللہ اعلم وکذا لو شرطہ لارشدہم کما فی انفع الوسائل اور اسیطرح افضل کی شرط کی
ہے اگر واقف نے ارشد اولاد کیواسطے تولیت شرط کی کما فی انفع الوسائل یعنی جو اشتراط افضل مین کلام ہے وہی اشتراط ارشد مین ہے کذا فی الطحطاوی ولو ضم القاضی
للقیم ثقۃ ای ناظر حسبۃ ہل للاصیل ان یستقل بالتصرف لم ارہ وافتی الشیخ الاخ انہ ان ضمہ الیہ لخیانتہ لم یستقل والا فلہ ذلک
وہو حسن نہر اور اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرا شخص معتمد کو ملایا یعنی ناظر بلا اجرت کو تو متولی اصیل کو تصرف وقف مین کرنا بالاستقلال جائز ہے یا نہین
یہ مسئلہ صراحۃً نہین دیکھا اور میرے استاد بھائی یعنی صاحب بحر الرائق نے فتویٰ دیا کہ اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرا ناظر اوسکی خیانت کے سبب سے
ملایا تو اصیل مستقل نہوگا اور نہین تو اوسکو استقلال بالتصرف جائز ہے اور یہ فتویٰ خوب ہے کذا فی النہر مترجم نصب متولی اور ناظر اور وصی ہر قاضی کو جائز نہین
بلکہ یہ عہدہ قاضی القضاۃ کا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وفتاوی مؤید زادہ معزیا للخانیۃ وغیرہا لیس للمشرف التصرف بل الحفظ اور
فتاوی مؤید زادہ مین منقول ہے خانیہ وغیرہ سے کہ مشرف کو وقف مین تصرف کرنا جائز نہین بلکہ اوسکا عہدہ حفاظت کا ہے لیس للمتولی ان یستدین علی
الوقف للعمارۃ الا باذن القاضی متولی کو وقف کے اوپر ادھار کرنا عمارت کیواسطے جائز نہین مگر قاضی کے اذن سے ہو مات المتولی والجباۃ یدعون تسلیم

الغلة الیہ فی حیاتہ ولا بیّنۃ لھم صدقوا بیمینہ ولا نکارہم الضمان متولی ہو گیا اور تحصیلدار مدعی کرے یہ بیان کرے کہ متولی نے اراضی کا متولی کو تسلیم کیا اسکی
زندگی میں اور اونکا کوئی گواہ نہیں تو اونکی تصدیق ہوگی اونکی قسم کی ساتھ بسبب اونکو منکر ہونے ضمان کے لا یجوز ان یعزل عن الوقف اذا کان مشروطا له
لکن یجوز عن الموقوف علیہ المشروط کالمؤذن والامام والمعلم وان کانوا اصلحاء انتھی جوہرہ جائز نہیں وقف کرنیوالا جب کہ وقف مسجل بحکم
قاضی ہو گیا لیکن حسب حال وقف مشروط ہو چنانچہ مؤذن اور امام اور معلم کا تغیر کرنا جائز ہو اگرچہ وہ لائق تر ہوں انتھی نقل الشامی عن الجوہرۃ م طحطاوی نے کہا شامی
کی نقل میں خلل ہے صواب یہ ہو کہ جواز تغیر بشرط عدم صلاحیت ہو کذا فی الدر المنتقی عن مؤیدزادہ وکذا فی الخلاصۃ وفی جواہر الفتاوی شرطہ لنفسہ
مادام حیا ثم لولدہ فلان ما عاش ثم بعدہ للاصلح الارشد من اولادہ فالیہ ینصرف للابن لا للواقف لان الکنایۃ ینصرف لاقرب المکنیات
بمقتضی الوضع اور جواہر الفتاوی میں ہو کہ وقف نے شرط کی تولیت اپنی ذات کیواسطے جب تک وہ زندہ رہے پھر اپنے فلانے ولد کیواسطے جب تک وہ زندہ رہے پھر بعد اسکی
اور ہوشیار تر کیواسطے اوسکی اولاد میں سے تو ضمیر بعدہ اور اولادہ کی وقف کے ولد کیطرف پھریگی نہ وقف کیطرف اسواسطے کہ کنایہ منصرف ہوتا ہو نزدیک تر مکنی کیطرف
بمقتضاء وضع کے م کنایہ سے یہان مراد ہاء ضمیر ہے اور ضمیر کو کنایہ کہنا ہم اصطلاح کوفی ہو اور مکنی سے مراد ضمیر کا مرجع ہو کذا فی الطحطاوی وکذا لک مسائل
ثلث وقف علی زید وعمرو ونسلہ فالہاء لعمرو فقط اور اسیطرح مسائل ثلثہ میں اقرب کا اعتبار ہو پہلا مسئلہ یہ ہو کہ وقف کیا زید اور عمرو اور اوسکی
نسل پر تو ہاء ضمیر فقط عمرو کیطرف پھریگی یعنی اسواسطے کہ وہی اقرب ہو نہ زید کیطرف پھریگی کہ وہ بعید ہے کہ وقفت علی ولدی وولد ولدی الذکور فالذکور
راجع لولد الولد فی حکمہ دوسرا مسئلہ یہ ہو کہ وقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنے بیٹے اور بیٹے کے ولد ذکور کیطرف تو صفت ذکور کی پوتے کیطرف راجع ہوگی فقط
یعنی اسواسطے کہ ذکور اقرب ہی پوتے سے وعکسہ وقفت علی بنی زید وعمرو ولو دخل بنو عمرو لانہ اقرب الی زید فینصرف الیہ ھذا ھو الصحیح
اور بالعکس مسئلہ ثانیہ کے یہہ قول ہو کہ وقف کیا میں نے ابناء زید اور عمرو پر تو ابناء عمرو وقف میں داخل ہونگے اسواسطے کہ لفظ بنی کا زید سے قریب تر ہو تو اوسیکی طرف
منصرف ہوگا نہ عمرو کیطرف یہی قول صحیح ہو م یہہ راجع ہو اصل مسئلہ کیطرف اور قول غیر صحیح کمال الدین کا قول ہو کہ مسئلہ اولی میں ہاء ضمیر وقف کیطرف
نہ اوسکی ابن کیطرف کذا فی الطحطاوی وقد منا ان الوصف بعد متعاطفین للاخیر عندنا وفی الزیلعی من باب المحرمات وقولھم ینصرف الشرط
الیھما وھو الاصل قلنا ذلک فی الشرط المصرح بہ والاستثناء بمشیۃ اللہ تعالی واما فی الصفۃ المذکورۃ فی آخر الکلام فتنصرف الی ما
یلیہ نحو جاء زید وعمرو العالم الخ فلیحفظ اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ صفت بعد دو معطوفون کے اخیر معطوف کے واسطے ہوتی ہو ہمارے نزدیک اور زیلعی کے
باب المحرمات میں ہے اور فقہا کا یہہ قول کہ شرط دونو معطوفون کیطرف پھرتی ہو اور یہی اصل ہو ہم کہتے ہیں کہ دونو معطوفون کیطرف شرط کا پھرنا شرط مصرح
اور استثناء بمشیئت اللہ میں ہو اور صفت میں جو آخر کلام میں مذکور ہو تو یہہ اصل ہے کہ اپنی قریب کیطرف منصرف ہوگی چنانچہ جاء زید وعمرو العالم میں عالم
فقط عمرو کی صفت ہو انتھی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے م شرط مصرح کی یہہ مثال ہو کہ زینب طالق وہند ان دخلت الدار تو دخول دار دونو کی طلاق کی شرط ہے
نہ فقط ہند کی اور استثناء کی یہہ مثال ہے کہ زینب طالق وہند ان شاء اللہ وفی المنظومۃ المحبیۃ ع والوصف بعد جمل اذا اتی ٭ یرجع للجمیع فیما
ثبتا ٭ عن الامام الشافعی فیما ٭ ان کان ذا العطف بواو واما ٭ ان کان ذا عطفا بثم وقعا ٭ الی الاخیر باتفاق رجعا ٭ اور
منظومہ محبیہ میں ہو اور صفت بعد سب معطوفات کے جب آوے تو جمیع معطوفات کیطرف راجع ہو اوس روایت میں جو امام شافعی سے ثابت ہو اگر معطوف بحرف واو
ہو اور اگر یہہ عطف ثم سے واقع ہو تو باتفاق حنفی اور شافعی اخیر معطوف کیطرف راجع ہوگی ولو علی البنین وقفا مجملا ٭ فان فی ذاک البنات تدخل
اور اگر وقف بیٹوں پر مقرر ہوا تو اوسمیں بیٹیاں بھی داخل ہونگی م اور اخوۃ کے وقف میں اخوات داخل ہوں گے کذا فی الظہیریۃ وقاضیخان اور شاید
کہ وجہ اسکی تغلیب ذکور ہے اناث پر واللہ اعلم ع وولد الابن وکذاک البنت ٭ یدخل فی ذریۃ بلا ثبت ٭ اور پوتا اور اسیطرح نواسی ذریت کے
وقف میں داخل ہو م کذاک البنت اصل میں کذاک ولد البنت تھا مضاف محذوف ہوا اور مضاف الیہ اوسیطرح مجرور رہا کذا فی الحلبی ع
ولو وقفت الوقف علی الذریۃ ٭ من غیر ترتیب فبالسویۃ ٭ یقسم بین من علا والاسفل ٭ من غیر تفضیل لبعض کالکل ٭ اگر وقف کیا ذریت

بلا ترتیب تو بیا بر تقسیم ہوگی ذریت عالیہ اور سافلہ میں بدون زیادتی بعض کے بعض پر ہو ویں ہدایت کو نقل کیا ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ وقف کیا اپنی نسل اور ذریت
پر تو ترتیب بیدی بعینہ یسے میں داخل ہیں اور اولاد بنین اور بنات اسمین برابر ہیں آزاد اور مملوک اور مملوک کا حصہ ویسا ہی لیگا ویقتسمون الغلۃ فی کل سنۃ
ویقسم الباقی علی من تعیش منہ اور قسمت ٹوٹ جاتی ہر سال اور باقی منقسم ہو اور ہر جنکو وہ معین کیا ہو واقف نے یعنی اگر واقف کی ذریت میں کوئی اور لڑکا
لڑکا پیدا ہو جو سال گذشتہ میں مستحق نہ تھے یا ذریت موجودہ میں سے کوئی مرگیا تو سال گذشتہ کی قسمت بدل جائیگی اور اگر موقوف ذریت پر بعض و تعصر ہو تو باقی منقسم ہوگا
اور کل بدت ہو تو کل منقسم ہوگا کذا فی الملتقط ہیہ ولو قال علی اولادی ثم علی اولاد اولادہ لہ قد یتعالی + وقفاً فقال والیس نذ این حکل + اولاد
بنیہ علی ما ینتقل + اور اگر وقف کیا اپنی اولاد پر پھر اپنی اولاد کی اولاد پر تو علما نے کہا ہے کہ اسمین واقف کی اولاد بنت یعنی نانی اور نواسے داخل نہیں بجسب
روایۃ منقولہ کے ہم یہی ظاہر الروایۃ ہے اور درواقعات اور حنفیہ اور دو لوجیہ اور تجنیس اور مزید میں اسی پر فتوی ہے کذا فی الملتقط اوقف علی اولادی کذا
آثار مل + وانفق علی ولفظ آبائی اخیب ہ یشترک الاناث والذکور فیہ وذالک واضح مسطور + بنی اور دی کے لفظ میں اسی طرح آثار لی
اور اقرب اعد آبائی کے لفظ کو شارک ہیں اناث اور ذکور مشترک ہیں اور یہ قول واضح اور مسطور ہے یعنی اگر واقف نے کہا وقفت علی آبائی یعنی میں نے اپنے
پر وقف کیا تو اسمین اسکی ماں اور باپ دادا اور دادی نانا نانی داخل ہونگے اسواسطے کہ جمع مذکر اختلاط کے وقت مونث کو بھی شامل ہوتی ہے کذا فی الملتقط
من شرح الوہبانیہ ومما یکثر وقوعہ مالو وقف علی ذریتہ مرتباً وجعل من شرطہ ان من مات قبل استحقاقہ ولہ ولد قام مقامہ لو بقی حیا فہل
حظا بیہ لو کان حیاً ویشارک الطبقۃ الاولی اولا افتی السبکی بالمشارکۃ وخالفہ السیوطی وہذہ المخالفۃ واجبۃ کما افادہ ابن نجیم
فی الاشباہ من القاعدۃ التاسعۃ اور جو صورت وقف اولاد کی کثیر الوقوع ہو یعنی مصر میں وہ یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ذریت پر علی الترتیب یعنے
طبقۃ بعد طبقۃ وبطنا بعد بطن اور شرط وقف کی یہ مقرر کی کہ جو شخص اسکی اولاد میں سے قبل استحقاق کے مرجاوے ولد چھوڑ کر تو اسکا ولد اسکے قائم مقام
ہو اگر اوسکا باپ زندہ باقی رہتا تو کیا اس ولد کو اپنے باپ کا حصہ ملیگا اگر اوسکا باپ زندہ رہتا اور یہ ولد استحقاق میں طبقہ اولی کا شریک ہوگا یا نہیں علامہ
سبکی نے مشارکت کا فتوی دیا اور سیوطی نے اسکی مخالفت کی ہے اور یہ مخالفت واجب ہے چنانچہ اسکو بیان کیا ہے ابن نجیم نے اشباہ کے نوین قاعدہ میں ہم
اشباہ میں حاصل سوال اور اسکا جواب مختار یوں مذکور ہے کہ جب واقف نے اپنی اولاد اور پوتوں پر وقف کیا پھر اونکی بعد پر پوتوں پر پھر اپنی ذریت اور نسل پر
طبقۃ بعد طبقۃ وبطنا بعد بطن کہ طبقہ علیا طبقہ سفلی کا حاجب ہو اس شرط پر کہ جو مرجائے تو اوسکا حصہ اوسکے ولد کو ملے اور جو مرجائے قبل داخل ہونیکے استحقاق
میں اور مستحق ہونے اسکے منافع کے اور بیٹا اور پوتا یا پروتا چھوڑے تو بیٹا اپنے باپ کے حق کا مستحق ہوگا اگر اوسکا باپ زندہ رہتا اور یہ صورت کثیر الوقوع ہے
قاہرہ یعنی مصر میں لتقے علمائے نے کہا یہ جو شارح نے فتوی مشارکت کا سبکی کیطرف نسبت کیا سو غلط ہے بلکہ اشباہ میں عدم مشارکت کا فتوی سیوطی سے مروی
ہے اور یہ فتوی دو واقف کے پوتے کے دو فرزندوں میں مذکور ہے جو پوتا اپنے باپ کی زندگی میں مرگیا لکنہ ذکر بعد ورقتین ان بعضہم تعبیر بین الطبقات
بثم وبعضہم بالواو فبالواو یشارک بخلاف ثم قال احدنا ملخصہ شرح الوہبانیۃ فانہ نقل عن السبکی واقعتین اخریین تحتاج الیہما
ولم یزل العلماء متحیرین فی فہم شروط الواقفین الا من رحمہ اللہ لیکن صاحب اشباہ نے دو ورقوں کے بعد ذکر کیا ہے کہ بعضے وقف کرنیوالے
طبقات اولاد میں لفظ ثم تعبیر کرتے ہیں اور بعضے لفظ واو اور تو واو کی تعبیر سے طبقہ سافلہ طبقہ عالیہ کا شریک ہوگا بخلاف ثم کا کہ مشارک نہوگا سو مراجعت کر اشباہ
کیطرف غور کر کے شرح وہبانیہ کے ساتھ کہ اوس نے سبکی سے دو اور صورتیں نقل کی ہیں جنکی طرف حاجت پڑتی ہے اور ہمیشہ علما حیران رہے ہیں شروط واقفین
کے فہم میں مگر جسپر کہ خدا نے رحم کیا ہم علما نے کہا جسنے مراجعت کی اشباہ کیطرف سو یہ اسمیں پایا کہ واو کی تعبیر میں قسمت منقوض ہوگی اور ثم میں منقوض
نہوگی اور اسمیں مشارکت اور عدم مشارکت جو شارح نے نقل کی ذکر نہیں اور یہ بہی بالتحقیق معلوم ہوا کہ یہ جو صاحب اشباہ نے واو اور ثم کا فرق کیا ہے سو صحیح
یہ ہین المدر رفو ہرا نہین قسمت منقوض ہوگی انقراض بطن اعلی سے چنانچہ علامہ مقدسی نے لبسنہ کلام خصاف اور نکو واضح کردیا ہے اور جو توضیح اس مسئلہ
کی چاہے وہ اشباہ اور اسکی حواشی کیطرف رجوع کرے انتہی فصاد وقد افتیت فیمن وقف علی اولادہ الظہور دون الاناث فماتت مستحقۃ عن

اوالدين ابوهما من اولادِ الظهور بانه يستقل نصيبهما لهما الصدق كونهما من اولاد الظهور باعتبار ابيهما كما يُعلم من كلام الاسعاف وغيره اور اس
شخص کے حق مین جسنے وقف کیا ذکور کی اولاد پر نہ اناث کی اولاد پر سو ایک مستحق عورت ایسی دو ولد چھوڑ کر مر گئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سو ہے پس فتویٰ مین نے دیا کہ عورت
مستحقہ کا حصہ دو نو ولد کیطرف منتقل ہوگا اسواسطے کہ دو نو پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد مین سے ہین اپنے باپ کے اعتبار سے چنانچہ اسعاف وغیرہ سے معلوم
ہوتا ہے وفی الاسعاف والتاتارخانية لو وقف على عقبه يكون لولده وولد ولده ابدا ما تناسلوا من اولادِ الذكور دون الاناث الا ان يكون
ازواجهن من ولد ولده الذكور وكل من يرجع نسبه الى الواقف بالآباء فهو من عقبه وكل من كان ابوه من غير الذكور من ولد الواقف
فليس من عقبه انتهى اور اسعاف اور تاتارخانیہ مین ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے عقب یعنی پس ماندوں پر تو یہ وقف واقف کے ولد اور پوتے پر ہمیشہ رہیگا جبتک
اونکی نسل باقی رہیگی ذکور سے نہ اناث سے مگر اناث کی اولاد اوسوقت وقف مین داخل ہوگی جب کہ اناث کے ازواج واقف کے پوتون کی اولاد ہون جس شخص کا نسب واقف
کیطرف راجع ہو اسطرح آبا کے وہ واقف کا عقب ہے اور جس شخص کا باپ واقف کی اولاد ذکور سے نہو سو وہ شخص واقف کے عقب مین داخل نہین کلام الاسعاف ہم تمام ہوا
اخیر قول اول کی توضیح ہے خلاصہ یہ ہے کہ اولاد پسری پر عقب صادق آتا ہے نہ اولاد دختری پر ویجیٔ فی الوصایا انه لو اوصى لآله وجنسه دخل كل من
ينتسب اليه من قبل آبائه ولا يدخل اولاد البنات وانها لو اوصت الى اهل بيتها او لجنسها لا يدخل ولدها الا ان يكون ابوه من قومها
لان الولد انما ينتسب لابيه لا لامه قلت وبه علم جواب حادثة لو وقف على اولاد الظهور دون اولاد البطون فماتت مستحقة عن ولدين
ابوهما من اولاد الظهور هل ينتقل نصيبها لهما فاجبت نعم ينتقل نصيبها لهما لصدق كونهما من اولاد الظهور باعتبار الدهما الذكور اور آگے آویگا کتاب الوصایا مین
یہ کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی اپنی آل اور اپنی جنس کے واسطے تو داخل ہوگا اس وصیت مین جو شخص کہ منسوب ہوا اوسکی طرف اوسکے آبا اور اجداد کی جانب سے اور نہ داخل
ہوگی اولاد بنات کی اور اگر عورت نے وصیت کی اپنے اہلبیت اور اپنی جنس کیواسطے تو عورت کا ولد وصیت مین نہ داخل ہوگا مگر اوس صورت مین داخل ہوگا جب کہ باپ اوسکا
عورت موصیہ کی قوم سے ہو اسواسطے کہ لڑکا اپنے باپ کیطرف منسوب ہوتا ہے نہ اپنی ماں کی طرف مین کہتا ہون اس تقریر سے جواب اوس حادثہ کا معلوم ہوگیا کہ اگر وقف کیا
اولاد ذکور پر نہ اولاد بنات پر پھر اونمین سے ایک عورت مستحقہ دو ولد چھوڑ کر مر گئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے کیا عورت کا حصہ اوسکے دو نو لڑکون کیطرف
منتقل ہوگا سو مین نے جواب دیا کہ ہان عورت کا حصہ دو نو کی طرف انتقال کریگا اسواسطے کہ دو نو پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد مین باعتبار اپنے والد ذکور کے ہین
یہ مسئلہ بعینہا عنقریب مذکور ہو چکا فصل فيما يتعلق بوقف الاولاد من الدرر وغيرها یہ فصل ہے اون مسائل مین جو متعلق ہین اولاد کے وقف سے منقول ہین
درر وغیرہا سے یہان عبارت رد المحتار کی نسخون مین مختلف ہے نسخہ مکتوبہ عربیہ مین یون ہے فيما يتعلق بوقف الاولاد من ذكور وغيرها اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ مین من الدرر وغیرہا
لیکن مترجم نے نسخہ مطبوعہ مصریہ کا اتباع کیا کما لا يخفى وجهه وعبارة المواهب في الوقف على نفسه وولده ونسله وعقبه جعل ريعه لنفسه ايام حياته ثم
ولده جاز عند الثاني وبه يفتى يجعله لولده ولكن يختص بالصلبي اور عبارت مواہب کی یہ ہے کہ اپنی ذات اور اپنے ولد اور اپنی نسل اور اپنے عقب کے
وقف مین محصول وقف کا اپنی ذات کیواسطے ٹھہرایا اپنے ایام حیات مین پھر اسیطرح درجہ بدرجہ تو جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ واقف کا اپنے
ولد کے واسطے محصول وقف کا مقرر کرنا جائز ہے ولیکن فرزند صلبی کو مخصوص ہوگا یعنی پوتے پردادے کو نہ ملیگا ويعم الانثى ما لم يقيد بالذكر اور ولد کا لفظ عورت
کو بھی شامل ہے جبتک واقف نے ولد ذکر کی نہ قید لگائی ہو ولد عورت کو اسواسطے عام ہوا کہ ماخوذ ہے ولادت سے اور ولادت عورت مین بھی موجود ہے کذا فی الحلبی
عن الدرر ويستقل به الواحد فان انقرض الولد الصلبي فللفقراء دون ولد الولد الا ان لا يكون حين الوقف صلبي فيختص بولد الابن ولو
انثى دون من دونه من البطون ودون ولد البنت في الصحيح اور مستقل ہوگا ساتھ وقف کے واحد صلبی سو اگر واحد صلبی منتفی ہو یعنی مر گیا ہو تو وقف
فقرا کیواسطے ہوگا نہ واقف کے پوتے کیواسطے مگر اوسوقت جب کہ وقت وقف کے ولد صلبی نہو تو اب وقف ولد الابن کو مخصوص ہوگا اگرچہ ولد الابن عورت ہو نہ غیر
ولد الابن کو منجملہ بطون کے اور نہ واقف کے ناتی کو قول اصح مین یعنی اسواسطے کہ اولاد بنات کی اپنے آبا کیطرف منسوب ہوتی ہے نہ امہات کیطرف بخلاف ولد الابن کے
كذا في الدرر ولو قال ولدي وولد ولدي فقط اشتركا جميعا اور اگر واقف نے زیادہ کیا کہ مین نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے پوتے پر فقط تو ولد اور پوتے پر مخصوص ہوگا

ولو ذکر البطن الثالث یعم نسلہ اور اگر واقف نے بطن ثالث کو ذکر کیا تو اوسکی تمام نسل کو شامل ہوگا یعنی اگر یوں کہا کہ وقف ہے اوپر اولاد کی اولاد و اولاد اولاد
کذا فی الدرر یعنی میں نے وقف کیا اوپر بیٹے بیٹیاں اور پوتے پوتیاں اور اونکے پوتے پر تو غلہ اوسکی نسل کو ملیگا جب تک اونمین تناسل باقی رہیگا نہ فقط انہی پر اور اگر
جب واقف نے بطن ثالث کو ذکر کیا تو بسبب کثرت وسائط کے متفاوت فاحش پایا گیا تو صفت تجنیس کی مرتفع ہوگئی فقط معنی تناسل کا اعتبار باقی رہا اور سبکو
شامل ہوگا کیونکہ قریب و بعید سبمین موجود ہے بخلاف بطن ثانی کے اسواسطے کہ اوسمین ایک ہی واسطہ ہے کذا فی الظہیریہ ویستوی الابعد والاقرب الا ان
یذکر ما یدل علی الترتیب کالو قال ابتدأ بالاقرب یلفظ الجمع او علی ولدی وولد ولدی اور بطن ثانی کی زیادتی مین بعید اور اقرب برابر
ہونگے مگر یہ کہ واقف وہ چیز ذکر کرے جو ترتیب پر دلالت کرے جیسے ابعد اور اقرب برابر ہیں اگر یوں کہے بلفظ جمع کہ ابتدا کرو وقف میرا اولاد پر ہے یا یوں کہے کہ وقف
ہے میرے ولد پر اور میری اولاد کی اولاد پر ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ وہ فہم یہی ہے کہ الاقرب فالاقرب یا یوں کہے کہ میرے ولد پر پھر میرے پوتے پر یا کہو
بطنا بعد بطن تو اوس وقت اوسی ابتدا ہوگی جس سے واقف نے ابتدا کی ولو قال علی اولادی ولکن یقدم البطن الاعلی منہم صرف نصیب من یموت الی الاسفل ولو علی
امرأتہ واولادہ فماتت لم یختص ابنہا بنصیبہا اذا لوقف لیس کالمیراث نصیب من مات منہم الی ولدہ اور اگر واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنی اولاد
ولیکن اولاد کا نام ذکر کیا اور اعلیٰ پر وقف فقیرون کیو اسطے ٹھہرایا کذا فی الدرر یعنی جو اونمین سے ایک ولد مرگیا تو اوسکا حصہ فقیرون پر صرف ہوگا اور اگر وقف کیا
اپنی زوجہ پر اور اپنی اولاد پر پھر زوجہ مرگئی تو اوسکا بیٹا اوسکے حصے کے ساتھ مخصوص نہوگا جب کہ واقف نے اوس شخص کا حصہ جو اونمین سے مرگیا اوسکی ولد
کیو اسطے پھیر دینا شرط نکیا ہو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا ولو علی امرأتہ ثم علی اولادہ تو کلام مناسب ہوتا اور مراد یہ ہو کہ واقف نے زوجہ کے بعد مستحق
اپنی اولاد کے واسطے ٹھہرایا تو زوجہ کا ولد زوجہ کے حصہ کے ساتھ مخصوص نہوگا اور یہ کہا ولد الزوجہ سے وہ لڑکا مراد ہے جو واقف سے پیدا ہوا تھا اور جو لڑکا
زوجہ کا اور شوہر سے ہو اوسکو وقف مین کچھ دخل نہین کذا فی النہر ولو قال علی بنیہ او علی اخوتہ دخل الاناث حال الاختلاط و علی بناتہ لا یدخل
البنون اور اگر واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنے بیٹون یا اپنے بھائیون پر تو اوسمین اناث بھی داخل ہین بقول موجہ تو یعنی بیٹیان اور بہنین بھی وقف
مین داخل ہونگے یعنی اسواسطے کہ جمع ذکور عند الاختلاط اناث کو بھی شامل ہوتی ہے بخلاف جمع اناث کے کہ مرد داخل نہین ولو قال علی بنیہ ولہ بنات فقط او قال علی
بناتہ ولہ بنون فالغلۃ للمساکین ویکون وقفا منقطعا فان حدث ما ذکر عاد الیہ اور اگر وقف کیا اپنے بیٹون پر اور حالانکہ اوسکی فقط بیٹیان ہین
یا وقف کیا اپنی بیٹیون پر اور حالانکہ اوسکی فقط بیٹے ہین تو غلہ مساکین کے واسطے ہوا اور وقف منقطع ہوگا پھر اگر وہ پیدا ہو جسکو واقف نے ذکر کیا تھا تو وقف اوسکی
طرف عود کریگا یعنی پہلی صورت مین اگر واقف کا بیٹا پیدا ہوا اور دوسری صورت مین بیٹی پیدا ہوئی تو یہ وقف ذکر کی مستحق ہوگی ویدخل فی قسمۃ الغلۃ
من ولد لاقل من نصف حول من طلوع الغلۃ لا لاکثر الا اذا ولدت مبتوتۃ او ام ولد او المعتقۃ لاقل من سنتین لثبوت نسبہ بالاحمل
وطئہا فلم یحتمل فلا احتمال علوقہ بعد طلوع الغلۃ اور اولاد کے وقف مین غلہ کی قسمت مین وہ لڑکا داخل ہوگا جو چھ مہینے سے کمتر مدت مین پیدا ہوا ابتداء
نمو ہونے غلہ سے نہ وہ لڑکا جو زیادہ مدت مین پیدا ہو اگر وہ لڑکا داخل ہوگا جسکو واقف کی زوجہ بائنہ یا اوسکی آزاد ام ولد جنی کمتر دو سال سے بسبب ثابت النسب ہونے ولد کے بلا حمل
وطی اوسکے ساتھ اگر اوسکی وطی حلال ہو اسواسطے کہ ام ولد آزاد ہوگئی یا مستقلہ ہوگئی تو اکثر مدت کی ولادت مین داخل قسمت نہوگا بسبب احتمال علوق ولد کے بعد نمو ہونے
غلہ کے وتقسم بینہم بالسویۃ ان لم یرتب البطون وان قال للذکر کالانثیین فکما قال اور اولاد کے طبقات مین غلہ برابر منقسم ہوگا اگر واقف نے
بطون مین ترتیب مذکور نہین کی اور اگر واقف نے کہا کہ مرد کو دونا حصہ عورت کا تو بموجب اوسکے قول کے لیگا فلو وصیۃ فرض ذکر مع الاناث واعطی
مع الذکور ورجح سہمہ للورثۃ لعدم صحۃ الوصیۃ للمعدوم فلا بد من فرضہ لیعلم ما یرجع للورثۃ سو اگر وصیت ہو تو فرض کیا جاتا
موجود لڑکون کے ساتھ اور عورت فرض کیجا تو مرد ون کے ساتھ اور اوسکا حصہ معدوم کا اوسکے وارثون کیطرف راجع ہو بسبب صحیح نہونے وصیت کے معدوم کیواسطے
تو ضرور ہوا کہ اوسکی فرضیت سے معلوم ہو کہ کسقدر غلہ موصی کے وارثون کیطرف راجع ہوگا ❊ مسئلہ غامض ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی
اولاد پر للذکر مثل حظ الانثیین اور مرد اور عورت اونمین مختلط ہین تو بموجب اوسکی شرط کے غلہ منقسم ہوگا اور اگر وقف ذکر ہو ان مین فقط اناث ہون تو انہیں

غلہ برابر تقسیم ہوگا بلا فرق کئے مرد کے یا عورت کے اور اگر وصیت کی ذکور اور اناث کیواسطے للذکر مثل حظ الانثیین اور حالانکہ وہان فقط ذکر ہین یا فقط اناث ہین تو عورتون کے ساتھ مرد اور مرد کے ساتھ عورتین فرض ہونگی اور وصیت اونپر تقسیم ہوگی للذکر مثل حظ الانثیین اور سہم مقرر فرض وارثون کیطرف راجع ہوگا وجہ فرق کی یہہ ہیکہ وقف مین تمام مال وقف واقف کی ملک سے نکل جاتا ہے تو اگر اونکے ساتھ مرد یا عورت فرض ہو تو وہ حصہ کسی موقوف علیہم یا مساکین کو ملیگا بخلاف وصیت کے اسواسطے کہ جب ذکور اور اناث کیواسطے وصیت ہوئی تو فقط ذکور یا فقط اناث پر بہی وصیت صحیح ہوگی اسواسطے کہ معدوم کے لئے وصیت نہین تو یہان فرض کرنا ضرور ہوا معلوم ہوجاتا ہے کہ وارثون کی طرف کتنا راجع ہوگا کذا فی الظہیریہ اور حسن ہو اہب الرحمن وشرحہا ولو قال علی ولدی ونسلی ابدًا وکلما مات واحد منہم کان نصیبہ لنسلہ فالغلۃ لجمیع ولدہ ونسلہ بینہم ومیتہم بالسویۃ ونصیب المیت لولدہ ایضا بالارث عملا بالشرط اور اگر واقف نے کہا کہ وقف کیا مین نے اپنے ولد اور نسل پر ہمیشہ اور جو انمین مرجائے تو اوسکا حصہ اوسکی نسل کیواسطے تو غلہ اوسکی تمام اولاد اور نسل کے واسطے ہوگا زندہ اور مردہ کو برابر اور میت کا حصہ بھی اوسکا ولد پاویگا بالارث کے بنابر عمل کرنے شرط کے تو منیہ اسکی دوریں یون ہیکہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے ولد کے ولد پر جب تک اونمین تناسل رہے اور واقف نے بطنا بعد بطن نہ کہا اور حصہ میت کا اوسکے ولد کیواسطے شرط کیا تو غلہ اوسکی جمیع اولاد اور نسل کو برابر ملیگا اور اگر واقف کا کوئی بیٹا مریگا اور اپنا ولد چھوڑیگا تو میت کا حصہ اوسکا ولد پاویگا بالارث کے تو ولد میت دو سہم پاویگا ایک سہم جو واقف نے اوسکے واسطے مقرر کیا اور دوسرا سہم اپنے والد کا چنانچہ شارح نے دونو حصون کیطرف بلفظ ایضا اشارہ کردیا ولو قال وکل من مات عنہم عن غیر نسل کان نصیبہ لمن فوقہ ولم یکن فوقہ احد او سکت عنہ یکون راجعا لاصل الغلۃ لا للفقراء ما دام نسلہ باقیا اور اگر مسئلہ مذکورہ مین واقف نے کہا کہ جو ولد اونمین سے بلانسل مرجائے تو اوسکا حصہ طبقہ علیا کیواسطے ہے اور حالانکہ میت کے اوپر کوئی باقی نہین یا اس شرط سے واقف نے سکوت کیا تو میت کا حصہ اصل غلہ کیطرف راجع ہوگا یعنی غلہ کے مصرف مین صرف ہوگا فقیرون کو نہ ملیگا جبتک واقف کی نسل باقی رہیگی والنسل اسم للولد وولدہ ابدا ولو انثی اور نسل نام ہے ولد کا اور اوسکے ولد کی اولاد کا ہمیشہ بطنا بعد بطن اگرچہ ولد عورت ہو والعقب للولد وولدہ من الذکور ای دون الاناث الا ان یکون ازواجہن من ولدہ وولدہ الذکور اور عقب نام ہے ولد کا اور اوسکے ذکور اولاد کا یعنی عورتون کا نام عقب نہین مگر یہہ کہ عورتون کے شوہر اوسکے بیٹون کی اولاد ہون چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا وآلہ وجنسہ واہل بیتہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام وھو الذی ادرک الاسلام اسلم اولا اور مرد کی آل اور جنس اور اہل بیت جو شخص کہ اوسکا نسب اوسکے اقصی والد کیطرف اسلام مین اور اقصی والد فی الاسلام وہ ہے جسنے ابتدائے اسلام کو پایا خواہ اوسنے اسلام قبول کیا یا نکیا ہو اور ادراک اسلام کی قید اسواسطے لگائی کہ زمانہ جاہلیت لائق اعتبار کے نہین اہلبیت مین مسلم اور کافر مرد اور عورت محرم اور غیر محرم قریب اور بعید اور والد اور ولد داخل ہین لیکن والد اقصی اور اولاد بنات اور اخوات اور انکی سوا اور عورتونکی اولاد اہل بیت مین داخل نہین مگر جب کہ اونکے شوہر واقف کے بنی اعمام سے ہون کذا فی العالمگیریہ عن الظہیریہ وقرابتہ وارحامہ وانسابہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام من قبل ابویہ سوی ابویہ وولدہ لصلبہ فانہم لا یسمون قرابۃ اتفاقا وکذا من علا منہم او سفل عندہما خلافا لمحمد فعندہم منہا اور مرد کی قرابت اور ارحام اور انساب وہ لوگ ہین جو اوسکے ہم نسب ہون اوسکے اقصی والد تک اسلام مین اوسکے ماں باپ کیطرف سے اوسکے والدین اور ولد صلبی کے سوا کہ اونکو قرابت نہین کہتے بالاتفاق شیخین اور محمد کے اور اسیطرح جو والدین سے اوپر ہو چنانچہ اجداد اور جدات یا غیر ولد صلبی سے نیچے ہو چنانچہ پوتا پوتی نانی نانا تو اوسکو بھی قرابت نہین کہتے شیخین کے نزدیک بخلاف محمد کے کہ اونہون نے اونکو بھی قرابت مین شمار کیا ہے وحشم الانسان کی عیال اور حشم وہ لوگ ہین جو اوسکی منفقہ ہین خواہ اوسکے گھر مین ہون یا نہون کذا فی العالمگیریہ وان قیدہا بفقرائہم یعتبر الفقر وقت وجود الغلۃ اور اگر واقف نے وقف کو اہل قرابت کے فقیرون کے ساتھ مقید کیا تو محتاجی وجود غلہ کی وقت معتبر ہوگی یعنی مستحق غلہ وہ ہوگا جو اوس دن محتاج ہو جب غلہ پایا گیا یہہ قول ہے ہلال رحمۃ اللہ علیہ کا وھو المحتاج لاخذ الزکوۃ اور فقیر سے مراد وہ ہے جو زکوۃ لینے کا محتاج ہو یعنی وہ ہے جسکو زکوۃ لینا درست ہو وہ فقیر ہے باب وقف مین عامیخان مین ہے کہ جسکے پاس حاجت سے زیادہ اسباب یا کپڑے ہو اتنے مون جنکی قیمت دو سو درم کو پہنچی ہو اوسکو زکوۃ وقف لینا حلال نہین کذا فی العالمگیریہ فلو تاخر صرفہا سنین لعارض فافتقر الغنی واستغنی الفقیر یشارک المعتبر وقت القسمۃ

الفقیر وقت وجود الغلة لان الصلات انما تملك حقيقة بالقبض ولهٰذا لو استغنى او مات لا يبطل استحقاقه اگر وقف کے مصرف میں کوئی فقیر
ہوگیا چند سال کے بعد جب سے سو غنی محتاج ہوگیا اور محتاج غنی ہوگیا تو مشارک ہوگا وہ غنی جو فقیر ہوگیا تقسیم کے وقت اور جو فقیر ہوگیا وقت وجود غلہ کے اسواسطے کہ صلات تو
ملک نہیں ہوتی مگر قبض سے اور اسی واسطے اگر وہ مالدار ہوگیا اور موت کا مبطل اس حق کا نہیں ہے گا وہ مستحق ہو چکا ہم غنی کا فقیر ہونا اس طرح ہے کہ گواہوں کی گواہی دی کہ وہ
محتاج ہوگیا قبل پیدا ہونے غلہ کے ورنہ فقیر مستغنی ہو بعد آنے غلہ کے اور ہنوز حصہ لینے سے پہلے اور غلہ کے وقت وہ فقیر ہی تھا کذا فی العالمگیریہ اور بیان سوال وارد ہوا
تھا کہ بوقت تو فقیروں کا حق ہو تو چاہیے کہ اس غنی کو نہ ملے شارح نے جواب دیا کہ وقت مذکور فقیروں کا حق نہیں ہوگیا اس واسطے کہ صلہ ملک نہیں ہوتا مگر قبضہ سے واما من
ولد له بعد لدون نصف حول بعد مجيء الغلة فلا حظ له لعدم احتياجه فكان بمنزلة الغني وقيل يستحق لان الفقير من لا شيء له والحمل
لا شيء له اور وقف مذکور میں جو اہل قرابت میں اس کا بیٹا ہو کمتر چھ مہینہ کے مدت میں غلہ آنے کے بعد تو اس کا حصہ نہیں بسبب اس کی عدم احتیاج کے تو وہ بمنزلہ غنی کے ہوگا
تو غلات مستقبلہ کا مستحق ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مستحق ہوگا اس واسطے کہ فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہو اور حمل کسی چیز کا مالک نہیں ہم یہ ایک قول ہے فقیر
کی تعریف میں اور قول معتمد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو بقدر نصاب کے مالک نہو ولو قيل يقسم على الاحوج او بالاقرب فالاقرب او فالاحوج او لمن جاوره منهم
اي من سكن مصر تقيد الاستحقاق به عملا بشرطه اور اگر وقف نے اہل قرابت کو ساکنین کے ساتھ مقید کیا یا الاقرب فالاقرب یا احوج فالاحوج کی قید لگائی
یا جو شخص اوسکا مجاور رہے یا جو مصر میں مثلا سکونت رکھے تو استحقاق وقف کا قید مذکور کے ساتھ مقید ہوگا بنظر عمل کرنے اوسکی شرط کے ہم اہل صلاح وہ ہے
جو مستور مستقيم الطريقة سليم الناحية كامن الاذى قليل الشر ليس بمبتدع نہ صاحب غیبت ہو نہ بدزبان محصنات پہ معروف بالکذب اور اہل عفاف اور اہل خیر
اہل الفضل اور اہل صلاح برابر ہیں کذا فی العالمگیریہ عن الحاوی وتمامه في الاسعاف ومن احتاج به حوادث زمانه الى التحقيق من مسائل الاوقاف
فعليه بالكتاب المخصوص بمسائل الاوقاف الملخص من كتاب هلال والخصاف كذا في البرهان في شرح مواهب الرحمن للشيخ ابراهيم بن
موسى بن ابي بكر الطرابلسي الحنفي نزيل القاهرة بعد دمشق المتوفى في اوائل القرن العاشر سنة اثنين وعشرين وتسعمائة
وهو ايضا صاحب الاسعاف اور پورا بیان مسائل مذکورہ کا اسعاف میں ہے اور جس مفتی اور عالم کو مسائل خفیہ اوقاف کی بابت حوادث زمانہ محتاج کریں تو اوسپر
مطالعہ اس کتاب کا لازم ہے جو احکام اوقاف کے ساتھ مخصوص ہے اور کتاب ہلال اور کتاب خصاف کا خلاصہ ہے ایسا ہی مذکور ہے برہان شرح مواہب الرحمن میں جو تصنیف ہے
ابراہیم بن موسی بن ابی بکر طرابلسی حنفی کی جو اقامت پذیر تھے مصر کے بعد دمشق کے جنکی وفات ہوئی قرن عاشر کی ابتدا میں نو سو بائیس ہجری میں اور وہی اسعاف
کے بھی مصنف ہیں ہم یہاں تک فروع اوقاف مذکور ہو چکیں اب آگے مسائل اختلاف شہادت وغیرہ مذکور ہوتے ہیں واللہ اعلم شارح رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل آئندہ
کو بمحل یہاں مذکور کیا اور بتکلف کسی مناسبت کو ثابت کرنا خالی دقت سے نہیں بہرحال ترجمہ ہمارا ترتیب مسائل مذکورہ میں تابع ہے شارح کا قوله الاشباه
اختلاف الشاهدين مانع لا في احد وار بعين یہ قول ہے اشباہ کا کہ اختلاف دو گواہوں کا مانع ہے قبول شہادت کا مگر اکتالیس مسئلوں میں مانع نہیں ہم
یعنی سبب قعدہ شہادت کا شرط ہے اوس میں اختلاف مانع ہے اس واسطے کہ ہر شاہد دوسرے کا مکذب ہے اور مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے تو ضرور ہے کہ تطابق کلام شاہدین میں لفظا
اور معنی ضرور ہے بطرح پر کہ دونوں کا لفظ معنی واحد پر بالوضع بطریق دلالت مطابقی کے دلالت کرے نہ بطریق تضمن کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تشا
اعتبار ہے جیسے دو شاہدوں نے اتفاق کیا تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام کے نزدیک گواہی مردود ہے اس واسطے کہ قول
بطریق تضمن دلالت کرتا امام کے نزدیک معتبر نہیں لیکن صاحبین کی نزدیک ہزار پر گواہی مقبول ہے جب کہ اکثر کا مدعی دعوی کرتا ہو اس واسطے کہ ہزار پر دونوں نے اتفاق
کیا ہے اور اگر مدعی نے اقل کا دعوی کیا تو صاحبین کے نزدیک گواہی مردود ہے اس واسطے کہ مدعی اکثر کے شاہد کا مکذب ہے اور صحیح صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی
عن ابی السعود شارح کو مناسب تھا کہ بجائے الا فی احدی وار بعین کے الا فی اثنین وار بعین کہتا تا تفصیل آئندہ کے مطابق ہوتا اس واسطے کہ بیالیس صورتیں مستثنی ذکر
ہیں وقال في زواهر الجواهر حاشيتها للشيخ صالح ابن المصنف قد ذكر في الشرح اثنتا عشرة مسئلة لا يضر فيها اختلاف الشاهدين وانا اذكرها
سردا فاقول الاولى شهد احدهما انه حلف بالله تعالى ... شیخ صالح بن مصنف تنویر الابصار نے زواہر الجواہر حاشیہ

واشفاہریق کہا البتہ مصنف شباہنے اوس شرح میں جسپر حوالہ کیا ہے یعنی بحرالرائق میں چند مسائل کو ذکر کیا ہے جسمین اختلاف شاہدین مضر نہیں اور مین اون مسائل
کو شمار کرکے بلا دلیل ذکر کرتا ہون سو کہتا ہون پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شاہد نے گواہی دی کہ مدعا علیہ پر ہزار درم ہین اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار
درم کا اقرار کیا تو گواہی مقبول ہے الثانیة ادعی کر حنطة جیدة فشہد احدہما بالجودة والاخر بالردیة تقبل بالردیة ویقضی بالاقل ۲ دعوی کیا
مدعی نے بقدر کر کے کہرے گیہون کا تو ایک نے کہرے ہونیکی گواہی دی اور دوسرے گواہ نے ناقص گیہون ہونیکی گواہی دی تو ناقص کی گواہی مقبول ہوگی اور اقل کا حکم
ہوگا م کر بضم اول وتشدید ثانی پیمانہ کا نام ہے الثالثة ادعی مأة دینار فقال احدہما نیسابوریة والاخر بخاریة والمدعی یدعی نیسابوریة تقضی بالبخاریة ۳ دعوی
کیا سو دینار کا تو ایک گواہ نے کہا کہ نیشاپوری دینار تھے اور دوسرے نے کہا بخاری دینار تھے اور مدعی نیشاپوری کا دعوی کرتا ہے اور وہی کہرے ہین تو دینار بخاری کا حکم
ہوگا بالاتفاق الرابعة لو اختلفا فی الہبة والعطیة ۴ اگر دونو اختلاف کرین ہبہ اور عطیہ مین الخامس لو اختلفا فی لفظ النکاح والتزویج ۵ اگر اختلاف
کرین نکاح اور تزویج کے لفظ مین م بحرالرائق مین کہا کہ تطابق لفظی مین یہ شرط نہیں کہ وہی بعینہ لفظ مذکور ہو بلکہ بالعینہ یا اوسکے مرادف تو ہبہ اور عطیہ کا اختلاف
یا نکاح اور تزویج کا اختلاف مانع قبول کا نہیں انتہی حموی نے کہا تو اب استثنا کی حاجت نہین کیونکہ واقع مین یہان اختلاف ہی نہین السادسة شہد احدہما
انہ جعلہا صدقة موقوفة ابدا علی ان لزید ثلث غلتہا ویشہد الاخر ان لزید نصفہا تقبل علی الثلث ۶ ایک نے گواہی دی کہ وقف نے
زمین کو صدقہ موقوفہ دائمی کیا ہے اس شرط پر کہ زید کو اوسکا تہائی غلہ ملا اور دوسرا گواہی دیتا ہے کہ زید کو اوسکا نصف غلہ ملے تو گواہی تہائی پر مقبول ہوگی
اور بھی اگر ایک کل کی گواہی دے اور دوسرا نصف کی تو نصف متفق علیہ پر حکم ہوگا بشرطیکہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو السابعة انہ باع بیع الوفاء فشہد
احدہما بہ والاخر ان المشتری اقر بذلک تقبل ۷ مدعی نے دعوی کیا کہ اوس نے بیع الوفا کی بیع کی تو ایک گواہ نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے
کہا کہ مشتری نے بیع الوفا کا اقرار کیا تو مقبول ہے ش بیع الوفا یا بیع کی کچھ خصوصیت نہین بلکہ ہر قول کا یہی حکم ہے بخلاف فعل کے اور نکاح فعل مین داخل ہے
کذا فی الحلبی عن البحر الثامنة شہد احدہما انہا جاریتہ والاخر انہا کانت لہ تقبل ۸ ایک نے گواہی دی کہ وہ اسکی لونڈی ہے اور دوسرے نے کہا پہلے اسکی لونڈی تھی تو قبول
التاسعة ادعی الفا مطلقا فشہد احدہما علی اقرارہ بالف قرض والاخر بالف ودیعة تقبل ۹ دعوی کیا مطلق ہزار کا بلا قید قرض یا ودیعت کے
سو ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر قرض کی اور دوسرے نے ہزار امانت کی تو مقبول ہے العاشرة ادعی الابراء فشہد احدہما بہ والاخر انہ وہبہ
او تصدق علیہ او حللہ جاز ۱۰ دعوی کیا ابراء دین کا تو ایک نے اسکی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دائن نے مدیون کو دین ہبہ کر دیا یا
خیرات کیا یا اوسکو چھوڑ دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ ہبہ کرنا اور تصدق کرنا اور تحلیل دین ابراء مین داخل ہے الحادیة عشرة ادعی الہبة فشہد احدہما
بالبراءة والاخر بالہبة او التحلیل جاز ۱۱ دعوی کیا ہبہ کا یعنی دائن نے اوسکو دین ہبہ کر دیا سو ایک نے برات کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تحلیل کی
تو جائز ہے الثانیة عشرة ادعی الکفیل الہبة فشہد احدہما بہا والاخر بالابراء جاز وثبت الابراء ۱۲ دعوی کیا ضامن نے ہبہ کا یعنی مدیون اصیل
کو دائن نے دین ہبہ کر دیا تو ایک نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ابراء کی تو جائز ہے اور ابراء ثابت ہوگا اور ضامنی باطل ہو جائیگی الثالثة عشرة شہد احدہما علی اقرارہ انہ غصب منہ ہذا العبد والاخر علی اقرارہ
بانہ اودع منہ ہذا العبد تقبل ۱۳ ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر کہ اوس نے مدعی سے غلام لیا ہے اور دوسرے نے اوسکے اس اقرار پر کہ اوس نے مدعی کا
غلام بطور ودیعت کے رکھا تو گواہی مقبول ہوگی م صورت اسکی یہ ہے ایک مرد نے غلام کا دعوی کیا جو دوسرے مرد کے پاس ہے سو مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے شہادت
مذکورہ ثابت کی تو مدعی غلام کو پاویگا اور یہ مسئلہ آیندہ کے برعکس ہے الرابعة عشرة شہد احدہما انہ غصبہ منہ والاخر ان فلانا اودعہ منہ ہذا العبد یقضی
للمدعی ۱۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے مدعی سے غلام کو غصب کیا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ فلانے نے اوسکا غلام بطور ودیعت کے رکھا ہے تو مدعی کیواسطے حکم ہوگا
الخامسة عشرة شہد احدہما انہا ولدت منہ والاخر انہا حبلت منہ تقبل ۱۵ ایک نے گواہی دی کہ عورت اوسکا لڑکا جنی اور دوسرے نے یہ کہ وہ
اوس سے حاملہ ہوئی تو مقبول ہوگی م صورت اوسکی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کی طلاق اوسکی ولادت پر معلق کی پھر گواہوں نے شہادت مذکورہ دی تو طلاق واقع ہوگی
اسواسطے کہ حمل کو غالبا ولادت لازم ہے تو گویا اوس نے ولادت کی گواہی دی السادسة عشرة شہد احدہما انہ اقر ان الدار لہ والاخر انہ سکن فیہا تقبل ۱۶

ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ گھر مدعی کا ہے اور دوسرے نے یہ کہ مدعی اوسمین ساکن تہا تو مقبول ہوگی ھ ہر چند سکونت اجارہ و عاریۃ بھی ہوتی ہے لیکن ملک اسمین اصل ہے لہذا گواہی مقبول ہوگی علی المقدس کہ دوسرے کی شہادت سے ملک کی تائید ہوگئی السابعۃ عشرۃ شھد احدھما انھا ولدت منہ ذکرا وقال الاخر انثی تقبل ۱۷ ایک نے گواہی دی کہ زوجہ نے لڑکا جنی اور دوسرے نے کہا کہ اوسکی لڑکی جنی تو مقبول ہے ھ صورت اوسکی یہ ہے کہ طلاق اوسکی معلق ولادت پر معلق ہو ہم تھی الثامنۃ عشرۃ انکر اذن عبدہ فشھد احدھما علی اذنہ فی الثیاب والاخر فی الطعام تقبل ۱۸ مولی نے انکار کیا اپنے غلام کو تجارت کے اذن دینے کا تو ایک نے گواہی دی کپڑون کی تجارت کا اذن کی اور دوسرے نے طعام کی تجارت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اسواسطے کہ ایک قسم میں اذن دینا تجارت کے تمام کو شامل ہوتا ہے کذا فی باب الاذون التاسعۃ عشرۃ اختلف شاھدا الاقرار بالمال فی کونہ اقر بالعربیۃ او بالفارسیۃ تقبل بخلافہ فی الطلاق ۱۹ اختلاف کیا اقرار مال کے دونوں شاہدون نے کہ اوس نے عربی زبان میں اقرار کیا یا فارسی میں تو مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے کہ اوسمین مقبول نہوگی یعنی اسواسطے کہ اقرار میں اتفاق معنوی کافی ہے بخلاف طلاق کے العشرون شھد احدھما انہ قال لعبدہ انت حر والاخر انہ قال آزادی تقبل ۲۰ ایک نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام سے عربی میں کہا کہ انت حر یعنی تو آزاد ہے اور دوسرے نے کہا فارسی میں آزادی یعنی تو آزاد ہے تو مقبول ہے الحادیۃ والعشرون قال لامرأتہ ان کلمت فلانا فانت طالق فشھد احدھما انھا کلمتہ غدوۃ والاخر عشیۃ طلقت ۲۱ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو نے فلانے سے بات کرے گی تو تو طالق ہے تو ایک نے گواہی دی کہ اوس نے اوس سے اول روز بات کی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوس سے آخر روز بات کی تو وہ مطلقہ ہوگی الثانیۃ والعشرون ان طلقتک فعبدی حر فقال احدھما طلقھا الیوم والاخر انہ طلقھا امس یقع الطلاق والعتاق ۲۲ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجھکو طلاق دون تو میرا غلام آزاد ہے تو ایک نے گواہی دی کہ اوس نے آج کے دن اوسکو طلاق دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکو کل طلاق دی تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ھ اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں مقصود ملحوظ ہے یعنی حصول شرط قطع نظر زمان سے الثالثۃ والعشرون شھد احدھما انہ طلقھا ثلثا البتۃ والاخر انہ طلقھا ثنتین البتۃ یقضی بطلقتین ویملک الرجعۃ ۲۳ ایک نے گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو تین طلاق البتہ دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دو طلاق البتہ دی تو دو طلاق کا حکم ہوگا اور زوج رجعت کا مالک ہوگا ھ اگر لفظ البتہ کا عبارت سے متعلق ہو نہ طلاق سے تو رجعت بلا تکلف ثابت ہے اور اگر طلاق سے متعلق ہو تو ملک رجعت سے مراد یہ ہے کہ اعادہ نکاح کا مالک ہے بعقد جدید اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد اعادہ عقد جائز ہے الرابعۃ والعشرون شھد احدھما انہ اعتق بالعربیۃ والاخر بالفارسیۃ تقبل ۲۴ ایک نے گواہی دی کہ مولی نے عربی زبان میں غلام کو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا فارسی میں تو مقبول ہے ھ یعنی شاہد نے عربی فارسی میں گواہی دی اور شاہد نے یہ نہیں کہا کہ مولی نے حر یا آزاد کہا تو یہ مسئلہ بیسوین مسئلہ کے ساتھ مکرر نہوا کہ اوسمین قول مولی کا عربی فارسی میں مذکور ہے الخامسۃ والعشرون اختلفا فی مقدار المھر یقضی بالاقل ۲۵ شاہدون نے اختلاف کیا مقدار مہر میں تو اقل مہر پر حکم ہوگا ھ مطلب یہ ہے کہ جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ شاہدون نے بیع اور اجارہ اور طلاق اور عتاق کی گواہی دی عوض مال کے اور مختلف ہوئے مقدار مال میں تو گواہی مقبول نہیں مگر نکاح میں مقبول ہے اور مہر میں مہر مثل کیطرف رجوع ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ نکاح میں بھی مقبول نہیں انتہی تو اقل پر حکم کرنا اسکو منافی ہے السادسۃ والعشرون شھد احدھما انہ وکلہ بخصومۃ مع فلان فی دار سماہ وشھد الاخر انہ وکلہ بخصومتہ فیہ وفی شیء اخر تقبل فی دار اجتمعا علیہ ۲۶ گواہی دی ایک نے کہ فلانے نے فلانے کو فلانے کے ساتھ خصومت کرنیکا وکیل کیا ہے اوس گھر میں جسکا وکیل نے نام لیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوس نے اوسکو خصومت کا وکیل کیا ہے اوسی گھر کی خصومت میں اور دوسری چیز کی خصومت میں بھی تو گواہی مقبول ہوگی اوس گھر کی وکالت میں جسپر دونو شاہد متفق ہیں السابعۃ والعشرون شھد احدھما انہ وقفہ فی صحتہ والاخر بانہ وقفہ فی مرضہ قبلت ۲۷ ایک نے گواہی دی کہ واقف نے اسکو وقف کیا اپنی صحت میں اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اوسکو اپنے مرض میں وقف کیا تو دونو مقبول ہیں ھ مولف نے کہا لیکن اسکی تصریح ہوئی کہ وقف کل میں ہوگا یا ثلث میں اگر اوسکا اوتہا ہی ہے اور ظاہر ثلث ہی ہے معلوم ہوتا ہے مگر اسکو بنقل ثابت کرنا چاہئے الثامنۃ والعشرون لو شھد شاھد انہ اوصی الیہ یوم الخمیس والاخر یوم الجمعۃ جازت ۲۸ اگر ایک شاہد نے گواہی دی کہ زید نے خالد کو

مثلاً دعویٰ کیا پنجشنبہ کے دن اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو جائز ہے التاسعۃ والعشرون ادعٰی مالا فشهد احدهما ان المحتال علیہ احال غریمه بهذا
وشهد الاخر انه کفل عن غریمه بهذا المال تقبل ۲۹ مدعی نے دعویٰ کیا مال کا سو ایک گواہ نے گواہی دی کہ محتال علیہ پر اوسکے دائن نے یہ مال اوتارا اور دوسرے
نے گواہی دی کہ مدعی علیہ مدعی کے مدیون کا ضامن ہوا ہے اسطرح اس مال کے تو گواہی مقبول ہے ف غریم بمعنی دائن اور مدیون دونو کے بولا جاتا ہے سو یہاں
غریم اول بمعنے دائن ہے اور غریم ثانی بمعنی مدیون ہے اور محتال علیہ وہ ہے جس پر کوئی مال حوالہ کر کے یعنی اوتارا ہو اور وہ قبول کرلے صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ زید نے
خالد پر مال کا دعویٰ کیا سو خالد نے انکار کیا زید نے دو شاہد گذرانے ایک شاہد نے یہہ گواہی دی کہ خالد محتال علیہ ہے یعنی خالد کے دائن نے زید کا حوالہ خالد پر کیا ہے
سو اوسکا دین خالد پر ہے وہ زید کو دلایا اور دوسرے نے گواہی دی کہ خالد ضامن ہوا ہے مدیون زید کا خلاصہ یہہ ہے کہ مال خالد پر بہر صورت ہے لیکن ایک شاہد نے
کہا کہ اوسپر مال بطریق احالہ ہے اور دوسرے نے کہا بطریق ضمانت ہوا اور یہہ صورت شیخ صالح کے کلام میں آگے آویگی مگر اوس نے کہا ہے کہ حکم ضمانت پر ہوگا کیونکہ
کہ وہ اقل ہے کذا فی اللطحاوی الثلثون شهد احدهما انه باعه کذا الشهر وشهد الاخر بالبیع ولم یذکر الاجل تقبل ۳۰ ایک نے گواہی دی کہ اوسنے
اسکو بیچا ایک مہینہ کی مدت پر اور دوسرے نے بیع کی گواہی بلا ذکر مدت دی تو مقبول ہے الحادیۃ والثلثون شهد احدهما انه باعه بشرط الخیار
ثلثة ایام ولم یذکر الاخر الخیار تقبل فیهما ۳۱ ایک نے گواہی دی کہ اوس نے بیع کی بشرط خیار تین دن کے اور دوسرے نے خیار کو نہ ذکر کیا تو دونو
مین مقبول ہے الثانیۃ والثلثون شهد واحد انه وکله بالخصومة فی هذه الدار عند قاضی الکوفة والاخر عند قاضی البصرة جازت شهادتهما ۳۲ ایک نے گواہی
دی کہ مدعی کو اس گھر کی خصومت مین وکیل کیا قاضی کوفہ کے سامنے اور دوسرے نے کہا کہ قاضی بصرہ کے سامنے تو دونو کی گواہی جائز ہے الثالثة والثلثون
شهد انه وکله بالقبض والاخر انه جراه تقبل ۳۳ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسکو مسلط کیا تو
مقبول ہے ف قوله جراه من التجریة بمعنی التسلیط کذا فی الحلبی الرابعة والثلثون شهد احدهما انه وکله بقبضه والاخر انه سلطه علی قبضه تقبل
۳۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسکو قبض کرنے پر مسلط کیا ف یہہ صورت اور صورت سابقہ یکسان ہے فقط لفظ
کا فرق ہے الخامسة والثلثون شهد احدهما انه وکله بقبضه والاخر انه اوصی له بقبضه بعد موته تقبل ۳۵ ایک نے گواہی دی کہ
اوسکو اوس نے اوسکے قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسنے اوسکو اپنی زندگی مین اوسکے قبض کرنیکی وصیت کی تو مقبول ہے ف موصی الیہ بالقبض
بمنزلہ وکیل کے ہے حقیقۃ وکیل نہین اسواسطے کہ وکالت موت سے باطل ہوجاتی ہے السادسة والثلثون شهد احدهما انه وکله بطلب دینه والاخر
بتقاضیه تقبل ۳۶ ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو وکیل کیا اپنے دین کے طلب کرنے مین اور دوسرے نے کہا کہ دین کے تقاضا کرنیکے واسطے وکیل کیا تو مقبول ہے السابعة
والثلثون شهد احدهما انه وکله بقبضه والاخر بطلبه تقبل ۳۷ ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو وکیل کیا اوسکی قبض کرنیکے واسطے اور دوسرے نے
کہا اوسکو طلب کرنیکے واسطے تو مقبول ہے الثامنة والثلثون شهد احدهما انه وکله بقبضه والاخر انه امره باخذه او ارسله لیاخذه تقبل
ایک نے گواہی دی کہ اوس نے اوسکو اوسکی قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوس نے اوسکو اوسکے لینے کا امر کیا یا اوسکو بھیجا تا اوسکو لے تو مقبول ہے التاسعة و
الثلثون اختلفا فی زمن اقراره فی الوقف تقبل ۳۹ دو شاہدون نے اختلاف کیا وقف کے زمانہ اقرار فی الوقف مین ف اسمین قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ مشہود
اگر قول محض ہے تو اختلاف زمانی یا مکانی قبول شہادت کا مانع نہین بسبب ممکن ہونے اعادہ اور تکرار کے قول مین اور اگر فعل محض ہو جیسا کہ غصب یا قول ملحق بفعل ہو جیسا کہ
نکاح تو اوسمین اختلاف زمان یا مکان کا مانع ہے قبول کا نکاح اگرچہ قول ہے لیکن بحضور شاہدین اوسکی شرط ہے اور وہ فعل ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ الاربعون
اختلفا فی مکان اقراره به تقبل ۴۰ شاہدون نے اختلاف کیا وقف کے مکان اقرار مین تو مقبول ہے الحادیۃ والاربعون اختلفا فی وقفه فی صحته او فی مرضه تقبل
۴۱ گواہون نے اختلاف کیا وقف کرنے مین اوسکی صحت مین یا اوسکی مرض مین ف یہہ مسئلہ ستائیسوین مسئلہ کے ساتھ مکرر ہوگیا الثانیۃ والاربعون
شهد احدهما بوقفه علی زید والاخر علی عمرو یکون وقفا علی الفقراء انتهی ۴۲ ایک شاہد نے گواہی دی وقف کی زید پر اور دوسرے
نے عمرو پر تو مقبول ہے اور یہہ وقف فقیرون پر ہوگا انتہی کلام البحر قلت وزدت بفضل الله علی ما ذکره المصنف مسائل منها لو اختلفا فی تاریخ الرهن بان

شہد احدہما انہ دخل یوم الخمیس والآخر یوم الجمعۃ ثم شہدا عندہما فلا تقبل کذا فی جواہر الفتاوی نجم و ما تم کیا یہیں کتابوں اور جو مسائل مصنف نے اشباہ اور بحر الرائق میں
ذکر کئے اونمیں سے چند مسائل زیادہ کئے جیسے تتمہ منہا از انجملہ یہ ہے کہ شاہدین نے ایک مہر میں اختلاف کیا سوا ایک نے گواہی دی کہ اوس نے پنجشنبہ کے دن رہن کیا اور دوسرے
کہا جمعہ کے دن تو گواہی مقبول نہیں ہے کذا فی جواہر الفتاوی ومنہا لو اتفق الشاہدان علی الاقرار واختلفا فی المکان فقال احدہما
کنا جمیعا فی مکان کذا وقال الآخر کنا فی مکان کذا تقبل اور از انجملہ یہ کہ اگر شاہدوں نے ایک شخص کے اقرار مال پر اتفاق کیا اور مکان میں اختلاف کیا سوا ایک شاہد نے
کہا کہ ہم سب ایک مکان میں تھے اور دوسرے نے کہا کہ ہم فلانے مکان میں تھے تو مقبول ہے ہم علمی نے قنیہ کے رمز سے بیسوین صورت کی ساتھ ملا کے کہا کہ اگر دونوں میں فرق
اس طرح کہ چالیسوین وقت کے اقرار میں ہو اور یہ مال کے اقرار میں علاوہ اسکو وہاں شاہد نے یہ نہیں کہا کہ ہم سب تھے سوال کر دالا اسکا ایسا ہی بیسوین صورت کو ساتھ کر
ہو جاویگا ومنہا لو قال احدہما والمسئلۃ بحالہا کان ذلک بالغداۃ وقال الآخر کان ذلک بالعشی تقبل وہا فی الولوالجیہ اور از انجملہ یہ کہ اگر ایک
نے کہا اور حالانکہ مسئلہ سابقہ بحال خود ہے یعنی مال کا اقرار متفق علیہ ہے یون کہا کہ یہ اقرار اول روز تھا اور دوسرے نے کہا آخر روز تھا تو مقبول ہے اور یہ دونوں صورتیں الجامع
مین مذکور ہیں ومنہا شہدا علی رجل انہ طلق امرأتہ ومثلہا یقول انہ یعنی منکوحتہ بنت فلان والآخر یقول ما سماہا لی ولا اعلم ما شہدا
المرأۃ التی کانت لہ سوی امرأتہ فان لم یکن قد طلقہا واخرجہا من دارہ قبل ہذا التطلیق قال فخر الدین اذا شہد احد الطلاق الا انہ حین سمع
المرأۃ وذکرہا باسمہا ولم یعین الآخر التی ہی فی نکاحہ ولیس فی نکاحہ غیرہا یجوز واحدۃ تصح الشہادۃ وہی فی جواہر الفتاوی اور از انجملہ
کہ دو شاہدوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اوس نے اپنی زوجہ کو اور ایک کہتا ہے کہ زوجہ نے اپنی منکوحہ زید کی بیٹی کو مثلا طلاق دی اور دوسرا شاہد کہتا ہے
کہ وہ مطلقہ بعینہا مجھے معین مقرر جانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ جو عورت کہ زوجہ کی تھی زید کی بیٹی کے سوا اوسکو اوس نے طلاق دی اور اوسکو یعنی زید کی بیٹی
کو تو اوس نے اپنے گھر سے نکال دیا قبل اس تطلیق کے یعنی حسین ایک شاہد تعیین کرتا ہے کذا فی المحیط اور فخر الدین نے فرمایا کہ جب دونوں کی طلاق پر گواہی دی مگر یہ کہ ایک
شاہد نے عورت مطلقہ کی تعیین کی اور اوسکا نام ذکر کیا اور دوسرے شاہد نے اوس عورت کو جو اوسکے نکاح میں تھی علی التعیین ذکر نہ کیا اور حالانکہ زوجہ کے
نکاح میں نہیں سوا ایک عورت کے تو شہادت صحیح ہوگی یعنی اس واسطے کہ صاف معلوم ہوگیا کہ مطلقہ زید ہی کی بیٹی ہے اور یہ مسئلہ جواہر الفتاوی میں ہے ومنہا
ادعی ملک دارہ فشہد لہ احدہما انہا لہ او قال ملکہ وشہد الآخر انہا کانت ملکہ تقبل منیۃ المفتی اور از انجملہ یہ کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی ملک کا
دعوی کیا تو ایک گواہ نے گواہی دی کہ وہ گھر اوسیکا ہے یا یون بولا کہ اوسکا مملوک ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ گھر اوسکا مملوک تھا تو مقبول ہے کذا فی المنیۃ
المفتی جب زمان گذشتہ میں اوسکا مملوک ٹھہرا تو اصل یہ ہے کہ ملک سابق اوسیکا مملوک رہیگا اوس وقت تک کہ ناقل شرعی اوسکو نقل کرے ومنہا ادعی الفین او
الفا وخمسمائۃ فشہد احدہما بالالف والآخر بالالف وخمسمائۃ قضی لہ بالالف اجماعا منیہ اور از انجملہ یہ کہ دعوی کیا دو ہزار کا یا ایک ہزار اور پانسو
کا تو ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ایک ہزار اور پانسو کی گواہی دی تو ہزار کا حکم بالاجماع ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اس واسطے کہ ہر شاہد نے ہزار کو بعد
صراحۃ ذکر کیا بخلاف ایک ہزار اور دو ہزار کے گواہی کے اس واسطے کہ ہزار دو ہزار میں تضمنا داخل ہیں نہ صراحۃ اور معلوم ہو چکا کہ مفتی بہ صاحبین کا قول ہے کذا فی
العطایۃ ومنہا لو شہدا ان لہ علی ہذا الرجل الف درہم وشہد احدہما انہ قد قضاہ المطلوب منہا خمسمائۃ والطالب ینکر ذلک فانہ
تقبل شہادتہما علی الالف مقبولۃ ولوالجیہ اور از انجملہ یہ کہ دو شاہدوں نے بالاتفاق اسکی گواہی دی کہ مدعی کے اس مدعا علیہ پر ہزار درہم ہیں اور ایک نے یہ گواہی
دی کہ ہزار درہم مطلوبہ میں سے مدعا علیہ نے پانسو درم ادا کئے ہیں اور طالب اسکا منکر ہے تو اس گواہ کی گواہی ہزار پر مقبول ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی مدعا علیہ کو چاہیے کہ
دوسرا گواہ پانسو کے ادا کرنے پر قائم کرے ومنہا ادعی جاریۃ فی ید رجل وجاء بشاہدین فشہد احدہما انہا جاریتہ غصبہا منہ وشہد الآخر
انہا جاریتہ ولم یقل غصبہا منہ تقبل شہادتہما جمع العتاق اور از انجملہ یہ کہ مدعی نے دعوی کیا ایک لونڈی کا ایک مرد کے ہاتھ میں اور مدعی دو شاہد لایا سو ایک
شاہد نے گواہی دی کہ وہ لونڈی مدعی کی لونڈی ہے مدعا علیہ نے اوس سے غصب کر لی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکی لونڈی ہے اور یہ نہ کہا کہ اوس سے اوس نے غصب
کر لی ہے تو شہادت مقبول ہے کذا فی مجمع الفتاوی اس واسطے کہ مطلق کا ہر مقید کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے ومنہا شہدا بسرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا تقبل عند خلافا

جامع الفصولین اور ازانجملہ یہ ہے کہ شاہدوں نے گائے کی چوری کی بالاتفاق گواہی دی اور اختلاف کیا اوسکے رنگ میں تو یہ گواہی امام کے نزدیک مقبول ہے بخلاف
صاحبین کے کذا فی جامع الفصولین ومنہا شہد احدہما بالکفالۃ والاٰخر بالحوالۃ تقبل فی الکفالۃ لانہا اقل جامع الفصولین اور ازانجملہ یہ ہے کہ ایک
نے کفالت کی گواہی دی اور دوسرے نے حوالہ دین کی تو کفالت میں گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ ضامنی نسبت بحوالہ کمتر ہے کذا فی جامع الفصولین یہ صورت
ستائیسوین صورت کے ساتھ مکرر ہے ومنہا شہد احدہما انہ وکلہ بطلاقہا وشہد الاٰخر انہ وکلہ بطلاقہا وطلاق فلانۃ الاخریٰ
فھو وکیل فی طلاق التی اتفقا علیہا وھی فیہ ایضا اور ازانجملہ یہ ہے کہ ایک نے گواہی دی کہ مثلا زید کو زوج نے فقط فلانی زوجہ کی طلاق کا وکیل کیا ہے
اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکی طلاق کا اور دوسری فلانی عورت کی بھی طلاق کا وکیل کیا ہے تو زید اوسی عورت کی طلاق میں وکیل ہوگا جس عورت پر دونو شاہد
متفق ہوئے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین میں ہے ومنہا شہدا بالوکالۃ وزاد احدہما انہ عزلہ تقبل فی الوکالۃ لا فی العزل وھی فیہ ایضا اور
ازانجملہ یہ ہے کہ دو شاہدوں نے وکالت کی گواہی دی اور ایک گواہ نے اتنا زیادہ کہا کہ وکیل مذکور کو معزول کیا وکالت سے تو شہادت وکالت میں مقبول
ہوگی نہ معزول کرنے میں اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین میں ہے ومنہا ادعت ارضا شہد احدہما انہا ملکہا لان زوجہا دفعہا الیہا عوضا
عن الاستیمان وشہد الاٰخر انہا تملکہا لان زوجہا اقر انہا ملکہا تقبل لان کل بائع مقر بالملک للمشتری فکانہما شہدا انہ ملکہا
اور ازانجملہ یہ ہے کہ عورت نے ایک زمین کا دعویٰ کیا ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ زمین اوس عورت کی مملوک ہے اسواسطے کہ اوسکے زوج نے وہ زمین اوسکو
عوض مہر کے دی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوس زمین کی عورت ہی مالک ہے اسواسطے کہ اوسکے زوج نے اقرار کیا کہ زمین عورت کی مملوک ہے تو گواہی
مقبول ہے اسواسطے کہ ہر بائع اپنے مشتری کی ملک کا مقر ہے تو گویا دونو شاہدوں نے بالاتفاق گواہی دی کہ زوج نے عورت کو زمین کا مالک کیا ہے
جب زوج نے زمین عوض مہر کی دی تو زوج بائع ٹھہرا اور استیمان عبارت ہے مہر سے کذا فی الطحطاوی وقیل ترد لانہ لما شہد احدہما انہ دفعہا الیہا
وشہد بالعقد وشہد الاٰخر باقرارہ بالملک فاختلف المشہود بہ اما لو شہد احدہما ان زوجہا دفعہا عوضا والاٰخر باقرارہ انہ دفعہا
عوضا تقبل لاتفاقہما کما لو شہد احدہما بالبیع والاٰخر باقرارہ وھی فی جامع الفصولین انتھی کلام الشیخ صالح ابن الشیخ محمد بن
عبد اللہ الغزی اور قول ضعیف مین شہادت مذکورہ مردود ہے اسواسطے کہ جب ایک گواہ نے اسکی گواہی دی کہ زوج نے زمین کو عوض مہر کے دیا اور عقد
مہا وضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے زوج کے اقرار بالملک کی گواہی دی تو مشہود بہ مختلف ہوگیا یعنی اس جہت سے کہ شاہد اول اقرار بالملک کی گواہی دی اور اگر ایک شاہد یون گواہی دیتا کہ اسکے
زوج نے زمین عوض مہر کے دی اور دوسرا زوج کے اقرار پر یون گواہی دیتا کہ اوس نے زمین عوض دی تو مقبول ہوتی بسبب متفق ہونے دونو شاہدوں کے
چنانچہ ایک شاہد اگر گواہی دے بیع کی اور دوسرا گواہ بائع کے اقرار بیع پر گواہی دے تو مقبول ہے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین میں ہے
تمام ہوچکا کلام شیخ صالح بن شیخ محمد بن عبد اللہ غزی کا **قال فی الاشباہ السکوت کالنطق الا فی مسائل عد منہا سبعۃ وثلثین** اشباہ
مین ہے کہ سکوت نطق کی مانند ہے مگر چند مسائل میں شمار کیا ہے مسائل مذکورہ میں سے سینتیس کو ھم اولی یہ تھا کہ شارح یون کہتا السکوت لیس کالنطق
الا فی کذا چنانچہ اسیطرح ہے بعض نسخ در المختار میں اور یہ نقل بالمعنی ہے اسواسطے کہ اشباہ کی عبارت یون ہے القاعدۃ الثانیۃ عشر لا ینسب الی ساکت
قول ثم قال وخرج عن ہذہ القاعدۃ مسائل کثیرۃ یکون السکوت فیہا کالنطق کذا فی الطحطاوی اور مترجم نے ۳۷ مسائل کو کتاب الحکام کے باب الاولیا
مین منفصل ذکر کیا ہے قلت وزاد فی تنویر البصائر مسئلتین مین کہتا ہون اور تنویر البصائر مین دو مسئلے اور زیادہ کیے ہین الاولی مسئلۃ السکوت
فی الاجارۃ قبول ورضی کقولہ لساکن دارہ اسکن بکذا والا فانتقل فسکت لزمہ المسمی وذکرہ المؤلف فی الاجارۃ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ
سکوت کرنا اجارہ مین قبول اور رضامندی ہے چنانچہ صاحب خانہ کا یون کہنا اپنے گھر کے رہنے والے سے کہ سکونت کر بعوض اتنے کے ورنہ نکل جا اور یہ مستاجر
جب رہا تو اوسکو معین کرایہ دینا لازم ہوگا اور مولف اشباہ نے اسکو کتاب الاجارہ مین ذکر کیا ہے الثانیۃ سکوت المودع قبول دلالۃ قال المؤلف
فی بحرہ سکوتہ عند وضعہ بین یدیہ قبول دلالۃ انتھی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ساکت رہنا امانت رکھنے والے کا قبول ہے بدلالت حال مؤلف اشباہ

اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا جب رہنا مانت ارکا دانت رکھنے کے وقت اوس سے قبول ہو سکتا ہے دلالت کے انتہی کلام الشرح زدنا علیہا ما فی زواہر الجواہر
مسائل اور مسائل مذکور پر زواہر الجواہر میں چند مسائل بڑھائے ہیں منہا عند قولہ الرابعة والعشرون سکوتہ عند بیع زوجتہ فقال وکذا سکوتہا
عند بیع زوجہا لما فی البزازیہ الفتوی علی عدم سماع الدعوی فی القریب والزوجة انتہی وصحح قاضیخان انہا تسمع فلیتأمل عند الفتوی
اور از انجملہ یہ ہے کہ اس قول کے پاس کہ سکوت زوجہ کا زوجہ کے بیع کرنیکے وقت سے شیخ صالح نے زواہر کے مصنف نے کہا اور اسیطرح سکوت زوجہ کا اپنے زوج کے بیع کرنیکے وقت
سماع قول کے ہے واسطے کہ بزازیہ میں فتوی یہ ہے عدم سماع دعوی پر قرابت دار اور زوجہ میں انتہی ما فی البزازیہ اور قاضیخان نے تسمیہ کی ہے کہ دعوی مذکور مسموع ہے
تو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت یعنی مفتی کو مناسب ہے کہ خصمین کو زجر کرے اور حوالہ نگری میں احوط ہو اوسکا فتوی دیوے کذا فی الحموی قلت وزاد
ما فی متفرقات التنویر من سکوت الجار عند تصرف المشتری فیہ زرعا وبناء دعزیناہ للبزازیة وھکذا ذکرہ فی تنویر البصائر معزیا
الیہا فالعجب من صاحب الجواہر الزواہر کیف ذکر صدر کلام البزازیة وترک الآخر شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور زیادہ کیا جاوے وہ مسئلہ جو متفرقات
تنویر میں ہے یعنی ساکت رہنا پڑوسی کا مشتری کے تصرف کے وقت خرید کے مکان میں باعتبار زراعت کرنے یا عمارت بنانے کے اور اس قول کو ہم نے بزازیہ کیطرف نسبت کیا
ہے اور اسیطرح تنویر البصائر میں ذکر کیا ہے اوسیکی طرف نسبت کرکے تو تعجب ہے جواہر زواہر کے مصنف سے کہ کیونکر اوسنے ابتدائے کلام بزازیہ کو ذکر کیا اور آخر کلام کو
چھوڑ دیا ھم صدر کلام بزازیہ سکوت زوجہ کا ہے اپنے زوج کی بیع کرنیکے وقت اور آخر کلام بزازیہ کا مسئلہ ہے متفرقات کا ومنہا لو تزوجت بغیر کفو فسکت الولی
حتی ولدت کان سکوتہ رضی زیلعی اور منجملہ زوائد صاحب زواہر الجواہر کے یہ ہے کہ اگر عورت نے نکاح کیا غیر کفو سے سو ولی ساکت رہا یہانتک کہ وہ جنی
تو اوسکا سکوت رضامندی ہوگا کذا فی الزیلعی ومنہا ما فی المحیط رجل زوج رجلا بغیر امرہ فہنأہ القوم وقبل التہنئة فہو رضی لان قبول التہنئة
دلیل الاجازة اور از انجملہ وہ مسئلہ ہے جو محیط میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کا نکاح کر دیا بدون اوسکی امر کے سو اوسکو قوم نے مبارکباد دی اور اوس نے
مبارکباد کو قبول کیا تو وہ رضامندی ہے نکاح کی اسواسطے کہ مبارکباد کا قبول کرنا اجازت نکاح کی دلیل ہے ھم یہ مسئلہ مبنی ہے ظاہر الروایہ پر اور ہے جب رد نہ کرے تو جس
جسپر فتوی ہے نکاح ہی منعقد ہوگا اور قبول تہنیت سے مراد سکوت ہو والا یہ مسئلہ مستثنیات میں نہ ہوگا ومنہا ان الوکالة کما تثبت بالصریح تثبت بالسکوت
ولذا قال فی الظہیریة لو قال ابن العم للکبیرة انی ارید ان ازوجک من نفسی فسکتت فزوجہا جاز ذکرہ المؤلف فی البحر من بحث الاولیاء
اور از انجملہ یہ ہے کہ وکالت جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسی ہی سکوت سے بھی ثابت ہوتی ہے اور اسیواسطے ظہیریہ میں کہا ہے کہ اگر ابن عم نے چچا کی بالغ بیٹی سے کہا کہ میں چاہتا
ہوں کہ تیرا نکاح کروں اپنی ذات سے سو وہ چپ رہی سو اوس نے اوس سے نکاح کر لیا تو جائز ہے ذکر کیا ہے اسکو مؤلف نے اپنی کتاب بحر الرائق میں اولیا کی بحث
سے م یہاں سکوت سے موکل کا سکوت مراد ہے اور یہ غیر ہے ما تقدم کا کہ وہاں وکیل کا سکوت مراد ہے ومنہا سکوت اہل العلم والصلاح فی التعدیل
کما فی شہادات البحر قال ویکتفی بالسکوت من اہل العلم والصلاح فیکون سکوتہ تزکیة للشاہد کما فی الملتقط وکان اللیث بن مساور
قاضیا فاحتاج الی تعدیل شاہد وکان المزکی مریضا فعادہ القاضی وسأل عن الشاہد فسکت المعدل ثم سألہ فسکت فقال السائل و
لا تجیبنی فقال المعدل اما یکفیک من مثلی السکوت قلت وقد عد ھذہ فی الاشباہ معزیا بالشہادات شرحہ فکیف تکون زائدة نعم
زاد فیہ تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح فعدہا من الزوائد اور از انجملہ سکوت اہل علم اور صلاح کا قول کی برابر ہے شاہد کی تعدیل میں چنانچہ
بحر الرائق کی کتاب الشہادات میں ہے کہا اور کفایت کی جاتی ہے سکوت اہل علم اور صلاح کا تو ہوگا سکوت اوسکا تزکیہ شاہد کا اسواسطے کہ ملتقط میں ہے کہ لیث بن مساور
قاضی تھا سو اوسکو ایک شاہد کی تعدیل کی حاجت ہوئی اور مزکی بیمار تھا سو قاضی اوسکی عیادت کو گیا اور شاہد کا حال اوس سے پوچھا سو وہ چپ ہو رہا پھر پوچھا پھر
چپ رہا تو قاضی نے کہا میں تجھ سے پوچھتا ہوں اور تو مجھکو جواب نہیں دیتا تو معدل نے کہا کیا تجھکو مجھسے تو یہی سمجھ ہے چپ رہنا کفایت نہیں کرتا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں
سکوت مزکی کو اشباہ میں شمار کیا اپنی شرح کی کتاب الشہادات کیطرف نسبت کرکے تو یہ مسئلہ زائد کیونکر ہوگا ہاں یہ البتہ ہے کہ صاحب زواہر نے سکوت مزکی میں اسکے
اہل علم اور صلاح ہونیکی قید زیادہ کی ہے لہذا اوسکو زوائد میں شمار کیا م اور بعضے نسخوں میں یوں عبارت ہے فکیف یکون فی تقییدہ بکونہ من اہل العلم و

الصلاح فسئلہ من الزوائد یعنی طحطاوی نے کہا من الزوائد خبر ہے کون کی اور فعل اوسکا نقد یا کا [illegible]
فقط اہل علم اور صلاح کی قید لگانے سے زوائد میں کیونکر ہو گا چونکہ عبارت مذکور رملی کی تکملہ سے نہ تھی [illegible]
ان الغیاث خرج لصلوۃ الجمعۃ فرآہ مولاہ فسکت حتی اذا اخرج ثم الیہ لان السکوت [illegible]
واسطے نکلا اوسکو مولا نے اور سکو دیکھنے سے چپ ہا تو اوسکو نماز کیواسطے نکلنا حلال ہے اسواسطے کہ سکوت بمنزلہ [illegible]
بما زالعنیۃ بعد ان زفت بعد ان زفت ولو زفت الیہ بلا جہاز فلہ ان یطالب باذن [illegible]
بما یلیق بالمبعوث فی عرف فہو شیئا فی یفتی بانہ اذا لم یجہزہا بما یلیق فلہ استرداد ما بعث [illegible]
زمانا یعرف بذلک رضاہ لم یکن لہ ان یخاصم بعد ذلک وان لم یتخذ لہ شئ [illegible]
اگر بیہ زوجہ زوج کے پاس بہیجی گئی بدون جہیز کے تو زوج کو مطالبہ کرنا اون دنانیر کا جو اوسکو باپ [illegible]
کرنا اور بقدر جہیز کا جو اونکی عرف میں مبعوث کے ساتھ لائق ہو درست ہو گا اور فتوی میں یہ [illegible]
مال کا جو قبل نکاح کے بہیجا تہا جائز ہے اور معتبر وہ جہیز ہے جو زوج کی منفعت کیواسطے بنایا جاتا ہو [illegible]
کے اتنی مدت تک کہ اوس سے عدم جہیز یا قلت جہیز کی رضامندی معلوم ہو گئی تو زوج کو جہگڑا [illegible]
قع ملامت ہے قاضی عبد الجبار کی اور عدم ملامت ہے علاء الدین ترجمانی کی یعنی یہ مسئلہ قاضی [illegible]
فقط سکوت بعد زفاف ہے حلبی نے فی عرفہم کے بعد یہ ضبط کیا ہے یا یختیہ و جار مصلحہ حالانکہ [illegible]
کذا فی الطحطاوی اور مسئلہ جہیز کا کتاب النکاح میں منفصل مذکور ہو چکا ومنہا اذا ابرأ [illegible]
وکذا فی الاقرار یعنی یہ کہ جب اون نے مدیون کیطرف سے ابرا کیا اور مدیون چپ رہا [illegible]
کتاب الاقرار کے اندر ذکر کیا ومنہا سکوت الراہن عند بیع المرتہن الرہن [illegible]
الاشباہ اول القاعدۃ الحمد للہ العزیز الوہاب وہو اعلم بالصواب [illegible]
میں مسئلہ نہیں ذکر کیا ہے اسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ مسئلہ اشارۃ معلوم ہوتا ہے [illegible]
داتا ہو ٹہیک بات کا م شیخ صالح مؤلف زوائد نے زوائد کے بعد حمد ربانی [illegible]
اسباب الکیرو کے پاس رکہ دیا اور چپ رہا پہر چلا گیا تو صاحب اسباب مودع بالکلیہ [illegible]
جنازہ اوٹہانے کے واسطے قبرستان تک دو حمال کرایہ کئے اور دوسرا وصی جا [illegible]
تو جائز ہے اور یہ اجرت جمیع مال سے ہو گی بمنزلہ کفن کے [illegible] اور خلاف [illegible]
قادر ہو اور اگر قادر نہو تو وارث سے کروہ جانے یعنی درصورت عدم قدرۃ [illegible]
ہو گا ۴ زید نے خالد کو وصیت کی پہر خالد زید کی حیات میں ساکت رہا [illegible]
ان مسائل کو حموی نے معین الحکام سے نقل کیا ۵ زوجہ اپنے گہر میں رہے [illegible]
قیمت کا تاوان نہیں لے سکتا اور ساکت رہنا زوجہ کا رضامندی ہو [illegible]
اور خالد نے اوسکو بیچ کیا تو زید کا سکوت اقرار نہیں ہے [illegible]
فی الطحطاوی عن البیری ۶ تو معلوم ہوا کہ تریپن مسائل ہیں [illegible]
کے اور طحطاوی کے منقول ہے قول الاشباہ [illegible]

ادہی کہتا ہے بحر الرائق میں کہا جب رہنا امانت دار کا امانت پر سکوت سے ہو جیسے راضی ہو گیا فرض اوسکی بیع کا امر پر الزام آوے گا کذا فی اللطائف الثالثۃ الوکیل بقبض
مسائل اور مسائل مذکورہ بیر زواہر الجواہر میں چند مسائل ہیں یمین الوکیل علی العلم لا یحلف ولو اقر لزمہ انتہی ۳۳ تیسری یہ کہ وکیل پر مدیون نے
عند بیعہ زوجہا لما فی البزازیہ الفتوی علی عدم صحتہ مطلب کی تو اوس سے قسم لیجائیگی اور اگر وکیل اقرار کرے ابرا دین کا تو اوسکا اقرار لازم ہو آتے
از انجملہ اس قول کے پاس کہ سکوت زوج کا ترجمہ کہا [illegible] مخاصمت مدیون کے ساتھ لازم آوے اور یہ مطلب نہیں کہ اوسکے موکل پر وکیل کا اقرار لازم آوے
بسبب قول کے جو اس سطر کہ بزازیہ میں فتوی ہے عدم صحاح [illegible] قیام العیب للحال لا یحلف عند الامام ولو اقر بہ لزمہ کا [illegible] خیار العیب بحر الرائق
تو تامل کرنا چاہئے کہ فتوی دینے کے وقت یعنی مفتی کو مناسب ہے [illegible] فی الحال کا انکار کرے تو اوس سے قسم لیجائیگی امام کے نزدیک اور اگر وہ اقرار کرے عیب کا تو
ما فی متفرقات التنویر من سکوتہ للجار عند تصرف المشتری نے دعوی کیا مثلاً غلام فراش پر پیشاب کرتا ہے اور بائع اسکا منکر ہو تو اوس سے قسم لیجاوے گی
الیہا فالعجب من صاحب الجواہر الزواہر کیف ذکر ھذا [illegible] اور شاہد جب کہ رجوع عن الشہادۃ کا انکار کرے تو قسم لیجائیگی اور اگر رجوع کا اقرار
تنویر میں ہے یعنی ساکت رہنا پڑوسی کا مشتری کے تصرف کے وقت [illegible] سارق اذا انکرہا لا یستحلف للقطع ولو اقر بہا قطع وذکر الاسبیجابی ولا یحلف لاجل
نے اسی طرح تنویر البصائر میں ذکر کیا ہے اوسکی طرف نسبت [illegible] المال وقالوا الا اذا ادعی علیہ العقد فیحلف حینئذ انتہی اور جب چوری کا انکار
چھوڑا ہے بعد کلام بزازیہ سکوت زوجہ کا ہے اپنے زوج کی بیع کرتے [illegible] قسم لیجائیگی کذا فی اللطائف اور اگر چوری کا اقرار کرے گا تو ہاتھ قطع کیا جائیگا اسبیجابی نے کہا قسم نہیں لیجاتی
سنے ولو کان سکوتہ رضی زیلعی اور مجموعہ زواہر الجواہر [illegible] سے یعنی ہر صورت دعوی خیانت باپ اور وصی اور متولی پر قسم نہیں مگر جب کہ [illegible] عقد کا
تو اوسکا سکوت رضامندی ہوگا کذا فی الزیلعی ومنہا ما فی المحیط [illegible] متولی پر اراضی صغیر یا یتیم یا وقف کے عقد اجارہ کا کوئی دعوی کرے اور وہ منکر ہو تو اوس سے
دلیل الاجازۃ اور از انجملہ وہ مسئلہ ہے جو محیط میں ہے کہ اگر وصی نے [illegible] کہتا ہوں (اور میں نے چند مسائل زیادہ کئے صاحب بحر الرائق کے
سپارکیا اور قبول کیا تو وہ رضامندی ہے نکاح کی اسی طرح کہ سپارکیا [illegible] لکیہ ہو لابنی الصغیر فلا یحلف وفی فتاوی الفضلی علیہ الیمین وفی قولہم جمیعاً
جسپر فتوی ہے کلام ہی منعقد ہوگا اور قبول تنیت سے مراد سکوت ہو [illegible] کما قال وان کذبہ فی الاقرار [illegible]
ولذا قال فی الظہیریۃ لو قال ابن العم للکبیرۃ انی ارید ان ازوجک [illegible] فلم یظہر [illegible] ولا تصدیقہ لا تسقط عنہ الیمین فکذا ہنا
اور از انجملہ یہ کہ وکالت جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسی ہی سکوت سے [illegible] لانہ لما اقر بہا للصغیر ظہر انہا من مالہ وفیہ تامل [illegible] مسئلہ تنویر البصائر
ہوں کہ میرا نکاح کر دوں اپنی ذات سے سو وہ چپ رہی سو اوس نے اوس سے [illegible] اگر وہ چیز میرے صغیر بیٹے کی ہے تو قسم لیجائیگی اور فتاوی فضلی میں ہے کہ اوس پر قسم ہے
سے یہاں سکوت سے موکل کا سکوت مراد ہے اور یہ تغییر ہے القدم کا کہ وہ [illegible] ہے تو زمین مدعی کو دلائی جاویگی پھر صغیر کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائیگا
کما فی شہادات البحر قال ویکتفی بالسکوت من اہل العلم والصلاح [illegible] مدعی کی تکذیب کی تو صغیر کا والد زمین کی قیمت کا ضامن ہوگا مدعی کو
قاضیا فاحتاج الی تعدیل شاہد وکان المزکی مریضا فعادہ القاضی [illegible] اور ایک شخص نائب کی اسطرح اقرار کیا جسکی تصدیق اور تکذیب معلوم نہیں
لا یجیبہ فقال المعدل اما یکفیک مرضی السکوت قلت [illegible] کہتا ہوں اور قول اول کے بموجب یعنی ہر صورت عدم [illegible] رجوع
فادفیہ تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح [illegible] من الزوائد [illegible] کہ جب باپ نے صغیر کے واسطے اقرار کیا تو ظاہر ہو گیا کہ [illegible] صغیر کے
بحر الرائق کی کتاب الشہادات میں ہے کہا اور کفایت کرتا ہے سکوت اہل علم و صلاح کا [illegible] صورتیں ہیں جب متحقق ہو جاوے کہ وہ صغیر ہی کا مال ہے اور درمیان صغیر کا
قاضی تہا سو اوسکا ایک شاہد کی تعدیل کی حاجت ہوئی اور مزکی بیمار تہا سو قاضی اوسکی عیادت کو گیا [illegible] الثانیۃ لو اشتری دار الصغیر للشفیع فانکر المشتری
چپ رہا تو قاضی نے کہا میں تجہسے پوچھتا ہوں تو مجہکو جواب نہیں دیتا تو معدل نے کہا کیا تم [illegible] او اقر ان الدار لابنہ الصغیر ولا بینۃ فلا یمین علی
سکوت مزکی کو شمار میں شمار کیا اپنی شرح کی کتاب الشہادات کیطرف نسبت کرکے [illegible] شفیع حاضر ہوا تو مشتری نے خرید کا انکار کیا یا یہ اقرار
اہل علم اور صلاح ہونیکی قید زیادہ کی ہے لہذا اوسکو زوائد میں شمار کیا ہے اور بعض نسخوں [illegible] کا اقرار لازم ہو گیا تو جائز نہیں غیر ولد کیواسطے اقرار کرتا

[illegible]

بعد اسکے کہ غیر مدعا علیہ نے بائع حر آزاد یعنی اگر قسم مشتری
غلام او جاریۃ او ثوب ادعاہ رجل ان
ان یحلفہ فان ادعی علیہ الغصب
دوسرے مرد نے دعوی کیا سو دو نوں مدعا علیہ کو قاضی
خرید کرنیکا مدعا علیہ سے دعوی کیا تو اوس
تو اوسپر ضمان واجب ہوگا کذا فی النوا
لی اور اوسکا اقرار دوسرے پر حجت نہیں
بیان نہو یعنی بجہت خرید یا ہبہ یا ورا
لابنہ الصغیر ام آ اثر اختلف مع ال
ایک گہر یا خلاف ہوا شفیع کے ساتھ
مال میں قسم نہیں جیسا کہ ذکر ہوچکا
٥ اگر سارق نے دعوی استہلاک مسروق
سارق کے قطع ید کے بعد بقرینہ عبارت قرار
یضمن قال لا ولیستوفی حلفہ فیما استہ
قائم ھل یحلف قال یجب ان یکون
کو مستہلک کیا اپنے قطع ید کے بعد کیا ا
سوال ہوا کہ اگر سارق کہے کہ مال ہلاک ہوا
ہو کہ سارق ہی کا قول معتبر ہوگا بدون قسم کے
الموھوب لہ ھلاک الموھوب فالقو
موہوب کی ہلاکی کا دعوی کیا تو موہوب لہ کا
مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانے میت
علیہ انک وکیل فلان فانکر انہ
تو اوس سے قسم نہ لیجاویگی اور سیر دونوں مسئلے
فالقول لہ بلا یمین ٤ مدعی نے کہا کہ
سے کہ بلا عوض ہو العاشرۃ اشتری
سو بائع نے غلام سے کہا کہ تو مجھ سے
الحادیۃ عشرۃ اذا اشتری عبد
دوسرے غلام سے کہ جیز خریدی کیا
کا بلا یمین اجوا بہ کہ صدو یہ قرضہ

[illegible]

کی نہیں کی گئی علیہ ۱۳ اگر کسی نے غیر کا
قسم اور سپرد اگر کر دے اور بارہ زمین غیر کا
مالک نہ قسم نہیں اور یہی حکم ہر چیز کے
تسلیم الی غیر زید کا تھا ولا بینۃ
بالکل یقتضی الدین اذا ادعی المدیون
قسم کر انتقا کیا تو اس کو جائز ہو اگر
ان کے التماس کیا قاضی سے آپ نے قسم لی
اور وکیل سے مدیون یوں دعویٰ کرے کہ
اللہ عشرۃ اشتری امۃ فادعی
ام علم ہذا القریب من خواص ہذا
کیا یعنی اس سبب چیز کا اس کو کیا
مسئلہ اس قسم کی تحریر اس کتاب کے
نازل شارح کتاب میں کتاب پڑھ اور شیخ
شاہد قال ہو ادعی ہذہ الدار
افضل اپنی ذات کیا طور پر کیا تھا قبل
قال بعد عشرۃ اذا کانت بالترکۃ
لا تستثنی لو اقر لہ لو قیل فلم یحلف
مال وارث میت کا لیکن اس کے قسم لیجائیگی
ابنہ عشرۃ رجل لہ علی رجل الف درہم
میت جمیع الفتاوی ۱۷ اگر ایک دوسرے
زید نے کہا کہ ان قسم لیجائیگی اور مستاجر نے کہا
فقال قبضت ردیتہ وقال اللہ
اس کے موجب الفتاوی ۱۸ ایک شخص نے دوسرے کو مال
اقرار کیا تھا یعنی قرض لیا تھا تو قسم نہ لیجائیگی
جا بجا گر۔ بیع و قرض میں سیر کے اور سیر مثل ان لا
لیس دار الغیر ہوئی تو صاحب مال کا قول معتبر ہوگا
لا ابنہ الدوالہ علی ہذا کذا وکذا من المال فاقر
اقرار شرعی لا بہ من المال ولیل
ہوگیا تو جائز ہے آیا مگر دکر قاضی کے پاس اور کہا

سائل اسبابی مین سو منع اور کو بڑا باب تھا
تسلیم وہ جوسین وہ مختلف مین اور میری
اور دسین مشارعین مین فیص القسولا
لا شئ اذا الواضیع والخطة ولا
قیل وبقیه ذلك مع الثمن
اثم کا ملک ثابت ہوا اور ایسے
او جو مین کی تاب اور تجارت مین جا
کہ مشتری سے او دسین عمارت بنا کی
اذ بناص او وفاته ینقضه لخالفته
باطل کر دی کیونکہ یہہ حکم نص حدیث
یہہ کہ جس قذف کی حد پڑی جب
باطل کر دی ہم ملما دی تھا اور
القاص لو نقضه لا یلیم
ملو ثابت نہین جاتا اسکو باطل کر دی
فی فسلون کی دلیل ہو و منه اد احکم
ان کی گواہی سو حکم کر دی اس کا
لو مالت مین گواہی ادا کی اور اس
ارث ہو کہ بطال ہو قال الله تعالی واستشہدوا
عترکشر طرمین حال اکہ اطفال کر رجال نہین
تجمیع ہلا کی سے سر کے زخمون مین جا کے
کہا کہ الکلب من فی دینه لا یقبل اور
انقال ہو گواہون کے خلاف کیہ کر
القاذف مقدر ہوا اور دوسرا اشرفی رمز کا
تیسی رمز وفی الوصیة فرنعم لم لا
سو غرض او باطل کر دی و منه اد اقضی
موسی تو دو اسکا مراقعه دوسری قاضی کے پاس
له علی کہ ملی وصیه السداو کذا فی
دین کی بینه یا به کان موجودا
وصلے آیا پہر سو غلام یا لڑکی کو بیچا اور

[illegible]